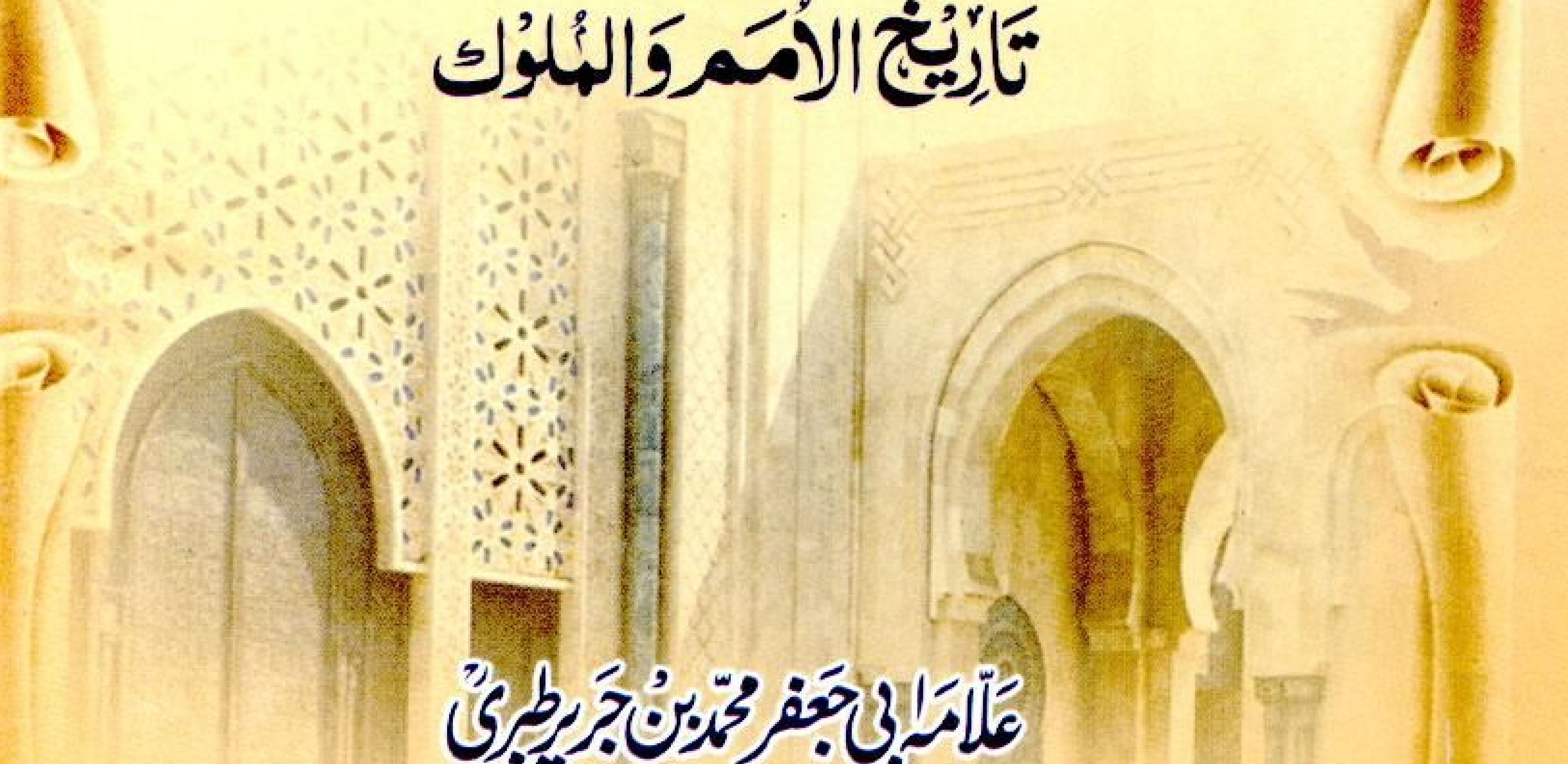
سلیس با محاورہ جدید ترجمہ

تاریخ طبری اردو

اردو ترجمہ

تاریخ الاُمم والمُلوک



علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبریؒ

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

تاریخ طبری اردو

سلیس بامحاورہ جدید ترجمہ

تاریخ طبری اردو

اردو ترجمہ

تاریخ الامم والملوک

جلد چہارم

حصہ اول و دوم

خلافت حسنؓ، خلافت معاویہؓ تا خلافت مروان بن الحکم

۴۰ ھجری تا ۶۵ ھجری

خلافت عبدالملک بن مروان تا سلیمان بن عبدالملک

۶۵ ھجری تا ۹۹ ھجری

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبریؒ

ترجمہ
سید حیدر علی طباطبائی

تسہیل، تشریح و عنوانات
مولانا محمد اصغر مغل
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
کمپوزنگ : محمد زید مغل
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : ۸۲۰ صفحات

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 437-B دیپ روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست مضامین

تاریخ طبری

جلد چہارم حصہ اول و دوم

ذکر بیعت حسن بن علیؓ

قیس بن سعد کا حسن سے بیعت کی ابتداء کرنا

۴۰ ہجری میں حسن بن علیؓ سے خلافت کی بیعت ہوئی۔ سب سے پہلے قیس بن سعد نے یہ کہہ کر بیعت کی کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ سے خدائے عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت اور مفسدوں سے جنگ کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔ حسنؓ نے کہا کہ خدا کی کتاب اور اس کی سنت ہی کافی ہے کہ یہی سب شرطوں پر شامل ہے قیس نے اس پر بیعت کر لی اور کچھ نہ کہا پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔

علیؓ نے اہل عراق کے مقدمۃ الجیش جو آذربائیجان واصفہان سے تعلق رکھتا تھا اور اس خاص لشکر پر جو عرب نے ترتیب دیا تھا اور شمار میں چالیس ہزار تھے اور انھوں نے علیؓ سے آخر دم تک لڑنے مارنے پر بیعت کی تھی قیس بن سعد کو رئیس مقرر کیا تھا اور قیس اس مہم کو ٹالتے رہے۔

حضرت حسن کا خلیفہ مقرر ہونا

اسی اثناء میں علیؓ کا قتل واقعہ ہوا اور اہل عراق نے حسن بن علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ حسن جنگ وجدال کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ممکن ہو سکے حضرت امیر معاویہ سے سمجھوتہ کر کے انکی جماعت میں داخل ہو جائیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ قیس بن سعد میری رائے سے اتفاق نہ کریں گے اس لئے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عباس کو امیر لشکر مقرر کیا۔ ابن عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسن اپنا بھلا چاہتے ہیں تو اُنھوں نے خط لکھ کر معاویہ سے امان طلب کی اور جس قدر مال اُن کے پاس تھا وہ اپنی ذات کے لیے مشروط کرنا چاہا اور معاویہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ بیعت خلافت کے بعد حسنؓ لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے مدائن میں آ کر ٹھہرے اور اپنے مقدمہ لشکر پر بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قیس بن سعد کو روانہ کیا۔ معاویہ نے اہل شام کے ساتھ مقام مسکن میں منزل کی۔ حسن ابھی مدائن میں تھے کہ کسی نے لشکر میں پکار کر کہا کہ قیس بن سعد مارے گئے اب بھاگو۔ (سنتے ہی) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، حسنؓ کے خیمہ کو لوٹ لیا یہاں تک کہ جس فرش پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اسے بھی گھسیٹ لیا۔ حسن وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور مدائن کے مقصورہ بیضاء میں جا کر اترے۔

مختار کی بدنیتی اور حسنؓ کا حسنؓ کو صلح سے منع کرنا

انہی دنوں میں سعد بن مسعود جو کہ مختار بن ابی عبیدہ کے چچا تھے اور مدائن کے حاکم تھے، مختار نے ان سے کہا اور ابھی یہ ایک نوجوان لڑکا تھا کہ اگر تم کو مال وعزت کی خواہش ہو تو حسن کا باندھ لو اور معاویہ سے اس کے صلہ میں امان مانگ لوں گا۔ سعد نے جواب دیا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ میں رسول ﷺ کے نواسے پر حملہ کروں اور ان کو باندھ لوں، کیا بدشخص ہے تو۔ حسنؓ نے جب دیکھا کہ ان کے کام میں تفرقہ پڑ گیا تو معاویہ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ معاویہ نے عبداللہ ابن عامر و عبدالرحمٰن بن سرمہ کو ان کے پاس روانہ کیا یہ دونوں شخص مدائن میں حسن کے پاس آئے اور جو کچھ وہ چاہتے تھے، سب منظور کر لیا اور اس بات پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ کے علاوہ اور چیزوں کے جو حسن لینا چاہتے ہیں لے لیں۔ پھر اہل عراق کے مجمع میں حسن نے کھڑے ہو کر تقریر کی کہا کہ اے اہل عراق!

> میں نے تم لوگوں سے جو اپنی جان چھڑائی اس کے تین سبب ہیں میرے باپ کو تم نے قتل کیا، مجھ پر تم نے برچھی کا وار کیا، میرے مال کو تم نے لوٹ لیا۔ حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر سے حسن نے ذکر کیا کہ میں معاویہ کو صلح کے لیے لکھ چکا اور امان مانگ لی۔ یہ سن کر حسین نے کہا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ معاویہ کی بات کی آپ تصدیق اور علی کی بات کی تکذیب نہ کریں حسن نے جواب دیا خاموش میں اس بارے میں تم سے زیا

زیادہ جانتا ہوں۔

جب صلح ہو گئی تو حسنؓ نے قیس بن سعد کو لکھ بھیجا کہ معاویہ کی اطاعت کریں اور قیسؓ اس وقت مقدمہ فوج میں بارہ ہزار پر رئیس تھا۔ قیس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی اے لوگو!

> یا تو امام ضلالۃ کی اطلاع منظور ہے اور معاویہ سے انھوں نے بیعت کر لی قیس ان لوگوں سے علیحدہ ہو گئے۔ معاویہ کے ساتھ صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ حسن کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب ان کو مل جائے اور علاقہ داراب جرد کا راج ان کو ملا کرے اور ان کے سامنے کوئی علیؓ کو سب وشتم نہ کرے۔ غرض کوفہ کے بیت المال میں جو پچاس لاکھ تھے وہ حسنؓ نے لے لیے۔

مغیرہ کی جعلی تحریر

جس سال علی قتل ہوئے اور حج کے ایام جب آئے تو مغیرہ بن شعبہؓ نے معاویہؓ کے نام سے ایک جعلی تحریر بنا کر لوگوں کے ساتھ ۴۰ ہجری کا حج کیا۔ مغیرہ نے اس خوف سے کہ کہیں یہ حال کھل نہ جائے، ترویہ کے دن عرفہ کیا، عرفہ کے دن نحر کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مغیرہ کو خبر مل گئی تھی کہ عتبہ بن ابوسفیان والی حج مقرر ہو کر دوسری صبح کو آنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے حج کے پورا کرنے میں مغیرہ نے تعجیل کی۔

اسی سال مقام ایلیا میں بھی معاویہ کے لیے بیعت خلافت لی گئی اس سے قبل معاویہ کو شام میں امیر کے لقب سے پکارتے تھے اور علیؓ کو عراق میں امیر المومنین۔ جب علی قتل ہو گئے تو معاویہ کو امیر المومنین کہنے لگے۔

۴۱ ہجری کے واقعات

حسنؓ کا خلافت حضرت معاویہؓ کے حوالے کرنا

اسی سال حسن بن علیؓ نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی۔ اور معاویہ نے کوفہ میں داخل ہو کر اہل کوفہ سے خلافت کی بیعت لی۔

اہل عراق کا حسنؓ کا ساتھ چھوڑ دینا

اہل عراق نے جب حسن بن علی سے خلافت کی بیعت کی تو حسن نے ان سے یہ شرط لگائی کہ تم لوگ میری بات کو سننا میری اطاعت کرنا، میں جس سے صلح کروں اس سے صلح کرنا، میں جس سے جنگ کروں اس سے جنگ کرنا۔ اس شرط سے عراق والوں کے دل میں شک پیدا ہو گیا انھوں نے سوچا کہ یہ شخص ہمارے کام کا نہیں ان کا ارادہ جنگ کرنے ہی کا نہیں ہے۔ غرض حسنؓ کی بیعت کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان پر برچھی کا وار کا گیا جو اوچھا پڑا۔ اب حضرت حسنؓ کے دل میں اہل عراق کے لیے بغض و دہشت زیادہ ہو گئی۔

حضرت حسنؓ کا حضرت معاویہؓ سے خط و کتابت

انھوں نے معاویہ سے خط و کتابت کی اور اپنی شرائط لکھ کر بھیجیں کہ اگر تم انھیں منظور کر لو تو میں اطاعت کرونگا اور تم پر اس عہد کا وفا کرنا لازم ہوگا۔ یہ خط حسن کا معاویہ کو جب پہنچا جب کہ خود معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگا کر پہلے ہی حسن کو لکھ بھیجا تھا کہ اس کاغذ پر جو جو شرطیں تمہارا جی چاہے لکھ لو مجھے سب منظور ہیں۔ حسنؓ کو جب یہ مہر لگا ہوا کاغذ پہنچا تو انھوں نے اس سے پہلے معاویہ کو جو شرطیں لکھی تھی اس سے بھی کئی گناہ زیادہ شرائط اس کاغذ پر لکھیں۔ اور اپنے پاس اس معاہدہ کو رکھ لیا۔ ادھر معاویہ نے حسن کی پہلی شرائط کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب حسنؓ و معاویہ میں ملاقات ہوئی تو حسن نے معاویہ سے انھیں شرائط کے پورا کرنے کا سوال کیا جو معاویہ کے مہر لگے ہوئے کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں۔ معاویہ نے اس کے منظور کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت معاویہؓ کا حضرت حسنؓ کی شرائط ماننے سے انکار

اور کہا تم نے جو پہلے شرائط لکھی تھیں اور جب تمہارا خط پہنچا تو اسی وقت میں نے انہیں منظور کر لیا تھا۔ حسنؓ نے جواب دیا کہ تمہارا خط جب مجھے پہنچا تو میں نے اس پر شرائط لکھی ہیں جن کے وفا کرنے کا تم نے عہد کیا ہے۔ غرض اس بات میں دونوں میں اختلاف ہو گیا پھر معاویہ نے حسنؓ کی کسی شرط کو بھی پورا نہ کیا۔

حضرت حسنؓ کی تقریر

کوفہ میں مجمع ہوا تو عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ حسنؓ سے کہو کہ اٹھیں تقریر کریں، معاویہؓ کو یہ بات

گوارانہ ہوئی پوچھا آخر تم کیا چاہتے ہو کہ وہ تقریر کریں؟ عمرو نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عجز ہیں۔اس باب میں عمرو نے ایسا اصرار کیا کہ آخر معاویہ کو ماننا پڑا۔معاویہ نے مجلس میں آ کر تقریر کی پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اس نے حسنؓ کو پکار کر کہا اٹھیے اس مجلس میں تقریر کیجئے۔انھوں نے فوراً بلا تامل تشہد پڑھا اس کے بعد کہا ایھا الناس خدا نے ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعے سے تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے آخر شخص کے ذریعے سے تم کو کشت وخوان سے بچالیا۔ اور سنو اس حکومت کی ایک مدت و معیاد ہے اور دنیا دست بدست (پھر اکرتی) ہے۔اور حق تعالیٰ اپنے نبی سے فرما چکا ہے''وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین'' کیا معلوم شاید کہ وہ تمہاری آزمائش ہو اور''چند دن کی آسائش'' اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ نے کہا بیٹھ جایئے اور عمرو پر معاویہ کو غصہ ہی رہا کہ تمہاری رائے پر چلنے کا یہ انجام ہوا۔اس کے بعد حسنؓ مدینے چلے گئے۔کوفہ میں معاویہ کا داخلہ ربیع الاول یا جمادی الاول ۴۱ ہجری کی پچیسویں تاریخ کو ہوا۔

معاویہؓ نے حسنؓ وابن عباسؓ کی صلح

اسی سال معاویہ اور قیس بن سعد میں صلح ہوگئی پہلے ان کو معاویہ کی بیعت سے انکار تھا۔عبداللہ بن عباس کو حسنؓ کا یہ ارادہ جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے نفس کے لیے معاویہ سے امان کی طالب ہیں، تو انھوں نے بھی اپنے نفس کے لیے امن مانگنے کو اور اس شرط کے قبول کرنے کو معاویہ کو لکھا کہ ان کے پاس جو مال آ گیا ہے وہ انھی کو مل جائے۔معاویہ نے ان کی شرط کو منظور کر لیا اور ابن عامر کو بڑے لشکر کے ساتھ ان کے پاس روانہ کیا۔ابن عباس راتوں رات اس لشکر میں جا پہنچے اور وہیں منزل کی۔یہاں جس لشکر کے وہ سردار تھے اور قیس بن سعد بھی جس میں تھے اس لشکر کو بے سردار کے چھوڑ دیا۔حسنؓ نے اپنے نفس کے لیے شرائط کر کے معاویہ سے بیعت کر لی۔اس خاص لشکر کے لوگوں نے قیس بن سعد کو اپنا رئیس بنالیا۔

قیس بن سعدؓ کا امیر معاویہ کے خلاف محاذ

اور اہل لشکر و رئیس لشکر میں یہ عہد و پیمان ہوگیا کہ جب تک شیعہ علی اور ان کے متعبین کی جان و مال کے لیے ان کے ہاتھ آ گیا ہے، شرط نہ کر لیں گے معاویہ سے لڑتے رہیں گے۔معاویہ نے عبداللہ بن عباس و حسن کے کام سے فارغ ہو کر اب اس شخص کے ساتھ چال کرنے کی مہلت پائی جس کا یہ رعب دل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ذوفنون نہ ہوگا۔اور چالیس ہزار کے لشکر کا سردار بھی ہے۔معاویہ و عمرو و اہل شام سب ان کے مقابل فروکش ہوئے۔اور معاویہ نے قیس بن سعد کے پاس ایلچی روانہ کیا کہ ان کو خوف خدا دلائے اور پوچھے کہ اب کس کے حکم سے تم لڑتے ہو جس کے تابع حکم تم تھے اس نے تو مجھ سے بیعت کر لی۔

معاویہ کا صلح کی پیشکش کرنا

قیس نے معاویہ سے دب جانا گوارانہ کیا یہاں تک کہ معاویہ نے ایک کاغذ پر مہر کر کے بھیج دیا اور کہا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے اس کاغذ پر لکھ لو مجھے سب منظور ہے۔

عمرو نے کہا یہی کہ قیس کے ساتھ یہ رعایت نہ کرنا چاہیے، لڑنا ہی چاہیے۔معاویہ نے کہا ہوش کی خبر لو اتنے

لوگوں کو ہم ہرگز قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اتنے ہی اہل شام ان کے ہاتھ سے نہ مارے جائیں جن کے بعد زندگی بےلطف ہے۔ خدا کی قسم! جب تک کچھ بھی چارہ کار ممکن ہے میں قیس سے کبھی نہ لڑوں گا۔

معاویہ نے وہ مہر شدہ کاغذ جب بھیجا تو قیس نے اپنے لیے اور شیعہ علیؓ کے لیے جو کچھ ان کے ہاتھ سے قتل کا واقعہ ہوا ہے یا جو مال ان کے ہاتھ لگا ہے اس میں امان طلب کی اور اس عہد نامہ میں معاویہ سے مال کے مطلق خواہش نہ کی۔ اور معاویہ نے جو کچھ ان کی خواہش تھی سب منظور کی۔

قیس اور ان کے ساتھ کے لوگ معاویہ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے۔

پانچ بہادر اشخاص

اس فتنہ و آشوب کے زمانے میں پانچ شخص بڑے مشہور تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ عرب کے بڑے ذوفنون معاویہ بن ابوسفیان و عمرو عاص و مغیرہ بن شعبہ و قیس بن سعد ہیں اور مہاجرین میں عبداللہ بن بدیل زئی ہیں۔ ان میں سے قیس و ابن بدیل علیؓ کے ساتھ تھے اور مغیرہ و عمرو معاویہ کی طرف تھے۔ ہاں مغیرہ نے پہلے سب سے علیحدگی اختیار کر کے طائف میں اس وقت تک قیام کیا جب کہ حاکمین مقرر نہ کیے گئے اور پھر سب لوگ مقام اذرح میں جمع ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حسنؓ اور معاویہ میں اسی سال ماہ ربیع الاخر میں صلح تکمیل کو پہنچی اور اسی سال غرہ جمادی الاولی میں معاویہ کا داخلہ کوفہ میں ہوا۔ اور واقدی کا قول ہے کہ ربیع الاخر میں معاویہ کا داخلہ ہوا۔

صلح کے بعد مقام مسکن سے حسن و حسین و عبداللہ بن جعفر اپنے حشم و خدم و ساز و سامان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حسنؓ کا اہل کوفہ سے شکوہ اور اہل قادسیہ کا آپ کو ملامت

جب حسنؓ وہاں پہنچے اور اب زخم بھی ان کا چھپ گیا تھا تو مسجد کوفہ میں آئے کہا اے اہل کوفہ! اپنے ہمسائے، اپنے مہمان، اپنے نبی کے اہل بیعت کے بارے میں جن سے خدا نے نجاست کو دور کر دیا اور طیب و طاہر کیا، خوف خدا کرنا چاہیے۔ یہ سن کے لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اہل بصرہ حسنؓ کو خراج داراب جرد سے مانع ہوئے اور کہا کہ یہ میرا حق ہے۔ جب مدینہ کی طرف چلے تو قادسیہ کے لوگوں نے اے عرب کے ذلیل کرنے والے کہہ کر پکارا۔

جنگ کے تین پاٹ

حسن ابھی کوفہ سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ معاویہ کا گزر مقام نخیلہ میں ہوا۔ پانسو حروریہ جو (علی) سے علیحدہ ہو کر شہرزور میں مع فردہ بن نوفل اشجعی ٹھہرے ہوئے تھے، ان سب نے کہا اب اس شخص سے ہمیں سابقہ پڑا ہے جس کے بارے میں ہمیں کچھ شک بھی نہیں ہے چلو معاویہ سے جہاد کرو۔ وہ سب کے سب بڑھے اور فردہ بن نوفل ان کا رئیس تھا اور کوفہ میں داخل ہو گئے۔ معاویہ نے ان کے مقابلے کے لیے اہل شام کے سواروں میں سے ایک دستہ روانہ کیا۔ انھوں نے شام کے سواروں کو منتشر کر دیا۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ قسم بخدا جب تک اپنے یہاں کی اس آفت کو دور نہ کرو گے تمہارے لیے میرے پاس امان نہیں ہے۔

خوارج سے جنگ کرنا

یہ سن کر اہل کوفہ نکلے اور خوارج سے جنگ کرنے لگے۔ خوارج نے ان سے کہا افسوس ہو تم پر، ہم سے تم کو کیا کام ہے؟ معاویہ ہمارا تمہارا دونوں کا دشمن ہے۔ ہمیں اس سے لڑ لینے دو۔ اگر ہم اس پر ظفر مند ہوئے تو ایک دشمن کے ہاتھ سے ہم نے تم کو بچالیا اگر وہ ہم پر ظفر مند ہوا تو ہماری زحمت سے تم بچے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نے کہا نہیں نہیں واللہ ہم تو تم سے لڑیں گے۔ وہ کہنے لگے خدا ہمارے نہروان والے بھائیوں پر رحمت نازل کرے تم کو تو اے اہل کوفہ وہ اسے ہی خوب پہچانتے تھے۔

اور فردہ بن نوفل جو قوم کا سردار تھا لڑائی میں مارا گیا تھا، اب ان لوگوں نے اپنا رئیس عبداللہ بن ابی الحوسا طائی کو مقرر کر کے قتال کیا اور مارے گئے۔

مغیرہ بن شعبہ کا حاکم مقرر کرنا

معاویہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو حاکم مقرر کیا ہی تھا کہ مغیرہ بن شعبہ نے آ کر کہا کہ تم نے عبداللہ بن عمرو کو کوفہ میں اور عمرو کو مصر میں حاکم مقرر کیا ہے۔ اب خود تم شیر کے ان دونوں جبڑوں کے درمیان آ گئے۔ معاویہ نے عبداللہ کو معزول کر دیا اور مغیرہ بن شعبہ کو حاکم مقرر کیا۔ مغیرہ نے معاویہ سے جو باتیں کی تھیں عمرو بن عاص کو معلوم ہوگئیں۔ عمرو نے معاویہ سے آ کر پوچھا کیا تم نے مغیرہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا ہے۔ کہا کہ ہاں پوچھا کیا خراج پر بھی اسی کو مقرر کیا؟ کہا کہ ہاں۔ عمرو نے کہا مغیرہ کو خراج پر مقرر کیا وہ مال مار لے گا اور پھر تم اس سے لے بھی نہ سکو گے۔ خراج پر کسی ایسے کو مقرر کرو جس کو تمہارا خوف ہو جس کے دل میں تمہاری ہیبت ہو جو تم سے ڈرتا ہو۔ معاویہ نے یہ سن کر مغیرہ کو خراج سے معزول کر کے نماز پر مقرر کر دیا۔ مغیرہ نے عمرو سے ملاقات کی تو عمرو نے پوچھا کیا تم ہی نے عبداللہ کے بارے میں امیر المومنین کو مشورہ دیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ کہا کہ یہ اسی کا بدلہ ہے۔

بصرہ پر حملہ

مجھے جو روایت پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو عاص نہ کوفہ کی طرف گئے نہ وہاں سے آئے۔ حسن بن علی نے اوائل ۴۱ ہجری معاویہ سے جب صلح کی۔ حکران بن آبان نے بسرہ پر حملہ کیا اور قابض و متصرف ہوگیا۔ معاویہ نے چاہا کہ بنی قیس میں سے کوئی شخص وہاں بھیجا جائے۔ ابن عاص نے منع کیا اور کہا کسی اور کو بھیجنا چاہیے۔ معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو روانہ کیا۔

بسر کے چند گرفتار لڑکے

مسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بسر نے زیاد کے بعض لڑکوں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اس زمانے میں زیاد ملک فارس میں تھا۔ کردوں نے یہاں خروج کیا تھا اور علیؓ نے زیاد کو اس مہم پر روانہ کیا تھا۔ زیادہ فتح مند ہوا تھا اور اصطخر میں مقیم تھا۔ ابوبکرہ معاویہ کے پاس کوفہ جانے کے لیے سوار ہوئے اور بسر سے مہلت مانگی۔ اس نے ایک ہفتہ

کی مہلت آمد ورفت کے لیے منظور کی۔ یہ ایک ہفتہ تک سفر میں رہے دو جانوران کی سواری میں مر گئے۔ غرض معاویہ سے اس باب میں کہا سنا اور معاویہ نے ان لڑکوں کی جانب لی۔ بعض علما نے مجھ سے بیان کیا کہ ساتویں دن کا آفتاب طلوع کر چکا تھا کہ بسر نے زیاد کے لڑکوں کو بلوالیا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے تو ان کو قتل کرڈالے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا سب کی آنکھیں ابوبکرہ کے انتظار میں تھیں کہ دور سے دیکھا ابوبکرہ کسی اونٹ یا گھوڑے پر سوار اسے دوڑاتے چلے آرہے ہیں اور جانور چلتا نہیں آخر اتر پڑے اپنے کپڑے سے اشارہ کیا اور تکبیر کہی۔ اسے سن کر سب لوگوں نے بھی تکبیر کا شور بلند کیا غرض پیادہ ہو کر بسر کے پاس ان لڑکوں کے قتل ہونے سے پہلے پہنچ گئے معاویہ کا خط اسے دیا۔ بسر نے سب کو رہا کر دیا۔

بسر کا خطبہ

بسر نے بصر کے منبر پر خطبہ پڑھا اور علیؓ کو سب وشتم کر کے کہنے لگا:

کہ میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص مجھے سچ سمجھتا ہے وہ میری تصدیق کرے اگر جھوٹ سمجھتا ہے تو تکذیب کرے۔ ابوبکرہ نے کہا ہم لوگ تجھے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ بسر نے حکم دیا اور ان کے گلے میں پھانسی پڑگئی۔ یہ دیکھ کر ابولولوہ ضبی اٹھ کھڑا ہوا، ابوبکرہ سے لپٹ گیا اور انھیں بچالیا۔ ابوبکرہ نے اس کے صلہ میں سو حرب زمین اسے عطا کر دی۔ ابوبکرہ سے یہ پوچھا گیا اس حرکت سے تمہارا مطلب کیا تھا انھوں نے کہا خدا کی قسم دے کر ہم سے وہ پوچھے اور ہم سچ بات نہیں کہیں۔ بسر چھ مہینے بصرہ میں رہ کر چلا گیا۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ فوج کس کے حوالے
کر گیا۔

امیر معاویہؓ اور زیاد کا تنازعہ

معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ ایک ولایت کا تو حاکم ہے، تیرے ہاتھ میں جو مال ہے وہ بیت المال میں سے ہے اسے ضرور ادا کر۔ زیاد نے جواب میں لکھا میرے پاس کچھ مال نہیں رہا۔ جس موقع میں مناسب سمجھا میں نے صرف کرڈالا اور اس میں سے کچھ لوگوں کے پاس امانت رکھ دیا کہ وقت پر کام آئے اور جو کچھ بچا وہ امیر المومنین کو بھیج دیا۔ معاویہ نے لکھا میرے پاس آؤ ہم دیکھیں کہ تیرے کیا کیا اختیارات تھے اور تو نے کیا کا کام کیے۔ اگر حساب درست نکلا تو بہت بہتر ورنہ تو اپنے ٹھکانے چلا جانا۔ زیاد معاویہ کے پاس نہ آیا تو بسر نے اسکی اولاد میں سے عبدالرحمٰن وعبیداللہ وعباد کو کہ یہی سب میں بڑے تھے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کے پاس چلا آ، ورنہ میں تیرے لڑکوں کو قتل کرڈالونگا۔ زیاد نے جواب دیا کہ میں اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں ہٹو ں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے امیر کے بارے میں انصاف کرے میرے لڑکے جو تیرے قبضے میں ہیں ان کو تو قتل کرے گا تو خدا کو منہ دکھانا ہے اور ہمارے درمیان فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔'' وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' اور جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس انقلاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

بسر کا ابوبکرہ کے بیٹے اور اس کے بھتیجوں کے قتل کا ارادہ

اب بسر نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ ابوبکرہ نے اس سے کہا کہ میرے اور میرے بھائی کے لڑکوں کو تو نے بیگناہ پکڑ لیا۔ حسن نے تو معاویہ سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ اصحاب علی جہاں جہاں ہیں ان کے لیے امان ہے تجھے ان لڑکوں پر ان کے باپ پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بسر نے کہا تیرے بھائی کے ذمے مال ہے کہا گیا دیتا نہیں۔ کہا اس کے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔ خیر میرے بھتیجوں کو اتنی مہلت دے کہ معاویہ کا رقعہ ان کی رہائی کے لیے لے کر آ ؤں۔ بسر نے کچھ دنوں کی مہلت دے کر کہا کہ اگر تم امیر معاویہؓ کا رقعہ ان کی رہائی کے لیے نہ لائے تو میں انھیں قتل کر ڈالوں گا یا یہ ہو کہ زیاد امیر المومنین کے پاس چلا آئے۔

حضرت ابوبکرہؓ کی امیر معاویہؓ سے ملاقات

ابوبکرہ کا امیر معاویہ کے پاس کوفہ میں پہنچے ہیں تو حضرت معاویہؓ نے پوچھا کیوں ابوبکرہ ملاقات کو آئے ہو یا مجھ سے کچھ کام ہے؟ فرمایا ابوبکرہؓ نے میں جھوٹ نہیں کہونگا میں تو کام سے آیا ہوں۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا اے ابوبکرہ تم کامیاب ہو گے ہم تمہاری بزرگی کو مانتے ہیں تم اس کے اہل ہو، کیا کام ہے تمہارا۔ ابوبکرہ نے کہا میرے بھائی زیاد کو امان دیدیں اور سر کے نام ایک رقعہ لکھدیں کہ اسکے لڑکوں کو رہا کردے اور ان سے کوئی تعرض نہ کرے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا زیاد کے لڑکوں کے لیے تو جیسا تم چاہتے ہو میں لکھے دیتا ہوں لیکن زیاد کے پاس مسلمانوں کا مال ہے اگر وہ اسے ادا کردے تو پھر ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ابوبکرہؓ نے کہا امیر المومنین اس کے پاس کچھ ہے تو انشاء اللہ وہ آپ کے حوالے کرنے میں تامل نہ کریں گے۔ امیر معاویہؓ نے بسر کے نام یہ رقعہ لکھ کر ابوبکرؓ کو دیدیا کہ زیاد کے لڑکوں میں کسی سے تعرض نہ کرے۔ پھر فرمایا اے ابوبکرہ مجھے کچھ نصیحت کرتے ہو۔ فرمایا جی ہاں۔ امیر المومنین میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نفس پر اور اپنی رعیت پر نظر رکھیے کہ ایک بہت اہم امر خلق خدا میں خدا کی خلفات کرنا اپنے سر لیا ہے تو خدا سے ڈرتے رہیے۔ کیونکہ آپ کے لیے ایک حد مقرر ہے اس سے آگے آپ بڑھ نہیں سکتے اور آپ کا ایک وقت ہے کہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ قریب ہے کہ آپ کی مدت پوری ہو جائے اور وہ وقت آ پہنچے اور آپ کو اس کے سامنے جانا پڑے۔ جو آپ کے حالات کی باز پرس کرے گا اور آپ سے زیادہ آپ کے حالات کو جانتا ہوگا اسے حساب لینا ہے اور جتا دینا ہے غرض خدائے عز و جل کی مرضی سے بڑھ کر کبھی کسی شے کو نہ سمجھے گا۔

امیر معاویہؓ کی زیاد کو دھمکی اور اس کا ردعمل

ایک روایت ہے کہ شہادت کا واقعہ ہوا تو امیر معاویہؓ نے زیاد کو ایک خط لکھا تھا اور اس میں دھمکی دی تھی کہ زیاد نے سب کے سامنے یہ تقریر کی کہ سرگرہ احزاب پر چشمہ نفاق ہند جگر خوار کے بیٹے پر تعجب آتا ہے کہ مجھے دھمکی لکھی ہے۔ حالانکہ میرے اور اسکے درمیان میں رسول ﷺ کے دو ابن عم یعنی ابن عباس و حسنؓ ابھی موجود ہیں جن

کے ساتھ نوے ہزار جانباز کاندھے پر تلواریں رکھے ہوئے جنگ سے منہ موڑنے والے نہیں۔ مجھے موقع ملا تو ایک بڑے سخت کوش شمشیر زن سے اسے سابقہ پڑے گا۔

زیاد اس وقت تک ملک فارس کا حاکم رہا جب تک کہ سیدنا حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح نہیں کر لی اور حضرت معاویہؓ کا داخلہ کوفہ میں نہیں ہوگا۔ اب زیاد ایک قلعہ میں گوشہ نشین ہو گیا جسے قلعہ زیاد کہتے ہیں۔

عبداللہ بن عامر کا بصرہ پر تقرر

اسی سال امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر کو والی برہ اور بجستان وخراسان کے لیے ناظم حرب مقرر کیا۔ حضرت معاویہؓ نے عتبہ بن ابوسفیان کو بصرہ پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عبداللہ بن عامرؓ نے عرض کیا کہ بصرہ میں میرا مال اور امانتیں ہیں اگر مجھے آپ نے مجھے وہاں نہ بھیجا تو یہ امانتیں ضائع ہو جائیں گی۔ معاویہ نے انھی کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا اور بجستان وخراسان کو بھی انھیں کے متعلق کیا۔

یہ ۴۱ ہجری میں بصرہ میں داخل ہوئے زید بن جبلہ نے چاہا کہ فوج کی کمان سے آ ملے۔ ابن عامر نے منظور نہ کیا اور حبیب بن شہاب شامی کو رئیس فوج مقرر کیا۔ یہاں قیس بن ہیثم سلمی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اسی طرح عمرو بن یثربی طبی کے بھائی عمیرہ بن یثربی ضبی کو قاضی مقرر کیا۔

یزید بن مالک باہلی کی بغاوت

ابن عامر کے زمانہ حکومت میں یزید بن مالک باہلی نے جس کی ناک پر ایک ضرب کا نشان ہونے کیوجہ سے عرب اسے حطیم کہا کرتے تھے، سہم بن غالب ہجیمی کے ساتھ امیر معاویہؓ کے خلاف خروج کیا۔ ان لوگوں کو پل پر پہنچ کر صبح ہوئی۔ پل کے پاس عبادہؓ بن قرص لیثی جو کہ بنی بجیر سے تھے او شرف صحابیت بھی ان کو حاصل تھا، نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ اپنا مخالف سمجھے اور انھیں قتل کر ڈالا۔ پھر ابن عامرؓ سے امان مانگی، ابن عامرؓ نے ان کو امان دے کر حضرت معاویہؓ کو لکھ بھیجا کہ میں نے آپ کی طرف سے ان کو امان دیدی۔ حضرت معاویہؓ نے جواب میں لکھا کہ یہ ایسا عہد ہے کہ اگر تم نے توڑ ڈالا ہوتا تو تم سے باز پرس نہ ہوتی۔ غرض ابن عامرؓ کے معزول ہونے تک وہ سب لوگ امن وامان کے ساتھ رہے۔

اسی سال علی بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے اور واقدی کا قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت سے پہلے ہی ۴۰ ہجری میں پیدا ہو چکے تھے۔ اس سال ابو حشر کی رائے کے مطابق عتبہ بن ابوسفیان نے جبکہ واقدی کی رائے کے مطابق عنبہ بن سفیان نے حج کی امارت کی ہے۔

۴۲ ہجری کے واقعات

اس سال مسلمانوں نے لان اور روم سے جہاد کیا اور اُن کو شکست فاش دی اور بطریقوں کی ایک جماعت کو قتل کیا۔ کہا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف اسی سال پیدا ہوئے۔

مختلف صوبوں میں گورنروں کا تقرر

امیر معاویہؓ نے مروان بن الحکم کو والی مدینہ مقرر کیا اور مروان نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا۔ جبکہ مکہ پر امیر معاویہؓ نے خالد بن عاص بن ہشام کو مقرر کیا۔ اسی زمانے میں امیر معاویہؓ کی جانب سے کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ تھے اور شریح قاضی تھے۔ جبکہ بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ اور منصب قضا پر عمرو بن شیبی تھے۔ خراسان پر ابن عامرؓ کی طرف سے قیس بن ہیثم تھے۔ خراسان میں دو برس حکومت کی، یہ بھی کہا گیا کہ اسے معاویہؓ کو منصب خلافت حاصل ہوا تو قیس کو خراسان پر روانہ کر دیا تھا اس کے بعد خراسان کو ابن عامرؓ کے ماتحت کر دیا ابن عامرؓ نے قیس کو اُسی خدمت پر بحال رکھا۔

خوارج کی بغاوت

اس سال نہروان کے بقیۃ السیف یا زخمیوں میں سے جو خوارج بچ گئے تھے اور حضرت علیؓ نے ان کو معاف کر دیا تھا، حرکت میں آئے۔ حیان بن ظبیان سلمی خارجی نہروان کے ان چار سو زخمیوں میں سے تھا جن کو حضرت علیؓ نے معاف کر دیا تھا۔ کوئی مہینہ بھر وہاں اپنے اہل وعیال میں رہا پھر اپنے ہم مذہب لوگوں کی طرف چلا گیا اور سب نے وہیں قیام کیا۔ یہاں حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر اُسے پہنچی اس نے اُن سب لوگوں کو جمع کیا جو بیس سے بھی کم تھے اور انھیں میں سالم بن ربیعہ عبسی بھی تھا۔

ابن ابی طالب کا قتل

حمد وثنائے خدا کے بعد اس نے کہا:

اے برادران اسلامی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا بھائی ابن ملجم مرادی علی بن ابی طالب کو قتل کرنے کے لئے صبح کے دھندلکے میں آستانہ مسجد جمامہ کے مقابل آ کر بیٹھا، اور اُن کے نکلنے کے انتظار میں وہیں ٹھہرا رہا۔ جب نماز صبح کی اقامت شروع ہوئی تو وہ اُس کی کی طرف سے نکلے اُس نے حملہ کیا اور اُن کے سر پر تلوار کا وار کیا بس دو دن زندہ رہے اور مر گئے۔

یہ سن کر ربیعہ عبسی نے کہا خدا اُس ہاتھ کو قطع نہ کرے جس نے اُن کے سر پر تلوار لگائی سب لوگ حضرت علیؓ کی وفات کی خبر سن کر شکر بجالائے (خدا اُن لوگوں کو اپنی رحمت ورضوان سے دور رکھے)۔

نصر بن صالح کا قول

نصر بن صالح کہتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کی امارت میں، میں نے سالم بن ربیعہ سے پوچھا کہ تم نے حضرت علیؓ کی نسبت یہ کلمہ کہا تھا اُس نے مجھ سے اقرار کیا اور یہ کہا کہ ایک زمانہ تک مجھے خوارج کی رائے سے اتفاق تھا پھر میں نے ترک کیا۔ نصر کہتے ہیں ہم یہی سمجھتے تھے کہ اُس نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا اور جب اس بات کا ذکر کوئی اُس کے سامنے کرتا تھا تو اسے ناگوار گزرتا تھا۔

غرض اس کے بعد حیان بن ظبیان نے اپنے اصحاب سے کہا:

کہ خدا کی قسم کوئی ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں۔ راتیں اور دن برس اور مہینے ابن آدم پر گزرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُسے موت کا ذائقہ چکھاتے ہیں اور وہ اپنے نیک بھائیوں سے جدا ہوتا ہے اور اُسے دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے جس کے چھوڑنے پر وہی لوگ روتے ہونگے جو دل

کے بودے ہیں اور دنیا جس کے پاس آتی ہے ہمیشہ اُسے رنج و غم دے کر ضرر پہنچاتی ہے۔

جہاد کی دعوت

خدا تم پر رحم کرے اب اپنے وطن کی طرف پلٹ چلو وہاں ہم اپنے بھائیوں سے ملیں گے اور اُن کو امر بالمعروف وہنی عن المنکر اور اخراب سے جہاد کرنے کی دعوت دیں گے۔ اب ترک جہاد میں ہمارے لئے کوئی عذر نہیں ہے، ہمارے حکام ظالم ہیں، ہدایت کی رسم اٹھ گئی ہے جن سے ہم کو قصاص لینا چاہئے جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے وہ اپنی اپنی جگہ بے خطر بیٹھے ہیں۔ اگر خدا نے ہمیں اُن پر فتح یاب کیا تو ہم وہ راہ اختیار کریں گے جو زیادہ پسندیدہ اور ہدایت واستقامت رکھتی ہے اور اُس سے بحکم خدا المومنین کے دل ٹھنڈے ہوں گے۔ اور اگر ہم سب قتل ہو گئے تو ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا پانے میں ہمارے لئے راحت ہے اور اپنے بزرگوں کی پیروی بھی ہے۔

یہ سن کر سب نے کہا ہم سب کی رائے ہے جو آپ نے کہی اور جو رائے آپ نے دی ہم سب اُس کی ستائش کرتے ہیں۔ ہمارے وطن میں ہمیں لے کر چلیں ہم آپ کی ہدایات اور حکم پر چلنے کے لئے راضی ہیں۔ ابن ظبیان سب کو ساتھ لئے ہوئے کوفہ کی طرف اس مضمون کے شعر پڑھتا ہوا بڑھا۔

> ''دوستوں نہر پر جو قتل ہو گئے اُن کے بعد میرے دل کو صبر ہے نہ قرار ہے نہ اس کے سوا کچھ خواہش ہے کہ لشکر عظیم کو ساتھ لئے ہوئے کوچ پر کوچ کروں۔ اللہ کی طرف ہم لوگوں کو بلائیں اور اللہ کی راہ میں مسافت قطع کریں۔ قسطانہ رے سے میرا خچر گزر جائے تو پھر میں کبھی ادھر کا رخ نہ کروں گا اگرچہ میری نصرت کرنے والے قریب ہیں کہ تھوڑے ہی سے ہوں جو میرے ساتھ چلیں کیا ان کو لے کر میں جاؤں گا''۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کو گورنر مقرر کرنا اور ان سے حسن سلوک

غرض یہ کوفہ میں پہنچ گیا اور امیر معاویہؓ کے آنے تک رہا جبکہ امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کر کے بھیجا۔ مغیرہؓ نے یہاں امن کے ساتھ رہنا چاہا، لوگوں سے اچھا سلوک کیا اور اہل ہوا دس کی بھی کچھ تفتیش نہ کی۔ لوگ آ آ کر خبر دیتے تھے کہ فلاں عقیدۂ شعیہ رکھتا ہے، فلاں عقیدۂ خوارج رکھتا ہے سب کو یہی جواب ملتا تھا کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ بندوں میں اختلاف رہے۔ اب خدا ہی اپنے بندوں کا جن باتوں میں اختلاف کر رہے ہیں فیصلہ کر دیگا۔ غرض مغیرہؓ کی طرف سیلواوں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں کو یاد کرتے تھے، اُن کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم اور خیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

سردارِ خوارج کا انتخاب

مغیرہ کے زمانے میں خوارج تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے مستورد بن عُلفہ تیمی ربابی، حَیان بن ظبیان سلمی، معاذ بن جُوین بن حُصین طائی سنبسی۔ یہ شخص زید بن حُصین کا چچازاد بھائی تھا۔ زید اُن لوگوں میں شامل تھا جن کو حضرت علیؓ نے نہروان میں قتل کیا اور خود یہ معاذ خوارج کے اُن چار سو زخمیوں سے تھا جن کو حضرت علیؓ نے معاف کر دیا تھا۔ یہ سب کے سب حیان بن ظبیان کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ مشورہ کرنے لگے کہ اپنا سردار کسے مقرر کریں؟

مستورد نے کہا کہ اے مسلمانو

اے مومنین جیسا تم چاہتے ہو اللہ ویسا ہی کر یا ور ناپسندیدہ امور کو تم سے دور رکھے جس کو چاہو اپنا سردار بنالو قسم ہے اُس خدا کی جو آنکھ کے اشارے اور دل کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے، تم میں سے کوئی بھی سردار بنے مجھے ذرا دریغ نہ ہوگا۔ ہم کو دنیا کی عزت کی پروا نہیں ہے نہ دنیا میں باقی رہنے کی کوئی سبیل ہے جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اُس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔

حیان بن ظبیان نے کہا مجھ سے پوچھتے ہو تو مجھے سرداری کی کوئی خواہش نہیں میں تم کو اور ہو شخص کو اپنے بھائیوں میں سے پسند کرتا ہوں۔ غور کرو تم اپنے میں سے کس شخص جو چاہتے ہو اُس کا نام لو سب سے پہلے میں اُسے بیعت کروں گا۔

مسلمانوں کے لئے نئے سردار کا انتخاب

یہ سن کر معاذ بن جُوین بولا جب تم دونوں جو کہ صلاح ودین ورتبہ میں سادات اہل اسلام میں ہو اور عالی نسب ہو یہ بات کہتے ہو پھر کون مسلمانوں کی سرداری کرے گا؟ ہر شخص تو اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا جب سب لوگ رتبہ میں برابر ہیں تو چاہیے کہ مسلمانوں کی سربراہی وہ کرے جو معاملۂ جنگ میں زیادہ بصیرت رکھتا ہو اور دین میں سب سے بڑا عالم ہو، اور اس بوجھ کے اُٹھانے کی سب سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہو اور تم دونوں الحمد اللہ اس کام کے لئے اہل ہو تم ہی دونوں میں سے کوئی اس کام کو اپنے ذمہ لے۔ ان دونوں نے کہا تم اپنے ذمہ اس کام کو لو ہم نے تمہیں منتخب کیا، الحمد اللہ کہ تم اپنے دین اور اپنی رائے میں کامل ہو۔ معاذ نے کہا تم دونوں عمر میں مجھ سے بڑے ہو تمہیں میں سے کوئی اس کام کو اختیار کرے۔

مسلمانوں کی سرداری پر بحث

یہ سن کر خوارج میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ تم تینوں اشخاص کو ہم پسند کرتے ہے جس کو تم چاہو سردار مقرر کر دو تم تینوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنے ساتھ والے سے یہ نہ کہا ہو "تم اس کام کو اپنے ذمہ لو میں تمہیں منتخب کرتا ہوں اور خود مجھے اس کی خواہش نہیں" جب یہ بحث زیادہ بڑھ گئی تو حیان بن ظبیان نے مستورد سے کہا کہ معاذ بن جوین نے مجھ سے اور تم سے کہا ہے کہ تم دونوں پر میں رئیس نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں مجھ سے عمر میں بڑے ہو۔ یہی قول میرا ہے تمہارے ہوتے میں سردار نہیں ہو سکتا کیونکہ کہ تم مجھ سے بھی عمر میں بڑے

ہوا پنا ہاتھ لاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مستورد نے اپنا ہاتھ بڑھایا ابن ظبیان نے اُس سے بیعت کی پھر معاذ بن جوین نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔ یہ واقعہ جماعت الآخر میں ہوا۔ پھر سب نے وعدہ کیا کہ سامان تیار کریں اور آمادہ و مستعد رہیں اور یکم شعبان ۴۳ ہجری میں خروج کریں پھر وہ اپنے ساز و سامان میں مصروف ہو گئے۔

مسلمانوں کا بے رحمی سے قتل

اسی سال بسر بن ارطاۃ نے مدینہ، مکہ، یمن کا دورہ کیا اور مسلمانوں میں سے جسے چاہا قتل کیا۔ مدینہ میں مہینہ بھر تک لوگوں کے سننے کو ٹھہرا رہا اور جس جس کے بارے میں یہ سنا کہ قتل عثمان میں اس نے بھی تعاون کیا ہے اسے قتل کیا۔ بعض لوگ اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ انکی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس سال کا نہیں ہے۔

زیاد کی امیر معاویہؓ سے صلح

اسی سال زیاد نے ملک فارس سے کچھ مال داخل کر کے معاویہؓ سے میل کر لیا۔ یا تو فارس کے ایک قلعہ میں قلعہ بند تھا یا خود آ کر مل گیا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ زیاد کا مال و منال بصرہ میں عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ کے پاس رکھا ہوا تھا۔ حضرت معاویہؓ کو یہ خبر پہنچ گئی کہ زیاد کا سب مال عبدالرحمٰن کے پاس ہے۔ ادھر زیاد کو عبدالرحمٰن کے پاس جو مال رکھوایا تھا، اس کی طرف سے دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن کو مال کی حفاظت کے لیے لکھا۔ ادھر امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ کو لکھ بھیجا کہ وہ زیاد کے مال پر نظر رکھیں۔ حضرت مغیرہؓ نے بصرہ میں آ کر عبدالرحمٰن کو گرفتار کر لیا اور فرمایا کہ تمہارے باپ نے تو میرے ساتھ زیادتی کی تھی لیکن زیاد نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کو لکھ بھیجا کہ مجھے عبدالرحمٰن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں ملا جس کا لینا مجھے جائز ہوتا۔ حضرت معاویہؓ نے لکھا کہ اس پر تشدد کرو تا کہ اقرار کر لے اور معاویہ کو یہ خبر پہنچ جائے۔ اس لیے عبدالرحمٰن سے کہا کہ تمہارے چچا نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اس کی حفاظت کرو اور اس کے منہ پر ایک ریشمی کپڑا پانی میں بھگو کر ڈال دیا، وہ اس کے منہ پر لپٹ گیا اور اسے غش آ گیا تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر اسے چھوڑ دیا اور امیر معاویہؓ کو لکھ بھیجا میں نے اس پر تشدد بھی کیا ہے مگر اس کے پاس کچھ نہیں پایا۔ غرض اس طرح حضرت مغیرہؓ نے زیاد کے احسان کی پاسداری کی۔

زیاد سے مصالحت میں حضرت مغیرہ کی کوششیں

کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ نے ایک دفعہ حضرت معاویہؓ سے ملاقات کی امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ کو دیکھ کر کہا

> ''کہ انسان اگر اپنا راز کہنا چاہے تو قابل اعتماد وہی شخص ہو سکتا ہے جو
> اس کا دوست اور خیر خواہ ہو۔ اپنا راز ایسے خیر خواہ سے کہنا چاہئے جو
> اسے چھپائے اور فاش نہ ہونے دے۔''

حضرت مغیرہؓ نے کہا اے امیر المومنین اگر مجھ سے کوئی راز آپ نے کہا تو ایسے شخص سے کہا جو آپ کا خیر خواہ

شفیق ومحتاط، بھروسے کے قابل ہے۔ اے امیر المومنین وہ کونسا راز ہے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا مجھے زیاد کا اور زمین فارس پر بھروسا کر کے بیٹھ رہنے اور مجھ سے علیحدہ رہنے کا خیال کیا تو رات بھر نیند نہیں آئی۔

امیر معاویہ کو زیاد سے خطرہ

مغیرہؓ نے چاہا کہ زیاد کی فکر کو معاویہ کے دل سے اتار دیں۔ زیاد وہاں ہے تو کیا ہوا اے میر المومنین۔ معاویہ نے کہا عاجز رہ جنا بری بلا ہے ایک عرب کا اموال و فنون کی فارس کے قلعوں میں پناہ گزین تدبیر میں مصروف حد اور موقع کا منتظر رہنا۔ مجھے تو یہ خوف ہے کہ اسی خاندان کے کسی شخص سے بیعت نہ کرلے ورنہ میرے لیے از سرنو اسی جنگ وجدال کا سامنا ہوگا۔ مغیرہ نے کہا اے میر المومنین اجازت ہو تو میں زیاد کے پاس جاؤں۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ ہاں جاؤ اور لطف سے پیش آؤ۔ مغیرہ زیاد کے پاس آئے زیاد نے ان کے آنے کی خبر سن کے کہا یہ تو کسی بڑے کام کے لیے آئے ہیں۔ وہ ایک کھلے برامدے میں دھوپ کے رخ پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت معاویہ کو آنے کی اجازت دی گئی۔

مغیرہ کا زیاد کے پاس آنا

جب وہ آئے تو زیاد نے کہا بھلا ہو آنے والے کا۔ حضرت مغیرہؓ نے کہا بھلائی تمہارے ہی لیے ہے۔ اے ابومغیرہ امیر معاویہ کو تشویش نے اس قدر پریشان کر دیا ہے کہ آخر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ حسن کے علاوہ کوئی ایسا شخص ان کے پیش نظر نہیں تھا جو ریاست کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ انھوں نے تو معاویہ سے بیعت کر لی۔ تم بھی ان کے یکسو ہونے سے قبل ہی اپنے لیے کچھ ایسا انتظام کرلو کہ امیر معاویہ کو تمہاری طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہے۔ اس نے نے کہا آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ اصل مطلب کی بات کہیے اور لمبی گفتگو نہ کیجئے گا۔ مشورہ اسی سے کیا جاتا ہے، جس پر اعتماد ہوتا ہے۔

مغیرہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم امیر معاویہ کے متعلقین میں شامل ہو کر ان کی خدمت میں روانہ ہو جاؤ۔ زیاد نے کہا میں سوچوں گا اور خدا جو چاہے گا وہی ہوگا۔

حضرت مغیرہؓ اور زیاد کی امیر معاویہ سے ملاقات

ایک روایت یہ ہے کہ زیاد نے سال بھر سے زیادہ اس قلعے میں قیام کیا آخر امیر معاویہ نے اسے لکھا کہ تم کیوں اپنے کو ہلاک کر رہے ہو میرے پاس چلے آؤ اور مجھ سے بیان کرو کہ خراج سے کس قدر مال تمھیں وصول ہوا ہے اور کس قدر تم نے خرچ کیا ہے؟ اور کس قدر تمہارے پاس باقی ہے اور تمہارے لیے امان ہے جی چاہے میرے پاس قیام کرنا چاہے اپنے مقام پر واپس ہو جانا۔

زیاد فارس سے روانہ ہوا اور حضرت مغیرہؓ کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ زیاد نے معاویہ کے پاس آنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ یہ زیاد کی روانگی سے پہلے ہی امیر معاویہ کے پاس جانے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ زیاد اصطخر سے روانہ ہو کر ارجان کی طرف آیا پھر ماہ بہراذاں سے ہوتا ہوا حلوان کی راہ سے مدائن میں پہنچا۔ پہلے عبدالرحمٰن نے جا کر امیر معاویہ کو زیاد کے آنے کی خبر دی اس کے بعد زیاد شام میں پہنچا اس کے مہینہ بھر کے بعد حضرت مغیرہ کی آمد ہوگئی۔ امیر معاویہ نے

ان سے کہا اے مغیرہ زیاد تو آپ سے مہینہ بھر کی راہ کے فاصلہ پر تھا اور آپ روانہ بھی اس سے پہلے ہوئے پھر بھی وہ آپ سے پہلے پہنچا۔ حضرت مغیرہ نے کہا اے امیر المومنین جب عاقل دوسرے عاقل سے کچھ پوچھتا ہے تو اس کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔

امیر معاویہ کی زیاد سے پیشکش

امیر معاویہ نے فرمایا آپ جواب دینے میں احتیاط کرتے ہیں تو کریں کوئی راز کی بات ہو تو مجھ سے نہ کہیے حضرت مغیرہؓ نے فرمایا زیاد زیادتی کی امید میں آیا ہے اور میں نقصان کے خوف سے حاضر ہوا ہوں اور ہم دونوں کا سفر اسی لحاظ سے ہے۔ پھر امیر معاویہؓ نے زیاد سے اس مال کے بارے میں سوال کیا جو ملک فارس سے اسے وصول ہوا تھا۔ زیاد نے سب بیان کر دیا کہ حضرت علیؓ کو کتنا مال بھیجا۔ اور نا مور میں خرچ کرنے کی ضرورت تھی ان میں کس قدر خرچ کیا۔ حضرت معاویہؓ نے اس کی بھی تصدیق کی جو کچھ زیاد نے خرچ کیا تھا اور جو کچھ اس کے پاس باقی تھا اسے بھی سچ سمجھا اور باقی مال کو اس سے لے گیا اور فرمایا کہ تم تو ہمارے خلاف کے امین ہو۔

عبداللہ بن عمر اور زیاد

یہ روایت بھی مجھ سے عمر نے بیان کی کہ زیاد جب فارس میں تھا تو امیر معاویہؓ نے اسے آنے کو لکھا۔ زیاد اپنے ساتھ منجاب بن راشد ضبی اور حارثہ بن بدر غدانی کو لے کر فارس سے روانہ ہوا۔ اور عبداللہ بن عامر نے ابن خازم کو ایک جماعت کے ساتھ فارس کی طرف یہ کہہ کر روانہ کیا کہ شاید زیاد تم کو راہ میں مل جائے تو اسے گرفتار کر لینا۔ ابن خازم فارس کی طرف چلا کوئی تو کہتا ہے کہ سوق اہواز میں اور کسی کا بیان ہے کہ ارجان میں زیاد اسے ملا اس نے زیاد کی باگ پر ہاتھ ڈال دیا اور کہا زیاد اتر گھوڑے سے منجاب نے للکار کر کہا اے ابن سوداہٹ وہاں سے نہیں تو تیرا ہاتھ اسی باگ میں لٹکا دوں گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیاد بیٹھا ہوا تھا کہ ابن خازم وہاں پہنچا اور زیاد سے تلخ کلامی کی اس پر منجاب نے اسے گالی دی زیاد نے پوچھا ابن خازم میں جا رہا ہوں۔ یہ سن کر ابن خازم زیاد سے شرمندہ ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

بعض راویوں کی رائے

بعض راوی یہ کہتے ہیں کہ ابن خازم اور زیاد کے درمیان ارجان میں ملاقات ہوئی اور آپس میں جھگڑا بھی ہو گیا۔ زیاد نے ابن خازم سے کہا مجھے امیر معاویہ نے امان دی ہے اور میں وہیں جا رہا ہوں۔ دیکھو یہ ان کا خط میرے پاس موجود ہے۔ ابن خازم نے کہا اگر تم امیر المومنین کے پاس جا رہے ہو تو ہمیں تم سے کچھ غرض نہیں۔ یہاں سے ابن خازم سادر کی طرف سے اور زیاد ماہ بہزاذان کی جانب روانہ ہوا۔ امیر معاویہ کے پاس پہنچا تو فارس کے بارے میں اس سے سوال کیا۔ زیاد نے کہا اے امیر المومنین وہ مال میں نے ارزاق وعطایا میں اور کفالتوں میں صرف کیا جو کچھ باقی رہا وہ کچھ لوگوں کے پاس امانت کے طور پر میں نے رکھ دیا ہے۔ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر بار بار اسی کلمہ کو دہرایا (باقی مال کو امانت رکھ دیا ہے)۔

امیر معاویہ اور زیاد میں مصالحت

زیاد نے لوگوں کو خطوط روانہ کیے جن میں شعبہ بن قلعم کا نام بھی تھا اور لکھا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میری امانت تمہارے پاس ہے خدائے عزوجل کی کتاب پر "انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال" (ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت کو پیش کیا) یہ غور کرو اور جو کچھ تمہارے ذمہ ہے اسکی حفاظت کرو۔ زیاد نے جس مبلغ کا معاویہ سے اقرار کیا تھا ان خطوط میں اس کی تعیین بھی کر دی تھی۔ اس نے یہ خط چھپا کر اپنے قاصد کے ہاتھ روانہ کیے اور اس سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو بھی دکھا دینا جو امیر معاویہ تک اس خبر کو پہنچا دے۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور یہ بات کھل گئی۔ قاصد کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس لائے۔

معاویہ نے زیاد سے اندیشہ ظاہر کرنا

ان خطوط کو امیر معاویہ نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ زیاد نے جو اقرار کیا تھا وہی ان خطوط میں بھی ہے۔ اب امیر معاویہؓ نے زیاد سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تم نے مجھ سے مکر کیا اب جس طرح تمہارا جی چاہے میرے ساتھ مصالحت کر۔ زیاد نے اسی مال پر معاملہ کر لیا جسے وہ کہہ چکا تھا کہ میرے پاس ہے اور معاویہ کے پاس اسے بھیج بھی دیا۔ اور کہا اے امیر المومنین والی فارس ہونے سے پیشتر بھی میرے پاس کچھ مال تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہی مال رہ جائے اور جو کچھ فارس کی گورنری سے میں نے لیا ہے وہ نہ رہے۔ پھر زیاد نے امیر معاویہ سے درخواست کی کہ کوفہ میں رہنے کی اس اجازت اسے ہو جائے۔ امیر معاویہؓ نے اجازت دیدی اور وہ کوفہ روانہ ہو گیا۔

مغیرہ کا تعظیم و اکرام کا سلوک

حضرت مغیرہؓ نے اس کے ساتھ تعظیم و اکرام کا سلوک جاری رکھا۔ امیر معاویہ نے حضرت مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ نماز جماعت میں زیاد، سلیمان بن صرد اور حضر بن عدی اور شبث بن ربعی وابن الکلوا اور عمرو بن الحق کو شریک ہونے کی تاکید رہے۔ اسی بناء پر یہ لوگ حضرت مغیرہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو حاضر ہوا کرتے تھے۔

باب الفیل

یہ بھی روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں آیا اور نماز ہونے کو تھی تو مغیرہ نے اس سے کہا تم آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ زیاد نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا اپنی ریاست میں نماز پڑھانے کے لیے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور ایک دفعہ مغیرہ کے پاس ام ایوب بنت عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط بیٹھی تھی کہ زیاد آیا مغیرہ نے ام ایوب کو زیاد کے سامنے کر دیا۔ اور کہا ابو مغیرہ سے پردہ نہیں چاہیے۔ حضرت مغیرہ کی وفات کے بعد زیاد نے اس عورت سے عقد کر لیا ابھی وہ کمسن تھی۔ چنانچہ زیاد کے پاس ایک ہاتھی تھا لوگ اسے زیاد کے حکم سے ام ایوب کے سامنے لا کر کھڑا کر دیتے تھے اور وہ اسے دیکھا کرتی تھی۔ اس دروازہ کا نام ہی باب الفیل ہو گیا۔ اس سال عنبسہ بن ابوسفیان نے لوگوں کو حج کرایا۔

۴۳ھ ہجری

واقدی کا خیال ہے کہ بسر بن رطاۃ نے اس سال روم سے جنگ کی اور اسی سرزمین پر جاڑوں کی فصل گزار دی اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ مگر اکثر اہل تاریخ اس خبر کو غلط سمجھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ زمین روم پر بسر کو کبھی کوئی جاڑا نہیں گزرا۔

حضرت عمرو بن عاص کی وفات

اسی سال حضرت عمرو بن عاص نے مصر میں عید الفطر کے دن رحلت کی۔ عمر بن خطابؓ کے عہد میں چار برس اور عثمان کے زمانہ میں دو مہینے کم چار برس اور معاویہ کے وقت میں ایک مہینہ کم دو برس انھوں نے مصر میں حکومت کی ہے۔

اسی سال معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو باپ کے مرنے کے بعد والی مصر مقرر کیا واقدی کے قول کے مطابق دو برس کے قریب یہ والی مصر رہے۔

اسی سال مدینہ میں محمد بن مسلمہ نے انتقال کیا انکی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھی۔

اسی سال بعض مورخین کہتے ہیں کہ مستورد ین بن علفہ خارجی قتل کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۲ ہجری میں قتل ہوا۔

مستورد بن علفہ خارجی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ خوارج جو نہروان کے زخمیوں میں تھے اور جو رے میں تھے اور ان کے علاوہ اور بھی سب کے سب تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے۔ جن میں سے ایک مستودا بن علفہ بھی تھا اور انھوں نے مستورد سے بیعت کی تھی اور اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ یکم شعبان ۴۳ ہجری میں بغاوت کریں گے۔ قبیصہ بن دمون نے جو حضرت مغیرہ کے عہد میں رئیس شرط پولیس سربراہ تھا۔ مغیرہ کو یہ خبر پہنچائی کہ خوارج نے حیان بن ظبیان کے گھر میں مجتمع ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ یکم شعبان میں جگہ آپ پر خروج کریں گے۔ یہ شخص بنی ثقیف کے حلیفوں میں تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی اصل جگہ حضر موت وصدف سے ہے۔ حضرت مغیرہ نے اس سے کہا کہ کوتوالی کی جمعیت لے کر جاؤ اور حیین بن ظبیان کے مکان کو گھیرے میں لے لو اور میرے پاس لے آؤ۔ سب اسی کو رئیس خوارج سمجھتے تھے۔ قبیصہ پولیس کی جمعیت اور بہت سے لوگ ساتھ لے کر روانہ ہوا۔

حیان بن ظبیان کے گھر سے خوارج کی گرفتاری

حیان بن ظبیان کیا دیکھتا ہے کہ دن دوپہر اس کے گھر میں لوگ گھس آئے۔ اس وقت معاذ ابن جوین اور کوئی بیس شخص ان دونوں کے اصحاب میں سے وہاں موجود تھے۔ اور اس کی عورت جو کہ ایک جاریہ ام ولد تھی فوراً اٹھی اور سب کی تلواریں بچھونوں کے نیچے اس نے چھپا دیں۔ بعض لوگ اپنی اپنی تلوار ڈھونڈنے کو اٹھے تو کوئی تلوار نہ ملی۔

سب نے خود کو گرفتار کروا دیا۔ قبیصہ سب کو لے کر مغیرہ بن شعبہ کے پاس پہنچا۔ مغیرہ نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا فرمایا تم نے ارادہ کیا۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے اس بات کا اردہ ہی نہیں کیا۔ حضرت مغیرہ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے سب خبر ملی اور اس کی تصدیق تمہارے اس اجتماع سے ہوگئی۔

حیان بن ظبیان کے گھر کا محاصرہ

انھوں نے کہا کہ اس گھر میں ہمارے اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حیان بن ظبیان نے ہمیں قرآن سیکھنے پر آمادہ کیا۔ اس لئے ہم لوگ اس کے پاس مجتمع ہوا کرتے ہیں اور اسے قرآن سنایا کرتے ہیں۔ مغیرہ نے حکم دیا کہ ان سب کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ اس کے بعد یہ لوگ کئی برس تک قید رہے ان کے گرفتار ہو جانے کا حال ان کے ساتھ والوں کو معلوم ہوا تو وہ خائف ہو گئے۔

سازش بے نقاب ہوگئی

وہ اسی بحث میں تھے کہ کوئی کہتا تھا فلاں جگہ چلے جائیں کوئی کہتا تھا نہیں فلاں مقام پر جانا چاہیے کہ حجار بن ابجر نے ایک گھر میں سے جس میں وہ خود اور کچھ اس کے رشتہ دار موجود تھے، اس مکان کے اندر چلے گئے اور فوراً ہی دو سوار اور آئے وہ بھی اندر چلے گئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک اور آیا اور اندر چلا گیا پھر ایک اور آیا اور اسی مکان میں گھس گیا۔ اسے یہ دیکھ کر ایک فکر ہوگئی بات یہ تھی کہ ان لوگوں کے بغاوت کرنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ حجار جس گھر میں اترا ہوا تھا وہاں کی مکان مالکہ اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی اس عورت سے اس نے پوچھا۔ ارے یہ سوار کیسے ہیں جو سامنے والے مکان کے اندر جا رہے ہیں۔ کہنے لگی واللہ میں نہیں جانتی یہ کون لوگ ہیں؟ یہی دیکھتی ہوں کہ بہت سے لوگ پیادے اور سوار اس مکان میں آتے جاتے رہتے ہیں یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا کچھ دنوں سے ہم سب کو ان لوگوں کی طرف سے اندیشہ سا ہو رہا ہے یہ نہیں معلوم یہ ہیں کون لوگ ہیں؟

مستورد بن علفہ کی روانگی حیرہ

یہ سن کر حجاز اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ایک غلام کو ساتھ لے کر اس مکان کے دروازہ پر آیا۔ اس نے دیکھا کہ انھیں میں سے ایک شخص دروازہ پر نگہبانی کر رہا ہے جو کوئی دروازہ پر آتا ہے پہلے یہ جا کر اپنے سردار کو اطلاع کرتا ہے اور وہ آنے کی اجازت دیتا ہے اگر ان کے شناساؤں میں سے کوئی آتا ہے تو سیدھا اندر چلا جاتا ہے اس کے لیے اجازت لینے نہیں جاتا۔

حجار الجبر

حجاز جب پہنچا وہ اسے پہچانتا نہ تھا۔ اس نے کہا آپ کون صاحب ہیں؟ آپ کو کیا کام ہے؟ کہا میں اپنے سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کہا حجاز بن ابجر۔ اس نے کہا ذرا ٹھہریے لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع دیکر میں ابھی آتا ہوں۔ حجاز نے کہا ضرور جاؤ۔ وہ اندر گیا ہی تھا کہ اس کے پیچھے پیچھے حجار بھی بڑی پھرتی سے چلا آیا اور ایک بڑے سائبان کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ سائبان میں سب بیٹھے ہوئے تھے اور نگہبان

ان سے کہہ رہا تھا کہ یہ شخص جس پر مجھے شبہ ہوتا ہے، امیر کے پاس آنا چاہتا ہے۔ حجاز بن اجبر اپنا نام بتاتا ہے۔ اس نے سن لیا کہ سب لوگ ڈر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں واللہ حجاز بن اجبر کا آنا اچھا نہیں۔ یہ سن کر اس نے ارادہ کیا کہ یہیں سے پلٹ جائے اور ان لوگوں کی طرف سے جو شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے بس اسی پر اکتفا کرے مگر بغیر ان کے دیکھے ہوئے پلٹ جانے پر بھی اس کا دل راضی نہ ہوا۔ آگے بڑھا سائبان کے دراوزہ پر دو پرت کا پردہ پڑا تھا دونوں پرتوں کے بیچ میں آ کر اسلام علیکم کہہ کر وہیں ٹھہر گیا۔ دیکھا کہ ایک بڑی جماعت ہے ہتھیار ہیں زرہیں ہیں۔

حجار اور علی بن ابی شمر

حجار نے کہا خداوندا ان کو توفیق خیر دے پوچھا خدا عافیت سے رکھے آپ کون لوگ ہیں؟ اس جماعت میں علی بن ابی شمر بن حصین تمیم بر ابی بھی موجود تھا۔ خوارج میں سے آٹھ شخص جو نہروان سے بھاگے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا اور عرب کے شہسواروں اور زاہدوں اور نیک لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے حجار کو پہچانا اور کہا اے حجار بن ابجر اگر تم مخبری کرنے کی ارادہ سے آئے ہو تو سب حال تم کو معلوم ہو گیا اگر کچھ اور کام ہے تو اندر چلے آؤ۔ بیٹھو ہم سے اپنے آنے کا سبب بیان کرو۔ اس نے کہا اندر آنے کی ضرورت نہیں اور یہ کہہ کر وہاں سے پلٹا۔ وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس شخص کو پکڑ کر قید کر لو یہ تمہاری مخبری کر دے گا۔

یہ لوگ یہ سن کر اس کے پیچھے چلے، آفتاب غروب ہونے کو تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا اس وقت اس کے پاس پہنچے کہا کہ اپنا حال ہم سے بیان کر دو اور یہ بتا دو کہ تم کیوں آئے تھے۔ اس نے کہا میں کسی ایسے کام کے لیے نہیں آیا تھا جس سے تم کو تشویش اور پریشانی ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو کہ ہم تمہارے پاس آ کر باتیں کریں یا تمھیں ہمارے پاس آ کر حال بیان کر دو تا کہ ہم اپنا حال تم سے بیان کر دیں اور اپنا مطالبہ ظاہر کر دیں اس نے کہا میں تمہارے پاس نہیں آتا اور نہ اسکا روادار ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آئے۔ یہ سن کر علی بن ابو شمر نے کہا کہ آج کی رات تم ہمیں اس بات سے مطمئن کر دو کہ ہماری مخبری نہ کرو گے اور اس میں تمہارا احسان ہوگا ہمارے تمہارے درمیان حق قرابت بھی تو ہے۔ حجار نے کہا رات کیا ہمیشہ کے لیے تم میری طرف سے مطمئن رہو یہ کہہ کر میں کوفہ چلا آیا اور اپنے لوگوں کو بھی ساتھ لیتا آیا۔

خوارج کی روانگی

یہاں اور لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں تو اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ یہ شخص ہماری مخبری نہ کرے گا ہمیں اسی وقت اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ بس مغرب کی نماز سب نے پڑھی اور حیرہ سے نکل کر متفرق ہو گئے۔ ان کے سردار نے سب سے کہہ دیا تھا کہ بنی سلمہ میں سلیم بن محدوج بدی کے مکان میں مجھ سے ملیں اور وہ حیرہ سے نکل کر قبیلہ عبدالقیس سے ہوتا ہوا بنی سلمہ میں آیا۔ سلیم بن محدود اسکا خسر تھا اسے بلا بھیجا اس نے اس کو اور اس کے ساتھ پانچ یا چھ شخص اور تھے ان کو اپنے گھر میں اتار لیا۔ حجار اپنے گھر واپس آیا اور وہ لوگ بھی انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ذکر حاکم سے یا لوگوں سے جو اس نے کیا ہوگا اس کا کچھ حال معلوم ہو۔ اس نے کسی سے بھی ان کا ذکر نہیں کیا نہ کوئی ایسی بات اس کی طرف سے جو انھیں ناگوار ہونے کے سننے میں آتی۔

حضرت مغیرہ کو اطلاع

مغیرہ بن شعبہ کو خبر پہنچ گئی کہ خوارج انھیں دنوں میں بغاوت کرنے والے ہیں اور اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بھی وہ مقرر کر چکے ہیں۔ مغیرہ نے یہ سن کر لوگوں کے سامنے تقریر کی۔

حضرت مغیرہ کی اہل کوفہ کو تقریر

حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد فرمایا:

اے لوگوں تم خوب جانتے ہو کہ میں ہمیشہ تمہاری جماعت کے لیے عافیت کا خواہاں رہا ہوں۔ بمعہ حالات سے تم کو دور رکھتا ہوں اور بخدا مجھے اندیشہ رہا کرتا ہے کہ یہ طرف اہل تقوی و دانش کے سوا جو لوگ کہ تم میں جاہل ہیں ان کے حق میں بدسلوکی ہے۔ اور بخدا مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے سوا چارہ کار ہی نہ رہے کہ اہل تقویٰ و دانش بھی احمقا اور جاہل کے گناہ میں دھر لیے جائیں تو اے لوگو تم پر لازم ہے کر بلا کے پھیل جانے سے پہلے ہی اپنے جاہلوں کو روک لو۔ میں نے یہ سنا ہے کہ تم میں کچھ لوگ یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ شہر میں بغاوت و مخالفت کر کے خروج کریں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عرب کے جس قبیلہ کے ساتھ وہ خروج کریں گے اسے میں ایسا تباہ کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہوئے گی۔ لوگوں کو چاہیے کہ پشیمان ہونے سے پیشتر ہی سوچ سمجھ لیں میں نے یہ تقریر آج اسی لیے کی ہے کہ تمام حجت ہو جائے۔ اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔

معقل بن قیس کی حضرت مغیرہ سے گفتگو

معقل بن قیس ریاحی یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر کسی نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ یہ کون لوگ ہیں اگر ان کے نام معلوم ہیں تو ہمیں بتایئے وہ کون کون لوگ ہیں؟ ہم میں سے اگر وہ ہونگے تو ہم خود ان سے نمٹ لیں گے آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی اور اگر وہ اور ہی لوگ ہیں تو آپ اہل شہر میں سے جو اطاعت گزار ہیں انھیں حکم دیجئے کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ اپنی قوم کے جاہلوں کو یہاں حاضر کر دیں۔ مغیرہؓ نے کہا نام تو کسی کا میں نے نہیں سنا مجھے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ ایک جماعت نے شہر میں بغاوت کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ معقل نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میں تو اپنی قوم میں جاتا ہوں جس خیال میں وہ ہونگے اس کے لیے آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی۔

قوم کا ردعمل

اسی طرح ہر سردار قوم کو چاہیے کہ اپنی قوم کے بارے میں آپ کو زحمت نہ دیں مغیرہ منبر سے اتر آئے۔ اب مغیرہ بن شعبہ نے سب قبائلی سرداروں کو بلا کر ان سے کہا کہ جو کچھ ہوا وہ تمھیں معلوم ہے اور میں نے جو کچھ کہا وہ تم نے سنا۔ روساء قوم میں سے ہر شخص کو اب یہ چاہیے کہ اپنی اپنی قوم کے بارے میں مجھے زحمت نہ دیں اگر ایسا نہ ہوا تو قسم ہے مجھے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ تمہارے لیے نیکی کو بدی سے اور گوارا کو ناگوار سے بدل کر

رہوں گا۔ اب کوئی ملامت گر ملامت کرے تو اپنے ہی نفس پر کرے جب میں نے پہلے ہی متنبہ کر دیا تو پھر مجھ پر کچھ الزام نہیں۔

صعصعہ کی قبیلہ عبدالقیس میں تقریر

اب روسائے قوم وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے قبیلہ میں آئے اور انھیں خدا اور مذہب کا واسطہ دے کر کہا کہ جس شخص پر تمہارا گمان ہو کہ وہ فساد برپا کیا چاہتا ہے یا جماعت سے الگ ہونا چاہتا ہے ہمیں بتادو کہ وہ کون شخص ہے۔

صعصعہ بن صوحان نے قبیلہ عبدالقیس میں آ کر تقریر کی اور اسے خوب معلوم تھا کہ مستورد اور اس کے اصحاب سلیم بن محدوج کے گھر میں موجود ہیں۔ گو یہ ان لوگوں سے الگ تھا اور ان کے مذہب سے نفرت کرتا تھا مگر یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی برادری میں رہ کر وہ گرفتار ہوں اور اپنی قوم کے ایک خاندان سے برائی کرے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ کلمہ خیر تھا اور اس زمانے میں اس خاندان میں بہت شرفاء تھے اور شمار میں بھی کم نہ تھے اس نے نماز عصر کے بعد تقریر کی۔

اس نے کہا اے خدا کے بندو

شکر ہے اس پروردگار کا کہ جب اس نے مسلمانوں میں فضیلت کی تقسیم کی تمھیں بہترین فضائل سے مخصوص کیا۔ اسی سبب سے تم نے خدا کے اس دین کو قبول کیا جو خدا نے اپنے لیے پسند کیا اور اپنے اسی ملائکہ و انبیاء کے واسطے انتخاب کیا اور اس دین پر تم قائم رہے یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسول ﷺ کو اپنے پاس بلالیا۔ ان کے بعد لوگوں میں اختلاف پڑا۔ ایک گروہ ثابت قدم رہا ایک گروہ مرتد ہوگیا۔ ایک گروہ نے بے پروائی کی ایک گروہ نے تامل کیا۔ تم نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے کے سبب سے اس کے دین کو اپنے لیے لازم کرلیا اور مرتدوں سے یہاں قتال کیا کہ دین قائم ہوگیا اور خدا نے ظالموں کو ہلاک کیا۔ اسی سبب سے خدا نے ہر شے میں ہر حال میں تمہارے لیے خیر و برکت میں زیادتی کی یہاں تک کہ امت کے درمیان اختلاف پڑگیا۔ ایک گروہ نے کہا ہم کو طلحہ و زبیر و عائشہ سے مطلب ہے، ایک گروہ نے کہا ہم کو اہل مغرب سے تعلق ہے، ایک گروہ نے کہا ہم کو عبداللہ بن وہب راسی ازدی سے غرض ہے۔ تمھیں خدا نے توفیق و تصویب رائے عطا کی تھی تم یہی کہتے رہے کہ ہم کو کسی سے مطلب نہیں سوا اہل بیعت کے جن کے سبب سے خدا نے پہلے ہی ہم کو وہ شرف بخشا۔ پھر تم ہمیشہ حق پر رہے کبھی اس کو تم نے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ خدا نے تمہارے اور جو لوگ تمہاری طرح ہدایت و رائے رکھتے تھے ان کے ہاتھوں بیعت توڑنے والوں کو (ناکثین) جنگ جمل میں اور دین سے نکل جانے والوں کو (مارقین) جنگ نہروان میں ہلاک کیا۔ ''صعصعہ نے یہاں اہل شام کا ذکر اس سبب سے ترک کیا کہ اس وقت انھیں کی بادشاہی تھی''۔ اور اس فرقہ مارقین سے بڑھ کر خدا کا تمہارا، تمہارے نبی کے اہل بیعت کا، تمام مسلمانوں کا کوئی دشمن نہ

ہوگا جن خطا کاروں نے ہمارے امام کو چھوڑ دیا اور ہمارے خون کو حلال سمجھا، ہم کو کافر بنایا تم کو اس بات سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ان کو اپنے گھروں میں جگہ دو اور ان کے حال کو چھپاؤ۔ اس فرقہ مارعین کے ساتھ دشمنی کرنے میں تم کو عرب کے تمام قبائل سے بڑھ کر کردار ادا کرنا چاہیے اور میں اس بات کی تفتیش کرونگا اور پوچھوں گا اگر مجھ سے سچ سچ بیان کردے تو میں ان کی خون ریزی کو تقریب الٰہی کا موجب سمجھوں گا۔ اس لیے کہ ان کا خون بہانا حلال ہے

تفصیلی بات چیت

اس نے کہا کہ اے بنی عبد قیس! یہ حکام ہمارے تم کو خوب پہچانتے ہیں اور تمہاری رائے سے خوب واقف ہیں ان کو ایسا موقع نہ دو کہ وہ تم قتل کر ڈالیں۔ تم سے اور تم جیسوں سے بگڑ جاتے انھیں دیر نہ لگے گی۔

یہ کہہ کر وہ سرک کر بیٹھ گیا اور اس کی قوم کے سب لوگوں نے یہی کہا کہ خدا ان پر لعنت کرے اور ان سے بیزار رہے۔ قسم ہے خدا کی ہم ان کو پناہ نہ دیں گے اور اگر ہم کو ان کا حال معلوم ہو جائے گا تو ضرور تجھ کو مطلع کر دیں گے۔

مستورد اور سلیم بن محدوج

بس ایک سلیم بن محدوج تھا کہ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ وہ شکستہ و خاموش اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ اسے گوارا نہ تھا کہ اپنے رفقاء کو اپنے گھر سے نکال دے اور وہ اس پر ملامت کریں ان کے ساتھ سمدھیانہ بھی تھا۔ ان کو اس پر بہت بھروسا تھا یہ بھی اسے گوارا نہ تھا کہ اسی کے گھر میں وہ گرفتار کر لیے جائیں پھر وہ بھی ہلاک ہوں اور یہ بھی اسی تشویش میں گھر میں داخل ہوا۔ ادھر مستورد کے پاس اس کے رفقاء بھی آئے ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ خبر نہ بیان کی ہو کہ مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کے سامنے کیا تقریر کی اور روساء قبائل کی خبر لے کر آئے اور انھوں نے کیا تقریر کی اور سب نے مستورد سے کہا کہ ہم کو یہاں سے لے چل بخدا ہمیں اندیشہ ہے کہیں اپنے ہی قبیلہ میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ اس نے پوچھا جس طرح تمام قبائل کے رسوا نے اپنے اپنے قبیلہ میں تقریر کی ہے کیا قبیلہ عبد قیس کے سردار نے اپنے لوگوں میں کچھ تقریر نہیں کی۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں کی بے شک کی ہے۔ مستورد نے کہا صاحب خانہ نے تو مجھ سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا اسے شرم مانع ہوئی ہوگی جو تم سے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

صعصعہ کی تقریر

اس نے ابن محدوج کو بلا بھیجا وہ آیا تو کہا میں نے سنا ہے کہ میرے اور میرے اصحاب کے بارے میں تمام خاندانوں کے رئیسوں نے اپنے اپنے قبیلہ میں جا کر تقریر کی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے قبیلہ میں بھی کسی نے آ کر اس قسم کی کچھ گفتگو کی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ صعصعہ نے ہم لوگوں میں آ کر یہ تقریر کی کہ حاکم کے

ملزمین میں سے کسی کو اپنے گھر میں ہم پناہ نہ دیں اور بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر تم سے میں اس لیے نہیں کہتا کہ تم سمجھو گے کہ تمہارا معاملہ مجھ پر گراں ہے۔ مستورد نے کہا تم نے مہمان نوازی کی اور احسان کیا۔ ہم لوگ انشاء اللہ بہت جلد یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ ابن محدوج نے کہا واللہ اگر میرے گھر میں وہ تم کو گرفتار کرنے کا ارادہ کرتے تو جب تک تمہارے بچانے میں اپنی جان نہ دے دیتا۔ اس وقت تک تم کو تمہارے رفقاء میں سے کسی کو وہ نہ پا سکتے۔ مستورد نے کہا خدا حفاظت فرمائے۔

معاذ بن جوبن کے مدحیہ اشعار

مغیرہ کے قید خانہ جو لوگ تھے ان کو بھی یہ خبر پہنچی کہ اہل شہر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خوارج یہاں سے نکال دیئے جائیں اور گرفتار کیے جائیں تو اسی بارے میں معاذ بن جوبن نے اس مضمون کے کچھ اشعار کہے۔

''اے جانبازو اب وہ وقت آ گیا کہ جس جس نے اپنی جان خدا کے ہاتھ بیچی ہے شہر سے نکل جائے۔'' ''تم نے خطا کاروں کے شہر میں نادانی سے قیام کیا۔ تم میں سے ایک ایک شخص گرفتار کیا جاتا ہے کہ قتل کیا جائے'' ''اب حملہ کردو دشمنوں کی قوم پر کہ انھوں نے گمراہی سے تم کو ذبح کرنے کے لیے ٹھہرا رکھا ہے۔'' ''ہاں بھائیو اس انجام کے حاصل کرنے کا اب قصد کرو جو نیکی اور انصاف کی یادگار رہ جائے۔ کاش میں بھی ایک سخت استخوان زرہ پوش بے عیب باد پر پر سوار تمہارے ساتھ ساتھ ہوتا کاش میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے دشمن سے مقابلہ کرتا اور سب سے پہلے مجھ ہی کو وہ جام مرگ پلا دیتا۔ مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم ستائے جاؤ، نکالے جاؤ اور میں ابھی تک مفسدوں پر تلوار نہ کھینچوں اور کسی باوقار شخص نے ابھی تک ان (مفسدوں) کی جماعت کو متفرق نہ کیا ہو جس کی شجاعت کا یہ حال کہ جہاں کسی نے کہا کہ وہ پیٹھ پھیری فوراً اس نے رخ کیا۔ گھمسان کی جنگ میں شمشیر بکف در آیا

اور مشکلات پر صبر کرنے کو سب سے بہتر سمجھا۔ مجھ پر شاق ہے کہ تمہاری توہین و تنقیص ہو رہی ہو اور میں اسیر پابزنجیر غم و غصہ میں مبتلا رہوں۔ اگر میں اس وقت موجود ہوں جب دشمن تم پر حملہ کریں تو دونوں لشکروں کے درمیان گرد و غبار کے بلند کر دونگا۔ کتنے ہی مجموعوں کو میں توڑ چکا ہوں کتنی ہی دفعہ لوٹ مار میں شریک رہا ہوں کتنے ہی حریفوں کو خاک و خون میں لٹا چکا ہوں۔

اب مستورد نے اپنے رفقاء کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم سب اس قبیلہ سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ ہماری وجہ سے نادانستہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچے۔ ان لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے۔

خوارج کا عقیدہ رکھنے والے لوگ

جو خوارج کا عقیدہ رکھتے تھے۔ سب نے مقام سوراء میں جانے کی تجویز کی اور وہاں چلے بھی گئے۔ چار چار پانچ پانچ دس دس کر کے تین سو آدمی وہاں جمع ہوئے پھر یہاں سے صراۃ کی طرف گئے اور رات وہیں بسر کی۔

حضرت مغیرہ کی قبائلی سرداروں سے مشاورت

حضرت مغیرہ بن شعبہ کو یہ خبر ہوئی تو قبائل کے سرداروں کو بلا کر کہا کہ ان بدبختوں کی موت اور نادانی اس کا باعث ہوئی کہ انھوں نے خروج کیا۔ کون شخص تمہاری رائے میں ایسا ہے جسے میں وہاں بھیجوں۔ حضرت عدیؓ ابن حاتم اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ہم بھی ان سے دشمنی رکھتے ہیں ان کی رائے کو بے وقوفی سمجھتے ہیں تمہارے طاعت گزاروں میں ہیں۔ ہم میں سے جسے کہو گے جائے گا۔ معقل بن قیس اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا جتنے روسائے شہر یہاں موجود ہیں ان میں سے جسے بھیجیں گے اسے بات سننے والا طاعت گزار اس فرقے سے بیزار ان کی تباہی کا خواستگار ہی پائیں گے۔ اور خدا آپ کا بھلا کرے ایسے کسی شخص کو آپ وہاں نہیں بھیج سکتے جو مجھ سے بڑھ کر ان کا دشمن اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے والا ہو مجھ ہی کو وہاں بھیجئے اور میں بحکم خدا ان کے لیے کافی ہوں۔ مغیرہ نے کہا بسم اللہ کر و روانہ ہو جاؤ۔ اور اس کے ساتھ جانے کے لیے تین ہزار آدمیوں کی روانگی کا سامان کر دیا۔

معقل کی خوارج سے لڑنے کی پیش کش

اور قبیصہ میں دمعون سے مغیرہ نے کہا شعیہؓ سے مل کر ان کے معقل کے ساتھ روانہ کر کہ یہ ان کے بڑے اصحاب میں تھا جب مشہور و معروف شعیوں کو تو روانہ کرے گا تو سب کے سب جمع ہو جائیں گے ایک دوسرے سے مانوس ایک دوسرے کا خواہ خیر ہو گا پھر سب سے زیادہ یہی خوارج کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں اور ان پر جرات ان کی بہت بڑھی ہوئی ہے اور اس سے پیشتر بھی ان سے لڑ چکے ہیں۔

صعصعہ بن صوحان

مرہ بن منقذ انھیں لوگوں میں ہے جن کو اسی مجلس میں معقل کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا وہ کہتا ہے معقل کے بعد صعصعہ بن صوحان اٹھ کھڑے ہوا اور کہا اے امیر مجھے وہاں بھیجئے قسم بخدا میں ان کے خوان کو مباح سمجھتا ہوں اس کا بار اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔ مغیرہ نے کہا تم بیٹھو تم تو خطیب ہو اور ذرا اس بات کو یاد رکھنا۔

عثمان بن عفانؓ پر الزام لگانے کا سبب

سبب یہ تھا کہ مغیرہ کو خبر پہنچی تھی کہ وہ عثمان بن عفانؓ میں عیب نکالا کرتا ہے اور علیؓ کا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور ان کو فضیلت دیتا ہے۔ اور ایک بار مغیرہ نے اسے بلا کر یہ کہہ بھی دیا تھا کہ خبردار اب میں کسی سے نہ سنوں کہ تو نے کسی کے سامنے عثمان کو عیب لگایا اور علی کی کوئی فضیلت علانیہ بیان کی تم جو کچھ علی کی فضیلت بیان کرتے ہو میں اس سے ناواقف نہیں ہوں۔ بلکہ تم سے زیادہ میں جانتا ہوں لیکن حاکم وقت غالب ہے ہم تو لوگوں کے سامنے ان کے عیب ظاہر کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ اس بارے میں جو کچھ ہمیں حکم دیا گیا ہے اس میں سے بہت کچھ ہم چھوڑ دیتے ہیں

بس اتنا ہی ذکر کرتے ہیں۔ تقیہ کے طور پر جس سے کچھ چارہ نہیں ہے تا کہ ان لوگوں تک نہ پہنچے۔ اگر تو علی کی فضیلت بیان کرنا چاہے تو اپنے اصحاب میں اپنے گھروں میں چھپا کر بیان کرنا چاہیئے اگر مسجد میں اعلانیہ بیان کرے گا تو خلیفہ وقت اس کا متحمل نہ ہوگا نہ اس بارے میں ہمارا کوئی عذر سنے گا۔ صصعہ یہی کہتا رہا بہت اچھا یہی کرونگا۔ پھر مغیرہؓ کو یہی خبر پہنچتی رہی کہ جس بات سے اسے منع کیا تھا اس نے پھر وہی کام کیا۔

معقل بن قیس کی روانگی

اب جو صصعہ نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ مجھے وہاں بھیجئے تو مغیرہ کو ناگوار گزرا۔ کیونکہ اس کی مخالفت کرنے کا غصہ دل میں بھرا ہوا تھا اس لیے انھوں نے فرمایا کہ بیٹھو تم تو خطیب ہو۔ اور ذرا اس بات کو یاد کر کھنا اس نے کہا کیا میں فقط خطیب ہوں؟ ہاں میں زبردست خطیب اور رئیس ہوں واللہ اگر جنگ جمل میں عبدالقیس کے علم کے نیچے سرکٹ رہے تھے تو تمھیں معلوم ہو جاتا کہ میں ببر شیر ہوں۔ مغیرہؓ نے کہا اب بس کرو زبان تمہاری بہت فصیح ہے۔

بہت جلد قبیصہ بن دمون نے تین ہزار آدمی شیعون میں سے چیدہ چیدہ شہسوار معقل کے ساتھ روانہ کیے۔

معقل بن قیس کو ہدایت

معقل حضرت مغیرہؓ سے رخصت ہونے اور اسلام کرنے کو آئے تو مغیرہؓ نے کہا اے معقل اس شہر کے شہسوار میں نے تمہارے ساتھ روانہ کیے ہیں میرے حکم سے یہ لوگ انتخاب کئے گئے ہیں بس اب تم اس بے دین فرقہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جس نے ہماری جماعت کو چھوڑا اور ہمیں کافر بنایا ہے ان سے توبہ کرنے کو اور جماعت میں داخل ہونے کو کہنا اگر وہ مان جائیں تو ان کی توبہ قبول کرنا اور ان سے جنگ نہ کرنا اگر نہ مانیں تو بسم اللہ کر و ان سے لڑو۔ معقل نے کہا ہم تو ان سے سب کچھ کہیں سنیں گے۔ مگر بخدا میں نہیں سمجھتا کہ وہ مانیں گے اور جب وہ حق بات کو نہ مانیں گے تو ہم بھی ان کے باطل کو نہ مانیں گے خدا آپ کا بھلا کرے کچھ یہ بھی آپکو معلوم ہوا کہ یہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

سماک بن عبید عبسی کی ہدایت

مغیرہؓ نے کہا ہاں سماک بن عبید عبسی نے مجھے لکھا ہے۔ یہ شخص مدائن کا گورنر تھا۔ اس نے اطلاع دی ہے کہ وہ لوگ صراۃ سے روانہ ہو گئے اور بہر سیر میں آ کر اترے ہیں وہ پرانے شہر میں جہاں کسریٰ کے ایوانات اور ابیض المدائن ہے، جانا چاہتے تھے۔ سماک نے نہ جانے دیا بہر سیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اب تم روانہ ہو جاؤ ان کے پیچھے جانے میں جلدی کرو یہاں تک کہ ان تک پہنچ جاؤ جس شہر میں وہ لوگ ملیں گے بس اتنی ہی دیر انھیں وہاں ٹھہرنے دینا کہ تمھیں جو کچھ ان سے کہنا سننا ہے کہہ سن لو۔ اگر نہ مانیں تو لڑائی شروع کر دو یہ لوگ دو دن بھی جہاں ٹھر جائیں گے جن جن لوگوں سے ملیں گے ان کے خیالات کو فاسد کر دیں گے۔

معقل بن قیس کی جنگ کے لیے روانگی

معقل اسی دن روانہ ہوئے اور سوار میں شب کو قیام کیا۔ حضرت مغیرہؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام وراد کو حکم دیا

اس نے مسجد جامع میں آ کر پکارا لوگو:

معقل بن قیس اس فرقہ باغیہ کے دفع کرنے کو روانہ ہو چکا ہے اور آج کی رات اس نے سوار میں بسر کی ہے اس کے ساتھ جانے والوں میں سے ہر گز کسی کو پیچھے نہ رہنا چاہیے سنو: امیر شہر مسلمان شخص کے لیے جو اس کے اصحاب میں ہے، نکلنے والے ہیں اور یہ حکم دینے والے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کوفہ میں اب نہ ٹھہریں اور سن لو کہ اس مہم کے جانے والوں میں سے آج کے بعد جو شخص پھر کوفہ میں رکھائی دے گا وہ اپنی سزا کا خود ذمہ دار ہوگا۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی

عبداللہ بن عقبہ غنوی مستورد کے ساتھ تھا اور سب سے زیادہ کم سن تھا وہ کہتا ہے ہم لوگ کوفہ سے نکل کر صراۃ تک آئے اور جب تک ہماری جمعیت پوری نہیں گئی وہیں ٹھرے رہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر بہر سیر تک پہنچے اور شہر میں داخل ہوئے۔ سماک ابن عبید عبسی پرانے شہر میں تھا وہ ہمارے آنے سے خوفزدہ ہوا جب ہم لوگوں نے پل کے پار اتر کے ان کے پاس جانا چاہا تو ہمیں لڑنا پڑا اور آخر اس نے پل کو توڑ دیا اب ہم کو بہر سیر میں ٹھہرنا پڑا۔ مستورد بن علفہ نے مجھے بلا کر پوچھا بھتیجے تجھ کو لکھنا آتا ہے؟ میں نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے ہرن کی کھال اور دوات مجھ کو منگا دی اور کہا لکھ:

مستورد بن علفہ کا سماک بن عبید کو خط

اللہ کے بندے!

امیر المومنین مستورد کی طرف سے سماک بن عبید کو معلوم ہو کہ اپنی قوم کا احکام میں ناانصافی کرنا حدود کو معطل کر دینا اور مال غنیمت کو ہتھیا لینا ہم کو گوارا نہیں۔ تمہیں کتاب اللہ عزوجل اور اُس کے نبی کی سنت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کی ولایت اور عثمانؓ وعلیؓ سے بیزار ہونے کی دعوت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے دین میں نئی باتوں کو پیدا کیا اور حکم قرآن کو ترک کیا اگر تم نے ہماری دعوت کو قبول نہیں کیا تو ہدایت وصواب کو حاصل، ورنہ جو ہم کو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور ہم تم سے جنگ کا اعلان کرتے ہیں اور یہ برابر کا توڑ ہے خدا خیانت کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

عبداللہ بن عقبہ کی نامہ بری

پھر مستورد نے کہا یہ خط سماک کو لے جا کر دے اور جو کچھ وہ کہے اُسے یاد رکھنا اور مجھ سے آ کر بیان کرنا۔ میں ایک کم سن نوجوان ابھی شعور کو پہنچا ہی تھا، بہت سی باتوں کا مجھے تجربہ نہ تھا، نہ کچھ معلوم تھا۔ میں نے کہا! خدا آپ کا بھلا کرے اگر آپ حکم دیں کہ دجلہ کے پاس جا کر اپنے آپ کو اُس میں گرا دوں تو میں انکار نہ کروں گا لیکن یہ بتایئے کہ سماک سے آپ کو اطمینان ہے کہیں وہ مجھے پکڑ تو نہ رکھے گا اور آپ کے پاس آنے سے روکے

گا تو نہیں۔اور میں جہاد سے محروم تو نہ رہ جاؤں گا۔مستورد نے مسکرا کر کہا بھتیجے تو قاصد ہے اور سفیروں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا دستور نہیں ہے اگر مجھے تیرے باپ میں کچھ اندیشہ ہوتا تو میں خود تجھے بھیجتا،اس کا خیال تجھ سے بڑھ کر مجھے ہے۔

کم سن نوجوان کی روانگی

اب میں روانہ ہوا اور کسی نے کسی کشتی کے ذریعہ سے پار اتر کر سماک بن عبید کے پاس پہنچا لوگ اُسے گھیرے ہوئے تھے جب میں نے اُدھر کا رخ کیا تو سب کی نگاہیں میری طرف اٹھیں۔قریب پہنچا تو کوئی دس آدمی میری طرف جھپٹے،بخدا میں یہی سمجھا کہ یہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے اور امیر نے جو مجھ سے کہا تھا اس کے خلاف ہوتا نظر آتا ہے۔غرض میں نے تلوار کھینچ لی اور کہہ دیا کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسی کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم لوگ اس وقت تک مجھے نہ پا سکو گے جب تک کہ حق تعالیٰ سے تمہارے قتل کرنے کا ضد نہ کرلوں۔انھوں نے کہا اے مرد خدا تو کون شخص ہے؟میں نے جواب دیا امیر المومنین مستورد کا قاصد ہوں۔انھوں نے کہا پھر تو نے تلوار کیوں کھینچی؟میں نے کہا تم لوگ میری طرف جھپٹے میں سمجھا کہ مجھے باندھ لوگے اور مجھ سے دغا کرو گے۔انھوں نے کہا تیرے لیے امان ہے ہم تو فقط اس لیے بڑھے تھے کہ تیرے ساتھ ساتھ رہیں اور تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہیں اور دیکھیں کہ تو کس لیے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟میں نے پوچھا کہ مجھے اتنی امان ہے کہ میرے لوگوں میں مجھے واپس کردو گے۔انھوں نے کہا بیشک اب میں نے تلوار نیام میں کرلی۔آگے بڑھا اور سماک بن عبید کے سر پر جا پہنچا اس کے رفقا،مجھ سے لپٹے ہوئے تھے،کوئی میری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے تھا،کوئی میرا بازو تھامے ہوئے تھا۔

امیر المومنین کا خط پہنچانا

میں نے اپنے امیر کا خط اسے دیدیا۔جب پڑھ چکا تو میری طرف سر اٹھا کر کہنے لگا مستورد کی خاکساری و انکساری کو دیکھ کر میں تو اسے ایسا نہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں پر تلوار اٹھائے گا اور مجھ سے علی و عثمان سے بیزاری کا مطالبہ کرے گا اور اپنی حکومت کی طرف دعوت کرے گا اس بڑھاپے میں میری کیا شامت ہے کہ اس کی بات سنوں۔پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے فرزند اپنے امیر کے پاس جا کر کہہ دے کہ خدا سے ڈر اس خیال سے باز آ اور دوبارہ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جا۔اگر وہ منظور کرے تو مغیرہ سے اس کے لیے امان دینے کو میں درخواست کروں اور مغیرہ کو تو اصلاح و عافیت کی خود ہی خواہش ہے۔

اصحاب اور خوارج کی گفتگو

میں نے کہا اور میں ان لوگوں کو خوب سمجھ چکا تھا ایسا نہ خیال تم نے یہ کام جس میں آپ لوگوں سے ہمیں اس چند روزہ دنیا میں ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا محض اس لیے کیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کے دن ہم کو امن واطمینان حاصل ہو۔کہنے لگا تیرا برا ہو تجھ پر کسی کو کیا ترس آئے گا۔پھر اپنے اصحاب سے کہنے لگا انھوں (خوارج) نے اُسے بہکایا پھر اسکے سامنے قرآن پڑھ پڑھ کے اور خضوع وخشوع ظاہر کر کے اور رونے کی آواز بنا بنا کر اس کو اس دھوکے میں ڈالا کہ یہی لوگ کچھ حق پر ہیں۔''ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا''وہ تو نرے جانور ہی ہیں بلکہ

ان سے بڑھ کر گمراہ۔ ان لوگوں کو تم دیکھتے ہو وہ اللہ ان سے بڑھ کر کسی قوم میں میں نے ایسی کھلی کھلی گمراہی اور صاف صاف نحوست نہیں دیکھی۔

خط کا جواب

یہ سن کے میں نے کہا اے شخص میں اس لیے نہیں آیا کہ تمہارے ساتھ گالی گلوچ کروں، نہ اس لیے کہ تمہاری اور تمہارے لوگوں کی باتیں سنوں، مجھ سے یہ کہ دو کہ اس خط میں جو مضمون ہے اسکا جواب دو گے یا نہیں تا کہ میں اپنے امیر کے پاس واپس چلا جاؤں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور اپنے اصحاب سے کہنے لگا اس لڑکے کو دیکھتے ہو واللہ میں اس کے باپ سے بھی عمر میں زیادہ ہی ہونگا، یہ مجھ سے کہہ رہا ہے خط کا جواب دیتے ہو یا نہیں۔ جا اے فرزند اپنے امیر کے پاس چلا جا جب تو دیکھے گا کہ سواروں نے تم سب لوگوں کو گھیر لیا اور تمہاری چھاتیوں پر برچھیاں چلنے لگیں اسوقت تو آرزو کرنے گا کہ کاش اپنی ماں کے گھر میں چھپ کے بیٹھتا۔ غرض میں وہاں سے واپس ہوا ندی پار اتر کر اپنے لوگوں میں چلا آیا۔

مستورد کا خوارج سے خطاب

جب اپنے امیر کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کیا جواب دیا میں نے کہا کچھ اچھا جواب نہیں دیا میں نے اس سے یہ کہا اس نے یہ کہا اسی طرح سارا قصہ میں نے بیان کر دیا۔ یہ سن کر مستورد نے یہ آیت پڑھی۔

"ان الذین کفرو سواء علیھم اانذرتھم ام لم تنذرھم
لایومنون ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی
ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم"

جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے لیے برابر ہے تو انھیں متنبہ کر یا نہ کر یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور انکے کانوں پر اور آنکھوں پر پردے پڑے ہیں اور انکے لیے بڑا عذاب ہے۔

مستورد کے ساتھیوں کی تقریر

ہم اسی جگہ دو تین دن ٹھیرے رہے، پھر ہم کو معلوم ہوا کہ معقل بن قیس ہماری طرف آ رہا ہے۔ مستورد نے ہم سب کو جمع کیا حمد وثنائے باری تعالی بیان کی پھر کہا:

> کہ یہ بے وقوف معقل بن قیستمہاری طرف روانہ کیا گیا ہے، یہ فرقہ سبائیہ سے ہے۔ جو مفتری و کاذب ہیں اور خدا کا اور تمہارا دشمن ہے اب کیا رہے ہے؟ مجھ سے بیان کرو بعض لوگوں نے کہا واللہ ہم اسی لیے نکلے ہیں کہ سوا خدا کے اور اس کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے اور کچھ نہیں چاہتے وہ لوگ تو آ گئے اب ہم کہاں جائیں نہیں ہمیں اس وقت تک ٹھہرے رہنا چاہئے کہ اللہ ہمارے اور انکے درمیان حکم کر دے وہ سب حاکموں سے بڑھ کر ہے دوسرے گروہ نے کہا نہیں ہمیں الگ رہنا چاہیے لوگوں کو دعوت دیں گے اور ان پر تمام حجت کریں گے۔ مستورد نے کہا اے گروہ اہل اسلام میں نے واللہ اس لیے خروج نہیں کیا کہ مجھے دنیا کی

طلب یا ناموس دینوی زندگی میں فخر کی خواہش ہو، میں نہیں چاہتا کہ دنیا تمام وکمال اور چند در چند اس سے جسکی آرزو کی جاتی ہے۔ میری جوتی کے تسمہ کے عوض مجھے ملے۔ محض شہادت کی آرزو میں اور اس تمنا میں کہ خدا بعض گمراہوں کو میرے ہاتھ سے ذلیل کروا کے مجھے اعزاز عنایت کرے میں نکلا ہوں۔ میں نے جس بارے میں تم سے مشورہ طلب کیا ہے اس پر میں غور کر چکا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ ٹھہرنا نہیں چاہیے کہ وہ زور شور میں بھرے ہوئے ہم پر آ پڑیں ہم کو روانہ ہو جانا چاہیے اور دور تک نکل جانا چاہیے ان کو جب یہ خبر پہنچیں گی تو ہمارے ڈھونڈنے کو نکلیں گے اور متفرق و پریشان ہو جائیں گے اس وقت ہمیں ان سے لڑ لینا چاہیے خدا کا نام لے کر اب سب کے سب چل کھڑے ہو۔

ہم لوگ اب دجلہ کے کنارے کنارے چلے۔ جرزایا میں پہنچ کر دجلہ کو عبور کیا پھر اسی طرح سرزمین جوخی میں مذار تک چلے گئے اور وہاں مقام کیا۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ کی خوارج کے خلاف کاروائی

عبداللہ بن عامر کو جس مقام پر ہم تھے وہاں کا حال معلوم ہوا، انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ مغیرہ نے خوارج کے لیے لشکر جمع کیا اور کتنے لوگ روانہ کیے ہیں۔ لوگوں نے لشکر کی تعداد کو بیان کیا اور کہا کہ مغیرہ نے ایک معزز سردار اور رئیس کو جو اصحاب علیؓ میں تھا اور ان کے ساتھ خوارج سے لڑ بھی چکا تھا، روانہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ شیعہ علیؓ کو جنھیں خوراج سے عداوت ہے کر دیا ہے۔ ابن عامرؓ نے کہا کیا اچھی تدبیر کی ہے پھر شریک بن اعور ارثی کو بلا بھیجا اور یہ بھی علیؓ کی رائے تھی۔ اس سے کہا اس فرقہ باغیہ کے دفع کرنے کو تین ہزار آدمی منتخب کر کے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور ان کا پیچھا کرو۔ یہاں تک کہ زمین بصرہ سے ان کو نکال دو یا ان کو قتل کرو۔ اسی گفتگو کے درمیان یہ بھی کہا کہ دشمنان خدا کے قتال کے لیے بصرہ کے ان لوگوں کو ساتھ لے کر نکلو جوان سے قتال کو حلال سمجھتے ہیں۔ شریک یہ سن کر سمجھ گیا کہ ان لوگوں سے شعیہ علیؓ مراد ہیں لیکن ابن عامر کو ان کا نام لینا پسند نہ تھا۔ اس نے لوگ منتخب کیے اور شہسواران بنی بریعہ سے جن کا عقیدہ شعیوں کا ساتھا اور ان کے سردار اس کی بات مانتے تھے اس نے بہت ہی اصرار کیا اور ان لوگوں کو ساتھ لے کر مقام مذار کی طرف مستور بن غلفہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

معقل بن قیس کا تعاقب

معقل بن قیس کوفہ سے نکل کر سوار میں ایک دن ٹھہرا رہا اور اسکے اصحاب میں جو نامی گرامی لوگ تھے سب اس کے گرد آ کر جمع ہو گئے۔ اندیشہ یہ تھا کہ دشمن کہیں قابو سے نکل نہ جائیں اس لیے کچھ لوگوں کو مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کر کے باقی لوگ بھی بہت جلد سورا سے روانہ ہو کر مقام کوثی میں آ کر ایک دن اور ٹھہرے رہے۔ جو لوگ ابھی تک پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی سب آ کر جمع ہو گئے۔ یہاں سے کچھ رات گئے سب روانہ ہوئے جب مدائن کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ شہر سے ملنے کو آئے ان سے معلوم ہوا کہ دشمن وہاں سے روانہ ہو چکا ہے یہ بات سب کو شاق گزری اور یہی خیال ہوا کہ اب بہت تھکنا پڑے گا اور بہت ہی ڈھونڈنا پڑے گا۔

معقل بن قیس کی تلاش جاری

معقل بن قیس شہر بہرسیر کے نا کہ ہی پر اتر پڑا شہر میں نہیں گیا۔ سماک بن عبید خود ہی اس کے سلام کو آیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ بکریاں اونٹ جو گھاس لے کر آئے جو تمام لشکر کے لیے کافی ہوا۔ معقل بن قیس نے تین دن مدائن میں قیام کیا اور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا یہ فرقہ گمراہ و باغی یہی سمجھ کر یہاں سے کسی طرف نکل گیا کہ تم لوگ انھیں ڈھونڈتے پھر و اور متفرق و پریشان ہو جاؤ جب ان سے سامنا ہو جائے تو تم لوگ تھکے ماندے ہو۔ مگر جس طرح تم کو تھکنا پڑے گا ان کو بھی تو تھکنا پڑے گا۔ چنانچہ پہلے ابوالروغ شاکری کو تین سوار دے کر باغیوں کی طرف روانہ کیا، پھر خود اسکے پیچھے مدائن سے روانہ ہوا۔ ابوالرواغ لوگوں سے پوچھتا ہوا چلا جدھر سنا کہ وہ گئے ہیں اسی طرف اپنا بھی رخ کر دیا ان کی تلاش میں جرجرایا سے پار چلا گیا۔ پھر جدھر ان کے جانے کا ذکر سنا خود بھی ادھر چلا۔ یہی طریقہ اس نے رکھا آخر مقام مذار میں جہاں خوارج ٹھہرے ہوئے تھے جا پہنچا۔

اصحاب سے مشورہ

اور اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ معقل کے آنے سے پہلے لڑائی شروع کر دے یا انتظار کرے بعض نے کہا لڑنا چاہتے اور بعض نے کہا ہمیں جناب میں جلدی نہ کرنا چاہیے۔ ہمارا امیر آ جائے تو پوری جماعت کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں گے۔

ابوالروغ نے کہا معقل بن قیس نے اپنے آگے مجھے یہ کہہ کر روانہ کیا ہے کہ دشمن کا تعاقب کروں اور جب وہ مجھے مل جائیں تو اس کے آنے تک لڑائی نہ شروع کروں۔ یہ سن کر سب نے کہا اب سب رائے یہی ہے کہ معقل کے آنے تک ہمیں ان کے قریب قریب رہنا چاہیے غرض شام کے قریب یہ سب لگ خوارج کے قریب جا کر اترے ساری رات ان کی نگہبانی میں گزری۔

ابوارواغ کے دستے کی خوارج سے جھڑپ

جب صبح ہوئی اور دن چڑھا تو دشمنوں نے صف آرائی کی اور ان لوگوں نے بھی مقابلہ پر کمر باندی۔ تعداد میں تین سو وہ بھی تھے اور تین سو یہ بھی۔ انھوں نے سخت حملہ کیا کہ ادھر سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ایک گھڑی تک شکست کی حالت رہی ابوالرواغ نے پکار کر کہا اے بزدل! خدا تم سے سمجھے تمام دن حملہ پر حملہ کئے جاؤ، یہ کہہ کر اس نے خود حملہ کر دیا اور سب لوگ اس حملہ میں شریک ہوئے۔ دشمن کے قریب پہنچے تھے کہ پھر انھوں نے بھی حملہ کیا اور ان کا رخ پھیر دیا، ان کے حملے نے سب کو بڑی دیر تک منتشر کر دیا پھر یہاں سب کے گھوڑے بھی سدھے ہوئے تھے۔ اس لیے ان میں سے کوئی قتل تو نہیں ہوا اور زخمی بھی کم لوگ ہوئے تھے۔ پھر ابوالرواغ نے کہا کہ تم کو خدا موت دے ارے پلٹو قریب سے حملہ کرو ہم ان کو جب تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک ہمارا امیر نہ آ لے۔

مسلمانوں کی دشمنوں سے شکست

دشمنوں سے شکست کھا کر لشکر کی طرف ہمارا واپس جانا رسوائی کی بات ہے اتنا تم کر تم نہ لڑ سکے کہ جنگ

شدید ہوتی اور بہت سے لوگ قتل ہوتے۔ ایک شخص نے جواب میں کہا کہ حق بات سے شرم نہیں کرتا واللہ انھوں نے ہم کو شکست دیدی۔ ابوالرواغ نے کہا تجھ جیسے لوگوں کو خدا نہ پیدا کرے جب تک ہم میدان سے نہیں ہٹے ہیں ہم کو شکست نہیں ہوئی ہم جب ان کی طرف مڑ پڑیں گے اور ان کے قریب رہیں گے اور لشکر کے آنے تک واپس نہ ہو نگے تو یہ امر ہمارے لیے بہت مناسب ہوگا۔ لوگ یہی کہتے ہیں کہ ابوالرواغ نے شکست کھائی۔ مجھے کچھ پروانہ ہوتی تو بس ان کے قریب ہی چل کر اب ٹھہرو۔ وہ بڑھ کے آئیں اور تم ان سے نہ لڑسکو تو ایک آنا اور اگر وہ تم پر حملہ کر بیٹھیں اور تم تاب نہ لاسکو تو اپنی کمک کی طرف پلٹ آؤ۔ وہ بھی اب اگر پلٹ جائیں تو پھر تم ان کی طرف مڑ جاؤ اور ان کے قریب قریب رہو زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ لشکر آ پہنچے گا۔

عبدالرواغ کا دشمن کا پیچھا کرنا

اب ان پر خوارج حملہ کرتے تھے تو یہ سرک آتے تھے اور ان لوگوں میں مل جاتے تھے جو کمک کے لیے الگ موجود تھے اور جہاں انھوں نے جنگ شروع کی یہ سب متفرق ہوگئے ابوالرواغ اور اس کے رفقا اپنے گھوڑوں پر سوار دشمن کے پیچھے ہی پیچھے اور ان کے قریب ہی رہے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے شکست بھی کھا چکے دن چڑھے سے لے کر زوال کی پہلی گھڑی تک یہی حال رہا اور ظہر کا وقت بھی آ گیا۔

مستورد نماز کے لیے اتر پڑا اور ابوالروغ اپنے اصحاب کے ساتھ ان سے میل دو میل کے فاصلہ پر الگ جا اترا۔ سب نے نماز ظہر پڑھی اور دو شخصوں کو نگران مقرر کیا اور سب اسی جگہ ٹھہرے رہے۔

معقل کا خط بنام ابوالرواغ

یہاں تک کہ نماز عصر سے فارغ ہوئے اس کے بعد ہی ایک جوان معقل بن قیس کا خط لیے ہوئے ابوالرواغ کے پاس آیا۔

جتنے دیہات والے اور راہ گیر ادھر سے گزرتے تھے ان کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہی تھی ان میں سے جو کوئی اس راستہ سے جاتا تھا جہاں سے معقل آ رہا تھا تو وہ معقل کے سامنے جا کر اس کے ساتھیوں کی خوارج سے ساتھ جنگ وجدال کرنے کی خبر دیتا تھا۔ یہ پوچھتا تھا تم نے ان کو کیسے لڑتے ہوئے دیکھا؟ یہ لوگ کہتے تھے کہ خوارج تمہارے ساتھیوں کو شکست پر شکست دے رہا ہے۔ یہ پوچھتے کیا یہ تم نے نہیں دیکھا کہ ہمارے لوگ شکست کھا کر پھر ان کی طرف مڑ پڑتے ہیں؟ وہ کہتے تھے ہاں یہ لوگ پلٹ پلٹ کے تو آتے ہیں مگر پھر شکست اٹھاتے ہیں۔ معقل نے کہا اگر ابوالرواغ کی نسبت میرا گمان صحیح ہے تو وہ شکست کھا کر کبھی تم لوگوں کو منہ نہ دکھائے گا۔

تمیمی اور دوسرے لوگوں کو جنگی بھائیوں سے جا ملنا

اسکے بعد اس نے محرز بن شہاب تمیمی کو بلا کر کہا کہ ضعیف و ناتواں لوگوں کو جو تیرے ساتھ ہیں لے کر میرے پاس چلے آنا اور لشکر میں صد اکائی کہ جس کو طاقت ہو وہ میرے ساتھ چلنے میں جلدی کرے اور اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے میں جلدی کرو۔ وہ تمہارے دشمن کے مقابلے میں پہنچ گئے ہیں۔ مجھے تو امید ہے کہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی دشمنوں کو خدا ہلاک کر دے گا۔ غرض توقی بہادر جوان کے پاس اچھے اچھے گھوڑے پاس تھے ان میں سے

سات سو آدمی اس نے راضی کر کے وہاں سے چلا اور بہت تیزی کے ساتھ چلا۔

معقل بن قیس کی آمد

ابوالرواغ کے قریب پہنچا تو وہ پکار اٹھا وہ گرد اٹھی، وہ سوار آ پہنچے، بڑھو دشمن کی طرف، بڑھو لشکر والے یہی دیکھیں کہ ہم دشمن کے مقابلے میں ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان سے دور دور رہے اور ان کے رعب میں آ گئے۔ یہ کہہ کر ابوالرواغ بڑھا مستورد اور اس کے ساتھیوں کے مقابل میں جا کر ٹھہرا اور ادھر سے معقل بھی سواروں کو لیے ہوئے آن پہنچا۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا، وہ گھوڑے اور اپنے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ ابوالرواغ نے بھی اتر کر اپنے رفقاء کے ساتھ اور حوارج نے بھی نماز پڑھی۔

اب معقل بن قیس اپنے اصحاب کو ساتھ لیے ہوئے ابوالرواغ کے پاس آیا اور پکار کر اس سے کہا ابوالرواغ مجھے تم سے اسی پامردی و وفاداری کی امید تھی اس نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے ان لوگوں کے حملے بڑے سخت ہیں۔ آپ خود قتال کا ارادہ نہ کریں کسی اور کو بھیجیں کہ وہ ان سے لڑنے اور آپ پشت پر کمک کے لیے رہیں معقل نے کہا بہت اچھی رائے ہے۔

معقل بن قیس اور مستورد کی جنگ

یہ بات منہ سے نکلی ہی تھی کہ سخت حملہ ہوا وہ لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے کہ عوام الناس اس کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل اپنی جگہ سے نہیں سرکا میدان میں اتر پڑا۔ پکار کر کہا اے اہل اسلام ''زمین پر زمین'' پر ابوالرواغ بھی اس کے ساتھ ہی اترا اور نامور و معزز شہسوار لڑنے کو اتر پڑے۔ مستورد اور اس کے ساتھی ان پر چھا گئے تو میں ان لوگوں نے برچھیوں اور تلواروں پر ان کو رکھ لیا۔ ایک گھڑی تک معقل کے سوار بھاگتے رہے۔

مسکین بن عامر کا لوگوں کو حیا دلانا

مسکین بن عامر نے جو بڑا بہادر اور صاحب رعب تھا پکار کر کہا اے مسلمانوں کہاں بھاگ کر جاتے ہو امیر تمہارا تو اتر پڑا، تمہیں حیا نہیں آتی کہ بھاگنے میں رسوائی ہے اور ننگ و ملامت آسمان ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پلٹ کر حملہ کیا اس کے ساتھ ہی بہت سے سوار پلٹ پڑے اور خوارج پر حملہ کیا معقل اور ان کے صبر آزما جنگ جو اس کے ساتھ اتر پڑے تھے، اپنے لشکر کے علم کے نیچے تلواریں مار رہے تھے۔ اتنے در ان پر کئے کہ مجبور ہو کر اپنے اپنے خیموں کی آڑ پکڑی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جو لوگ پیچھے رہ گئے محرز بن شہاب ان کو لیے ہوئے آ پہنچا۔ معقل نے ان سے اترنے کو کہا صفیں باندھ دیں میمنہ و میسرہ مقرر کیا۔ ابوالرواغ کو میمنہ اور محرز بن بجیر کو میسرہ اور سواروں کا رسالہ مسکین بن عامر کو دیا اور ان کو حکم تھا کہ صبح تک کوئی اپنی اپنی صف سے نہ ہٹے۔ صبح ہوتے حملہ ہوگا اور ہم جنگ شروع کریں گے۔ غرض شب بھر لوگ اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی صفوں میں ٹھہرے رہے۔

خوارج کی پسپائی

روایت ہے کہ مستورد نے جب یہ دیکھا کہ معقل آ گیا ہے تو اپنے لوگوں سے کہا کہ اسے اتنی مہلت نہ دو

کہ پیادوں اور سواروں کی صفیں درست کر کے ایک برے زور کا حملہ کردو شاید اللہ اسی حملہ میں اسے ہلاک کر دے۔ غرض اس نے حملہ کر دیا اور یہ لوگ ٹھہر نہ سکے منتشر ہو کر بھاگے۔ معقل نے جب اپنے لوگوں کو بھاگتے دیکھا تو گھوڑے سے کود پڑا علم لشکر کو بلند کیا اس کے ساتھ اور لوگ بھی اتر پڑے اور بڑی دیر تک لڑتے رہے اور دشمن کے حملوں کو برداشت کرتے رہے پھر انھوں نے بھاگے ہوئے لوگوں کو پکارا وہ بھی ہر طرف سے دشمن پر آ پڑے۔ خوارج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اپنے اپنے خیموں کی آڑ پکڑی کچھ لوگ انکے قتل بھی ہو گئے کچھ زخمی بھی ہوے۔ معقل کے جو لوگ میدان جنگ میں اترے تھے ان میں سے عمیر بن ابی اشاء وازوی بھی قتل ہو گیا۔ وہ بڑی جرات سے لڑا اس مضمون کے شعر پڑھتا جاتا تھا۔

''جب ساتھ والے مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اور نالائق کمینوں نے آنے میں دیر کی
تو ملامت گر کو معلوم ہو گیا کہ میں جنگ میں کیسا دلیر و چالاک اور حیرت انگیز ہوں''

اس نے بہت لوگوں کو زخمی کیا اور ایک شخص کے لپٹ گیا اس کی چھاتی پر گر کر اسے ذبح کر ڈالا ابھی سر نہیں کاٹنے پایا تھا کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے حملہ کیا اور اس کی ہنسلی پر برچھی پڑ گئی بس دشمن کی چھاتی پر سے نیچے آ رہا اور اسکا کام تمام ہو گیا۔ خوارج جب قریہ کی طرف بھاگے تو ایک شخص اس امید پر کہ شاید عمیر میں کچھ جان باقی ہو ڈھونڈھتا ہوا آیا بھی دیکھا تو اس میں کچھ دم نہ تھا۔

شرک بن اعور کا مقابلہ پر اترنا

خوارج ابھی اس قریہ میں ٹھہرے ہوئے تھے رات ہو گئی تھی کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ بصرہ سے ایک لشکر اسی رخ پر آ رہا ہے۔ یہ شخص راہ گیروں میں سے تھا اور خود انھوں نے اول شب اسے خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی بات کا کسی نے اعتبار نہ کیا ایک اور شخص جو دہیں کا رہنے والا تھا، سے یہ کہہ کر بھیجا کہ جا کر خبر لائے کیا بصرہ سے ہمارے طرف کوئی لشکر آ رہا ہے، اسے کچھ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ ابھی یہ لوگ اہل کوفہ ہی میں پہنچے ہونے تھے کہ اس نے آ کر خبر دی کہ ہاں شریک بن اعور آ رہا ہے اور کچھ لوگ ان میں سے وقت زوال کی ساعت اول میں یہاں سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر بڑھ آئے ہیں اور میرا گمان ہے کہ اسی رات یا صبح ہوتے وہ تمہارے مقابلے میں اتر پڑیں گے یہ سن کر سب کے سب پشیمان ہوئے۔

مستورد کا اپنے ساتھیوں سے گفتگو

مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب کیا رائے ہے سب نے کہا جو آپ کی رائے اس نے کہا ان سب لوگوں سے لڑنے کے لیے ٹھہرے رہنا۔ میں ٹھیک نہیں سمجھتا جس راہ سے ہم آئے ہیں اسی راہ سے ہمیں پلٹ جانا چاہیے۔ اہل بصرہ زمین کوفہ تک ہمارا تعاقب نہیں کریں گے بس ہمارے ہی شہر والے ہمارے تعاقب میں رہیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس سے کیا فائدہ؟ اس نے کہا دو شہروں کی فوج کے ساتھ لڑنے سے ایک ایک شہر کی فوج سے نمٹ لینا آسان ہے۔ سب نے کہا پھر جہاں تمہارا جی چاہے وہیں ہمیں لے چلو۔ اس نے کہا اچھا اپنی اپنی سواریوں

پر سے اتر پڑو گھڑی بھر انھیں دم لینے دو ذرا چارہ ڈال دو پھر دیکھو میں کیا حکم دیتا ہوں۔ غرض سب کے سب سواریوں پر سے اتر گئے چارہ ڈال دیا۔ اب خوارج میں اور اہل کوفہ میں ایک گھڑی کا فاصلہ تھا وہ لوگ بستی سے دور چلے گئے تھے کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ شب خون ماریں۔ جب راہ ہو دم لے چکے اور چارہ کھا چکے تو مستورد کے حکم سے سب کے سب بستی میں داخل ہو کر اس کی پشت پر نکل چلو اور بستی میں سے کسی کو پیغامبر میں ساتھ لے لیا۔ اس سے کہا آگے آگے چلے اور بستی کے باہر آ کر اس سے کہا کہ ہم کو اس بازار کی پشت پر سے لے کر چل اور جس راہ سے ہم لوگ آئے ہیں اس راہ پر ہم کو لگا دے اس نے ایسا ہی کیا سب کو اس راستہ پر لے آیا جدھر سے یہ آئے تھے اور سب نے اس راہ سے واپس ہونا شروع کیا اور سب جرجرایا میں آ کر اتر پڑے۔

عبداللہ بن الحارث کو شبخون کا خطرہ

عبداللہ بن الحارث کو سب سے پہلے خوارج کی طرف سے کھٹکا ہوا۔ اس نے معقل سے کہا خدا بھلا کرے امیر کا مجھے بڑی دیر سے دشمنوں کی طرف سے کھٹکا ہوا اس نے معقل سے کہا خدا بھلا کرے میرا کیا مجھے بڑی دیر سے دشمنوں کی طرف سے کھٹکا ہے وہ سامنے ٹھہرے ہوئے تھے ان کی سیاہی ہم کو صاف نظر آ رہی تھی اب ایک گھڑی ہوئی کہ وہ سیاہی غائب ہوگئی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں سے چلے نہ گئے ہوں اور کچھ چال چلنا نہ چاہتے ہوں۔ اس نے پوچھا کس طرح کے مکر کا اندیشہ ہے اس نے کہا مجھے ڈر یہ ہے کہ بستی میں ڈاکہ نہ ڈالیں۔ معقل نے کہا کہ اس سے تو مجھے بھی اطمینان ہے اس نے پوچھا پھر میں اس کام کے لیے تیار ہو جاؤں کہا ذرا ٹھہرو میں سوچ لوں۔ عتاب، ذرا جاؤ تو سہی اور جن لوگوں کو جی چاہے ساتھ لیتے جاؤ اس بستی کے قریب جا کر دیکھو کہ خوارج میں سے کوئی ہے یا کچھ اُن کا چرچا ہو رہا ہے لوگوں سے پوچھو کہ وہ کہاں ہے۔ عتاب بہت سے لوگ ساتھ لے کر گھوڑا دوڑاتا ہوا بستی کے سامنے پہنچا کوئی اُسے نہ ملا کہ اُس سے کچھ پوچھتا۔ گاؤں والوں کو آواز دی تو کچھ لوگ نکل آئے اُن سے خوارج کا حال دریافت کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ چلے گئے یہ نہیں معلوم کہ کیسے گئے۔

عتاب کا معقل سے حال بیان کرنا

عتاب نے آ کر معقل سے یہ حال بیان کیا کیا معقل نے کہا مجھے شب خون کا اندیشہ ہے قوم مُضر کو بلاؤ۔ بنی مضر سب آئے تو اُن سے کہا کہ تم اس جگہ ٹھہرو۔ پھر کہا بنی ربیعہ کہاں ہیں؟ اور بنی ربیعہ کو اُس نے دوسری سمت میں رکھا۔ بنی تمیم کو اور جانب ہمدان کو اور جہت میں اہل یمن کو اور طرف ٹھہرنے کو کہا فوج کی ایک ایک ٹکڑی ایک ایک سمت میں اس طرح کھڑی کر دی کہ اس صف کی پشت دوسری صف کی پشت کے مقابل تھی۔ معقل گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک ایک صف میں اُن سے کہہ آیا کہ اگر دشمن آ پڑیں اور کسی صف سے لڑنا شروع کر دیں تو میرے کہے بغیر ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہلنا ہر شخص تم لوگوں میں جس سمت میں ہے اُسی سمت کی نگہبانی اُس کے ذمے ہے صبح ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ غرض صبح تک سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے نگہبانی کرتے ہوئے اور سب خون سے ڈرتے رہے۔

شریک بن اعور کی آمد

صبح ہوئی تو سب گھوڑوں پر سے اُترے نماز پڑھی اور یہ خبر ملی کہ وہ لوگ جس راہ سے آئے تھے اُسی راہ واپس ہو گئے۔ شریک بن اعور بصرہ کا لشکر لئے ہوئے معقل بن قیس کے پاس آ کر اُترا دونوں میں ملاقات ہوئی باتیں ہوئیں اس کے بعد معقل نے شریک سے کہا میں ان لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک میرے ہاتھ نہ آ جائیں شاید خدا انہیں ہلاک کر دے اگر ان کے تعاقب میں کوتاہی کروں تو اندیشہ ہے کہ ان کا مجمع بڑھتا ہی جائے گا۔

شریک بن اعور یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا فوج کے بڑوں کو جمع کیا جن میں خالد بن معدان طائی اور بیہس بن صہیب جرمی بھی شامل تھے اور خطبہ پڑھا کہ اے لوگو کچھ نیک کام کرنا چاہتے ہو؟ ہمارے بھائی اہل کوفہ کی کوشش میں جانے والے ہیں جو ہمارا اور اُنکا دونوں کا دشمن ہے کیا تم لوگ ان کے ساتھ چل سکتے ہو خدا ان کو نیست و نابود کر دیگا تو ہم سب مل کر پلٹ جائیں گے۔

خالد بن معدان اور بیہس جرمی کا اختلاف

خالد بن معدان اور بیہس جرمی نے کہا نہیں واللہ ایسا نہیں ہو سکتا ہم فقط اس لئے آئے ہیں کہ ان کو اپنی سرحد سے نکال دیں اور روکیں۔ جب خدا کی طرف سے اُس کا سامان ہو گیا تو اب ہم اپنے شہر کی طرف پلٹ جائیں گے اہل کوفہ میں خود اتنی طاقت ہے کہ ان کتوں سے اپنے شہروں کو پاک رکھیں۔ شریک نے کہا مجھے تمہارے حال پر افسوس ہوتا ہے میرا کہا مانو وہ بہت ہی بری قوم ہے اُس سے لڑنا ثواب ہے اور سرکار میں باعث انعام واکرام ہے۔ بیہس جرمی نے کہا واللہ اس صورت میں ہماری وہی دہائی ہوگی جو شاعر بنی کنانہ کہہ چکا ہے۔

''جیسے ایک دودھ پلانے والی عورت نے دوسرے کے بچوں کو دودھ پلا کر اپنے بچوں کو ضائع کر دیا کچھ اچھا گُندھوا وہ سکی وہ نہ گانٹھ سکی۔

بیہس کا جواب

تم کو کیا نہیں معلوم کہ کوہستان فارس میں افراد کافر ہو گئے ہیں۔ اُس نے کہا مجھے معلوم ہے انھوں نے کہا اس پر بھی تم ہم سے کہتے ہو کہ اہل کوفہ کی حمایت کرنے کو ہم تمہارے ساتھ چلیں اور اُن کے دشمن سے لڑے اور اپنے شہر کی حمایت کو ترک کریں۔ اُس نے کہا اکراد کے لئے تم لوگوں کا ایک جرگہ کافی ہے۔ یقین مانو اگر اہل کوفہ کو ہماری مدد کی ضرورت ہوتی تو ہم پر اُن کی مدد واجب تھی لیکن انھیں ابھی تک ہماری ضرورت نہیں۔ پھر وہاں بھی اسی قسم کا فساد موجود ہے جیسا ان کے یہاں ہے چاہیے تو یہ کہ جو مہم اُن کو درپیش ہے اُس کا انتظام وہ کریں اور جو امر ہمیں درپیش ہے اُس کا انتظام ہمیں کرنا ہے اور سنو اگر تمہارے کہنے پر ہم چلتے تو تم اُن لوگوں کا تتبع کرتے تو امیر کو بلا اطلاع تمہاری یہ جرأت گوارا نہ ہوتی۔

شریک بن اعور اور معقل کی گفتگو

یہ حال دیکھا تو شریک نے سب سے کہہ دیا اچھا روانہ ہو جاؤ وہ سب روانہ ہو گئے اور خود آ کر معقل سے

ملاقات کی یہ دونوں شیعہ تھے اور اسی وجہ سے دونوں میں بہت محبت ومودت تھی۔ کہنے لگا واللہ میں نے بہت چاہا کہ میرے ساتھ والے میرا بہت ساتھ دیں تا کہ تمہارے ساتھ دشمن کے تعاقب میں چلوں مگر اُن سے میری کچھ نہ چلی۔معقل نے کہا کہ بھائی خدا تجھے جزائے خیر دے ہمیں اس کی حاجت بھی نہ تھی۔سنو واللہ مجھے تو یہ امید ہے کہ اگر سب نے جدوجہد کی تو اُن میں سے کوئی اتنا بھی نہ بچے گا کہ خبر تو کسی سے بیان کرے۔شریک بن اعود کہتے ہیں کہ معقل کی زبان سے جب یہ کلمہ نکلا تو مجھے اچھا معلوم ہوا مجھے اُس کی جان کا اندیشہ ہو گیا میں ڈرا کہ یہ بڑا بول اُس کی زبان سے نکلا اور قسم بخدا ہم لوگوں کے نزدیک معقل لاف وگزاف کرنے والوں میں نہ تھا۔

خوارج کا تعاقب

جس وقت یہ خبر معلوم ہوگئی کہ مستورد بن علفہ اور اُس کے ساتھی جس راہ سے آئے تھے اُسی راہ سے اُنھوں نے واپسی کی تو بعض لوگ خوش ہوئے کہنے لگے اب ہم اُن کے پیچھے پیچھے جائیں گے اور مدائن میں اُن سے مقابلہ کریں گے اور اگر نہیں وہ کوفہ کی طرف گئے تو اور بھی تباہ ہوں گے۔معقل نے ابوالرواغ کو بلا کر کہا کہ تمہارے ساتھ جو لوگ تھے اُنکو لے کر مستورد کے پیچھے جاؤ اور میرے پہنچنے تک اُنکو روک رکھو۔اُس نے کہا کچھ لوگ تو مجھے اور دیجئے کہ آپ کے آنے سے پہلے ہی اگر دشمن مجھ سے لڑیں تو میری قوت اُن سے بڑھکر ہو یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو ان سے ضرر پہنچ چکا ہے۔معقل نے تین سو سپاہی اور دیئے اور چھ سو جوانوں کی جماعت خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا وہ بہت جلدی کرتے ہوئے چلے آخر جرجرایا میں پہنچے تھے اُن کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ بھی جا پہنچا۔دیکھا تو سب لوگ اتر چکے تھے آفتاب نکل رہا تھا یہ بھی سب کے ساتھ اُتر پڑا۔خوارج کیا دیکھتے ہیں کہ پھر وہی ابوالرواغ اور وہی مقدمۃ الجیش۔ایک نے ایک سے کہا اُن کا مار لینا اُن سے زیادہ آسان ہے اب جو آنے والے ہیں غرض اُنھوں نے حملہ کر دیا دس دس بیس بیس سوار لڑنے کو نکلنے لگے اُدھر سے بھی مقابلہ میں اُتنے ہی سوار نکلتے تھے ایک گھڑی تک اُنھیں سواروں میں جھڑپ ہوتی رہی ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے۔جب یہ حالت دیکھی سب نے ملکر ایسا ایک حملہ زوروں کا کیا کہ ان لوگوں کا منہ پھر گیا اور میدان اُن کے ہاتھ رہا۔ابوالرواغ نے اب پکارنا شروع کیا اے بزدل سواروں اے بزدل مددگاروں کیا بری طرح سے تم نے جنگ کی میرے پاس آؤ غرض کوئی سو سوار پکڑ دھکڑ کر ساتھ لئے اور دشمن کی طرف یہ شعر پڑھتا ہوا متوجہ ہوا:

> ''بہادر اور بڑا بہادر وہ ہے جس پر ہول وہراس ایسے وقت میں طاری نہ ہو جس وقت کہ بزدل برچھیوں کی زد سے ڈر رہا ہو'' ملامت گر کو اب اس بات کا یقین ہو گیا کہ روز جنگ جب خوف وخطر کا سامنا ہوتا ہے تو ایک حیرت انگیز پہلوان سب سے آگے رہنے والا ہوتا ہے۔'' اب وہ دشمنوں پر جا پڑا اور دیر تک کشت وخون میں مصروف رہا۔

خوارج کا فرار

اسی اثنا میں اُس کے ساتھ والے لوگ بھی ہر طرف سے آ کر شریک ہوتے گئے اور ایسے سخت حملے کئے کہ خوارج جس جگہ پہلے تھے اُدھر ہی پلٹ جانے پر مجبور ہوئے۔یہ دیکھ کر مستورد اور اُسکے ساتھیوں کو اندیشہ ہوا کہ معقل اگر اسی کے متعاقب آ گیا تو ان لوگوں کو قتل کرنے میں کوئی امر اس کو مانع نہ ہوگا۔غرض وہ اور اُس کے ساتھی چل

کھڑے ہوئے۔ راہ دجلہ کو طے کر کے زمین بہر سیر تک پہنچے اُن کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ اُس کے مستقل بن قیس دجلہ کی راہ سے چلے مستورداب یہاں سے پرانے شہر کی طرف بڑھا۔ سماک بن عبید کو یہ خبر ہوگئی وہ دجلہ کے پار اُتر کر اپنے ساتھیوں اور اہل مدائن کو لے کر نکلا مدائن کے دروازہ پر صف بندی کر دی اور فصیل پر قدر افگن تیر اندازوں کو بٹھا دیا۔ خوارج کو یہ خبر پہنچی تو وہ اُدھر سے پلٹ گئے اور ساباط میں جا کر اُترے۔

ابوالرواغ کا تعاقب

ادھر ابوالرواغ ان کو ڈھونڈتا ہوا مدائن میں سماک بن عبید کے پاس پہنچا اُس نے بتا دیا کہ اس رخ پر وہ لوگ گئے ہیں۔ ابوالرواغ اسی رخ پر چلا اور ساباط میں پہنچ کر اُن کے مقابلے میں اترا۔

مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو یہ لوگ جو ابوالرواغ کے ساتھ تمہارے مقابل اترے ہیں معقل کے خاص اصحاب ہیں۔ واللہ اُس نے تمہارے لئے اپنے بڑے جاں نثاروں اور جیوٹ شہسواروں کو بھیج دیا ہے۔ واللہ اگر مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں سے ساعت بھر پیشتر بھی معقل کے پاس پہنچ سکتا ہوں تو میں اسی طرف جاؤں تم میں سے کوئی جائے دریافت کرے کہ معقل کہاں ہے کہاں تک پہنچا ہے۔ یہ سن کر ایک شخص چلا اُسے نومسلم بذ دجو مدائن کی طرف آ رہے تھے مل گئے۔ اُس نے اُن سے پوچھا کہ معقل بن قیس کی بھی کچھ خبر تم کو معلوم ہے اُنھوں نے کہا ہاں سماک بن عبید نے ایک پیک کو معقل کے پاس بھیجا تھا کہ دیکھے وہ کہاں تک پہنچا ہے کہاں اترنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

پل نہر الملک کا انہدام

اُس نے آ کر بیان کیا کہ جب میں چلا ہوں تو وہ دیلمایا میں مقام کیے ہوئے تھا (دیلمایا استان بہر سیر کے قریوں میں سے قدامہ بن عجلان ازدی کا ایک گاؤں ہے جو دجلہ کی جانب میں واقع ہے) اس نے پوچھا ہم میں اُن میں اس مقام سے کتنا فاصلہ ہوگا ان لوگوں نے کہا کوئی تین فرسخ کا۔ یہ خبر لیکر وہ شخص پلٹا اور اپنے سردار سے آ کر حال بیان کیا۔

مستورد کا خبر سننے کے بعد ردعمل

مستورد نے یہ خبر سنتے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا اُٹھو سوار ہو سب سوار ہوئے یہ سب کو لئے ہوئے ساباط کے پل تک پہنچا یہ پل نہر الملک پر بندھا ہوا تھا اب مستورد نہر کے اُس جانب تھا جدھر کوفہ تھا۔ ابوالرواغ اور اس کے اصحاب اُس پار تھے جدھر مدائن ہے۔ سب لوگ جب اُس پل پر پہنچ گئے تو مستورد نہ کہا کچھ لوگوں کو اب اترنا چاہیے کوئی پچاس آدمی اتر پڑے تو حکم دیا کہ اس پل کو کاٹ دو سب نے مل کر پل کو کاٹ دیا۔ ابوالرواغ کی فوج نے خوارج کے سواروں کو دیکھا کہ پل پر ٹھہرے ہوئے ہیں سمجھے کہ ہم سے لڑنے کے لئے اس پار آنا چاہتے ہیں جلد جلد صفیں درست کرنے لگے سنگر باندھنے لگے اپنے حال میں ایسے مشغول ہوئے کہ پل کے ٹوٹنے کی انھیں ذرا خبر نہ ہوئی ادھر انھوں نے اہل ساباط میں ایک ایسے شخص کو راہ بتانے کے لئے ساتھ لیا اُس سے کہہ دیا کہ جب تک دیلمایا میں نہ پہنچ جائیں ہماری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل نہ ہو۔ وہ آگے آگے دوڑتا ہوا چلا اور سرپٹ چال سے گھوڑے سب

کو لے اترے۔

معقل بن قیس پر خوارج کا حملہ

ایک گھڑی سے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ سب کے سب معقل کے سر پر جا پہنچے۔ جب اُس کے ساتھی روانہ ہو رہے تھے۔ اُس نے جب خوارج کو دیکھا تو سب لوگ اُس کے متفرق ہو چکے تھے۔ مقدمۃ الجیش بھی اُس کے قریب نہ تھا۔ ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ بڑھ گئے تھے کچھ روانہ ہو چکے تھے۔ اور وہ سب بے خبر تھے کسی کو کچھ حال معلوم نہ تھا۔

معقل نے خوارج کو دیکھ کر علم اپنا بلند کر دیا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا پکار کر کہنے لگا اللہ کے بندوں! زمین پر اتر آؤ کوئی دوسرا پر گھوڑوں سے اتر پڑے خوارج نے حملے شروع کر دیئے۔ اُن لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر برچھیوں کی نوکوں پر ان کو رکھ لیا۔ کچھ ان کا قابو نہ چل سکا۔ مستورد نے کہا گھوڑوں پر سے یہ لوگ اتر پڑے ہیں ان کو نہیں چھوڑ دو۔ ان کے گھوڑوں پر حملہ کر دو یہ پھر اپنے اپنے گھوڑوں کو نہ پا سکیں۔ گھوڑوں کو تم نے مار لیا تو سمجھو ایک گھڑی میں سب کے سب تمہارے شکار ہیں۔ یہ سنتے ہی سب کے سب گھوڑوں کی طرف اس طرح پلٹ پڑے کہ ان کے اور گھوڑوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ سب کی باگیں کاٹ دیں اور وہ ادھر ادھر نکل گئے اس کے بعد یہ خوارج اُن لوگوں کی طرف مڑ پڑے جو روانہ ہو چکے تھے یا آگے بڑھ گئے تھے ان پر بھی حملہ کر کے منتشر کر دیا۔

معقل بن قیس کا خاتمہ

اب یہ لوگ معقل بن قیس کی متوجہ ہوئے دیکھا کہ اُن کے اصحاب اسی طرح گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے ہیں۔ جاتے ہی حملہ کر دیا۔ وہ اُسی طرح ڈٹے رہے۔ اور پھر حملہ کیا اور وہ اسی طرح پیش آئے اور مستورد نے کہا اتر کر ان سے اب لڑنا بہتر ہے۔ آدھے سواروں کو اب اُتر جانا چاہیے۔ اس حکم پر آدھے لوگ اُتر پڑے، آدھے سوار رہے، پیادے الگ لڑ رہے۔

خوارج جس جگہ پہلے تھے ادھر ہی پلٹ جانے پر مجبور ہوئے یہ دیکھ کر مستورد اور اسکے ساتھیوں کو اندیشہ ہوا کہ معقل اگر اسی کے تعاقب آ گیا تو ان لوگوں کے قتل کرنے میں کوئی امر اس کو مانع نہ ہوگا۔ غرض وہ اور اس کے ساتھی چل کھڑے ہوئے۔ راہ دجلہ کو طے کر کے زمین بہرسیر تک پہنچے ان کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ اس کے پیچھے معقل بن قیس دجلہ کی راہ سے چلے۔ مستورد اب یہاں سے پرانے شہر کی طرف بڑھا۔ سماک بن عبید کو یہ خبر ہوگئی وہ دجلہ کے پار اتر کے اپنے فصیل اور اہل مدائن کو لے کر نکلا مدائن کے دروازہ پر حلف بندی کر دی۔ اور فصیل پر قدر افگن تیر اندازوں کو بٹھا دیا۔ خوارج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ادھر سے پلٹ گئے اور ساباط میں جا کر اترے ادھر ابوالرواغ ان کو ڈھونڈتا ہوا مدائن میں سماک بن عبید کے پاس پہنچا۔ اس نے بتا دیا کہ اس رخ پر وہ لوگ گئے ہیں۔ ابوالرواغ اسی رخ پر چلا اور ساباط میں پہنچ کر ان کے مقابلے میں اترا۔

خوارج کی جنگی چال اور معقل سے مقابلہ

مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو یہ لوگ جو ابوالروغ کے ساتھ تمہارے مقابل آرہے ہیں معقل کے خاص اصحاب ہیں واللہ اس نے تمہارے لیے اپنے بڑے جان نثاوں اور جیوٹ شہسواروں کو بھیج دیا ہے۔ اللہ اگر مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں سے ساعت بھر پشت میں معقل کے پاس پہنچ سکتا ہوں تو میں اسی طرف جاؤں۔ تم میں سے کوئی جائے دریافت کرے کہ معقل کہاں ہے کہاں تک پہنچا ہے۔ یہ سن کر ایک شخص چلا یا کہ نومسلم بدو جو مدائن کی طرف سے آرہے تھے مل گئے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ معقل بن شیس کی بھی کچھ خبر تم کو معلوم ہے انھوں نے کہا ہاں۔ ساک بن عبید نے ایک پیک کو معقل کے پاس بھیجا تھا کہ دیکھے وہ کہاں تک پہنچا ہے، کہاں اترنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے آکر بیان کیا کہ جب میں چلا ہوں تو وہ دیلمایا میں مقام کیے ہوئے تھا۔ (دیلمیا یا استان بہرسیر کے قریوں میں سے قدامہ بن عجلان ازوی کا ایک گاؤں ہے جو دجلہ کی جانب میں واقع ہے) اس نے پوچھا ہم میں اور ان میں اس مقام سے کتنا فاصلہ ہوگا؟ ان لوگوں نے کہا کوئی تین فرسخ۔ یہ خبر لے کر وہ شخص پلٹا اور اپنے سردار سے آکر حال بیان کیا۔

مستورد نے یہ خبر سنتے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا اٹھو سوار ہو۔ سب سوار ہوئے یہ سب کو لیے ہوئے ساباط کے پل تک پہنچا یہ پل ہزار الملک پر بندھا ہوا تھا اب مستورد نہر کے اس جانب تھا جدھر کوفہ ہے اور ابوالروغ اور اسکے اصحاب اس پار تھے جدھر مدائن ہے۔ سوار الگ حملہ کر رہے تھے۔ خوارج کو گمان غالب ہو گیا تھا کہ کوئی دم میں غالب ہوا چاہتے ہیں۔ کہ یکا یک ابوالرواغ مقدمہ فوج کو لیے ہوئے کمک کو آ گیا۔ اس مقدمہ میں معقل کے خاص خاص یار و مددگار بڑے بڑے سورما شہسوار تھے۔ انھوں نے قریب آتے ہی دشمن پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ بھی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ تلوار چلنے لگی، معقل و مستورد دونوں و مارے گئے۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی

خوارج میں عبداللہ بن عقبہ غنوی کے سوا کوئی نہ بچا ان سب سے زیادہ کم سن بھی یہی تھا۔ دو مرتبہ یہ داستان اسی کی زبان سے سننے میں آئی۔ ایک دفعہ مقام باجمیرا میں مصعب بن زبیر کے عہد گورنری میں اور دوسری دفعہ دیر الجاجم میں جب وہ عبدالرحمٰن بن الاشعث کے ساتھ تھا۔

عبداللہ علوی کے بچنے کا واقعہ

دیر جماجم میں جب اس نے یہ روایت بیان کی تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ یہی ذکر باجمیر میں نے کیا تھا۔ جب ہم لوگ مصعب بن زبیر کے ساتھ تھے میں نے تم سے یہ نہ پوچھا کہ آخر تم کیونکر بچ گئے اس پر عبداللہ غنوی نے کہا سنو جب ہمارا رئیس مارا گیا تو اس کے اصحاب بھی پانچ یا چھ شخص کے سوا سب قتل ہو گئے۔ اب ہم نے مخالفوں کی ایک جماعت پر جس میں کوئی بیس آدمی ہو نگے حملہ کر دیا۔ وہ سب متفرق ہو گئے میں پھرتا ہوا ایک گھوڑے تک پہنچ گیا اس پر زین بھی تھا، لگام بھی تھی، اس پر سوار پر کیا گزری مارا گیا یا اسے چھوڑ کر لڑنے کو اتر پڑا تھا مجھے کچھ نہیں معلوم میں نے لگام پر ہاتھ ڈالا، رکاب میں پاؤں رکھا اور سوار ہو گیا۔

عبداللہ بن عقبہ فرار

معقل کے سواروں نے میرا تعاقب کیا اور میرے قریب آ گئے۔ میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو معلوم ہوا کہ وہ باد پا اپنا جواب نہیں رکھتا۔ لوگوں نے میرے پیچھے گھوڑے ڈالے مگر مجھے نہ پا سکے۔ میں بھی دوڑتا ہوا چلا اب شام ہوگئی تھی۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ اب وہ مجھے نہیں پا سکتے تو میں گھوڑے کو پویہ اور دل کی چال سے لے کر چلا۔ اسی چال سے میں جا رہا تھا کہ ایک گنوار مل گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے آگے آگے چل پڑ اور ساتھ جو کوفہ کو جاتا ہے اس پر مجھے لگا دے وہ اس حکم کو بجا لیا۔ ایک گھڑی گزری ہوگی کہ میں کوثی تک پہنچ گیا اب میں نہر کے اس مقام پر آیا جہاں بہت وسیع وعرض تھی۔ گھوڑا اس میں ڈال دیا اور پار اتر گیا یہاں سے اسی گھوڑے پر دیر کعب تک میں آیا، اترا اور گھوڑے کو باندھ دیا تا کہ دم لے لے اور میں بھی ذرا اونگھ گیا۔

پھر بہت جلد بیدار ہوا اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر پچھلی رات کی تاریکی میں چل نکلا۔ جو کچھ رات رہ گئی تھی اسے غنیمت سمجھا۔ نماز صبح میں نے مزاحمیہ پڑھی جو قبین سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے، دن چڑھا تو میں نے ارادہ کیا کوفہ میں داخل ہوا اور سیدھا شریک بن نملہ محاربی کے پاس جاؤں۔

عبداللہ بن عقبہ کو امان

غرض میں نے اس سے جا کر اپنا حال اور اسکے ساتھیوں کا سب حال بیان کر دیا اور یہ درخواست کی کہ مغیرہؓ سے مل کر میرے لیے امان مانگ لے۔ اس نے کہا انشاء اللہ تیرے لیے امان ہے تو تو بڑی خوشخبری لایا ہے۔ رات بھر واللہ مجھے لوگوں کی فکر رہی۔

شیرک بن نملہ فوراً مغیرہؓ کے پاس گیا اجازت طلب کی، باریاب ہوا تو کہا میں ایک مژدہ بھی لایا ہوں اور ایک حاجت بھی ہے۔ حاجت پوری کیجیے تو مجھ سے مژدہ بھی سنیئے۔ فرمایا حاجت میں نے پوری کی۔ مژدہ سناؤ کہا عبداللہ بن عقبہ غنوی کو امان دیجیے کہ یہ بھی خوارج کے ساتھ تھا۔ فرمایا میں نے مان دی۔ آرزو تو واللہ مجھے یہ تھی کہ تو ان سب کو لے کر آتا اور میں سب کو امان دیتا۔ کہا مبارک ہو وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ میرا دوست ان کے ساتھ ہی تھا اسکا بیان ہے اسکے سوا کوئی ان میں سے نہیں بچا۔ فرمایا معقل پر کیا گزری کہا خدا آپ کا بھلا کرے ہمارے ساتھیوں کو اس کا کچھ علم نہیں ہے۔

مستورد بن علفہ اور معقل بن یسار کے قتل کا واقعہ

یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ابوالرواغ و مسکین بن عامر نے کر فتح کی مبارک باد دی۔ پھر یہ سرگزشت بیان کی معقل بن قیس و مستورد بن علفہ ایک دوسرے سے لڑنے کو نکلے۔ مستورد کے ہاتھ میں برچھی تھی، معقل کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ دونوں میں مقابلہ ہوا مستورد نے معقل کے سینہ پر برچھی ماری کہ اس کی سنان پشت کو توڑ کر نکل آئی۔ معقل نے تلوار اس کے سر پر لگائی جو دماغ تک اتر آئی گرنے سے پیشتر ہی دونوں کا کام تمام ہو گیا۔

ابوالرواغ کا مشورہ

مستورد بن علفہ جب ساباط سے پل کی طرف بڑھا اور اس نے پل کو کاٹ دیا تو معقل کے لشکر والوں کو یہی دھوکہ ہوا کہ وہ اس پار آ کر ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس بناء پر یہ لوگ ساباط کے تاریک مقام سے اس صحرا کی طرف

بڑھ گئے جو ساباط و مدائن کے درمیان واقع ہے، وہاں صف بندی و سامان جنگ میں مشغول ہوئے۔ جب عرصہ گزر گیا اور دشمن مقابلے میں آتا دکھائی نہ دیا تو ابوالرواغ نے کہا کہ اس میں کچھ نہ کچھ بھید ہے۔ کیا ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ان لوگوں کا حال دریافت کر کے ہمیں اطلاع دے عبداللہ اور وہیب بن ابی اشارہ ازدی نے کہا کہ ہم دریافت کر کے آپ کو مطلع کرتے ہیں۔

عبداللہ اور وہیب بن ابی اشارہ ازدی کا دشمن کے راز معلوم کرنا

یہ دونوں گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پل کے قریب آئے دیکھا کہ پل کاٹ دیا گیا ہے ان کو یہی گمان ہوا کہ انھوں نے ہم سے ہیبت کھا کر ہمارے رعب میں آکر پل کو قطع کر دیا ہے۔ وہاں سے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے رئیس کے پاس آئے اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ اس نے کہا تمہارا کیا گمان ہے؟ انھوں نے کہا پل اسی لیے کاٹ دیا ہے کہ ہماری ہیبت چھا گئی ہے۔ خدا نے ہمارا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ ابوالرواغ نے کہا سنتے ہو یقین مانو وہ لوگ بھاگے نہیں تم سے چال چلی گئی ہے۔ واللہ میرا گمان یہی ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہوگا کہ معقل نے اپنے خاص خاص رفیقوں کو ابوالرواغ کے ساتھ تمہارے مقابلہ میں بھیج دیا ہے اگر ہو سکے تو ان کو یہیں پر پڑا رہنے دو تم سب معقل اور اسکے ساتھ جو لوگ ہیں ان کی طرف جتنا جلد ہو سکے، روانہ ہوں وہاں جا کر تمھیں معلوم ہوگا کہ سب کے سب بے خبر اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے پل کو بھی اسی لیے کاٹ دیا ہے کہ تم اس میں مشغول رہو۔ ان کا تعاقب نہ کر سکو اور وہ تمہارے امیر پر عین غفلت میں جا پڑیں۔ اٹھو دوڑ و اور ان کو جانے نہ دو۔

مفرور فوجیوں کی ترغیب جنگ

ابولرواغ کی یہ بات اس طرح سب کے دل میں اتر گئی۔ کہ سمجھ گئے جو کچھ اس نے کہا واقعی یہی بات ہے۔ گاؤں والوں کو سب نے پکارا وہ دوڑے ہوئے آئے ان سے کہا بہت جلد پل باندھ دو اور بہت تاکید کر دی انھوں نے بھی دیر نہیں لگائی بہت ہی جلد پل سے فراغت پائی۔ یہ سب پار اتر گئے اور دشمن کے تعاقب میں اس قدر جلد چلے کہ راہ میں کسی شے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ انھیں کے نقش قدم پر چل رہے تھے جس سے پوچھتے تھے یہی کہتا تھا کہ ابھی ابھی وہ لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں۔ بس اب تم ان کو پا گئے بہت ہی قریب تم پہنچ گئے ہو۔ یہ لوگ اسی امید میں دوڑے چلے جاتے تھے کہ ان کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ پہلے ان کو کچھ لوگ شکست خوردہ بھاگتے ہوئے دکھائی دیئے، ایسے کوئی بدحواس مڑ کر نہیں دیکھتا تھا۔ ابوالرواغ نے آگے بڑھ کر آواز دی ارے ادھر آؤ ادھر آؤ یہ سن کر سب نے اس کے پاس پناہ لی۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو کہو تو سہی کیا ماجرا ہے۔ بولے ہم کو کچھ خبر نہیں بس یکا یک دشمن ہمارے لشکر پر ٹوٹ پڑے ہم لوگ اس وقت جمع نہ تھے۔ انھوں نے اور بھی ہم کو متفرق و منتشر کر دیا۔

امیر کے بارے میں معلومات

پوچھا امیر پر کیا گزری کوئی بولا وہ میدان میں اترا اور لڑ رہا ہے۔ کسی نے کہا میں تو جانتا ہوں کہ مارا گیا۔ یہ سن کر اس نے کہا یارو میرے ساتھ پھر چلو اگر ہمارا امیر زندہ ہے تو اس کے ساتھ شریک ہو کر لڑیں گے، اگر دیکھیں گے وہ قتل ہو گیا تو ہم خود دشمنوں سے قتال کریں گے۔ آخر ہم لوگ شہر کے نامور شہسواروں میں ہیں۔ اسی دشمن سے لڑنے

کے لیے ہم سب کا انتخاب ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حاکم کوفہ اور اہل کوفہ کی نظر سے گر جاؤ اگر دشمن کو تم پا جاؤ اور وہ معقل کو قتل کر سکے ہوں تو ان سے انتقام لیے بغیر یا مقابلہ کیے بغیر انھیں چھوڑ دینا بخدا تمھیں زیبا نہیں ہے۔ بس اب خدا کا نام لے کر روانہ ہو۔

عبدالرداغ کی کمک

غرض اب یہ بھی روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ وہ بھی چلے جس کو ابوالرداغ دستہ میں دیکھتا اسے پکارتا اور واپس لے چلتا۔ لشکر کے بڑوں سے بھی پکار کر کہہ دیا کہ جس جس رخ پر لوگ جار ہے ہوں ادھر سے انھیں واپس لے آؤ۔ اسی طرح لوگوں کو ساتھ لیتے ہوئے سب معقل کے لشکر تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ لشکر کا علم بلند ہے اور معقل کے ساتھ کوئی دو سو شخص یا کچھ زیادہ سب کے سب بڑے شہسوار اور نامور رہ گئے ہیں۔ اور سب کے سب پیادہ ہیں اور ایسی شدید جنگ ہو رہی ہے جو کبھی سننے میں نہ آئی ہوگی۔

یہ لوگ اس وقت پہنچے ہیں کہ خوارج کا غلبہ ہونے کو تھا مگر اس پر بھی معقل کے ساتھیوں کو دیکھا کہ بڑی جوان مردی و شجاعت دکھا رہے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھی کمک کو آ پہنچے تو حوارج پر پلٹ حملہ کیا۔ اب خوارج ذرا ہٹ گئے اور یہ لوگ بھی ان تک پہنچ گئے۔ ابوالرواغ نے معلق کو دیکھا کہ میدان کی طرف رخ کئے لوگوں کو ابھار رہا ہے اور جنگ پر آمادہ کر رہا ہے۔

عبدالرداغ کی بہادری

ابوالرواغ نے کہا میں فدا ہو جاؤں آپ پر آپ تو زندہ ہیں۔ معقل نے جواب میں ہاں کہا اور دشمن پر حملہ کیا اور ابوالرواغ نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا دیکھو تمہارا امیر زندہ سلامت موجود ہے بڑھو دشمنوں پر حملہ کرو۔ یہ سن کر سب کے سب نے حملہ کیا۔ اس سے خوارج کے سواروں پر بہت سخت چھوٹ پڑی۔ ادھر معقل اور اسکے ساتھیوں نے حملہ کیا۔ مستورد گھوڑے سے اتر پڑا، اپنے ساتھیوں کو پکارا اے جانبازو سرفروشوں زمین پر آ جاؤ۔ زمین پر ان ظالموں ان کمینوں سے سچے دل سے جہاد کرنے میں جو مارا جائے گا۔ قسم ہے اس نے خدا کے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس کے لیے جنت ہے۔ یہ سن کر اس کے ساتھ سب اتر پڑے اور ہم سب لوگ بھی اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کھینچ کر مستورد کی طرف چلے۔

مستورد کا قتل

دن کی کئی گھڑی اس طرح تلوار چلی کہ ایسا رن کبھی نہ پڑا ہوگا۔ مستورد نے معقل سے پکار کر کہا اے معقل مجھ سے لڑنے کو نکل۔ معقل یہ سنتے ہی نکل آیا۔ سب نے قسمیں دیدے کر سمجھایا کہ اس کتے کے مقابلے میں جسے خدا زندگی سے ناامید کر چکا ہے آپ کا نکلنا مناسب نہیں ہے۔ معقل نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مجھے لڑنے کو پکارے اور میں ہچکچا جاؤں۔ یہ کہہ کر شمشیر بکف بڑھا۔ حریف نیزہ تانے مقابل ہوا۔ لوگوں نے پکار کر کہا اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے۔ نیزہ ہی سے اسے کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ بات بھی اس نے نہ مانی۔ مستورد نے بڑھ کر نیزہ مارا

کہ پشت سے اسکا بھالہ نکل آیا۔ معقل نے تلوار ماری کہ اس کے دماغ تک اتر گئی۔ ادھر مستورد بے دم ہو کر گر پڑا۔

خارجی سپاہ کا خاتمہ

ادھر معقل بھی قتل ہو گیا۔ یہ جب لڑنے نکلا تو تو کہتا گیا تھا کہ میں قتل ہو جاؤں تو تم لوگوں کا امیر عمر بن محرز منقری ہوگا۔ غرض معقل جب مارا گیا تو فوج کا نشان عمرو بن محرز نے لیا۔ اور یہ کہا میں قتل ہو جاؤں تو امیر تمہارا ابوالرواغ ہوگا۔ ابوالرواغ بھی اگر قتل ہو جائے تو سب کا امیر مسکین بن عامر ہوگا۔ اور یہ شخص ابھی نوجوان عنوان شباب میں تھا یہ کہہ کر علم لیے ہوئے اس نے حملہ کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب خوارج پر حملہ کر دیں۔ پھر تو ان کو ذرا مہلت نہ دی سب کو قتل کر کے ڈال دیا۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے عبداللہ بن خازم کو خراسان کا عامل مقرر کیا اور قیس بن الہیثم وہاں سے واپس آیا۔

قیس بن الہیثم کی گورنری خراسان سے معزولی

سبب اس کا یہ ہوا کہ ابن عامرؓ نے دیکھا کہ قیس دیر کر کے خراج بھیجتا ہے اور اس کے معزول کرنے کا انھوں نے ارادہ کر لیا۔ ابن خازم نے ان سے کہا مجھے والی خراسان مقرر کیجئے میں آپ کو خراسان اور ابن ہیثم کی طرف سے بے فکر کر دونگا۔ اس پر ابن عامرؓ نے اس کے نام پر فرمان لکھ دیا یا لکھنے کو تھے۔ قیس کو یہ خبر پہنچی کہ اب عامر کا تم نے رتبہ نیچا کیا اور ہدیہ بھیجنا موقوف کر دیا وہ تم سے رنجیدہ ہو گئے ہیں۔ اور ابن خازم کو عامل خراسان مقرر کیا ہے۔ ابن خزام کا نام سن کر قیس ڈر گیا کہ آتے ہی جھگڑے لگا لے گا اور حساب کر لے گا۔ خراسان کو چھوڑ کر ابن عامر کے پاس چلا آیا۔ ابن عامر کو اس حرکت پر اور زیادہ غصہ آیا یہ کہہ کر تو نے سرحد کو چھوڑ دیا اس کو مارا اور قید میں بھی ڈالدیا۔ ایک شخص بنی یشکر سے تھا اسے خراسان روانہ کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اسلم بن زرعہ کلابی کو مقرر کیا۔

قیس بن الہیثم اور ابن خازم

ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے عہد معاویہ میں قیس بن ہیثم کو والی خراسان مقرر کیا تھا۔ اس پر ابن عازم نے کہا آپ نے ایک ذلیل آدمی کو خراسان روانہ کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا ہے کہ اگر جنگ پیش آئی تو لوگوں کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوگا۔ اس میں ملک ضائع اور آپ کی ننھیال والے رسوا ہو جائیں گے۔ ابن عامر نے پوچھا پھر کیا مناسب ہے۔ اس نے کہا فرمان میرے نام پر لکھ دیجئے اگر وہ دشمن کے مقابلے سے منہ پھیر لے گا تو میں اس کی جگہ پر کھڑا ہوگا۔ ابن عامر نے اس کے نام پر لکھ دیا۔ ادھر ملخارستان کی ایک جماعت نے سرکشی کی اور قیس نے ابن خازم سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس نے یہ رائے دی کہ تم یہاں سے سرک جاؤ اور ابھی تمام اطراف و جوانب کے لوگوں کو جمع کرو۔ قیس یہ سن کر چل کھڑا ہو گیا کوئی منزل دو منزل کے فاصلہ پر گیا ہوگا کہ ابن خازم نے اپنا فرمان نکال کر دکھایا اور سب کا رئیس بن کر دشمن کا مقابلہ کیا اور شکست دی۔

یہ خبر دونوں شہروں کوفہ، بصرہ میں اور شام میں پہنچی۔ قیس کی جماعت والے بہت ہی بڑے انھوں نے کہا ابن خازم نے قیس کو بھی دھوکا دیا اور ابن عامر کو بھی۔ اس بات نے بہت طول پکڑا نوبت یہاں تک پہنچی کہ معاویہ

سے جا کر شکایت کی۔

ابن خازم کی طلبی و بحالی

حضرت معاویہؓ نے ابن خازم کو بلا بھیجا وہ آیا اور معذرت کی۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کل صبح کو لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا عذر پیش کرنا۔ ابن خازم نے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کہا کہ خطبہ پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور مجھے بات کرنا بھی نہیں آتی۔ کل تم سب لوگ منبر کو گھیر کر بیٹھنا جو کچھ میں کہوں اس کی تصدیق کرتے جانا۔

غرض دوسری صبح کو خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ حمد و ثناء کی اسکے بعد کہا کہ خطبہ پڑھایا تو امام کا منصب ہے جسے اس کے سوا چارہ نہیں یا ایک احمق کا کام ہے جسکا دماغ چل گیا ہو جو منہ میں آئے بکتا چلا جائے۔ میں نہ امام ہوں نہ احمق ہوں۔ جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ میں بڑا آزمودہ کار ہوں محل و موقع کو تاڑ لیتا ہوں اور فوراً دوڑتا ہوں۔ جان جوکھوں کے مقام سے قدم نہیں سرکاتا، لشکر کشی میں حالات تقسیم غنیمت میں انصاف پسند ہوں۔ تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو اساب کو جانتا ہو میری تصدیق کرے۔ منبر کے گرد جو اس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر اس نے کہا امیر المومنین آپ کو بھی میں نے قسم دی ہے آپ جو کچھ جانتے ہوں کہہ دیجئے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔

قیس بن الہیثم کی رہائی

ایک روایت میں ہے کہ قیس خراسان سے ابن خازم کی مخالفت میں ابن عامر کے پاس چلا آیا۔ ابن عامر نے اسے سو کوڑے مارے ڈاڑھی منڈوا ڈالی قید کر لیا مگر اس کی ماں نے ابن عامر سے مانگ لیا اور انھوں نے رہا کر دیا۔

مروان اس سال امیر حج مقرر ہوا یہی عامل مدینہ بھی تھا۔ مکہ پر خالد بن العاص بن ہشام مقرر تھا۔ کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ اور منصب قضا پر کوفہ میں شریح بصرہ و فارس و بجستان و خراسان پر ابن عامر کی حکومت تھی اور عمیر بن یثربی کو عہدہ قضا حاصل تھا۔

زیاد بن ابوسفیان

۴۴ھ ہجری کے واقعات

عبداللہ بن عامرؓ کی معزولی

اسی سال عبدالرحمٰن بن ولید کے ساتھ مسلمان بلاد روم میں داخل ہوئے اور وہیں جاڑہ بسر کیا اور بسر بن ارطاۃ نے دریا میں جنگ کی۔

اسی سال معاویہؓ نے ابن عامر کو حکومت بسرہ سے معزول کر دیا۔ اسکا سبب یہ ہوا کہ ابن عامرؓ بہت ہی نرم دل اور کریم الطبع تھے۔ جاہلوں کی دست درازی کو نہ روکتے تھے اسی سبب سے ان کے زمانے میں بصرہ میں خرابیاں پھیلیں۔ ابن عامر نے زیاد سے اہل بصرہ کی شکایت کی اس نے کہا تلوار میان سے نکال کر ان کی خبر لو اس نے کہا ان کی اصلاح کے لیے اپنے نفس کی خرابی کروں یہ مجھے گوارا نہیں۔ ابن عامر کی حکومت اس قدر ضعیف تھی کہ کسی کو سزا نہ دیتے تھے۔ چور کے ہاتھ نہ کاٹتے تھے، لوگوں نے کہا بھی تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ مجھے لوگوں سے ایک الفت ہے جسکے باپ یا بھائی کا ہاتھ میں نے قطع کیا ہو اس سے پھر کیا چار آنکھ کرونگا۔

بصرہ میں جاہلوں کا غلبہ

اسی زمانے میں ابن الکوا معاویہؓ کے پاس گیا۔ امیر معاویہؓ نے یہاں کا حال اس سے پوچھا اس نے کہا بصرہ میں جاہلوں کا غلبہ ہے اور حاکم وہاں کا کمزور ہے۔ ابن عامر کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے طفیل بن عوف یشکری کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس سبب سے کہ ابن الکوا کو اس سے عداوت تھی۔ اس پر ابن الکوا کہنے لگا کہ ابن دجاجہ کیسا بھولا ہے سمجھتا ہے کہ طفیل کے حاکم خراسان ہونے سے میں جل جاؤں گا۔ خدا کرے دنیا میں جتنے یشکری ہیں سب کے سب مجھ سے عداوت کریں اور وہ سب کو حام بنا دے۔ یہ سبب ہوا امیر معاویہؓ کے ابن عامرؓ کو معزول کر دینے اور حارث بن عبداللہ ازدی کو وہاں بھیج دینے کا۔

روایت ہے کہ ابن عامرؓ نے لوگوں سے پوچھا سب سے زیادہ ابن کوآپ کا دشمن کون ہے؟ عبداللہ بن ابی شیخ کا نام لیا گیا۔ انھوں نے اسے حاکم خراسان مقرر کیا تھا جس پر ابن کوآ نے وہ بات کہی جس کا ذکر ابھی گزرا۔

ابن عامر کی دمشق میں طلبی

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت اب عامرؓ نے حضرت معاویہؓ کے پاس ایک وفد روانہ کیا یہ لوگ اس وقت پہنچے جس وقت اہل کوفہ کا وفد بھی وہاں آیا ہوا تھا اور ان میں ابن کوا یشکری بھی تھا۔ معاویہ نے ان لوگوں سے عراق خصوصاً اہل بصرہ کا حال پوچھا ابن کوا بول اٹھا امیر المومنین اہل بصرہ کو وہاں کے بیہودہ لوگ لوٹ کر کھا گئے اور حکومت

کی طرف سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ ہی ابن عامر ے کو امیر معاویہ کی نظر میں بہت ہی عاجز و کم زور اس نے ثابت کیا۔ امیر معاویہؓ نے اسے ٹوکا بھی کہ تم اہل بصرہ کی طرف سے کیوں کہہ رہے ہو وہ لوگ خود یہاں موجود ہیں۔ یہ وفد جب بصرہ کو واپس ہوا تو ابن عامرؓ سے سب ماجرا بیان کیا اس پر ابن عامر کو غیظ و غضب آیا اور انھوں نے فرمایا اہل عراق میں سب سے زیادہ کون شخص ابن کو اسے عداوت رکھتا ہے؟ عبداللہ بن ابی شیخ یشکری کا نام لیا گیا۔ انھوں نے اسے والی خراسان کر دیا جب ابن الکوا نے یہ ذکر سن کر وہ بات کہی جس کا ذکر گزرا۔

تین اہم شرائط

جب ابن عامرؓ کا نا قابل ہونا مشہور ہوا تو معاویہؓ نے ملاقات کرنے کے لیے انھیں لکھ بھیجا۔ ابن عامرؓ نے قیس بن ہیثم کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور خود امیر معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہؓ نے انھیں عہدہ پر بحال کر دیا۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو معاویہؓ نے کہا میں تین چیزوں کا سوال تم سے کرتا ہوں کہ دو کہ مجھے منظور۔ ابن عامرؓ نے کہا مجھے منظور اور میرا باپ ام حکیم ہے۔ معاویہؓ نے کہا میں نے جو عہدہ تم کو دیا ہے اسے واپس کر دو اور خفا نہ ہو۔ کہا مجھے منظور۔ پھر کہا تمہاری جائیداد جو عررہ میں ہے مجھے دیدو۔ کہا مجھے منظور۔ کہا تمہارے جتنے مکان مکہ میں ہیں سب مجھے دیدو۔ کہا مجھے منظور۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا تم نے قرابت کا پاس کیا۔ اب ابن عامرؓ نے کہا امیر المومنین میں بھی آپ سے تین چیزوں کا سودا کرتا ہوں کہہ دیجئے مجھے منظور۔ معاویہ نے کہا مجھے منظور اور ہند میری ماں ہے۔ کہا میری جائیداد جو عرفہ میں ہے مجھے واپس کر دیجئے۔ کہا مجھے منظور۔ کہا میرے کسی عامل سے حساب نہ لیا جائے اور میری کسی معاملہ سے تعرض نہ کیا جائے۔ کہا مجھے منظور۔ عرض کیا اپنی بیٹی ہند میرے نکاح میں دیجئے۔ کہا مجھے منظور۔

ابن عامر کی معزولی

یہ بھی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے ابن عامر سے کہا کہ یا تو یہ بات قبول کرو کہ ہم تم سے باز پرس کریں اور جو کچھ مال تم کو پہنچا ہے اسکا حساب کریں اور بعد ازاں تم کو تمہارے عہدہ پر بحال کر دیں یا اپنی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ۔ میں وہ سب مال جو تم کو پہنچا ہے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس پر ابن عامر نے عہدہ سے دستبردار ہو گئے اور مالی معاملات میں باز پرس سے برات حاصل کر لی۔

استحاقِ زیاد

اسی سال معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو اپنے باپ ابوسفیان کے نسب میں شریک کیا۔

جب زیاد معاویہؓ کے پاس حاضر ہوا تو ایک شخص بنی عبدقیس کا اس کے ساتھ آیا تھا اس نے زیاد سے کہا کہ ابن عامر میرے محسنوں میں ہیں تمہاری اجازت ہو تو میں ان سے ملوں۔ زیاد نے کہا اس شرط پر کہ تمہارے اور ان کے درمیان جو کچھ باتیں ہوں مجھ سے آ کر بیان کر دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اجازت مل گئی اور یہ ابن عامر سے ملا۔ انھوں نے کہا ''ہاں ہاں ابن سمیہ میرے امور میں اعتراضات کیا کرتا ہے اور میرے کارندوں کو برا کہتا ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریش سے ایک قسامہ لے کر آؤں گا۔ (پچاس آدمی جو قسم کھائیں) وہ اس بات پر حلف اٹھائیں گے کہ ابوسفیان نے کبھی سمیہ کی صورت تک نہیں دیکھی''

زیاد کے حکم کی تعمیل

جب یہ واپس ہوا تو زیاد نے حال پوچھنا چاہا پہلے اس نے بیان کرنے سے انکار کیا۔ اس نے کسی طرح پیچھا نہ چھوڑا آخر اسے کہ دینا پڑا۔ زیاد نے جا کر امیر معاویہؓ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ معاویہ نے اپنے اوجب کو حکم دیدیا کہ ابن عامر آنے لگیں تو پہلے ہی پھاٹک پر سے ان کی سواری واپس کر دے۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ ابن عامرؓ نے یزید سے آ کر شکایت کی۔ یزید نے پوچھا تم نے زیاد کا تو کچھ فکر نہیں کیا تھا۔ ابن عامر نے کہا کیا تو تھا۔ یہ سن کر زیاد اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے حضرت معاویہؓ کے پاس آیا۔ امیر معاویہؓ نے ابن عامر کو دیکھتے ہی مجلس برخاست کی اور محل کی طرف رخ کیا۔ یزید نے یہ دیکھا تو ابن عامر سے کہا تم بیٹھو وہ کب تک اپنی نشست کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھے رہیں گے۔

امیر معاویہؓ اور ابن عامر میں مصالحت

ان دونوں کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہوگئی تو امیر معاویہؓ محل سے باہر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں اسے دروازوں پر مارتے جاتے تھے اور یہ کسی کا شعر پڑھتے جاتے تھے۔

ہماری اور راہ یتیم باری اور
اس بات کو سب لوگ جان چکے ہیں

پھر بیٹھ گئے اور ابن عامر سے کہا کیا تمہیں نے زیاد کے بارے میں زبان کھولی ہے۔ سنو واللہ تمام عرب اس سے آگاہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ معزز میں تھا اور اسلام نے اور بھی میری عزت بڑھادی۔ کیا زیاد کے سبب سے کچھ کمی مجھ میں تھی جو پوری ہوگئی ہو۔ یا میری ذلت عزت سے بدل گئی ہو۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے ہاں اس کو میں نے جس بات کا حقدار پایا وہ سلوک اس کے ساتھ میں نے کیا۔ا

امیر المومنین کا قول

بن عامر نے کہا امیر المومنین میں اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں۔ زیاد کی جس میں خوشی ہو وہی زبان سے نکالوں گا۔ سیدنا معاویہؓ نے فرمایا اب ہم بھی جس میں تمہاری خوشی ہوگی وہی بات کریں گے۔ ابن عامر اٹھ کر زیاد کے پاس گئے اور اسے راضی کر لیا۔

روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں جب آیا تو کہنے لگا کہ جس کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں اور جس بات کا تم سے طالب ہوں اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ سب نے کہا ہم سے جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔ اس نے کہا امیر معاویہؓ کے نسب میں مجھے شریک کر دو۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی تو ہم نہیں دے سکتے۔ اب زیاد بصرہ میں آیا وہاں ایک شخص نے اس کے حق میں گواہی دیدی۔

امیر حج معاویہؓ بن ابی سفیان

اس سال کا حج معاویہ نے لوگوں نے کیا۔ اسی سال مروان نے مسجد میں مقصورہ بنایا اور بتایا جاتا ہے کہ

حضرت معاویہؓ نے بھی شام میں مقصور بنایا۔ اور ۴۴ ہجری میں جو حکام و عمال مختلف ممالک میں تھے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں وہی لوگ اس سال بھی اپنے اپنے منصب پر رہے۔

۴۵ ہجری کے واقعات

حارث بن عبداللہ کی معزولی

حضرت معاویہ نے ابن عامر کو معزول کر کے اسی سال کے شروع میں حارث بن عبداللہ ازدی الشامی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ امیر معاویہ کا ارادہ یہ تھا کہ زیاد کو یہ عہدہ دیں لیکن فرس محلل کی طرح (گھڑ دوڑ کا وہ گھوڑ جو جیتے تو حصہ لے ہارے تو کچھ نہ دے) حارث کو عامل بصرہ کر دیا تھا۔ حارث نے پولیس سربراہ عبداللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی کو مقرر کیا تھا۔ چار مہینے بعد امیر معاویہ نے حارث کو معزول کر کے زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا۔

زیاد کا بصرہ پر تقرر

زیاد پہلے کوفہ میں مسلمان بن ربیعہ باہلی کے گھر اترا۔ حضرت مغیرہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ زیاد والی کوفہ ہو کر آیا ہے۔ انھوں نے وائل حضرمی کو جسے ابو ہنیدہ بھی کہتے تھے، اس بات کی خبر لگانے کے لیے زیاد کے پاس بھیجا۔ وہ زیاد کے پاس آیا مگر کچھ حال نہ کھلا۔ شگون و فال میں اسے بہت دخل تھا واپس جانے کے لیے زیاد کے پاس سے نکلا تو کوے کو بولتے سنا۔ پلٹ کر اس نے زیاد سے کہہ دیا کہ یہ کوا تو تمھیں کہاں سے روانہ ہونے کے لیے کہہ رہا ہے۔

اسی دن ایک قاصد امیر معاویہ کا زیاد کے پاس یہ حکم لے کر پہنچا کہ بصرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

یہ بھی روایت ہے کہ مغیرہ امارت کوفہ پر تھے کہ انھیں خبر ملی کے زیاد اس منصب پر آیا چاہتا ہے۔ انھوں نے قطن بن عبداللہ حاوثی کو بلا کر کہا کہ تم میرا اتنا کام کرو گے کہ جب تک میں امیر معاویہ کے پاس جا کر واپس آؤں کوفہ کی نگرانی کرتے رہو۔ اس نے کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا۔ اب انھوں نے عینیہ بن نہاس عجلی کو بلوایا اور یہی استدعا اس سے کی اس نے منظور کر لیا۔ مغیرہؓ امیر معاویہؓ کے پاس جانے کو روانہ ہو گئے اور جا کر ان سے درخواست کی کہ مجھے معزول کر دیجیے اور وہ سب مکان جو مقام قرقیسا جوار بنی قیس میں واقع ہیں مجھے عنایت کیجیے۔

اشراف کو بدگمانی کا اندیشہ

یہ سن کر معاویہ کو ان سے اشراف کا اندیشہ ہوا قسم کھا کر کہا کر واللہ تم اپنی خدمت پر واپس چلے جاؤ۔ انھوں نے انکار کیا معاویہؓ کی بدگمانی اور زیادہ ہو گئی۔ اور احراان کو واپس آنا ہی پڑا۔ رات گئے کوفہ پہنچے اور دارالامارہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک نگاہبان جو قصر کے اوپر پہرا دے رہا تھا کہتا ہے کہ مغیرہ کے دروازہ کھٹکھٹانے سے ہم سب لوگوں میں تشویش پھیل گئی اور مغیرہؓ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اوپر سے پتھر نہ آئے۔ اپنا نام بتایا۔ پہرے والا کوٹھے سے اتر کر آیا خیر مقدم کہا اور سلام کیا مغیرہ نے کسی کا شعر پڑھا۔

اے ام عمرو جب میں دور کے سفر پر آمادہ ہوں تو مجھ سے ڈرتی رہ۔

اور کہا ابن سمیہ کے پاس ابھی جا اسے شہر سے نکال دے دیکھ پل کے اس پار جا کر اسے صبح ہو۔ غرض یہاں

سے لوگ روانہ ہوئے اور صبح ہونے کے پیشتر ہی زیادہ کو پل کے پار کر دیا۔

زیاد کی بصرہ آمد

معاویہ نے زیاد کو بصرہ وخراسان وسجستان کا حاکم کر دیا پھر ہندو بحرین وعمان بھی اس کے ماتحت کر دیئے۔ اخر ربیع الآخر یا یکم جمادی الاولی ۴۵ ہجری میں زیادہ بصرہ میں داخل ہوا اس وقت فسق وفجور بصرہ میں علانیہ طور پر پھیلا ہوا تھا۔ زیادہ نے خطبہ تبراء (جس میں حمد باری تعالیٰ سے ابتدا نہ کی جائے) پڑھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمد باری تعالیٰ بھی تھی۔

خطبہ زیاد

خدا کے فضل واحسان کا شکر ہے اور ہم اس سے مزید نعمت کے خواستگار ہیں۔ خداوندا جس طرح تو نے نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اسی طرح شکر نعمت کے ادا کرنے کی توفیق بھی ہم کو دے۔

سنو سخت جاہلیت اندھا دھند گمراہی اور بدکاری جو دوزخ کو ہمیشہ کے لیے مشتعل کر دیتی ہے یہ وہی بڑے بڑے جرائم ہیں جو تم میں سے انالائق لوگ کر گزرتے ہیں اور عقلاک بھی لپیٹ لیتے ہیں۔ بوڑھے ان افعال سے پرہیز نہیں کرتے، بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں۔ تم نے تو جیسے آیات ربانی کو سنا ہی نہیں، خدا کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں، یہ جانتے ہی نہیں کہ چھٹکارا ہی نہیں۔ کیا تم بھی ان لوگوں میں ہو جن کی آنکھوں میں حرص ودنیا نے خاک جھونک دی، جن کے کانوں میں ہوس وخواہش نے ڈاٹیں دیدی، جنھوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پسند کیا۔ دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں وہ بدعت کی جو پہلے کسی نہ کی تھی۔ حرافات کھلے رہنے دیئے کم زور بیچاروں کو دن دھاڑے لٹنے دیا جن کی گنتی کچھ کم نہیں ہے۔

باغیوں کی لوٹ مار

کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو اور اچکوں کی پردہ پوشی کرتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی طرح کرتا ہے۔ جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر و نہ قیامت کا اندیشہ۔ نالائقوں کے نقش قدم پر چلتے تو پھر تم کہاں کے لائق رہے۔ تم ان کو اپنی پناہ میں اس طرح لیے رہے کہ انھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی اور پھر تمہارے پس پشت گوشہ رسوائی میں آ کر چھپ رہے۔ جب تک میں ان کی جائے پناہ کو ڈھا نہ دوں اور جلا کے خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پینا حرام ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائے گی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ پائی ہو۔ سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر وتعدی نہ ہو۔ واللہ باللہ میں غلام کا مواخذہ آقا سے، مسافر کا مقیم سے، مستمند کا اقبال مند سے، بیمار کا تندرست سے کروں گا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے گا تو یہ مثل زبان پر ہوگی۔ انج یا سعد فقد قتل سعید یا یہ ہوگا کہ تمہاری برچھیاں میرے لیے سیدھی ہو جائیں گی۔

برائیوں کے خلاف جہاد

منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔تم پر کوئی میرا جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی کرنا تمھیں جائز ہے۔تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اس کے نقصان کا ذمہ دار ہوں۔دیکھو ڈاکہ کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو ڈاکو گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا۔بس تمھیں اتنی مہلت دیتا ہوں جتنے عرصے میں کوفہ تک خبر لے جائیں اور واپس آ جائیں۔دیکھو کسی سے دعویٰ جاہلیت میں نہ سننے پاؤں جس کے بارے میں سنوں گا کہ اس نے ایسا کلمہ زبان سے نکالا، میں اس کی زبان کاٹ ڈالونگا۔تم لوگوں نے وہ کرتوت کیے جو پہلے نہ تھے۔ہم نے بھی ہر گناہ کے لیے سزا مقرر کر رکھی ہے۔کوئی کسی کو ڈبو دیگا تو میں بھی اسے ڈبو دونگا، کوئی آگ لگائے گا تو میں بھی اسے جلا دونگا، کوئی شخص کسی گھر میں نقب لگائے گا تو میں بھی اس کے قلب میں سوراخ ڈالدونگا، کوئی اگر کسی شخص کے لیے قبر کھودیگا میں اسی کو جیتا اس میں گاڑ دونگا۔اپنے ہاتھ کو اپنی زبان کو مجھ پر دراز نہ کرنا میں بھی اور اپنے ہاتھ اپنی ایذا رسانی تم سے باز رکھونگا۔عام رسم و دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوگی تو میں اسکی گردن مارونگا۔

یہ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان عداوت چلی آتی ہے اب میں نے ان باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا۔تم میں جو نیک لوگ ہیں انھیں چاہیے اپنی نیکی کو زیادہ کریں جو برے لوگ ہیں اپنی بدی سے باز آ جائیں۔اگر میں وہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی ہے تب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کرونگا۔جب تک کہ اعلانیہ روگردانی و سرکشی نہ کرے ہاں اس صورت میں اسے میں دم نہ لینے دونگا۔اب تم اپنے اپنے کاموں میں از سر نو مصروف ہو جاؤں اور اپنے خیالات کو درست کرو۔کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں۔جو خوش ہو جائیں گے

اے لوگو ہم لوگ تمہارے سردار ہیں تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی اسی رو سے ہم تم پر حکم چلائیں گے، خدا نے جو مال غنیمت ہم کو بخشا ہے اس سے ہم تمہاری حفاظت کریں

گے۔ ہمارا حق تم پر ہے کہ ہماری مرضی کے مطابق ہماری اطاعت کرو۔اور تمہارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حکومت میں عدل کریں۔ ہماری خیر خواہی کر کے تم اپنے آپ کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہر گز ایسا نہ کرونگا۔ کوئی حاجتمند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اس سے روپوش نہ ہونگا۔ کسی کی تنخواہ کو یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکونگا۔ تمہارے لیے کسی فوج کو بھی نہ رکھونگا۔ تمھیں چاہیے کہ اپنے ائمہ کی بہبود کے لیے خدا سے دعا کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں تمھیں ادب دینے والے ہیں۔ تمہاری جائے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو۔

اور سنو تم نیک ہو جاؤ تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے۔ ان کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو کہ اس سے تم غم وغصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے۔ ایسی حاجت کے طلبگار نہ ہو جو پوری کی جائے تو تم کو ضرور پہنچائے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے مقابلے میں کیا کرے۔ جب دیکھنا کہ میں تم لوگوں میں کوئی حکم جاری کرنا چاہتا ہوں تو اسے آسانی سے جاری ہونے دو۔ واللہ تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے، ہر شخص کو چاہیے کہ میرے مقتولوں میں شامل ہونے سے بچے۔

اہل بصرہ کا ردعمل

عبداللہ بن اہتم نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں اعتراف کرتا ہوں کہ خدا نے آپ کو دانائی اور قوت فیصلہ عنایت فرمائی ہے۔ زیاد نے کہا تم نے غلط کہا یہ مرتبہ حضرت داؤد کو ملا تھا۔

احنف نے کہا اے امیر آپ نے جو کچھ کہا خوب کہا لیکن آزمائش کے بعد ستائش اور عطار کے بعد سپاس چاہیے۔ ہم بھی تعریف نہ کریں گے جب تک احتجاج نہ کرلیں۔ زیاد نے کہا یہ بات صحیح ہے۔

پھر ابن ادیہ آہستہ آہستہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا خدا نے اس کے خلاف خبر دی ہے۔ اور فرماتا ہے "**وابراهيم الذى وفى الا تزر اوازرو وزر اخرى وان ليس للانسان الا ماسعى** "یعنی صحف موسیٰ وابراہیم میں لکھا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان جیسا کریگا ویسا پائے گا، اے زیاد تم نے جو وعدہ کیا اس سے بہتر خدا نے ہم سے وعدہ کیا۔ زیاد نے جواب دیا کہ تم لوگ جو بات چاہتے ہو ہم خون کے دریا میں تیرے بغیر وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے جس خوش بیان کو تقریر کرتے سنا اس اندیشہ میں کہ کہیں اب بگڑ نہ جائے یہی جی چاہا کہ بس خاموش رہے مگر زیاد نہ تھا وہ تو جس قدر زیادہ تقریر کرتا

اسکا کلام اتنا ہی جید ہوتا جاتا۔

اہل بصرہ پر پابندیاں

زیاد نے پولیس کی سربراہی عبداللہ بن حصن کو دی اور لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ کوفہ تک خبر پہنچا کر واپس آسکیں اور عشاء کی نماز سب سے آخر میں پڑھا کرتا تھا اور کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۃ بقر یا اتنا ہی بڑی اور سورت قرآن شریف سے ترتیل کے ساتھ تلاوت کرے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اتنا انتظار اور کرتا تھا کہ چلنے والا مقام خریبہ تک پہنچ جائے۔ اب پولیس کو یہ حکم ہوتا تھا کہ نکلے اور جسے پائے قتل کرے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی اعرابی کو زیاد کے پاس پکڑ لائے۔ اس سے زیاد نے پوچھا کہ جو حکم پکارا گیا تھا تو نے سنا تھا۔ اس نے کہا بخدا میں نے نہیں سنا۔ میرا اپنی دودھیل اونٹنی کو لیے ہوئے آ رہا تھا کہ رات ہوگئی اور مجبور ہو کر ایک مقام پر صبح تک ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا مجھے مطلق علم نہیں ہے کہ امیر نے کیا حکم دیا تھا۔ زیاد نے جواب دیا واللہ مجھے یہی گمان ہے کہ تو سچ کہتا ہے لیکن تیرے قتل کرنے میں اس امت کی بہتری ہے۔ حکم دیا اور اس کی گردن ماری گئی۔

زیاد کا انتظام حکومت

امیر معاویہؓ کی سلطنت کو مستحکم کر دیا۔ جس نے لوگوں کو اطاعت زاری پر مجبور کر دیا، جس نے سزا دینے میں سبقت کی، جس نے تلوار کو برہنہ کیا، جس نے تہمت پر گرفتار کر لیا اور جس نے شبہ پر سزا دیدی۔ اس کی شاہی کے زمانہ میں لوگ اس سے بے حد ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک کو دوسرے سے کچھ کھٹکا نہ رہا تھا۔ کسی شخص کی کوئی چیز گر پڑتی تو کوئی اسے نہ چھوتا۔ جس کا مال تھا وہی جب آتا تو اٹھالیتا۔ عورت اپنے گھر کا دروازہ بند کیے بغیر سو جاتی۔ اس نے ایسا انتظام کیا جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

مدینہ رزق کی تعمیر

اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر سمائی ہوئی تھی کہ اتنی کسی کی ہیبت آج تک نہ ہوئی تھی۔ تنخواہیں اس نے جاری کیں اور پورے شہر جتنا محکمہ تقسیم رزش تعمیر کیا۔

ایک دفعہ زیاد نے عمیر کے گھر سے گھنٹی کی آواز سنی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ پاسبانی۔ کہا اسے موقوف کردیں اصطخر سے جو مال انھوں نے حاصل کیا ہے اس میں کچھ جائے گا تو میں اسکا ضامس ہوں۔ اس کے پولیس ملازمین چار ہزار تھے ان لوگوں پر سربراہ عبداللہ بن حصن تھا جو صاحب مقبرہ ابن حصن اور قبیلہ بنی عبید بن ثعلبہ سے تھا اور جعد بن قیس تیمی صاحب طاق جعد تھا۔ یہ دونوں انتظامیہ کے سردار تھے ایک دن یہ دونوں چھوٹے نیزے ہاتھ میں لیے ہوئے زیاد کی اردلی میں اس کے آگے آگے چل رہے تھے کہ دونوں میں تنازعہ ہوگیا۔ زیاد نے کہا او جعد حربہ ہاتھ سے ڈال دے اس نے ڈالدیا۔ جب سے لے کر زیاد کے مرنے تک ابن حصن اس عہدہ پر باقی رہا۔ کہا گیا ہے کہ بدکار و بداطوار لوگوں کے امور پر زیاد نے جعد کو مقرر کیا وہ ایسے ہی لوگوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔

بصرہ میں امن وامان

زیاد سے کسی نے کہا کہ راہیں پرخطر ہیں اس نے جواب دیا کہ بصرہ میں پہنچنے کے علاوہ مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے۔ بصرہ پر میں غلبہ حاصل کرلوں اور انتظام کردوں یہ چاہتا ہوں اگر اہل بصرہ مجھ پر غالب ہو گئے تو اور شہروں کے لوگ تو زیادہ غالب ہو جائیں گے۔ بصرہ کا انتظام جب کر چکا تو اور بھی جہاں تک اس سے ہو سکا قانون مستحکم کر دیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہاں سے لے کر خراسان تک کسی کی ایک ڈوری جاتی رہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے چرالی لے۔

اس نے مشائخ بصرہ کے پانچ سو نام لکھے جو اسکی صحبت میں تھے اور تین سو سے پانچ سو تک ان کا ذریعہ معاش معین کر دیا۔ اس پر حارثہ بن بدر نے اس کی شان میں قصیدہ لکھا۔

صحابہ کبارؓ کی حکومت میں شرکت

زیاد نے صحابہ کرام میں سے چند کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ ان حضرات میں سے حضرت عمرانؓ بن حصین خزاعی کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ حکم بن عمرو غفاری کو والی خراسان کر دیا۔ انھیں لوگوں میں حضرت سمرہ بن جندب، حضرت انس بن مالک، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کا بھی نام ہے۔ حضرت عمران نے اپنی خدمت سے استعفیٰ دیا زیادہ نے قبول کرلیا۔ اور حضرت عبداللہ ن فضالہ لیثی کو پھر ان کے بھائی جاصم بن فضالہ کو پھر زرارہ بن اوفی جرِی کو قاضی مقرر کیا اور زرارہ کی بہن لبابہ زیاد کے عقد میں تھی۔

زیاد پہلا شخص ہے جسکے آگے آگے حربے اور ڈنڈے ہاتھوں میں لیے ہوئے سپاہی دوڑا کرتے تھے۔ اس نے پانچ سو سپاہی پہرہ پر مقرر کیے تھے کہ وہ مسجد کو چھوڑ کر کہیں جا سکتے نہ تھے۔ شیبان جو صاحب مقبرہ شیبان اور قبیلہ بنی سعد سے ہے ان کا سردار تھا۔

خراسان کی تقسیم

زیاد نے خراسان کے چار صوبے کر دیئے تھے۔ مرو پر امیر بن احمر یشکری کو، ابرشہر پر خلید بن عبداللہ حنفی کو، مرورذ ناریاب و طالقان پر قیس بن الہیثم کو۔ بہرات دباد غیس و فارس و بوشنج پر نافع بن خالد طاحی کو مقرر کیا تھا۔

نافع پر عتاب

ایک دفعہ نافعہ پر زیاد نے عتاب کیا قید کرلیا اور ایک لاکھ کوئی کہتا ہے آٹھ لاکھ کا رمنہ اس پر عائد لکھا۔ سبب یہ ہوا کہ زیاد کے پاس فادر زہر کا بنا ہوا ایک خوانچہ کسی نے بھیجا تھا اس کے چاروں پائے بھی فادزہر کے تھے۔ نافع نے ایک پایہ اس کا نکال کر سونے کا پایہ لگا دیا۔ خوانچہ اپنے غلام کے ہاتھ زیاد کے پاس روانہ کیا اس کا نام زید تھا۔ یہ نافعہ کے تمام امور میں بہت دخل انداز تھا۔ اس نے زیاد سے نافع کی شکایت کی اس سے کہ دیا کہ نافع نے آپ کے ساتھ خیانت کی ہے خوانچہ کا ایک پایہ نکال کر اسکی جگہ سونے کا پایہ لگا دیا ہے۔

نافع کی رہائی

ازد قبیلہ کے بڑوں میں سے چند شخص جن میں سیف بن وہب معولی شریف قوم تھا، زیاد کے پاس آئے

وہ مسواک کر رہا تھا سیف نے یہ شعر پڑھا۔
اذکر بنا موقف افراسین ۔ بالحنو اذانت الینا فقیر
یعنی مقام حنو میں گھوڑوں کو روک روک ہمارا ٹھہر جانا ذرا یاد کر۔ جبکہ تجھے اس بات کی ضرورت تھی۔
صبرہ نے ایک زمانے میں زیاد کو پناہ دی تھی اس شعر میں وہی بات زیاد کو یاد دلائی ہے۔ زیاد نے کہا ہاں یعنی مجھے یاد ہے اور اپنا حکمنامہ منگوا کر مسواک سے جرمانہ کو مٹا دیا اور نافعہ کو قید سے رہا کیا۔

حکم بن عمروؓ کی خراسان پر تقرری

پھر زیاد نے نافع، خلید اور اُمیر کو معزول کر کے حکم بن عمرو بن فحد دج بن نعیلہ کو حاکم مقرر کیا۔ نعلیہ غفار کا بھائی تھا لیکن یہ لوگ بہت کم تھے اس سبب سے سب عقاری کہلاتے ہیں۔
زیاد نے اپنے حاکم کو یہ حکم دیا تھا کہ حکم کو بلائے مطلب یہ تھا کہ حکم بن ابی العاص ثقفی کو بلائے حاجب باہر آیا تو حکم بن عمرو غفاری کو دیکھا وہ ان کو لے کر زیاد کے پاس آیا زیاد دیکھتے ہی کہنے لگا یہ شخص صاحب شرف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہو چکا ہے اور اُن کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا پھر اُن سے کہا کہ آپ کو اس عہدہ پر سرفراز کرنے کا میرا ارادہ نہ تھا۔ لیکن خدائے عزوجل کو یہی منظور تھا۔

امارات خراسان پر حکم بن عمرو کا تقرر

حضرت حکمؓ بن عمرو غفاری کے ساتھ زیاد نے کچھ لوگوں کو اضلاع پر مقرر کیا اور حکم کی اطاعت کرنے کا سب سے کہہ دیا۔ یہ سب لوگ خراج کی وصولی کا کام کرتے تھے یعنی اسلم بن زرعہ۔ خلید بن عبداللہ حنفی، نافع بن خالد طاحی، ربیعہ بن عسل یربوعی، اُمیر بن احمر یشکری، حاتم بن نعمان باہلی۔

حکم بن عمرو کی وفات

حکم بن عمروؓ نے طخارستان میں جہاد کیا غنیمت میں کثیر مال حاصل ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے قتل کیا، وفات کے وقت انس بن ابی اناس بن زنوم کو اپنا نائب مقرر کیا اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ میں نے اُس شخص کو خدا کے لئے اور مسلمانوں کے لئے اور تمہارے لیئے منتخب کیا۔ زیاد نے یہ دیکھ کر کہا خداوند میں اس شخص کو نہ تیرے دین کے لئے نہ مسلمانوں کے لئے اور نہ اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ اور خلید کے نام پر ولایت خراسان کا فرمان لکھ بھیجا۔ اس کے بعد ربیع بن زیاد حارثی کو پچاس ہزار کی سپاہ کے ساتھ خراسان روانہ کیا۔ ان میں پچیس ہزار بصرہ کے لوگ تھے ربیع ان کا سردار تھا۔ پچیس ہزار کوفہ کے تھے اور عبداللہ بن اوی عقیل ان کا سردار تھا۔ اور سب کے سب ربیع بن زیاد کے ماتحت تھے۔

امیر حج مروان بن حکم

مروان بن حکم والی مدینہ اس سال حج کی امارات کی اور باقی حکام وعمال اس سال وہی لوگ تمام شہروں

میں تھے جن کا ذکر گزر چکا۔ مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے امیر اور شریح قاضی تھے زیاد والی بصرہ تھا اور عمال وہی ان کا ذکر گزرا۔ اور اسی سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔

۴۶ھ کے واقعات

عبدالرحمٰن بن خالد کی زہر نوشی سے وفات

اس سال مالک بن عبداللہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ عبدالرحمٰن بن خالد و مالک بن ہبیرہ سکونی کا نام بھی لیا گیا ہے۔

اس سال عبدالرحمٰن بن خالد زمین روم سے حمص کی طرف واپس آئے۔ ابن اُثال نصرانی نے شربت میں زہر ملا کر اُنھیں دیدیا۔ کہا گیا ہے کہ اُنھوں نے وہ شربت پی لیا اُسی زہر سے اُن کی وفات ہوئی۔

سبب اُسکا یہ ہوا کہ ملک شام میں عبدالرحمٰن بن خالد کی شان بہت بڑھ گئی تھی یہاں کے لوگ دل سے اُن کے والد خالد بن ولید کے آثار لوگوں کے پاس موجود تھے۔ دوسرے زمین روم میں مسلمانوں کے لئے اُن کی جفاکشی اُنکا رعب ودبدبہ تھا۔ امیر معاویہ تک اُن سے خوف ہوگیا کہ اُن سے ضرر نہ پہنچے اسی خیال سے امیر معاویہ نے ابن اُثال کو حکم دیا کہ اُن کے قتل کا کوئی حیلہ نکالے اور اس بات کی ضمانت لی کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو عمر بھر کے لئے اُسے خراج معاف ہو جائے گا اور حمص کے خراج کی وصولی اُس کے متعلق کردی جائے گی۔

عبدالرحمٰن بن خالد کا انتقال

ابن اُثال نے اپنے کسی غلام کے ہاتھ عبدالرحمٰن کے پاس زہر ملا ہوا شربت بھیجا وہ پی گئے اور وفات پاگئے۔ امیر معاویہ نے نصرانی سے جو وعدے کئے تھے پورے کر دیئے۔ اُسے خراج معاف ہوگیا اور حمص کی وصولی اُس کے پاس ہوگئی۔ جب عبدالرحمٰن کا بیٹا خالد مدینہ میں آیا تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات کی سلام کیا تو عروہ نے کہا تم کون ہو؟ کہا خالد بن عبدالرحمٰن۔ عروہ نے طنز سے کہا کہو ابن اُثال کی کیا خبر ہے۔ خالد اُسی وقت کھڑا ہوا سیدھا حمص میں پہنچا اور ابن اُثال کی تاک میں رہنے لگا۔

ابن اثال کا قتل

ایک دن دیکھا کہ وہ سوار جارہا ہے خالد نے بڑھ کر روکا اور تلوار کا وار کر کے اُسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر امیر معاویہ کو ہوئی تو کچھ دنوں کے لیئے خالد کو قید کرلیا اور اس سے خون بہا لینے کا حکم دیا۔ مگر اس کے عوض میں اسے قتل نہیں کیا۔ اب خالد پھر مدینہ آیا، عروہ سے ملا اور اُسے سلام کیا۔ عروہ نے کہا کہو ابن اُثال کی کیا خبر ہے خالد نے کہا ابن اُثال کی طرف سے تو میں نے تم کو بے خبر کردیا لیکن تم بتاؤ ابن جرموز کی کیا خبر ہے عروہ نے جواب میں خاموشی اختیار کی۔

خوارج کی بغاوت

اس سال خطیم وسہم بن غالب ہجیمی نے خروج کیا اور تحکیم کرتے رہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ زیاد کو جب

حکومت حاصل ہوئی تو سہم بن غالب اور خطیم پر جس کا نام یزید بن مالک باہلی ہے خوف و ہراس کا غلبہ ہوا۔ سہم نے تو یہ کیا کہ اہواز کی طرف چلا گیا اور بغاوت کی اور تحکیم کرتا رہا پھر واپس آیا اور چھپ کر امان کا طالب ہوا۔

خطیم بن غالب خارجی کا قتل

زیاد نے اُسے امان نہ دی اُس کو ڈھونڈ نکالا، گرفتار کیا قتل کیا اور اپنے دروازے پر سولی پر چڑھا دیا۔ خطیم کو زیاد ہی نے بحرین کی طرف نکلوا دیا تھا پھر آنے کی اجازت دی وہ آیا تو اُس نے کہا اپنے شہر کے باہر کبھی نہ جانا اور مسلم بن عمرو سے کہا تم اس کے ضامن ہو مسلم نے ضمانت سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہاں اگر یہ اپنے گھر کے باہر کہیں رات کو رہے گا تو میں آپ کو خبر کر دوں گا۔ اس کے بعد مسلم نے زیاد کو آ کر خبر دی کہ خطیم آج رات کو اپنے گھر میں نہ تھا زیاد نے قتل کا حکم دیا قتل کیا گیا اور باہلہ میں پھینک دیا گیا۔

امیر حج عتبہ بن ابی سفیان

اس سال عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا حکام وعمال وہی رہے جو سال گذشتہ میں تھا۔

۴۷ھ کے واقعات

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم نے اور ابوعبدالرحمن قینی نے انطاکیہ میں جاڑا بسر کیا۔

معاویہ بن خدیج کا مصر میں تقرر

اس سال حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص ولایت مصر سے معزول ہوئے اور معاویہ بن خدیج کو ولایت مصر حاصل ہوئی

واقدی کا بیان ہے کہ انھوں نے مصر سے مغرب کا رخ کیا اور ابن خدیج عثمانی تھے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کی ابن خدیج سے جبکہ وہ اسکندریہ سے آ رہے تھے ملاقات ہوگئی۔ عبدالرحمن نے کہا اے ابن خدیج! تم کو معاویہ سے خدمت کا صلہ مل گیا تم نے محمد بن ابی بکر کو اسی لئے تو قتل کیا تھا کہ مصر کی حکومت مل جائے لو مل گئی۔ ابن خدیج نے کہا کہ محمد بن ابی بکر نے عثمان کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی محض اس لئے میں نے اُن کو قتل کیا۔ اس پر رحمن بن ابی بکر نے کہا اگر تم عثمان کے خون ہی کے طلبگار ہوتے تو معاویہ نے جو کچھ کیا اُس میں خود شریک نہ ہو جاتے۔ جب کہ

عمرو عاص نے اشعری کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا کیا تو سب سے پہلے تمھیں نے اُچک کر بیعت کی۔

کوہستان غور دفرا دندہ کی جنگ

بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال زیاد نے حکم بن عمرو غفاری کو امیر خراسان کر کے روانہ کیا۔ اُنھوں نے کوہستان غورُ وفراونده میں جنگ کی بزورشمشیر غالب آ کر فتح یاب ہوئے بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ حکم نے واپس ہو کر مرو میں انتقال کیا اس روایت میں جو اختلاف ہے اُسے ہم انشاءاللہ آگے بیان کریں گے۔ اس سنہ میں امارۃ حج عتبہ بن ابی سفیان یا عنبسہ بن ابی سفیان نے کی عمال وحکام سب وہی رہے جو سال گذشتہ تھے۔

۴۹ ہجری شروع ہوا

مروان بن حکم

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ فضالہ بن عبیدہ نے جربہ میں جنگ کی، جاڑا بھی وہیں کاٹا، فتح حاصل ہوئی اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ اور عبداللہ بن کرزہ بجلی نے گرمیوں میں چڑھائی کی۔ اور یزید بن شجرہ ہادی نے دریا میں جنگ کی اور اہل شام کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔ اور عقبہ بن نافع نے دریا میں جنگ کی اور اہل مصر کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔

یزید کا رومیوں سے جہاد

اور یزید بن معاویہ نے روم میں جنگ کی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ ابن عباس و ابن عمرو ابن زبیر وابوایوب انصاری اس کے ساتھ تھے۔

اسی سال امیر معاویہؓ نے مروان بن حکم کو ربیع الاول میں مدینہ سے معزول کیا اور سعید بن عاص کو ربیع الاول یا ربیع الآخر میں مدینہ کا امیر مقرر کیا۔ امیر معاویہؓ کی طرف سے مروان کی حکومت مدینہ میں آٹھ برس دو مہینے رہی۔ مروان کی معزولی کے وقت عبداللہ بن حارث بن نوفل مدینہ کے قاضی تھے۔ سعید بن عاص نے انھیں معزول کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کو قاضی مقرر کیا۔

حضرت مغیرہ کی وفات اور کوفہ پر زیاد کا تقرر

کہا گیا ہے کہ اسی سال کوفہ میں طاعون آیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ طاعون کے خوف سے چلے گئے تھے۔ جب طاعون دفع ہو گیا تو کسی نے کہا اب تو کوفہ میں چلیے، وہ چلے آئے اور آتے ہی طاعون میں مبتلا ہو گئے اور وفات پا گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مغیرہ کی وفات ۵۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور امیر معاویہ نے کوفہ کی امارۃ بھی زیاد کے حوالہ کر دی۔ زیاد پہلا شخص ہے جو کوفہ و بصرہ دونوں کا امیر ہوا۔

سعید بن عاص اس سال امیر حج تھے اور حکام وعمال سب وہی تھے جو سال گذشتہ تھے ہاں مغیرہ کے سال وفات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے کوفہ کے گورنر میں اشتباہ ہے۔

۵۰ ہجری شروع ہوا

مغیرہ بن شعبہ کی وفات

اس سال بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم میں جہاد کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فضالہ بن عبید الضاری نے دریا میں جہاد کیا۔

بقول واقدی و مدائنی حضرت مغیرہؓ کی وفات اسی سال واقع ہوئی کہتے ہیں کہ مغیرہ دراز قد تھے۔ ان کی ایک آنکھ یرموک میں جاتی رہی تھی۔ ستر برس کے سن میں شعبان ۵۰ ہجری اور بعض کا قول ہے ۵۱ ہجری میں وفات پائی۔ زیاد سمرہ بن جندب کو بصرہ میں اپنی جگہ چھوڑ کر خود کوفہ میں چلا آیا۔ چھ مہینے کوفہ میں رہا کرتا تھا چھ مہینے بصرہ میں۔

اہل کوفہ سے زیاد کا خطاب

جب کوفہ میں آیا تو منبر پر آ کر حمد و ثناء الٰہی کی، پھر کہا کہ میں بسرہ میں تھا جب مجھے یہ خدمت ملی میں نے ارادہ کیا کہ بسرہ کی انتظامیہ میں سے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ یہاں آؤں پھر مجھے خیال آیا کہ تم لوگ اہل حق ہو تمہارے حق نے بہت دفعہ باطل کو دفع کیا ہے۔ اس لیے فقط اپنے گھر والوں کو ساتھ لیے ہوئے تمہارے پاس چلا آیا۔ الحمدللہ کہ لوگوں نے جتنا مجھے پست کیا تھا اس خدا نے اتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا خدا نے اس کی اتنی ہی حفاظت کی۔

خطبہ سے فارغ ہو چکا تھا ابھی منبر پر ہی تھا کہ اسے لوگوں نے سنگریزے مارے اور جب تک سنگریزے آنا موقوف نہ ہوئے بیٹھا ہی رہا۔ پھر اپنے خاص لوگوں کو بلا کر حکم دیا۔ انھوں نے مسجد کے سب دروازوں کو روک لیا پھر کہا میں ہر شخص کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے پاس والے آدمی کو پکڑ لے ہرگز ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں جنہیں جتنا میرے پاس کون بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اپنے لیے ایک کرسی مسجد کے دروازہ پر رکھوائی۔ پھر چار چار شخصوں کو بلا کر یہ قسم لی کہ ہم میں سے کسی نے ڈھیلا نہیں مارا۔ جس نے قسم کھالی اسے چھوڑ دیا جس نے قسم نہ کھائی اسے علیحدہ روک رکھا۔ یہ سب تیس آدمی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہیں اسی شخص تھے۔ اسی جگہ سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔

اوفی بن حصن کا قتل

شعبی کہتے ہیں ہم نے زیاد کو غلط کہتے کبھی نہیں سنا اچھی بات ہو یا بری جو وعدہ کرتا اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتا۔ پہلے جس شخص کو اس نے کوفہ میں قتل کیا وہ اوفی بن حصن تھا۔ اسکی کوئی بات زیاد کو معلوم ہوگئی تو اسے طلب کیا وہ بھاگ گیا۔ زیاد نے لوگوں کا جائزہ لیا ابن حصن بھی سامنے آیا پوچھا یہ کون شخص ہے؟ سب نے کہا اوفی بن حصن طائی۔ زیاد نے یہ مثل کہی 'اتتک مجائن رجلاہ ''لواجل گرفت کو اسی کے دونوں پاؤں لے کر آئے ہیں۔ اوفی نے معذرت میں کچھ شعر پڑھے زیاد نے پوچھا عثمان کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے داماد ہیں، انکی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں۔ اس نے پوچھا اچھا امیر معاویہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ بڑے سخی و بردبار ہیں۔ کہا اچھا میرے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ بسرہ میں آپ نے یہ کلمہ کہا تھا کہ واللہ میں بیمار کا مواخذہ تندرست سے اور بدنصیب کا اقبال مند سے کرونگا۔ زیاد نے کہا ہاں یہ میں نے کہا تھا۔ اس نے کہا ''خبطتھا خبط عشواء '' آپ اندھی اونٹنی کی طرح بہک گئے۔ اس پر زیاد نے یہ مثل کہی '' لیس النفاح بشر الزمرہ'' اس کی شہنائی کچھ زیادہ تو بری نہیں ہے۔ آخر اسے قتل کیا۔

عمرو بن حمق کے خلاف شکایت

جب زیاد کوفہ میں آیا تو عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط نے اس سے آ کر کہا کہ عمرو بن حمق کے پاس شعیہ ابوتراب جمع ہوا کرتے ہیں۔ عمرو بن حریث نے یہ سن کر اسے سے کہا کہ جس بات کا مجھے یقین نہیں، جس کے انجام کی تجھے خبر نہیں پھر اسے عرض کیوں کر رہا ہے۔ زیاد نے کہا تم دونوں خطا پر ہو۔ تو نے علانیہ یہ تذکرہ مجھ سے کیا اور عمرو نے تیرے کلام پر اعتراض کر دیا۔ اب تم دونوں عمرو بن حمق کے پاس جا کر کہو کہ تمہارے پاس یہ کیسا مجمع رہا کرتا ہے۔ کوئی تم سے بات کرنا چاہے یا تم کسی سے بات کرنا چاہو تو مسجد میں کیا کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص نے عمرو بن حمق کی نسبت زیاد سے یہ بات کہی اور یہ بھی کہا کہ اس نے دونوں شہروں کو ہلاک کر رکھا ہے وہ یزید بن رویم تھا۔ اسی بات پر عمرو بن حریث نے طعن سے کہا کہ اس نے اپنے نفع کی ایسی حرص نہ کی تھی جیسی آج کی ہے۔ یہ سن کر زیاد نے زید بن رویم سے کہا کہ تو نے اسکا خون بدر کر دیا تھا۔ لیکن عمرو نے بچالیا اگر میں جانتا کہ میرے بغض میں اس کی کھوپڑی پگھل رہی ہے اس پر بھی میں اس کو تب تک نہ چھڑتا جب تک وہ مجھ پر خروج نہ کرتا۔

جب زیاد کو اہل کوفہ نے سنگریزے مارے تو اس نے مقصورہ مسجد میں بیٹھنا اختیار کیا۔ بصرہ میں اسکی جگہ پر سمرہ بن جندب تھے۔

بصریوں کا قتل

ایک شخص نے انس بن سیرین سے سوال کیا کہ سمرہ نے بھی کیا کسی کو قتل کیا۔ اسکا جواب انھوں نے یہ دیا کہ سمرہ نے جتنے لوگوں کو قتل کیا ہے ان کا کیا شمار بھی ہو سکتا ہے۔ زیاد سمرہ کو اپنا جانشین کر کے کوفہ میں چلا آیا جب واپس گیا تو سمرہ آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر چکے تھے۔ زیاد نے پوچھا کہ آپ کو اسکا اندیشہ تو نہیں ہے کہ کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو۔ جواب دیا اگر اتنے ہی مزید قتل کرتا جب بھی مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا۔

ابوسوار عدوی کا بیان ہے کہ سمرہؓ نے میری قوم کے لوگوں میں سے فقط ایک دن صبح کے وقت سینتالیس آدمیوں کا قتل کیا وہ سب کے سب حافظ قرآن تھے۔

حضرت سمرہؓ شہر سے باہر جا رہے تھے بنی اسد کے محلّہ تک جب سواری پہنچی تو کسی گلی سے ایک شخص نکل آیا اور اُدھر سے اُسکی اردلی کے سوار آ پڑے ایک سوار نے بڑھ کر اُسے برچھی ماردی سوار جب نکل گئے اور سمرہ اُس مقام تک پہنچے اُسے خاک وخون میں لوٹتے دیکھا۔ پوچھنے لگے یہ کیا ماجرا ہے کسی نے کہا آپ کی سواری کے لوگوں نے یہ کیا۔ سمرہ نے کہا تم جب سنا کرو کہ ہم سوار ہوئے ہیں تو ہماری برچھیوں سے بچا کرو۔

قریب اور زحّاف کی بغاوت

قریب اور زحاف نے جب خروج کیا تو زیاد کوفہ میں تھا اور سمرہ بصرہ میں۔ یہ لوگ پہلے بنی یشکر میں آئے یہاں ستر آدمی تھے اور یہ واقعہ رمضان کا ہے اس کے بعد سب کے سب بنی ضبیعہ میں آئے یہاں بھی ستر آدمی تھے۔ ایک بوڑھا آدمی حکاک ان کو ملا۔ انھیں دیکھتے ہی اُس نے پکار کر کہا آؤ ابوشعثاء آؤ۔ یہ لوگ بڈھے کو قتل کر کے ازد کی مسجدوں میں متفرق ہو گئے اور ایک گروہ ان میں سے صحن بنی علی میں چلا آیا اور ایک گروہ مسجد معاول میں گیا۔

قریب کا قتل

سیف بن وہب اپنے رفیقوں کو ساتھ لے کر اُن لوگوں سے لڑنے کو نکل آیا اور جو شخص اُس کے سامنے آیا اُسے قتل کیا۔ بنی علی و بنی راہب کے چند نوجوان قریب و زحاف سے لڑنے کو نکلے اور اُن کو تیر مارے۔ قریب نے پوچھا کیا تم لوگوں میں عبداللہ بن اوس طاحی بھی ہے اور یہ اُسے تیر مار رہا تھا۔ جواب دیا ہاں ہے۔ قریب نے کہا ھلُمّ اِلَی البِر ان مقابلہ میں آئے۔ عبداللہ نے نکل کر اُسے قتل کیا اور سر کاٹ لایا زیاد نے کوفہ سے آ کر عبداللہ کو سرزنش کی اور کہا اے گروہ طاحیہ اگر تم نے ان لوگوں سے جنگ نہ کی ہوتی تو میں سب کو قید خانہ میں بھیج دیتا۔

قرین بنی ایاد سے تھا اور زحاف بنی طئے سے اور دونوں خالہ زاد بھائی تھے، اہل نہروان کے بعد جن جن لوگوں نے خروج کیا ہے یہ دونوں اُن سب میں اول ہیں۔ ابوبلال نے کہا ہے" خدا قریب کو قریب نہ آنے دے۔ واللہ آسمان پر گر پڑنا میرے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ اُس کی سی حرکتیں کروں،، اُسے نشانہ ملامت بنانا مقصود تھا۔

فرقہ حروریہ کا قتل عام

قریب اور زحاف کے قتل ہو جانے کے بعد زیاد نے اس فرقہ حروریہ کے قتل و استیصال میں بہت سختی کی اور بصرہ سے کوفہ جب آنے لگا تو سمرہ کو اس بارے میں تاکید کر دی۔ سمرہ نے بھی ان لوگوں میں سے ایک کثیر تعداد کو قتل کیا۔ ایک دفعہ زیاد نے ممبر پر کہا:

> کہ اے اہل بصرہ ان لوگوں کے دفع کرنے کی زحمت تمھیں اپنے سر لے لو نہیں تو واللہ میں پہلے تمھیں کو قتل کرنا شروع کر دونگا۔ بخدا اگر ایک شخص بھی ان میں سے بچ کر نکل گیا تو اس سال تمہارے عطیات میں سے ایک درہم بھی تم کو نہ ملے گا۔ یہ سن کر تمام

عوام حروریہ کے قتل پر آمادہ ہوگئی اور وہ سب کے سب مارے گئے۔

منبر رسول ﷺ کی شام منتقلی کی کوشش

اس سال امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ منبر رسول اللہ ﷺ کو اُٹھا کر شام میں لے جائیں۔ منبر کو ذرا جنبش دی تھی کہ آفتاب میں گہن لگ گیا ایسا کہ دن کو تارے نکل آئے۔ امیر معاویہؓ کے اس حکم کو سب لوگ ایک خطرناک معاملہ سمجھے۔ اس امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میرا یہ ارادہ نے تھا کہ منبر اُٹھایا جائے مجھے اندیشہ یہ ہوا کہ دیمک لگ گئی ہوگی اس لئے میں نے خود دیکھ لیا۔ پھر اسی دن منبر پر پوشش ڈال دی۔

امیر معاویہؓ کی منبر رسول اللہ کے متعلق معذرت

خود امیر معاویہؓ نے بیان کیا کہ میری رائے یہ تھی کہ رسول ﷺ کہ منبر اور عصا کو مدینہ میں نہ چھوڑنا چاہیے وہاں کے لوگ امیر المومنین عثمان کے قاتل اور دشمن ہیں۔ جب امیر معاویہ جب مدینہ میں ورود ہوا تو عصائے مبارک حضرت سعد قرظ کے پاس تھا۔ اُن سے امیر معاویہ نے منگوا بھیجا حضرت ابو ہریرہؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ یہ سن کر معاویہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین خدا کہ واسطے ایسا نہ کیجئے، یہ بات مناسب نہیں کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ خود منبر کو رکھ دیا ہے وہاں سے آپ اٹھا کر منبر اور عصا کو شام میں لے جائیں پھر مسجد کو بھی یہاں سے لے جایئے آخر امیر معاویہؓ نے یہ ارادہ ترک کیا اور منبر میں چھ زینے اور بڑھا دیئے۔ اس زمانے میں منبر رسول اللہ ﷺ آٹھ زینوں کا ہے۔ اور اس بارے میں امیر معاویہ لوگوں سے بہت معذرت کی۔

منبر رسول اللہ کی عظمت

پھر عبدالملک نے اپنے عہد میں منبر کے اٹھالانے کا قصد کیا۔ قبیصہ بن ذویب نے کہا خدا کے واسطے ایسا نہ کیجئے۔ منبر کو اسکی جگہ سے اٹھایئے۔ امیر المومنین معاویہ نے ذرا اسے سرکایا تھا کہ آفتاب میں گہن لگ گیا۔ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے منبر پر جو کوئی جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ اسی منبر کے پاس اہل مدینہ کے حقوق کا قطعی فیصلہ ہوا کرتا ہے اور آپ اسے مدینہ سے لے جانا چاہتے ہیں۔ آخر عبدالملک نے یہ خیال دل سے نکال ڈالا پھر کبھی اس کا ذکر نہ کیا۔

پھر ولید کا زمانہ یا تو اس نے بھی جس سال حج کیا یہی ارادہ کرلیا اور کہا کہ میں تو اس بات کو کرہی گزروں گا۔ یہ دیکھ کر سعید بن الحسیب نے عمر بن عبداعزیز سے کہلا بھیجا کہ ذرا ولید کو سمجھاؤ کہ خدا سے ڈرے اسے ناراض نہ کرے۔ غرض محمد بن عبدالعزیز کے کہنے سے ولید اس کام سے باز آیا پھر اسکا ذکر نہ کیا۔

جس سال سلیمان بن عبادالملک حج کو آیا تو حضرت بن عبدالعزیز نے اس سے باتوں کا ذکر کیا کہ ولید نے ایسا ارادہ کیا تھا اور سعید بن المسیب نے یہ کہلا بھیجا۔ سلیمان نے یہ سن کر کہا کہ امیر المومنین عبدلملک اور ولید کی اس بات کا ذکر کرنا ہی مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ہم کو اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دنیا کو تو ہم لے چکے وہ تو

ہمارے قبضہ میں ہے۔ پھر یہ بھی ارادہ کریں کہ اسلامی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی کو جس کی زیارت کو لوگ آیا کرتے ہیں، اٹھا کر اپنے پاس لے جائیں یہ کسی طرح مناسب نہیں۔

فتح افریقہ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ عقبہ نے اسے فتح کیا اور شہر قیروان کی بنیاد ڈالی۔ اس مقام پر درندے اور جانوروں اور سانپوں سے بھرا ہوا ایسا جنگل تھا کہ وہاں جانے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی۔ عقبہؓ نے ان جانوروں کے لیے بددعا کی سب کے سب وہاں سے بھاگ گئے۔ درندے اپنے بچوں کو منہ میں اٹھائے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ عقبہ نے پکار کر کہا کہ اب ہم لوگ یہاں آئے ہیں تم سب غول کے غول متفرق ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی سوراخوں سے نکل نکل سب بھاگے۔ اسی لشکر کا ایک شخص جو عقبہ کے ساتھ وہاں گیا تھا کہتا ہے کہ عقبہ سب سے پہلے شخص جس نے قیروان کی بنیاد ڈالی لوگوں کو رہنے اور گھر بنانے کے لیے زمینیں دیں اور وہاں کی مسجد انھیں نے بنوائی ان کے معزول ہونے تک ہم سب انکے ساتھ رہے عقبہ بہترین حکام داد امرا میں تھے۔

عقبہ بن نافع کی معزولی

امیر معاویہؓ نے اسی سال یعنی ۵۰ ہجری میں معاویہ بن حدیج کو مصر سے اور عقبہ بن نافعل کو افریقہ سے معزول کیا اور مسلمہ بن مخلد کو مصر اور تمام ممالک مغرب کا فرمان روا کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کے زیر حکومت ملک مصر اور تمام مغرب و برقہ و افریقہ وطرابلس تھا۔ مسلمہ نے اپنے غلام ابوالمہاجر کو والی افریقہ مقرر کیا۔ انھوں نے عقبہ کو معزول کر دیا اور ان کے اختیارات کو برطرف کیا۔ اس وقت سے لے کر حضرت معاویہؓ کی وفات تک والی مصر و مغرب مسلمہ اور والی افریقہ ان کی طرف سے ابوالمہاجر رہا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی وفات

اسی سال ابوموسیٰ اشعری نے وفات پائی۔ یہ بھی روایت ہے کہ ۵۲ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ بعض مورخین کہتے ہیں اس سال لوگوں کے ساتھ معاویہ نے حج کیا جبکہ بعض یزید بن معاویہ کا نام لیتے ہیں۔

اس سال سعید بن عاص والی مدینہ جبکہ بصرہ و کوفہ و مشرق و سجستان و فارس و سندھ و ہند کا حاکم زیاد تھا۔

زیاد کی فرزدق کے خلاف کاروائی

اسی سال زیاد نے فرزدق کو حاضر کرنے کا حکم دیا بنی نہشل و فقیم نے اس کی شکایت کی تھی وہ بھاگ کر والی مدینہ سعید بن عاص کے پاس چلا گیا۔ سعیؔ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔

اسکا سبب خود فرزدق نے بیان کیا ہے کہ میں نے اشہب بن رمیلہ اور بعیث کی ہجو کہی تھی وہ دونوں رسوا ہو گئے۔ اس پر بنی نہشل و بنی فقیم نے زیاد سے میرے خلاف فریاد کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں یزید بن مسعود نہشلی نے

بھی فریاد کی پہلے زیاد نہ سمجھا کہ یہ کس کی شکایت کر رہے ہیں لوگوں نے پتا دیا کہ وہی بدوی لڑکا جسکے روپے اور کپڑے سب لٹ گئے تھے، تب زیاد سمجھا۔

فرزدق کہتا ہے میرے باپ غالب نے اپنے اونٹوں اور دنبوں کے ریوڑ کے ساتھ مجھ کو بھیجا تھا کہ اسے بیچ کر غلہ خریدوں اور ان کے اہل وعیال کے لیے کپڑا مول لوں۔ میں نے بصرہ میں آ کر سب دنبے بیچ ڈالے اس کی قمت لے کر اپنے ایک کپڑے میں باندھ لی۔ میں اسے سنبھالے ہوئے تھا کہ ایک شخص بھوت جیسا مجھے ملا اور کہنے لگا تجھے تو اس مال پر بڑا ابھروسا ہے۔ میں نے رکاوٹ کیا ہے؟ وہ بولا اگر تمہاری جگہ ایک شخص ہوتا جسے میں جانتا ہوں ا س سے اتنا صبر کبھی نہ ہوسکتا۔ میں نے پوچھا وہ شخص کون؟

صعصعہ سے ملاقات

اس نے کہا غالب بن صعصعہ۔ یہ سن کر میں نے مقام مربد کے لوگوں کو پکارا اور سب روپے ان کے آگے پھینک دیئے اور کہا کہ لے لو۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا اب غالب اپنی چادر بھی ڈال دے میں نے چادر بھی ڈال دی۔ دوسرا بولا اپنی قمیض بھی اتار دے۔ میں نے قمیص بھی دیدی۔ ایک اور شخص پکارا اپنا عمامہ بھی لا۔ میں نے عمامہ بھی اتار دیا۔ اب میرے جسم پر تہبند کے سوا کچھ نہ رہا۔ ان لوگوں نے کہا تہبند بھی ادھر پھینک۔ میں نے کہا تہبند تو میں نہیں دوں گا۔ تم کو تہبند دے کر ننگا پھروں میں دیوانہ نہیں ہوں۔

یہ خبر زیاد کو پہنچی اس نے سوار دوڑائے کہ مجھے اس کے پاس لے جائیں۔ اتنے میں بنی کا ایک شخص گھوڑے پر سوار میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ تجھ پر پولیس دوڑ رہی ہے بھاگ اور اس نے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور ایڑ لگا تا رہا۔ یہاں تک کہ نظروں سے چھپ گیا۔

ذمیل بن صعصعہ اور زحاف بن صعصعہ کی گرفتاری

زیاد کے سوار جب پہنچے تو میں آگے جا چکا تھا۔ زیاد نے میرے دونوں چچاؤں ذمیل بن صعصعہ اور زحاف بن صعصعہ کو گرفتار کرلیا اور یہ دنوں دفتر میں تھے دو دو ہزار پاتے تھے اور زیاد کے ساتھ رہتے تھے۔ اس نے ان کو قید کرلیا۔ یہ سن کر میں نے ان سے کہلا بھیجا۔ کہ آپ کہیں تو میں آپ کے پاس چلا آؤں۔ انھوں نے میرے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ادھر نہ آنا کوئی اور نہیں یہ زیاد ہے۔ ہماری یہ کیا کرے گا۔ ہم نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کچھ دنوں قید رہے پھر لوگوں نے زیاد سے ان کی سفارش کی کہ دونوں سن رسیدہ تابع فرمان اور اطاعت گزار ہیں۔ ایک بدوی لڑکے کی خطا سے وہ گناہ گار نہیں ہوسکتے۔ زیاد نے انھیں رہا کردیا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے باپ نے جس قدر غلہ اور کپڑا منگایا ہو ہمیں بتاؤ۔ میں نے سب کہہ دیا اور وہ جا کر سب چیزیں مول لے آئے۔ میں ان چیزوں کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا اور غالب کے پاس پہنچا۔ میری ساری کیفیت انھیں معلوم ہوچکی تھی مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم نے کیا کیا میں نے سب حال بیان کردیا۔ یہ سن کر وہ لے بے شک تیرے احسانات ایسے ہی ہونے چاہییں اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جب سے زیاد کے دل میں اسکی طرف سے کدورت تھی۔

امیر معاویہ اور حتات

ایک روایت یہ ہے کہ ابھی فرزوق شعر نہیں کہتا تھا کہ بنی ربیعہ میں سے احنف بن قیس اور جاریہ بن قدارمہ اور بنی فجاشع میں سے حون بن قتادہ عبشمی اور حتات بن زیدی معاویہ بن ابی سفیان کے پاس انعام کی امید میں حاضر ہوئے۔ حضرت معاویہؓ نے ہر ایک شخص کو ایک ایک لاکھ عطا کیے اور حتات کو ستر ہزار دیئے۔ یہ لوگ رخصت ہو کر چلے راہ میں ایک نے دوسرے سے پوچھا سب نے اپنے اپنے انعام کی مقدار بیان کر دی۔ سب کو معلوم ہوا کہ حتات کو ستر ہزار ملے ہیں یہ وہیں سے پلٹا اور حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا اے ابامنازل پلٹ کیوں آئے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ نے بنی تمیم میں مجھے ذلیل کیا۔ کیا میں معزز خاندان سے نہیں ہوں؟ کیا میں معمر نہیں ہوں۔ کیا میں اپنے قبیلے کا سردار نہیں ہوں۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ اس نے کہا پھر آپ نے اور سب کو چھوڑ کر میرے ساتھ کنجوسی کیوں کی۔

امیر معاویہ کے لئے رائے عثمانی کے لئے

امیر معاویہؓ نے کہا ان لوگوں کو روپیہ دے کر ان کا ایمان میں نے مول لے لیا۔ اور تم کو تمہارے ایمان پر رہنے دیا اور تمہارے اعتقاد پر جو عثمان بن عفان کے ساتھ تم کو ہے اور یہ شخص عثمانی تھا۔ حتات نے کہا مجھ سے بھی مول لے لیجئے۔ معاویہؓ نے اس کے لیے بھی انعام پورا کر دینے کا حکم دیدیا۔ جب لوگوں نے اس بارے میں طعن کیا تو اس کا باقی انعام موقوف رکھا۔ اس بات پر فرزدق نے معاویہ کی شکایت اور اپنی مفاخرت میں ایک قصیدہ کہا۔ اس پر معاویہؓ نے حتات کے متعلقین کو وہ تیس ہزار دلوا دیئے اس قصیدہ نے بھی زیاد کو فرزوق سے برافروختہ کر دیا۔

فرزوق کے خلاف

جب نہشل و فقیم نے اس پر مقدمہ کیا تو زیاد اور بھی برافروختہ ہوا اور اس کے درپے ہوگیا۔ یہ بھاگ کر عیسیٰ بن خصیلہ بہزی کے پاس رات کو آیا اور کہا اے ابوخصیلہ اس شخص سے میں ہراساں ہوں اور میرے دوستوں نے اور جن جن سے مجھے امید تھی سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے چھپا رکھو۔ ابوخصیلہ نے کہا (وحبا بک) تمہارے لیے جگہ کی کمی ہیں۔ فرزق تین دن یہاں رہا۔ پھر کہنے لگا میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ شام چلا جاؤں۔ ابوخصیلہ نے کہا جب تک جی چاہے میرے پاس رہو تمہارے لیے آسائش و کشائش ہے۔ اگر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو یہ ارجبی اونٹنی میں تمہیں دیتا ہوں۔

فرزدق ایک دن بعد سوار ہوا۔ عیسیٰ نے اسکے پہنچانے کے لیے کسی کو ساتھ کر دیا یہاں تک کہ وہ آبادی سے باہر نکل گیا جب صبح ہوئی تو تین دن کی مسافت طے ہو چکی تھی۔ اس وقت فرزدق نے عیسیٰ کی مدح میں کچھ شعر کہے۔ وہ ایک طولانی قصیدہ ہے۔ زیاد کو خبر ہوئی کہ فرزدق نکل گیا۔

فرزوق کا فرار

اس نے علی بن زہدم بن فقیم کو اسکی تلاش میں روانہ کیا۔ وہ بنت مرار ایک نصرانیہ کے گھر میں اسے ڈھونڈ ھنے آیا۔ یہ عورت بنی قیس بن ثعلبہ کے میدان کاظمۃ میں خیمہ زن تھی۔ اس نے فرزدق کو ڈیرے کے ایک جانب سے نکال دیا۔ ابن زہدم اُسے نہ پاسکا۔ اس پر بھی فرزوق نے دو شعر کہے

''کہ تو بنت مرار کے یہاں مجھے کیا ڈھونڈتا ہے
مجھے صحراؤں کے میدانوں میں ڈھونڈ،،

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نصرانیہ کا نام ربیعہ تھا مرار بن سلامہ عجلی کی بیٹی اور ابوالنجم شاعر کی ماں تھی۔

یہاں سے فرزوق روحا میں پہنچا اور بکر بن وائل کے ہاں اترا۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی پر اس نے بہت سے قصیدے کہہ ہیں۔

اب فرزوق نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ جب زیاد بصرہ میں ہوتا تو یہ کوفہ میں چلا آتا وہ کوفہ آتا تو یہ بصرہ چلا جاتا۔ زیاد کو یہ حال بھی معلوم ہو گیا۔ اُس نے عامل کوفہ عبدالرحمٰن بن عبید کو لکھ بھیجا کہ وحشی شاعر ویرانوں میں چلتا پھرتا ہے جہاں انسانوں کو دیکھتا ہے بھڑک کر دوسرے میدانوں میں جا کر چرتا ہے۔ جب تک اُسے پکڑ نہ پاؤ اس کی تلاش سے باز نہ آنا۔

فرزدق کی تلاش

فرزدق کہتا ہے کہ اب میری تلاش بہت اہتمام سے ہونے لگی۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو شخص مجھے پناہ دیتا تھا وہی اپنے گھر سے نکال دیتا تھا۔ دنیا میں کہیں میرا ٹھکانہ نہ رہا۔ میں اپنا سر چادر میں لپیٹے ہوئے راستہ میں تھا کہ وہی شخص میرے راستے سے گزرا جو میری تلاش میں آیا تھا جب رات ہوئی تو میں اپنی نہیال کے لوگوں میں جو بنی صبہ سے تھے چلا آیا۔ یہاں شادی تھی میں نے کھانا نہ کھایا تھا۔ اس ارادہ سے آیا کہ وہاں جا کر کھانا کھالوں گا۔ یہاں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا ایک شخص گھوڑا لئے ہوئے برچھے کی بھال سامنے کئے دروازہ میں سے اندر آیا۔ یہاں سب لوگوں نے اُٹھ کر قنات کی خس اونچی کر دی میں نکل گیا تو پھر گرادی پھر وہ اپنی جگہ پر آ گئی اور سب لوگوں نے کہا ہم نے فرزدق کو نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر ڈھونڈتے رہے۔ پھر سب چلے گئے۔

فرزدق کی روانگی حجاز

صبح کو میرے پاس آ کر ان لوگوں نے کہا زیاد کے پنجے سے نکل حجاز کے طرف روانہ ہو جاؤ۔ کہیں وہ تجھے پا نہ جائے۔ رات کو پکڑ لیا جاتا تو ہم سب کو تونے خراب کیا تھا۔ سب نے مل کر دو اونٹوں کی قیمت جمع کر لی اور مقاعس سے میرے لئے گفتگو کی۔

یہ شخص بنی تیم اللہ کا تھا راہبری کرتا تھا اور تاجروں کے ساتھ سفر میں رہتا تھا۔ غرض ہم دونوں بالقیا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں مسافروں کے اترنے کی ایک سرائے تھی وہاں تک ہم پہنچ گئے کسی نے پھاٹک نہ کھولا۔ ہم نے دیوار سے متصل اپنا بستر لگایا۔ چاندنی کھلی ہوئی تھی میں نے مقاعس سے کہا اگر ہم عتیق میں جا کر صبح کریں اور زیاد کے آدمی وہاں پہنچ جائیں تو کیا ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں۔ اُس نے کہا ہاں ہماری تاک میں سب لگے ہوئے ہیں عتیق جم کی ایک خندق کا نام ہیں ابھی دونوں وہاں تک نہ پہنچے تھے۔

فرزدق کی تلاش

فرزدق کہتا ہے کہ میں نے پوچھا عرب کیا کہہ رہے ہیں۔ مقاعس نے کہا یہ لوگ کہہ رہے ہیں ایک در

ٹھہر جاؤ پھر اسے پکڑ لو۔ میں نے کہا میں ابھی روانہ ہونگا۔ اس نے کہا درندوں کا بہت ڈر ہے۔ یہ سن کر میں نے جواب دیا زیادہ سے بڑھ کر درندہ نہیں ہی۔ غرض ہم چل کھڑے ہوئے جو مقام یا جو شخص ملتا تھا ہم اس سے گذر جاتے تھے۔ ہاں ایک پرچھائی ہمارے ساتھ ساتھ چلی آتی تھی وہ پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔ میں نے مقاعس سے کہا ذرا اس پرچھائیں کی طرف دیکھا کہ ہر ایک مقام سے ہم گزرتے چلے جاتے ہیں اور یہ رات سے ہمارے ساتھ ساتھ آ رہی ہے۔ اس نے کہا یہ درندہ ہے۔ جانور جیسے ہماری بات سمجھ گیا آگے بڑھ کر بیچ راستہ میں بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر ہم دونوں آدمی اتر پڑے اور اونٹنیوں کے اگلے پاؤں کو رسی سے کس دیا اور میں نے اپنی کمان ہاتھ میں لے لیا۔

جنگلی جانوروں سے سامنا

مقاعس نے کہا اولومڑی کے بچے تو جانتا ہے کہ ہم زیاد سے بھاگ کر تیری طرف آئے ہیں۔ وہ اپنی دم پھٹکارنے لگا ہم دونوں آدمی اور دونوں اونٹنیاں ہمارے گرد میں چھپ گئے۔ اس وقت میں نے پوچھا کہ میں تیراسے ماروں۔ مقاعس نے کہا اسے چھیڑو نہیں صبح ہو جائے تو وہ چلا جائے گا۔ وہ غراتا اور ڈکارتا رہا اور مقاعس اسے دھمکاتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ نمایاں ہوا اور شیر وہاں سے چل دیا۔

اس وقت فرزدق نے کچھ شعر کہے، اس میں شیر کی ملاقات اور اپنی ثابت قدمی کا ذکر کیا ہے۔ شبت بن ربعی ریاحی نے یہ شعر زیاد کے سامنے پڑھے اسے کچھ ترس آ گیا۔ کہنے لگا میرے پاس چلا آتا تو میں اسے امان دیتا انعام دیتا۔

فرزوق کی سعید بن عاص سے امان طلبی

فرزدق کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس پر بھی کچھ شعر کہے۔ کہتا ہے کہ چلتے چلتے ہم مدینہ پہنچے۔ اس زمانے میں سعید بن عاص والی مدینہ تھے۔ اس وقت کسی جنازہ میں گئے ہوئے تھے۔ میں بھی وہیں پہنچا۔ دیکھا وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ میت دفن کی جا رہی ہے۔ میں جا کر سامنے کھڑ ہو گیا اور کہا کہ ایک شخص کے ہاتھ سے ایک پناہ مانگنے والا حاضر ہے جس نے نہ کوئی خون کیا ہے نہ کسی کا مال لیا ہے۔

فرزوق کے امیر کی مدح میں اشعار

سعید نے کہا اگر تم نے کسی کا خون نہیں کیا مال نہیں لیا تو میں نے پناہ دی پھر پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا ہمام بن غالب بن صعصعہ میں ہی ہوں امیر کی مدح بھی کی ہے اگر اجازت ہو تو سناؤں۔ انھوں نے کہا پڑھو میں نے پڑھنا شروع کیا

وکوم تنعم الاضیاف علینا
وتصبح فی مبارکھا ثقالا

یعنی امیر کے انعام میں اونٹوں کے وہ گلے ہیں جنھیں دیکھ کر مہمانوں کے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ گلے کے گلے صبح ہوتے ہی شتر خانوں میں صلہ و نعمت سے لادے جاتے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے قصیدہ آخر ہو گیا تو مروان نے کہا ''قعودا ینظرون الی سعید'' یعنی لوگ بیٹھے ہوئے سعید کا منہ تک رہے ہیں (یعنی سب بے کار و بے شغل ہیں)

یہ سن کر میں نے کہا اے ابوعبدالملک واللہ آپ تو برسر کار ہیں۔

کعب بن جعیل کا خواب

کعب بن جعیل نے کہا واللہ یہی خواب میں نے رات کو دیکھا تھا۔ سعید نے پوچھا کیا خواب دیکھا تھا۔ اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ کی ایک گلی میں سے جا رہا ہوں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بابنی میں سے ایک افعی مجھ پر چوٹ کیا چاہتا ہے میں اس سے بچ کر نکل آیا۔ اس کے بعد حطیہ اٹھ کھڑا ہوا اور دو شخصوں کو سر کا کران کے بیچ میں سے ہوتا ہوا امیر کے پاس آ کر کہنے لگا جو چاہو کہو زیبا ہے۔ قدما کے رتبہ کو تو پہنچ گیا اور متاخرین تیرے رتبہ کو نہیں پا سکتے۔ اور سعید کے کہا واللہ شعرا سے کہتے ہیں آج اس پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا۔ غرض کبھی ہم مدینہ میں رہتے تھے کبھی مکہ میں۔ فرزدق نے اس بارے میں کچھ اشعار کہے جن کا مضمون یہ ہے کہ

> ''کوئی زیاد کو میرا یہ پیام پہنچا دے کہ میں سعید کی پناہ میں آ گیا اور سعید جس کا حامی ہو اسکی طرف مجال نہیں کہ کوئی آنکھ اٹھا کے دکھ سکے۔ اب میرا جی چاہے صارنے سے اپنا نسب ملا، چاہے یہودیوں میں داخل ہو جا

اس کے علاوہ اور بھی طولانی نظمیں اسی مضمون میں اس نے کی ہیں۔ فرزدق زاد کی وفات تک مکہ و مدینہ میں رہا۔

حکم بن عمرو کی وفات

اسی سال حکم بن عمرو غفاری نے کوہستان اشل کی جنگ سے واپس ہو کر مروع میں پہنچ کر وفات پائی۔ زیاد نے حکم کو خراسان میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ کوہستان اشل میں رہنے والوں کے ہتھیار نمدے ہیں اور ان کے ظروف سونے کے ہیں۔ حکم نے اس قوم پر لشکر کشی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ سب لوگ بیچ میں آ گئے۔ انھوں نے تمام راستے اور درہ کوہ بند کر دے۔ حکم کو لشکر سمیت گھیر لیا۔ آخر حکم عاجز آ گئے کہا کیا کریں۔ اب کام مہلب کے حوالہ کیا۔ مہلب نے کسی خیال سے دشمن سے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ اس سے کہا تو اپنا قتل ہونا گوارا کر یا اس محاصرہ سے ہمارے جانے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ اس نے کہا ان راستوں میں سے کسی راہ میں آگ روشن کر دو اور حکم دو کہ ساز و سامان اس طرف سے روانہ ہو۔ لوگ جب دیکھیں گے کہ تم اس راستہ سے نکل چلے تو س کے سب اسی طرف جمع ہو جائیں گے دوسری راہوں کو چھوڑ دیں گے۔ جب یہ دیکھنا تو بڑی پھرتی سے دوسرے راستہ کی طرف مڑ جانا جب تک وہ پہنچیں تم نکل جاؤ گے۔ سب نے اسی پر عمل کیا اور اسی حیلہ سے نجات پائی اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔

حکم کی جنگ سے واپسی

حکم جب اس جنگ سے واپس آنے لگے تو ساقہ لشکر مہلب کے حوالہ کی۔ پہاڑ کی تنگ گھاٹیوں میں سے یہ وگ گزر رہے تھے کہ ترکوں نے راستہ روکا۔ ابھی انھیں گھاٹیوں میں ب تھے کہ ایک شخص کو سنا کہ دیوار کے دوسری جانب دو شعر گا رہا ہے۔ جس کے مضمون سے وطن میں جانے کی آرزو اور اہل وطن سے ملنے کا اشتیاق ٹپک رہا ہے۔

لوگ اسے حکم کے پاس لے گئے۔ حکم نے حال پوچھا تو اس نے بیان کیا میں اپنا سارا اثاثہ اپنے ابن عم کے ہاتھ بیچ کر کھڑا ہوا کبھی بلند کبھی پست زمین پر سے گزرتا ہوا اس ملک میں آ پڑا ہوں۔ حکم نے اس شخص کو زیاد کے پاس عراق میں بھیج دیا۔ حکم اپنی راہ سے الگ ہو کر ہات کی طرف چلے آئے تھے۔ پھر یہاں سے مرو کی طرف پلٹ گئے۔

زیاد کو مال غنیمت کی خبر پہنچی تو حکم کو لکھا۔ امیر المومنین نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں ان کے لیے نکال لے جائیں۔ جب تک یہ چیزیں نکال لے نہ جائیں ہرگز ہرگز مال غنیمت میں کچھ۔ حکم نے اسکے جواب میں لکھا۔ تیرا خط پہنچا تو بیان کرتا ہے کہ امیر المومنین نے تجھے لکھ بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں ان کے لے نکال لے جائیں اور ہرگز ہرگز مال غنیمت میں تصرف نہ کرنا۔ خدائے عزوجل کا حکم امیر المومنین کے حکم سے پہلے آ چکا ہے۔ اور واللہ خدا سے ڈرنے والے شخص کے لیے زمین و آسمان کی راہیں بند بھی ہو جائیں جب بھی حق سبحانہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔

حکم کی موت واقع ہونا

لوگوں سے کہا چلو اپنی اپنی غنیمت لے لو، سب لوگ آئے حم نے خمس الگ کر کے تمام مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر زیاد نے ان کو لکھا اگر میں زندہ رہا تو تمہارے ٹکرے اڑا دونگا۔ حکم نے جواب دیا کہ پروردگا اگر تیرے پاس آنے میں میرے لیے بہتری ہو تو مجھے بلا لے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا وفات کے وقت انس بن ابی اناس کو اپنا جانشین کر گئے۔

۵۱ ہجری شروع ہوا

اس سال فضالہ بن عبید نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور بسر بن ابی ارطاۃ نے صائفہ کی جنگ کی اور حجر بن عدی مع اصحاب قتل کیے گئے۔

حجر بن عدی کا قتل

معاویہ بن ابی سفیان نے ۴۱ ہجری میں جب حضرت مغیرہ بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کیا تو مغیرہ کو بلا بھیجا۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ عاقل کو بار بار متنبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر علمس کا ایک شعر اسی مضمون کا یہ پڑھ کر کہ عقلمند آدمی بات کو کہے بغیر سمجھ لیتا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر میں اس ذکر کو چھوڑے دیتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری بصیرت و دانائی پر مجھے یہ بھروسا ہے کہ تم خوب جانتے ہو کن باتوں میں میری خوشنودی، میری حکومت کی ترقی اور میری رعیت کی بہتری ہے۔ ہاں ایک امر کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ علی کی مذمت کرنے میں اور عثمان رضوان اللہ علیہ کے لیے طلب مغفرت و رحمت کرنے میں پھر اصحاب علی کی عیب جوئی میں ان کو اپنے سے دور رکھنے میں ان کی بات نہ سننے میں اس کے برخلاف شعیان عثمان کی ستائش گری میں انکے ساتھ ملکر رہنے میں ان کی بات مان لینے میں تم کو تامل نہ کرنا چاہیے۔

امیر معاویہ اور مغیرہ بن شعبہ

مغیرہ نے کہا اس سے پہلے اور لوگوں کو میں آزما چکا ہوں وہ بھی مجھے آزما کر دیکھ چکے ہیں اور حاکم رہ چکا ہوں کسی کو نکال دینے میں، اکھاڑ دینے میں، گرا دینے میں مجھ پر کبھی الزام نہیں آیا۔ اب تم بھی آزما لینا تو مجھ سے خوش ہو گے یا ناراض ہو جاؤ گے۔ پھر کہا کہ انشاء اللہ خوش ہو گے۔

شعبی کہتے ہیں مغیرہ کے بعد ایسا کوئی حاکم ہمارا نہیں ہوا اگر چہ ان حکام میں بھی جو پیشتر حکومت کی ہے۔ اور بڑے نیک سیرت امن و عافیت کے دل سے خواہشمند رہتے تھے۔ مگر علی کا برا کہنا ان کی ندمت کرنا قاتلان عثمان پر لعنت بھیجنا، انکی عیب جوئی کرنا عثمان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت اور ان کے اصحاب کے بے لوث ہونے کو ثابت کرنا، انھوں نے کبھی رد نہیں کیا۔

حجرؓ بن عدی

یہی بات سن کر حجر بن عدی کہنے لگتے ہیں۔ وہ تو نہیں بلکہ تم لوگوں کا خدا برا کرے اور لعنت کرے۔ پھر کھڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے خدائے عزوجل فرماتا ہے ''کونو اقوامین بالقسط شھداء للہ'' یعنی خدا کی راہ میں گواہی دیکر عدل و انصاف کو قائم کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جن لوگوں کی تم مذمت کرتے ہو جن کو عیب لگاتے ہو وہی فضل و بزرگی کے اہل ہیں اور جن کا بے لوث ہونا تم ثابت کرتے ہو۔ جن کی بیعت کر رہے ہو یہی مذمت کے قابل ہیں۔ مغیرہ یہ سن کر کہتے تھے اے حجر میں تمہارا حاکم ہوں بس اس سبب سے تمہارا تیر چل گیا۔ اے حجر افسوس تم پر بادشاہ سے اور اس کے قہر و غضب سے خوف کرتے رہو۔ ایک دفعہ کا غضب شاہی تم ایسے کنوں کی باہی کا باعث رہتا ہے۔ مغیرہ اتنا کہہ کر درگزر کرتے تھے چشم پوشی کر جاتے تھے۔

مغیرہ بن شعبہ کے خطبہ کی مخالفت

یہی ہوتا رہا یہاں تک ہ مغیرہ نے اپنی امارت کے آخری زمانہ میں خطبہ پڑھا۔ علی و عثمان کے بارے میں وہ جو بات ہمیشہ کہا کرتے تھے اسی کو اس طور پر کہنے لگے۔ خداوندا عثمان بن عفان پر رحم کر ان سے درگزر کر عمل نیک کی انھیں جزا دے۔ انھوں نے تیری کتاب پر عمل کیا تیرے پیغمبر کی سنت کا اتباع کیا۔ انھیں نے ہم لوگوں میں اتفاق قائم رکھا۔ ہم میں خونریزی نہ ہونے دی اور ناحق وہ قتل کیے گئے۔ خداوندا ان کے انصار پر ان کے دوستوں اور مجموعوں اور ان کے خون کا قصاص لینے والوں پر رحم فرما۔ اور ان کے قاتلوں پر بددعا کی۔

یہ سن کر حجر بن عدی اٹھ کھڑے ہوئے مغیرہ کی طرف دیکھ کر اس طرف ایک نعرہ بلند کیا کہ مسجد میں جتنے لوگ بیٹھے تھے اور جو باہر تھے سب نے سنا۔ کہا کس شخص کے دھوکے میں تم آئے ہوئے ہو اس بات کو نہیں سمجھ سکتے بڑھاپے کے سبب عقل جاتی رہی ہے اے شخص۔ ہماری تنخواہوں اور عطیوں کے جاری کرنے کا اب حکم دے دو۔ تم نے ہمارے رزق کو بند کر رکھا ہے۔ اس کا تمھیں کیا اختیار ہے۔ تم سے پہلے جو حکام گزرے انھوں نے کبھی اس بات کی طمع نہیں کی۔ اس کے علاوہ تم نے امیر المومنین کی مذمت اور مجرمین کی ستائش کا شیوہ اختیار کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبی کی نرم پالیسی

یہ سن کر مسجد میں کوئی دو تہائی سے زیادہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا بخدا حجر نے سچ کہا اور نیکی کی۔

ہماری تنخواہوں اور عطیات کے جاری کر دینے کا حکم دو۔ تمہارے اس قول سے تو ہم کو کوئی نفع نہیں حاصل ہوتا اس میں تو ذرا بھی فائدہ ہمارا نہیں۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں سب لوگ کہتے رہے۔ مغیرہ منبر سے اتر کر اندر چلے گئے اور ان کی قوم کے لوگوں نے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی۔ سب کہنے لگے کیا وجہ ہے کہ اس شخص کی ایسی ایسی باتیں آپ سنتے ہیں۔ اور اس طرح کی جرات وہ آپ پر آپ کی حکومت کے اندر کرتا ہے۔ اس میں دو طرح کے نقصان ہیں ایک تو آپ کی توہین ہوتی ہے۔ دوسرے امیر معاویہؓ کو اس بات کی خبر ہوگی تو اس شخص کی وجہ سے وہ آپ سے آزردہ ہو جائیں گے۔ ان سب لوگوں میں سب سے زیادہ حجر کے رائے میں قیل وقال عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے کی۔

مغیرہ بن شعبہ کا وفات

حضرت مغیرہؓ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں ان کو قتل کر چکا۔ میرے بعد جو شخص والی کوفہ ہو کر آنے والا ہے اس کو بھی میرے طرح سمجھیں گے۔ اور جس طرح میرے ساتھ پیش آتے ہوئے تم انھیں دیکھتے ہو، اسی طرح وہ اس سے ساتھ بھی پیش آئیں گے۔ وہ پہلے ہی دہلہ میں ان کو گرفتار کر لے گا۔ اور بہت بری طرح قتل کرے گا۔ میری موت قریب آ گئی میری حکومت میں ضعف آ گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے نیک لوگوں سے قتل کی ابتداء میں کروں اور ان کا خون بہاؤں کہ وہ تو سعادت اخروی حاصل کریں اور میں شقاوت میں مبتلا ہو جاؤں۔ معاویہؓ کو تو دنیا میں عزت ملے اور مغیرہؓ کو قیامت میں ذلت۔ میں اچھے آدمی کا عذر سنوں گا اور برے کو معاف کر دونگا، عاقل کی ستائش کر ونگا جاہل کو فہمائش۔ حتی کہ مجھ میں اور ان میں موت جدائی ڈال دے۔ میرے بعد کے حکام سے جب ان کو سابقہ پڑے گا تو مجھے یاد کریں گے۔ شیوخ عرب میں سے ایک شیخ حضرت مغیرہ کے اس قول کا ذکر کر کے کہا کرتا تھا کہ واللہ ہم نے سب کو دیکھ لیا اس شخص کو سب سے بہتر پایا بے گناہ کی اصلاح گناہ گار کی تعریف عذر کی پذیرائی میں سب سے بڑھ کر تھا۔

۴۱ ہجری میں مغیرہ نے کوفہ کی فرماں روائی اور ۵۱ ہجری میں وفات پائی اب کوفہ اور بصرہ دونوں زیاد کے زیر فرمان ہو گئے۔

کوفہ میں زیاد کی پہلی تقریر

زیاد کوفہ میں آیا قصر میں داخل ہوا پھر منبر پر گیا۔ حمد و ثناء الٰہی بجالا کر کہا:

زمانہ ہمارا تجربہ کر چکا ہے اور زمانہ کا۔ ہم فرمان روائی بھی کر چکے ہیں اور فرماں بری بھی۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اس حکومت کے آخر میں بھی وہی بات مناسب جو اول میں تھی۔ آسانی سے اطاعت وہ بھی ایسی کہ باطن کو ظاہر سے غائب کو حاضر سے دل کو زبان سے یکسانیت رہے اور ہم جان چکے ہیں کہ رعایا کی اصلاح اسکے سوا نہیں ہو سکتی۔ نرمی بغیر کمزوری کے سختی بغیر زیادتی کے۔ واللہ میں جو حکم تم لوگوں میں جاری کرونگا اسے قوت کے ساتھ پورا کر کے چھوڑونگا۔ حاکم اور منبر پر بیٹھ کر

غلط گوئی کرے اس سے بڑھ کر خداوند خلق خدا کے سامنے کوئی غلطی نہ
ہوگی۔

اسکے بعد زیاد نے عثمان اوران کے اصحاب کی ستائش اوران کے قاتلوں پر نفرین کی۔ حجر یہ سن کر اٹھے اور مغیرہ سے جس طرح پیش آتے تھے اب بھی وہی بات انھوں نے کی۔

زیاد کی کوفہ روانگی

زیاد عمون حریث کو والی کوفہ کر کے بصرہ چلا گیا وہاں جا کر اس نے یہ خبر بھی سنی کہ حجر کے پاس شیعان علی کا مجمع رہتا ہے۔ یہ لوگ علانیہ حضرت معاویہ پر لعنت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اوران لوگوں نے عمرو بن حریث کو سنگریزے مارے۔ یہ سنتے ہی پھر کوفہ میں چلا آیا۔ دارامارۃ میں داخل ہوا پھر باہر آیا اور منبر پر بیٹھ گیا۔ سندس کی قبا پہنے اور خز کی سبز چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ بالوں کو درست کئے ہوئے تھا۔ حجر بھی اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آج ان سے بالوں کو درست کئے ہوئے تھا۔ حجر بھی اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آج ان کے ساتھ مجمع بھی بہت زیادہ تھا۔

زیاد نے حمد وثناء کے بعد کہا۔ تعدی و گمراہی کا انجام برا ہے۔ ان لوگوں کی حمایت کی گئی تو اتر آئے۔ اور میری طرف سے مطمئن ہوئے تو گستاخ ہوگئے۔ بخدا اگر تم لوگ سیدھے نہ ہوئے تو جو تمہاری دوا ہے اسی سے تمہارا علاج کرونگا۔ اگر حجر کو سرزمین کوفہ سے ناپید نہ کردوں اور اسے میں دوسروں کے لیے عبرت نہ بنادوں تو مجھے ہیچ سمجھنا۔ افسوس ہو تجھ پر اسے حجر طعمہ گرگ اب تو ہونے والا ہے۔

حجر بن عدی اور امیر معاویہؓ کی گفتگو

ایک اور روایت ہے کہ جمعہ کے دن زیاد نے خطبہ میں بہت طویل دیا اور نماز میں تاخیر ہوگئی۔ حجر بن عدی نے پکار کر کہا الصلاۃ۔ اس پر بھی اس نے خطبہ کو جاری رکھا۔ انھوں نے پھر کہا الصلاۃ۔ اوراس نے خطبہ کو جاری رکھا۔ جب حجر نے دیکھا نماز جاتی ہے تو ہاتھ مار کر مٹھی میں کنکر اٹھائے اور نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اوران کے ساتھ سب لوگ اٹھے۔ یہ رنگ دیکھ کر زیاد اتر آیا اور سب کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہونے کے بعد اس نے معاویہ کو ان کی شکایت میں ایک خط لکھا اور بہت سی باتیں لکھ بھیجیں۔ امیر معاویہؓ نے جواب میں لکھا اسے بیڑیوں میں جکڑ کر میرے پس روانہ کرو۔

یہ خط جب آیا تو ان کی ساری برادری مایت پر آمادہ ہوگئی۔ مگر حجر نے ان سب کو منع کیا اور کہا سمع وطاعۃ غرض حجر کو پابہ زنجیر معاویہ کے پاس روانہ کردیا۔ یہ جب معاویہ کے سامنے گئے تو کہا السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معاویہ نے کہا ہاں امیر المومنین۔ واللہ نہ تجھ سے درگذر کروں گا نہ درگزر ہونے دونگا۔ لے جاؤ اسے یہاں سے اوراسکی گردن مارو۔

حجر کا نماز پڑھنا

جب انھیں باہر لے کر آئے تو جو لوگ اس کام پر مقرر تھے ان سے درخواست کی کہ دو رکعت نماز مجھے پڑھ

لینے دو۔ انھوں نے کہا پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعتیں جلدی سے پڑھ لیں اور یہ کہا کہ مجھے تم لوگوں کے بدگمان ہونے کا ندیشہ نہ ہوتا تو جی چاہتا تھا ذرا اور اس نماز میں طویل کر دیتا۔ مگر جو نمازیں جو کہ آج تک میں نے پڑھی ہیں اگر وہی میرے کام نہیں آئیں گی تو ان دو رکعتوں سے کیا ہوگا؟

حجر کی گردن اڑانا

پھر ان کے اقرباء میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے، ان سے کہا "نہ میری زنجیر اتارنا نہ خون کو دھوڈالنا میں اسی طرح معاویہ سے صراط پر ملاقات کرونگا"۔ پھر انھیں آگے بڑھا کر گردن ماردی گئی۔

حضرت عائشہؓ کی امیر معاویہ سے ملاقات

ام المومنین عائشہؓ اور امیر معاویہؓ سے غالباً مکہ میں ملاقات ہوئی تو پوچھا "معاویہ تمہارا علم حجر کے معاملے میں دھرا چلا گیا تھا"۔ حضرت معاویہؓ نے کہا "ام المومنین کوئی عقل دینے والا اس وقت میرے پاس نہ تھا"۔ اور جب معاویہؓ کی وفات ہونے لگی اور غرغرہ بولنے لگا تو کہہ رہے تھے "اے حجر تمہاری وجہ سے میرا دن پہاڑ ہے"۔

حجر بن عدی کے متعلق

ایک روایت یہ ہے کہ زیاد نے انتظامیہ کو حکم دیا کہ تم میں سے کوئی جا کر حجر کو بلا لائے۔ حسین کہتا ہے کہ شداد بن ہیثم سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مجھے حکم دیا کہ تم جا کر انھیں بلا لاؤ۔ میں نے جا کر ان سے کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہوں۔ ان کے ساتھیوں نے کہا کہ امیر کے پاس وہ نہ جائیں گے۔ اور نہ ہمیں اسکا پاس لحاظ ہے۔ یہ سن کر میں نے واپس آ کر حال بیان کر دیا۔ زیاد نے پولیس سربراہ کو حکم دیا کہ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دے۔ اس نے چند سپاہی میرے ساتھ کر دیئے۔ ہم سب نے ان سے جا کر کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہوں۔ ان لوگوں نے اس پر ہمیں برا بھلا کہا گالیاں دیں۔ ہم نے زیاد سے آ کر حال بیان کر دیا۔

یہ سن کر زیاد تمام شفائے کوفہ پر خفا ہونے لگا کہ اے اہل کوفہ یہ کیا؟ ایک ہاتھ سے چھری مارتے ہو دوسرے سے پٹی باندھتے ہو۔ جسم تمہارے میرے ساتھ دل تمہارے حجر کے ساتھ۔ یہی بکواسی احمق دیوانہ۔ تم خود تو میرے ساتھ ہوا اور تمہارے بھائی بیٹے برادری والے حجر کے ساتھ ہیں۔ بخدا اس بات سے تمہاری مفسدہ پروازی دریا کاری ثابت ہوتی ہے۔ اب تم لوگ اپنے بےلوث ہونے کا ثبوت دو ورنہ میں کچھ لوگوں کو بلا کر ساری بے رخی و کجی تمہاری نکالے دیتا ہوں۔

حجر بن عدی سے اہل کوفہ کی علیحدگی

یہ سنتے ہی سب زیاد کی طرف یہ کہتے ہوئے لپکے۔ معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ امیر المومنین کی اور آپ کی اطاعت اور جس بات میں آپ کی مرضی ہو اسکے سوا اس معاملے میں ہماری رائے کچھ اور ہو۔ جس بات میں آپ کے ساتھ ہماری اطاعت اور حجر کیساتھ ہماری مخالفت کا ثبوت ہو جائے آپ ہمیں اسی بات کا حکم دے کر دیکھئے۔ زیاد نے کہا تم سب اٹھ کھڑے ہو یہ لوگ جو حجر کو گھیرے ہوئے ہیں ان کے پاس جاؤ تم میں سے ہر شخص کو

چاہیے کہ اپنے بھائی کو بیٹے کو قرابت دار کو اپنی برادری کے لوگوں میں سے جو تمہارا کہنا مانے اس کو یہاں تک کہ جس جس کو تم حجر سے علیحدہ کر سکتے ہو، علیحدہ کر دیا۔

زیاد نے جب دیکھا کہ حجر کے ساتھ والے زیادہ تر ان کا ساتھ چھوڑ کر پاگل ہو گئے تو صاحب شرطہ سے کہا اب حجر کے پاس جا اگر وہ چلا آئے تو میرے پاس لے آ نہیں تو اپنے سپاہیوں کو حکم دینا کہ بازار میں سے ستونوں کو اکھاڑیں اور انھیں ستونوں سے ان ان لوگوں پر حملہ کر کے حجر کو میرے پاس لے آئیں اور جو روکے اسے ماریں۔ غرض پولیس سربراہ حجر کے پاس آیا۔ اور کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہوں۔ ان کے اصحاب نے کہا ایسا نہ ہوگا ہم اسکا لحاظ نہیں کرتے ہم اس کے پاس نہیں آتے۔

اصحاب حجر پر حملہ

اس نے اپنے ساتھ والوں سے کہ دیا کہ بازار کے ستونوں پر حملہ کر دو۔ یہ لوگ دوڑے اور سونا چھین لائے۔ اس وقت ابو عمرطہ نے حجر سے کہا کہ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے پاس میرے سوا تلوار نہیں ہے۔ ایک تلوار سے تو کام نہیں چلے گا۔ حجر نے کہا پھر کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اب یہاں سے نکلو اپنے لوگوں میں چلے جاؤ وہ ضرور تمہیں بچا لیں گے۔

زیاد اس وقت منبر پر تھا منبر ہی پر سے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ اس کے لوگ لٹھ لئے ہوئے حجر کے اصحاب پر پل پڑے۔ بکر بن عبید نے عمرو بن حمقؓ کے سر پر لٹھ مارا اور وہ گر پڑے۔ ابو سفیان بن عویمر اور عجلان بن ربیعہ ان کو اٹھا کر عبیداللہ بن مالک کے گھر میں لے گئے۔ یہ تینوں شخص ازدی تھے۔ عمرو اپنے نکلنے کے وقت تک اسی گھر میں پوشیدہ رہے۔

عبداللہ بن عوف کا انتقال

عبداللہ بن عو کہتے ہیں کہ قتل مصعب کے ایک سال پہلے جب ہم لوگ غزوہ جاجمیرہ سے واپس ہوئے ہیں تو میں نے بکر بن عبید کو دیکھا کہ راہ میں میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب سے اس نے عمرو کو لٹھ مارا تھا بخدا اس دن سے میں نے کبھی اسے دیکھا ہی نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ کہیں دیکھوں گا اسے تو پہچانونگا بھی نہیں۔ اب اسے دیکھتے ہی مجھے گمان ہوا کہ یہ وہی شخص ہے۔ کوفہ کی عمارتیں اس وقت سامنے سے دکھائی دے رہی تھیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کہ عمرو کو تو ہی نے لٹھ مارا تھا کراہت معلوم ہوئی کہ وہ مجھے جھٹلائے گا۔ میں نے اس طرح تقریر کی کہ جس دن سے تو نے عمرو کے سر پر مسجد میں لٹھ مارا جب سے آج تک میں نے تجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ آج تجھے دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا۔ کہنے لگا خدا ان آنکھوں کو روشن رکھے تیری نظر کس قدر صحیح ہے۔ وہ تو ایک شیطانی حرکت تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ عمرو صلحا میں سے ہیں۔

ضرب لگنے پر ردعمل

اپنی اس ضرب پر مجھے بہت ندامت ہے اور خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ میں نے کہا جس طرح تو نے عمرو بن حمق کو مارا تھا اسی طرح کی ضرب جب تک تیرے سر پر نہ لگالوں واللہ تجھے میں چھوڑتا نہیں۔ اس میں میں مرجاؤں

یا تو مر جائے۔ یہ سن کر وہ خدا کا واسطہ مجھے دینے لگا خدا کو یاد دلانے لگا۔ میں نے ایک نہ مانی اور اصفہان کی بندی میں سے ایک غلام رشید میرے پاس تھا اس کے نیزہ کی ڈانڈ بہت سخت تھی، میں نے اسے پکارا اور نیزہ اس سے لے لیا کہ اسی سے حملہ کرونگا۔ بکر یہ دیکھ کر سواری سے نیچے اترنے لگا۔ دونوں پاؤں اس کے زمین تک پہنچے ہی تھے کہ میں جا پہنچا۔ اور اس کے دماغ پر ایسی ایک ضرب میں نے لگائی کہ منہ کے بل گر پڑا۔ اسی حالت میں اسے چھوڑ کر میں آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ اچھا ہوگیا۔ اس مدت میں دو مرتبہ اور وہ مجھے ملا۔ ہر دفعہ مجھ سے یہی کہا کہ میرا تیرا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔ میں نے بھی یہی جواب ہر دفعہ دیا کہ تیرا اور عمرو کا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔

ابوعمرطہ کی کارگزری

غرض عمروؓ پر جب ضرب پڑی اور دو شخص انھیں اٹھا کر لے گئے اس وقت اصحاب حجر بنی کندہ کے دروازوں کی طرف آ گئے۔ ایک سپاہی نے عبداللہ بن خلیفہ طائی کو جب کہ وہ حجر کے اشعار پڑھ رہا تھا لٹھ مار دیا وہ گر پڑا۔ عائذ بن حملہ تمیمی کے ہاتھ پر لٹھ پڑا اور اسکا دانت بھی ٹوٹا۔ اس مضمون پر اس نے تین مصرعے نظم کیے۔
اور کسی سپاہی کے ہاتھ سے لٹھ چھین کر لڑنا شروع کر دیا۔ حجر کی اور ان کے اصحاب کا دفاع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سب لوگ بنی کندہ کے دروازوں سے باہر نکل گئے۔ حجر کا خچر وہاں موجود تھا۔ ابوعمرطہ خچر کو لے کر آیا اور کہا تمہارا برا ہو گا اب سوار ہو جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں تم نے خود کو بھی قتل کیا اور اپنے ساتھ ہم کو بھی حجر نے رکاب میں پاؤں ڈالا مگر چڑھ نہ سکے تھے۔ اور عمرطہ انھیں اٹھا کر خچر پر سوار کیا۔ پھر اچک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ یہ سنبھل کر بیٹھا ہی تھا کہ یزید بن طریف مسلی سر پر آ پہنچا۔ اس نے ابوعمرطہ کی ران پر لٹھ مارا۔ ابوعمرطہ نے تلوار سونت کر اس کے سر پر وار کیا۔ وہ منہ کے بل گر پڑا۔ پھر اچھا ہوگیا۔ اس مضمون پر عبداللہ بن ہمام سلولی نے چند اشعار کہے ہیں۔

کوفہ میں خانہ جنگی کی ابتداء

ابوعمروطہ کی یہ تلوار پہلی تلوار ہے جو کوفہ کی خانہ جنگی میں چلی۔ یہاں سے حجر اور ابوعمرطہ روانہ ہوئے۔ اور حجر کے مکان تک آ پہنچے حجر کے اصحاب میں سے بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور قیس بن فہدان کندی اپنے گدھے پر چڑھکر نکلا۔ ہاں جہاں بنی کندہ کا مجمع تھا وہاں جا جا کر اس مضمون کے اشعار پڑھتا پھرا۔
اے حجر کی قوم مدافعہ کرو اور حملے کرو اور اپنے بھائی کی طرف سے لڑ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی حجر کا ساتھ چھوڑ دے کیا تم لوگوں میں کوئی نیزہ باز کوئی تیرانداز نہیں ہے کیا تم میں کوئی سوار اور پیادہ نہیں ہے کیا تم میں کوئی باقدم شمشیرزن نہیں ہے مگر بنی کندہ میں سے کچھ زیادہ لوگ حجر کے پاس نہیں آئے۔

صائدین کا تکیہ

زیاد نے منبر پر کہا کہ قوم ہمدان و تمیم و ہوازن و بنی اعصر و مذحج و اسد و غطفان انھیں اور سب کندہ کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوں۔ وہاں سے حجر کے پاس جائیں اور اسے میرے پاس لے آئیں۔ یہ کہہ کر اسے یہ بات مناسب نہ معلوم ہوئی کہ طائفہ مضر کو طائفہ یمن کے ساتھ روانہ کرے۔ مبادا دونوں فرقوں میں اختلاف وار جھگڑا پیدا نہ ہو جائے اور ان کی حمیت کو ضرر پہنچے۔ یہ سوچ کر زیاد نے حکم دیا کہ تمیم و ہوازن و بنی اعصر و اسد و غطفان و مذحج و

ہمدان کو فقط کندہ کے تکیہ میں جانا چاہیے اور حجر کو میرے پاس لے آنا چاہیے۔ اور باقی اہل یمن صائدین کے علاقہ کی طرف روانہ ہوں اور جا کر حجر کو میرے پاس لائیں۔ یہ سن کر قبیلہ از دو بجیلہ و خثعم و انصار و خزاعہ و قضاعہ کے لوگ روانہ ہوئے اور صائدین کے تکیہ میں جا کر اترے پڑے۔

بنی کندہ کی گرگرفتاری

حضر موت والے اہل یمن کے ساتھ اس لیے نہیں گئے کہ انھیں کندہ سے رشتہ داری کو تعلق تھا۔ اس وجہ سے جو اہل حضر موت بنی کندہ کے ساتھ رہتے تھے۔ انھیں حجر کے تعاقب میں جانا گوارہ نہ ہوا۔ صائدتین کے تکیہ میں روسائے اہل یمن نے حجر کے بارے میں باہم مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن مخف نے کہا میں جو بات کہتا ہوں اس کو قبول کرو تو مجھے امید ہے کہ تم لوگ ملامت موصیت سے بچ جاؤ گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ جلدی نہ کرو ہمدان و مذحج کے نوجوان یہ کام کر گزریں گے۔ اور تم اپنی قوم اور اپنے سردار کے ساتھ برائی کرنے سے جو تمھیں ناگوار ہے بچ جاؤ گے۔ سب نے اس رائے کو اختیار کیا۔ کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ خبر ملی کہ ہمدان و مذحج تکیہ بنی کندہ میں داخل ہو گئے اور بنی جبلہ میں سے جس جس کو پایا گرفتار کر لیا۔ یہ سن کر اہل یمن بنی کندہ کے گھروں کی طرف گئے اور ان سے عذر کیا۔ اس کی خبر زیاد کو پہنچی تو اس نے مذحج و ہمدان کی ستائش کی اور تمام اہل یمن کی مذمت۔

قیس بن یزید کی گرفتاری

حجر جس وقت اپنے گھر پہنچے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگ ان کے ساتھ کم رہ گئے ہیں اور یہ خبر بھی پہنچی کہ مذحج و ہمدان کندہ کے تکیہ میں اور تمام اہل یمن صائدین کے تکیہ میں اترے ہوئے ہیں، تو انھوں نے اپنے اصحاب سے کہا ''تم سب چلے جاؤ۔ تمہاری ہی قوم کے لوگ جو تمہارے مقابلے میں جمع ہوئے ہیں واللہ تم ان سے لڑ نہیں سکتے۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم کو ہلاکت میں ڈال دوں''۔

یہ سن کر وہ لوگ واپس جانا چاہتے تھے کہ مذحج و ہمدان کے سواروں میں سے جو لوگ پہلے دستہ میں تھے ان تک آ پہنچے۔ یہ دیکھ کر عمیر بن یزید و قیس بن یزید و عبیدہ بن عمرو بدی و عبدالرحمٰن بن محرز طحی و قیس بن شمران سواروں پر پلٹ پڑے اور مصروف جنگ و جدال ہوئے۔ ایک گھڑی تک حجر کی حمایت میں مشغول کارزار رہے آخر زخمی ہو گئے اور قیس بن یزید گرفتار ہو گیا۔ کافی لوگ بچ کر نکل گئے۔ حجر نے ان سے کہا ''تمہارا بھلا ہو سب متفرق ہو جاؤ جنگ نہ کرو، میں خود کسی گلی سے نکلا جاتا ہوں۔ پھر بنی حوت کی طرف چلا جاؤں گا۔''

سلیم بن یزید کی جان نثاری

چلتے چلتے ان میں سے ایک شخص کے گھر تک حجر پہنچ گئے۔ اس کا نام سلیم بن یزدید تھا، یہ گھر کے اندر گئے اور لوگ ان کے تعاقب میں آئے اور اس گھر تک آ پہنچے۔ سلیم نے اپنی تلوار اٹھائی پھر ان کے مقابلے میں نکلنا چاہا۔ یہ دیکھ کر اس کی بیٹیاں رونے لگیں۔ حجر نے کہا آخر کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا ''واللہ میرا یہ ارادہ ہے کہ ان لوگوں سے کہوں گا کہ تمہارے پاس سے چلے جائیں وہ مان گئے تو خیر ورنہ اسی تلوار سے جس کے قبضہ پر میرا ہاتھ پڑ چکا ہے، تمہاری حمایت میں ان سے جنگ کرونگا'' حجر نے کہا تیرا بھلا نہ ہوا۔ ہائے میں نے تو تیری بیٹیوں پر مصیبت

ڈال دی۔ سلیم نے جواب دیا کچھ ان کی پرورش کا ذمہ دار میں نہیں ان کا رزق میں نہیں اس حی قیوم کے سوا جس کو موت نہیں۔ میں کبھی کسی نعمت کے لیے ننگ و عار کا خریدار نہ ہونگا۔ میری زندگی میں جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے میرے گھر سے تم اسیر ہو کر کبھی نہیں جا سکتے۔ اگر میں تمہاری حمایت میں قتل ہو جاؤں تو جو تمہارے جی میں آئے وہ کرنا۔

حجر نے پوچھا کیا اس مکان میں تمہارے کوئی ایسی دیوار نہیں ہے کہ میں اس پر سے چلا جاؤں یا کوئی روشندان ایسا نہیں ہے کہ اس میں سے میں نکل جاؤں۔ ہو سکتا ہے کہ خدائے عزوجل مجھ کو بھی اور تم کو بھی محفوظ رکھے۔ یہ لوگ جب تمہارے گھر سے مجھے گرفتار نہ کریں گے تو تم کو کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے۔ سلیم نے کہا ہاں یہ روشندان تو ہے اس میں سے نکل کر بنی عنبر کے محلہ میں اور اس کے آگے اپنی قوم والوں میں تم پہنچ سکتے ہو۔

حجر اور جوانان بنی ذہل

حجر اس روشندان سے نکل گئے۔ چلتے چلتے بنی ذہل میں پہنچے۔ ان لوگوں نے بیان کیا ابھی وہ لوگ تمہیں تلاش کرتے ہوئے ادھر سے گزرے ہیں تمہارا پتا لگا رہے ہیں۔ حجر نے کہا میں یہاں سے بھی بھاگتا ہوں۔ غرض نکل کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ جوانان بنی ذہل میں سے کچھ لوگ چلے کہ شاہراہ سے دور دور گلیوں میں سے انھیں لے کر گذر رہے تھے۔ چلتے چلتے قبیلہ نخع میں پہنچے۔ یہاں پہنچ کر حجر نے ان جوانوں سے کہا کہ تم پر خدا کی رحمت بس اب یہاں سے پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر سب پلٹ گئے۔ اور حجر اشتر نخعی کے بھائی عبداللہ بن حارث کے مکان کی طرف چلے اور گھر کے اندر چلے گئے۔

حجر کی قبیلہ نخع میں روپوشی

عبداللہ نے بہ کشادہ پیشانی و بشاشت ملاقات کی فرش بچھائے اور ان کا بستر لگایا۔ یہاں یہی ہو رہا تھا کہ کسی نے آ کر حجر سے کہا کہ پولیس والے قبیلہ نخع میں تم کو پوچھتے پھرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ایک سیاہ فام کنیز جس کو سب اوماء اوماء کہہ کر پکارتے تھے ان لوگوں کو ملی۔ اور ان سے پوچھنے لگی تم کسے ڈھونڈ رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہم حجر کو ڈھونڈ رہے ہیں کہنے لگی وہ تو یہیں ہے میں نے اسے قبیلہ نخع میں دیکھا۔ اب یہ لوگ قبیلہ نخع کی طرف پلٹ پڑے۔ یہ خبر سن کر حجر رات ہی کو عبداللہ کے گھر سے بھیس بدل کر نکلے اور عبداللہ بن حارث بھی ان کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ ربعہ بن ناجد ازدی کے مکان پر آ کر محلہ ازد میں حجر اتر پڑے ایک رات دن وہیں قیام کیا۔

زیاد کی اشعث بن کو دھمکی

جب پولیس اور انتظامیہ حجر پر قابو پانے سے عاجز آ گئی تو زیاد نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا اور ابو میثاء سن رکھ حجر کو میرے پاس لے کر آ نہیں تو بخدا تیرا ایک ایک کھجور کا درخت کٹوا ڈالونگا۔ اور ایک ایک گھر تیرا کھدوا ڈالوں گا۔ اور اس پر بھی تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا تیرے ٹکڑے ٹکڑے کرونگا۔ اس نے کہا اتنی مہلت دیجیے کہ میں اسے ڈھونڈوں۔ زیاد نے کہا تین دن کی تجھے مہلت دی۔ اگر اسے تو لے آیا تو خیر ورنہ اپنے کو زندوں میں نہ شمار کرنا۔ اور ابن اشعث کو زندان کی طرف لے چلے۔ اس کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے اسے لے

جارہے تھے۔ حجر بن زید کندی نے زیاد سے اس کی سفارش کی کہ میں ضامن ہوتا ہوں اسے چھوڑ دیجئے کہ حجر کو ڈھونڈے وہ آزاد ہو کر جس طرح ڈھونڈ سکتا ہے قید میں بھلا کب ڈھونڈ سکتا ہے۔ زیاد نے کہا کیا تم ضامن ہوتے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں ضامن ہوتا ہوں۔ زیاد نے کہا کہ یہ سمجھ لو اگر موت سے اس نے گریز کی تو میں تم کو موت کی صورت دکھا دونگا۔ اگر چہ اس وقت میں تم کو عزیز رکھتا ہوں۔ ابن یزید نے کہا وہ ایسا نہ کرے گا۔ زیاد نے اسے چھوڑ دیا۔

قیس بن یزید کی گرفتاری اور رہائی

قیس بن یزید کو اسیر کر کے لائے حجر بن یزید نے اس کے لیے بھی زیاد سے گفتگو کی۔ زیاد نے سب سے کہہ دیا کہ قیس کو کچھ خوف نہ کرنا چاہیے۔ عثمان کے بارے میں جو اسکا عقیدہ ہے اور صفین میں امیر المومنین کی رفاقت میں جو کام اس نے کیا ہم لوگوں کو خوب معلوم ہے۔ یہ کہہ کر اس نے قیس کو بلا بھیجا جب وہ سامنے آیا تو کہا میں خوب جانتا ہوں کہ حجر کی حمایت میں تم نے جنگ کی وہ اس وجہ سے نہ تھی کہ تم نے اسکا عقیدہ اختیار کر لیا ہو۔ وہ ایک آن بان کی بات تھی کہ تم نے اسکا ساتھ جنگ میں دیا، میں نے تمہارا یہ قصور معاف کر دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تم خوش اعتقاد اور جاں نثار ہو۔ لیکن جب تک تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس حاضر نہ کرو میں تم کو نہ چھوڑونگا۔ قیس نے کہا انشاء اللہ میں انھیں حاضر کر دونگا۔ زیاد نے کہا تمہارا اسکا کون ضامن ہوتا ہے لاؤ۔ کہا حجر بن یزید میرا اور اسکا ضامن ہو جائے گا۔ اس پر حجر بن یزید نے کہا ہاں میں اس شرط پر اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ اس کے جان و مال کا اطمینان ہو جائے۔ زیاد نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

یہ دونوں جا کر عمیر کو لے آئے وہ زخمی تھا۔ حکم ہوا اور وہ زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

عمرو بن یزید کی مشروط رہائی

اور لوگوں نے اسے زمین سے اونچا کیا اور ناف کے قریب تک لا کر لٹکا دیا۔ وہ زمین پر آ رہا۔ پھر اٹھایا اور پھر اسے پٹکا۔ کئی دفعہ یہی سلوک اس کے ساتھ کیا۔

یہ دیکھ کر حجر بن یزید اٹھ کھڑا ہوا اور زیاد سے کہنے لگا خدا سلامت رکھے کیا اس کو جان و مال کی امان نہیں دی گئی ہے۔ زیاد نے کہا ہاں اسے جان و مال کی امان دی ہے۔ میں نہ اس کا خون بہاتا ہوں نہ مال اینٹھنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا خدا سلامت رکھے اس کے لیے تو موت کا سامنا ہے قریب المرگ ہو گیا ہے اور جتنے اہل یمن وہاں تھے سب کھڑے ہو گئے اور زیاد کے پاس آ کر گفتگو کرنے لگے۔ اس نے کہا تم سب اس کے ضامن ہوتے ہو کہ اس نے اگر کوئی بے جا حرکت کی تو میرے پاس اس کو لے آؤ گے اور مسلم پر جو وار کیا گیا ہے اسکی دیت دے دو گے۔ سب نے کہا ہاں ہم ضامن ہیں۔ اس ضمانت پر اس نے عمیر کو چھوڑ دیا۔

حجر بن عدی کی مشروط حوالگی کی پیش کش

ربیعہ ازدی کے گھر میں ایک رات ایک دن حجر بن عدی نے قیام کر کے اپنے ایک اصفہانی غلام مسمی رشید کو محمد بن الاشعث کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ اس ظالم جبار نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا اسکی خبر مجھے پہنچی۔ تو

ہرگز نہ گھبرانا میں تمھارے پاس خود چلا آتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں سے کچھ لوگوں کو جمع کر کے اس کے پاس جاؤ اور اس سے میرے لیے بس اس قدر امان کے طالب ہو کہ وہ مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے جیسی ان کی رائے ہو اس طرح مجھ سے پیش آئیں۔ ابن اشعث حجر بن یزید اور جریر بن عبداللہ اور عبداللہ بن حارث اشتر کے بھائی کے پاس گیا۔ اور ان لوگوں کو لے کر زیاد کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے زیاد سے گفتگو کی اور حجر کے لیے اس باب میں امان کے طالب ہوئے کہ ان کو امیر معاویہ کے پاس بھیج دے، یا اپنی رائے سے جو چاہیں ان کے حق میں کریں۔ زیاد نے منظور کیا۔ ان لوگوں نے حجر سے انھیں کے پیامبر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم نے جو بات چاہتے تھے زیاد سے طے کر لی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اب چلے آئیں۔

حجر اور زیاد کی گفتگو

حجر یہ سن کر چلے آئے اور زیاد کے سامنے گئے۔ زیاد کہنے لگا ابو زمانہ جنگ میں بھی لڑنے کو تیار۔ اور جب لوگوں میں امن ہے جب بھی لڑنے کو تیار۔ مثل ہوئی کہ اپنے ہی لوگوں کو کتیا نے بھونک کر قتل کروادیا۔ حجر نے کہا نہ میں نے اطاعت سے سرکشی کی نہ جماعت سے علیحدگی۔ میں اپنی بیعت پر قائم ہوں۔ زیاد نے کہا اس دعویٰ کا تم سے کیا تعلق؟ ایک ہاتھ سے تو چھری مارتا ہے دوسرے سے پٹی باندھتا ہے۔ جب خدا نے ہمارے قابو میں تجھے دے دیا تو اب ہمیں خوش کرنا چاہتا ہے۔ واللہ ہرگز یہ نہ ہوگا۔ حجر نے پوچھا کیا تو نے اتنی امان مجھے نہیں دی ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں اور میرے بارے میں اپنی رائے پر وہ عمل کریں۔ زیاد نے کہا ہاں یہ ہمیں منظور ہے۔ اسے لے جاؤ قید خانہ میں۔ جب وہ زیاد کے پاس سے بھیج دیئے گئے تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر امان نہ دی ہوتی تو یہاں سے وہ ہل نہیں سکتا یہاں تک کہ اس کی جان نکال لی جاتی۔ بخدا اسکی رگ گردن کاٹنے کے لیے میرا جی بہت ہی چاہ رہا ہے۔

زیاد کے پاس سے حجر کو جب زندان کی طرف لے جارہے تھے تو انھوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا بارالہا میں اپنی بیعت پر قائم ہوں نہ میں اسے چھوڑ دونگا نہ چھوڑنا چاہتا ہوں یہ محض خدا و خلق خدا کی اطاعت کے لیے۔''

صبح کا وقت تھا اور بہت سردی پڑ رہی تھی حجر اس وقت سر پر برنس (ابتدائے اسلام کی ایک خاص وضع کی ٹوپی) پہنے ہوئے تھے۔ دس دن انھیں قید میں گزرے۔

عمرو بن احمق کی گرفتاری

اب زیاد کو ان سرداروں کی فکر ہوئی جو حجر کے اصحاب میں تھے۔ عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد کوفہ سے نکل گئے۔ مدائن میں پہنچے پھر وہاں سے بھی چلے سرزمین موصل میں آئے۔ یہاں ایک پہاڑ میں یہ دونوں چھپ رہے۔ اس دوران کے ناظم کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دو شخص اس پہاڑ کے دامن میں چھپے ہوئے ہیں۔ اسے ان دونوں پر شک ہوا۔ یہ شخص ہمدان سے تھا اس کا نام عبداللہ بن ابی المعہ تھا۔ اپنے ساتھ سواروں کو اور اہل شہر کو لے کر یہ پہاڑ کی طرف آیا۔ جب ان دونوں شخصوں تک پہنچا تو وہ نکل آئے۔ عمرو تھے اس کے پیٹ میں پانی اتر آیا۔ وہ تو اپنے کو بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں رفاعہ بن شداد قوی ہیکل جوان تھا وہ اپنے سبک رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور عمرو سے کہا میں تمہاری طرف سے لڑتا ہوں۔ اس نے کہا تمہارے لڑنے سے مجھے کا نفع پہنچے گا اگر ہو سکے تو اپنی جان بچا کر نکل

جاؤ۔اس نے ان سب پر حملہ کر دیا سب منتشر ہو گئے۔ یہ نکل گیا اور گھوڑے اسے لے بھاگا۔ تعاقب میں سوار گئے۔ رفاعہ قدر انداز شخص تھا جو سوار قریب پہنچتا تھا تیر مار کر اسے زخمی کر دیتا تھا یا اس کے گھوڑے کو بیکار کر دیتا تھا۔ آخر اسے چھوڑ کر سب پلٹ آئے۔

عمرو گرفتار ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جسے چھوڑ دو گے تو تمہارے لیے اچھا ہو گا اور اگر قتل کرو گے تو تمہارے لیے برا ہو گا۔ ان لوگوں نے بہت پوچھا مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔

عمرو بن حمق کا قتل

ابن ابی بلتعہ نے اسے عامل موصل عبدالرحمٰن ثقفی کے پاس بھیج دیا۔ اس نے دیکھتے ہی عمرو کو پہچان لیا۔ اور امیر معاویہؓ کو اس کا حال لکھ بھیجا۔ حضرت معاویہؓ نے جواب میں اسے لکھا کہ عمرو نے حضرت عثمان پر تیر کی بھال سے جو اسکے پاس موجود تھی، نو زخم کیے تھے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس پر زیادتی کی جائے۔ جس طرح اس نے عثمان پر طعن کیے ہیں تو بھی نو طعن اس پر کر۔ اس حکم پر عمرو کو نکال کر باہر لائے اور نو طعن اس پر کیے گئے پہلے یا دوسرے وار میں وہ مر گیا۔

زیاد نے حجر کے اصحاب کو تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو روانہ کیا۔ سب نے بھاگنا شروع کیا۔ ان میں سے جو ہاتھ لگ گیا اسے گرفتار کر لیا۔

قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کی گرفتاری

اب قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کے پاس زیاد نے اپنے پولیس سپرنٹنڈنٹ شرداد بن ہیثم کو بھیجا۔ قبیصہ نے اپنی قوم والوں کو پکارا اور تلوار اٹھائی۔ ربعی بن حراش عبسی اور کچھ لوگ اور انکی قوم کے آپہنچے۔ یہ کچھ زیادہ نہ تھے، قبیصہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ شداد نے کہا تم کو جان و مال کی امان ہے پھر کیوں خود کو ہلاک کرتے ہو۔ یہ سن کر ان کے ساتھی بھی کہنے لگے کہ تمام کو امان مل گئی پھر کیوں اپنے کو اور اپنے ساتھ ہم سب کو ہلاک کرتے ہو۔ قبیصہ نے کہا خدا تم کو عقل دے یا آیا لگایا ہوا فاحشہ زادہ اگر میں اس کے ہاتھ لگا تو واللہ ہرگز نہیں بچ سکتا ضرور مجھے قتل کرے گا۔ انھوں نے کہا ایسا نہ ہو گا۔ یہ سن کر قبیصہ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور سب ان کو لیے ہوئے زیاد کے پاس چلے۔ سامنا ہوتے ہی زیاد نے کہا واللہ میں تجھے ایسی سزا دونگا کہ یہ فتنہ و فساد اٹھانا، حکموں پر حملہ کرنا سب بھول جائے گا۔ قبیصہ نے کہا میں تو امان پا کر چلا آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا لے جاؤ اسے زندان میں۔

قیس بن عبار کی حق گوئی و اسیری

قیس بن عباد شیبانی نے زیاد سے آ کر کہا کہ ایک شخص ہم میں سے بنی ہمام کا جسے سیفی بن فیسل کہتے ہیں، اصحاب حجر کے سر گروہوں میں ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارا دشمن ہے۔ زیاد نے ان پر پولیس کی ٹیم بھیجی۔ وہ لوگ انھیں بھی پکڑ کر اس کے پاس لے آئے۔ زیاد نے ان سے کہا اے دشمن خدا! ابوتراب کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ کہا میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ کہا تو خوب جانتا ہے۔ کہا میں تو نہیں جانتا۔ کہا علی ابن ابی طالب کو تو نہیں جانتا۔ کہا ہاں جانتا ہوں۔ کہا وہی ابوتراب ہیں۔ کہا ہرگز نہیں وہ تو ابوالحسن والحسین ہیں۔ اب پولیس سربراہ بول اٹھا کہ

امیر تو کہتا ہے وہی ابوتراب ہیں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا امیر جھوٹ بولے تو تو چاہتا ہے کہ میں بھی جھوٹ بولوں اور امیر ناحق پر شہادت دوں جس طرح اس نے شہادت دی۔

عصا کی پٹائی

زیاد نے کہا قصور واری اور زبان درازی، لاؤ تو میرا عصا۔ عصا آیا اور زیاد نے پھر پوچھا بتا تیری کیا رائے ہے۔ کہا بندگان خدا میں سے کسی بندہ مومن کی نسبت جیسی میری رائے ہونی چاہیے اس سے بڑھ کر ہے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ عصا لے کر اس کے شانہ پر اس قدر مارو کہ زمین پر لوٹنے لگے۔ آخر صدمات ضروب سے وہ زمین پر گر پڑے۔ اب مار کو موقوف کرنے کا حکم ہوا اور پوچھا اب بتا علی کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ کہا واللہ اگر تو چھریوں سے میری بوٹیاں اڑا ڈالے جب بھی میں اس کے سوا نہ کہونگا جو تو سن چکا۔ زیاد نے کہا ان پر لعنت کر نہیں تو تیری گردن ماردونگا۔ کہا واللہ اس سے پیشتر ہی میری گردن مار۔ اگر تو میری گردن مارے گا تو میں حکم خدا پر راضی ہو جاؤں گا۔ اور تو شقاوت میں مبتلا ہو جائے گا۔ کہا اب اس کی گردن کی خبر لو۔ پھر کہنے لگا اسے بیڑیاں پہنا کر زندان میں ڈال دو۔

عبداللہ بن خلیفہ

اس کے بعد عبداللہ بن خلیفہ طائی کی تلاش میں جنھوں نے حجر کے ساتھ شریک ہو کر ان لوگوں سے شدید قتال کیا تھا، زیاد نے کے بکیر بن حمران احمری کو جو کہ عمال کے تابعین میں سے تھا، کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے ساتھ کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ عبداللہ کی طلب میں نکلے۔ ان کو عدی بن حاتم کو مسجد میں پایا۔ مسجد کے باہر انھیں لے آئے اور ارادہ کیا کہ زیاد کے پاس لے جائیں۔ وہ معزز شخص تھے، انھوں نے نہ مانا ان لوگوں سے جدال وقتال کرنے لگے۔ انھوں نے بھی ان کو زخمی کر دیا۔ دور سے پتھر برسا دیے۔ آخر وہ زمین پر گر پڑے۔ اور ان کی بہن میثاء دہائی دینے لگیں کہ اے بنی طے کیا عبداللہ بن خلفیہ کو تم حوالے کردو گیتمہاری زبان اور تمھیں سنان کدھر ہے۔ احمری یہ سن کر اندیشہ مند ہوا کہ بنی طے جمع ہو جائیں گے تو جان بچانا مشکل ہوگا بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر بنی طے کی عورتیں باہر نکل پڑیں اور عبداللہ کو گھر میں لے گئیں۔ اور احمری نے زیاد کے پاس جا کر یہ کہا کہ بنی طے نے مجھ پر ہجوم کیا میں تاب نہ لا سکا تیرے پاس چلا آیا۔ اب زیاد نے عدی کے لیے لوگوں کو بھیجا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ غرض انھیں قید کر لیا اور کہا عبداللہ کو میرے پاس لا۔ عدی کو عبداللہ کی خبر مل چکی تھی انھوں نے جواب دیا جس شخص کو لوگوں نے قتل کیا ہوا سے تیرے پاس میں کس طرح دلاؤں۔ کہا میرے پاس لا تو میں دیکھوں اگر لوگوں نے قتل کیا ہوگا تو یہ بہانہ کرتا۔ کہا میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور اسکا کیا حال ہے۔ غرض زیاد نے انھیں قید رکھا۔

عدی بن حاتم کا کوفہ سے اخراج

اہل شہر میں یمن اور مضر اور ربیعہ کے لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عدی کے لیے بے تاب نہ ہو گیا ہو۔ یہ سب لوگ زیاد کے پاس آئے اور عدی کے بارے میں گفتگو کی۔ عبداللہ کو لوگ نکال لے گئے اور بحتر میں جا کر چھپ رہے اور عدی سے کہلا بھیجا اگر آپ کی مرضی ہو تو میں نکل آؤں اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں

دیدوں تو میں اس حکم کے بجالانے کے لیے موجود ہوں۔ عدی نے جوان میں کہلا بھیجا کہ واللہ اگر تم میرے دامن کے نیچے بھی چھپے ہوتے تو دامن کو تم پر سے ہٹانا مجھے گوارانہ تھا۔ اب زیاد نے عدی کو بلا کر کہا کہ میں تمھیں اس شرط پر چھوڑے دیتا ہوں کہ عبداللہ کو شہر سے نکال دینے کا مجھ سے اقرار کرو اور اُسے پہاڑوں کی طرف روانہ کردو۔ عدی نے اُسے قبول کیا اور عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔ اگر زیاد کے غیظ وغضب میں سکون ہوجائے گا تو میں تمہارے بارے میں کہوں سنوں گا۔ انشاءاللہ پھر تم شہر میں چلے آؤ گے۔ غرض عبداللہ پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔

کریم بن عفیف خثعمی کو زیاد کے پاس لیکر آئے۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ کہا میں کریم بن عفیف ہوں۔ کہا تیرا برا ہو، تیرا اور تیرے باپ کا نام تو کیسا اچھا ہے اور تیرا فعل اور عقیدہ کیسا برا ہے؟ کہا کہ ہاں واللہ میرا عقیدہ کا حال تو تجھے اب معلوم ہوا ہے۔

روسائے ارباع کی گواہی

اسی طرح زیاد نے بارہ آدمی اصحاب حجر میں سے زندان میں جمع کیے۔ اب روسائے اراباع کو بلایا۔ ان سے کہا کہ حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اس کے گواہ ہو جاؤ۔ اس زمانہ میں یہ لوگ روسائے ارباع تھے۔ عمرو بن حریث ربع اہل مدینہ پر، خالد بن عرفطہ ربع تمیم و ہمدان پر، قیس بن ولید ربیعہ و کندہ پر، ابو بردہ ابن ابوموسیٰ قبیلہ مذحج و اسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں سرداروں نے اس امر کی گواہی دی کہ حجر نے اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا، خلیفہ کو علانیہ برا کہا، امیر المومنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو اکسایا اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آل ابی طالب کے سوا خلافت کسی کے لیے شایاں نہیں ہے۔ اور انھوں نے شہر میں بغاوت کر کے امیر المومنین کے عامل کو نکال دیا۔ اور ابوتراب کی طرف سے معذرت اور ان پر رحمت کی۔ ان کے دشمن اور اہل حرب سے جرات کی اور یہ لوگ جوان کے ساتھ ہیں ان کے احصاب کے سرگروہ ہیں۔ انہی کا سا عقیدہ انہی کی سی حالت ان کی بھی ہے۔

زیاد کی گفتگو

اب زیاد نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو روانہ کردیا جائے۔ قیس بن لوید نے جو یہ سنا تو زیاد کے پاس اگر یہ بات کہی کہ مجھے خبر ملی ہے کہ جب یہ لوگ روانہ کئے جائیں گے تو ان کے خیر خواہ چھیڑ چھاڑ کریں گے۔ زیاد نے یہ سن کر کناسہ سے سرکش اونٹ مول لانے کا حکم دیا۔ ان اونٹوں پر مخملیں کسوا دیں اور ون چڑھے مقام رحبہ میں حجر کو اور ان کے ساتھیوں کو سوار کردیا۔ جب رات ہوگئی تو زیاد نے کہا اب جس کا جی چاہے چھیڑ چھاڑ کرے۔ کسی نے بھی اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہ کی۔ زیاد نے گواہوں کی شہادت پر نظر ڈالی اور یہ کہا کہ میں اس گواہی کو قطعی نہیں سمجھتا، چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ ہوں۔

دوسری روایت میں شہادت کا حال اس طرح لکھا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضائے الٰہی کے لیے شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاعت و جماعت کو ترک کیا اور خلفیہ پر لعنت کی، اور جنگ وفتنہ پر لوگوں کو آمادہ کیا، اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا تاکہ وہ بیعت کو توڑیں اور امیر المومنین معاویہ کو خلافت سے معزول کریں اور خدائے عزوجل کے ساتھ علانیہ کفر کیا۔

حجر بن عدی کے خلاف کاراوئی

زیاد نے اس شہادت کو دیکھ کر کہا اسی طرح کی شہادت تم سب لوگ دو۔ سنو واللہ میں اس قبر میں پاؤں لٹکائے احمق کی رگ گردن کے قطع ہونے میں انتہائی کوشش کرونگا۔ باقی روسائے ارباع نے بھی ابو بردہ کی شہادت کی مانند گواہی دی۔ اس کے بعد زیاد نے اور سب لوگوں کو بلایا اوران سے کہا کہ روساء ارباع کی طرح تم بھی گواہی دو۔ اور ساری تحریری ان کو پڑھ کرسنا دی۔ سب سے پہلے عناق بن شرجیل تمیمی نے اٹھ کر کہا کہ میرا نام گواہوں میں لکھو۔

زیاد نے کہا پہلے قریش کے ناموں کو لکھو پھر عناق کا نام لکھواوران لوگوں کا جن کی خیر خواہی وراست بازی کو ہم لوگ بھی جانتے ہیں اور امیر المومنین بھی ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر اسحاق بن طلحہ اور موسیٰ بن طلحہ اور اسمعیل بن طلحہ اور منذر بن زبیر اور عمارہ بن عقبہ اور عبدالرحمٰن بن ہناد اور عمر بن سعد اور عامر بن مسعود اور محرز بن جاریہ اور عبیدہ اللہ بن مسلم حضرمی نے گواہی دی۔ پھر عناق بن شرجیل اور وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی اور قطن بن عبداللہ کی گواہی ہوئی۔ پھر سری بن وقاص حارثی کی شہادت لکھی گئی۔ حالانکہ وہ اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھا اپنی ملازمت پر گیا ہوا تھا۔ پھر سائب بن اقرع ثقفی اور شیب بن شبعی اور عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی اور مطصلہ بن ہبریہ شیبانی اور قعقاع بن شور ذہلی کی شہادت لی گئی۔ پھر شداد بن بزریعہ کا نام آیا تو زیاد نے کہا کیا اس کا کوئی باپ نہیں ہے۔ جو ماں کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ اسے گواہوں میں سے نکال دو۔ کسی نے کہہ دیا کہ وہ حصین کا بھائی ہے اور حصین تو منذر کا بیٹا ہے۔ زیاد نے کہا بس اسے بھی اسی کا بیٹا لکھ دو۔ غرض ابن بزیرہ کو ابن منذر لکھ دیا۔

یہ خبر شداد کو بھی پہنچی تو کہنے لگا تف ہے اس فاحشہ زادے پر کیا اسکی ماں اس کے باپ سے زیادہ زبان عام تھی۔ واللہ اسے تو اسکی ماں سمیہ کے ساتھ ہمیشہ نست دی جائے گی۔ پھر حجار بن ابجر عجلی کی گواہی لی گئی۔

بنی ربیعہ کی گواہی

ان گواہوں میں جو لوگ بنی ربیعہ کے تھے بنی ربیعہ ان پر غضبناک ہوئے اوران سے کہا کہ تم نے ہمارے دوستوں اور خلفاء کے خلاف یہ گواہی دی ہے۔ انھوں نے جواب دیا خود انکی قوم کے بہت سے لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے۔ ہم بھی آخر آدمی ہیں۔

پھر عمرو بن حجاج زبیدی اور عبید بن عطارد تمیمی اور محمد بن عمیر تمیمی اور سوید بن عبدالرحمٰن تمیمی کی گواہی ہوئی۔ اسماء بن خارجہ فزاری گواہی دینے سے عذر کرتا رہا۔ مگر اس کی گواہی لکھی گئی۔ پھر شمر بن ذی الجوشن عامری اور ہشم ہلالی کے دونوں بیٹے شداد و مروان اور محصن بن ثعلبہ نے گواہی دی۔ ہیثم بن اسود نخعی بھی سب سے عذر کرتا تھا مگر اس کی گواہی بھی لکھی گئی۔ پھر عبدالرحمٰن بن قیس اسدی اور رازمع ہمدانی کے دونوں بیٹے حارث اور شداد اور کریب بن سلمہ جعفی اور عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ جعفی اور زحر بن قیس جعفی اور قدامہ بن عجلان ازدی اور عزرہ بن عزرہ اسی گواہوں میں لکھے گئے۔

مختار بن ابی عبید اور عروہ بن مغیرہ کا گواہی سے گریز

مختار بن عابی عبید وار عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو بھی زیاد نے بلا بھیجا کہ حجر کے خلاف میں گواہی دیں، مگر وہ دونوں بچ کر نکل گئے۔ پھر عمر بن قیس ذی اللحیہ وادعی اور ہانی بن حید وادعی نے گواہی دی۔ کل ستر گواہ تھے اس پر زیاد نے کہا کہ ان لوگوں کے علاوہ حسب نسب والے اور دیندار ہیں اور سب کے نام نکال ڈالو۔ جو لوگ گواہی سے نکالے گئے ان میں عبداللہ بن حجاج تغلبی بھی تھا۔ اس انتخاب کے بعد بس اتنے لوگ گواہوں میں شامل رہے۔

گواہی کا درج ہونا

ان کی گواہی ایک کتاب میں لکھی گئی۔ یہ کتاب زیاد نے وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی کے حوالے کی اور ان دونوں کو حجر اور ان کے ساتھیوں پر نگراں مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو لیکر روانہ ہوں۔ گواہوں میں قاضی شریح بن حارث اور شریح بن ہانی حارثی کا نام لکھ دیا گیا۔ قاضی شریح کا بیان یہ ہے کہ زیاد نے مجھ سے حجر کا حال پوچھا تھا میں نے کہا وہ بڑے روزہ دار اور نمازی شخص ہیں۔ اور شریح بن ہانی کہتے ہیں میں نے گواہی دی ہی نہیں جب مجھے خبر ہوئی کہ میری گواہی بھی لکھی گئی ہے تو میں نے زیاد کو ملامت کی اور اسے کاذب کہا۔ وائل بن حجر و کثیر بن شہاب رات کے وقت سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ پولیس سربراہ بھی ساتھ ساتھ رہا اور کوفہ کے باہر تک ان کو نکال آیا۔

قبیصہ کا استقبال

جب یہ لوگ محلّہ عزرم تک پہنچے تو قبیصہ نے اپنے گھر کی طرف ایک نظر کی دیکھا کہ ان کی بیٹیاں کسی بلندی پر چڑھ کر دیکھ رہی ہیں۔ انھوں نے وائل و کثیر سے کہا کہ مجھے اتنی اجازت دو کہ اپنے اہل وعیال کو وصیت کرلوں۔ دونوں نے اجازت دے دی۔ جب یہ گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لڑکیاں رو رہی ہیں۔ پہلے یہ گرا خاموش رہے پھر ان سے کہا کہ چپ ہو جاؤ وہ سب چپ ہوگئیں تو کہا خدائے عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو میں اس سفر میں اپنے پروردگار سے امید رکھتا ہوں کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مجھے حاصل ہوگی۔ یا تو شہادت ہوگی اور وہ تو بہت بڑی سعادت ہے یا تمہارے پاس خیر و عافیت کے ساتھ واپس چلا آؤں گا۔ اور سنو جو معبود تمھیں رزق دیتا تھا اور تمہاری پرورش میں میرا مددگار ہوتا تھا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ تو زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ضائع نہ ہونے دے گا اور تمہارے لیے میری حفاظت کرے گا۔

قبیصہ یہ کہہ کر وہاں سے مڑے اور اپنی برادری والوں کی طرف سے گذرے۔ وہ لوگ انھیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا مانگنے لگے۔ انھوں نے کہا مجھے اپنی جان جس قدر عزیز ہے اسی کے برابر اپنی قوم کے ہلاک ہونے کا خیال ہے تو وہ میری نصرت نہ کریں۔ اس وقت کچھ یہ امید بھی قبیصہ کو ہوئی تھی کہ یہ لوگ مجھے چھڑا لیں گے۔

حجر اور اصحاب حجر کی روانگی

عبیداللہ بن حر جعفی بیان کرتے ہیں کہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو جب لے کے چلے تو میں سری بن ابی وقاص کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کیا دس آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو اس وقت میرے ساتھ شریک ہو جائیں

کہ میں ان لوگوں کو چھڑالوں۔ کیا پانچ آدمی بھی ایسے نہیں ہیں۔ افسوس ہزار افسوس کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔

جب غریین کے مقام پر یہ لوگ پہنچے تو شریح بن ہانی ایک خط لیے ہوئے پہنچے۔ اور کثیر سے کہا کہ میرا یہ خط امیر المومنین کو پہنچا دینا۔ کہا اس میں کیا مضمون ہے۔ انھوں نے کہا یہ نہ پوچھو اس میں کچھ میری حاجت ہے۔ کثیر نے انکار کیا اور کہا ایسا خط امیر المومنین کے پاس میں نہیں لے جاتا جس کا مضمون مجھے معلوم نہ ہو ممکن ہے کہ انھیں ناگوار ہو۔ شریح نے وائل کو جا کر خط دیا اور انھوں نے لے لیا۔ پھر جو یہ قافلہ روانہ ہوا تو مرج عذرا میں جا کر ٹھہرا۔ یہاں سے دمشق بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ وہ سب لوگ جو مرج عذار میں قید کیے گئے تھے۔ یہ ہیں حجر بن عدی کندی، ارقم بن عبداللہ کندی، شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فیل، قبصیہ بن ضبیعہ عبسی، کریم بن عفیف خثعمی، عاصم بن عوف بجلی، ورقاء بن سمی بجلی، کدام بن حیان عنزی، عبدالرحمٰن بن حسان عزنی، محرز ن شہاب تمیمی، عبداللہ بن حویہ سعدی، زیاد نے عمر بن اسود بجلی کے ساتھ دو اشخاص اور مزید بھیجا عتبہ بن اخنس اور سعد بن نمران ہمدانی۔

زیاد کا امیر معاویہ کے نام خط

امیر معاویہؓ نے وائل و کثیر کو بلا بھیجا۔ ان سے خط لے کر مہر توڑی اور اہل شام کو خط پڑھ کر سنایا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

> بندہ خدا امیر المومنین معاویہ کو زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے۔ خدا نے اس بلا کو خوبی کے ساتھ امیر المومنین سے دفع کر دیا اور باغیوں کے دفع کرنے کی زحمت سے انھیں بچالیا۔ اس فرقہ ترابیہ سائیہ کے شیاطین نے جن کا سرگروہ حجر بن عدی ہے۔ امیر المومنین سے مخالفت اور جماعت مسلمان سے علیحدہ اختیار کی۔ اور ہم لوگوں سے جنگ کی۔ خدا نے ہمیں ان پر غلبہ دیا اور ہم نے انھیں گرفتار کر لیا۔ شہر کے معززین اور معمر و دیندار لوگوں کو میں نے بلایا۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی گواہی دی۔

میں نے ان کو امیر المومنین کے پاس بھیج دیا ہے۔ اور میرے اسی خط کے نیچے میں صلحا و اخیار شہر کی گواہیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

> حضرت معاویہؓ نے خط اور گواہوں پڑھ کر پوچھا کہ ان لوگوں کے بارے میں جن کے خلاف انھیں کی قوم نے یہ گواہیاں دی ہیں جو تم سن رہے ہو تمہاری کیا رائے ہے؟

یزید بن اسد بجلی نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ملک شام کے مختلف قریوں میں ان کو متفرق کر دجائے۔ وہاں کے شورش انگیز لوگ ان کے لیے کافی ہیں۔ آپ کو سزا دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

شریح بن ہانی کی اپنی گواہی سے برات

شریح بن ہانی کا خط سیدنا معاویہ کو حضرت وائل بن حجر نے دے دیا۔ امیر معاویہؓ نے اس خط کو بھی پڑھا۔ لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ خدا امیر المومنین معاویہ کو شریح بن ہانی کی طرف سے مجھے خبر ملی ہے کہ زیاد نے آپکے پاس میری شہادت حجر بن عدی کے خلاف میں لکھ کر بھیجی ہے۔ حجر بن عدی کے بارے میں میری شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والوں میں، زکوۃ دینے والوں میں، ہمشیہ حج وعمرہ بج لانے والوں میں، امر بالمعروف اور انہی عن المنکر کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان کا خون بہانا اوران کا مال لینا حرام ہے۔ اب چاہو ان کو قتل کرو چاہو چھوڑ دو۔

حضرت معاویہؓ نے یہ خط وائل وکثیر کو پڑھ کر سنایا اور یہ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خود کو تم لوگوں کی شہادت سے الگ کرلیا۔

غرض یہ لوگ مج عذرا میں قید رہے۔ اور حضرت معاویہؓ نے زیاد کو لکھا کہ تم نے حجر بن عدی اوران کے ساتھیوں اوران کے خلاف جو شہادتتمہاری جانب سے ہوئی ہے اس بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے میں سمجھ گیا۔ میں نے غور کیا تو کبھی یہ رائے ہوئی کہ انکو چھوڑ دینے سے قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کو قتل کرنے سے معاف کردینا افضل ہے والسلام۔

زیاد کا قتل حجر پر اصرار

زیاد نے اس کے جواب میں حضرت معاویہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور آپ کی رائے کو سمجھا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حجر اور اسکے ساتھیوں کے بارے میں آپ کو کیسا شبہ ہے۔ جو لوگ ان کے احوال سے زیادہ واقف ہیں انھوں نے تو ان کے خلاف گواہیاں دیں اور آپ سن چکے۔ اب اگر اس شہر پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو حجر کو اور اس کے اصحاب کو ہرگز میرے پاس واپس نہ کیجئے گا۔

یزید بن حجیہ تیمی یہ خط لے کر روانہ ہوا۔ مرج عذرا میں پہنچا اور قیدیوں سے کہا واللہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ میں ایک خط لے کر آیا ہوں جس کا انجام قتل ہے۔ اب جو کچھ تم اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہو مجھ سے بیان کرو کہ میں اس بارے میں کچھ کرسکوں کچھ کہہ سکوں۔

حجر نے کہا کہ معاویہ کو یہ پیغام پہنچادو کہ ہم لوگ اپنی بیعت پر قائم ہیں نہ چھوڑنا چاہتے ہیں نہ اسے چھوڑیں گے۔ جنھوں نے ہمارے خلاف شہادت دی ہے وہ سب ہمارے دشمن اور بدخواہ ہیں۔

یزید بن حجیہ خط لے کر حضرت معاویہؓ کے پاس آیا۔ حضرت معاویہؓ نے زیاد کا خط پڑھ لیا تو یزید حجر کا پیغام بھی سنا دیا۔ حضرت معاویہؓ نے اس کا جواب دیا کہ زیاد کو ہم حجر سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ام الحکم ثقفی یا عثمان بن عمیر ثقفی اور حضرت معاویہؓ میں کچھ باتیں ہوئیں۔

حجر بن عدی اور عامر بن اسود عجلی

اہل شام وہاں سے اٹھے اور ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ امیر معاویہؓ اور عبدالرحمٰن نے کیا باتیں کیں۔ نعمان بن بشیر سے آ کر عبدالرحمٰن کا قول انھوں نے بیان کیا۔ نعمان نے کہا سب لوگ مارے جائیں گے۔ عامر بن اسود عجلی بھی ابھی تک عذرا میں تھا اس نے معاویہؓ کے پاس آنے کا قصد کیا تا کہ جن مزید دو شخصوں کو زیاد نے بھیجا ہے ان کا ذکر کر دے۔ اس کو جاتا دیکھ کر حجر بن عدی زنجیر کو کھڑ کھڑاتے ہوئے اٹھے اور کہا اے عامر ایک بات میری سن لے معاویہؓ سے کہنا کہ ہم لوگوں کا خون بہانا ان پر حرام ہے۔ اور یہ کہہ دینا کہ ہم لوگوں کو امان دی جا چکی ہے اور ہم صلح کر چکے ہیں۔ ارے خدا سے ڈرو اور ہمارے بارے میں غور کر...... حجر نے بار بار عامر سے یہی بات کہی...... عامر نے کہا میں سمجھ گیا تم تو بہت دفعہ کہہ چکے۔ حجر نے کہا میرے لیے کسی طرح کی بدنامی نہیں ہوئی...... تجھ کو تو انعام و اکرام ملے گا اور حجر کو کھینچ لے جائیں گے اور قتل کریں گے۔ اگر میری بات تجھے گراں گذرے تو شکایت کا موقع نہیں ہے۔ اس بات پر عامر کو شرمندگی سی ہوئی کہنے لگا واللہ یہ بات نہیں ہے۔ میں ضرور تمہارا پیام پہنچا دونگا اور ضرور کاوش کرونگا۔ اسی کا بیان ہے کہ اس نے کیا بھی ایسا ہی......

عامر بن اسود عجلی کی سفارش

عامر نے معاویہ سے ان دونوں شخصوں کا ذکر جو کیا تو یزید بن اسد بن بجلی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المومنین دونوں میرے ابن عم جریر مجھے بخش دیجئے۔ ان دونوں کی سفارش میں جریر بن عبداللہ پہلے ہی امیر معاویہؓ کو لکھ چکا تھا کہ ''میری قوم کے دو شخص جو اہل جماعت سے ہیں اور خوش عقیدہ ہیں کسی بدخواہ چغل خور نے زیاد سے ان کی شکایت کی۔ زیاد نے ان دونوں کو بھی ان کوفیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے جن کو امیر المومنین کے پاس اس نے روانہ کیا ہے ان دونوں نے نہ تو اسلام میں کوئی بدعت، نہ خلفیہ سے کچھ مخالفت کی ہے۔ امیر المومنین سے اسکا نفع انھیں ملنا چاہیے'' اب جو یزید نے ان دونوں کی سفارش کی تو حضرت معاویہؓ کو جریر کا خط بھی یاد آ گیا۔ یزید سے کہا کہ تمہارے ابن عم جریر نے بھی ان دونوں کی تعریف مجھے لکھ بھیجی ہے۔ اور وہ ایسا ہی شخص ہے کہ اس کی بات پر یقین کرنا چاہئے اور اسکی خیر خواہی کو مان لینا چاہیے اور تم نے بھی اپنے ابن عم مجھ سے مانگے ہیں لو میں نے دونوں کو بخش دیا۔

ارقم، عتبہ، سعد اور ابن کویہ کی جان بخشی

وائل بن حجر نے ارقم کے لیے کہا اس کو بھی اس کی خاطر سے چھوڑ دیا۔ ابو اعور سلمی نے عتبہ بن اخنس کو مانگ لیا اسکی بھی جان بخشی ہو گئی۔ حمرہ بن مالک ہمدانی نے سعد بن نمران ہمدانی کو مانگا اسے بھی معاف کر دیا۔ حبیب بن مسلمہ نے ابن حویہ کے باب میں گفتگو کی اسے بھی رہائی مل گئی۔

حضرت معاویہؓ کا مالک بن ہبیرہ کو جواب

اب مالک بن ہبیرہ سکونی نے کھڑے ہو کر حضرت معاویہؓ سے کہا "امیر المومنین میرے ابن عم حجر کو میرے کہنے سے چھوڑ دو" معاویہ نے کہا تیرا ابن عم تو رئیس قوم ہے۔ اگر اسے چھوڑ دوں تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ سارے شہر کو مجھ سے بدعقیدہ کر دے گا اور کل کو مجبور ہو کر مجھے اس کے مقابلے کے لیے پھر تجھ ہی کو تمام ساتھیوں سمیت عراق بھیجنا پڑے گا۔ مالک نے کہا واللہ تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اے معاویہ میں نے آپ کے ساتھ شریک ہو کر آپ کے ابن عم سے قتال کی۔ مجھے ان لوگوں کے مقابلے میں صفین کا معرکہ پیش آیا۔ آخر آپ کا ہاتھ اونچا رہا اور پایہ بلند ہو گیا اور پھر کسی بات کا آپ کو خوف نہ رہا۔ اب میں نے اپنے ابن عم کے لیے جو آپ سے سوال کیا تو خفا ہو گئے اور بات میں طول دے دیا جس سے مجھے کچھ نفع نہ پہنچا اور بیکار خوف تم نے کیا۔

خثعمی کی ہدایت

مالک تو یہ کہہ کر چلا گیا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گیا، حضرت معاویہؓ نے اسیریوں کے پاس ہدبہ بن فیاض قضاعی (یک چشم) ارحصین بن عبداللہ کلابی اور ابوشریف بدی کو بھیجا۔ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے۔ خثعمی نے جونہی یک چشم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہ دیا "کہ ہم میں سے آدھے قتل ہو جائیں گے آدھے بچ جائیں گے" سعد بن نمران نے کہا اے اللہ! مجھے اس صورت میں بچا لینا کہ تو بھی مجھ سے راضی رہے۔ عبدالرحمٰن بن حسان غزی نے کہا خداوندا ان کی ذلت سے مجھے عزت دے اس طرح سے کہ تو بھی مجھ سے راضی رہے۔ میں نے تو بہت دفعہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا مگر خدا کو وہی منظور ہوا جو اسکی مشیت تھی۔ حضرت معاویہؓ کے قاصد نے ان لوگوں سے کہا کہ چھ شخص چھوڑ دیئے جائیں گے آٹھ قتل کئے جائیں گے۔ ہم لوگوں کو حکم ہے کہ علی سے تبرا اور اُن پر لعنت کرنے کا تم سے کہیں ہیں اگر تم ایسا کرو تو تم کو چھوڑ دیں ورنہ تم کو قتل کریں۔ امیر المومنین کا خیال ہے کہ خود تمہارے ہی ہم وطنوں کی گواہی سے تمہارا قتل کرنا اُن کے لئے جائز ہو چکا ہے۔ مگر اُنھوں نے معاف کر دیا ہے۔ تم اس شخص پر تبرا کرو تو ہم سب کو چھوڑ دیں۔

امیر معاویہ کا پیغام دینا

اُن لوگوں سے کہا "خداوند ہم سے تو یہ فعل کبھی نہ ہو سکے گا۔،، بس اُن کے لئے قبروں کا کھودنے کا حکم دیدیا گیا۔ قبریں کھدنے لگیں، کفن سب کے لئے آ گئے۔ رات بھر یہ لوگ نمازیں پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت معاویہؓ کے آدمیوں نے اُن سے کہا رات تو تمہاری لمبی لمبی نمازوں اور دعاؤں کو ہم نے دیکھا یہ تو بتاؤ حضرت عثمانؓ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ اُنھوں نے کہا وہی تو پہلے شخص ہیں جس نے حکم میں ظلم اور ناحق پر عمل کیا۔ یہ سن کر معاویہ کے آدمیوں نے کہا امیر المومنین نے تم کو خوب پہچانا تھا۔ اور یہ کہہ کر قتل کرنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اس شخص پر تبرا کرو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم تو اُن سے محبت رکھتے ہیں اور اُن سے جس نے تبرا کیا ہم بھی اُس پر تبرا کرتے ہیں۔ اب ایک ایک شخص نے ایک ایک شخص کو قتل کرنے کیلئے کھینچا۔ قبیصہ پر ابوشریف بدی کا ہاتھ پڑا۔ قبیصہ نے کہا میرے تیرے خاندان میں شر......... مجھے کوئی اور ہی شخص قتل کرے۔ بدی نے کہا کچھ قرابت

کا ہونا اس وقت تیرے کام آیا۔ یہ کہہ کر اُس نے حضرمی کو اور قضاعی نے قبیصہ کو قتل کیا۔

مختصر نماز

پھر حجر نے اُن لوگوں سے کہا ذرا مجھے وضو کر لینے دو۔ کہا کر لو۔ جب وضو کر چکے تو کہا دو رکعت نماز بھی پڑھ لینے دو۔ بخدا جب بھی میں نے وضو کیا ہے دو رکعت نماز ضرور پڑھی ہے۔ کہا پڑھ لو۔ حجر نماز پڑھ کر واپس آئے اور کہنے لگے واللہ اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم خیال کرو گے کہ مجھے موت سے گھبراہٹ ہے تو جی چاہتا تھا کہ اس نماز کو طول کر دیتا۔ پھر کہا خداوند ہم لوگ تجھ سے مدد چاہتے ہیں اس امت کے مقابلہ میں اہل کوفہ نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اہل شام ہم کو قتل کر رہے ہیں۔ اور واللہ اگر تم مجھ کو قتل کرتے ہو تو سن رکھو کہ مسلمانوں میں پہلا فارسی میں ہوں جو وادی شام میں ہلاک ہوا۔ اور پہلا شخص میں ہوں جن پر یہاں کے کتے بھونکے۔ یہ سن کر یک چشم ہدبہ قضاعی تلوار کھینچے ہوئے اُن کی طرف بڑھا۔ اور اُن کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری پڑ گئی۔ ہدبہ نے کہا ہاں تم تو سمجھتے تھے کہ موت کو تم سے گھبراہٹ نہیں ہے۔ لو میں تمھیں چھوڑ دیتا ہوں۔ اپنے امام سے برات کا اقرار کر لو کیونکر مجھے اضطراب نہ ہوں۔ دیکھ رہا ہوں قبر کھدی ہوئی ہے، کفن سامنے پھیلا ہوا ہے، تلوار سر پر کھینچی ہوئی ہے۔ لیکن واللہ اس اضطراب میں بھی ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالوں گا جس سے خدا ناراض ہو۔ یہ سن کر ہدبہ نے اُن کو قتل کیا۔ پھر سب بڑھے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چھ آدمی قتل ہو گئے۔

کریم بن عفیف خثعمی کو پناہ

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خثعمی نے کہا تھا ہم دونوں کو امیر المومنین کے پاس بھیج دو۔ اس شخص کے بارے میں جو کلمہ وہ کہتے ہیں ہم بھی اسی طرح کہہ دیں گے۔ ان دونوں آدمیوں کے اس قول کو معاویہؓ کے پاس ان لوگوں نے کہلا بھیجا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا جاؤ کہ وہ دونوں کو میرے پاس لے آئیں۔ جب یہ دونوں شخص معاویہ کے سامنے گئے تو خثعمی نے کہا ''اے معاویہؓ خدا سے ڈرو اس دار فانی سے دار الآخرہ کی طرف آپ کو بھی جانا ہے اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمیں آپ نے کیوں قتل کیا، ہمارا خون آپ نے کیوں بہایا''۔ معاویہؓ نے پوچھا علی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ کہا جو تم کہتے ہو۔ پوچھا علی جس دین پر تھے کیا تو اس دین سے برات کرے گا۔ انھوں نے جواب نہ دیا اور حضرت معاویہؓ نے بھی جواب دینے سے کراہیت کی۔

میرا ابن عم کو بخش دینا

شمر ذی الجوشن نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین یہ میرا ابن عم ہے۔ مجھے بخش دیجئے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا بخشا۔ مگر میں اسے مہینہ بھر تک قید رکھوں گا۔ اسکے بعد سے ہر دوسرے دن ان کی طلبی ہوتی تھی اور ان میں اور معاویہؓ میں باتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے کہہ دیا کہ تجھ ایسے شخص کا عراق میں جا کر رہنا مجھے گوارا نہیں۔ آخر شمر نے پھر ان کی سفارش کی تو حضرت معاویہؓ نے کہا میں تمھیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارے ابن عم کو بخش دیا۔

یہ کہہ کر ان کو بلا بھیجا اور رہا کر دیا۔ شرط یہ ہوئی تھی کہ جب تک حضرت معاویہؓ کی سلطنت ہے یہ کوفہ میں نہ جائیں گے۔ ان سے پوچھا کہ بلاد عرب میں سے کونسا شہر تمھیں پسند ہیں جہاں میں تم کو بھجوا دوں۔ انھوں نے موصل کو پسند کیا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد میں کوفہ میں چلا جاؤں گا۔ حضرت معاویہؓ سے ایک مہینہ پیشتر ان کی وفات ہوگئی۔

عبدالرحمٰن غزی کی سچی گواہی

پھر حضرت معاویہؓ نے عبدالرحمٰن غزی کی طرف رخ کر کے کہا۔ بتا اے اخور ربیعہ علی کے باب میں تیرا کیا قول ہے۔ کہا یہی بہتر ہے کہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھیں۔ کہا جب تک تو یہ نہ بتائے گا میں چھوڑنے کا نہیں۔ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ذکر خدا کرنے والے اور حق کا حکم کرنے والے تھے اور عدل کے قائم رکھنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے۔ کہا عثمانؓ کے بارے میں تیرا کیا قول ہے؟ کہا انھیں نے سب سے پہلے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کے دروازوں کو ہلا ڈالا۔ کہا تو نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ میں نے تو تجھ کو قتل کیا اور اس وقت بنی ربیعہ میں سے کوئی میدان میں نہیں ہے۔ غزی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب شمر نے خثعمی کی سفارش کی تھی اور ان کے خاندان کا کوئی شخص اس وقت حاضر نہ تھا کہ ان کے بارے میں کچھ کہتا سنتا۔

عبدالرحمٰن غزی کے ساتھ انجام

حضرت معاویہؓ نے اس کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور اسے لکھ بھیجا کہ تیرے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ غزی ہے۔ اس کو ایسی سزا دے جسکے وہ لائق ہے اور بہت ہی بری طرح اسے قتل کر۔ زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے ان کو قس ناطف میں بھیج کر اسی مقام میں زندہ گاڑھ دیا۔ جس وقت غزی حور خثعمی کو معاویہ کے پاس لے جانے لگے تو غزی نے حجر کی طرف خطاب کر کے کہا "اے حجر خدا آپ پر رحم کرے کیا اچھے آپ برادر ایمانی تھے" اور خثعمی نے کہا تم سلامت رہو کہ ہمیشہ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کرتے رہے۔ اتنے میں ان دونوں کو لے کر لوگ دور نکل گئے۔ جب تک سامنا رہا حجر ان کی طرف دیکھتے رہے پھر کہا۔ دوستوں کے تعلقات قطع کرنے کے لیے موت کافی ہے۔ حجر کے قتل ہونے کے چند روز بعد عتبہ بن اخنس اور سعد بن نمران کو بھی معاویہ کے پاس لے جایا گیا اور دونوں کو رہا کر دینے کا حکم ہوا۔

حضرت حجر رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں جو لوگ قتل ہوئے

حجر بن عدی، شریک بن شداد حضرمی، جنئی بن فیل شیبانی، شعیصہ بن ضبیعہ عبسی محرز بن شہاب سعدی، کدام بن حیان عنزی، عبدالرحمٰن بن حسان غزی جس کو زیاد کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور وہ قس ناطف میں زندہ گاڑھ دیا گیا۔ یہ کل سات شخص ہیں جو قتل کیے گئے اور ان کو کفن دیئے گئے اور ان پر نماز پڑھی گئی۔ حضرت حسن کو حجر کے مع اصحاب قتل ہونے کی خبر پہنچی تو پوچھا نماز ان پر پڑھی گئی، کفن انھیں ملا، وہ لوگ دفن ہوئے، ان کو قبلہ رخ کیا تھا۔ سب نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا۔ کہا بخدا وہ چل دیئے گئے۔

جو لوگ قتل سے بچ گئے

کریم بن عفیف خثعمی، عبداللہ بن حویہ تمیمی، عاصم بن عوف بجلی، ورقاء بن سمی بجلی، ارقم بن عبداللہ کندی، عتبہ بن اخنس سعدی، سعد بن نمرن ہمدانی۔ یہ بھی سات شخص ہیں۔

مالک بن ہبیرہ سکونی کی سفارش کو بھی حجر کی جان بخشی کے لیے حضرت معاویہؓ نے نہ سنا اور بنی کدنہ اور بنی سکون اور اہل یمن سے بہت سے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے یہ بات کہا" واللہ ہمیں معاویہ کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی ان کو ہم لوگوں کی ضرورت ہے۔ ہم کو انھیں کی قوم میں سے ان کا بدل مل جائے گا انھیں ہمارا بدل نہیں مل سکتا۔ چلو حجر کو ان لوگوں کی قید سے چھڑا لائیں" یہ سن کر سب کے سب چل کھڑے ہوئے۔ انھیں یقین تھا کہ سب لوگ عذار میں ہونگے۔ ابھی قتل نہیں ہوئے۔ سامنے سے قاتلوں کو دیکھا کہ اس طرف سے چلے آرہے ہیں اور انھوں نے جو یہ دیکھا کہ مالک کے ساتھ بہت سے لوگ چلے آرہے ہیں تو سمجھ گئے کہ حجر کے چھڑانے کو یہ آرہا ہے۔ مالک نے ان سے پوچھا کہ کیا خبر ہے۔ ایک شخص نے کہا ان لوگوں نے توبہ کرلی۔ اب ہم حضرت معاویہؓ کے پاس یہی کہنے کو جارہے ہیں۔ مالک نے سکوت کیا اور عذرا کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک شخص ادھر سے آتا ہوا راہ میں ملا۔ اس سے خبر ملی کہ وہ لوگ قتل ہوئے۔ جا لک نے پکار کہ ان قاتلوں کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ کچھ سوار بھی ان کے تعاقب میں دوڑائے۔ گر وہ نکل گئے تھے اور انھوں نے حضرت معاویہؓ کے پاس جا کر مالک بن ہبیرہ کا اور اسکے ساتھ کے لوگوں کا جو قصہ تھا سب بیان کر دیا۔

ہبیرہ کا کوفہ میں جوش وولولہ

حضرت معاویہؓ نے کہا گھبراؤ نہیں یہ ایک جوش تھا جو اسے آ گیا شاید اب ٹھنڈا بھی ہو گیا ہوگا۔ مالک وہاں سے واپس ہوا تو سیدھا اپنے گھر پر آ کر اترا۔ حضرت معاویہؓ کے پاس بھی نہیں گیا۔ حضرت معاویہؓ نے بھلا بھیجا تو اس نے آنے سے انکار کیا۔ جب رات ہوئی تو ضرت معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم اس کے پاس بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ امیر المومنین نے جو حجر کے بارے میں تیری سفارش کو نہ مانا وہ محض تیری اور تیرے ساتھیوں کی بہتری کے خیال سے تھا کہ کہیں پھر جنگ وجدال کی مصیبت نہ پڑ جائے۔ حجر بن عدی اگر زندہ رہتا تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ تجھ کو اور تیرے اصحاب کو اس سے لڑنے کے لیے جانا پڑتا۔ اور اس جنگ سے مسلمانوں کی ایسی تباہی ہوتی جو حجر کے قتل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مالک نے ہدیہ قبول کر لیا اور خوش ہو گیا۔ اور صبح کو اپنی ساری جماعت سمیت حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر رضا مندی کا اظہار کیا۔

عائشہؓ کی ناراضگی امیر معایہ سے

ام المومنین سیدنا عائشہؓ نے حجر اور اصحاب حجر کی سفارش کے لیے عبدالرحمٰن بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ جب یہ معاویہ کے پاس پہنچے تو وہ لوگ قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ ابوسفیان کا سا علم جو تم میں تھا اسے کب سے چھوڑ دیا۔ کہا جب سے تم ایسے اہل حلم نے مجھے چھوڑ دیا۔ ابن سمیہ نے جو کہا وہ میں نے مان لیا۔ اور حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں اگر ایسا نہ ہوتا کہ جب ہم کسی بڑ کو متغیر کرتے ہیں تو اس سے زیادہ مشکلات ہم پر الٹ

پڑے ہیں جن میں ہم تھے۔ ہم ضرور حجر کے قتل کو متغیر کرتے۔ بخدا میرے علم میں تو یہ ہے کہ وہ شخص دیندار اور جو عمرہ کا بجالانے والا تھا۔ جب حضرت معاویہؓ نے حج کیا تو حضرت عائشہؓ رضوان اللہ علیہا کے دروازے سے گذرے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ آکے بیٹھے تو آپ نے کہا۔ معاویہ تم کو اسکا اطمینان کیونکر ہوا کہ تمہارے قتل کرنے کے لیے میں نے کسی کو یہاں چھپا کر نہ رکھا ہوگا۔ معاویہ نے کہا میں تو دارالامان میں آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا معاویہؓ حجر واصحاب حجر کے قتل کرنے میں تم کو خوف خدا نہ آیا۔ کہا میں نے انھیں قتل نہیں کیا۔ جنھوں نے ان کے خلاف میں گواہیاں دیں انھیں نے ان کو قتل بھی کیا۔

لوگ کہا کرتے تھے کہ پہلی ذلت جو کوفہ کے لیے ہوئی وہ حضرت حسن بن علی کی موت ہے اور حجر بن عدی کا قتل اور زیاد سے رشتہ جوڑا۔

حجر کے بارے میں امیر معاویہ کی رائے

لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت معاویہؓ نے مرتے وقت تین دفعہ کہا ''ابن ادبر (حجر) کی وجہ سے میرا دن دراز ہوگیا'' اور حسن کا قول تھا کہ معاویہ کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو مہلک تھی۔ اس امت پر جاہلوں کو مسلط کر دینا۔ حد ہوگئی کہ امت سے مشورہ کئے بغیر امارت کو معاویہ دبا بیٹھے۔ اور اس وقت تک صحابہ میں بھی کچھ لوگ باقی تھے اور صاحبان فضل بھی امت میں موجود تھے۔ پھر اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دینا ایک شراب خوار سیاہ مست کو جو حریر پہنتا تھا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ پھر زیاد سے رشتہ جوڑ لینا حالانکہ رسول ﷺ فرما گئے ہیں کہ ''لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زنا کار کے لیے پتھر ہے''۔ پھر حجر کو قتل کرنا۔ ویل ہو ان پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔ ویل ہو ان پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔

حجر بن عدی کے انتقال پر مرثیہ

شاعرہ انصاریہ ہند بنت زید نے حجر کا مرثیہ کہا ہے اور یہ عورت اہل بیت کی طرفدار تھی (ترجمہ منظوم)

مرثیہ حجر بن عدی

خوش وخرم ہو کامراں ہو تو مجھ کو لیکن دمشق سے بخدا آ رہی ہے ڈکارنے کی صدا نیک بندوں کا خوں ہے شہ کو حلال اور ہے ناگفتہ بہ وزیر کا حال حجر کاش اپنی موت سے مرا کوئی اس کو نہ ذبح تو کرتا یوں تو جتنے ہیں قوم میں سردار ایک دن چل بسیں گے آخرکار

حجر بن عدی پر اگلا مرثیہ

ایک شاعرہ نے حجر کا یہ مرثیہ کہا ہے۔ کوئی اس مرثیہ کو بھی انصاریہ کی طرف منسوب کرتا ہے

میری آنکھ کے آنسو ایک جھڑی ہے کہ لگی ہوئی ہے حجر کو رونے میں میری
آنکھ بخل نہیں کرتی ہائے قوم اگر اس کی پیروی کرتی تو کانا اس پر تلوار نہ
اٹھا سکتا

قیس بن عباد کا قتل

پھر ایک شاعر نے کچھ کہے جس میں بنی ہند کو ابھارا تھا کہ قیس بن عباد سے صیفی بن فسیل کا انتقام لیں۔ مگر قیس بچ گیا اور اتنے دن زندہ رہا کہ ابن اشعث کے معرکوں میں شریک ہو کر اس نے جنگ آزمائی کی۔

حجاج سے حوشب نے مخبری کی (حوشب بنی ہند میں سے ہے) کہ ایک شخص ہم لوگوں میں بڑا فتنہ انگیز اور سلطنتوں کے مخالفوں میں ہے۔ عراق میں کوئی فتنہ ایسا نہیں ہوا جس میں وہ شریک نہ ہوا ہو۔ وہ ترابی ہے اور حضرت عثمانؓ پر لعن طعن کرتا ہے۔ ابن اشعث کے ساتھ اس نے بھی بغاوت کی تھی اور اس کے سب معرکوں میں شریک تھا اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ جب ان سب لوگوں کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ تو اب گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا ہے''۔ حجاج نے یہ سن کر قیس بن عباد کے گرفتار کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا اور اس کی گردن ماری۔ قیس کے برادری والوں نے حوشب کے خاندان سے شکایت کی کہ تم نے ہمارے ایک عزیز کو سزا دلانے کی کوشش کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے بھی تو ہمارے ایک عزیز (صیفی بن فسیل) کی شکایت کی تھی۔

عبداللہ بن خلیفہ کا حضرت عدی کی ہجو کرنا

صحابی رسول ﷺ عدی بن حاتم کو زیاد نے اس شرط پر زندان سے رہا کیا تھا کہ وہ اپنے ابن عم عبداللہ بن خلیفہ کو شہر سے نکال دیں اور کہا جب تک کوفہ میں میری حکومت ہے وہ یہاں نہ آنے پائے۔ عدی نے ان کو پہاڑوں میں بھیج دیا تھا۔ وہاں سے عدی کو برابر لکھا کرتے تھے کہ مجھے بلوا لیجئے اور عدی بھی ان کو امید دلاتے رہتے تھے۔ آخر ایک قصیدہ انھوں نے لکھ کر بھیجا۔ (ملخصاً)

ابن خلیفہ کے اشعار

روئے ان دوستوں کو جو تباہ کر دیئے گئے اور موت کے گھاٹ سے نکل کر نہ آ سکے
موت نے انھیں بلا لیا۔ اور جس کا وقت آ جاتا ہے سمجھ لو کہ اب وہ تاخیر نہیں کر سکتا
جب کبھی جنگ کی آگ بھڑکتی تھی اور تیز ہو جاتی تھی وہی لوگ میرے مددگار ہوتے تھے اور میری سپر بن جاتے تھے
ان کے بعد مجھے دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہیں ہے نہ زندگی کی اب پروا ہے واللہ جب تک میں قبر میں نہیں جاتا اور زندہ ہوں ان کی یاد مجھے کبھی نہ بھولے گی سلام ہو اللہ کا اہل عذرا پر اور باران رحمت انھیں سیراب کرے

اسی مقام میں حجر رحمت خدا سے واصل ہوا ہے اور حجر وہ شخص ہے جس نے خدا کو رضامند رکھا۔
حجر کی قبر پر روز ندائے محشر تک باران رحمت کے ڈونگرے پڑے رہیں اور جھڑی لگی رہے......

اے حجر تیرے بعد کون خوف خدا سے اب حق کے ساتھ زبان کھولے گا اور کون ایسا ہے کہ ظلم کا ذکر سن کر اس کے مٹانے پر آمادہ ہو جائے۔

تو کیا اچھا اسلامی بھائی تھا مجھے امید ہے کہ بہشت کی نعمتیں اس قدر تجھے ملیں گی کہ تو خوش ہو جائے گا۔
جہاد میں شمشیر زنی کا حق ادا کرتا تھا اور نیکی کو اچھا اور بدی کو برا سمجھنے والا تھا۔
اے حضرت موت و غالب وشبیان سے میرے بھائیوں خدا تم پر حساب کو آسان کرے۔

تم لوگوں نے سعادت حاصل کی مرتے مرتے صائب الرائے اور ثابت قدم تم سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔

جب تک آسمان پر تارا چمکتا ہے اور باغ میں فاختہ چہل اور قہقہے کرتی ہے میں تم کو رویا کرونگا۔

یہ میرا قول ہے اور غلط نہیں کہتا ہوں کہ اے ابن طے مجھے اسکا اندیشہ نہ تھا کہ تمہارے ہوتے میں گرفتار کرلیا جاؤں گا۔

تمہارا برا ہو تم نے اپنے بھائی کی طرف سے جنگ نہ کی وہ دفع کرتے کرتے خود کو سنبھال نہ سکا اور گر پڑا۔

تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس طرح منتشر ہو گئے گویا میں قبیلہ ایاد و اعصر میں ایک اجنبی شخص تھا کہ مجھے گرفتار کرا دیا۔

اب ہر ایک مہم میں کیا میرا سا شخص تم کو ملے گا کیا مجھ سا شخص تم پا سکو گے جب کبھی رن پڑے گا۔

جب کہ جنگ آستینیں چڑھالے گی اور جانباز حریف ترکتازی کرے گا تو کون شخص مجھ سے تمہاری نصرت کو آئے گا۔

میرا تو یہ حال ہے کہ شہر سے نکالا ہوا کوہستان بنی طے میں پڑا ہوں۔ ہاں اگر خدا چاہتا تو اس حالت کو بدل دیتا۔

میرے دشمن نے مجھے میرے دارالہجرت سے نکال دیا۔ میں خدا کی مشیت و تقدیر پر راضی ہوں۔

خود میری قوم نے بے گناہ مجھے دشمن کے حوالہ کر دیا۔ جیسے وہ میری برادری والے اور میرے خاندان کے لوگ نہ تھے۔

اگر زمانہ ابن طے کی قوم سے خلاف ہو کر بدل جائے تو اب مجھے نصرت کے لیے نہ پکاریں۔

میں نے لشکریوں کو لے کر ان کے ساتھ جنگ نہیں کی تو تیرہ تارہ گرد و غبار کوفہ میں ان پر بلند نہیں کیا۔

اے ہمدم اگر تو مشرق کی طرف سفر کرے تو میرا پیام قوم جدیلہ اور معن اور بحر کو پہنچا دے۔

اور قوم نبہاں کو اور طے کے لوگوں کو۔ کیا میں تم لوگوں میں متغیر مزاج و زبردست شخص نہ تھا؟

وہ میرا حملہ کرنا مہران پر جب کہ میرے ساتھ والے خود اور زرہ بھی نہ پہنے ہوئے تھے، وہ قتل کرنا اس مرد جانباز کو جو کنگن پہنے ہوئے تھا۔

وہ جلولا کا واقعہ جس میں مجھ پر حرف نہیں آنے پایا وہ نہاوند و شوستر کی فتح؟

تم بھول گئے میرا لب آب صفین میں جنگ کرنا جب کہ میری برچھی دشمنوں کی پشت میں ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔

خدا بھلا کرے عدی بن حاتم کو اور جزا دے ان کو کہ مجھے چھوڑ دیا اور میری نصرت نہ کی۔

اے ابن حاتم جس رات بنی عدی سے ذرا بھی تمہارا کام نہ نکل سکا اس وقت تمہاری نصرت کے لیے بے باکانہ میرا آ پڑنا کیا تم بھول گئے؟

میں نے دشمنوں کے نرغہ کو تم پر سے منتشر کر دیا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو گئے اور میں نے ثابت کر دیا کہ میں ایک درشت و سخت حریف ہوں۔

سب نے پیٹھ دکھلا دی میرے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا وہ لوگ سمجھے کہ ہبر شیر کا سامنا ہے۔
میں نے ایسے وقت میں تم لوگوں کو نصرت کی کہ جو قریب تھا وہ بد دل ہو چکا تھا اور جو دور تھا وہ اور دور نکل گیا تھا میں تنہا مددگار تھا جو فتح کا باعث ہوا۔
اس کا عوض میرے ساتھ یہ ہوا کہ تم لوگوں کے سامنے مجھے گھسیٹے ہوئے لے جائیں اور میں ذلیل کیا جاؤں اور قید کیا جاؤں۔
کتنے ہی وعدے تم نے مجھ سے کئے کہ مجھے پھر بلا لو گے۔ مجھے ان وعدوں سے کچھ بھی نفع نہ ہوا۔
اب میری یہ اوقات ہے کہ کبھی اونٹنیوں کو چرا رہا ہوں کبھی چرواہے کے ساتھ بکریوں کے پیچھے پھر پھر کرتا پھرتا ہوں۔
گویا میں کبھی تخت و تاریج کرنے کو اسب تازی پر سوار نہیں ہوا تھا میں نے کسی پہلوان کو قتل کر کے نہیں ڈال دیا تھا۔
کبھی سواروں کی ترکتاز کو تلوار کھینچ کر میں نے روکا نہ تھا جب کہ بزدل الٹے پاوں بھاگ کر چلا اٹھا تھا۔
شہر سجاس دابہر کی چڑھائی پر جانے والی فوج کا تعاقب بھی گھوڑے کو ایڑ لگا کر میں نے نہیں کیا تھا۔
میں نے ابلاکم کی بستی والوں کو ایک ایسی فوج سے جو پرندوں کے غول کے مانند تھی، اضطراب میں ڈالا بھی نہ تھا اور مظفر و منصور ہو کر واپس بھی نہیں ہوا تھا۔
مجھے قزوین یا شروین میں شہسواروں کے ساتھ برچھیاں مارتے کسی نے نہیں دیکھا تھا یا میں نے کندر سے جنگ نہیں کی تھی۔
دنیا کی خوبیوں نے مجھ سے کنارہ کیا جو شے خوشگوار تھی وہ اب میرے لیے ناگوار ہو گئی۔
میری قوم والوں کا خدا بھلا کرے اگر چہ میں ان میں نہیں ہوں اگر چہ انھوں نے مجھے ضائع کر دیا اور ناسپاسی کی۔
اگر چہ میں ان سے دور ہوں محصور ہوں۔ ان کے بعد دنیا اور زندگانی دنیا کا کچھ لطیف نہیں۔
ان خلفیہ زیاد کے مرنے سے پیشتر ہی پہاڑوں میں وفات پا گئے۔ حجر سے محمد بن اشعث سے بے وفائی کرنے پر عبیدہ کندی نے بھی چند شعر کہے ہیں۔

ربیع بن زیاد حارثی کا خراسان پر تقرر

اسی سال زیاد نے بربیعہ بن زیاد حارثی کو خراسان کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ حکم بن عمرو غفاری نے مرتے وقت اپنی جگہ انس بن ابی انس کو خراسان پر مقرر کر دیا تھا۔ انھیں نے حکم کے جنازہ پر نماز پڑھی۔ اور خالد بن عبداللہ کے گھر میں دفن ہوئے۔ یہ خالد بن عبداللہ حنفی کے بھائی تھے۔ حکم نے زیاد کو بھی اس تقرر کی اطلاع دے دی تھی۔ زیاد نے انس کو معزول کر کے ان کی جگہ خلید کو مقرر کر دیا۔ انس نے زیاد کی ہجو میں کچھ شعر کہے۔ مہینہ بھر کے بعد اس نے خلید کو بھی معزول کر دیا اور خراسان پر ۵۱ ہجری میں ربیع کو مقرر کر دیا لوگ اپنے عیال سمیت خراسان میں جا کر بس گئے پھر اسے بھی معزول کیا۔ ربیع نے صلح کر کے بلخ کو فتح کیا۔ احنف بن قیس سے بھی اس سے پہلے اہل بلخ صلح کر تو

چکے تھے مگر پھر شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے تھے اور قہستان کو بھی بزور وغلبہ ربیع نے فتح کیا۔ اسکے اضلاع میں ترکوں کو قتل کر کے شکست دی۔

بلخ کی فتح

ایک ترک طرفان باقی رہ گیا تھا اسے قتیبہ بن مسلم نے اپنے عہد حکومت میں قتل کیا۔ ربیع اپنے غلام فرخ اور اپنی کنیز شریفہ کو ساتھ لیے ہوئے لڑتا ہوا نہر ترکستان سے سالم وغانم عبور کر گیا۔ فرخ اس سے پیشتر نہر کے پار جاچکا تھا۔ ربیع نے اسے غلامی سے آزاد کر دیا۔ حکم بن عمرو نے بھی اپنے عہد امارت میں نہر کو عبور کیا تھا مگر فتح یاب نہ ہوئے تھے۔ اہل اسلام میں سب سے پہلے حکم کے ایک غلام آزاد نے اس نہر کا پانی سپر کو ڈبو کر پانی لیا خود پیا اور حکم کو دیا۔ حکم نے پانی پیا وضو کیا اور نہر کے اس پار جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور واپس آئے۔ حکم پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس طرح نماز پڑھی۔

یزید بن معاویہؒ کا حج

اس سال یزید بن معاویہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور عامل مدینہ سعید بن عاص تھے اور کوفہ و بصرہ اور تمام ملک مشرق کا حاکم زیاد تھا۔ کوفہ میں شریح قاضی تھے اور بصرہ میں عمیرہ بن یثربی۔

یزید کی ولی عہدی (۵۲ ہجری کے واقعات)

عبداللہ بن مسعدی کو جانشین بنانا

بعض مورخین کہتے ہیں کہ سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم پر اس سال جہاد کیا اور وہیں جاڑوں میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔ اور عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو اپنا جانشین کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سال زمین روم پر بسر بن ارطاۃ نے لوگوں کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔ انھیں لوگوں میں سفیان بن عوف بھی تھے۔ اسی سال محمد بن عبداللہ ثقفی نے جنگ صائفہ کی (زمین روم پر ہمیشہ فصل گرما ہی میں جنگ ہوا کرتی تھی اسی وجہ سے عرب اس جنگ کو صائفہ کہا کرتے تھے۔ مترجم) اس سال سعید بن عاص امیر حجاج تھے اور شہروں کے حکام وہی لوگ تھے جو ۵۱ ہجری میں تھے۔

۵۳ ہجری کے واقعات

جزیرہ رودس کی فتح

اس سال عبدالرحمٰن بن ام الحکم ثقفی نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ اسی سال جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے

جزیرہ رودس کو فتح کیا۔ مسلمان وہاں گئے زراعت کی زمینیں اور مویشی خریدے وہ اپنی زمینوں کے گرد مویشی کو چرایا کرتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تھی تو سب جانوروں کو قلعہ کے اندر لے جاتے تھے۔ ان لوگوں کے پاس ایک مالی تھا وہ انھیں سمندری دشمنوں کی چالوں سے ہوشیار کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ یہ سب بہت چوکنے رہتے تھے۔ یہ لوگ رومیوں پر غضب کے دلیر تھے۔ سمندر میں انھیں روک لیتے اوران کے جہازوں کی رہزنی کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کے لیے عطیات اور تنخواہیں مقرر کر دی تھیں اور دشمن پر ان کا خوف چھایا ہوا تھا۔ امیر معاویہؓ کے بعد یزید نے سب کو وہاں سے بلا لیا۔

زیاد بن ابی سفیان کی وفات

اسی سال زیاد کوفہ میں پانچ برس گورنری کر کے بسرہ میں اپنی جگہ سمرہ بن جندب کو چھوڑ کر ماہ رمضان میں وفات پا گیا۔ اس نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ عراق کا نظم و نسق تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے داہنا ہاتھ خالی ہی رہتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس بات پر یمامہ اور اس کے اضلاع بھی زیاد کی حکومت میں شامل کر دیے۔

اور ایک روایت ہے کہ حجاز کا ملک اور سے داہنے ہاتھ میں دے دیا۔ اور اسکے نام کا فرمان لکھ کر ہیثم بن اسود کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب اہل حجاز کو یہ خبر معلوم ہوئی تو کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کے پاس آئے۔ اوران سے یہ مصیبت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا میں اسکے لیے بددعا کرونگا تم اسکے شر سے بچ جاؤ گے۔ یہ کہہ کر وہ اور سب لوگ قبلہ کی طرف مڑے اور اسکے لیے بددعا کی۔ چنانچہ طاعون میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ خبر سنی وفرمایا "جا دور ہوا بن سمیہ نہ دنیا ہی تیرے پاس رہی نہ آخرت ہی تجھے ملی"

زیاد کی علالت

اسکی انگلی میں طاعون نکلا تو شریح کو بلا بھیجا یہی اسکے قاضی تھے۔ ان سے کہا دیکھو میں اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں اسے کٹوا ڈالو تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ شریح نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ تمہارے ہاتھ پر کٹے ہوئے ہاتھ پر لگے اور صدمہ تمہارے دل کو پہنچے اور ایسے اجل قریب آ چکی ہو تو تم خدائے عزوجل سے ملاقات کرے اور اپنے ہاتھ کو تم نے اس لیے کاٹا ہو کہ تم اسکی ملاقات کو ناپسند کرتے تھے۔ یا اجل میں ابھی تاخیر ہو اور تم اپنے ہاتھ کو اس لئے کاٹا ہو کہ اس کی ملاقات سے کراہت رکھتا تھا یا اجل میں ابھی تاخیر ہو اور تو اپنے ہاتھ کاٹ چکا ہو تو دست بریدہ ہو کر جیو گے اور اپنی اولاد کو عیب لگاؤ گے۔ زیاد نے اسکے کٹوانے میں تامل کیا۔ شریح جب اس کے پاس سے نکلے تو سب نے حال پوچھا۔ شریح نے جو مشورہ دیا تھا بیان کر دیا۔ لوگوں نے ان کو ملامت کی کہنے لگے تم نے ہاتھ کاٹنے کا اسے مشورہ کیوں نہیں دیا۔ شریح نے کہا رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مشورہ دینے والا امانتدار ہے۔ آخر زیاد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اور طاعون ایک ہی لحاف میں سوؤں۔ اور اپنا ہاتھ قطع کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ جب

آگ آئی اور داغنے کے آلات اس نے دیکھے تو مضطرب ہو کر اس ارادے سے باز آ گیا۔ مرنے کا وقت آیا تو اسکے بیٹے نے کہا کہ بابا تمہارے کفن کے لیے میں نے ساٹھ کپڑے مہیا کر رکھے ہیں۔ کہا اے فرزند تیرے باپ کے لیے اب وہ وقت آیا ہے کہ یا تو اس لباس سے بہتر لباس ملے گا یا یہ کپڑے بھی اتر جائیں گے۔ جب وہ مر گیا تو کوفہ کے ایک جانب مقام ثویہ میں دفن ہوا۔ اور حجاز کی حکومت پر یزید روانہ ہوا۔

زیاد کے الوداعی اشعار

مسکین دارمی نے ایک شعر میں یہ مضمون باندھا۔ کہ جب سے ہم نے زیاد کو الوداع کہا زیادتی اسلام بھی رخصت ہو گئی۔ فرزدق نے ابھی تک زیاد کی ہجو نہیں کی تھی۔ مسکین کا شعر سن کر چند اشعار کہے جن میں یہ مضمون بھی تھا کہ ''مسکین خدا تجھے رولائے تو ایسے شخص کو رویا جو اپنے زمانے کا کسری وقیصر تھا''۔ مسکین نے بھی سکے جواب میں چند شعر کہے۔ پھر فرزدق نے اس مضمون کو نظم کیا کہ زیاد سے جا کر کہو کہ ''حرم کو چھوڑ کر کبوتران حرم بھی اڑ گئے وہ بھی جنگلوں میں جا کر چھپے ہیں''۔

ایک شخص کہتا ہے میں نے زیاد کو دیکھا ہے۔ اسکے رنگ میں سرخی کچھ تھی، دہنی آنکھ ڈراونی ہوئی تھی، داڑھی سفید اور گاؤدم پیوند لگی ہوئی قمیص پہنے ہوئے تھا۔ وہ ایک خچر پر سوار تھا اور باگیں ڈھیلی کر دی تھیں۔

حضرت ربیع بن زیاد حارثی کی وفات

اسی سال ربیع بن زیاد حارثی نے جو زیاد کی طرف سے خراسان کے گورنر تھے دو برس اور چند مہینے حکومت کر کے وفات پائی۔ انھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا تھا دو مہینے حکومت کر کے عبداللہ بھی وفات پا گئے۔ حکومت کا فرمان زیاد کے پاس سے خراسان میں اس وقت پہنچا کہ وہ دفن ہو رہے تھے۔ عبداللہ بن ربیع خلید بن عبداللہ حنفی کو اپنا جانشین خراسان میں کر گئے تھے۔ زیاد نے بھی خلید کو برقرار رکھا۔

ربیع نے ایک دن خراسان میں حجر بن عدی کے ذکر فرمایا تھا۔ اب عرب یونہی گرفتار ہو ہو کر قتل ہوا کریں گے حجر کے قتل کے وقت اگر سب مل بیٹھتے تو ایک شخص بھی اس مجبوری سے نہ قتل کیا جاتا۔ انھوں نے خود گوارا کر لیا اور خود ذلیل ہو گئے۔ اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جمعہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے برآمد ہوئے۔ لوگوں سے کہا۔ حضرت میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں دعا مانگتا ہوں سب صاحب آمین کہیں۔ نماز کے بعد دونوں ہاتھ بلند کر کے انھوں نے یہ دعا کی ''خداوندا تیرے پاس میرے لیے کچھ بہتری ہے تو جلد مجھے اپنے پاس بلا لے'' سب نے آمین کہی۔ اور ربیع وہاں سے چلے عبا کے دامن ابھی سنبھالے نہ تھے کہ گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر میں لے گئے بس اسی دن جاں بحق ہو گئے۔

عبداللہ بن خالد کو جانشین مقرر کرنا

زیاد کے مرنے پر خلید خراسان میں اور حضرت سمرہ بن جندب بصرا کے حاکم تھے اور جب زیاد فوت ہونے لگا تو کوفہ میں عبداللہ بن خالد کو اپنا جانشین کر گیا۔ حضرت معاویہؓ نے زیاد کے بعد سمرہ کو چھ مہینے مزید بصرہ کی کومت پر رکھا اسکے بعد معزول کر دیا۔ سمرہ کہتے تھے کہ خدا لوچھے معاویہ سے جتنی اطاعت اس کی میں نے کی اگر خدا کی کرتا

تو عذاب ابدی سے نجات پاتا۔

ایک شخص ذکر کرتا ہے کہ میں مسجد کی طرف گذرا وہاں ایک آدمی نے آ کر سمرہ کو اپنے مال کی زکوۃ دی اور نماز پڑھنے لگا۔ یکایک ایک شخص نے آ کر اسکی گردن ماری کہ سر تو مسجد میں تھا اور بدن کنارے پر تھا۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا انھوں نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ مضمون ہے ''جس نے زکوۃ دی اور ذکر خدا کیا اور نماز پڑھی اس کے لیے فلاح ہے''

حضرت سمرہؓ کی وفات

یہی شخص کہتا ہے کہ میں نے حضرت سمرہؓ کو دیکھا سخت سردی میں مبتلا ہو کر بڑی مشکل میں وفات پائی۔
ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت سمرہؓ کے پاس لائے گئے
اور چند شخص پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ یہ ہر ایک شخص سے پوچھتے جاتے تھے کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا تھا اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ محمد بندہ خدا اور رسول خدا ہیں اور مذہب حروریہ سے میں بیزار ہوں۔ اسکے بعد اسکی گردن ماردی جاتی تھی اسی طرح بیس سے زیادہ شخص قتل ہوئے۔

اس سال امیر حج سعید بن عاص تھے اور حاکم مدینہ بھی سعید بن عاص ہی تھے۔ حاکم کوفہ زیاد کے بعد عبداللہ بن خالد اور حاکم بصرہ، سمرہ تھا اور حاکم خراسان خلید بن عبداللہ حنفی تھے۔

۵۴ ہجری کے واقعات

جنادہ بن ابی امیہ کا جزیرہ قسطنطنیہ فتح کرنا

اس سال محمد بن مالک نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور معن بن یزید سلمی نے گرمیوں میں جہاد کیا۔
جنادہ بن ابی امیہ نے دریا میں قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ارواد کو فتح کیا۔ مسلمان اس جزیرہ میں مدتوں مقیم رہے۔ تقریباً سات برس تک مجاہدین جیر انھیں لوگوں میں سے ہیں۔ اور زوجہ کعب کا بیٹا تبیع کہتا تھا کہ یہ زینہ جب اکھڑ جائے گا تو ہم لوگ اس جزیرہ سے واپس ہونگے۔ ایک شدت کی آندھی آئی اور وہ زینہ اکھڑ گیا۔ حضرت معاویہ ذرا دیر بعد ہی حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر آئی اور اسکے ساتھ ہی یزید کا خط پہنچا کہ سب لوگوں کو جزیرہ سے چلے آنا چاہیے۔ سب واپس ہو گئے۔ پھر وہ آباد نہ ہوا ویران ہو گیا اور رومیوں کو اطمینان نصیب ہوا۔

گورنری مدینہ پر مروان کا تقرر

اسی سال معاویہؓ نے سعید بن عاص کو مدینہ سے معزول کر کے مروان بن حکم کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔
وجہ یہ ہوئی کہ ان دونوں کو لڑوانا حضرت معاویہؓ کا مقصد تھا۔ جب سعید حاکم مدینہ تھا تو حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا تھا کہ مروان کا گھر ڈھادے سعید نے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ حضرت معاویہؓ نے پھر لکھا اور اس نے پھر عمل نہیں کیا۔ اسی بات پر اسے معزول کر کے مروان کو اس کی جگہ مقرر کیا۔
یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ سعید کو حکم ہوا تھا کہ مروان کے تمام مال و دولت کو ضبط کر کے سرکاری اموال میں

شامل کر دے اور فدک بھی اس سے لے کر اپنے قبضے میں رکھے۔ خود حضرت معاویہؓ نے مروان کو فدک عطا کیا تھا۔ اس بارے میں سعید بن عاص نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ قرابت قریبہ کا لحاظ ہونا چاہیے۔ حضرت معاویہؓ نے ضبط املاک کے لیے دوبارہ لکھا اور سعید نے نہ مانا۔ یہ دونوں خط اس کنیز کے پاس رکھوا دیئے تھے۔ جب یہ معزول ہوا اور مروان حاکم ہو گیا تو حضرت معاویہؓ نے مروان کو لکھا کہ حجاز میں سعید کا جس قدر زمین و مال ہے اس پر قبضہ کر لو۔ اور اس کے بیٹے عبدالملک کے ہاتھ یہ خط مروان کو روانہ کیا۔ عبدالملک نے سعید سے کہا کہ امیر المومنین کے خط کے علاوہ اگر کوئی بات ہوتی تو میں اسکے لانے سے کنارہ کشی کرتا۔ سعید نے حضرت معاویہؓ کے وہ دونوں خط منگوا کر جن میں مروان کی زمینوں پر قبضہ کر لینے کا حکم تھا، دکھائے۔ اور عبدالملک نے وہ خط مروان کو لے جا کر دکھائے۔ مروان نے کہا ہم سے زیادہ اس نے قرابت کا لحاظ کیا اور سعید کی املاک پر قبضہ کرنے سے باز رہا۔

سعید کا حضرت معاویہ کو لکھنا

سعید نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ امیر المومنین پر تعجب ہے کہ دو قرابت داروں میں ایسی بات کریں کہ ایک دوسرے سے عداوت ہو جائے۔ پھر بھی امیر المومنین کے حکم پر اور ناگوار گستاخیوں کے سہہ جانے اور درگذر کرنے پر اور ہم لوگوں کے درمیان ایسی غیریت و دشمنی ڈلوانے پر کہ ہماری اولاد میں بھی اسکا اثر رہ جائے۔ واللہ اگر ہم سب ایک دادا کی اولاد میں بھی نہ ہوتے جب بھی محض اس لیے کہ خدا نے خلیفہ مظلوم کی نصرت کے لیے ہمیں آپ کے ساتھ کر دیا ہے اور ہم سب یکدل و یک زبان ہو گئے ہیں، ہم کو اسکا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ اور ہم نے اس معاملہ میں اپنی بہتری ہی دیکھی۔ حضرت معاویہؓ نے جواب میں معذرت لکھ بھیجی اور لکھا کہ تمہارے ساتھ آج تک جس طرح کا سلوک میں کرتا تھا اب اس سے بہتر ہو گا۔

یہ روایت بھی ہے کہ مروان سعید کے گھر پر مزدوروں کو بھی بھیج چکا تھا اور خود سوار ہو کر آیا تھا کہ اسکا گھر کھدوا ڈالے۔

مروان کا سعید کے گھر کو ڈھانا

سعید نے پوچھا! اے ابوعبدالملک کیا میرا گھر کھود ڈالو گے؟

مروان نے کہا ہاں۔ امیر المومنین نے مجھے یہی لکھ بھیجا ہے۔ اگر وہ تم کو میرا گھر کھودنے کے لیے لکھتے تو تمہیں وہ بھی یہی کرنا پڑتا۔

سعید! میں تو ایسا نہ کرتا

مروان! نہ کو وہ اگر لکھتے تو تم بھی میرا گھر کھود ہی ڈالتے۔

سعید! اے ابوعبدالملک ایسا نہ ہوتا۔

سعید نے اپنے غلام سے کہا! جا معاویہ کا خط لے کر آ۔ غلام جا کر معاویہ کا خط سعید کے پاس لایا کہ مروان بن حکم کا گھر کھود ڈالا جائے۔

مروان! اے ابوعثمان میرا گھر کھودنے کا تم کو حکم ہوا۔ اور تم نے نہ کھودا اور مجھ سے ذکر بھی نہ کیا۔

سعید! میں ایسا نہ تھا کہ تمہارا گھر کھود ڈالتا یا اپنا احسان جتاتا۔ معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ میرے تمہارے

درمیان عداوت ہو جائے۔

مروان: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں تم تو ہم سے بھی زیادہ تعلقات داولا د رکھتے ہو۔

آخر مروان سعید کا گھر بغیر کھودے واپس چلا آیا۔ اور سعید حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا۔ اے ابوعثان کہو: ابو عبدالملک کا کیا حال ہے؟

سعید نے کہا: آپ کی خدمت بجالانے، آپ کے احکام کے نافذ کرنے میں سرگرم ہیں۔

حضرت معاویہؓ! مروان کی وہ مثال ہے کہ پکی پکائی روٹی مل چکھنے لگے۔

سعید: نہیں امیر المومنین ایسا نہیں ہے۔ اسے تو ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہے کہ نہ وہاں تازیانہ چل سکتا ہے نہ تلوار۔ انکے پیش کردہ ہدایات تیر بہدف ہیں بعض مفید ہیں تمہارے لیے اور بعض مضر۔

معاویہؓ: مروان میں اور تم میں نفرت کیسے پیدا ہوئی۔

سعید: اسے اپنی عزت کا مجھ سے خوف تھا مجھے اس سے اپنی عزت کا خوف تھا۔

حضرت معاویہ: تم اس سے کیونکر پیش آنا چاہتے ہو۔

سعید: میں اسے ہر حال میں خوش رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت معاویہؓ اے ابوعثان تم نے ہم کو اس مصیبت میں چھوڑ دیا۔

سعید: ہاں امیر المومنین ایسا ہی ہے۔ میں نے اپنا بار اٹھالیا اب مجھے احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں اور میں تو آپ کا قریبی عزیز تھا۔ آپ پکارتے تو حاضر ہوتا اگر مجھ سے آپ دور رہتے تو حال عرض کیے جاتا۔

اسی سال حضرت معاویہؓ نے سمرہ بن جندب کو بصرہ سے معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو مقرر کیا اس نے پولیس سربراہی پر عبداللہ بن حصن کو مقرر کیا۔ ابن غیلان چھ مہینے تک امیر بسرہ رہا۔

والی خراسان مقرر کرنا

اسی سال حضرت معاویہؓ نے عبیداللہ بن زیاد کو والی خراسان مقرر کیا۔ زیاد کے مرنے کے بعد عبیداللہ امیدوار ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گیا تھا۔

معاویہؓ: میرے بھائی نے کوفہ کی حکومت پر اپنا جانشین کسے کیا۔

عبیداللہ: عبداللہ بن خالد بن اسید کو

پھر پوچھا: بصرہ کا حاکم کسے مقرر کیا

کہا: حضرت سمرہؓ بن جندب فزاری کو۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا: تمہارے باپ نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا۔

عبداللہ نے کہا: خدا کے لیے بتائیے کہ آپ کے بعد کوئی مجھ سے کہے کہ تمہارے باپ اور چچا نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا اسکا کیا جواب دوں۔

اور حضرت معاویہؓ کی عادت یہ تھی کہ جب اولاد حرب میں سے سرفراز کرنا چاہتے پہلے اسے طائف کی حکومت عطا کی۔ پھر اگر دیکھا کہ اس نے کام اچھا کیا اور پسند آ گیا تو مکہ کا حاکم بھی اسے بنادیا۔ اگر اس نے مکہ میں

بھی اچھی طرح حکومت کی اور جس خدمت پر مامور تھا اسے خوبی کے ساتھ بجالایا تو اسکی حکومت میں مدینہ کو بھی شامل کردیا۔تو جہاں کسی شخص کو طائف میں امیر معاویہؓ نے مقرر کیا لوگ کہنے لگے ابجد شروع ہوئی۔ جب مکہ کی امارت بھی اسے ملی تو سب کہتے تھے اب شرآن کی نوبت آئی۔ جب مدینہ بھی اسکی حکومت میں شامل ہوگا تو کہتے تھے اب یہ فاضل ہوگیا۔

معاویہ کے احکامات

غرض عبیداللہ کی تقریر سن کر حضرت معاویہؓ نے اسے والی خراسان مقرر کردیا۔ پھر فرمایا'' تمہارے لیے میرے وہی احکام ہیں جو احکام میرے دوسرے عہدیداروں کے لیے ہیں۔ اسکے علاوہ تمہاری قراب کے لحاظ سے تمہیں میں وصیت کرتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ خصوصی ہے۔ قلیل کے لیے اکثر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور اپنے نفس کا محاسبہ اپنے ہی نفس سے کرانا۔ اور تمہارے اور دشمن کے درمیان جو معاملہ ہو اس میں وفائے عہد کا لحاظ رکھنا کہ اس میں تم پر اور تمہاری وجہ سے ہم پر بوجھ کم پڑے گا۔ اور لوگوں کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھنا کہ تم کو ان کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ وہ اور تم برابر ہو اور جب کسی مہم کا قصد کرنا تو لوگوں پر اسے ظاہر کردینا۔ کسی صاحب غرض کا اس میں دخل نہ ہونے پائے اور جب اس مہم کا انجام دینا تمہارے لیے ممکن ہو تو کوئی شخص تمہاری بات کو رد نہ کرنے پائے۔ اور جنگ میں اگر دشمن تم پر غالب بھی ہو جائیں تو یہ سمجھ لو کہ زمین کے اندر وہ تم پر غالب نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہارے رفقاء پر ایسا وقت پڑ جائے کہ اپنی جان سے تم کو ان کی مدد کرنا پڑے تو تم کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اور کند تلوار بھی اگر کاٹ نہ سکتی ہو قبضے سے جدا نہ کرنا۔ اور خوف خدا کرنا اور اس سے بڑھ کر کسی چیز کو نہ سمجھنا کہ خوف خدا میں بیشک تواب ثواب ہے۔ اور اپنی آبرو کو داغ سے بچائے رکھنا۔ اور کسی سے عہد کرنا تو اسے پورا کرنا اور اپنے کسی عزم کو جب تک مصمم نہ ہو ظاہر نہ کرنا۔ جب ظاہر ہو جائے تو ہرگز کوئی مخالفت نہ کرنے پائے اور جب دشمن سے لڑائی چھڑ جائے تو جتنی فوج تمہارے پاس ہے اس سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اور غنیمت کی تقسیم قرآن کے مطابق ہونی چاہیے اور کسی کو ایسی چیز کا لالچ نہ دینا جس کا مستحق وہ نہ ہو اور نہ کسی کو اس کے حق سے مایوس کرنا'' یہ کہہ کے اسے رخصت کیا۔

زیاد کا خراسان روانہ ہونا

یہ ۵۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ عبیداللہ کی عمر اس زمانے میں پچیس برس تھی۔ اپنے روانہ ہونے سے پہلے اسلم بن زرعہ کلابی کو خرسان کی طرف روانہ کردیا گیا۔ پھر خود شام سے خراسان روانہ ہوا اور اسکے ساتھ ساتھ جعد بن قیس نمری زیاد کا مرثیہ پڑھتا ہوا چلا۔ عبیداللہ ایک وجیہ شخص تھا عمامہ سر پر رکھے ہوئے تھا۔ جعد کے اس مرثیہ پر اس قدر رویا کہ عمامہ سر سے گر گیا۔ جب وہ خراسان پہنچا تو دریائے ترکستان کو کوہستان بخارا تک اس نے اونٹوں پر قطع کیا۔

فتح بخارا

اور مسلمانوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے لشکر کے ساتھ بخرا کے پہاڑوں کو طے کیا اور وہاں جا کر رامیثن اور نصف بیکد کو ملک بخارا میں فتح کرلیا۔ پھر بخاریہ کو اسیر کیا۔ بخارا کے تیرانداز وقدر افگن جو عبیداللہ کے ساتھ بصرہ

میں آئے تھے، کل دو ہزار تھے (انھیں کو بخاریہ کہتے ہیں)۔ عبید اللہ بن زیاد جب بخارا میں لڑ رہا تھا تو ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ ملکہ بھی تھی۔ جب خدا نے انھیں شکست دی تو ملکہ کی وجہ سے بھاگنے کے لیے لوگوں نے ایسی جلدی کی کہ اس نے ایک جراب پاؤں میں پہنی اور دوسری وہیں رہ گئی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ اس جراب کی قیمت دو لاکھ درہم لگائی گئی تھی۔

عبید اللہ بن زیاد کی شجاعت

عبادہ بن حصن اسی لشکر میں تھا وہ کہتا ہے میں نے عبید اللہ بن زیاد سے زیادہ کسی کو جری نہیں دیکھا ترکوں کی فوج سے لڑتے ہوئے خراسان میں میں نے اسے دیکھا۔ ان پر حملہ کرتا تھا برچھیاں مارتا تھا اور ہم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا تھا۔ پھر اپنا خون آلودہ علم بلند کرتا تھا۔

ترکوں کی فوج جو عبید اللہ کے زمانہ میں بخارا میں تھی یہ خراسان کی انھیں فوجوں میں سے تھی جو کمک کے لیے رکھی گئی تھیں۔ یہ کل پانچ فوجیں تھیں۔ چار فوجوں سے احنف بن قیس نے مقابلہ کیا۔ ایک فوج سے تو کوہستان و ابرشہر میں جنگ ہوئی اور باقی تین فوجوں سے مرغاب میں اور پانچویں فوج زحف قران تھی جسے عبد اللہ بن خازم نے منتشر کر دیا۔ عبید اللہ بن زیاد خراسان میں دو برس رہا

اس سال امیر حج مروان تھا اور مدینہ کا حاکم بھی وہی تھا جبکہ کوفہ کا حاکم عبد اللہ بن خالد تھا بعض مورخین ضحاک بن قیس کا نام لیتے ہیں۔ اور بسرہ میں عبد اللہ بن عمرو بن غیلان تھا۔

۵۵ ہجری کے واقعات

اس سال سفیان بن عوف ازدی نے جاڑے روم میں بسر کئے۔ کوئی کہتا ہے عمرو بن محرز نے اس سال کے جاڑوں میں وہاں قیام کیا۔ کوئی کہتا ہے عبد اللہ فزاری نے جاڑا وہاں بسر کیا۔ کوئی مالک بن عبد اللہ کا نام لیتا ہے۔

عبید اللہ بن زیاد کا بصرہ پر تقرر

اسی سال معاویہ نے عبد اللہ بن عمرو بن غیلان کو بسرہ سے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا۔ اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ بنی ضبہ میں سے ایک شخص نے (یا بنی ضرار میں سے کسی نے جس کا نام جبیر بن ضحاک تھا) اسے ایک پتھر کھینچ مارا۔ عبد اللہ نے اسکا ہاتھ کٹوا دیا۔ بنو ضبہ نے اس سے آ کر کہا کہ ہماری برادری کے ایک شخص سے جو خطا ہونے والی تھی ہو گئی اور امیر نے سزا بھی اسے قرار واقعی دے دی۔ لیکن اب ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ خبر امیر المومنین کو پہنچ جائے گی۔ تو وہاں سے بھی کوئی عذاب کسی خاص شخص پر یا تمام برادری پر نازل ہو جائے گا۔ اس لیے آپ مناسب سمجھیں تو خود ہی ایک خط امیر المومنین کے نام لکھ کر ہمیں دے دیجیے۔ ہم اپنے لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ بھجوا دیں گے۔ مطلب یہ ہو کہ شبہ سے ہاتھ کاٹا گیا ہے جرم واضح نہیں ہے۔ عبد اللہ بن عمرو نے معاویہ کے نام خط لکھ کر انھیں دے دیا۔ سال بھر یا چھ مہینے یہ خط پڑا رہا۔ اسکے بعد عبد اللہ خود حضرت معاویہؓ کے پاس آیا یہ واقعہ لکھ کر روانہ کر دیا۔ اور بنی ضبہ بھی معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے کہا امیر المومنین عبد اللہ نے ہمارے ایک بھائی کا ہاتھ ناحق کٹوا ڈالا۔ یہ خط ان کا آپ کے نام موجود ہے۔ حضرت

معاویہؓ نے خط پڑھ کر کہا کہ میرے مقرر کئے ہوئے امیروں سے قصاص لیا جائے یہ تو درست نہیں، کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر تم کہو تو دیت دلوادوں۔ یہ لوگ دیت لینے پر راضی ہوگئے۔ حضرت معاویہؓ نے بیت المال سے انھیں دیت دلوادی اور عبداللہ بن غیلان کو معزول کردیا۔ پھران سے کہا جس کو تم پسند کرو اسی کو تمہاری امیر مقرر کردوں۔

بصرہ کی امارت پرزیاد کا تقرر

انھوں نے کہا ''امیر المومنین جسے چاہیں ہمارا امیر مقرر کردیں'' اور ابن عامرؓ کے میں اہل بصرہ کی جو رائے تھی وہ حضرت معاویہؓ کو پہلے سے معلوم تھی۔

ان سے پوچھا: کیا ابن عامر کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ تو ایسا شخص ہے جس کی عفت وطہارت وشرف سے تم خوب واقف ہو''

سب نے کہا۔ امیر المومنین ہم سے زیادہ واقف ہیں''

ان لوگوں کے آزمانے کے لیے معاویہ نے بار بار اسی بات کو ان کے سامنے دہرایا۔ پھر کہا۔ لو میں نے اپنے بھتیجے عبیداللہ بن زیاد کو تمہارا امیر مقرر کیا۔ عبیداللہ نے اسلم بن زرعہ کو والی خرسان مقرر کیا۔ یہ شخص نہ لڑا نہ کچھ فتح کیا اور عبداللہ بن حصن کو اپنا پولیس سپرنٹنڈنٹ کیا۔ پہلے زرارہ بن اوفی کو قاضی کا عہدہ دیا پھر اسے معزول کر کے ابن اذنیہ کو مقرر کیا۔

اسی سال معاویہ نے عبداللہ بن خالد کو کوفہ سے معزول کر کے ضحاک بن قیس فہری کو اسکی جگہ مقرر کیا۔

امیر حج اس سال بھی مروان بن حکم تھا۔

۵۶ ہجری کے واقعات

اس سال جنادہ بن ابی امیہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ بعض نے عبدالرحمٰن بن مسعود کا نام لیا ہے اور سمندر میں یزید بن شجرہ رہاوی نے اور خشکی میں عیاض بن حارث نے رومیوں سے جنگ کی۔

اور اسی سال ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے امارت حج کیا۔ اسی سال حضرت معاویہؓ نے رجب میں عمرہ کیا۔

ولی عہدی یزید

اسی سال حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد کیا اور لوگوں سے اسکے لیے بیعت لی۔ اس ولی عہدی کا سبب یہ ہوا کہ حضرت مغیرہؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس آکر اپنی ضعیفی کی شکایت کی اور مستعفی ہونا چاہا۔ حضرت معاویہؓ نے استعفی منظور کرلیا اور سعید بن عاص کو اس خدمت پر مقرر کرنا چاہا۔ یہ خبر ابن خنیس کاتب مغیرہ کو پہنچی۔ یہ سعید بن عاص کے پاس پہنچا اس سے یہ حال بیان کردیا۔ اس وقت سعید کے پاس ربیع یا ربیعہ خزائی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت مغیرہ سے جا کر کہا کہ مغیرہ میں سمجھتا ہوں کہ امیر المومنین آپ سے آزردہ ہیں۔ میں نے آپ کے کاتب ابن خنیس کو سعید بن عاص کے پاس دیکھا وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین اب تم کو کوفہ کا امیر کرنے والے ہیں۔ حضرت

مغیرہ نے کہا اسے تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مغیرہ پھر بڑے استحکام کے ساتھ واپس آنے والا ہے۔ ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں۔ حضرت مغیرہؓ نے یزید کے پاس جا کر بیعت لینے کا ذکر کیا۔ یزید نے یہ ذکر اپنے والد صاحب تک پہنچا دیا۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے پھر مغیرہ ہی کو امارت کوفہ پر واپس کیا۔ اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لیے کچھ تیاری کرے۔

مغیرہ کا درود کوفہ میں ہوا تو ابن خنیس نے آ کر کہا۔ واللہ میں نے کوئی خیانت و بے وفائی آپ کے ساتھ نہیں کی۔ نہ میں آپ کی امارت کو برا سمجھتا ہوں۔ صرف بات اتنی ہے کہ سعید بن عاص کا مجھ پر احسان ہے۔ انھوں نے میرے لیے زحمت اٹھائی ہے۔ میں نے انکی شکر گزاری کر دی۔ حضرت مغیرہؓ نے یہ عذر قبول کر لیا اور اسے سیکریٹری کی سیٹ پر بحال کر دیا۔ بیعت یزید کے لیے حضرت مغیرہ نے فکر کی اور اسی بارے میں ایک قاصد بھی سیدنا معاویہؓ کے پاس روانہ کیا۔

زیاد بن ابی سفیان سے مشورہ

حضرت معاویہؓ نے زیاد کو خط لکھ کر اس بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا کہ مشورہ کے لیے کوئی نہ کوئی بھروسے کا آدمی مل ہی جاتا ہے۔ ہر ایک راز کے لیے کوئی نہ کوئی امین ضرور ہوتا ہے۔ دو عادتیں ایسی ہیں جس نے لوگوں کو خراب کر رکھا ہے۔ افشائے راز اور نااہل کی خیر خواہی۔ بس مرحم راز اگر ہو سکتے ہیں تو دو شخص ہو سکتے ہیں۔ ایک تو دیندار شخص جو ثواب آخرت کا امیدوار ہو۔ دوسرا دنیادار شریف النفس آدمی جسے اپنی عزت کے بچانے کی فکر ہو۔ میں نے یہ دونوں وصف تم میں دیکھے اور مجھے بہت پسند آئے۔ اس وقت میں نے تمھیں ایک ایسی بات کہنے کے لئے بلایا ہے جسکا میرے نزدیک قلم سے بھی آشنا ہونا درست نہیں ہے۔ امیر المومنین نے مجھے لکھا کہ انھوں نے یزید کے لئے بیعت لینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اور ان کو لوگوں کے بیزار ہونے کا خوف بھی ہے۔ اور ان کے اتفاق کرنے کی آرزو بھی ہے۔ اور اس بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا تعلق اور ذمہ داری بہت بڑی چیز ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یزید کی طبیعت میں بہت کاہلی و سہل انگاری ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ شکار کا گرویدہ رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم میری طرف سے امیر المومنین کے پاس جاؤ اور یزید کے حالات جو میں نے بیان کئے ہیں، ان سے بیان کر دو۔ اور یہ کہو کہ ابھی تامل کیجئے۔ آپ جو چاہتے ہیں یہ بات ہو کر رہیں گی، جلدی نہ کیجئے۔ جس تاخیر میں مطلب حاصل ہو وہ اس تعجیل سے بہتر ہے جس میں مقصود کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو"۔

عبید نے کہا: کیا اسکے علاوہ کوئی اور بات آپ کے خیال میں نہیں آتی"

زیاد نے کہا: اور کیا بات ہو سکتی ہے"

عبید بن کعب عمیری کا مشورہ

عبید نے کہا: امیر معاویہؓ کی رائے پر اعتراض نہ کرنا چاہیے انکے بیٹے کی طرف سے ان کو نفرت دلانا مناسب نہیں ہے۔ میں حضرت معاویہؓ سے چھپ کر یزید سے ملاقات کرونگا۔ اور آپ کی طرف سے کہوں گا اس سے کہ امیر المومنین نے تمہاری بیعت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بعض امور

سے لوگ بیزار ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری معیت میں وہ مخالفت کریں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ لوگ جن باتوں سے بیزار ہیں تمھیں وہ سب باتیں ترک کر دینا چاہیے۔ اس سے امیر المومنین کی بات اونچی ہو جائے گی۔ اور تم جو چاہتے ہو وہ کام بھی آسانی سے ہو جائے گا۔" اس طرح کرنے سے تم یزید کے بھی خیر خواہ ٹھہرو گے۔ اور امیر المومنین کو بھی خوش رکھو گے اور ذمہ داری اسلام کا جو تمھیں خوف ہے اس سے بھی بچے رہو گے۔"

یزید کی جانشینی کے متعلق خیالات

زیاد نے کہا "تمہاری رائے تیر بہدف ہے۔ بس اب خیر و برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اگر بہتری ہوئی تو کیا پوچھنا۔ اور اگر چوک ہوگئی تو بھی یہ فعل بے لاگ ہوگا۔ اور خدا نے چاہا تو خطا سے محفوظ رہے گا'

عبید نے کہا: آپ اپنی رائے سے یہ بات کہتے ہیں خدا کو جو منظور ہے وہ فی الحال پردہ غیب میں ہے"۔

عبید یزید کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی۔ اور زیاد نے حضرت معاویہ کو تامل کرنے کے لیے لکھا اور جلدی کرنے کو منع کی۔ حضرت معاویہؓ نے اس بات کو مان لیا اور یزید نے اپنے اکثر افعال کو ترک کر دیا۔ عبید جب زیاد کے پاس سے واپس آیا تو زیاد نے اسے جاگیر عطا کی۔

اصحاب خمسہ کی مخالفت کا تذکرہ

جب زیاد وفات ہوگئی تو امیر معاویہؓ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی اس میں زیاد کے جانشین کرنے کا مضمون تھا کہ اگر حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئے تو یزید ولی عہد ہوگا۔ یہ سن کر پانچوں شخصوں کے سوا اور سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔ حضرت حسین بن علی، ابن عمر بن ابن زبیر، عبدالرحمن بن ابی بکر اور ابن عباسؓ نے بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہؓ نے مدینہ میں آ کر سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کو بلا بھیجا۔

اور کہا: اے فرزند بردار قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن کے بڑے تم ہو اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

امیر معاویہ اور امام حسین کی گفتگو

کہا: میں کیا انکا سرگروہ ہوں۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: ہاں تمھیں ان لوگوں کے سربراہ ہو۔

کہا: ان لوگوں کو بلاؤ اور وہ بیعت کر لیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی قسم کی جلدی نہ کیجیے گا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: کیا تم ایسا کرو گے

فرمایا: ہاں

یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے ان سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہیں کریں گے۔ سیدنا حسینؓ بن علیؓ نے پہلے انکار کیا اور پھر آخر قبول کر لیا اور باہر نکل آئے۔

ابن زبیر کا جواب

حضرت ابن زبیر نے ایک شخص کو سیدنا حسینؓ بن علیؓ کی تاک میں راستے میں بٹھا دیا تھا۔ اس نے پوچھنا شروع کیا کہ تمہارے بھائی ابن زبیرؓ پوچھ رہے ہیں کہ کیا معاملہ گذرا۔ اور اصرار کرتا ہی رہا آخر کچھ مطلب پا گیا۔ اب حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن زبیرؓ کو بلا بھیجا۔

ان سے فرمایا: پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

حضرت ابن زبیرؓ نے کہا: کیا میں ان کا سرگروہ ہوں۔

فرمایا: ہاں تمھیں ان کے سرگروہ ہو۔

کہا: ان سب کو بلاؤ وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارے میں کسی معاملہ میں تعجیل نہ کیجئے گا۔

کہا: کیا تم ایسا کرو گے۔

کہا: ہاں

حضرت معاویہؓ نے ابن زبیرؓ سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔

کہا: اے امیر المومنین ہم لوگ خدائے عزوجل کے حرم میں ہیں اور خدا سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے۔ حضرت ابن زبیر نے عہد کرنے سے انکار کیا اور باہر چلے آئے۔ اب حضرت معاویہ نے ابن عمرؓ کو بلا بھیجا اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔

ابن عمر کی گوشہ نشینی

چنانچہ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ امت محمد ﷺ کو اپنے بعد اس طرح چھوڑ جاؤں جیسے بھیڑوں کا ایسا گلہ جس کا چرواہا کوئی نہ ہو۔ اور قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔''

ابن عمرؓ نے کہا: ایسی بات کیوں نہ کرو جس میں کچھ برائی بھی نہیں خونریزی بھی نہ ہو تمہارا کام بھی ہو جائے۔

معاویہؓ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اپنی کرسی باہر نکالیں میں آکر آپ سے اس بات پر بیعت کرلونگا کہ آپ کے بعد جس بات پر قوم اتفاق کرلے گی میں بھی اس اتحاد میں داخل ہو جاؤں گا۔ واللہ تمہارے بعد اگر کسی حبشی غلام پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہونگا۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا تم ایسا کرو گے۔

فرمایا، ہاں'' حضرت ابن عمرؓ یہ کہہ کر باہر نکل آئے گھر پر کر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تھے تو اجازت نہ ملتی تھی اب حضرت معاویہؓ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بلا بھیجا۔

کہا: اے ابن ابی بکر کس دل سے کس جگر سے میری مخالفت کر رہے ہو''

کہا: میں سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں یہی بہتر ہے''

فرمایا: تو ایسا کرے گا تو ساتھ ہی خدا تجھ پر دنیا میں لعنت بھی بھیجے گا اور آخرت میں تجھے دوزخ میں بھی ڈال دے گا

اس روایت میں ابن عباس کا ذکر نہیں ہے۔

اس سال مدینہ کا عامل مروان بن حکم تھا۔ کوفہ پر ضحاک بن قیس، بصرہ پر عبیداللہ بن زیاد، خراسان پر سعید بن عثمان

سعید بن عثمان کی خراسان پر گورنری کے واقعات

سعید بن عثمان نے معاویہؓ سے حکومت خراسان کو طلب کیا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا تھا وہاں تو عبیداللہ بن زیاد ہے''۔

سعید نے کہا بیٹے تم سے میرے باپ نے سلوک کیا اور تمھیں اس قدر بلند کیا کہ تم ان کے سلوک کی وجہ سے اس حد تک پہنچ گئے جسے کوئی پا نہیں سکتا نہ کوئی برابری کر سکتا ہے تم نے ان کی جانفشانی کا کچھ عوض نہ دیا ان کے احسانوں کا کچھ خیال نہ کیا اور مجھ پر اس کو یعنی یزید بن معاویہؓ کو مقدم کر دیا اور کے لیے لوگوں سے بیعت کی۔ واللہ میرا باپ اسکے باپ سے میری ماں اسکی ماں سے میں خود اس سے بہتر ہوں۔''

معاویہؓ نے کہا: تمہارے والد کی جانفشانی کا عوض دینا مجھ پر واجب ہے یہ بھی تو اسی کا عوض تھا کہ میں نے انکے خون کا بدلہ لیا۔ یہاں تک کہ تمام امور سلجھ گئے اور آپ کے اس طرح آمادہ ہو جانے پر مجھے کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ تم نے اپنے باپ کو اس کے باپ سے افضل کہا تو واللہ تمہارے باپ مجھ سے بہتر اور رسول ﷺ سے قریب تر ہیں۔ اپنی ماں کو اس کی ماں سے تم نے بہتر کہا تو اسکا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ قریشہ بہتر ہے زن کلبیہ سے۔ تم خود کو جو اس سے بہتر کہتے ہو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم سا شخص اور یزید کے معاملہ میں خرابی ڈالے''

امارت خراسان پر سعید بن عثمان کا تقرر

یہ سن کر یزید نے کہا۔ امیر المومنین یہ تو آپ کا ابن عم ہے آپ سے بڑھ کر کون ان کے حال پر نظر التفات کر سکتا ہے۔ میرے بارے میں یہ آپ سے خفا ہیں۔ ان کو راضی کر لیجئے۔'' اس پر حضرت معاویہؓ نے سعید کو خراسان کے جنگ و جدال کا اور اسحاق بن طلحہ کو رج کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسحاق حضرت معاویہؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انکی ماں ام ابان عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں۔ جب رمی میں اسحاق پہنچے تو انتقال کیا اور سعید ہی خراج و جنگ خراسان کے حاکم مقرر ہوئے۔

سعید جب خراسان کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ یہ سب لوگ بھی تھے۔

اوس بن ثعلبہ تیمی صاحب قصر اوس

طلحہ بن عبد ابن خلف خزاعی

مہلب بن ابی صفرہ

ربیعہ بن عسل خاندان بنی عمرو بن یربوع سے

ابن عثمان اور اہل سغد

بطن تلخ کے مقام پر اعرابیوں کا ایک گروہ حاجیوں کے قافلہ کی رہزنی کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے سعید سے کہا کہ یہاں ایک گروہ ہے جو قافلہ حجاج کی رہزنی کیا کرتا ہے۔ ان کی وجہ سے راہ پر خطر ہوگئی ہے۔ ان کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ سعید نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے لیا یہ سب بنی تمیم میں سے تھے۔ انھیں لوگوں میں مالک بن ریب مازنی تھا۔ اسکے ساتھ ایسے ایسے جوان تھے جن کے بارے میں چند شعر کسی شاعر نے کہے ہیں۔ سعید نے سمرقند پہنچ کر نہر کو عبور کیا۔ یہاں اہل سغد مقابلہ کو نکلے۔ شام تک سب اپنے اپنے مقام پر جمے رہے پھر جنگ کیے بغیر واپس ہوگئے۔ اس پر مالک بن ریب نے سعید کی ہجو میں کچھ شعر کہے۔

''اہل صغد کے مقابلہ میں دن بھر تو بزدلی سے کھڑا ہوا کانپتا رہا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں تو بھی عیسائی نہ ہوجائے''۔

سغد والوں کی شکست

دوسرے دن سعید بن عثمان نے صف آرائی کی اور قوم سغد نے مبارزطلبی کی، سعید نے جنگ کی، دشمنوں کو شکست دی، ان کے شہر کو محصور کرلیا، آخر انھوں نے صلح کرلی اور پچاس لڑکے امراو عمائد شہر کے سعدی کے پاس بطور یرغمال بھیج دیئے۔ سعید نے دریا کو عبور کر کے ترمذ میں قیام کیا۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ ایفائے عہد کرنے کی بجائے ان سب لڑکوں کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ چلے آئے۔

جب سعید بن عثمان خراسان میں داخل ہوئے تو یہاں اسلم بن زرعہ کلابی عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے حکومت کررہا تھا۔ اب بھی اسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے دوسرا فرمان والایت خراسان کا اسلم ہی کے نام پر آیا۔ سعید نے جب یہ دیکھا تو راتوں رات خراسان سے نکل گئے۔ سعید کی ایک کنیز حاملہ تھی اسی روزاروی میں اس کا بچہ ضائع ہوگیا۔ سعید کہا کرتے تھے اس لڑکے کے بدلے بنی حرب کے ایک شخص کو میں ضرور قتل کرونگا۔ حضرت معاویہؓ کے پاس جا کر انھوں نے اسلم کی شکایت پیش کی۔ اس پر تمام بنی قیس بروختہ ہوگئے۔ ہمام بن قبیصہ نمری حضرت معاویہ کے سامنے آیا۔ حضرت معاویہؓ نے دیکھا اسکی دونوں آنکھوں مارے غصہ کے لال ہورہی ہیں۔ کہا کہ اے ہمام آنکھیں تمہاری سرخ ہورہی ہیں۔ جواب دیا کہ صفین میں تو اس سے زیادہ سرخ تھیں۔ حضرت معاویہؓ کو اس بات سے صدمہ ہوا۔ جب سعید نے یہ دیکھا تو اسلم کی شکایت سے باز آگئے۔ غرض اسلم ہی دو برس تک ابن زیاد کی طرف سے خراسان کا حاکم رہا۔

عبداللہ بن زیاد

۵۷ ہجری کے واقعات

مروان بن حکم کی معزولی

اس سال عبداللہ بن قیس نے سرزمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ ذیقعدہ میں مروان حکومت مدینہ سے معزول

ہوا۔ مورخین میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے مروان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا حاکم کیا۔ بعض کہتے ہیں اس سال بھی مدینہ مروان کی حکومت میں رہا۔ کوفہ کا حاکم ضحاک بن قیس اور بصرہ کا عبید اللہ بن زیاد تھا۔ سعید بن عثمان بن عفان اس سال والی خراسان، تھے۔

۵۸ کے واقعات

مختلف واقعات

بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس سال ذیقعدہ میں سیدنا معاویہؓ نے مروان کو معزول کر کے ولید کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ بعض راویوں کا خیال ہے کہ یزید بن شجرہ اس سال دریا میں کشتیوں میں قتل ہوئے۔ بیان کرتا ہے کہ عمرو بن یزید جہنی نے اس سال زمین روم میں جاڑا بسر کیا تھا، وہیں قتل بھی ہوئے۔ ایک قول ہے کہ جنادہ بن ابی امیہ نے اس سال دریا میں رومیوں سے جنگ کی تھی۔

اس سال ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امیر حجاج تھا۔

خوارج کی رہائی

اس سال معاویہ نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ ثقفی کو کوفہ کا حاکم مقرر کر کے ضحاک بن قیس کو وہاں کی حکومت سے معزول کیا۔ یہ عبدالرحمٰن حضرت معاویہؓ کی بہن ام الحکم کا بیٹا ہے۔

اس کے عہد میں اسی سال یہ واقعہ ہوا جن خوارج نے مستورد سے بیعت کی تھی ان میں سے جو لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ لگ گئے تھے انھیں جیل میں ڈال دیا تھا اور حضرت مغیرہ کی وفات کے بعد وہ قید خانہ سے نکل آئے تھے۔ اب ان لوگوں نے خروج کیا۔

خوارج کی ایک اور بغاوت

حیان بن ظبیان سلمی نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالایا پھر کہا ’’خدائے عزوجل نے ہم سب پر جہاد واجب کیا ہے۔ ہم میں سے کچھ اپنی جان نثار کر چکے اور کچھ لوگ منتظر ہیں۔ وہ نیک بندے تھے جو اپنے مرتبہ پر فائز ہو سکے۔ اب جو شخص ہم میں سے منتظر ہے وہ بھی انھیں میں سے ہے جو اپنی جان نثار کر سکے۔ اور نیکی میں سبقت لے گئے تو اب تم میں جو شخص خدا کا اور ثواب کا طالب ہو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھیوں اپنے بھائیوں کے راستہ پر چلے خدا اسے ثواب دینا اور بہترین ثابت آخرت عطا کرے گا خدا نیکوں کا روں ساتھ ہے‘‘

معاذ بن جوین طائی نے کہا۔ اے اہل اسلام اگر ظالموں کے مقابلہ میں جہاد کو ترک کرنے میں ان کے ظلم وجور پر طرح دینے میں کوئی بھی عذر ہمارے ہوتا تو جہاد کرنے سے نہ کرنا بہت ہی آسان تھا۔ لیکن ہم خوب جانتے ہیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ کوئی عذر ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس نے ہمیں دل و دماغ اور سماعت اسی لیے

عنایت کی ہے کہ ہم ظلم کو برا سمجھیں جور کو برا کہیں اور ظالموں سے جہاد کریں"۔ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ لاؤ ہم سب تم سے بیعت کرتے ہیں" معاذ نے اس سے بیعت کی۔ پھر سب لوگوں نے حیان بن ظبیان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور اس سے بیعت کی۔

یہ واقعہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم کی امارت کا ہے۔ جس کا سربراہ پولیس زائدہ بن قدامہ ثقفی تھا، تھوڑے دنوں کے بعد یہ لوگ معاذ بن جوین کے گھر میں جمع ہوئے۔

حیان بن ظبیان نے کہا خدا کے بندو اپنی رائے مجھ سے بیان کرو کہ کس مقام سے اٹھ کھڑے ہونے کا مشورہ تم مجھے دیتے ہو۔

معاذ کا مشورہ

معاذ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو یہاں سے مقام طلوان میں لے چلئے، وہیں ہم اتر پڑیں۔ یہ ویران پہاڑی بستی کوفہ اور رے کے درمیان واقع ہے۔ کوفہ اور رے کے پہاڑوں اور اصلاع میں جو لوگ ہماری رائے سے اتفاق رکھتے ہیں وہ سب ہم سے آملیں گے۔

خروج کے متعلق حیان کی رائے

حیان نے کہا: جب تک ہم لوگ جمع ہوں دشمن حملہ کر چکا ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمھیں اتنی مہلت نہ دیں گے کہ تمہارے پاس لوگ جمع ہوں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم سب کو لے کر کوفہ وسیجہ یا زرارہ و حیرہ کے اطراف میں نکل جاؤ۔ پھر ہم سب مل کر ان لوگوں سے اس وقت تک قتال کریں کہ اپنے پروردگار سے جاملیں۔ کیوں کہ بخدا مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ جو سو سے بھی کم ہو نہ دشمن کو شکست دے سکتے ہو نہ کوئی ضرر شدید پہنچا سکتے ہو۔ ہاں خدا دیکھ لے گا کہ اس کے دشمن اور اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں تم نے اپنی جانیں مصیبت میں ڈالیں تو یہ تمہارا ایک عذر ہو جائے گا اور تم گناہ سے بری ہو جاؤ گے۔

سب نے کہا: جو تمہاری رائے وہی رائے ہماری بھی ہے"

عتریس بن عرقوب شیبانی کا اختلاف

عتریس بن عرقوب شیبانی نے کہا: میری تو یہ رائے نہیں ہے جو تم لوگوں کی ہے۔ اپنی رائے پر خوب غور کرلو جنگ وجدال میں جو تجربہ ومہارت مجھے حاصل ہے تم اس سے ناواقف نہیں ہو۔

سب نے کہا ہاں جیسا تم نے بیان کیا تم ویسے ہی ہو اچھا تمہاری کیا رائے ہے

کہا: میری یہ رائے نہیں ہے کہ تم شہر میں خروج کرو۔ لوگوں میں تم بہت تھوڑے ہو۔ بخدا اس سے زیادہ تم کچھ نہیں کر سکتے ہو کہ خود کو دشمنوں کے حوالے کر دو اور ان کے ہاتھ سے قتل ہو کر ان کا دل خوش کرو۔ یہ تو کوئی طریقہ لڑائی کا نہیں ہے۔ جب ہم نے یہ قصد کر لیا ہے کہ اپنی قوم پر خروج کریں گے تو دشمنوں کے ساتھ ایسی چال چلو جس

سے ان کو ضرر پہنچے۔
پوچھا کیا رائے ہے؟
اس نے کہا: اس قریہ کی طرف نکل چلو جہاں اترنے کا مشورہ معاذ نے دیا ہے۔ یعنی طلوان یا عین التمر میں ہم سب کو لے چلو۔ وہیں ہم لوگ مقیم ہو جائیں۔ یہ خبر جب ہمارے مسلمان بھائی سنیں گے تو اطراف واکناف سے ہمارے پاس آ جائیں گے۔

حیان بن ظبیان کا مشورہ

حیان بن ظبیان نے کہا۔ ان دونوں مقامات سے کسی مقام میں تم ہم سب کو اور اپنے تمام رفقاء کو لے کر چلو تو واللہ وہاں اطمینان سے دم لیں بھی نصیب نہ ہوگا کہ شہر کے شہسوار جوق در جوق ہمارے تعاقب میں آ پہنچیں گے۔ پھر تم کیونکر اپنا حوصلہ نکالو گے واللہ تم لوگ تعداد میں اتنے نہیں کہ دنیا میں ظالموں اور بدکاروں پر فتح پانے کی امید کر سکو۔ بس اسی شہر کی کسی سمت میں نکل چلو اور جو لوگ اطاعت الٰہی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ خدا کے حکم سے ان سے لڑ لو اب انتظار اور تاخیر نہ کرو۔ تم دوڑے ہوئے بہشت میں چلے جاؤ گے اور اس فتنہ و بلا سے اپنی جان چھڑا لو گے"۔

خوارج کا اجتماع

سب نے کہا: جب ہمیں سوا اسکے کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ہم تمہارے خلاف ہرگز کوئی بات نہیں کریں گے۔ اب جدھر جی چاہے ہم کو لے چلو۔ کچھ دنوں اور غور کرنے کے بعد ربیع الاخر کی پہلی تاریخ ابن ام الحکم نے عہد ولایت کے یہ سب لوگ حیان بن ظبیان کے پاس جمع گئے۔
حیان نے کہا بھائیو حق تعالٰی نے امر خیر کے لیے اور امر خیر پر تم کو جمع کر دیا ہے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب سے مجھ کو ظرف اسلام حاصل ہوا ہے، دنیا کی کسی چیز سے میں اس قدر خوش نہیں ہوا جتنا ان ظالموں بدکاروں پر اس خروج کرنے سے خوش ہوں۔ واللہ اگر کوئی دنیا و مافیہا مجھے ملتی ہو اور اس سے خروج میں شہادت سے محروم رہوں تو مجھے منظور نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ یہیں سے نکل کر دار جریر کے پہلو میں اتر پڑیں جب لوگ تم سے لڑنے آئیں تو لڑو۔
عتریس نے کہا: اگر اس طرح ناف شہر میں ہم قتال کریں گے تو مرد تلواروں سے اور عورتیں، بچے اور لونڈیاں چھتوں پر چڑھ کر پتھروں سے ہم کو ماریں گے۔
یہ سن کر انھیں میں سے ایک شخص بولا تو پھر ہمیں پشت شہر کے قلعہ کی طرف لے چلو۔ وہ مقام ہے جہاں اب موضع زرارہ واقع ہے اس زمانے میں چند ڈیروں کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔
معاذ بن جوین نے کہا نہیں، ہم لوگوں کو بانقیا میں جا کر اترنا چاہیے۔ فوراً دشمن تم سے لڑنے کو آ پہنچے گا۔ اور اس صورت میں ہم ان لوگوں کی طرف تو رخ کریں گے اور گھروں کو اپنی پشت پر رکھیں گے۔ بس ان سے ایک ہی رخ سے قتال کریں گے۔ غرض سب کے سب چل کھڑے ہوئے مقابلہ کے لیے لشکر پہنچا اور سب کے سب قتل

ہو گئے۔

ابن ام الحکم کا کوفہ سے اخراج

ابن ام الحکم نے ایسی ایسی بداطواریاں کی کہ اہل کوفہ نے اسے نکال دیا، وہ اپنے ماموں حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا اور معاویہؓ نے فرمایا میں تمھیں اس سے بہر ولایت مصر کا بنا دوں گا۔ اب یہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ابن خدیج سکونی یہ خبر سنتے ہی مصر سے نکلا۔ دو منزلیں طے کی تھیں کہ وہ راہ میں مل گیا۔ ابن خدیج نے کہا۔ جا اپنے ماموں کے پاس یہیں سے واپس چلا جا۔ ہمارے کوفی بھائیوں کے ساتھ جو بدسلوکی تو نے کی ہمارے ساتھ نہیں کر سکتا۔ یہ وہیں سے واپس ہوا۔ اور ابن خدیج بھی معاویہ سے ملنے کو آیا۔ یہ جب آتا تھا تو رستہ آراستہ ہوتا تھا۔ یعنی اسکے لیے پھولوں کے قبے نصب کئے جاتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا ام الحکم بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ پوچھنے لگی امیر المومنین یہ کون ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا آ ہا ابن حدیج کہنے لگی خدا ان کا قدم نہ لائے۔ بس دور کے ڈھول سہانے۔ ابن حدیج نے کہ ام الحکم ذرا سنبھلی ہوئی۔ واللہ تو نے شوہر ایسا کیا جو شریف نہیں۔ بیٹا ایسا جنا جو نجیب نہیں تو چاہتی ہے کہ یہ لچا ہم لوگوں پر حکومت کرے اور ہمارے کوفی بھائیوں کے ساتھ جو سلوک اس نے کیا وہی ہمارے ساتھ بھی کرے۔ خدا وہ دن نہ دکھائے۔ اگر ہم سے ایسا کرتا تو ہم بھی ایسی دھول جڑتے کہ سر ہل جاتا۔ اور ہم حضرت معاویہؓ کے برا ماننے کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ اب حضرت معاویہؓ نے مڑ کر بہن سے فرمایا بس کرو۔

عروہ بن ادیہ کی ابن زیاد سے سخت کلامی

اس سال عبیداللہ بن زیاد نے خوارج پر بہت سختی کی۔ ایک انبوہ کثیر کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک جماعت کو جنگ میں قتل کیا۔

سبب اس کا یہ ہوا کہ ابن زاد اپنی گھڑ دوڑ میں گھوڑوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک خلقت جمع تھی۔ ان میں سے ابو بھائی عروہ بن اویہ ابن زیاد کے پاس آ کر کہنے لگا۔ ہم سے پہلے جو قوم میں گذریں ان میں پانچ خصلتیں تھیں کہ اب وہ ہم میں آ گئیں'' **انبنون بكل ريع آية تعبثون وتتخذون مصانع لعلكم تخلدون واذا بطشتم بطشتم جبارين** ''یعنی کیا ہر زمین پر تم کھیل کھیل کر اپنی ایک نشانی چھوڑ و گے اور قلعے بنا رہے ہو شاید ہمیشہ تم یا کرو گے اور جب حملہ کرو گے تو جباروں کا سا حملہ کرو گے۔

دو باتیں اور تھیں جو راوی کو یاد نہیں رہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد کو یہ شک ہوا کہ ضرور اسکے ساتھ کوئی جماعت اسکے ساتھیوں کی ہے ورنہ میرے ساتھ ایسی گستاخی نہ کرتے۔ گھڑ دوڑ کو چھوڑ کر ابن زاد اٹھ کھڑا ہوا اور سوار ہو گیا۔

عروہ ادیہ کا قتل

عروہ سے لوگوں نے کہا تم نے یہ کیا حرکت کی وہ ضرور تمھیں قتل کرے گا۔ وہ روپوش ہو گیا اور ابن زیاد اسکی تلاش میں تھا۔ جب وہ آیا تو پکڑ لیا گیا۔ ابن زیاد کے سامنے لا گیا گیا اس نے حکم دیا اور اسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اسکے بعد ابن زیاد نے اسے بلا کر پوچھا کہو کیسا مزاج ہے۔ عروہ نے کہا تو نے میری دنیا کو خراب کیا اور اپنی آخرت کو۔ اس بات پر اسے قتل کیا۔ پھر کسی کو اسکی بیٹی کے پاس بھیجا اور اسے بھی قتل کیا۔ اس کا بھائی

ابو بلال مرداس بن ادیہ اس سے پہلے خوارج کے ساتھ ابن زیاد کی قید میں تھا۔ زندان کا نگہبان اس کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر اسے رات کو اجازت دے دیتا تھا کہ وہ چلا جاتا تھا۔ پھر صبح ہوتے ہی زندان میں آ جایا کرتا تھا۔ مرداس کے دوستوں میں ایک شخص ابن زیاد کی صحبت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ شب کو ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ صبح کو انھیں قتل کرے گا۔ یہ شخص مرداس کے گھر پر گئے۔ ان لوگوں سے خبر بیان کی اور کہا مرداس سے زندان میں کہلا بھیجو کہ کسی کو وصی کرے وہ قتل کیے جائیں گے۔ مرداس نے بھی یہ بات سن لی۔ زندان کے نگہبان کو بھی خبر ہو گئی۔ اسے اس تشویش میں رات گذری کہ مبادا مرداس کو یہ خبر ہو جائے اور وہ صبح کو زندان میں نہ آئے۔

ابو بلال مرداس کا پابندی عہد

جب مرداس کے واپس آنے کا وقت آیا تو دیکھا کہ وہ آ پہنچے۔ زندان کے نگہبان نے پوچھا کہ امیر نے جو قصد کیا ہے تمھیں معلوم ہے؟ انھوں نے کہا ہاں معلوم ہے۔ اس نے کہا پھر بھی تم چلے آئے۔ کہا ہاں چلا آیا۔ تمہارے احسان کا بدلہ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ تمہاری وجہ سے تم کو سزا ملے۔

صبح ہوئے ہی ابن زیاد نے خوارج کو قتل کرنا شروع کیا۔ مرداس کو پکارا یہ حاضر ہوئے۔ صاب زندان ابن زیاد کا مربی تھا دوڑا اور اسکے قدم پکڑ لیے اور یہ کہا کہ اس شخص کو مجھے بخش دو۔ اور سارا قصہ اسکا بیان کیا۔ ابن زیاد نے مرداس کو اسے بخش دیا۔ اور رہا کر دیا۔

اہواز میں مرداس کا خروج

اب اس زمانہ میں مرداس نے چالیس آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے اہواز میں جا کر خروج کیا۔ ابن زیاد نے ان کے مقابلہ میں ایک لشکر ابن حصن تمیمی کی قیادت میں روانہ کیا۔ خوارج نے اسکے ساتھیوں کو قتل کر کے اسے شکست دی۔ قبیلہ تیم اللہ بن ثعلبہ کے ایک شخص نے اس واقعہ پر یہ تین شعر کہے۔ مضمون یہ تھا۔

دو ہزار شخص جو تمہارے زعم میں دیندار تھے، تعجب ہے ان کو مقام آسک میں چالیس آدمی قتل کر کے رکھ دیں۔

تمھیں باطل پر ہو تمہارا زعم غلط ہے۔ یہ خوارج ہی دیندار ہیں۔

تم خوب جانتے ہو یہی وہ جماعت قلیل ہے کہ جماعت کثیر کے مقابل میں ان کی نصرت کی گئی۔

تیسرا شعر جس میں آیت کریمہ کم من فئۃ کی طرف اشارہ ہے) بعض روایات میں نہیں ہے۔

اس سال قاضی بصرہ عمیرہ بن یثربی فوت ہو گیا اور اس کی جگہ ہشام بن ہبیرہ مقرر ہوا۔

اس سال حاکم کوفہ عبدالرحمان بن ام الحکم یا ضحاک بن قیس فہری تھا اور بصرہ میں عبید اللہ بن زیاد، کوفہ کے قاضی شریح تھے۔ اور امیر الحجاج ولید بن عتبہ۔

۵۹ ہجری کے واقعات

عمرہ بن مرۃ جہنی نے سرحد روم کے میدان میں اس سال جاڑے بسر کیے۔ دریا میں جہاد اس سال نہیں ہوا۔ بعض مورخین کہتے ہیں دریا میں جنادہ بن ابی امیہ نے جہاد کیا۔

عبدالرحمٰن بن ام الحکم کے کوفہ سے معزول ہونے کا سبب اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے اس سال وہ معزول ہوا اور اسکی جگہ حضرت نعمان بن بشیر انصاری مقرر ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد کا خراسان پر تقرر

اسی سال عبدالرحمٰن بن زیاد بن ابی سفیان کو حضرت معاویہؓ نے خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ سبب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن حضرت معاویہؓ کے پاس امیدوار ہو کر آیا۔ اور کہا اے امیر المومنین کیا ہمارا کچھ حق نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا ضرور ہے۔ کہا پھر کیا خدمت آپ مجھے دیتے ہیں۔ معاویہ نے کہا کوفہ میں تو نعمان ہے وہ ایک لائق شخص اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہے۔ عبیداللہ بن زیاد بصرہ اور خراسان کا حاکم ہے۔ عباد بن زیاد بحستان میں ہے۔ کوئی خدمت ایسی جو تمہارے لائق ہو معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے ساتھ تم کو شریک کردوں۔ کہا پھر انھیں کے ساتھ مجھے شریک کردایئے۔ ان کے پاس ملک وسیع ہے اس میں شرکت کی گنجائش بھی ہے۔ غرض حضرت معاویہؓ نے اسے والی خراسان مقرر کر دیا۔ اوس نے قیس بن ہیثم سلمی کو روانہ کیا اس نے جا کر اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن زید کی معزولی

جب عبدالرحمٰن خود یا تو اسلم سے تین لاکھ درہم کا مطالبہ کیا۔ امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد عبدالرحمٰن بن زید ابن یزید بن معاویہؓ کے پاس آیا تو خراسان پر قیس بن ہیثم کو اپنا جانشین کر کے آیا۔ یزید نے پوچھا کتنا مال خراسان سے اپنے ساتھ لائے ہو۔ کہا دو کرور درہم۔ یزید نے کہا تمہاری خوشی ہو تم سے حساب کر کے یہ مال لے لیا جائے اور تم کو تمہاری امارت پر واپس کر دیا جائے۔ یا تمہاری خوشی ہو تو یہ مجال تمھیں دے کر معزول کر دیں اور عبداللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ درہم بھی تم دو۔ عبدالرحمٰن نے کہا آپ نے جو مجھے دیئے ہیں دے دیجئے خراسان پر کسی اور کو حاکم کر دیجئے۔ عبداللہ بن جعفر کو اس نے دس لاکھ درہم بھیج دیے کہ پانچ لاکھ امیر المومنین کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔

شرفاء عراق کا وفد

اسی سال عبیداللہ بن زیاد شرفائے عراق کو ساتھ لیے ہوئے سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اپنے ان سفیروں کو ان کے مرتبہ و منزلت کی ترتیب سے حاضر ہونے کی اجازت دو۔ اس نے سب لوگوں کو بلایا اور سب کے آخر میں احنف داخل ہوا۔ عبیداللہ کے نزدیک احنف کی کچھ منزلت نہ تھی۔ معاویہ نے احنف کو دیکھتے ہوئے خیر مقدم کیا اور اپنے تخت پر اپنے پاس اسے بٹھالیا۔ اب لوگوں نے عرض معروض کرنا شروع کیا۔ سب نے عبیداللہ کی مدح و ثنا سب کی۔ احنف خاموش رہا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اے ابو بکر تم کچھ کیوں نہیں بولے احنف نے کہا اگر میں کچھ کہونگا تو سب کے خلاف کہونگا۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے عبیداللہ کو معزول کیا۔ جواب برخاست کرو۔ اور اپنی مرضی کا حاکم ڈھونڈو۔ حضرت معاویہؓ کے اس کہنے پر کوئی ایسا شخص نہ تھا جو بنی امیہ یا اشرف اہل شام میں کسی امیر کے پاس نہ گیا۔ سب لوگ جستجو میں مصروف تھے اور احنف اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔

وہ کسی کے پاس نہیں گیا۔

احنف بن قیس کا امیر معاویہؓ کو مشورہ

کچھ دن یونہی گذر گئے۔ پھر حضرت معاویہؓ ہی نے سب کو بلا بھیجا سب جمع ہو کر معاویہؓ کے سامنے آئے تو پوچھا تم لوگوں نے کسے انتخاب کیا۔ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک فریق نے ایک ایک شخص کا نام لے دیا۔ اور احنف خاموش رہا۔ معاویہ نے کہا اے ابوبکر تم کیوں نہیں بولتے۔ احنف نے کہا اپنے خاندان والوں میں سے اگر کسی کو ہمارا امیر بنانا چاہو تو ہم عبیداللہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اگر کسی غیر شخص کو حکومت دینا چاہو تو اسے اچھی طرح سوچ لیں۔ یہ سن کر معاویہؓ نے کہا لو میں پھر اسی کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر احنف کے باب میں عبادت کا زمانہ آیا تو احنف کے سوا عبیداللہ کا کوئی دوست نہ نکلا۔

یزید بن مفرغ حمیری

اسی سال یزید بن مفرغ حمیری نے عباد بن زیاد کی ہجو کی اور اس پر یزید کو کیا کیا امور پیش آئے۔ سبب یہ ہوا کہ یزید بھی عباد کے راستے سجستان میں تھا۔ عباد ترکوں سے جہاد کے دوران یزید کی طرف سے غافل رہا، یزید کو یہ امر شاق گذرا۔ اس زمانہ میں عباد کے لشکر میں جانوروں کے لیے چارے کی بہت تنگی تھی۔ اس پر ابن مفرغ نے یک شعر کہا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

''کاش یہ ڈاڑھیاں گھاس بن جاتیں کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے آگے ہم ڈال دیتے''

عباد بن زیاد کو ہجو

عباد بن زیاد کی ڈاڑھی بڑی تھی۔ یہ شعر اسے سنادیا گیا اور اسکے ساتھ یہ بھی کسی نہ کہہ دیا کہ بس تمہارے یہ شعر اس نے کہا ہے عباد نے یزید کو گرفتار کرنا چاہا۔ وہ بھاگ نکلا اور عباد کی ہجو میں بہت سے قصیدے کہے۔ یزید یہاں سے بصرہ کی طرف چلا اور عبیداللہ بصرہ سے سفارت لے کر معاویہؓ کے پاس جا رہا تھا۔ عباد نے اس کی ہجو کے بعض اشعار عبیداللہ کو لکھ کر بھیج دئے۔ عبیداللہ نے وہ شعر پڑھے۔ جب معاویہؓ کے سامنے گیا تو یہ شعر پڑھ کر سنائے اور ابن مفرغ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت معاویہ نے قتل کرنے کو منع کیا۔ یہ کہا اسے تعزیر کرو۔ مگر قتل کی حد تک نہ پہنچے۔

ادھر ابن مفرغ بصرہ میں داخل ہوا اور احنف بن قیس کی پناہ میں رہنے کی اس نے خواہش کی۔ احنف نے کہا ابن سمیہ کے خلاف میں تجھے پناہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تو کہے تو شعرائے بنی تمیم کے لتاڑنے سے تجھے بچالوں۔ اس نے کہا ان لوگوں کے لتاڑنے کی مجھے پروانہیں ہے۔ اب یہ خالد بن عبداللہ کے پاس آیا اس نے دھمکا دی۔ عمر بن معمر کے پاس آیا اس نے دھمکا دیا۔

منذر بن جارودگی ابن مفرغ کو امان

عمر بن عمر کے پاس آیا اس نے بھی دھمکا دیا۔ آخر میں منذر کی بیٹی بحریہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس تھی۔

جب عبیداللہ بصرہ میں آیا تو اسے خبر ہوگئی کہ ابن مفرغ منذر کے یہاں ہے۔ ادھر منذر عبیداللہ کے پاس سلام کے لیے آیا۔ اسی موقع پر عبیداللہ نے منذر کے گھر پر سپاہیوں کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے آتے ہی ابن مفرغ کو گرفتار کرلیا۔ منذر عبیداللہ کے پاس بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ابن مفرغ اسکے سر پر کھڑا ہے۔ دیکھتے ہی منذر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر میں نے اسے پناہ دی ہے۔ عبیداللہ نے کہا تمہاری اور تمہارے بات کی تو یہ مدح کریگا اور میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے۔ پھر بھی میرے خاطر تم اسے پناہ دیتے ہو۔

عبیداللہ کے حکم سے اسے دعائے مسہل پلادی گئی۔ پالان خرید پر سوار کیا اور تشہیر کرنے لگے۔ اسے اپنے کپڑں ہی میں دست آتے جاتے تھے اور لوگ بازاروں میں پھر رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک فارسی نے پوچھا'' ایں چیست'' ابن مفرغ سمجھ گیا جواب دیا۔

" آب ست و نبیدذست و عصارات زیب است وسمیہ روسپی است "

امیر معاویہ اور ابن مفرغ

پھر منذر کی ہجو میں کچھ شعر پڑھے اور عبیداللہ سے خطاب کر کے یہ شعر پڑھا (مضمون)
''تو نے جس نجاست میں مجھے لتھیڑ دیا ہے پانی سے چھوٹ جائے گی مگر میں نے جو ہجو تیری کی ہے۔ ہڈیاں تیری چونا ہو جائیں گی اور وہ باقی رہیں گی'' عبیداللہ نے ابن مفرغ کو عباد کے پاس اب سجستان میں بھیج دیا۔ یہ سن کر شام میں جو اہل یمن تھے انھوں نے معاویہؓ سے اس بارے میں گفتگو کی۔ معاویہؓ نے ایک قاصد عباد کے پاس روانہ کیا۔ عباد نے ابن مفرغ کو معاویہؓ کے پاس روانہ کردیا۔ جب یہ راہ میں تھا تو اس نے معاویہؓ کی مدح میں اشعار کہے۔ (مضمون)

اے لغلبہ: عباد کی حکومت اب تجھ پر نہیں رہی تجھے نجات ملی جس کی سواری میں تو ہے وہ اب آزاد ہے۔
اپنی جان کی قسم کہ گہری قبر سے تجھ کو اس امام نے جو خلق کے لیے حبل المتین ہے چھڑالیا۔
مجھ پر احسان کیا ہے میں شکر اسکا ادا کرونگا اور شکر کا ادا کرنا بس میرا ہی کام ہے۔
معاویہؓ کے سامنے آتے ہی رونے لگا اور کہا بلا قصور وخطا جو بیداد مجھ پر گذری ہے وہ کسی مسلمان پر نہ ہوئی ہوگی۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا'' تم نے یہ قصیدہ کیا نہیں کہا کہ
معاویہؓ پسر حرب کو ایک مرد یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچادو''
کہا'' قسم ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کے حق کو عظیم وخلیل کیا ہے میں نے یہ نہیں کہا
معاویہؓ نے پوچھا کیا یہ بھی تم نے نہیں کہا کہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری ماں چادر کو اتار کر ابوسفیان کے پاس مباشرت کے لیے نہیں گئی۔
اور بھی بہت سے شعر ہیں جن میں ابن زیاد کی تو نے ہجو کی ہے۔ جا میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ اگر تو ہم سے مل کے رہتا تو جو کچھ گذرا یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ جاؤ جہاں جی میں آئے وہاں رہو۔

پہلے یہ موصول میں رہا پھر بصرہ میں آیا۔ عبیداللہ کے پاس گیا اس نے امان دی۔

عبدالرحمٰن بن حکم اور عبداللہ بن زیاد میں مصالحت

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جب یہ پوچھا کہ کیا تم نے یہ قصیدہ نہیں کہا کہ معاویہؓ پسر حرب کو ایک مرو یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو تو ابن مفرغ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ میں نے نہیں کہا ہے۔ یہ تو مروان کے بھائی عبدالرحمٰن بن حکم نے کہا ہے اور اسی نے زیاد کی ہجو کا ذریعہ مجھے بنایا۔ اس سے پیشتر زیاد سے وہ رنجیدہ بھی تھا۔

یہ سن کر امیر معاویہ کو عبدالرحمٰن پر غصہ آ گیا اس کا وظیفہ بند کر دیا اور اسے سخت تکلیف پہنچی۔ حضرت معاویہؓ سے لوگوں نے کہا سنا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس سے خوش نہیں ہونگا جب تک کہ عبیداللہ کو بھی خوش نہ کرو گے۔

عبدالرحمٰن عراق میں عبیداللہ کو خوش کرنے کے لیے گیا اور اسکی مدح میں یہ شعر کہے۔ مضمون

''تیری ذات سے خاندان حراب میں زیادتی ہوگئی میں تجھ کو اپنا قوت باز و سمجھتا ہوں۔

میں تو یہ جانتا ہوں کہ تو میرا برادر ہے میرا ابن عم ہے بلکہ میرے بزرگ تو نہیں ہے یہ نہیں معلوم تو مجھے کیا سمجھتا ہے۔

عبیداللہ نے اسکے جواب میں کہا میں تو تجھے برا شاعر سمجھتا ہوں' پھر اس سے راضی ہو گیا

ابن مفرغ کی روانگی اہواز

ابن مفرغ جو موصل میں تھا تو اس نے ایک عورت سے عقد بھی کیا تھا شب زفاف کی صبح شکار پر چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک گندھی یا عطار گدھے پر سوار چلا آتا ہے۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا اہواز سے۔ پوچھا کہ موضع مسرقان کی جھیل کا کیا حال ہے؟ کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر ابن مفرغ بصرہ کی طرف چل کھڑا ہو۔ اپنی عورت تک کو خبر نہ کی۔

ابن مفرغ کو ابن زیاد کی امان

عبیداللہ کے پاس بصرہ میں پہنچا اس نے امان دی۔ کچھ دنوں اسی کے پاس ٹھہرا اس سے کرمان میں جانے کی اجازت مانگی۔ عبیداللہ نے اسے اجازت بھی دی اور اپنے عامل کے نام پر جو کرمان میں تھا ایک خط بھی لکھ دیا کہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور آرام کرے۔ خط لے کر یہ کرمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں شریک بن اعور حارثی عبیداللہ کی جانب سے کرمان کا حاکم تھا۔

امیر حج عثمان بن محمد

اس سال عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر الحجاج تھا۔ اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔ کوفہ میں نعمان بن بشیر تھے اور خدمت قضا پر شریح۔ بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد اور وہاں قاضی ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان پر عبادالرحمٰن بن زدیاد بجستان پر عباد بن زیاد۔ کرمان پر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے شریک بن اعور تھا۔

وفات امیر معاویہ

۶۰ ہجری کے واقعات

اس سال مالک بن عبداللہ نے سوریہ میں جہاد کیا اور جنادہ بن ابی امیہ نے رودس میں داخل ہو کر وہاں کے شہر کو منہدم کر دیا۔

اسی سال عبیداللہ چند سفیروں کو لئے ہوئے معاویہؓ کے پاس آیا اور معاویہؓ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی۔

امیر معاویہ کی وصیت یزید کو

اسی سال معاویہؓ کو مرض موت لاحق ہوا۔ یزید کو بلا بھیجا اور فرمایا بیٹا میں نے تجھے سفر زحمت و مشقت سے بچا لیا تیرے لیے ہر امر کو سہل کر دیا تیرے لیے میں نے دشمنوں کو رام کر دیا۔ عرب کی گردنوں کو جھکا دیا۔ اور تیرے لیے میں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لیے مستحکم ہو چکا ہے قریش میں سے چار شخصوں کے سوا کوئی تجھ سے اس بارے میں نزاع کرے گا۔ حسینؓ بن علیؓ و عبداللہ بن عمرؓ و عبداللہ بن زبیرؓ و عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ان میں سے عبداللہ بن عمر کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ انکے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ اور حسین بن علی کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو اس پر قابو پا جائے تو در گذر کرنا۔ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔ ابن ابو بکر وہ شخص ہیں کہ اپنے ساتھیوں کو جو کام کرتے دیکھیں ویسا ہی خود بھی کریں گے اسے عورتوں اور لہو لعب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں۔ ہاں جو شخص کی شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکا دے گا۔ اور جب اسے موقع ملے گا حملہ کرے گا وہ بن زبیر ہے۔ اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آ جائے تو اسکے ٹکڑے اڑا دینا۔

وصیت کے متعلق دوسری روایت

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا اور یہ واقعہ ۶۰ ہجری کا ہے تو یزید اس وقت موجود نہ تھا۔ اپنے پولیس سربراہ اضحاک بن قیس فہری اور مسلم بن عقبہ مری کو بلایا ان دونوں شخصوں کو وصیت کی اور فرمایا میری وصیت یزید کو پہنچا دینا کہ ''اہل حجاز کے حال پر نظر رکھنا وہ تیری قوم کے لوگ ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے اسکا اکرام کرنا اور جو دور ہوں ان کا خیال رکھنا۔ اور اہل عراق کے حال پر نظر رکھنا اگر تجھ سے وہ ہر روز سوال کریں کہ ان کے حاکم کو بدل دے تو بدل دیا کرنا۔ ایک حاکم کو معزول کر دینا میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک لاکھ تلواریں میرے مقابلہ میں کھینچ جائیں۔ اور اہل شام کے حال پر نظر رکھنا ان کو اپنا ہمراز اور دم ساز بنائے رکھنا۔ اگر دشمن کی طرف سے تجھے کوئی مہم درپیش ہو تو ان کے ذریعہ سے انتقام لینا۔ جب فتح مند ہو جاؤ تو اہل شام کو ان کے وطن کی طرف واپس کر دینا۔ غیر شہروں میں رہیں گے تو وہیں کی باتیں سیکھیں گے۔

اور قریش میں تین شخصوں کے سوا مجھے کسی کا خوف نہیں ہے حسن بن علی و عباد بن عمر و عبداللہ بن زبیر۔ ابن عمر کو تو دینداری نے مار ڈالا ہے وہ تجھ سے کسی بات کے طلبگار نہ ہوں گے۔ حسین بن علی سب وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے جن لوگوں نے انکے ولد گرامی کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انھیں لوگوں کے ذریعے سے تجھے حسینؓ کی فکر سے بھی نجات دیگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے ان کا حق بہت بڑا ہے اور وہ محمد ﷺ کے یگانوں میں ہیں۔ میرا گمان ہے اہل عراق ان کو خروج پر آمادہ کیئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ان پر قابو پا جاؤ تو معاف کر دینا۔ میرے پاس کوئی ایسا شخص آتا تو میں بھی معاف ہی کر دیتا۔ ہاں ابن زبیرؓ پُر فریب اور کینہ توز ہے اسکے مقابلہ کے لیے تیار رہنا۔ وہ اگر صلح کا طالب ہو تو مان لینا جہاں تک تجھ سے ہو سکے اپنی قوم میں خون ریزی نہ ہونے دینا۔

حال المومنین حضرت امیر معاویہؓ کی رحلت

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے رحلت فرما ہونے پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ رجب ۶۰ ہجری میں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ رجب کی پہلی تھی یا پندرہویں یا بائیسویں تھی اور دن بدھ تھا۔

مدت حکومت

مقام اذرح میں حضرت معاویہؓ سے بیعت کی اور حسن بن علیؓ نے جمادی الاولی ۴۱ ہجری میں بیعت کی۔
جبکہ سیدنا معاویہؓ کی وفات ۶۰ ہجری میں ہوئی۔ کل مدت خلافت انیس برس تین مہینے تھی۔
یہ بھی روایت ہے کہ اہل شام ذیقعدہ ۳۰ ہجری میں جب حکمین کا اختلاف ہوا تو حضرت معاویہؓ سے بیعت خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیشتر طلب خون عثمان کی بیعت بھی انھیں لوگوں نے کی تھی۔ جب ۲۵ ربیع الاول ۴۱ ہجری حسن بن علی نے صلح کر کے امر خلافت امیر معاویہؓ کے حوالہ کر دیا تو اور سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ ہوا۔ اور ۲۲ رجب ۶۰ ہجری بروز بدھ دمشق میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی۔ کل مدت امارت انیس برس تین مہینے ستائیس دن ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ علیؓ کی رحلت اور حضرت معاویہؓ کی رحلت میں انیس برس دس مہینے تین دن کا فاصلہ تھا۔ یہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیر معاویہؓ انیس برس تین مہینے خلیفہ رہے۔

مدت عمر

ولید نے زہری سے خلفاء کے سن کو پوچھا تو کہا حضرت معاویہؓ کی عمر پچھتر سال تھی۔ ولید نے کہا واہ واہ کیا عمر تھی۔ کسی روایت میں تہتر ۷۳ کسی میں اٹھتر ۷۸ کسی میں اسی ۸۰ کسی میں پچاسی ۸۵ سال کی عمر لکھی ہے۔

حضرت معاویہؓ کا مرض وفات

سیدنا امیر معاویہؓ کو مرض وفات لاحق ہوا اور لوگ کہنے لگے کہ یہ مرض وفات ہے۔ تو حضرت معاویہؓ نے اپنے گھر کے لوگوں سے کہا میری آنکھوں میں سرمہ لگا دو اور میرے سر میں تیل ڈال دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ تیل لگا

کر انکے چہرہ کو چکنا کر دیا اس کے بعد ان کے لیے فرش بچھا دیا۔ کہا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھا دو پھر کہا لوگوں کو بلا لو۔ کھڑے کھڑے سلام کر لیں کوئی بیٹھے نہیں۔ لوگ آتے تھے کھڑے کھڑے سلام کرتے تھے دیکھتے تھے ہم تو سنتے تھے کہ انکا وقت آخر ہے یہ تو سب سے زیادہ تندرست ہیں جب سب لوگ باہر چلے گئے تو حضرت معاویہؓ نے یہ شعر پڑھے (مضمون)

میں نے دشمنوں کے لیے اتنی جرات کی ہے کہ ان کو دکھا دوں کہ میں حادثات زمانہ سے متزلزل نہیں ہوتا۔
جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا پھر میں نے دیکھا کہ کوئی تعویذ نفع نہیں بخشتا۔

امیر معاویہ کا آخری دن

بلغم میں خون آنے کا عارضہ انھیں ہوا اور اسی دن انتقال ہو گیا۔ اسی مرض میں ان کی دو بیٹیاں جس وقت انھیں کروٹ دلوا رہی تھیں حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا تم اس شخص کو الٹ پلٹ رہی ہو جو دنیا کے الٹ پلٹ کرنے میں استاد تھا۔ پھر ایک شعر پڑھا۔ اسی مرض میں یہ بھی فرمایا کہ رسول ﷺ نے مجھے ایک قمیض پہننے کو دیا تھا میں نے اسے رکھا ہوا ہے۔ اور ایک دن حضرت نے ناخن تراشے تھے میں نے کترن اٹھالی اور ایک شیشہ میں اسے رکھ دیا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو وہ قمیض مجھے پہنا دینا اور اس کترن کو ریزہ ریزہ کر کے رگڑ رگڑ کے میری آنکھوں میں میرے منہ میں چھڑک دینا۔ امید ہے کہ اس کی برکت سے خدا مجھ پر رحم کرے گا۔ یہ کہہ کر کراشب بن رمیلہ نہشلی کے شعر پڑھے جو اس نے قباہ کی مدح میں کہے تھے۔ (مضمون)

تیرے مرنے سے جود و کرم مرا جائیگا لوگوں کو فیض پہنچنا موقوف ہو جائے گا یا رہے گا تو صرف سدرمق''
سائل کا ہاتھ جھٹک دیا جائے گا۔ لوگ دین و دنیا میں سے اب اونٹنی کے ایک سوکھے ہوئے تھن کو پکڑے ہوئے ہیں''

انکی بیٹیوں میں سے کسی نے یا کسی اور شخص نے کہا۔ نہیں امیر المومنین ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ اس مرض کو دفعہ کرے گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے یہ شعر پڑھا

''جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا میں نے دیکھا پھر کوئی تعویذ نفع نہیں کرتا''

مال کے متعلق وصیت

اسکے بعد بے ہوشی سی طاری ہو گئی پھر کچھ ہوش آیا تو جو لوگ موجود تھے ان سے فرمایا۔ خدائے عزوجل سے ڈرتے رہو۔ جو کوئی اس سے ڈرتا ہے اسے اللہ سبحانہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرتا اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اسکے بعد حضرت معاویہؓ رحلت فرما گئے۔ حالت احتضار میں معاویہؓ نے اپنے آدھے مال کو بیت المال میں بھیجنے کی وصیت کی تھی۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ باقی مال پاک ہو جائے۔ اس لیے کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے زمانہ کے گورنروں کا آدھا مال بانٹ لیا کرتے تھے۔

جنازہ کس نے پڑھایا

حضرت معاویہؓ کے وقت رحلت یزید موجود نہ تھا۔ ضحاک بن قیس فہری نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ جب

حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا تو ضحاک نکل آئے اپنے دونوں ہاتھوں پر کفن کو رکھے ہوئے منبر پر آئے۔ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالائے اور کہا کہ معاویہ عرب کے سردار تھے ان سے عرب کی شان و شوکت تھی۔ خدائے عزوجل نے ان کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کو قطع کیا اور ان کو اپنے بندوں کا بادشاہ بنایا اور ان کے ہاتھ سے ملک فتح ہوئے، سنو وہ گذر گئے۔ دیکھو یہ ان کا کفن ہے، یہی کفن اب ہم انھیں پہنا دیں گے۔ اور انھیں قبر میں سلا دیں گے۔ اور انھیں ان کے اعمال کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ پھر قیامت تک زمانہ برزخ ہے۔ تم لوگوں میں جو کوئی شریک ہونا چاہے وہ پہلی نماز کے وقت حاضر ہو جائے۔ یزید مقام حوارین میں تھا حضرت معاویہؓ کی بیماری کا حال لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ وہ اس وقت پہنچا جب لوگ حضرت معاویہؓ کو دفن کر چکے تھے۔ اس نے قبر مبارک پر آ کر نماز پڑھی دعا کی اسکے بعد گھر پر آیا۔ اور چند شعر کا مرثیہ کہا۔

حضرت معاویہؓ کا نسب وکنیت

حضرت معاویہؓ کا نسب یہ ہے کہ وہ سیدنا ابوسفیانؓ کے بیٹے ہیں۔ حضرت ابوسفیانؓ کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب ہے۔ ان کی ماں حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی ہے۔ اور کنیت ان کی ابوعبدالرحمٰن ہے۔

ازواج واولاد

ان کی ازواج میں میسون بنت بحدل بن احنف بن دلجہ بن قنافہ بن عدی بن زہیر بن حارثہ بن جناب کلبی ہیں۔ یزید انہیں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک لڑکی بھی ان سے پیدا ہوئی تھی امۃ رب المشارق نام تھا بچپن میں فوت ہو گئی۔

دوسری زوجہ فاختہ بنت قرظہ بن عبدعمرو بن نوفل بن عبدمناف ہیں ان سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن دو لڑکے پیدا ہوئے۔ عبداللہ کم عقل تھا ابوالخیر رکنیت تھی۔ ایک دفعہ اسکا گذر ایک چکی والے کی طرف ہوا۔ اس نے چکی میں خچر کو باندھا تھا اور خچر کے گلے میں گھنٹی باندھ دی تھی۔ عبداللہ نے پوچھا گھنٹی اسکے گلے میں تم نے کیوں باندھی ہے؟ کہا اس لیے گھنٹی باندھ دی ہے کہ یہ کھڑا ہو جائے اور چکی رک جائے تو مجھے معلوم ہو جائے۔

عبداللہ بن معاویہؓ نے کہا اگر خچر کھڑے کھڑے سر ہلاتا رہے اور چکی نہ چلائے تو پھر تمھیں کیونکر خبر ہو گی؟ چکی والے نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میرے خچر میں آپ کی سی عقل نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بچپن میں فوت ہو گیا۔

نائلہ عمارہ کلبیہ

نائلہ بنت عمارہ کلبیہ سے بھی حضرت معاویہؓ نے عقد کیا۔ اور مسون سے کہا تم ہی جا کر اپنی بنت عم کو دیکھو۔ میسون اسے جا کر دیکھ آئی۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا یہ عورت کیسی ہے؟ اس نے کہا بہت ہی خوبصورت ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اسکی ناف کے نیچے ایک تل ہے۔ اسکے شوہر کا سر ضرور اس کی گود میں رکھ جائے گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمہ فہری نے اس سے عقد کر لیا۔ پھر حبیب کے بعد نعمان بن بشیر انصاری نے اس سے عقد کیا۔ اسکے بعد نعمان قتل کیے گئے تو ان کا سر نائلہ کی گود میں ڈال دیا گیا۔

کنوہ بنت قرضہ فاختہ کی بہن بھی معاویہ ؓ کی زوجہ ہے۔ قبروس میں جب انھوں نے جہاد کیا تو یہ عورت ساتھ تھی۔ انکی وفات ہوئی۔

حضرت معاویہؓ کے اخبار وسیر جو ہم کو معلوم

حضرت معاویہؓ سے جب خلافت کی بیعت ہوئی تو رئیس شرط (پولیس سربراہ) قیس بن حمزہ ہمدانی کو مقرر کیا۔ پھر اس کو معزول کر کے زمیل بن عمرو عدری یا سکسکی کو یہ عہدہ دیا۔ ان کا سکریٹری اور احکام کا جاری کرنے والا سرجون بن مصور رومی تھا۔ دربانوں کا سرگروہ ایک غلام آزاد تھا۔ جس کا نام مختار تھا یا مالک باوالمخاری یہ شخص میر کا غلام آزاد تھا۔ حضرت معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دربارن مقرر کئے۔ حاجیوں کا سرگروہ ان کا غلام سعد تھا۔ ان کے عہد کا قاضی فضالہ بن عبید انصاری اور ان کے مرنے کے بعد ادریس عائذ اللہ بن عبداللہ خولانی کو قاضی مقرر کیا تھا۔

ایوان خاتم کا قیام

دیوان خاتم مقرر کیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت معاویہؓ نے عمر بن زبیر کی کفالت کرنے کے لیے اور ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ایک لاکھ درہم کا حکم زیاد بن ابوسفیان کے نام پر لکھ دیا تھا۔ عمرو نے اس فرمان کی مہر توڑ کر لاکھ کے بدلے دو لاکھ کر دیے۔ زیاد نے جب حساب پیش کیا تو حضرت معاویہؓ نے انکا کیا۔ اب زیاد نے عمرو سے مواخدہ کیا کہ اس مال کو واپس کرے اور اسے قید بھی کر لیا۔ بیآ خر حضرت عبداللہ بن زبیر نے بھائی کی طرف سے مال کو ادا کیا۔ اس پر معاویہ نے دیوان ختام کو قائم کیا اور مراسلات پر کمر بند لگائے جانے لگے۔ اس سے پیشتر اس کا رواج بھی نہ تھا حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا تھا کہ قیصر وکسری کی عقل وتدبر کا تم کیا ذکر کرتے ہو تمہارے یہاں بھی تو معاویہ موجود ہے۔

امیر معاویہ اور عمرو بن العاص

حضرت عمرو عاص اہل مصر کو ساتھ لیے ہوئے ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ اور ان لوگوں کو سکھا دیا۔ کہ پسر ہند کے سامنے جانا تو امیر المومنین کہہ کر اسے سلام نہ کرنا۔ اس سے اس کی نظر میں تمہاری عظمت ہوگی اور جہاں تک بن پڑے تعظیم میں کمی نہ کرنا۔

جب وہ لوگ سب آنے لگے تو معاویہ نے حاجیوں سے کہہ دیا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پسر نالغہ نے ان لوگوں کے نزدیک میرے رتبہ کو کم کر دیا ہے۔ دیکھوں جب یہ آئیں تو جہاں تک ہو سکے ان کو خوب جھکنا اور ستانا۔ غرض پہلے جو شخص حضرت معاویہؓ کے سامنے آیا وہ ابن الخیاط تھا۔ حاجیوں نے اسے بہت ہی کر دیا تھا۔ حضرت معاویہؓ کو دیکھ کر کہنے لگا السلام علیکم یا رسول اللہ پھر پے در پے لوگ آنے لگے اور اسی طرح کا سلام سب نے کیا۔ جب وہاں سے نکلے تو حضرت ابن عاص نے کہا: خدا کی مار تم لوگوں پر میں نے تو منع کیا تھا کہ امیر المومنین کہہ کر اسے سلام نہ کرنا۔ تم نے رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔

معاویہؓ کے سر پر خرقانیہ عمامہ تھا اور سرمہ لگائے ہوئے تھے اور جب کبھی وہ اس عمامہ کو پہنچے تھے اور سرمہ لگاتے تھے تو بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔

حضرت عمرا ور امیر معاویہ

حضرت عمرؓ جب ملک شام میں تشریف لائے تو حضرت معاویہؓ نے حشم وخدم کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور اسی طرح کے حشم وخدم کے ساتھ ان کے پاس گئے۔عمر نے کہا اے معاویہ تم شام کو بھی حشم وخدم کے ساتھ پھرے تو اور صبح کو بھی ویسا ہی حشم وخدم ساتھ لے کر نکلتے ہو۔اور یہ بھی سنا کہ تم گھر میں ہوتے اور اہل حاجت تمہارے دروازہ ہی پر رہتے ہیں۔حضرت معاویہؓ نے کہا۔امیر المومنین دشمن یہاں سے بہت قریب ہے۔اس کے جاسوس و مخبر بہت سے ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ وہ شوکت اسلام کو دیکھیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ایک عاقلانہ چال ہے۔ حضرت معاویہؓ نے کہ امیر المومنین آپ جیسا فرمایے میں اسی حکم کو بجالاؤں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب کسی بات پر تم کوٹوکا ہے تم نے ضرور اسے ترک کر دیا ہے۔اس بارے میں نہ میں حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔

امیر معاویہ اور مغیرہ بن شعبہؓ

حضرت مغیرہ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا میر اسن زیادہ ہو گیا ہے ہڈیاں چور ہو چکی ہیں قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں تم مجھے معزول کرنا چاہو تو کر دو۔معاویہؓ نے جواب میں لکھا تمہارا خط مجھے پہنچا تم کہتے ہو کہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری عمر کا فائدہ تمہیں کو پہنچا۔تم ذکر کرتے ہو کہ قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے سوا تمہیں کسی سے فائدہ نہیں پہنچا ہے کہ میں تمہیں معزل کر دوں۔ لو میں نے تم کو معزول کر دیا۔اگر تم سچے ہو تو سمجھو میں نے تمہاری بات کو قبول کر لیا۔اور اگر تم مکر کرتے ہو تو میں نے بھی تم سے مکر کیا۔

امیر معاویہؓ کا قول

حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ جو شخص اموی ہو کر اپنے مال کا انتظام نہ کرے حکم اس میں نہ ہو وہ اپنے خاندان سے الگ ہے اور جو شخص ہاشمی ہو کر سخی دجواد نہ ہو وہ بھی اپنے خاندان سے الگ ہے۔ہاشمی کی طاقت و بلاغت وشجاعت وسخاوت چھپ نہیں سکتی۔

ایک دن حضرت معاویہؓ کھانا کھا رہے تھے ان کے ساتھ عبید اللہ بن ابی بکرہ اور ان کا بیٹا بشیر بھی تھا۔ بشیر نے بہت سا کھانا کھالیا۔حضرت معاویہؓ نے گوشہ چشم سے اس کی طرف نگاہ کی اور عبید اللہ اس بات کو سمجھ گیا۔ اس نے چاہا کہ لڑکے کو اشارہ کرے وہ جب تک فارغ نہ ہوا۔اس نے کھانے سے سر نہ اٹھایا۔عبید اللہ نے باہر آ کر اسے ملامت کی کہ یہ تو نے کیسی بے تمیزی کی۔پھر معاویہؓ کے پاس آیا تو لڑکا ساتھ نہ تھا۔معاویہ نے پوچھا۔تمہاری بیٹا کھاؤ کیسا ہے۔کہا کہ بیمار ہو گیا۔حضرت معاویہؓ نے کہا میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کھانا اسے بیمار ڈال دے گا۔

ابو بردہ کے لئے یزید کی سفارش

ایک دفعہ حضرت ابوموسی سیاہ برنس سر پر پہنے ہوئے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔اور کہا السلام علیک یا امین اللہ۔حضرت معاویہؓ نے کہا وعلیک السلام۔جب وہ چلے گئے و معاویہ نے کہا یہ بڑے میاں اس لیے آئے تھے

کہ میں انھیں کوئی خدمت دوں۔ واللہ کوئی خدمت میں انھیں نہ دونگا۔

ابو بردہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ کو ایک زخم لگا تھا میں انھیں دنوں میں ان کے پاس گیا۔ مجھ سے کہا بھتیجے میرے پاس آ کر دیکھ۔ میں ے دیکھا تو زخم میں سلائی دی جا چکی تھی۔ میں نے کہا امیر المومنین آپ کے لیے کچھ خوف کی بات نہیں ہے۔ اسی وقت یزید بھی آ گیا۔ حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا۔ اگر کسی کو حکومت کی کچھ خدمت دو تو اس کو دو۔ انکے والد میرے دوست تھے۔ یہ بات کہی یا اسی قسم کی کوئی بات کہی تھی۔ اور کہا کہ ہو جدال کے جو معرکے میں نے دیکھے وہ انھوں نے نہیں دیکھے۔

امیر معاویہ اور محمد بن اشعث

ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے احنفؓ کے لیے اجازت دی کہ اسے بلالو اور سب سے پہلے انھیں کے لیے اذن ہوا کرتا تھا۔ محمد بن اشعث بھی اسکے بعد چلا آیا اور احنف اور حضرت معاویہؓ کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا اسے پہلے بلالیا تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ تم اس سے ادنی درجہ رکھتے ہو۔ مگر تمہارے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس میں اپنی ذلت سمجھے۔ ہم جس طرح تمہارے امور کا اختیار رکھتے ہیں تمہارے اذن دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔ ہم جو بات تم سے چاہیں تم بھی اسی بات کی ہم سے خواہش کرو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔

ربیعہ بن عسل یربوعی

ربیعہ بن عسل یربوعی نے حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر نکاح کی درخواست کی۔ حضرت معاویہؓ نے اسے ستو پلانے ے لیے کہا اور پوچھا۔ ربیعہ تمہاری طرف لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی فرقہ ایسا ہے کوئی ویسا۔ پوچھا تم کس فرقہ میں ہو۔ کہا میں نے کسی فرقہ میں ہوں۔ معاویہؓ نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ فرقے وہاں ہیں۔ ربیعہ نے کہا امیر المومنین مجھے گھر بنانے کے لیے بارہ ہزار لٹھے دلوا دیجئے۔ پوچھا تمہارا گھر کہاں ہے۔ کہا کہ بصرہ میں اور اتنا بڑا مکان ہے جس کی لمبائی دو فرسخ اور چوڑائی دو فرسخ ہے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا تمہارا گھر بصرہ میں ہے یا بصرہ گھر میں ہے۔ اس کا ایک بیٹا ابن ہبیرہ کے پاس گیا۔ اس سے کہا خدا امیر کو خوش رکھے میں رئیس قوم کا بیٹا ہوں۔ میرے والد نے حضرت معاویہؓ کے یہاں نکاح کی درخواست کی ہے۔ ابن ہبیرہ نے مسلم بن قتیبہ سے پوچھا کیا کہہ رہا ہے۔ کہا کہ یہ احمق ترین قوم کے بیٹے ہیں۔ ابن ہبیرہ نے پوچھا۔ کیا معاویہؓ نے تمہارے والد کا عقد کر دیا؟ کہا نہیں۔ ابن ہبیرہ نے کہا پھر تو تمہارے والد کی کچھ عزت نہ رہی۔

عتبہ اور عنبسہ میں کشیدگی

ابوسفیان کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عنبسہ میں ایک دفعہ نزاع واقع ہوئی۔ عتبہ ہند کے پیٹ سے تھا اور عنبسہ ابو ازیہر دوسی کی بیٹی کے پیٹ سے تھا۔ امیر معاویہؓ نے عنبسہ پر عتاب کیا۔ عنبسہ نے کہا امیر المومنین آپ بھی مجھی سے برہم ہوتے ہیں۔ کہا اے عنبسہ عتبہ ہند کا بیٹا ہے۔ عنبسہ نے کہا ہم سب تو ہمیشہ سے اتفاق رکھتے تھے۔ اب ہند نے ہم میں جدائی ڈلوا دی۔ اگر میں ہند کے پیٹ سے نہیں ہوں تو کیا میری ماں گوری چٹی جسکی قرابت پر بڑے

بڑے سردار فخر کرتے ہیں۔ جس کا باپ ہر جاڑے میں مہمانوں کا شفیق، ضعیفوں کا ماوی مشقا ہیں اس کی بھری رہتی ہیں تہامہ یا نجد کی زمینوں سے جو مصیبت زدہ آ جائے اس کی خبر گیری کرتی ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اب یہ کلمہ تمہاری نسبت میں کبھی زبان سے نہ نکالوں گا۔

قیصر کی پیش قدمی

ایک شب حضرت معاویہؓ کے پاس خبر آئی کہ قیصر لوگوں کو لیے ہوئے ان کی طرف آ رہا ہے۔ اور ناقل بن قیس جذامی فلسطین پر غالب آ گیا اور وہاں کا بیت المال اس نے لے لیا۔ اور اہل مصر میں سے جو لوگ زندان میں تھے بھاگ گئے۔ اور علی بن ابی طالب لوگوں کو لیے ہوئے تمہارے قصد میں آ رہے ہیں۔ حضرت معاویہ نے موذن کو حکم دیا کہ اسی وقت اذاں دے۔ اور آدھی رات ہو گئی تھی۔ حضرت عمرو عاص نے حضرت معاویہؓ سے آ کر پوچھا کہ مجھے کیوں بلا بھیجا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ عمروؓ نے کہا اس وقت جو اذاں ہوئی ہے وہ میرے ہی لیے ہوئی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا چار کمانوں کے تیر مجھ پر چل گئے۔ حضرت عمرو نے کہا یہ لوگ جو تمہارے زندان سے نکل گئے ہیں خدا عزوجل کے زندان میں تو ہیں۔

میر معاویہ کی عمرو بن العاص کو ہدایت

یہ سب خوارج ہیں ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ تم یہ حکم دے دو کہ جو شخص ان میں سے کسی شخص کو گرفتار کر کے یا اس کا سر لے کر آئے گا اسے انعام اسی کے خون بہا کے برابر ملے گا۔ اسی طرح سب کے سب تمہارے پاس آ جائیں گے۔ قیصر سے تم صلح کر لینا اسے مال اور خلعت دینا وہ اسی میں خوش ہو جائے گا۔ ہاں ناتل بن قیس کے بارے میں قسم کھا کر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس نے مذہب کے جوش میں یہ حرکت نہیں کی ہے جو کچھ وہ پا گیا بس اسی کا وہ طالب تھا۔ تم اسے ایک خط لکھو جو کچھ اس نے لیا ہے معاف کر دو اور اسے ہضم ہو جانے دو۔ مگر وہ تمہارے قابو میں آ جائے یا نہ آئے اس سے مطمئن ہو جانے دو۔ مگر وہ تمہارے قابو میں آ جائے یا نہ آئے اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اپنا زور اور اپنی تلوار اسی کام میں لگا دینا کہ تمہارے ابن عم کا خون اس پر ہے۔

ابرہہ بن سباہ کی رہائی

زندان سے ابرہہ بن صباح کے سوا سب کے سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے۔ اس نے کہا بغض علیؓ یا حب معاویہؓ نے مجھے نہیں روک رکھا بلکہ میں نکل ہی نہ سکا۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے اسے بھی رہا کر دیا۔ شام کے ایک گاؤں سے کسی ضلع کی طرف حضرت معاویہ جا رہے تھے۔ شام کے ایک مکان میں اتر پڑے کوٹھے پر انکے لیے فرش ہو گیا۔ ابن مسعدہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس طرف سے اونٹوں کی قطاریں اونٹنیاں، گھوڑے اور لونڈیاں گزریں۔ معاویہ نے کہا اے ابن مسعدہ خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے نہ تو انھوں نے دنیا کی خواہش کی نہ دنیا نے ان کی۔ اور عمرؓ کی دنیا تو خواہش کی مگر انھوں

نے دنیا کی خواہش نہ کی۔ اور عثمانؓ نے دینا سے نفع اٹھایا اور دنیا نے ان سے۔ ہماری یہ حالت ہے کہ دنیا میں لتھڑ گئے۔ یہ کہہ کے کچھ پشیمان ہوئے پھر کہنے لگے واللہ یہ تو بادشاہی ہے کہ خدا نے ہم کو عطا کی۔

زید بن عمر اور بسر بن ارطاۃ

حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ ملک مصر میں جاگیر ان کو عطا ہوئی ہے وہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو بھی ملے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا ابوعبداللہ نے یہ کیا خرافات لکھا ہے۔ دیکھو تم لوگ گواہ رہو۔ میں ان کے بعد زندہ رہا تو ان کے اس عہد کو توڑ دونگا۔ حضرت عمرو عاص کہتے ہیں جب میں دیکھتا تھا کہ معاویہ تکیہ لگائے پاؤں پر پاؤں رکھے آنکھ کو دبائے ہوئے کسی شخص سے پوچھ رہے ہیں کہ ''بتا'' تو مجھے ترس آجاتا تھا۔ حضرت عمروؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ کیوں سب سے بڑھ کر تمہارا خیر خواہ میں نہیں ہوں۔ کہا تمہارے لیے جو کچھ ہوا اسی سبب سے تو ہوا۔

ایک دفعہ بسر بن ابی ارطاۃ نے معاویہؓ کے سامنے سیدنا علیؓ کو کچھ سخت کہا۔ زید بن عمر بن خطاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ عصا لے کر بسر پر پل پڑے اس کا سر پھاڑ ڈالا۔ حضرت معاویہؓ نے زید سے کہا ایک قریشی بزرگ رئیس اہل شام پر تم نے حملہ کیا اور مارا۔ اور بسر سے کہا کہ سب کے سامنے تم علیؓ کو گالیاں دیتے ہو۔ وہ ان کے نانا ہیں یہ فاروق کے فرزند ہیں۔ تم سمجھے تھے کہ یہ سنیں گے اور برداشت کرلیں گے۔ پھر دونوں کو معاویہؓ نے راضی کرلیا۔

امیر معاویہ کی پسندیدگی

حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ میرے عفو سے بڑھ کر ہو۔ کوئی جہالت میرے حلم سے زیادہ ہو۔ یا کسی کا عیب ہو اور میں درگزر نہ ڈھانکوں۔ یا کسی کی بدی میرے احسان سے بڑھ کر ہو۔

ان کا قول ہے کہ عفت شریف کی زینت ہے۔ حضرت معاویہؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ شاداب زمین میں ابلتا ہوا چشمہ ہو۔ حضرت عمرو عاص نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ عرب کی کسی عالی خاندان عورت سے شادی کروں۔ وردان مولائے عمرو عاص نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ بھائیوں پر احسان کروں۔ معاویہؓ نے کہا میں تجھ سے زیادہ اس خصلت کا حقدار ہوں۔ اس نے کہا جو بات آپ کو پسند ہے وہی کیجئے۔

مدینہ کا عامل جب حضرت معاویہ کے پاس مراسلت روانہ کرتا تھا تو حکم دیتا تھا کہ منادی کردی جائے کہ جس کو ضرورت ہو وہ امیر المومنین کو لکھے۔ زر بن حبیش یا ایمن بن خریم نے ایک پرچہ لکھکر خطوں میں ڈال دیا اس میں یہ چار مصرے تھے۔

جب اپنی اولاد کے یہاں اولاد ہو بڑھاپے سے باز و تھرانے لگیں
بیماریوں کی عادت پڑ گئی ہو تو پھر کھیت کے کٹنے کا زمانہ قریب ہے

جب یہ خط پہنچے اور سیدنا معاویہؓ نے اس پرچہ کو بھی پڑھیں مجھے میری موت کی خبر دے رہا ہے۔ حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ غصہ کے پی جانے میں مجھے جو مزہ ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا۔

امیر معاویہ کی عبدالرحمٰن

عبدالرحمٰن بن حکم سے حضرت معاویہؓ نے کہا پیارے بھتیجے تم کو شعر کا بہت ذوق ہے دیکھو عورتوں سے اظہار عشق کے مضامین کبھی نہ کہنا۔ اس میں کوئی شریف عورت بدنام ہو جائے گی۔ ہجو کبھی نہ کہنا کہ کسی معزز کو بدنام کرو یا کسی ذلیل کو ہیجان میں لاؤ، باد فروشی نہ کرنا کہ یہ ایک بیہودہ لقمہ ہے۔ ہاں اپنی قوم کی شان میں شعر کہوں۔ اور ایسی مثال نظم کرو جس سے تمہارے نفس کی زینت ہو اور دوسرے ادب سیکھیں۔ حضرت معاویہؓ نے الشما کو گاڑھا پہنے ہوئے دیکھا تو اسے برا سمجھے۔ اس نے کہا امیر المومنین یہ گاڑھا تو آپ سے بات نہیں کرتا۔ بات تو وہ کرتا ہے جو اسے پہنے ہوئے ہیں۔

امیر معاویہؓ اور مروان

حضرت معاویہؓ نے ایک دفعہ کہا دو شخص ایسے ہیں کہ مر کے بھی نہ مریں گے۔ ایک شخص ایسا ہے کہ مر گیا تو مر گیا۔ میں مر جاؤں گا تو میرا بیٹا میری جگہ پر ہوگا۔ سعید مر جائے گا تو عمرو اس کی جگہ پر ہوگا۔ عبداللہ بن عامر مر جائے گا تو مر ہی جائے گا۔

یہ خبر مروان کو پہنچی تو پوچھنے لگا کیا میرے بیٹے عبدالملک کا نام نہیں لیا۔ لوگوں ن کہا ''نہیں'' مروان نے کہا ان دونوں کے بیٹوں کو میں اپنے بیٹے کے برابر نہیں سمجھتا۔

ایک شخص نے حضرت معاویہؓ سے پوچھا کن لوگوں کو آپ زیادہ عزیز رکھتے ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا جو مجھ کو عزیز خلش بناتے ہیں۔

امیر معاویہ کا حلم

حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ بندہ کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں عقل و علم ان میں سب سے افضل ہے کہ جب اسکی تعریف کی جائے تو وہ بھی ذکر خیر کرے۔ جب اسے عطا کیا جائے تو وہ بھی شکر گذار ہو۔ جب مصیبت پڑے تو صبر کرے۔ غصہ آ جائے تو ضبط کرے۔ قابو پا جائے تو بخش دے۔ خطا کرے تو بخشوالے وعدہ کر لے تو اسے پورا کرے۔

ایک شخص نے معاویہؓ سے زبان درازی اور پھر اس سے بھی زیادتی کی۔ کسی نے کہا آپ اس میں بھی حلم سے کام لیتے ہیں کہا میں اس وقت تک لوگوں کی زبان نہیں روکتا جب تک وہ میری بادشاہی میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

عبداللہ بن جعفر اور امیر معاویہ

حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو گانے بجانے پر ملامت کی تھی۔ ایک دن ابن جعفر بدیح کو ساتھ لیے ہوئے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ وہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن جعفر نے بدیح سے کہا۔ کچھ گاؤ وہ گانے لگا حضرت معاویہ اسکے گانے پر پاؤں ہلانے لگے۔ ابن جعفر نے کہا ''امیر المومنین ذرا ٹھہرے ہوئے'' حضرت معاویہؓ نے جواب دیا۔ اہل کرم کی طبیعت مزہ دار ہوتی ہے۔

ایک دفعہ عبداللہ بن جعفر حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ سائب خاثر بنی لیث کا غلام آزاد بھی تھا اور یہ بڑا بدکار شخص تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ابن جعفر سے کہا بیان کرو کیا کام ہے۔ ابن جعفر کے سائب خاثر کا کچھ کام تھا وہ بیان کیا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ انھوں نے سب حال کہ دیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اسے اندر بلاؤ۔ سائب خاثر دیوان خانہ کے دروازہ پر آ کر کھڑا ہوا۔ اور ایک گیت گانے لگا۔ حضرت معاویہؓ نے تعریف کی اور اس کا کام پورا کر دیا۔

ابن عباس کی امیر معاویہؓ کے متعلق رائے

حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے کہ بادشاہی کا اہل حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ پایا۔ لوگوں کے اترنے کے لیے ان کا فیض ایک وادی وسیع کے مثل تھا۔

قبیصہ بن جابر اسدی نے لوگوں سے بیان کروں میں نے کن لوگوں کی صحبت اٹھائی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے بڑھ کر فقہ میں اور وعظ ونصیحت میں کسی کو نہ پایا۔ پھر حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے بڑھ کر مال کثیر کا بے مانگے دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر حضرت معاویہؓ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے بڑھ کر رفیق کو دوست اور ظاہر و باطن کو یکساں رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اور حضرت مغیرہؓ کو کسی ایسے شہر میں رکھا جاتا جس کے تمام دروازوں سے بے مکر و دغا نکلنا محال ہوتا تو وہ اس سے بھی نکل ہی آتے۔

خلافت یزید بن امیر معاویہؓ

اسی سال سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ یہ واقعہ ۱۵ یا ۲۲ رجب کا ہے۔ بعض مورخین یکم رجب لکھتے ہیں۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ میں اور نعمان بن بشیر کو کوفہ میں بحال رکھا۔ مدینہ کا امیر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھا اور مکہ کا عمرو بن سعد بن العاص۔ یزید جب خلیفہ ہوا تو اسے اسکے سوا کوئی فکر نہ تھی کہ سیدنا معاویہؓ نے جب اپنے بعد اسکے ولی عہد کرنے کے لیے لوگوں سے بیعت طلب کی تو جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے کہنے پر بیعت نہیں کی ان سے بیعت لی جائے اور ان کی طرف سے فراغت حاصل کی جائے۔ اسی بناء پر اس نے ولید بن عتبہ کو یہ خط لکھا۔

یزید کا ولید بن عتبہ کو خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے ان کو کرامت وخلافت وعطایا و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمر ان کی لکھی ہوئی تھی اس وقت تک زندہ رہے جب مدت تمام ہوگئی رحلت فرما گئے۔ خدا ان پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور ان نیکو کار و پرہیزگار ہو کر

رحلت فرما ہوئے والسلام۔ ایک اور رقعہ میں اسے لکھا کہ حضرت حسینؓ،
عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیرؓ سے بیعت لینے میں سختی کرو اور جب
تک بیعت نہ کرلیں انھیں ذرا مہلت نہ دو۔

ولید کا مروان سے مشورہ

حضرت معاویہؓ کی خبر وفات سے ولید کو تشویش ہوگئی ایک امر عظیم سمجھا۔ اور مروان بن حکم کے پاس قاصد کو بھیج کر بلایا۔ ولید جس روز مدینہ میں آیا ہے مروان بھی اسے گالیاں دی تھیں۔ یہ خبر مروان کو ہوئی تو اس نے ولید سے ملنا ترک کر دیا اور اس سے قطع تعلق کرلیا۔

اس کو اتنا زمانہ گذرا کہ امیر معاویہؓ کی خبر وفات ولید کو پہنچی۔ جب حضرت معاویہؓ کے رحلت کر جانے کو ولید امر عظیم سمجھا اور اس کے ساتھ ان لوگوں سے بیعت لینے کا اسے حکم ہوا تو اس وقت مروان سے مشورہ لینے پر وہ مجبور ہوا۔ اور اسے بلا بھیجا۔

جب اس نے یزید کو خط مروان کو پڑھ کر سنایا تو مرون نے کہا ان للہ وانا الیہ رجعون ورحمہ اللہ۔

مروان بن حکم کا ولید کو مشورہ

ولید نے اس بارے میں اس سے مشورہ چاہا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ مروان نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت ان لوگوں کو بلا بھیجو۔ جب وہ آئیں تو ان سے زیاد کی بیعت اور اطاعت گزاری کا اقرار کرلو۔ وہ مان جائیں تو تم بھی مان جانا اور ان کو اذیت دینے سے باز رہنا۔ انکار کریں تو سب کی گردن مارنا۔ ان کو حضرت معاویہؓ کے وصال کی خبر نہ ہونے پائے۔ اگر انھیں یہ با معلوم ہوگئی کہ حضرت معاویہؓ وصال کر گئے وہ ان میں سے ہر شخص کسی طرف اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور مخالفت ومقابلہ پر کمر باندھ لے گا۔ اور کیا معلوم کہ لوگوں کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرے۔ لیکن ابن عمر کو تو میں نہیں سمجھتا کہ جدال وقتال کو پسند کریں یا حکومت کی ان کو خواہش ہو۔ ہاں بے مانگے یہ حکومت ان کے سر ڈال دی جائے تو اور بات ہے۔

سیدنا حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کی امیر مدینہ کے ہاں طلبی

غرض ایک نوجوان عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو دونوں شخصوں کے بلانے کے لیے بھیجا۔ اس نے مسجد میں ان دونوں کو پایا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے آ کر کہا کہ امیر نے تم دونوں آدمیوں کو طلب کیا ہے۔ وقت یہ ایسا تھا کہ ولید اس وقت لوگوں سے نہیں ملتا تھا۔ نہ یہ دونوں شخص کبھی ایسے وقت اس سے ملنے جاتے تھے۔ دونوں نے یہ جواب دیا۔ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اب سیدنا حسینؓ سے پوچھا کہ اس وقت تو ولید کسی سے ملتا نہیں بتاؤ کیوں ہم لوگوں کو بلایا ہے۔ حسینؓ نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ کی وفات ہوگئی ہے ہم کو اس لیے بلا بھیجا ہے کہ اس خبر کو فاش ہونے سے پہلے ہی بیعت کے لیے ہم پر جبر کرے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا میں بھی

یہی سمجھتا ہوں۔ پھر پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ کہا اسی وقت اپنے جوانوں کو ساتھ لے کر ولید کے پاس جاتا ہوں۔ دروازہ پر ان لوگوں کو روک دونگا۔ اور خود اس کے پاس جاؤں گا۔ ابن زبیرؓ نے کہا اگر تم اس کے پاس گئے تو مجھے تمہاری جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حضرت حسینؓ نے کہا میں اسی طرح جاؤں گا کہ نکل بھی سکوں۔ یہ کہہ کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے خادموں اور اقرباء کے ساتھ لے کر چلے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچے۔ تو ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں اگر میں تم کو پکاروں یا تم سنو کہ ولید نے آواز بلند کی تو تم سب کے سب اندر چلے آنا نہیں تو جب تک میں باہر نہ آؤں اپنی جگہ پر موجود رہنا۔

سیدنا حسینؓ کی ولید سے ملاقات

یہ کہہ کر داخل ہوئے اور کہا السلام علیک یا امیر، مروان اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت حسینؓ نے وفاتِ حضرت معاویہؓ سے انجان ہو کر کہا۔ میل رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے۔ خدا نے تم دونوں آدمیوں میں صلح صفائی کر دی۔ دونوں نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ سیدنا حسینؓ آ کر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا امیر معاویہؓ کے وصال کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔ سیدنا حسینؓ نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ خدا معاویہؓ پر رحم کرے اور تمہارا اجر زیادہ کرے۔ بیعت کا تم نے مجھ سے سوال کیا۔ تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کی جرات نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے تو سب لوگوں کے سامنے اعلانیہ بیعت لینا چاہیے۔

امام حسین اور مروان بن حکم میں تلخ کلامی

ولید نے کہا اچھا حسینؓ نے کہا جب لوگوں کے مجمع میں آ کر سب سے بیعت لینا تو ان کے ساتھ ہی ہم سے بھی لینا ایک ہی بات ہے۔

ولید کا مزاج عافیت پسند تھا کہنے لگا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیے۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملیے گا۔ مروان بول اٹھا اگر اس وقت بغیر بیعت کئے یہ تمہارے پاس سے چلے گئے تو واللہ پھر جب تک کہ تم میں ان سے شدت کشت وخون نہ ہوا اس طرح تمہارے قابو میں یہ نہ آئیں گے۔ اس شخص کو قید کر لو۔ تمہارے پاس سے نکلنے نہ پائے۔ بیعت کرے تو کرنا نہیں تو اسکی گردن مارو۔ حضرت حسینؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ابن الزرقا کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کرے گا۔ واللہ تو نے جھوٹ بکا جھک مارا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ اپنے مددگاروں میں آ گئے۔ اور سب کو ساتھ لیے ہوئے اپنے مکان پر آ گئے۔

ولید بن عتبہ کا امام حسین کو شہید کرنے سے انکار

مروان نے ولید سے کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ حسین کے لیے ایسا موقع تمھیں اب کبھی نہیں ملے گا۔ ولید نے کہا سنو مروان کسی اور ہی کو ملامت کرو۔ تم مجھے ایسا مشورہ دیتے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی۔ واللہ حسینؓ کو قتل کر کے ساری دنیا کا مال وملک جہاں تک آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے، مجھے مل جائے تو مجھے منظور نہیں۔ سبحان اللہ حسینؓ کو ایک بیعت کے نہ کرنے پر میں قتل کر دوں۔ واللہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص سے خون حسین کی باز پرس

ہو وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے بہت ہی ہلکے ٹھہر گیا۔

مروان نے کہا" یہ تمہاری رائے ہے تو جو کچھ تم نے کیا وہی اچھا کام کیا۔ یہ کلمہ ولید کی رائے کو ناپسند کر کے مروان نے کہا تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ کا ولید بن عتبہ کو جواب

اور ابن زبیرؓ نے کہا میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر اپنے گھر میں آ کر روپوش ہو گئے۔ ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنی حفاظت کر لی ہے۔ اس پر ولید نے زیادہ تر اصرار کیا بہت سے لوگوں کو پے در پے ان کے پاس بھیجا۔ سیدنا حسینؓ نے تو یہ کہا کہ ٹھہرو تم بھی غور کر لو ہم بھی غور کر لیں۔ تم بھی سوچ لو ہمیں بھی سوچنے دو۔ ابن زبیر نے کہا میرے ساتھ جلدی نہ کرو میں ضرور آؤں گا مجھے ذرا مہلت دو۔ اس پر وہ لوگ ان دونوں آدمیوں سے نہایت مصر ہوئے۔ دن سے رات گئے تک اصرار کرتے رہے۔ حضرت حسینؓ کو بہت ہی رعایت دیتے رہے۔ اور ابن زبیرؓ کے پاس ولید نے اپنے خادموں کو بھیجا انھوں نے ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ پکار پکار کر کہا۔ اے پسر کاہیلہ امیر کے پاس چل نہیں تو واللہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ ابن زبیرؓ نے اس دن رات گئے تک یہ کہہ کہہ کر ٹالا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ جب ان لوگوں نے بہت سختی کی تو یہ کہا" پے در پے تم لوگوں کے آنے سے اور میرے پاس اتنے لوگوں کو بھیجنے سے مجھے کھٹکا ہو گیا ہے۔ تم لوگ میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں تاکہ ان کی رائے ان کا حکم معلوم ہو۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو امیر کے پاس بھیجا۔ انھوں نے جا کر کہا خدا کے واسطے عبداللہ پر شدت کرنے سے باز آیئے۔ آپ نے پے در پے لوگوں کو بھیج کر انھیں فکرمند و خائف کر دیا ہے۔ صبح کو انشاءاللہ وہ آپ کے پاس آ جائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیجئے کہ ہمارے مکان پر سے چلے آئیں۔ ولید نے اپنے لوگوں کو بلا لیا وہ سب چلے آئے۔

حضرت ابن زبیرؓ کی مدینہ منورہ سے روانگی

ابن زبیر رات ہی کو گھر سے نکل کر فرع کی طرف روانہ ہوئے۔ انکے بھائی جعفر کے سوا کوئی شخص ساتھ نہ تھا۔ اصل سڑک کو تعاقب کے خوف سے انھوں نے ترک کیا۔ اور مکہ کی طرف چلے۔

صبح ہوئی تو ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ وہ نکل گئے۔ مروان نے کہا میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ابن زبیر مکہ کی طرف جانے میں ہرگز نہ چوکے گا۔ اور ابن زبیرؓ کے تعاقب میں لوگوں کو روانہ کیا۔ بنی امیہ کے خادموں میں سے ایک سوار کے اسی سواروں کے ساتھ اس کام کے لیے بھیجا۔ وہ ابن زبیر کو ڈھونڈتے رہے مگر نہ پا سکے واپس چلے آئے۔

دن بھر ابن زبیرؓ کے ڈھونڈنے میں حضرت حسینؓ کو بھولے رہے۔ شام کے وقت ان کے پاس لوگوں کو بھیجا۔ انھوں نے کہا صبح ہونے دو پھر دیکھا جائے گا۔ شب بھر کے لیے خاموش ہو رہے۔ اصرار نہیں کیا۔

حضرت حسینؓ کی مدینہ منورہ سے روانگی

حضرت حسینؓ اسی رات کو یعنی ۲۸ رجب ۶۰ ہجری اتوار کی شب کو مدینہ سے نکل گئے۔ ابن زبیرؓ اس سے

ایک شب پہلے ہفتہ کی رات کو نکلے تھے اور فرع کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جعفر بھائی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ صبر وحظلی کا یہ شعر زبان سے نکلا۔

جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اس پر ایسی رات بھی
آنے والی ہے کہ اپنے جگر گوشوں کا داغ دل پر اٹھائے ہو"

یہ سن کر عبداللہ نے کہا کہ سبحان اللہ بھائی اس شعر کے پڑھنے سے تمہارا کیا مطلب تھا۔ جعفر نے کہا بھائی واللہ کسی ایسی بات کا مجھے خیال نہ تھا جو آپ کو ناگوار ہو۔ عبداللہ نے کہا بلا ارادہ تمہاری زبان پر یہ شعر آ گیا وہ اور بھی زیادہ ناگوار ہونے کی بات ہے۔ وہ اسے فال بد سمجھے۔

حضرت حسینؓ اپنے بیٹوں کو بھائیوں کو بھتیجوں کو اور حضرت محمد بن حنفیہ کے سوا تمام اہل بیت کو لے کر نکلے تھے۔

حضرت محمد بن حنفیہ کا سیدنا حسینؓ کو مشورہ

محمد بن حنفیہ نے کہا بھائی تمام مخلوق میں آپ سے بڑھ کر کسی کو میں دوست وعزیز نہیں رکھتا۔ اور خیر خواہی کا کلمہ آپ سے زیادہ دنیا میں کسی کے لیے میرے منہ سے نہیں نکلے گا۔ آپ اپنے لوگوں کے ساتھ یزید بن معاویہ سے اور سب شہروں سے جہاں تک ہو سکے الگ رہیے۔ اور اپنے قاصدوں کو لوگوں کے پاس بھیجئے کہ وہ آپ سے بیعت کریں۔ اگر لوگ آپ سے بیعت کرلیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اگر کسی دوسرے کی بیعت پر وہ متفق ہو جائیں تو اس میں آپ کے دین وعقل ومروت وفضل کو خدا کوئی ضرر نہیں پہنچے دے گا۔ ان شہروں میں سے کسی شہر میں لوگوں کی کسی جماعت میں آپ کے جانے سے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان میں اختلاف پڑ جائے۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو دوسرا آپ کے خلاف ہو۔ کشت وخون کی نوبت آئے تو سب سے پہلے آپ کی طرف برچھیوں کا رخ ہو جائے اور آپ سا شخص جو ذاتی وخاندانی شرف میں امم سے بہت آسانی کے ساتھ اس کا خون بہایا جائے اور سب اہل وعیال تباہی میں مبتلا ہوں۔

محمد بن حنیفہ کا مشورہ

حضرت حسنؓ نے کہا پھر میں کدھر جاؤں بھائی۔ کہا "آپ مکہ میں قیام فرمائیں" وہاں اطمینان حاصل ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ اور اگر تشویش کا سامنا ہو تو ریگستانوں اور کوہستانوں کی طرف نکل جائے۔ ایک مقام کو چھوڑیے دوسری زمین کی طرف آئے۔ دیکھتے رہیے کہ آخر اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اور اس وقت آپ کی رائے کیا قرار پاتی ہے، تمام امور کو سامنے کے رخ سے دیکھئے۔ یہی زیادہ قرین صواب اور مقتضائے عقل کی بات ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل کا سامنا کسی معاملہ میں نہیں ہے کہ الٹے رخ سے اس پر نظر کی جائے"۔ محمد بن حنفیہ کے مشورہ کو سن کر جواب دیا کہ "بھائی تم نے خیر خواہی وشفقت کا کلمہ کہا امید یہی ہے کہ تمہاری رائے درست اور موافق ہوگی۔

ابوسعید مقبری کی روایت

ابوسعید مقبری کہتے ہیں کہ میں نے مسجد مدینہ میں سیدنا حسینؓ کو آتے ہوئے دیکھا دو شخصوں کے درمیان

چل رہے تھے۔کبھی اس طرف بوجھ ڈال دیتے تھے کبھی اس طرف اور (یزید) بن مفرغ کے یہ دو شعر زبان پڑھے مضمون یہ تھا

شہسواری کا پھر میں نام نہ لوں پھر وہ رکھوں یزید نام اپنا میں گوارا کروں اگر ذلت

ایسے جینے کو ہے سلام اپنا

اسی وقت میں نے دل میں کہ واللہ یہ کچھ اور ہی ارادہ رکھتے ہیں تبھی یہ شعر پڑھے۔ابھی دو ہی دن گذرے تھے کہ سنا وہ مکہ روانہ ہو گئے۔

ولید بن عتبہ کا حضرت ابن زبیرؓ سے بیعت کا مطالبہ

اب ولید نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کو بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔انھوں نے فرمایا سب لوگ جب بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کرونگا۔ایک شخص بول اٹھا آپ کو بیعت کرنے سے کون سا امر مانع ہے۔کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو،کشت وخون ہو،سب فنا ہو جائیں،جب یہ مصیبت گذر جائے تو سب کہیں ابوعبداللہ بن عمرؓ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ان سے بیعت اب لو۔حضرت عبداللہ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ کشت وخون ہو۔میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو۔میں یہ نہیں چاہتا کہ سب لوگ فنا ہوائیں۔میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ سب لوگ بیعت کرلیں گے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو میں بھی بیعت کرلونگا۔غرض حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کوئی ان کو ڈراتا دھمکاتا بھی نہ تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ کا مکہ میں داخلہ

ابن زبیرؓ مکہ پہنچ گئے۔وہاں عمرو بن سعید حاکم تھا۔ابن زبیرؓ داخل ہوئے تو کہا میں یہاں پناہ لینے آیا ہوں۔لوگوں کے ساتھ نماز اور اعمال میں شریک نہ ہوتے تھے۔اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کنارے توقف کرتے تھے۔سب کے بعد انھیں ساتھیوں کے ساتھ نماز و اعمال بجالاتے تھے۔حضرت حسینؓ جب مکہ کی طرف چلے تو یہ آیت پڑھی فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين "یعنی (موسیٰ) بیم وامید کی حالت میں شہر سے نکلے کہا پروردگار ا ظالم قوم کے ہاتھ سے مجھے نجات دے۔جب مکہ میں حضرت حسینؓ داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی "فلما توجه تلقاء مدين قال عسى ربى ان يهديني سواء السبيل " یعنی جب موسیٰ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا مالک مجھے سیدھے رستہ پر لگا دے۔

ولید بن عتبہ کی معزولی

اسی سال رمضان میں ولید بن عتبہ کو مدینہ سے یزید نے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مقرر کیا۔ عمرو بن سعید رمضان میں مدینہ میں داخل ہوا۔

واقدی کی راویت

واقدی کہتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خبر وفات اور یزید کا بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا تو ابن عمرؓ مدینہ میں نہ

تھے۔اور ابن زبیرؓ و حسینؓ کو جب بیعت کے لیے بلایا تو انھوں نے انکار کیا اور اسی رات کو مکہ روانہ ہو گئے۔ابن عباس وابن عمر ے مکہ سے آ رہے تھے وہ ان کو راہ میں ملے اور پوچھنے لگے کہ کیا خبر ہے۔انھوں نے جواب دیا کہ رحلت امیر معاویہؓ اور بیعت یزید۔ابن عمرؓ نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ ہو۔

پھر ابن عمرؓ مدینہ میں چلے آئے وہیں ٹھہرے رہے۔کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے۔جب تمام شہروں کی بیعت کا حال ان کو معلوم ہوا تو ولید بن عتبہ کے پاس آ کر انھوں نے بیعت کر لی اور ابن عباسؓ نے بھی۔

امیر مدینہ عمرو بن سعید

عمرو بن سعید بن عاص اشدق رمضان ۶۰ ہجری میں مدینہ میں داخل ہوا۔اہل مدینہ ملاقات کو گئے۔دیکھا کہ وہ ایک بزرگ منش اور خوش بیان آدمی ہیں۔اس دوران یزید وابن زبیرؓ کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت بیعت کے بارے میں جاری رہی۔آخر کو یزید نے قسم کھالی ''جب تک ابن زبیر زنجیر میں جکڑ ہوا میرے سامنے نہ آئے گا۔اسکی کوئی بات میں نہ مانونگا'' حرابث بن خالدؒ کو لکھ بھیجا۔کہ ابن زبیرؓ کی طرف لشکر روانہ کرے۔

رئیس شرطہ عمرو بن زبیر کے مظالم

عمرو بن سعید جب مدینہ میں آیا تو اس نے اس خیال سے عمرو بن زبیر کو رئیس شرط مقرر کیا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ عبداللہ بن زبیر میں اور اس میں بغض و عداوت ہے۔اسی خیال سے اس کو اشدق نے اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا تو اس نے جا کر بہت بڑی طرح ان کو مارا پیٹا۔اس نے جن لوگوں کو عبداللہ بن زبیر کے خیر خواہوں میں دیکھا ان کو پٹوا ڈالا۔منذر بن زبیر اس کا بیٹا محمد بن منذر عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث، عثمان بن عداللہ بن حکیم، خبیب بن عبداللہ بن زبیر، محمد بن عمار بن یاسر۔ان سب لوگوں میں سے کسی کو چالیس کسی کو پچاس کسی کو ساٹھ کوڑے لگائے۔عبدالرحمٰن بن عثمان، عبدالرحمن بن عمرو بن سہل کچھ لوگوں کے ساتھ لے کر اس کے ہاتھ سے جان بچا کر مکہ بھاگ گئے۔

عمرو بن سعید نے اس سے پوچھا کہ تمہارے بھائی کے مقابلہ میں کون شخص یہاں سے جائے گا۔عمرو بن زبیرؓ نے کہا اس کی سرکوبی کے لیے مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔

ابن سعید کی مکہ پر فوج کشی

اہل مدینہ کے آزاد کردہ غلاموں کا ایک ہجوم عمرو بن زبیر کے ساتھ ہوا۔انیس بن عمرو اسلمی سات سو جنگجوؤں کو ساتھ لے کر شریک ہوا۔عمرو نے مقدمہ الجیش بنا کر اسے روانہ کیا۔اس نے مقام جرف میں جا کر لشکر ڈالا۔اس وقت مروان نے آ کر ابن سعید سے کہا مکہ پر حملہ نہ کرو خدا سے ڈرو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے سے بچو۔ابن زبیر سے درگذر کرو وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ساٹھ برس سے زیادہ اس کی عمر ہو چکی اور وہ ضدی آدمی ہے۔ اور تم اسے قتل نہ بھی کرو تو بخدا وہ خود مرنے کو ہے''

اس پر عمرو بن زبیر بولا کہ واللہ ہم تم کو خانہ کعبہ کے اندر اس سے جنگ و جدال کریں گے کسی کو ناگوار ہو تو ہماری بلا سے۔مروان نے کہا مجھے یہ بات بہت ناگوار ہے۔

عمرو بن زبیر کا خط بنام عبداللہ بن زبیر

غرض انیس روانہ ہو کر مقام کی ذی طوی میں اور عمرو بن زبیر مقام الابطح میں اترا۔ یہاں سے عمرو بن زبیر نے اپنے بھائی کو لکھا "خلیفہ کی قسم کو پورا کر اپنی گردن میں چاندی کی ہلکی سے زنجیر جو دکھائی بھی نہ دے ڈال لے۔ لوگ کیوں آپس میں لڑیں۔ خدا سے ڈرو کہ واس شہر میں ہے جہاں جنگ و جدال حرام ہے" ابن زبیرؓ نے کہا میرا تیرا مقابلہ مسجد الحرام میں ہوگا۔

حضرت ابن زبیرؓ نے عبداللہ بن صفوان کو ذی طوی کی طرف سے انیس کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ عداللہ بن صفوان کے ساتھ وہ سب لوگ بھی شریک ہو گئے جو بیرون مکہ مقیم تھے۔ انیس پر حملہ کیا اور جنگ میں اسے شکست فاش دی۔

عمرو کے لشکر میں سے ایک جماعت نے اسکا بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ علقمہ کے گھر میں چلا گیا۔ اس کا بھائی عبیدہ بن زبیر اس سے ملنے آیا اور اسے پناہ دی۔ پھر عبداللہ بن زبیر سے جا کر کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی۔ عبداللہ نے کہا کیا لوگوں کے مظالم سے تم نے اسے پناہ دے دی۔ یہ تو کسی طرح مناسب نہیں۔

عبداللہ بن صفوان کی برہمی

ایک وایت یہ ہے کہ عمرو بن زبیر اور انیس یزید کے حکم سے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عمرو کوہ صفا کے قریب اپنے مکان میں اور انیس ذی طوی میں اترا۔ عمرو نماز پڑھایا کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیر بھی سب کے ساتھ اسکے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں سے دونوں بھائی ہاتھ میں ہاتھ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے نکلتے تھے۔ قریش میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عمرو بن زبیر سے ملنے کو نہ آیا ہو۔ بس ایک عبداللہ بن صفوان تھا کہ نہیں آتا تھا۔ اس پر عمرو نے کہا تعجب ہے کہ عبداللہ بن صفوان میرے پاس نہیں آیا۔ واللہ اگر میں اٹھ کھڑا ہونگا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ سارا قبیلہ بن جمع اور ان کے سوا بھی جو لوگ اس کے حلیف ہیں میرے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا تھا کہ حریب کے کان تک پہنچ یا وہ برافروختہ ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہنے لگا کہ تم تو اپنے بھائی کی سلامتی مناتے ہو ابن زبیرؓ نے کہا ابو صفوان بھلا میں اور اس کی سلامتی مناؤں۔ واللہ ایک چیونٹی بھی اس کا استیصال کرنے میں میرا ساتھ دیتی تو میں اس سے بھی مدد مانگتا۔

عمرو بن زبیر کی گرفتاری

اس پر ابن صفوان نے کہا انیس کی طرف سے میں تم کو مطمئن کیے دیتا ہوں اپنے بھائی کی طرف سے تم مجھ کو مطمئن کر دو۔ ابن زبیرؓ نے اس سے اقرار کر لیا۔ اور ابن صفوان انیس کے درپے ہو کر ذی طوی کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مکہ کا ایک انبوہ کثیر اور بہت سے اعوان و انصار کو ساتھ لیے ہوئے انیس کے لشکر پر جا پڑا۔ اسے شکست دی اس کے ساتھیوں کو منتشر کر دیا جو بھاگا اسے قتل کر دیا جو زخمی ہو گئے تھے انھیں امان دی۔ اور مصعب بن عبدالرحمان عمرو کے استیصال کرنے کو روانہ ہوا۔ اسکی ساری جمعیت اسے چھوڑ کر پراگندہ ہو گئی۔ عمرو کو حریف گرفتار کرنے پہنچ گیا۔ اس وقت عبیدہ بن زبیر نے اس سے کہا۔ آؤ میں تمھیں پناہ دیتا ہوں۔ اور عبداللہ بن زبیر سے آ کر کہا میں نے عمرو کو پناہ

دی ہے آپ بھی اسے پناہ دید یجئے۔ عبداللہ نے پناہ دینے سے انکار کیا اور جس جس شخص کو عمرو نے مدینہ میں پٹوایا تھا ان سب کے قصاص میں عبداللہ نے عمرو کو پٹوا دیا پھر اسے زندان عارم میں قید کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ذیقعدہ ۶۰ ہجری میں عمرو بن سعید حاکم ہو کر مدینہ میں آیا۔ اس نے عمرو بن زبیر کو رئیس شرط مقرر کر کے یہ بات کہا کہ امیر المومنین نے قسم کھالی ہے کہ ابن زبیر جب تک زنجیروں میں جکڑ ہوا میرے سامنے نہ لایا جائے گا اس کی بیعت میں نہ قبول کرونگا۔ امیر المومنین کی قسم کا پورا کرنا ضرور ہے۔ میں چاندی یا سونے کی ہلکی سی زنجیر نا دونگا اس پر کلاہ برنس وہ پہن لے۔ زنجیر چھپ جائے تو جھنکار سنائی دے گی۔

عمرو بن زبیر کی وفات

عمرو بن سعد جب عبداللہ بن زبیر سے قتال کرنے پر مقرر ہوا ہے تو ابو شریح نے اس سے کہ اہل مکہ سے قتال نہ کر۔ میں نے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کرنے کی مجھے اجازت دی تھی۔ جب وہ ساعت گذر گئی تو پھر وہاں قتال حرام ہو گیا۔ عمرو نے ان کے کہنے پر کوئی توجہ نہ کی اور کہا اے شیخ تم سے زیادہ حرمت مکہ کو ہم جانتے ہیں۔

اب عمرو نے عمرو بن زبیر وانیس بن زید غلام محمد بن عبداللہ کے ساتھ دو ہزار آدمی روانہ کیے۔ اہل مکہ نے ان سے مقابلہ کیا۔ انیس بن عمرو مہاجر مولا، سے قلمس اور ان کے ساتھ بہت سے لوگ مارے گئے اور عمرو کے لشکر کو بھی شکست ہوئی۔ عبیدہ نے اپنے بھائی عمرو سے کہا کہ تمہارا میں ضامن ہوں اور تمھیں پناہ دینے کا میں ذمہ کرتا ہوں اور اسے لیے ہوئے عبداللہ بن زبیر کے پاس آیا۔ عبداللہ نے پوچھا او خبیث تیرے چہرہ پر یہ خون کیسا ہے۔ عمرو نے جواب میں یہ شعر پڑا

ہم لوگوں کے زخم ایڑیوں کی طرف خوں چکاں
نہیں ہوتے ہاں قدموں کی طرف لہو ٹپکاتے ہیں''

عبداللہ نے اسے قید کرلیا۔ اور عبیدہ کے ذمہ کو توڑ ڈالا اور کہا کیا میں نے تم کو حکم دیا تھا اس فاسق کو پناہ دو جو خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال سمجھتا ہے۔ اس کے بعد عمرو نے جن جن لوگوں کو پٹوایا تھا ان سب کا بدلہ اس نے لیا۔ البتہ منذر اور اسکے بیٹے نے اپنا بدلہ لینے سے انکار کیا اور عمرو کوڑوں کی سزا سے مر گیا۔

سیدنا حسینؓ کو کوفیوں کے خطوط اور واقعہ مسلم بن عقیل

سیدنا حسینؓ بن علیؓ مکہ میں تھے کہ ان کے پاس اہل کوفہ اور ان لوگوں کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ ''ہم سب لوگ آپ پر بھروسا کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ آپ ہم لوگوں میں آجائیے''

اس زمانہ میں حضرت نعمانؓ بن بشیر انصاری والی کوفہ تھے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے ابن عم مسلم بن عقیل کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ مسلم وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں آئے۔ یہاں دو رہبروں کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف چلے۔ دونوں رہبر انھیں صحرا کی طرف سے لے چلے ان میں ایک راہ میں پیاس کے مارے مر گیا۔ مسلم نے سیدنا حسینؓ کو لکھا کہ اس سفر

سے مجھے معاف رکھیے۔ حضرت حسینؓ نے یہی لکھا کہ تم کوفہ جاؤ۔

مسلمؒ بن عقیل کی کوفہ میں آمد

مسلم آگے بڑھے آخر کوفہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص کے یہاں اترے۔ جس کا نام ابن عوسجہ تھا۔ ان کے آنے کا اہل کوفہ میں چرچا ہوا۔ تو لوگ آ آ کر ان سے بیعت کرنے لگے۔ بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ یزیدیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر حضرت نعمان بن بشیر سے کہا یا تو آپ کمزور ہیں یا کمزور بنتے ہیں۔ شہر میں خرابی پھیل رہی ہے۔ نعمان نے کہا اگر طاعت خدا میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر طاقتور کہلاوں۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر خدا نے پردہ ڈال دیا ہے میں اس کا پردہ فاش کردوں۔

اس نے نعمانؓ کی یہ گفتگو یزید کو لکھ بھیجی۔ یزید نے اپنے ایک غلام آزاد کو بلایا جس کا نام سرجون تھا اور وہ اسی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ سب حال اس سے بیان کیا۔ سرجون نے کہا اگر حضرت معاویہؓ زندہ ہوتے تو ان کی بات کو قبول کر لیتے۔ یزید نے کہا کہ ہاں۔ کہا پھر میری بات مانیے کوفہ کے لیے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں۔ اسی کو وہاں کی حکومت دیجیے۔

کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر

اس سے پہلے یزید عبیداللہ سے ناراض تھا چاہتا تھا کہ اسے حکومت بصرہ سے بھی معزول کردے۔ اب اسے لکھ بھیجا کہ میں تم سے خوش ہوں اور میں نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تم کو عطا کی۔ اور یہ لکھا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگائے وہ ہاتھ آ جائیں تو ان کو قتل کرے۔

عبیداللہ روسائے بصرہ کو ساتھ لیے ڈھاٹا باندھے ہوئے کوفہ میں وارد ہوا۔ جس مجمع کی طرف سے گذرتا اور سلام علیکم کہتا تھا۔ جواب میں لوگ وعلیک السلام یا ابن بنت رسول اللہ کہتے تھے۔ ان لوگوں کو شبہ حضرت حسینؓ بن علیؓ کا تھا۔ عبیداللہ قصر ماں آ کر اترا اور اپنے ایک غلام آزاد کو بلا کر اسے تین ہزار درہم دیئے اور کہا۔ جاؤ اور اس شخص کا پتہ لگاؤ جس سے اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ اس سے یہی کہنا کہ میں حمص سے اسی بیعت کے لیے آیا ہوں اور یہ مال اسے دیدینا کہ اس سے قوت اکٹھی کرے۔ اسی طرح لطف و دلداری سے ملال ہوا۔ یہ کہہ کر وہ شیخ غلام کو اندر لے گیا اس سے مال لے لیا اور اس سے بیعت لی۔ غلام نے عبیداللہ کے پاس آ کر سب حال کھول دیا۔

جب عبیداللہ کوفہ میں آیا تو مسلم ابھی تک جس گھر میں تھے اسے چھوڑ کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں چلے آئے۔ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے آپ ضرور تشریف لائیے۔

ہانی بن عروہ کی طلبی

ادھر عبیداللہ نے روسائے کوفہ سے پوچھا کہ سب لوگوں کے ساتھ ہانی بن عروہ میرے پاس کیوں نہیں

آئے۔ یہ سن کر محمد بن اشعث اپنی برادری کے لوگوں کو لیے ہوئے ہانی کے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ دروازہ کے باہر ہی ہیں۔ ان سے کہا کہ حاکم نے ابھی تمہارا ذکر کیا اور یہ کہا کہ انھوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تم کو اسکے پاس جانا چاہیے۔ یہ لوگ اسی طرح اصرار کرتے رہے۔ آخر ہانی سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ عبیداللہ کے پاس چلے آئے۔

اس وقت قاضی شریح بھی وہاں موجود تھے۔ ہانی کو دیکھ کر عبیداللہ نے شریح سے کہا لو اجل گرفتہ اپنے پاؤں سے تمہارے پاس چلا آیا۔ ہانی نے جب اسے سلام کیا تو کہنے لگا بتاؤ مسلم کہاں ہیں؟ ہانی نے کہا میں نہیں جانتا۔ عبیداللہ نے اپنے غلام کو جو درہم لے کر گیا تھا بلایا جب وہ ہانی کے سامنے آیا تو یہ اسے دیکھ کر متحیر ہو گئے۔ کہنے لگے امیر کا خدا بھلا کرے واللہ مسلم کو میں نے اپنے گھر میں نہیں بلایا وہ خود سے آئے اور اپنے آپ کو میرے اوپر ڈال دیا۔ عبیداللہ نے کہا ان کو میرے پاس لاؤ۔ ہانی نے جواب دیا واللہ اگر میرے پاؤں کے نیچے وہ چھپے ہوئے ہوتے میں وہاں سے قدم نہ سرکاتا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو اس کے قریب لے کر گئے۔ اس نے ان پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ ان کی ابرو خون آلود ہو گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اسے یہاں سے نکالیں۔ مگر لوگوں نے روک لیا۔ عبیداللہ نے کہا خدا نے اب تمہارا قتل کرنا حلال کر دیا۔ یہ کہہ کر اس نے قید کا حکم دیا۔ اور قصر کی ایک جانب وہ محبوس کر دیئے گئے۔

قصر ابن زیاد کا محاصرہ

ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص عبیداللہ کے پاس ہانی کو لے کر آیا وہ عمرو بن حجاج زبیدی تھا۔

ہانی اس حالت میں تھے کہ یہ خبر قبیلہ مذحج کو پہنچ گئی۔ قصر ابن زیاد کے دروازہ پر ایک شور بلند ہوا۔ وہ سن کر پوچھنے لگا یہ کیا ماجرا ہے۔ لوگوں نے کہا مذحج کے لوگ ہیں۔ ابن زیاد نے شریح سے کہا ''آپ ان لوگوں کے پاس جا کر انھیں مطلع کیجئے کہ میں نے کچھ گفتگو کرنے کے لیے ہانی کو فقط قید کیا ہے'' اور اپنے آزاد غلاموں میں سے ایک ایک غلام کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ دیکھے شریح کیا گفتگو کرتے ہیں۔ شریح کا گذر ہانی کی طرف سے ہوا تو ہانی نے کہا'' اے شریح خدا سے ڈر یہ شخص مجھے قتل کرنے کو ہے'' شریح نے قصر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا'' ان کے لیے کچھ ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں امر نے کچھ گفتگو کرنے کے لیے انھیں روک رکھا ہے'' سب پکار اٹھے'' شریح سچ کہتے ہیں تمہارے سردار کے لیے ضرر پہنچنے کا کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ سب متفرق ہو گئے۔ مسلم کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے شعار کی منادی کر دی اور اہل کوفہ میں سے چار ہزار آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔

مسلم بن عقیل سے کوفیوں کی بدعہدی

مسلم نے مقدمہ فوج کو آگے بڑھایا میمنہ و میسرہ کو درست کیا اہل کوفہ کو بلا کر اپنے اس خاص قصر میں جمع کیا۔ مسلم جب قصر کے دروازے پر پہنچے تو تمام رؤسا محل کی چھت پر چڑھ کر اپنے اپنے برادری والوں کے سامنے آئے اور انھیں سمجھا سمجھا کر واپس کرنے لگے۔ اب لوگ مسلم کے پاس سے سرکنے لگے۔ شام ہونے تک پانچ سو آدمی رہ گئے۔ جب شب کی تاریکی پھیل گئی تو وہ بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔

مسلم اکیلے گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ ایک عورت نکل کر آئی تو اس سے پانی مانگا اس نے پانی لا کر پلا دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر نکلی اور دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس نے کہا بندہ خدا تیرے یہاں بیٹھنے سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے یہاں سے اٹھ جا۔ کہا مسلم بن عقیل میں ہی ہوں۔ کیا تمہارے یہاں پناہ لینے کی کوئی جگہ ہے۔ اس عورت نے کہا اندر چلے آؤ جگہ ہے۔

مسلم بن عقیل کی گرفتاری

اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کے نوکروں میں تھا۔ اسے جو یہ حال معلوم ہوا تو ابن شاعث سے جا کر کہہ آیا۔ اس نے جا کر عبیداللہ کو خبر کر دی۔ عبیداللہ نے اپنے صاحب شرط عمرو بن حریث مخزومی کو روانہ کیا اور محمد بن اشعث کے لڑکے عبدالرحمٰن کو اس کے ساتھ کر دیا۔ مسلم کو خبر ہوئی کہ گھر کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے۔ انھوں نے یہ دیکھ کر تلوار اٹھا لی اور باہر آ کر قتال میں مصروف ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے کہا تمہارے لیے امان ہے۔ انھوں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور وہ ان کو لیے ہوئے عبیداللہ کے پاس آیا۔ عبیداللہ کے حکم سے قصر کی چوٹی پر ان کو لے گئے وہاں ان کی گردن ماردی اور لاش لوگوں کے سامنے باہر پھینک دی۔ پھر اس نے حکم دیا لوگ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے کوڑے کے ڈھیر پر لے گئے اور وہاں ان کو سولی دے دی۔ اس حال کو ان لوگوں کے شاعر نے نظم بھی کیا۔

دوسری تفصیلی روایت

اس سے زیادہ مفصل اور کامل بیان اس روایت میں ہے کہ حضرت حسینؓ شاہراہ کی طرف سے مکہ روانہ ہوئے۔ اہل حرم نے کہا آپ اس راہ کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ دیکھے ابن زبیرؓ نے بھی تو یہی کیا۔ اگر کوئی تلاشی پارٹی آپ کے پیچھے آئے تو آپ کو نہ پا سکے گی۔ حضرت حسینؓ نے کہا واللہ میں تو اس راہ سے نہیں پھرونگا۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔

عبداللہ بن مطیع کا حضرت حسینؓ کو مشورہ

اس راہ میں عبداللہ بن مطیع حضرت حسینؓ کو ملے انھوں نے پوچھا میری جان آپ پر نثار ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے کہا۔ ابھی تو میں مکہ جاتا ہوں اسکے بعد حق تعالیٰ سے استخارہ کرونگا۔ ابن مطیع نے کہا حق تعالیٰ آپکو خیریت سے رکھے اور ہم لوگوں کو آپ پر قربان کر دے۔ مکہ پہنچئے تو وہاں سے کوفہ کا قصد ہرگز نہ کیجئے وہ منحوس شہر ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار وہاں قتل ہوئے آپ کے بھائی وہیں بے کس اور بے بس ہو گئے۔ برچھی کا وار ان پر کیا گیا کہ جان جاتے جاتے بچی۔ اب حرم کعبہ کو نہ چھوڑیئے۔ آپ ہی تو سید عرب ہیں۔ واللہ حجاز میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ ہر طرف سے لوگ آپ کی طرف آئیں گے۔ میرے ماں باپ فدا ہو جائیں آپ پر حرم کعبہ سے نہ جدا ہوئے گا۔ واللہ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو ہم سب لوگ آپ کے بعد غلام بنا لیے جائیں گے۔

اہل مکہ کی امام حسین سے عقیدت

حضرت حسینؓ آگے بڑھے مکہ میں جا کر اترے۔ وہاں کا منظر یہ تھا کہ وہاں کے لوگ اور زائرین کعبہ اور اہل آفاق آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ ابن زبیر بھی وہاں موجود ہیں کعبہ سے ذرا جدا نہیں ہوتے تمام تمام دن نماز پڑھا کرتے ہیں طواف کیا کرتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ حضرت حسینؓ کے پاس بھی

آتے ہیں۔ آنے کی صورت یہ ہے کہ دو دن برابر آتے ہیں پھر دو دن میں ایک دن آتے ہیں۔ ایک دن نہیں۔ اور برابر انھیں رائے دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حسن کے ہوتے اہل حجاز کبھی مجھ سے بیعت نہ کریں گے نہ کبھی میری اطاعت کریں گے۔ حضرت ابن زبیرؓ جانتے تھے کہ سب کی نگاہوں میں سب کے دلوں میں سیدنا حسینؓ کی عظمت اور ان کی طرف لوگوں کی رغبت مجھ سے زیادہ ہے۔

جب اہل کوفہ کو معاویہ کے ہلاک ہونے کی خبر پہنچی تو عراق کے لوگ مضطرب ہو گئے۔ اور کہا حسینؓ اور بن زبیرؓ نے بیعت نہیں کی دونوں آدمی مکہ میں چلے آئے۔ اس پر اہل کوفہ نے حسینؓ کو خط لکھا اور نعمان بن بشیر ان سب کے امیر تھے۔

اہل کوفہ کا اجتماع اور خطوط

حضرت سلیمانؓ بن صرد کے مکان میں شیعہ جمع ہوئے۔ حضرت معاویہؓ کے وصال کا ذکر کیا۔ ابن صرد نے کہا کہ معاویہؓ کا وصال ہو گیا اور حسینؓ نے بیعت میں تامل کیا اور وہ مکہ میں چلے آئے ہیں۔ تم لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعوں میں ہو۔ اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا چاہتے ہو تو ان کو لکھو۔ اور اگر تم کو ڈر جانے یا بزدلی کرنے کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکا نہ دو۔

سب نے کہا ہم ان کے دشمن سے قتال کریں گے اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے کہا اچھا ان کو لکھ بھیجو۔ خط لکھا گیا۔

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسین بن علیؓ کو سلیمان بن صرد، میتب بن لجبہ، رفاع بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین مسلمین کی طرف سے۔ سلام علیک ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں ہے۔ بس اسکے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے دشمن کو بلا لیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا غنائم کو چھین لیا تھا۔ ان کی مرضی کے بغیر ان کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست پھرا رہا تھا۔ ہم لوگوں کو ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عیدگاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انھیں شام میں انشاء اللہ چلا جانا پڑے والسلام۔
>
> ورحمۃ اللہ علیک

کوفیوں کے خطوط بنام امام حسینؓ

اس خطوط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا اور انھیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بہ تعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حضرت حسینؓ کو پہنچا۔ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیدادی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی ارعمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ قریب قریب ترین خط روانہ کیے ایک شخص کی طرف سے دو کی طرف سے چار کی طرف سے۔ پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسین بن علی کو ان کے شعیہ مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جایئے لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے۔ جلدی کیجئے جلدی کیجئے والسلام علیک۔

اور شبث بن ربعی اور حجاز بن بجر اور یزید بن حارث اور یزید بن رویم اور عزرہ بن قیس اور عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے لکھا۔

نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں میوے پختہ ہو گئے ہیں، چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے آیئے آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔

یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے خطوں کو پڑھا پیامبروں سے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو جو سب پیغامیوں کے آخر میں پہنچے تھے۔ آپ نے جواب لکھ کر دیا۔

امام حسین کا خط کا جواب دینا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسین بن علی کی طرف سے جماع مومنین و مسلمین کو۔ ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لے کر میرے پاس آئے تمہارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب کے آخر میں میں وارد ہوئے۔ جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور تم سب لوگوں کا یہ قول کہ "ہمارا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے آپ آیئے۔ شاید اللہ آپکے سبب سے ہم کو حق و ہدایت پر مجتمع کر رہے۔" مجھے معلوم ہوا۔ میں نے اپنے بھائی اور ابن عم کو جن پر مجھے بھروسا ہے اور میرے اہل بیت میں ہیں تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے تم لوگوں کا حال اور سب کی رائے وہ مجھے لکھ کر بھیجیں۔ اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمہاری جماعت کے صاحبان فضل و عقل تم میں سے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں۔ جس امر کے لیے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور جو مضامین تمہارے خطوں میں میں نے پڑھے ہیں۔ تو میں بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤنگا۔ اپنی جان کی قسم رہنمائے قوم وہی شخص ہوسکتا

ہے جو قرآن پر عمل کرے۔ عدل کو لیے رہے حق کا طرفدار ہو، ذات
خدا پر توکل رکھے والسلام۔

ماریہ بنت سعدؓ

بصرہ میں ایک ضعیفہ بنی عبدقیس میں سے رہا کرتی تھی اسکا نام ماریہ بنت سعد یا بنت منقد تھا۔ مذہب تشیع رکھتی تھی۔ کچھ دنوں تک بصرہ کے چند شیعہ اس کے گھر میں جمع ہوا کرتے۔ اس گھر سے یہ لوگ بہت مانوس تھے وہاں آکر باتیں کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں ابن زیاد کو حسین کے اس طرف آنے کی خبر پہنچی۔ اس نے بصرہ میں اپنے عامل کو کہہ بھیجا کہ نگراں مقرر کرے اور راستہ روکے۔ بنی عبدقیس میں سے یزید بن نبیط ایک شخص تھا اس نے حضرت حسین کے پاس چلے جانے کا عزم کر لیا۔ اس کے دس بیٹے تھے ان سے کہا تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے۔ اسکے دو بیٹے عبداللہ وعبید اللہ ساتھ چلنے پر تیار ہوئے۔ اسی ضعیفہ کے گھر میں ابن نبیط نے اپنے دوستوں سے کہا۔ میں نے نکل جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اب میں نکلتا ہوں۔ لوگوں نے کہا تیرے بارے میں ابن زیاد کے احصاب کی طرف سے ہمیں اندیشہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا واللہ یہ اونٹ چل کھڑا ہو تو پھر مجھے کوئی نہیں پا سکتا۔ غرض وہ نکل گیا اور اونٹ اسے لے اڑا اور وہ حسین تک جا پہنچا۔ یعنی مقام ابطح میں جہاں حضرت حسینؓ فروکش تھے۔ ابن نبیط وہاں آیا۔

ادھر حسینؓ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تھی وہ خود اس سے ملنے کے لیے اسکی فرودگاہ پر گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ تو تمہارے ہی منزل میں گئے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ پھر واپس مڑا۔ یہاں حسین نے جو اسے نہ پایا یہیں اس کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ مرد بصری نے دیکھا کہ آپ تو اسکی فرودگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پکارا ''فضل خدا اور رحمت باری! بڑی خوشی کی بات ہے'' یہ کہہ کر اس نے سلام کیا سامنے بیٹھ گیا جس ارادہ سے آیا تھا اسے بیان کیا۔ آپ نے اسکے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہ آپ ہی کے ساتھ رہا یہاں تک کہ منزل مقصود تک پہنچا۔ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا۔ آپ ہی کے ساتھ وہ اور اسکے دونوں فرزند قتل ہو گئے۔

مسلم بن عقیل کے راہبوں کی موت

مسلم بن عقیل کو آپ نے بلا کر قیس بن مسہر صیداوی و عمارہ بن عبید سلولی و عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی کے ساتھ روانہ کیا۔ انھیں خوف خدا، اخفائے راز و خوبی و نرمی کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ بات کہی کہ اگر دیکھنا لوگ مجتمع اور آمادہ ہیں تو بہت جلد اس امر کی اطلاع دینا۔

مسلم روانہ ہوئے مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھی، اپنے لوگوں سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد بنی قیس کے دو راہبروں کو اجرت پر لیا۔ یہ دونوں راہبر ان کو لے کر چلے راستہ بھول گئے۔ شدت کی پیاس سب پر طاری ہوئی۔ دونوں نے کہہ دیا کہ اسی راستہ پر چلے جانا چاہیے جب تک کہ پانی ملے۔ پیاس کے مارے قریب تھا کہ مر جائیں۔ مسلم بن قیس بن مسہر کے ہاتھ حضرت حسینؓ کو بطن خبیت سے خط لکھا۔ مدینہ سے دو راہبروں کو ساتھ لے کر میں نکلا تھا وہ راستہ میں بھٹک گئے ہم سب پیاس کی تکلیف شدید میں مبتلا ہو گئے۔ دونوں راستہ بتانے والے بہت جلد مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ تو گئے مگر اس حالت میں کہ ذرا ذرا سی جان باقی تھی۔ پانی جس جگہ ملا ہے اس مقام کا نام مضیق ہے (یعنی تنگی) سفر ان واقعات سے مجھے وسوسہ ہوتا ہے اگر

مناسب سمجھے تو مجھے اس کام سے معاف رکھیے کسی اور کو بھیجیے والسلام۔ سیدنا حسینؓ نے جواب میں لکھا۔ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں خوف تو تمھیں پیدا نہیں ہو گیا کہ جس کام کے لیے میں نے تم کو بھیجا ہے اسی طرف جاؤ، والسلام علیکم۔

جس شخص کو یہ خط مسلم نے پڑھ کر سنایا تھا اس سے کہتے تھے کہ مجھے اپنے جان کا اس میں کچھ خوف نہ تھا۔

ابن مسیّب کا گھر

''مسلم یہاں سے روانہ ہوئے اور بنی طے کے پانی پر جا کر اترے۔ پھر جب وہاں سے چلنے لگے تو ایک شخص کو شکار کھیلتے دیکھا۔ یہ ادھر دیکھنے لگے کہ اس نے ایک ہرن کو تیر مارا اور اس کے سر پر جا پہنچا اور شکار کو ... یہ دیکھ کر مسلم نے کہا ہمارا دشمن انشاء اللہ مارا جائے گا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے تو کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن عبید کے یہاں اترے۔

یہ وہی گھر ہے جسے اس زمانہ میں ابن مسیب کا گھر کہتے ہیں۔ شیعہ ان کے پاس آنے جانے لگے۔ جب ان لوگوں کا ہجوم ہو گیا تو مسلم نے سب کو حسینؓ کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کو سن کر سب رونے لگے۔

عابس بن ابی شبیب شاکری

اس وقت عابس بن ابی شبیب شاکری اٹھ کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد وثناء بجالا کر کہا۔
اور لوگوں کیطرف سے تو میں کچھ نہیں کہتا میں نہیں جانتا کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ میں ان کی طرف سے واللہ آپ کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ میں آپ سے وہی بات کرتا ہوں جس پر اپنے دل کو آمادہ کر چکا ہوں۔ واللہ جب آپ مجھے پکاریں گے میں حاضر ہوں گا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دشمن سے قتال کرونگا۔ آپ کے لیے اپنی تلوار کے وار اس وقت تک کئے جاؤنگا جب تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ اس سے مجھے رضائے خدا کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں۔

اس کے بعد حبیب بن مظاہر فقعسی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ رحمت خدا ہو تم پر، تم نے اپنے دل کی بات بڑی خوبی سے بیان کی اور کہا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھی یہی ارادہ ہے جو ان کا ہے۔

حبیب بن مظاہر فقعسی

پھر حنفی نے بھی یہی بات کہی۔ اس وقت حجاج بن علی نے محمد بن بشر سے پوچھا کہ تم بھی کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے ساتھی کامیاب ہوں یہ نہیں چاہتا کہ میں قتل ہو جاؤں میں جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔

فرقہ شیعہ کی آمد ورفت مسلم کے پاس جاری رہی نوبت یہاں تک پہنچی کہ نعمان بن بشر کو خبر ہو گئی۔

نعمان بن بشیر والی کوفہ کا خطبہ

نعمان نکلے منبر پر گئے حق تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائے اور کہا۔

اے بندگان خدا: خدا سے ڈرو فتنہ وفساد کی طرف نہ دوڑو۔ اس میں لوگ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ خون ریزی ہوتی ہے مال ومتاع چھن جاتی ہے۔

نعمان ایک بردبار وزاہد شخص تھے اور امن عافیت کے خواہاں تھے۔ انھوں نے کہا جو مجھ سے جنگ وجدال نہیں کرے گا میں بھی اس سے جنگ آزمائی نہ کرونگا، جو مجھ پر حملہ نہیں کرے گا میں بھی اس پر حملہ آور نہیں ہونگا، میں تمہارے ساتھ درشتی نہ کرونگا، میں افتر و بدگمانی وتہمت وپر گرفت نہ کرونگا۔ لیکن اگر تم نے روگردانی کی بیعت کو توڑا، اپنے امام سے مخالفت کی تو قسم ہے اس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ جب تک میرے قبضہ میں تلوار رہے گی میں تم پر وار کیے جاؤنگا۔ خواہ تم میں سے کوئی میرا شریک ومددگار ہو یا نہ ہو۔ مجھے امید یہی ہے کہ تم لوگوں میں حق کے طرفداروں اور لوگوں سے زیادہ ہونگے۔ جنھیں باطل نے تباہ کرر کھا ہے۔

عبدال بن مسلم حضرمی نعمان کے خلاف شکایت

یہ سن کر عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں تھا، اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا یہ جو تم دیکھ رہے ہو سخت گیری کیے بغیر اسکی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان جو رائے تم نے قائم کی ہے یہ کمزوروں کی رائے ہے''۔ کہا کہ اطاعت خدا کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہونا اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا کے ساتھ معززوں میں شمار ہو۔ یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آئے اور عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آ گئے ہیں۔ شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر ان سے بیعت کرلی ہے۔ اگر تمھیں کوفہ کی خواہش ہے تو کسی زبردست شخص کو حاکم کر کے بھیجو جو تمہارے حکم کو یہاں جاری کرے۔ تمہارے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو تم خود کرتے۔ نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں یا کمزور بنتے ہیں۔ پہلا شخص یہ ہے جس نے یزید کو لکھا۔

یزید کا سرجون سے مشورہ

اسکے بعد عمارہ بن عقبہ نے اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے یزید کو لکھا۔ یزید کے پاس دو تین دن میں یہ سب خط پے در پے پہنچے تو اس نے حضرت معاویہؓ کے غلام آزاد سرجون کو بلا بھیجا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے حسین کوفہ کی طرف آ رہے ہیں۔ مسلم بن عقیل کوفہ میں ان کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ نعمان کی کمزوری کا حال اور انکی ناگوار گفتگو سب مجھے معلوم ہوئی۔ یہ کہہ کر یزید نے غلام کو خط بھی دکھایۓ اور یہ پوچھا کہ میں کسے کوفہ کا حاکم کروں۔ عبیداللہ بن زیاد پر اس زمانہ میں یزید کا عتاب تھا۔

سرجون نے کہا اگر معاویہ اس وقت تمہارے لیے زندہ کردیے جائیں تو تم ان کی رائے کو مانو گے۔ یزید

نے کہا ہاں۔ یہ سن کر سرجون نے معاویہ کا وصیت نامہ نکالا کہ عبیداللہ کو حاکم کوفہ کرنا اور کہا یہ معاویہ کی رائے ہے وہ مرتے وقت اس نوشتہ پر عمل کرنے کا حکم دے گئے تھے۔ یزید نے اس رائے پر عمل کیا۔ عبیداللہ کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا حکم کر دیا اور حکومت کوفہ کا فرمان اس کے نام پر لکھ دیا۔

یزید کا خط بنام ابن زیاد

اس وقت مسلم بن عمرو باہلی وہاں موجود تھا۔ اسے بلایا۔ اور فرمان اسے دے کر عبیداللہ کے پاس بصرہ روانہ کیا۔ فرمان کے ساتھ یہ خط بھی تھا۔

میرے ہمدرد جو کوفہ میں ہیں انھوں نے مجھے لکھا ہے کہ کوفہ میں ابن عقیل مسلمانوں میں فرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر ابن عقیل کو اسطرح ڈھونڈو جیسے کوئی نگینہ کو ڈھونڈھتا ہے۔ انھیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے نکال دینا والسلام

مسلم باہلی بصرہ میں عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ عبیداللہ نے سامان سفر کی تیاری کا حکم دیا کہ دوسرے ہی دن کوفہ روانہ ہو جائے۔

سیدنا حسینؓ کا اہل بصرہ کے نام خط

ادھر سیدنا حسینؓ نے اپنے ایک علام آزاد سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے پانچوں گروہوں کے سرداروں اور اشراف شہر کو ایک خط روانہ کیا۔ ان لوگوں میں مالک بن مسمع بکری اور احنف بن قیس اور منذر بن جارود اور مسعود بن عمرو اور قیس بن الہیثم اور عمر بن معمر شامل ہیں۔ یہ ایک ہی خط تھا جو سب کے نام آیا تھا۔

> خدا نے محمد ﷺ کو اپنے مخلوقات میں برگزیدہ کیا۔ نبوت سے ان کا اکرام اور رسائل کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ اور جب اس کے بندوں کی خیرخواہی کر چکے اس کے پیغام کو پہنچا چکے تو حق تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہم لوگ ان کے اہل و ولی و وصی و وارث ان کی جگہ کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ ہماری قوم والوں نے اس بارے میں اپنے آپ کو ہم پر ترجیح دی۔ ہم بھی راضی ہو گئے اور افتراق کی ہم نے ناپسند کیا امن و عافیت کو ہم نے پسند کیا یہ جان بوجھ کر کہ جنھوں نے اس امر کا ذمہ لیا ہے بہ نسبت ان کے ہم اس حق کے مستحق ہیں۔ انھوں نے احسان کیا اصلاح کی حق کے طالب رہے خدا ان پر رحم کرے اور ہمارے اور ان کے گناہوں کو بخش دے۔ میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دیکر روانہ کیا ہے۔ میں تم کو کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کی طرف سے دعوت دیتا ہوں۔ اسلئے کہ سنت رسول ﷺ مٹا دی گئی ہے او بدعت کو روانہ کیا جا رہا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو راہ ہدایت پر لا دونگا۔ والسلام علیکم

ورحمۃ اللہ''

شرفائے بصرہ میں سے جس جس نے اس خط کو پڑھا اس نے چھپا کر رکھ دیا۔ ہاں منذر بن جارود کو وسوسہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عبیداللہ نے ہم لوگوں کو چکر دیا۔ وہ عبیداللہ کے پاس قاصد کو لیے ہوئے چلا آیا۔ اور خط بھی اسے دکھایا۔

عبیداللہ بن زیاد کا اہل بصرہ سے خطاب

عبیداللہ نے اسی وقت قاصد کی گردن ماردی۔ اور منبر پر گیا۔ حمد ثنا الٰہی بجالایا اور کہا

واللہ کوئی کیسا ہی منہ زور ہو میرے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا کسی کی دشمنی کی میں پرواہ نہیں کرتا جو مجھ سے عداوت رکھے اس کے لیے میں عذاب ہوں جو کوئی مجھ سے جنگ آزمائی کرے میں اس کے حق میں زہر ہوں۔ جس نے کسی قدر انگن کے ساتھ تیز اندازی کی اس نے انصاف کی بات کی۔ اے اہل بصرہ مجھے امیر المومنین نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہو اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر مجھے تم میں سے کسی شخص کی مخالفت کا حال معلوم ہوگا تو میں اسے اس کے سرغنہ کو اسکے خیر خواہ کو ضرور قتل کروں گا۔ میں قریب کو بعید کے عوض میں پکڑوں گا کہ تم سب میرے اطاعت کرنے لگو۔ تم میں کوئی مخالف و معاند نظر نہ آئے۔ میں زیاد کا بیٹا ہوں اور دنیا میں سب سے زیادہ اس کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں مجھے کسی ماموں یا چچا کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔

عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ میں داخلہ

دوسرے دن اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو جانشین کیا اور مسلم بن عمرو باہلی و شریک بن اعور حارثی و تمام حشم و خدم و اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھاٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں لوگوں میں سیدنا حسینؓ کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ سب ان کے منتظر تھے۔ عبیداللہ کو سمجھے کہ حسینؓ ہیں۔ جس جس مجمع کی طرف سے وہ گذرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے اور کہتے تھے یا بن رسول ﷺ مرحبا آپ کا آجانا کیا اچھا ہوا۔ سیدنا حسینؓ کے لیے ان کا خوش ہونا عبیداللہ کو ناگوار گذرا۔ جب ان لوگوں کو زیادہ خوشی کرتے دیکھا تو مسلم باہلی نے کہا ہٹ جاؤ۔ یہ امیر عبید بن زیاد ہے۔

ابن زیاد کے ساتھ اس وقت کوئی دس یا بیس ہی آدمی تھے۔ جب قصر میں وہ داخل ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد ہے تو سب کو بے انتہا رنج اور قلق ہوا۔ اور عبیداللہ نے ان کی زبان سے جو کچھ سنا اس سے اسے بے انتہا غیظ و غضب آیا۔ اس نے کہا یہ لوگ جیسے ہیں میں نے دیکھ لیا۔ جب یہ قصر میں داخل ہوا تو الصلاۃ جامعۃ کی ندا کی گئی۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو ابن زیاد آیا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا

ابن زیاد کی اہل کوفہ کو تقریر

امیر المومنین اصلحہ اللہ نے مجھے تمہارے شہر کا اور حدود کا والی مقرر کیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم میں جو مظلوم ہو اس سے انصاف کروں، جو محروم ہو اس کو عطا کروں، جو بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں، جو بے ایمان و نافرمان ہو اس پر سختی کروں۔ میں تم لوگوں کے ساتھ اس کے کم کا اتباع کرونگا۔ اس کے فرمان کو نافذ کرونگا۔ تم میں جو شخص کردار و مطیع ہے، میں اس سے مہربان باپ کی طرح پیش آونگا۔ اور جو شخص میرا حکم نہ مانے گا میرا فرمان بجا نہ لائے گا اس کے لیے میرا تازینہ اور میری تلوار ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی جان کی خیر منائے۔ راستی بلا کو ٹالتی ہے دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا۔

عبیداللہ بن زیاد کی اہل کوفہ کو دھمکی

یہ کہہ کر اتر آیا اور تمام سرگرہوں پر اور سب لوگوں پر تشدد کرنے لگا کہ تم لوگوں میں جو جونورارو ہیں۔ اور جن کی تلاش میں امیر المومنین ہے اور جو لوگ فرقہ وار مشکوک گروپوں میں سے ہیں، جن کی رائے مخالفت و نافرمانی ہے، ان سب کے نام مجھے لکھ کر دو۔ جو شخص لکھ دے گا وہ بری ہو جائے گا۔ اور جو کسی کا نام نہیں لکھے وہ اس بات کا ضامن ہو کہ اس کے قبیلہ میں سے کوئی ہماری مخالفت اور ہم سے بغاوت نہ کرنے پائے گا۔ ایسا نہ ہوا تو پھر ہم سے شکایت نہیں اس کی جان و مال کا لینا ہم پر حلال ہے۔ اور جس سرگروہ کے قبیلہ میں کوئی ایسا شخص پایا جائے گا جس کی امیر المومنین کو تلاش ہو اور اس نے اب تک اسے پیش نہ کیا ہو۔ تو وہ اپنے ہی گھر کے دروازہ پر لٹکا دیا جائے گا۔ ادھر دفتر عطیات سے اس کی یہ خدمت سلب کرلے جائے گی۔ اور موضع عمان الزارہ کی طرف وہ نکال دیا جائے گا۔

عبداللہ بن حارث اور شریک بن اعور

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب یزید کا خط ابن زیاد کو پہنچا تو اس نے اہل بصرہ میں سے پانچ سو آدمی چن لیے۔ ان میں عبداللہ بن حارث بھی تھا، اور شریک بن اعور بھی اور یہ شخص شعیہ علیؓ میں سے تھا۔ سب سے پہلے یہی ان کے ساتھ اور لوگ بھی راہ میں تھک کر رہ گئے۔ کہا گیا کہ زحمت سفر سے وہ تھک گئے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان کے بعد عبداللہ بن حارث اور ان کے ساتھ والے سب تھک کر رہ گئے۔ ان کو امید تھی کہ ہم لوگوں کے رہ جانے سے ابن زیاد بھی راستہ میں توقف کرے گا اور اس سے پہلے حسین کوفہ میں پہنچ جائیں گے۔ مگر ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ تھکے ہوئے لوگوں کی طرف مڑ کے دیکھا تک نہ تھا برابر چلا ہی جاتا تھا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو اسکا غلام آزاد مہران بھی تھک کر رک گیا۔ ابن زیاد نے کہا اے مہران اسی حالت سے اگر تو خود کو سنبھال کر چلتا رہے کہ قصر کوفہ دکھائی دینے لگے تو تجھے لاکھ درہم دونگا۔ اس نے کہا بخدا مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

ابن زیاد کوفہ میں

ابن زیاد یہ سن کر اتر پڑا۔ لباس فاخر یمنی نکال کر پہنا۔ یمنی چادر کو اوڑھا اور اپنے خچر پر سوار ہوا۔ پھر پیادہ ہو کر تنہا چلا۔ جس جس کے پاس سے یہ گذرتا تھا لوگ اسے دیکھتے تھے سب سمجھتے تھے کہ حسینؓ ہیں۔ سب پکار کر کہتے تھے مرحبا یا بن رسول ﷺ یہ کسی کو جواب ہی نہ دیتا تھا۔ لوگ گھروں سے نکل نکل کر اسکے پاس چلے آ رہے تھے۔ حضرت نعمان بن بشیر نے لوگوں کا یہ حال سنا۔ تو انہوں نے قصر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا کہ حسین اور ان کے ساتھ والے نہ آنے پائیں۔ عبید اللہ دروازہ پر پہنچ گیا اور نعمان کو بھی یقین تھا کہ حسین ہیں اور تمام خلق خدا ان کے گرد جمع ہے۔ نعمان نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جائیں۔ میں اپنی امانت آپ کے حوالہ نہیں کروں گا۔ مجھے آپکا قتل کرنا بھی منظور نہیں ہے۔

نعمان بن بشیر

عبید اللہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر دونوں کنگروں کے درمیان جا کر کہا'' ارے کھول تیرا بھلا ہو بڑی دیر سویا '' اس کے پیچھے ایک شخص نے اسکی آواز سن لی۔ اس نے سب سے کہہ دیا۔ یارو قسم ہے خدا کی یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ انھوں نے جواب دیا واہ یہ تو حسینؓ ہیں۔ اب نعمان نے دروازہ کھولا ابن زیاد قصر میں داخل ہوا اور لوگوں کے لیے دروازہ بند کر دیا گیا وہ سب منتشر ہو گئے۔

صبح ہوئی تو ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا کہ'' میرے ساتھ ساتھ اظہار اطاعت کرتے ہوئے جو لوگ آئے اور سمجھے کہ حسین داخل ہوئے اور شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔ انھوں نے حسینؓ کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ واللہ میں نے تم میں سے کسی کو نہیں پہچانا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا اور اس کو یہ خبر ملی کہ مسلم بن عقیل ابن زیاد سے پہلے آ چکے ہیں۔ اور ناجیہ کوفہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بنی تمیم کے ایک غلام آزاد کو ابن زیاد نے بلایا اسے کچھ مال دیا اور یہ کہا کہ تو بھی ان لوگوں کا سا شیوہ اختیار کر لے۔ اور اس مال سے ان کی اعانت کر۔ ہانی و مسلم کو ڈھونڈ۔ اور ہانی کے پاس جا کر ٹھر جا۔ غلام ہانی کے پاس آیا ان سے کہا کہ میں شعیہ ہوں اور میں کچھ مال لے کر آیا ہوں۔

ابن زیاد کے قتل کی تیاری

شریک بن اعور بیمار ہو کر ہانی کے یہاں آئے ان سے کہا کہ مسلم سے کہیے یہاں موجود ہیں۔ عبید اللہ میری عیادت کو یہاں آئے گا۔ پھر مسلم سے شریک نے پوچھا اگر عبید اللہ کے قتل کا آپ کو موقع دوں تو آپ اسے تلوار ماریں گے۔ مسلم نے کہا ہاں۔ واللہ میں اسے مارونگا۔ اور عبید اللہ شریک کی عیادت کے لیے ہانی کے گھر میں آیا۔ شریک مسلم سے کہہ چکے تھے کہ جب میں کہوں مجھے پانی پلا دو تم نکل کر اس پر وار کرنا۔ عبید اللہ آ کر شریک کے بستر پر بیٹھ گیا اور مہران اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا مجھے پانی پلا دو۔ ایک چھوکری کٹورا لے کر آئی مسلم کو دیکھ کر پھر چلی گئی۔ شریک نے پھر کہا مجھے پانی پلا دو۔ پھر تیسرے دفعہ کہا لعنت ہو تم پر مجھے پانی سے پرہیز کراتے ہو، مجھے پانی پلاؤ۔ اس میں میری جان بھی جائے تو جائے مہران تاڑ گیا اسے عبید اللہ کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ شریک نے کہا اے امیر میں تم سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں کہا کہ میں پھر آؤں گا۔ اب مہران اسے دھکیلتا ہوا لے کے چلا اور کہا واللہ تمہارے قتل کرنے کا سامان ہے۔ عبید اللہ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے میں تو شریک کی خاطر کر جاتا ہوں اور پھر ہانی کے گھر میں جس پر میرے باپ کا احسان ہے

ہانی بن عروہ اور ابن زیاد کی گفتگو

اس نے واپس آ کر اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا ہانی کو میرے پاس لاؤ۔ انھوں نے کہا ہانی بغیر امان دیے تو نہیں آئیں گے کہا ان کو امان سے کیا واسطہ۔ ایسا کونسا قصور ان سے ہوا ہے۔ تم دونوں جاؤ تو۔ اگر بغیر اماں دیے وہ نہ آئیں تو ان کو امان دو اور لے آؤ۔ دونوں شخص ہانی کو بلانے آئے۔ ہانی نے کہا مجھے وہ پا جائے گا وضرور قتل کرے گا۔ یہ اصرار کرنے سے باز نہ آئے آخر ہانی کو لے ہی آئے۔

عبیداللہ خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا ہانی آ کر مسجد میں بیٹھ گئے اور ان کے دونوں گیسو ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نماز سے فارغ ہو چکا تو ہانی کو پکارا یہ اس کے ساتھ ساتھ چلے مکان میں داخل ہوئے تو سلام کیا۔ عبیداللہ نے کہا ہانی تمھیں کیا معلوم نہیں کہ میرا باپ جب اس شہر میں آیا ہے تو اس نے تمہارے باپ کے اور حجر کے سوا ان شعیوں میں سے قتل کیے ہوئے بغیر کسی کو نہیں چھوڑا۔ حجر کا جو انجام ہو وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ پھر تم سے وہ اچھی طرح پیش آتا رہا پھر امیر کوفہ سے تمہاری سفارش میں اس نے یہ کلمہ لکھا کہ میری حاجت تم سے ہانی کے بارے میں ہے۔

ہانی اور عبیداللہ کی گفتگو

ہانی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہا اس کا عوض یہی تھا کہ تم نے اپنے گھر میں ایک شخص کو چھپا کر رکھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ ہانی نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عبیداللہ نے یہ سن کر اسی تمیمی غلام کو جو ان لوگوں کی جاسوسی پر مقرر تھا بلا لیا۔ ہانی اسکو دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس نے سب حال کہہ دیا ہوگا کہا اے امیر جو خبر تم کو پہنچی ہے صحیح ہے۔ مگر میں ہرگز تمہارے احسان کو نہیں بھولوں گا۔ تمہارے لیے اور تمہارے اہل وعیال کے لیے امان ہے جدھر تمہارے دل میں آئے یہاں سے چلے جاؤ۔ عبیداللہ کچھ سوچنے لگا۔ مہران اسکے پاس عصا لئے ہوئے کھڑا تھا۔ وہ پکارا ہائے غضب یہ جلاہا تمہاری سلطنت میں تم کو امان دیتا ہے۔ اس نے مہران سے کہا اسے پکڑو اس نے عصا رکھ دیا اور دونوں گیسو ہانی کے پکڑ لیے اور ان کے چہرہ کو بلند کیا۔ عبیداللہ نے عصا اٹھا کر ان کے چہرہ پر مارا اوہ اسکی بوٹی اکھڑ کر دیوار میں پیوست ہو گئی۔ پھر ان کے چہرہ پر مارا کہ ماتھا اور ناک مجروح ہو گئی۔

قبیلہ مذحج کا محاصرہ

لوگوں نے شور وغل کی آواز سنی قبیلہ مذحج کو خبر ہو گئی۔ ان لوگوں نے آ کر گھر کو گھیر لیا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ ہانی کو لے جا کر کسی حجرہ میں ڈال دیا۔ پھر مہران کو حکم دیا کہ ان کے پاس شریح کو لیجائے۔ وہ شریح کو لے کر آیا ان کے ساتھ ہی اہل خرط بھی چلے آئے۔ ہانی نے کہا شریح تم دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔ ہانی نے کہا یہ حال دیکھ کر بھی تم سمجھتے ہو کہ میں زندہ ہوں؟ میری برادری والوں سے یہی کہنا اگر وہ چلے جائیں گے تو ابن زیاد مجھے قتل کر دیگا۔ اب شریح عبیداللہ کے پاس آئے کہا ہانی زندہ تو ہیں مگر زخم کاری لگا ہے۔ اس نے کہا حاکم وقت اپنی رعیت پر سزا جاری کرے تو تم اعتراض کرتے ہو۔ باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھاؤ۔ شریح باہر گئے تو عبیداللہ نے ایک شخص کو ان کے ساتھ کر دیا۔ شریح نے کہا یہ کیا گستاخی ہے؟ وہ شخص زندہ ہے۔ حاکم نے کہا ایک ضرب اسے ماری ہے۔ اس سے وہ مر نہیں گیا۔ خود کو بھی اور اس شخص کو بھی بلا میں نہ

ڈالو یہاں سے چلے جاؤ۔

مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ

ایک روایت یہ ہے کہ شریک بن اعور شیعہ تھے اور جنگ صفین میں عمار کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھے۔ یہ ہانی بن عروہ کے گھر میں اترے۔ اور مسلم بن عقیل مختار کے گھر میں تھے کہ انھیں عبیداللہ کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ یہاں ان کا جانا سب کو معلوم ہو چکا تھا یہ بھی ہانی کے گھر میں چلے آئے۔ دروازہ میں داخل ہوئے ہانی نے کہا کہ باہر آ ... ہیں۔ ہانی باہر آئے جونہی مسلم کو دیکھا ان کا آنا انھیں اچھا نہ معلوم ہوا۔ مسلم نے کہا میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو۔ ہانی نے کہا خدا تمہارا بھلا کریں تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ مجھ پر بھروسہ کر کے یہ میرے گھر میں ... پہنچ گئے نہ ہوتے تو میری خواہش اور سوال یہی ہوتا کہ میرے یہاں سے چلے جاؤ مگر اس میں میری ذلت ہے۔ ہانی اور مسلم کو جہالت سے واپس کرے؟ آؤ گھر کے اندر چلے آؤ۔ غرض ہانی نے انھیں پناہ دے دی۔

آزاد غلام معقل

عبیداللہ نے جس شخص کو تین ہزار درہم دے کر افشائے راز کے لئے بھیجا تھا یہ اسی کا غلام آزاد معقل تھا۔ معقل پہلے مسلم بن عوسجہ سے ملا۔ بڑی مسجد میں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں سے اس نے سنا تھا کہ سیدنا حسینؓ کے لئے وہ بیعت لیتے ہیں۔ یہ شخص ابن عوسجہ کے پاس شیعوں کے ساتھ آمد ورفت بھی رکھتا تھا کہ ہانی بیمار ہوئے اور عبیداللہ ان کی عیادت کو آیا۔ عمارہ بن عبید سلولی نے کہا ہمارا بڑا کام یہ ہے کہ اس سرکش کو قتل کریں۔ اس وقت وہ تمہارے قبول میں ہے اسے قتل کرو۔ ہانی نے کہا یہ میں نہیں چاہا کہ میرے گھر وہ قتل کیا جائے۔ ایک ہفتہ اور گزرا ہوگا کہ شریک بن عاور بیمار ہوئے۔ ابن زیاد اور تمام امراء ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کو تمہارے دیکھنے کے لیے آؤنگا۔

شریک بن اعور کی علالت

شریک نے مسلم سے کہا آج شام کو یہ مردود میری عیادت کو آنے والا ہے۔ جب وہ آپ کے پاس بیٹھے تو تم نکل کر اسے قتل کر ڈالنا۔ اس کے بعد قصر میں جا کر بیٹھ جانا۔ تمھیں کوئی نہیں روکے گا۔ میں ان دونوں میں اس بیماری سے اچھا ہو گیا۔ تو خود بصرہ میں جا کر تمہارے لیے سب انتظام کر دونگا۔ شام کو عبیداللہ شریک کی عیادت کے لیے آیا۔ مسلم اٹھے کہ آڑ میں چلے جائیں اور شریک نے تاکید کی کہ دیکھو جس وقت وہ آ کر بیٹھے پھر اسے ہرگز نہ دم لینے دینا۔ یہ سن کر ہانی بن عروہ مسلم کے پاس گئے اور کہا میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وہ قتل ہو۔ ہانی اس بات کو کچھ معیوب سمجھے۔ عبیداللہ بیٹھا شریک کا حال پوچھا کہ تمھیں کیا شکایت ہے اور کب سے ہے۔ ان باتوں کو جب طول ہوا اور شریک نے دیکھا کہ مسلم نہیں نکلے انھیں خوف ہوا کہ یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے تو یہ شعر پڑھنے لگے۔

ما تنظرون بسلمی ان تحیوھا

اسقونیھا وان کان بھا نفسی

یعنی سلمٰی کو سلام کرنے میں تمھیں اب کیا انتظار ہے۔ مجھے پلا دو اس میں جان بھی میری جائے تو جائے۔

شریک نے دو تین دفعہ اسی شعر کو پڑھا۔ عبیداللہ کچھ سمجھا نہیں پوچھا ان کا کیا حال ہے دیکھو یہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔ ہانی نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے۔ ہاں یہی ان کی حالت ہے۔ طلوع صبح سے لے کر یہ وقت ہونے کو آیا۔ عبیداللہ اٹھا اور چلا گیا۔

شریک بن اعور کی وفات

اب مسلم باہر آئے شریک نے پوچھا تم نے اسے کیوں نہ قتل کر ڈالا۔ کہا دو امر مانع ہوئے ایک تو یہ کہ ہانی کو گوارا نہ تھا۔ ان کے گھر میں واقعہ ہو دوسری بات یہ ہوئی کہ لوگ نبی کریم ﷺ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ اچانک قتل کرنے کو ایمان مانع ہے اور مومن کو اچانک قتل کرنا نہ چاہیے۔ ہانی نے کہا واللہ اسے قتل کرے تو ایک بڑے فاسق و فاجر اور کافر و غاباز کو قتل کرتے۔ مگر مجھی کو گوارا نہ تھا کہ میرے گھر میں اسے قتل کرو۔ شریک بن اعور اس کے بعد تین دن اور زندہ رہے پھر وفات پا گئے۔ عبیداللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ مسلم و ہانی کے قتل کے بعد عبیداللہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس نے شریک کو بیماری میں جو شعر پڑھتے سنا تھا وہ مسلم کو آمادہ کر رہے تھے کہ نکلیں اور اسے قتل کریں۔ یہ سن کر عبیداللہ نے کہا میں اب کسی عراق کے جنازہ پر نماز نہ پڑھونگا۔ اور واللہ اگر زیاد کی قبر وہاں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھدوا ڈالتا۔

معقل کی جاسوسی

غرض شریک کے مرنے کے بعد مسلم بن عوسجہ معقل کو مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اور اس کا سب حال بیان کر دیا۔ ابن عقیل نے اس سے بیعت لی اور ابو ثمامہ صائدی کو حکم دیا کہ معقل جو مال پیش کرتا ہے لے لیں۔ یہ خدمت انھیں کے سپرد تھی کہ مال پر قبضہ کرتے تھے بعض لوگوں کی اس سے اعانت کرتے تھے۔ ہتھیار خریدتے تھے۔ اور اس کام میں بڑی نظر رکھتے تھے۔ شجاعان عرب و محبان علی کے بڑوں سے تھے۔ معقل سب سے پہلے ان کی صحبت میں آتا تھا اور سب کے آخر میں جاتا تھا۔ تمام خبریں سنا کرتا تھا اور تمام اسرار کو جانتا تھا اور جا جا کر ابن زیاد کے کان میں پھونکتا تھا۔

ہانی کی عروہ کی مصنوعی علالت

ہانی پہلے ابن زیاد کے پاس صبح و شام جایا کرتے تھے۔ جب مسلم ان کے یہاں آ کر اترے تو انھوں نے وہاں کی آمد و رفت ترک کر دی خود کو بیمار ظاہر کر کے نکلنا موقوف کر دیا۔ ابن زیاد نے ان کو بلانے کے لیے محمد ابن اشعث و اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو روانہ کیا۔ ابن حجاج کی بہن روعہ ہانی کی زوجہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ اسماء اس بات سے بے خبر تھا کہ ابن زیاد نے ہانی کو کیوں بلایا ہے لیکن محمد بن اشعث اس کے ارادہ سے واقف تھا۔ یہ سب لوگ جب ہانی کو لے کر پہنچے تو ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بھی موجود تھے اور اسی دن ابن زیاد نے ام نافع بنت عمارہ کے ساتھ شادی کی تھی شریح کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے یہ شعر پڑھا۔

میں اس سے سلوک کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے

اپنے دوست مرادی کے لیے میرا یہ عذر سن رکھو۔

ہانی کی یرغمال کی پیش کش

پھر ہانی سے پوچھا کیوں ہانی امیر المومنین اور عامہ مسلمین کے لیے تمہارے گھر میں یہ کیسے سامان ہور ہے ہیں؟ مسلم کو اپنے گھر میں تم نے رکھا ان کے لیے ہتھیار اور جنگجو جوان اور اور گھر تم نے مہیا کیے۔ ہانی نے انکار کیا تو اس نے معقل کو سامنے بلا کر کھڑا کر دیا۔ ہانی مجبور ہو گئے انھوں نے صاف صاف سب حال بیان کر دیا۔ کہ مسلم خود سے میرے گھر میں چلے آئے اور ان سے متعلق جو کچھ تم نے سنا وہ سب صحیح ہے۔ اب مجھ سے جیسا عہدہ پیمان تم چاہو لے لو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کرنے کا۔ اگر کہو تو طور یرغمال تمہارے پاس کسی کو رکھ دوں اتنے دیر کے لیے کہ میں یہاں سے جا کر مسلم سے کہہ دوں کہ میرے گھ سے جہاں ان کا جی چاہے چلے جائیں تا کہ میں ذمہ داری سے بری ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا واللہ جب تک مسلم کو میرے پاس نہ لاؤ تم ہرگز یہاں سے جا نہیں سکتے۔ کہا واللہ میں ہرگز ان کو تمہارے پاس نہیں لاؤنگا۔ اپنے مہمان کو تمہارے پاس لاؤں کہ تم قتل کرو۔ کہا واللہ تمھیں لانا ہوگا۔ کہا واللہ میں نہیں لاؤنگا۔

ہانی بن عروہ اور مسلم باہلی

جب تکرار بڑھ گئی و مسلم باہلی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت تک کوفہ میں اس کے سوا کوئی شامی یا بصری نہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہانی اپنی بات کی ضد کر رہے ہیں اور مسلم کو حوالہ کر دینے میں ابن زیاد کی بات نہیں سنتے کہا خدا امیر کا بھلا کرے ذرا ہانی سے مجھے گفتگو کرنے لینے دو۔ اور ہانی سے کہا ذرا اٹھ کر ادھر آؤ میں بھی تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ ہانی اٹھے اور ابن زیاد سے علیحدہ تخلیہ میں اس سے گفتگو کرنے لگے۔ اب بھی یہ دونوں اس سے قریب تھے اس کے سامنے ہی تھے جب دونوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو وہ سن سکتا تھا جب آہستہ بات کرتے تھے تو نہیں سن سکتا تھا۔ مسلم نے کہا اے ہانی خدا کے واسطے اپنے کو قتل نہ کرواپنی قوم اور برادری والوں پر مصیبت نہ لاؤ۔ واللہ مجھے تمہارے قتل ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔ اور ہانی اپنے دل میں سمجھ رہے تھے کہ برادری کے لوگ اب آتے ہی ہوں گے۔ اس نے کہا یہ شخص (ابن عقیل) ان لوگوں کے بنی اعمام سے ہیں نہ کوئی انھیں قتل کرے گا نہ کسی طرح کا ضرور ان کو پہنچے گا۔ انھیں ان کے حوالے کر دو۔ اس میں تمہارے لیے نہ کوئی رسوائی نہ کوئی بے عزتی ہے۔ تم تو انھیں حاکم وقت کے حوالے ہوں، صحیح سلامت رز، دیکھا ہوں سمجھتا ہوں، دست و بازو میں طاقت رکھتا ہوں، میرے اعوان و مددگار بہت ہیں۔ پھر بھی اسے میں نے پناہ دی ہے جو میرا مہمان ہے اسے حوالے کر دوں۔ واللہ اگر میں اس وقت تنہا ہوتا، بے یارومددگار ہوتا جب بھی جب تک اپنی جان نہ دے دیتا اس وقت تک اسے حوالے نہ کرتا۔ باہلی ان کو قسمیں دیئے جاتا تھا اور وہ کہے جاتے تھے واللہ میں کبھی حوالے نہ کرونگا۔

ہانی کی ابن زیاد کو دھمکی

عبیداللہ نے یہ بات سنی کہا اسے میرے قریب لاؤ۔ لوگ ہانی کو اس کے قریب لے گئے اس نے کہا اسے میرے پاس لائیں تو واللہ تیری گردن ماروں گا۔ ہانی نے کہا پھر تو یہاں تلواریں بھی بہت چمک جائیں گی۔ کہا کہ افسوس ہے تیرے حال پر مجھے تلواروں سے ڈراتا ہے۔ ہانی کو یہی خیال تھا کہ ان کی برادری کے لوگ انھیں اب بچا لیں گے۔ ابن زیاد نے کہا اسے میرے قریب لاؤ۔ قریب لائے تو ان کے چہرہ کو لکڑی کے نیچے دھر لیا، ناک اور پیشانی اور رخسار پر متصل لکڑیاں مارے جاتا تھا کہ ناک کے ٹکڑے اڑ گئے۔ کپڑے ان کے خون میں ڈوب گئے۔ رخساروں اور ماتھے کا گوشت داڑھی پر لٹک آیا آخر لکڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ ڈالا تھا مگر اس نے ان کے ہاتھ سے قبضہ کو چھڑا لیا۔ اس پر عبیداللہ نے کہا ہر وقت فتنہ و فساد؟ تو نے اپنا خون مباح کر دیا۔ اب تجھے قتل کرنا ہمیں مباح ہو گیا۔ اسے پکڑو۔ کسی حجرے میں لے جا کر ڈال کر دروازہ بند کر دو اور پہرہ بٹھا دو۔ جو اس نے حکم دیا تھا وہی کیا گیا۔ اب اسماء بن خارجہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا ہر وقت مکر و دغا؟ تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہانی کو لے کر آئیں جب ہم لائے اور گھر کے اندر انھیں پہنچا دیا تو ان کا تو نے چہرہ زخمی کر دیا، ان کے خون سے ان کی داڑھی کو رنگ دیا اور ان کے قتل کرنے کو بھی کہہ رہا ہے۔ عبیداللہ نے کہا لو تم بھی یہاں موجود ہو۔ پھر سپاہیوں سے کہہ دیا اس کو بھی مارا پیٹا س، سزا دی پھر قید کر دیا۔ مگر محمد بن اشعث کہنے لگا ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں۔ ہمارے لیے اس میں بہتری ہو یا برائی۔ سزا دینا امیر کا کام ہے۔

قاضی شریح کی گواہی

عمرو بن حجاج کو یہ خبر پہنچی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ وہ بنی مذحج کو ساتھ لیے ہوئے آیا۔ قصر کو گھیر لیا اور پکار کے کہا میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ بنی مذحج کے شرفاء و معززین ہیں۔ ہم نے طاعت سے روگردانی ہیں کی ہے۔ ہم نے جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا سردار قتل کیا جاتا ہے۔ اور یہ امر ہم کو سخت ناگوار گذار ہے۔

عبیداللہ سے لوگوں نے کہا کہ بنی مذحج دروازے پر کھڑے ہیں۔ اس نے قاضی شریح سے کہا ان کے رئیس کو جا کر دیکھ لو اور ان سے باہر جا کر کہہ دو کہ وہ زندہ ہے کسی نے قتل نہیں کیا ہے۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ غرض شریح نے جا کر ان کو دیکھا۔

قاضی شریح اور ہانی عبداللہ

وہ خود بیان کرتے ہیں ''مجھے دیکھ کر ہانی نے کہا دہائی ہے خدا کی اور مسلمانوں کی کیا میری برادری والے مر گئے۔ ورنہ وہ اہل دین و اہل شہر کیا ہو گئے۔ سب مجھے اپنے دشمن اور دشمن کے بیٹے کے ساتھ چھوڑ کر گم ہو گئے۔ اور اس وقت خون ان کا داڑھی پر جاری تھا۔ کہ قصر کے دروازہ پر کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی۔ اور میں وہاں سے نکلا اور ہانی میرے پیچھے پیچھے آ کر کہنے لگے۔ شریح! یہ بنی مذحج کی آوازیں ہیں۔ یہ سب مسلمان میرے حلیف ہیں۔ دس آدمی بھی ان میں سے مجھ تک پہنچ جائیں تو مجھے چھڑا لے جائیں''۔ میں نکل کے ان لوگوں کے سامنے گیا۔ عبیداللہ نے میرے ساتھ اپنے اہل شرط میں سے جو ہر وقت اس کے سامنے موجود رہتے تھے حمید بن بکر احمری کو کر دیا تھا

اور بخدا اگر یہ شخص میرے ساتھ نہ ہوتا تو ہانی کے برادری والوں کو ان کا پیام میں ضرور پہنچا دیتا۔ غرض جب میں نکل کر ان کے سامنے گیا تو میں نے کہا ''امیر کو تم لوگوں کے یہاں نے کی خبر ہوئی اور اپنے سردار کے بارے میں جو کچھ خیال ہے اسے معلوم ہوا تو مجھے حکم دیا کہ تمہارے رئیس کے پاس جاؤں۔ میں ان کے پاس گیا اور انھیں دیکھ کر آیا تو مجھے یہ حکم دیا کہ تم سے جل کر تمھیں مطلع کر دوں کہ وہ زندہ ہیں ان کے قتل ہونے کی خبر جو تمھیں پہنچی ہے وہ غلط ہے۔ یہ سن کر عمرو نے اور اسکے ساتھ والوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ وہ قتل نہیں ہوئے اور سب چلے گئے۔

ابن زیاد کا فرار ہونا

ایک روایت یہ ہے کہ عبیداللہ نے ہانی کو جب مارا اور قید کیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ لوگ اس پر حملہ کریں گے تمام وہ اپنے اہل شرط بجالایا اس کے بعد کہا ایھا الناس خدا کی اور اپنے آئمہ کی اطاعت کو نہ چھوڑو۔ اختلاف و افتراق سے بچے رہو کہ اس میں ہلاک ہو گئے۔ ذلیل ہو گے، قتل ہو گے، جفائیں سہو گے، محروم رہو گے، تمہارا بھائی وہی ہے جو تم سے سچ بات کہہ دے۔ اور سنو میں نے جتا دیا پھر اس پر الزام نہیں ہے ''منبر سے اترنا چاہتا تھا مگر ابھی اترا نہ تھا کہ کھجور فروشوں کی طرف سے بازاری لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے'' ابن عقیل آ گئے، ابن عقیل آ گئے۔ یہ دیکھتے ہی عبیداللہ دوڑ کر قصر میں چلا گیا اور سب دروازے بند کر لیے۔

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں کہ ابن عقیل نے مجھے قصر کی طرف بھیجا تھا کہ دیکھوں ہانی پر کیا گزری؟ جب ہانی کو عبیداللہ نے مارا اور قید کر لیا تو میں اپنے گھوڑے پر چڑھا اور گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی مسلم بن عقیل کو خبر پہنچائی۔ قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہوئی تھیں فریاد اور واویلا کر رہی تھیں کہ میں نے مسلم سے سب حال بیان کر دیا۔ اس وقت مسلم کے اردگرد تمام مکانوں میں ان کے چار ہزار اصحاب بھرے ہوئے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار آدمی ان سے بیعت کر چکے تھے۔ مسلم نے مجھے حکم دیا کہ میرے انصار میں یامنصور امت کہہ کر پکارو۔ میں نے پکار کر کہا یا منصور امت۔ اہل کوفہ بھی پکار پکار کر کہنے لگے۔ سب کے سب مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ مسلم نے ارباع کوفہ میں سے بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم عبیداللہ بن عمرو کندی کو دیا۔ اور کہا تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔ قبیلہ مذحج و بنی اسد کا علم مسلم نے مسلم بن عوسجہ کو دیا اور کہا تم پیادوں کو لے کر میدان میں اترو یہ فوج تمہارے حوالے ہے۔ اور تمیم و ہمدان کی جمعیت کا علم ابن ثمامہ صائدی کو دیا۔ اور اہل مدینہ کا علم عباس بن جعدہ جدلی کو دیا۔ اب وہ قصر کی طرف چلے۔ جب ابن زیاد کو مسلم کے ادھر آنے کی یہ خبر پہنچی تو اس نے قصر میں اپنی حفاظت کا انتظام کیا اور سب دروازے مستحکم بند کر لئے۔

عباس جدلی کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی ابن عقیل کے ساتھ چلے تھے جب قصر تک پہنچے تو تین سو اور ہو گئے تھے۔ مسلم قبیلۂ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اسے گھیر لیا۔ پھر لوگ آنے لگے اور جمع ہونے لگے۔ ہمیں تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ لوگوں اور بازاریوں سے مسجد بھر گئی۔ اور شام تک سب جمع ہوتے گئے۔ عبیداللہ بہت پریشان ہو گیا بڑا سبب یہ تھا کہ دروازہ قصر کے سوا کوئی اس کے لئے پناہ نہیں تھی۔ اہل شرطہ میں سے کل تیس سرہنگ اس کے پاس تھے۔ اور بیس شخص معززین شہر اور گھر کے لوگ و نوکر چاکر ملا کر تھے۔ قصر کا جو دروازہ رومی محلّہ سے ملا ہوا تھا ادھر سے ابن زیاد کے پاس معززین شہر آمد و رفت کرتے تھے۔ ابن زیاد کے پاس جو لوگ تھے یہ بلند ہو ہو کر اس

جلوس کو دیکھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ وہ کہیں پتھر نہ ماریں، گالیاں نہ دیں اور ان کا یہ حال تھا کہ عبیداللہ اور ان کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔

عبیداللہ نے کثیر بن شہاب حارثی کو بلا کر حکم دیا کہ قبیلۂ مذحج کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں، انھیں ساتھ لے کر کوفہ میں پھرے اور ابن عقیل کا ساتھ چھوڑنے پر لوگوں کو آمادہ کرے۔ ان کو جنگ کا خوف دلائیے، ان کو شاہی عقوبت سے ڈرائے، اور محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ کندہ و حضرت موت کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں ان کو ساتھ لے کر نکلے اور ایک علم بلند کر دے کہ جو شخص اس طرف آ جائے اسے امان ہے۔ اسی طرح کے احکام قعقاع اور شعبث اور حجار اور شمر ذی الجوشن کو دیے اور جو روسائے قوم اس کے پاس موجود تھے ان کو روک کر رکھا کہ وہاں سے نکلنے نہ پائیں اس لیے کہ امیر کے پاس کم لوگ ہیں۔

کثیر لوگوں کے اغواء کرنے کے لیے نکلا اس نے دیکھا بنی کلب کا ایک شخص عبدالاعلی مسلح ہو کر کچھ لوگوں کے ساتھ ابن عقیل کے پاس جانا چاہتا ہے کثیر نے اسے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس لے کر آیا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا میں تو تیرے ہی پاس آتا تھا۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا ہاں تو نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا۔ پھر حکم دیا کہ اسے قید کر لو۔ ابن اشعث قصر سے نکل کر محلہ بنی عمارہ میں آ کر ٹھہرا اس نے دیکھا عمارہ بن صلب ہتھیار لگائے ہوئے بن عقیل کے پاس جانا چاہتا ہے۔ ابن اشعث نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قید کر لیا۔ ابن عقیل نے محمد بن اشعث کے مقابلہ میں عبدالرحمٰن شامی کو مسجد سے روانہ کیا۔ اس ہجوم کو دیکھ کر ابن اشعث روگردانی کرنے لگا۔ اور پیچھے ہٹنے لگا۔ اور قعقاع نے ابن اشعث کے پاس کہلا بھیجا کہ میں عرار کی طرف سے ابن عقیل پر حملہ کیا ہے وہ اس مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ ابن اشعث رومی محلّہ کی طرف سے ابن زیاد کے پاس پہنچا۔

جب کثیر اور محمد بن اشعث اور قعقاع اپنی اپنی برادری کے لوگوں میں سے جنھوں نے ان کی بات سنی، انھیں ساتھ لیے ہوئے ابن زیاد کے پاس جمع ہو کر آئے، تو کثیر نے ان سے کہا اور یہ سب کے سب ابن زیاد کے خیر خواہوں میں تھے۔ خدا بھلا کرے امیر کا اس وقت آپ کے قصر میں بہت لوگ آپ کے پاس موجود ہیں۔ اشراف شہر اہل شرط آپ کے گھر والے اور تمام خدام آپ کے ہم سب کو لیکر اب آپ ان لوگوں کے مقابلہ میں باہر نکلیے۔ عبیداللہ نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اور شبث بن ربعی کو علم دے کر باہر نکالا۔ ابن عقیل کے ساتھ جو لوگ تھے وہ شام تک تکبیر کہتے رہے اور ہجوم کرتے رہے اور ان کا حملہ بہت شدید ہو گیا۔ اب عبیداللہ نے اشراف شہر کو بلا کر جمع کیا۔ اور ان سے کہا بلندی پر چڑھ کر، ان لوگوں کے سامنے جاؤ۔ اور ان میں سے جو اطاعت کریں انھیں انعام و اکرام کا امیدوار کرو۔ اور جو نافرمانی کریں ان کو محروم رہنے اور سزا پانے کا خوف دلاؤ۔ اور ان کو آگاہ کر دو کہ ان کے لیے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔ غرض اشراف شہر بلندی پر چڑھ کر سب کو سامنے آئے اور سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی آفتاب غروب ہونے کو تھا، جب تک وہ کہتا ہی رہا کہ ''لوگوں اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ۔ شر و فساد میں جلدی نہ کرو، خود کو اپنے ہاتھوں قتل نہ کراؤ۔ دیکھو امیر المومنین یزید کی فوجیں چل چکی ہیں۔ سنو امیر نے خدا سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اس سے جنگ پر آمادہ رہے اور اسی شام کو یہاں سے واپس نہ ہوئے تو تمہاری نسلوں کو اطاعت سے محروم کر دے گا۔ اور تمہارے جنگجو لوگو کو غزوات اہل شام میں متفرق کر دے گا۔ برے کی جگہ اچھے کو غائب کے عوض میں حاضر کو گرفتار کر لے گا۔ جس جس نے نافرمانی کی ہے ان کو سزا دیے ایک کو بھی نہ چھوڑے

گا۔ دیگر تمام اشراف شہر نے بھی اسی طرح کی تقریر کی۔ ان کی گفتگو سن کر لوگ متفرق ہونے لگے اور واپس جانے لگے۔ ایک ایک عوت اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتی تھی اور کہتی تھی تم یہاں سے چلو اتنے لوگ ہیں یہ سمجھ لیں گے۔ کوئی مرد اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتا تھا اور کہتا تھا کل اہل شام جائیں گے تو تم ان سے کیونکر جنگ کر سکو گے چلو یہاں سے اور وہ اس کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اسی طرح لوگ متفرق و پراگندہ ہوتے رہے۔ شام تک ابن عقیل کے پاس تیس آدمیوں سے زیادہ مسجد میں نہ تھے۔

جب انھوں نے یہ دیکھا کہ شام ہوگئی اور ان کے ساتھ یہی چند شخص رہ گئے ہیں تو وہ نکلے اور ابوتراب کندہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ دروازہ تک پہنچے تھے کہ دس ہی آدمی رہ گئے۔ دروازہ سے باہر نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ اجو مڑ کر دیکھتے ہیں تو کوئی ایسا بھی نہ تھا کہ راستہ بتائے۔ یا کسی گھر میں لے جائے یا دشمن کا سامنا ہو جائے تو ان کے آڑے ہوئے چلے۔ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ جاتے جاتے بنی جبلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ اشعث بن قیس کی ام ولد تھی۔ جب اس نے آزاد کر دیا تو اسید حضرمی نے اس سے عقد کر لیا۔ بلال اس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ بلال بھی لوگوں کے ساتھ اس ہنگامہ میں گیا ہوا تھا۔ ماں دروازہ پر کھڑی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ابن عقیل نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ ابن عقیل نے کہا نیک بخت مجھے تھوڑا پانی پلا دو۔ اس نے پانی لا کر پلا دیا۔ مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی کہنے لگی۔ بندہ خدا کیا تو نے پانی نہیں پیا؟ کہا ہاں پیا۔ کہا اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ مسلم چپ ہو رہے۔ اتنے میں وہ پھر باہر آئی اور وہی بات پھر کہی۔ اب بھی مسلم چپ رہے تو اس نے کہا سبحان اللہ۔ اے بندہ خدا اب اپنے گھر جا خدا تیرا بھلا کرے۔ میرے دروازہ پر تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں۔ میں اسکی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سن کر مسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے نیک بخت اس شہر میں کہیں ٹھکانہ نہیں ہے نہ برادری والے ہیں۔ تم کچھ نیکی کرو اور ثواب کماؤ شاید میں کبھی اسکی تلافی بھی کر دونگا۔ اس نے کہا اے شخص تم کیا کہہ رہے ہو۔ کہا میں مسلم بن عقیل ہوں لوگوں نے مجھ سے دغا کی مجھے دھوکا دیا۔ پوچھا کیا تمہی مسلم ہو؟ کہا کہ ہاں۔ اب اس نے کہا اندر چلے آؤ اور ایک حجرہ میں انھیں داخل کر دیا۔ یہ حجرہ اس حجرہ کے علاوہ تھا جس میں وہ خود رہا کرتی تھیں۔ ان کے لیے اس نے بستر لگا دیا کھانا لے کر آئی۔ مسلم نے کچھ نہیں کھایا۔ اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا۔ اس نے ماں کو دیکھا کہ بار بار اس حجرہ میں جاتی ہے۔ کہنے لگا تیرے اس حجرہ میں بار بار آنے جانے سے مجھے شک ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ اس نے کہا بیٹا یہ بات نہ پوچھو اسے جانے دو۔ اس نے کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا دو۔ کہنے لگی بیٹھ اپنا کام کر مجھ سے کچھ نہ پوچھ۔ وہ بہت اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ پھر اس سے قسم لی اور اس نے قسم کھائی تو ماں نے بیٹے سے حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ رہا اور چپ ہو گیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک آوارہ شخص تھا۔ بعض کہتے ہیں اپنے ساتھ والوں میں بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔ جب زیادہ دیر ہوگئی اور ابن زیاد نے دیکھا مسلم کے ساتھیوں کی آوازیں جس طرح پہلے سنائی دیتی تھیں اب نہیں سنائی دیتیں تو اپنے ساتھیوں سے کہا کوٹھے پر جا کے دیکھو تو ان لوگوں میں سے اب بھی کوئی شخص دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں نے جا کر دیکھا کسی کو بھی نہ پایا۔ ابن زیاد نے کہا دیکھو سائبانوں کے نیچے چھپے ہوئے تمہاری گھات میں نہ بیٹھے

ہوں۔ یہ سن کر لوگ مسجد کے صحن میں جو دالان (قصر کے متصل) بنے ہوئے تھے ان کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ اور ان کے ہاتھ میں مشعلیں تھیں جھکا جھکا کر دیکھتے تھے کہ سائبانوں میں کوئی ہے تو نہیں۔ مشعلیں کبھی روشنی دیتی تھیں کبھی اچھی طرح جلتی نہ تھیں تو لوگوں نے قندیلوں کو لٹکایا اور پھچیوں کے ٹکڑے رسیوں میں باندھ باندھ کر آگ لگا دی۔ پھر زمین تک اسے لٹکا دیا۔ دور کے قریب کے درمیان کے سب سائبانوں کی اسی طرح دیکھ بھال کی۔ بلکہ جس سائبان میں منبر تھا اسے بھی اسی طرح دیکھ بھال لیا۔ جب وہاں کسی کو نہ پایا تو ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی۔

اب اس نے مسجد کی طرف کا دروازہ کھولا۔ قصر سے نکلا منبر پر گیا۔ اس کے رفقاء بھی اس کے ساتھ آئے۔ اس نے حکم دیا کہ وہ لوگ اسے گھیر کر بیٹھیں۔ یہ وقت عشاء سے ذرا پہلے کا واقعہ ہے۔ اب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ مذکورہ کوئی شخص ہو خواہ اہل شرطہ میں سے خواہ اہل کاروں میں سے یا معتمدوں میں سے یا سربازوں میں سے اگر نماز عشاء مسجد میں آ کر نہ پڑھے تو اس کے لیے امان نہیں ہے۔ گھڑی بھر میں مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ نماز کے لیے پکارے۔ اس وقت حصین بن تمیم نے ان سے کہا جی چاہیے تم خو لوگوں کو نماز پڑھاؤ یا یہ ہو کہ کوئی اور نماز پڑھائے اور تم اندر جا کر قصر میں نماز پڑھو۔ اسلیے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے تمہارا کوئی دشمن تم پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ کہا میرے سپاہیوں سے کہہ دو جس طرح میرے پیچھے کھڑے رہتے ہیں اسی طرح کھڑے رہیں اور تم خود ان کے درمیان پھرتے رہو۔ میں اس وقت تو قصر میں نہ جاؤں گا۔ اس نے سب کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ پھر کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی بجالایا۔ پھر کہا ابن عقیل احمق جاہل نے جو مخالفت وسرکشی کی ہے وہ تم نے دیکھی اب جس شخص کے گھر میں اس کو میں پاؤں گا۔ خدا کی طرف سے اس کے لیے امان نہیں اور جو شخص اس کو لے آئے گا اس کا خون بہا اسے انعام میں ملے گا۔ اللہ کے بندو ڈرتے رہو! اپنی اطاعت و بیعت کو نہ چھوڑو۔ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو۔ حصین بن تمیم تو سن رکھ اگر کوفہ کی کسی گلی کے دروازہ سے صبح کو آمد ورفت ہوئی یا یہ شخص نکل گیا اور تو اسے میرے پاس لے کر نہ آیا تو تیری موت ہی جائے گی۔ میں تجھے اہل کوفہ کے گھروں پر مسلط کرتا ہوں۔ گلیوں کے نکاس پر نگہبان مقرر کر دے۔ اور صبح ہوتے ہی سب گھروں کی تلاشی لے۔ گھروں کے اندر چھان بین کر۔ اور کسی نہ کسی طرح اس شخص کو میرے پاس لا۔ حصین بنی تمیم سے تھا اور ابن زیاد کے اہل شرط میں سرگروہ تھا۔ یہ کہہ کر ابن زیاد اترا اور قصر میں چلا گیا۔

عمرو بن حریث کو ایک جھنڈا دے کر ابن زیاد نے لوگوں پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ صبح ہوئی تو اپنے مقام پر آ کے بیٹھ گیا۔ لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ سب لوگ آئے محمد بن اشعث بھی آیا تو ابن زیاد کہنے لگا اس شخص کا کیا پوچھنا جس پر بدگمانی وخیانت کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر اپنے پہلو اسے بٹھا لیا۔ اس ضعیفہ کا بیٹا بلال بن اسید جس کی ماں نے مسلم کو گھر میں رکھ لیا تھا، صبح ہوتے ہی محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا اور اس سے کہہ دیا کہ مسلم میری ماں کے یہاں ہیں۔ عبدالرحمٰن اپنے باپ کے پاس آیا وہ ابن زیاد کے یہاں تھا اس سے چپکے چپکے سب حال بیان کر دیا۔

ابن زیاد نے پوچھا بتاؤ تمہارے بیٹے نے کیا باتیں کیں۔ اس نے کہا مسلم ہمارے ہی گھروں میں سے ایک گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے چھڑی لے کر اس کے پہلو میں چبھو دی۔ اور کہا اٹھو ابھی میرے پاس اسے لے کر آؤ۔ ابن اشعث اٹھ کھڑا ہوا اور ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو جو مسجد میں اسکی جانشینی کر رہا تھا، کہلا بھیجا کہ بنی قیس میں سے ساٹھ یا ستر آدمی ابن اشعث کے ساتھ کر دے۔ ابن اشعث کے ساتھ اسی کے خاندان والوں کو بھیجنا ابن

زیاد کو اچھا معلوم نہ ہوا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ہر قوم کے لوگ مسلم جیسے شخص کا اپنے یہاں گرفتار ہو جانا گوارا نہ کریں گے۔ اس نے عمرو بن عبید اللہ سلمی کے ماتحت بنی قیس کے ساٹھ یا ستر شخص کر دیے۔ اور یہ سب ابن اشعث کے ساتھ اس گھر پر پہنچے جس میں مسلم تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپ اور لوگوں کی آوازیں سن کر مسلم سمجھ گئے کہ مجھ پر فوج آ گئی۔ یہ تلوار لے کر ان لوگوں کی طرف بڑھے اور وہ لوگ گھر میں گھس پڑے۔ مسلم نے تلواریں مار مار کر سب کو گھر سے نکال دیا۔ انھوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا اور مسلم نے بھی اسی طرح مقابلہ کیا۔ بکیر بن حمران احمری اور مسلم میں تلوار چلنے لگی۔ بکیر نے مسلم کے منہ پر تلوار ماری ان کا اوپر والا ہونٹ کٹ گیا۔ نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا سامنے کے دو دانت گر گئے۔ مسلم نے اس کے سر پر کاری زخم لگایا پھر دوسری تلوار اس کے کاندھ پر اس زور سے لگائی کہ سینہ تک اتر گئی۔ یہ حالت دیکھ کر سب لوگ مکان کی پشت پر سے بلند ہو ہو کر ان پر ڈالنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلم تلوار کھینچتے ہوئے گلی میں ان سے لڑنے کو نکل آئے اور قتال میں مصروف ہو گئے۔ ابن اشعث نے سامنے آ کر کہا اے شخص تمہارے لیے امان ہے۔ تم کیوں اپنے کو خود قتل کر رہے ہو۔ مسلم اسی طرح شمشیر زنی کرتے رہے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ (جس کا آخری مصرع یہ تھا) ع

اخاف ان اکذب او اغرا

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکہ دیں گے۔

ابن اشعث نے کہا کوئی تم سے جھوٹ نہیں بولے گا کوئی تمہارے ساتھ فریب نہیں کرے گا کوئی تم کو دھوکا نہیں دے گا۔ سب لوگ تمہاری برادری کے ہیں۔ تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے نہ تم پر ہاتھ اٹھانا چاہتے ہیں۔ مسلم پتھروں کی مار سے زخموں میں چور ہو رہے تھے۔ جنگ کرنے کی طاقت ان میں باقی نہ رہی تھی اور ہانپ رہے تھے۔ اسی مکان کے ایک جانب دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ابن اشعث ان کے قریب آ کر کہنے لگا آپ کے لیے امان ہے۔ مسلم نے کہا میرے لیے امان ہے۔ کہا کہ ہاں امان ہے۔ اور سب لوگ پکار اٹھے کہ آپ کے لیے امان ہے۔ بس ایک سلمی تھا کہ وہ یہ کہہ کر کنارہ ہو گیا کہ مجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے۔ مسلم نے کہا "اگر تم لوگ مجھ سے امان کے لیے نہ کہتے تو میں تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیتا"۔ ایک خچر پر ان کو سوار کر دیا اور سب کے سب ہجوم کر کے آئے۔ مسلم نے تلوار گلے میں ڈال لی تھی، ان لوگوں نے تلوار ان کے گلے سے نکال لی۔ اس وقت مسلم کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا یہ پہلی دغا میرے ساتھ کی۔ ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مسلم نے کہا بس امید ہی امید ہے جو امان تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی۔ پھر انا للہ وانا الیہ رجعون کہا اور رونے لگے۔

سلمی نے مسلم سے کہا کہ جو شخص اس امر کا طلبگار ہو جس بات کے تم طالب تھے اس پر تمہاری سی مصیبت پڑ جائے تو وہ تو اس طرح نہ روئے گا۔

مسلم بن عقیل کا سیدنا حسینؓ کو پیغام

مسلم نے کہا اگر چہ ایک چشم زدن کے لیے بھی میں اپنی جان کا تلف ہونا گوارا نہیں کرتا پھر بھی میں اپنی جان کے لیے نہیں رو رہا ہوں نہ اپنے قتل کا ماتم کر رہا ہوں میں تو اپنے ان عزیزوں کے لیے رو رہا ہوں جو میرے پاس

آنے والے ہیں۔ میں حسین کے اور ان کی اولاد کے لیے رو رہا ہوں۔ یہ کہہ کر ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے کہا اے بندہ خدا میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان نہیں دے سکے گا۔ بھلا اتنا سلوک میرے ساتھ تو کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسین کے پاس بھیج دے۔ وہ آج ہی کل میں تم لوگوں کے پاس آنے کو روانہ ہو چکے ہونگے اور اہل بیت بھی ان کے ساتھ ہونگے۔ تم جو میری بے تابی دیکھ رہے ہو وہ محض اسی سبب سے ہے۔ میری طرف سے یہ پیام پہنچا دے کہ ''مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ گرفتار ہو چکے ہیں یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کیے جائیں۔ آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیے۔ کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کے والد مرنے کی قتل ہو جانے کی اپنے تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بولے مجھ سے بھی جھوٹ بولے۔ جس کو فریب دیا اس کی رائے کیا۔ ابن اشعث نے کہا واللہ میں ایسا ہی کرونگا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دونگا کہ تم کو میں امان دے چکا ہوں۔ ابن اشعث نے اس طلائی کو جو کہ ایک شاعر تھا اور اسکے پاس بہت آیا جایا کرتا تھا بلا بھیجا۔ اس سے کہا تم حسین کے پاس روانہ ہو جاؤ اور یہ خط ان کو پہنچا دو۔ خط میں جو جو باتیں مسلم نے کہی تھیں وہ سب اس نے لکھ دیں اور کہا لو یہ زادراہ ہے، یہ سامان سفر ہے۔ یہ تمہارے عیال کو دینے کے لیے بھی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس اونٹ نہیں ہے جو اونٹ تھا وہ از کار رفتہ ہو چکا ہے۔ ابن اشعث نے کہا لو یہ اونٹ پالن سمیت موجود ہے سوار ہو جاؤ۔

یہ روانہ ہوا چار دن کی مدت میں منزل زبالہ میں سیدنا حسین سے ملا اور خط ان کو دے دیا۔ پڑھ کر فرمایا جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے۔ اپنی جانوں کے تلف ہونے کو اور قوم کی برائی کرنے کو ہم نے خدا پر رکھا۔

مسلم ہانی کے گھر میں جب اٹھ آئے اور اٹھارہ ہزار آدمیوں نے ان سے بیعت کی ہے تو عابس بن ابی حبیب کے ہاتھ حسین کو لکھ کر بھیج چکے تھے۔ قاصد اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی ہے جلدی میرے خط کو دیکھتے ہی اس طرف روانہ ہو جائیے۔ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آل معاویہ سے ان کو کچھ غرض نہیں نہ انکی خواہش رکھتے ہیں والسلام''۔

ابن اشعث مسلم کو لیے ہوئے قصر کوفہ کے دروازہ پر آیا اور اجازت طلب کی اذن مل گیا۔ اس نے ابن زیاد سے مسلم کا سب ماجرا اور بکیر نے جو وار ان پر کیا سب بیان کیا۔ ابن زیاد نے کہا خدا اس کا برا کرے۔ اس کے بعد ابن اشعث نے امان دینے کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون؟ تم کو اس لیے میں نے بھیجا تھا کہ جا کر ان کو امان دو۔ تمھیں تو اس لیے بھیجا تھا کہ میرے پاس ان کو لے آؤ۔ ابن اشعث یہ سن کر چپ ہو رہا۔ مسلم قصر کے دروازہ پر جب پہنچے تو پیاسے تھے۔ یہاں دروازہ پر کچھ لوگ اذن کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں عمارہ بن عقبہ و عمرو بن حرث و مسلم بن عمرو و کثیر بن شہاب بھی تھے۔ قصر کے دراوزہ پر ٹھنڈے پانی کی گھڑونچی رکھی ہوئی تھی۔ مسلم نے کہا مجھے اس میں سے تھوڑا پانی پلا دو۔ ابن عمرو نے جواب دیا دیکھو کیا ٹھنڈا پانی تمہارے پینے میں آئے گا۔ مسلم نے پوچھا ارے تو کون شخص ہے۔ کہا ''میں اس شخص کا فرزند ہوں کہ جب تو نے حق کا انکار کیا تو اس نے اعتراف کیا۔ جب تو نے کھوٹا پن ظاہر کیا تو اس نے خلوص دکھایا۔ جب تو نے نافرمانی اور مخالفت کی تو اس نے بات کو سنا اور اطاعت کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں'' مسلم نے کہا ''خدا تجھے سمجھے'' تو کیسا بے رحم و بدزبان ہے تو کیسا سنگ دل و درشت طبیعت ہے۔ اے بن باہلی دوزخ کے دائمی عذاب اور اس کھولتے ہوئے پانی کا زیادہ تو حقدار ہے''۔

مسلم یہ کہہ کر دیوار سے لگ بیٹھ گئے او عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا وہ ایک مٹکی میں پانی لے کر آیا اور مسلم کو پلا دیا۔

ایک روایت یہ ہیکہ عمارہ نے اپنے غلام قیس کو بھیجا وہ ایک مٹکی لے کر آیا اس پر رومال پڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک کٹورا تھا۔ کٹورے میں پانی انڈیل کر مسلم کو اس نے پلایا۔ یہ جب پینا چاہتے تھے کٹورا خون سے بھر جاتا تھا۔ جب تیسری دفعہ غلام نے کٹورا بھر کر دیا اور مسلم نے پینے کا اارده کیا تو سامنے کے دونوں دانت کورے میں آرہے۔ مسلم نے کہا'' الحمد للہ میری قسمت میں یہ پانی ہوتا تو میں پیتا'' اب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے لے گئے تو انھوں نے اسے سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی بولا میں امیر کو سلام نہیں کرتا۔ مسلم نے کہا امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا سلام کیا۔ اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو بے شک بہت دفعہ اسے میں سلام کرلونگا۔ ابن زیاد نے جواب دیا بے شک میں تجھے قتل کرونگا۔ مسلم نے پوچھا کیا یہی بات ہے۔ کہاہاں یہی بات ہے۔ مسلم نے کہا تو مجھے ذرا اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دے۔ یہ کہہ کر مسلم نے ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ عمر بن سعد وہاں موجود تھا۔ کہا'' اے عمر مجھ اور تجھ میں قرابت ہے۔ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں۔ تجھ پر اس کا پورا کرنا ضرور ہے۔ اور وہ ایک راز ہے'' ابن سعد نے اس کے سننے سے انکار کیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اپنے ابن عم کی بات کو سننے سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور مسلم کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ مسلم نے کہا'' کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے جب سے میں یہاں وارد ہوا ہوں سات سو درہم قرض لے چکا۔ یہ قرض میرا ادا کر دینا اور میری لاش کا ذرا خیال رکھنا۔ ابن زیاد سے مانگ لینا اور دفن کر دینا اور حسینؓ کے پاس کسی شخص کو بھیج دینا کہ ان کو واپس کرو ے۔ میں تو انھیں لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ وہ آتے ہی ہونگے۔ اب عمر نے ابن زیاد سے کہا۔ آپ سمجھے انھوں نے مجھ سے کیا کہا۔ انھوں نے مجھ سے یہ باتیں کی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا'' بھروسے کا شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا ہاں کبھی خائن پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ تمہارا مال تو تمہارا ہے ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے جس طرح چاہو اسے صرف کرو۔ حسینؓ بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہ کریں گے تو ہمیں بھی ان سے کچھ مطلب نہیں۔ ہاں اگر انھوں نے ادھر کا ارادہ کیا تو ہم بھی ان سے باز نہ رہیں گے۔ لاش کے بارے میں تمہاری سفارش کو ہم نہیں سنیں گے۔ مسلم ہماری طرف سے اس رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ اس نے ہم سے جنگ کی ہماری مخالفت کی ہمارے ہلاک کرنے پر آمادہ رہا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے کہا اس کی لاش سے ہمیں کیا کام جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔

اس کے بعد ابن زیاد نے کہا۔ ہاں ابن عقیل بتا لوگ یہاں امن کی حالت میں تھے اور سب یک زبان تھے تو اس لیے آیا کہ ان میں تفرقہ ڈالے انھیں پریشان کردے بعض کو بعض سے لڑوا دے۔

مسلم نے کہا'' ہرگز ایسا نہیں ہے۔ میں اس لیے نہیں آیا بلکہ اہل شہر یہ کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ان میں سے نیک لوگوں کو چن چن کر قتل کیا ان کا خون بہایا ان کے ساتھ قیصر و کسری کی طرح پیش آیا۔ ہم اس لیے آئے کہ عدل کے ساتھ حکم کریں اور حکم قرآن کی طرف دعوت دیں''۔

کہا بدکار کجا تو کجا یہ دعوی جب مدینہ میں تو شراب پیا کرتا تھا جب تجھے یہ خیال نہ آیا کہ ان لوگوں میں عدل

کرے۔

کہا ''میں شراب پیتا نہیں! واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور جو کچھ تو نے کہا ناواقفیت سے کہا۔ میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ شراب تو وہ پیے گا جو مسلمانوں کا خون پی لیا کرتا ہے۔ خدا نے جس کا قتل حرام کیا ہے اسے قتل کرتا ہے۔ جس نے کوئی خون نہیں کیا اس کا خون بہایا کرتا ہے۔ غضب ناک ہو کر اور بغض کی وجہ سے اور بدگمان ہو کر خون ریزی کرتا ہے۔ پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں۔

ابن زیاد نے کہا ''او بدکار تیرے دل میں وہ تمنا ہے جس سے خدا نے محروم کر دیا۔ اور مجھے اس قابل نہ سمجھا

کہا! پھر قابل کون ہے؟

کہا: امیر المومنین یزید۔

کہا: ہر حالت میں شکر ہے خدا کا ہم نے اپنا اور تمہارا انصاف خدا پر رکھا۔

کہا: شاید تیرے خیال میں ہے کہ تم لوگوں کا بھی اس امار میں کچھ حق ہے

کہا: واللہ زعم نہیں ہے بلکہ یقین ہے۔

کہا: خدا مجھے مارے اگر میں اس طرح تجھے قتل نہ کروں کہ اسلام میں کوئی اس طرح نہ قتل ہوا ہوگا۔

کہا: ہاں بے شک اسلام میں جو ظلم کبھی نہیں ہوا اس کے ایجاد کرنے کا تو ہی اہل ہے۔ بری طرح قتل کرنا، بری طرح سر کاٹنا، بدافعالی کرنا، غالب ہو کر ملامت سمیٹنا تیرا ہی حصہ ہے۔ اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر کوئی اسکا حقدار نہیں ہے۔'' ابن زیاد نے اب مسلم اور حسین اور علی و عقیل کو گالیاں دینا شروع کیں اور مسلم نے سکونت کیا۔

اہل تاریخ کا خیال ہے کہ ابن زیاد نے مسلم کو پانی دینے کا حکم دیا۔ ایک مٹی کے برتن میں انھیں پانی پلایا۔ پھر ان سے کہا اس واسطے تجھے اس برتن میں پانی دیا کہ تیرے پینے سے دوسرا برتن حرام ہو جاتا۔ پھر لوگوں سے کہا۔ اسے قصر کی چھت پر لے جاؤ اور گردن مارو اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دو۔ اب مسلم نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر کہا۔ تو نے مجھے امان نے دی ہوتی تو واللہ میں خود کو حوالہ نے کرتا۔ اب میرے بچانے کو تلوار لے کر اُٹھ۔ تیری بات رد کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کے ابن زیاد نے کہا واللہ اگر مجھ میں تجھ میں کچھ بھی قرابت ہوتی تو مجھے تو قتل نہ کرتا۔ ابن زیاد نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جس کے چہرہ اور شانہ پر مسلم نے تلوار ماری ہے۔ لوگ اسے بلا لائے۔ کہا کوٹھے پر چڑھ جا تو ہی اس کی گردن مار۔ مسلم کو کوٹھے پر لے کر چلے وہ تکبیر و استغفار و صلوات پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خداوند ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہیں ہے۔ جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا ہم سے جھوٹ بولے ہمیں ذلیل کیا۔

قصر کی اس جہالت میں جہاں آج رہتے ہیں مسلم کو لیکر گئے وہاں ان کی گردن ماری۔ اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دیا۔

بکیر جس نے مسلم کو قتل کیا تھا کوٹھے سے اترا تو ابن زیاد نے کہا اسے قتل کر آیا بکیر نے کہا ہاں۔ پوچھا جب تم اسے کوٹھے پر لے جا رہے تھے تو کیا کہتا جاتا تھا۔ کہا ''تکبیر اور استغفار پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے قتل کرنے کے لئے اسے اپنی طرف کھینچا تو کہا خداوند ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ جو ہم سے جھوٹ بولے جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا ہمیں چھوڑ دیا ہمیں قتل کیا۔ میں نے کہا میرے قریب آ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ تجھ سے اپنا قصاص

لینے کے لئے مجھے موقع دیا۔ یہ کہہ کر میں نے ایک وار کیا اور وہ بیکار گیا۔ تو مسلم نے مجھ سے کہا بندۂ خدا یہ چرکا جو تو نے دیا کیا اس میں تیرے زخم کا بدلہ نہیں ہوا"۔ ابن زیاد کہنے لگا میرتے وقت بھی یہ فخر۔ بکیر نے کہا پھر میں نے دوسرے وار میں قتل کیا۔

محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر ہانی کے بارے میں ابن زیاد سے گفتگو کی اور کہا آپ واقف ہیں ہانی اور اس کے خاندان کا شہر میں اور برادری میں کیا مرتبہ ہے۔ اور اس کی قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میں اور میرا ساتھ والا ہانی کو آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ میں خدا کا واسطہ دے کر آپ سے کہتا ہوں کہ اسے مجھے بخش دیجئے۔ مجھے اس کی قوم سے عداوت مول لینا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ اہل شہر میں بہت عزت رکھتے ہیں اور اور ایک جماعت اہل عیما کی بھی ہے۔ ابن زیاد نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایسا ہی کرونگا۔ جب مسلم بن عقیل کے لیے جو کچھ ہونے والا تھا ہو چکا تو اس کی رائے بدل گئی۔ ابن اشعث سے جو وعدہ کیا تھا اس کے پورا کرنے انکار کیا۔ مسلم کے قتل ہوتے ہی اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے کر جاؤ اور اس کی گردن مارو۔ ہانی کو بازار میں اس مقام پر لے گئے جہاں بکریاں بکتی تھیں۔ ان کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور بار بار وہ کہتے جاتے تھے۔ کہاں ہیں بنی مذحج آج میری کمک نہیں کرتے۔ جب دیکھا کوئی کمک کو نہیں آتا تو اپنے ہاتھ کو زور سے کھینچا اور رسی میں سے نکال لیا۔ اور کہا ارے کوئی عصا نہیں، کوئی چھری نہیں، کوئی پتھر نہیں، کیا اونٹ کی کوئی ہڈی بھی نہیں کہ انسان اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ لوگ ان پر پل پڑے۔ پھر ان کو رسی میں باندھ لیا۔ پھر ان سے کہا۔ اپنی گردن آگے بڑھاؤ۔ کہا میں ایسا سخی نہیں ہوں کہ اپنا سر دے دوں۔ میں اپنی جان لینے میں تمہاری نصرت نہیں کرنے کا۔ اب ابن زیادت کے ایک غلام ترکی نجس کا نام رشید تھا، ان پر تلوار کا وار کیا لیکن تلوار نے کچھ کام نہ کیا۔ ہانی کہنے لگے "خدا ہی کے پاس جانا ہے۔ خداوندا اپنی حرمت ورضوان میں مجھ کو لے" ترکی نے دوسرے وار میں ان کو قتل کیا۔

پھر اسی غلام ترکی کو عبدالرحمٰن بن حصین نے مقام خارزمی ابن زیاد کے ساتھ دیکھا۔ لوگ کہہ رہے تھے دیکھو ہانی کا قاتل یہی ہے۔ یہ سن کر ابن حصین نے کہا اگر میں اس کو قتل نہ کروں یا اس کے پیچھے مارڈالا نہ جاؤں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہتے ہی اس پر برچھی کا وار کر کے وہیں قتل کیا۔

ابن زیاد مسلم و ہانی کو قتل کر چکا تو عبدالاعلیٰ کلبی کو بلایا۔ یہ وہی شخص ہے جسے کثیر بن شہاب گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے آیا تھا۔ ابن زیاد نے اس سے پوچھا کہ اپنا حال بیان کرے۔ اس نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میں اس لیے نکلا تھا کہ دیکھوں لوگ کیا کر رہے ہیں کہ مجھے ابن شہاب نے گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو اسی لیے نکلا تھا تو شدید وغلیظ قسمیں کھا کر بیان کر۔ اس شخص نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ حکم دیا اسے جبانۂ سبیع میں لے جا کر گردن مارو۔ سب اسے لے کر چلے اور وہاں جا کر گردن ماری۔

لوگ عمرہ بن صلخب کو زنداں سے نکال کر لائے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ مسلم کی نصرت کے لیے جا رہے تھے۔ بن زیاد نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۔ انھوں نے کہا میں بنی ازد سے ہوں۔ کہا اسے اس کے قبیلہ میں لے جاؤ۔ انھیں کے برادری کے سامنے ان کو لے جا کر ان کی گردن ماری۔ مسلم و ہانی کے واقعہ پر عبداللہ اسدی یا فرزوق نے چند شعر بھی کہے۔

اب مسلم وہانی کے سروں کو ابن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ اور زبیر بن اوح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس کا کاتب عمرو بن نافع تھا اسے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کا واقعہ یزید کو لکھ بھیجے۔ اس نے بہت ہی لمبا چوڑا خط لکھا۔ خط میں طول دینا اسی غشی کی ایجاد ہے۔ ابن زیاد نے خط کو دیکھا تو ناپسند کیا۔ کہنے لگا اس طوالت فضول سے کیا فائدہ بس یہ لکھو۔

الحمدللہ خدا نے امیر المومنین کے حق کو محفوظ رکھا دشمن کی فکر سے اسے بچالیا۔ میں امیر المومنین کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی میں نے ان دنوں پر جاسوس مقرر کیے۔ کچھ لوگ فریب سے ان کے پاس بھیجے۔ اور ان سے مکرو کید کر کے آخر دونوں کو میں نے باہر نکالا۔ اور خدا کے فضل سے دونوں میرے قابو میں آ گئے۔ میں نے دونوں کی گردن ماری اور ان کے سر سے دونوں میرے قابو میں آ گئے۔ میں نے دونوں کی گردن ماری اور ان کے سر ہانی بن ابی حیہ وزبیر بن اروح کے ساتھ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ یہ دونوں شخص تابع فرمان و طابع اور خیر خواہ ہیں۔ امیر المومنین جس بات کو چاہیں ان سے دریافت کریں۔ دونوں واقف کار وراست گو وصاحب فہم وپرہیزگار ہیں، والسلام۔

یزید نے جواب میں لکھا جو میں چاہتا تھا وہی تو نے کیا۔ تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا مجھے مطمئن و بے فکر کر دیا۔ میں تجھے جیسا سمجھتا تھا اور تیرے بارے میں جو میری رائے تھی تو نے اپنے کو ویسا ہی ثابت کیا۔ دونوں قاصدوں کو میں نے بلا کر ان سے کچھ پوچھا کچھ راز کی باتیں کیں۔ جیسا تو نے ان کے فضل وفہم کے بارہ میں لکھا ہے ویسا ہی ان کو پایا۔ ان سے نیکی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اور مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؓ عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ دیدبانا مقرر کر مورچے تیار رکھ۔ جس سے بدگمانی ہو اس کو حراست میں لے لو۔ جس پر تہمت بھی ہو اسے گرفتار کر لے۔ ہاں جو تجھ سے خود جنگ نہ کرے اسے قتل نہ کرنا۔ اور جو واقعہ پیش آئے اس کا حال مجھے لکھتا رہے، والسلم علیک ورحمۃ اللہ۔

واقعۂ مسلم کی تواریخ

مسلم کا کوفہ میں چڑھائی کرنا ذلحجہ ۶۰ ہجری کی منگل کے دن وقوع میں آیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مکہ سے کوفہ کی طرف سیدنا حسینؓ کے روانہ ہونے سے ایک بعد نویں تاریخ بدھ کے دن روز عرفہ یہ واقعہ ہوا۔ اور سیدنا حسینؓ مدینہ سے ۲۸ رجب ۶۰ ہجری اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شعبان کی تیسری شب جمعہ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ میں شعبان و رمضان شوال ذیقعدہ میں قیام کیا۔ پھر ذلحجہ کی منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے نکلے، اسی دن مسلم نے حملہ کیا تھا۔ اور مسلم کے کے ساتھ مختار اور عبداللہ بن حارث بھی نکلے تھے۔ مختار سبز علم لیے ہوئے تھا۔ عمرو بن حریث کے مکان پر آ کر اس نے علم کو گاڑ دیا اور کہا میں تو اس لیے نکلا ہوں کہ عمرو کو روکے رکھوں۔ اور عبداللہ بن حارث سرخ علم اٹھائے ہوئے تھے۔ اور سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مسلم جب قصر کی طرف بڑھے تو اشعث اور قعقاع اور شبیث نے مسلم اور ان کے اصحاب کا مقابلہ کیا اور فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ شبث کہنے لگا ان لوگوں کو رات ہو جانے دو تو متفرق ہو جائیں۔ یہ سن کر قعقاع نے کہا کہ تو نے سب کے راستے روک رکھے ہیں نکل جانے کی راہ دے تو سب چل دیں۔ ادھر ابن زیاد نے مختار اور عبداللہ کو گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور انعام اس کے

لیے مقرر کر دیا۔ دونوں شخص گرفتار ہو کر آئے اور قید کر لیے گئے۔

اسی سال سیدنا حسینؓ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے

عمر بن عبدالرحمان مخزومی کا بیان ہے کہ اہل عراق کے خط جب حسینؓ کے پاس آئے ہیں اور انھوں نے عراق کی طرف روانہ ہونے کا تہیہ کر لیا تو میں ان کے پاس آیا۔ اور ابھی وہ مکہ ہی میں تھے۔ میں نے حمد وثنائے حق تعالیٰ کے بعد کہا۔ بھائی میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی کی خیر خواہی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کہوں تو کہوں۔ ورنہ میں اپنے ارادہ سے باز آیا۔ کہا کیوں نہیں کہتے؟ بخدا تمہاری رائے کو میں برا نہیں سمجھتا نہ کسی امر بد و فعل قبیح کا تم پر گمان ہے۔ میں نے کہا سنتا ہوں آپ عراق کی طرف جایا چاہتے ہیں اس سفر میں آپ کے لیے مجھے اندیشہ ہے۔ آپ اس شہر میں جاتے ہیں جس میں عہدیداروں امراء ہیں ان کے پاس خزانہ ہے۔ لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور آپ کے مخالفین کا ساتھ دینے سے آپ کا ساتھ دینا بہتر سمجھتے ہیں وہی آپ سے آمادہ پیکار نہ ہو جائیں۔ کہا برادر تمھیں خدا جزائے خیر دے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ تم نے خیر خواہی کی بات کہی اور عاقل کلمہ کہا۔ جو مقدر میں ہے وہ تو ہوگا۔ میں تمہاری رائے پر عمل کروں یا نہ کروں۔ مگر کو میں اپنا بہترین مشیر و ہوا خواہ سمجھتا ہوں۔ میں وہاں سے اٹھ کر حارث بن خالد بن عاص کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا تم حسینؓ کے پاس گئے تھے۔ میں نے کہا گیا تھا۔ پوچھا تم نے کیا کہا ان سے انھوں نے کیا کہا تم سے۔ میں نے بیان کیا کہ میں نے یہ کہا تھا ان سے انھوں نے یہ کہا تھا مجھ سے۔ کہنے لگا خدائے مردہ و رب کعبہ کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ تم نے خیر خواہی کا کلمہ ان سے کہا۔ بس رائے ہے تو یہی رائے ہے جو تم نے ان کو دی اب چاہیں وہ مانیں نہ مانیں۔ عبداللہ بن عباس نے حسینؓ کی روانگی کا ذکر سنا تو حسینؓ کے پاس آئے۔ کہا بھائی لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے کو ہیں مجھ سے بیان تو کیجیے آپ کیا قصد رکھتے ہیں۔ کہا انشاء اللہ تعالیٰ اسی دو دن کے اندر میں روانہ ہو جاؤں گا۔ ابن عباس نے کہا میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ خدا آپ پر رحم کرے مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ ان لوگوں میں جاتے ہیں جنھوں نے اپنے حاکم کو قتل کر ڈالا ہے اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں، اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں، اگر یہ سب کچھ پہلے ہی وہ چکر چکے ہیں تو آپ جائیے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ انھوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم ان پر اسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کر رہے ہیں تو وہ آپ کو جنگ و جدال کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دیں گے آپ کو جھٹلائیں گے، آپ کی مخالفت کریں گے، آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اگر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت گیر ہوگا۔ حسینؓ جواب دیا میں خدا سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ بن عباس وہاں سے اٹھے تو ابن زبیر آئے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قوم کو ہم کیوں چھوڑ دیں کیوں ان سے باز رہیں۔ ہم تو مہاجرین کی اولاد میں ہیں اور ان سے بڑھ کر ریاست کے حقدار ہیں۔ یہ تو بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ حسینؓ نے کہا میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ کوفہ میں چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف نے اور میرے شیعوں نے مجھے خط لکھے ہیں اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔ یہ سن کر ابن زبیر نے کہا آپ کے شیعوں کے مثل اگر میرے لوگ وہاں ہوتے تو میں تو اس سے

انحراف نہ کرتا۔ یہ کہہ کر ابن زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ سے بدگمان نہ ہوں۔ تو کہا اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی انشاء اللہ آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ حضرت ابن زبیر اٹھ کر چلے تو حضرت حسینؓ کہنے لگے اس شخص کو دنیا کی کسی چیز کی اتنی آرزو نہیں ہے جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق چلا جاؤں۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ میرے ہوتے ہوئے ان کو ریاست نہیں مل سکتی۔ لوگ ان کو میرے برابر نہیں سمجھتے اس لیے چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تاکہ ان کے لیے میدان خالی ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مشورہ

پھر اسی دن شام یا دوسری صبح حضرت حسینؓ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے اور فرمایا اے برادر میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ مجھے اس راہ میں آپ کے ہلاک اور تباہ ہونے کا ڈر ہے۔ اہل عراق دغاباز لوگ ہیں ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ۔ اسی شہر میں قیام کرو تم اہل حجاز کے سردار ہو۔ اگر اہل عراق کو بلاتے ہیں تو انھیں لکھو کہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑالیں۔ اس کے بعد ان کے پاس جاؤ۔ اگر تم اس بات کو نہیں مانتے اور یہیں سے نکل جانا ہی منظور ہے تو یمن کی طرف چلے جاؤ وہاں قلعے ہیں، پہاڑی درے ہیں، ایک طویل عریض ملک ہے۔ تمہارے والد مکرم کے حامی وہاں موجود ہیں۔ تم سب سے الگ رہ کر لوگوں سے خط وکتابت کرو اپنے قاصدوں کو بھیجو۔ اس میں مجھے امید ہے کہ جو بات تم چاہتے ہو امن عافیت کے ساتھ تم کو حاصل ہوائے گی۔

سیدنا حسینؓ نے ان کو جواب دیا برادر واللہ میں جانتا ہوں کہ خیرخواہ وشفیق ہو لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا تم جاتے ہی ہو تو عورتوں کو بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤ واللہ مجھے ڈر ہے کہیں عثمان کی طرف تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کئے جائے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ کہنے لگے کہ تم نے تو حضرت ابن زبیرؓ کی مراد پوری کر دی، حجاز کو ان کے لیے چھوڑ دیا خود نکل چلے۔ تمہارے سامنے کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی اگر میں یہ سمجھتا کہ اس وقت میں تم سے دست وگریبان ہو جاؤں حتی کہ لوگ میرا تمہارا تماشہ دیکھنے جمع ہو جائیں تو تم میری بات مان لو گے۔ تو میں ایسا ہی کرتا۔

حضرت ابن عباسؓ یہاں سے اٹھ کر حضرت ابن زبیرؓ کی طرف گذرے کہا اے ابن زبیرؓ تمہاری مراد پوری ہوگئی پھر اس مضمون کے شعر پڑھے۔

اے چکاوک سبزہ زار کی رہنے والی
میدان خالی ہے انڈے بچے نکال چھپ کر
جب تک جی چاہے چرتی چگتی پھر
حسین تو عراق کو چلے اب تو حجاز کو نہ چھوڑ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا سیدنا حسینؓ کو مشورہ

ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض حجاج نے بروز ترو۔ حضرت حسینؓ وابن زبیرؓ کو حجر اسود اور کعبہ کے درمیان کھڑے دیکھا۔ ابن زبیر حسینؓ سے کہہ رہے تھے اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہیے۔ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجے۔ ہم آپ کے معین وشریک اور خیرخواہ رہیں گے۔ آپ سے بیعت کریں گے۔ سیدنا حسینؓ نے جواب

دیا میں نے اپنے والد ماجد سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک مینڈھا مکہ کی حرمت کو حلال کر دے گا۔ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔ اس پر سیدنا ابن زبیرؓ نے کہا اچھا آپ یہاں رہیے حکومت میرے حوالہ کر دیجیے آپ کی اطاعت کی جائے گی کوئی بات آپ کے خلاف نہ ہونے پائے گی۔ سیدنا حسینؓ نے فرمایا مجھے یہ بھی منظور نہیں۔ پھر دونوں حضرات چپکے چپکے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا اور لوگ منیٰ کی طرف چلے۔ سیدنا حسینؓ نے کعبہ کا طواف کیا صفا و مروہ کے درمیان سعی کی بال کتروائے اور عمرہ سے حلال ہو گئے پھر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے مکہ میں حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابن زبیرؓ نے حسینؓ سے کہا اے ابن فاطمہؓ میری بات سنو۔ حضرت حسینؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے چپکے چپکے باتیں کیں۔ پھر ہم لوگوں کی طرف مڑ کر فرمانے لگے۔ تم سمجھے ابن زبیرؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہم آپ پر فدا ہو جائیں ہم کچھ نہیں سمجھے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ کہتے ہیں آپ مسجد الحرام میں رہیے میں آپ کی نصرت کے لیے لوگوں کو جمع کر لونگا۔

یہ کہہ کر حضرت حسینؓ نے کہا اگر ایک بالشت بھر اس مسجد کے باہر قتل ہو جاؤں تو واللہ میں اسے اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر مسجد کے اندر قتل ہوں۔ بخدا اگر میں حشرات کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے اور تو مجھ پر یہ لوگ ایسا ظلم کریں گے جیسا یہود نے روز سبت کیا تھا۔

مکہ سے کوفہ روانگی

جب حضرت حسینؓ مکہ سے نکلے تو عمرو بن سید کے لوگ جن کا سردار یحییٰ بن سعید تھا، رکاوٹ بنے اور کہا آپ کہاں جاتے ہیں؟ واپس جایئے۔ حضرت حسینؓ نے ان کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے۔ دونوں طرف کے گروہوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی اور تازیانے چلنے لگے۔ حضرت حسینؓ نے اور ان کے ساتھیوں نے سخت مزاحمت کی اور جس طرف جانے والے تھے اسی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پکار کر کہا "اے حسینؓ تم خدا سے نہیں ڈرتے جماعت سے نکلے جاتے ہو امت میں تفرقہ ڈالتے ہو، سیدنا حسینؓ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ **لی عملی ولکم اعمالکم انتم بریئون مما اعمل وانا بری مما تعملون** "یعنی میرے اعمال میرے لیے ہیں تمہارے تمہارے لیے تم میرے اعمال سے بری الذمہ ہو میں تمہارے اعمال سے۔

حضرت حسینؓ جب مقام تنعیم میں پہنچے تو ایک قافلہ ملا جو یمن سے آ رہا تھا عامل یمن بحیر بن ریسان نے یزید کے پاس اہل قافلہ کے ہاتھ ورس اور ریشمی کرتے روانہ کئے تھے (ورس زعفران سے مشابہ خشبودار ایک چیز ہے) حضرت حسینؓ نے وہ سب چیزیں لے لیں اور اونٹ والوں سے کہا میں کسی پر جبر نہیں کرتا تم میں سے جو کوئی میرے ساتھ عراق چلے گا میں اسے پورا کرایہ دونگا۔ غرض ان میں سے جن لوگوں نے جانا چاہا ان کا حساب کر دیا گیا اور اس کی خاطر خواہ اجرت دیدی گئی۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ رہے انھیں کرایہ بھی دیا اور لباس بھی۔

شاعر فرزوق سے ملاقات

جب آپ مقام صفاح پر پہنچے تو رزدق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرایا۔ کہنے لگا خداوند عالم آپ کی

امید و مراد کو خاطر خواہ پورا کرے۔ سیدنا حسینؓ نے عرض کیا آپ نے اس شخص سے یہ سوال کیا جو خوب واقف ہے۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور تلواریں ان کی بنی امیہ کی اعانت کے لیے ہیں۔ اور ہر حکم آسمان سے اترتا ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت حسینؓ نے کہا تم نے سچ کہا خدا ہی کیطرف سے حکم ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر روز وہ مصروف ہے اگر حکم آسمانی ہمارے موافق ہوگا تو ہم اسکی نعمت کا شکر بجالائیں گے اور اللہ ہی ادائے شکر کی توفیق دینے والا ہے اور اگر حکم آسمانی ہمارے ارادہ کے خلاف ہوا تو جس کی نیت حق پر ہے اور جس میں خوف الٰہی ہے اس پر الزام نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر حسینؓ نے اونٹ کو آگے بڑھایا السلام علیک کہا اور دونوں آدمی اپنے اپنے رستہ چل کھڑے ہوئے۔

خود فرزدق کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کے ساتھ لے کر حج کو گیا تھا۔ ان کے اونٹ کو میں ہانک رہا تھا۔ یہ حج کے دن تھے اور ۶۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ میں حرم میں داخل ہوا میں نے حسینؓ بن علیؓ کو مکہ کے باہر پایا، تلواریں اور ڈھالیں ان کے ساتھ تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ قطار کس کے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ حسینؓ بن علیؓ کا قافلہ ہیں۔ میں حاضر خدمت ہوا اور میں نے نے پوچھا اے فرزند رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں ، کیا جلدی تھی کہ آپ حج کو چھوڑ کر چلے۔ فرمایا میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کرلیا جاتا۔ پھر مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں عراق کا ایک شخص ہوں۔ بس واللہ اتنا ہی مجھ سے پوچھا اور اسی جواب کو کافی سمجھے۔ پھر یہ پوچھا کہ جن لوگوں کے پاس سے تم آرہے ہو مجھ سے ان کا حال بیان کرو۔ میں نے جواب دیا لوگوں کے دل آپ کی طرف ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف اور حکم خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد میں نے نذر و اعمال حج کے بارے میں کچھ باتیں دریافت کیں سب آپ نے بتادیں۔

فرزدق کو عراق میں سرسام ہوگیا تھا، اسکی زبان میں ثقل پایا جاتا تھا۔ کہتا ہے پھر میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ حرم میں ایک شاندار خیمہ نصب ہے۔ میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کا خیمہ ہے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے حسین بن علیؓ کی ملاقات کا حال بیان کردیا۔ عبداللہ نے کہا افسوس تجھ پر ان کے ساتھ کوفہ نہ چلا گیا واللہ وہ ضرور و بادشاہی حاصل کرلیں گے ان کے اور انکے اصحاب کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا درست نہیں۔

فرزدق کہتا ہے واللہ یہ سن کر میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ہوجاؤں عبداللہ کی بات میرے دل میں اتر گئی مگر اسکے ساتھ ہی پیغمبروں کے قتل ہوجانے کے واقعات مجھے یاد آ گئے اور اس خیال نے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکا۔ میں اپنے اہل و عیال میں جو عسفان میں ہے، چلا آیا۔ ابھی میں وہیں تھا کہ میں نے سنا کوفہ سے غلہ لیے ہوئے ایک قافلہ جارہا ہے۔ میں اس کے پیچھے چلا ان لوگوں کو چلا کر پکارا۔ ان سے پوچھا کہ حسینؓ بن علیؓ کا کیا حال ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ وہ قتل ہوگئے۔ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص پر افسوس کرتا ہوا واپس آیا۔

اس زمانہ میں سب لوگ یہی کہا کرتے تھے کہ اور شب روز اس واقعہ کے اندیشہ میں رہتے تھے اور عبداللہ بن عمرو تو فرمایا کرتے تھے کہ درخت بڑھنے نخل پھکنے بچہ جوان ہونے نہ پائے گا کہ یہ امر ظاہر ہوجائے گا۔ میں نے عبداللہ سے کہا پھر تم زمین وہط کو کیوں نہیں بیچ ڈالتے۔ کہنے لگا کہ فلاں شخص یعنی سیدنا معاویہؓ اور تیری وجہ سے۔ میں نے کہا میں کیوں بلکہ آپ خود۔ یہ سن کر وہ اور بھی زیادہ خفا ہوئے اور اس وقت ان کے نوکروں میں سے کوئی ان کے

پاس نہ تھا کہ مجھے کچھ ضرور پہنچتا۔ میں وہاں سے اٹھ آیا انھوں نے مجھے پہچانا نہیں۔ وہط ایک احاطہ طائف میں تھا عبداللہ اسکے مالک تھے۔ حضرت معاویہؓ نے عبداللہ سے اس زمین کو مول لینا چاہا بہت کچھ مال دیا وہ کسی طرح بیچنے پر راضی نہ ہوا۔ حسینؓ نے سفر میں بہت جلدی کی کسی شے کی طرف مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ ذات عرق پہنچ کر اترے۔

عمرو بن سعید اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی کوشش

علی بن الحسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد کے ساتھ ایک خط حسینؓ بن علیؓ کو بھیجا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آیئے۔ مجھے خوف ہے کہ آپ جہاں جارہے ہیں وہاں جانے میں آپ ہلاک اور اہل بیت تباہ نہ ہو جائیں۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو دنیا میں اندھیر ہو جائے گا۔ اہل ہدایت کے رہنما اور اہل ایمان کا سہارا آپ ہی کی ذات ہے۔ روانگی میں جلدی نہ کیجئے اسی خط کے پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں، والسلام

عبداللہ بن جعفر عمرو بن سعید کے پاس گئے اس سے گفتگو کی اور کہا حسینؓ کو ایک خط لکھوں جس میں انھیں امان دینے کا اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو اور ان کو لکھو کہ واپس چلے آئیں۔ شاید ان کو تمہارے خط سے اطمینان ہو جائے اور راستہ سے پلٹ آئیں۔ عمرو بن سعید نے کہا جو تمہارا جی چاہے لکھ کر میرے پاس لے آؤ۔ میں اس پر مہر تصدیق ثبت کر دونگا۔

عبداللہ بن جعفر خط لکھ کر عمر ابن سعید کے پاس لے آئے اور یہ کہا اس پر مہر کرے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کرو۔ یحییٰ کے جانے سے ان کو اطمینان ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے دل سے لکھا ہے۔ عمرو بن سعید نے ایسا ہی کیا۔ یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔

غرض یحییٰ و عبداللہ بن جعفر دونوں آپ کے پاس پہنچے۔ یحییٰ نے خط دیا اور دونوں شخصوں نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے یہ عذر کیا کہ میں رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے جو حکم دیا ہے میں اسے بجا لاؤنگا۔ اس میں میرے لیے ضرر ہو یا نفع ہو۔ دونوں شخصوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے۔ آپ نے کہا نہ میں نے کسی سے بیان کیا نہ بیان کرونگا۔ یہاں تک کہ آپنے خدا سے ملاقات کروں۔

عمرو بن سعید کا خط اس طرح پر تھا۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ عمرو بن سعید کی طرف سے حسینؓ بن علیؓ کو (معلوم) ہو کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اس ارادہ سے بازر کھے جس میں آپ کے لیے تباہی کا سامنا ہو آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لیے بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جاتے ہیں۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کو خلاف سے بچالے گا۔ اس لیے کہ خلاف کرنے میں آپ کے ہلاک ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر و یحییٰ بن سعید کو بھیجا ہے ان کے ساتھ میرے پاس چلے آیئے۔ میرے یہاں آپ کے لیے امان ہے، صلہ ہے، نیکی ہے، پناہ ہے۔ اس بارے میں خدا کو گواہ اور کفیل و وکیل نگہبان قرار دیتا ہوں والسلم علیک''۔ حسینؓ نے جواب میں لکھا کہ لوگوں کو خدائے عز و جل کی طرف جو دعوت دے اور اعمال نیک کرے وہ خدا و رسول کا نافرمان نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں مجھے تم نے امان، صلہ اور نیکی کی طرف دعوت دی ہے۔ امان تو وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہو اور سنو جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا وہ

قیامت دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے جس سے قیامت کے دن اسکی طرف سے ہم سب کو امان ملے۔ اگر تم نے اپنے خط میں میرے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کا ارادہ کیا تو دنیا و آخرت میں تم کو جزائے خیر ملے والسلام۔

مسلم بن عقیل کا خط پہنچا اور حر سے ملاقات

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلے پر تھا کہ حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی۔ حر نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں؟ کہا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حر نے کہا پلٹ جایئے مجھے وہاں آپ کے لیے بہتری کی کوئی امید نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا واللہ آج تک مسلم کا انتقام ہم نہ لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہ جائیں گے۔ آپ نے کہا تمہارے بعد زندگی کا لطف نہیں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے۔

کربلا میں قیام

جب لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ ایک سرکنڈوں کی کھیتی جو نشیب میں واقع تھی، اسے آپ نے پشت لشکر پر رکھا تا کہ لڑائی ہو تو ایک ہی رخ سے ہو۔ وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیے۔ آپ کے ساتھیوں میں پنتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔

عمرو بن سعد کا تقرر

عمرو بن سعد بن وقاص کو عبید اللہ بن زیاد نے رے کی حکومت دیدی اور اس کے نام پر فرمان لکھ دیا اور یہ کہا کہ میری جانب سے تم اس شخص سے نمٹ لو۔ ابن سعد نے کہا مجھے تو معاف رکھیے۔ ابن زیاد کسی طرح نہ مانا تو اس نے کہا آج کی شب مجھے مہلت دیجئے۔ اس نے مہلت دی اور یہ اپنے اس معاملہ کو سوچتا رہا۔ صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس آیا اور اس کے حکم کو بجالانے پر راضی ہو گیا۔ اور حسین بن علیؓ کی طرف روانہ ہوا۔

سیدنا حسینؓ کی تین شرائط

جب وہاں پہنچا تو آپ نے اس سے کہا تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لو۔ یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کر لی۔ مگر ابن زیاد نے لکھا کہ وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نے پکڑا دیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سیدنا حسینؓ نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔

شہادتِ امام عالی مقام

اس بات پر ابن سعد نے لڑائی شروع کر دی اور تمام اصحاب حسینؓ شہید ہو گئے۔ جن میں سترہ اٹھارہ نوجوان آپ کے اہل بیت سے تھے۔ اور ایک تیر آ کر ایک بچہ کے لگا جو آپ کی گود میں تھا۔ حسینؓ اس کا خون پوچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خداوندا ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف کر۔ انھوں نے نصرت کرنے کے لیے ہمیں

بلایا اور ہم لوگوں کو قتل کیا۔اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگائی اسے پھاڑا اور گلے میں پہن لیا پھر تلوار لے کر نکلے لڑے اور مظلومانہ شہید ہوئے۔صلوٰت اللہ علیہ۔

آپ کو بنی مذحج میں سے ایک شخص نے قتل کیا اور آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا اور نظم میں یہ مضمون ادا کیا

میرے اونٹوں کو سیم وزر سے لد وادے میں نے بادشاہ جلیل القدر کو قتل کیا
میں نے اسے قتل کیا جسکے ماں باپ بہترین خلق ہیں اور جو نسب کے
اعتبار سے خود بھی بہترین خلد ہے۔

سر مبارک دربار یزید میں

ابن زیاد نے اس شخص کو سر حسینؓ سمیت یزید کے پاس بھیج دیا۔اس وقت اس کے پاس حضرت ابو برزہؓ اسلمی بیٹھے ہوئے تھے۔اس نے حضرت حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھ دیا وہ چھڑی سے آپ کے ذہن کو کھٹکھٹا رہا تھا اور کسی شاعر کا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔مضمون

اپنے پیاروں کو کیا خود ہم نے قتل
وہ بھی تو سرکش تھے نافرمان تھے

ابو برزہؓ کہنے لگے اپنی چھڑی کو ہٹا واللہ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول ﷺ اپنا دہن اس دہن پر رکھ کر بوسے لیتے تھے۔

سیدنا حسینؓ کا اہل خانہ کی شام روانگی

ابن سعد نے حسینؓ کے حرم وعیال کو ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔آپ کے اہل بیت میں عورتوں کے ساتھ ایک بیمار لڑکے کے سوا کوئی باقی نہ رہا تھا۔ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دو۔حضرت زینبؓ یہ سن کر بیمار سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں جب تک مجھے نہ قتل کر لو واللہ یہ قتل نہیں ہو سکتا۔ابن زیاد کو ترس آ گیا اس ارادہ سے باز آیا اور سب کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

یہ لوگ جب یزید کے پاس پہنچے تو اس نے اہل شام میں سے جو اس کے درباری تھے سب کو جمع کیا۔اس کے بعد اہل بیت کو دربار میں لائے۔اہل دربار نے فتح کی مبارکباد دی۔انھیں لوگوں میں سے ایک شخص نے جس کی نیلی آنکھیں تھیں اور رنگ سرخ تھا اہل بیت میں سے ایک لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا امیر المومنین اس کو مجھے عنایت کیجیے۔زینب نے کہا واللہ یہ نہیں ہو سکتا۔جب تک دین اسلام سے خارج نہ ہو جائے نہ یزید کو یہ اختیار ہے نہ تجھے۔اس شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے اسے ڈانٹا کہ اس ارادہ سے باز آ جا۔

اس کے بعد اہل بیت کو اپنے محل میں بھیج دیا۔پھر ان کی روانگی کا سامان کر کے سب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔

خاندانِ حسینؓ مدینہ میں

جب اہل بیت مدینہ میں داخل ہوے تو خاندان عبدالمطلب کی ایک بی بی بالوں کو بکھرائے ہوئے گوشۂ دامن کو سر پر رکھے استقبال کو نکلیں۔ روتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں (ترجمہ اشعار)

''لوگو کیا جواب دو گے جب پیغمبرتم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہوکر میرے بعد میری عزت واہل بیت سے یہ کیا سلوک کیا۔ کچھ لوگ ان میں سے قیدی ہیں کچھ لوگ قتل کئے ہوئے خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں۔ میں نے جو تم کو ہدایت کی اس کا عوض یہ نہ تھا کہ میرے خاندان سے میرے بعد تم برائی کرو''

واقعہ کربلا کی دوسری روایت

دوسری روایت یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ کو اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے مسلم بن عقیل کو روانہ کیا۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد وشہادت کا واقعہ

مسلم کوفہ میں آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر میں اترے۔ مسلم کے پاس لوگ جمع ہونے لگے اور ابن زیاد کو خبر ہوگئی۔ اس نے ہانی کو بلا بھیجا اور کہا کیوں میں نے تم کو انعام نہیں دیا تمہارا اکرام نہیں کیا تمہارے ساتھ یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ ہانی نے کہا ہاں ایسا کیا۔ اس نے پوچھا پھر اسکا عوض۔ ہانی نے جواب دیا اس کا عوض یہ ہے کہ میں تم کو بچالونگا۔ کہنے لگا تم مجھ کو بچاؤ گے اور وہیں عصا اٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کر دیا۔ پھر حکم دیا تو ان کی مشکیں کس لی گئیں پھر گردن ماردی گئی۔

یہ خبر مسلم کو پہنچی اور وہ ایک انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابن زیاد نے جو یہ سنا تو قصر کوفہ کا پھاٹک بند کر دیا۔ اور ایک منادی کو حکم دیا اس نے ندا کی'' اے لشکر خدا جنگ کے لیے سوار ہو جاؤ۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو گمان ہو گیا کہ وہ گھر گیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اسی شب کو میں نے مسلم کو اور ان کے انصار کو مسجد انصار کے پاس دیکھا کہ جہاں داہنے بائیں کوئی راہ پاتے تھے۔ تیس تیس چالیس چالیس آدمی ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوتے جاتے تھے۔ جب اندھیری رات میں مسلم بازار تک پہنچے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر بھی چلے گئے۔ تو ابن زیاد سے کسی نے کہا ہمیں تو واللہ نہ کوئی مجمع معلوم ہوتا ہے نہ کسی مجمع کی آوزیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے حکم دیا اور مسجد کی چھت اکھاڑ ڈالی گئی۔ بانس کی جالیں جو مسجد میں تھیں ان میں آگ لگا دی گئی۔ تاریکی ختم ہوئی تو دیکھا کہ مسجد میں کوئی پچاس آدمی ہیں۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد دار آیا اور منبر پر گیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ الگ الگ ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے سردار کے پاس جمع ہو گئے اور مسلم سے لڑنے لگے۔ مسلم بری طرح زخمی ہو گئے۔ ان کے انصار میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے باقی بھاگ گئے۔ مسلم وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلّہ میں ایک گھر میں چلے گئے۔

محمد بن اشعث عبیداللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر اس سے چپکے چپکے یہ خبر بیان کی کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ ابن اشعث نے کہہ دیا یہ کہتا ہے کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے دو شخصوں کو مسلم کے لیے آنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلم کے پاس گئے دیکھا وہ ایک ضعیفہ کے یہاں ہیں۔ اس نے ان کے لیے آگ سلگائی ہے تا کہ اپنے بند سے خون دھوئیں۔

دونوں کہنے لگے چلو امیر نے تم کو بلایا ہے۔ مسلم نے کہا مجھ سے کچھ عہد و پیمان تو کر لو۔ انھوں نے کہا ہمیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ مسلم ان دونوں شخصوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ اس نے حکم دیا اور مشکیں کس لی گئی۔ پھر کہنے لگا ہاں اے مطلقہ زادے تو اس لیے آیا تھا کہ میری سلطنت مجھ سے چھین لے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا انکی گردن ماری گئی۔

پھر اس نے یہ حکم دیا تو اقصی سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں۔ نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں۔ حضرت حسینؓ کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی وہ اسی طرف آ رہے تھے کچھ اعرابی راہ میں ملے آپ نے ان سے حال پوچھا۔ انھوں نے کہ ہمیں اور تو کچھ نہیں معلوم البتہ نہ ہم کہیں جا سکتے ہیں نہ آ سکتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ کا قصدِ شام

یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس چلے جانے کے لیے شام کا رخ کیا۔ کربلا میں کچھ سواروں نے گھیر لیا۔ آپ ار پڑے اور ان لوگوں کو خدا و دین خدا کا واسطہ دینے لگے۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد و شمر بن ذی الجوشین و حصن بن نمیر کو بھیجا تھا۔ آپ نے ان کو خدا و دین خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے امیر المومنین کے پاس چلا جانے دو، اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دونگا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابن زیاد کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں کو ابن زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید نہشلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے۔ جب انھوں نے حسینؓ کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کرو گے واللہ اگر ترک و شریلم میں سے بھی کوئی یہ درخواست تم سے کرتا تو اس کا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا۔ انھوں نے حکم ابن زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا۔

حر بن یزید کی شہادت

حر نے اپنے گھوڑے کا منہ پھیر دیا اور حسین و انصار حسین کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حر ہم سے لڑنے آ رہا ہے۔ حر نے ان کے قریب آ کر اپنی سپر الوٹی کر لی اور سب کو سلام کیا۔ اس کے بعد ابن زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ان میں دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔

زہیر بن قین سفر حج میں تھے راہ میں حسنؓ سے ملاقات ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن ابی بحر یہ مرادی اور عمرو بن حجاج اور معن سلمی اور دو شخص اور بھی آپ کی طرف چلے آئے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ شیوخ کوفہ میں سے کچھ لوگ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یا اللہ مدد کر۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا "دشمنان خدا اتر کر کیوں نہیں جاتے اور ان کی مدد کیوں نہیں کرتے"۔

شہادتِ سیدنا حسنؓ

اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ حسینؓ برد کا جبہ پہنے ابن زیاد کی فوج سے باتیں کر رہے ہیں۔ باتیں کر کے آپ مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام عمر طہوی تھا۔ آپ کو ایک تیر مارا۔ اس کا تیر آپ کے دونوں شانوں

کے درمیان جبہ میں اٹکا ہوا دکھائی نہیں لگایا گیا۔

حسین کہتے تھے میرے جسم کا خون بہائے بغیر یہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں گے۔ یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر اسے مسلط کرے گا جو ان کو ٹھیک کردے گا کہ ایک چھوکری کے لتہ سے زیادہ یہ ذلیل ہو جائیں گے۔

حضرت حسینؓ کی تاریخ شہادت

آپ عراق میں آئے اور روز عاشورہ ۱۱ ۶ ہجری میں قتل کیے گئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حسینؓ بن علیؓ صفر ۶۱ ہجری میں قتل کیے گئے اور سن آپ کا بچپن برس کا تھا۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ دس محرم کو قتل ہوئے اور سب سے پہلے جو سر نیزہ پر بلند کیا گیا وہ حسینؓ کا سر تھا۔ خدا ان سے راضی ہو اور ان کی روح پر صلوات بھیجے۔

شہادت حسینؓ کی ایک اور روایت

حسینؓ اپنے اہل وعیال کو لے کر جب مکہ آئے تو محمد بن حنفیہ مدینہ میں تھے۔ طشت میں وضو کر رہے تھے کہ ان کو یہ خبر پہنچی سن کر اس قدر روئے کہ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آنسوؤں کے گرنے کی آواز طشت سے نکلتے ہوئے میں نے سنی۔

ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؓ مکہ سے کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اپنے صحب شرطہ حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ آکر قادسیہ میں اترا۔ اور قادسیہ سے خفان اور قطقطانہ ولعلع تک سوار پھیلا دیے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ عرقا کی طرف حسینؓ کی آمد آمد ہے بطن الرمہ میں ایک مقام حاجر ہے وہاں پہنچ کر حسینؓ نے اہل کوفہ کو یہ خط لکھا اور قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسینؓ بن علیؓ کی طرف سے ان کے برادران ایمانی و اسلامی کو السلام علیکم۔ میں تم سے حمد کرتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ مسلم بن عقیل کا خط مجھے پہنچا۔ تم لوگوں کے حسن عقیدہ اور تم سب کے میری مدد پر اور میرے حق کی طلب پر متفق ہونے کا حال مجھے معلوم ہوا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم دے میں تمہارے پاس آنے کے لیے ۸ ذی الحجہ کو منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے روانہ ہو چکا۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے کام میں جلدی کرو اور کوشش کرو میں انھیں دنوں میں تمہارے پاس انشاء اللہ آ جاؤں گا۔ والسلم علیکم ورحم اللہ وبرکاتہ

مسلم بن عقیل کا سیدنا حسینؓ کو خط

مسلم نے اپنے قتل سے ستائیس دن پیشتر آپ کو خط لکھا تھا ''(مثل ہے) کہ رائد اپنے لوگوں سے غلط بات کہے گا۔ جماعت اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہے میرا خط پڑھتے کے ساتھ ہی ادھر روانہ ہو جیے والسلام علیک۔

آپ بچوں کو اور بیبوں کو ساتھ لیے ہوئے اس طرح روانہ ہوئے کہ ذرا کہیں نہ ٹھہرتے تھے۔ آپ کا خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قادسیہ میں پہنچے تو ابن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ قصر پر چڑھ جا اور کذاب کو سب وشتم کر۔ قیس چڑھ گئے قصر پر اور

کہا۔ ایہا الناس حسینؓ بن علیؓ بہترین خلق اللہ فرزند فاطمہ بنت رسول ﷺ ہیں اور میں ان کا قاصد ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ میں نے ان کو مقام حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی نصرت کے لیے تم سب جاؤ۔ یہ کہہ کر قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب کے لیے طلب مغفرت کی۔ ابن زیاد نے حکم دیا قصر پر سے وہ نیچے گرا دیے گئے چور چور ہو گئے اور رحلت کر گئے۔

عبداللہ بن مطیع کی سیدنا حسینؓ سے منت سماجت

حسینؓ کوفہ کی راہ میں عرب کی ایک جھیل پر پہنچے۔ وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی بھی اترے ہوئے تھے۔ انھوں نے آپ کو دیکھا تو اٹھے اور آپ کے پاس آئے۔ آپ کو اور آپ کے سامان سفر کو اتروایا اور کہا یا بن رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کے ادھر آنے کا کیا سبب ہوا۔ آپ نے کہا معاویہ کے وصال کا واقعہ تو تم نے سنا ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد اہل عراق نے اپنی طرف میری دعوت کی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ ابن مطیع نے کہا یا بن رسول ﷺ خدا کے واسطے حرمت اسلام کو ضائع نہ کیجئے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمت رسول ﷺ کا خیال کیجئے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمت عرب کا خیال رکھیے۔ واللہ اگر آپ اس منصب کے طالب ہونگے جو بنی امیہ کے قبضہ میں ہے تو وہ آپ کو ضرور قتل کریں گے۔ اور جب آپ کو قتل کیا تو پھر آپ کے بعد وہ کسی کی پرواہ نہ کریں گے۔ واللہ آپ حرمت اسلام و حرمت قریش و حرمت عرب کو ضائع کر دیں گے۔ آپ ایسا نہ کیجئے۔ آپ کوفہ میں نہ جائیے۔ آپ بنی امیہ سے تعرض نہ کیجئے۔

آپ نے روانہ ہو جانے کے سوا کسی بات کو نہ مانا۔ روانہ ہوئے اور موضع تک جہاں پانی بھی تھا پہنچ گئے۔ زہیر بن قیس بجلی کا قافلہ مکہ سے نکلا تو حسینؓ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کو کسی منزل میں بھی آپ کا ساتھ ہونا گوارا نہ تھا۔ جب آپ روانہ ہوتے تھے تو زہیر ٹھہر جاتے۔ جب آپ اتر پڑتے تو زہیر آگے بڑھ جاتے تھے۔

ایک شخص بنی فزارہ کا زہیر کے ساتھ تھا، بیان کرتا ہے ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ سوا اس کے کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ ہم اور حسینؓ وہیں مقام کریں۔ حسین ایک طرف اترے ہم لوگ دوسری جانب اترے۔ ہم سب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ حسینؓ کے پاس سے ایک پیغامی آیا اس نے سلام کیا اندر پہنچا اور کہا اے زہیر بن قین ابوعبداللہ حسین بن علی نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم ان کے پاس چلو۔ یہ سنتے ہی سب نے نوالہ ہاتھ سے ڈال دیا معلوم ہوا کہ ہاتھوں نے طوطے اڑ گئے۔ تو ہم زوجہ زہیر کہنے لگی سبحان اللہ فرزند رسول ﷺ تم کو بلائیں اور تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ گئے ہوتے ان سے باتیں کرتے پھر چلے آتے۔ زہیر آپ کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش بشاش چہرہ کے ساتھ واپس آئے۔ اپنا خیمہ ڈیرہ ساز و سامان مال و متاع اٹھوا کر حسینؓ کی طرف بھجوا دیا۔ بی بی سے کہا میں نے کو اپنے نکاح سے باہر کیا تم اپنی برادری میں چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے نیکی کے سوا کوئی برائی تمہارے لیے ہو۔ پھر اپنے ساتھ والوں سے کہا تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ یہ سمجھ لے کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ میں ایک حدیث تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں۔ غزوہ بلنجر میں خدا نے ہم کو فتح دی مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا و سلمان فارسی نے ہم سے پوچھا کیا خدا نے جو یہ فتح تم کو دی اور مال غنیمت تمہارے ہاتھ آیا تو تم خوش ہو گئے۔ ہم نے کہا ہمیں خوشی وہوئی۔ کہنے لگے ''جوانان آل محمد کا زمانہ تمھیں ملے اور ان کی نصرت میں تم قتال کرو

تو اس مال غنیمت سے زیادہ تم کو خوشی ہو" مجھ کو پوچھو تو میں تم سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ اس وقت سے زہیر سب کے آگے ہی آگے رہے تا کہ قتل کیے گئے۔

عباد اللہ اور مذری بنی اسد کے دو شخص حج کو گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ "ہم حج سے فارغ ہوئے تو اس کے سوا ہمیں کوئی فکر نہ تھی کہ راستہ ہی میں حسین تک پہنچ جائیں۔ دیکھیں انھیں کیا امر پیش آتا ہے۔ ہم اپنے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے چلے۔ اور موضع زرود میں آپ کے قافلہ تک پہنچ گئے۔ ہم قریب پہنچے ہی تھے کہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ادھر آ رہا تھا، جب اس نے حسینؓ کو دیکھا تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف مڑ گیا۔ حسینؓ اسے دیکھ کر ٹھہر گئے گویا اس سے ملنا چاہتے تھے پھر آپ روانہ ہو گئے اور ہم بھی روانہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آؤ چل کر اس شخص سے کوفہ کی خبر پوچھیں۔ ہم دونوں اس شخص کے پاس پہنچ گئے اسلام علیکم کہی اس نے کہا وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ۔ پوچھا تم کون شخص ہو؟ اس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم دونوں شخص بھی اسدی ہیں آپ کا کیا نام ہے؟ کہا بکیر بن مثعبہ۔ پھر ہم نے بھی اپنا نسب اس سے بیان کیا اور پوچھا تم جہاں سے آتے ہو وہاں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا میں کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم وہاں قتل ہو چکے تھے۔ میں نے دیکھا لوگ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لیے جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر ہم دونوں پھر حسینؓ کے قافلہ سے آ ملے۔ جب شام کو آپ منزل ثعلبیہ میں اترے تو ہم آپ کے پاس گئے سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا۔ ہم نے کہا رحمت خدا ہو آپ پر، ہم کچھ خبر کہنا چاہتے ہیں۔ کہیے تو بیان کر دیں یا چپکے سے کہہ دیں۔ آپ نے اپنے انصار کی طرف دیکھا اور کہا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ ایک سوار کو سامنے سے آتے ہوئے آپ نے دیکھا تھا فرمایا ہاں دیکھا تھا اور میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا آپ کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی ہم کو اس سے بے لوث خبر مل گئی۔ وہ ہمیں لوگوں میں سے ایک شخص ہے بنی اسد میں سے۔ رائے وراستی وفضل وعقل رکھتا ہے۔

اسنے ہم سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم وہانی قتل ہو چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لیے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ رجعون خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔ ہم نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجئے اسی جگہ سے پلٹ جایئے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار ہے نہ آپکے شیعہ ہی۔ بلکہ ہمیں تو خوف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔

یہ سن کر عقیل بن ابی طالب کے فرزند اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے واللہ ہم جب تک بدلہ نہ لے لیں گے یا جو ہمارے بھائی کا حال ہوا وہی ہمارا نہ ہوگا اس جگہ سے ہم نہ سرکیں گے۔ یہ سن کر آپ نے ہم دونوں شخصوں کی طرف دیکھا اور فرمایا ان لوگوں کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ نے کوفہ کی طرف جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ ہم نے کہا خدا آپ کے لیے بہتری پیدا فرمائے۔ آپ نے جواب میں کہا خدا تم دونوں پر رحمت کرے۔

آپ کے بعض ساتھیوں نے یہ کہا مسلم بن عقیل کا آپ سے کیا مقابلہ آپ کوفہ میں جائیں گے تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑیں گے۔

آپ صبح کا انتظار کرتے رہے جب وقت سحر ہوا تو خادموں اور غلاموں سے کہا جتنا پانی لے سکو لے لو ان لوگوں نے پانی بھر لیا اور بہت زیادہ بھرا۔ پھر سب وہاں سے روانہ ہوئے۔

چلتے چلتے منزل بزبالہ میں پہنچے۔ راہ میں جہاں جہاں سے آپ پانی لیتے تھے وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ زبالہ میں آپ کو اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی۔ ان کو آپ نے رستہ ہی سے مسلم کے پاس بھیجا تھا ابھی آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مسلم قتل ہو گئے۔ ابن بقطر قادسیہ تک پہنچے تھے کہ حصین بن نمیر کے سواروں نے انھیں گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ اس نے کہا قصر پر چڑھ جا اور کذاب بن رکاب پر لعنت کر پھر وہاں سے اتر۔ اسکے بعد میں تیرے بارے میں حکم دونگا۔ عبداللہ بن بقطر کوٹھے پر چڑھ گئے جب سب لوگوں کا سامنا ہوا تو پکارے ''ایہاالناس میں حسین بن فاطمہ بنت رسول ﷺ کا پیغام ہوں کہ اس ابن

ایک روای کہتا ہے کہ جس نے ذبح کیا وہ عبدالملک ہرگز نہ تھا وہ تو ایک گرواونام دراز قد شخص عبدلملک سے مشابہ تھا۔

یہ خبر جب اپ کو ملی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھ کر سنائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عوہ عبداللہ بن بقطر قتل کیے گئے ہمارے شعیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم میں سے جو کوئی جانا چاہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اٹھالیا۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ متفرق ہو گئے۔ کوئی دنی جانب چلا کوئی بائیں جانب۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو لوگ مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے بس وہی رہ گئے۔ اور آپ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا کہ یہ عرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں۔ یوں سمجھے ہوئے ہیں کہ حسین کسی ایسے شہر میں جارہے ہیں۔ جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا کہ ان کو ساتھ لے چلیں جب تک ان کو پختہ علم نہ ہو جائے کہ کہاں جا رہے یں۔ آپ کو یقن تھا کہ ان کو مفصل حال معلوم نہ ہو جائے گا تو پھر وہی لوگ ساتھ دیں گے جو میرا ساتھ دینے والے میرے ساتھ مرنے والے ہوں نگے، باقی سب متفرق ہو جائیں گے۔ صبح ہوئی آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ پانی ساتھ لیا اور بہت زیادہ لیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے اور بطن العقبہ جا کر اترے۔

بنی عکرمہ میں سے ایک شخص نے سیدنا حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ پلٹ جایئے۔ واللہ آپ برچھیوں اور تلواروں کے زد میں چلے جارہے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر آپ کو جنگ وجدال کی زحمت سے بچا لیتے خود ہی سب کام درست کر چکے ہوتے۔ اسکے بعد آپ جاتے تو قرین مصلحت تھا۔ آپ نے جو حال بیان کیا میں تو اس صورت میں یہی کہونگا کہ آپ نہ جایئے۔ آپ نے جواب دیا اے بندہ خدا میں جانتا ہوں جو رائے تم نے دی وہی ٹھیک ہے۔ لیکن مشیت خدا سے چارہ نہیں۔ اسکے بعد آپ روانہ ہو گئے۔

ولید بن عقبہ کی مکہ سے معزولی

اسی سال یزید نے رمضان میں ولید بن عتبہ کو مکہ سے معزول کر دیا اور عمر بن سعید بن عاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اسی نے لوگوں کے ساتھ اس سال کا حج کیا۔ عمرو مکہ و مدینہ کا حاکم تھا اور عبیداللہ بن زیاد کوفہ و بصرہ وغیرہ کا۔

اور شریح بن حارث کوفہ کے قاضی تھے اور ہاشم بن ہبیرہ بصرہ کے۔

۶۱ ہجری شروع ہوا

سیدنا حسینؓ نے منزل اشراف میں مقام کیا۔ صبح کے وقت خادموں کی حکم دیا کہ پانی بھر لیں۔ انھوں نے بہت سا پانی لیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ صبح سے لے کر راستہ کو قطع کرتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی۔ اور ایک شخص پکار اللہ اکبر۔ آپ نے بھی کہا اللہ اکبر اور پوچھا کہ اللہ اکبر تم نے کس بات پر کہا؟ اس نے کہا مجھے کھجور کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سن کر بنی اسد میں سے دو شخص آپ سے کہنے لگے۔ ہم نے تو کبھی یہاں خرمے کے درخت نہیں دیکھے۔ آپ نے پوچھا تم کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا ہمیں تو مقدمہ الجیش معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا واللہ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہمارے پناہ کے لیے یہاں کوئی ایسی جگہ مل سکی ہے کہ اس کو پس پشت رکھ کر ان لوگوں کا ایک ہی رخ سے سامنا کریں۔ دونوں شخصوں نے کہا آپ کے پہلو میں ذوحسم موجود ہے۔ آپ بائیں جانب مڑ جایئے۔ ان لوگوں سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیں۔ تو جو بات آپ چاہتے ہیں وہ مل سکتی ہے۔ آپ بائیں طرف مڑے ساتھ ہی اس کے سوار بھی آ ہی پہنچے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ آپ راہ کو چھوڑ کر دوسری طرف مڑ پڑے تو وہ بھی اسی طرف مڑے۔ ان کی برچھیوں کے پھل شہد کی مکھیوں کے غول معلوم ہوتے تھے۔ ان کے پرچموں کے پٹیاں گدھ کے پیروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔

پہلے ہی سواروں سے آپ ذوحسم تک پہنچ گئے اور وہیں اتر پڑے۔ حکم دیا خیمے نصب ہوگئے۔

حر بن یزید

ہزار سواروں کا رسالہ لیے ہوئے حر اس جلتی دوپہر میں آپ کے مقابل آ کر ٹھہرا۔ دیکھا آپ اور آپ کے انصار عمامے باندھے ہوئے ہیں، تلواریں لگائے ہوئے ہیں۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھاؤ۔ اور گھوڑوں کو بھی پانی دکھا دو۔ خدام اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسالہ کے سواروں کو پانی پلا کر سیراب کر دیا۔ پھر پیالے اور طشت بھر بھر کر گھوڑوں کے سامنے لے گئے۔ گھوڑا جب تین یا چار یا پانچ دفعہ پانی میں منہ ڈال چکتا تو ظروف کو ہٹا کر دوسرے گھوڑے کو پانی پلاتے تھے۔ اسی طرح سب گھوڑوں کو پانی پلایا۔

حر کے رسالہ کا ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا وہ بیان کرتا ہے۔ آپ نے جب میری اور میرے گھوڑے کی حالت جو پیاس سے ہو رہی تھی دیکھی تو کہا راویہ کو بٹھاؤ میں مشک کو راویہ سمجھا۔ تو آپ نے فرمایا اے لڑکے اونٹ کو بٹھا۔ میں نے اونٹ کو بٹھایا تو کہا پیو۔ میں جب پیتا تھا مشک سے پانی انڈیل انڈیل پڑتا تھا۔ آپ نے کہا مشک کے دہانہ کو الٹ دو۔ مجھ سے الٹتے بن نہ پڑا۔ آپ خود اٹھ کھڑے ہوئے اور دہانہ کو الٹ دیا۔ میں نے پانی پیا اپنے گھوڑے کو پلایا۔

آپ کی طرف قادسیہ سے حر کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب ابن زیاد کو یہ خبر ملی کہ حسینؓ آ رہے ہیں تو اسنے حصین بن نمیر کو اسکی انتظامیہ کا سرادر تھا روانہ کیا۔ حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھرے۔ اور قطقطانہ سے خفان تک مورچہ باندھے۔ اور حر کو ہزار سوار دیکر اسکے آگے آگے قادسیہ سے روانہ کیا کہ حسین سے مزاحمت کرے۔ حر آپ کیورو کے

رکھا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا۔

اب آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو حکم دیا کہ اذان کہیں۔ انھوں نے اذان دی اقامت کی باری آئی تو آپ تہمند اور چادر اور غلین پہنے ہوئے نکلے۔ حق تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور کہا ایہا الناس خدائے عز وجل سے اور تم سب لوگوں سے میں ایک عذر کرتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے خط اور تمہاری پیغامی یہ پیام لے کر میرے پاس نہیں آپ کہ آپ آیئے۔ ہمارا کوئی امان نہیں ہے۔ شاید آپ کے سبب سے خدا ہم سب کو لوگوں کو ہدایت پر متفق کر دے۔ اس وقت تک میں تمہارے پاس نہیں آیا۔ اب اگر تم اسی قول پر ہو تو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرلو۔ جس پر مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر میں چلوں۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تم کو ناگوار ہو تو جہاں سے میں آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں۔

یہ سن کر سب نے سکوت کیا اور موذن سے کہا اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہی تو حسینؓ نے حر سے پوچھا تم لوگ کیا الگ نماز پڑھو گے۔ حر نے کہا نہیں ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے اور آپ کے انصار بھی سب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حر اپنی جگہ پر جہاں وہ پہلے تھا واپس آیا اس کے لیے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ باقی لوگ اپنی اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور پھر صفیں باندھ لیں پھر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور گھوڑوں کے سایہ میں اتر کر بیٹھ گئے۔

عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا سب روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ پھر آپ خیمہ سے نکلے موذن کو حکم دیا اس نے عصر کی اذان کے لیے اذان دی۔ اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے سب کو نماز پڑھائی سلام پھیرا۔ پھر سب کی طرف رخ کر کے حمد وثنائے الٰہی بجا کر کہا ایہا الناس اگر تم خوف خدا کرو گے اور حق داروں کو پہنچانو گے تو تمہارا یہ عمل خوشنودی خدا کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیت رسول ﷺ ہیں اور یہ لوگ جو تم پر حکومت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں جس کا انھیں کچھ حق نہیں ہے اور تمہارے ساتھ ظلم وتعدی سے پیش آئے ہیں اس خلافت کے لیے ان سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ اگر تم کو ہم ناپسند ہیں اور ہمارے حق سے تم واقف ہیں ہو اور اپنے خطوط میں اور اپنے پیغامیوں کی زبانی تم نے جو کچھ مجھ سے کہلا بھیجا ہے اب وہ تمہاری رائے نہیں ہے۔ تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاؤں۔ حر نے جواب میں کہا واللہ مجھے نہیں معلوم وہ کیسے خطوط تھے جن کا آپ ذکر فرمارہے ہیں۔

یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے کہا وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خط ہیں لاؤ۔ عقبہ دونوں تھیلے نکال لائے۔ دونوں میں خط بھرے ہوئے تھے۔ سب کے سامنے لاکر خطوط کو بکھیر دیا۔ حر نے کہا جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے تھے ہم ان میں شامل نہیں ہیں۔ اور ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو ہم پا جائیں تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں۔ اسکے بغیر نہ چھوڑیں۔ اپ نے کہا اس مطلب کے حاصل کرنے سے تیرے لیے مر جانا آسان ہے۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا اٹھو سوار ہو جاؤ۔ سب سوار ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ ان کے مستورات بھی سوار ہو جائیں۔ آپ نے ساتھیوں سے کہا ہم اس کو واپس لے چلو۔ وہ لوگ واپس ہونے لگے تو حر کے رسالہ والے مزاحم ہوئے۔ اس پر آپ نے حر سے کہا ''تیری ماں تجھے روئے آخر تیرا کیا مطلب ہے'' حر نے کہا واللہ اگر عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ میرے حق میں آپ کی طرح کہا ہوتا اس میں چاہے کوئی ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کے رونے کا ذکر کئے بغیر نہ رہتا۔ مگر واللہ آپ کی ماں کا ذکر بغیر حد درجہ کی تعظیم کے میرے مجال نہیں جو کروں۔ آپ نے کہا پھر تیرا کیا ارادہ

ہے۔حر نے کہا واللہ میرا یہ ارادہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ آپ نے کہا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں جانے کا۔ حر نے کہا واللہ میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ دونوں آدمیوں نے تین مرتبہ بار بار یہی کلمہ کہا۔ جب تکرار بڑھ گئی تو حر نے کہا۔ آپ سے قتال کرنے کا تو مجھے حکم نہیں لا۔ مجھے اتنا ہی حکم ملا ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ میں نہ لے آؤں آپ کے پاس سے نہ ہٹوں۔ آپ کہنا نہیں مانتے تو کسی ایسے رستہ پر چلیے جو نہ کوفہ کی راہ ہو نہ مدینہ کی۔ میں ابن زیاد کو لکھوں گا کہ آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیے شاید خدا کوئی صورت ایسی نکال دے کہ آپ کے کسی معاملہ میں مبتلا ہونے سے میں بچ جاؤں آپ یہ راستہ اختیار کیجئے۔ عذیب وقادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ جایئے۔ اس وقت عذیب اڑتیں میل کے فاصلہ پر تھا۔ آپ اپنے انصار کے ساتھ روانہ ہوئے اور حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔

مقام بیصہ میں سیدنا حسینؓ کا خطاب

مقام بیصہ میں آپ نے اپنے اور حر کے ساتھیوں سے یہ خطاب فرمایا:

حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا ''ایہا الناس رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو، جو حرام کو حلال سمجھتا ہو، جو عہدہ خدا توڑتا ہو، جو سنت رسول ﷺ کے خلاف کرتا ہو، جو بندگان خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو، اور پھر فعلاً یا قولاً اس پر دوسرا شخص اعتراض نہ کرے تو خدا اس کو بھی اسی کے اعمال میں شریک کرے گا۔ سنو ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے فساد کا اظہار، حدود شرع کو معطل، غنیمت کو غصب، حرام کو حلال، حلال کو حرام کر رکھا ہے۔ ان پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ مجھے حق ہے۔ تمھارے مکاتیب میرے پاس آئے تمھارے قاصد میرے پاس تمھاری طرف سے اس بات پر بیعت کرنے کو آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے مجھے دشمن کے حوالہ نہ کرو گے۔ اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو بہرمند ہو گے۔ میں حسینؓ ہوں علیؓ و فاطمہ بنت رسول ﷺ کا فرزند۔ میری جان تمھاری جانوں کے ساتھ ہے میرے اہل وعیال تمھارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمھارا پیشوا ہوں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا تو قسم ہے اپنی جان کی! یہ بات تمھاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ کیا ہے۔ جس نے تم پر بھروسا کیا اس نے دھوکا کھایا۔ اور جس نے تم سے بدعہدی کی اس نے اپنے نفس کے لیے بھلائی کی۔ تم خطا کار اور نفع سے محروم رہے۔ خدا اب تم سے۔ بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حسینؓ کا ذی حسم میں خطاب

ذی حسم میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ ایک راویت میں اس طرح ہے:

حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے کہا تم لوگ دیکھ رہے ہو کیا حال ہو رہا ہے۔ دنیا بدل گئی پہچانی نہیں جاتی۔ نیکیاں

روگرداں ہوگئیں اور نیکی بالکل اجنبی ہوگئی۔ اب رہا کیا؟ برتن کا نچلا پانی رہ گیا۔ اور بری زندگانی اور ناگوار چارہ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ اب مؤمن کو چاہیئے کہ حق پر رہ کر خدا سے ملاقات کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مرجانا شہادت ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ناگوار امر ہے۔

زہیر بن قین بجلی کی تقریر

یہ سن کر زہیر بن قین بجلی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے سات کے لوگوں سے کہا تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔ انھوں نے کہا آپ ہی کہیے۔ زہیر نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا اے رسول ﷺ ہدایت اللہ آپ کے ارشاد کو ہم قبول کرتے ہیں۔ واللہ اگر دنیا ہمارے لیے باقی رہنے والی ہوتی ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے۔ اور آپ کی نصرت و غم خواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا۔ تو ہم اس دنیا میں رہنے سے اس کے چھوڑنے کو آپ کے ساتھ بہتر سمجھتے۔ آپ نے یہ سن کران کے لیے دعائے خیر کی۔

حرآپ کے ساتھ ساتھ چلا آتا تھا اور آپ سے کہتا جاتا تھا۔ یا حسینؓ میں خدا کا واسطہ آپ کو دیتا ہوں کہ اپنی جان کا خیال کیجئے۔ میں کہے دیتا ہوں آپ خود حملہ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے۔ یا آپ پر حملہ ہوگا تو بھی آپ ہی ہلاک ہونگے۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے۔ کیا یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ تم لوگ مجھ کو قتل کردگے۔ اس بات کے جواب میں وہی بات میں کہونگا جو بنی اوس میں سے ایک صحابی نے اپنے ابن عم سے کہی تھی وہ رسول ﷺ کی نصرت کو چلے تو اس نے کہا کہاں جاتے ہو مارے جاؤ گے۔ انھوں نے جواب دیا (شعر کا ترجمہ)

> میں جاؤں گا اور موت سے اس شخص کو کیسی شرم جس نے حق کی نیت کی ہو اور مسلم ہوکر جہاد کیا ہو
> جس نے اپنی جان سے نیک بندوں کی غمخواری کی ہو جس نے ہلاک ہونے والے خائن وذلیل
> سے کنارہ کیا ہو حر نے یہ بات سنی تو آپ کے پاس سے چلا گیا۔

حر اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف چلا جارہا تھا اور حسین راہ کی دوسری طرف۔ چلتے چلتے عذیب الہجانات تک پہنچے۔ یہاں ملک نعمان کی اونٹنیاں کسی زمانہ میں چرا کرتی تھیں۔ (ہجانات اونٹنیوں کو کہتے ہیں)

طرماح بن عدی کی آمد

اس مقام میں آپ پہنچے ہی تھے کہ کوفہ سے چار افراد اونٹوں پر سوار نافعہ بن ہلال کا مشہور گھوڑا کوتل دوڑاتے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اس گھوڑے کا نام کامل تھا اور طرماح ابن عدی اپنے گھوڑے پر سواران کے راہ نما تھے وہ شعر پڑھتے جاتے تھے

> اے سانڈنی میرے ڈانٹنے سے گھبرا نہ جا صبح ہونے سے پہلے ان سواروں کو لے کر روانہ ہو جا
> یہ تمام سواروں میں اور سفر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں ان کو لیے ہوئے تو اس شخص کے
> پاس جا کر ٹھہر جو کریم النسب معزز کشادہ دل ہے جسے خدا ایک امر خیر کے لیے یہاں لایا ہے
> رہتی دنیا تک اس کو خدا اسلامت رکھے۔

یہاں پہنچ کران لوگوں نے یہی شعر آپ کے سامنے پڑھے۔ آپ نے کہا واللہ میں بھی جانتا ہو کہ حق تعالیٰ کی

مشیت میں ہم لوگوں کا قتل ہونا یا فتح مند ہونا دونوں طرح خیر ہے۔

ان لوگوں کو دیکھ کر حر بڑھا آپ سے کہنے لگا یہ سب جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ساتھ والوں میں نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو قید کرلوں گا یا واپس کر دونگا۔ آپ نے کہا جو بات میں اپنے لیے گوارا نہیں کرتا ان کے لیے بھی گوارا نہ کرونگا۔ یہ لوگ میرے مددگار ہیں۔ اور تم مجھ سے کہہ چکے ہو کہ جب تک ابن زیاد کا خط تمھارے پاس نہ آئے گا تم مجھ سے کچھ چھیڑ نہ کرو گے۔ حر نے کہا درست ہے لیکن یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ آپ نے کہا یہ میرے ساتھ والے ہیں یہ بھی ان لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ جو بات تم مجھ سے کہہ چکے ہو بس اسی پر قائم رہو ورنہ میں تم سے قتال کروں گا۔

یہ سن کر حر اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔ اب آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ جہاں سے تم آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے مجھ سے بیان کرو۔ مجمع بن عبداللہ عائذی ایک شخص انھیں چار افراد میں تھے جو کوفہ سے آئے تھے کہنے لگے بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں۔ ان کے تھیلے بھر دیئے گئے ہیں۔ ان کو ملا رہے ہیں اور انھیں اپنا خیر خواہ بنا رہے ہیں وہ سب لوگ آپ کے خلاف متفق ہیں۔ رہے اور لوگ ان کا یہ حال ہے کہ دل سے آپ ہی کی طرف ہیں لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلواریں کھینچے ہوئے آ پڑیں گے۔ آپ نے کہا بیان کرو میرا ایک قاصد تمھارے پاس آیا تھا۔ انھوں نے پوچھا وہ کون؟ آپ نے کہا قیس بن مہر شیدادی۔ انھوں نے کہا ہاں ان کو حصین بن نمیر نے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ آپ پر اور آپ کے باپ پر وہ لعنت کریں۔ انھوں نے آپ پر اور آپ کے باپ پر رحمتیں بھیجیں، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی۔ اور لوگوں کو آپ کی نصرت کے لیے پکارا۔ اور آپ کے آنے کی سب کو خبر کردی۔ اس بات پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ ایوان کی چوٹی سے نیچے گرا دیے گئے۔

حسینؓ ابن علیؓ کی آنکھیں یہ سن کر ڈبڈبا آئیں آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکے اور آپ نے آیت پڑھی (ترجمہ)

ان میں سے کوئی گذر گیا کوئی انتظار کر رہا ہے اور ان لوگوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ خداوند ہم کو اور ان کو نعمت بہشت میں یکجا کر دے۔

طرماح بن عدی آپ کے قریب آئے اور کہنے لگے واللہ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں آپ سے قتال کریں تو کافی ہیں۔ حالانکہ جب میں آپ کے پاس آنے کے لیے کوفہ سے نکلا ہوں اس سے یک دن پیشتر بیرون شہر میں نے سپاہ کی ایسی کثرت دیکھی کہ اس سے بڑھ کر کسی قمام پر میری نظر سے نہیں گذری تھی۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کسی نے کہا۔ یہ اجتماع تو لشکری مظاہرہ کے لیے۔ مظاہرے سے فارغ ہونے کے بعد یہ سب لوگ حسینؓ کے مقابلہ میں روانہ ہو گئے۔

طرماح بن عدی کی پیشکش

اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک قدم بھی اس طرف جانے کے لیے اٹھائیے۔ اگر آپ کسی ایسے شہر میں جانا چاہتے ہوں جہاں اللہ آپ کی حفاظت کرے کہ آپ کوئی رائے قائم کرلیں اور جو کام کرنا چاہیں اسے اچھی طرح سوچ سمجھ لیں۔ اس لیے میں آپ کو اپنے بلند پہاڑ پر جسے کو ہ اجا کہتے ہیں لے چلوں۔ واللہ ہم لوگ اسی پہاڑ پر شاہان غسن وحمیر اور نعمان ابن منذر اور ہر اسود واحمر سے محفوظ رہے ہیں۔ واللہ ہمیں کبھی یہ لوگ مطیع

نہیں کر سکے۔ میں آپ کے ساتھ چلا تا ہوں۔ مقام قریہ میں آپ کو اوتار دونگا۔ پھر کو ہسا نا اجاد سلمی میں بنی طے میں سے جو لوگ ہیں ان سے کہلا بھیجوں گا۔ واللہ دس دن کے اندر اندر آپکے پاس نبی طے کے سوار اور پیادے جمع ہو جائیں گے۔ آپکا جب تک جی چاہے ہم لوگوں میں رہیں۔ اگر کوئی واقعہ آپ کو پیش آئے تو میں آپ سے بیس ہزار بنی طے کے جمع کر دینے کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو آپ کے سامنے شمشیرزنی کریں گے جب تک ان میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا آپ کو فرزنہ پہنچنے دیں گے۔

آپ نے یہ سن کر کہا'' خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک معاہدہ ہو چکا ہے جس کے سبب سے ہم واپس نہیں جا سکتے۔ نا معلوم ہمارا اور ان کا کیا انجام ہو؟ طرماح کہتے ہیں میں آپ سے رخصت ہوا اور میں نے کہا۔ خداوند عالم جن وانس کے شر سے آپ کو بچائے۔ میں کوفہ سے کچھ غلہ وغیرہ اپنے اہل وعیال کے لیے لے کر چلا ہوں۔ میں کچھ ان کو خرچ کرنے کے لیے دونگا۔ یہ سب چیزیں انھیں دے کر انشاء اللہ آپ کے پاس آؤں گا۔ اگر میں آپ تک پہنچ گیا تو واللہ میں بھی آپ کے ساتھیوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا اللہ تم پر اپنی رحمت کرے اگر تمھارا یہ ارادہ ہے تو جلدی کرو۔

اس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو اس بات کا اہتمام ہے کہ لوگ آپ ساتھ شریک ہوں۔ جب ہی تو مجھے جلدی کرنے کو کہتے ہیں۔ میں اپنے اہل وعیال میں پہنچا۔ جن چیزوں کی انھیں ضرورت تھی وہ ان کو دے کر میں نے وصیت کی۔ سب کہنے لگے اس دفعہ تم نے کو باخبر کر دیا۔ اور بنی ثعل کی راہ سے روانہ ہوا۔ عذیب الہجانات تک پہنچا ہی تھا کہ سماعہ بن بدر سے قتل حسینؓ کی خبر مجھے معلوم ہوئی یہ سن کر میں واپس آیا۔

حسینؓ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل خیمہ میں جا کر اترے۔ دیکھا کہ ایک خیمہ ایسا ہے۔ پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے۔ معلوم ہوا عبداللہ بن الحر جعفی کا ہے۔ کہا ان کو میرے پاس بلالاؤ۔ کوئی شخص بلانے کو گیا۔ اس نے جا کر کہا حسینؓ بن علیؓ یہاں آئیں ہیں تم کو بلاتے ہیں۔ ابن الحر نے یہ سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ میں کوفہ سے اسی لیے نکل آیا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کوفہ میں ہوں اور حسینؓ بھی وہاں آئے واللہ میں نہیں چاہتا کہ میں ان سے ملوں اور وہ مجھ سے ملیں۔ پیغام پہنچانے والا واپس آیا اور آپ سے یہ حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے نعلین اٹھائی پہنی کھڑے ہوئے اس کے پاس آئے یمہ کے اندر گئے سلام کیا بیٹھے اور اسے اپنے ساتھ شریک ہونے کو کہا۔ ابن الحر نے جو بات پہلے کہی تھی وہی پھر کہی۔ آپ نے کہا اگر تو ہماری نصرت نہیں کرتا تو ہمارے قاتلوں کے ساتھ شریک ہونے میں خوف خدا کر۔ واللہ جو شخص ہماری پکار سن کر ہماری نصرت نہ کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ابن الحر نے کہا انشاء اللہ یہ تو کبھی نہ ہوگا۔ حضرت حسینؓ یہ سن کر اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قیامگاہ میں چلے آئے۔

کچھ رات باقی تھی کہ آپ نے پانی بھرنے کا حکم دیا اس کے بعد سب قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔ ایک سمت بھیڑ چلے تھے کہ آپ ذرا اونگھ گئے پھر چونک کر فرمایا انا للہ وانا الیہ رجعون والحمد للہ رب العالمین۔ دو دفعہ کلمہ آپ نے کہا۔ یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن الحسینؓ گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب لعالمین۔ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہو جاؤں اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا؟ آپ نے کہا اے فرزند ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی میں نے ایک سوار کو اپنے سامنے گھوڑے پر دیکھا۔ اس نے کہا لوگ چلے جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم کو شہادت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا بابا خدا آپ کو ہر بلا

سے محفوظ رکھے کیا ہم لوگ حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اسی خدا کی جسکے پاس سب کو جانا ہے ہم حق پر ہیں علی بن الحسن نے پھر کہا ہمیں کچھ پروا نہیں۔ مریں گے تو حق پر مریں گے۔ آپ نے کہا جزاک اللہ باپ کی طرف سے فرزند کو جو بہترین جزا مل سکتی ہے وہ تم کو ملے۔

صبح ہوئی اور آپ نے نماز پڑھی فجر جلدی کر کے سوار ہوئے اور اپنے انصار کے ساتھ بائیں جانب مڑنے لگے آپ چاہتے تھے کہ ان کو منفرق کر دیں۔ یہ دیکھ کر حر قریب آتا تھا اور لوگوں کو ادھر جانے سے روکتا تھا اور وہ لوگ حر کو ہٹا دیتے تھے۔ جب حر ان کو مجبور کرتا کوفہ کے رخ پر چلنے کے لیے تو وہ نہیں مانتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ وہ اسی طرح بائیں جانب مڑتے ہوئے چل رہے تھے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حسینؑ اُتر پڑے۔

حر کو ابن زیاد کی ہدایات

اتنے میں ایک اونٹنی سوار ہتھیار لگائے کمان شانہ پر ڈالے کوفہ سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب کے سب اس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ وہ آیا تو حر کو اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا حضرت حسینؓ اور ان کے انصار کو اس نے سلام کیا۔ اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا۔

اس میں لکھا تھا کہ:

میرا قاصد اور میرا خط جب تمھیں پہنچے تو حسینؑ کو بہت تنگ کرنا۔ ان کو صرف ایسی جگہ اترنے دینا جہاں چٹیل میدان ہو کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو جہاں پانی نہ ہو۔ دیکھو قاصد کو میں نے حکم دیدیا ہے کہ وہ تم پر نگران رہے تمھارا ساتھ نہ چھوڑے جب کہ میرے پاس یہ خبر لے کر نہ آئے کہ تم نے میرے حکم کو پورا کر دیا والسلام

حر نے خط پڑھ کر انصارِ حسینؓ سے کہا "یہ خط امیر عبیداللہ بن زیاد کا ہے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ جس مقام پر مجھے یہ خط پہنچے وہیں ہاتھ تنگ کر دوں اور دیکھو یہ شخص اسکا قاصد ہے۔ اس کو حکم ہے کہ میرے پاس سے نہ ہٹے جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ میں نے امیر کی رائے پر عمل کیا اور اس کے حکم کو جاری کر دیا"

یہ سن کر قاصد کی طرف ابوشعثاء یزید بن مہاجر کندی نہدی نے دیکھا اور اسے کے سامنے آ کر کہا تو کیا مالک بن نسیر بدی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں (اور یہ قاصد بھی کندی تھا) ابوشعثاء نے کہا تیرا برا ہو تو کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ کہا جو پیام میں لایا ہوں۔ اس میں اپنے امام کی اطاعت کی اور اپنی بیعت کو میں نے پورا کیا۔ ابوشعثاء نے کہا "تو نے اپنے خدا کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کر کے خود کو ہلاک کیا تو نے اپنے لیے عار و نار کو اختیار کیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے

☆وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار

ويوم القيامة لاينصرون☆

ہم نے کچھ امام پیدا کر دیئے ہیں جو کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں روز قیامت ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

بس ایسا ہی تیرا امام ہے۔

اب حر نے سب لوگوں کو اسی جگہ اترنے کے لیے مجبور کیا جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی بستی تھی۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں نینوا میں یا غاضریہ میں یا شفیہ میں اتر جانے دو۔ حر نے کہا واللہ ایسا نہ ہوگا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ دیکھو یہ شخص جاسوس

کے لیے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔

اس وقت زہیر بن قیس نے عرض کیا ابن رسول ﷺ ہمیں ان لوگوں سے لڑ لینا بہ نسبت ان لوگوں کے جوان کے بعد لڑنے کو آئیں گے زیادہ آسان ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے بعد آپ خیال فرمائیں اتنے لوگ ہم سے لڑنے کو آئیں گے جن کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے جواب دیا میں جنگ میں ابتداء نہیں کرونگا۔ زہیر نے کہا اچھا اس بستی میں چلیے ہم سب وہیں اتر پڑے یہ مقام محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ لوگ ہمیں روکنا چاہیں گے تو اس بات پر ہم ان سے لڑیں گے۔ ان سے لڑ لینا بہ نسبت ان لوگوں کے جوان کے بعد آنے والے ہیں ہمارے لیے زیادہ آسان ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سا قریہ ہے۔ کہا کہ اس کا نام عقر (زخم) ہے۔ آپ نے کہا خداوندا عقر سے مجھ کو بچانا اور آپ وہیں اتر پڑے۔ یہ ۲ محرم ۶۱ ہجری کی جمعرات کا دن تھا۔

عمرو بن سعد کی آمد

اس کے دوسرے دن صبح کو عمر بن سعد چار ہزار کی سپاہ لیے ہوئے کوفہ سے یہاں وارد ہوا۔ سیدنا حسینؓ پر ابن سعد کے لشکر کشی کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ فرقہ دیلم نے موضع دستبی پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے ملک رَے کا فرمان ابن سعد کے نام لکھا اور حکم دیا کہ اس طرف روانہ ہو جاؤ۔ ابن سعد لوگوں کے ساتھ لے کر روانہ ہوا اور حمام اعین میں لشکر گاہ مقرر کی جب سیدنا حسینؓ کا معاملہ پیش آیا اور آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلا بھیجا۔ اور کہا پہلے حسین کی طرف متوجہ ہو۔ ہمارے اور ان کے درمیان جو معاملہ ہے اس کا فیصلہ ہو جائے تو اپنی جگہ پر جانا۔ ابن سعید نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر مناسب سمجھے تو مجھے اس کام سے معاف رکھیے۔ ابن زیاد نے جواب دیا ہاں ایسا ہو سکتا ہے اس شرط پر کہ رے کا فرمان واپس کر دو۔

جب یہ اس نے کہا تو ابن سعد غور کرنے کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی۔ وہاں سے واپس آ کر اس نے اپنے بہی خواہوں میں جس سے شورہ کیا اس نے اس حرکت سے منع کیا۔ خود اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ اسکے پاس آیا اور کہا "ماموں خدا کے واسطے حسینؓ سے مقابلہ کرنے کا قصد نہ کرنا اس میں اپنے خدا کی معصیت بھی ہے اور قطع رحم بھی۔ واللہ اگر روز مین کی سلطنت اور تمام دنیا و مال دنیا سے محروم ہو جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے حسینؓ کے خون میں آلودہ ہو کر تم کو جانا پڑے" ابن سعد نے کہا انشاء اللہ یہی کرونگا۔

ابن سعد کو جب یہ حکم ملا تو عبداللہ نے یسار جہنی اسکے پاس آیا ابن سعد نے کہا کہ امیر نے مجھے حسینؓ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا میں نے انکار کر دیا۔ ابن یسار نے کہا خدا نے تجھ کو راہ صواب دکھادی۔ خدا تجھ کو ہدایت کی توفیق دے۔ اس بلا کو ٹال دے ایسا نہ کر اس کام کے لیے روانہ نہ ہو۔ ابن یسار یہ کہہ کر ابن سعد کے پاس سے چلا آیا۔ کسی نے آ کر خبر دی کہ لو ابن سعد حسینؓ پر چڑھائی کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابن یسار پھر اس کے پاس گیا۔ دیکھا بیٹھا ہوا ہے اسے آتے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ یہ سمجھ گیا کہ اب اس نے لشکر کشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور وہاں سے چلا آیا۔

ابن سعد نے ابن زیاد سے آ کر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے مجھے خدمت دی میرے نام کا فرمان لکھ دیا۔ سب نے سنا۔ پھر اب آپ کی رائے ہو تو اس حکم کو نافذ کر دیجیے۔ اور یہ لشکر جو اشراف کوفہ کا ہے اس پر کسی ایسے شخص

کو جس کی کاردانی و کار آگاہی فن جنگ میں آپ کی مرضی کے موافق ہو مجھے اس پر کوئی فوقیت نہ ہو مقرر کر کے حسینؓ کے مقابلہ پر بھیج دیجئے۔ یہ کہہ کر ابن سعد نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیے۔ ابن زیاد نے کہا معززین کوفہ کے نام مجھے کیا بتاتے ہو میں تم سے یہ مشورہ نہیں چاہتا کہ کس کو مقرر کروں تم اگر لشکر لے کر جاتے ہو تو جاؤ۔ ورنہ میرا فرمان واپس کر دو۔ ابن سعد نے جب اس کا اصرار دیکھا تو کہا اچھا میں جاتا ہوں۔

وہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا اور جس دن سید حسینؓ نینوا میں اترے اس کے دوسرے دن صبح کو آپ کے مقابل آ کر اترا۔ اور عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حضرت حسینؓ کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں کیا ارادہ رکھتے ہیں؟ عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا تھا اسے آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔ ابن سعد نے لشکر کے اور رئیسوں سے بھی جنھوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کو کہا اس نے انکار کیا۔ یہ پیام لے جانا کسی کو گوارا نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بڑا شہسوار و جری تھا۔ ہر بات میں نہایت بے باک تھا۔ اس نے کہا میں حسینؓ کے پاس جاتا ہوں اور آپ کہیں تو واللہ اچانک ایک وار میں ان کا م بھی تمام کر دوں۔ ابن سعد نے کہا یہ میں نہیں کہتا کہ تم ان کو اچانک قتل کرو۔ ہاں ان کے پاس جا کر یہ پوچھو کہ ان کے آنے کا کیا سبب ہے۔ کثیر یہ پوچھنے کو چلا۔

ابو ثمامہ صائدی نے اسے آتے دیکھ کر آپ سے کہا اے عبداللہ خدا آپ کا بھلا کرے یہ جو شخص آپ کے پاس آ رہا ہے دنیا بھر کا شریر و سفاک ہے۔ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اٹھ کھڑے ہوئے اس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھ دے۔ اس نے کہا واللہ یہ نہیں ہو گا بس میں کسی کا لحاظ نہ کرونگا۔ میں فقط قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں۔ تم لوگ میری بات سنو گے تو جو پیام میں لے کر آیا ہوں پہنچا دوں گا۔ اگر نہیں سنتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابو ثمامہ نے کہا میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں۔ پھر جو کچھ تجھے کہنا ہو کہہ لے۔ کہنے لگا واللہ یہ بھی نہ ہو گا قبضہ کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابو ثمامہ نے کہا اچھا جو تجھ کو کہنا ہو مجھ سے کہہ دے میں جا کر آپ سے عرض کر دونگا۔ تجھے تو آپ کے قریب نہ جانے دونگا تو ایک بدکار شخص ہے۔ دونوں میں گالی گلوچ ہوئی اور وہ واپس چلا گیا۔ ابن سعد سے یہ حال بیان کر دیا۔

ابن سعد نے اب قرہ بن قیس حنظلی کو بلا کر کہا۔ قرہ تم ذرا حسینؓ سے مل کر پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ کیا ارادہ ہے؟ قرہ وہاں سے چلا کہ آپ سے ملاقات کرے۔ آپ نے جب اسے آتے ہوئے دیکھا تو ساتھیوں سے پوچھا اس شخص کو تم جانتے ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا ہاں میں پہچانتا ہوں یہ ابی حنظلہ میں سے ہے اور تمیمی ہے۔ ہماری بہن کا بیٹا ہے۔ میں تو اس کو خوش عقیدہ سمجھتا تھا۔ میں نہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ یہ آئے گا۔ اتنے میں قرہ آ پہنچا۔ آپ کو سلام کیا اور ابن سعد کا پیام پہنچا دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ تمھارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آیئے۔ اب اگر میرا یہاں آنا انھیں ناگوار ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔ حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا قرہ کیا تو ان ظالموں میں پھر وہاں سے چلا جائے گا۔ تجھے چاہیے کہ آپ کی نصرت کرے۔ جن کے بزرگوں کی بدولت خدا نے تجھے اور ہمیں عزت عطا فرمائی ہے۔ قرہ نے کہا میں جس کے ساتھ ہوں اس کے پیام کا جواب اسے پہنچانے واپس جاؤں گا اور میری جیسی رائے ہو گی وہ کرونگا۔ یہ کہہ کر وہ ابن سعد کے پاس گیا سب حال بیان کیا۔ ابن سعد نے کہا امید تو ہے کہ خدا مجھ کو ان سے لڑنے اور ان کے ساتھ کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں یہاں جب آ کر حسین کے مقابل اترا تو ایک قاصد کو ان

کے پاس بھیجا۔ ان سے میں نے پوچھا کہ ان کے آنے کا کیا سبب ہے۔ اور وہ کیا چاہتے ہیں کس چیز کے طلبگار ہیں۔ انھوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے میرے پاس ان کے قاصد آئے اور اس بات کے خواہ گار ہوئے کہ میں یہاں آؤں۔ میں چلا آیا اب اگر میرا آنا ان کو ناگوار ہے اور قاصدوں سے جو کچھ انھوں نے کہلا بھیجا اب اس کے خلاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

ابن زیاد کو یہ خط جب سنایا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا

الآن اذعلقت مخالبنا به
یرجو النجاۃ ولات حین مناص

یعنی جب ہمارے پنجہ میں پھنس گئے تو نکلنا چاہتے ہیں اب تو ان کے لیے مفر نہیں"

اس خط کا جواب اس نے ابن سعد کو یہ لکھا

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمھارا خط مجھے پہنچا جو کچھ تم نے لکھا معلوم ہوا، حسینؓ سے کہو کہ یزید بن معاویہ سے وہ خود اور ان کے تمام انصار بیعت کریں۔ اگر انھوں نے بیعت کر لی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے والسلام"

ابن سعد کو یہ خط پہنچا تو کہنے لگا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو عافیت منظور نہیں ہے۔ ابن زیاد کا ایک خط ابن سعد کو آیا اس میں یہ مضمون تھا:

کہ دریا کے اور حسینؓ و اصحاب حسینؓ کے درمیان حائل ہو جا۔ یہ لوگ ایک بوند پانی نہ پی سکیں وہی سلوک جو تقی زکی مظلوم امیرالمومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا ان کے ساتھ بھی روا رکھو۔

اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کا سردار کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ دریا پر جا کر ٹھہرے اور دریا اور حسین و اصحاب حسینؓ کے درمیان یہ سب حائل ہو گئے تاکہ وہ اس سے بوند بھر پانی نہ پینے پائیں۔

عبداللہ بن ابی حسن کا عبرتناک واقعہ

یہ واقعہ آپ کے شہید ہونے سے تین دن قبل کا ہے۔ عبداللہ بن ابی حسن ازدی جو بنی بجیلہ میں شمار ہوتا تھا آپ کے سامنے آ کر پکارا اے حسینؓ ذرا پانی کی طرف دیکھو اس کا آسمانی رنگ کیسا معلوم ہوتا ہے؟۔ واللہ تم پیاسے مر جاؤ گے ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملے گا۔ آپ نے سن کر کہا خداوندا! اس شخص کو پیاس کی اذیت دے کر قتل کر اور کبھی اس کی مغفرت نہ ہو۔ اسکے بعد حمید بن مسلم اس کی بیماری میں عیادت کو گیا تھا وہ کہتا ہے قسم ہے اس خدائے وحدہ لاشریک کی میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس کیے جاتا ہے پھر قے کر دیتا ہے پھر پیتا ہے اور پھر پیاسا ہو جاتا ہے پیاس نہیں بجھتی ہے۔ اسکی یہ حالت یکساں رہی آخر مر گیا۔

حضرت عباسؓ بن علیؓ کا پانی لے کر آنا

جب آپ پر اور آپ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو بلایا تیس سوار، بیس

پیادے اور بیس مشکیں ان کے ساتھ کر دیں اور پانی کے لیے روانہ کیا۔ یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے۔ نافع ابن ہلال علم لیے ہوئے سب سے آگے بڑھ گئے۔

ملعون ابن حجاج کہنے لگا کون ہے آؤ! کیوں آئے ہو؟ نافع نے کہا ہم تو یہ پانی پینے آئے ہیں جس سے تم لوگوں نے محروم کر دیا ہے۔ کہا خوشی سے پی لو، کہا حسینؓ کو اور ان کے انصار کو دیکھتا ہوں کہ پیاسے ہیں، انکے بغیر واللہ میں بھی اس پانی کا ایک قطرہ نہ پیوں گا۔ اتنے میں اور سب لوگ بھی اس کے سامنے آئے۔ ابن حجاج نے کہا ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر اسی لیے متعین کیے گئے ہیں کہ ان کو پانی نہ لینے دیں۔

نافع کے ساتھ والے جب آگئے تو انھوں نے پیادوں سے کہا اپنی اپنی مشکیں بھر لو۔ پیادے دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھر لیں۔ ابن حجاج نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ یہ دیکھ کر عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے بھی ان پر حملہ کیا ان کا منہ پھیر دیا۔ پھر اپنے خیموں کی طرف واپس جانے لگے۔ پیادوں سے کہا نکل جاؤ اور خود دشمنوں کو روکنے کے لیے ٹھہرے رہے۔

عمرو بن حجاج اپنے اصحاب کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور ہٹا دیا۔ اصحاب ابن حجاج میں سے ایک شخص پر نافع بن ہلال نے نیزہ کا وار کیا وہ سمجھا اچھا زخم آیا ہے مگر اسکے بعد زخم پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ انصار حسین مشکیں لیے ہوئے آئے اور آپ کی خدمت میں پہنچا دیں۔

عمرو بن سعد کی سیدنا حسینؓ سے ملاقات

سیدنا حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات کو میرے اور اپنے لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کر۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا۔ آپ بھی بیس سوار ساتھ لے کر نکلے۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب ہٹ جائیں۔ ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں سے ہٹ جانے کا کہا۔ سب وہاں سے اتنی دور ہٹ گئے جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی نہ کوئی بات۔ دونوں آدمیوں کی باتوں میں بہت طول ہوا حتی کہ تھوڑی رات گذر گئی۔ پھر اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے اپنے لشکر میں چلے آئے۔

لوگوں کی افواہیں

لوگوں نے اپنے اپنے وہم وگمان سے کہنا شروع کیا کہ حسین نے ابن سعد سے کہا تو میرے ساتھ یزید کے پاس چل۔ دونوں لشکروں کو ہم یہیں چھوڑ دیں۔ ابن سعد نے کہا میرا گھر ڈھا دیا جائے گا۔ آپ نے کہا میں بنوا دونگا۔ اس نے کہا میری جاگیریں چھن جائیں گی۔ آپ نے کہا اس سے بہتر میں تجھے اپنے مال میں سے دونگا جو حجاز میں ہے۔ ابن سعد نے اسے گوارا نہ کیا۔ لوگوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔ بغیر اسکے کچھ سنا ہو یا کچھ جانتے ہوں ایک دوسرے سے یہی ذکر کرتے تھے۔

حسینؓ کی بے کسی

لیکن محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات میرے لیے اختیار کرو۔ یا یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔ یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں۔ وہ اپنے اور

میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔ یا یہ کرو کہ مملکت اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کردو۔ میں ان لوگوں میں سے ایک عامی شخص بن کر رہونگا۔ میرا نفع ونقصان ان کے نفع ونقصان کے ضمن میں ہوگا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی جیسا لوگ خیال کرتے ہیں اورذکر کیا کرتے ہیں کہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدیں گے۔ یا یہ کہ کسی بلاد اسلام کی سرحد کی طرف مجھے روانہ کردو۔ بلکہ آپ نے یہ کہا مجھے اس وسیع وعریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔

ابن سعد کا ابن زیاد کو خط اور مصالحت کا امکان

ابن سعد سے آپ نے تین یا چار ملاقاتیں کیں۔ اس نے ابن زیاد کو لکھا ''

> خدا نے آگ کے شعلہ کو بجھادیا۔ اختلاف کو دفع کیا، قوم کی بہتری چاہی، حسین اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں، یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں وہیں بھیج دیں۔ وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے۔ نفع و ضرر میں سب کا ساتھ دیں گے۔ یا امیرالمومنین یزید کے پاس جا کر اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ اپنے اور ان کے درمیان جو فیصلہ چاہے وہ کرے۔ اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور امت کی بھی بہتری ہے۔

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا ایسے شخص کا یہ خط ہے جو اپنے امیر کا خیرخواہ، اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا۔

شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی

یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا انکی یہ بات قبول کرتا ہے۔ ارے وہ تو تیری زمین پر اترے ہوئے ہیں۔ تیرے پہلو میں موجود ہیں۔ واللہ تیری اطاعت کئے بغیر اگر وہ تیرے شہر سے چلے گئے تو ان کے لیئے قوت وغلبہ اور تیرے لیے عاجزی وکمزوری ہوگی۔ یہ موقع ان کو نہ دینا چاہیئے اس میں تیرے لیے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ وہ اور ان کے انصار سب تیرے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر تو سزا دے تو تجھے سزا کا حق ہے۔ اگر معاف کردے تو تجھ کو اختیار ہے۔ واللہ میں تو یہ سنتا ہوں کہ حسین اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرتے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تو نے کے اچھی رائے دی ہے۔ رائے ہے تو بس یہ ہے۔

ابن زیاد کا عمرو بن زیاد کو خط

پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر شمر کو دیا کہ یہ خط لے کر ابن سعد کے پاس جا۔ اسے چاہیئے کہ حسینؓ اور ان کے انصار سے کہے کہ وہ سب میرے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو ان سے قتال کرے۔ اگر ابن سعد نے ایسا ہی کیا۔ تو تو بھی اس کی اطاعت کرنا۔ اور اس کی بات کو ماننا۔ اگر اس نے انکار کیا تو ان لوگوں سے تو خود قتال کرنا تو ہی امیر لشکر ہے۔ اور ابن سعد پر حملہ کرنا۔ اس کی گردن مارنا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دینا۔

اور ابن سعد کو ابن زیاد نے جو خط لکھا اس کا یہ مضمون تھا۔

''میں نے تجھے حسینؓ کے مقابلہ میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تو ان کو بچانے کی فکر کرے یا ان پر احسان کرے یا ان کی سلامتی منائے یا میرے سامنے ان کا سفارشی بن بیٹھے۔ سن اگر حسینؓ اور ان کے انصار میرے حکم پر سر جھکا دیں اور گردنیں خم کر دیں۔ تو سب کو طاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ سب قتل ہو جائیں اور سب کے سر کاٹ لے۔ وہ سب اسی لائق ہیں۔ حسینؓ جب قتل ہو جائیں تو ان کے سینہ پر اور پشت پر سواروں کو دوڑا دے۔ کہ وہ نافرمان مخالف خود سر ظالم ہیں۔ میری دل کی یہ بات نہیں ہے کہ مرنے کے بعد کچھ ان کو ایذا پہنچے۔ لیکن میں زبان سے کہہ چکا ہوں کہ اگر میں انھیں قتل کرتا تو ان کے ساتھ یہ سلوک کرتا۔ اگر ان کے بارے میں تو ہمارے حکم کی تعمیل کرے گا۔ تو تجھ کو وہ عوض ملے گا جو ایک فرماں دار و طاعت گزار کو ملنا چاہیئے۔ اور اگر تجھے یہ منظور نہیں ہے تو ہماری خدمت سے اور ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جا۔ لشکر کو شمر پر چھوڑ دے۔ ہم نے اسے اپنے احکام بتا دیئے ہیں والسلام۔

شمر لعین کی کربلا روانگی

شمر کو جب یہ خط ملا تو وہ خود اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی محل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام علی بن ابو طالبؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بطن سے عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل بن حزام نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے ہماری بہن کے بیٹے حسین کے ساتھ ہیں۔ تو مناسب سمجھے تو ان کے لیے امان لکھ دے۔ عبداللہ نے اپنے آزاد کردہ غلام کے ہاتھ جس کا نام کرمان تھا اس حکم کو روانہ کیا۔ کرمان نے وہاں جا کر ان لوگوں کو بلایا اور کہا تمھارے ماموں نے یہ تمھارے لیے امان بھیجی ہے۔ ان جوانوں نے کہا ہمارے ماموں کو سلام کہنا اور کہہ دینا ہمیں تم لوگوں کی امان نہیں چاہیے۔ پسر سمیہ کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔

شمر جب ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا اس نے خط کو پڑھا ابن سعد نے شمر سے کہا'' وائے ہو تجھ پر تو نے کیا حرکت کی خدا تیری صحبت سے بچائے خدا غارت کرے یہ کیا تو میرے پاس لے کر آیا ہے۔ واللہ میرا یہی گمان ہے کہ تو نے ہی اس کی رائے کو پھیر دیا کہ وہ میری تحریر کو نہ مانے۔ جس معاملہ میں اصلاح کی ہم کو امید تھی تو نے اسے بگاڑ دیا۔ واللہ حسین گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہے جو برداشت نہیں کر سکتا۔

ابن سعد کی امان کو رفقاء حسین کا ٹھکرانا

شمر نے کہا یہ تو بتا تیرا کیا ارادہ ہے؟ تو اپنے امیر کے حکم پر چلے گا اس کے دشمن کو قتل کرے گا؟ یہ نہیں تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ دے۔ ابن سعد نے کہا نہیں تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود یہ کام کرونگا شمر نے کہا پھر تمھیں کرو۔ ابن سعد اب لشکر لے کر چلا یہ جمعرات ۹ محرم اور شام کا وقت تھا۔ شمر آ کر انصار حسین کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟۔ یہ سن کر عباس و جعفر و عثمان بنی علی اسکے پاس آئے۔ کہا تجھے کیا کام ہے کیا کہتا ہے۔ کہا میری بہن کے فرزندو! تمھارے لیے امان ہے۔ ان نوجوانوں نے جواب دیا کہ تجھ پر لعنت! تیری امان پر لعنت! تو ہمارا ماموں ہے تو ہم کو امان دیتا ہے اور رسول ﷺ کے فرزند کو امان نہیں۔

حسین! تم ہمارے پاس آ جاؤ گے، آپ ﷺ

ابن سعد نے ندا کی ''اے خدائی فوج کے سوارو! گھوڑوں پر چڑھو اور خوش رہو'' نماز عصر کے بعد اپنے لوگوں کو لے کر سوار ہوا اور ان لوگوں پر چڑھائی کر دی۔ اس وقت حسینؓ اپنے خیمہ کے سامنے اس ہیئت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹکے ہوئے تھے۔ آپ نے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

آپ کی بہن زینب نے شور کی آواز سنی تو بھائی کے پاس آ ئیں۔ کہا بھائی آپ نے سنا کہ لوگوں کی آوازیں قریب سے آ رہی ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے زانوں سے سر اٹھایا اور کہا۔ میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرماتے ہیں تم ہمارے پاس آ جاؤ گے۔ بہن نے یہ سن کر اپنے منہ کو پیٹ لیا اور کہا ہائے آپ نے کہا ہائے نہیں! بہن خدا تم پر رحم کرے! چپ رہو۔

عباس بن علیؓ نے کہا بھائی وہ لوگ حملہ آور ہو گئے۔ یہ سن کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے کہا ''عباس میں تم پر فدا ہو جاؤں گھوڑے پر سوار ہو۔ بھائی ان لوگوں سے جا کر ملو پوچھو تم کیا چاہتے ہو تمہارا ارادہ کیا ہے؟۔ ادھر آنے کا کیا سبب ہے۔

عباس کوئی بیس سواروں کو ساتھ لے کر جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے ان لوگوں کے پاس آئے۔ کہا تمھارا ارادہ کیا ہے تمھارے جی میں کیا آئی ہے۔ ان لوگوں نے کہا امیر کا یہ حکم آیا ہے تم لوگوں سے کہہ دیں کہ تم اس کے حکم پر سروں کو جھکا دو، ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ عباس نے کہا ذرا ٹھہرو میں ابی عبداللہ حسین کے پاس جا کر جو کچھ تم کہتے ہو ان سے عرض کرتا ہوں۔ یہ لوگ ٹھر گئے اور کہنے لگے جاؤ ان کو خبر کر دو پھر ہم سے آ کر بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ عباس گھوڑا دوڑا کر حسین کے پاس یہ خبر لے کر چلے۔ اور ان کے سب انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کو ٹھہرے رہے۔

حبیب ابن مظاہر اور زہیر بن قین کی دشمنوں سے گفتگو

ابن مظاہر نے زہیر سے کہا چاہو تو تم ان لوگوں سے گفتگو کرو یا کہو تو میں کچھ کہوں۔ زہیر نے کہا تمھیں نے یہ ذکر نکالا ہے تمھیں ان سے گفتگو کرو۔ حبیب نے ان لوگوں سے خطاب کر کے کہا۔

سنو کل کے دن خدا کے سامنے جو لوگ آئیں گے۔ واللہ بہت برے وہی لوگ ٹھہریں گے جنھوں نے اس کے نبی ﷺ کی اولاد کو ان کی عترت کو ان کے اہل بیت کو اور اس شہر کے عابدوں کو قتل کیا ہوگا۔ جن کی صبح عبادت میں گذرتی ہے۔ جن کی زبان پر ذکر خدا جاری رہتا ہے۔

یہ سن کر عزرہ بن قیس بولا یا تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے نفس کو پاک رکھو۔ زہیر نے اس سے کہا اے عزرہ خدا نے ان کے نفس کو پاک کیا ہے انھیں ہدایت کی ہے۔ اے عزرہ خدا سے ڈر۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ خدا کے واسطے ان نفوس زکیہ کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ تو شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت کے بانی ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر اہل بیت کے شیعوں میں سے تجھے نہیں جانتے تھے تو تو عثمان والوں میں تھا۔

زہیر کو نصرت حسین کا القاء

زہیر نے کہا مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں انھیں لوگوں میں سے ہوں۔ سن! بخدا نہ میں نے کبھی کوئی خط ان کو لکھا۔ نہ کبھی کوئی قاصد ان کے پاس بھیجا۔ نہ کبھی میں نے ان سے نصرت کا وعدہ کیا۔ ہوا یہ کہ راہ میں انکی مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ ان کو دیکھ کر مجھے رسول ﷺ یاد آ گئے۔ اور ان کا مرتبہ جو انکے رشتہ سے ہے اس کا خیال آ گیا۔ اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تمھارے جرگہ کے لوگوں میں جا رہے ہیں؟ بس میری رائے یہ ہوئی کہ ان کی نصرت کروں۔ ان کے جرگہ میں شریک ہو جاؤں۔ اپنی جان انکی جان پر فدا کر دوں۔ تا کہ جس حق خدا و حق رسول ﷺ کو تم نے ضائع کر دیا اپنی جان ان کی جان پر فدا کر دوں۔

اتنے میں عباس بن علی گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے ان لوگوں تک آ پہنچے۔ اور کہا اے لوگو۔ ابو عبداللہ الحسین تم سے درخواست کرتے ہیں کہ اس وقت تم واپس ہو جاؤ تا کہ وہ اس بارے میں غور کر لیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمھارے اور ان کے درمیان اس بارے میں گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح کو انشاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ یا تو جس بات کو تم چاہتے ہو اور جو سلوک تمھیں منظور ہے ہم اس پر راضی ہو جائیں گے۔ یا ہمیں یہ بات ناگوار ہوگی تو انکار کر دیں گے۔

اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو ٹال دیں جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ اپنے اہل بیت کو وصیت کر لیں۔ عباس بن علی نے آ کر جب یہ بات کہی۔ تو ابن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ شمر نے کہا تیری جو رائے ہو۔ تو امیر لشکر ہے تیری جو رائے ہو بس وہی رائے ہے۔ ابن سعد نے کہا میں تو چاہتا ہوں کہ کچھ نہ ہو۔ ابن سعد اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ان سے پوچھا تمھاری کیا رائے ہے؟ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا۔ سبحان اللہ! اگر یہ لوگ کفار دیلم سے ہوتے اور تجھ سے یہی سوال کرتے تو واللہ تجھے قبول کر لینا چاہیئے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا ان کی یہ بات مان لو، اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ابن سعد نے کہا اگر یہ مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ لڑیں گے تو میں اس وقت مہلت نہ دوں۔

اور عباس بن علی نے جب سیدنا حسینؓ سے یہ آ کر کہا تھا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے تو آپ نے کہا تھا تم پھر پلٹ کر جاؤ تم سے ہو سکے تو ان لوگوں کو کل صبح پر ٹال دو اور آج کی شام کے لیے ان کو ہم سے دفع کرو۔ آج کی رات ہم اپنے پروردگا کی عبادت کر لیں۔ اس سے دعا کر لیں۔ اس سے مغفرت طلب کر لیں۔ خدا ہمیں خوب جانتا ہے کہ اس کی عبادت کو، اس کی کتاب کی تلاوت کو، دعا و استغفار کی کثرت کو میں محبوب رکھتا تھا۔

شب عاشور کے حالات

علی بن حسین کہتے ہیں ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی اور کہا ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دی ہے اگر تم اطاعت کر لو گے تو تمھیں اپنے امیر ابن زیاد کے پاس ہم روانہ کر دیں گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو پھر ہم تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔

دس محرم کی شب حسینؓ کا خطاب

ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس گیا اس وقت شام ہونے کو تھی۔ حضرت حسینؓ نے اپنے انصار کو جمع کیا۔ علی بن حسین کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں آپ کے قریب چلا گیا کہ سنوں کیا فرماتے ہیں۔ اور میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ

میرے والد اپنے انصار سے فرما رہے ہیں: خدائے تبارک و تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا میں بجالاتا ہوں۔ اور راحت و مصیبت میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خداوندا! میں تیرا شکر بجالاتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت کے رشتے سے معزز فرما دیا، تو نے ہم کو قرآن کی تعلیم دی، تو نے ہم کو علم دین عطا کیا، تو نے ہم کو سماعت و بصارت دی اور دل دیا، تو نے ہم کو مشرکوں میں شمار نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ اپنے انصار سے افضل و بہتر انصار اور اپنے اہل بیت سے زیادہ وفادار و فرماں بردار اہل بیت میں نے نہیں دیکھے۔ سنو! میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی شہادت طے ہے۔ سنو! تم سب کے بارے میں میری یہ رائے ہو چکی ہے، میری اجازت سے تم سب چلے جاؤ، میری طرف سے کوئی ممانعت تم پر نہیں ہے، دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو، (اور میرا ساتھ چھوڑ کر اپنی جان بچاؤ)۔

سب لوگ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہیں

اس سے کچھ پیشتر ضحاک بن عبداللہ اور مالک بن نضر آپ کے پاس آئے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ نے جواب سلام دے کر خیر مقدم کیا، آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے کہ آپ کو سلام کرلیں۔ آپ کی سلامتی کی دعا مانگیں۔ آپ سے ملاقات کرلیں۔ لوگوں کی حالت آپ سے بیان کریں۔ سنیئے ہم آپ سے کہے دیتے ہیں سب لوگ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہیں آپ اپنے لیے کچھ فکر کریں۔

حسینؓ نے کہا حسبی اللہ و نعم الوکیل۔ دونوں شخص کچھ شرمندہ ہوئے۔ خدا سے آپ کے لیے دعا مانگنے لگے۔ آپ نے کہا میری نصرت کرنے کو تمھیں کیا امر مانع ہے؟۔ مالک نے کہا میں قرضدار ہوں، صاحب عیال ہوں۔ ضحاک نے کہا میں بھی قرضدار و عیال دار ہوں لیکن جب کوئی لڑنے والا نہ رہے تو مجھے واپس جانے کی اجازت دیجئے گا۔ پھر میں آپ کی طرف سے قتال بھی کرونگا اگر دیکھوں گا کہ میرا نصرت کرنا آپ کے لیے نافع ہے۔ اور آپ کی مصیبت کو میں دفع کرسکتا ہوں۔ آپ نے کہا تم کو اجازت ہے۔ یہ سن کر ضحاک کہتا ہے میں وہیں ٹھہرا رہا۔

اہلِ بیت کی حسینؓ سے محبت

جب یہی شب آئی تو آپ نے کہا دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔ تم میں سے ایک ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لے۔ پھر جب تک کہ خدا اطمینان دے تم سب اپنے اپنے قصبوں میں شہروں میں نکل جاؤ۔ یہ لوگ میرے ہی طلبگار ہیں۔ مجھے قتل کر دیں گے تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہ کریں گے۔

یہ سن کر آپ کے بھائی، بیٹے، بھتیجے اور بھانجے سب کہنے لگے: ہم سے یہ نہ ہوگا کہ آپ کے بعد ہم زندہ رہیں، ہمیں خدا وہ دن نہ دکھائے۔ سب سے پہلے عباس بن علی نے یہ کلمہ کہا پھر سب نے اسی طرح کلام کیا۔

حسینؓ نے پکار کر کہا۔ اے اولادِ عقیل مسلم کا قتل ہونا تمھارے لیے کافی ہے! تم چلے جاؤ، میں اجازت دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے یہی کہیں گے نا کہ ہم اپنے بزرگ اپنے سردار اور ان کے ساتھ اپنے بنی عم کو جو بہترین عم تھے چھوڑ کر چلے آئے۔ نہ ان کے ساتھ شریک ہو کر ایک تیر لگایا، نہ برچھی کا کوئی وار کیا، نہ کوئی تلوار کا ہاتھ مارا۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ ان پر کیا گذری۔ ہرگز نہیں۔ واللہ ہم سے یہ نہ ہوگا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں، اپنا مال، اپنے اہل و عیال کو آپ پر فدا کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے۔ جو آپ کا حال ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ خدا وہ زندگی نہ

دے جو آپ کے بعد ہو۔

مسلم بن عوسجہ اسدی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور ابھی خدا کے سامنے آپ کے حق سے ہم بری الذمہ نہیں ہوئے۔ ہاں واللہ جب تک میری برچھی ان لوگوں کے سینہ میں ٹوٹ کر نہ رہ جائے۔ جب تک قبضہ میرے ہاتھ میں ہے تلواریں ان کو نہ مارلوں۔ میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ اگر ان سے لڑنے کے لیے ہتھیار میرے پاس نہ ہوتے تو میں آپ کی نصرت میں انھیں پتھر مار مار کر آپ ہی کے ساتھ مر جاتا۔

سعد بن عبداللہ نے کہا واللہ ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ خدا یہ تو دیکھ لے کہ رسول ﷺ کے بعد ہم نے آپ کی کیسی حفاظت کی۔ واللہ اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں گا۔ پھر زندہ کیا جاؤنگا پھر جیتا جلایا جاؤں گا پھر میری راکھ اڑادی جائے گی۔ ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گذرے گی۔ تب بھی جب تک آپ کی نصرت میں مجھے موت نہ آجاتی آپ سے جدا نہ ہوتا اور اب تو ایک ہی دفعہ قتل ہو جانا ہے۔ اور اس میں وہ شرف واعزاز ہے جسے ابد تک زوال نہیں پھر میں اسے کیوں نہ حاصل کروں۔

زہیر بن قیس نے کہا واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اسی طرح ہزار دفعہ قتل ہوں کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت میں ان نوجوانوں کو بچالے۔

اسی طرح ایک ہی طرز کے کلام آپ کے انصار میں ایک جماعت نے کیے۔ کہتے تھے واللہ آپ کو ہم چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ بلکہ آپ پر اپنی جانیں فدا کر دیں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنوں سے اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ ہم قتل ہو جائیں تو وہ حق جو ہم پر ہے وفا ہو جائیگا۔

شب عاشوراء حسینؓ کے اشعار

علی بن حسین بیان کرتے ہیں اس شام کا ذکر ہے جس کی صبح کو میرے والد قتل ہوئے میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں جب کہ میرے والد نے اپنے انصار کے ساتھ اپنے خیمہ میں تخلیہ کیا تھا اس وقت ابوذر غفاری کے آزاد کردہ غلام حوئی آپ کے پاس تلوار کو دیکھ بھال کر درست کر رہے تھے اور آپ اس مضمون کے شعر پڑھ رہے تھے:

"اے دہر نا پائیدار تجھ پر دا ہو۔ کیا برا دوست ہے تو کہ ہر صبح و شام کسی
دوست یا دشمن کو مارتا ہے۔ ایک کے عوض میں دوسرے کو قبول نہیں کرتا۔
اور یہ سب حکم خدا سے ہوتا ہے۔ اور جو زندہ ہے اسے اس رستہ پر جانا ہے"

ان اشعار کو آپ نے دو تین دفعہ پڑھا۔ میں جان گیا کہ کیا ارادہ آپ نے کیا تھا۔ مجھے بے اختیار رونا آیا۔ میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا۔ خاموش رہا۔ سمجھ گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔

اشعار پر زینبؓ کا آہ و بکا

مگر میری پھوپھی نے بھی ان اشعار کو سن لیا۔ عورتوں کی طبیعت میں رقت اور بے صبری ہوتی ہے وہ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ برہنہ سر دوڑیں چادر کو کھینچتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں۔ کہنے لگیں "وامصیبتاہ" ارے آج مجھے موت آگئی ہوتی! اے بزرگوں کے جانشین! اے درماندوں کے شفیق! بس آج میری ماں فاطمہؓ مر گئیں اور میرے باپ

میرے بھائی حسن نے آج رحلت کی''۔

آپ نے ان کی طرف دیکھا فرمانے لگے۔ پیاری بہن دیکھو کہیں شیطان تمھارے حلم کو زائل نہ کردے۔ کہنے لگیں اے ابوعبداللہ میرے ماں باپ تم پر فدا میری جان تم پر فدا تم نے قتل ہونا گوارا کرلیا۔ یہ سن کر آپ نے طبیعت کو سنبھالا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ موت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کہا ہائے بھائی کیا تمھیں مجبور کر کے قتل کریں گے اس سے تو اور بھی میرا کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ میرے دل پر سخت قلق گذر رہا ہے۔ یہ کہہ کر منہ کو پیٹا، گریبان کو پھاڑ ڈالا، غش کھا کر گر پڑیں۔ (یہ روایت ابومخنف رافضی کی ہے، اور یہ راوی متعصب اور غیر ثقہ ہے)۔

بہن کا یہ حال دیکھ کر آپ کھڑے ہوگئے، ان کے پاس آ کر چہرہ پر پانی چھڑکا، کہا: پیاری بہن! خدا کا خوف کرو، خدا کے لیے صبر کرو، اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ بس اللہ کی ذات کے سوا جس نے اپنی قدرت سے اس زمین کو پیدا کیا ہے اور جو پھر خلق کو زندہ کرے گا۔ اور سب کے سب واپس آجائیں گے او جو یگانہ وتنہا ہے۔ سب چیزیں مٹ جانی والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میری ماں مجھ سے بہتر تھیں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور مجھے اور ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول ﷺ کے حال سے تسکین ہونی چاہیے۔

اسی طرح کے کلمے کہہ کر آپ نے انھیں سمجھایا۔ پھر کہا پیاری بہن! میں تم کو قسم دیتا ہوں میری اس قسم کو پورا کرنا۔ میں مرجاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا، منہ کو نہ پیٹنا، ہلاکت وموت کو نہ پکارنا۔ یہ کہہ کہ آپ انھیں اپنے ساتھ لائے اور میرے پاس لا کر بٹھا گئے۔ پھر آپ خیمہ سے باہر چلے گئے۔ انصار کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کریں کے طنابوں کے اندر طنابیں آجائیں (خیموں کا ایک حلقہ سا بن جائے) سب لوگ خود اس حلقہ کے درمیان رہیں۔ بس ایک رخ جدھر سے دشمن آنے والے ہیں کھلا رہنے دیں۔

حسینؓ اور ان کے اصحاب تمام رات بیدار رہے۔ سواروں کا ایک دستہ جوان لوگوں کی نگہبانی کرنے کو دشمن کی طرف سے مقرر ہوا تھا ادھر سے گذرا۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

" الالایحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم، انما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین. ماکان الله لیذر المؤمنین علی ماانتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب"

ہاں جو لوگ کافر ہوگئے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ اس میں ان کے لیے بہتری ہے، ہم تو اس لیے انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ اور بھی گناہوں میں مبتلا ہوجائیں ان کے لیے تو ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کریگا کہ تم لوگ جس حال میں ہو اسی حالت میں مؤمنین کو رہنے دے۔ وہ پاک وناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا۔

اس آیت کو اس دستے کے لوگوں میں سے ایک شخص نے سنا اور کہنے لگا قسم ہے رب کعبہ کی ہمیں لوگ پاک ہیں اور تم لوگوں سے ہم جدا کرلیے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر بریر سے پوچھا جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ کہا میں نہیں جانتا کہا یہ ابوحرب سبعی ہے اور یہ شخص بڑا ہنسنے والا بے ہودہ شرفاء میں بڑا دلیر وسفاک تھا۔

سعید بن قیس نے اسے قتل پر کبھی قید بھی کیا تھا۔ بریر نے اس کا نام سن کر پکارا۔ او فاسق تجھ کو خدا نے پاک لوگوں میں شامل کیا پوچھا تو کون ہے۔ کہا بریر بن حضیر ہوں میں کہنے لگا انا للہ یہ بات مجھ پر شاق ہے۔ اے بریر واللہ تو ہلاک

ہوا واللہ تو ہلاک ہوا۔ بریر نے کہا اے ابو حرب خدا کے سامنے اپنے کبیرہ سے توبہ کر لینے کا یہی وقت ہے۔ نحن واللہ ہم سب پاک لوگوں میں ہیں اور تم سب ناپاک ہو کہنے لگا (تمسخر سے) وانا علی ذالک من الشاہدین یعنی ہاں ہاں میں بھی گواہوں میں ہوں۔ ایک شخص نے کہا وائے ہو تجھ پر جان کر بھی تو نہیں سمجھتا۔

یوم عاشوراء کی صبح

روز عاشورہ ہفتہ کا دن تھا یا جمعہ، جب ابن سعد صبح کی نماز پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا۔ حسینؓ نے بھی اپنے انصار کی صفیں جمائیں۔ ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

لشکرِ حسینؓ کی صف بندی

آپ کے ساتھ بتیس سوار تھے اور چالیس پیادے۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قین کو میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا۔ اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو دیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا۔ اور خیموں کے پیچھے آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور بانس جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے۔ خوف یہ تھا کہ دشمن پیچھے سے نہ حملہ کریں۔ حسینؓ کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے ایک پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی کو شب کے وقت سب نے کھود کر خندق سا بنا لیا تھا اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دیئے تھے تا کہ صبح کو دشمن یہاں سے ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ یہی احتیاط انہوں نے کی اور ان کے کام بھی آئی۔

لشکر ابن زیاد کی صف بندی

ابن سعد نے جب آپ پر چڑھائی کی تو اس کے ساتھ ایک چوتھائی اہل مدینہ تھے۔ ان کا رئیس عبداللہ بن زہیر ازدی تھا۔ ایک چوتھائی قبیلہ مذحج و اسد کے لوگ تھے۔ ان کا سردار عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ تھا۔ ایک چوتھائی قبیلہ ربیعہ و کندہ کے لوگ تھے۔ ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ ایک ربع قبیلہ تمیم و ہمدان کے لوگ تھے۔ ان کا سردار حُر تھا۔ حُر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسین میں شریک تھے۔ صرف ایک حُر تھا کہ ان لوگوں سے جدا ہو کر حسینؓ کی طرف چلا یا اور آپ کے ساتھ قتل ہوا۔

ابن سعد نے اپنے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن ابن شرحبیل بن اعور بن عمر بن معاویہ بن کلاب کو متعین کیا۔ رسالہ عزرہ بن قیس کو دیا۔ پیادے شبث بن ربعی کے حوالے کیے اور اپنے غلام آزاد درید کو لشکر کا علم دیا۔

حسینؓ کا نورہ لگانا

جب یہ لوگ آپ سے قتال کے لیے بڑھے تو آپ نے حکم دیا کہ بڑے پیالہ میں مشک حل کیا جائے۔ حل کیا گیا۔ اب خیمہ کے اندر آپ نورہ لگانے کے لیے گئے۔ آپ کو انصار لگانے کے لیے بڑھے۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری یہ چاہتے تھے کہ آپ کے بعد سب سے پہلے میں نورہ لگاؤں اور بریر کہتے تھے پہلے میں لگاؤں گا۔ خیمہ کے در پر دونوں کا شانہ سے شانہ لڑ گیا۔ بریر عبدالرحمٰن سے کچھ مزاح کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن نے کہا مجھے معاف رکھیے واللہ بے ہودہ باتوں

کا یہ وقت نہیں ہے۔ بریر نے کہا میری قوم کے سب لوگ واللہ اس امر سے خوب واقف ہیں کہ نہ جوانی میں مجھے بے ہودہ باتوں سے رغبت تھی نہ بڑھاپے میں کبھی رغبت ہوئی۔ لیکن واللہ اب جو واقعہ ہم لوگوں پر گذرنے والا ہے میں اسکے خیال سے خوش ہو رہا ہوں۔ ہمیں حوریں ملنے میں واللہ بس اتنی ہی دیر ہے کہ یہ لشکر والے تلواریں کھینچ کر ہم پر آ پڑیں۔ اور مجھے تو آرزو ہے کہ وہ تلواریں کھینچ کر ہم سب پر آ پڑیں۔

غرض جب آپ نورہ سے فراغت کر چکے تو سب انصار نے خیمہ کے اندر آ کر نورہ لگایا۔ اب آپ سوار ہوئے اور قرآن منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ آپ کے پیشِ نظر آپ کے انصار نے شدید جنگ کی۔

جنگ کے حالات

راوی کہتا ہے کہ جب وہ لوگ قتل ہو گئے تو میں وہاں سے سرک گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ صبح کے وقت دشمنوں کا رسالہ جب حسین کی طرف بڑھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا ''خداوندا! ہر مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسا ہے۔ ہر طرح کی سختی میں تجھی سے مجھ کو امید ہے جو بلا مجھ پر نازل ہو اس میں تیرا ہی سہارا ہے۔ تجھی پر بھروسا ہے۔ کتنی ہی آفتیں اس طرح کی پیش آئیں، جس میں دل بیٹھ جائے جس کا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ جس میں دوست ساتھ نہ دے جس میں دشمن خوشی منائے۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ تجھ سے اپنا دردِ دل کہا، تیرے سوا کسی سے کہنے کو دل نہ چاہا، تو نے آفتوں کو ٹال دیا دفع کر دیا۔ بس ہر نعمت کا بخشنے والا، ہر نیکی کا عطا کرنے والا، ہر مراد کا دینے والا تو ہی ہے۔

جب وہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پاس پشت پر آگ بھڑک رہی ہے۔ ایک شخص ان میں گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گذرا۔ اس نے کسی سے کچھ بات نہیں کی۔ سیدھا خیموں کی طرف گیا۔ دیکھا آگ کے شعلوں میں اسے خیمے دکھائی نہیں دیے۔ وہاں سے پلٹا اور پکار کر کہنے لگا حسین قیامت سے پیشتر دنیا ہی میں تم نے آگ میں جانے کی جلدی کی۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ شاید شمر بن ذی الجوشن ہوگا۔ لوگوں نے کہا ہاں وہی ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ او بکریاں چرانے والی کے بچے! آگ میں جلنے کا اہل تو ہے۔

مسلم بن عوسجہ نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں کہیے تو اسے تیر ماروں وہ میری زد پر ہے، تیر خطا نہ کرے گا۔ یہ فاسق بڑے جباروں میں سے ہے۔ آپ نے کہا تیر نہ مارنا، ابتداء ادھر سے کرنا مجھے گوارا نہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔ اسکا نام لاحق تھا۔ اس گھوڑے پر علی بن حسین کو سوار کیا۔ دشمن جب آ پڑے تو آپ نے اپنے اونٹ کو طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے۔ اور بہت بلند آواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا۔

سیدنا حسینؓ کی میدان جنگ میں تقریر

لوگو! میری بات سن لو۔ میرے ساتھ جلد وہی نہ کرو، جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں مجھے کہہ لینے دو۔ اور لوگوں کے پاس چلے آنے کا عذر مجھے کر لینے دو، اگر تم میرا عذر مان لوگے میری بات کو سچ سمجھو گے۔ میرے ساتھ انصاف کرو گے تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے۔ اور اگر تم میرا عذر نہیں مانتے اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے،

" فاجمعو اامر کم و شر کاء کم ثم لایکن امر کم علیکم غمة ثم ا قضوا الی و لا تنظرون ان ولی الله الذی نزل الکتاب وهویتولی الصالحین "

یعنی پھر جو تمھارا ارادہ ہو اس پر آمادہ ہو جاؤ۔ اپنے شرکاء کو پکارو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اب کوئی تردد تم کو نہیں۔ پھر میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا تو سہارا خدا پر ہے جس نے کتاب کو نازل کیا ہے۔ وہی نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

ابن عباسؓ کی نصیحت

آپ کا یہ کلام آپ کی بہنوں، بیٹیوں نے سنا تو چلا چلا کر رونے لگیں۔ ان کی آوازیں بلند ہوئیں آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی اور اپنے فرزند علی بن حسین کو انکے پاس بھیجا کہ انھیں چپ کراؤ۔ ابھی تو انھیں بہت رونا ہے۔ یہ دونوں صاحب جب ان کو خاموش کرنے کے لیے چلے گئے تو آپ نے کہا ''ابن عباس نے کیا بات کہی تھی'' یعنی حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو منع کیا تھا کہ حرم کو ساتھ نہ لے جایئے۔ اب ان کے رونے کی آواز سن کر آپ کو ابن عباس کا کہنا یاد آ گیا۔

جب حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوگئی تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کی اور اس کی شان کے لائق اس کا ذکر کیا اور اللہ کی صلوات محمد ﷺ پر اور اس کے ملائکہ اور اس کے انبیاء پر بھیجی۔ حمد و نعت میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپ نے کہیں۔ بیان میں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں،

راوی کہتا ہے کہ میں نے کسی کی ایسی فصیح و بلیغ تقریر نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھی نہ اسکے بعد کبھی سنی۔ اسکے بعد آپ نے کہا

> ''میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا، میری ہتک عزت کرنا، کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے؟۔ کیا میں تمھارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے ابن عم کا فرزند نہیں ہوں؟ جو کہ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا کے پاس سے اس کا رسول جو احکام لے کر آیا انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ کیا سید الشہداء حمزہ میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار شہید ذوالجناحین میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ رسول ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں جوانانِ اہل بہشت کے سردار ہیں جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ حق بات ہے۔ اگر تم میری تصدیق کرو گے تو سن لو واللہ جیسے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ جھوٹ بولنے والے سے خدا بیزار ہوتا ہے اور جھوٹ گھڑنے والے کو اس کے جھوٹ سے ضرر پہنچتا ہے، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان سے تم پوچھو تو وہ بیان کریں گے، جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدری یا سہل بن سعد ساعدی یا زید بن ارقم یا انس بن مالک سے پوچھ کر دیکھو۔ یہ لوگ تم سے بیان کریں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول ﷺ کو یہی کہتا سنا ہے۔ کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے۔

شمر نے کہا یہ خدا کی عبادت ایک ہی رخ سے کرتے ہیں۔ خدا جانے کیا کہہ رہے ہیں۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔

واللہ میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر رخ سے کرتا ہے۔ بے شک تو سچ کہتا ہے تیری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر کر دی ہے۔

> پھر آپ نے ان لوگوں سے کہا تمھیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے نبی کا نواسا ہوں۔ واللہ اس وقت مشرق سے لے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے ہو یا تمھارے سوا ہو کسی نبی کا نواسا نہیں ہے۔ اور میں تو خاص تمھارے نبی کا نواسا ہوں۔ یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے۔ یا تمھارے کسی رجال کو ڈبو دیا ہے۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے۔ اس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو۔

اب کوئی آپ کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا ''اے شبث بن ربعی اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں۔ تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔

ان لوگوں نے جواب دیا ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپ نے کہا نہیں واللہ تم نے لکھا تھا۔ لوگو! میرا آنا تمھیں ناگوار ہوا ہو تو مجھے دنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف چلا جانے دو۔ قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر کیوں نہیں سر جھکا دیتے۔ یہ سب آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوارِ خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئے گا۔

آپ نے جواب دیا'' آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے اب تو یہ چاہتا ہے کہ تجھ سے مسلم بن عقیل کے خون سے بڑھ کر بنی ہاشم کا مطالبہ ہو۔ واللہ میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینے والا، نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنے والا ہوں '' **عباد اللہ انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون. اعوذ بربی و ربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب** '' یعنی اے بندگانِ خدا میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے ظالم سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ انھوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔

حملہ کا آغاز اور زہیر بن قین کی تقریر

اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ زہیر بن قین ایک تیار گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے نکل کر آئے اور کہا اے اہلِ کوفہ! عذابِ خدا سے ڈرو! عذابِ خدا سے۔ سنو! مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔ ہمارے تمھارے درمیان جب تک تلوار نہیں آئی اس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین پر، ایک ہی ملت پر ہیں۔ تم ہماری خیر خواہی کے لائق ہو۔ ہاں جب تلوار درمیان میں آجائے گی پھر موت منقطع ہو جائے گی۔ خدا نے ہمیں اور تمھیں اپنے نبی ﷺ کی اولاد کے بارے میں امتحان میں ڈالا ہے، تاکہ دیکھ لے ہم کیا کرتے ہیں تم کیا کرتے ہو۔ ہم لوگ تمھیں اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے مردود عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذریت رسول کی نصرت کرو۔ تم ان دونوں کے کل عہد حکومت میں برائی کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔ وہ تم لوگوں کی آنکھیں نکلوا لیتے ہیں،

ہاتھ کٹوا ڈالتے ہیں، پاؤں قطع کرتے ہیں، گوش و بینی و سر کاٹ لیتے ہیں، تمھاری لاشوں کو ٹنڈ منڈ درختوں پر لٹکا دیتے ہیں، تمھارے بزرگوں کو، تمھارے قاریوں کو، حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی بن عروہ اور ان کے اصحاب جیسے لوگوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔

یہ سن کر انھوں نے زہیر کو سخت کلمے کہے اور عبیداللہ بن زیاد کی تعریف کی اور اسے دعا دی اور کہا ہم لوگ جب تک تمھارے سردار اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کر لیں گے۔ یا جب تک ان کو اور ان کے اصحاب کو گرفتار کر کے امیر عبیداللہ کے پاس نہ بھیج لیں گے اس وقت تک یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے۔ زہیر نے کہا اے بندگان خدا! فاطمہؑ کی اولاد سمیہ کے بیٹے سے زیادہ نصرت و مودت کا حق رکھتی ہے۔ اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے واسطے ان کے قتل سے تو باز آؤ۔ ان کو ان کے ابن عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمھاری طاعت گزاری سے حسین کے قتل کیے بغیر راضی رہے گا۔

شمر کا زہیر کو جواب

یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیر کو مار کر کہا خاموش۔ خدا تیری بک بک کو خاموش کر دے، تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا۔ زہیر نے جواب دیا ''اے اس باپ کے بیٹے! جس کا پیشاب ایڑیوں تک بہہ کر آتا تھا میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں۔ تو تو جانور ہے، واللہ میں جانتا ہوں کتاب خدا کی دو آیتیں بھی تو نہیں سمجھ سکتا۔ لے قیامت کی رسوائی و عذاب الیم تجھے مبارک ہو! شمر نے کہا خدا تجھ کو اور تیرے رئیس کو ابھی قتل کرے گا۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، واللہ حسینؓ کے ساتھ مارا جانا تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ کہہ کر زہیر نے آواز بلند سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا۔ بندگان خدا! اس احمق پاجی کی باتوں کی وجہ سے اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ محمدﷺ کی شفاعت ان لوگوں کو نہ پہنچے گی جنھوں نے آپ کی ذریت و اہل بیت کا خون بہایا اور ان کے نصرت کرنے والوں، ان کے اہل بیت کے بچانے والوں کو قتل کیا۔

اسی اثناء میں ایک شخص نے زہیر کو پکارا اور کہا ابو عبداللہ الحسن تم سے کہتے ہیں اب چلے آؤ۔ اور فرماتے ہیں قسم ہے اپنی جان کی! اگر مؤمن آل فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انھیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کر دی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی اور انتہا کر دی۔ کاش تمھاری خیر خواہی اور انتہاء کی کوشش کچھ نفع کرتی۔

حر بن یزید کا سیدنا حسینؓ سے آ ملنا

جب ابن سعد حملہ کرنے کے لیے بڑھنے لگا تو حر نے پوچھا خدا تیرا بھلا کرے کیا تو ان سے لڑے گا؟ ابن سعد نے کہا ہاں واللہ لڑنا بھی ایسا لڑنا جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہوں گے۔ حر نے کہا کیا ان کی تین باتوں میں سے کسی بات کو تم لوگ نہ مانو گے۔ ابن سعد نے کہا واللہ اگر میرا اختیار ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر اسے نہیں مانتا۔

یہ سن کر حر ایک طرف جا کر ٹھہرے۔ اور اپنی برادری کے ایک شخص قرہ بن قیس سے کہنے لگے قرہ تم اپنے گھوڑے کو آج پانی پلا چکے ہو؟ کہا نہیں پلایا، کہا: پھر اسے پانی پلانے چلتے ہیں۔ قرہ کو یہ گمان ہوا کہ حر کنارہ کرنا چاہتا ہے یہ جنگ میں شریک نہ ہوگا اور چاہتا ہے کہ میں اس بات سے بے خبر رہوں اسے مجھ سے ڈر ہے کہ اس راز کو فاش نہ

کردوں۔ اس خیال سے قرہ نے کہا ہاں ابھی تک میں گھوڑے کو پانی نہیں پلاتا۔ اب جا کر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر قرہ وہاں سے سرک گیا۔ کہتا تھا اگر حر نے مجھے اپنے ارادہ سے مطلع کیا ہوتا تو واللہ میں بھی اسکے ساتھ ہی حسین کے پاس چلا جاتا۔

اب حر نے ذرا حسینؓ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اسی کی برادری کا ایک مہاجر بن اوس شخص حر کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا اے ابن یزید! تمھارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ حر یہ سن کر چپ رہا اور اسکے ہاتھ پاؤں میں لرزش سی پیدا ہوگئی۔ اس پر ابن اوس نے کہا۔ تمھارا یہ حال دیکھ کر واللہ مجھے شبہہ ہوتا ہے میں نے کسی مقام پر واللہ تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہل کوفہ میں سب سے بڑھ کر جری کون ہے؟ تو میں تمھارا ہی نام لونگا۔ پھر تمھاری یہ حالت میں دیکھ رہا ہوں؟ حر نے جواب دیا واللہ میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں؟۔ اور قسم ہے خدا کی اگر میرے ٹکڑے اڑا دیے جائیں اور میں زندہ جلا دیا جاؤں جب بھی میں کسی شے کے لیے بہشت کو نہیں چھوڑنے کا۔

یہ کہہ کر حر نے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور سیدنا حسینؓ کے پاس جا پہنچا۔ عرض کی یا ابن رسول ﷺ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا، جو راستہ بھر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، جس نے آپ کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے خداوند وحدہ لاشریک کی! میں ہرگز یہ نہ سمجھا تھا کہ جتنی باتیں آپ ان لوگوں کے سامنے پیش کریں گے یہ ان میں سے کسی کو نہ مانیں گے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی۔ میں دل میں یہ سوچے ہوئے تھا کہ بعض باتوں میں ان لوگوں کی اطاعت کروں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے ان کی اطاعت سے انحراف کیا۔ یہی ہوگا کہ حسینؓ جن باتوں کو پیش کرتے ہیں یہ ان باتوں کو مان لیں گے۔ واللہ اگر میں یہ جانتا کہ آپ کی کوئی بات یہ لوگ نہ قبول کریں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہے میں خدا کے سامنے اس کی توبہ کرنے اور اپنی جان آپ کی نصرت میں فدا کرنے آیا ہوں میں آپ کے سامنے ہی مر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ اس طرح توبہ قبول ہوگی؟۔ کہا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ تیرا نام کیا ہے؟ کہا حر (آزاد) فرمایا تو آزاد ہے تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا ہے انشاءاللہ دنیا و آخرت میں تو آزاد ہے۔ اب گھوڑے سے اتر۔ حر نے کہا میرا گھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر ہے۔ ایک گھڑی ان لوگوں سے قتال کرونگا جب میرا اخیر وقت ہوگا تو گھوڑے سے اترونگا۔ آپ نے کہا اچھا جو تمھارا دل چاہے وہی کرو خدا تم پر رحم کرے۔

اہل کوفہ سے حر کا خطاب

حر یہ سن کر اپنے اصحاب کی طرف بڑھے اور کہا لوگو حسینؓ نے جو باتیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی بات کو تم نہیں مانتے کہ خدا تم کو ان کے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ کہا ہمارا امیر عمر بن سعد موجود ہے اس سے گفتگو کرو۔ حر نے یہ سنکر وہی گفتگو ابن سعد سے کی، جو گفتگو اس سے کر چکا تھا۔

ابن سعد نے جواب دیا میری خواہش یہی تھی۔ اگر ہو سکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حر نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کر کے کہا کہ خدا تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم نے انھیں بلایا۔ اور جب وہ چلے آئے تو انھیں دشمن کے حوالے کر دیا تم کہتے تھے کہ ان پر اپنی جان کو نثار کریں گے اور اب انھیں پر قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو ان کو تم نے گرفتار کر لیا۔ ان کا دم بند کر دیا، ان کو چار جانب سے گھیر لیا، ان کو خدا کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ

اور انکے اہل بیت امن سے رہتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمھارے ہاتھ میں آ گئے ہیں۔ اپنے نفس کے لیے اچھا یا برا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم نے ان کو، ان کے حرم کو، ان کے بچوں کو اور ان کے رفیقوں کو بہتے ہوئے آب فرات سے روکا جسے یہودی و مجوسی و نصرانی پیا کرتے ہیں۔ اور اس میدان کے سور اور کتے اس میں تیرا کرتے ہیں۔ اب پیاس کی شدت نے ان سب لوگوں کو ہلاک کر رکھا ہے۔ تم نے محمد ﷺ کی ذریت سے ان کے بعد کیا برا سلوک کیا۔ اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آؤ اور تم توبہ نہ کرو تو خدا تمھیں تشنگی محشر میں سیراب نہ کرے۔

یہ سن کر پیدل فوج نے حر پر تیر برسانے شروع کیے۔ حر وہاں سے پلٹے اور حضرت کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

عمرو بن سعد کا پہلا تیر

عمرو بن سعد لڑنے کو نکلا۔ پکار کر کہا اے ذوید! نشان کو آگے کر، وہ لے کر بڑھا۔ اسکے بعد ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑا اور چلایا تم سب لوگ گواہ رہو! سب سے پہلے میں نے ہی تیر مارا۔

عبداللہ بن عمیر کی شرکت

ایک شخص بنی علیم میں سے عبداللہ بن عمیر کوفہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبیلہ ہمدان میں جعد کے کنویں کے پاس گھر لے کر اترے ہوئے تھے ان کی بیوی ام وہب خاندان نمر بن قاسط کی، ان کے ساتھ تھیں۔ عبداللہ نے مقام نخیلہ میں دیکھا کہ حسینؓ پر فوج کشی کرنے لیے عرض لشکر کا سامان ہے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ کسی نے کہا حسینؓ بن فاطمہؓ بنت رسول ﷺ پر لشکر کی چڑھائی ہے۔

عبداللہ کو مدت سے آرزو تھی کہ مشرکین سے جہاد کریں۔ خیال آیا کہ اپنے پیغمبر کے نواسے پر یہ لوگ لشکر کشی کر رہے ہیں ان سے جہاد کرنا بھی عنداللہ جہاد مشرکین کے ثواب سے کم نہیں ہے۔ یہ سوچ کر ام وہب کے پاس آئے ان سے جو کچھ سن کر آئے تھے اور جو بات دل میں ٹھان لی تھی بیان کی۔ انھوں نے کہا تم نے کیا اچھی کہی خدا تمھاری بہترین تمنا کو پورا کرے۔ چلو اور مجھے بھی ساتھ لیتے چلو۔

عبداللہ راتوں رات بیوی کو ساتھ لیے ہوئے آپ کے لشکر میں آ گئے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔

جب ابن سعد نے قریب آ کر تیر مارا اور سب لوگوں نے بھی تیر مارے تو زیاد بن ابی سفیان کا آزاد غلام یسار اور عبیداللہ بن زیاد کا آزاد غلام سالم دونوں صف سے نکلے۔ اور کہا کوئی تم میں سے ہمارے مقابلے میں آئے۔ یہ سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر اٹھ کھڑے ہوئے مگر آپ نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر کلبی اٹھے اور عرض کیا اے ابوعبداللہ الحسین رحمک اللہ مجھے تو ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے نظر اٹھائی تو دیکھا ایک گندمی رنگ، دراز قامت، قوی بازو اور قوی ہیکل شخص سامنے کھڑا ہے۔ کہا کہ میرے خیال میں یہ شخص مقابلے کا ہے۔ اچھا تم لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔

عبداللہ ان دونوں کے مقابلے میں نکلے۔ دونوں نے پوچھا تم کون ہو انھوں نے اپنا نسب ان دونوں کے سامنے بیان کیا۔ انھوں نے کہا ہم تمھیں نہیں جانتے۔ زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو ہمارے مقابلہ میں آنا چاہیے۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبداللہ کلبی نے جواب دیا او پسر فاحشہ کسی شخص سے مقابلہ

کرنے میں تجھے بھی عار ہے۔ تیرے مقابلہ میں بھی وہی شخص آئے جو مجھ سے بہتر ہو۔ یہ کہتے ہی سالم پر حملہ کیا ایک تلوار ماری کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ اس پر وار کرنے میں ابھی مشغول ہی تھے کہ یسار نے ان پر حملہ کیا اور للکار کر کہا کہ میں آ پہنچا۔ عبداللہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور اس نے آتے ہی ان پر وار کر دیا۔ انھوں نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا۔ اس ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے اڑ گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے مڑ کر اس پر بھی وار کیا اور قتل کر ڈالا۔ دونوں کو قتل کر کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ مضمون

تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو! میں خاندان بنی کلب سے ہوں، یہ فخر میرے لیے کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں ہے۔ میں صاحب قوت ونصرت ہوں۔ مصیبت پڑے تو بدول نہیں ہو جاتا۔ اے ام وہب میں اس بات کا ذمہ کرتا ہوں کہ بڑھ بڑھ کر تلواروں کے اور برچھیوں کے واران لوگوں پر کرونگا۔ جو شیوہ کہ خدا پرست نوجوان کا ہوتا ہے۔

ام وہب کا شوقِ شہادت وعشق اہل بیت

ام وہب نے یہ سن کر ایک عمود ہاتھ میں لے لیا اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھی۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں ذریت رسول ﷺ کی طرف سے لڑے جاؤ۔

عبداللہ کلبی زوجہ کی آواز سن کر پلٹ پڑے تا کہ ان کو عورتوں میں لے جا کر بٹھا آئیں۔ ام وہب ان کے دامن سے لپٹ گئیں کہتی تھیں تمھارے سامنے میں جب تک نہ مرلوں تم کو نہ چھوڑوں گی۔ حسینؓ نے پکار کر کہا ''اہل بیت کی طرف سے تم دونوں کو جزائے خیر ملے۔ بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آ۔ انھیں کے پاس بیٹھی رہ۔ عورتوں کو قتال نہیں چاہیئے۔'' ام وہب اس حکم کو سن کر عورتوں کی طرف پلٹ گئیں۔

ابن سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا وہ سارے رسالہ کو ساتھ لے کر حسین کے انصار کے طرف بڑھا۔ جب آپ کے قریب آ گیا تو یہ سب لوگ گھٹنوں کے بل اس کے روکنے کو کھڑے ہو گئے اور برچھیوں کے پھل اس کی طرف کر دیئے۔ سواران کی سانوں کی طرف بڑھ نہ سکے۔ واپس جانے لگے تو انصار نے انھیں تیر مارے۔ کچھ لوگوں کو گرا دیا کچھ لوگوں کو زخمی کیا۔

عبداللہ بن حوزہ دشمن الِ بیت کا انجام

ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا، بڑھتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ حسین حسین کہہ کر آپ کو پکارا۔ آپ نے کہا کیا کہتا ہے کہنے لگا: نارِ دوزخ مبارک۔ آپ نے کہا ایسا نہ سمجھ میں پروردگار رحیم اور نبی کریم ﷺ کے پاس جاتا ہوں''۔ پھر پوچھا یہ کون ہے؟ آپ کے انصار نے عرض کی یہ شخص ابن حوزہ ہے۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ کہا رب سرہ الی النار خدا وندا! اسے نار میں لے جا۔ اسے اس کا گھوڑا ایک نالی میں لے گیا اور یہ گرا۔ اور اس طرح گرا کہ پاؤں تو رکاب میں الجھا رہ گیا سر زمین پر آ رہا، گھوڑا بھڑ کا اسی طرح اسے لے کر بھاگا۔ کہ پتھروں اور درختوں سے اس کا سر ٹکراتا رہا آخر مر گیا۔

مسروق بن وائل ان سواروں میں آگے آگے تھا، جنھوں نے حسین پر حملہ کیا تھا۔ کہتا ہے میں اس لیے آگے آگے تھا کہ شاید حسین کا سر مجھے مل جائے کہ ابن زیاد کی نظر میں میری منزلت ہو۔ یہ لوگ جب حسین تک پہنچے تو ابن حوزہ نے آگے بڑھ کر پوچھا تم لوگوں میں حسینؓ ہیں؟۔ حسینؓ نے اسے جواب نہیں دیا۔ اس نے دوبارہ اسی طرح پوچھا آپ

نے سب کو منع کر دیا کہ خاموش رہیں۔ جب تیسری دفعہ اس نے پوچھا تو آپ نے کہا کہہ دو کہ یہی حسینؓ ہیں تجھے کیا کہنا ہے۔ اس نے کہا اے حسین نار میں جانا مبارک ہو۔ آپ نے کہا تو نے جھوٹ بکا۔ میں تو غفور رحیم دنی کریم کے پاس جاتا ہوں۔ تو کون شخص ہے اس نے کہا ابن حوزہ۔ حسینؓ نے دونوں ہاتھ اپنے بلند کیے کہ قمیض کی سفیدی عبا کی بغلوں میں سے دکھائی دینے لگی۔ اور کہا اللھم حزہ الی النار! یا اللہ اسے نار میں لے جا۔ ابن حوزہ نے غضبناک ہو کر اپنی گھوڑی کو آپ کی طرف بڑھانا چاہا لیکن آپ کے اور اس کے درمیان خندق تھی۔ اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا۔ گھوڑی اسے لے کر بھاگی اور یہ اسکی پشت سے گرا۔ اسکے ایک پاؤں کی پنڈلی ران سے الگ ہو گئی اور آدھا دھڑ رکاب میں اٹکا رہا۔ یہ دیکھ کر مسروق رسالہ سے الگ ہو کر چلا آیا۔ اسکے بھائی عبدالجبار نے اس کا سبب اس سے پوچھا کہنے لگا اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات میرے دیکھنے میں آئی کہ میں کبھی ان سے قتال نہ کرونگا۔ اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

بریر کے ہاتھوں یزید بن معقل کا قتل اور بریر کی شہادت

یزید بن معقل صف سے نکلا۔ پکار کر کہنے لگا کیوں بریر بن حضیر! تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا۔ بریر نے کہا واللہ خدا نے میرے ساتھ بھلائی کی اور تیرے حق میں برائی کی۔ وہ کہنے لگا تم نے جھوٹ کہا تم تو کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ تم کو یاد ہوگا کہ بنی لوذان میں تمھارے ساتھ میں پھر رہا تھا اور تم یہ کہتے جاتے تھے کہ عثمان بن عفان نے اپنے نفس کے ساتھ اسراف کیا اور معاویہ گمراہ و گمراہ کنندہ ہیں۔ اور امام ہدیٰ و برحق علی ابن ابی طالب ہیں۔ بریر نے کہا ہاں ہاں یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا قول ہے۔ یزید بن معقل کہنے لگا اس میں کوئی شک نہیں کہ تو گمراہ ہے۔ بریر نے جواب دیا آؤ ہم تم مباہلہ کریں پہلے خدا سے دعا مانگیں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اسکے بعد ہم تم لڑیں گے۔ اب وہ دونوں نکلے۔ خدا کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا کی۔ کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو اور جو راہ راست پر ہو وہ گمراہ کو قتل کرے۔ اسکے بعد دونوں لڑنے کو بڑھے۔ دو دو چوٹیں ہوئی تھیں کہ یزید کا ایک اوچھا سا وار بریر پر پڑا جس سے کوئی ضرر بریر کو نہیں پہنچا۔ بریر نے تلوار یزید کو ماری وہ مغفر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی۔ وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا پہاڑ سے نیچے آ رہا ہے اور بریر کی تلوار اسی طرح شگاف زخم میں موجود تھی۔ بریر تلوار کو زخم میں سے کھینچ رہے تھے۔

یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی بریر سے لپٹ گیا۔ کچھ دیر تک کشتی ہوتی رہی۔ بریر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے تو عبدی چلانے لگا ''بہادرو! کمک کرنے والو! دوڑو''۔

اب کعب ازدی نے بریر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے اسے جتا بھی دیا کہ یہ تو قاریٔ قرآن بریر ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ کعب نے نیزہ کا وار کیا اسکی سنان بریر کی پشت پر لگی۔ بریر برچھی کھا کر زانو کے بل ہو گئے اور عبدی کی ناک دانتوں سے کاٹ لی اس کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ کعب نے ایسا وار کیا کہ بریر عبدی کے سینے پر سے الگ جا رہے اور اسکی برچھی کا پھل بریر کی پشت میں اتر گیا۔ عبدی خاک جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا، ازدی سے کہنے لگا تم نے ایسا احسان مجھ پر کیا جسے میں کبھی نہ بھولونگا۔

کعب ازدی جب میدان جنگ سے واپس ہوا تو اس کی بیوی یا اسکی بہن نوار بنت جابر نے کہا تو نے فرزند

فاطمہ کے مقابلہ میں کمک کی تو نے سید قارئین کو قتل کیا، تو کیسے امر عظیم کا مرتکب ہوا، واللہ میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی۔
کعب نے اپنی برچھی کی مدح میں اور بنی حرب کی خوش آمد میں اور عبدی پر احسان کرنے کی مفاخرت میں چند شعر کہے۔
عبدی نے اس کے جواب میں چند شعر کہے اور اپنی اس دن کی حرکت پر پشیمانی وندامت کا اظہار کیا۔

عمرو بن قرظہ کی شہادت

عمرو بن قرظہ انصار حسینؓ کی طرف سے لڑنے کو نکلے۔ دو شعر رجز کے پڑھے۔ ان کا بھائی علی بن قرظہ ابن سعد کے ساتھ تھا اس نے دیکھا کہ عمرو بن قرظہ قتل ہو گئے تو پکار کر کہنے لگا اے حسینؓ کذاب بن کذاب! تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اسے دھوکا دیا، اسے تمھیں نے قتل کیا۔ آپ نے جواب دیا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا اسے ہدایت کی اور تجھے گمراہ کیا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا یا تو میں تمھیں قتل کرونگا یا اس بات کے پیچھے اپنی جان دے دونگا، اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے روک کر اسے ایک ایسی برچھی ماری کہ زمین پر گر گیا۔ اس کے لشکر والے بچانے کو آئے، اٹھالے گئے پھر اسکی دوا کی گئی بچ گیا۔

یزید بن سفیان شعری کی ہلاکت

حر جب لشکر حسین میں آ چکے تو ایک شخص بنی شقرہ میں سے یزید بن سفیان کو کہنے لگا واللہ اگر میں حر کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھ لیتا تو برچھی لے کر اسکے پیچھے دوڑتا۔ مگر جب لڑائی ہونے لگی اور دیکھا کہ حر بڑھ بڑھ کر قوم پر حملے کر رہے ہیں انکے گھوڑے کے چہرے پر تلواریں پڑ گئی ہیں اس کا خون بہہ رہا ہے، اس وقت یزید بن سفیان سے حصین بن تمیم جو ابن زیاد کا امیر شرطہ تھا اور اسی کو حسین کے روکنے کے لیے بھیجا تھا لیکن پھر ابن سعد آیا تو اس نے حصین کو جمعیت شرطہ کے علاوہ زرہ پوش سواروں کا بھی سردار کر دیا تھا وہ کہنے لگا کیا اسی حر کے قتل کی تم کو آرزو تھی؟۔ اس نے کہا ہاں یہ کہہ کر مقابلہ کو نکلا۔ حر سے کہا مجھ سے لڑنا چاہتے ہو؟۔ حر نے کہا ہاں میں تجھ سے لڑونگا۔ حر یہ کہہ کر اس طرح میدان میں آئے کہ حصین بن تمیم کہتا ہے۔ واللہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حریف کی جان اسی کی مٹھی میں ہے اور آتے ہی یزید بن سفیان کو قتل کر ڈالا۔

نافع بن ہلال اس دن جدال وقتال میں مصروف تھے۔ اور کہتے جاتے تھے انا الجملی انا علی دین علی۔
مزاحم بن حریث ان سے لڑنے کو یہ کہتا ہوا بڑھا کہ انا علی دین عثمان۔ نافع نے کہا علی دین شیطان۔ اور حملہ کرتے ہی اسے قتل کر ڈالا۔

مبازرت کی ممانعت

یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج پکارا۔ اے احمقو! اے اہل کوفہ تم نہیں جانتے کہ کس سے لڑ رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے پر آمادہ ہیں۔ ایک ایک کر کے ان سے ہرگز نہ لڑو۔ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور تھوڑی دیر میں فنا ہو جائیں گے۔ واللہ اگر تم انہیں پتھر اٹھا اٹھا کر مارو تو سب کو قتل کر سکتے ہو۔ ابن سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے یہی رائے ٹھیک ہے۔ اس نے لوگوں کو سخت ممانعت کر دی کہ ایک ایک کر کے نہ لڑیں۔

لعین عمرو بن حجاج اور حضرت حسینؓ کا مکالمہ

عمرو بن حجاج انصار حسین کے مقابل ہو کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا۔ اے کوفیو! اپنی اطاعت و جماعت کو نہ چھوڑو جس نے دین کو چھوڑ دیا اور امام کے خلاف کیا اس شخص کے قتل کرنے میں تامل نہ کرو۔ آپ نے یہ کلمہ سن کر اس سے کہا۔ اے عمرو بن حجاج! تو میرے قتل پر لوگوں کو ابھار رہا ہے۔ ہم لوگوں نے تو دین کو چھوڑ دیا اور تم لوگ دین پر قائم ہو۔ واللہ قبض روح کے بعد ان افعال کے ساتھ مرنے پر تم کو معلوم ہوگا کس نے دین کو چھوڑ دیا کون دوزخ کا کندہ ہوا۔
اسکے بعد ابن سعد کے میمنہ میں عمرو بن حجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ ایک گھڑی تک جنگ ہوتی رہی۔

مسلم بن عوسجہ کی شہادت

اسی میں مسلم بن عوسجہ اسدی انصار حسین میں سب سے پہلے زخمی ہو کر گرے۔ ابن حجاج حملہ کر کے جب پلٹا اور غبار پھٹا تو دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے ہیں۔ حسین ان کے پاس آئے ابھی ذرا جان باقی تھی۔ آپ نے کہا مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔ **منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا** ۔یعنی مجاہدوں میں سے کسی نے اپنی جان فدا کر دی، کوئی انتظار کر رہا ہے۔ انھوں نے ذرا تغیر و تبدیل نہیں کیا۔

پھر حبیب ابن مظاہر نے قریب آ کر کہا اے ابن عوسجہ تمھارے قتل ہونے کا مجھے بڑا قلق ہے۔ تمھیں بہشت مبارک ہو۔ بہت آہستہ سے جواب دیا خدا تم کو بھی خیر و خوبی مبارک کرے۔ حبیب نے کہا میں جانتا ہوں کہ تمھارے پیچھے ہی پیچھے اسی وقت میں بھی تمھارے پاس آنے کو ہوں ورنہ یہ کہتا کہ جو جی چاہے مجھے وصیت کرو کہ تم سے قرابت و اخوت دینی کا تقاضا ہے، اسی کے مطابق تمھاری وصیت کو میں بجالاؤں گا۔

مسلم بن عوسجہ نے حسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا بس ان کے بارے میں تم سے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان فدا کرنا۔ حبیب نے کہا واللہ میں ایسا ہی کرونگا۔ جونہی مسلم بن عوسجہ کی روح نے مفارقت کی اور ان کی کنیز ان کا نام لے لے کر بین کرنے لگی عمرو بن حجاج کے لشکر میں شور مچ گیا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کیا۔

شبث نے یہ سن کر اپنے پاس کے لوگوں سے کہا تم کو موت آئے اپنے عزیزوں کو اپنے ہی ہاتھ سے قتل کر کے خوش ہو رہے ہو۔ سنو واللہ مسلمانوں میں ان کو بڑے بڑے معرکوں میں میں نے بڑی شان کے ساتھ دیکھا ہے۔ آذربیجان کے دھاوے میں میں نے دیکھا کہ انھوں نے چھ کافروں کو قتل کیا اور ابھی مسلمانوں کے سب سوار آنے بھی نہ پائے تھے بھلا ایسا شخص تم میں سے قتل ہو جائے۔ اور تم خوش ہو رہے ہو۔ جنھوں نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا ہے ان کا نام مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بجلی ہے۔

لشکر حسینؓ کا ولولہ

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ حضرت کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے شمر کو اور اسکے اصحاب کو برچھیاں مارنے لگے۔ اب حسین اور انصارِ حسینؓ پر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اسی حملہ میں کلبی قتل ہو گئے۔ انھوں نے پہلے دو شخصوں کو قتل کیا پھر اور دو کو قتل کیا۔ اور بڑی شدت و جرات سے حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن حضرمی و بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا۔ اور انھیں دونوں نے انھیں قتل کیا۔ انصار حسین میں سے دوسرے مقتول

یہ ہیں۔

آپ کے انصار نے بڑی شدت وقوت سے جنگ کی۔ ادھر کل بتیس سوار تھے انھوں نے جب حملہ کیا جدھر رخ کیا اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ اہل کوفہ کا سرخیل عزرہ بن قیس تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے رسالہ کے سوار ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں۔ ابن سعد کے پاس عبدالرحمٰن بن حصن کو بھیج کر یہ کہلا بھیجا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ ان چند سواروں کے مقابلہ میں کتنی دیر سے میرا رسالہ منتشر ہو رہا ہے ان کے لیے پیادوں کو اور تیراندازوں کو جلدی بھیج۔

شبث کی احتیاط

ابن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا تم ان سے لڑنے کو نہ جاؤ گے۔ اس نے کہا سبحان اللہ اس شخص کو جو قوم عرب اور تمام اہل شہر کا بزرگ ہو۔ اس کیلئے تم چاہتے ہو کہ تیراندازوں کو لے کر جاؤں۔ تمھیں کوئی دوسرا نہیں ملتا جو اس کام کی حامی بھرے اور میری ضرورت نہ ہو۔ غرض شبث لڑنے سے پہلو تہی کرتا ہی رہا۔

ایک شخص نے مصعب کے عہد حکومت میں شبث کو یہ کہتے سنا کہ خدا اہل کوفہ کو خیر و خوبی کبھی نصیب نہ کرے گا ان کو کبھی راہ راست کی توفیق نہ دے گا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہم لوگ پانچ برس تک علی بن ابی طالب کے ساتھ پھر ان کے فرزند کے ساتھ رہ کر بنی امیہ سے کشت و خون میں مشغول رہے ہوں پھر ہمیں لوگ اولادِ معاویہ و پسر سمیہ فاحشہ کے ساتھ ان کے دوسرے فرزند سے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو کشت و خون کریں۔ ہائے گمراہی ہائے گمراہی۔

حر کی شجاعت

ابن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور تمام زرہ پوش سواروں اور پانسو تیراندازوں کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ یہ لوگ حسین و انصار حسین پر حملہ کرنے کو بڑھے۔ قریب پہنچے تو انپر تیر برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑوں کو ناکارہ کر دیا سب کے سب پیادہ ہو گئے۔

ایوب بن مشرح کہتا تھا واللہ حر کے گھوڑے کو میں نے ناکارہ کیا اس کے حلق میں تیر اتار دیا بس وہ ڈگمگایا اور گرا۔ حر اسکی پشت پر سے اس طرح کود پڑا معلوم ہوا جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا اس وقت حر کی زبان سے یہ شعر نکلا:

ان تعقروابی فانا ابن الحر

اشجع من ذی لبد هزبر

یعنی میرے گھوڑے کو بے کر دیا تو کیا ہوا میں شیر ببر سے بڑھ کر بہادر و شریف ہوں۔

ابن مشرح کہتا تھا کہ حر کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ لوگوں نے اس سے کہا تو ہی نے حر کو قتل کیا۔ کہا نہیں واللہ میں نے نہیں قتل کیا۔ کسی اور شخص نے قتل کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے اسے قتل کیا ہوتا۔ یہ سن کر ابوالوداک نامی ایک شخص پوچھنے لگا۔ آخر یہ کیوں؟ کہنے لگا لوگوں کا خیال ہے کہ حر نیک بندوں میں سے تھا اور اگر ایسا ہی ہے تو واللہ میں خدا کے سامنے ایک زخم لگانے کا اور میدان میں آنے کا گنہگار ہوں نہ یہ کہ کسی کے قتل کرنے کا گناہ لے کر خدا کے سامنے جاؤں۔ ابوالوداک نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ ان سب لوگوں کا خون گردن پر لئے ہوئے خدا کے

سامنے جائے گا۔ یہ تو سمجھ کہ تو نے اس کو تیر مارا۔ اس کے گھوڑے کو ناکارہ کر دیا۔ دوسرے کو نشانہ بنایا۔ میدان میں شریک ہی رہا ان لوگوں پر تو نے حملے کیے۔ ان سے قتال کرنے پر اپنے اصحاب کو ابھارتا رہا۔ اپنے جتھے کو بڑھاتا چلا گیا تجھ پر حملہ ہوا تو بھاگنے کو ننگ سمجھا۔ اگر تیرے ساتھ والوں میں سے ایک شخص نے جو کچھ تجھے کرتے دیکھا وہی خود بھی کیا۔ اور ایسا ہی کسی اور نے بھی کیا۔ تو ایسے شخص نے اور اسکے اصحاب نے ضرور خون ریزی کی ہے۔ بس تم سب کے سب ان سب لوگوں کے خون بہانے میں شریک ہو، کہنے لگا اے ابوالوداک تم رحمت خدا سے مایوس کیے دیتے ہو۔ قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب اگر تمھارے ہاتھ میں آئے اور تم ہمیں بخش دو تو خدا تمھیں نہ بخشے۔ کہا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی بات ہے۔

ایسی شدید جنگ کائنات میں کبھی نہ ہوئی ہوگی جیسی اس روز ہوئی دوپہر ہونے کو آئی اور کوفیوں کے لیے ایک رخ کے سوا کسی دوسرے طرف سے انصار حسین پر حملہ کرنا ممکن نہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے خیام ایک ہی مقام پر تھے خیمہ سے خیمہ متصل تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ داہنی اور بائیں طرف کے خیمے اکھاڑ ڈالیں تو وہ لوگ گھر جائیں۔ انصار حسین میں سے تین چار شخص خیموں کے بیچ میں آ آ کر جسے دیکھتے تھے کہ خیمہ اکھاڑ رہا ہے اور تاراج کر رہا ہے اس پر حملہ کرتے تھے اور قتل کر ڈالتے تھے۔ قریب سے تیر مارتے تھے اور اسے ہلاک کرتے تھے۔ ابن سعد نے اب یہ حکم دیا کہ خیمہ کے اندر کوئی نہ جائے۔ نہ اکھاڑنے کا قصد کرے ان سب خیموں کو آگ لگا دو۔ آگ لگا دی گئی خیمے جلنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ نے انصار سے کہا یہ لوگ خیمے جلاتے ہیں تو جلانے دو۔ خیموں میں آگ لگ جائے گی تو اس رخ سے دشمن حملہ نہ کر سکے گا۔ جیسا آپ نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک رخ کے سوا دوسری طرف سے وہ لوگ یورش نہ کر سکے۔

ام وہب کی شہادت

اسی حالت میں زوجۂ کلبی اپنے شوہر کی لاش پر آئیں۔ انکے سرہانے بیٹھ گئیں۔ گرد و غبار ان کے چہرے سے پاک کرتی جاتی تھیں اور کہہ رہیں تھیں "تم کو بہشت میں جانا مبارک ہو" شمر نے رستم نامی غلام سے کہا اس عورت کے سر پر لٹھ مار۔ لٹھ پڑا تو سر پاش پاش ہو گیا اسی جگہ وہ شہید ہو گئیں۔

شمر بدبخت کی حرکت

خاص آپ کے خیمہ پر شمر نے حملہ کیا برچھی مار کر پکارا۔ آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اور ان لوگوں کو جو اس میں ہیں جلا ڈالوں۔ بی بیاں چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ آپ نے پکار کر کہا اے پسر ذی الجوشن تو آگ منگا رہا ہے کہ میرے گھر کو میرے اہل بیت کو جلا ڈالے۔ خدا تجھے آگ میں جلائے۔

حمید بن مسلم نے شمر سے کہا سبحان اللہ ایسی حرکت مناسب نہیں۔ تو چاہتا ہے دو دو گناہ اپنے سر لے۔ چاہتا ہے کہ اس قسم کا عذاب کرے جو خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس طرح بچوں کو اور عورتوں کو قتل کرے۔ واللہ مردوں کو تیرا قتل کر ڈالنا امیر کو خوش کر دینے کے لیے کافی ہے۔ شمر نے پوچھا تو کون ہے حمید نے کہا میں نہیں بتاؤں گا میں کون ہوں۔ وہ دل میں ڈرا کہ حاکم کو خبر کر کے مجھے کچھ نقصان نہ پہنچائے۔ اسی مقام پر ایک اور شخص پہنچ گیا حمید سے زیادہ شمر اسکی بات کو سنتا تھا وہ شبث بن ربعی تھا۔ کہنے لگا جو کلمہ تیری زبان سے نکلا اس سے بدتر میں نے نہیں سنا اور جو حرکت تو کرنا چاہتا ہے۔ اس سے بدتر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ارے تو عورتوں کو دھمکاتا ہے۔

شمر کو کچھ یاد آ ئی اور پلٹنے کا قصد کیا۔ اس وقت زہیر بن قین نے اپنے اصحاب میں سے دس شخصوں کو ساتھ لے کر اس پر اور اس کے اصحاب پر حملہ کیا ان سب کو پسپا کیا خیمہ کے پاس سے دور کر دیا۔ ابو مزہ ضبابی کو گرا دیا اور قتل کر ڈالا۔ یہ شخص شمر کے اصحاب میں تھا۔

بھاگے ہوئے لوگ پھر پلٹ پڑے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ انصار حسین میں سے کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا تھا اب ان میں سے ایک یا دو شخص بھی قتل ہوتے تھے تو لشکر میں کمی صاف معلوم ہوتی تھی۔ ادھر کے کتنے ہی قتل ہو جائیں ان کی کثرت میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر ابو ثمامہ صائدی نے آپ سے کہا اے ابو عبداللہ میری جان آپ پر فدا۔ یہ لوگ آپ سے قریب آ گئے۔ اور واللہ جب تک آپ کی نصرت میں قتل نہ ہو جاؤں انشاء اللہ آپ قتل نہ ہوں گے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے اس نماز کے بعد حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا خدا تم کو نماز گزاروں میں اور اہل ذکر میں شمار کرے کہ تم نے نماز کا ذکر کیا۔ ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ ہم کو اتنی مہلت دیں کہ وہ نماز پڑھ لیں۔ حصین بن تمیم نے کہا نماز قبول ہی نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔ او گدھے! تیرے زعم میں آل رسول ﷺ کی نماز تو قبول نہ ہوگی اور تیری نماز قبول ہوگی۔ ابن تمیم نے یہ سن کر حملہ کیا۔ حبیب نے بڑھ کر اسکے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری۔ وہ الف ہوا یہ گھوڑے سے گرا اس کے اصحاب دوڑے اور اٹھا لے گئے اسے بچا لیا۔

حبیب بن مظاہر کی شہادت

حبیب رجز پڑھتے جاتے تھے اور بڑے شد و مد سے شمشیر زنی کر رہے تھے کہ بنی تمیم میں سے ایک شخص بدیل بن حریم نے ان پر حملہ کیا اور ان کے سر پر تلوار مار کے انھیں قتل کیا۔ بنی تمیم ایک اور شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار کیا۔ حبیب گر کر اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار ماری اور وہ گر گئے۔ تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے کہا میں بھی ان کے قتل میں شریک تھا۔ اس نے کہا واللہ میں نے ہی انھیں قتل کیا۔ حصین نے کہا یہ سر تو ذرا مجھے دیدے میں اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دوں۔ لوگ دیکھ لیں اور اتنا جان جائیں کہ میں بھی انکے قتل میں شریک ہوں۔ پھر یہ سر مجھ سے تم لے لینا ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ انکے قتل کا جو صلہ تم کو ملے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تمیمی نے کہا اس کا نہ مانا۔ اس کی قوم والوں نے دونوں کے درمیان پڑ کر اسی بات پر صلح کروا دی۔ اس نے حبیب کا سر حصین کو دیدیا۔ یہ اپنے گھوڑے کے گلے میں سر کو ڈالکر تمام لشکر میں گھوم کر آیا۔ اور اس سر کو پھر تمیمی کے حوالہ کر دیا۔ یہ لوگ جب کوفہ میں واپس آئے ہیں تو حبیب کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینہ پر لٹکائے ہوئے تمیمی ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔

قاسم بن حبیب کا اپنے باپ حبیب کے سر کیلئے سرگرداں ہونا

قاسم بن حبیب نے باپ کا سر اس سوار کے پاس دیکھا۔ اس وقت بالغ ہونے کے قریب ہو چکا تھا۔ بس جب سے اس سوار کے پیچھے پیچھے پھرنا لڑکے نے اختیار کیا۔ کسی وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ وہ قصر میں جاتا تو یہ بھی اس کے ساتھ قصر میں جاتا۔ وہ نکلتا تو یہ بھی نکلتا۔ سوار کو کچھ بدگمانی ہوئی۔ کہنے لگا اے فرزند تو میرے پیچھے پیچھے کیوں رہا کرتا ہے۔ اس نے کہا کوئی سبب نہیں۔ کہا کوئی سبب ضرور ہے مجھ سے بیان کر۔ کہا یہ میرے باپ کا سر تیرے پاس ہے مجھے دیدے

کہ میں اسے دفن کر دوں۔ کہنے لگا اے فرزند اس کے دفن کرنے پر امیر راضی نہ ہوگا۔ اور مجھے امید ہے کہ اسکے قتل کے صلہ میں امیر مجھے بہت اچھا عوض دیگا۔ لڑکے نے کہا خدا تجھ سے بہت بڑا عوض لے گا۔ واللہ تو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا یہ کہہ کر وہ لڑکا رونے لگا۔ غرض لڑکا اسی فکر میں رہا اور اب وہ بالغ ہو گیا مگر اسکے سوا جرأت نہ ہوئی کہ باپ کے قاتل کی تاک میں لگا رہے۔ موقع پا جائے تو باپ کا بدلہ اس سے لے اور اسکے عوض میں قتل کرے۔ آخر مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں جس زمانہ میں کہ مصعب نے باجمیر پر فوج کشی کی تھی۔ قاسم بن حبیب اس لشکر میں آیا اپنے باپ کے قاتل کو دیکھا کہ ایک خیمہ میں ہے، جب سے اس نے اس کی تاک میں آمد و رفت جاری رکھی اور موقع کا منتظر رہا۔ ایک دن دوپہر کو قیلولہ کے وقت اسے جا کر تلواریں ماریں کہ ٹھنڈا ہو کر رہ گیا۔

زہیر کی شہادت

ایک روایت یہ ہے حبیب بن مظاہر جب قتل ہو گئے تو سیدنا حسینؓ کا دل ٹوٹ گیا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اور اپنے انصار کو خدا کے حوالہ کیا۔ اب حر نے رجز پڑھنا شروع کیا۔ ان کے ساتھ شریک ہو کر زہیر بن قین نے بہت شدید قتال کیا۔ ان دونوں میں ایک شخص حملہ کرتا تھا جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اس کو چھڑا لیتا تھا۔ ایک ساعت تک اسی طرح یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ اسکے بعد پیادوں کے جم غفیر نے ہجوم کر کے حر کو قتل کیا اور ابوثمامہ صائدی نے اپنے ابن عم کو جوان کے دشمنوں کے ساتھ تھا قتل کیا۔۔ اسکے بعد سب نے نماز ظہر پڑھی۔ یہ نماز خوف تھی جو حسین کے ساتھ ان لوگوں نے پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر بہت شدت سے کشت و خون ہونے لگا۔ دشمن حسین تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر حنفی آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے اور داہنی طرف سے اور بائیں جانب سے ان پر تیر پڑ رہے تھے۔ آخر تیر کھاتے کھاتے گر گئے۔ زہیر بن قین نے بہت شدت سے شمشیر زنی کی رجز پڑھتے جاتے تھے اور حسینؓ کے شانہ پر ہاتھ مار مار کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے (مضمون)

''اے مہدے ہادی بڑھیے۔ اپنے جد رسول ﷺ علیؓ متقی، حسنؓ، ذوالجناحین جعفرؓ، شیر خدا حمزہ سے ملاقات کیجئے''

اسی حالت میں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کر کے زہیر کو قتل کیا۔

نافع بن ہلال کی گرفتاری اور شہادت

نافع بن ہلال جملی نے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا تھا زہر میں بجھے ہوئے تیر لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ میں جملی اور دین علی پر ہوں۔ ابن سعد کے اصحاب میں سے بارہ شخصوں کو انھوں نے قتل کیا۔ کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔ ان پر وار ہوا اور ان کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔ زندہ گرفتار ہو گئے۔ شمر اور اسکے اصحاب انھیں دھکیلتے ہوئے ابن سعد کے پاس لائے۔ ابن سعد نے کہا اے نافع! تم نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی برائی کیوں کی؟۔ نافع نے کہا میرے ارادہ کا حال خدا خوب جانتا ہے۔ انکی داڑھی پر خون بہتا جاتا تھا اور کہہ رہے تھے۔ میں نے زخمیوں کے علاوہ تمھارے بارہ شخصوں کو قتل کیا۔ اور پھر مجھے ذرا بھی پشیمانی نہیں۔ میرے دست و بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو مجھے تم اسیر نہ کر سکتے۔ شمر نے ابن سعد سے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے اسے قتل کیجیے۔ ابن سعد نے کہا تو ہی ان کو لے کر آیا ہے۔ قتل کرنا چاہتا ہے تو قتل بھی تو ہی کر۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا واللہ اگر تو مسلمان ہوتا تو ہم لوگوں کا خون گردن

پر لے کر خدا کے سامنے جانا مجھے شاق ہوتا۔ شکر ہے خدا کا جو لوگ بدترین خلائق ہیں انکے ہاتھوں ہماری موت اس نے مقدر کی۔ اسی کے بعد شمر نے ان کو قتل کیا۔

اصحابِ حسین کی جانثاری

اب شمر رجز پڑھتا ہوا انصار حسین کی طرف بڑھا۔ انصار نے دیکھا کہ قاتلوں کا بڑا ہجوم ہے۔ وہ اب حسینؑ کو بچا سکتے ہیں نہ خود کو۔ سب کو یہ آرزو ہوئی کہ آپ کے سامنے ہی قتل ہو جائیں۔ عزرہ غفاری کے دونوں فرزند عبداللہ و عبدالرحمٰن آپ کے پاس آئے۔ اور کہا اے ابو عبداللہ دشمن نے ہمیں آپ کے ساتھ گھیر لیا۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ آپ کو دشمنوں سے بچاتے جائیں۔ ان کے نرغہ کو ہٹاتے جائیں۔ آپ نے کہا مرحباً بکم آؤ میرے قریب آ جاؤ۔ دونوں آپ کے قریب آ کر رجز پڑھ پڑھ کر شمشیر زنی کرنے لگے۔

سیف بن حارث و مالک بن عبد دونوں آپس میں بنی عم تھے ماں دونوں کی ایک تھی۔ یہ دنوں جابری نوجوان روتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے کہا بچو! کیوں روتے ہو؟ واللہ میں تو جانتا ہوں اب تھوڑی ہی دیر میں تم خوش ہو جاؤ گے۔ انھوں نے جواب دیا ہم آپ پر فدا ہو جائیں۔ اپنے لیے ہم نہیں روتے۔ آپ کے حال پر ہمیں رونا آتا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نرغہ میں ہیں اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے۔ آپ نے جواب دیا میری حالت پر محزوں ہونے کی جزا میرے سامنے ہمدردی کرنے کا عوض کرے جیسا ثواب کہ نیک بندوں کو وہ دیتا ہے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

اسی اثناء میں حنظلہ بن اسعد بامی آپ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ پکار پکار کر کہنے لگے۔

یا قوم ان اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل دأب قوم نوحٍ و عادٍ ثمود و الذین من بعد هم وما الله یرید ظلماً للعباد. ویا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد. یوم تولون مدبرین مالکم من الله من عاصم . ومن یضلل الله فماله من هاد.

یا قوم لاتقتلوا حسینا فیسحتکم الله بعذاب. وقد خاب من افتری .

یعنی اے میری قوم والو مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں پر جنگ احزاب کا سا عذاب نازل ہوگا۔ جیسا کہ قوم نوح و عاد اور ثمود پر اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اے میری قوم کے لوگو مجھے تمھارے لیے قیامت کا ڈر ہے۔ جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے ہوئے بھاگتے پھرو گے اور خدا کی طرف سے تمھارا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور سنو جسے خدا گمراہ کرتا ہے اسے کوئی راہ پر لگانے والا نہیں ملتا۔

اے میری قوم کے لوگو حسینؑ کو نہ قتل کرو کہ خدا عذاب نازل کر کے تم کو تباہ نہ کر دے۔ اور سنو جس نے (خدا پر) بہتان کیا وہ زیاں کار ہے۔ حنظلہ کا یہ کلام سن کر آپ نے کہا رحمک اللہ ابن سعد یہ لوگ تو اسی وقت سے عذاب کے لائق ہو چکے جب تم نے ان کو حق کی طرف پکارا اور انھوں نے تمھارے قول کو رد کر دیا تھا اور تمھارے اصحاب کا خون بہانے کو آمادہ ہو گئے اور اب تو یہ لوگ تمھارے برادران صالح کو بھی قتل کر چکے۔ حنظلہ نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ آپ مجھ سے افقہ ہیں اور اس منصب کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا ابھی ہم اپنے بھائیوں سے ملنے کو نہ جائیں۔ آپ نے اجازت دی کہ جاؤ دارالبقاء کی طرف جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حنظلہ نے کہا السلام علیک ابا

عبداللہ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر رحمتیں بھیجے اور ہم کو آپ کو بہشت میں ملائے۔ آپ نے یہ سن کر دوبارہ آمین کہی۔ حنظلہ آگے بڑھے شمشیر زنی کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

دو جابری بچوں کی شہادت

(حنظلہ کے بعد دونوں جابری نوجوان آگے بڑھے مڑ مڑ کر آپ سے کہتے جاتے تھے السلام علیک یا بن رسول ﷺ آپ نے ان دونوں کے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ان دونوں نے قتال کیا اور قتل ہو گئے)

شوذب کی شہادت

عابس ابن ابی شبیب شاکری اپنے غلام آزاد شوذب کو ساتھ لیے ہوئے آئے۔ شوذب سے پوچھا کہو کیا ارادہ ہے؟۔ اس نے کہا ارادہ کیا ہے۔ بنت رسول ﷺ کے فرزند کی طرف سے میں بھی آپ کے ساتھ شریک ہو کر قتال کروں گا اور قتل ہو جاؤں گا۔ عابس نے کہا مجھے تجھ سے یہی امید تھی۔ پھر اگر جینا نہیں منظور رہے تو ابا عبداللہ کے سامنے جا تا کہ تجھے رخصت کریں۔ جس طرح اپنے اور انصار کو انھوں نے رخصت کیا ہے اور میں بھی تجھے رخصت کروں۔ اگر اس وقت تجھ سے بڑھ کر میرا کوئی عزیز ہوتا تو میری خوشی یہی تھی کہ میرے سامنے آتا اور میں اسے رخصت کرتا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ جتنا ہم سے ہو سکے ثواب لوٹ لیں۔ بس آج کے بعد عمل خیر کا موقع نہیں پھر روز حساب آنے والا ہے۔ شوذب نے حسینؓ کو جا کر سلام کیا لڑنے کو نکلا اور یہاں تک جنگ کی اور قتل ہو گیا۔

عابس بن ابی شبیب کی مردانہ شہادت

عابس بن ابی شبیب نے اب آپ سے یہ عرض کیا کہ اے ابو عبداللہ آپ سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی قریب یا بعید واللہ مجھے عزیز نہیں ہے۔ اگر اپنی جان دینے سے اور خون بہانے سے بڑھ کر کوئی ایسی بات ہوتی کہ میں آپ کو مصیبت سے اور قتل سے بچا سکتا تو میں وہ بھی کر گذرتا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کی ہدایت پر میں قائم ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں کی طرف چلے ان کی پیشانی پر ایک زخم کا نشان بھی تھا۔ ربیع بن تمیم نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا یہ اور معرکوں میں بھی ان کو دیکھ چکا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ ربیع نے لوگوں سے کہا یہ شیر میدان ہے۔ یہ عابس بن ابی شبیب ہے۔ تم میں سے کوئی ایک شخص اس سے لڑنے کو ہرگز نہ جائے۔ عابس نے پکارنا شروع کیا۔ کیا ایک کے مقابل میں کوئی ایک نہ نکلے گا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ پتھر پھینک پھینک کر اس شخص کو چور کر دو۔ چاروں طرف سے پتھر آنے لگے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اپنی زرہ اور مغفر کو اتار ڈالا اور ان لوگوں پر حملہ کیا۔

ربیع کہتا ہے واللہ یہ دو سو سے زیادہ آدمی تھے جو بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر بھاگے ہوئے پھر پلٹ پڑے ہر طرف سے حملہ کر دیا اور وہ قتل ہو گئے۔ میں نے چند لوگوں کے ہاتھ میں ان کا سر دیکھا یہ کہتا تھا میں نے قتل کیا وہ کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے سب کے سب ابن سعد کے پاس آئے اس نے کہا کیوں جھگڑتے ہو۔ اس شخص کو ایک برچھی نے قتل نہیں کیا ہے یہ کہہ کر ان کا جھگڑا چکایا۔

ضحاک بن عبداللہ کا بچ جانا

ضحاک بن عبداللہ مشرقی نے جب دیکھا کہ انصار حسینؓ کام آ گئے۔ اور اب آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر دشمنوں کو دسترس حاصل ہوگئی ہے۔ اور سوید بن عمرو خثعمی و بشیر بن عمرو حضرمی کے سوا انصار میں کوئی باقی نہ رہا اس نے آپ سے کہا یا ابن رسول ﷺ میں نے جو بات آپ سے کہی تھی وہ آپ کو معلوم ہے۔ میں نے یہی کہا تھا کہ جب تک کسی شخص کو آپ کی طرف سے قتال کرتے ہوئے دیکھوں گا میں بھی قتال کئے جاؤں گا۔ جب دیکھوں گا اب کوئی لڑنے والا نہیں رہا تو میں چلا جاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اچھا چلے جانا۔ آپ نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے مگر اب کیونکر جا سکتا ہے اگر جا سکتا ہے تو نکل جا۔ یہ سن کر ضحاک اپنے گھوڑی کے پاس آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ انصار کے گھوڑوں کو دشمن ناکارہ کر رہے ہیں تو اپنی گھوڑی کو اپنے رفیقوں کے ایک خیمہ میں جو سب کے بیچ میں تھا، چھپا دیا تھا اور خود پیادہ جنگ میں مشغول تھا۔ اس نے اس دن دو شخصوں کو قتل کیا تھا اور ایک کا ہاتھ اڑا دیا تھا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی تھی کہ تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو۔ خدا تیرے ہاتھ کو نہ قطع کرے۔ جزاک اللہ خیرا عن اہل بیت۔ غرض جب اسے اجازت مل گئی تو اس نے خیمہ سے گھوڑی کو نکالا اور اس کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ وڑا مارا۔ گھوڑی نے قدموں پر بوجھ دیا تھا کہ اس نے لوگوں کے انبوہ پر اسے ڈال دیا۔ سب نے راستہ دیدیا۔ ان میں سے پندرہ شخصوں نے اسکا تعاقب کیا۔ شط فرات پر ایک قریہ شفیہ قریب واقع تھا وہاں تک یہ جا پہنچا۔ یہ لوگ بھی اسکے قریب پہنچ گئے تھے۔ اب اس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے اسے پہچان کر کہا۔ یہ تو ضحاک بن عبداللہ ہمارا ابن عم ہے۔ خدا کے واسطے اس پر ہاتھ نہ ڈالو۔ ان لوگوں میں تین شخص بنی تمیم سے تھے پکار اٹھے واللہ ہم تو اپنے بھائیوں اور اپنے ساتھ والوں کا کہنا کریں گے۔ ان کے ابن عم پر ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ جب ان تین شخصوں کے ساتھ اتفاق کیا تو اور لوگ بھی اس کے تعاقب سے باز آئے۔ اس طرح خدا نے اسے بچالیا۔

یزید بن زیاد کی شہادت

روایت ہے کہ بہدلہ میں سے ابوشعثاء یزید بن زیاد حسینؓ کے سامنے آ کر دونوں زانو ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ اور سو تیر دشمنوں کو مارے۔ ان میں سے پانچ تیر خطا ہو گئے۔ یہ شخص قادر انداز تھے۔ جب تیر سر کرتے تھے تو کہتے تھے۔ انا ابن بھدلہ فرسان العرجلہ۔ یعنی میں بنی بہدلہ سے ہوں جو لوگ کہ شہسوار لشکر ہیں۔ حسینؓ کہتے جاتے تھے۔ بار خدایا ان کے نشانہ کو صائب فرما اور انھیں بہشت نصیب کر۔ سب تیر لگا چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا پانچ تیروں کے سوا میرا کوئی تیر خطا نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ پانچ شخصوں کو میں نے قتل کیا۔ انصار میں سے جو لوگ پہلے ہی قتل ہو گئے یہ بھی ان میں سے ہیں۔ ان کے رجز کا یہ مضمون تھا کہ میرا نام یزید ہے میرے باپ کا نام مہاجر۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں۔ خداوندا میں حسینؓ کا مددگار ہوں اور ابن سعد کا ساتھ میں نے چھوڑ دیا اور اس سے دوری اختیار کی۔ پہلے یہ ابن سعد کے لشکر میں تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ حسینؓ نے جتنی شرطیں پیش کیں وہ سب رد کی گئیں تو انصار حسینؓ میں آ کر مل گئے۔ اور مشغول قتال رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

ابن خالد، سعد اور جابر کی شہادت

آپ کے انصار میں سے عمر بن خالد صیداوی اوران کے آزاد غلام سعد اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے لڑائی شروع ہوتے ہی حملہ کر دیا تھا۔ تلواریں کھینچے ہوئے دشمنوں کے انبوہ میں درآئے۔ جب لڑتے ہوئے دور تک نکل گئے تو بھاگے ہوئے پلٹ پڑے انھیں گھیرنے لگے۔ اوران کے اصحاب اوران کے درمیان حائل ہوگئے۔ یہ دیکھ کر عباس بن علی نے حملہ کیا وران لوگوں کو نرغہ سے نکال لائے۔ سب زخمی ہو گئے تھے دشمنوں کو قریب آتے دیکھ کر پھر تلواریں کھینچ کھینچ کر جا پڑے۔ اور ایک ہی جگہ لڑتے لڑتے سب قتل ہو گئے۔ یہ واقعہ شروع جنگ میں ہوا۔

آپ کے انصار میں سے بس سوید بن عمرو خثعمی باقی تھے اور وہ آپ کے ساتھ تھے۔

خاندان نبوت میدان قتال میں

جگرِ حسین کے ٹکڑے ٹکڑے

اولاد ابوطالب میں سب سے پہلے علی اکبر ابن حسینؓ قتل ہو گئے۔ ان کی والدہ لیلی بنت ابومرہ ثقفی تھیں۔ یہ دشمنوں پر حملہ کرنے لگے اور بار بار اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے'' میرا نام علی بن حسین ہے رب کعبہ کی قسم! ہم لوگ رسول ﷺ سے قریب تر ہیں۔ واللہ پسر ابن سمیہ کے حکم کو ہم نہ مانیں گے۔ مرہ بن منقذ عبدی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا یہ جوان میری طرف سے اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی کلمہ کہتا ہوا گذرا اور میں اسکے ماتم میں اسکے باپ کو نہ رلاؤں تو سارے عرب کا پھٹکار مجھ پر ہو۔ علی اکبر شمشیر زنی کرتے ہوئے اس کی طرف گذرے۔ مرہ نے سامنے آکر انھیں برچھی ماری۔ وہ گرے دشمنوں نے گھیر لیا تلواریں مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے اپنے کان سے سنا کہ حسینؓ کہہ رہے ہیں خدا ان لوگوں کو قتل کرے اے فرزند جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ خدا پر اور رسول ﷺ کی آبروریزی پر ان کی جرأت کس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ میں نے دیکھا ایک بی بی دوڑ کر نکل آئیں۔ یہ معلوم ہوا کہ آفتاب نے طلوع کیا۔ پکار رہی تھیں اے بھیا اے میرے بھتیجے میں نے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول ﷺ ہیں۔ وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر حسین ان کا ہاتھ تھامے ہوئے ان کو خیمہ پر لے گئے۔ اور لڑکوں کو ساتھ لے کر لاش پر آئے۔ حکم دیا کہ بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ لڑکے کے لاشہ کو مقتل سے اٹھا لے گئے۔ جس خیمہ کے سامنے میدان کارزار تھا وہیں لاش کو لٹا دیا۔

مختلف فرزندگان کی شہادت

مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ کو عمرو بن صبیح نے تیر مارا۔ عبداللہ نے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا کہ سر کو تیر سے بچائیں۔ تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا ماتھے تک پہنچ گیا۔ اب یہ ہاتھ کو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ پھر اس نے ہٹ کر دوسرا تیر ان کے قلب پر مارا۔

اب چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم ہو گیا۔ عبداللہ بن قطوبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کر کے انھیں قتل کیا۔ عامر بن نہشل نے عون کے بھائی محمد پر حملہ کر کے قتل کیا۔ عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن سوید ہمدانی

عبدالرحمن بن عقیل پر جا پڑے دونوں نے مل کر انھیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے جعفر ابن عقیل کو تیر مار کر قتل کیا۔

حمید بن مسلم نے ایک بچہ کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا۔ کہتا ہے اس کے گلے میں کرتا تھا پاؤں میں پاجامہ اور مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ ان کو دیکھ کر عمرو بن سعید ازدی مجھ سے کہنے لگا اسے تو واللہ میں قتل کرونگا۔ میں نے کہا سبحان اللہ اسکے قتل کرنے سے تجھے کیا مقصود ہے۔ انصار حسین میں سے یہ لوگ جن کو تم نے گھیر لیا ہے بس ان کا قتل ہو جانا تجھے کافی ہے۔ اس نے جواب دیا واللہ اسے تو میں قتل کرونگا۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور ان کے سر پر تلوار مار کر پلٹا۔ وہ طفل منہ کے بل گر پڑا اور چچا کہہ کر پکارا۔ یہ سن کر حسینؓ اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے۔ اور شیر غضبناک کی طرح آپ نے حملہ کیا عمرو کو تلوار ماری اس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ اس کا کہنی کے پاس سے جدا ہو گیا وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اس کو حسینؓ کے ہاتھ سے بچا کر لے جائیں۔ گھوڑے اسکی طرف پلٹ پڑے ان کے قدم اٹھ گئے۔ سواروں کو لیے ہوئے اس کو پائے مال کرتے گذر گئے آخر وہ مر گیا۔ غبار فرو ہوا تو دیکھا حسینؓ اس طفل کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے آپ یہ کہہ رہے ہیں خدا سمجھے ان لوگوں سے جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ جن سے قیامت کے دن تیرے جدِ بزرگوار تیرے خون کا دعوی کریں گے واللہ چچا پر یہ امر شاق ہے کہ تو پکارے وہ جواب نہ دے سکے۔ جواب دے بھی تو اس سے تجھے کچھ نفع نہ ہو۔ واللہ تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں مددگار کم رہ گئے۔ پھر آپ نے ان کو گود میں اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسین ان کو سینہ سے لگائے ہوئے تھے ان کے دونوں پاؤں زمین پر گھسیٹے ہوئے جا رہے تھے میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ انھوں نے گود میں کیوں اٹھا لیا۔ دیکھا کہ ان کی لاش کو اپنے فرزند علی اکبر کے پہلو میں اور ان کے خاندان کے جو لوگ ان کے گرداگرد قتل ہوئے تھے ان کی لاشوں میں لٹا دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسن ہے۔

کندی کا سیدنا حسینؓ پر حملہ

سیدنا حسینؓ اس دن پہروں اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا تھا آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا آتا تھا۔ آپ کے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کے سر پر لینے سے جھجک جاتا تھا۔ اس اثناء میں مالک بن نسیر کندی نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ آپ برنسی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ تلوار برنس کو کاٹی ہوئی سر تک پہنچ گئی زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہو گئی۔ آپ نے کہا تجھے اس ضرب کا نفع کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوپی کو اتار ڈالا۔ ایک اور ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔ اس وقت آپ خستہ و زمین گیر ہو گئے۔ کندی نے آ کر ٹوپی اٹھا لی۔ یہ ٹوپی خز کی تھی۔

اس کے بعد جب یہ اپنی زوجہ ام عبداللہ بنت حر کے یہاں گیا۔ ٹوپی کا خون دھونے بیٹھا۔ عورت نے کہا ہائے بنت رسول ﷺ کے فرزند کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر میں لایا ہے۔ لے جا اسے یہاں سے۔ لوگ کہتے ہیں وہ سخت محتاجی میں مبتلا رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی ایک بچہ کو آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اسے گود میں بٹھا لیا۔ یہ بچہ عبداللہ بن حسین تھا۔ بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا بچہ ذبح ہو گیا۔ حسین نے اس کے زخم میں چلو لگا دیا۔ دونوں

چلو لہو سے بھر گئے تو زمین پر اس خون کو پھینک دیا۔ اس کے بعد کہا۔ بارِ خدایا تو نے آسمان سے ہمارے لیے اگر نصرت نہیں نازل کی تو جو اس سے بہتر ہے وہ ہم کو دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے‘‘ ابن عقبہ غنوی نے ابو بکر بن حسنؓ کو تیر مار کر قتل کیا۔ خاندان کی نبوت کے کسی شاعر نے کہا ہے:

وعند غني قطرة من دمائنا

وفي اسد اخرى تعد و تذكر

یعنی ہمارے خون کی ایک بوند قبیلہ غنی کی گردن پر۔ اور دوسری بوند بنی اسد کی گردن پر ہے۔ جس کا ذکر ہوتا رہے گا

کہتے ہیں کہ عباس بن علی نے عبداللہ و جعفر و عثمان سے کہا میری ماں جائے بھائیو! تم مجھ سے پہلے ہی جاؤ کہ میں تمہارا وارث ہو جاؤں۔ تمہاری تو کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ اس حکم کو بجالائے۔ ان سے پہلے ہی قتل ہو گئے۔ عبداللہ بن علی کو ہانی حضرمی نے قتل کیا۔ ان کو قتل کر کے پھر اس نے جعفر بن علی پر حملہ کیا انھیں قتل کر کے ان کا سر لیے ہوئے آیا۔ عثمان بن علی کو خولی بن یزید اصحبی نے تیر مارا اور بنی وارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کیا اور ان کا سر کاٹ لایا۔ پھر ایک دارمی نے محمد بن علی کو تیر مار کر قتل کیا اور انکا سر لے آیا۔

ہانی حضرمی کہتا ہے قتل حسین کے روز میں بھی موجود تھا۔ دس سواروں میں سے میں بھی ایک سوار تھا۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ میں نے واللہ ایک لڑکے کو دیکھا کہ خیمہ کی ایک لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے نکل آیا۔ کرتا پاجامے پہنے ہوئے تھا۔ ڈرتا ہوا کبھی داہنے طرف دیکھتا تھا کبھی بائیں جانب۔ اس کے کانوں میں بندے تھے جب ادھر ادھر مڑتا تھا تو بندوں کے ہلنے کی تصویر میرے آنکھوں میں اس وقت تک پھر رہی ہے، ایک شخص گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا بڑھا۔ اس طفل کے قریب آکر گھوڑے سے جھکا اسے تلوار سے ٹکڑے کر ڈالا۔

اصل میں یہ حرکت خود ہانی حضرمی نے کی تھی۔ اپنا نام چھپاتا تھا کہ لوگ ناراض ہو نگے۔

حصین بن تمیم کا آپؓ کو تیر مارنا

جب پیاس کی شدت ہوئی تو آپ پانی کی طرف آئے۔ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا دہانہ پر آکر لگا۔ آپ خون کو منہ میں سے لیتے جاتے تھے اور آسمان کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ اس کے بعد خدا کا شکر بجالائے اور حمد و ثناء کی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر کہا" **اللهم احصهم عددا اقتلهم بددا ولا تذر على وجه الارض منهم احدا**۔ یعنی خداوندا ان سے گن گن کر بدلے لے ان کو چن چن کو قتل کر ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ چھوڑ۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب آپ کے لشکر پر دشمنوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ فرات کی طرف رخ کیا۔ بنی ابان میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ ارے ندی کے اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ کہیں انکے شعیہ کمک کو نہ دوڑیں۔ آپ نے گھوڑے کو تازیانہ مارا تھا کہ لوگ پیچھے دوڑے، آپ کے اور فرات کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ آپ نے اس ابانی کے حق میں بد دعا کی کہ خداوندا! اسے تشنگی میں مبتلا کر۔ ابانی نے تیر مارا کہ آپ کی ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہو گیا۔ اس تیر کو آپ نے کھینچ کر زم زم میں دونوں چلو لگائے۔ خون دونوں چلوں میں بھر گیا۔ آپ نے کہا خداوندا تیرے پیغمبر نواسے کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے میں اس کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں‘‘

بہت کم زمانہ گذرا تھا کہ خدا نے ابانی کو پیاس میں مبتلا کیا۔ کسی طرح اس کی تشنگی بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی ٹھنڈا کیا

جاتا تھا اس میں شکر ڈالی جاتی تھی، دودھ کے قدح بھرے ہوئے تھے پانی کے مٹکے، وہ یہی کہے جاتا تھا ارے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ قاسم بن اصبغ نے یہ تماشہ دیکھا تھا وہ کہتے ہیں واللہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا پیٹ اس طرح تڑخ گیا جیسے اونٹ کا پیٹ۔

شمر ذی الجوشن کوفیوں میں سے کوئی دس پیادوں کو ساتھ لے کر خیمہ کے طرف چلا جس میں سیدنا حسنؓ کے عیال اور اساب تھا۔ یہ لوگ بڑھے اور آپ کے اور اس خیمہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر کہا وائے ہو تم پر! اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے قیامت کا تمھیں خوف نہیں ہے تو امور دنیا میں تو شرفاء اور بھلے مانسوں کا طریق اختیار کرو۔ میرے گھر کو، میرے عیال کو جاہلوں اور نالائقوں سے بچاؤ۔ شمر نے کہا اچھا اے ابن فاطمہ یہی ہوگا۔ اب وہ پیادوں کے پیچھے ہوا اور آپ کی طرف بڑھا۔ ان لوگوں میں ابوالجنوب جعفی اور قشعم بن عمرو جعفی اور صالح بن وہب یزنی اور سنان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصحی تھے۔ شمر انھیں آپ کے قتل کرنے پر آمادہ کرنے لگا۔ ابوالجنوب کی طرف آیا۔ یہ سر سے پاؤں تک سلاح جنگی میں مزین تھا۔ اس سے کہا حسین کی طرف بڑھ۔ ابوالجنوب نے کہا تو خود کیوں نہیں بڑھتا۔ کہا میرے ساتھ اور ایسا کلام۔ جواب دیا کہ تو اور میرے ساتھ ایسا کلام۔ اس نے اسے سخت سست کہا۔ ابوالجنوب بہت دلیر تھا کہنے لگا واللہ تیری آنکھ کو برچھی کی نوک سے کھرچ ڈالونگا۔ یہ سن کر اسکے پاس سے سرک گیا۔ کہتا جاتا تھا واللہ مجھے موقع ملا تو تجھ سے سمجھونگا۔ اسکے بعد شمر پیادوں کو لیے ہوئے آپ کی طرف بڑھا۔ آپ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے۔ اسکے بعد دشمنوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر ایک لڑکا خیمہ سے نکلا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ آپ کی بہن زینب اس طفل کے پیچھے دوڑیں کہ اسے روکیں۔ آپ نے پکار کر کہا زینب اسے روکو۔ طفل نے کہنا نہ مانا دوڑتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی کہ وار کرے بچہ نے کہا اے خبیث تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس نے آپ پر وار کیا۔ بچہ نے اس کی تلوار کے روکنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا۔ بس ایک تسمہ لگا رہ گیا تھا۔ بچہ امان امان کہہ کر چلایا تو حسینؓ نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا۔ اور کہا کہ اے میرے بھائی کے لخت جگر اس مصیبت پر صبر کر اسے اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ خداوند تعالیٰ اب تجھ کو تیرے بزرگوں سے ملا دیگا۔ رسول ﷺ اور علی بن ابی طالب اور حمزہ اور جعفر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس پہنچا دے گا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے اس دن میں نے حسینؓ کو کہتے سنا: خداوندا! ان لوگوں کو آسمان کی بارش سے، زمین کی برکتوں سے محروم کر دے۔ اگر تو انھیں کچھ مہلت دے تو ان میں تفرقہ ڈال دے۔ ان کو فرقہ فرقہ کر کے متفرق کر دے۔ ان کے حکام کو ان سے کبھی راضی نہ ہونے دے۔ انھوں نے ہمیں بلایا تھا نصرت کرنے کو اور ہمیں پر حملہ کرنے کو دوڑ پڑے اور انھوں نے ہمیں قتل کیا۔ پھر جو پیادے ہجوم کئے ہوئے تھے آپ نے ان سے مقابلہ کیا۔ سب کے سب پسپا ہو گئے۔

آپ کے انصار میں تین یا چار شخص باقی رہ گئے تو آپ نے ایک مضبوط جامہ بردیمنی کا منگایا۔ جس کی بناوٹ میں روئی کے بندوں کے ریزے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اسے چاک کیا اور پھاڑ ڈالا۔ آپ کو اندیشہ یہ تھا کہ قتل کرنے کے بعد مجھے برہنہ نہ کر دیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے بعض اصحاب نے کہا کہ اس کے نیچے جانگیہ بھی ہوتا تو اچھا تھا۔ کہا کہ وہ بہت ذلیل لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہئے۔ لیکن آپ کے قتل ہو جانے کے بعد بحر بن کعب نے اس پائجامہ

کو اتار کر آپ کو برہنہ کر دیا۔ جب سے اس کے ہاتھ ایسے ہو گئے تھے کہ جاڑوں میں دونوں ہاتھوں سے پانی ٹپکا کرتا تھا۔ اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح سوکھ کر رہ جاتے تھے۔

عبداللہ بن عمار پر لوگوں نے عتاب کیا کہ تو بھی قتل حسینؓ میں شریک تھا۔ عبداللہ نے کہا میں نے تو بنی ہاشم پر احسان کیا۔ پوچھا احسان تو نے کیا کیا؟۔ کہا میں نے برچھی تان کر حسین پر حملہ کیا تھا۔ ان کے قریب پہنچا اور واللہ میں چاہتا تو انھیں برچھی مار دیتا۔ پھر میں ان کے پاس سے ہٹ آیا۔ اور میں نے دل میں کہا میں کیوں انھیں قتل کروں کوئی اور قتل کرے تو کرے۔ میں نے دیکھا انکے داہنے بائیں جو پیادے نرغہ کئے ہوئے تھے انھوں نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے داہنی جانب کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ بائیں جانب کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ آپ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کا قمیض گلے میں تھا۔ واللہ کسی ایسے بے کس اور بے بس کو جس کی اولاد و اہل بیت و انصار سب قتل ہو چکے ہوں۔ اس دل سے اور اس حواس سے اور اس جرات سے لڑتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ واللہ نہ ان سے پیشتر ان کا مثل دیکھنے میں آیا نہ ان کے بعد کہ انکے دائیں بائیں لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے گرگ کے حملہ کرنے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی حالت میں ان کی بہن زینب بنت فاطمہ خیمہ سے نکل آئیں۔ واللہ ان کے کان کے بندے ہلتے ہوئے اب تک میری نگاہ میں ہیں۔ کہہ رہی تھیں: ہائے آسمان زمین پر پھٹ پڑتا۔ ابن سعد اس وقت حسین کے قریب آیا تو کہنے لگیں اے ابن سعد حسین قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے داڑھی تک بہتے ہوئے گئے اور اس نے زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

واقعہ شہادت

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آپ خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ وسمہ کا خضاب کئے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے جیسے کوئی غضب کا شہسوار تیر کے فاصلہ سے خود کو بچاتا جائے۔ کمین گاہوں سے اپنا ہدف ڈھونڈتا جائے سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ اور میں نے شہادت سے پہلے آپ کو کہتے سنا۔ کیا تم میرے قتل پر آمادہ ہو۔ سن لو واللہ میرے بعد بندگان خدا سے کسی ایسے بندے کو تم نہ قتل کرو گے جسکے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تم سے ناراض ہو۔ واللہ مجھے تو یہ امید ہے حق تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کریگا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ تم نے مجھے قتل کیا تو کیا۔ واللہ تم لوگوں میں خدا آپس میں کشت و خون ڈلوا دیگا اور تمھاری خون کی ندیاں بہا دیگا۔ اور اس پر بھی بس نہ کریگا۔ یہاں تک کے عذاب الیم کو تمھارے لئے دگنا بلکہ چار گنا کر دیگا، اور بہت دیر تک آپ اسی حالت میں رہے۔

لوگ قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا لیکن ایک ایک کے پیچھے چھپتا تھا۔ یہ چاہتا تھا وہ اس کام کو کرے وہ چاہتا تھا یہ کرے۔ آخر شمر نے پکار کر کہا۔ وائے تم لوگوں پر! اس شخص کے بارے میں تمھیں اب کیا انتظار ہے ارے تمھاری مائیں تم کو روئیں اسے قتل کرو۔

حسینؓ کے سرِ اقدس کو کاٹنے پر پس و پیش

اب ہر طرف آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے وار کیا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اسکی ضرب پڑی۔ آپ کے شانہ پر کسی کی ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ گئے۔ اس وقت آپ اٹھتے تھے اور گرتے پڑتے تھے۔ پھر اسی حالت میں

سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھی ماری۔ آپ گر پڑے تو اس نے خولی بن یزید اصحی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ خولی نے ارادہ کیا مگر اس سے یہ کام ہو نہ سکا کانپنے لگا۔ سنان بن انس نے کہا۔ خدا تیرے بازوؤں کو توڑے تیرے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر وہ اتر کے آپکی طرف بڑھا۔ آپکو ذبح کیا اور آپکا سر کاٹ لیا۔ اور خولی کو دیدیا۔ ذبح ہونے سے پہلے بہت سی تلواریں بھی آپ پر پڑ چکی تھیں۔ سر جدا کرنے سے پہلے سنان بن انس کی یہ حالت تھی کہ جسے دیکھتا تھا کہ حسین کے قریب آ رہا ہے اس پر حملہ کر بیٹھتا تھا کیونکہ اسے یہ ڈر تھا کہ مجھے ہٹا کر کہیں وہی سر نہ لے جائے۔

آپ جو لباس پہنے ہوئے تھے وہ بھی لٹ گیا بحر بن کعب نے پائے جامہ لیا۔ قیس بن اشعث نے چادر اتار لی۔ جب سے اسکا نام قیس قطیفہ مشہور ہو گیا یعنی چادر والا۔ اسود نے آپ کی نعلین اتار لی۔ بنی نہشل کے ایک شخص نے تلوار نکال لی۔ اس کے بعد وہ حبیب بن بدیل کے خاندان میں آ گئی۔ پھر یہ لوگ ورس (زعفران) پوشاک اور اونٹوں کی طرف جھکے اور یہ سب چیزیں لوٹ لے گئے۔ پھر اہل حرم اور مال و متاع کے لوٹنے کو گئے۔ یہ حال تھا کہ ایک بی بی کے سر سے چادر کوئی اتارتا تھا دوسرا اس سے چھین لیتا تھا۔

آپ کے انصار میں سوید بن عمرو زخمیوں میں چور ہو کر مقتولین میں پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ حسین قتل ہو گئے۔ ذرا چونکے تو دیکھا کہ ان کی تلوار تو کوئی لے گیا ہے مگر ایک چھری ان کے پاس موجود ہے۔ اسی چھری سے کچھ دیر تک وہ لڑتے رہے۔ آخر عروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے مل کر انھیں قتل کیا اور یہ سب کے آخر میں قتل ہوئے۔

علی بن حسین کے قتل کی کوشش

حمید بن مسلم کہتا ہے میں علی اصغر بن حسین کے پاس پہنچا۔ وہ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور بیمار تھے۔ شمر اپنے ساتھ کے پیادوں کو لیے ہوئے ادھر آیا وہ کہتے جاتے تھے کیا اسے قتل نہ کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ ہمیں یہ نہیں چاہئے کہ اطفال کو قتل کریں۔ یہ تو ابھی اطفال میں داخل ہیں۔ میں پھر جس کو ان کی طرف آتے دیکھتا تھا اسے ٹال دیتا تھا آخر ابن سعد آیا اس نے کہا۔ دیکھو عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے انکا اسباب لوٹا ہو وہ واپس کر دے۔ لیکن کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہیں کی۔ علی بن حسین نے مجھ سے کہا اے شخص تجھے خیر نصیب ہو۔ واللہ تیرے کہنے سے مجھ پر آفت ٹل گئی۔

لعین سنان بن انس کی حالت

لوگوں نے سنان بن انس سے کہا علی کے فرزند رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو تو نے قتل کیا۔ عرب میں سب سے بڑے مرتبہ والے شخص کو جو اس ارادہ سے آیا تھا کہ ان لوگوں کی سلطنت کو زائل کر دے تو نے اس کو قتل کیا۔ امیروں کے پاس جا اور ان سے صلہ مانگ۔ اگر وہ قتل حسین کے صلہ میں اپنے سارے خزانے تجھے عطا کر دیں تو وہ بھی کم ہیں۔

سنان یہ سن کر گھوڑے پر سوار ہوا تھا بڑا دلیر اور شعر بھی کہتا تھا اور کچھ اسے سنک بھی تھی۔ وہ ابن سعد کے خیمہ کی طرف آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہوا اور پکار پکار کر یہ دو شعر پڑھے (مضمون)

میرے اونٹوں کو چاندی سونے سے لدوا دے میں نے بادشاہ بلند مرتبہ کو قتل کیا جو شخص ماں باپ کی طرف سے بہترین خلق ہے اور نسب میں سب سے بہتر ہے میں نے اسے قتل کیا۔

ابن سعد نے کہا میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تو دیوانہ ہے کبھی تو ہوش میں آیا ہی نہیں کوئی اسے میرے پاس لے آئے جب اسے ابن سعد کے سامنے لے کر گئے تو اس نے ایک اسے لکڑی ماری۔اور کہا او دیوانے یہ کلمہ تو زبان سے نکالتا ہے۔واللہ اگر ابن زیاد سنتا تیری گردن مار دیتا۔

بقیہ انصار حسین کے احوال

پھر ابن سعد نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کیا۔یہ شخص رباب بنت امراء القیس کلبیہ کا غلام آزاد تھا اور رباب سکینہ بنت حسین کی والدہ تھیں۔ابن سعد نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟اس نے کہا میں ایک غلام زرخرید ہوں۔یہ سن کر ابن سعد نے اسے چھوڑ دیا۔بس اسکے سوا ان لوگوں میں سے کوئی نہیں بچا۔ہاں مرقع بن ثمامہ اسدی نے جس وقت اپنے تیر بکھرا دیے تھے اور دونوں زانو ٹیک کر تیر افگنی کر رہا تھا۔اسکے پاس اسکے خاندان کے کچھ لوگ آئے۔اس سے کہا تو ہمارے ساتھ آ۔تیرے لیے امان ہے۔یہ ان کے ساتھ ہولیا۔جب ابن سعد ابن زیاد کے پاس ان لوگوں کو لے کر آیا اور سب حال اس شخص کا بیان کیا تو ابن زیاد نے اس شخص کو موضع زارہ کی طرف شہر بدر کر دیا۔

نعش مبارک کی پامالی

اسکے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھیوں میں یہ منادی کی کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے؟۔یہ سن کر دس شخص نکلے۔ان میں اسحٰق بن حیوۃ حضرمی بھی تھا جس نے آپ کا کرتہ اتار لیا تھا اور آخر برص کا شکار ہو گیا تھا۔اور ان لوگوں میں حبشی بن مرثد حضرمی بھی تھا۔یہ دس سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کیا۔حتیٰ کہ آپ کے سینے و پشت کو چور چور کر دیا۔اس کے بعد ہی حبشی کو ایک تیر کہیں سے آکے لگا وہ ابھی تک میدان قتال میں موجود تھا۔تیر اسکے قلب میں پڑا وہ مر گیا۔

سیدنا حسینؓ کے ساتھیوں میں بہتر شخص قتل ہوئے۔ان کے قتل ہونے کے ایک دن بعد مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے انھوں نے مل کر ان لوگوں کو دفن کیا۔ابن سعد کے اصحاب میں سے اٹھاسی شخص قتل ہوئے اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ابن سعد نے اپنے اصحاب کی لاشوں پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

حسین کے قتل ہوتے ہی ان کے سر کو اسی دن خولی کے ہاتھ حمید بن مسلم کے ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا تھا۔خولی سر کو لیے ہوئے ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔قصر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔یہ اپنے گھر چلا آیا سر کو ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھا دیا۔اس کی دو عورتیں تھیں ایک بنی اسد میں کی اور ایک حضرمی تھی اس کا نام نوار تھا۔یہ رات اسی کے پاس رہنے کی تھی۔جب وہ خواب پر آیا تو نوار نے پوچھا کیا خبر ہے تو کیا لے کر آیا ہے؟اس نے کہا تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لے کر آیا ہوں۔تیرے خیمہ میں حسینؓ کا سر لے کر آیا ہوں۔نوار نے کہا تف ہے تجھ پر لوگ چاندی سونا لے کر آئے اور تو رسول ﷺ کے فرزند کا سر لایا ہے۔واللہ میں اور تو دونوں ایک خیمہ اب کبھی نہیں رہیں گے۔نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور سیدھی اسی گھر میں گئی جہاں آپ کا سر رکھا ہوا تھا اب اس نے اسدیہ بیوی کو بلا لیا۔نوار بیٹھی ہوئی سر دیکھتی رہی۔وہ کہتی ہے واللہ آسمان سے ایک نور کا ستون اس لگن تک تھا میں برابر دیکھتی رہی۔اور سفید سفید پروانے اسکے گرداگرد اڑ رہے تھے۔صبح ہوئی تو وہ سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

قافلہ حسینی کی کوفہ روانگی

ابن سعد نے اس دن وہیں قیام کیا دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دے وہ اپنے ساتھ آپ کی بیٹیوں کو اور بہنوں اور بچوں کو سوار کر کے لے چلا۔ اور علی بن حسین بیمار تھے۔ بی بیاں جب آپ کی لاش اور آپ کے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کی طرف گزریں۔ تو آہ و نالہ کرنے لگیں اور منہ پیٹنے لگیں۔

قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے میں گھوڑا بڑھا کر قریب گیا ان عورتوں کو میں نے دیکھا میں نے ایسی عورتیں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ واللہ آہوان صحرائی سے بڑھ کر حسین تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے زینب بنت فاطمہ کا یہ کہنا کبھی نہ بھولونگا۔ جس وقت اپنے بھائی کی لاش پر پہنچیں تو کہتی تھیں۔ "وامحمداہ! وامحمداہ! ملائکہ آسمان کی صلوات آپ پر ہوں۔ حسین میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں یا محمداہ آپ کی بیٹیاں آپ کی ذریت قتل کی گئی۔ ہوا انکی لاشوں پر خاک ڈال رہی ہے" یہ سن کر واللہ دوست دشمن سب رو دیئے۔ پھر باقی لاشوں کے سر جدا کیے گئے۔ شمر اور قیس بن اشعث وعمرو بن حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیے گئے۔ ان لوگوں نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔

سرِ حسینؓ دربار ابن زیاد میں

حمید بن مسلم کہتا ہے ابن سعد نے مجھے بلا کر اپنے اہل وعیال کے پاس بھیجا کہ ان کو خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے اسے فتح دی۔ اور عافیت سے گذری۔ میں جا کر سب کو اطلاع کر آیا۔ واپس آیا تو دیکھا ابن زیاد لوگوں سے ملنے کو دربار میں بیٹھا ہے اور تہنیت دینے کو لوگ آ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اس نے اندر بلا لیا اور سب کو بھی اذن دیا۔ ان درجانے والوں کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حسین کا سر اسکے سامنے رکھا ہے۔ ان کے دانتوں کو ایک ساعت تک وہ چھڑی سے کھٹکھٹاتا رہا۔

زید بن ارقمؓ نے جب دیکھا کہ وہ چھڑی سے کھٹکھٹانا موقوف نہیں کرتا تو کہا ان دانتوں پر سے ہٹا اس چھڑی کو اس وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ رسول ﷺ کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہونٹ ان دانتوں پر رکھ کر پیار کرتے تھے" یہ کہا اور وہ بزرگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے رلائے۔ اگر تو پیر فرتوت نہ ہوتا جس کی عقل جاتی رہی ہے تو واللہ میں تیری گردن مارتا۔ زید یہ سن کر اٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو رہا تھا کہ زید بن ارقم نے واللہ ایسی بات کہی کہ ابن زیاد سن پاتا تو انہیں قتل کرتا۔ حمید نے پوچھا انھوں نے کیا بات کہی۔ کہا وہ ادھر سے یہ کہتے ہوئے گذرے ملک عبد عبدا فاتخذ ہم تلدا" غلام نے غلام کو حاکم بنا دیا۔ اس نے تمام بندگان خدا کو اپنا خانہ زاد بنالیا۔ آج سے اے قوم عرب تم سب غلام ہو گئے۔ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کیا۔ اور پسر مرجانہ کو اپنا حاکم بنالیا کہ وہ تم میں سے نیک لوگوں کو چن چن کر قتل کر رہا ہے۔ اور شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کر لیا جس نے ذلت کو گوارا کر لیا۔ خدا اسے مارے۔

اہل بیت ابن زیاد کے دربار میں

حسین کے سر کے ساتھ ان کے اہل وعیال ان کی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔
زینب بنت فاطمہ نے خستہ سالباس پہن لیا تھا۔ اپنی ہیئت بدل دی تھی۔ کنیزیں آپ کو گھیرے ہوئے تھیں۔ جب داخل ہوئیں تو آپ بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ جو بیٹھی ہوئی ہے کون عورت ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تین دفعہ پوچھا اور آپ نے ہر دفعہ جواب نہیں دیا۔ اب کے آپ کی کسی کنیز نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا شکر ہے خدا کا جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا قتل کیا تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا شکر ہے خدا کا جس نے محمد ﷺ کے وسیلہ سے ہم سب کو عزت دی۔ ہم کو طیب وطاہر کیا تو نے جو کہا ایسا نہیں ہے۔ رسوا وہ ہوتا ہے جھوٹا وہ ہوتا ہے جو فاسق وفاجر ہو۔

ابن زیاد نے کہا تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خاندان والوں سے خدا نے کیا سلوک کیا۔ زینبؓ نے کہا ان کے مقدر میں قتل ہونا تھا وہ اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے۔ اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے۔ وہیں تم لوگ اپنی اپنی نزاع وخصومت کو پیش کرو گے۔ یہ سن کر ابن زیاد غضبناک اور برافروختہ ہو گیا۔ عمرو بن حریث نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے۔ یہ ایک عورت ہیں، کیا عورت کی کسی بات کا مواخذہ ہو سکتا ہے؟ کسی بات کا یا سخت زبانی کا عورت سے تو مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

اب ابن زیاد نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ سن کر آپ رونے لگیں پھر کہا بخدا مردوں کو تو نے قتل کیا۔ میرے خاندان کو تو نے تباہ کر دیا۔ تو نے شاخوں کو قطع کیا۔ جڑ کو اکھاڑ ڈالا۔ اگر اسی سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا تھا تو بے شک تو نے ٹھنڈا کر لیا کہنے لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے۔ تمہارے باپ بھی تو شاعر اور بڑے دلیر تھے آپ نے کہا عورت کو دلیری سے کیا واسطہ میں کیا دلیری کروں گی جو منہ میں آ گیا وہ میں نے کہہ دیا۔

ابن زیاد کی علیؓ بن الحسین سے گفتگو

حمید بن مسلم کہتا ہے علی بن حسین کو جب ابن زیاد کے سامنے لائے ہیں میں اسکے پاس ہی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا تمہارا نام؟ کہا میں علی بن الحسین ہوں۔ کہا کیا علی بن حسین کو خدا نے قتل نہیں کیا۔،، آپ نے جواب نہیں دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے کہا **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا. وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ** یعنی جن کی موت کا وقت آتا ہے خدا ہی انکو وفات دیتا ہے۔ حکم خدا کے بغیر کوئی شخص مر نہیں سکتا، ابن زیاد نے کہا واللہ تم بھی انہیں لوگوں میں ہو۔ ذرا دیکھنا یہ بالغ ہیں؟۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مردوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ مری بن زیاد نے آپ کو برہنہ کر کے دیکھا اور کہا کہ ہاں یہ بالغ ہیں۔

علی بن الحسین کے قتل کا حکم:۔

اس پر علی بن حسین نے پوچھا ان عورتوں کی حفاظت کے لئے تم کس کو مقرر کرو گے؟ انکی پھوپھی زینب ان سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد ہم لوگوں پر جو مصیبت گر چکی اسی پر بس کر۔ کیا ہم لوگوں کا خون بہانے سے ابھی تجھے سیری نہیں ہوئی؟۔ کیا ہم میں سے کسی کو تو نے باقی رکھا؟ یہ کہہ کر بھتیجے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور کہا اے ابن زیاد! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے تو اسکے ساتھ مجھے بھی قتل کر، علی بن حسین نے کہا اے ابن زیاد

اگر تجھ اور ان لوگوں میں قرابت ہے تو کسی پرہیزگار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح انکے ساتھ رہے۔ ابن زیاد دیر تک ان بی بی کی طرف دیکھتا رہا لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کے ان کو یہ آرزو ہے کہ لڑکے کو اگر میں قتل کروں تو اس کے ساتھ ان کو بھی قتل کروں۔ اچھا لڑکے کو چھوڑ دو۔ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تم بھی جاؤ۔

ابن زیاد کی تقریر

ابن زیاد جب قصر میں داخل ہوا اور سب لوگ بھی آئے تو الصلاۃ جامعہ کی ندا ہوئی یعنی نماز کے بعد دربار عام ہوگا۔ غرض بڑی مسجد میں لوگ جمع ہو گئے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا شکر ہے خدا کا جس نے حق کو اور اہل حق کو قوی کیا۔ اور امیر المومنین یزید بن معاویہ کی اور ان کے گروہ والوں کی نصرت کی۔ اور کذاب بن کذاب حسین بن علی کو اور ان کے گروہ کے لوگوں کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف کی شہادت

ابن زیاد ابھی اس گفتگو سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھ کر اسکی طرف دوڑے یہ علی کرم اللہ وجھہ کے گروہ کے تھے۔ ان کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی جب کہ یہ علی کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ جنگ صفین میں ایک ضرب ان کے سر پڑی تھی۔ اور ایک ضرب ابرو پر لگی تھی۔ اس کے صدمہ سے دوسری آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ جب سے بڑی مسجد سے یہ نکلتے ہی نہ تھے۔ رات تک وہیں نمازیں پڑھتے رہتے تھے اس کے بعد واپس آتے تھے۔ ابن زیاد کا یہ کلمہ سن کر انھوں نے کہا ''او پسر مرجانہ کذاب ابن کذاب! تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا ہلاک ہوں۔ او پسر مرجانہ تم لوگ پیغمبروں کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور راست بازوں کا سا قول منہ سے کہہ ڈالتے ہو۔ ابن زیاد نے کہا لاؤ تو اسے میرے پاس، سپاہیوں نے ان پر حملہ کر کے گرفتار کرلیا۔ عبداللہ بن عفیف ازدی نے یا مبرور کہہ کر ندا کی یہ کلمہ ازدیوں کا شعار تھا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھے تھے۔ انھوں نے کہا تمھارا بھلا نہ ہو تم نے اپنے کو بھی تباہ کیا اور اپنی قوم کو بھی تباہ کیا۔ کوفہ میں اس وقت سات سو ازدی مسلح شور موجود تھے۔ ان میں سے چند شخص عبداللہ بن عفیف کی طرف دوڑے ان کو چھڑا لائے انھیں ان کے گھر میں پہنچا آئے اسکے بعد ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیج کر انھیں بلوایا اور قتل کیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش سولی پر چڑھا دی جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔

سر حسینؓ شام میں

پھر ابن زیاد نے حسینؓ کا سر کوفہ میں نصب کر دیا۔ اور تمام شہر میں تشہیر بھی کیا گیا اسکے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسینؓ اور انکے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن خوف زادی اور طارق بن ابوظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زحر جب یزید کے سامنے گیا تو یزید نے پوچھا ارے وہاں کیا ہو رہا ہے اور تو کیا خبر لے کر آیا ہے؟۔ زحر نے کہا ''اے امیر المومنین خدا کے فضل سے فتح و نصرت تجھے مبارک ہو۔ حسین بن علی ہمارے مقابلہ میں اٹھارہ شخص اپنے اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے شیعوں میں سے لے کر وارد ہوئے تھے۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا یا تو اطاعت اختیار کریں

اور امیر ابن زیاد کے حکم پر گردن جھکا دیں۔ یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔ انھوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب کے نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور ہر طرف سے انھیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں تو بھاگنے لگے اور پناہ نہ ملتی تھی۔ ٹیلوں پر اور غاروں پر ہم سے اس طرح وہ جان بچاتے تھے جیسے کبوتر شاہین سے چھپتے پھرتے ہیں۔ امیر المومنین واللہ جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لیے آنکھ جھپک جاتی ہے بس اتنی ہی دیر میں ان کے سب سے آخری شخص کو ہم قتل کر چکے تھے۔ اب ان کی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ ان کے پیراہن خون آلود ہیں۔ ان کے رخسار گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ انھیں دھوپ پگھلائے دیتی ہے اور ہوا خرد برد کرتی ہے۔ ایک سنسان بیابان میں شاہین اور گدھ ان پر اتر رہے ہیں۔

یزید کا ردعمل

یہ سن کر یزید آبدیدہ ہو گیا اور کہنے لگا تمھاری اطاعت سے جب خوش ہوتا کہ تم نے حسین کو قتل نہ کیا ہوتا۔ خدا لعنت کرے پسر سمیہ پر۔ سنو واللہ اگر حسینؓ کا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں ان کو معاف ہی کر دیتا۔ خدا حسین پر رحم کرے۔ یزید نے زحر کو کچھ صلہ بھی نہ دیا۔

حسینی قافلہ کی شام میں آمد

ابن زیاد نے مستورات و اطفال حسینؓ کے لیے بھی حکم دیا ان کی روانگی کا بھی سامان کیا گیا۔ علی بن حسینؓ کے لیے حکم دیا کہ پاؤں سے گلے تک زنجیر میں جکڑ دیے جائیں۔ اور محضر بن ثعلبہ عائذی اور شمر کو ساتھ روانہ کیا۔ یہ دونوں سب کو لئے ہوئے یزید کے پاس پہنچے۔ راستہ میں علی بن حسینؓ ان دونوں سے کبھی کوئی بات نہیں کی۔ جب یزید کے دروازہ پر پہنچے تو محضر نے پکار کر کہا۔ محضر بن ثعلبہ ان ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر امیر المومنین کے پاس حاضر ہوا ہے۔ یزید نے جواب دیا کہ محضر کی ماں نے جس بچہ کو جنا ہے بس وہی ملامت زدہ اور سب سے بدتر ہے''

یزید کے سامنے جب حسینؓ اور ان کے اہل بیت و انصار کے سر رکھے گئے تو اس نے وہ شعر پڑھا (جو اوپر گذرا) اور کہا اے حسینؓ واللہ اگر تمھارا معاملہ میرے ہاتھ میں پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا۔

مروان کا بھائی یحیٰی بن حکم اسوقت یزید کے پاس موجود تھا اس نے یہ شعر پڑھا

لهاما مجنب الطف ادنى قرابة
من ابن زياد العبد ذى الحسب ابوغل
سميه امسى نسلها عدد الحصى
وبنت رسول ﷺ ليس لها نسل

یعنی ایک لشکر کا لشکر ابن زیاد کے قرابت داروں کا جو کہ خاندان کا کمینہ ہے۔ صحرائے طرف کے قریب موجود ہے۔ سمیہ کی نسل تو شمار میں سنگریزوں کے برابر ہو گئی اور بنت رسول ﷺ کی نسل باقی نہ رہی'' یزید نے جو یہ سنا تو یحیٰی کے سینے پر ہاتھ مار کہا کہا خاموش۔

یزید نے دربار منعقد کیا اور بزرگان شام کو بلا کر اپنے گرداگرد بٹھایا۔ پھر علی بن حسینؓ اطفال حسینؓ اور مستورات کو بلا بھیجا۔ ان لوگوں کا یزید کے دربار میں داخلہ ہوا اور سب لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ یزید علی بن حسینؓ سے

کہنے لگا تمھارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا۔ دیکھو خدا نے ان سے کیا سلوک کیا۔ علی بن حسین نے جواب دیا **"ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرء ھا"** یعنی روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم کے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا ان کی بات کو رد کر دے۔ خالد کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی جس سے رد کر سکتے۔ یزید نے اس سے کہا تم کہو **"ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر"** یعنی تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمھارے ہی ہاتھوں تمھیارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی خطائیں خدا معاف بھی کر دیتا ہے۔ یزید یہ کہہ کر خاموش ہو رہا۔

پھر مستورات کو اور اطفال کو بلوایا۔ یہ سب لوگ سامنے لا کے بٹھائے گئے۔ یزید نے دیکھا کہ سب لوگ بہت ہی برے حال سے ہیں۔ افسردگی سے کہنے لگا خدا برا کرے پسر مرجانہ کا اگر اس میں اور تم لوگوں میں برادری و قرابت ہوتی تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور اس حالت سے تم کو نہ بھیجتا۔

فاطمہ بنت علی بیان کرتی ہیں جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جا کے بٹھائے گئے تو اسے ترس آ گیا اور ہمارے بارے میں کسی چیز کا اس نے حکم دیا اور ہم پر مہربان ہوا۔ اس وقت اہل شام سے ایک سرخ رنگ آدمی یزید کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین اس عورت کو (یعنی مجھ فاطمہ بنت علی کو) مجھے دید یجئے۔ میں اس زمانہ میں کم سن اور خوبصورت تھی۔ میرے تن بدن میں تھرتھری پڑ گئی میں ڈر گئی۔ مجھے بدگمانی ہوئی کہ یہ بات ان کے مذہب میں جائز ہو گی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ بول اٹھیں جھک مارا تو نے اور بے ہودہ بکا نہ تیری یہ مجال ہے نہ یزید کی۔ یزید کو غصہ آ گیا کہنے لگا واللہ تم نے غلط کہا مجھے یہ اختیار ہے۔ میں کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا خدا نے یہ اختیار تجھے نہیں دیا۔ ہاں اگر ہمارے مذہب سے تو نکل جائے اور ہمارے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے۔ یزید غضبناک ہو گیا برہم ہو کر کہنے لگا تو مجھ سے یہ گفتگو کرتی ہے۔ دین سے تیرے باپ بھائی نکل گئے۔ کہا خدا کے اور میرے باپ بھائی کے دین سے اور میرے جد کے دین سے تو نے تیرے باپ نے تیرے جد نے ہدایت پائی۔ یزید نے کہا او دشمن خدا تو جھوٹ کہہ رہی ہے۔ کہا تو حاکم ہے غالب ہے۔ ناحق سخت زبانی کرتا ہے اپنی حکومت سے دباتا ہے۔ واللہ اب تو یزید کو حیا آ گئی چپ ہو رہا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ کہا امیر المومنین یہ کنیز مجھے دے ڈالیے۔ یزید نے اسے ڈانٹا دور ہو، خدا تجھے موت دے کر تیرا فیصلہ کر دے۔

مدینہ روانگی کا حکم

یزید نے نعمان بن بشیر سے کہا اے نعمان ان لوگوں کی روانگی کا سامان جیسا مناسب ہو کر دو۔ اور ان کے ساتھ اہل شام میں سے کسی ایسے شخص کو بھیجو جو امانت دار نیک کردار ہو اور اس کے ساتھ سوار ہوں اور خدام ہوں کہ ان سب لوگوں کو مدینہ پہنچا دے۔ بعد اسکے مستورات کے لیے حکم دیا کہ علیحدہ مکان میں اتاری جائیں جہاں ضرورت کی سب چیزیں موجود ہوں اور ان کے بھائی علی بن حسینؓ اسی مکان میں رہیں جس میں وہ سب لوگ ابھی تک تھے۔ غرض یہ سب لوگ جب اس گھر سے یزید کے گھر میں گئے تو سیدنا معاویہ کی اولاد میں سے کوئی عورت ایسی نہ ہو گی جو حسین کے

لیے روتی ہوئی نوحہ وزاری کرتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو۔ غرض سب نے وہاں صف ماتم بچھ گئی۔

یزید صبح وشام کھانے کے وقت علی بن حسین کو بھی بلا لیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے عمرو بن حسن کو بھی بلایا وہ بہت کم سن تھے۔ یزید نے ان سے کہا اس جوان سے یعنی خالد سے لڑتے ہو۔ ابن حسن نے کہا یوں نہیں لڑتا ایک چھری میرے ہاتھ میں دو ایک خالد کے ہاتھ میں پھر میں لڑونگا۔ یزید نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا وہ فطرت کہاں جائے گی سانپ کا بچہ سنپولیا ہی ہوتا ہے۔

جب ان لوگوں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسینؓ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا خدا پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ اگر حسینؓ میرے پاس آتے جس بات کے مجھ سے وہ خواستگار ہوتے میں وہی کرتا۔ ان کو ہلاک ہونے سے جس طرح بن پڑتا میں بچا لیتا اگرچہ اس میں میری اولاد میں سے کوئی تلف ہو جاتا تو ہو جاتا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمھیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیئے اور اس بدرقہ کو ان لوگوں کے بارے میں تاکید کر دی۔ یہ شخص جو بدرقۂ راہ تھا سب کے ساتھ روانہ ہوا رات بھر قافلہ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سارا قافلہ اس کی نگاہ کے سامنے رہے آگے آگے چلے۔ جب یہ لوگ اترتے تھے۔ تو کنارہ ہو جاتا تھا خود بھی اور اسکے ساتھ والے بھی ہر سمت میں قافلہ کے گرداگرد پھیل جاتے تھے جو طریقہ کے پاسبانوں کا ہوتا ہے اور خود اس طرح سب سے علیحدہ اترتا تھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کو یا قضائے حاجت کے لیے جائے تو اس کو کچھ زحمت نہ ہو۔ اسی طرح ان لوگوں کو راہ میں راحت پہنچاتا ہوا ان کی ضرورتوں کو پوچھتا ہوا ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں سب کو لے کر داخل ہوا۔

فاطمہ بنت علیؓ نے اس وقت اپنی بہن زینب سے کہا پیاری بہن یہ مرد شامی ہمارے ساتھ سفر میں بہت مہربانی سے پیش آیا۔ اسے کچھ انعام دیجئے۔ کہا واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو اسے انعام میں دوں۔ فاطمہ نے کہا اچھا ہم دونوں زیور اپنا اسے انعام میں دیں گے۔ غرض دونوں سیدانیوں نے اپنے اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر بدرقہ کے پاس بھیجے۔ اس سے معذرت کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے یہ اس کا صلہ ہے اس نے کہا میں نے جو کچھ خدمت کی ہے اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں میں خوش ہو جاتا۔ لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ خوشنودی خدا کے لیے اور رسول ﷺ سے جو قرابت آپ کو ہے اسکے خیال سے کی ہے۔

ایک اور روایت

ایک روایت یہ ہے کہ اسیرائے کربلا ابن زیاد کے پاس پہنچے ہیں اور کوفہ میں ابھی قید ہیں کہ زندان میں ایک پتھر میں لپٹا ہوا رقعہ آ کر گرا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ تم لوگوں کے بارے میں یزید سے حکم لینے کے لیے یہاں سے فلاں تاریخ کو قاصد روانہ ہوا ہے۔ اتنے دنوں میں وہ آ جائیگا۔ فلاں تاریخ تک یہاں پہنچے گا۔ اگر تم لوگ اللہ اکبر کی آواز سنو تو یقین کر لینا کہ تمھارے قتل کا حکم آ گیا ہے۔ اگر تکبیر کی آواز نہ سنو تو سمجھنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ امان ہے۔

ابھی قاصد کے پہنچنے میں دو تین دن باقی تھے کہ قید خانہ میں آ کر ایک پتھر گرا اس میں ایک رقعہ اور استرہ لپٹا ہوا تھا۔ رقعہ میں تھا کہ تم لوگوں کو جو وصیت یا عہد کرنا ہو کر لو فلاں تاریخ تک قاصد آ جائے گا۔ قاصد آیا اور تکبیر کی آواز نہ

آئی وہ یہ حکم لے کر آیا کہ قیدیوں کو میرے پاس روانہ کر دے۔

ابن زیاد نے سروں کو اور قیدیوں کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ حسین کے سر کو دیکھ کر یزید نے لوگوں سے کہا جانتے ہو ان کا یہ انجام کیوں ہوا۔ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی میرے باپ سے بہتر تھے۔ ان کی ماں فاطمہ میری ماں سے بہتر تھیں۔ ان کے جد رسول ﷺ میرے جد سے بہتر تھے اور یہ خود مجھ سے بہتر ہیں۔ اور خلافت کا مجھ سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔ اپنے باپ کو جو میرے باپ سے بہتر کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے مقابلہ کا فیصلہ کرایا۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ کس کے حق میں حکم ہوا۔ اپنی ماں کو جو میری ماں سے وہ بہتر کہتے تھے۔ تو اس میں شک نہیں کہ فاطمہ بنت رسول ﷺ میری ماں سے بہتر ہیں۔ ان کا یہ کہنا ان کے جد میرے جد سے بہتر تھے اس میں بھی شک نہیں جو شخص خدا اور روز جزاء پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر میں رسول ﷺ کا مثل و نظیر کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ان پر یہ بلا ان کی سمجھ کی طرف سے آئی۔ انھوں نے یہ آیت پڑھی تھی:

" قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء و تعزمن تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر "

یعنی کہو (اے پیغمبر) اے ملک کے مالک پروردگار تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی دست قدرت میں نیکی ہے تو ہر شے پر قادر ہے اسکے بعد اہل حرم کا داخلہ دربار میں ہوا انھیں دیکھ کر یزید کے گھر کی عورتیں اور حضرت معاویہؓ کی بیٹیاں اور سب گھر والے نالہ و فریاد کرنے لگے۔ فاطمہ بنت حسین جو سکینہ سے عمر میں بڑی تھیں کہنے لگیں اے یزید رسول ﷺ کی بیٹیاں اور قید میں؟ یزید نے کہا اے بھتیجی مجھے یہ امر بہت ناگوار گذرا۔ کہا واللہ ہم لوگوں کے پاس ایک چھلا بھی نہ رہنے دیا۔ جواب دیا اے بھتیجی جتنا تمھارا مال لوٹا گیا ہے میں اس سے بڑھ کر تم کو دونگا۔

پھر یہ سب لوگ یزید کے گھر میں لائے گئے۔ اس وقت یزید کے گھر کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان کے پاس نہ آئی ہو۔ اور ماتم میں شریک نہ ہوئی ہو۔ اسکے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اہل حرم سے پوچھا کہ ان کی کیا کیا چیزیں لوٹ لی گئیں۔ اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا اس کا دگنا یزید نے دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا۔

اسیروں میں علی بن حسین بھی یزید کے سامنے لائے گئے تھے۔ یزید نے پوچھا علی تم کیا کہتے ہو آپ نے جواب دیا" **ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلاتأ سوا علی مافاتکم و لا تفرحوا بما اتاکم واللہ لایحب کل مختال فخور**" یعنی نہ تو روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خدا کے نزدیک تو یہ سہل سی بات ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ کرو اور کسی چیز کے مل جانے پر خوش نہ ہو جاؤ اور اللہ کسی اترانے والے فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

یزید نے جواب میں کہا **ما اصاب من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر** ۔ یعنی جو مصیبت آئی ہے وہ تمھارے ہی ہاتھوں تمھارے اعمال کے سبب سے آئی ہے اور بہت سی خطائیں خدا معاف بھی کر دیتا ہے۔

اسکے بعد یزید نے ان لوگوں کی روانگی کا سامان کیا اور علی بن حسین کو کچھ مال دے کر مدینہ روانہ کیا۔

ایک اور روایت

ایک روایت یہ ہے کہ اہل کوفہ سیدنا حسین کا سر لے کر جب آئے تو مسجد دمشق میں داخل ہوئے۔ مروان بن حکم نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ کہا ان میں سے اٹھارہ شخص ہم لوگوں میں وارد ہوئے تھے۔ ہم نے سب کو قتل کیا۔ یہ ان کے سر ہیں اور اسیر عورتیں ہیں۔ یہ سنتے ہی مروان دوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ اسکا بھائی یحییٰ بن حکم ان لوگوں کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ تم نے کیا کیا۔ انھوں نے جو مروان سے کہا تھا وہی کلمہ یحییٰ سے بھی کہہ دیا۔ یحیٰ نے کہا تم لوگ قیامت کے دن شفاعت محمد سے محروم ہو چکے۔ میں تو اب کسی معاملہ میں کبھی تمہارا ساتھ نہ دونگا۔ یحیٰ یہ کہہ کر اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

یہ لوگ یزید کے پاس گئے اور اسکے سامنے حسین کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کرنے لگے۔ ہند زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو چادر اوڑھ کر باہر نکل آئی۔ پوچھا اے امیر المومنین کیا یہ سر حسین بن فاطمہ بنت رسول کا ہے۔ یزید نے کہا ہاں یہ انھیں کا سر ہے۔ اے ہند رسول ﷺ کے نواسے فخر خاندان قریش حسین بن فاطمہ کے لیے نوحہ وزاری کر۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کرنے میں بہت جلدی کی خدا اسے قتل کرے۔

اسکے بعد یزید نے لوگوں کو اندر آنے کا اذن دیا۔ لوگ داخل ہوئے اور دیکھا کہ آپ کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ یزید کے ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ کے دانت کو چھڑی سے کھٹکھٹا رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے ان کی اور میری وہ مثال ہے جو حصین بن حمام مری نے کہی ہے:

يفلقن هاماً من رجال احبة
الينا و قد كانوا اعق و اظلما

ہماری تلواریں اپنے ہی پیاروں کے سر اڑا دیتی ہیں۔ وہ بھی تو بڑے نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔

اصحاب رسول ﷺ میں سے ابو برزہ اسلمی نے یہ دیکھ کر کہا اے یزید تیری چھڑی اور حسین کا دانت۔ ارے تیری چھڑی کس مقام پر ہے۔ میں نے اسی جگہ کو دیکھا کہ رسول ﷺ چوستے تھے۔ سن لے قیامت کے دن تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین محمد ﷺ کے ساتھ ہونگے۔ یہ کہہ کر دربار سے اٹھے اور چلے گئے۔

ابن زیاد کی کمینگی

ابن زیاد نے جب حسینؓ کو قتل کیا اور آپ کا سر اسکے پاس آ چکا تو عبدالملک سلمی کو بلا کر حکم دیا کہ تو خود مدینہ جا اور عمرو بن سعید کو قتل حسین کا مژدہ پہنچا۔ عمرو بن سعید اس زمانہ میں امیر مدینہ تھا۔ عبدالملک نے اس حکم کو ٹالنا چاہا ابن زیاد تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا تھا اسے جھڑک دیا۔ کہا ابھی جا اور مدینہ تک خود پہنچ۔ اور دیکھ تجھ سے پیشتر یہ خبر وہاں نہ پہنچنے پائے۔ اسے کچھ دینار بھی عطا کیے۔ اور تاکید کی کہ سستی نہ کرنا۔ تیرا اونٹ اگر راہ میں رہ جائے تو دوسرا ناقہ مول لے لینا۔ عبدالملک مدینہ میں پہنچا تو اس کو قریش میں سے ایک شخص ملا۔ پوچھنے لگا کہ "ما الخبر" اس نے جواب دیا کہ خبر امیر سے کہنے کی ہے۔ یہ سن کر قریشی نے کہا "قتل الحسین انا للہ وانا الیہ رجعون" عبدالملک ابن عمرو بن سعید کے پاس آیا۔ دیکھتے ہی اس نے پوچھا "ماوراءک" وہاں کی کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا آپ کے خوش ہونے کی خبر ہے۔ قتل الحسین

بن علی کہا اس خبر کی منادی کر دے۔ عبدالملک کہتا ہے میں نے قتل حسین کی ندا کر دی اور اس کو سن کر زنان بنی ہاشم نے اپنے اپنے گھروں میں جیسا نوحہ و ماتم قتل حسین پر کیا میں نے کبھی نہ سنا تھا اس پر عمر بن سعید نے ہنس کر یہ شعر عمرو بن معدی کرب کا پڑھا:

عجت نساء بنی نزیاد عجة

عجیج نسوتنا غداة الارنب

یعنی ہماری عورتیں جنگ ارنب میں جس طرح روئی پیٹی تھیں آخر اس طرح عبدالمدان والے بنی زیاد کی عورتیں بھی روئی پیٹیں۔

ع مروبن سعید نے یہ شعر پڑھ کر کہا'' عثمان بن عفان کے قتل پر جو فریاد و زاری ہوئی تھی یہ نوحہ و ماتم اسی کے بدلہ میں ہے'' اس کے بعد عمرو بن سعید منبر پر گیا اور لوگوں سے قتل حسین کی خبر بیان کی۔

عبداللہ بن جعفر کو حسین کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر جب پہنچی تو ان کے بعض خدام اور سب لوگ پرسہ دینے انکے پاس آئے۔ خدام میں ایک ان کا غلام آزاد شاید ابوالسلام کہنے لگا یہ مصیبت ہم پر حسین نے ڈالی۔ عبداللہ بن جعفر نے یہ سن کر اسے جوتا کھینچ کے مارا اور کہا او پسر لخناء حسین کی نسبت تو ایسا کلمہ کہتا ہے۔ واللہ اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز ان سے جدا نہ ہوتا اور یہی چاہتا کہ اس کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاؤں۔ واللہ وہ ایسے ہیں کہ ان دونوں فرزندوں کے عوض اپنی جان میں ان پر فدا کرتا۔ ان دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا۔ انھوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کے ساتھ ان کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے خداوند عالم کا جس نے قتل حسین کے غم و ماتم میں ہم کو مبتلا کیا کہ حسین کی نصرت میرے ہاتھوں سے نہ ہوئی تو میرے فرزندوں سے ہوئی۔ جب اہل مدینہ کو قتل حسین کی خبر پہنچی تو (ام لقمان) بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لئے ہوئے نکلیں انکا سر کھلا ہوا تھا چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں۔ اور کہہ رہی تھیں

ماذاتقولون اذقال النبی لکم. ماذافعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و اھلی بعدمفتقدی. منھم اساری ومنھم ضرجوابدم

لوگو کیا جواب دو گے پیغمبر کو۔ جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے آخرالزماں کی امت ہو کر میری عزت اور میرے اہل بیعت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا اور ان میں سے کچھ اسیر ہیں اور کچھ آلودۂ خاک وخون''۔

عمرو بن سعد سے قتل حسین کے بعد ابن زیاد نے کہا وہ رقعہ جو میں نے قتل حسین کے لئے تم کو لکھا تھا کہاں ہے۔ ابن زیاد نے کہا میں تیرا حکم بجالانے میں مصروف رہا رقعہ ضائع ہو گیا۔ کہا نہیں وہ رقعہ لاؤ۔ کہا جاتا رہا۔ کہا واللہ وہ رقعہ مجھے دیدے۔ کہا وہ رقعہ واللہ اس لئے پاس رکھا ہے کہ مدینہ میں قریش کی بڑی بوڑھی بیبیوں کے سامنے معذرت کے طور پر پڑھا جائے گا۔ سن! میں نے حسین کے بارے میں ایسی خیر خواہی کے کلمے تجھ سے کہے کہ اگر اپنے باپ سعد وقاص سے کہتا تو انکا حق ادا کر دیتا''۔

یہ سن کر ابن زیاد کا بھائی عثمان بن زیاد کہنے لگا واللہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حسین قتل نہ ہوتے۔ چاہے اس میں بنی

زیاد کی ناک پر نکیل چڑھادی جاتی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس کلمہ کو سن کر کچھ بُرا نہیں مانا۔ جس روز حسین شہید ہوئے اسی دن صبح کو مدینہ میں یہ آواز آئی کہ حسین کے قاتلو! تم کو عذاب ورسوائی مبارک۔ تمام اہل آسمان ملائک وانبیاء تم پر دعائے بد کررہے ہیں۔ تم پر داؤد موسیٰ وعیسیٰ نے لعنت بھیجی ہے، عمرو بن عکرمہ کہتا ہے میں نے یہ آواز سنی اور عمرو بن خیر کلبی کہتا ہے کہ میرے باپ نے بھی یہ آواز سنی تھی۔

شہداء کربلاء

حسین علیہ السلام کے ساتھ بنی ہاشم میں سے کون کون لوگ قتل ہوئے اور کس کس قبیلہ کے لوگوں نے انھیں قتل کیا۔

سیدنا حسینؓ بن علیؓ جب شہید ہوئے تو انکے اور انکے عزیزوں اور انصار کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ بنی کندہ تیرہ سر لے کر آئے انکا سردار قیس بن اشعث تھا۔ بنی ہوازن بیس سر لائے انکا سردار شمر ذی الجوشن تھا۔ بنی تمیم سترہ سر لائے۔ بنی اسد چھ سر بنی مزحج سات باقی لشکر والے بھی سات سر لائے۔ یہ سب ستر سر ہوئے۔

مقتولوں میں حسینؓ بن علی ہیں انکی ماں فاطمہ دختر رسول اللہ صلعم ہیں سنان بن انس نے آپکو قتل کیا اور خولی بن یزید آپکا سر لے کر آیا۔

اور عباس بن علی بن ابی طالب۔ انکی ماں ام البنین ہیں۔ خولی بن یزید نے تیر مار کر ان کو قتل کیا۔

اور جعفر بن علی۔ ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔

اور عبداللہ بن علی۔ ان کی بھی ام البنین ہیں۔

اور عثمان بن علی۔ ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔ خولی بن یزید نے تیر مار کر ان کو قتل کیا۔

اور محمد بن علی بن ابی طالب۔ انکی ماں کنیز تھیں انکو قبیلہ بنی ابان کے ایک شخص نے قتل کیا۔

اور ابوبکر بن ابی طالب انکی ماں لیلے بنت مسعد ہیں انکے قتل ہونے میں بعض مؤرخین کو شک بھی ہے۔

اور علی بن حسین بن علی۔ ان کی ماں لیلی بنت ابومرہ ہیں یہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ہیں۔ ان کو مرہ بن منقذ عبدی نے قتل کیا۔

اور عبداللہ بن حسین۔ ان کی ماں رباب بنت امرؤالقیس ہیں۔ انکو ہانی بن ثابت حضرمی نے قتل کیا۔ اور علی بن حسین کم سن سمجھے گئے قتل سے بچ گئے۔

اور ابوبکر بن علی بن ابی طالب۔ ان کی ماں ایک کنیز تھیں۔ ان کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے قتل کیا۔

اور بن حسین۔ ان کی ماں بھی کنیز تھیں۔ ان کو حرملہ بن کاہن نے تیر مار کر قتل کیا۔

اور قاسم بن حسین۔ انکی ماں بھی کنیز تھیں۔ انکو سعد بن عمرو ازدی نے قتل کیا۔

اور عون بن عبداللہ بن جعفر۔ انکی ماں جمانہ بنت مسیّب تھیں۔ ان کو عبداللہ بن قطبہ بن ہانی نے قتل کیا۔

اور محمد بن عبداللہ جعفر۔ ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ تھیں۔ انکو عامر بن نہشل تمیمی نے قتل کیا۔

اور جعفر بن عقیل، انکی ماں ام البنین بنت شقر تھیں۔ ان کو بشر بن حوطہ ہمدانی نے قتل کیا۔

اور عبدالرحمٰن بن عقیل۔ ان کی ماں کنیز تھیں۔ ان کو عثمان بن خالد جھنی نے قتل کیا۔

اورعبداللہ بن عقیل۔ان کی ماں بھی کنیز تھیں۔ان کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مار کر قتل کیا۔
اورمسلم بن عقیل۔ان کی ماں بھی کنیز تھیں۔ یہ کوفہ میں قتل ہوئے۔
اورعبداللہ بن مسلم۔ان کی ماں رقیہ بنت علی ابن ابی طالب تھیں۔رقیہ کی ماں کنیز تھیں۔ان کو بھی عمرو بن صبیح صدائی نے قتل کیا۔بعض کہتے ہیں انھیں اسد بن مالک حضرمی نے قتل کیا۔
اورمحمد بن ابی سعید بن عقیل۔ان کی ماں کنیز تھیں۔ان کو لقیط بن اسد جہنی نے قتل کیا۔حسن بن حسن کم سن سمجھے گئے ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاری تھیں۔اور عمرو بن حسن بھی کم سن سمجھے گئے۔ان کی ماں کنیز تھیں۔ یہ دونوں صاحبزادے قتل سے بچ گئے۔
آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے سلیمان بھی قتل ہوئے۔ان کو سلیمان بن عوف حضرمی نے قتل کیا۔
اورمنج بھی دوسرے شخص ہیں یہ بھی آپ کے ساتھ قتل ہوئے۔
اورعبداللہ بن فشقطر آپ کے رضائی بھائی (کوفہ میں قتل ہوئے)

عبیداللہ بن حر کا واقعہ

قتل حسین کے بعد ابن زیاد نے بزرگان کوفہ میں عبیداللہ بن حر کو ڈھونڈا۔اور نہ پایا۔کچھ دنوں کے بعد ابن حر خود ہی ابن زیاد کے پاس آیا۔اس نے پوچھا اے ابن حر تم کہاں تھے۔کہا میں بیمار تھا۔کہا دل کی بیماری تھی یا جسم کی۔ اس نے کہا دل تو میرا بیمار نہ تھا اور جسم کی بیماری سے مجھے حق تعالی نے صحت عنایت فرمائی۔،ابن زیاد نے کہا تو جھوٹا ہے تو ہمارے دشمن کے ساتھ شریک تھا۔کہا میں تیرے دشمن کے ساتھ ہوتا تو کوئی تو مجھے دیکھتا،میرا شریک ہونا ایسا نہ تھا کہ چھپا رہتا۔اس کے بعد ابن زیاد کسی اور شخص کی طرف متوجہ ہوگیا۔یہ دیکھ کر ابن حر وہاں سے نکلا گھوڑے پر سوار ہوا تھا کہ ابن زیاد نے پوچھا ابن حر کہاں گیا؟ لوگوں نے کہا ابھی ابن حر نے گھوڑا دوڑایا ہے اور کہا ہے جا کر کہہ دو کہ واللہ خود سے تو کبھی میں تیرے پاس نہیں آنے کا۔یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔
وہاں سے احمر بن زیاد طائی کے گھر میں آ کر اترا۔یہاں اس کے سب رفقاء اسکے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ یہاں سے روانہ ہوکر کربلا آیا۔اس نے اور اسکے رفیقوں نے شہداء کی زیارت کی اس کے بعد مدائن کی طرف نکل گیا اسی باب میں یہ اشعار اس نے کہے

یقول امیر غادر وابن غادر
الا کنت قاتلت الحسین بن فاطمه

یہ امیر جو خود بھی دغا پیشہ جس کا باپ بھی دغا پیشہ ہے مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے حسینؓ بن فاطمہ سے قتال کیوں نہیں کیا۔

فیاندمی الا کون نصرة
الا کل نفس لاتسدد نادمه

ہائے مجھے تو یہ ندامت ہے کہ ان کی نصرت میں نے کیوں نہیں کی۔سچ ہے کہ جس نفس کی اصلاح نہ کی جائے اسے پشیمان ہونا پڑتا ہے،

وانی لانی لم اکن من حماته

لذو حسرة ما ان تفارق لازمه

اس سبب سے کہ میں ان کے انصار میں نہ تھا مجھے حسرت رہے گی۔ حسرت بھی ایسی جو کبھی دل سے نہ نکلے گی ہمیشہ رہے گی۔

سق اللہ ارواح الذین تبارد وا
علی نصرة سقیا من الغیث دائمه

خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو باران رحمت سے سیراب کرے جوان کی نصرت پر کمر باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

وقفت علی احداثهم ومجالهم
فکاد الحشی ینفض والعین ساجمه

انکے مزاروں پران کی قتل گاہوں پر میں جا کر کھڑا ہوا تو کلیجہ پھٹنے لگا اور آنکھ سے آنسو امنڈ آئے

لعمری لقد کانوا مصالیت فی الوغی
سراعا الی الهیجا حماة خضارمه

قسم کھا کر کہونگا کہ یہ لوگ میدان وفا میں ثابت قدم تھے۔ نصرت کرنے میں تامل نہ کرتے تھے، دریائے زخار تھے۔

تأسو علی نصرابن بنت نبیهم
باسیافهم آساه غیل ضراغمه

اپنے پیغمبر کے نواسے کی انھوں نے غمخواری کی۔ اپنی تلواروں سے ان کی نصرت کی۔ یہ شیر بیشہ تھے ضرغام تھے۔

فان یتقلوا افکل نفس تیقة
علی الارض قداضحت لذالک واجمه

وہ قتل تو ہو گئے لیکن روئے زمین پر کوئی نیک نفس ایسا نہ ہوگا۔ جو اس واقعہ سے غم وغصہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔

وما ان رائی الراؤن افضل منهم
لدی الموت سادات وزهراً قماقمه

کسی نے ایسے لوگ نہ دیکھے ہوں گے کہ مرنے کے وقت نورانی چہرے والے اور سادات و بزرگان دین سے ہوں۔

اتقتلهم ظلما و رحوا ودادنا
فدع خطة لیست لنا بملائمه

تو انھیں ظلم و جور سے قتل کرے پھر ہم سے دوستی کی امید رکھے اس خیال کو چھوڑ۔ ہماری عادت ایسی نہیں ہے۔

لعمری لقد راغمتمونا بقتلهم
فکم ناقم منا علیکم وناقمه

میں قسم کھا کر کہونگا ان کو قتل کر کے تم لوگوں نے ہم کو ذلیل کر دیا ہمارے مرد وعورت کے دل میں تمھاری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

اهم مراراً ان اسیر بجحفل
الی فئة زاغت عن الحق ظالمه

میں بار بار ارادہ کرتا ہوں کہ ان ظالموں کے گروہ پر جنھوں نے حق کو چھوڑ دیا ہے ایک لشکر عظیم کے ساتھ حملہ کروں۔

فکفو والاذوتکم فی کتائب
اشد علیکم من زحوف الدیالمہ

بس بیٹھو نہیں ورنہ ایسے لشکر کو لے کر تم کو منتشر کردونگا جس کا حملہ تمھارے لیے دیالمہ کے حملوں سے بھی شدید تر ہوگا۔

مرداس کا انتقال

اسی سال ابو بلال مرداس قتل ہوا۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس نے کیوں خروج کیا تھا اور ابن زیاد نے اسکے مقابلہ میں دو ہزار سپاہ کے ساتھ اسلم بن زرعہ کو روانہ کیا تھا۔ اور اسلم نے اور اس کے لشکر نے ابو بلال سے شکست کھائی تھی۔ شکست کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے عباد بن اخضر کے ساتھ تین ہزار کی فوج اس کے لیے روانہ کی۔ عباد اسکے تعاقب میں چلا۔ ڈھونڈتا ہوا مقام توج میں پہنچ کر اس کے مقابل صف آرا ہوا۔ ابو بلال نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ ان میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ان سب نے حملہ کیا۔ یہ کچھ بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ ابو بلال نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو شخص طمع دنیا میں نکلا ہو وہ چلا جائے اور جو شخص تم میں آخرت کی طلب اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ رکھتا ہو تو سمجھ لے کہ وہ نعمت اس کے لیے موجود ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی

" من کان یرید حرث الآخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیانؤتہ منھا ومالہ فی الآخرۃ من نصیب "

یعنی جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کی کھیتی کو بڑھائیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے گا ہم دنیا میں سے کچھ اسے دیں گے اور آخرت میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔

اوس کے لڑکے کا قتل

وہ اور اسکے اصحاب بھی اوس کے ساتھ سب لڑنے کے لیے آگئے۔ کسی نے اسکا ساتھ نہیں چھوڑا اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ عباد اپنے لشکر کو لیے ہوئے بصرہ کی طرف واپس آیا۔ عبیدہ بن ہلال تین شخصوں کو ساتھ لے کر اور چوتھا یہ خود تھا عباد کی گھات میں بیٹھا۔ عباد دارالامارت کے ارادہ سے جا رہا تھا اور اس کا ایک چھوٹا سا لڑکا اس کی ردیف میں تھا۔ ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے بندو! ذرا ٹھہرو ہمیں تجھ سے کچھ رائے لینا ہے۔ عباد ٹھہر گیا تو انھوں نے کہا ہم چاروں بھائی ہیں اور ایک بھائی ہمارا مارا گیا اس باب میں ہماری فریاد نہ سنی۔ کہا خدا اسے مارے تو اسے قتل کردو۔ یہ سن کر سب نے اس پر حملہ کیا اور اسے روک لیا۔ اس نے اپنے لڑکے کو انکے حوالہ کردیا انھوں نے لڑکے کو قتل کیا۔

سلم کا خراسان وسجستان کا والی بننا

اسی سال کا واقعہ ہے کہ سلم بن زیاد عہدہ کا امیدوار ہو کر یزید کے پاس آیا۔ ابھی اس کی عمر صرف چوبیس سال تھی۔ یزید نے اس سے کہا تمھارے دونوں بھائیوں عبدالرحمٰن وعبداللہ کے پاس جو عہدہ تھا وہ میں تم کو دیتا ہوں۔ سلم نے کہا جو خوشی امیرالمومنین کی ہو۔ یزید نے خراسان وسجستان کا حاکم مقرر کردیا۔ سلم نے حارث بن معاویہ حارثی کو جو عیسیٰ بن شبیب کا دادا ہے شام سے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اور خود بصرہ میں آکر خراسان میں جانے کی تیاری کی۔

اس نے حارث بن قیس سلمی کو گرفتار کر کے قید کیا اور اسکے بیٹے شبیب کے پائے جامہ کے سواسب کپڑے اتروا کر اس کی پٹائی کروائی۔ اور اپنے بھائی یزید بن زیاد کو سجستان کی طرف روانہ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد اپنے بھائی عباس سے محبت رکھتا تھا۔ اس نے سلم کے والی خرسان وسجستان ہونے کا حال عباد کو لکھ بھیجا۔

عباد یزید کے دربار میں

عباد نے بیت المال کا سارا مال اپنے غلاموں کو تقسیم کر دیا۔ اور جو کچھ اس کے بارے میں یہ آواز سنی کہ منادی نے آواز لگائی کہ جو جو لوگ پہلے ہی سے اجرت دقیمت لینا چاہیں آ کر لے لیں۔ غرض سارا خزانہ اس نے اس طرح سے خالی کر دیا جو آیا اسے دیا۔ اور خود سجستان سے روانہ ہو گیا۔ حیرفت تک پہنچا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ سلم کے اور اسکے درمیان بس ایک پہاڑ رہ گیا ہے۔ اس نے وہیں سے رخ پھیر دیا۔ اسی ایک رات میں عباد کے ہزار غلام چلے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کم سے کم دس ہزار کا مالک تھا۔ عباد ملک فارس کی طرف چلا اور یزید کے پاس پہنچا۔ یزید نے پوچھا کہ مال کہاں ہے۔ جواب دیا کہ میں سرحد پر تھا جو کچھ ملا لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ سلم جب خراسان کے ارادہ سے نکلا تھا تو اسکے ساتھ عمران بن فصیل اور عبداللہ بن خازم اور طلحہ بن عبداللہ اور مہلب بن ابی صفرہ اور حنظلہ بن عرادہ اور ولید بن نہیک اور یحییٰ بن عامر اور ایک انبوہ کبیر بصرہ کے شہسواروں اور معزز لوگوں کے خاص آدمیوں کا تھا۔

سلم کا لشکر تیار کرنا

سلم یزید کا خط عباد اللہ ابن زیاد کے نام لیے ہوئے آیا تھا کہ سلم کو دو ہزار اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار آدمی انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا۔ سلم نے وہاں کے رئیسوں اور شہسواروں کو انتخاب کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کے اندر بھی جہاد پر جانے کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے خود خواہش ظاہر کی کہ ہم کو لے چلے۔ سلم نے سب سے پہلے حنظلہ بن عراد کو لیا۔ عبیداللہ بن زیاد کہنے لگا کہ ان کو میرے لیے چھوڑ دو۔ سلم نے کہا انھیں کی رائے پر رکھو۔ اگر تمھارے ساتھ رہنا پسند کریں تو تمھارے پاس رہیں۔ اگر میرے ساتھ چلنا چاہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ حنظلہ نے سلم کے ساتھ چلنا اختیار کیا۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ سلم سے آ آ کر کہتے تھے کہ ہمارا نام بھی اپنے ساتھ والوں میں لکھ لے۔ صلہ بن اشیم دیوان خانہ میں آیا کرتا تھا تو کاتب اس سے پوچھا کرتا تھا کہ ابو صہباء کیا اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ یہ تو وہ راہ ہے جس میں جہاد بھی ہے اور فضل بھی۔ یہ جواب دیتا کہ میں استخارہ کرونگا اور سوچونگا۔ اسی طرح ٹال دیا کرتا تھا۔ آخر سب کا انتخاب ہو چکا اب اس کی بیوی معاذہ بنت عبداللہ نے کہا تم کیا اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ جواب دیا میں ذرا سوچ لوں تو کہوں یہ کہہ کر اس نے نماز پڑھی اور حق تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آیا اور اس نے یہ کہا کہ جا تیرے لیے نفع اور فلاح ہے۔ اب اس نے کاتب سے آ کر کہا کہ میرا نام بھی لکھو۔ اس نے کہا کہ انتخاب تو ہو چکا ہے۔ لیکن ہم تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔ یہ کہہ کر اس کا اور اسکے بیٹے کا نام بھی کاتب نے لکھ لیا۔ سلم جب یزید بن زیاد کو سجستان کی طرف روانہ کرنے لگا تو اس کو بھی اسی کے ساتھ کر دیا۔ سلم جب خود روانہ ہوا تو اپنے ساتھ ام محمد بنت عبداللہ ثقفی کو بھی لے چلے۔

خراسان پر حملہ اور مسلمانوں کی فتح

یہ عرب کی پہلی عورت ہے جس نے نہر کو پار کیا۔ خراسان کا عملہ سردیوں کے آنے تک جنگ و جدال میں مشغول رہتا تھا۔ سردی آئی اور یہ لوگ مروشاہ جہاں کی طرف واپس چلے آئے۔ مسلمانوں کے واپس ہونے کے بعد شاہان خراسان کسی شہر میں خوارزم کے قریب جمع ہوکر آپس میں یہ عہد و پیمان کرتے تھے کہ ہم میں کوئی کسی سے نہ لڑے نہ کوئی کسی کو چھیڑے۔ اسکے علاوہ اپنے اپنے امور میں مشورہ بھی کیا کرتے تھے۔ مسلمان اپنے امراء سے کہا کرتے تھے کہ اس شہر پر حملہ کیوں نہیں کرتے اور وہ ان کا کہنا نہ مانتے تھے۔ سلم جب خراسان میں آیا تو اس نے بھی جنگ کی اور جاڑا بھی آ گیا۔ مہلب نے سلم سے اصرار کیا کہ مجھے اس شہر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کر۔ اس نے چار ہزار یا چھ ہزار سپاہی اسے دیکر کر روانہ کیا۔ مہلب نے جاکر اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اور ان سے کہلایا کہ اطاعت کریں۔ انھوں نے اس بات پر صلح کرنا چاہی کہ اپنا اپنا فدیہ دیں گے۔ مہلب نے اسے قبول کرلیا۔ ان لوگوں نے دو کروڑ سے زیادہ پر صلح کی۔ صلح میں یہ بات بھی داخل تھی کہ نقد کے عوض دوسری چیزیں بھی لی جائیں گی۔ غرض فی کس ہر جانور کی آدھی قیمت کی قیمت کے آدھے دام لگائے گئے۔ اس حساب سے پانچ کروڑ تک قیمت پہنچ گئی۔ اور اس وجہ سے سلم کی نظر میں مہلب کی قدر زیادہ ہوگئی۔ سلم کو جو جو مال پسند آیا وہ نکال لیا۔ مرو کے زمیندار کے ہاتھ کچھ اور لوگوں کو ساتھ کر کے یزید کے پاس روانہ کیا۔

سلم کی سمرقند پر لشکر کشی

سلم نے خوارزم میں مال کثیر پر صلح کر کے اپنی عورت ام محمد کو ساتھ لے کر سمرقند پر لشکر کشی کی۔ ان لوگوں نے بھی صلح کرلی۔ وہیں اسی عورت کے پیٹ سے سلم کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام صغدی رکھا گیا اور امیر صغد کی عورت سے ام محمد نے اس کا زیور عاریۃً کے نام سے منگوایا۔ اس نے اپنا تاج بھیجدیا۔ لوگ واپس ہونے لگے تو یہ تاج کو لیے ہوئے چلے آئی۔

اسی سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ کو یزید نے عمرو بن سعید کو مدینہ سے معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس سب سے ۶۱ ہجری کا حج بھی ولید کے ساتھ لوگوں نے کیا۔ اور ۶۲ ہجری کے حج میں بھی ولید امیر حج تھا۔ اس سال بصرہ اور کوفہ کا حاکم عبیداللہ بن زیاد تھا۔ اور خراسان و سجستان کا حاکم سلم بن زیاد، بصرہ کا قاضی ہشام بن ہبیرہ اور کوفہ کا قاضی شریح۔

عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت

ابن زبیرؓ کا اہل مکہ سے خطاب:۔

اسی سال ابن زبیر نے یزید سے مخالفت کی اسکی خلافت سے بغاوت کی اور خود لوگوں سے بیعت لی۔ حسین علیہ السلام جب قتل ہوگئے تو ابن زبیر نے اہل مکہ کے سامنے تقریر کی اس میں حمد و صلوات کے بعد اس واقعہ کی بہت عظمت بیان کی اور اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً ملامت کی اور کہا

> کہ اہل عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہل عراق کوفہ والے ہیں۔ حسینؑ کو انہوں نے اس لئے بلایا کہ انکی نصرت کریں گے۔ ان

کو اپنا فرمانروا بنائیں گے۔ جب وہ انکے پاس چلے آئے۔ تو ان سے لڑنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے یا تو اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دیدو۔ ہم تمھیں بغیر لڑے سمیہ کے بیٹے ابن زیاد کے پاس بھیج دیں۔ کہ وہ جو سلوک تم سے کرنا چاہے کرے۔ ورنہ ہم سے جنگ کرو۔ واللہ حسین اس بات کو سمجھ گئے کہ اس انبوہ کثیر میں وہ اور ان کے انصار تھوڑے سے ہیں۔ خدا نے یہ علم غیب تو کسی کو نہیں دیا ہے کہ وہ سمجھتے کہ قتل ہی ہو جائیں گے لیکن انہوں نے اس بری زندگی پر عزت کی موت کو بہتر سمجھا۔ خدا رحم کرے حسین پر اور انکے قاتل کو ذلیل کرے۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ان سے لوگوں کا مخالفت کرنا اور نافرمانی ظاہر کرنا متنبہ ہو جانے کے لئے کافی تھا۔ لیکن جو مقدر میں ہے وہ ہوتا ہے۔ اور خدا جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ نہیں ٹلتی۔ کیا حسین کے بعد بھی ہم ان لوگوں کی طرف سے اطمینان کر سکتے ہیں۔ کیا انکی بات کو ہم مان سکتے ہیں کیا ان کے عہد و پیمان کو ہم قبول کر سکتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم انہیں اس لائق نہیں سمجھ سکتے۔ سنو! واللہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو زیادہ تر رات کو تہجد پڑھتے اور دن کو روزہ رکھتے اور ان سے بڑھ کر ریاست کے حق دار اور دین و فضل میں امارت کا مستحق تھا۔ واللہ وہ ایسے نہ تھے کہ قرآن کے بدلے غنا کریں اور خوف خدا میں رونے کے بدلے گیت گایا کریں۔ وہ ایسے نہ تھے کہ روزے چھوڑ کر شراب پئیں۔ اور ذکر و فکر کے حلقہ سے نکل کر شکار کے لئے سوار ہوں۔ یزید پر طعن کرتے ہوئے کہا۔ فَسَوفَ یلقوَن غیّا اب یہ گمراہ و تباہ ہو جائیں گے۔

ابن زبیرؓ کا بیعت لینا

ابن زبیرؓ کی یہ تقریر سن کر ان کے اصحاب ان کی طرف دوڑے۔ کہا اے شخص! اپنی بیعت کا اعلان کر۔ جب حسین نہ رہے تو اب خلافت کے معاملے میں آپ سے کون نزاع کریگا۔ ابن زبیر چھپ چھپ کے لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ لینے کو آئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو آپ نے جواب دیا کہ ابھی جلدی نہ کرو۔ اس زمانہ میں عمرو بن سعید مکہ کا حاکم تھا اور وہ ابن زبیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا پھر نرمی و امداد بھی کرتا تھا۔

یزید کا ابن زبیرؓ کے خلاف ردعمل کا آغاز:۔

یزید پر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابن زبیر نے مکہ میں لوگوں کو جمع کیا ہے۔ تو اس نے حق تعالیٰ سے عہد کیا کہ ابن زبیر کو میں زنجیر میں ضرور جکڑونگا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک چاندی کی زنجیر بھیجی۔ قاصد مدینہ سے ہوتا ہوا گزرا یہاں مروان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے زنجیر لے کر آنے کا حال اس سے بیان کیا۔ مروان نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

خـذهـا فـلـيـسـت لـلـعـزيـز بـخـطـتـه

وفیھا مقال لامرئ مُتضعّف

یعنی اسے گوارا کرنا چاہئے۔ ایک زبردست کے کسی فعل پر کمزور روتا تو اس شخص کو گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں،،۔

اب وہ قاصد یہاں سے روانہ ہوا اور ابن زبیر کے پاس پہنچا۔ اس نے اپنے مدینہ کی طرف جانے کا مروان سے ملنے کا اس کے شعر پڑھنے کا ذکر ابن زبیر سے کیا۔ ابن زبیر نے یہ سن کے کہا۔ واللہ وہ کمزور روتا تو ان شخص میں نہیں ہوں۔ اور ایک خوبی کے ساتھ اس قاصد کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد مکہ میں ابن زبیر کی شان بلند ہوگئی۔ مدینہ والوں نے بھی ان سے خط وکتابت کی۔ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ حسین جب نہ رہے تو اب کوئی ابن زبیر سے نزاع نہیں کریگا۔ عبدالعزیز بن مروان سے روایت ہے کہ یزید نے ابن عطا اشعری اور مسعدہ کو انکے ساتھی کے ساتھ ابن زبیر کے ساتھ مکہ میں بھیجا تھا۔ چاندی کی ایک زنجیر اور خز کی ایک ٹوپی ان کے ہاتھ روانہ کی تھی۔ کہ زنجیر پہنا کر ابن زبیر کو اسکے پاس لے آئیں۔ تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ میرے والد نے مجھے اور میرے بھائی کو بھی انہیں لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ اور یہ کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ جب یزید کا پیغام ابن زبیر کو پہنچائیں تو تم دونوں ان کے سامنے جانا اور دونوں میں سے کوئی ان اشعار کو پڑھ دے

خذھا فلیست للعزیز بخطّہ

وفیھا مقال لامرئ مُتضعّف

اسے برداشت کر لینا چاہئے ایک زبردست کے کسی فعل پر کوئی تابع فرماں ہو کر کیا بحث کر سکتا ہے۔

اعامر ان القوم سامو ک خطۃ

وذلک فی الجیران غزل بمغزل

اراک اذا ماکنت اللقوم ناصحا

یقال لہ بالدلو اوبر واقبل

انی لن نبعۃ حتم مکا سرھا

اذاتنا وحت القصباء والعشر

فلالین لغیر الحق اسالہ

حتی یلین لصرس الماضغ الحجر

اے شخص قوم نے تجھے ایک بات کی تکلیف دی ہے اور وہ تکلیف یہ ہے کہ اپنے دوستوں میں بیٹھ کر چرخہ کاتا کر۔ میرے علم کے مطابق تو چرخے کا وہ بیل ہے جسے ادھر جانے کو کہیں تو ادھر چلا جائے ادھر آنے کو کہیں تو ادھر چلا آئے۔ غرض یزید کے قاصدوں نے ابن زبیر کو جب یہ پیغام پہنچایا تو ہم دونوں بھائی بھی ان کے سامنے گئے۔ بھائی نے مجھ سے کہا تمھیں ان اشعار کو پڑھ دو۔ میں نے پڑھ دیے۔ ابن زبیر نے یہ سن کر کہا۔ اے مروان کے فرزند! تم نے جو کہا وہ میں نے سنا اور جو بھی کہنا چاہتے ہو اسے بھی میں سمجھ گیا۔ جاؤ اپنے والد سے کہد و میں وہ شاخ ہوں کہ جھکنے میں بہت ہی سخت ہوں۔ اور اونچے اونچے درخت جھومنے لگیں تو جھوم میں جس حق کا میں طالب ہوں اسے میں نہیں چھوڑنے کا۔ پھر کسی کے دانت کے نیچے اپنی سختی کو چھوڑ دے تو چھوڑ دے۔

عبداللہ بن عمرو کے احوال

میں حیران ہوں کہ ان دونوں نظموں میں سے کون سی نظم زیادہ تر اطیب ہے۔عمرو بن سعید نے جب دیکھا کہ لوگ ابن زبیر کی طرف مڑ پڑے ہیں اور ان کے سامنے گردنیں جھکا دی ہیں۔تو سمجھا کہ ان کا داؤ چل جائے گا۔اسی خیال سے اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو بلا بھیجا۔ان کا شمار اصحابؓ میں تھا اور اپنے والد کے ساتھ مصر میں رہ چکے تھے۔وہیں انھوں نے حضرت دانیال کی کتابیں پڑھی تھیں۔اور قوم قریش ان کو علماء میں شمار کرتی تھی۔عمرو بن سعید نے ان سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ یہ شخص اپنے مقصود کو پہنچے گا یا نہیں۔اور یہ بتاؤ کہ ہمارے خلیفہ کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو۔عبداللہ نے کہا تمھارا خلیفہ ان بادشاہوں میں سے ہے جو مرتے دم تک بادشاہ رہے۔ابن سعید پر اس قول کا یہ اثر ہوا کہ ابن زبیر کے ساتھ اور بھی سختی سے پیش آنے لگا۔مگر ساتھ ہی خاطر مدارات بھی کرتا رہا۔ولید بن عقبہ اور اس کے ساتھ بنی امیہ کے اور لوگوں نے بھی یزید سے کہا عمرو بن سعید اگر چاہتا تو ابن زبیر کو گرفتار کر کے تیرے پاس بھیج چکا ہوتا۔یزید نے ولید بن عقبہ کو حجاز کا امیر کر کے روانہ کیا۔عمرو بن سعید کو معزول کر دیا۔یہ ۶۱ ہجری کا واقعہ ہے۔غزوۂ ذیحجہ کو عمرو معزول ہوا اور ولید امیر حجاز ہوا۔اور اس سال کا حج اسی کے ساتھ لوگوں نے کیا اور اسی نے ابن ربیعہ عامری کو پھر قاضی مقرر کیا۔ایک روایت یہ ہے کہ ولید کے ساتھ اس سال کا حج لوگوں نے کیا۔اس باب میں اہل سیر میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔کوفہ اور بصرہ کا امیر عبید اللہ بن زیاد تھا اور خراسان کا حاکم سلم بن زیاد،کوفہ کا قاضی شریح اور بصرہ کا ہشام بن ہبیرہ۔

آغاز ۶۲ ہجری

عمرو بن سعید کے غلاموں کی گرفتاری

ولید نے مدینہ میں جا کر عمرو بن سعید کے بہت سے غلاموں کو پکڑ کے قید کر لیا۔عمرو نے اس بارے میں کچھ سنا۔اسے بھی ولید نے نہ مانا۔اور یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا کہ کیوں اتنے بیتاب ہوتے ہو۔عمرو کا بھائی ابان بن سعید بن عاص نے جواب دیا۔عمرو کیا بیتاب ہوگا،اگر ایک انگارہ پر تمھارا اور اسکا قبضہ ہوتا تو وہ اسے بھی نہ چھوڑتا اور تمھیں کو چھوڑنا پڑا۔عمرو وہاں سے روانہ ہو گیا۔اور مدینہ سے دو راتوں کے فاصلہ پر جا کر قیام کیا۔اور اپنے آزاد کردہ غلاموں کو جو تین سو کے قریب تھے یہ لکھ بھیجا کہ میں ہر ایک شخص کے لیے ایک ایک اونٹ بھیجتا ہوں۔باردان اور ساز وسامان سمیت۔بازار میں سب اونٹ بٹھا دیے جائیں گے۔جب میرا قاصد تمھارے پاس آئے۔ورنہ زندان کو توڑ کر ہر ایک شخص اپنے اونٹ کے پاس آ جائے۔اس پر سوار ہو کر سب کے سب میرے پاس چلے آئیں۔غرض ان کا قاصد آیا،اونٹ خریدے،جو جو سامان ضروری تھا تیار کر کے اسے دیا،پھر بازار میں لا کر اونٹوں کو بٹھا دیا۔پھر خود ان لوگوں کو جا کر خبر دی۔سب نے مجلس کا دروازہ توڑ ڈالا۔اونٹوں پر آ کر سوار ہو گئے۔

عمرو بن سعید یزید کے دربار میں

وہاں سے عمرو بن سعید کے پاس روانہ ہوئے۔یہ لوگ اسکے پاس اس وقت پہنچے ہیں کہ وہ خود یزید کے پاس

جارہا تھا جب وہ داخل ہوا تو یزید نے خیر مقدم کیا۔ اور اپنے قریب بٹھالیا۔ ابن زبیر کے بارے میں جو احکام اسے پہنچے تھے ان کو پورا کرنے میں کوتاہی کی شکایت کی کہ جس حکم کو اس نے چاہا نافذ کیا۔ چاہا ڈال رکھا۔ عمرو نے کہا امیر المومنین جو شخص محل وموقع پر موجود ہوتا ہے مناسب و نامناسب کو وہی خوب جانتا ہے۔ تمام مکہ والے مدینہ والے ابن زبیر کی طرف مائل اور اس کی ریاست کے خواہاں تھے۔ اس کے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کر چکے تھے۔ بعض لوگ بعض کو علانیہ یا خفیہ دعوت دے رہے تھے میرے پاس ایسا لشکر بھی نہ تھا جس سے میں اس کا مقابلہ کر کے اس پر غالب آسکتا تھا۔ وہ مجھ سے پرہیز کرتا تھا اور بچ بچ کر چلتا تھا۔ میں اس سے نرمی و مدارات سے پیش آتا تھا۔ کہ موقع پا کر اسے گرفتار کرلوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے تنگی میں ڈال دیا تھا۔ اور بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میں نے اسے نہ کرنے دیں ورنہ اسے تقویت ہو جاتی مکہ میں اور تمام راستوں میں اور گھاٹیوں میں میں نے لوگ مقرر کر دیئے تھے کہ کسی شخص کو جب تک وہ یہ لکھ کر میرے پاس بھیج نہ دے کہ اس کا اور اسکے باپ کا نام کیا ہے؟ کس شہر سے وہ آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ ابن زبیر کے پاس اسے جانے نہ دیں۔ اگر ان کے اصحاب میں سے ہوتا یا میں یہ سمجھتا کہ یہ انھیں کے پاس جایا چاہتا ہے۔ میں اسے زبردستی واپس کر دیتا تھا۔ اور اگر وہ شخص ایسا ہوتا جس پر مجھے بدگمانی نہیں ہے۔ تو اس کی روک ٹوک میں نہ کرتا تھا۔ اب تم نے ولید کو بھیجا ہے۔ دیکھنا وہ کیا کرتا ہے۔ اور کیا اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس سے تمھیں انشاء اللہ میری قدر ہوگی کہ تمھارے امور میں کیسی جدوجہد اور کیسی خیر خواہی میں نے کی ہے۔ اب امیر المومنین خدا تمھیں نیکی دے۔ اور تمھارے دشمن کو ذلیل کرے۔

ولید کی برطرفی کی وجہ

یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو اور جن لوگوں نے تمھاری طرف سے لگائی بجھائی کر کے تمھارے معزول کرنے پر مجھے آمادہ کیا وہ سب جھوٹے تھے۔ تم پر مجھے بڑا بھروسا ہے۔ تم سے مجھے اعانت کی امید ہے۔ تم کو تو میں نے پھٹے میں پیوند لگانے کے واسطے۔ کسی مہم میں کام آنے کے واسطے۔ بڑے بڑے معاملات کی مصیبتوں کو ٹالنے کے واسطے لگا رکھا ہے۔ عمرو نے کہا اے امیر المومنین تمھاری سلطنت کی مضبوطی کے لیے تمھارے دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے تمھارے مخالف کے دفع کے لیے اپنے سے بڑھ کر میں بھی کسی کو نہیں سمجھتا۔ ولید ابن زبیر کی بہت فکر میں رہا۔ مگر اس نے بھی دیکھا کہ وہ نہایت احتیاط کرنے والا ہے اور اپنی حفاظت کیے ہوئے ہے۔

قتل حسینؓ کے بعد ابن زبیر اور نجدہ بن عامر کا رویہ

حسین کے قتل کے بعد نجدہ بن عامر نے بھی یمامہ میں یزید سے مخالفت کی تھی۔ ادھر ابن زبیر بھی مخالفت کر رہے تھے۔ ایام حج میں ولید جب عرفات سے روانہ ہوتا تھا عوام الناس بھی اس کے ساتھ روانہ ہوتے تھے۔ ابن زبیر اور نجدہ اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹھرے ہوئے تھے۔ اسکے بعد ابن زبیر اپنے اصحاب کو لے کر روانہ ہوتے تھے۔ نجدہ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوتا تھا۔ کوئی کسی کا اتباع نہ کرتا تھا۔ لیکن نجدہ اکثر ابن زبیر سے ملا کرتا تھا لوگوں کو یہاں تک گمان ہو گیا تھا کہ وہ ابن زبیر سے بیعت کر لے گا۔

ولید کی معزولی

آخر ابن زبیر نے ولید کے بارے میں مراسلت کی۔ یزید کو لکھ بھیجا کہ تو نے کس بے وقوف کو یہاں بھیجا ہے۔ جو کسی عقل کی بات پر توجہ نہیں دیتا ہے۔ کسی عاقل کے سمجھانے سے باز نہیں آتا۔ اگر کسی خوش اخلاق وتواضع پسند آدمی کو یہاں بھیجتا تو مجھے امید تھی کہ بہت سی دشواریاں آسان ہو جاتیں۔ اور تفرقہ ختم ہو جاتا۔ اس بارے میں غور کر کہ اسی میں انشاء اللہ خاص وعام کی بہتری ہے والسلام۔ اس پر یزید نے ولید کو معزول کر کے اسکی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔

مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس

اب ایک نوجوان ناتجربہ کار کم سن حوصلہ مند سے سابقہ پڑا۔ جسے نہ معاملات کا تجربہ تھا نہ عمر نے آزمودہ کاری نہ تجربہ نے استواری اسے بتائی تھی۔ اپنی حکومت وعملداری پر ذرا غور نہ کرتا تھا۔ اس نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس روانہ کیا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری غسیل ملائکہ اور عبداللہ بن ابی عمرو مخزومی اور منذر بن زبیر اور بہت سے لوگ اشراف مدینہ سے ان کے ساتھ تھے۔ یزید کے پاس آئے تو وہ اکرام واحسان سے پیش آیا۔ سب کو انعام و جائزہ سے سرفراز کیا۔ وہاں سے یہ سب لوگ مدینہ میں واپس آئے۔ ایک منذر بن زبیر بصرہ میں ابن زیاد کے پاس چلا گیا۔ اسے بھی ایک لاکھ درھم یزید نے انعام میں دیئے تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں آ کر اہل مدینہ کے سامنے یزید کو گالیاں دینا شروع کردیں۔ کہا ہم ایسے شخص کے پاس ہو کر آئے ہیں جو کوئی دین نہیں رکھتا، شراب پیتا ہے، طنبورہ بجاتا ہے، اسکی صحبت میں گائنیں گایا بجایا کرتی ہیں، کتوں سے کھیلتا ہے، لچوں سے اور لونڈوں سے صحبت رکھتا ہے، تم سب لوگ گواہ رہو۔ ہم نے اسے خلافت سے معزول کیا۔ یہ سن کر اور سب لوگوں نے بھی ان کا اتباع کیا۔ سب مل کر عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کے پاس آئے۔ ان سے بیعت کی اور ان کو اپنا حاکم بنالیا۔

منذر کی مدینہ روانگی اور یزید کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا

منذر دوستوں میں تھا زیاد کے اس سبب سے ابن زیاد اس کے اکرام وضیافت میں مصروف تھا کہ یزید کا فرمان اسکے نام آیا کہ منذر کو گرفتار کرلے اور جب تک میرا حکم اسکے بارے میں نہ آئے اپنے پاس اسے قید رکھے۔ اسکے ساتھ والوں نے مدینہ میں جو کچھ یزید کے خلاف میں کام کیا تھا اس کا سارا حال یزید کو معلوم ہو گیا تھا۔ منذر اس کا مہمان تھا اس سبب سے ابن زیاد کو یہ حکم ناگوار گذرا۔ اس نے منذر کو بلا کر اس حکم کے آنے کا ذکر کیا اور خط بھی اسے دکھایا۔ اور کہا تم زیاد کے دوستوں میں ہو اور میرے مہمان ہو۔ اور میں تم سے دوستانہ سلوک کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں خوبی کیساتھ ان سب باتوں کا انجام ہو۔ جس وقت تم دیکھنا کہ لوگ میرے پاس جمع ہیں اٹھ کر مجھ سے کہنا میں اپنے وطن کو جاؤنگا مجھے اجازت دو۔ میں کہوں گا نہیں۔ تم میرے ہی پاس ٹھہرو۔ تمھاری خاطر ومدارت تواضع ہوگی۔ تم کہنا میری جاگیر ہے اور بہت کچھ کام ہے۔ جائے بغیر کچھ نہیں بن پڑتا۔ مجھے رخصت ہی کردو۔ میں تم کو اجازت دے دونگا۔ تم اپنے اہل وعیال میں چلے جانا۔ غرض عبیداللہ کے پاس جب لوگ جمع ہوئے تو منذر نے اٹھ کر اجازت مانگی۔ عبیداللہ نے کہا میرے ہی پاس رہو۔ میں تمھاری خاطر کرونگا غمخواری کرونگا، سب سے بڑھ کر تم کو سمجھوں گا۔ منذر نے جواب دیا میری جاگیر ہے اور بہت کام ہے جائے بغیر بن نہیں پڑتا، مجھے رخصت کر ہی دو۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اسے رخصت دیدی۔

منذر وہاں سے روانہ ہو کر حجاز میں پہنچا۔ اہل مدینہ سے ملا اور ان لوگوں سے مل گیا جو یزید کی مخالفت کو پھیلا رہے تھے۔ کہا کرتا تھا کہ واللہ یزید نے ایک لاکھ درہم مجھے دیئے ہیں۔ اس کا یہ سلوک اس بات سے مجھے روک نہیں سکتا کہ اس کا حال تم سے نہ کہوں اور سچ سچ نہ بیان کر دوں۔ واللہ وہ شراب پیتا ہے، ایسا مست ہو جاتا ہے کہ نماز کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ والوں نے یزید کی جو جو حرکتیں بیان کی تھیں ویسی ہی کچھ اس نے بھی بیان کیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بیان کیں۔

یزید کا نعمان بن بشیر کو اہل مدینہ کیطرف بھیجنا

یزید کو پتہ چلا کہ وہ اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا اے اللہ میں نے تو اس کے ساتھ احسان و اکرام کیا اس نے جو کچھ کیا وہ بھی تو نے دیکھ لیا۔ اس کو جھوٹ بولنے والوں میں اور قطع رحم کرنے والوں میں شمار کیجئے۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو بھیجا کہ تو سب لوگوں کے اور اپنی قوم والوں کے پاس جا۔ ان کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کر دے کہ وہ کیا کیا چاہتے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں وہ خود نہ اٹھ کھڑے ہوتے تو عوام الناس کو اتنی جرأت نہ ہوتی کہ میری مخالفت کرتے۔ اور مدینہ میں میرے خاندان کے وہ لوگ ہیں جن کا اس فتنہ و فساد میں شریک ہو کر نقصان میں پڑنا مجھے گوارا نہیں۔ نعمان روانہ ہوئے۔ اپنی برادری والوں میں آئے سب لوگوں کو اپنے پاس بلایا ان کو حکم دیا کہ اطاعت اختیار کریں۔ جماعت کو نہ چھوڑیں او فتنہ و فساد کے برپا کرنے سے سب کو بہت ڈرایا اور یہ کہا کہ اہل شام سے مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن مطیع عدوی نے کہا اے نعمان تو کیوں ہماری جماعت کو متفرق کرتا ہے؟ اور خدا نے جو ہمارا کام بنا دیا ہے اسے تو کیوں بگاڑتا ہے۔ نعمان نے کہا واللہ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ آفت آ گئی جس میں قوم کو تو مبتلا کیا چاہتا ہے۔ اور مردان جنگی گھٹنے ٹیک ٹیک کر قوم کے سر و پیشانی پر تلواریں مارنے لگے اور موت کا بازار دونوں طرف گرم ہو گیا۔ تو اپنے خچر پر سوار ہو کر منہ پر اسکے کوڑے مارتا ہوا مکہ کی طرف بھاگ جائے گا۔ اور ان بیچاروں انصار کو اس مصیبت میں چھوڑ کر چلدیگا۔ کہ گلیوں میں، مسجدوں میں اور اپنے گھروں کے دروازے پر قتل کئے جائیں گے۔ کسی نے نعمان کا کہنا نہ مانا وہ تو چلے گئے اور وہی ہوا جو وہ کہہ گئے تھے۔

اس سال لوگوں نے ولید بن عقبہ کے ساتھ حج کیا۔ عراق و خراسان میں حاکم وہی تھے جن کا ذکر ۶۱ ہجری میں گذرا۔ اسی سال محمد بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے۔

آغاز ۶۳ ہجری

بنو امیہ کے نام یزید کا خط

یزید کو خلافت سے معزول کر کے جب اہل مدینہ نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کر لی تو عثمان بن محمد بن ابی سفیان پر اور اسکے ساتھ ہی تمام بنی امیہ اور ان کے موالی اور ہم خیال قریشی میں سے جتنے مدینہ میں موجود تھے سب پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ ہزار کے لگ بھگ ہو نگے وہاں سے نکل کر مروان کے گھر میں چلے آئے۔ لوگوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہ محاصرہ بہت ہی کمزور تھا۔ بنی امیہ میں سے مروان اور عمرو بن عثمان بن عفان نے حبیب بن کرہ

کو بلا بھیجا۔ اس وقت مروان ہی وہ شخص تھا جو ان سب کا سرکردہ تھا۔ عثمان بن محمد تو ایک کم سن لڑکا سا تھا۔ اس کی رائے کی کوئی حیثیت تھی ہی نہ۔ تمام بنی امیہ کی طرف سے ایک خط یزید کو لکھا گیا۔ ابن کرہ کو اس خط کے لیجانے پر مقرر کیا۔ عبدالملک بن مروان خط کو لیے ہوئے ابن کرہ کے ساتھ ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آیا۔ یہاں آ کر خط اس کو دیدیا اور یہ کہا کہ بارہ دن جانے کے اور بارہ دن آنے کے تمہارے لیے میں مقرر کرتا ہوں۔ چوبیسویں دن اسی مقام پر انشاء اللہ اپنے انتظار میں بیٹھا ہوا تم مجھے پاؤ گے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم لوگ مروان بن حکم کے گھر میں قید کردیے گئے ہیں۔ پانی ہم پر بند ہے اور اناج کو ہم خود پھینک آئے ہیں۔ فریاد ہے فریاد۔

ابن کرہ یہ خط لے کر یزید کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ کرسی پر طشت میں پاؤں نکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ طشت میں پاشویہ کے لیے پانی بھرا ہوا تھا۔ اسے درد نقرس تھا۔ خط پڑھ کر اس نے یہ شعر پڑھا۔

لقد بدلو الحلم الذی فی سجیتی
فبدلت قومی غلظتہ بلیان

میری طبیعت میں جو حلم تھا اسے ان لوگوں نے بدل دیا۔ میں نے بھی اب اپنی قوم کے لیے نرمی کے بدلے سختی کو اختیار کرلیا۔

مدینہ منورہ پر لشکر کشی کا مشورہ

یہ شعر پڑھ کر ابن کرہ سے پوچھا کیا مدینہ میں تمام بنی امیہ اور ان کے موالی سب مل کر ہزار آدمی نہ ہونگے۔ قاصد نے کہا ہزار آدمی ضرور ہیں بلکہ زیادہ۔ کہا اتنا بھی ان سے نہ ہو سکا کہ تھوڑی دیر کے لیے قتال کرتے۔ قاصد نے کہا امیر المومنین تمام مخلوق نے ان پر ہجوم کرلیا۔ ان میں اس جماعت سے لڑنے کی طاقت نہ تھی۔ یزید نے یہ سن کر عمرو بن سعید کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اسے خط دکھایا سب حال بیان کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہو۔ عمرو نے کہا میں شہروں شہروں تیرا عمل بٹھا چکا۔ تمام امور کو تیرے میں مستحکم کرچکا۔ لیکن اب یہ نوبت پہنچی کہ قریش کے خون سے زمین رنگین کی جائے، یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ وہی شخص یہ کام کرے گا جو ان سے تعلق نہ رکھتا ہوگا۔ اب یزید نے ابن کرہ کو مسلم بن عقبہ مری کے پاس بھیجا۔ یہ شخص بڑی عمر کا ضعیف اور مریض تھا۔ خط پڑھ کر قاصد سے حالات پوچھے اس نے بیان کردیے۔ اس نے بھی وہی بات کہی جو یزید نے کہی تھی۔ کیا مدینہ میں بنی امیہ اور ان کے انصار موالی سب مل کر ہزار آدمی نہ ہونگے۔ اس نے کہا بے شک ہزار آدمی ہونگے کہا اتنا ان سے نہ ہو سکا کہ ایک دن یا ایک پہر یا ایک ساعت قتال کرتے۔ بس انھیں رہنے دیجیے کہ یہ خود اپنے دشمن سے اپنی قومی سلطنت کے لیے لڑیں۔ آپ کو یہ بھی تو معلوم ہوجائے کہ ان میں سے کون کون آپ کی طرف سے قتال کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے یا گردن جھکا دیتا ہے۔ یزید نے کہا تمھارا بھلا ہو ان لوگوں کے بعد زندگی کا کیا لطف۔ اٹھو لوگوں کو لے کر روانہ ہو اور اپنی خبر مجھے دیتے رہو۔

حجاز پر لشکر کشی

غرض یہ منادی ہوئی کہ لوگو! حجاز کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ آؤ اپنا اپنا وظیفہ پورا لے لو۔ اور اسکے علاوہ سو سو دینار

ہر ایک شخص کے ہاتھ میں بطور اعانت دیئے جائیں گے۔ غرض بارہ ہزار آدمی حجاز میں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور ابن زیاد کو یزید نے لکھا تھا کہ تو ابن زبیر سے لڑنے کو روانہ ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اس فاسق کے لیے یہ دوسرا گناہ میں اپنے سر نہ لونگا۔ ایک تو رسول ﷺ کے نواسے کو قتل کروں دوسرے خانۂ کعبہ پر حملہ کروں۔ مرجانہ اس کی ماں ایک سچی عورت تھی جب ابن زیاد نے حسینؓ کو قتل کیا تھا وہ کہتی تھی تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا؟ یہ کیا حرکت تو نے کی؟ ابن کرہ یہاں سے اسی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے عبدالملک کو چھوڑا تھا۔ کہ ٹھیک اسی جگہ پر اسی وقت میں عبدالملک کے پاس پہنچ جائے۔ پہنچا تو دیکھا کہ عبدالملک درخت کے نیچے سر پہ کچھ اوڑھے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس نے سب حال بیان کیا۔ عبدالملک خوش ہو گیا۔ وہاں سے دونوں مروان کے گھر پر آئے۔ اور جماعت بنی امیہ کو لشکر کے آنے کی خبر دی۔ سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ابن کرہ شام سے یہ دیکھ کر روانہ ہوا تھا کہ یزید نکلا ہے اور لشکر کے سواروں کو دیکھ بھال رہا ہے۔ اور اسکی زبان سے یہ سن کر روانہ ہوا تھا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھا اور عربی کمان کاندھے پر لگائے ہوئے تھا

ابلغ ابا بکر اذ الليل سرى
وحبط القوم علی وادی القری
اجمع سكران من القوم ترى
ام جمع يقظان نفى عنه الكرى
يا عجباً من ملحدٍ يا عجبا
مخادع فی الدين يقفو بالعرى

میرا پیام اس وقت ابن زبیر کو پہنچا دینا جب دیکھنا کہ رات ہو گئی ہے اور وادی القریٰ پر فوج اتر پڑی ہے، کیا یہ لوگ تجھے مست اور سرشار معلوم ہوتے ہیں یا بے خواب و بیدار ہیں جنھوں نے نیند کو پاس نہیں آنے دیا مجھے تو اس ملحد سے تعجب ہوتا ہے کہ دین میں مکاری کرتا ہے اور بزرگوں کو برا کہتا ہے۔

لشکر کے لیے یزید کی ہدایات

یہ لشکر مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں یزید کی طرف روانہ ہوگا۔ یزید نے اس کو حکم دیا کہ لشکر کا رئیس حصین بن نمیر کو بنانا۔ اور لوگوں کو تین دن تک مہلت دینا۔ مان جائیں تو مان جائیں۔ ورنہ ان سے قتال کرنا۔ جب تمھیں غلبہ ہو جائے تو تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔ وہاں کا مال اور روپیہ اور ہتھیار اور غلہ یہ سب لشکر والوں کا ہے۔ تین دن کے بعد لوٹنا موقوف کرنا اور علی بن حسین سے رعایت کرنا ان کے ساتھ نیکی کرنا ان کو اپنے قریب بٹھانا۔ جن لوگوں نے میری مخالفت کی وہ اس میں شریک نہ تھے۔ میرے پاس ان کا خط آیا تھا" علی بن حسین کو ان باتوں کی خبر نہ تھی کہ یزید نے ان کے بارے میں مسلم بن عقبہ سے رعایت کی سفارش کردی ہے۔

بنی امیہ جب شام کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو مروان کی زوجہ جو ابن مروان کی ماں ہیں یعنی عائشہ بنت عثمان بن عفان نے مروان کے تمام ساز و سامان کے ساتھ علی بن حسین کے یہاں آکر پناہ لی تھی۔ بنی امیہ مدینہ سے جب نکالے گئے تو مروان نے ابن عمر سے کہا کہ میری عیال کو اپنے ہاں چھپا رکھو۔ ابن عمر نے یہ بات نہ مانی۔ علی بن حسین

سے جب مروان نے کہا کہ مجھے تم سے قرابت ہے میرے اہل بیت تمھارے اہل بیت کے ساتھ رہیں گے۔ تو انھوں نے منظور کیا۔ مروان نے اپنے عیال کو علی بن حسین کے ہاں بھیجا۔ یہ ان لوگوں کو اپنے عیال کیساتھ لے کر ینبع میں چلے آئے۔ وہیں سب کو رکھا مروان ان کا شکر گذار تھا اور ان دونوں میں قدیم سے محبت تھی۔ مدینہ والوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ ابن عقبہ لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے تو انھوں نے مروان کے گھر میں بنی امیہ کو جا کر گھیر لیا۔ اور کہا اللہ کی قسم تم کو جب تک اس گھر سے نکال کر گردن نہ ماریں گے تم سے باز نہ آئیں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو درمیان میں واسطہ بنا کر ہم سے عہد و میثاق کرو کہ تم لوگ ہم کو دھوکا نہ دو گے، کوئی چھپا ہوا موقع ہمارا دشمن کو نہ بتاؤ گے، ہمارے دشمن کی مدد نہ کرو گے، تو ہم تم سے باز آتے ہیں اور اپنے یہاں سے تمھیں نکالے دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کو درمیان دے کر اس بات کا عہد و میثاق ان سے کر لیا۔ کہ ہم تم کو دھوکہ نہ دیں گے۔ یہ اپنا اسباب و مال لے کر نکلے اور وادی القری میں جا کر مسلم بن عقبہ سے ملے۔

عائشہ بنت عثمان طائف کی طرف روانہ ہوئیں۔ علی بن حسین کی کچھ زمین مدینہ کے قریب تھی وہ شہر سے نکل کر یہیں الگ ٹھر گئے تھے تا کہ وہاں کے کسی معاملہ میں شریک نہ ہوں۔ عائشہ جب طائف جانے لگیں تو انھوں نے کہا میرے بیٹے عبداللہ کو بھی اپنے ساتھ طائف میں لیتے جاؤ۔ عائشہؓ اپنے ساتھ عبداللہ کو طائف میں لے آئیں اور اپنے ہی پاس اس وقت تک ان کو رکھا کہ اہل مدینہ کا بنایا ہوا گھروندا بگڑ گیا۔ ابن عقبہ نے بنی امیہ میں سے عمرو بن عثمان بن عفان کو بلا بھیجا۔ اور کہا وہاں کا حال بتاؤ اور کچھ مشورہ دو۔ کہا میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ہم لوگوں سے عہد میثاق اس بات کا لیا گیا ہے کہ ہم کوئی چھپا ہوا موقع نہ بتائیں۔ ابن عقبہ بولا میں تیری گردن ماروں بخدا! اب میں کسی شخص کی یہ بات نہیں سنوں گا۔ عمرو بن عثمان اس کی یہ سختی دیکھ کر اپنے اصحاب میں چلے آئے۔ اب مروان نے اپنے بیٹے عبدالملک سے کہا مجھ سے پہلے تمھیں اس کے پاس چلے جاؤ۔ شاید وہ تمھاری ہی جان کو کافی سمجھے۔ مجھے نہ بلائے۔

عبدالملک کی نصائح مسلم کے لیے

عبدالملک یہ سن کر ابن عقبہ کے پاس چلا گیا۔ اس نے کہا جو باتیں تم جانتے ہو بتاؤ۔ ان لوگوں کی ساری خبر مجھ سے بیان کرو۔ اور یہ بتاؤ کہ تمھارا مشورہ کیا ہے۔ عبدالملک نے کہا اچھا اچھا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس رستہ کو چھوڑ کر لشکر کو دوسرے راستہ سے لے جاؤ۔ جب مدینہ کے قریب کا نخلستان تجھے ملے تو وہیں اتر پڑو۔ لوگ چھاؤں میں بیٹھیں گے، کھجوریں کھائیں گے، جب رات ہو جائے تو پہرہ والوں کو سوار ہونے کا حکم دینا کہ وہ ساری رات لشکر کے درمیان پھرتے رہیں۔ جب صبح ہو جائے تو سب کے ساتھ نماز پڑھ کر روانہ ہونا۔ مدینہ کو اپنے بائیں جانب رکھ کر شہر کے گرد پھرنا اور حرہ کی زمین بلند کی طرف سے اہل مدینہ کا مقابلہ کرنا۔ جب تو ان کے سامنے ہوگا تو اس وقت ان کے سامنے سورج چمک کر طلوع ہوگا۔ اور تیری فوج کی پشت پر ہوگا۔ دھوپ انھیں ایذا پہنچائے گی۔ جب تم لوگ ان کے مشرق میں ہو گے۔ اور وہ تمھارے مغرب میں ہونگے تو تمھارے خود ہتھیار برچھیوں کی سنانیں، تلواریں زرہیں، سعاد و بازو اس قدر چمکتے ہوئے انھیں دکھائی دیں گے کہ تمھاری نظروں میں ان کے ہتھیاروں سے اس قدر ہیبت نہ ہوگی۔ اس کے بعد ان لوگوں سے لڑائی شروع کرنا۔ اور خدا سے نصرت طلب کرنا۔ بیشک اللہ تیری مدد کرے گا کہ ان لوگوں نے اپنے امام کی مخالفت کی ہے اور جماعت سے خارج ہو گئے ہیں۔

مسلم کا اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت دینا

مسلم نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ جس باپ کا تو بیٹا ہے اس نے کیسا خلف الرشید پایا۔ اس کے بعد مروان اس کے پاس گیا۔ اس نے کہا کچھ تم کہو۔ مروان نے کہا کیا عبدالملک تیرے پاس نہیں آیا۔ مسلم نے کہا میں ان سے مل چکا۔ عبدالملک تو عجب شخص ہے۔ میں نے کسی کو اس کے جیسا نہیں پایا۔ مروان نے کہا عبدالملک سے تم مل چکے تو گویا مجھ سے مل چکے۔ کہا اچھا اچھا۔ اسکے بعد مسلم وہاں سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسی منزل میں جا کر اترا جہاں اترنے کا عبدالملک نے مشورہ دیا تھا۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا ویسا ہی کیا۔ پھر وہ زمین حرہ پر ہوتا ہوا مشرق کی طرف اہل مدینہ کے مقابل میں جا کر اترا۔ سب کو بلا کر کہا۔ اے اہل مدینہ امیر المومنین یزید کا یہ خیال ہے کہ تم لوگ اصل ہو۔ تمھارا خون بہانا مجھے گوارا نہیں۔ تمھارے لیے تین دن کی مدت میں مقرر کرتا ہوں جو کوئی تم میں سے باز آ جائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا ہم اسکا عذر قبول کر لیں گے۔ اور یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ اور اس ملحد کی طرف جو مکہ میں ہے متوجہ ہونگے۔ اور اگر تم لوگ نہ مانو گے تو یہ سمجھ لو کہ ہم حجت تمام کر چکے۔

مہلت کے بعد اہل مدینہ کی مقابلے کے لیے تیاری اور ابتدائی جنگ

تین دن ہو گئے تو مسلم نے کہا اے اہل مدینہ تین دن ہو گئے۔ کہو اب تم کو کیا منظور ہے۔ ملاپ کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم لڑیں گے۔ کہا ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ تم سب طاعت گزاری اختیار کرو۔ ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد پر ڈالیں۔ جس نے بے دینوں کو فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے۔ اہل مدینہ نے کہا اے دشمن خدا اگر تم لوگ وہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ہم تم کو قتال کیئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ کیا ہم تم کو اس لیے چھوڑیں گے۔ کہ تم خانہ کعبہ پر حملہ کرو وہاں کے رہنے والوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرو۔ وہاں ملحدوں کی سی حرکتیں کرو۔ بیت اللہ کی بے حرمتی کرو۔ نہیں نہیں واللہ ہم سے یہ نہ ہوگا۔ مدینہ کے لوگوں نے شہر کے ایک جانب خندق بنالی تھی۔ ان میں کا ایک انبوہ عظیم خندق میں اترا ہوا تھا۔ رئیس ان کا عبدالرحمٰن بن زہیر زہری تھا۔ اہل مدینہ کے دوسرے ربع پر عبداللہ بن مطیع قریش کے رئیس شہر کی ایک جانب میں۔ اور معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کے رئیس ایک اور ربع پر شہر کی ایک جانب میں اور عبداللہ بن غسیل ملائکہ سب سے بڑے ربع کے رئیس تھے۔ جس میں بہت لوگ تھے۔ اور یہ انصار کے امیر تھے۔ مسلم نے اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر حرہ کی زمین کی طرف حرکت کی۔ کوفہ کی راہ پر پہنچ کر اپنے سر پر پردہ نصب کیا۔ پھر سواروں کے ایک دستہ کو ابن غسیل کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن غسیل نے اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سواروں پر حملہ کیا۔ سوار سب بھاگ کھڑے ہوئے بھاگتے ہوئے مسلم کے پاس پہنچے۔ مسلم یہ دیکھ کر تجربہ کار لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سواروں کو للکارا وہ سب پلٹ پڑے۔ اور بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔ اسی دوران فضل بن عباس جو حارث بن عبدالمطلب کے پوتوں میں تھے کوئی بیس سواروں کو ساتھ لیے ہوئے ابن غسیل سے آ کر ملے۔ اور انھوں نے بڑی خوبی سے نہایت شدید جنگ کی۔ پھر ابن غسیل سے کہا تمھارے ساتھ جتنے سوار ہوں۔ سب کو حکم دیدو کہ میرے پاس آ کر ٹھہریں۔ جب میں حملہ کروں تو وہ بھی حملہ آور ہوں۔ اللہ کی قسم میں مسلم تک پہنچے بغیر دم نہیں لینے کا۔ یا تو میں اسے قتل کرونگا۔ یا قتل ہو جاؤنگا۔

جنگ کی شدت اور طرفین کے افراد کا قتل ہونا

ابن غسیل نے عبداللہ بن ضحاک انصاری کو حکم دیا کہ سواروں سے پکار کر کہہ دو کہ سب فضل بن عباس کے ساتھ رہیں۔ غرض ندا ہوئی اور سب سوار فضل بن عباس کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے اہل شام پر حملہ کر دیا۔ سب منتشر ہو گئے۔ فضل نے اپنے اصحاب سے کہا تم نے دیکھ لیا یہ نالائق کیسے بھاگ رہے ہیں۔ میں تم پر قربان ہو جاؤں پھر حملہ کرو۔ ان کے سردار کو میں دیکھ پاؤں تو واللہ ضرور اسے قتل کرونگا۔ یا اس کوشش میں خود مارا جاؤنگا۔ سمجھ لو ایک گھڑی کی ثابت قدمی کا نتیجہ خوشی ہے۔ ثابت قدمی کے گرسے تو فتح ہے، یہ کہہ کے فضل نے اور ان کے ساتھ کے لوگوں نے ایسا حملہ کیا کہ شامیوں کا رسالہ مسلم کو پیدلوں میں چھوڑ کر منتشر ہو گیا۔ اس کے گرد پانسو پیادے گھٹنے ٹیکے ہوئے برچھیاں ان لوگوں کی طرف تانے ہوئے کھڑے تھے۔

فضل کی مردانگی

فضل اسی حالت میں علمدار فوج کی طرف بڑھے۔ اس کے سر پر ایک وار کیا کہ مغفر کو کاٹ کر سر ٹکڑے کر دیا۔ وہ گرتے ہی مر گیا اس کے گرتے ہی فضل نے پکارا خذھا منی وانا ابن عبدالمطلب. یہ سمجھے کہ مسلم کو مار لیا۔ کہا قتلت طاغیۃ القوم ورب الکعبۃ: مسلم نے فحش گالی دے کر کہا تو غلط کہتا ہے۔ جھنڈے والا اسی کا رومی غلام تھا جسے فضل نے قتل کیا تھا مگر تھا بڑا بہادر۔ اب مسلم نے جھنڈا خود اٹھالیا اور پکار کر کہا اے اہل شام کیا اپنے دین کی حمایت میں اس طرح قتل کرتے ہیں۔ کیا اپنے امام کی نصرت میں اسی طرح جہاد کرتے ہیں۔ خدا کی مار تمہاری اس لڑائی پر جیسی لڑائی کہ تم آج لڑ رہے ہو۔ کیسا میرے دل کو دکھا رہے ہو۔ کیسا مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سنو: واللہ۔ کا بدلہ تمھیں یہ ملے گا کہ عطیات سے محروم کر دیے جاؤ گے اور کسی دور دراز سرحد کی طرف بھیج دیے جاؤ گے۔ اس علم کے ساتھ بڑھو اگر تلافی تم سے نہ ہو سکے تو خدا سمجھے تم سے۔

فضل کی شہادت

مسلم نشان کو لے کر بڑھا۔ اور نشان کے آگے آگے سب لوگ حملہ کرتے ہوئے چلے۔ اس حملہ میں فضل بن عباس قتل ہو گئے۔ یہ جب قتل ہوئے ہیں کہ مسلم کا خیمہ ان سے کوئی دس گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ فضل کے ساتھ زید بن عوف اور ابراہیم عدوی اور بہت سے لوگ مدینہ کے قتل ہو گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اس جنگ میں مسلم بیمار تھا۔ اس نے دونوں صفوں کے درمیان ایک تخت پر اپنی کرسی رکھوادی۔ اور کہا اے اہل شام اب اپنے امیر کی طرف سے لڑو۔ یا چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اس کے بعد سب لوگوں نے اہل مدینہ پر حملہ کیا۔ ان کے جس گروہ کی طرف رخ کیا اسے شکست دی۔ یہ یہ لوگ جم کر لڑتے ہی نہ تھے ان کے رخ ہی پھر جاتے تھے۔ آخر سب شکست کھا گئے۔ اب مسلم کا لشکر ابن غسیل کی طرف بڑھا اور ان سے بہت شدید جنگ کی۔ شکست کھائے ہوں میں سے جن کو جنگ آزمائی کا خیال آ گیا وہ بھی ابن غسیل کے شریک ہو گئے۔ آتش جنگ شدت سے مشتعل ہو گئی۔ اسی اثناء میں جنگ آزما و بہادر شہسواروں کی جماعت کو ساتھ لیے ہوئے فضل نے اہل شام پر حملہ کر دیا۔ اور یہ مسلم کی کرسی و تخت کی طرف بڑھے۔ مسلم کو اسی کے سر پردہ کے سامنے درمیان صف جنگ خادموں نے لا

کر بٹھا دیا۔ فضل اس کے تخت تک پہنچ گئے ان کے چہرہ کا رنگ سرخ تھا۔ تلوار اٹھا کر وار کیا چاہتے تھے کہ وہ چلایا ''یارو تم کہاں ہو یہ سرخ رنگ کا مرد مجھے قتل کرنے والا ہے۔ اے نیک بی بیوں کے بیٹو: دوڑو اسے برچھیوں میں پرولو'' فضل کی طرف برچھیاں لے کر لوگ دوڑے وہ برچھیاں کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد مسلم کے سوار اور پیادے سب کے سب ابن غسیل کی طرف چلے اور قریب پہنچ گئے۔ اس وقت مسلم گھوڑے پر سوار ہو کر اہل شام کا دل بڑھانے لگے کہ ''اہل شام تم حسب و نسب میں عرب سے بڑھ کر نہیں ہو۔ شمار میں ان سے زیادہ نہیں ہو۔ تمھارے شہر اتنے وسیع نہیں ہیں۔ پھر بھی خدا نے تم کو یہ خاص مرتبہ عنایت کیا کہ دشمن کے مقابلہ میں تمھاری مدد کی۔ تمھارے اماموں کے دل میں تمھارا مقام پیدا کر دیا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ تم لوگ طاعت گذار ہو اور اپنے دین پر قائم ہو۔ اور اس قوم نے اور جو جوان کے مثل ہیں ان سب نے دین کو بدل ڈالا۔ خدا نے بھی انکی حالت کو بدل دیا۔ جس طاعت گزاری پر تم قائم ہو اسے خوبی کے ساتھ پورا کر دو کہ خدا بھی جو نصرت و غلبہ تم کو دے رہا ہے اوسے پورا کر دے۔ یہ کہہ کر جہاں وہ تھا وہیں پھر چلا آیا۔ سواروں کو حکم دیتا گیا کہ ابن غسیل پر اور ان کے اصحاب پر حملہ کر دیں۔ لیکن جب سوار اپنے گھوڑیوں کو اہل مدینہ کی طرف بڑھاتے تھے منتشر ہو جاتے تھے، رخ پھیر دیتے تھے، یہ دیکھ کر مسلم نے پکار کر کہا'' اے اہل شام خدا نے ان لوگوں کو تم سے بڑھکر میدان جنگ میں ثابت قدم نہیں بنایا۔ اے حصین بن عمیر تو اپنی فوج کو لے کر میدان کارزار میں اتر'' حصین اہل حمص کو لے کر اہل مدینہ سے نبرد آزمائی کرنے کو چلا۔

ابن غسیل کا مدنی لشکر سے پر جوش خطاب

ابن غسیل نے جب ان لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک فوج اپنے اپنے جھنڈے کے ساتھ حملہ کرنے کے لیے آ رہی ہے تو اپنے اصحاب میں یہ خطبہ پڑھا۔

> لوگو جس طریقہ سے تمھیں جنگ کرنا مقصود تھا۔ وہی طریقہ تمھارے دشمن نے تم سے جنگ کرنے کا اختیار کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ساعت کے بعد تمھارے اور ان کے درمیان خدا فیصلہ کر دے گا۔ خواہ تمھارے موافق ہو یا خلاف۔ سنو تم لوگ صاحب بصیرت ہو۔ دار الہجرت کے رہنے والے ہو۔ واللہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ بلاد اسلام میں سے کسی شہر کے لوگوں سے خدا اتنا خوش نہ ہوگا جتنا کہ تم لوگوں سے خوش ہے۔ اور بلاد عرب میں سے کسی شہر کے لوگوں پر خدا ایسا غضبناک نہ ہوگا جیسا ان لوگوں پر غضبناک ہے جو تم سے لڑنے آئے ہیں۔ تم سب کو ایک دن مرنا ہے اور واللہ کسی طرح کی موت شہید ہو کر مرنے سے بہتر نہیں۔ لو شہادت کی دولت خدا نے تمھارے سامنے رکھ دی ہے اسے لوٹ لو اور واللہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ جتنی تمھاری مرادیں ہوں سب پوری ہو جائیں۔

یہ کہہ کر جھنڈا لیے ہوئے بڑھے تھوڑی دور جا کر ٹھہر گئے۔ ابن نمیر بھی اپنا علم لیے ہوئے قریب آ پہنچا۔

مسلم اور ابن غسیل کے لشکر میں گھمسان کی جنگ

مسلم نے عبداللہ بن عضاہ کو پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ ابن غسیل پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اہل مدینہ پر تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ ابن غسیل نے کہا آخر کب تک تیر کھایا کرو گے جسے بہشت میں چلنے کی جلدی ہو وہ اس علم کے

ساتھ ہولے۔ یہ سنتے ہی جتنے جانباز تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن غسیل نے کہا اپنے پروردگار کے حضور میں چلو۔ واللہ مجھے امید ہے کہ بس ایک سعات کی دیر ہے کہ تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ سن کر سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ ایک ساعت تک اسی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ کہ اس زمانہ میں کم ہوئی ہو گی۔ ابن غسیل نے اپنے فرزندوں کو ایک ایک کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔ سب انکے سامنے قتل ہو گئے۔ وہ خود رجز پڑھتے جاتے تھے...... اور شمشیر زنی کررہے تھے۔ اسی طرح قتل ہو گئے۔ ان کے برادر اخیافی محمد بن ثابت انھیں کے ساتھ قتل ہوئے۔ یہ کہتے تھے اگر کفار ویلم مجھے قتل کرتے تو میں ایسا خوش نہ ہوتا جیسا ان لوگوں کے ہاتھ سے قتل ہو جانے میں، میں خوش ہو رہا ہوں۔ انھیں کے ساتھ محمد بن خرم انصاری بھی قتل ہو جانے میں خوش ہو رہا تھا۔ انھیں کے ساتھ محمد بن خرم انصاری بھی قتل ہوئے۔ ان کی لاش پر مروان بن حکم گذرا۔ لاش سے خطاب کر کے کہنے لگا خدا تم پر رحم کرے میں نے کتنے ہی رکنوں کے پاس تمھیں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔

اہل مدینہ پر لوٹ مار

روایت ہے کہ مسلم کرسی پر بیٹھتا تھا تو لوگ کرسی کو اٹھائے ہوئے پھرتے تھے اسی ہیئت سے وہ ابن غسیل سے جنگ حرہ میں قتال کر رہا تھا اور یہ رجز پڑھتا جاتا تھا۔

احیا اباہ هاشم بن حرملة، یوم الهباتین ویوم الیعلمه "

جنگ ہباتین و جنگ یعلمہ میں ہاشم بن حرملہ نے اپنے باپ کا نام روشن کر دیا۔

کل الملوک عنده مغربلة ورمحه اللولدات مثکلة

ملوک اسکے سامنے لاش کا ڈھیر ہیں۔ اس کی برچھی ماؤں کو بیٹوں کے غم میں رلاتی ہے۔

لایبث القتیل حتی یحمد له ، ویقتل ذاالذنب ومن لاذنب له

:وہ کشتوں کو خاک پر لٹاتا ہے۔ گناہگار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر ڈالتا ہے۔

ابوسعید خدریؓ کا واقعہ

محمد بن سعد بن وقاص بھی اس جنگ میں تیغ زنی کر رہے تھے۔ جب لوگ پسپا ہونے لگے پہلے تو یہ بھاگنے والوں ہی کو تلواریں مارنے لگے۔ آخر خود ہی بھاگے۔ سلم نے تین دن مدینہ کی لوٹ شامیوں کے لیے جائز کر دی۔ لوگوں کو قتل کرتے پھرتے تھے اور ان کا مال لوٹ لیتے تھے۔ صحابہ میں سے جو لوگ مدینہ میں تھے ہراساں ہوئے۔ ابوسعید خدری شہر سے نکل کر پہاڑ کی کھوہ میں جا کر چھپے۔ ایک شامی نے انہیں دیکھ لیا تھا وہ تلوار کھینچے ہوئے اس غار تک پہنچا۔ خدریؓ نے بھی اسکے دھمکانے کے لیے تلوار کھینچ لی کہ شاید بے لڑے ہوئے پلٹ جائے۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوا، بڑھتا چلا آیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو اپنی تلوار میان میں رکھ لی۔ اس سے کہا اگر تو میرے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تیرے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانے والا نہیں۔ میں پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں اس نے پوچھا خدا تمھارا بھلا کرے تم کون شخص ہو؟ کہا میں ابوسعید خدری ہوں اس نے کہا رسول ﷺ کے صحابی کہا کہ ہاں۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔

مسلم کا بیعت خلافت طلب کرنا اور بعض لوگوں کا قتل:۔

مسلم نے مقام قبا میں بیعت کرنے کے لئے لوگوں کو بلایا۔ قریش میں سے یزید بن زمعہ اور محمد بن ابی الجہم کے لئے اور معقل بن سنان کے لئے بھی امان طلب کی گئی تھی۔ لڑائی کے ایک دن بعد یہ تینوں شخص مسلم کے پاس لائے گئے۔ مسلم نے دونوں قریشیوں سے بیعت کرنے کو کہا۔ انہوں نے کہا ہم کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ﷺ پر تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ مسلم نے جواب دیا واللہ میں تمہاری اس بات کو ہرگز نہیں معاف کرونگا۔ اس کے بعد وہ دونوں سامنے لائے گئے۔ اور دونوں کی گردن ماری گئی۔ مروان نے کہا سبحان اللہ دو قریشی اس لئے لائے گئے تھے کہ ان کو امان مل جائیں گی تو نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ مسلم نے مروان کی کمر میں چھڑی کی نوک کو چھو کر کہا۔ واللہ اگر تو بھی وہ کلمہ کہے جو ان دونوں نے کہا تو تلوار کی چمک سے تیری آنکھیں بھی خیرہ کر دی جائیں گی۔ اسکے بعد معقل بن سنان کو مسلم کے سامنے لوگ لے کر آئے اور پہلے مسلم اس کے دوستوں میں تھا۔ مسلم نے کہا مرحبا یا بی محمد خوش آمدید ابو محمد۔ معلوم ہوتا ہے تم اس وقت پیاسے ہو۔ معقل نے کہا ہاں پیاسا ہوں۔ مسلم نے کہا دیکھو میرے ساتھ جو برف آئی ہے وہ شہد میں ڈال کر شربت بنا کر انکے لیے لاؤ۔ شربت آیا معقل نے پی کر کہا سقاک اللہ من شراب الجنہ۔ مسلم نے جواب دیا سن واللہ اب تجھے حمیم جہنم کے سوا کبھی کچھ پینا نصیب نہ ہوگا۔ اس نے کہا خدا کا اور صلہ رحمی کا میں تجھے واسطہ دیتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا مجھ سے تیری ملاقات اس رات ہو چکی تھی جب تو مقام طبریہ میں رات یزید سے رخصت ہو کر نکلا۔ میں نے تجھے یہ کہتے سنا کہ مہینہ بھر کا ہم نے سفر کیا اور یزید کے پاس سے خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں۔ اب ہم مدینہ میں جا کر اس فاسق کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔ بھلا غطفان و اشجع کو عزل ونصب خلافت میں کیا دخل؟ سن میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب کسی جنگ میں تیرے قتل کرنے کا موقع پاؤں گا ضرور تجھے قتل کرونگا۔ یہ کہہ کر مسلم نے حکم دیا کہ معقل کو قتل کر دو اور یوں وہ قتل ہو گیا۔

پھر یزید بن وہب کو مسلم کے سامنے لایا گیا۔ مسلم نے اس سے کہا کہ بیعت کر۔ اس نے کہا میں سنتِ عمرؓ پر تم سے بیعت کرونگا۔ کہا واللہ میں تیرے قصور کو معاف نہ کرونگا۔ مروان اور ابن وہب میں کچھ عروسی و دامادی کا رشتہ تھا۔ اس سبب سے مروان نے کچھ سفارش کی۔ مسلم نے حکم دیا کہ مروان کا گلا گھونٹ ڈالو۔ خادموں نے اس کا گلا دبا دیا۔ اور مسلم نے کہا تم لوگ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب کے سب یزید بن معاویہ کے غلام ہو۔ اس کے بعد ابن وہب کے قتل کا حکم دیا وہ قتل ہو گیا۔

علی بن حسین مسلم کے دربار میں

اسکے بعد لوگ علی بن حسین کو مسلم کے سامنے لائے۔ علی بن حسین نے مروان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ کہ جس زمانہ میں بنی امیہ مدینہ سے نکالے گئے ہیں۔ انھوں نے مروان کے مال ومتاع کو اور اسکی بیوی ام ابان بنت عثمان کو لٹنے سے بچا لیا تھا اور اپنے ہاں انھیں پناہ دی تھی۔ پھر جب ام ابان طائف کی طرف روانہ ہوئیں تو علی بن حسین نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے بیٹے عبداللہ کو ان کے ساتھ کر دیا تھا اور مروان نے اس احسان کا شکر بھی ادا کیا تھا۔ علی بن حسین اس وقت مروان بن عبدالملک کو اپنے ساتھ لیے ہوئے مسلم کے سامنے آئے کہ یہ دونوں شخص ان کے لیے مسلم سے امان کی سفارش کریں گے۔ غرض مسلم کے پاس آ کر ان دونوں شخصوں کے بیچ میں علی بن حسین بیٹھ گئے۔ مروان

نے شربت پینے کو مانگا۔ مطلب یہ تھا کہ مسلم کے دل میں جگہ پیدا کرے۔ شربت آیا تو مروان نے تھوڑا سا پی کر علی بن حسین کو دے دیا۔ ان کے ہاتھ میں شربت کا پیالہ دیکھ کر مسلم نے کہا۔ ہمارے یہاں کا شربت تم نہ پیو۔ علی بن حسین کے ہاتھ میں رعشہ سا پیدا ہو گیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ مجھے یہ قتل کرے گا۔ وہ اسی طرح ہاتھ میں پیالہ لیے ہوئے رہ گئے۔ نہ پیتے ہیں نہ ہاتھ سے پیالہ رکھتے ہیں۔ اب مسلم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم ان دونوں کو ساتھ لیے ہوئے اس لیے آئے تھے کہ مجھ سے امان ملے گی۔ واللہ اگر انھیں دونوں کا واسطہ ہوتا تو میں تمھیں قتل ہی کرتا لیکن امیر المومنین نے تمھاری سفارش مجھ سے کر دی تھی۔ اور مجھ سے بیان کیا تھا کہ تم نے امیر المومنین کو خط لکھا ہے۔ یہی بات تمھارے حق میں بہتر ثابت ہوئی۔ اب تمھارا جی چاہے اس شربت کو پیو یا کہو تو اور شربت تمھارے لیے منگاؤں۔ علی بن حسین نے کہا میں اسی شربت کو جو میرے ہاتھ میں ہے پیے لیتا ہوں۔ کہا اچھا یہی پی لو۔ شربت پی لیا تو کہا یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ علی بن حسین پاس جا کر بیٹھ گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب علی بن حسین کو مسلم کے پاس لائے تو پوچھا یہ کون ہیں کہا علی بن حسین کہا تشریف لایئے تشریف لایئے۔ اور ان کو اپنی قالین اور تخت پر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ اور کہنے لگا امیر المومنین نے تمھارے بارے میں پہلے ہی مجھ سے کہہ سن لیا ہے۔ وہ تو کہتے تھے کہ بد باطن لوگوں نے تمھارے ساتھ سلوک کرنے سے مجھے دور رکھا۔ پھر کہنے لگا یہاں آنے سے تمھارے اہل وعیال کو تشویش ہو رہی ہوگی۔ کہا واللہ یہی بات ہے اس نے اپنی سواری کا گھوڑا منگایا اس پر سامان ڈالا گیا۔ انھیں گھوڑے پر سوار کر کے واپس کیا۔

عمرو بن عثمان مسلم کے پاس

اسکے بعد عمرو بن عثمان کو مسلم کے سامنے لائے۔ یہ بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نہیں نکلے تھے۔ مسلم ان کو دیکھ کر پکارا اے اہل شام! اس شخص کو پہچانتے ہو کہا کہ نہیں کہا یہ ایک طیب وطاہر کا خبیث فرزند ہے۔ یہ امیر المومنین عثمان کا بیٹا عمرو ہے۔ تعجب ہے اے عمرو! کہ اہل مدینہ کا غلبہ دیکھو تو تم کہو کہ میں بھی تمھیں میں سے ہوں۔ اور اہل شام کا غلبہ دیکھو تو کہو کہ میں امیر المومنین عثمان کا فرزند ہوں۔ یہ کہہ کر مسلم نے ان کی ڈاڑھی کھنچوا ڈالی۔ پھر اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسکی ماں اپنے منہ میں گوبر کے بدبودار کیڑے کو رکھ کر کہا کرتی تھی امیر المومنین بوجھو میرے منہ میں کیا ہے؟ اور اس کے منہ میں ایسی ناگوار و قابل نفرت چیز ہوتی تھی۔ پھر عمرو کو اس نے رہا کر دیا۔ ان کی والدہ قبیلۂ دوس کی تھیں۔ واقعہ حرہ بدھ کے دن ذی الحجہ کی اٹھائیس یا شاید ستائیس تاریخ کو واقع ہوا۔

اہل مکہ کی تیاریاں

۶۲ ہجری میں ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ابھی تک یہ پناہ گیر کہلاتے تھے اور امر خلافت کا مدار شورے پر لوگ سمجھتے تھے۔ محرم کی چاندرات کا ذکر ہے کہ مسور بن مخرمہ کا غلام آزاد سعید مدینہ میں وارد ہوا اس نے آ کر سب سے بیان کیا کہ مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا اور یہ لوگ اس سے کس طرح پیش آئے۔ اس واقعہ کو سب لوگ معاملہ سمجھے۔ اس کو شہر میں مشہور کیا۔ اور سب نے بہت جدوجہد کی۔ سامان جنگ میں مشغول ہوئے۔ سمجھ گئے کہ مسلم ادھر بھی ضرور آئے گا۔

واقعہ حرہ سے متعلق دوسری روایات:۔

اہل مدینہ کے شیوخ بیان کرتے ہیں کہ جب معاویہ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو یزید کو بلایا۔ اس سے کہا کہ تجھ سے اہل مدینہ ضرور لڑیں گے۔ وہ ایسا کریں تو مسلم بن عقبہ کو ان سے لڑنے کے لئے بھیجنا۔ میں اس شخص کی خیر خواہی سے خوب واقف ہوں، پھر معاویہ کے انتقال ہونے کے دنوں میں ایک گروہ مدینے سے انکے پاس آیا۔ اس مجمع میں عبداللہ بن حنظلہ تھے۔ یہ بڑے شریف وفاضل سردار و عبادت گزار شخص تھے۔ انکے آٹھ بیٹے ان کے ساتھ تھے۔ معاویہ نے ایک لاکھ درہم ان کو اور ہر ہر لڑکے کو دس دس ہزار عطا کئے۔ اس کے علاوہ سب کو خلعت اور بار برداری کا سامان دیا۔ عبداللہ بن حنظلہ مدینہ میں واپس آئے تو سب نے پوچھا کہو کیا خبر ہے۔ کہا ایک ایسے شخص کے پاس سے میں آ رہا ہوں کہ واللہ اگر میں کسی کو اپنے بیٹوں کے سوا شریک و معین اپنا نہ پاؤں جب بھی اس سے جہاد کرونگا۔ کہا ہم نے تو سنا ہے کہ انہوں نے تم کو عطایا و انعامات دیے۔ اور بہت تمہاری خاطر و مدارت کی۔ کہا ہاں انہوں نے ایسا ہی سلوک کیا ہے اور میں نے اس کو قبول کر لیا کہ اپنی قوت بڑھاؤں۔

پھر ابن حنظلہ نے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور سب نے ان سے بیعت لی۔ یزید کو اس کی خبر ہوئی اس نے مسلم کو انکے مقابلے میں روانہ کیا۔ اور اہل مدینہ سے یہاں سے لے کر شام تک جتنے کنویں تھے سب میں قطران کی مشکیں ڈلوا دیں یا پاٹ دیے۔ اہل شام کے لئے خدا نے بارش بھیج دی۔ کہ ان کو کسی کنویں میں ڈول ڈالنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو ان کے مقابلے میں شہر سے بڑی بڑی جماعتیں نکلیں۔ ان کی حالت اور ہیبت پہلے کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اہل شام پر کسی قدر رعب چھا گیا۔ ان سے لڑنا انکو ناگوار ہوا اور مسلم اس وقت بہت بیمار تھا۔ ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ ان کے پس پشت اکناف شہر سے تکبیر کی آوازیں آنے لگیں۔ ہوا یہ کہ بنی حارثہ نے انکے مقابلہ میں اہل شام کو راستہ دے دیا اور یہ سب لوگ خندق پر لڑ رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو شکست ہوئی۔ اور سب سے زیادہ خندق میں لوگ قتل ہوئے۔ سب بھاگے اور شامیوں کے ڈر کے سے مدینہ میں گھس آئے اس وقت عبداللہ بن حنظلہ اپنے ایک بیٹے کے سہارے پر سو رہے تھے۔ نفیر خواب بلند تھی۔ انکے فرزند نے جگا دیا۔ آنکھ کھول کے دیکھا کہ لوگ بھاگ رہے ہیں۔ اپنے فرزند اکبر کو لڑنے کا حکم دیا۔ وہ نکلے لڑے قتل ہو گئے۔ آخر مسلم مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال و اہل و عیال کا مالک ہے۔ جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔

آغاز ۶۴ھ

مسلم کا انتقال اور اپنے نائب کو نصائح

مسلم مدینہ والوں سے جب فارغ ہوا اور اس کے لشکر والے تین دن تک شہر کو لوٹ چکے۔ تو ان سب کو ساتھ لے کر مکہ کا رخ کیا۔ مدینہ میں روح بن زنباع عمرو بن محرز کو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔ مسلم یہاں سے روانہ ہوا اور مقام مشلل تک آخر محرم ۶۴ میں پہنچا تھا وہیں اسکا انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت حصین بن نمیر کو بلا کر کہا اے ابن پالان

خر (گدھے کے بچے) اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو واللہ تجھے میں اس لشکر کا رئیس نہ بناتا۔ لیکن میرے بعد تجھے امیر المومنین نے رئیس لشکر مقرر کر دیا ہے۔ اور امیر المومنین کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ چار باتیں میں تجھ سے کہہ دیتا ہوں اسے غور سے سنو۔ بہت جلد روانہ ہو اور جلد لڑائی کو شروع کر دے۔ خبروں کو پوشیدہ رکھ۔ قریش میں کسی کی بات نہ سن۔ اسکے بعد وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا۔

حصین بن نمیر کی نیابت

ایک روایت یہ ہے کہ مسلم ابن زبیر سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جب اس کو ہستانی چڑھائی تک پہنچا جسے ہرشا کہتے ہیں مرنے کا وقت آ گیا۔ تمام سرداران فوج کو اس نے بلا بھیجا اور یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ اگر میرا وقت پورا ہو جائے تو تم سب پر حصین بن نمیر کو اپنا جانشین کر دوں۔ واللہ میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ایسا نہ کرتا۔ لیکن مرتے وقت امیر المومنین کے حکم کی مخالفت کرنا مجھے گوارا نہیں۔

پھر ابن نمیر کو بلا کر کہا اے ابن پالان دیکھ میری وصیت کو یاد رکھنا۔ خبروں کو چھپائے رکھنا۔ کسی قرشی کی بات کبھی نہ سننا۔ اہل شام کو دشمنوں کے مقابلہ سے نہ ہٹنے دینا۔ ابن زبیر فاسق سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ نہ وقف کرنا۔ اسکے بعد کہا خداوندا! شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بعد اہل مدینہ کے قتل کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل خیر ایسا میں نے نہیں کیا جس پر مجھے ناز ہو اور جس پر آخرت میں مجھے بھروسا ہو۔ پھر بنی مرہ سے کہا کہ مقام حوران میں جو میری کھیتی ہے وہ میں نے خاندان مرہ کے لیے خیرات کی۔ اور فلاں عورت (ام ولد) کے گھر میں جو کچھ میرا مال موجود ہے وہ سب اسی کا ہے۔ وصیت سے پہلے ہی مسلم نے کہہ دیا تھا کہ میرے بیٹے کو یہ گمان ہے کہ ام ولد نے مجھے زہر دیا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے کہ ہمارے خاندان والوں کو ہوا کرتی ہے۔

مکہ پر چڑھائی

پہلا محاصرہ

مسلم مر گیا تو ابن نمیر لشکر کو لیے ہوئے ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہاں تمام اہل مکہ و اہل حجاز اس سے بیعت کر چکے تھے۔ اور مدینہ کے سب لوگ بھی ان کی طرف چلے آئے تھے۔ نجدہ بن عامر بھی خارجیوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے بچانے کے لیے ان سے آ ملا تھا۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی منذر سے کہا میرے اور تمھارے سوا ان لوگوں سے لڑنے کے لیے اور اس کام کے واسطے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ منذر واقعہ حرہ میں بھی شریک تھا۔ پھر ان سے آ ملا۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی منذر کو کچھ لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ کچھ دیر بعد اس نے بہت شدید جنگ کی۔ اسی دوران ایک شامی نے اسے اپنے مقابلہ میں بلایا۔ شامی خچر پر سوار تھا منذر اسکی طرف بڑھا۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑ گئے۔ دونوں بیجان ہو کر زمین پر گر پڑے۔ عبداللہ بن زبیر دونوں زانو جھک کر کھڑے ہوئے اور کہا: ارب ابرھا من اصلحا و شنھا اور وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کوس رہے تھے۔

اسکے بعد اہل شام نے بہت سخت حملہ کیا۔ ابن زبیر کے اصحاب کچھ بھاگ گئے۔ ان کے خچر نے ٹھوکر کھائی

کہنے لگے دور ہوا اور اسکی پشت پر سے اتر پڑے۔ اور اپنے اصحاب کو پکارا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ ان کی آواز سن کر مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن پلٹ پڑے اور جنگ کرنے لگے اور آخر یہ سب لوگ قتل ہو گئے۔ ان کے ساتھ ابن زبیر ثابت قدم رہے۔ رات ہونے تک ان سب کو قتال پر آمادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد دشمن پلٹ گئے اور یہ پہلے حصار کا واقعہ تھا جو لکھا گیا۔

دوسرا محاصرہ

اسکے بعد اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک ابن زبیر سے جدال و قتال کرتے رہے۔ ربیع الاول ۶۴ ہجری کی تیسری تاریخ روز شنبہ ان لوگوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگادی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

خطارة مثل الفنيق المربد.

نرمي بها اعوادهذا المسجد

یہ منجنیق یک شتر مست ہے کہ ہم اس سے کعبہ پر نشانہ لگارہے ہیں۔ عمر بن حوط سدوسی یہ کہتا جاتا تھا۔

كيف ترى صنيع ام فروه

تاخذهم بين الصفاء المروه

ذرا ام فروہ کو دیکھنا کہ صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنارہی ہے۔

ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا۔ مشلل میں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر محرم کی تیئیسویں کو مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور محرم کی چھبیسویں کو مکہ میں پہنچا۔ چونسٹھ دن تک ابن زبیر کا محاصرہ کیے رہا۔ ربیع الثانی کی چاندراتوں میں یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھالیا۔

خانہ کعبہ جلنے کا واقعہ

خانہ کعبہ کے جلنے کا واقعہ یزید کے مرنے سے انتیس دن پیشتر ہوا۔ لوگ گرداگرد آگ سلگایا کرتے تھے۔ ہوا چلی ایک چنگاری اڑ کر غلاف کعبہ پر جاپڑی۔ غلاف کعبہ جلا۔ چوبینہ جل گیا۔ تین ربیع الاول بروز اتوار کو یہ واقعہ ہوا۔ عروہ بن مدینہ اپنی ماں کے ساتھ اسی دن مکہ میں آئے تھے۔ انھوں نے کعبہ کو بے لباس اور رکن حلیم کھلا ہوا اور تین جگہ سے تڑخا ہوا دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا مصیبت کب آئی۔ انھوں نے ابن زبیر کے اصحاب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس شخص سے یہ حادثہ ہوا۔ اس نے برچھی کی نوک سے ایک انگارہ کو اٹھایا۔ ہوا اسے اڑا کر لے گئی۔ غلاف کعبہ میں رکن یمانی و اسود کے درمیان آگ لگ گئی۔

وفاتِ یزید

ایک روایت ہے کہ یزید کی وفات قریہ حوادین میں ربیع الاول ۶۴ ہجری کی چودھویں کو اڑتیس برس کے سن میں واقع ہوئی۔ زہری نے انتالیس برس لکھے ہیں اور تین برس چھ مہینے یا آٹھ مہینے اس نے حکومت کی۔ اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ بتیس برس چھ مہینے کے سن میں غرہ رجب ۶۰ ہجری میں

یزید خلیفہ ہوا۔ دو برس آٹھ مہینے اس نے حکومت کی۔ ربیع الاول ۶۳ ہجری کی چودھویں تاریخ ۵۲ برس کی عمر میں اس نے وفات پائی۔ اس کی ماں میسون بنت بجدل کلبی ہے۔

یزید کی اولاد

اسکا ایک بیٹا معاویہ ہے۔ اس کی کنیت ابولیلی ہے۔ اسکے بارے میں شاعر کہتا ہے:

انی اری فتنه تغلی مراجلها

والملک بعد ابی لیلی لمن غلبا

دیکھیے فتنہ و فساد کی ہنڈیا پک رہی ہے۔ ابولیلی کے بعد بادشاہی اسی کو ملے گی جو غالب آ جائے گا۔

ایک اور بیٹا اس کا خالد ہے جس کی کنیت ابوہاشم ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کیمیا بنالیتا تھا۔ اس کی ماں ام ہاشم بنت ابوہاشم بن عتبہ ہے۔ یزید کے بعد مروان نے اس سے شادی کر لی۔ ایک اور بیٹا یزید کا عبداللہ ہے۔ یہ اپنے زمانہ کا بڑا اقدر انداز تھا۔ اسکی ماں ام کلثوم بنت اسوار ہے اور عبداللہ اصغر و عمر و ابوبکر و عتبہ و حرب و عبدالرحمٰن و ربیع و محمد باندیوں کے پیٹ سے ہیں۔

ابن زبیر اور ابن نمیر کی باہمی گفتگو

اسی سال یزید کے بعد شام والوں نے معاویہ بن یزید سے اور حجاز والوں نے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لی۔ حصین بن نمیر اہل شام کو لیے ہوئے چالیس دن تک ابن زبیر سے لڑتا رہا۔ اور اس کا محاصرہ بہت شدید ہو گیا تھا۔ ابن زبیر اور ان کے ساتھی تنگ آ گئے تھے کہ یزید کے مرنے کی خبر ابن زبیر کو ملی اور ابن نمیر اور ا۔ کا سارا لشکر اس واقعہ سے ناواقف تھا۔ دونوں لشکروں میں تلوار چل رہی تھی جب یہ خبر ابن زبیر کو پہنچی۔ انھوں نے پکار کر اہل شام سے کہا چلو تمھارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس بیعت میں شریک ہو جائے جو بیعت یہاں کے لوگوں نے کی ہے۔ جسے یہ منظور نہ ہو وہ شام کو چلا جائے۔ یہ سن کر اہل شام نے ابن زبیر پر حملہ کر دیا۔

اہلِ شام کی طواف کے بعد واپسی

ابن زبیر نے ابن نمیر سے کہا میرے قریب آ میں تجھ سے کچھ باتیں کرونگا۔ وہ قریب آیا اور یہ اس سے باتیں کر رہے تھے کہ دونوں گھوڑوں میں سے کسی گھوڑے نے لید کی۔ حرم کے کبوتر لید پر گرے۔ ابن نمیر اپنے گھوڑے سے کبوتروں کو بچانے لگا۔ ابن زبیر نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ کہا ایسا نہ ہو حرم کا کوئی کبوتر گھوڑی کی ٹاپ سے کچل جائے۔ کہا واہ کبوتر کے قتل سے تو پرہیز ہے اور مسلمان کے قتل کے لیے تیار ہے۔ کہا اب میں تم سے نہیں لڑونگا۔ اتنی اجازت دو کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کر کے چلے جائیں۔ انھوں نے اجازت دے دی اور وہ سب لوگ چلے گئے۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ ابن زبیر سے یزید کی موت کا حال سن کر شامیوں میں کسی کو یقین نہ آیا۔ وہ اسی طرح محاصرہ کیے رہے۔ اسی دوران ثابت بن قیس نخعی رؤسائے اہل عراق کے ساتھ کوفہ سے مکہ میں وارد ہوا۔ اور ابن نمیر سے اس نے ملاقات کی۔ ان دونوں میں دوستی بھی تھی اور رشتہ ازدواجی تھی۔ ابن نمیر نے اسے معاویہ کی صحبت میں بھی دیکھا تھا۔ وہ اسکے فضل و شرف و اسلام سے خوب واقف تھا۔ ثابت سے ابن نمیر نے یزید کے مرنے کی خبر پوچھی۔

اس نے بیان کیا کہ یزید مر گیا۔ ابن نمیر نے یہ سن کر ابن زبیر کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ آج رات کو مقام ابطح میں مجھ سے ملاقات کرو۔ دونوں یکجا ہوئے تو کہا'' اگر یزید مر گیا تو تم سے زیادہ کوئی خلافت کا حق دار نہیں۔ آؤ ہم تمھاری بیعت کر لیں اس کے بعد میرے ساتھ شام چلو۔ یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے اس میں شام کے تمام رؤسا و سرہنگ شام ہیں۔ واللہ کوئی شخص بھی تمھاری بیعت سے انکار نہ کریں گے۔ شرط یہ ہے کہ سب کو تم امان دے کر مطمئن کر دو۔ اور ہمارے تمھارے درمیان اسکے سوا ہم میں اور اہل حرم میں جو خونریزی ہوئی ہے۔ اس سے چشم پوشی کرو۔

عمرو ابن زبیرؓ کے مابین تلخی

عمرو بن سعید کہا کرتے تھے کہ ابن زبیر کو ان لوگوں سے بیعت لینے اور ان کے ساتھ شام جانے سے بس شگون و فال نے روک لیا۔ مکہ وہ مقام تھا جہاں خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔ واللہ اگر ابن زبیر اہل شام کے ساتھ شام میں چلے گئے ہوتے تو وہاں دو شخص بھی ان کی بیعت سے انکار نہ کرتے۔ بعض قریش کا خیال ہے کہ ابن زبیر نے کہا میں اور اس خونریزی سے چشم پوشی کروں۔ نہیں واللہ۔ اگر ایک شخص کے عوض میں دس دس آدمیوں کو میں قتل کروں جب بھی مجھے چین نہ آئے گا، ابن نمیر ان سے چپکے چپکے باتیں کرتا تھا اور ابن زبیر کہتے جاتے تھے '' نہیں واللہ مجھ سے یہ نہ ہوگا'' آخر ابن نمیر نے کہا'' اب بھی اگر کوئی تم کو پرفن اور لسان کے لقب سے یاد کرے تو خدا اس سے سمجھے۔ ارے میں تو جانتا تھا کہ تم کچھ عقل رکھتے ہو۔ تمھارے اندر اتنی بھی عقل نہیں کہ میں تو تم سے چپکے سے ایک بات کہوں اور تم بلند آواز سے اس کا جواب دو۔ میں تم کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور تم مجھے قتل و قصاص کی دھمکی دیتے ہو۔

حصین بن نمیر یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور نکل کر لوگوں کو پکارا۔ اور سب کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابن زبیر کو اب افسوس ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ ابن نمیر کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ کہ شام تو میں نہیں جاؤں گا لیکن تم لوگ مجھ سے بیعت کر لو میں تم کو امان دیتا ہوں۔ اور تمھارے ساتھ عدل سے پیش آؤں گا۔ ابن نمیر نے کہا یہ تو بتاؤ کہ تم خود تو پیچھے رہے جاتے ہو اور میں گیا شام میں۔ وہاں جا کر خاندان بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ خلافت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور بہت سے لوگ ان کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ تو اس وقت میں کیا کروں گا۔

ابن نمیر کا مدینہ میں استقبال

غرض سب کو ساتھ لیے ہوئے ابن نمیر مدینہ میں پہنچا۔ علی بن حسین اس کے استقبال کے لیے اپنے ساتھ جو اور چارہ لے کر نکلے۔ ابن نمیر کے راہوار گھوڑے کے لیے دانہ چارہ نہ تھا۔ اسے ان چیزوں کی سخت ضرورت تھی۔ وہ غلام کو گالیاں دے رہا تھا کہہ رہا تھا کہ اب میرے گھوڑے کے لیے کہاں سے اس وقت چارہ آئے گا۔ علی بن حسین نے اسے سلام کیا تو بھی کچھ توجہ نہ دی۔ انھوں نے کہا میرے ساتھ دانہ چارہ ہے اپنے گھوڑے کے لیے اس میں سے لیلے۔ اب وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ آپ سے چارہ لے لو۔

معاویہ بن یزید کی خلافت اور وفات

اہل مدینہ اور اہل حجاز کی جرات شامیوں پر زیادہ ہوگئی تھی۔ ان کی نظر میں اہل شام بہت ذلیل ہوگئے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جہاں کوئی شامی اکیلا مل گیا اسکے گھوڑے کی لگام پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کا گھوڑا چھین لیا اور

اسے نکال دیا۔ یہ سب اس ڈر سے اپنے لشکر ہی میں رہتے تھے چھاؤنی سے نکلتے ہی نہ تھے۔ بنی امیہ نے ان سے کہا ہمیں بھی اپنے ساتھ شام میں لے چلو ہمیں یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سب کو لیے ہوئے شام میں پہنچے۔ یہاں یزید وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد معاویہ بن یزید سے لوگ بیعت کریں۔ تین مہینے یا چالیس دن یہ زندہ رہا اور دمشق میں اس سے بیعت ہوئی۔ ابوعبدالرحمٰن اس کی کنیت تھی اور ابولیلیٰ بھی اسے کہتے ہیں۔ تیرہ برس اٹھارہ دن کی عمر میں اس کی وفات ہوئی۔

اہل بصرہ وکوفہ کا ابن زیاد سے بیعت کرنا اور توڑنا

اسی سال بصرہ کے لوگوں نے ابن زیاد سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ اس وقت تک ان کا امیر رہے جب تک کہ لوگوں میں صلح ہو اور وہ سب مل کر اپنا کوئی امام مقرر کریں۔ ابن زیاد نے اب کوفہ میں پیغام روانہ کیا کہ اہل کوفہ بھی بصرہ والوں کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اہل کوفہ نے انکار کیا اس وقت تک جو ان کا حاکم تھا اسے پتھر مارے۔ اس کے بعد اہل بصرہ نے بھی ابن زیاد سے مخالفت کی۔ اور بہت بڑا فتنہ برپا ہوا اور ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

ابن یزید کا اہل بصرہ کے سامنے خطاب

یزید جب ہلاک ہو گیا تو ضحاک بن قیس نے (شام سے) قیس بن ہیثم کو (عراق سے) یہ خط لکھا ہم اور آپ بھائی بھائی ہیں یزید مر گیا۔ جب تک کہ ہم کسی کو انتخاب نہ کر لیں تمہیں ہم پر سبقت نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں یزید کے بعد ابن زیاد نے لوگوں کے سامنے حمد وثناء کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

> اہل بصرہ میرے نسب کا خیال کرو۔ واللہ تم جانتے ہو کہ میرے والد نے تم لوگوں کی طرف ہجرت کی۔ میری ولادت کی جگہ اور میرا وطن تمہیں لوگ ہو۔ میں جب تمھارا امیر مقرر ہوا تو دفتر میں اہل تلوار ستر ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور اب اسی ہزار ہیں۔ اور اہل قلم وکارگذار دفتر کے رو سے نوے ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور اب ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں۔ اور کوئی ایسا تمھارا بدخواہ جس کا تمھیں خوف ہو میں نے نہیں چھوڑا۔ وہ سب کے سب تمھارے محسن میں ہیں۔ سنو امیر المومنین یزید نے وفات پائی۔ اور اہل شام میں جھگڑا پڑ گیا ہے۔ تمھارا شمار اس وقت سب سے زیادہ ہے تمھارا میدان سب سے زیادہ وسیع ہے۔ تمھیں کسی کی پروا نہیں۔ تمھارا ملک بہت بڑا ہے۔ اپنے دین اور اپنی جماعت کے لیے جس شخص کو مناسب سمجھو اسے منتخب کرو۔ جسے تم انتخاب کرو گے سب سے پہلے میں اس کا تابع فرمان اور اس سے خوش رہوں گا۔ اس کے بعد اگر اہل شام کسی ایسے شخص کو انتخاب کریں جسے تم بھی پسند کرو تو تم بھی تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جانا اور اگر تم کو اس سے اختلاف ہو تو جب تک تمھاری مرضی پوری نہ ہو تم اپنے ہی ملک اپنی ہی سرزمین پر رہنا۔ تمام شہروں میں تم کسی شخص کے محتاج نہیں ہو۔ اگر محتاج ہو تو وہ لوگ تمھارے حاجت مند ہیں۔

اہل بصرہ کا ابن زیاد پر حملہ

یہ سنتے ہی اہل بصرہ کے خطیب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر ہم نے تیری تقریر سنی۔ اور واللہ تو ہی ہمارا امیر ہے! ابن زیاد نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے لیے کسی کو انتخاب کرو۔ ان لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا اس نے انکا کہنا نہ مانا۔ یہاں تک کہ تین دن ان لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اور سب نے اس سے بیعت کرلی اور بیعت کرنے کے بعد سب کے سب اس سے پھر گئے۔ کہتے تھے مرجانہ کا بیٹا یہ سمجھتا تھا کہ ہم انفرادی و اجتماعی ہر حالت میں اسکی اطاعت کریں گے۔ واللہ جو کچھ وہ سمجھا غلط سمجھا اسکے بعد سب نے حملہ کر دیا۔

بنی سدوس کے ایک شخص کا مختلف سرداوں سے ملنا

شقیق بن ثور و مالک بن مسمع اور حصین بن منذر رات کے وقت دارالامارہ میں ابن زیاد کے پاس آئے۔ اس کی خبر بنی سدوس میں سے ایک شخص کو ہوگئی۔ یہ جا کر دارالامارہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ رات گئے یہ لوگ ایک خچر پر مال لادے ہوئے نکلے۔ یہ دوڑ کر حصین کے پاس گیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوا دے۔ اس نے کہا اپنے چچازاد بھائی کے پاس جا ان سے مانگ۔ اب یہ شقیق کے پاس آیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوا دے۔ اور اسکا ایک آزاد غلام ایوب جس کا نام تھا وہی اس کے مال کا خزینہ دار تھا۔ اسے پکار کر کہا۔ ایوب اسے سو درہم دیدے۔ سدوسی نے کہا میں سو درہم تو نہیں لونگا۔ یہ سن کر شقیق چپ ہو رہا تھوڑی دور تک چلتا رہا۔ سدوسی نے پھر جا کر سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ ایوب اسے دو سو درہم دیدے۔ اس نے کہا دو سو درہم بھی میں نہیں لیتا۔ کہا تین سو پھر چار سو۔ اب مقام طافوہ تک سب پہنچ گئے۔ سدوسی نے پھر تقاضا کیا۔ شقیق نے پوچھا میں نہ دونگا تو تو کیا کرے گا۔ اس نے کہا واللہ ابھی جاتا ہوں اور محلہ کے درمیان پہنچ کر دونوں انگلیاں کانوں میں رکھ کر پکار پکار کر کہتا ہوں کہ اے خاندان بکر بن وائل شقیق اور حصین اور مالک ابن زیاد کے پاس جا کر تم لوگوں کی خونریزی کا حلف کر کے آئے ہیں۔ یہ سن کر شقیق نے کہا اس شخص کو کیا ہوگیا ہے۔ خدا اسے سمجھائے۔ ارے اسے پانچسو درہم دیدے۔ یہ پانچ سو درہم شقیق سے لے کر صبح کو مالک بن مسمع کے پاس پہنچا۔ معلوم نہیں وہاں سے بھی کچھ ملا یا نہیں۔ پھر حصین کے پاس آیا اس نے پوچھا تیرے چچازاد بھائی نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ اس نے سب حال بیان کر کے کہا تم بھی تو کچھ مجھے دلواؤ۔ حصین نے کہا ہم نے مال لیا اور لے کر نکل بھی آئے اب ہمیں کسی کا خوف نہیں ہے۔ غرض اس نے کچھ بھی نہ دیا۔

خاندانِ حسینؓ کے قتل پر یزید کا اظہار افسوس

ابن زیاد نے حسینؓ بن علیؓ اور ان کے خاندان کے سب لوگوں کو قتل کر کے جب سب کے سر یزید کے پاس بھیجے تو پہلے تو یزید ان لوگوں کے قتل ہو جانے سے خوش ہوا اور ابن زیاد کی منزلت اسکے نزدیک زیادہ ہوگئی۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر میں ذرا تکلیف گوارا کرتا اور حسین کو اپنے ہی گھر میں رکھتا جو وہ چاہتے انھیں اس کا اختیار دیدیتا۔ اس لیے کہ رسول ﷺ کی خوشی تھی اس میں ان کے حق کی اور ان کی قرابت کی رعایت تھی۔ گو میری حکومت کی اس میں سبکی بھی ہوتی تو میرا کیا حرج تھا خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اس نے انھیں لڑنے پر مجبور کیا۔ وہ تو یہ کہتے تھے کہ مجھے واپس چلا جانے دو اس نے نہ مانا یا اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدوں۔ یا مسلمانوں کی سرحدیں میں سے کسی سرحد کی طرف مجھے نکل جانے دو وہاں خدائے عزوجل میری حفاظت کرے گا۔ یہ بات بھی اس نے نہ مانی۔ اس سے بھی انکار کیا۔ ان کو کوفہ کی طرف واپس کیا اور قتل کیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے اس نے مسلمانوں کے دلوں میں میرا بغض بھر دیا۔

اور میری عدوات کا بیج بویا۔ اب نیک ہوں یا بد سب مجھ سے اس بات پر بغض رکھتے ہیں کہ میں نے حسین کو قتل کیا۔ لوگ اسے امر عظیم سمجھتے ہیں۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا مطلب تھا۔ خدا اس پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے۔

یزید کی موت اور ابن زیاد کی اظہار خوشی

ابن زیاد نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام حمران کو شام کی طرف روانہ کیا کہ یزید کی خبر لے کر آئے۔ خود ایک دن سوار ہوا۔ قصابوں کی دکانوں تک پہنچا تھا کہ ایوب سامنے سے آیا اور چپکے سے یزید کی موت کا حال بیان کیا۔ یہ سنتے ہی راستے سے پھرا گھر آ کر عبداللہ بن حصین کو حکم دیا کہ الصلوۃ جامعۃ کہہ کر پکارے۔ یا یہ ہوا کہ ابن زیاد عبداللہ بن نافع برادر اخیافی زیاد کی عیادت کے لیے گیا تھا۔ جب اسی مکان کی ایک دری سے نکل کر مسجد میں آیا تو سر شام حمران کو دیکھا۔ یہی حمران معاویہ اور یزید کے زمانے بھر ابن زیاد کی طرف سے پیغام بری کیا کرتا تھا۔ مگر اسکی مجال نہ تھی کہ خود آگے بڑھ کر کچھ کہہ سکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کیا ہے کہا خیریت ہے۔ کہا وہاں کا حال کیا ہے؟ کہا میں قریب آ سکتا ہوں۔ کہا چلا آ۔ حمران نے چپکے چپکے یزید کے مرنے کا اور اہل شام میں جھگڑا پڑنے کا حال بیان کیا۔ یزید پندرہ ربیع الاول ۶۴ھ بروز جمعرات مر گیا۔ ابن زیاد نے یہ سنتے ہی فوراً موذن کو حکم دیا کہ نماز جماعت کہہ کر پکار دے۔ لوگ جمع ہوئے یہ منبر پر گیا۔ یزید کی موت کی خبر لوگوں کو سنائی اور اسکی مذمت بھی کی۔ یہ جانتا تھا کہ یزید مجھ سے بری طرح پیش آنے والا ہے اور اس سے ڈرا کرتا تھا۔

ابن زبیر کے لیے بیعت اور ابن زیاد کا اظہار ناراضگی

احنف نے کہا ہم لوگوں کی گردنوں میں یزید کی بیعت ہے۔ بھڑوں کے چھتہ کو نہ چھیڑنا چاہئے۔ یہ سن کر اس نے زبان روک لی۔ اسکے بعد ابن زیاد نے اہل شام کے اختلاف کا ذکر کیا اور جو باتیں اور پر گذریں وہ سب بیان کیں۔ یہاں تک کہ سب نے بخوشی و بمشورہ اس کی بیعت کر لی۔ مگر وہاں سے اٹھتے ہی در و دیوار سے اپنے ہاتھوں کو پاک کرنے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے مرجانہ کا بیٹا یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اس اختلاف کی حالت میں ہم لوگ اسی کو اپنا امیر بنائیں گے۔ غرض ابن زیاد کی یہ امارت بہت دنوں نہ چلی۔ روز بروز ضعیف ہوتی چلی گئی۔ وہ حکم دیتا تھا کوئی سنتا نہ تھا۔ وہ کچھ رائے دیتا تھا اسے رد کر دیتے تھے۔ کسی مجرم کو قید کرنے کو کہتا تھا تو اسکے سپاہیوں کو لوگ روک لیتے تھے۔

ایک جنازہ کے ساتھ سوق ابل میں لوگ جا رہے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں جھنڈی لیے ہوئے سر سے پاؤں تک اونچی بنا ہوا ایک اشہب رنگ گھوڑی پر نمودار ہوا۔ وہ کہتا جاتا تھا لوگو آؤ میں تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں جو کسی نے نہ دی ہوگی۔ اس شخص کی طرف آؤ جو حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہے۔ یعنی عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لو۔ یہ سن کر کچھ لوگ اسکے پاس جمع ہو گئے اور اس سے بیعت کرنے لگے۔ ابن حوشب جنازہ کے ساتھ تھا۔ کہتا ہے جب ہم نماز جنازہ سے فارغ ہو کر آئے تو دیکھا بہت سے لوگ اس سے بیعت کرنے کو جمع ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس راستہ پر جا رہا ہے۔ جو محلہ قیس بن ہیثم اور محلہ حارثین کے درمیان ہوتا ہوا بنی تمیم تک گیا ہے۔

اس نے کہا اگر کوئی پوچھنا چاہتا ہے تو سن لو میرا نام ہے سلمہ بن ذویب۔ ابن حوشب جب مقام رحبہ تک پہنچا تو اسے عبدالرحمٰن بن بکر ملا۔ اس نے اس سے سلمہ کا ذکر کیا۔ عبدالرحمٰن نے جا کر ابن زیاد سے یہ قصہ بیان کیا۔ ابن زیاد نے اسے بلوایا اور سارا قصہ اس کی زبان سے سنا۔ حکم دیا الصلوۃ جامعۃ کی ندا ہوئی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابن زیاد نے کہا

شروع کیا:

کہ میرے تمھارے درمیان کیا معاملہ گذرا! میں کہتا تھا تم کسی کو انتخاب کرو میں بھی اسی سے بیعت کرلونگا۔ تم میرے سوا کسی سے بیعت کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ پھر میں نے سنا کہ تم نے دیواروں میں اور دروازوں میں اپنے ہاتھوں کو رگڑ کر صاف کیا۔ اور جو تمھارے منہ میں آیا وہ کہا۔ اب یہ حال ہے کہ جو حکم دیتا ہوں نہیں چلتا، جو رائے میں دیتا ہوں رد کردی جاتی ہے۔ میرے سپاہیوں کے اور میرے گناہگار کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں، لو دیکھو سلمہ بن ذویب تمھارے خلاف ہمیں دعوت دے رہا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تمھاری جماعت میں تفرقہ ڈالے۔ تم میں سے ایک دوسرے کے منہ پر تلوار کھینچ کر جا پڑے۔

یہ سن کر احنف نے کہا ہم تیرے پاس سلمہ کو لیے آتے ہیں۔ یہ لوگ سلمہ کو لانے کے لیے گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک مجمع عظیم ہے۔ موقع ہاتھ سے نکل گیا اور اس نے مزاحمت کی۔ یہ سامان دیکھ کر سب کے سب بیٹھے رہے۔ ابن زیاد کے پاس کوئی بھی نہیں گیا۔

ابن زیاد کی کمزوری

ایک دفعہ خطبہ میں اس نے کہا ''اے اہل بصرہ ہم نے ریشمی اور نرم نرم کپڑے یہاں تک پہنے کہ اب ہم اسی کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور ہمارا جسم انھیں کپڑوں کی خواہش کرتا ہے۔ ہم نے اس لباس کو اتار کر لباس آہنیں نہ پہنا۔ اے اہل بصرہ واللہ اگر تم سب جمع ہو کر کسی کو خطا سے باز رکھنا چاہتے تو یہ بھی تم سے نہ ہو سکے گا۔ اسکے بعد اس پر کسی نے کوئی حملہ بھی نہ کیا تھا کہ بھاگ گیا اور مسعود کے پاس جا کر چھپا رہا۔ جب مسعود مارا گیا تو ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

ابن زیاد کو ملنے والا خزانہ

سلمہ کے خروج کرنے سے پہلے ابن زیاد کے پاس اسی لاکھ اور ایک روایت کے مطابق ایک کروڑ نولاکھ فوج تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا یہ تمھارا ہی حصہ ہے۔ اپنے اپنے وظیفے اور اپنی اپنی اولاد کی تنخواہیں اس میں سے لے لو۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ لوگوں کو بلائیں۔ اور سب کے ناموں کی فہرست نکالیں اور اس بارے میں بہت تاکید کی۔ پہرہ مقرر کردیا کہ دفتر کے کاتب و محاسب رات کو بھی جانے نہ پائیں۔ شمعیں روشن کر کے کام کریں۔ مگر لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے اور سب کے سب اسے چھوڑ کر بیٹھے رہے۔ ادھر سلمہ نے اس سے مخالفت کی بنا ڈالی۔ تو ابن زیاد نے اپنا ہاتھ روک لیا اور خزانہ بھی بھاگتے وقت اٹھا لے گیا۔ یونس کہتا ہے ابھی تک اس کی اولاد میں وہ دولت موجود ہے۔ ان کی شادی وغمی کی سی رونق قریش میں نہیں دکھائی دیتی۔ نہ قریش میں کوئی شخص کھانے پینے پہننے اوڑھنے میں ان جیسا ہے۔

ابن زیاد کی قتال کے لیے تیاری اور قوم کا انکار

ابن زیاد نے ملک کے خاص رئیسوں کو بلا کر کہا تھا کہ تم سب میرے ساتھ شریک ہو کر مخالفوں سے قتال کرو۔ انھوں نے کہا اگر ہمارے سرگروہ لوگ ہمیں حکم دیں تو ہم تیرے ساتھ جائیں گے۔ لوگوں کا یہ حال دیکھ کر اسکے بھائیوں نے سمجھایا کہ اس زمانہ میں خلفیہ ہی نہیں ہے جس کی طرف سے تم قتال کرو اور جب شکست ہو جائے تو اس سے پناہ کے طالب ہو اور اس کی مدد کے تم طلبگار ہو اور وہ تمھاری مدد کرے۔ اور یہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ جنگ کے اندر دونوں پہلو

ہوتے ہیں۔ کیا معلوم تمھیں فتح ہو یا شکست۔ اگر شکست ہوئی تو یہ دولت جو اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے، یہی لوگ جن سے ہمیں واسطہ ہے۔ ہمارے ہلاک کرنے اور مال و دولت کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور تیرے پاس اذرقہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس کا برادر عینی عبداللہ کہنے لگا دوستو واللہ اگر تم نے ان لوگوں سے قتال کیا تو میں تلوار کی نوک پر اپنے سینہ کو ٹیک دونگا کہ پشت کے پار ہو جائے۔

ابن زیاد کا وہاں سے فرار

ابن زیاد نے اب بنی فہم سے حارث بن قیس کو بلا بھیجا اور اس سے کہا اے حارث میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر کبھی تمھیں بھاگنے کی ضرورت پڑے۔ تو بنی فہم کے ذریعہ سے کام نکالنا اور میرے دل کو بھی تم لوگوں کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے۔ حارث نے کہا تمھارے باپ کے لیے جن خطوں میں ہم لوگوں نے اپنی جان کو ڈالا مجھے خوب معلوم ہے۔ نہ اس نے ہمیں اس کا عوض دیا اور نہ کبھی تم نے دیا۔ اب جو التجا تو نے کی ہے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ مجھے انکار کرتے نہیں پڑتا۔ اگر میں تجھے دن کو لے کر نکلوں تو خطرہ ہوتا ہے کہ اپنی قوم میں پہنچتے پہنچتے میں بھی قتل ہو جاؤنگا اور تو بھی۔ لیکن میں تیرے پاس ٹھہرا رہونگا۔ جب رات تاریک ہو جائے گی اور راہ گیروں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی اس وقت میں تجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لونگا کہ تجھے کوئی نہ پہچان سکے۔ اور تجھے بنی ناجیہ اپنی برادری والوں میں لے چلونگا۔ ابن زیاد نے کہا بس یہی رائے اچھی ہے۔

حارث ٹھہرا رہا جب اتنی تاریکی ہوگئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ تو ابن زیاد کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اور مال و دولت کو تو وہ پہلے ہی محفوظ کر چکا تھا۔ حارث اسے لے کر چلا۔ ان لوگوں میں ہو کر نکلا جو خوارج حروریہ کے خوف سے راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ابن زیاد پوچھتا جاتا تھا یہ کون سا مقام ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ بنی سلیم میں جب پہنچے تو ابن زیاد نے کہا اب ہم کہاں آئے؟ کہا بنی سلیم میں۔ کہا سلامتی ہے انشاء اللہ۔ بنی ناجیہ میں پہنچے پوچھا اب ہم کہاں آئے۔ کہا بنی ناجیہ میں۔ کہا نجات ہے انشاء اللہ۔ بنی ناجیہ نے حارث سے پوچھا تو کون ہے؟ کہا حارث بن قیس۔ کہا ہمارا بھتیجا۔ ان میں سے ایک شخص نے ابن زیاد کو پہچانا اور کہا مرجانہ کا بیٹا پھر ایک تیر اسکی طرف پھینکا۔ وہ عمامہ میں اٹک کر رہ گیا۔ حارث اسے لے کر چلا تا کہ محلہ جہاضم میں لے جا کر اپنے گھر میں اسے اتارے۔ اب یہ مسعود بن عمرو کے پاس آیا۔ مسعود نے کہا اے حارث دنیا کی آفتوں سے تو لوگ پناہ مانگتے ہیں میں اس آفت سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو لے کر آیا ہے۔ حارث نے کہا میرے آنے میں خیریت کے سوا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ تمھاری ہی قوم کے لوگوں نے زیاد کو بچا لیا تھا اور اپنے عہد پر قائم رہے تھے۔ اس سے ان کی قدر و منزلت تمام عرب میں کیسی ہوگئی تھی کہ ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ اب تم لوگ ابن زیاد سے دو دو بیعتیں کر چکے ہو۔ ایک بیعت رضا و مشورہ۔ دوسری بیعت جو تمھاری گردنوں پر اس بیعت سے پہلے ہے۔ وہ بیعت جماعت ہے۔ مسعود نے کہا تم یہ چاہتے ہو کہ ابن زیاد کے جانے کی وجہ سے ہم تمام اہل شہر سے عداوت مول لیں۔ اس کے باپ کے ساتھ ہم لوگوں نے خیر خواہی کی تو کیا پایا۔ اس نے کچھ بھی اس کا عوض ہمیں نہیں دیا۔ میں تمھیں ایسا نہ سمجھتا تھا کہ تمھاری یہ رائے ہوگی۔ حارث نے کہا اپنی بیعت کے وفا کرنے پر اور اس کو کسی اچھے ٹھکانے تک پہنچا دینے پر کوئی بھی تمھارے ساتھ نہیں ہوگا اور حارث نے یہ بھی کہا کہ جب وہ تمھارے گھر میں آ چکا تو اب کیا اسے نکال دو گے۔

ابن زیاد کی تلاش

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے حارث سے خود التجا کی تھی کہ مجھے مسعود کے گھر میں لے چل کر وہ بڑے مرتبہ کا آدمی ہے، شریف ہے، عمر رسیدہ ہے، لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں، بنی ازد کے بیچوں بیچ اس کا مکان واقع ہے۔ اس التجا پر حارث اسے مسعود کے گھر پر لے آیا۔ عبدالغافر کے گھر میں اس کو جگہ دیکر اسی رات مسعود سوار ہوا۔ حارث بھی اسکے ساتھ تھا اور خود اسکی قوم کے بھی لوگ ہمراہ تھے۔ یہ سب بنی ازد کی محفلوں میں گئے اور سب سے کہہ دیا کہ ابن زیاد چھپ گیا ہے۔ سب کا گمان تمھیں پر ہوگا۔ صبح تک تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ۔ اور ایسا ہی ہوا کہ جب اہل شہر نے سنا کہ ابن زیاد کا پتہ نہیں لگتا سب نے یہی کہا کہ وہ بنی ازد میں ہوگا۔ ایک بڑھیا نے کہا ارے واللہ وہ اپنے باوا کے جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے روپوش ہونے سے پہلے بصرہ کا مال کچھ تو اپنے خاندان والوں میں تقسیم کر دیا تھا اور جو کچھ ساتھ لیجا سکتا تھا اپنے ہی ساتھ لے گیا۔ خاندان زیاد کے لوگوں سے بھی اس نے خواہش کی تھی کہ سب مل کر دشمنوں سے قتال کریں مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ ابن زیاد مسعود کے یہاں چھپا ہوا تھا کہ شقیق بن ثور کو خبر ملی کہ ابن منجوف اور ابن مسمع راتوں کو مسعود کے پاس جایا کرتے تھے۔ چاہتے ہیں کہ ابن زیاد کو دارالامارہ میں واپس لائیں۔ اور دونوں گروہوں کے اتفاق سے کشت و خون کا بازار گرم کریں۔ اور اپنی عزت بڑھالیں۔ شقیق نے عبداللہ مازنی کو مسعود کے پاس بھیجا۔ مازنی نے دیکھا کہ مسعود کے ایک پہلو میں عبیداللہ بن زیاد بیٹھا ہوا ہے، دوسرے پہلو میں عبداللہ بن زیاد۔ اس نے شقیق کا سارا پیغام اور سلام مسعود کے سامنے بیان کر دیا۔ جسکے آخر میں یہ تھا کہ دونوں اپنے مہمان کو یہاں سے نکال دو۔ مسعود نے کہا واللہ میری بھی یہی رائے ہے۔ عبیداللہ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور عبداللہ نے کہا واللہ ہم تو یہاں سے نہ نکلیں گے۔ تم نے پناہ دی۔ اپنے ذمہ میں ہم کو لیا۔ ہم تو تمھارے ہی گھر میں قتل ہو جائیں گے۔ اور قیامت تک یہ دھبہ تمھارے دامن پر رہ جائے گا۔ یہاں اہل بصرہ نے اتفاق کر کے نعمان راسبی اور ایک اور مرد مضری کو یہ اختیار دے دیا کہ جس کو چاہیں اسے یہ دونوں شخص ہم سب کا حاکم مقرر کر دیں۔ جس کو وہ دونوں پسند کریں سب اسی کو پسند کریں گے۔ مضری چاہتا تھا کہ بنی امیہ میں سے کوئی امیر ہو۔ اور نعمان بنی ہاشم کی طرف مائل تھا۔ نعمان نے کہا میری رائے میں فلاں شخص سے بڑھ کر کوئی اس منصب کا حقدار نہیں ہے۔ مضری نے کہا کیا یہی تمھارے رائے ہے۔ نعمان نے کہا ہاں یہی میری رائے ہے۔ کہا میں نے اپنی رائے بھی تمھارے تابع کر دی۔ تم جسے پسند کرو گے اسے میں بھی پسند کرونگا۔ اب یہ دونوں لوگوں کے پاس آئے اور قیس بن ہیثم مضری نے پکار کر کہہ دیا۔ نعمان جس شخص کو پسند کرے میں بھی اسی کو پسند کرونگا۔ اب سب لوگ نعمان کو تکنے لگے۔ نعمان نے کہا میری رائے عبداللہ بن حارث کے لیے ہے جسے ببہ کہتے ہیں۔ اب مضری نے کہا ان کا نام تو تم نے نہیں لیا تھا۔ نعمان نے کہا نہیں نہیں واللہ انھیں کا نام میں نے لیا تھا۔ غرض سب نے ببہ سے بیعت کر لی۔

ابن زیاد کا مسعود کے گھر پناہ لینا

ایک روایت یہ ہے کہ حارث بن قیس پہلے ابن زیاد کو مسعود کے پاس لایا ہی نہیں۔ وہ ابن زیاد کو لے کر چلا اور ابن زیاد نے لاکھ درہم اپنے ساتھ لدوا لیے تھے۔ حارث ابن زیاد اور اسکے بھائی عبداللہ کو لیے ہوئے مسعود کی بیوی ام بسطام کے پاس آیا۔ اس سے کہا میں ایک ایسا معاملہ تمھارے پاس لے کر آیا ہوں جس سے خاندان کی سب عورتوں

میں تمھارا نام ہو جائے گا۔ تمھاری قوم کے لیے اس میں شرف و بزرگی ہے اور تمھارے لیے مالداری اور دنیا کی نعمت ہے۔ لو یہ لاکھ درہم لو اور ابن زیاد کو اپنے پاس رکھو۔ وہ کہنے لگی میں جانتی ہوں مسعود راضی نہیں ہوگا۔ وہ قبول نہیں کریگا۔ حارث نے کہا تم اسے اپنی چادر اوڑھا دینا۔ اپنے گھر میں بلا لو۔ پھر مسعود جانے اور ہم جانیں تمھیں کچھ مطلب نہیں۔ ام بسطام اس بات پر راضی ہوگئی۔ اس نے مال لے لیا اور ان کا کہنا مان لیا۔ جب مسعود آیا تو عورت اور وہ دونوں اسی گھر کے ایک حجرہ میں تھے۔ اب وہ نکل آئے۔ ابن زیاد نے کہا تیری چچازاد بہن نے مجھے پناہ دی ہے۔ دیکھ تیرے کپڑے میں پہنے ہوئے ہوں۔ میرے پیٹ میں تیرا ہی نان و نمک ہے۔ تیرا ہی گھر ہے جس نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اس بات پر حارث بھی ہاں میں ہاں ملاتا گیا اور دونوں نے بہت کچھ الحاح وزاری کر کے اسے راضی کر لیا۔ اس معاملہ میں حارث کو بھی ابن زیاد نے پچاس ہزار دیے۔

ابن حارث (ببہ) کے ہاتھ پر بیعت

اس وقت سے لے کر مسعود کے قتل ہونے تک ابن زیاد اسی کے گھر میں رہا۔ ابن زیاد جب بصرہ سے بھاگا تو اہل بصرہ پر کوئی امیر نہ رہا۔ اور اب بصرہ میں حاکم بنانے کے بارے میں جھگڑے پیدا ہو گئے۔ آخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ قیس بن ہیثم اور نعمان کسی شخص کو منتخب کریں۔ ان دونوں نے بنی عبدالمطلب میں سے عبداللہ بن حارث کا نام لیا جس کی ماں ہند بنت ابوسفیان تھی اور سب اسے ببہ کہتے تھے۔ اور اس کے سوا عبداللہ بن اسود زہری کا نام بھی آیا۔ ان دونوں میں سے کسی پر دونوں حکموں کی رائے میں اتفاق ہو گیا۔ تو دونوں نے مقام مربد میں آنے کا وعدہ کر لیا۔ اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اس بات پر آمادہ رہو کہ ان دو شخصوں میں سے کوئی مقرر ہوگا۔ غرض لوگ جمع ہوئے پہلے قیس بن ہیثم آیا اسکے بعد نعمان آیا۔ پھر قیس اور نعمان میں بحث ہوئی۔ نعمان نے قیس سے یہ ظاہر کیا کہ میں چاہتا ہوں ابن اسود کو امیر مقرر کروں۔ پھر یہ کہا کہ ہم تم دونوں ساتھ ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ گفتگو کرنا اپنے لیے مخصوص کر لے۔ قیس نے اسے منظور کر لیا۔ اور ایک نے دوسرے پر بھروسہ کر لیا۔ اب نعمان نے لوگوں سے یہ عہد لیا کہ جس کو وہ انتخاب کرے سب لوگ اسی پر راضی ہو جائیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن اسود کی طرف نعمان بڑھا۔ اور کچھ شرائط اس پر لازم کیے۔ لوگوں کو گمان ہو گیا کہ اسی سے بیعت کرلے گا۔ مگر اسے چھوڑ کر نعمان عبداللہ بن حارث کی طرف آیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح کی شرطیں اس پر بھی لازم کیں۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور حضور ﷺ کی مدح فرمائی اور ان کے اہل بیت واہل قرابت کا حق بیان کیا۔ پھر کہا اے لوگو:

ایسے شخص کو جو تمھارے نبی ﷺ کے چچا کی اولاد سے ہے اور جسکی ماں ہند بنت ابی سفیان ہے۔ ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر چہ یہ شخص بنی ہاشم سے ہے ماں تو اسکی بنی امیہ سے ہے اور لوگوں کی بہن ہے یہ کہہ کر نعمان نے اس سے بیعت کر لی۔ اور کہا سنو میں نے تمھارے لیے اس شخص کو انتخاب کیا ہے۔ سب نے پکار پکار کر کہا ہم سب پسند کرتے ہیں اور راضی ہیں۔ پھر سب لوگ عبداللہ بن حارث کو دارالامارہ میں لے کر آئے۔ یہ واقعہ غرہ جمادی الآخر ۶۴ھ کا ہے۔ ببہ نے اپنے اہل شرطہ کا رئیس ہمیاین بن عدی سدوسی کو مقرر کیا۔ اس نے آواز لگائی کہ سب لوگ آؤ، بیعت کرو۔ سب نے آکر بیعت کی۔ فرزدق نے جب اس سے بیعت کی تو یہ شعر کہا:

وبایعت اقواما وفیت بعهدهم

وبیعۃ قد بایعتہ خیر نادم

یعنی میں نے کتنی ہی قوموں سے بیعت کر لی اور وفا بھی کی اور بہہ سے بیعت کرنے پر بھی مجھے ندامت نہیں۔

بنو بکر اور قریشی کا جھگڑا

مالک بن مسمع کا گھر باطنہ میں عبداللہ اصبہانی کے دروازہ کے قریب بنی جحدر کے حدود میں جامع مسجد کے پاس واقع تھا۔ اسی قرب کی وجہ سے مالک مسجد میں آیا کرتا تھا۔ بہہ کی امارت کے تھوڑے ہی دنوں بعد کا ذکر ہے کہ مالک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اس کی صحبت میں ایک قریشی بھی پہنچا۔ یہ شخص بہہ کے پاس ابن خازم کا خط لے کر آیا تھا اور یہ خبر لایا تھا کہ اہل ہرات نے بہہ کے نام پر بیعت کر لی ہے اور بہہ کے پاس وہ جانا چاہتا تھا۔ کہ اس مجلس میں بحث وغیرہ ہونے لگی قریشی نے مالک کے ساتھ سخت کلامی کی۔ بکر بن وائل کے ایک شخص نے قریشی کو طمانچہ مار دیا۔ اس حرکت پر قبیلہ مضرو ربیعہ کے درمیان ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس مجلس میں ربیعہ والے غالب آ گئے۔ اب ایک شخص نے پکار کر کہا۔ دہائی ہے بنی تمیم کی۔ اس آواز کو بنی ضبہ کی ایک جماعت نے سنا۔ یہ لوگ اس وقت شہر کے قاضی کے پاس حاضر تھے۔ انھوں نے مسجد کے پہرہ والوں سے برچھیاں اور ڈھالیں لے کر بنی ربیعہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس کو شکست فاش دی۔ شقیق سدوسی اس زمانہ میں بکر بن وائل کا رئیس تھا۔ اسے یہ خبر پہنچی وہ مسجد میں دوڑا ہوا آیا اور اس نے لوگوں کو حکم دیدیا کہ بنی مضر میں سے جسے پاؤ قتل کر ڈالو۔ مالک بن مسمع کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے خود آیا اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔ تقریباً ایک مہینے کے قریب اسی طرح گذر گیا۔

بنی یشکر کا ایک شخص بنی ضبہ کے ایک شخص کا ہم نشین تھا، دونوں مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اس طمانچے کا ذکر نکلا جو بکر بن وائل کے ایک شخص نے قریشی کو مارا تھا۔ اس پر یشکری فخر و ناز کرنے لگا...... ضبہ کو اس بات پہ غصہ آیا۔ اس نے یشکری کا گلا دبا دیا۔ اسکے بعد نماز جمعہ میں لوگوں نے زدوکوب کیا۔ لوگ اسے اٹھا کر چلے گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ مر گیا۔ اب بکر بن وائل کی برادری والوں کو جوش آیا ان کا رئیس اشیم بن شقیق تھا اس سے کہا کہ ہم سب کو لے کر چلو۔ اس نے کہا پہلے میں ایلچی کو بھیجتا ہوں۔ اگر انھوں نے خون بہا دیدیا تو خیر ورنہ ہم لوگ لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بنی بکر نے اس کی بات نہ مانی۔ مالک بن مسمع کے پاس آئے۔ اشیم سے پہلے ہی مالک سب کا امیر تھا۔ اشیم اسکی ریاست کو دبا بیٹھا۔ یہ یزید کے پاس پہنچا۔ یزید سے ابن زیاد کے نام یہ حکم لکھوالایا کہ اشیم کو ریاست دی جائے۔ قوم لہازم نے یزید کے اس حکم کو نہ مانا۔

لہازم کی تفصیل یہ ہے۔ اول بنی قیس اور ان کے حلفاء عنزہ، دوم قوم لات اور انکے حلفاء عجل اور یہ سب مجتمع بھی ہو گئے تھے۔ سوم آل ذہل بن شیبان اور ان کے حلفاء یشکر۔ چہارم ذہل بن ثعلبہ اور ان کے حلفاء ضبیعہ۔ یہ سب چار اور چار آٹھ قبیلے تھے۔ اور یہ حلف زمانہ جاہلیت میں اس حلف میں شریک نہ ہوا تھا۔ ان کے شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب شہری تھے۔ پھر یہ سب لوگ اپنی برادری والوں بنی عمل کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو لہازم کہتے ہیں۔ غرض لہازم اس بات پر راضی ہو گئے کہ عمران عنزی جو حکم دیدے اسے ہم سب قبول کر لیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریاست اشیم کو مل گئی۔ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو بکر بن وائل نے مالک کی توہین کی۔ وہ بہت ناراض ہوا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور سامان جنگ کرنے لگا۔ اس نے بنی ازد سے خواہش کی کہ پھر از سر نو وہی حلف اٹھائیں جو یزید کے

بارے میں جماعت کے سامنے ہو چکا تھا۔اس واقعہ پر حارثہ بن بدر نے کہا:

نزعنا وامرنا وبكر بن وائل

تجرخصا ما يبتغى من تحالف

ہم نے جسے چاہا معزول کر دیا جسے چاہا امیر بنا دیا۔اور بکر بن وائل کے لوگ ابھی تک ایڑیاں رگڑ رہے ہیں کہ کوئی ملے تو اس سے حلف کریں۔

حالات کی نزاکت سے ابن زیاد کا فائدہ اٹھانا

ابن زیاد ابھی مسعود کے یہاں تھا کہ اسے خبر ملی کہ قبیلہ بکر اور قبیلہ تمیم میں نا اتفاقی ہو گئی ہے۔اس نے مسعود سے کہا جا مالک سے مل اور سابق کے حلف کی تجدید کر۔مسعود جا کر مالک سے ملا۔اور دونوں میں اسی بات پر گفتگو ہوئی۔ مگر ادھر ادھر کچھ کچھ لوگ ان دونوں کو اس بات سے عملدر آمد کروانے سے مانع ہوئے۔اب ابن زیاد نے اپنے بھائی عبداللہ کو مسعود کے ساتھ کر دیا۔اور اسے بہت سا مال دیدیا۔اس نے اس معاملہ کو دو لاکھ درھم سے زیادہ خرچ کر ڈالے۔ آخر ان دونوں سے سب نے بیعت کر لی۔ابن زیاد نے اپنے بھائی سے کہا کہ اہل یمن کے بارے میں سب سے عہد و پیمان کر لے۔غرض حلف کی تجدید ہو گئی۔اور ان دونوں نوشتوں کے علاوہ جو جماعت کے سامنے ان دونوں کے درمیان لکھے گئے تھے ایک نوشتہ اور لکھا گیا اور وہ نوشتہ مسعود کے پاس رکھوا دیا گیا۔سب سے پہلا نام اس میں صلت بن حریث کا تھا اور ایک نوشتہ صلت بن حری کے پاس رکھوا دیا گیا۔سب سے پہلے اس میں رجاء عوذی کا نام تھا۔اور اس سے پیشتر ان لوگوں میں حلف ہو چکا تھا۔کہتے ہیں کہ شروع میں قوم مضر بصرہ میں قبیلہ ربیعہ کو کثرت کے ساتھ بسا رہی تھی۔ جماعت ازد سب کے آخر میں بصرہ میں آ کر اتری اس جماعت کو جب بصرہ بسایا جا رہا تھا تو یہ اپنی جگہ مقیم رہی۔عمر بن خطاب نے جب قوم تنوخ کے مسلمانوں کو بصرہ میں آباد ہونے کے لیے بھیجا ہے اس کے بہت دنوں بعد آخر خلافت معاویہ اور خلافت یزید کے ابتدائی دور میں قوم ازد بصرہ میں آئی ہے۔یہ لوگ جب آنے لگے تو بنی تمیم نے احنف سے کہا کہ جب تک ربیعہ ان سے ملنے کے لیے جائے پہلے تو ہی جا کر ان سے مل لے۔احنف نے جواب دیا وہ خود ہی تمھارے پاس آئیں تو ان سے مل جاؤ ورنہ تم لوگ خود ان کے پاس نہ جانا۔اگر تم خود انکے پاس چلے گئے تو یہ سمجھ لو کہ تمھارا شمار انھیں کے اتباع میں ہو گا۔

مالک بن مسمع ازد کے پاس آیا۔اس وقت ان لوگوں کا رئیس مسعود بن عمرو تھا۔مالک نے کہا ہم سے تجدید حلف کرو اور زمانہ جاہلیت میں جو کندہ کا حلف تھا اور بنی ذہل بن ثعلبہ کا تھا اسے پھر تازہ کرو۔احنف نے کہا جب یہ لوگ خود ہی ازد کے پاس چلے آئے تو اب ہمیشہ کے لیے ان کا شمار ازد کے متعلقین اور اتباع کرنے والوں میں رہے گا۔غرض مضر کے مقابلہ میں بکر نے جب ازد کا ساتھ دیا اور پہلے حلف کی تجدید ہو گئی اور وہاں سے سب نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔تو قوم ازد نے بھی کہا کہ ہم تمھارے ساتھ ایسے نہیں جائیں گے۔ہمارا سردار ہمیں میں سے ہونا چاہئے۔آخر مسعود کو سب کا سردار کر دیا۔اب مسعود نے ابن زیاد سے کہا۔میرے ساتھ چل تجھے دارالامارہ میں لے جا کر حکومت اور امارت کے منصب پر بٹھاتا ہوں۔ابن زیاد نے کہا مجھ میں اتنی قدرت نہیں ہے۔تمھیں جاؤ۔پھر اپنے اونٹوں کے کسنے کیلئے اس نے حکم دیا۔اونٹ کسے گئے لوگ سوار ہوئے،گلیم سفر ابن زیاد نے اوڑھ لی۔مسعود کے دروازہ پر اس کے لیے

ایک کرسی بچھادی گئی۔ یہ کرسی پر بیٹھا ہوا سب کی روانگی کو دیکھتا رہا۔ مسعود روانہ ہوگیا اور ابن زیاد نے اپنے غلاموں کو گھوڑوں پر سوار کر کے مسعود کے ساتھ کر دیا۔ چلتے وقت ان سے کہا میں خود نہیں جانتا کہ کیا ہوگا ورنہ تم سے کہہ دیتا کہ جب یہ واقعہ ہو تو تم میں سے کوئی آ کر مجھے خبر کرے۔ لیکن میں یہ حکم دیتا ہوں کہ دیکھو کوئی نیکی یا بدی پیش آئے ہر بات کی خبر کرنے کے لیے میرے پاس تم میں سے کوئی نہ کوئی ضرور حاضر ہو۔

اب مسعود کسی راہ سے یا کسی قبیلہ سے گذرتا تھا تو کوئی غلام دوڑ کر ابن زیاد کو یہ خبر پہنچا آتا تھا۔ غرض مسعود قبیلہ ربیعہ سے آملا۔ مالک بن مسمع ان لوگوں کا رئیس تھا۔ یہاں سے سب نے مربد کا رخ کیا۔ مسعود مسجد میں آیا اور منبر پر گیا۔ ببہ اس وقت دارالامارہ میں موجود تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ مسعود اور اہل یمن اور قبیلہ ربیعہ یہ سب بصرہ میں آ گئے۔ لوگوں میں فتنہ وفساد برپا ہونے لگا ہے۔ اٹھو انکی اصلاح کرو۔ یا بنی تمیم کو ساتھ لے کر ان کے مقابلہ میں سوار ہو۔ ببہ نے یہ جواب دیا۔ خدا انھیں سمجھائے انکی صلاح کے لیے میں خود کو خراب نہیں کرتا۔ مسعود کے ساتھیوں میں سے ایک شخص یہ شعر پڑھ کر چڑانے لگا:

انكحن ببه جاوديه كالقبه مشط راس لعبه

ببہ کی شادی ایسی دلھن سے ہوگی جس کا قد قبہ کے برابر ہوگا جو گڑیا کے سر میں کنگھی کرے گی

مسعود کا قتل

یہ بیان تو ازدو ربیعہ کا تھا لیکن مضر کہتے ہیں ببہ کی ماں ہند بنت ابوسفیان اسے بچپن سے نچاتی تھی۔ اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھی۔ غرض مسعود کو منبر پر چڑھنے میں کسی نے نہیں روکا تو مالک بن مسمع اپنی فوج لے کر نکلا۔ اور مربد کے راستہ سے بیابان کی طرف چڑھ گیا۔ پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف سے گذرتا ہوا بنی عدو یہ کی گلی میں بیابان کی طرف سے داخل ہوا۔ محلہ والوں کی طرف سے ان لوگوں کے دل میں یہ کینہ تھا کہ ایک ضبی نے یشکری کو قتل کیا تھا۔ اور ہرات میں ابن خازم نے ربیعہ کو ستایا تھا۔ اسی دشمنی میں مسعود نے اہل محلہ کے گھروں کو جلانا شروع کیا اسی اثناء میں لوگوں نے اس سے آ کر کہا کہ مسعود قتل ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا کہ بنی تمیم مسعود پر چڑھائی کرنے کو جا رہے ہیں۔ مالک نے بھی اسی طرف کا رخ کیا۔ مربد کے راستہ میں بنی قیس کی مسجد تک پہنچا تھا کہ مسعود کے قتل کی خبر اسے ملی۔ اب وہ ٹھہرا۔ اسی زمانہ میں بنی تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اس سے کہا کہ مسعود دارالامارہ میں داخل ہوگیا اور تم ہم سب کے سردار ہو کر کیا کر رہے ہو۔ احنف نے کہا میں تمھارا سردار نہیں۔ تمھارا سردار شیطان ہے۔ انھوں نے کہا اے ابا بحر قوم ازدو ربیعہ صحن مسجد میں داخل ہوگئی۔ جواب دیا ان سے بڑھ کر تم لوگ مسجد کے حقدار نہیں ہو۔ پھر لوگوں نے آ کر اس سے کہا کہ وہ لوگ تو دارالامارہ میں داخل ہوگئے۔ کہا ان سے بڑھ کر تم لوگ دارالامارہ کے حقدار نہیں ہو۔

سلمہ کو بنی تمیم کی مدد

یہ دیکھ کر سلمہ بن ذویب دوڑا اور کہا اے جوانو! میرے ساتھ آؤ۔ یہ شخص تو بے وقوف ہے۔ اسکے پاس رہنے سے تمھیں کچھ نفع نہیں ملے گا۔

یہ سن کر بنی تمیم میں سے جماعت میں اضافہ ہوا۔ یہ پانچ سو آدمی ماہ افریدوں کے ساتھ تھے۔ سلمہ نے پوچھا

کدھر چلے۔کہا تمھارے ہی پاس آتے ہیں۔کہا آگے بڑھو۔

احنف کی بے حسی

ایک عوت انگیٹھی لے کر احنف کے سامنے آئی کہا تجھے ریاست کی لیاقت نہیں تو عورت ہے۔ یہ انگیٹھی لے اپنے کپڑوں کو خوشبو سے بسا۔اس نے کہا عورتوں ہی کی نسل کو انگیٹھی چاہیئے۔لوگوں نے آ کر کہا ارے علیہ یا غرہ کے پاؤں سے پازیب اتار لی گئی اس عورت کا مکان میصاہتہ پر رحبہ بنی تمیم کے راستہ میں واقع تھا۔ پھر یہ آ کر کہا کہ تیرے راستہ میں جو رنگریز تھا اسے بھی لوگوں نے مار ڈالا۔ایک اپاہج جو مسجد کے دروازہ پر پڑا رہتا تھا اسے بھی قتل کیا۔ یہ بھی آ کر کہا ارے مالک بن مسمع بیابان کی طرف سے بنی عدویہ کی گلی میں آ گیا اور اس نے گھروں میں آگ لگا دی۔ احنف نے جواب میں کہا جو بات تم کہتے ہو اس پر گواہ پیش کرو۔اسکے بغیر ان لوگوں سے لڑنا جائز نہیں۔لوگوں نے آ کر گواہی دی۔پوچھا عباد آیا۔کہا نہیں آیا۔یہ سن کر ذرا سکوت کیا۔

احنف کا جوش

پھر پوچھا عباد آیا کہا نہیں آیا۔پوچھا عبس یہاں ہے۔کہا ہاں ہے۔اسے سامنے بلایا۔پٹکہ سر سے کھول کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا اور ایک نیزہ میں اسے باندھ دیا۔عبس کو یہ رایت دیکر کہا کہ روانہ ہو جاؤ۔وہ چلا تو احنف نے دعا مانگی اے اللہ اس نشان کی آج بھی شرم رکھنا۔تو نے کبھی اسے رسوا نہیں ہونے دیا۔

لوگوں میں شور مچ گیا ''بی زبرا کو جوش آ گیا'' زبرا اس کی لونڈی تھی۔لوگوں نے اسی کا نام زبرہ رکھدیا۔عبس جب جا چکا تو ساٹھ سواروں کو لیے ہوئے عباد آیا۔پوچھنے لگا لوگوں نے کیا کیا۔کہا لڑنے کو گئے ہیں۔پوچھا انکا سردار کون ہے؟ کہا عبس۔یہ سن کر کہنے لگا میں اور عبس کے نشان کے ساتھ جاؤں یہ کہہ کر وہ اور اسکے ساتھ کے سب سوار اپنے اپنے گھر کو چلے گئے۔عبس کے ساتھ جو لوگ روانہ ہوئے تھے یہ جب راہوں کے دراوزوں پر پہنچے تو رک گئے۔ماہ افریدوں نے فارسی میں پوچھا۔اے جوانمردو! تمھیں کیا ہو گیا؟ کہا دشمن برچھیاں تانے ہوئے مقابل میں ہیں۔

اس نے فارسی میں کہا۔تم بھی پنجگان سے انھیں چھید لو۔پنجگان یعنی ایک ایک پرتاب میں پانچ پانچ تیر اور سب چار سو سوار تھے۔ان پر دو ہزار تیر دفعتہ برس گئے۔وہ دروازوں کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔مسجد کے دروازہ پر جا کر ٹھہرے۔بنی تمیم کی جماعت ان کی طرف بڑھی۔مسجد کے قریب جا کر رک گئی۔ماہ افریدون نے پوچھا۔اب کیا ہے کہا انھوں نے برچھیوں کے پھل ہمارے طرف سیدھے کر دیے ہیں کہا تم اسی طرف تیر مارے جاؤ۔دو ہزار تیر پھر چلے۔دشمن کو دروازوں پر سے ہٹا کر یہ لوگ مسجد میں در آئے۔مسعود ممبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا اور لوگوں کو جوش دلا رہا تھا یہ دیکھ کر غطفان نے اپنے لوگوں کو ابھارنا اور لڑنا شروع کیا دو تین مصرعے اس نے پڑھے جن کا یہ مطلب تھا۔اے بنی تمیم مسجد کے مقصورہ کو گھیرے رہو ایسا نہ ہو کہ مسعود بھاگ کر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔غرض ان لوگوں نے مسعود کو منبر سے اتار کر قتل کر ڈالا۔اشیم دروازہ مقصورہ کی طرف بھاگ نکلا۔کسی نے برچھی ماری وہ دروازہ پر پڑی اشیم بچ گیا اسی باب میں فرزدق نے کہا

لو اشیم لم یسبق اسنتنا
واخطا الباب ازنیرا ننا تقد

اذا الصاحب مسعودا وصاحبه
وفدتها فتت الاعفاج والكبد

ہم نے جب آتش جنگ مشتعل کی تھی۔اس وقت اشیم ہماری برچھیوں سے بچ گیا ہوتا اور مقصورہ مسجد کے دروازہ کو نہ پا گیا ہوتا۔تو پھر وہ بھی مسعود کے ساتھ چلا گیا ہوتا اور جگر و دل کے ٹکڑے اڑ گئے ہوتے۔

ابن زیاد کا شام جانا

یہ واقعہ شوال کی پہلی تاریخ ۶۴ ہجری میں ہوا۔بعض لوگ ازد کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ادھر سے مسعود آیا تھا۔جیسے پرندہ آتا ہے۔نقش و نگار لگائے ہوئے۔زیرد کی قباء پہنے ہوئے۔قبا میں کچھ سیاہی لگی ہوئی تھی۔سنت کا حکم دیتا تھا۔فتنہ سے روکتا تھا۔لوگ کہتے تھے چاند کو دیکھو چاند کو دیکھو۔ایک ساعت نہ گذری ہوگی کہ ان کا چاند گہنا گیا۔پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔دیکھو لوگ اس طرف سے آ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا لوگوں نے ابن زیاد سے آ کر کہا کہ مسعود منبر پر چڑھ گیا۔ابھی یہی باتیں تھیں اور ابن زیاد دارالامارہ میں آنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اور کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا مسعود مارا گیا۔یہ سنتے ہی ابن زیاد نے رکاب میں پاؤں ڈالا اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔یہ شوال ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔اس کے بعد تو مضر کے کچھ لوگ مالک بن مسمع کی فکر میں نکلے۔اسے اسی کے گھر میں محصور کر لیا۔اور گھر میں آگ لگا دی۔غطفان کعبی نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا:

واصبح ابن مسمع محصورا.
يبغى قصورا دونه دوروا
حتى شينا حوله سعيرا

یعنی ابن مسمع محصور ہو کر کوشکوں اور مکانوں میں بھاگتا پھرا۔یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے اس کے گرداگرد آگ کے شعلے بلند کر دیئے۔

ابن زیاد بھاگا تو لوگوں نے تعاقب کیا۔وہ ہاتھ نہ لگا تو اس کا جو مال و دولت ہاتھ لگا اٹھا لائے۔وافد بن خلیفہ نے اس باب میں کہا:

يارب جبار شديد كلمه
قدصار فينا ناجه وسلبه
منهم عبيد الله حين انسلبه
جياده وبزه ونهبه
يوم التقى مقتبنا مقبنه
لولم ينج ابن زياد حربه

وہ ظالم جس کا بوڑھا پن حد سے گذر گیا تھا اور اسکا تاج اسکی لوٹ ہم کو مل گئی۔عبیداللہ کو ہم نے لوٹ لیا۔اسکے راہواروں کو اسکی جامہ داروں کو تاراج کیا یہ اس دن کا ذکر ہے کہ ہمارا گلہ اسکے گلہ سے جا کر بھڑ گیا تھا۔اے کاش: ابن زیاد اس طرح بھاگ کر بچ نہ گیا ہوتا۔

جرہم عدوی نے مسعود کے قتل پر ایک لمبی نظم لکھی اس میں کہتا ہے:

ومسعود ابن عمر واتنا

صبحنا احد مطرور سنینا

رجا التامیر مسعود فاضحی

صریعا قد ازرناہ المنونا

مسعود جب ہماری طرف آیا ہے تو ہم نے اوپچی ہوئی سنانوں کے پانی سے صبح کی۔ مسعود اس امید میں آیا تھا کہ ابن زیاد کو امیر بصرہ بنادے۔ وہ خود ہی قتل ہو گیا ہم نے اسے موت کی صورت دکھادی۔

ایک روایت یہ ہے کہ مسعود نے قرہ کے ماتحت قوم ازد کے سوشخص دے کر ابن زیاد کے ساتھ کر دیا۔ ان لوگوں نے اسے شام تک پہنچادیا۔

یساف اور ابن زیاد کی باہمی گفتگو

ابن زیاد کی آپ بیتی

بعض روایوں میں اتنا مضمون اور بڑھا ہوا ہے کہ ایک شب کا ذکر ہے کہ شام کے سفر میں ابن زیاد نے کہا کہ اونٹوں کی سواری سے اکتا گیا ہوں میرے لیے کوئی گدھا کس دو۔ یساف یشکری نے گدھے پر چار جامہ ڈال دیا۔ یساف کہتا ہے کہ ابن زیاد اس پر سوار ہوا۔ اسکے دونوں پاؤں گویا زمین پر رگڑتے ہوئے جاتے تھے۔ بڑی دیر تک خاموشی کے عالم میں رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا ”یہ شخص کل تک امیر عراق تھا آج اس وقت گدھے کی پیٹھ پر سو رہا ہے گر پڑے تو کیسی چوٹ آئے“ پھر میں نے یہ ارادہ کیا کہ اگر یہ سو رہا ہے تو میں اس کی نیند کو پریشان کرونگا۔ یہ سوچ کر میں اس کے قریب گیا میں نے پوچھا کیا سو گئے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ خاموشی کیسی؟ کہا کچھ دل سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا میں بتادوں کیا باتیں دل سے کر رہے تھے۔ کہا واللہ تو ضرور بیان کر۔ تو نہ سمجھ سکتا ہے نہ ٹھیک ٹھیک بیان کر سکتا ہے۔ میں نے کہا دل میں یہ کہہ رہے تھے اے کاش کہ حسین کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا۔ کہا یہ نہیں تھا۔ میں نے کہا تم یہ کہہ رہے تھے۔ اے کاش جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے نہ کیا ہوتا۔ کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے۔ اے کاش میں نے بیضا سے تعلق نہ کیا ہوتا۔ کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے۔ اے کاش دہقانوں کو میں نے اس سے زیادہ سخاوت کی ہوتی۔ کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے۔ اے کاش میں نے اس سے زیادہ سخاوت کی ہوتی۔ پھر اس نے کہا واللہ تو نے کوئی ٹھیک بات نہ کہی۔ نہ کسی غلط گوئی سے پرہیز کیا۔ حسین کا نام جو تو نے لیا تو سن وہ مجھے قتل کرنے آ رہے تھے۔ میں نے اپنے قتل ہونے سے ان کے قتل کرنے کو بہتر سمجھا۔ بیضا کو میں نے عبداللہ ثقفی سے مول لیا۔ یزید نے دس لاکھ میرے پاس روانہ کیے تھے۔ وہ میں نے اسی بیضا پر لگادیے۔ اگر یہ دولت باقی رہ گئی تو میرے اہل کے پاس رہی۔ تباہ ہو گئی تو مجھے اس کا افسوس بھی نہیں۔ اس کے تلف ہونے سے مجھ پر کوئی الزام بھی نہیں۔ دہقانوں کو حکومت دینے کا یہ سبب ہوا کہ عبدالرحمن بن ابی بکرہ اور زاذان فروخ نے معاویہ سے میری غیبت کی۔ وہاں کی بھوسی تک کا ذکر کیا۔ دس کروڑ تک خراج بڑھوادیا۔ معاویہ نے مجھے یہ اختیار دیا کہ یا تو معزول ہونا گوارا کروں یا تاوان۔ مجھے معزولی گوارا نہ ہوئی۔ اب یہ مشکل آ پڑی کہ اگر عرب میں سے کسی کو حاکم بناؤں اور وہ خراج میں نقصان

پہنچائے تو میں اس سے باز پرس کروں۔ یا یہ بوجھ اس کی قوم کے سرداروں پر یا اس کی برادری والوں پر ڈالوں تو ان لوگوں کو مجھ سے ضرر پہنچے گا۔ اگر چھوڑ دوں تو خدا کے مال کو یہ جان بوجھ کر کہ کس کے ذمہ ہے کیسے چھوڑ دوں۔ میں نے دہقانوں کو تم لوگوں سے بڑھ کر خراج وصول کرنے میں واقف کار اور تم سے بڑھ کر امانت دار اور مطالبہ کے وقت تم سے بڑھ کر نرم و سہل پایا۔ پھر یہ بات بھی تو ہے کہ میں نے تم لوگوں کو ان کا نگران مقرر کر دیا تھا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرنے پائیں۔ سخی ہو جانے کا جو تم نے ذکر کیا تو واللہ میرے پاس کچھ مال ہی نہ تھا کہ میں سخاوت کرتا۔ ہاں یہ ہوتا کہ ایک کا مال لے کر دوسرے کو دے دیتا۔ لوگ کہتے بڑا سخی ہے۔ یہ جو تم نے کہا کاش جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے نہ کیا ہوتا۔ سنو واللہ کلمہ اخلاص کے بعد کوئی عمل جس سے زیادہ تر قربت خدا حاصل ہو میں نے نہیں کیا سوا اسکے کہ جن لوگوں کو خوارج میں سے میں نے قتل کیا میرے نزدیک وہ عمل خیر سب سے بڑھ کر ہے۔

ابن زیاد کے دل کی بات

لو اب میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ میں کیا باتیں دل ہی دل میں کر رہا تھا سنو میں دل میں یہ کہہ رہا تھا اے کاش میں نے اہل بصرہ سے قتال کیا ہوتا۔ انھوں نے تو اپنی خوشی سے مجھ سے بیعت کی تھی کسی نے ان پر جبر نہیں کیا تھا۔ اور بخدا مجھے آرزو تھی کہ میں لڑوں لیکن میرے بھائیوں نے نہ مانا انھوں نے کہا اگر تم لڑے اور ان کو غلبہ ہوا تو ہم مین سے ایک کو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ تم ان کو یونہیں چھوڑ دو گے۔ تو ہم سے ایک ایک شخص اپنی اپنی ننھیال یا سسرال والوں میں جا کر چھپ رہے گا۔ ان کے اس کہنے پر مجھے ترس آ گیا اور قتال سے باز آیا۔ میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کاش میں نے قید خانہ میں سے سب قیدیوں کو نکلوا کر سب کی گردنیں ماری ہوتیں جب یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو کاش میں شام میں اس وقت پہنچ جاؤں کہ امر خلافت کا کچھ فیصلہ نہ ہوا ہو بعض کہتے ہیں کہ وہ شام میں ایسے ہی وقت پہنچا کہ کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا اور وہاں کے سب لوگ اس کے سامنے ہیچ تھے۔ بعض کہتے ہیں وہاں یکسوئی ہو چکی تھی جب یہ پہنچا تو اس نے پھر اختلاف ڈال دیا اور اپنی رائے کی طرف سب کو مائل کر لیا۔

ابن زیاد کے خلیفہ بننے کا واقعہ

زیاد اور اسکا بیٹا پہلے دو شخص ہیں جو بصرہ اور کوفہ دونوں شہروں کے حاکم تھے۔ ان دونوں نے تیرہ ہزار خوارج کو قتل کیا۔ ان میں سے چار ہزار شخص ابن زیاد کی قید میں تھے۔ یزید کے ہلاک ہونے کے بعد اس نے خط اہل بصرہ میں پڑھا۔ کہا جس اطاعت کے لیے ہم قتال کرتے تھے وہ تو مر گیا۔ اب تم لوگ اگر اپنا امیر مجھے مقرر کرو گے تو تمھارے لیے خراج میں وصول کرونگا اور تمھارے دشمن سے قتال میں کرونگا۔

اور مقاتل بن مسمع اور سعید بن قرا کو کوفہ میں اس نے بھیجا اور اہل کوفہ سے بھی یہی پیغام کہلا بھیجا۔ اس وقت اس کی طرف سے عمرو بن حریث کوفہ میں امیر تھا۔ دونوں نے اہل کوفہ کے سامنے جب یہ تقریر کی تو یزید شیبانی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے پسر سمیہ کے بیٹے کے ہاتھ سے ہمیں چھڑایا۔ اب تو یہ ہرگز نہیں ہونے کا۔ یہ کہ کر عمرو نے اس کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ گردن میں ہاتھ دیا گیا اور قید خانہ کی طرف اسے لیجانے لگے۔ قبیلۂ بکر نے دشمنوں کے ہاتھ سے اسے بچالیا۔ یزید ڈرا ہوا اپنی برادری والوں میں چلا گیا۔ یہاں محمد بن اشعث نے اس سے کہلا بھیجا تم اپنی رائے پر قائم رہنا۔ ہر جگہ سے اس کے پاس یہی پیغام آیا۔ عمرو جو خطبہ پڑھنے کو منبر پر گیا تو اس پر ڈھیلے آنے

لگے۔ وہ اپنے گھر میں چلا گیا۔ مسجد میں لوگوں نے ہجوم کیا کہ ہم کسی کو اپنا امیر مقرر کریں گے۔ فقط اتنے دنوں کے واسطے جتنے دنوں میں سب لوگ کسی خلیفہ پر اتفاق کریں۔ غرض عمرو بن سعید کو سب نے امیر مقرر کرلیا اور ہمدان کی عورتیں قتل حسین پر گریہ وزاری کرتی ہوئی آئیں۔ اور ان کے مرد تلواریں باندھے ہوئے منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث نے کہا ہم لوگ اور ہی حالت میں تھے اب کچھ اور ہو گیا۔ بنی کندہ سب عمرو بن سعید کے ننھیال والے تھے وہ ابن سعید کا استحکام چاہتے تھے۔ یہ لوگ عامر بن مسعود کے پاس جمع ہوئے۔ اور سب نے ابن زبیر کو یہ حال لکھ بھیجا۔ ابن زبیر نے اسے مستقل امیر بنا دیا۔

مسعود کے قتل سے متعلق دوسری روایت

یہ بھی روایت ہے کہ معمر و بن حریث نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خواہش کی جس طرح بصرہ والوں نے ابن زیاد کو اپنا امیر بنا لیا ہے اسی طرح اہل کوفہ بھی اسی کو اپنا امیر بنا لیں۔ ابن زیاد نے جن دو شخصوں کو اس کام کے لیے بصرہ سے بھیجا تھا ان دونوں نے بھی اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی۔ یزید بن حارث پہلا شخص تھا جس نے ان دونوں کو سنگریزے اٹھا کر مارا۔ یزید کے بعد پھر سب لوگوں نے انھیں سنگریزے مارے۔ یزید نے کہا ہم اور مرجانہ کے بیٹے کی بیعت کریں: ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ یزید کے اس فعل نے تمام شہر کی نظر میں اس کی وقعت وعزت بڑھا دی۔ یہ دونوں شخص کوفہ سے جب بصرہ گئے اور اہل بصرہ سے وہ ماجرا بیان کیا جو یہاں گذرا تھا تو سب کہنے لگے کوفہ والوں نے تو اسے معزول کر دیا اور تم اے اہل بصرہ اسکی بیعت کرو اور اسے اپنا امیر بناؤ،، بس لوگ ابن زیاد کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ ابن زیاد سے بڑی غلطی یہ ہوگئی کہ اس نے ازد میں جا کر پناہ لی۔ مسعود بن عمرو ازدی نے اسے پناہ دی۔ یہ یزید کے مرنے کے بعد ۹۰ دن مسعود کے یہاں رہا۔ بعد میں شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے مسعود کو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔ اس پر بنی تمیم وقیس نے کہا ہم ہرگز راضی نہیں۔ ہم اسے درست نہیں سمجھتے۔ ہم اسی شخص کو اپنا امیر سمجھیں گے۔ جسے ہماری جماعت کے لوگ پسند کریں۔ مسعود نے جواب دیا مجھے وہ اپنا جانشین بنا کر گیا ہے۔ میں اس منصب کو نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی قوم کو ساتھ لے کر نکلا اور دارالامارہ میں داخل ہو گیا۔

احنف کی کامیاب تدبیر

اب بنی تمیم احنف بن قیس کے پاس پہنچے۔ اسے مسعود کے استیصال پر آمادہ کیا اسی زمانہ میں کچھ خوارج نہر اساورہ پر اترے ہوئے تھے۔ لوگ کہتے ہیں احنف نے ان سے کہلا بھیجا کہ جو شخص دارالامارہ میں داخل ہو گیا ہے۔ ہمارا بھی دشمن ہے اور تمہارا بھی ہے، پہلے تم اسی سے لڑ کیوں نہیں لیتے۔،،

بس خوارج کی ایک جماعت مسجد میں پہنچی۔ اس وقت مسعود منبر پر تھا۔ جو کوئی اس کی بیعت کرنے کے لئے آتا تھا۔ بیعت لیتا تھا۔ ایک نو مسلم نے اسے تیر مار دیا۔ یہ شخص مسلم کہلاتا تھا اہل فارس میں سے تھا۔ بصرہ میں آ کر مسلمان ہوا تھا۔ پھر خوارج میں مل گیا۔ اس کا تیر مسعود کے دل پر لگا جس سے وہ مر گیا۔ لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا کہ مسعود کو خوارج نے قتل کیا۔ قوم ازد خوارج سے لڑنے کو نکلی۔ ان میں سے اکثر کو قتل کیا زخمی کیا بصرہ سے نکال دیا۔ پھر مسعود کو دفن کیا۔

مسعود کے قتل کی وجہ سے جھگڑا اور پھر صلح

اب لوگوں نے ان سے آ کر کہا کہ بنی تمیم تو کہتے ہیں کہ مسعود کو انہوں نے قتل کیا ہے۔ ازدیوں نے لوگوں کو بنی تمیم کے پاس روانہ کیا تا کہ ان سے پوچھیں۔ جب وہاں گئے تو بعض لوگوں کو انہوں نے یہی دعویٰ کرتے سنا۔ اب تمام ازدی جمع ہو گئے زیاد عتکی کو اپنا رئیس بنایا۔ اور بنی تمیم سے لڑنے کو چل پڑے۔ ان کے ساتھ مالک بن مسمع اور بکر بن وائل بھی تھے۔ اور بنی تمیم کے ساتھ بنی قیس بھی تھے۔ بنی تمیم اس وقت احنف کے پاس پہنچے کہ گھر سے نکلو۔ اس نے بہت کچھ ٹالنے کے بعد اپنا علم نکالا۔ بہت کشت وخون کے بعد بنی تمیم نے کہا ازد کی جماعت خدا سے ڈرو۔ یہ آپس کی خون ریزی کب تک رہے گی۔ ہمارے تمہارے درمیان قرآن ہے اور اہل اسلام میں سے جسے چاہو حکم مقرر کرو۔ اگر تم یہ ثابت کر دو کہ ہم نے تمہارے سردار کو قتل کیا ہے۔ تو ہم میں سے بہترین قوم کو تم لے کر اپنے رئیس کے قصاص میں قتل کرو۔ اور اگر اس بات پر کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ تو ہم حلف کرتے ہیں کہ واللہ ہم نے اسے نہ قتل کیا نہ کسی کو حکم دیا۔ ہم نہیں جانتے تمہارے سردار کو کس نے قتل کیا۔ اگر یہ بھی تمہیں منظور نہ ہو تو ہم سے اس کا خون بہا ایک لاکھ درہم لے لو۔ اس پر آپس میں صلح ہو گئی۔ احنف بزرگان سفر کو ساتھ لے کر عتکی کے پاس آیا اور کہا اے قوم ازد تم لوگ گھر میدان میں ہمارے مددگار رہو۔ ہم تمہارے ہاں اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے اشتعال کو بجھائیں تمہارے دل سے کینہ کو نکالیں۔ ہم تمہیں اختیار دیتے ہیں کہ ہم لوگوں پر ہمارے مال پر جو حکم کرنا چاہو کرو اپنے مال کا نقصان کسی طرح سے ہو ہمیں ناگوار نہ ہوگا۔ کہ اس میں آپس میں صلح اور امن کی صورت پیدا ہو گی۔ قوم ازد نے جواب میں کہا ہمارے سردار کی دیت میں دس دیتیں تم دے سکتے ہو؟ کہا ہم نے دیں۔ اس پر صلح ہو گئی۔ سب لوگ میدان جنگ سے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

مذکورہ واقعہ پر ہیثم کے اشعار

ہیثم بن اسود نے اس بارے میں یہ شعر کہے:

علی بمسعود النناع فقلت احد
فتی دعاه لراس العلة الداعی
آدی بن حرب وف قدردت مذاهبه
فاوسع السرب منه ای ایساع
حتی توارت به ارض دعا مرها
وكان ذانا اصبرفيها و اشياع

اس نے زندگی کے اسی برس پورے کر دیے جسے ہر ایک نہیں کر سکتا جب معیاد عمر آخر ہوئی تو داعی اجل نے اسے پکارا۔ اس نے ابن زیاد ابن ابی سفیان کو اس حالت میں پناہ دی جب اس پر تمام راہیں بند تھیں۔ پھر کیسی کشادہ راہ اسے مل گئی۔ آخر اسے ایک سرزمین نے اور اس کے مالک نے چھپا رکھا اور یہاں اس کے ناصر و مددگار پیدا ہو گیا۔

اور عبداللہ حر نے یہ اشعار کہے تھے:

مازلت ارجو الا زرحتی رایتها

تقرصر عن بينانها للتطاول
ايقتل مستود ولم يثار دبه
وصارت سيوف الازد مثل المناجل
وما خم علقل اورث الازدذلة
تسب به احياء هم فى المحافل
على انهم شمط كان لحاهم
ثعالب فى انعاقهم كالجلاجل

مجھے قوم ازد سے یہ امید نہ تھی کہ اپنی امارت کے غرور کو چھوڑ دیں گے۔ مسعود قتل کیا جائے اور یہ لوگ اس کا انتقام نہ لیں ان کی تلواریں کیا کھرپیاں ہوکر رہ گئیں۔ یہ کیسی عقل جس سے ذلت کا سامنا ہوا اور محفلوں میں ان کو سب برا بھلا کہیں۔ پھر یہ لطف یہ کہ سب لوگ عمر رسیدہ ہیں۔ ان کی بڑی بڑی ڈاڑھیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے گھنٹیوں کی طرح گردن میں لومڑیاں بندھی ہوئی ہیں۔

اہل بصرہ نے جمع ہوکر نماز پڑھانے کے لیے عبداللہ کو پہلے اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر مہینہ بھر کے بعد ببہ کو امیر بنایا۔ اس نے دو مہینے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد عمرو بن معمر کو ان کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ بھی مہینہ بھر رہا۔ پھر حارث مخزومی نے جسے قباع کہتے ہیں آ کر اسے بھی معزول کر دیا اور اسکی جگہ لی۔

ببہ کے دورِ حکومت کے حالات

یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے ببہ سے بیعت کی تو اس نے ہمیان بن عدی کو پولیس کا رئیس مقرر کیا تھا۔ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ببہ کے پاس اسی اثناء میں وارد ہوا تھا۔ ببہ نے ابن عدی کو حکم دیا کہ اس سے قریب کسی جگہ پر اسے اتاریں۔ زیاد کے آزاد کردہ غلام جس کا نام فیل تھا کا ایک گھر بنی سلیم میں تھا۔ ابن عدی نے ارادہ کیا کہ اسی گھر کو خالی کروا کر مدنی کو اتارے۔ بنی سلیم نے اس بارے میں اس سے مزاحمت کی اور کشت وخون کی نوبت پہنچی۔ ان لوگوں نے عبدالملک بن عامر سے فریاد کی اس نے اپنے ملاحوں کو اور غلاموں کو مسلح کر کے بھیجدیا۔ انھوں نے ابن عدی کو وہاں سے نکال دیا۔ اور اس گھر میں نہ آنے دیا۔ دوسرے دن عبدالملک دارالامارہ میں ببہ کو سلام کرنے کے لیے آیا۔ بنو قیس کا ایک شخص بنی قیس سے دروازہ پر ملا۔ اسے دیکھتے ہی کہنے لگا۔ کل تمھیں نے ہمارے خلاف میں کمک بھیجی تھی۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ اٹھایا۔ عبدالملک کو ایک طمانچہ مارا۔ اسکے خادموں میں سے کچھ لوگوں نے قیس پر وار کیا اور اسکا ہاتھ اڑا دیا۔ عبدالملک غصہ میں بھرا ہوا ببہ کے دروازہ پر سے واپس آیا۔ اور تمام قوم مضر غضبناک ہوگئی۔ اور سب جمع ہو گئے۔ قبیلہ بکر بن وائل اشیم کے پاس فریاد کرنے کو آئے۔ اشیم اٹھ کھڑا ہوا۔ مالک بن مسمع بھی اسکے ساتھ تھا۔ منبر پر جا کر اشیم نے کہا۔ جس مضری کو پاؤ قتل کرو۔

بنی مسمع کا خیال ہے مالک جو اشیم کے ساتھ آیا تھا رفع شر کے خیال سے آیا تھا۔ وہ ہتھیار بھی لگائے ہوئے نہ تھا وہ تو چاہتا تھا کہ اشیم کو اس ارادہ سے باز رکھے۔ اس کے بعد قبیلہ بکر واپس تو ہوا مگر ان میں اور قوم مضر میں دشمنی کا آغاز ہوگیا۔ قوم ازد نے اس بات کو غنیمت سمجھا۔ انھوں نے قبیلہ بکر کے ساتھ حلف کر لیا۔ اور مسعود کے ساتھ مسجد جامع

میں آئے۔ اس وقت بنی تمیم نے احنف سے جا کر التجا کی اور اس نے اپنا عمامہ اتار کر ایک نیزہ پر باندھ دیا اور سلمہ بن ذویب کو یہ نشان دیا۔ اس کے آگے آگے قوم اساورہ کے لوگ چلے۔ اس حالت میں مسجد میں آئے دیکھا کہ مسعود خطبہ پڑھ رہا ہے منبر سے اتار کر اس کو قتل کیا۔ قوم ازد کہتی ہے کہ ازارقہ نے اسے قتل کیا۔ اسی بات پر فتنہ وفساد برپا ہوا۔ عمر بن معمر اور عبدالرحمٰن بن حارث نے ان لوگوں کے درمیان سفارت کی۔ آخر بنی ازد اس بات پر راضی ہوگئے کہ دس دیتیں لیں گے۔ ببہ خانہ نشین ہوگیا۔ دیندار شخص تھا۔ اس نے کہا دوسروں کی اصلاح کے لیے میں اپنے آپ کو کیوں خراب کروں۔ اہل بصرہ نے ابن زبیر کو سب حال لکھ بھیجا۔ انھوں نے انس بن مالک کو لکھا کہ وہ سب کو نماز پڑھایا کریں۔ غرض چالیس دن انھوں نے نماز پڑھائی۔ ابن زبیر نے عمر کو امیر بصرہ مقرر کر کے فرمان روانہ کیا۔ پیغامی یہ فرمان لے کر عمر کے پاس اس وقت پہنچا کہ عمر نکل چکے تھے۔ انھوں نے عبیداللہ کے نام حکم بھیج دیا کہ نماز پڑھایا کرے۔ غرض عمر کے مکہ سے آنے تک عبیداللہ نے اہل بصرہ کو نماز پڑھائی۔ ببہ کی امارت چار مہینہ تک بصری میں رہی۔ اسی زمانہ میں نافع بن ازرق نے اہواز کی طرف رخ کیا۔ لوگوں نے ببہ سے کہا کہ لوٹ مچی ہوئی ہے۔ عورت کو راستہ میں سے پکڑ لے جاتے ہیں، بے آبرو کرتے ہیں، کوئی اسے نہیں بچاتا۔ کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کہا اپنی تلوار ان کے درمیان رکھ۔ اور ان لوگوں پر حملہ کردے۔ کہا دوسروں کی اصلاح میں اپنے کو میں کیوں خراب کروں۔ غلام میرا جوتا لا۔ جوتا پہنا اور گھر میں جا کر خانہ نشین ہوگیا۔ لوگوں نے عمر بن معمر کو خود اپنا امیر بنا لیا۔

ببہ کے دوران حکومت میں طاعون کا واقعہ

ببہ جس زمانہ میں امیر تھا اس زمانہ میں طاعون کی وباء پھیل گئی اس کی ماں مرگئی بصرہ میں اسے اٹھنے والے ملے۔ آخر چار نو مسلسوں کو مزدوری دے کر اسکی لاش اٹھوائی۔ ببہ نے اپنی امارت میں بیت المال سے چالیس ہزار لے کر ایک شخص کے پاس رکھوا دیئے تھے۔ ابن عمر جب امیر مصرہ ہو کر آیا تو اس نے ببہ کو گرفتار کیا۔ اور قید کرلیا۔ اسکے ایک غلام آزاد کو اسی مال کے بارے میں اسے سزا بھی دی۔ آخر اس سے تاوان لیا۔ ایک شخص نے ببہ سے پوچھا کہ اپنی مارت کے زمانہ میں خون سے تم بچے رہے لیکن مال سے نہ بچ سکے۔ اس نے کہا خون میں جیسا گناہ ہے ویسا مال میں نہیں ہے۔ اہل کوفہ نے ابن زیاد کے دونوں سفیروں کو جب کوفہ سے نکال دیا تو سب نے باتفاق عامر بن مسعود قرشی کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کرلیا تھا کہ جب تک کہ خلافت کا کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔ یزید کے مرنے کے بعد تین مہینے تک یہ شخص خدمت پر رہا۔ لوگ اسے پست قامت ہونے کے سبب سے دحروجۃ الجعل کہتے تھے۔ ابن ہمام سلولی نے اسکے بارے میں ایک شعر کہا تھا۔

اشدد یدیک بزیدان ظفرت بہ
وکشف الامل من دحرجۃ الجعل

اور یزید تجھے مل جائے تو اس نیک کو قتل کر اور اس گوبر کے گیند کی طرف سے بیواؤں کے دل کو ٹھنڈا کر۔

پھر عبداللہ بن یزید نماز پڑھانے پر اور ابراہیم خراج پر مقرر رہا۔ اس وقت کوفہ بصرہ اور قبلہ کی جانب کے عرب اور اہل شام واہل جزیرہ اردن کے سوا ابن زبیر کی طاعت میں آ گئے تھے۔

مروان بن حکم کی خلافت کی تحریک

جب لوگوں نے ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی تو انھوں نے عبیدہ بن زبیر کو مدینہ کا اور عبدالرحمٰن فہری کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اور بنی امیہ اور مروان بن حکم کو شام کی طرف نکال دیا۔ عبدالملک اس زمانہ میں اٹھارہ سال کا تھا۔ حصین بن نمیر وغیرہ جب شام میں آئے تو ابن نمیر نے مروان سے ابن زبیر کا سارا حال بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ آؤ میں تم سے بیعت کروں۔ مروان نے انکار کیا تو اس نے اسے اور تمام بنی امیہ سے کہا تم لوگوں کے معاملہ میں بڑی الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اپنے معاملات کو درست کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اب تمھارا شام کا ملک بھی قبضہ سے نکل جائے اور ایک بہت بڑی مصیبت برپا ہو۔ مروان کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ وہاں سے روانہ ہو کر ابن زبیر کے پاس جائے اور ان سے بیعت کر لے۔ اس دوران ابن زیاد وہاں وارد ہوا۔ تمام بنی امیہ اسکے گرد جمع ہوگئے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مروان کیا سوچ ہوئے ہے۔ اب اس نے مروان سے کہا تم نے جو ارادہ کیا ہے اس سے تمھیں شرم نہیں آتی۔ تم بزرگ قریش اور سردار قوم ہو کر کیا کیا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض تمام بنی امیہ اور ان کے موالی اسکے ساتھ ہوگئے۔ اہل یمن بھی جمع ہو کر ساتھ ہوئے۔ مروان یہ کہتا ہوا روانہ ہوا کہ ''ابھی کچھ نہیں گیا ہے'' یہ سب دمشق میں داخل ہوئے۔ یہاں ضحاک بن قیس فہری سے اہل شہر اس بات پر بیعت کر چکے تھے کہ جب تک امت میں اجتماع و اتفاق کی صورت پیدا ہو وہی سب کو نماز پڑھایا کرے۔ اور انتظام قائم رکھے۔

یزید کے بیٹے معاویہ کی حکومت سے دستبرداری

یزید کے بعد اسکا بیٹا معاویہ امیر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شام میں الصلوۃ جامعۃ کی ندا کردی جائے۔ سب جمع ہوئے تو اس نے کہا ''میں نے تم پر حکومت کرنے کے بارے میں فکر کی تو معلوم ہوا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اب میں نے چاہا کہ کوئی شخص تمھارے لیے ایسا تلاش کروں جیسے عمر بن خطاب ابوبکر کو مل گئے تھے۔ مجھے کوئی ایسا شخص بھی نہ ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ تمھارے لیے شوریٰ کرنے کو ایسے چھ شخص ڈھونڈوں جیسے عمر کو مل گئے تھے۔ ایسے لوگ بھی مجھے نہ ملے۔ اب تم کو اختیار ہے جسے چاہو اسے اپنا امیر بنالو۔ یہ کہہ کر معاویہ گھر میں گیا اور ایسا گیا کہ مر کر نکلا۔ بعض کہتے ہیں اسے زہر دے دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں چھری ماری گئی۔

بنو امیہ اور ابن زبیرؓ کے حامیان

عبیداللہ ابن زیاد جب دمشق میں آیا ہے تو یہاں ضحاک بن قیس حکومت کر رہا تھا۔ قنسرین میں زفر بن عبداللہ ابن زبیر کے لیے بیعت لے رہا تھا۔ حمص میں نعمان بن بشیر انصاری ابن زبیر سے بیعت کر چکے تھے۔ فلسطین میں حسان بن مالک معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ سے اب تک حکومت کر رہا تھا وہ اہل فسلطین کا سردار تھا۔ اور بنی امیہ کا خیر خواہ۔ اس نے روح بن زنباع جذامی کو بلا کر کہا۔ میں تم کو فلسطین میں اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہوں۔ تم قبیلہ لخم و جذام میں رہنا۔ اہل فلسطین کے نگراں کار ہونے کی وجہ سے تم تنہا نہ رہو گے۔ اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لے کر قتال بھی کر سکتے ہو۔ یہ کہہ کر حسان اردن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ناتل بن قیس نے روح کے مقابلہ میں خروج کیا۔ اسے فلسطین سے

نکال کر قبضہ سنبھال لیا۔ اور ابن زبیر کے لیے بیعت لینے لگا۔ ابن زبیر نے عامل مدینہ کو حکم بھیجا تھا کہ بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دے۔ یہ لوگ اپنے بیوی بچوں کو لیے ہوئے شام میں آئے۔ یہاں مروان بھی موجود تھا۔ اور سب لوگ دو فرقوں میں منقسم تھے۔ حسان اردن میں بنی امیہ کا خیر خواہ تھا۔ اور ضحاک فہری دمشق میں ابن زبیر کی طرف مائل تھا۔

حسان نے خطبہ میں کہا اے اہل اردن ابن زبیر اور مقتولوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا ابن زبیر منافق ہے اور کشتگاں حرہ جہنمی ہیں۔ اس نے اب پوچھا یزید کو اور اپنے ان کشتوں کو جو واقعہ حرہ میں قتل ہوئے ہیں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا یزید حق پر تھا اور ہماری طرف کے سب کشتے بہشت میں ہیں۔ یہ سن کر حسان نے کہا۔ سنو اگر یزید اپنی زندگی میں دین حق پر تھا تو اپنے مرنے کے بعد بھی یزید اور اسکے شیعہ حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر اور اسکے شیعہ اس زمانہ میں گمراہ تھے تو اب بھی وہ سب گمراہ ہیں۔ سب نے حسان سے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ ہم سب تم سے اس بات پر بیعت کرنے کے لیے موجود ہیں کہ جو تمھاری مخالفت اور ابن زبیر کی اطاعت کرے گا اس سے ہم لوگ قتال کریں گے۔ ہاں یزید کے ان دونوں بیٹوں یعنی عبداللہ و خالد سے ہم بیزار ہیں۔ یہ ابھی کم سن ہیں۔ ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ اور لوگ تو کسی عمر رسیدہ شخص کو ہمارے مقابلہ میں لائیں اور ہم ایک چھوکرے کو اس کے سامنے کھڑا کریں۔

ضحاک بن قیس تو دمشق میں ابن زبیر کی طرف مائل تھا۔ مگر اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا بنی امیہ میں وہ گھرا ہوا تھا جو کچھ کرتا تھا چھپ کر کرتا تھا۔ یہ خبر حسان کو ہوئی اس نے ضحاک کو ایک خط لکھا اس میں بنی امیہ کے حق کو بہت بڑھا کر ظاہر کیا۔ اور جماعت میں شامل رہنے اور اطاعت کو لازم کرنے پر بہت زور دیا۔ اور بنی امیہ نے خلافت کے بارے میں جو جو کوششیں کیں اور خود حسان کے ساتھ جو جو سلوک کئے تھے وہ یاد دلائے۔ اور اس سے بنی امیہ کی اطاعت کو اختیار کر لینے کی درخواست کی۔ اور ابن زبیر کی مذمت لکھی اور گالیاں دیں اور منافق کہا کہ اس نے خلافت میں سے دو شخصوں کو خلافت سے معزول کیا۔ اور حسن کو یہ بھی لکھا کہ میرا یہ خط سب لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا۔ اور بنی کلب میں سے ایک شخص ناغضہ کو بلا کر یہ خط دیا۔ اور ضحاک کے پاس روانہ کیا۔ اور ایک نقل اس خط کی اتار کر ناغضہ کو دیدی کہ اگر ضحاک اس خط کو سب لوگوں کے سامنے نہ پڑھے تو تم خود کھڑے ہو جانا اور یہ خط سب کو پڑھ کر سنانا اور بنی امیہ کو بھی ایک خط اس مضمون کا حسان نے لکھا۔ کہ اس مجلس میں سب ضرور شریک ہوں۔ غرض ناغضہ خط لے کر ضحاک کے پاس پہنچا۔ اس کا خط اسے دیدیا۔ بنی امیہ کے نام جو خط تھا وہ بنی

امیہ کو پہنچا دیا۔ جمعہ کا دن ہوا تو ضحاک منبر پر گیا۔ ناغضہ نیکھڑے ہو کر کہا آپ سلامت رہیں۔ حسن کا خط سب کو پڑھ کر سنا دیجئے۔ ضحاک نے کہا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا مگر پھر اٹھا۔ اس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ تیسری دفعہ یہ پھر اٹھا اس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ ناغضہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ خط کو نہیں پڑھتا تو اسکے پاس جو نقل موجود تھی وہ نکال کر سب کو سنادی۔

جیرون کا واقعۂ اولیٰ

ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے اٹھ کر حسان کے قول کی تائید کی اور ابن زبیر کو کہا کہ وہ جھوٹا ہے۔ یزید نے غسانی نے اٹھ کر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ سفیان بن کلبی نے اٹھ کر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ عمرو بن حکمی نے اٹھ کر حسان کو گالیاں دیں اور ابن زبیر کی ستائش کی۔ انھیں لوگوں کی پیروی میں اور لوگ بھی باہم اختلاف کرنے لگے۔ ضحاک نے ان تینوں شخصوں کو جنھوں نے حسان کی تائید کی تھی اور ابن زبیر کو گالیاں دی

تھیں۔ یعنی ولید دیزید وسفیان کو قید کرنے کا حکم دیا۔ وہ تو قید کر لئے گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ بنی کلب عمرو بن حکمی پر جا پڑے۔ اسے مارا پیٹا اور اسکے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ خالد بن یزید اٹھا اور منبر کے دوزینوں پر چڑھ گیا ابھی وہ لڑکا تھا اور ضحاک بھی منبر پر بیٹھا ہی ہوا تھا۔ اس نے مختصر سے دو کلمے کہے جو کسی نے کبھی سنے نہ ہونگے۔ اور لوگوں کے شور وشغب کو موقوف کر دیا۔ ضحاک نے منبر سے اتر کر نماز جمعہ پڑھائی اور محل میں داخل ہو گیا۔ اب بنی کلب آئے اور سفیان کو قید سے چھڑا لے گئے۔ بنی غسان آئے وہ یزید کو چھڑا لے گئے۔ ولید نے کہا اگر میں کلب وغسان سے ہوتا تو میں بھی رہا ہو گیا ہوتا۔ یزید کے دونوں بیٹے عبداللہ وخالد اور ان کی ننھیال کے لوگ بنی کلب میں سے ان کے ساتھ آئے اور ولید کو بھی قید سے نکال لے گئے۔ اہل شام اس دن کو جیرون کا واقعۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ دمشق میں ہی ٹھہرے رہے۔

ضحاک ایک دفعہ مسجد دمشق میں آ کر بیٹھا۔ یزید کا ذکر کر کے اس کی مذمت کرنے لگا۔ یہ سن کر قبیلۂ کلب کا ایک نوجوان عصا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور ضحاک کو مارا۔ لوگ تلواریں لگائے ہوئے وہیں بیٹھے تھے۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ مسجد میں تلوار چل گئی۔ بنی قیس تو ابن زبیر اور ضحاک کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور بنی کلب خاندان امیہ خصوصاً خالد بن یزید کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور یزید کی حمایت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ضحاک دارالامارہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ صبح کو نماز پڑھانے کے لئے بھی نہ نکلا۔ فوج میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو بنی امیہ کی طرف مائل تھے۔ کچھ لوگ ابن زبیر کے طرفدار تھے۔

عارضی صلح

اس کے دوسرے دن ضحاک نے بنی امیہ کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ آئے تو بہت معذرت کی۔ اور ان کے احسانات کا ذکر کیا جو اسکے ساتھ یا اسکے دوستوں کے ساتھ انہوں نے کئے تھے۔ اور یہ بھی کہا جو کام تم کو ناگوار ہو میں وہ کام کرنا نہیں چاہتا۔ تم لوگ حسان کو لکھو اور میں بھی لکھتا ہوں۔ کہ وہ اردن سے روانہ ہو کر جابیہ تک آئے۔ یہاں سے ہم تم روانہ ہو کر اسی مقام میں اس سے مل جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر تمہیں میں سے کسی کے ساتھ بیعت کر لیں گے،،۔

بنی امیہ اس بات سے راضی ہو گئے۔ اور انہوں نے حسان کو لکھا ضحاک نے بھی یہی مضمون اسے لکھ بھیجا۔ لوگ جابیہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ بنی امیہ بھی روانہ ہوئے۔ بیر قیس اُڑتی ہوئی چلی۔ اسی اثنا میں ثور بن سُلمی ضحاک کے پاس آیا۔ اور کہا تم نے ہم سے تو ابن زبیر کی اطاعت پر بیعت لی۔ اور خود اس بدوی کلبی کے ساتھ چلے کہ وہ اپنے بھتیجے خالد بن یزید کو خلیفہ بنا دے،،۔ ضحاک نے پوچھا پھر اب تمہارے کیا رائے ہے۔ ثور نے کہا ہمیں اب چھپانا نہیں چاہئے کھل کر کہہ دینا چاہئے کہ ہم سب لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور اس بات کے لئے قتال کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ آخر ضحاک اپنے سب لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے واپس آیا۔ اور مرج راہط کی طرف روانہ ہوا۔

خلیفہ مروان کی بیعتِ خلافت

محرم ۶۵ میں مروان سے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور وہ لشکر لے کر ضحاک سے لڑنے کے لئے روانہ

ہوا۔اور سب کو قتل کر ڈالا۔قبیلۂ قیس کے اتنے لوگ مرج راہط کی لڑائی میں قتل ہوئے کہ کسی معرکہ میں کبھی اس قدر کشت وخون نہیں ہوا۔اکثر لوگوں نے یہی لکھا ہے۔کہ مرج راہط میں ضحاک ومروان میں جو ۶۴ھ میں جنگ ہوئی۔ایک روایت ہے کہ اہل اردن وغیرہ نے مروان سے کہا کہ تو شیخ بزرگ ہے اور یزید کا بیٹا ہے اور ابن زبیر ادھیڑ ہو چکا ہے۔فولاد کو فولاد ہی کاٹتا ہے یزید کے چھوکرے کو ابن زبیر کے مقابلہ میں نہ کھڑا کر۔تو خود خم ٹھونک کر اس سے مقابلہ کرنے کو ڈٹ جا۔لا ہاتھ لا ہم سب تجھ سے بیعت کرنے پر مستعد ہیں۔مروان نے ہاتھ پھیلا دیا سب نے بیعت کر لی۔یہ بیعت بدھ کے دن ذیقعدہ کی تیسری تاریخ ۶۴ھ میں مقام جابیہ میں واقع ہوئی۔

ضحاک اور مروان کی شدید جنگ

ضحاک کو جب یہ خبر پہنچی کہ مروان سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کر لی۔تو اس کے ساتھ جتنے لوگ تھے ان سے ابن زبیر کے لئے اس نے بیعت لی۔اور ضحاک اور مروان دونوں ایک دوسرے کے قتال کرنے کو روانہ ہوئے۔ان دونوں فرقوں میں بہت بڑی کشت وخون ہوئی۔ضحاک اور اس کے ساتھی سب قتل ہو گئے۔عبدالرحمن بن ضحاک ایک نوجوان شخص تھا جب یہ مدینہ کا حاکم بن کر آیا ہے تو اس نے ایک دن ذکر کیا۔کہ ضحاک نے جو بنی قیس وغیرہ سے بیعت لی تھی وہ اپنی خلافت کے لئے لی تھی۔یہ سن کر زُفر بن فہری نے کہا ہم جانتے ہیں اور یہی سنتے چلے آئے ہیں۔لیکن زبیر کی اولاد یہی کہتی ہے۔کہ ضحاک نے عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت لی تھی۔اور اسی کی اطاعت میں خروج کیا تھا۔اور کہتے ہیں کہ واللہ وہ باطل پر قتل ہوا۔اس سے پہلے ہی قریش نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تھا۔جب تو اس نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کر دیا۔پھر مجبور ہو کر اسے یہی کرنا پڑا۔

مروان بن حکم کی بیعت کے لئے لوگوں کی تیاریاں:۔

ضحاک نے ابن زبیر کے لئے بیعت لینا شروع کی تو دمشق کے سب لوگوں نے جو اہل یمن وغیرہ تھے اس سے بیعت کر لی تھی۔بنی امیہ اور ان کے متبعین جابیہ میں چالیس دن تک حسان کے ساتھ نماز پڑھتے اور مشورہ کرتے رہے۔نعمان بن بشیر حمص میں زُفر بن حارث قنسرین میں اور ناتل بن قیس فلسطین میں حاکم تھے۔ان تینوں امیروں کو ضحاک نے کمک بھیجنے کے لئے لکھا تھا۔نعمان نے شرحبیل کو کمک طلب کرنے کے واسطے روانہ کیا۔اور زفر و ناتل نے قنسرین اور فلسطین سے لوگوں کو روانہ کیا۔یہ سب فوجیں ضحاک کے پاس ہرج راہط میں جمع ہو گئی تھیں۔جابیہ میں یہ جھگڑا پڑا ہوا تھا کہ مالک بن سکونی تو یہ چاہتا ہے کہ یزید کا کوئی بیٹا خلیفہ ہو جائے۔حصین بن نمیر چاہتا تھا کہ مروان کو خلافت ملے۔مالک نے حصین سے کہا آؤ۔ہم تم اس لڑکے سے بیعت کر لیں (یعنی خالد سے) اس کا باپ ہمارا عزیز ہے۔یہ ہمارا بھانجا ہے اس کا باپ ہماری جیسی عزت کرتا تھا اس سے یہ خوب واقف ہے۔یہ تو ہم کو سارے عرب کا حاکم بنا دے گا۔حصین نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔عرب تو کسی شیخ بزرگ کو ہمارے روبرو لائیں۔اور ہم ایک چھوکرے کو ان کے سامنے لے کر جائیں۔مالک نے کہا۔اگر تو نے مروان اور ان کے خاندان کو خلیفہ بنا دیا۔تو وہ لوگ تیری ذرا ذرا سی چیز پر حسد کریں گے۔یہ تیرا کوڑہ اور جوتے کا تسمہ تک نہ دیکھ سکیں گے۔کسی درخت کی چھاؤں میں تیرا بیٹھنا بھی انہیں گوارا نہ ہوگا۔مروان ایک بڑے خاندان کا باپ ہے بڑے خاندان کا بھائی اور بڑے خاندان کا چچا ہے۔اس سے بیعت کر کے سارے خاندان کے غلام تم بن جاؤ گے۔تمہیں چاہئے کہ اپنے

بھانجے خالد سے بیعت کرلو۔ حصین نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک قندیل لٹکی ہوئی ہے۔اور جتنے لوگ حکومت کی ہوس رکھتے ہیں یہ سب چاہتے ہیں۔قندیل کو پکڑلیں۔اورنہیں پاسکتے۔مروان بڑھتا ہے اورقندیل کو پاجاتا ہے۔واللہ ہم تواسی کوخلیفہ بنائیں گے۔جب مروان کی بیعت پرسب کی رائے ہوگئی۔توروح بن زنباع کھڑا ہوا۔حق تعالیٰ کی حمد وثناء کیااور کہااے لوگو! عبداللہ بن عمر سے تم لوگ واقف ہوان کا رسول اللہ صلعم کے شرف صحبت سے مشرف ہونااوران کا اسلام میں سابق ہوناتم کومعلوم ہے جو کچھ ان کے بارے میں تمہیں معلوم ہے وہ ایسے ہی ہیں۔لیکن وہ ایک کمزور مرد ہیں۔اورامت محمد کاامیر ضعیف نہیں ہوسکتا۔عبداللہ بن زبیر کے بارے میں لوگ جو کچھ کہتے ہیں۔اور جس جس وصف کاان کے لئے دعویٰ کرتے ہیں۔واللہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔وہ رسول اللہ صلعم کے صحابی حضرت زبیرؓ کے بیٹے ہیں۔اسماء بنت ابوبکر صدیق ذات النطاقین کے فرزند ہیں۔اوران میں اب بھی جوفضیلت ان کی تم بیان کرتے ہوموجود ہے۔لیکن ابن زبیر منافق ہے۔انہوں نے خلفاء میں سے دوشخصوں کوچھوڑ دیا۔ایک یزید دوسرے ان کے بیٹے معاویہ کو۔اس کے علاوہ انہوں نے خون ریزی کی۔مسلمانوں میں اختلاف ڈالا۔اورامت محمد ﷺ کاامیر منافق نہیں ہوسکتا۔مروان کے بارے میں پوچھو۔تو واللہ اسلام میں کبھی ایسا کوئی رخنہ نہیں پڑا جسے اس نے بند نہ کیا ہو۔یہ وہ شخص ہے کہ امیر المومنین عثمان کی طرف سے یوم الدار میں اس نے قتال کیا۔یہ وہ شخص ہے جس نے علی سے جنگ جمل میں قتال کیا۔ہماری رائے سب لوگوں کے لئے یہ ہے کہ قوم کے بزرگ (یعنی مروان) سے بیعت کرلیں اورکم سن لوگوں کو (یعنی خالد) نائب قراردیں۔غرض بیعت کرنے پرسب اتفاق کیا۔اس ترتیب سے کہ پہلے مروان خلیفہ ہوپھر خالد پھر عمرو بن سعید۔اوردمشق کاامیر عمرو بن سعید رہے گا۔اورحمص کا خالد حکمراں رہے گا۔

مروان کا خلیفہ بننااورضحاک سے مقابلہ:۔

اب حسان نے خالد کوبلاکرکہا کہ پیارے بھانجے تیرے کم سن ہونے کے سبب سے لوگوں نے تیری خلافت کوپسندنہیں کیا۔میں خلافت کے معاملے میں تیرے اورتیرے خاندان کے سواکسی کے لئے نہیں چاہتا اگر میں مروان سے بیعت بھی کرونگاتومحض تم لوگوں کے خیال سے۔خالد نے کہانہیں ہم لوگوں سے آپ اکتا گئے۔

کہاواللہ اکتایانہیں لیکن مصلحت یہی ہے جو میں کہہ رہاہوں اس کے بعد حسان نے مروان کوبلاکرکہا کہ اے مروان واللہ سب لوگ تواس بات پرراضی نہیں ہیں کہ تجھ سے بیعت کریں۔مروان نے جواب دیا۔اگرخدا کومنظور ہے کہ مجھی کوخلافت ہو۔توخلق خدامیں سے کوئی روک نہیں سکتا۔اگر خدا ہی کومنظورنہیں ہے۔توخلق خدامیں سے کوئی مجھے خلافت دے نہیں سکتا۔حسان نے کہایہ توتم نے سچ کہا۔یہ کہہ کرمنبر پرگیااورکہااے لوگوانشاءاللہ جمعرات کے دن ہم لوگ کسی کوخلیفہ مقررکردیں گے۔جمعرات کادن آیاتومروان سے سب نے بیعت کرلی۔اورمروان لوگوں کوساتھ لے کرجابیہ سے روانہ ہوا۔اورمرج راہط میں جاکرضحاک کے مقابلہ پراترا۔مروان کے ساتھ کلب وسکاسک وسکون وغسان اورحسان کے لوگ اس کے علاوہ تھے۔عمرو بن سعید لشکر کے میمنہ پرتھااورابن زیاد میسرہ پر۔یزید بن غسان جابیہ کی لڑائی میں شریک نہیں ہواوہ دمشق میں چھپارہا۔

ضحاک کی شکست:۔

مروان جب مرج راہط میں پہنچاتواس نے اپنے غلاموں کوساتھ لے کراہل دمشق پرحملہ کردیا۔شہرپرقبضہ

کرلیا۔ضحاک کے عامل کو وہاں سے نکال دیا خزانوں پر اور بیت المال پر قابض ہوگیا۔مروان کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور مال واسباب اور ہتھیاروں کے ذریعے اس کی مدد کی۔بنی امیہ کے فتوحات میں یہ پہلی فتح تھی۔مروان بیس دن تک ضحاک سے لڑتا رہا۔اسکے بعد ضحاک قتل ہوا اور ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ضحاک کے ساتھ رؤسائے شام میں سے اسی افراد مارے گئے۔جو صاحب قطیفہ تھے۔اور جو شخص صاحب قطیفہ ہوتا ہے۔اس کا وظیفہ دو ہزار مقرر تھا۔اس جنگ میں اتنے اہل شام بہت قتل ہوئے۔کسی واقعہ میں اس طرح قتل نہیں ہوئے تھے۔اور شامی قبیلوں کے لوگ اس میں شامل تھے۔ضحاک کے ساتھ ایک شخص بنی کلب کا مالک بن یزید بھی قتل ہوا۔قضاعہ کا علمدار بھی قتل ہوا۔قضاعہ کی جمعیت شام میں جب داخل ہوئی تھی۔تو یہی شخص اس دن بھی علم لئے ہوئے تھا۔ثور بن سلمٰی جس نے ضحاک کی رائے بدل دی تھی۔اسی جنگ میں مارا گیا۔

مروان کے اشعار

ایک شخص کلبی ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا۔تو اسے برا معلوم ہوا۔کہنے لگا جب عمر گزر گئی ہڈیاں چور ہوگئیں زاغ سحری ہوگیا تو میں فوجیں لڑانے کو اٹھا۔اور ایک دن کسی کی لاش پر اسکا گزر ہوا تو یہ شعر پڑھا:

وماضرّ ھم غیرحَین النفوس — ایُّ امیریُ قریش غلب

جان تو جاتی رہی اب انہیں کچھ پروا نہیں کہ دو امیروں میں سے کسے غلبہ ہوا۔اب کوئی انکا کیا کرسکتا ہے؟۔

جب مروان سے بیعت ہوئی اور اس نے خلافت کا دعویٰ کیا تو یہ شعر کہے:

لمارایت الامر امراُنھبا — یسّرت غسّانالھم و کلبا

جب میں نے یہ دیکھا کہ امر خلافت میں لوٹ مار ہو رہی ہے تو میں نے مخالفوں کے مقابلہ میں قوم غسان و بنی کلب کو مہیا کیا۔

واسلس رجالاغلبا — وطیئاً تاباہ الاضربا

اور قوم سکسک کے قوی ہیکل سپاہیوں کو اور بنی طے کو جو ایسے ناگوار امور میں بغیر وار کئے نہیں رہتے۔

والقین غشی فی الحدید نکبا — ومن تنوخ مشمخر اصبعبا

اور بنی قین جو زرہ بکتر پہنے بانکپن سے چلتے ہیں اور قوم تنوخ کو جو متکبر و سردار ہیں۔

لایاخذون الملک الاغصبا — وان دنت قیس فقل لاقربا

یہ لوگ جس ملک کو لیتے ہیں چھین کر لے لیتے ہیں۔اب اگر بنی قیس تمھارے قریب آئیں تو ان سے کہہ دو کہ دور رہو۔

ضحاک کے قاتل کے لیے انعام

جو شخص ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا تھا کہتا ہے میں نے زحنہ بن کلبی کو دیکھا کہ جیسے لوگوں پر آگ برسا رہا ہے۔جس پر برچھی کا وار کیا اسے گرا دیا۔جسے تلوار ماری اسے قتل کر دیا۔اسی اثناء میں اس نے ضحاک سے مقابلہ کیا۔زحنہ نے اسے بھی قتل کیا۔اور اسے وہیں چھوڑ دیا۔میں اس کا سر لے کر مروان کے پاس پہنچا۔پوچھا کہ کیا تم نے اسے قتل کیا۔میں نے کہا قتل تو اسے زحنہ نے کیا ہے میرا سچ سچ کہہ دینا مروان کو اچھا معلوم ہوا۔میرے لئے بھی اس نے انعام کا حکم دیا اور زحنہ کے ساتھ بھی احسان سے پیش آیا۔مروان کا علم ابن کرہ اٹھائے ہوئے تھا۔قتال کے وقت مروان

اس کی پیٹھ میں نیام شمشیر سے ٹھوکا دیتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا نشان کو اور قریب لے جا۔ یہ لوگ جب تلوار کی آنچ پائیں گے تو اس طرح بھاگیں گے جس طرح اونٹ اور بھیڑیں چرواہے کے سامنے سے بھاگتی ہیں۔

محارب خاندان کے ایک شخص کی بہادری

مروان کے لشکر میں چھ ہزار فوجی تھے۔ سواروں کا افسر ابن زیاد تھا پیادوں کا مالک بن ہبیرہ۔ بشر بن مروان بھی جھنڈا لیے ہوئے جنگ میں مصروف تھا۔ اور کہتا جاتا تھا:

ان علی الرئیس حقا حقا ۔ ان یخضب الصعدۃ او تندقا

فوج کے سردار کا کام یہ ہے کہ خون سے رنگین کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔

عبدالعزیز بن مروان بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ مروان نے خاندان محارب کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مروان کی طرف سے جنگ کر رہا تھا اسکے علم کے نیچے تھوڑے ہی سے لوگ تھے۔ مروان نے کہا مجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تیرے ساتھ بہت کم لوگ ہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا کر مل جا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین ہماری مدد کے لیے ملائکہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں جن کے ساتھ مل جانے کو تو ہم سے کہہ رہا ہے۔ اس بات سے مروان بہت خوش ہوا ہنسنے لگا اپنے سپاہیوں میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ کر دیے۔

زفر کا عیاض کو دھوکہ دینا

مرج سے شکست کھا کر لوگ اپنے اپنے لشکر کی طرف بھاگے اہل حمص حمص کی طرف گئے۔ یہاں نعمان بن بشیر حاکم تھے۔ نعمان کو یہ خبر جو معلوم ہوئی تو وہ راتوں رات اپنی بی بی نائلہ کلبیہ کو اور سب لڑکوں کو اور مال و متاع کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ رات بھر مارے مارے پھرتے رہے۔ اہل حمص صبح کو ان کی تلاش میں نکلے۔ عمرو بن کلائی نے انھیں ڈھونڈ نکالا اور قتل کر ڈالا۔ ان کے سر کو اور ان کی زوجہ اور بچوں کو وہ ساتھ لیے ہوئے آیا۔ اور ان کی بیٹی ام ابان کی گود میں ان کا سر ڈال دیا۔ یہی ام ابان اس کے بعد حجاج بن یوسف کے پاس تھی۔ نعمان کی بیوی نے کہا یہ سر مجھے دو اس سے زیادہ میں اس سر کی حقدار ہوں۔ غرض اس نے نائلہ کی گود میں نعمان کا سر ڈال دیا۔ حمص میں ان سب کو لیے ہوئے کلائی جب پہنچا تو بنی کلب نائلہ کو اور اسکے بچوں کو آ کر لے گئے۔

زفر قنسرین سے بھاگ کر قرقیسیا کی طرف پہنچا۔ یہاں یزید کی طرف سے عیاض حاکم تھا۔ اس نے زفر کو قرقیسیا میں داخل نہ ہونے دیا۔ زفر نے طلاق اور تعلق کی بہت شدید قسمیں اٹھا کر کہا کہ کہا مجھے فقط یہاں حمام میں جانے کی اجازت دے دو۔ حمام سے نکل کر میں یہاں قیام نہ کرونگا۔ اجازت ملتے ہی قرقیسیا میں داخل ہو گیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں۔ عیاض کو وہاں سے نکال کر خود وہیں قلعہ بند ہو گیا۔ بنی قیس اس کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ناتل صاحب فلسطین میدان سے بھاگ کر ابن زبیر کے پاس مکہ چلا گیا۔ اب تمام اہل شام کا اتفاق مروان پر ہو گیا۔ وہ مرجع خلائق بن گیا۔ ملک شام میں اس نے اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ شام کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ مصر میں آیا۔

مصر میں حاکم ابن جحدم تھا اور وہ بھی ابن زبیر کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ مروان کے آنے کی خبر سن کر وہ بنی فہر کے کچھ لوگ ساتھ لے کر ادھر مروان کی طرف متوجہ ہوا۔ ادھر مروان نے عمرو بن سعید کو اس کے پیچھے پیچھے روانہ کیا۔ یہ مصر میں داخل ہوا اور منبر پر جا کر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو عمرو کے مصر میں داخل ہو جانے کا حال جو معلوم ہوا تو سب

ابن حجدم کے ساتھ سے الگ ہوکر واپس چلے آئے۔سب نے مروان کو اپنا امیر بنایا اور اس سے بیعت کرلی۔مروان مصر سے دمشق کو واپس جارہا تھا۔قریب پہنچ کر یہ خبر سنی کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو فلسطین کی طرف روانہ کیا ہے۔

عمرو بن سعید اور مصعب کا مقابلہ

مروان نے عمرو بن سعید کو فوج کے ساتھ مصعب سے مقابلہ کرنے کو روانہ کیا۔ابھی وہ سرحد شام میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ عمرو کے لشکر نے اسے روک لیا دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔مصعب کو شکست ہوگئی۔اس کے ساتھ ایک شخص محمد بن حریث تھا جسے عمرو بن سعید سے قرابت تھی۔اسکا بیان ہے کہ واللہ میں نے مصعب کا سا دلیر نہیں دیکھا۔سوار ہو یا پیدل دونوں حالتوں میں زور و شور سے حملہ کرتا تھا۔راستہ میں پیدل ہو جاتا تھا۔اور اپنے ساتھیوں کو ترتیب و انتظام سے لے چلتا تھا۔اور پیادہ پا دوڑتا تھا کہ اس کے تلووں کو میں نے دیکھا زخمی ہوگئے ہیں۔مروان واپس آیا اور دمشق کی طرف سے اسے اطمینان ہوگیا اور عمرو بن سعید بھی واپس آگیا۔

اہل تدمُر کا مروان کی بیعت کرنا:۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد عراق سے جب شام میں آیا ہے تو اس نے بنی امیہ کو تدمر میں پایا۔ان لوگوں کو ابن زبیر نے مدینہ سے مکہ سے سارے ملک حجاز باہر سے نکال دیا تھا۔یہ لوگ تدمر میں اتر پڑے۔اور ان کو معلوم ہوا کہ ضحاک بن قیس اس وقت ابن زبیر کی طرف سے امیر شام ہے۔ابن زیاد اس وقت پہنچا ہے کہ ابن زبیر سے بیعت کرنے کو اور بنی امیہ کے لئے ان سے امان طلب کرنے کے لئے مروان روانہ ہونے والا تھا۔ابن زیاد نے کہا ”خدا کے لئے اس ارادے سے باز آ۔یہ عقل کی بات نہیں ہے کہ بزرگ قریش ہوکر تو اس مکار سے بیعت خلافت کرنے جائے۔تجھے چاہئے کہ اہل تدمر کو دعوت دیکر ان سے بیعت لے۔پھر ان کو تمام بنی امیہ جو تیرے ساتھ ہیں کو لے کر ضحاک بن قیس پر چڑھائی کر اسے شام سے نکال دے۔

عمرو بن سعید پکارا واللہ ابن زیاد سچ کہتا ہے۔اور یہ بات بھی تو سچ ہے کہ تو قریش کا سردار اور رئیس ہے خلافت کا سب سے بڑھ کر تجھے حق ہے۔ہاں اس لڑکے پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے (یعنی خالد بن یزید) تو اس کی ماں سے نکاح کرلے۔وہ تیرا فرزند ہو جائیگا۔مروان نے ایسا ہی کیا پہلے اس نے خالد کی ماں سے عقد کیا اس عورت کا نام فاختہ تھا۔پھر بنی امیہ کو جمع کرکے ان سے بیعت لی۔انہوں نے اسے اپنا امیر بنایا پھر تدمر کے سب لوگوں نے بیعت کی۔اب مروان ایک انبوہ کثیر اپنے ساتھ لے کر ضحاک سے لڑنے کے لئے نکلا۔ضحاک نے سنا کہ بنی امیہ نے مروان سے بیعت کرلی اب مجھ سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔تو اہل دمشق وغیرہ میں جو لوگ اس کے پاس تھے ان کو لے کر مقابلہ کرنے کو نکلا۔انہیں لوگوں میں زفر بھی تھا۔مرج راہط میں بہت شدید لڑائی ہوئی۔ضحاک اور اس کے ساتھی قتل ہوگئے۔جو باقی رہے وہ کسی نہ کسی طرف بھاگ گئے۔زفر بھی دو نوجوانوں کے ساتھ کسی طرف بھاگا جاتا تھا۔

زفر قرقیسیا کا سردار بن گیا:۔

اسی طرف سے مروان کے سوار آپڑے۔اور وہ انہیں کے تعاقب میں تھے۔دونوں جوانوں نے زفر سے کہا۔ہم دونوں تو مارے جائیں گے تم اپنے کو بچا سکتے ہو تو بچاؤ۔زفر ان دونوں سے الگ ہوکر قرقیسیا کی طرف نکل

گیا۔ وہاں بنی قیس اس کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اسے اپنا رئیس بنالیا۔

زفر کے اشعار:۔

وہیں زفر نے یہ اشعار کہے:

ارینی سلاحی لاابالک اننی
اری الحرب لاتزدادلاتمادیا
فقدینبت المرعیٰ علی ومن الثری
وتبقیٰ حزازات النفوس کماھیا
اتذھب کلب لم تنلھا رماحنا
وتترک قتلی راھط ھی ماھیا
فلم ترمنی بنوة قبل ھذہ
فراری و ترکی صاحبی ورائیا
ایذھب یوم واحد ان اساتہ
باصلح ایامی و حسن بلائیا
فلا صلح حتی شھط الخیل بالقنا
وتثار من نسوان کلب نسائیا

میرے سلاح میرے سامنے لاکر رکھ دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لڑائی میں بہت طول ہوگا۔ زمین کے خس و خاشاک پر تو سبزہ اگ بھی آتا ہے دلوں میں جو کدورتیں بھری ہوئی ہیں وہ اسی طرح رہ جاتی ہیں۔ کیا بنی کلب ہماری برچھیوں سے بچ جائیں گے اور جنگ راہط کے مقتولوں عوض نہ لیا جائے گا۔ اس لغزش کے سوا کے اپنے دو ساتھیوں کو چھوڑ کر میں بھاگ آیا مجھ سے کوئی قصور نہیں ہوا ہے۔ کیا اس کی ایک لڑائی میں جو مجھ سے یہ غلطی ہوئی اسکے سبب سے اور میرے کارنامے اور میری ثابت قدمی مٹ جائے گی۔ ہم جب تک برچھیا مار مار کے سواروں کو خون میں لٹا نہ دیں۔ جب تک بنی کلب کی عورتوں سے ہماری عورتیں انتقام نہ لے لیں۔ صلح کیسے ہو سکتی ہے؟

ابن قعطل نے ان اشعار کا اس طرح جواب دیا:

لعمری لقد ابقت وقیعہ راھط
علی زفردا من الداء باقیا
وعا بسلاح ثم احجم اذرای
سیوف جناب والطوال طذا کیا

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جنگ راہط نے زفر کو ہمیشہ کے بغض میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسلحہ اس نے طلب تو کیا لیکن جب ہماری طرف کی تلواریں اور گھوڑے دیکھے تو ہچکچا رہ گیا۔

عمرو بن کلبی نے زفر کے جواب میں یہ اشعار کہے:

بكى زفر القيسى من هلك قومه
بعبرة عين ما تجف سجومها
ابحنا حمى للحى قيس براهط
دولت شلا لا لا واستبيح حريمها
مت كمد او عش ذليلا مهضما
بحسرة نفس لاتنام همومها

ہم نے جنگ راہط میں بنی قیس کو تباہ کر دیا وہ تو اِدھر اُدھر بھاگے جاتے تھے اور ان کے اہل حرم کو ہم لوٹ رہے تھے۔ زفر قیسی اپنی قوم کے قتل ہو جانے پر ایسے آنسوؤں سے رویا جن کا ٹپکنا موقوف ہی نہیں ہوتا۔ اے زفر اس غم میں مر جا یا جی تو ذلت وحسرت میں جو مٹنے والی نہیں۔

یہ اشعار بھی زفر نے جبھی کہے تھے:

افى الله اما مجدل وابن بحدل
فيحى واما ابن الربى فيقتل
كذبتم وبيت الله لا تقتلونه
ولما يكن يوم اغر محجل
ولما يكن للمشرفية فوقكم
شعاع كقرن الشمس حين ترجل

کیا یہ مرضی ہے خدا کی کہ بحدل اور ابن بحدل تو زندہ رہیں اور ابن زبیر قتل کیے جائیں۔ خانہ کعبہ کی قسم ہے کہ یہ گمان تمھارا غلط ہے۔ ابن زبیر کو تم قتل نہ کر سکو گے۔ ابھی گھمسان کی لڑائی کہاں ہوئی؟ ابھی تم لوگوں کی صفوں پر تلوار اس طرح کہاں چمکی جس طرح سورج کی کرن طلوع ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن حکم نے زفر کے جواب میں یہ شعر کہے:

اتذهب كلب قدحمتها رماحها
وتترك قتلى راحولا ما اجنت
لحا الله قيسا قيس عيلان انها
اضاعت ثغو المسلمين دولت
فباه بقيس فى الرخاء ولا تكن
اخاها اذاما المشرفية سلت

بنی کلب جن کی برچھیاں ان کی کمک کرتی رہیں کیا ایسے ہیں کہ جنگ راہط میں جو لوگ ان کی طرف کے قتل ہوئے بغیر ان کو دفن کیے میدان سے چلے آتے۔ بنی قیس پر خدا کی مار ہو اس نے اسلام کی حد کو چھوڑ دیا اور سب بھاگ گئے۔ بس زمانہ میں بنی قیس کی دوستی پر فخر کر لے۔ تلوار کھنچ جائے تو پھر ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر۔

حصین بن نمیر کا مروان کی مشروط بیعت کرنا

حصین بن نمیر نے مروان سے بیعت کی اسکے ساتھ یہ شرط بھی کی کہ شام میں جو لوگ بنی کندہ کے ہیں ان کو مقام بلقام میں زمینیں دے اور جاگیر دے۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ مالک نے حصین بن نمیر کو یہ مشورہ دیا تھا کہ خالد بن زید سے بیعت کرے۔ حصین نے اسکا کہنا نہ مانا اور مروان سے بیعت کرلی۔ حکم کی اولاد میں سے اور لوگوں نے بھی خالد بن یزید سے کچھ وعدے لئے تھے۔ اسی پر ایک دن مروان نے اپنی محفل میں یہ کلمہ کہا کہ لوگوں نے اپنے لیے وعدے لے رکھے ہیں۔ انھیں لوگوں میں ایک صاحب عطر میں بسے ہوئے آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہیں، یہ اشارہ ابن ہبیرہ کی طرف تھا۔ اور وہ اس محفل میں مروان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اور اسے عطر ملنے اور سرمہ لگانے کا بہت شوق تھا۔ یہ سن کر ابن ہبیرہ نے کہا۔ ہنوز دلی دور ہے اور کوئی مشکل بھی درپیش نہیں۔ مروان نے کہا معاف کرنا میں نے مزاح سے یہ بات کہی تھی۔ ابن ہبیرہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

ابن خازم کے حالات

لوگوں کے دلوں میں سلم کی بے پناہ محبت

سلم بن زیاد نے سمرقند و خوارزم کی غنیمت میں سے یزید بن معاویہ کے لیے عبداللہ بن خازم کے ہاتھ ہدایا روانہ کیے۔ یزید کے مرنے تک سلم خراسان کا حاکم رہا۔ اس کو ادھر تو یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اسکے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ اس کا ایک بھائی یزید بن زیاد سجستان میں مارا گیا دوسرا بھائی ابوعبیدہ بن زیاد اسیر ہوگیا۔ سلم نے اس خبر کو چھپایا آخر ابن عراوہ نے چند شعر کہے:

ابـنـی امیة ان اخـر مـلـک کـم
جسـد بـحـواریـن ثـم مـقـیم
طـرق مـنـیتـه وعـنـدو سـاده
کـوب وزق واعف مـرقـوم
مـورنـه تبـکـی عـلـی نشوانـه
بـالـضـبح تـقـعـد تـارـة و تـقـوم

اے بنی امیہ تمھارے جری بادشاہ کی لاش حوارین میں پڑی ہوئی ہے۔ ایسے وقت موت آئی کہ اسکے بستر مرگ کے پاس ساغر و مینا اور شراب کا سربمہر مشکیزہ رکھا ہوا تھا جس میں سے شراب رس رہی تھی۔ اور ایک مغنیہ اس مست کے بستر کے پاس رو رہی تھی سارنگی لیے ہوئے کبھی اٹھتی تھی کبھی بیٹھتی تھی۔

ابن عرواہ کے یہ اشعار جو مشہور ہوئے تو سلم نے یزید اور معاویہ بن یزید کے مرنے کا حال ظاہر کردیا۔ اور لوگوں سے کہا آؤ جب تک کسی خلیفہ کو سب لوگ مقرر کریں۔ اس پر بیعت کرلو۔ سب نے اس کی بیعت کی۔ دو مہینے تک اس بیعت پر قائم رہے۔ پھر اس عہد کو توڑ ڈالا۔ اہل خراسان سلم کو جس قدر عزیز رکھتے تھے اتنا کسی حاکم کو نہیں رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کے زمانہ میں جو ولادتیں ہوئی ان میں سے بیس ہزار بچوں کا نام سلم رکھا گیا۔ جب اہل خراسان

نے سلم سے بیعت کر کے توڑ ڈالی تو وہ خراسان سے روانہ ہو گیا۔ مہلب کو اپنا جانشین بنا گیا۔ سرخس تک پہنچا تھا کہ سلیمان بن مرثد سے ملاقات ہوئی۔

ابن خازم کی خلافت کے لیے کوششیں

اس نے پوچھا کہ خراسان میں کسے اپنا جانشین کر آیا کہا مہلب کو۔ کہا بنی نزار سے تجھے کوئی نہ ملا کہ تمیمی کو حاکم خراسان بنا دیا۔ سلم نے ابن مرثد کو بھی مرورود و فاریاب و طالقان و جوزجان کا امیر کر دیا۔ اور اوس بن ثعلبہ کو والی ہرات بنا دیا۔ جب نیشاپور میں سلم پہنچا تو عبداللہ بن خازم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی یہی سوال کیا کہ تو نے خراسان میں کسے چھوڑا۔ سلم نے سارا حال بیان کر دیا۔ ابن خازم نے یہ سن کر کہا شہر میں تجھے کوئی نہ ملا کہ اسے والی خراسان بنائے۔ تو نے خراسان کو بنی بکر و مزن اہل یمن میں تقسیم کر دیا۔ خراسان کا فرمان میرے نام پر لکھ دے۔ میں خراسان پر حکومت کرونگا۔ تو میرے نام فرمان لکھ دے پھر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔ سلم نے اسکے نام فرمان لکھ دیا اس نے کہا ایک لاکھ درھم سے میری مدد بھی کر۔ سلم نے لاکھ درھم بھی اسے دلوا دیے۔ ابن خازم مہلب کی طرف متوجہ ہوا۔ مہلب کو بھی خبر ہو گئی۔ اس نے بنی جشم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین کیا اور خود ابن خازم کی طرف متوجہ ہوا۔ ابن خازم جب خراسان میں پہنچا تو جشمی اسے مانع ہوا۔ دونوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا۔ جشمی کے ماتھے پر ایک پتھر آ لگا۔ لڑائی موقوف ہوئی۔ جشمی نے ابن خازم کو مرورود کی طرف جانے کا راستہ دیدیا۔ ابن خازم مرورود میں داخل ہو گیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد جشمی مر گیا۔ اس زمانہ میں خراسان کے لوگوں نے اپنے اپنے حاکموں پر حملہ کر کے وہاں سے انھیں نکال دیا۔ جسے جو صوبہ مل گیا وہ اس کو دبا بیٹھا۔ ابن خازم کا تسلط خراسان پر ہو گیا اور آتش حرب مشتعل ہو گئی۔

ابن خازم اور سلیمان بن مرثد کی باہمی جنگ

ابن خازم نے مرو پر قبضہ کر کے سلیمان بن مرثد پر مرورود میں چڑھائی کی۔ کچھ دنوں جنگ ہوتی رہی۔ سلیمان بن مرثد کو قتل کر کے عمرو بن مرثد سے لڑنے کو طالقان کی طرف بڑھا۔ عمرو کے ساتھ سات سو سرباز تھے۔ اسے معلوم ہوا کہ ابن خازم اسکے بھائی کو قتل کر کے خود اس سے لڑنے کو آ رہا ہے یہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ نہر پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ ابن خازم کے سب لوگ ابھی پہنچے ہی تھے۔ اس نے میدان جب میں آنے کا حکم دیا اور خود بھی جنگ کے لیے تیار ہوا پوچھا کہ زہیر کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ابھی نہیں آیا۔ اس اثناء میں زہیر بھی آ گیا۔ ابھی اس نے رخت سفر کو بھی نہ اتارا تھا کہ لوگوں نے ابن خازم سے کہا لو زہیر آ گیا۔ اسے ابن خازم نے حکم دیا کہ آگے بڑھ کر قتال کرے۔ دونوں فریق دیر تک لڑتے رہے۔ عمرو بن مرثد اسی لڑائی میں مارا گیا۔ اسکے ساتھی بھاگ کر اوس بن ثعلبہ کے پاس ہرات میں چلے گئے۔ اور ابن خازم مرو کی طرف واپس آیا۔ شاعر نے کہا:

اتذهب ايام الحروب ولم بنى

زهير بن يان بعمر و بن مرثد

ایام جنگ کیا یونہی نکل جائیں گے۔ ابھی تو عمرو بن مرثد کا بدلہ زہیر سے نہیں لیا گیا۔

بعض لوگوں کا ابن ثعلبہ کی بیعت کرنا

مرورود میں قبیلہ بکر بن وائل کے جو لوگ تھے سب بھاگ کر ہرات میں چلے آئے۔ اور اس خاندان کے لوگ جو خراسان کے قریب میں تھے وہ بھی سب آ کر ان سے مل گئے۔ بکر بن وائل کا ایک جم غفیر ہرات میں جمع ہو گیا۔ اوس بن ثعلبہ ان سب کا رئیس تھا۔ اوس سے سب نے کہا ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں اس شرط پر کہ ابن خازم سے چل کر لڑ۔ اور قوم مضر کے سب لوگوں کو خراسان سے نکال دے۔ ابن ثعلبہ نے کہا یہ تو بغاوت ہے اور بغاوت کا ساتھی کوئی نہیں ہوتا۔ تم لوگ اپنی اسی جگہ ٹھہرے رہو اگر ابن خازم تم سے تعرض نہ کرے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ ضرور تعرض کرے گا تو تم اپنے اسی جگہ پر راضی رہو۔ وہ جہاں ہے وہیں اسے رہنے دو۔ یہ سن کر صہیب کہنے لگے نہیں اللہ کی قسم ہم اور قوم مضر جس نے مرثد کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا ایک شہر میں رہیں ہم کو یہ منظور نہیں۔ تم ہماری بات مانتے ہو تو مانو نہیں تو ہم کسی اور کو اپنا امیر بنا لیں گے۔ ابن ثعلبہ نے کہا تمھیں میں سے ایک شخص میں بھی ہوں جو تمھاری مرضی ہے وہ سہی۔ یہ سن کر سب نے اس سے بیعت کر لی۔

ابن خازم اور ابن ثعلبہ میں جنگ کی تیاریاں

ابن خازم اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین کر کے ان لوگوں سے قتال کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ہرات کے اور اس کے درمیان جب ایک وادی کا فاصلہ رہ گیا تو وہیں اس نے لشکر ڈال دیا۔ اب بنی بکر نے ابن ثعلبہ سے کہا۔ نکل شہر کے باہر خندق کھود۔ ہم سب شہر کو پس پشت رکھ کر دشمن سے قتال کریں گے۔ ابن ثعلبہ نے کہا تم کو شہر ہی میں رہنا چاہیے تمہارا شہر مستحکم ہے۔ ابن خازم جہاں اترا ہے وہیں اسے رہنے دو۔ زیادہ دن ہو جائیں گے وہ اکتا جائے گا۔ اور تمھاری مرضی کے موافق ملک تمہیں دیدے گا۔ پھر جب ضرورت ہو تو قتال بھی کر سکتے ہو۔ کسی نے اس کا کہنا نہ مانا۔ شہر سے نکلے اور شہر کے اور دشمنوں کے درمیان انھوں نے خندق کھود لی۔ اور ابن خازم ان لوگوں سے کوئی سال بھر لڑتا رہا۔

ہلال ضبی کی صلح کی کوشش

جنگ شروع ہونے سے پیشتر ہلال ضبی نے ابن خازم سے کہا کہ اپنے چچا زاد بھائی پر تو تلوار اٹھاتا ہے۔ واللہ اگر تو کامیاب بھی ہو جائے تو ان لوگوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف کیا رہے گا۔ ابھی مرروذ میں انھیں میں سے کتنے لوگ تو قتل کر چکا ہے۔ کاش ان کو تھوڑا سا ملک دے کر تو راضی کر لیتا اور آپس میں صلح ہو جاتی۔ کہا واللہ اگر میں خراسان سارا ان کے لیے چھوڑ کر نکل جاؤں جب بھی وہ راضی نہ ہونگے۔ ان کا بس چلے تو ہم کو دنیا سے نکال دیں۔

ضبی نے کہا جب تک تو ان سے عذر نہ کر لے گا واللہ نہ میں اور نہ بنی خندف میں سے کوئی شخص جو میری بات مانتا ہے ایک تیر بھی تیری طرف سے سر نہ کرے گا۔ ابن خازم نے کہا تمھیں میری طرف سے پیغام لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤ انھیں راضی کرو۔ ضبی یہ سن کر ابن ثعلبہ کے پاس آیا۔ اسے خدا کا واسطہ دیا حق قرابت کو یاد دلایا اور کہا بنی نزار کا خون بہانے ایک کو دوسرے سے لڑانے سے خدا سے ڈر۔ ابن ثعلبہ نے کہا بنی صہیب سے بھی تو مل کر آیا کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ کہا ان لوگوں سے مل تو سہی اب جو یہاں سے نکلا تو ارقم بن حنفی و عبداللہ بن ضمضم اور ضمضم بن یزید اور عاصم بن صلت اور بنی بکر کے بہت لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب کے سامنے اس نے وہی تقریر کی جو ابن ثعلبہ سے کی

تھی۔ سب نے یہی کہا کہ بنی صہیب سے بھی ملا۔ ضحی نے کہا تم لوگوں کے درمیان بنی صہیب کا بڑا مقام ہے۔ میں ان سے تو ابھی نہیں ملا۔ کہا ان سے ذرا مل تو سہی اب یہ بنی صہیب کے پاس آیا۔ اور اس بارے میں ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے یہ جواب دیا اگر تو قاصد نہ ہوتا تو ہم تجھ کو قتل کرتے۔ پوچھا کیا تم لوگ کسی طرح راضی نہ ہوگے۔ کہا ہاں دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو۔ یا تو تم لوگ خراسان سے نکل جاؤ کہ قوم مضر کا کوئی نام لیوا یہاں باقی نہ رہے اور اگر ہو تو اس طرح رہو کہ اپنے جانور ہتھیار سونا چاندی سب ہمیں دیدو۔ قاصد نے پوچھا کیا ان دونوں باتوں کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ کہا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ابن خازم کے پاس واپس آیا۔ کہا کیا خبر؟ کہا انھوں نے تو قطع رحم پر کمر باندھی ہے۔ ابن خازم نے کہا میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب سے خدا نے نبی ﷺ کو بنی مضر میں سے انتخاب کیا اسی دن سے قوم ربیعہ خدا سے ناراض ہوگئی ہے۔

قصر اسفاد پر حملے کا واقعہ

انھیں دنوں میں ترکوں نے قصر اسفاد پر چڑھائی کی۔ اس کا محاصرہ کرلیا۔ محل میں سب سے زیادہ ازد کے لوگ تھے۔ ترکوں نے انھیں شکست دی۔ انھوں نے اور جہاں جہاں بنی ازد تھے انھیں اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ بھی ازدیوں کی کمک کو پہنچے بنی تمیم کے گروہ کے ساتھ زہیر بن حیان کو روانہ کیا۔ اور یہ کہہ دیا کہ ترکوں کے ساتھ نیزہ بازی نہ کر۔ سامنا ہوتے ہی ان پر جا پڑ۔ زہیر روانہ ہوا اور بہت سردی کے دن ان کے مقابلہ میں پہنچا۔ سب نے ترکوں پر حملہ کردیا۔ انھیں شکست دی سب کے قدم اکھڑ گئے۔ بڑی رات آگئی اور سب ترکوں کا تعاقب کرتے رہے۔ صحرا میں قصر تک پہنچے تو کچھ لوگ قصر میں چلے گئے۔ زہیر چند سواروں کے ساتھ ترکوں کے تعاقب میں رہا۔ راستہ سے وہ خوب واقف تھا۔ آدھی رات گئے وہ واپس لوٹ آیا۔ سردی سے اس کا ہاتھ برچھی کی ڈانڈ پر جم گیا تھا۔ غلام کو آواز دی وہ نکلا اور اسے قصر میں لے گیا چربی کو گرم کرکے اسکے ہاتھ پر ملا۔ اور تیل کی بھی مالش کی۔ آگ سلگادی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ کی نرمی پیدا ہوئی اور بدن میں گرمی آگئی۔ اسکے بعد وہ پھر ہرات میں چلا آیا۔ اس واقعہ پر کعب اشقری نے کچھ اشعار کہے:

اتاک اتاک الغوث فی برق عارض
دروع و بیض حشوهن تمیم

لو کمک پہنچ گئی۔ ابر کے کوندے میں زرہیں اور تلواریں دکھائی دیتی ہیں جن میں بنی تمیم چھپے ہوئے ہیں۔

ثابت قطنہ کے اشعار

ثابت قطنہ نے بھی یہ اشعار کہے:

فدت نفسی فوارس من تیم
علی ما کان من ضنک المقام
بقصر الباهی وقدارانی
احامی حین قل به الحامی
بسیفی بعد کسر الرمح فیهم

اذو دھـم بـذی شُـطَـب حسـام
اکـرّ عـلیھـم الیحـمـوم کـرّا
کـکـر الشـرب آنیة الـمـدام
فـلـولای اللہ لیـس لـہ شـریک
وضـربی قـونـس الـملکـا لھمام
اذا فـاظـت نسـاء بـی رثـار
امـام التـرک بـادیة الـخـدام

بنی تمیم کے شہسواروں پر میری جان فدا ہو جائے۔ کس تنگی و دشواری میں انہوں نے مدد کی۔ قصر باہلی میں سب کے سب سخت دشواری میں مبتلا تھے۔ اور جس وقت وہاں کوئی مدد کرنے والا نہ تھا میں مدد کر رہا تھا۔ میری برچھی ٹوٹ گئی تو میں نے اس تیغ تیز سے دشمنوں کو نکالا جس میں شامیں بنی ہوئی تھی۔ میں اپنے گھوڑے یحموم کو اس طرح ان پر دوڑا کر لے جاتا تھا جس طرح میخوارے خانے کی طرف دوڑاتے ہیں۔ اگر خدائے وحدہ لاشریک کی مدد نہ ہوتی اور میں نے ایک زبردست رئیس کے خود پر وار نہ کیا ہوتا۔ تو پردہ نشین عورتیں مرگئی ہوتیں ان کی چھاگل اور پازیب پر ترکوں کی نظر پڑ جاتی۔

ابن خازم اور ابن ثعلبہ کی جنگ

ابن خازم نے ایک دن کہا ان لوگوں کے محاصرہ میں تین دن گذر گئے ان سے پکار کر کہو اے بنی ربیعہ تم نے خندق کی آڑ پکڑی ہے کیا خراسان میں بھی اسی خندق پر تم نے قناعت کر لی۔ بنی ربیعہ کو اس کلمہ پر بہت جوش آ گیا۔ سب کے سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ ابن ثعلبہ نے کہا خندق کو ہرگز نہ چھوڑو۔ جس طرح آج تک لڑائی ہوئی اسی طرح ان سے لڑے جاؤ۔ دیکھو اپنی جماعت کو لے کر ان سے لڑنے نہ جاؤ۔ کسی نے کہا نہ مانا، لڑنے کے لیے نکلے اور دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ابن خازم نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ آج کے دن کو اپنا دن سمجھو اور اپنا بنا لو۔ آج جو غالب ہوا اسی کو ملک ملے گا۔ میں اگر آج قتل ہو جاؤں تو شماس بن عطاردی تمہارا امیر ہوگا۔ شماس بھی قتل ہو جائے تو بکیر ثقفی ہوگا۔ سنو میری پڑی نہیں جمی ہے مجھے زین میں باندھ دو۔ اور ہتھیار اتنے میں نے لاد دیئے ہیں کہ میرا قتل ہونا آسان نہیں۔ میرے قتل کی افواہ ہرگز قبول نہ کرنا۔ بنی عدی کا نشان زہیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور اس کا بیٹا ایاس گھوڑے پر سوار اسکے ساتھ تھا۔ ابن خازم نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ سوار جب تمہارے مقابلہ میں آئیں تو گھوڑوں کے نتھنوں پر برچھیوں سے وار کرنا۔ گھوڑے کا قاعدہ ہے کہ اسکے نتھنے پر وار پڑا اور وہ بھاگا۔ یا سوار کو اپنی پیٹھ پر سے پھینک دے۔ اس دوران ہتھیاروں کی آواز سے ایاس کا گھوڑا بھڑکا اور ایک وادی کی طرف اسے لیے بھاگا۔ جو اس کے اور بنی بکیر کے درمیان واقع تھی۔ دشمن اس پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا۔

کہتا ہے میں نے اس کے گھوڑے کو تاک کر اس کے نتھنے پر برچھی ماری۔ اس نے سوار کو پیٹھ پر سے گرا دیا۔ زہیر نے عدی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا۔ بنی تمیم بھی چار جانب سے اس کے پیچھے ہوئے۔ کچھ دیر تک بنی بکر لڑے تھے اسکے بعد خندق کی طرف بھاگے۔ کچھ لوگ خندق میں گر گئے کچھ ادھر بھاگ گئے۔ بہت بری طرح سے قتل ہونے لگے۔ اس پر ثعلبہ بھی زخمی ہو کر بھاگا۔ ابن خازم نے قسم کھائی کہ غروب آفتاب تک ان میں سے جو شخص ہو کر آئے گا۔ اسے

ضرور قتل کرونگا۔ سب کے آخر میں ایک شخص جس کا نام میہ تھا، گرفتار ہو کر آیا۔ لوگوں نے ابن خازم سے کہا آفتاب تو غروب ہوگیا۔ کہا اسے قیدیوں میں ملا دو۔ غرض وہ بھی قتل ہوا۔ ابن ثعلبہ بجستان کے قریب پہنچ کر مر گیا۔ اس لڑائی میں بنی بکر کے آٹھ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ ابن ثعلبہ بھاگ گیا تو ابن خازم ہرات پر قابض ہوگیا۔ اس نے اپنے بیٹے محمد کو ہرات کا حاکم بنایا۔ شماس کو اس کے پاس چھوڑا۔ اور بکیر کو اوس کا رئیس شرطہ مقرر کیا۔ اور ان دونوں سے کہہ دیا کہ اس کی تربیت کرتے رہنا یہ تمھارا بھانجہ ہے۔ (اس کی ماں صفیہ بنی سعد میں سے تھی) اور اسے بھی یہ کہہ دیا کہ ان دونوں شخصوں کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا اس کے بعد ابن خازم مرو کی طرف پلٹا۔

قصاصِ حسین رضی اللہ عنہ

کوفہ کے شعیوں کا اس سال حرکت میں آنا

قتل حسین پر شیعوں کا اظہار افسوس

حسین بن علی جب قتل ہوگئے اور ابن زیاد اپنے لشکر گاہ سے جو نخیلہ میں تھا واپس آ کر کوفہ داخل ہوا۔ تو اب شیعہ آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے اور سب کے سب بہت پشیمان ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم سے بہت بڑا قصور ہوا کہ حسین کو مدد کرنے کے لیے بلایا اور انکی نصرت نہ کری۔ وہ ہمارے یہاں آ کر قتل ہوگئے۔ ہم سے یہ کلنک کا ٹیکا یہ گناہ کا داغ بغیر اسکے چھٹ نہیں سکتا کہ انکے قاتلوں کو قتل کریں اور خود بھی قتل ہو جائیں۔ کوفہ کے روسائے شیعہ میں سے پانچ شخصوں کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا۔ سلیمان بن صرد خزاعی نبی ﷺ کے صحابی تھے اور حسیب فزاری علیؓ کے بہترین اصحاب میں تھے اور عبداللہ ازدی اور عبداللہ تمیمی اور رفاعہ بجلی سے ان لوگوں نے التجا کی۔ یہ پانچوں شخص سلیمان بن صرد کے گھر میں مجتمع تھے۔ یہ لوگ علیؓ کے بہترین ساتھیوں میں سے تھے۔ اور ان کے ساتھ شرفاء و روسائے شیعہ میں سے بہت لوگ تھے۔

مسیّب کی ندامت بھری تقریر

مسیب نے لوگوں کی طرف رخ کر کے تقریر شروع کی۔ حمد باری تعالی اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد کہا ہم لوگ بہت دنوں جیئے۔ اور انواع واقسام کی آفتوں کا سامنا رہا۔ ہمیں اپنے پروردگار کی طرف اب رجوع ہونا چاہیئے کہ ہمیں ان لوگوں میں نہ شمار کرے جن سے کل کے دن وہ یہ کہنے والا ہے۔ **اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر** " کیا ہم نے تمھاری اتنی عمر نہیں کی جس میں نصیحت لینے والا نصیحت لے لے۔ جب کہ ایک پیغمبر بھی تمھاری تنبیہ کے لیے آچکا تھا۔ اسی لیے تو امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ جس عمر میں ابن آدم پر خدا نے حجت تمام

کردی ہے وہ ساٹھ برس ہیں۔ اور ہم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ساٹھ سے نیچے ہو۔ ہمیں تو یہ آرزو تھی کہ اپنے نفسوں کو پاک کریں۔ اپنے شیعوں کو نیک نام کریں۔ کہ خود حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کی آزمائش کرلی۔ اور اپنے نبی ﷺ کے نواسے کے باپ میں ہر طرح سے ہم کو جھوٹا پایا۔ اس سے پہلے ان کے خط ہمارے پاس آئے ان کے پیامبر ہمارے پاس آئے انھوں نے ہم سے نصرت طلب کرنے میں اعلانیہ اور پوشیدہ اول میں اور آخر میں حجت تمام کردی۔ ہم نے ان سے اپنی جانوں کو عزیز کیا۔ آخر وہ مارے یہاں آ کر قتل ہوگئے، نہ تو ہم نے ہاتھ سے ان کی خدمت کی نہ زبان سے انکے لیے لڑے نہ اپنے مال سے انکی اعانت کی۔ اور نہ اپنی برادری سے انکے لیے نصرت طلب کی اب ہم خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے؟۔ نبی ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ انکا فرزند، ان کا پیارا، ان کی اولاد، ان کی نسل ہم لوگوں میں آ کر سب قتل ہوگئے۔ اللہ کی قسم اب اسکے سوا اور کوئی عذر ہمارے پاس نہیں کہ انکے قاتل اور اسکے تابعین کو تم قتل کرو۔ یہاں تک کہ تم خود قتل ہو جاؤ۔ شاید اسکے بعد ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے۔ مجھے تو خدا کے سامنے جا کر اسکے عذاب سے بچنے کی توقع نہیں ہے۔ اب کسی کو اپنے لوگوں میں سے سردار بنالو۔ تمھارا کوئی امیر ضرور ہو جس سے رجوع کرتے رہو۔ اور کوئی علم ضرور ہو جسکے گرد تم رہو۔ مجھے بس یہی کہنا تھا اور خدا سے اپنے اور تمھارے گناہوں کے لیے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

رفاعہ کی تقریر

مسیّب کے بعد رفاعہ نے بڑھ کر سب سے بہتر تقریر کی۔ حمد باری تعالیٰ اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد اس نے کہا اے مسیّب یہ خدا کی ہدایت تھی کہ ایسی بات تمھاری زبان سے نکلی۔ اور سب سے بہتر جو کام ہے اسکی دعوت تم نے دی۔ تم نے حق تعالیٰ کی حمد وثنا سے اور نبی ﷺ پر درود سے ابتدا کی۔ اور فاسقوں سے جہاد کرنے کی گناہ عظیم سے توبہ کرنے کی دعوت دی۔ ہم نے تمھاری بات کو سنا۔ تمھاری رائے کو قبول کیا۔ تمھارے کہنے کو مانا۔ تم کہتے ہو اپنے میں سے ہم کسی کو امیر بنالیں جس سے رجوع کرتے رہیں جسکے علم کے گرد جمع رہیں۔ یہی رائے ہم لوگوں کی بھی تھی۔ اگر وہ امیر تم ہوئے تو ہم سب لوگ تم کو پسند کرتے ہیں۔ تمھیں اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ اور ہماری جمعیت میں سب تم کو دوست رکھتے ہیں۔ یا اگر تمھاری رائے ہو اور تمہارے ساتھیوں کی بھی رائے ہو تو شیخ شیعہ صحابی رسول ﷺ سلیمان بن صرد کو اپنا امیر بنالیں جن کا قدم سب پر سبقت رکھتا ہے۔ جن کی دینداری وسطوت مسلم ہے۔ جن کی دانشمندی پر سب کو بھروسا ہے۔ بس مجھے یہی کہنا تھا اور خدا سے اپنے اور تمھارے گناہوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

مختلف رائے

ان کے بعد عبداللہ بن وال اور عبداللہ بن سعد نے تقریر کی۔ حمد وثناء کے بعد انھوں نے بھی وہی بات کہی جو رفاعہ کی زبان سے نکلی تھی۔ انھوں نے مسیّب کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کیا اور سلیمان بن صرد کی سبقت کا اظہار اور انھیں کے امیر ہونے پر اپنی مرضی ظاہر کردی۔ مسیّب بول اٹھے کیا اچھی بات تم نے کہی یہ توفیق الٰہی تمھارے لیے ہوئی تم دونوں کی رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے۔ ہاں سلیمان بن صرد کو امیر کردو۔ حمید بن مسلم کہتا ہے جب سلیمان بن صرد کو امیر بنایا گیا۔ میں بھی ان کے گھر میں موجود تھا اور بزرگان وشہسواران شعیہ میں سے سو آدمیوں سے زیادہ اس وقت ان کے مکان میں تھے۔

ابن صرد کی پر جوش تقریر

سلیمان بن صرد نے بہت سخت گفتگو کی۔ اور اسی خطبہ کو ہر جمعہ کے دن بار بار دہراتے رہے جو مجھے پہلے یاد ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا

’’حق تعالیٰ کی بہترین ثنا میں کرتا ہوں اس کی نعمتوں اور اسکی آزمائشوں کا شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود خدا کے سوا نہیں اور محمد ﷺ اسکے پیغمبر ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ کی قسم مجھے خوف ہے اس زمانہ میں کہ جس میں زندگی گزارنا مشکل ہو گیا جس میں مصیبت بہت سخت ہو گئی ہے۔ اس گروہ کے بزرگوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا انجام اچھا نہ ہو۔ ہم نے اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کی طرف طلب کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ ہم نے انہیں نصرت کی امید دلائی تھی۔ ہم نے انھیں یہاں چلے آنے پر آمادہ کیا تھا جب وہ لوگ آ گئے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ ہم نے مداہنت کی ہم انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے ہمارے یہاں آ کر ہمارے نبی کا فرزند، ان کا پارۂ دل، ان کا لخت جگر، جسکی رگوں میں ان کا خون تھا قتل ہو گیا۔ وہ فریاد کرتے تھے اور کوئی فریاد رس نہ تھا۔ وہ داد چاہتے تھے اور کوئی داد کو نہ پہنچتا تھا۔ ان فاسقوں نے انھیں تیروں کا ہدف اور برچھیوں کا نشانہ بنالیا۔ آخر انھیں قتل کیا۔ پھر سب دوڑ پڑے اور انھیں سب کیا۔ اٹھو اٹھو پروردگار تم پر ناراض ہے۔ جب تک اسے راضی نہ کرلو اپنی بیویوں اور بچوں کے پاس نہ جاؤ۔

میں جانتا ہوں واللہ جب تک ان کے قاتلوں سے لڑ کر تم ان کو ہلاک نہ کر دو گے خدا تم سے راضی نہ ہوگا۔ سنو سنو موت سے ہرگز نہ ڈرو۔ واللہ موت سے جو ڈرا وہ ضرور ذلیل ہوا۔ بنی اسرائیل نے جو کام کیا وہی تم کرو۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا‘‘ **انکم ظلمتم انفسکم با تخاذ کم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلو ا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم** ’’ یعنی بچھڑے کی پوجا کر کے تم نے اپنے آپ کو تباہ کیا اب اپنے خالق سے توبہ کرو اور خود کو قتل کرو۔ خدا کے نزدیک اسی میں تمہاری خیر ہے۔ یہ حکم سن کر بنی اسرائیل نے کیا کیا۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ گردنوں کو بڑھا دیا حکم قضا پر راضی ہو گئے انھیں یقین ہو گیا کہ اس گناہ عظیم سے قتل ہوئے بغیر ان کی نجات نہیں ہوگی۔ اگر اسی طرح تم کو بھی حکم دیا جاتا تو تم کیا کرتے۔ اپنی تلواروں کو تیز کر لو۔ [illegible] نانوں کو ذ انڈوں پر جڑ لو۔ سامان جنگ اور گھوڑے جس قدر تم سے ممکن ہو سکیں دشمنوں سے لڑنے کے لیے تیار کر لو جب تک وہ وقت آئے کہ تم کو پکاریں کہ لڑنے کو نکلو۔

خالد بن سعد کا اظہار جذبات

یہ سن کر خالد بن سعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر میں جانتا [illegible] قتل کرنے سے مجھے گناہ سے نجات ہو جائے گی اور میرا پروردگار مجھ سے خوش ہو جائے گا تو میں اپنے کو قتل کر ڈالتا [illegible] بات یہ ہے کہ یہ حکم اس قوم کو ہوا تھا جو ہم سے پہلے گذر گئی۔ ہمیں خودکشی سے ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن کل کے [illegible] لیے لینا کہ میدان میں جو پہلی تلوار مجھ پر چلے گی میں خدا کو اور یہاں پر موجود تمام مسلمانوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں [illegible] ہتھیاروں کے سوا کہ اس سے تو میں دشمن سے قتال کرونگا اور جو کچھ میری ملک ہے وہ سب مسلمانوں کو میں [illegible] کہ اس سے قوت حاصل کر کے ظالموں سے لڑیں۔

سلیمانؓ کا جواب

انکے اس کلام پر سلیمان بن صرد نے کہا تم کو بہت زیادہ ثواب کی بشارت ہو جو ثواب خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جو لوگ اپنے لیے سامان کر جاتے ہیں۔

ابوالمعتمر نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی تم لوگوں کو اپنی نسبت بھی اسی بات کا گواہ کرتا ہوں جو بات کہ خالد نے کہی۔ سلیمان بن صرد نے کہا بس اب تم میں سے جو شخص چاہے اپنا مال عبداللہ بن وال کے پاس لا کر جمع کرے۔ جتنا جتنا مال تم دینا چاہتے تو وہ سب جمع ہو جائے تو تمھاری جماعت میں جو لوگ بے سامان اور نادار ہیں۔ ان کے لیے سامان جنگ ہم مہیا کریں گے۔

ابن حذیفہ بن یمان کے نام ابن صردؓ کا خط

حذیفہ بن یمان کے فرزند سعد اس وقت مدائن میں تھے۔ انکو سلیمان بن صرد نے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلیمان بن صرد کی طرف سے سعد بن حذیفہ کو اور ان کے پاس مومنین میں سے جو لوگ ہوں سلام پہنچے۔

دیکھو دنیا وہ مقام ہے کہ نیکی یہاں سے چل بسی اور برائی درپیش ہے۔ اسے اہل عقل سے نفرت ہے۔ اور خدا کے نیک بندوں نے اس سے علیحدہ ہونے کا عزم کر لیا ہے۔ انھوں نے اپنی تھوڑی سی دنیا جو ناپائیدار تھی دے کر حق تعالیٰ کے ثواب کثیر کو جو ہمیشہ رہنے والی دولت ہے مول لے لیا ہے۔ تمھارے بھائیوں میں جو مردان خدا و شیعہ اہل بیت ہیں انھوں نے اس معاملہ میں غور کیا تمھارے پیغمبر کے نواسے کے بارے میں وہ کس بلاء میں پڑ گئے۔ وہ تو بلائے سے چلے آئے اور انھوں نے پکارا تو کسی نے جواب نہ دیا۔ انھوں نے پلٹ جانے کا ارادہ کیا تو روک لیے گئے۔ امان مانگی تو نہ ملی انھوں نے ان لوگوں سے اعراض کرنا چاہا تو انھوں نے ان کو نہ چھوڑا۔ ان پر حملہ کیا ان کو قتل کیا۔ انکا مال لوٹ لیا۔ ظلم و سرکشی و غرور سے انکی لاشوں کو برہنہ کر دیا۔ یہ ظالم قضا و قدر سے بے خبر تھے کہ کیا کر رہے ہیں؟ اور خدا کو کیا جواب دیں گے؟ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**۔ جن لوگوں نے ظلم کئے ہیں انھیں اب معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح کے انقلاب میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔

تمھارے بھائیوں کو جو مصیبت پیش آئی انھوں نے ایسے بزرگ و برتر کا ساتھ نہ دیا۔ ان کی ہمدردی نہ کی۔ انکی نصرت کو نہ نکلے۔ اب سوا اسکے کہ ان کے قاتلوں کو قتل کریں یہاں تک کہ خود فنا ہو جائیں اور کسی طرح اس گناہ سے نجات نہیں ہو سکتی۔ نہ توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس بات پر تمھارے برادران ایمانی آمادہ ہو گئے ہیں۔ تم بھی آمادہ ہو جاؤ۔ سامان جنگ کرو اور مستعد رہو ہم نے اپنے بھائیوں کیلئے ایک وقت اور ایک مقام مقرر کر دیا ہے، ربیع الآخر کی یکم ۶۵ ہجری میں وہ ہم سے مقام نخیلہ میں ملیں۔ تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے فرقہ میں اور ہمارے بھائیوں میں ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہوتا تو ہماری رائے یہ ہوتی ہے کہ تم کو بھی اس امر میں شریک کریں کہ خدا نے چاہا تو تمھارے سب بھائی اب توبہ کر لیں گے۔ یہی ان کا خیال ہے اور اسی بات کو وہ ہمارے سامنے زبان سے ظاہر بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح طلب فضل و حصول اجر اور خدا سے گناہوں کی توبہ تم لوگوں کو بھی ضروری ہے۔ خواہ اس میں گردنیں کٹ جائیں اولاد قتل ہو جائے۔ مال و دولت لٹ جائے۔ خاندان تباہ ہو جائے۔ مرج خدر والے جو قتل ہو گئے آج زندہ نہیں ہیں تو ان کا کیا نقصان ہوا۔

وہ تو اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سرشار ہیں۔ وہ سب شہداء ہیں۔ انھوں نے صبر وشکر کے ساتھ خدا سے ملاقات کی۔ خدا نے انھیں صابروں کا اجر مرحمت فرمایا۔ یعنی حجر اور انکے اصحاب۔

اور تمھارے بھائیوں میں وہ لوگ جو بے بس ہو کر قتل کیے گئے جو ظلم سے سولی دیے گئے جن کے سر و گردن کاٹے گئے جن پر ظلم وستم کیا گیا آج وہ زندہ نہیں ہیں اور تمھاری طرح گنہگاروں میں مبتلا نہیں ہوئے تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ انکے بارے میں خدا کی جو مشیت تھی وہ پوری ہوئی انھوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور انشاء اللہ ان کا ثواب ملے گا۔ خدا تم پر رحم کرے اور تم ہر طرح کے ضرر ومصیبت اور جنگ کی حالت میں ثابت قدم رہو۔ اور بہ جلد خدا کے سامنے توبہ کرو۔ واللہ تم لوگوں کو ضروری ہے کہ تمھارے بھائیوں نے ثواب حاصل کرنے کے لیے جس جس مصیبت پر صبر وتحمل کیا ہے تم بھی اسی طرح کے اکتساب اجر کے لیے اسی بلا میں ثابت قدم رہو۔ اگر کسی نے رضائے خدا حاصل کرنے کے لیے قتل ہو جانے تک کو گوارا کر لیا ہے تو تم لوگ بھی اسی طرح رضائے خدا کو حاصل کرو بس خوف خدا دنیا میں بہترین توشہ ہے۔ اسکے سوا جو کچھ ہے فانی ہے۔ اس دنیا سے تم کو بیزار ہو جانا چاہیے۔ تمھیں دار آخرت پر نظر رکھنا چاہیے۔ اور اپنے دشمن اور خدا کے دشمن اور اہل بیت رسول خدا کے دشمن سے جہاد پر اس وقت تک آمادہ رہنا چاہیے جب تک کہ تم خدا کے سامنے رغبت وشوق سے توبہ کرنے کو حاضر ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو پاک زندگانی عطا کرے اور ہم کو اور تم کو عذاب جہنم سے پناہ میں رکھے۔ اور اپنی راہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہونا ہمیں نصیب کرے جس سے اسکو شدید بغض وعداوت ہو۔ وہ جس بات کو چاہے اسکے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہر بات میں نیکی کرتا ہے والسلام علیکم

سعد کا سلیمان کے خط کو کوفیوں کو سنانا

یہ خط سعد کے پاس عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ روانہ کیا۔ سعد نے اس خط کو پڑھ کر مدائن کے شیعہ افراد کو بلا بھیجا۔ کوفہ کے بہت لوگ مدائن میں رہا کرتے تھے۔ انھیں یہ جگہ پسند آ گئی تھی یہیں بس گئے تھے تقسیم وظائف کا جب زمانہ ہوتا تھا تو کوفہ میں آ کر اپنے وظیفوں کو لے کر پھر مدائن میں چلے آتے تھے۔

یہ لوگ جب آئے تو سعد بن حذیفہ نے سلیمان بن صرد کا خط ان کو پڑھ کر سنایا۔ اسکے بعد حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالائے اور کہا تم سب لوگ حسینؓ کی نصرت پر اور انکے دشمن سے جنگ کرنے پر عزم مصمم اور باہم اتفاق کر چکے تھے۔ لیکن انکے قتل ہو جانے سے پہلے تم کو موقع نہ ملا۔ خداوند عالم تم کو اس نیک ارادہ کا اور نصرت حسین پر اتفاق کرنے کا بہترین ثواب عطا فرمائے گا۔

اب یہ خط تمھارے بھائیوں نے بھیجا ہے وہ تمھیں جرات دلاتے ہیں تم سے مدد چاہتے ہیں۔ تمھیں حق کی جانب بلاتے ہیں۔ جس کے لیے تم خدا سے بہترین اجر وثواب کی امید رکھتے ہو۔ بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ اب کیا کہتے ہو؟

سب نے باتفاق کہا ہم ان کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ ہم انکے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے۔ جو انکی رائے ہے وہی ہماری رائے ہے۔

عبداللہ بن طائی نے کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی ادا کی اور کہا ہم نے اپنے برادران ایمان کی بات کو قبول

کرلیا جس امر کی طرف وہ ہمیں بلاتے ہیں ہم موجود ہیں ہماری بھی وہی رائے ہے جو انکی ہے مجھے فوج کے ساتھ ان کے پاس روانہ کر دیجیے۔

سعد نے کہا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ دشمن سے لڑنے کے لیے مستعد رہو اور سامان جنگ مہیا کروا سکے بعد ہم تم سب ہی روانہ ہونگے۔

سعد کا سلیمان کو جواب

سعد بن حذیفہ نے اس خط کا جواب لکھ کر عبداللہ بن مالک کے ہاتھ سلیمان بن صرد کو روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلیمان بن صرد سعد بن حذیفہ کی طرف سے اور ان سب مومنین کو جوان کے ساتھ ہیں سلام پہنچے۔ میں نے تمھارے خط کو پڑھا اور تمھارے بردران ایمان کی جماعت جس امر پر متفق ہوئی ہے اور اس میں تم ہم لوگوں کو شریک کرنا چاہتے ہو۔ میں اس امر کو بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ خدا نے تمھیں حصول ثواب کی ہدایت کی۔ یقیناً بڑی فضیلت تم کو میسر ہوئی۔ ہم لوگ دل سے سعی و کوشش کر رہے ہیں۔ سامان حرب مہیا ہو رہا ہے۔ گھوڑوں پر زین ڈال چکے ہیں۔ لگا میں چڑھا چکے ہیں۔ حکم کے منتظر ہیں۔ آواز پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی پکارا گیا ہم روانہ ہوئے۔ انشاءاللہ کہیں دم نہ لیں گے والسلام۔

سلیمان بن صرد نے یہ خط پڑھ کر اپنے اصحاب کو سنایا سب بہت خوش ہوئے۔

سلیمانؓ کا پہلے خط کی مانند مثنیٰ کو خط ارسال

سعد بن حذیفہ بن یمان کو جو خط بھیجا تھا اسی خط کی نقل مثنیٰ بن عبدی کو بھی سلیمان بن صرد نے ظبیان بن تمیمی کے ہاتھ روانہ کی تھی۔

مثنیٰ کا جواب

مثنیٰ نے اسکا جواب لکھا'' میں نے تمھارے خط کو پڑھا اور سب بھائیوں کو پڑھ کر سنایا۔ سب نے تمھاری رائے کی تعریف کی اور تمھاری بات کو قبول کرلیا۔ انشاءاللہ ہم سب لوگ ٹھیک اسی وقت جو وقت تم نے مقرر کیا ہے اور ٹھیک اسی مقام پر جس کا تم نے ذکر کیا ہے، پہنچ جائیں گے۔ والسلام علیک

مثنیٰ کے اشعار

اس خط کے نیچے یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

تبصر کانی قداتیت ک معلما

علی انع الھادی اجشن ھزیم

طویل القری ھذا الشواع مقلص

ملح علی اس اللجام ازدم
بکل فتی لایم الروع قلبہ
محس لعض الحرب غیر سودم
اخی ثقة ینوی الالہ بسعیہ
ضروب نبصل السیف غیر اثیم

دیکھنا میں علمبردار سے ملوں گا ایسے گھوڑے پر سوار ہوں گا جس کی گردن دراز جس کا شبیہ صدائی ردواع جس کی پشت طویل جس کے جوڑ بلند قوی ہونگے وہ لگام کے دہانہ کو بار بار چبارہا ہوگا۔ میرے ساتھ ایسے ایسے جوان ہونگے جن کے دل میں خوف کا گذر نہیں۔ جو جنگ کی مصیبت کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کبھی اس سے اکتاتے نہیں۔ جو بھوسے کے لوگ ہیں جن کی سعدی وجدوجہد رضائے الٰہی کے لیے ہے جو تلواریں لگاتے ہیں اور گناہگار نہیں ہوتے۔

شیعان حسین کی مستعدیٔ جنگ اور یزید کی موت

حسینؓ کے قتل ہوجانے کے بعد ہی ۶۱ ہجری میں ان لوگوں نے اپنا کام شروع کردیا تھا۔ آلات حرب و سامان جنگ کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ پوشیدہ طور سے شیعہ اور غیر شیعہ کو بدلہ لینے پر آمادہ کرتے رہے تھے۔ لوگ ان سے آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ یکے بعد دیگرے جماعتیں انکے ساتھ شریک ہوتی جاتی تھیں۔ وہ لوگ اسی کام میں منہمک تھے کہ یزید ربیع الاول ۶۴ ہجری کی چودھویں تاریخ کو مرگیا۔

حسینؓ کے قتل ہونے میں اور یزید کے ہلاک ہونے میں تین برس دو مہینے چار دن کا فصل تھا۔ اس وقت امیر عراق ابن زیاد بصرہ میں تھا۔ کوفہ میں اس کی طرف سے عمرو بن حریث مخزومی تھا۔

مختار کا اشتیاق انتقام

سلیمان بن صرد کے پاس شیعوں نے آ کر کہا وہ فرعون تو مرگیا اور اس وقت حکومت کمزور ہو رہی ہے۔ اس کے بعد خون حسین کا بدلہ لینا شروع کریں اور ان کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں۔ لوگوں کو اہل بیت کی طرف آجانے کی دعوت دیں۔ جو کہ مظلوم اور اپنے حق سے محروم ہیں۔ اس بارے میں لوگوں نے بہت اصرار کیا۔

سلیمانؓ بن صرد کا مصلحتاً انکار

سلیمان بن صرد نے کہا ابھی جلدی نہ کرو۔ ٹھہرو، جو بات تم کہتے ہو میں اس پر غور کرچکا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ قاتلان حسین روسائے کوفہ اور شہسواران عرب میں سے ہیں اور انھیں سے ان کے خون کا انتقام لینا چاہیے اگر ان کو تمھارے ارادہ کا حال معلوم ہوجائے گا۔ اور وہ یہ سمجھ جائیں گے کہ ان سے تم انتقام لینا چاہتے ہو تو یہ تمھارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئیں گے جو لوگ اس وقت میرے تابعین میں ہیں میں نے ان کے بارے میں بھی غور کر کے دیکھا۔ یہ اگر اٹھ کھڑے ہوں گے تو انتقام نہ لے سکیں گے اپنے دل کو ٹھنڈا نہ کرسکیں گے۔ اپنے دشمن کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور سب کے سب خود قتل ہوجائیں گے۔ مصلحت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو شہر میں پھیلا دو۔ اور شیعہ وغیرہ شیعہ جو ہوں ان کو اس امر کی طرف دعوت دو۔ مجھے اس بات کی امید ہے کہ اب لوگ تمھارے بلانے پر دوڑ پڑیں گے۔ کیونکہ

وہ فرعون ہلاک ہو گیا ہے اور اس کی زندگی میں یہ بات ممکن نہ تھی۔

حامیانِ حسینؓ کی قاتلانِ حسینؓ کے خلاف کاروائیاں

لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ان میں سے ایک گروہ دعوت دینے کے لیے اور رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا اور ایک کثیر جماعت نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔

عبداللہ بن مری کی اہل بیت کی حمایت میں دردانگیز خطابت

جن لوگوں نے یزید کی زندگی میں دعوت قبول کی تھی ان سے چند ہی لوگوں نے اس وقت آمادگی ظاہر کی۔ ان واعظوں میں عبیداللہ بن مری بڑے فصیح البیان واعظ تھے۔ جب ان کا بیان سننے کو مجمع ہوتا تھا تو پہلے حمد وثنائے الٰہی بجا لاتے تھے اور رسول ﷺ پر صلوات بھیجتے تھے اس کے بعد کہتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی تمام خلق سے محمد ﷺ کو برگزیدہ کیا۔ ان کو ہر فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا۔ انکے پیرو ہونے کی وجہ سے تم کو عزت دی۔ ان پر ایمان لانے کی وجہ سے تم کو بزرگی عطا کی۔ اس ایمان کے طفیل سے تم لوگوں میں جو کشت وخون ہوا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اسے روک دیا اور تمھاری رائے جو پر خوف وخطر رہا کرتی تھیں ان میں امن ہو گیا۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منها. کذالک یبین الله لکم ایاته لعلکم تهتدون. یعنی تم لوگ دوزخ میں جا پڑنے والے تھے۔ خدا نے تم کو بچالیا۔ بس اسی طرح خدا اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے کہ شاید تم راہ پر آجاؤ۔

یہ تو بتاؤ کہ اولین واخرین میں خدا نے کوئی ایسا شخص بھی پیدا کیا ہے؟ جس کا حق اس امت میں ان کے نبیؐ سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا انبیاء مرسلین وغیرہ کی کوئی اولاد ایسی ہو سکتی ہے جس کا حق اس امت پہ اپنے پیغمبر کی ذریت سے بڑھ کر ہو۔ لا واللہ نہ کبھی یہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ خدا تمھارا بھلا کرے۔ تم کو خبر بھی ہے۔ تمھارے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس قوم نے ان کو بے کس دیکھ کر کیسی انکی بے حرمتی کی؟ ان کو خاک وخون میں لت پت پیش کر دیا؟ نہ خوف خدا نہ قرابت رسول ﷺ کا اس قوم نے پاس کیا۔ ان کو تیروں کا نشانہ بنالیا۔ ان کی لاش درندوں کے لیے ڈال آئے۔ خدا یہ مصیبت کسی کو آنکھ سے نہ دکھائے۔ خدا رحم کرے حسین بن علیؓ پر۔ یہ لوگ کسے قتل کر کے صحرا میں ڈال آئے؟ صادق وصابر وامین وشجاع وعالم کو، سابق الاسلام کے فرزند کو، رسول رب العالمین کے نواسے کو۔ افسوس آپ کے یار ومددگار تھوڑے سے تھے۔ ان کے دشمن کثرت سے انھیں گھیرے ہوئے تھے۔ دشمنوں نے انھیں قتل کیا۔ دوستوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ قتل کرنے والوں پر لعنت۔ آپؓ کا ساتھ چھوڑ دینے والوں پر ملامت۔ قتل کرنے والے کے واسطے خدا نے کوئی حجت نہیں رکھی ہے اور چھوڑ دینے والوں کے لیے کوئی عذر نہیں پیدا کیا ہے۔ سوا اسکے کہ خدا سے سچی توبہ کریں اور ان کے قاتلوں سے جہاد کریں۔ ظالموں سے لڑیں شاید اس صورت میں خدا توبہ قبول کرے اور خطا کو معاف کر دے۔ ہم لوگ تمھیں کتاب وخدا وسنت رسول ﷺ خدا کا اور خون اہل بیت کے انتقام اور ظالموں اور بے دینوں سے جہاد کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

کوفہ سے یزید کے گورنر عمرو کی معزولی اور ببہ کی تقرری

اگر ہم تم قتل ہو گئے تو یہ سمجھو کہ جو ثواب حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ملے گا وہی سب سے بہتر ہے۔ اور اگر ہم نے فتح پائی تو اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف اس حکومت کو منتقل کر دیں گے۔

عبیداللہ بن مری نے اسی کلام کو روز روز بار بار سب کے سامنے دہرایا۔ حتیٰ کہ لوگوں کو زبانی یاد ہو گیا۔ یزید کے ہلاک ہو جانے کے بعد لوگوں نے عمرو بن حریث پر حملہ کر دیا۔ دارالامارہ سے اسے نکال دیا۔ ببہ کے حاکم بنانے پر راضی ہو گئے۔ لوگ اسے گوبر کا ڈھیر کہتے تھے۔ انگلی کی پور برابر اس کا قد تھا۔ یہی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اور ابن زبیرؓ سے اس نے بیعت کر لی تھی۔

عامل ابن الزبیرؓ اور مختار ثقفی کی کوفہ میں آمد

یزید کو ہلاک ہوئے ابھی چھ مہینے گذرے تھے کہ رمضان کی پندرھویں تاریخ جمعہ کے دن مختار کوفہ میں وارد ہوا۔ اور بائیسویں تاریخ جمعہ کے دن عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ ہو کر ابن زبیر کی طرف سے کوفہ میں آیا۔ یہی شخص حفاظت سرحد و جنگ وجدال کا بھی امیر تھا۔ اور اسی کے ساتھ ابراہیم بن اعرج ابن زبیرؓ کی طرف کوفہ کے عشر و خراج وغیرہ کی تحصیل پر عامل بن کر آیا۔ یہاں عبداللہ بن یزید سے آٹھ دن پہلے مختار کوفہ میں آ گیا تھا۔

مختار کی رسہ کشی

مگر تمام روسائے شیعہ ابن صرد کے پاس جمع تھے۔ کوئی مختار کو ان کے مثل نہیں سمجھتا تھا۔ مختار شیعوں کو دعوت دیتا تھا کہ میرے ساتھ خون حسینؓ کا انتقام لینے کو آؤ۔ وہ جواب دیتے تھے شیخ الشیعہ سلیمان بن صرد ہیں۔ سب نے انھیں کی اطاعت اختیار کر لی۔ انھیں کے پاس سب مجتمع ہیں۔

مختار کی کامیابی کا آغاز

اسکے جواب میں وہ کہتا تھا کہ میں مہدی وقت محمد بن حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں مجھے انھوں نے اپنا وزیر و امین و معتمد علیہ بنا کر لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ شیعوں سے اسی طرح کی باتیں کرتے کرتے آخر اس نے کچھ لوگوں کو ادھر سے تاڑ لیا وہ اسکی تعظیم کرنے لگے اسکی بات سننے لگے اسکے حکم کے منتظر رہنے لگے۔

مگر بڑی جماعت شیعوں کی ابن صرد کے ساتھ تھی۔ اس سبب سے مختار اپنے کام میں ابن صرد کو بہت بڑا مزاحم اور رکاوٹ سمجھتا تھا۔ اپنے اصحاب سے کہا کرتا تھا تمھیں معلوم بھی ہے اس شخص کا یعنی سلیمان بن صرد کا کیا ارادہ ہے؟ ان کا ارادہ یہ ہے کہ لڑنے کو نکلیں اپنے آپ کو بھی قتل کروائیں اور تم کو بھی۔ نہ انکو جنگ وجدال کا تجربہ ہے نہ اس فن کا علم ہے۔

یزید بن شیبانی کا عبداللہ بن یزید کو ورغلانا

اسی زمانہ میں یزید بن شیبانی نے عبداللہ بن یزید سے جا کر کہا لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ یہاں کے شیعہ ابن صرد کے ساتھ تم پر چڑھائی کرنے کو ہیں۔ اور ایک چھوٹا گروہ ان لوگوں کا مختار کے بھی ساتھ ہے۔ لیکن یہی لوگ کہتے ہیں کہ مختار ابھی چڑھائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ ابھی وہ اس کا منتظر ہے کہ دیکھے سلیمان بن صرد کے لشکر کشی

کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ان کے پاس ساز و سامان سب تیار ہے۔ وہ انھیں دنوں میں خروج یعنی لشکر کشی کیا چاہتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو اپنی پولیس اور سپاہ کو اور شرفائے قوم کو جمع کر کے ہم تم سب کے ساتھ سلیمان بن صرد کے پاس چلیں۔ ان کے مکان پر پہنچ کر انھیں اپنے پاس بلاؤ۔ اگر وہ چلے آئے تو چلے آئے یا اگر وہ لڑنے پر آمادہ ہوں تو ان سے لڑلو۔ فوج تو تمھاری آمادہ پیکار وصف آرا موجود ہوگی۔ انھیں اسکی خبر بھی نہیں جو تیار ہو رہے۔ میں اس لیے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر انھوں نے جنگ کی ابتدا کی اور تم نے اتنی مہلت دی کہ وہ تیار ہو جائیں تو یہ معاملہ بہت بڑھ جائے گا پھر انکی شوکت و غلبے کا توڑنا دشوار ہو جائے گا۔

عبداللہ بن یزید کا یزید بن شیبانی کی بات ماننے سے انکار

عبداللہ بن یزید نے کہا ہمارے ان کے درمیان خدا انصاف کرے گا وہ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے وہ ہم سے چھیڑ نہ کریں گے تو ہم بھی ان کے پیچھے نہ دوڑیں گے۔ یہ تو بتاؤ کہ ان کا مطلب و مقصد کیا ہے؟ شیبانی نے کہا لوگ یہ چرچا کر رہے ہیں کہ وہ حسینؓ بن علیؓ کے خون کا انتقام لینے والے ہیں۔ اس نے کہا کیا حسینؓ بن علیؓ کو میں نے قتل کیا ہے؟ انھیں جس نے قتل کیا ہے اس پر خدا لعنت کرے۔ شبیانی نے کہا کہ سلیمان بن صرد اور ان کے اصحاب یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ کوفہ پر قبضہ کرلیں۔

ابن زبیر کے گورنر عبداللہ بن یزید کا اہل کوفہ کو خطاب

عبداللہ بن یزید یہ سن کر گھر سے نکلا۔ منبر پر جا کر خطبہ پڑھا حمد و ثنائے الٰہی بجالایا۔ اس کے بعد کہا مجھے خبر ملی ہے کہ اہل شہر میں سے ایک گروہ نے ہم پر خروج اور لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے پوچھا آخر وہ چاہتے کیا ہیں؟ معلوم ہوا کہ وہ حسین بن علیؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ خدا ان لوگوں پر رحم کرے۔ واللہ مجھے ان کے گھروں کا پتہ بتایا گیا۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ ان لوگوں کو گرفتار کرلوں۔ مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ ان کے خروج کرنے سے پہلے میں ان سے جنگ کی ابتدا کروں۔ میں نے اس بات کو نہ مانا اور کہہ دیا کہ وہ مجھ سے لڑیں گے تو میں ان سے لڑونگا۔ وہ مجھ سے تعرض نہ کریں گے تو میں ان کے پیچھے نہ پڑوں گا۔ آخر وہ مجھ سے کیوں لڑنے لگے؟ واللہ نہ میں نے حسینؓ کو قتل کیا، نہ انکے قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا۔ ان کے قتل ہو جانے کا تو مجھے غم ہوا۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔

ابن یزید کا دشمنانِ حسینؓ کے خلاف نصرت کا وعدہ

ان لوگوں کے لیے امان ہے یہ علانیہ خروج کریں۔ چلیں پھریں جس نے حسینؓ سے قتال کیا ہے اس سے لڑنے کو روانہ ہوں۔ وہ بھی تو ان سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ میں تو قاتل حسینؓ کے مقابلہ میں انھیں لوگوں کی امداد کرونگا۔ یہی (امین) ابن زیاد تو حسینؓ کا قاتل ہوا۔ اسی نے تمھارے رفقاء و بہترین قوم کو قتل کیا ہے۔ وہ تم سے لڑنے کو چلا آ رہا ہے۔ جس رینج سے ایک رات کی مسافت پر جو اس سے ملنا چاہے مل سکتا ہے۔ اس سے لڑنا اور سامان جنگ کرنا اس بات سے افضل و اولیٰ ہے کہ تم لوگ آپس میں لڑ مرو۔ اور ایکدوسرے کو قتل کرو۔ ایک دوسرے کا خون بہاؤ۔ کل تمھارا دشمن تمھارے سر پر آ جائے تو دیکھے کہ تمھاری قوت ٹوٹ گئی۔ اور واللہ یہی تو تمھارے دشمن کی آرزو ہے۔ لو وہ تمھاری طرف آ رہا ہے۔ جو خلق خدا میں سب سے زیادہ تمھارا دشمن ہے۔ یہ وہ شخص ہے کہ یہ اور اسکا باپ دونوں سات برس تک

تم پر حکومت کرتے رہے۔ پاکدامن اور اہل دین کے قتل کرنے سے یہ دونوں کبھی تھکتے نہ تھے۔ اسی شخص نے تم لوگوں کو قتل کیا۔ اسی کے سبب سے تم پر مصیبتیں ہوتی رہیں۔ اسی نے ان کو بھی قتل کیا ہے جن کے خون کا بدلہ تم لینا چاہتے ہو لو وہ تمھارے سر پر آ گیا۔ اب اپنی تمام قوت وشوکت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ تم اسی سے لڑو اپنے لوگوں سے لڑنے کا ارادہ نہ کرو۔ میں نے تم سے کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہیں کیا۔ خدا ہمیں تمھیں یکجا و یک زبان رکھے اور ہمارے رہنماؤں کو نیکی عطا فرمائے۔

ابن زبیرؓ کے امیر کوفہ اور امیر خراج کوفہ کا اہم تنازعہ

یہ تقریر سن کر ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا اے لوگو: اس خوشامدی صلح جو کی باتوں سے دھوکے میں نہ آنا۔ تلوار چلنے اور فتنہ وفساد کے برپا ہونے سے غافل نہ ہونا۔ واللہ اگر کوئی ہم پر خروج کرے گا تو ہم ضرور اسے قتل کریں گے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ لوگ ہم پر خروج کرنا چاہتے ہیں تو ہم باپ کو بیٹے کے بدلے اور بیٹے کو باپ کے بدلے گرفتار کرلیں گے۔ ہم قرابتدار کے عوض میں قرابتدار سے مواخذہ کریں گے۔ اور ماتحت کو اسکے بڑے عوض میں ماخوذ کریں گے انھیں دین حق پر لا کر اور اطاعت پر مجبور کر کے چھوڑیں گے۔

مسیّب کا فتنہ پرداز ابراہیم کو دندان شکن جواب

مسیب یہ سن کر اس پر جھپٹ پڑے اس کی بات کاٹ دی اور کہا اور بیعت توڑنے والوں کے نطفے؟ تو ہمیں اپنی تلوار سے اور فتنہ پردازی سے ڈراتا ہے۔ واللہ تجھ میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے۔ تو تو ہم سے بغض رکھتا ہے۔ تیرے باپ دادا ہمارے ہی ہاتھ سے مارے گئے ہیں۔ واللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے باپ دادا جہاں ہیں وہیں تجھے بھی شہر والے پہنچادیں گے۔ اسی طرح خدا تجھے اس شہر سے نکالے گا۔ اور اے امیر تم نے بہت ٹھیک بات کہی۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ انتقام پر آمادہ ہیں وہ تمھارے خیر خواہ اور تمھارے قول کے سننے والے ہیں۔

ابراہیم نے کہا واللہ یہ تو مارا جائے گا۔ اس نے بے پروائی کی اور علانیہ کی۔

عبیداللہ بن وال کا بھی ابراہیم کو منہ توڑ جواب

عبداللہ بن وال تیمی اب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے برادر تیمی تو ہمارے اور ہمارے امیر کے درمیان کیوں دخل دیتا ہے؟ واللہ نہ تو ہمارا امیر ہے نہ تجھے ہم پر حکومت کرنے کا حق ہے۔ تو فقط امیر جزیہ ہے۔ جا اپنے خراج کی خبر لے۔ قسم خدا! یہ فتنہ پردازی جو تو کر رہا ہے۔ تیرے باپ دادا ہو بیعت توڑنے والوں میں تھے، انھیں نے تو اس امت میں فتنہ وفساد برپا کئے ہیں۔ اور جیسا انھوں نے کیا انکے آگے آئے گا اور وہ خود برائی کے چکر میں پڑ جائیں گے۔

اس کے بعد مسیب وعبداللہ بن وال امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ہمیں امید ہے کہ عوام الناس میں تمھاری تعریف ہوگی۔ اور خاص لوگوں میں تمھاری قدر ہوگی۔ ابراہیم کے ساتھ والوں میں سے اور اسکے عاملین میں سے ایک گروہ کو غصہ آ گیا۔ سخت و درشت الفاظ زبان پر لائے۔ لوگوں نے بھی ان کو سخت سست کہا اور سب کو ناگوار گذرا یہ باتیں سن کر عبداللہ منبر سے اترا اور دارالامارہ میں چلا گیا۔ ابراہیم یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ عبداللہ نے اہل کوفہ کی خوشامد کی۔ میں تو واللہ ابن زبیر کو یہ حال لکھ کر بھیج دونگا۔ شبث بن ربعی تمیمی نے عبداللہ سے جا کر یہ ذکر کیا۔ عبداللہ اس کو اور

یزید بن حارث کو اپنے ساتھ لے کر سوار ہوا اور ابراہیم کے پاس آ کر قسم کھائی کہ واللہ امن و عافیت اور باہمی صلح کے سوا میرا کچھ اور مطلب نہ تھا۔ یزید بن حارث نے میرے پاس آ کر یہ باتیں کیں۔ مجھے خیال ہوا کہ سب لوگوں کے سامنے یہ تقریر کروں جو تم نے سنی۔ اس سے میرا مقصد یہی تھا کہ اختلاف و افتراق نہ پیدا ہو۔ ان میں آپس ہی میں کشت و خون نہ ہو جائے۔ ابراہیم نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور سلیمان بن صرد کے اصحاب اپنے علانیہ ہتھیار لے کر نکلنے لگے اور سامان جنگ اور اپنی ضرورت کی اشیاء کو بے پردہ مہیا کرنے لگے۔

خوارج کا ابن زبیر کا ساتھ چھوڑنا

اسی سال خوارج نے ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ دیا ان کا بھی عجب معاملہ تھا یا تو مکہ میں آ کر حصین بن نمیر کے مقابلہ میں ابن زبیرؓ کی طرف سے لڑتے تھے یا پھر یہ ہوا کہ سب کے سب بصرہ کی طرف چلے گئے۔ ان میں اتفاق نہ رہا۔ متفرق و منتشر ہو گئے۔ اس کا سبب یہ ہو کہ ابو بلال کو قتل کرنے کے بعد خوارج سے جس طرح پیش آنا تھا پیش آیا۔ پہلے بھی وہ ان کے قتل کرنے سے باز نہ آتا تھا ان کا وجود اسے ناگوار تھا۔ مگر ابو بلال کے بعد اس نے ان لوگوں کے ہلاک و تباہ کرنے پر مزید کمر باندھ لی۔

خوارج کی ابن زبیر کی طرف واپسی

اسی زمانہ میں ابن زبیر نے مکہ میں یلغار کی اور اہل شام ان سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔ خوارج نے جمع ہو کر جو جو مصیبتیں ان پر گذری تھیں اس کا ذکر کیا۔ نافع بن ازرق نے کہا خدا نے تم لوگوں پر کتاب نازل کی اس میں جہاد کرنا تم پر فرض کیا اور اسے بیان فرما کر حجت تم پر تمام کر دی۔ تمہارا حال یہ ہے کہ دشمن ظالم تمہارے لیے شمشیر بکف ہے۔ دیکھو مکہ میں جو شخص اٹھ کھڑا ہوا ہے چلو ہم سب لوگ بیت اللہ میں جا کر اس سے ملاقات کریں۔ اگر وہ ہمارے عقیدہ پر ہے تو اس کے ساتھ شریک ہو کر دشمن سے جہاد کریں۔ اگر ہمارا عقیدہ وہ نہیں رکھتا۔ تو بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والوں سے جہاں تک ہو سکے دفاع کریں پھر اسکے بعد دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

غرض یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور ابن زبیر سے آ کر ملے۔ ابن زبیر ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ ان کو یقین دلا دیا کہ میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو تم لوگوں کا ہے۔ اور باوثوق ان کو اپنے پاس آنے کا عندیہ دے دیا۔ یہ لوگ ابن زبیر کے ساتھ شریک ہو کر شامیوں سے جہاد کرتے رہے۔

خوارج کا پھر رنگ بدلنا

جب یزید کے ہلاک ہونے کی خبر آئی اور اہل شام مکہ سے واپس چلے تو ان لوگوں نے باہم ملاقاتوں میں یہ ذکر کیا کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں یہ کوئی رائے صواب نہیں ہے۔ کہ ایسے شخص کی اعانت۔ ہم کر رہے ہیں جس کا حال نہیں معلوم۔ شاید یہ شخص ہم لوگوں کے عقیدہ پر نہیں ہے۔ کل کا ذکر ہے کہ یہی شخص اور اسکا باپ دونوں تم سے قتال کر چکے ہیں اور پکار رہے تھے "عثمان کا انتقام لینے والے کہاں ہیں"

حضرت عثمانؓ کے بارے میں خوارج کی نفرت اور ابن زبیرؓ کا ان کو سبق دینا

چلو ان سے چل کر پوچھیں کہ عثمان کے باب میں ان کی کیا رائے ہے۔ اگر انھوں نے عثمان سے بیزاری ظاہر کی تو سمجھو کہ وہ تمھارے دوستوں میں ہیں۔ ورنہ تمھارے شریک ہو کر ہم نے قتال کیا۔ ہم نے اس بات کی بھی تحقیق نہیں کی کہ تمھارا نظریہ کیا ہے؟ آیا تم ہم میں سے ہو یا ہمارے دشمنوں میں سے؟ ہمیں یہ بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابن زبیرؓ نے ادھر ادھر دیکھا کہ اس وقت ان کے انصار بہت تھوڑے سے وہاں موجود ہیں۔ خوارج سے انھوں نے کہا تم ایسے وقت میرے پاس آئے کہ میں اٹھنے ہی کو تھا اب شام کو میرے پاس آؤ تو جو بات تم پوچھنا چاہتے ہو اس کا جواب میں دوں۔

یہ سن کر وہ لوگ تو پلٹ گئے اور ابن زبیر نے اپنے اصحاب کو بلایا۔ ان سے کہا تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ اور سب کے سب جمع ہو کر شام کو میرے پاس آؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

خوارج جو آئے تو کیا دیکھا کہ ابن زبیر کے اصحاب دائیں بائیں صف باندھے کھڑے ان کے گرد کھڑے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت لاٹھیاں تھامے ہوئے ان کے سر پر موجود ہے۔

ابن ازرق نے اپنے اصحاب سے کہا اس شخص کو یہ ڈر ہے کہ تم اچانک حملہ کر بیٹھو گے۔ تمھارے خلاف جواب دینے پر یہ جنگ کے لیے مستعد ہیں۔ یہ سامان جو تم دیکھ رہے ہو اسی لیے کیا ہے۔ یہ کہہ کر ابن زبیرؓ کے قریب گیا اور کہنے لگا:

نافع بن ازرق کی غلط تقریر

یا ابن زبیرؓ خدا سے ڈر۔ اس خائن اور خود غرض سے بیزاری اختیار کر۔ سب سے پہلے جس شخص نے ضلالت کی بنا ڈالی اس سے عداوت کرنا چاہیے۔ جس نے بدبختی کو جنم دیا۔ جس نے حکم قرآن کے خلاف کیا اس سے نفرت کر۔ تم ایسا کرو گے تو تمھارا پروردگار تم سے خوش ہوگا۔ عذاب شدید سے تم کو نجات حاصل ہوگی۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمھارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنھوں نے اپنے مفاد سے کام رکھا۔ زندگانی دنیا کے پیچھے آخرت کی نعمتوں کو کھو بیٹھے۔

پھر نافع پیچھے ہٹا اور اپنے ساتھی عبیدہ کو مخاطب ہوا اے عبیدہ بن ہلال اس شخص کے سامنے اور سب کے سامنے ہمارے عقائد جن کی طرف ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں بیان کر۔

یہ سن کر عبیدہ آگے بڑھا۔ خثعم ایک راوی کہتا ہے میں وہاں موجود تھا۔ واللہ ابن ہلال سے بڑھ کر میں نے کوئی فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ عقیدہ اس کا خوارج کا تھا۔ وہ مطالب کثیر کو چند لفظوں میں ادا کر دیتا تھا۔

عبیدہ خارجی کی عثمانؓ کے خلاف گستاخانہ تقریر

پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا پھر کہا حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا کہ عبادت خدا اور اخلاص دین کی طرف دعوت دیں۔ انھوں نے دعوت دی مسلمانوں نے اسے قبول کیا۔ حضرت محمد ﷺ حکم خدا اور کتاب خدا کے ساتھ امت میں عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ حضور ﷺ کے بعد لوگوں نے ابوبکر کو جانشین کیا اور ابوبکرؓ نے عمرؓ کو۔ ان دونوں صاحبوں نے کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ پر عمل کیا الحمد للہ رب العالمین۔

ان کے بعد لوگوں نے عثمان بن عفان کو جانشین کیا۔ انھوں نے اراضی مسلمان پر

قبضہ کیا۔ قرابتداروں کو مقدم کیا۔ مال و دولت جمع کرنے کا شوق رکھا۔ کوڑے اور تازیانہ کو جاری کیا۔ کتاب کو چاک کر ڈالا۔ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھا۔ اس ظلم و جور پر جس نے اعتراض کا اسے زدو کوب کر ڈالا۔ پیغمبرﷺ نے جس شخص کو شہر بدر کیا تھا اسے بلالیا۔ سابقین میں سے جو صاحب فضل تھے ان کو مارا اور شہر بدر کیا ان پر جرم رکھا اسکے بعد مال غنیمت پر جو خدا نے مسلمانوں کو دیا تھا قبضہ کیا۔ اسے قریش کے فاسقوں اور عرب کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ دیکھ کر اہل اسلام کا ایک گروہ جن سے خدا اپنی طاعت کا عہد لے چکا تھا جو خدا کے کام میں ملامت کی پروانہ کرتے تھے اٹھ کھڑا ہوا۔ انھوں نے آ کر عثمان کو قتل کیا ہم لوگ اسی گروہ کے خیر خواہوں میں ہیں اور ابن عفان سے اور ان کے دوستوں سے بیزار ہیں۔ بتاؤ ابن زبیر اب تم کیا کہتے ہو؟

ابن زبیرؓ کا خوارج کے سامنے عثمانؓ کے اوصاف بیان کرنا

ابن زبیرؓ یہ سن کر حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اسکے بعد کہا:

تم نے نبیﷺ کا جو ذکر کیا میں نے سنا وہ ایسے ہی تھے جیسا تم نے بیان کیاﷺ۔ وہ تو اس سے بھی برتر تھے جیسا تم نے ذکر کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں تم نے جو کہا اسے بھی میں نے سنا۔ یہ وصف ان کا خدا نے تمھاری زبان پر جاری کیا تم نے جو کچھ کہا درست کہا۔

عثمان بن عفانؓ کے باب میں جو کچھ تم نے کہا۔ اسے بھی میں نے سنا۔ اب خلق خدا میں ابن عفان اور ان کے حالات کا جاننے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ جب ان سے لوگوں نے دشمنی کی اور ان پر عتاب کیا ہے۔ و میں ان کے پاس موجود تھا جن باتوں پر لوگ خفا تھے انکے راضی کرنے میں انھوں نے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پھر یہ ہوا کہ سب جا کر واپس آئے اور ایک خط لیے ہوئے آئے جس پر انھیں یہ شبہ تھا کہ عثمان نے ان لوگوں کے قتل کرنے کا حکم اس خط میں دیا ہے۔ انھوں نہ دیا تھا۔ انھوں نے کہہ دیا میں نے یہ خط نہیں لکھا تم سے ہو سکے تو اس بات کو ثابت کرو۔ اگر تم نہیں ثابت کر سکتے تو لو میں قسم کھاتا ہوں۔ واللہ وہ کسی گواہ کو اسکے ثبوت میں نہ لا سکے اور نہ عثمان سے قسم لینے پر راضی ہوئے۔ آخر کار سب نے حملہ کر کے انھوں کو قتل کیا۔ تم نے ان کے جو عیب بیان کیے ہیں وہ بھی میں نے سنے وہ ہرگز ایسے نہ تھے وہ تو ہر طرح کی نیکی کرنے والے تھے۔ تم لوگ اور تمام حاضرین اس بات کے گواہ رہنا۔ کہ میں دنیا و آخرت میں ابن عفان کے دوستوں میں ہوں اور ان کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں۔ ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔

خوارج نے یہ سن کر کہا اے دشمن خدا تجھ سے خدا بیزار ہو۔ جوب ملا اے دشمنان خدا تم سے خدا بیزار ہو۔

خوارج کا منتشر ہونا

اسکے بعد وہ لوگ متفرق ہو گئے۔ نافع بن ازرق اور عبداللہ صفار اور عبداللہ اباض اور حنظلہ بیہس اور ماحوز کے تینوں بیٹے عبداللہ و عبیداللہ و زبیر بصرہ چلے گئے۔ اور ابوطالوت از عبداللہ بن ثور اور عطیہ بن یشکری یمامہ کی طرف گئے اور ابوطالوت کے ساتھ یمامہ پر حملہ کیا۔ اسکے بعد سب کے سب نجدہ بن عامر کے ساتھ ہو گئے۔ بصرہ میں جو خوارج پہنچے وہ سب ابوبلال کے عقیدہ پر تھے۔ یہ سب لوگ مجتمع ہوئے اور ان میں عوام الناس نے یہ بات کہی کہ ہم میں سے کچھ لوگ جو راہ خدا میں جہاد کرنے کو نکل گئے تو ہم نے اپنے کام میں سستی کی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم میں جو عالم ہیں وہ

دنیا میں وعظ کہتے ہوئے پھریں۔ وہ لوگوں کے لیے چراغ ہدایت بن جائیں۔ دین کی طرف دعوت دیں جو لوگ اہل ورع اور کوشش کرنے والے ہیں وہ جہاد کو نکلیں۔ اپنے پروردگار سے ملاقات کریں۔ شہدا میں داخل ہوں جن کو خدا کے پاس سے رزق ملا کرتا ہے اور وہ زندہ رہتے ہیں۔

نافع کی قیادت میں خوارج کا مجتمع ہونا

یہ سن کر نافع بن ازرق آمادہ ہو گیا۔ تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب لوگوں نے ابن زیاد پر حملہ کیا۔ اور قید خانوں میں جو خوارج محبوس تھے وہ دروازوں کو توڑ کر نکل آئے۔ اور مسعود کے خون کا انتقام لینے کو لوگ از دو ربیعہ بنی تمیم وقیس سے قتال کر رہے تھے۔ خوارج نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ انھوں نے سامان جنگ تیار کیا اور اپنا گروہ بنالیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ نافع بن ازرق نے خروج کیا ہے تو سب اسکے ساتھ ہو گئے۔ ادھر اہل بصرہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ببہ جو اولاد عبدالمطلب میں سے تھا سب کو نماز پڑھایا کرے۔ ابو اور ابن زیاد شام کی طرف نکل گیا اور ازد بنی تمیم میں بھی صلح ہو گئی۔ اب لوگوں نے خوارج کی طرف رخ کیا ان کا تعاقب کرنے لگے انھیں پریشان کرنے لگے۔ نوبت یہ ہوئی کہ بصرہ میں جتنے خوارج رہ گئے تھے وہ بھی شہر چھوڑ کر نافع بن ازرق سے جا کر مل گئے۔ ان میں سے چند لوگ جو بھی خروج کرنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے بس وہ باقی رہ گئے۔ ان میں عبداللہ صفار تھا اور عبداللہ اباض اور ان کے علاوہ لوگ بھی تھے، جو ان دونوں کی رائے سے اتفاق رکھتے تھے۔

ابن ازرق کی یہ رائے ہوئی کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان سے کوئی واسطہ نہ رکھنا چاہئے اور ہمارا ساتھ نہ دیا اور ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اس نے اپنے اصحاب سے کہا خدا نے تم کو یہ شرف بخشا کہ تم نکل آئے تم کو بصیرت عطا کی اور تمھارے سوا جو لوگ تھے وہ اندھے رہ گئے تم خوب جانتے ہو کہ تم نے اسی لیے خروج ولشکرکشی کی ہے کہ تم شریعت الٰہی و حکم الٰہی کے خواہاں ہو۔ سنو اسکا حکم تمھارا رہنما ہے اور اسکی کتاب تمھاری امام ہے۔ بس تم اسی کے سنن واثر کی پیروی کرنے والوں میں ہو۔

سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

نافع نے پھر کہا تمھیں اپنے دوستوں سے اسی طرح پیش آنا چاہئے جس طرح نبی اپنے دوست سے پیش آتے تھے۔ اور اپنے دشمن سے تمھیں اسی طرح پیش آنا چاہئے جس طرح نبی اپنے دشمن سے پیش آتے تھے۔ آج جو تمھارا دشمن ہے وہ دشمن خدا و رسول ہے۔ اسی طرح جو رسول خدا کا دشمن ہے وہ دشمن خدا ہے اور آج وہی تمھارا دشمن ہے۔ سب نے ایسا ہی کہا۔

کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا ''برآءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین'' یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے ان سے خدا اور رسول بیزار ہیں اور کہا ''لا تنکحو المشرکات حتی یومن'' یعنی مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں ہرگز نکاح نہ کرو۔

غرض خدا نے ان سے دوستی رکھنا انکے جوار میں رہنا انکی گواہی کو سننا انکے ذبیحہ کو کھانا ان سے علم دین کو سیکھنا۔ انکے ساتھ نکاح ومیراث کو حرام کر دیا ہے۔ خدا نے ہم پر حجت تمام کر دی ہے کہ ہم ان باتوں کو مانیں۔ ہم کو لازم ہے کہ دین کی یہ بات ان لوگوں کو بھی بتا دیں جن کے پاس سے ہم سب نکل کر چلے آئے ہیں اور جو احکام خدا نے نازل کیے

ہیں انھیں نہ چھپائیں خدائے عزوجل فرماتا ہے" ان الذین یکتمون ماانزلنا من البینت و الهدی من بعد مابیناه للناس فی الکتاب اؤلائک لعنهم الله ویلعنهم اللاعنون " یعنی جولوگ ان دلیلوں کواور ہدایت کو چھپاتے ہیں جنکو ہم نے نازل کیا ہے اور بعد اسکے ہم نے کتاب میں واضح کر کے اسے بیان کر دیا ان پر خدا لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اسکے تمام اصحاب نے اس رائے کو قبول کیا اور یہ خط لکھا گیا۔

نافع خارجی کا عامہ مسلمین کے متعلق نظریہ

بندۂ خدا نافع بن ازرق کی طرف سے عبداللہ بن صفار وعبداللہ بن اباض اور ان لوگوں کو جو ساتھ ہیں جو بندگان خدا کی طاعت کے اہل ہیں ان کو سلام پہنچے۔ بات یہ ہے کہ...... پھر یہ سارا قصہ اور جو کچھ اس نے بیان کیا تھا سب لکھا۔ اور یہ خط ان دونوں شخصوں کے پاس بھیجد یا اور ان کو موصول بھی ہو گیا۔

عبداللہ صفار نے اسے پڑھ کر ڈال دیا۔ لوگوں کو اس لیے پڑھ کر نہیں سنایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مفترق ہو جائیں اور اختلاف پیدا ہو۔ عبداللہ اباض نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا؟ خدا خیر کرے۔ کس بات کی تمکو تشویش لاحق ہے؟ کیا ہمارے بھائی کام آ گئے؟ یا ان میں سے کچھ لوگ قید ہو گئے؟ ابن صفار نے اسے خط دیدیا۔

ابن اباض خارجی کا عامہ مسلمین کے متعلق نظریہ وخیال

ابن اباض نے خط کو پڑھا پھر کہنے لگا۔ خدا کی مار ہو اس پر کیا برا خیال ہے اسکا؟ نافع کا یہ کہنا جب بجا ہوتا جب سب لوگ مشرک ہوتے۔ اس صورت میں اس کا خیال اور جو امر کہ وہ جائز کرتا ہے ٹھیک تھا اور نبی کا سلوک جو مشرکوں کے ساتھ تھا ویسا ہی سلوک اسکا بھی ہوتا۔ لیکن وہ جھوٹ بولا اور ہمیں بھی جھٹلایا۔ بات یہ ہے کہ لوگ کفران نعمت و نافرمانی میں بے شک مبتلا ہیں۔ مگر شرک سے بری ہیں ہمیں ان کا قتل کرنا جائز ہے۔ ان کے مال پر تصرف ہمارے لیے حرام ہے۔ ابن صفار نے کہا خدا تجھ سے پوچھے تو نے بہت تفریط کی اور خدا سمجھے ابن ازرق سے اس نے بہت افراط کی۔ تم دونوں سے خدا سمجھے۔ اس نے جواب دیا خدا تجھ سے بھی اور اس سے بھی سمجھے۔

بس سب میں تفرقہ پڑ گیا۔ ابن ازرق کی شان وشوکت بہت بڑھ گئی۔ بڑا مجمع اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس نے اہواز میں قیام کیا، خراج وصول کرتا تھا اور اسی سے اپنی قوت کو بڑھاتا تھا اسکے بعد بصرہ کی طرف رخ کیا اور پل کے قریب تک پہنچ گیا عبداللہ ابن زبیر نے اس سے لڑنے کے لیے مسلم بن عبیس کو روانہ کیا۔

مختار کی کوفہ آمد کی تاریخ

اسی سال رمضان کی پندرہویں تاریخ مختار کوفہ میں آیا۔ اس نے جس زمانہ میں حسن بن علی پر ساباط میں برچھی کا وار ہوا تھا اور وہاں سے مدائن کے قصر ابیض میں آپ کو لوگ لے گئے تھے آپ کی نسبت میں اپنا جو خیال ظاہر کیا تھا اس سے شیعہ بہت ناراض تھے اور مختار کو برا بھلا کہتے تھے۔

مسلم بن عقیل اور مختار کا واقعہ

جب حسن نے مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بھیجا تو یہ مختار کے گھر میں اترے تھے۔ راوی کہتا ہے وہی گھر اب مسلم بن مسیب کا ہے۔ مختار نے دوسرے اہل کوفہ کے ساتھ مسلم سے بیعت کی انکے ساتھ خیر خواہوں کی طرح پیش آیا۔ جو لوگ اسکے کہنے میں تھے ان کو مسلم کی طرف دعوت دی۔ جب مسلم نے خروج کیا ہے اس وقت مختار اپنے گاؤں میں تھا جسے لقفا کہتے تھے۔ ظہر کے وقت اسے مسلم کے خروج کرنے کی یعنی لشکر کشی کرنے کی خبر پہنچی۔ مسلم نے اپنے اصحاب سے خروج کرنے کا جو دن مقرر کیا تھا۔ یہ وہ دن نہ تھا۔ لیکن انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہانی کو مارا پیٹا اور قید کرلیا گیا ہے تو انھوں نے اسی وقت خروج کردیا۔

مختار یہ خبر سن کر اپنے موالی کو ساتھ لیے ہوئے چلا۔ مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچا۔

ادھر ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو لوگوں کا رئیس بنا کر ایک علم دیا تھا اسے یہ حکم دیا تھا کہ سب کو لے کر مسجد میں بیٹھے۔

مختار باب الفیل پر ٹھر گیا تھا ادھر سے ہانی بن ودائی کا گذر ہوا۔ مختار کو دیکھ کر کہنے لگا یہاں تمھارے ٹھہرنے کی کیا وجہ؟ نہ تو ہم لوگوں کے ساتھ ہو نہ اپنے ٹھکانے پر؟ مختار نے کہا تم لوگوں نے خطائے عظیم کی ہے یہ دیکھ کر میری رائے متزلزل ہوگئی ہے۔ ہانی نے کہا واللہ تو اپنی جان کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔

پھر ہانی نے یہاں سے جا کر عمرو بن حریث سے اپنی اور مختار کی گفتگو سب بیان کردی۔ ابن حریث نے یہ سن کر عبدالرحمٰن ثقفی سے کہا۔ اٹھ اپنے ابن عم کے پاس جا اس سے کہہ کہ ابن عقیل کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ مختار کہاں ہے؟ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ عبدالرحمٰن جانے کے لیے اٹھا تھا کہ زائدہ بن قدامہ نے بڑھ کر ابن حریث سے کہا کہ مختار تمھارے پاس اس شرط سے آئے گا کہ اسکے لیے امان ہو۔ ابن حریث نے کہا میری طرف سے تو اسے امان ہے بلکہ ابن زیاد تک بھی اگر کچھ خبر اسکی پہنچ گئی۔ تو میں امیر کے سامنے اسکی طرف سے گواہی دونگا۔ اور اچھی طرح سفارش کرونگا۔ عبدالرحمٰن اور زائدہ دونوں مختار کے لینے کو روانہ ہوئے۔ اس نے ہانی ودائی و ابن حریث کی گفتگو کا ذکر کر کے کہا خدا کے لیے اپنے قتل کے درپے نہ ہو۔ مختار آخر ابن حریث کے پاس چلا آیا اسے سلام کیا اسکے علم کے نیچے بیٹھ گیا۔

صبح کو لوگوں میں مختار کی ان باتوں کا چرچا ہوا۔

عمارہ بن عقبہ یہ حال سن کر ابن زیاد کے پاس پہنچا اس سے سب۔ حال بیان کردیا۔ دن چڑھے ابن زیاد کا دروازہ کھلا۔ لوگوں کو آنے کا اذن ہوا۔ مختار بھی سب کے ساتھ دربار میں داخل ہوا ابن زیاد نے اسے بلا کر کہا تم تو ایک مجمع ساتھ لے کر آئے تھے کہ ابن عقیل کی نصرت ہو۔ مختار نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں آیا اور ابن حریث کے علم کے نیچے بھی اترا۔ صبح تک انھیں کے ساتھ رہا۔

ابن حریث نے بھی اسکی شہادت دی اور کہا اللہ امیر کو سلامت رکھے۔ سچ کہتا ہے۔

ابن زیاد قاتل حسینؓ کا مختار کو زخمی کرنا

ابن زیاد نے عصا اٹھا کر مختار کے منہ پر مارا جس سے اس کی آنکھ کا پپوٹا پھٹ گیا اور کہا اچھا ہوا یہ تیرے حق میں۔ ابن حریث نے شہادت نہ دی ہوتی تو واللہ میں تیری گردن اڑا دیتا۔ لے جاؤ اسے قید خانہ میں۔ اہل شرطہ اسے لے گئے، قید خانہ میں ڈال دیا۔ حسین کے قتل ہونے تک یہ قید ہی رہا۔

ابن عمرؓ سے مختار کا اپنی رہائی کے لیے رقعہ لکھوانا

اسکے بعد مختار نے زائدہ سے کہلا بھیجا کہ عبداللہؓ ابن عمر کے پاس مدینہ میں جا کر ان سے کہے کہ وہ ایک رقعہ یزید کے نام لکھ دیں کہ وہ ابن زیاد کو مختار کی رہائی کے لیے لکھ بھیجے۔

زائدہ وہاں سے روانہ ہوا عبداللہؓ بن عمر کے پاس آیا مختار کا پیام انھیں دیا۔

مختار کی بہن صفیہ ابن عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔ بھائی کے قید ہو جانے پر بہت روئیں۔

عبداللہ بن عمر نے یزید کے نام پر خط لکھ کر زائدہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ مضمون یہ تھا:

ابن زیاد نے مختار کو قید کر لیا ہے اور وہ میری بیوی کا بھائی ہے، سو اگر مناسب ہو تو ابن زیاد کو لکھ بھیجو کہ وہ اسے رہا کر دے۔ والسلام۔

ابن عمرؓ کا یزید کو خط

''زائدہ یہ خط لے کر اپنے ناقوں پر روانہ ہوا۔ یزید کے پاس شام میں پہنچا۔ یزید ان کا خط پڑھ کر ہنسنے لگا اور کہا ابو عبدالرحمٰن نے سفارش کی ہے اور وہ سفارش کر سکتے ہیں۔

یہ کہہ کر ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ میرا خط دیکھتے ہی مختار کو رہا کر دے والسلام۔

زائدہ یہ خط لے کر ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے مختار کو زندان سے نکلوا کر اپنے سامنے بلایا اور کہا تین دن کی تمھیں مہلت دیتا ہوں۔ اسکے بعد اگر کوفہ میں تم مل جاؤ گے تو تمھاری خیر نہیں۔

ابن زیاد کا زائدہ پر عتاب اور زائدہ کا بچ نکلنا

مختار وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ابن زیاد کو اب خیال آیا کہ زائدہ نے بڑی گستاخی کی۔ امیرالمومنین کے پاس گیا کہ جس شخص کو میں نے قید کیا ہے اور ابھی اسے قید رکھنا چاہتا ہوں اسکی رہائی کا پروانہ لے کر میرے پاس آئے۔ جاؤ زائدہ کو پکڑ لاؤ۔

عمرو بن نافع کاتب ابن زیاد کا زائدہ کی طرف روانہ ہوا اس سے کہا ارے جان بچا کر بھاگ اور میرا یہ احسان ذرا یاد رکھنا۔

یہاں زائدہ کو لوگ ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ وہ اس دن تو چھپا رہا۔ پھر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر قعقاع اور مسلم باہلی کے پاس آیا ان دونوں نے ابن زیاد سے اسکے لیے امان لے لی۔

مختار کا حجاز کی طرف سفر اور ابن زیاد کے خلاف انتقامی جذبہ

مختار یہاں سے نکل کر حجاز کی طرف جا رہا تھا۔ واقعہ کے اس طرف ابن العرق جو بنی ثقیف کے موالی میں تھا اسے ملا۔ اس نے اسکا خیر مقدم کیا اور محبت سے پیش آیا۔ اس کی آنکھ دیکھ کر اس نے انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھا اور بہت مضطرب ہو کر اس سے پوچھنے لگا خدا تم کو ہر طرح کی برائی سے محفوظ رکھے۔ تمھاری آنکھوں کو یہ کیا صدمہ پہنچا مختار نے کہا اس حرام زادہ نے ایک لکڑی ماری جس سے آنکھ کی یہ حالت ہو گئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ ابن العرق نے کہا یہ کیا حرکت اس نے کی، خدا اسکے ہاتھ کو شل کر دے۔ مختار نے کہا اگر میں اس کے ہاتھ پاؤں اور اسکے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر ڈالوں تو خدا کی مجھ پر پھٹکار پڑے۔ اس نے کہا رحمک اللہ یہ بات تم نے کیا سمجھ کر کہی۔ مختار نے کہا میں جو کچھ کہہ

رہا ہوں اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا۔

اسکے بعد اس نے ابن زبیرؓ کے حالات پوچھنا شروع کیے۔اس نے کہا انھوں نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے۔ کہتے ہیں میں تو رب کعبہ کی پناہ میں ہوں۔مگر لوگوں میں یہ چرچا ہے کہ وہ چھپ چھپ کر بیعتیں لیتے ہیں۔میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان کی شوکت اور جمعیت بڑھ جائے تو وہ ابھی مخالفت ظاہر کر دیں گے۔مختار نے کہا ہاں بالکل اس میں شک نہیں وہ آج عرب میں ممتاز ہیں۔اگر وہ میرے نقش قدم پر چلیں میری بات کو سنیں تو میں انھیں زحمت سے بچالوں۔

مختار کی پیش گوئیاں اور اولوالعزمی

اے ابن العرق فتنہ وفساد کے بادل گرج رہے ہیں چمک رہے ہیں۔وہ دیکھو جنگ برپا ہوگئی اور بے مہار اونٹ کی طرح اس نے سب کو کچل ڈالا۔اور یکا یک تم دیکھو گے کہ کہیں سے میں نے ظہور کیا ہوگا۔لوگ کہتے ہونگے کہ مختار مسلمانوں کی فوجوں کے ساتھ مظلوم،شہید،کشتۂ زمین،مسلمانوں کے سردار سید المرسلین کے نواسے حسین بن علیؓ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھا ہے۔اپنے پروردگار کی قسم! میں ان کا انتقام لینے میں اتنے لوگوں کو قتل کرونگا جتنے یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کے انتقام میں قتل ہوئے ہیں۔

ابن العرق نے کہا یہ دوسری بات بھی جو تم نے کہی بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے۔کہا میں جو کہتا ہوں ایسا ہی ہوگا اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا یہ کہہ کر اس نے اونٹنی کو بڑھایا ابن العرق بھی تھوڑی دور تک دعائیں دیتا ہوا اور اسکی سلامتی مناتا ہوا ساتھ ساتھ چلا۔مختار نے اونٹنی کو روک کر اسے قسمیں دے کر واپس جانے کے لیے کہا۔

ابن العرق اور حجاج کی مختار کے متعلق خیال آرائی

ابن العرق کہتا ہے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا سلام کیا اور رخصت ہو کر واپس آیا۔یہی دل میں سوچتا تھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے،ایسا نہیں ہوسکتا یہی بات میرے دل میں جم گئی واللہ یہ خیال اس کا ایک خواب پریشان ہے۔ہر دفعہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان اس امر کو کہہ دے کہ ہونے والا ہے اور وہ ہو بھی جائے۔مگر واللہ میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا جو اس نے کہا تھا وہی ہوا۔واللہ یہ اسے الہام ہوا تھا تو ثابت ہوگیا۔اگر اسکی ایک تمنا تھی تو پوری ہوگئی۔

پھر میں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مختار کی انھیں باتوں کا اس سے ذکر کیا۔سن کر ہنسنے لگا پھر مجھ سے کہا یہ بھی تو وہ کہا کرتا تھا۔''ودافعۃ ذیلھا۔وادعیۃ ویلھا۔بدجلۃ احولھا''یعنی دجلہ پر اور اسکے گرد ایک تند آندھی جھاڑ و پھیر رہی ہے اور بھائی کو پکار رہی ہے۔(یہ فتنہ وفساد وکشت وخون کی پیشن گوئی ہے)ابن العرق نے حجاج سے پوچھا تم کیا سمجھتے ہو یہ باتیں وہ دل سے بنا لیتا تھا یا کچھ انداز اور انکل سے کہہ دیتا تھا یا اسے الہام ہوتا تھا۔حجاج نے کہا جو بات تم مجھ سے پوچھتے ہو واللہ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ لیکن اتنا کہونگا کہ خدا اسے جزائے خیر دے۔کیسا دیندار و جنگ جو نبرد آزما شخص تھا۔

مختار کی ابن زبیر سے ملاقات

عباس بن سہل بن سعد بیان کرتا ہے کہ میں ابن زبیرؓ کے پاس مکہ میں بیٹھا تھا کہ مختار وہاں آیا۔ابن زبیر کو اس نے سلام کیا۔انھوں نے سلام کا جواب دیا خیر مقدم کیا اور اسکو جگہ دی۔اور کہا ابواسحٰق کوفہ کے لوگوں کا حال کچھ بیان

کرو۔ کہا ظاہر میں تو سب حاکم وقت کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ باطن میں سب کے سب دشمن ہیں۔ ابن زبیر نے کہا برے غلاموں کی یہی خصلت ہوا کرتی ہے۔ اپنے آقا کے سامنے خدمت و طاعت پر کمربستہ ہیں۔ پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے ہیں، تبرا کرتے ہیں۔ مختار تھوڑی دیر بیٹھا رہا پھر ذرا رازدارانہ لہجے میں کہا ''ابن زبیر میری بات سنو'' کہا تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں اور ہمیں ایسا کچھ دو کہ ہم خوش ہو جائیں۔ حجاز کو تم دبا بیٹھو۔ وہ سب کے سب تمھارا ساتھ دیں گے۔

پھر مختار وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ ایک سال گذر گیا اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ابن زبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگے تمھاری مختار سے کب سے ملاقات نہیں ہوئی؟ میں نے کہا ایک سال پیشتر آپ ہی کے پاس میں نے دیکھا تھا پھر نہیں دیکھا۔ کہا آخر بتاؤ یہ کہاں چلا گیا مکہ میں ہوتا تو پھر بھی کہیں نظر آتا۔ میں نے کہا مختار کو جب آپ کے پاس میں نے دیکھا تھا اسکے مہینے دو مہینے کے بعد میں مدینہ چلا گیا اور وہاں کئی مہینے گذار کر مکہ آپ کے پاس چلا آیا۔ طائف سے کچھ لوگ عمرہ کرنے یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہیں میں نے کہتے سنا کہ مختار ہمارے یہاں طائف میں آیا تھا۔ اسے تو یہ زعم ہے کہ میں صاحب غضب ہوں اور ظالموں کا تباہ کرنے والا ہوں۔

ابن زبیر نے کہا خدا اس پر لعنت کرے، بڑا جھوٹا ہے، کاہن بنتا ہے، خدا ظالموں کو ہلاک کرے گا تو مختار بھی انھیں کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

مختار سے ابن زبیر کی دوبارہ ملاقات

واللہ یہ گفتگو ابھی تمام ہوئی تھی کہ مسجد الحرام کے ایک جانب مختار دکھائی دیا۔ ابن زبیر مجھ سے کہنے لگا جس کا تم ذکر کر رہے تھے لو وہ سامنے موجود ہے بتاؤ یہ کہاں جانا چاہتا ہے؟ میں نے کہا غالب گمان یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کی طرف جائے گا۔ وہ کعبہ ہی کی طرف آیا۔ حجر الاسود کے سامنے آکر سات دفعہ طواف کیا۔ پھر حجر کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کچھ لوگ طائف کے کچھ حجاز کے اس کے شناساؤں میں سے وہاں آکر بیٹھ گئے۔

ابن زبیر کو دیر تک انتظار رہا کہ وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آئے گا۔ آخر ابن زبیر مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا یہ شخص میرے پاس نہ آئے گا؟ میں نے کہا کیا معلوم؟ مگر جو بات آپ چاہتے ہیں میں دریافت کیئے لیتا ہوں۔ ابن زبیر کو میری یہ بات بہت پسند آئی۔ وہاں سے اٹھ کر میں اس طرح چلا جیسے کوئی مسجد الحرام سے باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر میں نے مڑ کر مختار کی طرف دیکھا اور اسی طرف بڑھا۔ اسے سلام کیا اور اسکے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کہا تم کہاں تھے؟ کیا طائف میں تھے؟ کہو تم ہماری ملاقات کے بعد کہاں کہاں پھرتے رہے؟ مختار نے کہا ہاں میں طائف وغیرہ میں تھا۔ اتنا کہہ کر وہ جیسے انجان بن گیا۔ میں نے جھک کر اسے رازدارانہ لہجے میں کہا تم سا شخص ایک ایسے شخص کی صحبت سے دور ہو جس پر تمام اہل شرف اور قبائل عرب قریش و انصار و ثقیف اتفاق کر چکے ہوں، کوئی خاندان کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا جس کا رئیس و سرگروہ اس شخص سے آکر بیعت نہ کر گیا ہو۔ مجھے تم سے اور تمھاری دانشمندی سے تعجب ہوتا ہے۔ کہ تم ان کے پاس نہ آئے۔ ان سے تم نے بیعت نہ کی۔ اس حکومت میں اپنا حصہ تم نے حاصل نہ کیا۔ مختار نے کہا تم نے دیکھا تھا کہ سال گزشتہ میں ان کے پاس آیا اور انھیں مشورہ دیا۔ انھوں نے اپنے معاملہ کو مجھ سے چھپایا۔ میں نے دیکھا انھیں میری پرواہ نہیں ہے تو میں نے بھی یہ دکھا دیا کہ مجھے بھی ان کی پرواہ نہیں ہے۔ اور واللہ مجھے

ان سے ملنے کی ایسی ضرورت نہیں ہے جیسی کہ انھیں مجھ سے ملنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا تم نے جو باتیں ان سے کیں علانیہ سب کے سامنے مسجد حرام میں کیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ پردوں کی آڑ میں دروازے بند کر کے کی جاتی ہیں۔ اگر جی چاہے تو آج رات کو ابن زبیر سے ملاقات کرو۔ میں بھی تمھارے ساتھ چلونگا۔ مختار نے کہا آج شب کو نماز عشاء پڑھ کر چلونگا۔ وعدہ یہ ہوا کہ حجر اسود کے پاس ہم دونوں ملاقات کریں گے۔

اب میں اس کے پاس سے اٹھ کر ابن زبیر کے پاس آیا۔ ہمارے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں وہ بیان کیں۔ ابن زبیر سن کر خوش ہوئے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر ہم دونوں حجر اسود کے پاس ملے۔ وہاں سے ابن زبیر کے مکان پر آئے داخلہ کی اجازت طلب کی۔ آنے کی اجازت ملی۔ وہاں پہنچ کر میں نے کہا میں یہاں درمیان سے ہٹ جاتا ہوں تم دونوں تنہائی میں باتیں کرو۔ یہ سن کر دونوں نے کہا تم سے کسی بات کا پردہ نہیں ہے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ ابن زبیر نے مختار سے مصافحہ کیا خیر مقدم کیا۔ اس کا اور اسکے متعلقین کا حال پوچھا۔ پھر دونوں آدمی ذرا خاموش رہے اسکے بعد مختار نے حمد و ثنائے الٰہی بجا کر کہا۔ زیادہ گفتگو کرنا یا ضرورت بھر بھی نہ کرنا دونوں باتیں بیکار ہیں۔ میں اس لیے تمھارے پاس آیا ہوں کہ تم سے اس شرط پر بیعت کروں کہ بغیر میرے مشورہ کے تم کوئی کام نہ کرو۔ اور سب سے پہلے اپنے پاس آنے کی اجازت مجھے دیا کرو۔ اور جب تم خود کو ظاہر کردو تو اپنے ہر ایک بڑے کام میں مجھے شریک رکھا کرو۔ ابن زبیر نے کہا میں تو کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ پر تم سے بیعت چاہتا ہوں۔ مختار نے ناپسندیدہ لہجے میں کہا میرا ادنی سا ادنی غلام کوئی ملے، تو اس سے کتاب و سنت پر تم بیعت لینا۔ پھر تمھاری اس حکومت میں مجھ میں اور غیر میں کیا امتیاز رہا؟ واللہ میں تم سے ہرگز بیعت نہیں کرونگا۔ عباس بن سہل نے جھک کر ابن زبیر کے کان میں کہا۔ اس وقت تو اسکی وفاداری حاصل کر تو پھر جیسی رائے ہو ویسا کرنا۔ اس پر ابن زبیر نے اس سے کہا۔ اچھا جو تم کہتے ہو وہی سہی۔ یہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا مختار نے ان سے بیعت کی اور انکے ساتھ رہنے لگا۔

مختار کی جرات و بہادری

حصین بن نمیر نے جب شام سے آ کر مکہ کا حصار کیا ہے تو مختار بھی اس معرکہ میں شریک تھا اور سب سے بڑھ کر اس نے میدان کارزار میں ثابت قدمی و دلیری ظاہر کی۔ جب یہ نوبت پہنچی کہ منذر بن زبیر، مسور بن مخرمہ، مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف قتل ہو گئے تو مختار نے پکار پکار کر کہا۔ اے اہل اسلام! میری طرف آؤ میری طرف۔ میں ابوعبیدہ کا بیٹا ہوں۔ میں اس عالی ہمت کا فرزند ہوں جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے نہ کہ دکھانے والا۔ میرے باپ دادا معرکوں میں گھس جاتے تھے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ اے غیرت دارو! اے غضب والو! میرے پاس آؤ۔ غرض اس نے لوگوں کو بچالیا اور اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ پھر ابن زبیر کے ساتھ اسی حصار میں یہ بھی تھا کہ خانہ کعبہ جلایا گیا۔ روز شنبہ ربیع الاول ۶۴ ہجری کی تیسری تاریخ یہ واقعہ ہوا۔

اسی دن کا ذکر ہے کہ تین سو سپاہیوں کی ایک فوج لے کر مختار نے شامیوں سے ایسی جنگ کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ لڑتے لڑتے تھک جاتا تھا تو ذرا بیٹھ جاتا تھا اور اسکے اصحاب اسے گھیر کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دم لیا اور اٹھا اور جا پڑا۔ شامیوں کے جس حصہ پر جس صف پر یہ پہنچا۔ اس کی شمشیر زنی سے سب پسپا ہو گئے۔

عباس بن سہل بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن مطیع اور مختار اور میں اہل شام سے قتال کر رہے تھے۔ ہم تینوں میں مختار سب سے بڑھ کر جاں بازی و جانفشانی کر رہا تھا۔ اہل شام کو یزید کے مرنے کی اطلاع پہنچنے کے ایک دن پہلے

بڑے کشت وخون کی جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ ربیع الاخر ۶۴ ہجری کی پندرھویں تاریخ اتوار کے دن ہوا تھا۔ اہل شام کو یہ امید تھی کہ وہ ہم پر فتحیاب ہو نگے۔ کیونکہ مکہ کی تمام راہیں ہم لوگوں پر وہ بند کر چکے تھے۔ ابن زبیر نے نکل کر لوگوں سے مرنے اور جان دینے پر بیعت لی تھی۔ اور بہت سے لوگ اسی شرط پر بیعت کر چکے تھے۔ ایک جماعت کو ساتھ لیے ہوئے میں ایک طرف اہل شام سے قتال کر رہا تھا۔ ایک جانب عبداللہ بن مطیع لڑ رہے تھے۔ ایک طرف اہل یمامہ کے خوارج کو ساتھ لے کر مختار شمشیر زنی کر رہا تھا۔ یہ خوارج خانہ کعبہ کے بچانے کے لیے جنگ میں شریک ہو گئے تھے۔ شامیوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا مجھے اور میرے اصحاب کو دور تک دباتے ہوئے لے گئے۔ نوبت یہ ہوئی کہ میں اور مختار مع اصحاب ایک ہی جگہ جمع ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ میں جس قسم کی جرات کر جاتا تھا مختار بھی وہی کام کر کے دکھا دیتا تھا۔ اور وہ جس قسم کی دلیری کر بیٹھتا تھا مجھے ویسی ہی جرات دکھانے میں تکلف ہوتا تھا میں نے کبھی ایسا حملہ آور نہیں دیکھا۔ شامیوں کے پیادے اور سوار ہم دونوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اور ہم ان سے قتال کرنے میں مشغول تھے۔ مجھے اور مختار کو اور کوئی ستر آدمی بڑے ثابت قدم جو ہمارے ساتھ تھے ان سب کو مجبور ہو کر ایک مکان کی طرف سرک آنا پڑا۔ اس وقت مختار نے فوج شام سے نبرد آزمائی کی اور کہنا شروع کیا ایک ایک کر کے لڑو اور جو بھاگے اسے پناہ نہ ملے۔ غرض مختار لڑنے کو بڑھا اور اسکے ساتھ میں بھی آیا۔ میں نے پکار کر کہا۔ کوئی مجھ سے لڑنے کو نکلے۔ یہ سن کر ایک شامی میرے طرف آیا اور ایک شخص مختار کے مقابلہ میں۔ میں اپنے حریف کو قتل کرنے کے لیے چلا اور مختار نے بڑھ کر اپنے حریف کو قتل کیا۔ پھر ہم نے ایک نعرہ کیا اور اپنے اصحاب کو جرات دلا کر فوج شام پر حملہ کر دیا۔ واللہ ایسی تلواریں ان لوگوں کو ہم نے ماریں کہ تمام گلیوں سے ان کو نکال دیا۔

مختار کی غیرت

پھر ہم دونوں اپنے دونوں حریفوں کی طرف جنھیں ہم نے قتل کیا تھا متوجہ ہوئے۔ جسے میں نے قتل کیا تھا وہ نہایت سرخ رنگ شاید یورپین تھا اور جسے مختار نے قتل کیا تھا وہ نہایت ہی سیاہ فام تھا۔ مختار کہنے لگا سنو واللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہ دونوں کشتے شامیوں کے غلام ہیں اگر یہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالتے تو ہماری برادری والے اور جو لوگ ہم سے حسن ظن رکھتے ہیں بہت ہی غمگین ہوتے۔ یہ دونوں شخص میری نظر میں دو کتوں کے برابر ہیں۔ میں تو اب کبھی کسی شخص سے جب تک اسے جان پہچان نہ لونگا لڑنے کو نہ نکلوں گا۔ میں نے کہا واللہ میں بھی جب تک جان پہچان نہ لونگا کسی شخص سے لڑنے کو نہ نکلوں گا۔ یزید کے ہلاک ہونے تک مختار ابن زبیر کے ساتھ رہا۔ حصار اٹھ گیا اہل شام تو شام کی طرف واپس ہوئے اور اہل کوفہ نے عامر بن مسعود کو اپنا امیر بنالیا۔ کہ جب تک لوگ متفق ہو کر کسی کو اپنا امام مقرر کریں۔ یہ عامر کے پیچھے نماز پڑھا کریں۔ عامر کو ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ اس نے اہل کوفہ کے ساتھ ابن زبیر سے بیعت کر لی اور یہاں کہلا بھیجا۔

مختار کی ابن زبیر سے اختلاف اور جدائی

یزید کے مرنے کے پانچ مہینے چند دن بعد تک مختار ابن زبیر کے ساتھ رہا۔ اسی زمانہ میں ایک دن ابن زبیر لوگوں کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ یکا یک ان کی نظر مختار پر پڑی تو ابن صفوان سے کہنے لگے ذرا اس شخص کو دیکھو جیسے سا تارو ہن مقام کا بھیڑیا انتہائی محتاط و چوکنا ہوتا ہے۔ واللہ یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ طواف اور نماز طواف سے

جب سب فراغت کو ہوگئی تو مختار نے آ کر ابن صفوان سے پوچھا ابن زبیر میرے بارے میں تم سے کیا کہہ رہے تھے؟ ابن صفوان نے بات کو چھپایا کہا انھوں نے کوئی بری بات نہیں کی۔ مختار نے کہا واللہ تم دونوں میرا ہی ذکر کر رہے تھے۔ خدا کی قسم! ابن زبیر کو ایڑیاں رگڑ کر بھی میری اطاعت رکھنی چاہیئے ورنہ میں اسے ایسی جنگ میں جھونک دوں گا کہ اسکی آگ بجھنے نہ پائے گی۔

چار پانچ ماہ تک جب مختار نے دیکھا کہ ابن زبیر نے اسے کوئی عہدہ وامارت نہیں دی۔ تو کوفہ سے جو شخص بھی اسکے پاس آتا تھا اس سے مزید لوگوں کے حالات وکیفیت پوچھنے لگا۔

مختار کی دوسرے گروہ میں شمولیت کا آغاز

رمضان میں ہانی بن الوداعی عمرہ کی نیت سے مکہ میں آیا۔ مختار نے اس سے بھی کوفہ کی حالت اور وہاں کے لوگوں کی کیفیت کو پوچھا۔ اس نے کہا خیریت ہے اور ابن زبیر کی اطاعت پر سب متفق ہیں۔ ہاں ایک گروہ اور اسکے ساتھ شہر کے بھی کچھ لوگ ہیں اگر کوئی شخص ان لوگوں کو متفق کر کے انھیں کی رائے پر انھیں لے چلے تو وہ ایک زمانہ تک دنیا کو لوٹ لوٹ کر کھا سکتا ہے۔ مختار نے کہا میں ہوں ابو اسحٰق میں واللہ ان لوگوں کو امر حق پر متفق کرلونگا۔ انھیں ساتھ لے کر اہل باطل کو شہر سے نکال دونگا۔ اور ہر سرکش وہٹ دھرم کو قتل کرونگا۔

ابن الوداعی نے کہا واہ اے ابن ابی عبید جہاں تک تیرے امکان میں ہو گمراہی کی طرف نہ دوڑ۔ ان لوگوں کا سرگروہ کسی اور ہی شخص کو بن جانے دے۔ سنو فتنہ پردازی کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور ایسے شخص سے بہت برے برے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ مختار نے کہا فتنہ پردازی کیسی؟ میں تو ہدایت د جماعت کی طرف سب کو کھینچوں گا۔

یہ کہہ کے وہ اٹھ کھڑا ہوا وہاں سے نکل کر اپنی اونٹنیوں پر سوار ہوا اور کوفہ کی طرف چل پڑا۔ مقام قرعاء تک پہنچا تھا کہ سلمہ بن مرثد سے راہ میں ملاقات ہوگئی۔ دونوں نے مصافحہ کیا حالات پوچھے۔ مختار نے حال بیان کر کے اہل کوفہ کی حالت ابن مرثد سے دریافت کی اس نے کہا کہ اس ریوڑ کا سا حال ہے جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ مختار نے کہا میں اس گلہ کو خوب چرالوں گا اور انکے مقصد کو پہنچ جاؤنگا۔ ابن مرثد نے کہا ارے خدا سے ڈر۔ تجھے مرنا ہے قبر سے اٹھنا ہے محشر کی باز پرس کا جواب دینا ہے۔ اعمال کی جزا پانی ہے۔ اعمال اچھے ہیں تو جزا بھی اچھی ملے گی برے ہیں تو بری۔ اس کے بعد یہ ادھر وہ ادھر چلا۔

مختار کی کوفیوں کے پاس آمد

مختار جمعہ کے دن نہر حیرہ پر پہنچا۔ وہاں اترا نہایا ذرا سا تیل لگایا کپڑے پہنے عمامہ باندھا تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر مسجد سکون اور میدان کندہ کی طرف آیا۔ جن جن لوگوں کی طرف سے گذرتا تھا سلام علیکم کہتا تھا اور فتح ونصرت کی بشارت دیتا تھا۔ کہتا تھا وہ دن آ گیا جو تمھیں مقصود تھا۔ پھر مسجد بنی ذہل و بنی حجر کی طرف آیا۔ یہاں کسی کو نہ پایا۔ سب جمعہ میں گئے ہوئے تھے۔ یہاں سے بنی بدّا کے محلہ میں آیا۔ عبیدہ بدی سے ملاقات ہوئی۔ اسے سلام کر کے کہا فتح ونصرت وآسانی کی تمھیں بشارت ہو۔ ابو عمرو! تمھارا اعتقاد بہت اچھا ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ خدا ہر گناہ بخش دے گا۔ ہر خطا کو ڈھانک دے گا۔ اور عبیدہ بڑا بہادر اور شاعر تھا اور محب علیؓ تھا شراب بہت پیتا تھا۔ مختار کی بات کا عبید نے یہ جواب دیا۔ تمھیں خیر وخوبی کی بشارت ہو کہ تم نے مجھے بشارت دی۔ کچھ کھل کے بھی کہو گے۔ کہا کہ ہاں آج

شب کو میرے بستر پر ملنا۔ یہ کہہ کر آگے چلا گیا۔ یہ بھی اس نے کہا کہ اپنی مسجد کے لوگوں کو یہ پیام پہنچا دینا۔ کہ ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی طاعت کا وعدہ لے چکا ہے۔ یہ ہتک حرمت کرنے والوں کو قتل کریں گے۔ اور پیغمبرزادوں کے خون کا انتقام لیں گے۔ اور خدا ان کو نور روشنی کی طرف ہدایت کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا۔ اور عبیدہ سے پوچھا بنی ہند کی طرف جانے کا کونسا راستہ ہے۔ اس نے کہا ٹھرو میں ساتھ چلتا ہوں۔ عبیدہ نے اپنا گھوڑا منگایا زین ڈالی گئی پھر وہ سوار ہوا۔ اور مختار کو بنی ہند تک پہنچا دیا۔

یہاں پہنچ کر مختار نے کہا اسمٰعیل بن کثیر کا گھر مجھے بتاؤ۔ عبیدہ اسے لیے ہوئے اسمٰعیل کے گھر تک آیا اسے باہر بلایا۔ اسمٰعیل سے ملا مرحبا کہا مصافحہ کیا بشارت دی اور کہا آج رات کو تم اور تمہارے بھائی اور ابو عمرو تینوں آدمی مجھ سے ملنا۔ جو بات تم لوگ چاہتے تھے میں اسی کے لیے آیا ہوں۔ پھر یہاں سے بھی روانہ ہوا اور عبیدہ کے ساتھ جہینہ کی اندرونی بستی میں مسجد کے پاس سے گذرتا ہوا باب الفیل پر آیا اونٹنی کو اس نے بٹھا دیا۔ اور مسجد کے اندر گیا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا لو مختار آ گیا۔ مختار آ گیا۔ مسجد کے ایک ستون کے پاس مختار نماز میں مشغول ہو گیا۔ جماعت کا وقت بھی آ گیا تھا۔ یہ سب کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ پھر دوسرے ستون کے پاس جا کر جمعہ و عصر کے درمیان نماز پڑھی۔ پھر جماعت کے ساتھ عصر پڑھ کر واپس ہوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا گذر محلہ ہمدان کی طرف بھی ہوا۔ اور ابھی لباس سفر پہنے ہوئے تھا۔ لوگوں سے کہا تمھیں بشارت ہو میں تمھارے پاس وہ خوش کن پیغام لے کر آیا ہوں جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر چلا اور اپنے گھر میں آ کر اترا۔ یہ وہی گھر ہے جسے لوگ مسلم بن میتب کا گھر کہتے ہیں۔ اسی گھر میں شیعہ مختار کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔

مختار کی فتنہ پردازیاں اور اشتعال انگیزیاں

عبیدہ و اسمٰعیل و بنی ہند کو مختار نے جس شب کو بلایا تھا شب ہوئی تو یہ لوگ اسکے پاس گئے مختار نے ان سے وہاں کے سب لوگوں کا اور شیعوں کا حال پوچھا۔ کہا شیعہ تو متفق ہو کر سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور ابن صرد اب خروج کیا چاہتے ہیں۔ مختار یہ سن کر حمد ثنائے الٰہی بجالایا اور نبی پر درود بھیجا۔ اسکے بعد کہا کہ مہدی ابن وصی محمد بن علی نے مجھے اپنا وزیر دراز و برگزیدہ و امیر کر کے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ بے دینوں سے قتال کروں اور خون اہل بیت کا ان سے انتقام لوں اور ضعفاء کو انکے ظلم سے بچاؤں۔ سب سے پہلے عبیدہ و اسمٰعیلؓ نے اس کی دعوت کو قبول کیا اسکے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس سے بیعت کر لی۔

ابن صرد کے پاس جو شیعہ جمع تھے مختار نے ان کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا میں صاحب الامر معدن فضل وصی امام مہدی کی طرف سے تم لوگوں کے پاس اس کام کے لیے آیا ہوں۔ جس سے تمھارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے پردے اٹھ جائیں گے، دشمن قتل ہو جائیں گے، نعمت و دولت تمام و کامل حاصل ہو گی، سلیمان بن صرد تو خدا اس پر اور ہم سب پر رحم کرے بس ایک پیر ضعیف ہڈیوں کا تھیلا ہے۔ نہ انھیں معاملات کا تجربہ نہ جنگ و جدال کا علم ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو لے کر نکلیں۔ خود بھی قتل ہوں تمھیں بھی قتل کرا دیں۔ میں جو کچھ کرونگا وہ اس حکم کے بموجب ہو گا جو مجھے ملا ہے جو مجھے سمجھا دیا گیا ہے۔ جس میں تمھارے دوستوں کی عزت ہو گی تمھارے دشمن ہلاک ہو جائیں گے، تمھارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ میری بات سنو میرے حکم کو مانو پھر خوش ہو اور سب کو بشارت دو۔ جو تمھارا مقصود ہے اس کام

کے لیے میں بہترین سردار ہوں۔ غرض اس قسم کی باتیں وہ کرتا رہا اور شیعوں کے ایک گروہ کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ وہ لوگ اسکے پاس آتے تھے اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اسکے امور پر نظر رکھتے تھے۔ مگر روساؤ عظمائے شیعہ ابن صرد کے ساتھ تھے۔ وہی شیخ الشیعہ اور سب کے بزرگ تھے۔ یہ لوگ ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ مختار نے جن شیعوں کو ملا لیا تھا بہت تھوڑے سے تھے اسی سبب سے سلیمان بن صرد کا وجود مختار پر بہت گراں تھا۔ ان کا سامان پورا ہو چکا تھا وہ خروج کیا چاہتے تھے۔ مختار چاہتا تھا کہ ابھی ذرا حرکت نہ کرے ذراسی چھڑی بھی نہ ہلائے۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ابن صرد کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اسے یہ فکر تھی کہ تمام شیعہ میرے ساتھ ہو جائیں تو تب میرا مقصود اچھی طرح حاصل ہو۔

مختار کے خلاف عامل ابن زبیرؓ کی کاروائی

ابن صرد نے جب خروج کیا اور وہ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے تو عمر بن سعد و شبث بن ربعی و یزید بن حارث نے عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا۔ کہ مختار تو ابن صرد سے بڑھ کر تمھارا مخالف ہے۔ وہ تو تمھارے دشمن سے لڑنے کو اسکا زور توڑنے کو تمھارے شہر سے نکل گئے۔ مختار چاہتا ہے تمھارے شہر میں بیٹھے بیٹھے تم پر حملہ کرے۔ چلو اٹھو اسے زنجیروں میں جکڑ لو۔ جب تک لوگوں کو اطمینان حاصل نہ ہو اسے زندان میں ہمیشہ کے لیے قید کر دو۔

مختار کی گرفتاری

یہ لوگ اسے گرفتار کرنے کو چلے۔ جاتے ہی یکا یک اسے اور اس کے گھر کو گھیر لیا اور اسے باہر بلایا۔ مختار نے اس رش کو دیکھ کر کہا یہ کیا ماجرا ہے؟ واللہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اس وقت ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبداللہ بن یزید سے کہا اسے رسی میں باندھ لو اور ننگے پاؤں دوڑاتے ہوئے لے چلو۔ ابن یزید نے کہا سبحان اللہ اسے رسی میں باندھ لو اور ننگے پاؤں دوڑاتے ہوئے لے چلو۔ ابن یزید نے کہا سبحان اللہ میں کیوں اسے دوڑاتے ننگے پاؤں لے جانے لگا۔ جس شخص نے ہم سے عداوت ظاہر کی نہ جنگ کی اسکے ساتھ میں ایسا سلوک کیوں کروں؟ ہم نے تو فقط بدگمان ہو کر اسے گرفتار کرلیا ہے۔ ابراہیم نے مختار سے مخاطب ہو کر یہ مثل کہی لیس بعشک فادر جی ''کجا تو کجا یہ ارادہ'' اے ابن ابی عبیدہ کجا تو اور کجا یہ باتیں جن کی خبر ہم لوگوں کو پہنچ گئی ہے۔ مختار نے جواب دیا تم نے میری جو خبر سنی ہے غلط ہے۔ اس بات سے خدا مجھے محفوظ رکھے کہ تمھارے باوا اور دادا کی طرح میں بھی حق ناشناس کہلاؤں۔ معلوم نہیں یہ کلمہ مختار کا ابراہیم نے سنا بھی یا نہیں۔ مختار کی سواری کے لیے ایک خچر اس کا ہم رنگ کا لے کر آئے۔ ابراہیم نے عبداللہ بن یزید سے کہا اسکے بیڑیاں ڈالنا چاہیئے۔ عبداللہ نے کہا اسکے لیے زندان خود ایک بیڑی ہے۔ وہی کافی ہے زندان میں۔

مختار کی پس زندان ملاقاتیوں سے تقریر

اسکی ملاقات کو جو لوگ آتے تھے ان کے سامنے کہا کرتا تھا۔ اس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جو مالک ہے دریاؤں کا، نخلستان کا، درختوں کا صحراؤں کا، بیابانوں کا، پاک فرشتوں کا برگزیدہ پیغمبروں کا۔ میں لچکتی ہوئی برچھیوں سے چمکتی ہوئی تلواروں سے ایسے مددگاروں کے جھرمٹ میں۔ جن میں کوئی ناقص نہیں، جاہل نہیں، نکما نہیں، بدذات نہیں ان کے ساتھ جنگ کروں گا اور قتل کروں گا سب ظالموں کو۔ جب دین کے ستون کو قائم کرلوں گا۔ اسلام کے رخنہ

کو بند کر چکونگا، مومنوں کا دل ٹھنڈا کردوں گا، پیغمبروں کا قصاص لے چکونگا۔ پھر دنیا کو چھوڑنا مجھے ناگوار نہ ہوگا اور موت کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی۔

اسی تقریر کو وہ جب تک زندان میں رہا ہمیشہ دوہراتا رہتا تھا۔ اور ابن صرد کے خروج کرنے کے بعد اپنے انصار کو شجاعت دلایا کرتا تھا۔

ابن زبیر کے ہاتھوں کعبہ کی نئی تعمیر

اسی سال ابن زبیر نے کعبہ کو منہدم کر کے زمین کے برابر کردیا۔ اس لیے کہ منجنیق کے پتھروں سے دیواروں جھک گئی تھیں۔ ابن زبیر نے کعبہ کی عمارت کھدوائی اور حجر اسود کو اس میں داخل کرلیا۔ اس زمانہ میں لوگ اسی عمارت کے گرد طواف کرلیتے تھے اور نماز کی جگہ پر جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ رکن اسود کو ابن زبیر نے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس ایک صندوق میں رکھا تھا۔ اور کعبہ کا زیور ولباس وعطریات خزانہ کعبہ میں حاجیوں کی نگہبانی میں رکھ دیا تھا۔ کعبہ کی تعمیر جب پوری ہوگئی تو سب چیزیں پھر اس میں واپس کی گئیں۔

حکومت ابن زبیر کے ارکان

اس سال ابن زبیر امیر حجاج تھے۔ مدینہ میں ان کی طرف سے انکے بھائی عبیدہ بن زبیر عامل تھے۔ کوفہ کے عامل عبداللہ بن یزید خطمی تھے۔ اور یہاں کے قاضی سعد بن نمران تھے۔ شریح نے کوفہ میں قاضی ہونے سے انکار کردیا تھا۔ وہ کہتے تھے میں اس فتنہ وفساد میں عہدہ قضا نہیں قبول کرونگا۔ بصرہ کا عامل عمر بن تمیمی اور ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان کا حاکم عبداللہ بن خازم تھا۔

۶۵ ہجری شروع ہوا

سلیمان بن صرد کی لشکر کشی

سلیمان بن صرد نے جب روانگی کا قصد کیا تو اپنے اصحاب میں جو بزرگان قوم تھے ان کو بلا بھیجا۔ وہ سب جمع ہوگئے۔ ربیع الاول ۶۵ ہجری کا چاند دیکھ کر وہ سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ پہلے ہی سے اس گروہ کو اس شب کو خروج کرنے کی اطلاع دے چکے تھے۔ جو اپنی پچھلی بداعمالیوں پر نادم تھے۔ اور نخیلہ کو لشکر گاہ مقرر کیا تھا۔ ابن صرد نے یہاں آ کر تمام لشکر کو پھر گھر کر دیکھا۔

ابن صرد کی لوگوں کو جمع کرنے کے لیے تدبیر

اسے لوگوں کی تعداد معلوم ہوئی تو حکیم بن کندی اور ولید بن کنانی کی ماتحتی میں تھوڑے سوار کر کے حکم دیا کہ تم دونوں شہر میں جا کر یالثارات الحسین (حسین کا انتقام لینے والو دوڑو) کہہ کر پکارو اور بڑی مسجد تک پکارتے ہوئے چلے جاؤ۔ یہ دونوں روانہ ہوئے اور جو حکم ملا تھا اسے بجالائے۔ خلق خدا میں سے پہلے جن لوگوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔

عبداللہ بن خازم کی شمولیت

وہ یہی دونوں شخص تھے جب یہ دونوں بنی کثیر کے محلہ میں پہنچے وہاں ان کی آواز سنتے عبداللہ بن خازم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ کپڑے پہنے ہتھیار منگائے، گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیا۔ سہرا بنت بسرہ ان کی بیوی نہایت حسین و جمیل عورت تھی۔ اور یہ بھی اسے بہت چاہتا تھا۔ کہنے لگی کہ کیا تمھیں جنون ہوا ہے؟ کہا جنون ہرگز نہیں۔ میں نے وہ آواز سنی جو حق کی طرف پکارتی ہے۔ اب میں اس آواز کے ساتھ ہوں۔ میں اس شخص کے خون کا انتقام لوں گا۔ خواہ اس بات میں میری جان جائے یا جو خدا کو میرے حق میں منظور ہے۔ وہ ہو جائے گا۔ اس نے کہا اپنے اس بچہ کو کس پر چھوڑ کے جاتے ہو۔ جواب دیا خدائے وحدہ لاشریک کے حوالہ کرتا ہوں۔ خداوندا اپنی بیوی اور بچہ کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو ان کی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کے گھر سے نکلا اور توابین سے ملا۔ اس کی عورت رونے لگی اور اسکے گھر کی سب عورتیں اسکے پاس جمع ہو گئیں۔ اسکے بچہ کا نام عزرہ تھا یہ زندہ رہا اور مصعب بن زبیر کے ساتھ مارا گیا۔ ابن صرد کے بھیجے ہوئے سوار رات کو کوفہ میں پکارتے پھرے رات گئے مسجد کی طرف آئے۔ یہاں بہت لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔

ابوعزہ کا لبیک کہنا

مسجد کے نمازیوں میں ابوعزہ قابضی نے اس نعرہ کو سن کر کہا۔ یالثارات الحسین۔ اور پوچھا کہ سب لوگ کہاں جمع ہوئے ہیں؟ کہا نخیلہ میں۔ ابوعزہ وہاں سے نکلا۔ گھر میں آ کر ہتھیار لگائے سوار ہونے کے لیے گھوڑا منگوایا۔ اس کی بیٹی رواع جو ابن مرثد قابضی کی بیوی تھی اسکے پاس آئی۔ پوچھنے لگی بابا یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ آپ نے ہتھیار لگائے ہیں تلوار آویزاں ہے۔ کہا بیٹی تمھارا باپ اپنے گناہ سے بھاگ کر اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے۔ وہ یہ کلمہ سن کر چلا چلا کر رونے لگی۔ برادری کے لوگ جمع ہو گئے۔ ابوعزہ سب سے رخصت ہوا۔ اور توابین کے گروہ میں جا کر شریک ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے ابن صرد کے لشکر میں اتنے ہی لوگ اور آ گئے جتنے کہ پہلے سے آئے ہوئے تھے۔ صبح کو ابن صرد نے رجسٹر منگا کر دیکھا کہ جتنے لوگوں نے بیعت کی تھی کتنے شخص ان میں سے آئے۔

انتقام حسین کے لیے سولہ ہزار بیعت کرنے والوں میں سے صرف چار ہزار کا پیش ہونا

معلوم ہوا کہ سولہ ہزار شخصوں نے بیعت کی تھی۔ ابن صرد کہنے لگے سبحان اللہ سولہ ہزار میں سے صرف چار ہزار۔ حمید بن مسلم نے کہا واللہ مختار تمھاری طرف سے لوگوں کو توڑ رہے ہیں۔ تین دن پیشتر کا ذکر ہے کہ میں مختار کے پاس میں موجود تھا۔ کچھ لوگوں کو میں نے کہتے سنا کہ اب ہماری جمعیت میں پورے دو ہزار ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ابن صرد نے کہا اچھا یہی سہی پھر بھی تو دس ہزار آدمی ایسے ہیں جو نہ ادھر آئے نہ ادھر گئے۔ کیا وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ کیا وہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا وہ لوگ خدا کو بھول گئے۔ ہم سے جو عہد و پیمان کیا تھا انھیں یاد نہیں رہا۔ وہ تو کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ ہم ضرور نصرت کریں گے۔ ابن صرد تین دن تک نخلیہ میں ٹھہرے رہے۔ اپنے بھروسے کے لوگوں کو ان سب لوگوں کے پاس بھیجتے رہے جو عین وقت پر جماعت سے الگ ہو گئے تھے کہ ان کو خوف خدا دلائیں ان کے عہد و پیمان کا ذکر کریں۔

اس طرح کی کوشش میں ایک ہزار آدمی اور آ کر شریک ہو گئے۔ اب مسیب نے اٹھ کر ابن صرد سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے جو شخص بجبر آیا اس سے آپ کو کیا نفع ہوگا؟ بس وہی لوگ آپ کے ساتھ قتال کریں گے جو دل سے شریک ہوئے ہیں۔ اب آپ اپنے کام میں کسی کا انتظار ہرگز نہ کیجئے۔ ابن صرد نے کہا واللہ کیا خوب بات تم نے کہی۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک عربی کمان پر سہارا دے کر لوگوں سے اس طرح خطاب کیا:

ابن صرد کی لشکر انتقام سے تقریر

ایہا الناس جو لوگ رضائے خدا و جزائے آخرت کے خیال سے شریک ہوئے ہیں وہ ہمارے ہیں ہم انکے ہیں۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہو، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ اور جو لوگ دنیا اور مال دنیا کی ہوس رکھتے ہیں، وہ سن لیں کہ خوشنودی پروردگار عالم کے سوا نہ میں مال غنیمت ملنے والا ہے نہ ہمارے پاس سونا و جواہرات ہیں۔ ریشم دیباج ہے۔ بس ہمارے کاندھوں پر تلواریں ہیں، ہمارے ہاتھوں میں برچھے ہیں۔ اور بس اتنی زادراہ ہے جس قدر کہ دشمن تک پہنچنے میں کفایت کرے۔ تو جس کسی کا مقصود اسکے علاوہ ہو اسے ہمارے ساتھ آنا نہ چاہئے۔

یہ سن کر صحیر مزنی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا '' خدا نے آپ کو ہدایت کی اور فیصلہ کی بات آپ کو بتادی۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی جو لوگ دنیا کی ہوس اور طمع میں شریک ساتھ ہوئے ہیں ہمیں ان سے خیر کی امید نہیں۔ ایہا الناس! ہم اپنے گناہ سے توبہ کرنے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے نواسہ کا انتقام لینے کو نکلے ہیں۔ نہ ہمارے پاس دینار ہیں نہ درہم۔ ہم تو تلواروں کی دھار اور برچھیوں کی نوکوں کے سامنے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ پکارنے لگے۔ ہم دنیا کے طالب ہیں نہ دنیا کے لیے ہم نکلے ہیں۔

ابن نفیل کا مشورہ

ابن صرد روانہ ہونے کو تھے کہ عبداللہ بن نفیل ان کے پاس آئے۔ پہلے یہ مشورہ دیا کہ ابن زیاد کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ اس پر ابن صرد اور ان کے روسائے لشکر نے کہا عبداللہ نے بہت اچھی رائے دی کہ ہمیں ابن زیاد کی طرف جانا چاہیے۔ جس نے ہمارے امام کو قتل کیا اور اسی کے سبب سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔

پہلے انتقام حسین کوفیوں سے لیا جائے یا ابن زیاد سے؟

عبداللہ نے ابن صرد سے تمام روسائے اصحاب کے سامنے اب یہ کہا کہ میری ایک رائے اور ہے۔ اگر صواب پر ہے تو حق تعالیٰ کی توفیق ہے۔ اگر خطا پر ہے تو میری جانب سے ہے۔ اپنی جان کی قسم! میں تم سے خیر خواہی کا کلمہ دریغ نہ کرونگا۔ صواب پر ہو یا خطا پر۔ ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ حسینؓ کے خون کا بدلہ لیں۔ حسینؓ کے تمام قاتل تو کوفہ میں ہیں ان دشمنوں اور قاتلوں کو یہاں چھوڑ کر کہیں اور ہم کیوں جائیں؟۔

ابن صرد نے لوگوں سے پوچھا کہو کیا کہتے ہو۔ سب نے کہا واللہ یہی رائے بہت اچھی ہے۔ جو بات عبداللہ نے کہی وہی ٹھیک ہے۔ واللہ اگر شام کی طرف ہم لوگ جائیں گے تو قاتلان حسین میں سے ابن زیاد کے سوا کسی کو بھی نہ پائیں گے۔ جن کو ہم ڈھونڈتے ہیں وہ سب تو یہیں موجود ہیں اسی شہر میں۔

ابن صرد نے کہا میں تمہارے لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا جس نے تمہارے امام کو قتل کیا۔ جس نے ان پر لشکر کشی کی۔ جس نے یہ کہا کہ میں انھیں بغیر اسکے امان نہیں دونگا کہ گردن جھکا کر میرے حکم پر چلے آئیں جس طرح میرا

جی چاہے اس طرح ان سے پیش آؤں۔ وہ یہی فاسق ابن فاسق عبید اللہ بن زیاد ہے۔ اب بسم اللہ کہہ کر اسی کے مقابلہ میں روانہ ہو۔ اگر خدا نے اس پر ہمیں غلبہ دیا تو اسکے بعد جو لوگ رہ جائیں گے ان کی کیا حقیقت ہے۔ بہت آسانی سے تمھارے اہل شہر تمھاری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اور اب تمام ان لوگوں کی طرف جو خون حسین میں شریک ہیں متوجہ ہو کر تم ان سے قتال کر لینا اور اگر اس معرکہ میں تم شہید ہو گئے تو ان ظالموں سے قتال کر کے شہید ہوئے۔ نیک اور پرہیز گار لوگوں کے لیے خدا کی طرف سے جزائے خیر ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اپنا سارا زور اپنی پوری قوت ان ظالموں کے مقابلہ میں صرف کرو۔ جنہوں نے ظلم کی بنیاد ڈالی۔ اگر تم شہر کے لوگوں سے لڑ پڑتے ہو۔ ایسے لوگوں کا بھی سامنا ہوتا ہے جن میں سے کسی نے تمھارے بھائی کو قتل کیا ہے یا باپ کو یا کسی دوست کو یا جو تم سے لڑنا ہی نہ چاہتا ہو۔ بس اب خدا کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔ سب لوگ روانہ ہونے پر آمادہ ہو گئے۔

ارکان ابن زبیر کی ابن صرد کو مدد کی پیش کش

عبداللہ و ابراہیم کو ابن صرد کے خروج کرنے کی خبر پہنچی۔ انہوں نے سوچا کہ ان کے پاس چل کر سمجھانا چاہیئے کہ ابھی ٹھہریں۔ ہم سب ساتھ مل کر بڑی قوت سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اگر اس بات کو ابن صرد نے نہ مانا تو ان سے کہیں گے کہ اتنا توقف کریں کہ ہم بھی ایک لشکر تیار کر کے ان کے ساتھ کر دیں۔ دشمن سے مقابلہ ہو تو جمعیت عظیم کے ساتھ ہو۔ غرض ان دونوں نے سوید بن عبداللہ کو ابن صرد کے پاس بھیجا۔ اس نے ابن صرد سے آ کر یہ کہا کہ عبداللہ و ابراہیم اس وقت آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ اس ملاقات میں خدا ایسی صورت نکال دے جس میں ان کی بھی بہتری ہو اور آپ کی بھی بہتری ہو۔ ابن صرد نے کہا بہتر وہ آئیں۔

پھر رفاعہ بجلی سے کہا ان دونوں شخصوں نے یہ کہلا بھیجا ہے۔ تم اٹھو اور لشکر کو اچھی طرح تیار رکھو۔ اور سلیمان ابن صرد نے روسائے اصحاب کو بلا بھیجا سب آ کر ابن صرد کے گرد اگرد بیٹھ گئے۔ ایک ساعت گزری ہوگی کہ عبداللہ شرفائے کوفہ و اہل شرط و مردان جنگ آزما کے ساتھ اور ابراہیم اپنے اصحاب کے مجمع میں یہاں وارد ہوئے۔ یہاں آنے سے پیشتر عبداللہ نے ان لوگوں سے جو قتل حسین میں شریک تھے، کہہ رکھا تھا کہ میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہ آئے۔ مبادا توابین ان کو دیکھ کر حملہ کر بیٹھیں۔ اور عمرو بن حریث سے کہہ آیا تھا کہ مجھے آنے میں دیر ہو تو ظہر کی نماز تو لوگوں کو پڑھا دینا۔

اور جب سے سلیمان بن صرد نے نخیلہ کو لشکر گاہ بنایا تھا عمرو بن سعد رات کو اپنے گھر میں نہیں رہتا تھا۔ دارالامارہ میں عبداللہ کے پاس آ کر سویا کرتا تھا۔ اسے خوف تھا کہ اسکے گھر میں آ کر خانہ جنگی نہ کریں۔ اور وہ غفلت و بے خبری میں قتل نہ ہو جائے۔

عبداللہ، ابراہیم اور ابن صرد کی گفتگو و تقاریر

یہ دونوں جب ابن صرد کے پاس پہنچے۔ پہلے عبداللہ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالایا پھر یہ کہا کہ مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اسے دھوکا نہیں دیتا۔ تم سب لوگ ہمارے بھائی ہو۔ ہمارے ہم وطن ہو، اہل شہر میں محبوب ترین ہمارے نزدیک تم ہو، ہم کو اپنے غم میں مبتلا نہ کرو۔ اپنی رائے پر ہم سے اصرار نہ کرو۔ ہم سے علیحدہ ہو کر ہماری جماعت کو نہ توڑو، جب تک ہم لوگ جنگ و جدال کا سامان نہ کر لیں تم لوگ بھی ہمارے

ہی ساتھ رہو۔ جب ہم دیکھیں گے دشمن شہر کے قریب آ گیا ہے، ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے۔ اور ان سے قتال کریں گے۔ پھر ابراہیم نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ سلیمان نے حمد و ثنائے الٰہی بجالا کر دونوں سے کہا تم دونوں نے بے شک خالص خیر خواہی کا کلمہ کہا اور مشورہ کا حق ادا کیا۔ لیکن ہم تو اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اور اللہ کے ساتھ ہیں تو نکل چکے۔ اب ہم خدا سے رشد و ہدایت کے عزم کی دعا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اب ہم ٹھہرنے والے نہیں۔

عبداللہ نے کہا اتنا تو توقف کرو کہ ایک لشکر جرار تیار کر کے تمھارے ساتھ ہم روانہ کر سکیں۔ دشمن سے قتال کرو تو قوت و شان و شوکت کے ساتھ کرو۔

ابن صرد نے کہا تمھارے واپس چلے جانے کے بعد بھی اس بات کا مجھے خیال رہے گا اور انشاء اللہ تم کو اس کا جواب پہنچے گا۔ اب عبداللہ و ابراہیم نے کہا اگر تم لوگ فوج شام کے آنے تک ہمارے پاس ٹھہر جاؤ تو مقام جوخی کا خراج تمھارے اصحاب کے لیے ہم مخصوص کر دیں گے۔ اور کسی کو اس خراج میں سے کچھ نہ دیا جائے گا۔ ان دونوں کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ابن زیاد شام سے کوفہ کی طرف آ رہا ہے۔ سلیمان نے جواب دیا ہم لوگ طلب دنیا کے لیے نہیں نکلے ہیں۔

اب یہ دونوں کوفہ کی طرف واپس چلے آئے۔ اور یہاں سب روانگی پر اور بڑھ کر ابن زیاد سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ بصرہ اور مدائن کے شیعوں نے جو شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک نہیں آئے تھے۔ کچھ لوگ ان کو ملامت کرنے لگے۔ سلیمان نے کہا ان کو تمھارے نکلنے کی اور روانگی کی خبر نہ ہوئی ہوگی ورنہ وہ ضرور آتے۔ ملامت نہ کرو میرا یہ خیال ہے کہ ان کے پاس زادِ راہ نہیں ہے سامان جنگ نہیں ہے اسی سبب سے نہ آ سکے۔ کچھ عرصے ٹھہر دو وہ سامان کر لیں تو تم سے آ کر مل جائیں۔ وہ تمھارے نقش قدم پر دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

سلیمان ابن صرد کا خطاب

اب سلیمان بن صرد خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا کی پھر کہا

ایہا الناس خداوند عالم جانتا ہے کہ تم کس نیت سے نکلے ہو اور کس بات کے طالب ہو۔ دنیا کا سودا اور ہے آخرت کا اور۔ جو آخرت کا سودا کرتا ہے وہ آخرت کی طرف دوڑتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں دم نہیں لیتا۔ کسی قیمت پر اسے نہیں چھوڑتا۔ رکوع و سجود و قیام و قعود میں ہمیشہ اپنا وقت بسر کرتا ہے۔ دنیا اور اسکے مال و دولت سے مطلب نہیں رکھتا۔ اور جسے دنیا کا سودا ہے وہ دنیا ہی کی طرف منہ کے بل گرتا ہے۔ اسی میں چہرتا چگتا ہے۔ کسی بات پر اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ رحمکم اللہ اس راہ میں راتوں کو نماز میں بسر کو۔ ہر حال میں ذکر خدا کرتے رہو اور جو نیکی تم سے ہو سکے اس سے درگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کو۔ پھر اس دشمن ظالم و جبار سے جب مقابلہ ہو جائے تو جہاد کرو۔ تم اپنے پروردگار سے جہاد و نماز سے بڑھ کر کسی عمل کو ذریعۂ توسل نہیں بنا سکتے۔ جہاد تمام اعمال کی چوٹی ہے۔ خداوند کریم ہم تم کو نیک بندں میں، جہاد کرنے والوں میں، مصیبت پر ثابت قدم رہنے والوں میں شمار کرے۔ ہم لوگ اس قیام سے انشاء اللہ آج رات کو روانہ ہونگے۔ تم بھی روانہ ہونے پر مستعد ہو جاؤ۔

عبداللہ، ابراہیم اور ابن صرد کی گفتگو و تقاریر

ربیع الاخر ۶۵ ہجری کی پانچویں رات کو یہ لوگ روانہ ہوئے۔ نخیلہ سے روانہ ہونے کے بعد سلیمان نے ابن منقذ کو حکم دیا کہ پکار کہہ دیں کہ سب لوگ دیر اعور میں جا کر رہیں۔ لوگ دیر اعور میں رہے اور بہت سے لوگ ساتھ سے

الگ ہو گئے۔ یہاں سے روانہ ہو کر اقساس مالک پر جو کنار فرات واقع ہے سب نے قیام کیا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہزار آدمی کم ہو گئے۔ سلیمان نے کہا جو لوگ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ان کا تمھارے ساتھ رہنا مجھے گوارا ہی نہیں۔ وہ ساتھ ہوتے تو اور تباہی میں تمھیں مبتلا کرتے۔ حق تعالیٰ کو انکا ساتھ آنا ناپسند ہوا انھیں باز رکھا یہ فضیلت اس نے تمہارے ہی لیے خاص کر دی۔ اس کا شکر بجالاؤ۔ پھر اس منزل سے بھی رات کو یہ لوگ روانہ ہوئے۔

مزار حسین پر حاضری

صبح ہوتے ہوتے حضرت حسینؓ کی قبر شریف پر پہنچے۔ ایک رات دن وہیں قیام کیا آپ کے لیے استغفار کرتے رہے۔ اور صلوات پڑھتے رہے۔ یہ لوگ جب شہر کے سامنے پہنچے ہیں تو ایک شور نالہ وآہ وزاری کا بلند ہوا۔ ایسا گریہ وبکا کا دن کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ہر شخص اس بات کی حسرت کرتا تھا کہ آپ ہی کے ساتھ شہید ہو گیا ہوتا۔ سلیمان بن صرد نے دعا کی۔ خداوند حسین شہید بن شہید مہدی بن مہدی صدیق بن صدیق پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا تو شاہد رہنا کہ ہم سب انھیں کے دین پر ہیں انھیں کے راہ کے سالک ہیں۔ ان کے قاتلوں کے دشمن ان کے دوستوں کے خیر خواہ ہیں۔

اور سب لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے' خداوندا ہم اپنے پیغمبر کے فرزند کو چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ جو کچھ ہم نے کیا اسے معاف کر دے۔ ہماری توبہ کو قبول کر لے تو رحیم وتواب ہے، حسین واصحاب حسینؓ شہدائے صدیقین پر اپنی رحمت کو نازل کر پروردگار تو گواہ رہ کہ جس راہ میں وہ لوگ قتل ہوئے ہیں ہم بھی اسی راہ پر ہیں اگر تو ہمارے گناہ کو نہ بخشے گا۔ اگر تو ہم رحم نہ کرے گا تو ہم سب خائب وخاسر، تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔

پھر اس وقت سے لے کر دوسرے دن کی صبح تک جس وقت کہ انھوں نے قبر حسین کے قریب نماز پڑھی ہے۔ آپ کے لیے نزول رحم کی دعا برابر کرتے رہے۔ اس واقعہ سے ان کا جوش اور بھی زیادہ ہو گیا اسکے بعد سلیمان نے کوچ کا حکم دیا۔ اب ہر شخص قبر حسینؓ کے وداع کرنے کو چلا۔ ہر ایک آپ کی قبر کے پاس آتا تھا۔ اور نزول رحمت ومغفرت کی دعا کرتا تھا۔ حجر اسود پر بھی لوگوں کا ایسا ازدحام نہیں ہوتا۔ جیسا آپ کی قبر پر تھا۔ اور سلیمان قبر کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔

مزار حسینؓ پر ابن صرد اور اسکے ساتھیوں کی گفتگو

جو لوگ دعا واستغفار سے فارغ ہوتے جاتے تھے۔ سلیمان ان لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔ رحمکم اللہ اب جاؤ اپنے ساتھ والوں سے مل جاؤ۔ اسی طرح وہ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کے اصحاب میں سے کوئی تیس آدمی رہ گئے۔ اب سلیمان نے ان لوگوں کے ساتھ قبر کو گھیر لیا۔ اور کہا شکر ہے اس پروردگار کا جسے منظور ہوتا تو حسینؓ کے ساتھ شہید ہو جانے کی فضیلت ہم کو عطا کرتا۔ خداوندا! جب انکے ساتھ شہید ہونے سے ہم کو محروم رکھا ہے تو انکے بعد انکی راہ میں شہید ہونے سے ہم کو محروم نہ رکھ۔

عبداللہ بن وائل نے کہا واللہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ حسینؓ اور انکے باپ اور بھائی امت محمدﷺ میں قیامت کے دن بہت بڑے وسیلہ عنداللہ ہیں۔ عجب ہوتا ہے کہ یہ امت ان حضرات کے بارے میں کیسی مبتلائے بلا ہوئی۔ دو کو قتل کیا تیسرے سے قصاص لے کر دل ٹھنڈا کیا۔

مسیب بن نجبہ نے کہا میں ان کے کرتوتوں سے اور جوان ظالموں کا سا اعتقاد رکھتا ہو بیزار ہوں میں انھیں سے لڑونگا انھیں کے مقابلہ میں شمشیر زنی کرونگا۔

مثنی بن مخربہ بھی روساء وشرفاء میں تھے انھوں نے کہا جن حضرات کا تم ذکر کر رہے ہو ان کو پیغمبر کے ساتھ جو خصوصیت ہے اس اعتبار سے پیغمبر کے سوا سب سے افضل ہیں۔ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہم انکے دشمن ہیں ان سے بیزار ہیں۔ ہم اپنے گھر کو اہل عیال کو مال و دولت کو چھوڑ کر نکلے ہیں کہ انکے قاتلوں کو فنا کر دیں۔ یہ جنگ آفاق کے مغرب میں یا زمین کے پرلے سرے پر ہو تب بھی ہمیں اس میں شمولیت کرنا واجب ہے۔ یہ جنگ ہمارے لیے بڑی دولت ہے اور یہی وہ شہادت ہے جس کا ثواب جنت ہے۔ سب نے یہ سن کر کہا تم نے سچ کہا درست کہا تم کو خدا نے توفیق عطا کی۔ اور جتنے سردار تھے سب نے بہت فصیح تقریریں کیں۔

مزار حسینؓ سے کوچ

سلیمان بن صرد یہاں سے روانہ ہو کر حصاصہ میں آئے پھر انبار میں پھر صدود میں پھر قیارہ میں اور مقدمہ لشکر پر کریب حمیری کو مقرر کیا تھا۔ یہ لوگ چلے جا رہے تھے کہ عبداللہ بن عوف اپنے ایک چار سالہ کمیت گھوڑے پر سوار بہت ہی چمک دمک کے ساتھ سامنے سے آیا۔ اور یہ رجز پڑھتا آتا تھا۔

خرجن يلمعن بنا ارسالا
عوابسا يحملننا ابطالا
نريد ن نلقى به الاقتالا
القاسطين الغدر الظلالا
وقدر فضنا الاهل والاموالا
والخضرات البيض والحجالا
نرضى به ذالنحم المفضالا

گھوڑوں کی کئی ٹکڑیں چمک دمک دکھاتی ہوئی ہم سب تند مزاج بہادروں کو پیٹ پر سوار کئے ہوئی نکلیں۔ ارادہ ہمارا یہ ہے کہ اسی طرح ظالم و دغا شعار و گمراہ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ ہم لوگ اہل وعیال کو مال ومنال کو باحیا خوبصورت عورتوں کو اور انکے حجلہ عروسانہ کو چھوڑ کر اس لیے نکلے ہیں۔ کہ پروردگار رحمٰن وصاحب فضل کو خوش کریں۔

عبداللہ بن یزید کا سلیمان کو خط

عبداللہ بن یزید نے سلیمان کو ایک خط لکھا اور محل بن خلفیہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ محل نے قیار میں پہنچ کر سلیمان سے ملاقات کی۔ سلیمان اپنے اصحاب سے آگے نکل آئے تھے۔ سب جانتے تھے وہ سب سے آگے ہیں۔ محل خط لے کر پہنچا تو سلیمان ٹھہر گئے۔ ساتھ والوں سے بھی اشارہ کیا وہ بھی ٹھہر گئے۔ خط پڑھا گیا لکھا تھا:

مضمون خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط عبداللہ بن یزید کی طرف سے سلیمان بن صرد اور ان سب اہل اسلام کے نام ہے جو انکے ساتھ ہیں۔ سلام علیکم تم لوگوں کو یہ خط خیر خواہی و مہربانی کی راہ سے لکھا گیا ہے۔ ہاں ایسے بھی خیر خواہ ہوتے ہیں جن پر دغا شعار ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اور دغا شعار بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر خیر خواہ و محب ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تھوڑے سے لوگوں کو لے کر ایک عظیم الشان سے مقابلہ کرنے کو تم روانہ ہوئے ہو۔ مگر جو شخص یہ چاہے کہ پہاڑوں کو ان کے ٹھکانے سے سرکا دے تو یہ غلط ہے۔

الغرض عبداللہ بن یزید نے اس طرح کی بہت سی باتیں لکھنے کے بعد ان کو رک جانے کا مشورہ دیا اور والسلام کہہ کر خط مکمل کر دیا۔

ابن صرد کا توابین سے رائے طلب کرنا

ابن صرد اور اس کے اصحاب کے سامنے یہ خط پڑھا گیا تو ابن صرد نے پوچھا تا ؤ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا جب ہم اپنے اہل و عیال میں تھے تب ہم نے ایسی بزدلی کو نہ مانا اب جب کہ ہم راہ خدا میں نکل پڑے ہیں تو کس طرح اس نیکی سے باز آسکتے ہیں؟۔

اب یہ لوگ وہاں سے مقام ہیت میں آکر اترے۔

ابن صرد کا عبداللہ بن یزید کو جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے تمہارا خط پڑھا تم نے اخلاص کے ساتھ مشورہ دیا اور ہم تم سے اپنے پیچھے سے مطمئن ہیں تم نیک امیر ہو۔ لیکن اب ہمارے سامنے خدا کا یہ حکم مدنظر ہے:

ترجمہ: اللہ نے مؤمنین سے ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے گی۔ یہ لوگ راہِ خدا میں قتال کریں گے۔ ماریں گے اور مرجائیں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں، جس کا وفا کرنے والا اللہ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ یہ خرید و فروخت کا معاملہ تم نے اللہ سے کرلیا ہے۔ اس پر خوش رہو یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ توبہ و عبادت، حمد و سیاحت، رکوع و سجود، امر و نہی اور حدود اللہ کا خیال کرنے والے ہیں۔

عبداللہ بن یزید کی پریشانی

عبداللہ کو یہ خط پہنچا تو اس نے پریشانی سے کہا کہ دیکھ لینا پہلی خبر یہی آئے گی کہ یہ قتل ہوگئے۔ اگرچہ خدا کی قسم یہ دشمنوں کو خوب تہ تیغ کریں گے لیکن بزرگان اسلاف کی طرح خود بھی تمام ختم ہو جائیں گے۔

مسیّب اور زفر کی ملاقات

سلیمان بن صرد نے نہایت خوبی سے لشکر ترتیب دیا۔ قرقیسیا کے قریب پہنچکر سب اترے۔ زفر بن کلابی یہاں کا رئیس تھا۔ اس نے بستی کے دروازے بند کرلئے کہ یہ لوگ نہ آپائیں۔ اور خود بھی ان سے ملنے کو باہر نہ آیا۔ سلیمان نے مسیب سے کہا اپنے ابن عم کے پاس جاؤ۔ کہو کہ ہم کو بازار کی چیزیں درکار ہیں۔ وہ ہمیں بھیجدے ہمیں اس

سے کچھ کام نہیں۔ ہمارا ارادہ تو ان ظالموں سے لڑنیکا ہے۔ مسیب قرقیسیا کے دروازہ پر آئے۔ کہا کھولو کس لئے تم نے دروازہ بند کر لیا ہے؟ انھوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ہوں مسیب بن نجبہ۔ یہ سنکر زفر کا بیٹا ہذیل اپنے باپ کے پاس آیا۔ اور کہا ایک شخص جو بہت خوش ہیئت ہے آپکے پاس آنا چاہتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تم کون ہو انھوں نے کہا مسیب بن نجبہ۔ مجھے ان لوگوں کا کچھ علم نہیں ہے میں کچھ نہ سمجھا کہ یہ کون شخص ہیں۔ زفر نے کہا اے فرزند تو نہیں جانتا یہ کون ہیں۔ یہ شخص شہسواروں میں ہیں تمام بنی مضر کے۔ شرفائے بنی مضر میں سے دس شخصوں کا نام اگر لیا جائیگا تو ایک نام انکا بھی ضرور ہوگا۔ اور پھر زاہد و دیندار۔ انھیں آنے دو۔ مسیب جب آئے تو زفر نے اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ بہت محبت سے حالات دریافت کئے۔ مسیب نے کہا تم نے شہر کے دروازے کیوں بند کئے ہیں؟ واللہ ہم لوگوں کو تم سے کچھ سروکار نہیں۔ بس اس لئے ہم تمھارے سامنے آئے کہ ان ظالموں اور بے ادبوں کے مقابلہ میں تم ہماری اعانت کرو۔ بازار کی جو چیزیں ضرورت کی ہیں وہ ہمیں دے دو۔ ہم تمہارے حدود میں زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ ایک دن یا اس سے بھی کم۔

زفر رئیس قریہ کا اہل لشکر کی مدح سرائی کرنا اور ہدیہ نوازی کرنا:

زفر نے کہا میں نے اس لئے شہر کے دروازے بند کروائے تھے کہ اتنا معلوم ہو جائے کہ تم لوگ ہم سے لڑنے آئے ہو یا کسی اور سے۔ واللہ جب تک مجبوری نہ ہو ہم کسی سے لڑنے میں عاجز نہیں ہیں۔ تمھارے ساتھ جنگ وجدال میں مبتلا ہونا ہمیں گوارا نہیں ہے۔ تم لوگوں کے صلاح وتقویٰ اور سیرت حسنہ کا حال میں سن چکا ہوں۔ یہ کہہ کے اپنے بیٹے کو پکارا اسے حکم دیا کہ بازار کی چیزیں ان لوگوں کو منگوادے۔

اور ہزار درہم اور ایک گھوڑا مسیب کو عطا کیا۔ مسیب نے کہا دینار و درہم کی ہمیں حاجت نہیں۔ واللہ نہ ہم لوگ اس لئے نکلے ہیں نہ اسکے طلبگار ہیں۔ ہاں گھوڑے کو میں نے قبول کیا۔ شاید میرا گھوڑا نہ چل سکے یا میری سواری رہ جائے تو اسکی مجھے ضرورت ہوگی۔ مسیب گھوڑے کو لئے ہوئے اپنے اصحاب میں آئے۔ اور بازار کی چیزیں بھی آئیں۔ خرید وفروخت ہوئی۔ بازار اور وافر مقدار غلے اور وانہ گھاس کے علاوہ زفر نے بیس اونٹ مسیب کو اور بیس سلیمان کو بھیجے۔ اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ دریافت کرے۔ اور کون کون رؤسا لشکر میں ہیں؟ معلوم ہوا عبداللہ بن سعد بن عقیل اور عبداللہ بن وال اور رفاعہ اور امرائے ارباع بھی ہیں۔ زفر نے ان تینوں رئیسوں کو دس دس اونٹ اور گھوڑوں کا چارہ وافر اور طعام بھیجا۔ اور اہل لشکر کے لئے اناج سے لدے ہوئے اونٹ، چاہو نحر کرو اور جو جتنے چاہوں لا دلو۔ اور آٹا بھی موجود ہے جتنا تم سے اٹھایا جاسکے لے لو۔

اس دن یہ لوگ اس قدر آسودہ ہو گئے کہ انھیں اس بازار میں سے جو انکے لئے لگایا تھا کچھ خریدنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ گوشت آٹا جو بقدر کفایت یہ تینوں چیزیں تھیں۔ ہاں کسی شخص کو کپڑے کی یا کوڑے کی ضرورت ہو تو بازار سے مول لے لے۔ اسکے دوسرے دن سب وہاں سے روانہ ہوئے۔

زفر کا اہل لشکر کی مشایعت کرنا اور اکثریت دشمنان کی اطلاع کرنا

زفر نے کہلا بھیجا میں بھی آتا ہوں تھوڑی دور تمہاری مشایعت کرونگا۔ یہاں سے لشکر کو اچھی طرح ترتیب دیکر سب روانہ ہوئے۔ زفر آیا انکے ساتھ ساتھ چلا۔ سلیمان سے کہا امرا میں سے پانچ شخص رقہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ حصین بن نمیر۔

شرحبیل ذی الکلاع۔ ادہم باہی اور اسکا بیٹا ابو مالک۔ ربیعہ غنوی۔ حبلہ خثعمی۔ اور ایک جنگل کا جنگل مسلح چلا آتا ہے۔ بہت لوگ ہیں اور بڑی شان وشوکت۔ مگر یہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں ایسی مقبول شکل واصاف اور ساز وسامان والے نیک بندے میرے دیکھنے میں کم آئے ہیں۔ لیکن مجھے خبر ملی ہے کہ جو لوگ تمہارے مقابلہ میں آرہے ہیں اتنے ہیں جنکا شمار نہیں ہوسکتا ابن صرد نے کہا ہم نے اللہ پر بھروسا کیا ہے اور اہل توکل کو اسی پر توکل کرنا چاہیے زفر نے کہا میں کوئی ایسی بات پیش کروں جس میں ہماری تمھاری دونوں کی بہتری ہو؟ اگر تمہاری مرضی ہو تو شہر کے دروازے کھول دیے جائیں تم سب شہر میں چلے آؤ۔ پھر ہماری تمہاری ایک حالت ہو جائے۔ اور ہم تم مل کر ایک قوت بن جائیں۔ یا تمہارا جی چاہے تو شہر کے دروازے پر ٹھیر جاؤ۔ ہم لوگ بھی اپنا لشکر لیکر تمہارے قریب اتر پڑیں۔ دشمن کا سامنا ہو تو ہم مل کر اس سے قتال کریں۔ یہ سن کر سلیمان نے کہا ہمارے شہر والوں نے یہی بات جو تم کہتے ہو ہم سے کہی تھی۔ اور ہمارے روانہ ہونے کے بعد اسی مضمون کے خط بھی انھوں نے ہمیں بھیجے تھے۔ ہمیں یہ بات منظور ہوئی اور نہ ہم ایسا کریں گے۔

زفر کا ابن صرد کو جنگ کی رائے سے نوازنا:

زفر نے کہا میں اب کیا کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ یاد رکھو اور قبول کرو۔ میں ان لوگوں کا سخت دشمن ہوں۔ میں چاہتا ہوں خدا انھیں تباہ کردے۔ میں تم لوگوں کا دوست ہوں۔ میں چاہتا ہوں خدا تم کو عافیت نے رکھے۔ سنو وہ لوگ رقہ سے چل چکے۔ تم ان سے پہلے ہی عین الوردہ پر پہنچ جاؤ۔ شہر کو اپنے پس پشت رکھو۔ وہاں کے گاؤں اور پانی اور سب سامان تمھارے قبضہ میں ہوگا۔ یہ جگہ ہمارے شہر اور تمھارے شہر کے درمیان کی ہوگی۔ اور تم اطمینان سے رہو گے۔

واللہ اگر میرے پاس پیادوں کے مثل سوار ابھی ہوتے تو میں تمھاری مدد کرتا۔ تم ابھی منزلیں طے کرتے ہوئے عین الوردہ میں پہنچ جاؤ۔ وہ لوگ تو لشکروں کی چال سے آرہے ہیں۔ تم سب سوار ہو۔ واللہ میں نے ایسے شاندار سوار بہت کم دیکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ گے اگر ان سے پیشتر تم عین الوردہ پر پہنچ جاؤ۔ تو میدان میں نکل کر ان سے یوں قتال نہ کرنا کہ برچھیاں چل رہی ہوں کمانیں بج رہی ہوں۔ وہ لوگ تم سے بہت زیادہ ہیں کہیں وہ تم کو گھیر نہ لیں۔ تم انکے سامنے ٹھہر وگے نہیں کہ تیر چلیں اور برچھیاں تنیں۔ تمھارے پاس اتنے لوگ ہی کہاں ہیں جتنے انکے لشکر میں ہیں۔ اگر تم ذرا بھی ان کی زد پر ٹھہر گئے تو اسی وقت وہ تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔

ان سے جب مقابلہ ہو جائے تو تم اپنی فوج میں صف بندی نہ کرنا۔ اس لئے کہ تمھارے پاس پیادے نہیں ہیں۔ تم سب کے سب سوار ہو۔ وہ تمھارے مقابلہ میں پیادے سوار لائیں گے۔ تمھارے ساتھ پیادے ہیں نہیں جو سواروں کی کمک کرتے۔

تم کو چاہیے کہ سواروں کے دستے اور رسالے بنا کر دشمن سے مقابلہ کرو اور اسکے میمنہ ومیسرہ کے درمیان اپنے رسالوں کو پھیلا دو۔ ان میں ہر رسالہ کے ساتھ ایک ایک رسالہ کمک کے لئے موجود ہے۔ اگر ان میں سے ایک پر حملہ ہو تو دوسرا بڑھکر سواروں کو اور پیادوں کو ہٹائے۔ اور ہر رسالہ جب چاہے میدان کی طرف بڑھ جائے اور جب چاہے پیچھے ہٹ آئے۔ اگر تم ایک ہی صف باندھ کر لڑو گے۔ تو جب پیادے تم پر حملہ کردیں گے تو صف ٹوٹ جائیگی اور شکست ہو جائیگی۔

پھر وہاں ٹھہر کر زفر نے سب کو رخصت کیا۔ اور خدا سے دعا کی کہ ان لوگوں کا حافظ ومددگار رہے۔ سب نے

اسکی ستائش کی اور اسے دعائیں دیں۔ سلیمان نے کہا۔ کیا اچھا مہمان نواز ہے اے شخص تو۔ ہم لوگوں کی آمد کا احترام کیا۔ ضیافت میں اہتمام کیا۔ مشورہ میں خیر خواہی کی۔ اسکے بعد سب جلد جلد قدم اٹھاتے روانہ ہوئے۔ دو منزل کی مسافت ایک منزل میں طے کرتے جاتے تھے۔ مقام ساع میں پہنچ کر سلیمان نے زفر کے مشورہ پر دستوں کو مرتب کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر دشمنوں سے پیشتر عین الوردہ پر سب لوگ پہنچ گئے۔ اور جانب غربی میں لشکر ڈالدیا۔ پانچ دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مطمئن اور آسودہ ہو گئے۔ گھوڑوں کو بھی آرام ملا۔ اسکے بعد اہل شام کا لشکر یہاں سے ایک دن کی راہ پر آ گیا۔

دشمن کے قریب پہنچنے پر ابن صرد کا لشکر کو خطاب

سلیمان بن صرد نے خطبہ پڑھا۔ حمد باری تعالیٰ میں بہت طول دیا۔ پھر ثنائے الٰہی دیر تک بیان کی۔ پھر آسمان و زمین و کوہ و دریا میں جو خدا کی نشانیاں پائی جاتی ہیں انکو بیان کیا۔ اسکے بعد حق تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا۔ دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ظاہر کی اور اس بیان میں اتنا طول دیا کہ راوی کو یاد رکھنا دشوار ہو گیا۔

پھر کہا۔ خدا تمھارے اس دشمن کو تمہارے پاس لے آیا۔ جسکے لئے رات دن تم سرگرم رواں دواں تھے۔ تم سچی توبہ اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ رکھتے ہو۔ وہ لوگ تمھارے پاس آ گئے۔ بلکہ تم خود ہی انکے پاس انکے گھر میں انکی سرحد میں چڑھ آئے۔ اب ان سے مقابلہ کے وقت اپنی ساکھ اور ثابت قدمی دکھا دو۔ ان اللہ مع الصابرین۔ دیکھو دشمن کے سامنے سے کوئی منھ نہ پھیرے۔ ہاں حملہ کرنے کے ارادہ سے یا اپنی جماعت میں واپس آنے کے لئے منھ پھیرے تو پھیرے۔

کسی بھاگنے والے کو یا کسی زخمی کو قتل نہ کرو۔ جو اسیر کہ تمھارے عقیدہ پر ہو اسے بھی قتل نہ کرو۔ ہاں اگر اسیر ہو کر بھی وہ تم سے قتال کرے یا وہ شخص ہمارے ان برادران رحمتہ اللہ علیہم کے قاتلوں میں ہو جو کربلا میں قتل ہوئے ہیں تو اسے قتل کرو۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اس عقیدہ والوں کے ساتھ یہی سلوک تھا۔ اسکے بعد سلیمان نے کہا میں قتل ہو جاؤں تو مسیب سب کے امیر ہیں۔ مسیب بھی کام آ جائیں تو عبداللہ بن سعد۔ انکے بعد عبداللہ بن وال انکے بعد رفاعہ سب کے رئیس ہونگے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جو اپنے اس عہد پر جو خدا سے اس نے کیا ہے قائم رہے اور اسے سچ کر کے دکھا دے۔

پہلے دستہ کی جانب دشمن کی روانگی

پھر مسیب کو چار سو سواروں کے ساتھ یہ حکم دیکر روانہ کیا۔ کہ جاؤ پہلا لشکر جو دشمن کا تم کو ملے تو اسے غارت و تباہ کر دو۔ اگر تمھاری مرضی کے موافق نتیجہ ہو تو خیر ورنہ اپنے لشکر میں پلٹ آنا۔ دیکھو ہرگز تم ہتھیار نہ ڈالنا۔ نہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو ڈالنے دینا۔ اور کسی کو آگے نہ بڑھ آنے دینا۔ الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔

حمید بن مسلم بھی مسیب کے رسالہ میں تھا۔ کہتا ہے ہم لوگ ایک دن رات چلتے رہے۔ صبح کے پہر ایک جگہ اترے۔ گھوڑوں کے منھ پر توبڑے (اناج کے تھیلے) چڑھائے۔ اور اتنی دیر کے لئے ہم اونگھ گئے۔ کہ گھوڑے دانہ کھالیں۔ پھر سوار ہو کر چلے۔ صبح صادق ہو گئی تو گھوڑوں سے اتر کر ہم نے نماز پڑھی۔ مسیب پھر سوار ہوئے اور ہم لوگ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر چڑھے۔ مسیب نے سو سوار ساتھ کر کے ابو جوریہ کو اور ایک سو بیس سواروں کے ساتھ عبداللہ

بن عوف کو اور اتنے ہی سوار حنش بن ربیعہ کو دیئے۔ اور سو سوار اپنے پاس رہنے دئے۔ ابو جویریہ سے کہا جاؤ دیکھو سب سے پہلے جو شخص تم کو ملے میرے پاس لے آؤ۔ سب سے پہلے ایک اعرابی ملا۔ گدھے ہنکاتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

یا مالِ لاتعجل الیٰ صحبی	واسرح فانک آمن السرب

اے میرے مال مویشی چلنے میں جلدی نہ کر اطمینان سے چل راہ میں کوئی کھٹکا نہیں ہے۔

عبداللہ بن عوف نے کہا اے حمید بن مسلم خوش ہو قسم ہے رب کعبہ کی یہ بشارت ہے۔ پھر صاحب حمار سے پوچھا۔ اے اعرابی تو کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا بنی تغلب کہا واللہ ہم لوگوں کو انشاء اللہ غلبہ ہوگا۔

اتنے میں مسیب بھی اس مقام پر پہنچ گئے ان لوگوں نے اعرابی سے جو سنا تھا ان سے بیان کیا۔ اور اعرابی کو انکے پاس لے آئے۔ مسیب نے کہا تمھارے اس کہنے سے کہ اے حمید بن مسلم خوش ہو مجھے خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہوتی ہے کہ تم خوش ہو گے جو بات تمھارے خوش ہونیکی ہے وہی ہوگی۔ تم اپنے کام کو خوبی سے انجام دو گے۔ اور دشمن سے محفوظ رہو گے۔ یہ بہت اچھی فال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ بھی فال سے خوش ہوتے تھے۔

پھر مسیب نے اعرابی سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ ان لوگوں کے لشکروں میں سے کونسا لشکر ہم سے قریب تر ہے کہا ابن الکلاع کا لشکر تم سے قریب تر ہے۔ اور اس لشکر کے رئیس میں اور حصین میں اس بات پر اختلاف ہو گیا ہے کہ حصین خود کو تمام جماعت کا سردار کہتا تھا ابن ذی الکلاع نے کہا۔ تم مجھ پر سردار نہیں ہو سکتے۔ ابن زیاد کو دونوں نے اس باب میں لکھا ہے۔ اور اسکے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔

ابن ذی الکلاع پر حملہ کرنے کے لئے عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے انکی بے خبری میں اچانک یہ لوگ جا پہنچے۔ اور لشکر کے ایک پہلو پر حملہ کر دیا۔ وہ زیادہ دیر تک نہ لڑ سکے۔ بھاگ نکلے۔ لشکر مسیب نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور بہت لوگوں کو زخمی کر دیا۔ اور بہت سے چوپائے انکے ہاتھ آئے۔

اہل شام لشکر گاہ کو ان پر چھوڑ کر فرار ہو گئے اور جو جو چیزیں باآسانی یہ اٹھا سکتے تھے اٹھا لیں۔ اب مسیب نے واپس ہونیکی نداء کی۔ کہا۔ تم نے فتح پائی۔ غنیمت پائی۔ صحیح وسالم رہے۔ بس اب پلٹ چلو غرض سب یہاں سے پلٹ کر سلیمان کے پاس آئے۔

ابن زیاد کو جو یہ خبر پہنچی اس نے فوراً حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ بارہ ہزار کا لشکر لیکر مقابلہ میں آیا۔ جمادی الاولی کی بائیسویں تاریخ بدھ کے دن دونوں لشکروں میں صف بندی ہوئی۔

سلیمان نے اپنے میمنہ پر عبداللہ بن سعد کو میسرہ پر مسیب کو مقرر کیا اور قلب لشکر میں وہ خود رہے۔ حصین نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ جبلہ کو میمنہ پر اور ربیعہ غنوی کو میسرہ پر رکھا۔ اسکے بعد حملہ کر دیا۔ قریب آ کر سلیمان اور انکے اصحاب کو عبدالملک بن مروان کی اطاعت اختیار کرنے کی دعوت دی۔

ابن زیاد کے سپہ سالار کا ابن صرد کو صلح کی دعوت دینا

ان لوگوں نے ان سے یہ خواہش کی کہ ابن زیادہ کو ہمارے حوالہ کر دو۔ کہ ہم اسے اپنے بعض برادران ایمانی کے قصاص میں قتل کریں۔ اور عبدالملک کو معزول کر دو۔ اور ہمارے شہروں سے ابن زبیر والوں کو نکال دو۔ ہم اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف خلافت کریں گے۔ اسی گھر سے نعمت وکرامت ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ انھوں نے انکی بات نہ سنی۔ انھوں

نے ان کا کہنا نہ مانا۔

آغاز جنگ اور ابتدائی جیت

لڑائی شروع ہوگئی۔ سلیمان کے میمنہ نے شامیوں کے میسرہ پر حملہ کیا اور شکست دی۔ میسرہ نے انکے میمنہ پر حملہ کیا۔ سلیمان نے قلب لشکر کے ساتھ ساری جماعت پر حملہ کیا۔ شامیوں کو شکست پر شکست ہوئی مجبور ہوکر اپنی لشکر گاہ میں واپس ہوئے۔ تاریکی شب تک اہل عراق برابر ظفر مند رہے۔ شامیوں کو انکی لشکر گاہ تک پسپا کر کے اپنے لشکر میں واپس آئے۔

ابن زیاد کے دوسرے لشکر سے مقابلہ اور جیت

صبح کو ابن ذی الکلاع آٹھ ہزار کا لشکر لیکر انکی کمک پر پہنچا۔ ابن زیاد نے اسے گالیاں لکھیں۔ سخت سست کہا۔ اور کہا تو نے احمقوں کی سی حرکت کی اپنے لشکر کو اپنے مورچوں کو تباہ کیا۔ تجھے حصین کے پاس جانا چاہئے۔ وہی امیر جماعت ہے۔ ابن ذی الکلاع اور سب اہل شام صف آرا ہوئے۔ توابین اس دن اس طرح لڑے۔ کہ جوان و پیر میں سے کسی نے ایسی جنگ نہ دیکھی ہوگی۔ نماز کے سوا تمام دن ذرا دم نہ لیا۔ شام کو لڑائی موقوف ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے جنگجو زخمی ہوگئے تھے۔ اس لشکر میں تین بارعب اور بڑے خوش بیان تھے۔ رفاعہ بجلی، صحیر مری ابوالجویریہ عبدی۔

رفاعہ برابر اہل میمنہ کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے۔ اور جویریہ دوسرے دن کی لڑائی میں دن چڑھے تک زخمی ہوگئے اور اپنے بستر پر چلے آئے تھے۔ صحیر تمام رات لشکر میں گشت کرتے رہے۔ اور سب سے کہتے تھے اے بندگان خدا کرامت و رضوان الٰہی کی تم کو بشارت ہو۔ اب اپنے دوستوں سے ملنے میں جنت کے داخل ہونے میں دنیا کی اذیتوں سے راحت پانے میں اتنی بات رہ گئی ہے کہ اس حریص ولئیم نفس امارہ سے مفارقت حاصل ہو۔ واللہ جو شخص یہ بات جانتا ہے وہ اس سے مفارقت پر خوشی خوشی آمادہ ہوگا۔ اور اپنے پروردگار کی ملاقات سے مسرور ہوگا۔ اسی طرح حالت میں صبح ہوگئی۔ صبح کو ادہم باہلی دس ہزار کا لشکر لیکر وارد ہوا۔ اسی وقت سے ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ یہ تیسرا دن جنگ کا جمعہ کا تھا۔ دن چڑھے تک بہت سخت جنگ ہوتی رہی۔ اسکے بعد اہل شام ہر طرف سے توابین پر ٹوٹ پڑے۔ سلیمان نے جو اپنے اصحاب کو اس مصیبت میں دیکھا۔ تو گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور ندا کی بندگان خدا جسے اپنے پروردگار سے ملاقات کرنا منظور ہو جسے اپنے گناہ سے توبہ اپنے عہد کو پورا کرنا مقصود ہو۔ وہ میرے ساتھ آئے یہ کہہ کر تلوار کے میان کو توڑ ڈالا۔ اور بہت سے لوگ انکی آواز پر اتر پڑے اور تلواروں کی لکڑیوں کو توڑ توڑ کر سب نے پھینک دیا یہ سب لوگ سلیمان کے ساتھ ساتھ پیدل چلے۔

سلیمان و مسیّب کا قتل

ان لوگوں کے گھوڑے لشکر میں سے ہوتے ہوئے کسی طرف نکل گئے۔ اب انھوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ اور سب لوگ حملہ کرنے کو تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے لکڑیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا سواروں نے سواروں پر حملہ کیا تلوار چلی۔ اہل شام میں کشتوں کے پشتے لگائے۔ اور بہت سے شامیوں کو زخمی کردیا حصین نے انکے ثبات قدم

انکی سطوت کو دیکھکر پیادوں کو بھیجا کہ ان کو تیروں کا نشانہ بنائیں۔ اب سواروں نے اور پیادوں نے انکو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صرد رحمہ اللہ قتل ہو گئے۔ ان کو یزید بن حصین نے تیر مارا۔ تیر کھا کر گرے پھر حملہ کیا پھر گرے انکے بعد مسیب نے علم اٹھالیا اور سلیمان سے خطاب کر کے کہا۔ بھائی خدا کی رحمت ہو تم پر جو کہا تھا وہی کیا اور جو تمھارے ذمہ تھا اس کام کو تم نے پورا کر دیا۔ ہمارے ذمہ جو کام ہے وہ ابھی باقی ہے یہ کہہ کر مسیب نے علم لیکر حملہ کیا اور ایک ساعت لڑتے رہے اسکے بعد واپس آئے پھر حملہ کیا وار لڑے پھر واپس آئے اسی طرح بہت دفعہ حملہ کر کر کے واپس آئے پھر قتل ہو گئے رحمہ اللہ۔

فردہ بن لقیط نے مسیب کے غلام آزاد کو شبیب بن یزید خارجی کے ساتھ مدائن میں دیکھا۔ باتوں باتوں میں عین الوردہ کے لوگوں کا ذکر آیا۔ تو اس شیخ نے کہا واللہ مسیب اور انکے ساتھ والوں سے بڑھ کر میں نے کسی کو شجاع نہیں دیکھا۔ عین الوردہ کی جنگ میں مسیب کو میں نے دیکھا کہ اس زور سے وہ قتل کر رہے تھے۔ کہ میرے گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی۔ کہ ایک شخص اس طرح سے قتال کرے۔ اور اس طرح دشمنوں کو تباہ کر سکے۔ بہت لوگوں کو انھوں نے قتل کر ڈالا۔ وہ اپنے قتل ہونے سے پیشتر یہ شعر پڑھتے تھے اور لڑتے جاتے تھے

لقد علمت میّالۃ الذوائب و اضحۃُ اللبات و الترائب

یعنی پریشان زلفوں والی وہ گورے گورے شکم اور پسلیوں والی اب تو جان گئی۔

انی غداۃ الروع و التغالب ۔ اشجع من ذی بعد مواثب

قتل و جھپٹ کے روز میں اس شیر سے بڑھکر دلیر ہوں جو متواتر حملے کرنے والا ہو

قطاعُ اقرانِ مخوفُ الجانب

میں اپنے حریف کے ٹکڑے اڑا دیتا ہوں میرے قریب آنے کا کسی کو حوصلہ نہیں پڑتا۔

مسیب کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ نے لشکر کا علم اٹھالیا اور کہا میرے دونوں بھائیو! منهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا" یعنی کوئی اپنی جان دے چکا کوئی انتظار کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے کسی طرح کی تبدیل و تحریف نہیں کی۔

اس آیت کو پڑھکر بنی ازد کے جو لوگ انکے ساتھ تھے انھیں لیکر قتال پر آمادہ ہوئے۔ بنی ازد علم کو گھیرے ہوئے تھے۔

سعد کا کمک و مدد کو پہنچنا

اسی حالت میں تین سوار وارد ہوئے۔ عبداللہ طائی و کثیر مزنی و سعر حنفی یہ تینوں سوار سعد بن حذیفہ بن یمان کے ساتھ ایک سو ستر شخصوں میں اہل مدائن کے شامل تھے۔ سعد نے مدائن سے روانہ ہونے کے دن ان تین سواروں کو راہوار گھوڑوں پر جنکے سم ترشے ہوئے تھے اور سدھائے ہوئے تھے روانہ کیا تھا۔ کہ جاؤ ہمارے بھائیوں کو ہم لوگوں کی روانگی کا مژدہ دو۔ کہ انکے دل قوی ہو جائیں اور انکو یہ خبر بھی دو کہ بصرہ سے بھی تین سو شخص مثنیٰ عبدی کے ساتھ تمہاری کمک کے لئے نکل چکے ہیں۔ سعد بن حذیفہ مدائن سے ابھی روانہ نہ ہوئے تھے کہ مثنیٰ اور انکے ساتھ کے لوگ بصرہ سے نکل چکے تھے۔ سعد کے نکلنے کے پانچ دن بعد بصرہ والے بہر سیر تک پہنچ گئے تھے۔ اور سعد کو مدائن سے روانہ ہونے کے پیشتر ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بصرہ سے لوگ مثنیٰ کے ساتھ نکل چکے ہیں۔ غرض وہ تینوں سوار جب میدان کارزار میں پہنچے تو

یہ خوشخبری انھوں نے دی کہ مدائن سے اور بصرہ سے تمھارے بھائی تمھاری نصرت کے لئے آ رہے ہیں۔ عبداللہ بن سعد نے یہ سنکر جواب دیا کاش ہماری زندگی میں یہانتک پہنچ گئے ہوتے اب خوش خبری کے لانیوالوں نے اپنے بھائیوں کا حال غور سے دیکھا بہت سے لوگ قتل ہو گئے بہت سے جاں بلب مجروح ہیں۔ یہ دیکھکر سب رونے لگے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون کہا۔ ایسی حالت انھوں نے دیکھی کہ دیکھی نہ گئی۔ اس پر عبداللہ نے کہا بھائیوں اسی آرزو میں تو ہم آئے تھے۔ پھر سب کے ساتھ شریک ہوکر نہایت اطمینان سے لڑتے رہے۔ مزنی قتل ہو گیا تو سب لوگ بیتاب ہوئے اور وہ بچ گئے طائی کو بھی برچھی لگی۔ انکی ناک پر زخم آ گیا۔ انھوں نے بڑی شمشیر زنی کی یہ شاعر و شہسورا تھے۔ یہ مصرعے پڑھنے شروع کئے۔

قد علمت ذات القوامه الرود

ان لست بالوالی ولا الدعدید

یوماً والا بالفرق الحیود

یعنی وہ معشوقہ نازنین سہی قد اب تو جان گئی کہ میں کسی جنگ میں سست و ترسان و خائف نہیں ہوں۔

عبداللہ بن سعد کا قتل ہونا

اہل شام کی طرف سے ربیعہ بن مخارق نے بہت شدید حملہ کیا توابین نے بھی بہت سخت جنگ کی۔ اسکے بعد ربیعہ اور عبداللہ میں تلوار چل گئی مگر دونوں کے وار ایک دوسرے پر کاری نہ ہوئے۔ اب یہ دونوں لپٹ گئے اور زمین پر آ رہے پھر اٹھے اور ڈگمگا گئے۔ ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ کی ہنسلی پر برچھی مارکر انھیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عوف نے ربیعہ کو برچھی مار کر گرا دیا۔ زخم کاری نہ تھا یہ پھر اٹھا اور دوبارہ ابن عوف نے اس پر حملہ کیا۔ ربیعہ کے ساتھیوں نے ابن عوف پر برچھی کا وار کر کے گرا دیا۔ اور ربیعہ کو بچالے گئے۔ خالد بن سعد نے کہا میرے بھائی کو کس نے قتل کیا؟ مجھے بتاؤ لوگوں نے ربیعہ کے بھتیجے کی طرف اشارہ کیا۔ خالد نے دوڑ کر اسکے تلوار پر وار کیا۔ حریف اس سے لپٹ گیا خالد زمین پر گرا دونوں لشکروں سے لوگ دوڑ پڑے لیکن شامیوں کی کثرت تھی اور توابین تھوڑے وہ لوگ حریف کو بچالے گئے اور خالد کو قتل کرتے گئے۔

توابین کا علم اٹھانے پر اختلاف

علم کے پاس اب کوئی نہ تھا یہاں تک کہ جب بہت سے شہسورا میدان جنگ میں کام آ چکے تو انھوں نے عبداللہ بن وال کو پکارا۔ عبداللہ بن وال اور انکے ساتھیوں کو اہل شام ادھر آنے سے روکے ہوئے تھے یہ دیکھکر رفاعہ بن شداد نے حملہ کر کے شامیوں کو منتشر کر دیا۔ اب علم کی طرف ابن وال بڑھے دیکھا کہ عبداللہ بن خازم علم کو سنبھال ہوئے ہیں۔ انھیں دیکھتے ہی ابن خازم نے پکار کر کہا لو اپنا علم مجھ سے لے لو۔ ابن وال نے کہا خدا کی رحمت ہو تم پر میرے بدلے تمھیں لئے رہو۔ جو تمھارا حال ہے وہی حال میرا بھی ہے کہا تمھیں اپنے علم کو لو مجھے جہاد کرنے دو کہا تم جس حالت میں ہو یہ بھی جہاد ہے اور ثواب کا کام ہے اب اور لوگ بھی ابن خازم سے پکار پکار کر کہنے لگے۔ خدا کی رحمت تم پر ہو امیر کی اطاعت کرو یہ سن کر ابن خازم تھوڑی دیر تک اور علم کو سنبھالے رہے پھر ابن وال نے اون سے علم لے لیا۔ اور توابین سے عصر کے وقت مخاطب ہوکر کہا جو ایسی زندگی چاہتا ہو جسکے بعد موت نہیں۔ جو ایسی راحت کا خواہاں ہو جسکے بعد

کوئی تکلیف نہیں جو اس خوشی کا خواستگار ہو جسکے بعد کوئی غم نہیں۔ انھیں چاہئے کہ ان بے ادبوں سے جہاد کرنے میں اپنے پروردگار سے تقرب حاصل کریں۔ بھائیو تم پر خدا کی رحمت ہو شام ہم کو بہشت میں ہونگے۔ یہ کہہ کر اپنے اصحاب کے ساتھ لشکر شام پر حملہ کیا بہت سے شامیوں کو قتل کیا۔ بڑی دیر تک تمام لشکر کو پسپا کر دیا۔

عبداللہ بن وال کا قتل ہونا

اہل شام بھاگے اور پھر بڑا ہجوم ساتھ لیکر پلٹے۔ ہر طرف سے توابین کو دباتے ہوئے اس مقام تک لے گئے جہاں یہ لوگ حملہ آور ہونے سے پیشتر ٹھہرے ہوئے تھے یہ ایسا مقام تھا کہ ایک رخ کے سوا کسی اور طرف سے ان پر حملہ نہیں ہوسکتا تھا۔ شام کے قریب ادہم باہلی توابین سے قتال کرنے پر آمادہ ہوا۔ اور بہت سے سوار اور پیادوں کو لیکر اس نے حملہ کیا۔ عبداللہ بن وال اس جنگ میں قتل ہو گئے۔ ادہم باہلی نے انکو قتل کیا وہ خود لوگوں سے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ذکر کرتا تھا کہ امرائے عراق میں سے عبداللہ بن وال سے مجھ سے مقابلہ ہوا یہ یہ آیت پڑھ رہا تھا

" لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین

یعنی جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو گئے انھیں مردہ نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں خوش ہیں اپنے خدا کے پاس سے رزق پاتے ہیں مجھے یہ سنکر غصہ آیا میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ لوگ ہم کو مشرکین کے مثل سمجھتے ہیں جانتے ہیں کہ ہم جسکو قتل کرتے ہیں وہ شہید ہوتا ہے میں نے اس پر حملہ کیا بائیں ہاتھ پر اسکے وار کیا ہاتھ اوڑ گیا تو میں نے ذرا سرک کر پوچھا میں جانتا ہوں اس وقت تجھے آرزو ہو گی کہ کاش گھر میں بیٹھ رہا ہوتا۔ ابن وال نے جواب دیا تیرا خیال غلط ہے۔ واللہ مجھے اسکی بھی آرزو نہیں کہ میرے ہاتھ کے بدلے تیرا ہاتھ قلع ہوتا ہاں تیرا ہاتھ قطع کرنے میں اگر مجھے اتنا ہی اجر ہوتا جتنا اجر اپنے ہاتھ کے قطع ہو جانے میں مجھے حاصل ہوا ہے میں نے پوچھا یہ کیوں کہا اسلئے کہ میرا ہاتھ کاٹنے میں خدا تیرے گناہ کو شدید کردے اور میرے ہاتھ کا اجر عظیم مجھے دے یہ سنکر مجھے اور بھی غصہ آیا میں نے سواروں کو اور پیادوں کو جمع کرکے اس پر اور اسکے اصحاب پر حملہ کیا اور اسے برچھی مار کر میں نے قتل کیا۔ وہ میری طرف منہ کئے رہا برچھی کے وار سے اپنے کو نہ بچایا لوگوں سے میں سنتا ہوں کہ عراق کے ان فقہاء میں سے تھا جو صوم وصلواۃ میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اور جن سے لوگ فتوی لیا کرتے ہیں عبداللہ بن وال کے قتل ہو جانے کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ابن خازم بھی انھیں کے پہلو میں قتل کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اس وقت رفاعہ بن شداد سے ولید بن غصین نے کہا اپنے لشکر کا علم اٹھاؤ کہا میں نہیں اٹھاتا ولید نے یہ جواب سنکر کہا انا للہ تمھیں کیا ہو گیا۔ کہا ہم سب لوگوں کو پلٹ چلنا چاہئے شاید خدا پھر کوئی ایسا موقع دے جس میں دشمنوں پر ہم غلبہ پاسکیں۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن عوف نے جھپٹ کر رفاعہ سے کہا۔ واللہ تم نے تو مار ڈالا۔ اگر ہم اس وقت میدان سے پلٹے تو یہ سب ہمارے پیچھے دوڑ پڑیں گے۔ ایک فرسخ تک جاتے جاتے ہم سب لوگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کوئی بچ کے نکل بھی گیا تو اسکو اعرابی وروستائی دشمنوں کے خوش کرنیکو پکڑ لیجائیں گے۔ اور وہ رسی میں بندھا ہوا قتل کیا جائیگا۔ خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا لو آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے۔ اور اندھیری رات ہونیکو ہے۔ ہم اسی طرح گھوڑوں پر سوار لڑتے رہیں گے۔ کہ ابھی تک تو ہم بھاگے نہیں ہیں۔ جب رات کی تاریکی چھا جائیگی اور شب اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑا دیں گے۔ یونہیں صبح تک چلتے رہیں گے پھر یہ تو دیکھئے اس صورت میں کیا اطمینان ہے اپنے اپنے زخمیوں کو ساتھ ملا کر چلیں گے سب کو معلوم ہو جائیگا کہ کس رخ پر جانیوالے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا ساتھ نباہ

لیجائے گا مگر جو تم سوچے ہو اسکا انجام یہ ہوگا کہ ماں بیٹے کو چھوڑ کر بھاگ جائیگی کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ کس رخ پر جانا ہے کہاں مرنا چاہئے کہاں اترنا چاہئے اور پھر صبح ہوتے ہوتے ہم میں سے کوئی تو قتل ہو گیا ہے کوئی اسیر و دستگیر ہے۔ رفاعہ نے کہا کیا اچھی رائے تم نے دی ہے۔ یہ کہہ کر ابن عصمین کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا تم علم کو لئے رہو گے یا میں لے لوں۔ کہا میرا وہ ارادہ نہیں ہے جو تم سوچے ہوئے ہو۔ میں اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جانے کا آرزومند ہوں۔ میں دنیا سے نکل کر آخرت کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ تم کو مال دنیا کی خواہش ہے جان پیاری ہے۔ دنیا کے چھوڑنے کو تمھارا جی نہیں چاہتا۔ واللہ مجھے آرزو ہے کہ تمھیں عقل آئے۔ یہ کہہ کر رفاعہ کے ہاتھ میں علم دیدیا۔ اور حملہ کرنے کو شامیوں کی طرف بڑھے۔ ابن عوف نے یہ دیکھ کر ان سے کہا رحمک اللہ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ شریک ہو کر لڑو دیکھو اپنے ہاتھوں خود کو تہلکہ میں نہ ڈالو اسی طرح انھیں قسمیں دیکر جان دینے سے روکا اہل شام نے پکارنا شروع کیا۔ واللہ نے سب کو ہلاک کیا اب جلد حملہ کر کے رات ہونے سے پہلے ہی انکا خاتمہ کر دو اب شامیوں نے اس طرف بڑھنا شروع کیا یہ لوگ بھی بڑھ بڑھکر شام کے شہسواروں سے اور بڑے بڑے بہادروں سے شمشیر زنی کرنے لگے۔ نہ انکا کوئی شخص کسی بات میں ذرا چوکا نہ کسی طرح یہ لڑنے سے تھکے۔ کہ دشمن کا قابو چل جاتا۔ عشاء کے وقت تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ ابن غصین شام ہونے سے پہلے ہی قتل ہو گئے۔ عبداللہ بن عزیز کندی اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے محمد کو ساتھ لیکر نکلے اور کہا ہم لوگ کندی ہیں۔ کہا اپنے بھتیجے کو مجھ سے لے لو۔ اسے اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس کوفہ میں بھیج دینا۔ میں عبداللہ بن عزیز کندی ہوں۔ انھوں نے کہا تم ہمارے ابن عم ہو تمھارے لئے امان ہے عبداللہ کندی نے جواب دیا۔ واللہ میں اپنے بھائیوں کے مقتل سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ یہ ایسے برادران ایمانی تھے جن سے شہروں میں اوجالا تھا جن سے زمین اپنی جگہ پر قائم تھی۔ ذکر خدا ایسے ہی لوگوں کے دم سے جاری تھا انکے بیٹے نے رونا شروع کیا تو کہنے لگے۔ اے فرزند اگر اطاعت خدا سے بڑھ کر کسی چیز کو میں سمجھتا تو بے شک تجھی کو سمجھتا۔ شامیوں میں جو لوگ انکے خاندان کے تھے انھوں نے بہت قسمیں انھیں دیں۔ انکے فرزند کا اپنے باپ کے لئے تڑپنا اور رونا ان سے نہ دیکھا گیا۔ یہ لوگ بھی بے اختیار رونے لگے۔ عبداللہ کندی اب اس طرف مڑے جدھر انکے اصحاب تھے۔ اور شامیوں کی صف پر قریب شام حملہ کیا اور جب تک قتل نہیں ہوئے لڑے گئے اسی شام کا ذکر ہے کہ ایک اطبق نشان ہاتھ میں لئے کریب حمیر و ہمدان کے لوگوں کو بھی یہیں جمع کیا اور کہا بندگان خدا اپنے پروردگار کی طرف چلو۔ واللہ خوشنودی خدا اور توبہ کی برابری دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی میں نے سنا ہے کچھ لوگ تم میں سے دنیا کو ترک کرنیکے بعد پھر دنیا کی طرف پلٹ جانا چاہتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرف پلٹیں گے تو پھر گناہوں میں مبتلا ہوں گے۔ میں تو واللہ دشمن سے منہ نہیں پھیرنے کا جب تک کہ اپنے بھائیوں کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ حمیری کے کہنے کو سب لوگ مان گئے۔ کہا جو تمھاری رائے وہی ہماری رائے ہے۔ اب یہ نشان لئے ہوئے لشکر شام کے قریب پہنچے۔ ابن ذی الکلاع نے نشان دور سے دیکھکر کہا واللہ یہ نشان تو حمیری یا ہمدانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ نشان کے قریب آیا۔ باتیں ہوئیں۔ اس نے کہا تم لوگوں کے لئے امان ہے انکے رئیس نے جواب دیا۔ دنیا میں تو ہمارے لئے پہلے بھی امان تھی۔ ہم آخرت کی امان کے خواستگار ہو کر آئے ہیں غرض یہ لوگ لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گئے صحیر مزنی بنی مزینہ کے تیس آدمیوں کو لیکر چلے۔ کہا راہ خدا میں موت سے کیا ڈرتے ہو وہ تو ضرور آنیوالی ہے جس دنیا کو چھوڑ کر تم خدا کی طرف آ چکے اب اس دنیا کی طرف ہرگز نہ پلٹنا۔ دنیا کیا باقی رہ جائیگی۔ خدا کے جس ثواب کی طرف تم راغب ہو چکے ہو اب اس سے منہ نہ پھیرنا

تمھارے لئے وہ ثواب ہی بہتر ہے جو خدا کے پاس ہے غرض یہ لوگ بھی لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔

رفاعہ کی واپسی

اب شام ہوئی اور اہل شام لشکر گاہ کی طرف پلٹ گئے۔ رفاعہ نے اپنے لشکر کے زخمیوں کو غور سے دیکھا۔ جن کو دیکھا کہ اعانت کے محتاج ہیں بس ان لوگوں کو انکی قوم والوں کے حوالہ کر دیا۔ باقی سب کو ساتھ لیکر رات ہی کو روانہ ہو گیا۔ صبح ہوتے تنینیر میں پہنچا۔ پھر خابور سے گذرا۔ اور پار اترنے کے تمام ذریعوں کو قطع کرتا گیا۔ اسکے بعد بھی جہاں جہاں اسے ایسے ذرائع ملے انھیں قطع کر دیا۔

حصین بن نمیر نے صبح کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ چلے گئے اس نے انکے تعاقب میں کسی کو روانہ نہیں کیا اپنے لشکر کو لے کر تعجیل کے ساتھ روانہ ہوا۔ رفاعہ نے ابو جویریہ کو ستر سواروں کے ساتھ اپنے لشکر کے پیچھے رکھا۔ اسکا یہ کام تھا کہ اگر کسی شخص کا کچھ مال یا گٹھری راستہ میں پڑی ہوئی مل جائے تو وہ اسے اٹھالے اور پہنچوائے۔ اگر کوئی ڈھونڈتے یا تلاش کرے تو رفاعہ کے پاس اس چیز کو بھیج دے وہ لوگوں کو دکھائے اسی طرح چلتے چلتے خشکی کی راہ سے قرقیسا تک یہ لوگ پہنچ گئے۔ زفر نے جس طرح پہلے سب کے لئے طعام اور جانوروں کے لئے دانہ چارہ بھیجا تھا اب بھی اسی طرح سے سب کی مدارات کی اور طبیبوں کو اس نے روانہ کیا۔ یہ بھی کہا کہ جتنے دنوں تمھارا جی چاہے ہمارے پاس قیام کرو ہم تمھارے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں یہ لوگ تین دن تک وہیں رہے اسکے بعد جس کو جس قدر کھانے اور چارہ کی ضرورت ہوئی اپنے ساتھ لے لیا۔

سعد کو رفاعہ کی آمد

سعد بن حذیفہ بن یمان جب مقام ہیت میں پہنچے تو اعرابیوں نے توابین کا سارا حال ان سے بیان کیا سعد یہ سنکر وہاں سے چلے۔ مقام صندودا میں مثنی عبدی سے ملاقات ہوئی سعد نے جو سنا تھا ان سے بیان کر دیا یہ لوگ اسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ رفاعہ کے آنے کی خبر ملی سب استقبال کے لئے قریہ سے باہر نکلے ایک نے دوسرے کو سلام کیا ایک کو دیکھکر ایک رویا اپنے بھائیوں کی خبر مرگ سنی سب ایک رات دن وہیں ٹھہرے رہے۔ اسکے بعد مدائن والے مدائن کی طرف بصرہ والے بصرہ کی جانب پلٹ گئے کوفہ کے لوگ کوفہ میں واپس آئے دیکھا کہ مختار قید میں ہیں۔

ادہم باہی نے جا کر عبدالملک کو فتح کی مبارک باد دی یہ خبر سنکر وہ منبر پر گیا حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالایا اور کہا۔ خدا نے روسائے عراق میں سے بڑے فتنہ انگیز و گم کردہ راہ سلیمان بن صرد کو ہلاک کیا۔ اور سنو تلواروں نے میسب کے سر کو گیند کی طرح اچھال دیا۔ اور سنو خدا نے انکے دو بڑے سرداروں کو جو بڑے گمراہ گمراہ کنندہ تھے قتل کیا۔ عبداللہ ازدی اور عبداللہ بن وال اب ان لوگوں کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو دفع یا منع کی قدرت رکھتا ہو۔

مختار کا حال

مختار کوئی پندرہ دن خاموش رہا اسکے بعد اپنے اصحاب سے کہا۔ عدوا لغازیکم ھذا اکثر من عشر۔ ودون الشھر۔ ثم یجیئکم۔ نباء ھتر۔ من طعن تتر۔ وضرب ھبر۔ وقتل جم۔ وامر رجم۔ فمن لھا۔ انا لھا۔ لاتکذبن۔ یعنی اپنے اس غازی کے لئے دن گن رکھو۔ دس دن سے زیادہ مہینہ بھر سے کم۔ اسکے بعد تم حیرت انگیز خبریں سن لینا کہ اچانک برچھی چل گئی ایک

وار نے ٹکڑے اوڑا دیئے۔ بہت لوگ قتل ہو گئے سنگسار ہو گئے جانتے ہو یہ کام کون کریگا میں کرونگا تم سے جھوٹ نہیں کہتا میں اس کام میں کامیاب ہونگا۔

رفاعہ جنگ عین الوروہ سے جب کوفہ میں واپس آئے ہیں تو مختار نے قید خانہ سے انکو یہ خط لکھا۔ میں ان لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ جب وہ واپس ہوئے تو خدا نے انکو اجر عظیم دیا۔ پلٹ آئے تو خدا ان سے خوش رہا۔ رب کعبہ کی قسم اتم لوگوں میں جس نے ایک قدم اٹھایا اور ایک گام چلا۔ خدا نے اسکو ملک دنیا سے عظیم تر ثواب عنایت کیا۔ سلیمان نے اپنی بات کو پورا کر دیا خدا نے انکو وفات دیکر انکی روح کو انبیاء صدیقین وشہداؤ صالحین کی ارواح میں شامل کیا۔ وہ ایسے سردار تمھارے نہ تھے کہ انکے ساتھ تم فتحیاب ہو سکتے ہاں میں وہ امیر ہوں جسے حکم مل چکا ہے میں وہ امین ہوں جس پر بھروسہ کر لیا ہے میں ظالموں کا قاتل دشمنان دین سے انتقام لینے والا ان سے قصاص کرنیوالا ہوں سامان کرو مستعد ہو جاؤ خوشی کرو خوش خبری دو میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور انتقام خون ناحق اہل بیت اور حمایت ضعفا اور جہاد ظلمہ کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں والسلام۔

مختار کی قید کی وجہ

مختار کے قید ہونیکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے اسکی ان باتوں کا ذکر عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کے سامنے کیا۔ وہ دونوں شخص ایک جماعت کو ساتھ لئے ہوئے مختار کے پاس آئے اور اسے گرفتار کر لیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے جب ہم لوگ عین الوروہ سے واپس ہونے لگے تو ہم میں سے عبداللہ بن غزیہ تو امین کی لاشوں کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور کہا۔ یرحمکم اللہ صدقتم وصبرتم وکذبنا وفررنا۔ تمھیں لوگ سچے ہوئے ثابت قدم نکلے ہم سب جھوٹے ہوئے اور بھاگ کر چلے جب سب روانہ ہوئے اور صبح ہوئی تو کیا دیکھا کہ عبداللہ بن غزیہ اور انکے ساتھ کوئی بیس آدمی اور واپس ہونے پر اور دشمن سے پھر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رفاعہ اور ابن عوف اور بہت سے آکر کہنے لگے۔ خدا کے لئے ہماری کمر کواب نہ توڑو۔ تم ایسے خوش عقیدہ لوگ جب تک ہم میں ہیں ہمارے لئے برکت وخیر ہے غرض قسمیں دیدیکر ان لوگوں کو روک لیا۔

خدا سے خدا کی طرف بھاگنے والا

ان میں کا ایک شخص عبیدہ مزنی باز نہ آیا۔ ہم سب کے ساتھ ساتھ چلا تو مگر لوگوں کو اپنی طرف سے غافل پا کر پھر پلٹا اور اہل شام تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا تلواریں لگاتے لگاتے تھکے اور قتل ہو گئے یہ مرد مزنی حمید بن مسلم کے دوستوں میں تھے اس دن سے حمید کو اس بات کی آرزو تھی کہ ایسا کوئی شخص ملے جو مزنی کے تنہا حملے کرنیکا واقعہ مجھ سے بیان کرے۔ ایک زمانے کے بعد حمید سے اور عبدالملک ازدی سے مکہ میں ملاقات ہوئی باتوں باتوں میں جنگ عین الوردہ کا ذکر نکلا۔ ازدی نے کہا ان لوگوں کے ہلاک ہونیکے بعد نہایت عجیب واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے آکر تلوار کا مجھ پر وار کیا میں بھی لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ بہت زخمی ہو گیا تھا اور کہتا جاتا تھا۔

انی من اللہ الی اللہ افر۔ رضوانک اللھم ابدی واسر

میں اللہ سے اللہ ہی طرف بھاگ کر جاتا ہوں۔ اے خدا تیری خوشنودی کی آرزو میرے ظاہر و باطن میں ہے۔

میں نے پوچھا تو کس خاندان سے ہے کہا اولاد آدم سے میں نے خاندان ہی کو پھر پوچھا کہا اے عرب کے خراب کرنے

والوں میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے پہچانو۔ سلیمان بن عمرو اس سے لڑنیکو نکلا۔ وہ اس زمانہ میں بہت قوی اور شہزور تھا۔ دونوں شخصوں نے ایک دوسرے کو زخموں میں چور کردیا پھر ہر طرف سے اہل شام ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کیا میں نے واللہ ایسا حملہ آور کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ ذکر سنکر حمید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ازدی نے پوچھا۔ کیا تمھاری اس سے قرابت تھی حمید نے کیا قرابت نہ تھی یہ شخص خاندان مضر سے تھا میرا دوست تھا اور بھائیوں میں میرے تھا کہا خدا تجھے روتا ہی رکھے۔ ایک شخص بنی مضر کا گمراہ ہوکر مارا گیا اور تو اسے روتا ہے۔ حمید نے کہا واللہ گمراہ ہوکر نہیں مارا گیا وہ اپنے پروردگار کی ہدایت اور دلیل روشن پر مارا گیا۔ کہا جہاں وہ گیا خدا تجھے بھی وہیں پہنچادے۔ حمید نے کہا آمین۔ اور تجھے حصین بن نمیر کی جگہ خدا پہنچادے۔ اور اسکے ماتم میں خدا تجھے روتا رکھے۔

واقعہ توابین پر اعشی ہمدانی نے جو قصیدہ لکھا ہے اسکو بھی لوگ پہلے چھپایا کرتے تھے۔

توسل بالتقوی الی اللہ صادقا۔ وتقوی الالہ خیر تلکساب کاسب

اس بزرگ نے راست بازی سے خوف خدا پر عمل کیا۔ اور خوف خدا کیا اچھی کمائی ہے۔

وخلی عن الدنیا حلم یلتبس بھا۔ وتاب الی اللہ الرفیع المراتب

اس نے دنیا کو چھوڑا کوئی واسطہ اس سے نہ رکھا۔ توکرنیکو خدا سے رجوع ہوا۔

فوجہ نحو الشوئیہ سائرا۔ الی ابن زیاد جی الجموع الکباکب

اسکو خدا نے سواروں کی جماعت کے ساتھ ابن زیاد سے مقابلہ کرنیکو ثویہ کی طرف روانہ کیا۔

بقومہم اھل التقیبۃ والنھی۔ مصالیت انجاد سراۃ مناجب

اسکے ساتھ صاحبان تقوی وفرہنگ تھے۔ جو دلیروں کے دلیر اور نجیبوں کے نجیب تھے

مصوا تارکی رائی ابن طلحۃ حسبہ۔ ولم یستجیبو االلامیر المخاطب

یہ لوگ کار ثواب سمجھکر روانہ ہوگئے۔ نہ ابن طلحہ کی رائے پر عمل کیا نہ امیر کوفہ کی بات کا جواب دیا

فسرواوھم من بین ملتمس التقی۔ وآخر مماجر بالامس بائب

یہ لوگ اس حالت میں چلے جارہے تھے۔ کہ کوئی تو ان میں سے خواہان تقوی تھا۔ اور کوئی گناہ کی جو اس سے سرزد ہوا تھا۔ توبہ کرنا چاہتا تھا

فلاقوا بعین الوردۃ الجیش فاصلا۔ الیھم فحسوھم بیض قواضب

عین الوردہ میں پہنچکر اس لشکر سے انکا مقابلہ ہوگیا جو ان سے لڑنیکے لئے نکلا تھا۔ یعنی ابن ذی الکلاع کا لشکر۔ بس تلواریں کھینچکر انھوں نے کشتوں کے پشتے لگائے۔

یمانیۃ تذری الاکف تارۃ۔ بخیل عتاق مقربات سلاھب

جنکی تلواریں یمانی تھیں جو ہاتھوں کو اوڑا رہی تھیں۔ پھر سواروں نے بھی شامیوں پر حملہ کیا جنکے گھوڑے نجیب واصیل راہوار و دراز قد تھے۔

فجاءھم جمع من الشام بعدہ۔ جموع کموج البحر من کل جانب

اسی اثنا میں اہل شام کا اور لشکر اسکے بعد کتنی ہی فوجیں موج دریا کی طرح ہر طرف سے ان پر امنڈ پڑیں۔ (یعنی حصین بن نمیر کا لشکر)

فما برحوا حتی ابیدت سراتھم۔ فلم ینج منھم ثم غیر عصائب

یہ لوگ اب بھی میدان سے نہ ٹلے۔ یہاں تک کہ تمام روسا انکے قتل ہو گئے۔ چند لوگوں کے سوا کوئی نہ بچا۔

وغودر اھل الصبر صرعیٰ فاصبحوا۔ تعاورھم ریح الصبا والجنائب

اہل شام نے صابروں کی جماعت کو قتل کر کے ڈال دیا۔ انکا یہ حال تھا۔ کہ شمال کی باد صبا اور جنوب کی ہوائیں انکی لاشوں پر سے آتی تھیں اور جاتے تھیں۔

واضحیٰ الخزاعی الرئیس مجدلا۔ کان لم یقاتل مرۃ ویحارب

انکا رئیس سلیمان بن صرد خزاعی اس طرح کشتوں میں پڑا تھا۔ جیسے اس نے کبھی شمشیر زنی کی ہی نہ تھی کبھی میدان میں لڑا ہی نہ تھا۔

وارس بنی شمخ وفارس قومہ۔ شنوءۃ۔ والتیمی ھادی الکتائب

وعمرو بن بشر۔ والولید۔ وخالد۔ وزید بن بکر۔ والحلیس بن غالب

وضارب عن ھمدان کل مشیع۔ اذا شذ لم ینکل کریم الرکاسب

یہی حال تھا بنی شمخ کے رئیس (مسیب) کا۔ اور قوم شنوۃ کے شہسوار (عبداللہ بن سعد) کا اور تیمی (عبداللہ بن وال) کا جو صاحب لشکر تھا۔ اور عمرو بن بشر۔ اور ولید۔ اور خالد۔ اور زید بن بکر۔ حلیس بن غالب کا۔ اور ہمدان کے اس رئیس کا جو شجاعوں پر حملہ کرتا تھا۔

اسی سال مروان بن الحکم نے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اہل شام کو ان کی بیعت کا حکم دیا اس واقعے کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولی عہدی اور عمرو بن سعید کیلئے ولایت سے انکار

عمرو بن سعید بن عاص الاشدق مصعب بن زبیر مصعب بن عبدالعزیز مروان کے بھائی حضرت عبداللہ بن الزبیر نے فلسطین بھیجا تھا۔

اب تمام شام اور مصر پر مروان کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ مروان کو معلوم ہوا کہ عمرو کہتا ہے کہ مروان کے بعد وہ امیر المومنین ہوگا نیز وہ اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ خود مروان نے اس سے اس کا وعدہ کیا ہے۔ مروان نے اس طرح کے بعد حسان بن مالک بن بجدل کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنادوں اور اس کے لئے سب لوگوں سے بیعت لے لوں اور اسی کے ساتھ مروان نے اسے عمرو بن سعید کے خیال سے بھی آگاہ کیا حسان نے کہا کہ مروان کے پاس جمع ہوئے تو ابن بجدل نے کھڑے ہو کر کہا مجھے معلوم ہے کہ لوگوں کی بڑی بڑی امیدیں ہیں آپ سب لوگ کھڑے ہوں اور امیر المومنین کے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کے لئے بیعت کریں۔

بلا استثنا لوگوں نے اس سال دونوں کے لئے بیعت کر لی اس ماہ رمضان المبارک کے شروع میں مروان کا انتقال ہوا۔

مروان کی موت کا واقعہ

مروان کا متوقع خلیفہ خالد کی بے عزتی کرنا

جب معاویہ بن یزید ابی لیلیٰ کا آخری وقت آیا اس نے اپنا جانشین مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ حسان بن مالک بن بجدل کا ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کے بعد اس کے بھائی خالد بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنائے مگر یہ کمسن تھا اور یہ حسان اس کے باپ یزید بن معاویہ کا ماموں تھا۔ اس وقت اس نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہ نیت کر لی کہ مروان کے بعد وہ خالد بن یزید کو خلیفہ بنائے گا، مگر جب مروان کے ہاتھ پر اس نے اور تمام اہل شام نے بیعت کر لی تو کسی نے مروان کو یہ رائے دی کہ تم خالد کی ماں سے شادی کر لو (خالد کی ماں کا نام ام خالد تھا یہ ابوہشام بن عتبہ کی پوتی تھی) تا کہ اس طرح خالد کی شان کم ہو جائے اور وہ خلافت کا دعویٰ نہ کر سکے۔

مروان نے اس تجویز پر عمل کیا ایک دن خالد مروان سے ملنے آیا مروان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور وہ دونوں صفوں کے درمیان چکر لگا رہا تھا اسے دیکھ کر مروان نے کہا بخدا یہ احمق ہے اے فربہ اندام عورت کے بیٹے اس جملہ سے اس کا مقصد تھا کہ اہل شام کی نظروں میں خالد کی بے عزتی ہو جائے۔

خالد نے یہ واقعہ اپنی ماں سے آ کر بیان کیا اس نے کہا خبردار اس واقعہ کو کسی اور سے بیان نہ کرنا تم چپ رہو میں اس سے سمجھ لونگی۔ جب مروان اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کیا خالد نے میرے بارے میں کوئی بات تم سے کہی ہے؟ اس نے کہا بھلا خالد تمہارے متعلق کوئی بات کہہ سکتا ہے؟ وہ تمہاری اس قدر تعظیم کرتا ہے کہ اسے اس کی جرات کہاں کہ وہ کوئی بات تمہارے متعلق کہے۔

ام خالد کا مروان کو ٹھکانے لگانا

مروان نے اس کے بیان کو سچ سمجھا کچھ دن وہ بھی خاموش رہی ایک مرتبہ مروان اس کے پاس سویا اس نے بہت سے گدے اس پر ڈال دیئے اور اس طرح دبا کر اسے مار ڈالا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ماہ رمضان میں دمشق کے مقام پر تریسٹھ سال کی عمر میں مروان ہلاک ہوا مگر ہشام بن محمد الکلبی کہتے ہیں کہ مروان کی عمر اکسٹھ سال ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مروان کی عمر اکہتر سال سے بھی بیان کی گئی ہے۔

مروان کا نسب نامہ اور موت

ابوعبدالملک اس کی کنیت تھی اور اس کا نام مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے اس کی ماں آ۔۔ بنت علقمہ بن صفوان بن امیہ الکنانی ہے۔

اس کی مدت خلافت نو ماہ تھی اس نے تین دن کم دس ماہ بیان کی ہے اپنے مرنے سے پہلے مروان نے ایک مہم حبیش بن دلجہ القینی کے ماتحت مدینے اور دوسری عبداللہ بن زیاد کے زیر قیادت عراق بھیجی تھی جب عبداللہ شام سے روانہ ہو کر جزیرے آیا تو اسے یہاں مروان کی ہلاکت کا علم ہوا حضرت امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے اہل کوفہ کا گروہ اس کے مقابلہ پر آیا۔ ان لوگوں نے جو کاروائیاں کیں ہم اسے پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس لئے اپنے قتل ہونے تک جو کاروائی کی اسے ہم انشاء اللہ آئندہ بیان کرینگے۔

جیش بن دلجہ کے قتل کا بیان

جیش مدینے آیا اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر کی جانب سے جابر بن اسود بن عوف عبدالرحمٰن بن عوف کا بھتیجا مدینہ کا حاکم تھا یہ اس کے خوف سے مدینے سے بھاگ آیا اسی زمانے میں حارث بن ابی ربیعہ نے جو عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا اور عبداللہ بن الزبیر کی جانب سے بصرے کا حاکم تھا حنیف بن اخیف التمیمی کی زیر قیادت جیش بن دجلہ سے لڑنے کے لئے بصرہ سے ایک وفد بھیجا جب جیش کو اس فوج کا علم ہوا وہ مدینے سے اس سمت روانہ ہوا۔

دوسری جانب سے حضرت عبداللہ بن الزبیر نے بھی عباس بن سہل بن سعد الناصری کو مدینے کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ جیش کی تلاش میں جائے اور بڑھتے بڑھتے اس فوج سے جو ان کی امداد کیلئے حنیف کی زیر قیادت بصرے سے آئی ہے مل جائے۔

عباس اور بہت سے ان کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ربذہ مقام پر انہیں پکڑ لیا۔ ابن دلجہ کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ تم اس جماعت سے ابھی چھیڑ نہ کرو مگر اس نے اسے نہ مانا اور کہا کہ میں یہاں ٹھہرتا ہوں تا کہ انکا میٹھا ستو لوٹ کر کھاؤں۔ ایک تیر نے اس کا کام تمام کر دیا نیز اس کے ہمراہ منذر قیس الجذامی اور ابو عتاب ابوسفیان، یوسف بن الحکم اور حجاج بن یوسف بھی اس لڑائی میں اس کے ساتھ موجود تھے۔ یہ دونوں ایک ہی اونٹ پر بھاگ کر اپنی جان بچا سکے اس جماعت کے پانچ سو آدمیوں نے مدینہ کے محلوں میں پناہ لی۔ عباس نے ان سے اپنے آپ کو حوالے کر دینے کا مطالبہ کیا انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اس نے ان سب کو قتل کر دیا جیش کی شکست خوردہ فوج شام چلی گئی۔

قاتل جیش کی عزت افزائی

ابن محمد کہتے ہیں کہ زید بن سیاہ الاسواری نے ربذہ کی جنگ میں جیش کو اپنے تیر سے ہلاک کیا جب یہ لوگ مدینہ آئے تو زید بن سیاہ جو ایک سفید خراسانی گھوڑے پر سفید لباس پہنے سوار تھا لوگوں کے مجمع میں آ کر کھڑا ہوا لوگوں نے اس کے لباس کو اس قدر چھوا اور اس قدر خوشبودار اشیاء اس پر ڈالیں کہ تھوڑی ہی دیر میں میرے دیکھتے دیکھتے اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔

بصرہ میں طاعون

ابوجعفر کہتے ہیں کہ اس سال بصرہ میں وہ خطرناک طاعون پھیلا کہ اس سے ہزاروں اہل بصرہ ہلاک ہو گئے۔ مصعب بن زید کہتے ہیں کہ جب یہ خطرناک بیماری بصرہ میں پھیلی اس وقت عبداللہ بن عبیداللہ بن معمر بصرہ کا حاکم تھا اس کی ماں نے اسی وبا میں انتقال کیا کوئی شخص اس کی نعش کا اٹھانے والا نہ تھا حالانکہ وہ بصرہ کا امیر تھا آخر کار چار دیہاتی کرائے پر لائے گئے اور وہ اسے قبر تک اٹھا لائے اسی سال بصرہ میں خارجیوں کا بہت زور پڑ گیا اور نافع بن الازرق کو قتل کیا گیا۔

نافع بن الازرق کا قتل

عبداللہ بن عبیداللہ بن معمر نے اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو نافع کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ مقام دولاب پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عثمان مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی ایک دوسری روایت سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

وہب کے باپ بیان کرتے ہیں کہ بصرے والوں نے ایک لشکر حارثہ بن بدر کی سرپرستی میں خارجیوں کے مقابلے کیلئے بھیجا تو نافع نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

کرنبوا ودولبوا وحیث شئتم فاذھبوا

ترجمہ۔ کرنب میں قیام کرو یا دولب میں اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔

معاویہ بن قرہ روایت کرتا ہے کہ ہم ابن عبیس کے ہمراہ خارجیوں کے مقابلے بڑھے ہم نے ان سے مقابلہ کیا انہیں میں نافع بن الازرق اور ماحوز کے دو یا تین بیٹے مارے گئے۔ ابن عبیس بھی مارا گیا مگر اس واقعے کے متعلق مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی ہے کہ مسعود بن عمر کی وجہ سے اہل بصرہ کے ازد ربیعہ اور تمام اپنے باہمی اختلاف میں مشغول تھے اس لئے ابن الازرق کی شوکت بہت بڑھ گئی اور اس کی تعداد بھی زیادہ ہوگئی۔ بصرے کی جانب بڑھا جب پل کے قریب آیا تو عبیداللہ بن الحارث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کو اہل بصرہ جماعت کے ساتھ اس کے مقابلے کیلئے بھیجا۔ یہ اس کی جانب بڑھا اور اسے بصرے اور اس کے علاقے سے ہٹاتا رہا اور اسی طرح ہٹتے ہٹتے علاقہ اسوار گئے دولاب نام ایک جگہ پر دونوں حریف مقابلے کیلئے تیار ہوئے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

خارجی اور بصری ہر دو سردار کا قتل

مسلم بن عبیس نے اپنے میمنہ پر حجاج بن باب الحمیری کو، بائیں جانب حارثہ بن بدر التمیمی ثم الھندانی کو متعین کیا تھا ابن ابن الازرق نے اپنے عبدہ بن ہلال الیشکری کو زبیر بن ماحوز التمیمی کو مقرر کیا تھا دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے اور ایسا سخت مقابلہ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔ نہایت خونریزی جنگ کے بعد مسلم بن عبیس بصریوں کا سردار اور نافع بن الازرق خارجیوں نے عبداللہ بن الماحوز کو اپنا اپنا امیر مقرر کیا اور پھر جنگ شروع ہوئی۔ اس مرتبہ بھی نہایت شدید لڑائی ہوئی حجاج بن باب الحمیری اہل بصرہ کا امیر اور عبداللہ بن الماحوز خارجیوں کا سردار دونوں مارے گئے۔

اس کے بعد اہل بصرہ نے ربیعہ الاجذم التمیمی کو اور خارجیوں نے عبداللہ بن الماحوز کو اپنا اپنا امیر بنالیا اور پھر لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک اسی طرح دونوں حریف جوش وخروش سے لڑتے رہے مگر اب دونوں جنگ سے تھک کر چور ہوگئے تھے اور حیران و پریشان ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے تھے کہ خارجیوں کی کمک اور دولاب کی شکست اتنے میں خارجیوں کی امداد کیلئے ایک اور دستہ آگیا جس نے اس لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا چونکہ یہ تازہ دم تھا اس لئے اس نے میدان میں آتے ہی عبدالقیس کی جانب سے اہل بصرہ پر حملہ کردیا اور اب تمام اہل بصرہ کو شکست ہوئی۔ ربیعۃ الجزام انکا سردار برابر لڑتا رہا اور مارا گیا اس کے بعد اہل بصرہ کے جھنڈے حارثہ بن بدر نے

اٹھالیا اور لڑتا رہا مگر اس وقت تمام فوج شکست کھا کر میدان چھوڑ چکی تھی۔ یہ چند غیور بہادروں کے ہمراہ اپنی فوج کے پیچھے حصے کو بچانے کے لئے لڑتا رہا اور پھر سب کو لیکر اہواز میں کسی مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

جب اس واقعے کی اطلاع بصرے پہنچی تو لوگوں کو سخت خوف پیدا ہوا ابن الزبیر نے حارث بن عبداللہ بن ربیعۃ القرشی کو ان خارجی فتنہ اٹھانے والوں کو ختم کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ بصرے آیا اور اس نے عبداللہ بن حارث کو معزول کر دیا اب خارجیوں نے بصرہ کا رخ کیا۔ تمام لوگ اہل بصرہ کا مہلب کو سپہ سالاری کیلئے مجبور کرنا اپنی پریشانی میں مبتلا تھے کہ مہلب بن ابی صفرہ عبداللہ بن الزبیر کی طرف سے خراسان کی گورنری کا فرمان لے کر آئے۔ اس لئے حارث بن ابی ربیعۃ اور دوسرے لوگوں سے کہا کہ خارجیوں کا کامیابی سے مقابلہ مہلب کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ معزز لوگوں کی ایک جماعت ان کے پاس آئی اور اس بارے میں ان سے گفتگو کی مگر مہلب نے کہا کہ میں ایسا نہیں کرونگا۔ میرے پاس امیر المؤمنین کا فرمان موجود ہے جس میں انہوں نے مجھے خراسان کا والی مقرر کیا ہے میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ ابن ابی ربیعۃ نے بھی انہیں بلا کر اس سے گفتگو کی مگر مہلب نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اب ابن ابی ربیعہ اور اہل بصرہ کی یہ رائے ہوئی کہ عبداللہ بن الزبیر کی جانب سے ایک خط مہلب کے نام لکھا جائے۔ چنانچہ حسب ذیل خط اور اسکی طرف سے لکھا گیا۔

اہل بصرہ کی جانب سے عبداللہ بن الزبیر کا خط مہلب کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط عبداللہ بن الزبیر کی طرف سے مہلب بن ابی صفرہ کو لکھا جاتا ہے۔ السلام علیکم اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد میں تم کو مطلع کرتا ہوں کہ حارث بن عبداللہ نے مجھے لکھا ہے کہ گمراہ خارجیوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی ایک بڑی فوج اور بہت سے سرداروں کو ہلاک کر دیا ہے اور اب وہ بصرے کی جانب پیشقدمی کر رہے ہیں میں نے تمہیں خراسان بھیجا تھا اور خراسان کی گورنری کا فرمان بھی لکھکر تم کو دیدیا تھا مگر جب مجھے خارجیوں کی اس شورش کا علم ہوا تو اب میری رائے یہ ہے کہ تم ہی ان کا مقابلہ کرو کیونکہ مجھے یہ امید ہے کہ تمہاری قیادت تمہارے اپنے کے لئے بہت ہی مبارک ومسعود ہوگی اور نیز خراسان جانے کے مقابلے میں اس کارروائی کا اجر بھی تم کو زیادہ ملے گا پس بہتر یہ ہے کہ تم خارجیوں کے مقابلہ کو جاؤ ان سے لڑو اور اپنے شہر والوں کے حقوق کی گورنری بھی تمہارے ہاتھ سے نہیں جاسکتی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

جب یہ خط مہلب کے حوالے کیا گیا انہوں نے کہا -- وقتیکہ یہ واضح نہ ہو جائے کہ جس چیز پر میں قبضہ حاصل کروں وہ میری ہوگی اور بیت المال سے مجھے اپنے ساتھیوں کو مضبوط کرنے کے لئے جس قدر روپیہ درکار ہوگا مل سکے گا اور اس بات کا حق نہ دیا جائے۔ سرداروں اور شہسواروں میں سے میں جتنے چاہوں اس مہم پر اپنے ساتھ لے جاؤں میں ہرگز ان کے مقابلے کے لئے نہ جاؤں گا اس پر تمام اہل بصرہ نے کہا ہمیں آپ کی یہ تمام شرائط منظور ہیں مہلب نے کہا فوج کی پانچوں جماعتوں کو میرے ماتحت کردو اور اس کے لئے ان کے نام باقاعدہ ہدایات لکھدی جائیں بصرے والوں نے اس تجویز پر عمل کیا مگر مالک بن مسمع اور بکر بن وائل کے بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور اسی وجہ سے مہلب کے دل میں ان کی جانب سے دشمنی ہوگئی۔ عبداللہ بن زید بن ظبیان اور بصرے کے اور معزز

لوگوں نے مہلب سے کہا کہ جبکہ اور تمام اہل بصرہ نے آپ کی شرائط تسلیم کر لی ہیں تو اگر مالک بن مسمع یا اس کے حمایتیوں نے اس معاملے میں آپ کی مخالفت کی ہے تو اس کی مخالفت سے کیا ہو سکتا ہے آپ اس بات سے بالکل قطع نظر کیجئے اپنے ارادے کو مضبوط کر کے دشمن کی طرف پیشقدمی فرمائیں۔

مہلب کا خارجیوں سے مقابلہ اور مہلب کی فتح

مہلب نے اس تجویز پر عمل کیا اور فوج کے پانچوں دستوں پر امیر مقرر کر دیئے اس نے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان کو بکر بن وائل کے دستے پر اور حریش بن ہلال السعدی کو بنی تمیم کے دستے پر امیر مقرر کیا۔

خارجی عبیداللہ بن ماحوز کی قیادت میں بڑھتے ہوئے۔ اصغر (چھوٹے پل) تک پہنچے مہلب تمام سرداروں اور بہادروں کو لیکر ان کے مقابلے پر آئے اور انہیں اس پل سے مار بھگایا اہل بصرہ کی پہلی کارروائی ان سے مقابلے میں یہی تھی حالانکہ قریب تھا کہ وہ شہر میں داخل ہو جاتے۔

خارجی اس پل سے ہٹ کر بڑے پل کی جانب چلے مگر اب مہلب نے بھی پوری ترتیب و تنظیم کے ساتھ رسالے اور پیدل فوج کو لیکر ادھر کا رخ کیا۔ جب خارجیوں نے دیکھا کہ یہ لوگ تو سائے کی طرح ساتھ ساتھ ہیں پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ادھر مہلب بھی ان کے قریب آ گئے تو وہ اس پل سے بھی ایک منزل آگے ٹھہر گئے مگر مہلب ان کا تعاقب کرتے رہے جہاں وہ رہتے یہ ان تک پہنچے اور وہاں سے کوچ کر جانے پر انہیں مجبور کر دیتے۔ اسی طرح ایک منزل سے دوسری اور دوسری سے تیسری منزل چھوڑنے پر انہیں مجبور کرتے رہے۔

یہاں تک کہ خارجی اہواز کی ایک منزل پر پہنچے جس کا نام کل سلیر تھا اور یہاں انہوں نے قیام کیا۔

جب حارثہ بن بدر الغدانی کو معلوم ہوا کہ خارجیوں سے جنگ کرنے کے لئے مہلب مقرر ہوئے ہیں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کربنوا و دولیوا حیث شئتم فاذھبوا قد امر المھلب (ترجمہ) چاہے کرب چلو یا دولب اور جہاں چاہو چلو اب مہلب امیر بنائے گئے ہیں۔

یہ اپنے ساتھیوں کو لیکر بصرے روانہ ہوا مگر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ نے اسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔

جب مہلب خارجیوں کے سامنے آئے انہوں نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی اور دامن کی نگرانی کے لئے چوکیاں بنا دیں۔ جاسوس مقرر کر دیئے اور پہرے لگا دئے فوج بروقت جنگ کے لئے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے باقاعدہ پانچوں دستوں میں تقسیم ہو کر آمادہ تیار تھی خندق کے دروازوں پر پہرہ دار متعین تھے۔ چنانچہ خارجی جب کبھی شب خون مارنے کا ارادہ کرتے وہ اس کا کوئی موقع نہ پاتے اور واپس چلے جاتے اسی بنا پر آج تک جو جو ان سے لڑ چکا تھا ان میں سے مہلب سے زیادہ نہ کوئی ان کے لئے سخت ثابت ہوا تھا اور نہ خارجیوں کو کسی اور سے اتنی دشمنی اور اس کے خلاف جوش نفرت تھا۔

خارجیوں کا جنگ کے لئے روانہ ہونا

ایک رات کو خارجیوں نے عبیدہ بن ہلال اور زبیر بن الماحوز کو دو زبردست سرداروں کے ہمراہ مہلب کی فوج پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔

زبیر داہنی اور رعبیدہ بائیں سمت سے اس پڑاؤ پر آئے تکبیر کہی اور دشمن کو للکارا مگر دیکھا کہ مہلب کی فوج ہر وقت لڑنے کیلئے تیار ہے انہیں ان پر شب خون مارنے کا کوئی موقع نہ مل سکا اور خارجی بغیر کسی کاروائی کے واپس چلے گئے۔

جب وہ جانے لگے تو عبیداللہ بن زیادہ بن ظبیان نے انہیں للکارا اور یہ شعر پڑھا۔

وجـــدتـــنـــا وقـــرا تـــجـــادا

الاکشـــفـــاخـــور اولا او فـــادا

ترجمہ: تم نے ہمیں مقابلے میں ثابت قدم اور بہادر پایا نہ کہ بزدل اور بھگوڑا۔ خبردار ہو ہمیں جب للکارا جاتا ہے تو ہم مقابلے کے لئے بڑھ جاتے ہیں دوزخیو کو صبح تم دوزخ میں جاؤگے وہی تمہاری جائے قرار ہے۔

خارجیوں نے جواب دیا اے فاسق آگ تیرے اور تجھ جیسے لوگوں کے لئے جمع کی گئی ہے اور وہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے اور تو بھی کفار میں سے ہے۔

ابن ظبیان نے کہا سن لو کہ اگر تم جنت میں داخل ہوئے تو وہ تمام مجوسی بھی جو صفوان سے لیکر خراسان کی انتہائی سرحد تک آباد ہیں جو اپنی ماں بیٹیوں اور بہنوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ بھی ضرور جنت میں جائینگے۔ اور اگر ایسا ہو تو میری تمام لونڈی غلام آزاد ہیں۔

خارجی نے کہا اے فاسق تو پرہیزگار مسلمان کا دشمن اور شیطان مردود کا قائم مقام لونڈی غلام آزاد ہیں۔

خارجی نے کہا اے فاسق تو پرہیزگار مسلمان ہو دشمن اور شیطان مردود کا قائم مقام ہے اب اور لوگوں نے ابن ظبیان سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے تو نے اس فاسق کو بہت سچا جواب دیا۔

صبح کو مہلب نے اپنی فوج کو پوری جنگی ترتیب کے ساتھ خارجیوں کے مقابلے پر کھڑا کیا۔ ازد اور تمیم مہلب کے پر بکر بن وائل اور عبدالقیس میسرے پر اور اہل العالیہ قلب میں متعین تھے۔ خارجی بھی اس ترتیب سے ان کے مقابل ہوئے کہ عبیدہ بن ہلال الشکیری میمنے پر اور زبیر بن الماحور میسرے پر تھا۔

اہل بصرہ کے مقابلے میں خارجیوں کے پاس نہایت عمدہ اور کثرت سے اسلحہ اور گھوڑے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کرمان سے اہواز تک تمام علاقے پر پورے قبضہ کر لیا تھا۔

خارجی ایسے خود پہنے ہوئے تھے کہ جس کی لڑیاں سینوں پر پڑی ہوئی تھیں اور پہنے ہوئے بھی تھے اس کے علاوہ فولادی کڑیوں کی چادریں ان کے کمر کے پٹکے سے قلابوں کے ذریعے سے پیوستہ تھیں جو زمین تک تھیں۔

اب دونوں آمنے سامنے آ گئے اور تمام دن دونوں حریفوں نے پوری ثابت قدمی اور شجاعت سے خوب ہی جوش و خروش سے لڑے جس سے سخت مقابلہ ہوا۔ پھر خارجیوں نے اپنی پوری قوت سے مسلمانوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے کہ ماں نے اپنے بچے کی خبر نہ لی اس شکست کی خبر بصرے بھی پہنچ گئی جس سے انہیں اپنے لونڈی غلام بنائے جانے کا خوف پیدا ہو گیا۔

اور مہلب نے بھی پیشقدمی کو روکنے میں کوئی تاخیر نہ کی اور وہ ان سے پہلے ایک ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے جو مفرور سپاہیوں کے بھاگنے کے راستوں کے ایک پہلو میں واقع تھا۔

مہلب کا اپنی فوج سے خطاب

اس بلند مقام پر چڑھ کر انہوں نے اپنی فوج کو للکارا اور اپنی جانب بلایا ان کی فوج کی ایک جماعت ان کے پاس پلٹ آئی۔ اسی طرح عمان کا دستہ بھی ان کے پاس ٹھہر گیا اور اب تقریباً تین ہزار فوج ان کے پاس آ گئی۔ اس تعداد کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہوا۔

انہوں نے حمد وثنا کے بعد کہا کہ بسا اوقات ایک بڑی جماعت کو اپنی کثرت پر غرور ہو جاتا ہے اور وہ مغلوب ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اللہ ایک چھوٹی جماعت پر اپنی امداد نازل فرماتا ہے اور وہ غالب آ جاتی ہے اس کے علاوہ اس وقت یوں بھی تمہاری تعداد تھوڑی نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں بالکل کافی ہے اور آپ لوگ تو اپنے شہر کے مشہور بہادر اور ثابت قدم لڑنے والے ہیں میں یہ بھی چاہتا کہ جنہوں نے راہ فرار اختیار کی ہے وہ آپ لوگوں میں شامل ہوں کیونکہ ان کی شرکت صرف کمزوری ہی کا باعث ہوگی۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ میں سے ہر شخص دس دس پتھر اپنے ساتھ لے لے اور پھر ہم سب خارجیوں کے مقام پر حملہ کریں کیونکہ اس وقت وہ اپنے بے خوف بیٹھے ہوں گے ان کے سوار بھی ہمارے بھائیوں کے تعاقب میں جا چکے ہیں اس لئے مجھے امید ہے کہ ان کے رسالے کی واپسی سے ہی ہم ان کے پڑاؤ کو تباہ و برباد کر کے لوٹ آئیں گے اور ان کے امیر کو قتل کر دینگے۔

سب نے ان کی تجویز کو پسند کیا اب مہلب اپنی جماعت کو لیکر خارجیوں کے پڑاؤ پر لوٹ پڑے اور جب تک خارجیوں کو کچھ بھی خبر ہو مہلب اور ان کی جماعت نے ان کے قیام کی ایک سمت ان پر تلواروں سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

اب یہ لڑتے لڑتے عبید اللہ بن الماحوز اور اس کی فوج کے سامنے آئے جو پوری طرح مسلح تھی حالت یہ تھی کہ مہلب کی فوج والے خارجی کا مقابلہ کرنے سے پہلے اس کے منہ پر پتھر مار کر اس سے بدحواس کر دیتے اور پھر نیزے یا تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔

خارجیوں کے سردار عبید اللہ بن الماحوز کا قتل

نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر کے مقابلے کے بعد عبید اللہ بن الماحوز مارا گیا نیز اس کے بڑے بڑے سرداروں کو بھی زخمی کر دیا گیا مہلب نے خارجیوں کے مقام اور جو کچھ وہاں تھا اس پر قبضہ کر لیا اور وہ بری طرح قتل کر دیئے گئے اب وہ خارجی جو بصرے والوں کے تعاقب میں گئے تھے واپس آئے مگر مہلب نے پہلے ہی سے ان کے مقابلے کیلئے ان کی واپسی کے راستوں پر سوار اور پیدل مقرر کر دیئے تھے خارجیوں میں سے جو ان کے ہاتھ آتا اسے یہ قتل کر دیتے باقی لوگوں نے نہایت بری حالت میں کرمان اور اصفہان کی راہ لی اور مہلب نے اہواز ہی میں قیام کیا۔

اسی جنگ کے متعلق سلطان العبدی نے یہ شعر کہا

بسلى وسلبرى مصارع فتية
كرام وقتلى لم توسد خدودها

ترجمہ۔ مقام سلی اور سلیری ان شریف بہادروں اور مقتولوں کا مقتل عام ہے جن کے گالوں کے لئے تکئے نہیں کئے گئے۔

واپسی میں خارجیوں کی ایسی بری حالت تھی کہ پانچ پانچ اور چھ چھ دستے کے لوگ ایک ہی دستے پر جمع ہوتے تھے اس کی وہ کچھ تو بے سروسامانی تھی اور کچھ قلت تعداد جو جنگ کے بعد ان میں نمایاں تھی پھر بحرین سے سامان خوراک ولباس انہیں پہنچا اور اب وہ کرمان اور اصفہان کی جانب چلدیئے۔

مہلب نے اہواز ہی میں قیام کیا اور مصعب کے بصرے آنے اور حارث بن عبید اللہ بن ربیعہ کے بصرے کی ولایت کے معزول ہونے تک یہیں مقیم رہے۔

مہلب کا خط حارث کے نام

خارجیوں پر فتح پانے کے بعد مہلب نے یہ خط حارث کو لکھا:

حمد وثناء کے بعد اس خدا کا شکر ہے۔ کہ جس نے امیر المومنین کو فتح دی فاسقین کو شکست دی، ان پر اپنا قہر نازل کیا۔ انہیں بری طرح قتل کیا اور انہیں منتشر کردیا۔ میں امیر کو مطلع کرتا ہوں کہ اہواز کے علاقے میں بمقام سلٰی وسلبری ہمارا خارجیوں سے مقابلہ ہوا۔ ہم نے ان پر حملہ کیا ان سے لڑے، دن کے اکثر حصے میں ان سے نہایت شدید جنگ ہوئی پھر خارجیوں کے دستوں کو جمع کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی مسلمانوں میں ایسی بھگدڑ مچ گئی کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ ہمارے لئے شکست کامل ہو اس خطرے کو محسوس کرتے ہی میں ایک بلند مقام پر چڑھ گیا وہاں میں نے اپنے قبیلے کو خاص کر اور رہ عام مسلمانوں کو عموما اپنے پاس بلانے کے لئے للکارا۔ میری اس دعوت پر مسلمانوں کا ایک ایسا گروہ جس نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے فروخت کردی تھیں جس میں نہایت ہی ثابت قدم صابر اور سچے لوگ تھے میرے پاس جمع ہو گیا۔

میں اسی جماعت کو لیکر دشمن کے لشکر پر جہاں ان کے لوگ ان کا سردار اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ تھی پلٹا ہمارے بہادروں نے دشمن کے پڑاؤ کا محاصرہ کرلیا اور لڑائی شروع ہوئی۔

ہم نے پہلے تیراندازی کی پھر نیزہ بازی تھوڑی دیر اس طرح لڑنے لگے بعد میں حریفوں کی نوبت تلوار پر آ گئی۔ کچھ دیر دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر بہادری سے بڑھ کر وار کئے مگر پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی خارجی بری طرح مارے گئے پھر میں نے ان کی بھاگی ہوئی جماعتوں کے لئے سوار متعین کردیئے جو دیہات میں راستوں میں اور گڑھوں میں چن چن کر قتل کردیئے گئے کہ والحمدللہ رب العلمین وسلام علیک ورحمۃ اللہ

جب یہ خط حارث بن عبید اللہ بن ابی ربیعہ کے پاس پہنچا اس نے اسے ابن الزبیر کے پاس بھیجدیا جو مکے کے سب لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔

حارث نے یہ خط مہلب کو لکھا

مجھے تمہارا خط ملا۔ جس میں تم نے اس نصرت کا ذکر کیا جو اللہ نے تمہیں دی اور جس کی بدولت مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اے برادر از تم کو یہ فتح دنیا کی عزت اور آخرت کے

ثواب کے ساتھ مبارک ہو والسلام

مہلب اس خط کو پڑھ کر ہنسے اور کہنے لگے کہ یہ صرف مجھے برادرازدی کے نام سے جانتا ہے بے شک اہل مکہ اعرابی ہی ہیں۔

ابوعلقمہ الحمیدی اس جنگ میں جس دلیری اور جرات سے لڑا ایسا کوئی اور بہادر نہ لڑ سکا۔ یہ ازدواور یحمد کے شہسواروں میں جاتا اور پکارتا کہ اپنی یہ گھنی زلفیں مجھے عاریت دیدو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے کچھ جوانمرد جوابی حملہ کرتے اور دشمن سے لڑ کر ہنستے ہوئے اس کی طرف واپس آئے تو کہتے آئے ابوعلقمہ۔۔ مستعار دی جاتی ہیں۔

الغرض جب مہلب کو فتح ہوئی اور انکی شجاعت اچھی رہنمائی انہوں نے دیکھی تو ایک لاکھ درہم دیئے۔

مہلب کی جنگ کیلئے شرائط

بیان کیا گیا ہے کہ مہلب سے پہلے اہل بصرہ نے احنف سے کہا تھا کہ آپ ہمیں لیکر خارجیوں کا مقابلہ کیجئے مگر انہوں نے مہلب کا نام تجویز کیا اور کہا کہ اس کام کے لئے وہ مجھ سے زیادہ اہل ہیں اور جب مہلب نے ان کی درخواست قبول کی تو یہ شرط لگائی کہ اس جنگ میں وہ جس علاقے پر قبضہ کریں گے وہ تین سال تک انہیں اوران کے ساتھیوں کو دیدیا جائے گا اور جولوگ ان کے ساتھ اس جنگ میں شرکت نہ کریں گے انہیں اس علاقے کی آمدنی سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔

اہل بصرہ نے یہ شرط مان لی اور اس کے لئے باقاعدہ تحریری دیدی پھر اس تحریر کو وہ ابن الزبیر کے پاس منظوری کیلئے گئے جسے انہوں نے بھی منظور کرلیا اور اسے مہلب کے لئے نافذ بھی کردیا۔

جب مہلب کی شرط مان لی گئی انہوں نے اپنے بیٹے کو چھ سو شہسواروں کے ساتھ ان کی سمت بھیجا جہاں وہ چھوٹے پل کے پیچھے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا مہلب کے حکم سے چھوٹا پل باندھا گیا۔ حبیب نے دریا کو اس پل سے عبور کرکے عمرو اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور انہیں دونوں پلوں کے درمیان سے ہٹادیا یہ شکست کھا کر فرات کی سمت سے پسپا ہوئے۔

مہلب نے اپنی قوم والوں کو جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے اور جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اور دوسری تمام فوجوں میں سے جو صرف ستر آدمی اس کے ہمراہ گئے تھے انہیں کوچ کے لئے تیار کیا اور آگے بڑھ کر بڑے پل پر ٹھہر گیا ان کے سامنے ہی عمرو چھ سو خارجیوں کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو سواروں اور پیدل کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے بھیجا پیدل فوج نے تیروں کی ان پر ایسی بوچھاڑ کی کہ وہ اپنی جگہ ہٹ گئے اب ان کا پیچھا شروع کیا مہلب کے حکم سے یہاں بھی پل بنایا گیا انہوں نے اپنی تمام فوج کے ساتھ اسے عبور کیا۔ عمرو والغنا اور اس کی تمام فوج ابن الماحوز سے جاملی جو اس وقت مقام میں مقیم تھا اور اس سے اپنی ساری زوداد بیان کی اب یہ سب کے سب یہاں سے چلدیئے اور اہواز سے آٹھ میل کی فاصلے پہنچ کر انہوں نے قیام کیا۔

اس سال کی بقیہ مدت میں مہلب وہیں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے دجلہ کے دیہات سے اخراج وصول کیا اور اس سے اپنی افواج کو تنخواہیں دیں۔

جب اہل بصرہ کو مہلب کی اس کامیابی کا علم ہوا انہوں نے ان کی امداد کے لئے مزید فوج بھیجدی جو مہلب

کے پاس آ گئی۔ مہلب نے ان کے نام رجسٹر میں درج کر کے ان کی تنخواہیں دیدیں اس طرح اب ان کے پاس تیس ہزار فوج ہوگئی۔

اس بیان کے مطابق یہ کہ جس میں خارجیوں نے اہواز سے کوچ کیا ہے ان کی تعداد تین ہزار تھی اور سلی سلبری میں مہلب سے ان کی جو لڑائی ہوئی تھی اس میں سات ہزار خارجی کام آ چکے تھے۔

اس سال میں مروان نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے محمد کو مصر بھیجنے سے پہلے جزیرے سے بھیجا اس سال میں حضرت عبداللہ الزبیر نے عبداللہ بن یزید کو کوفے کی گورنری سے برطرف کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو مقرر کیا نیز عبیدۃ بن زبیر اپنے بھائی کو مدینے کی گورنری سے برطرف کر کے اس جگہ اپنے دوسرے بھائی مصعب بن الزبیر کو مامور کیا۔ عبیدہ کی برطرفی کی وجہ واقدی نے یہ بیان کی ہے کہ اس نے اپنے کسی خطبے میں کہا تھا تمہیں معلوم ہے کہ اونٹنی کے معاملے میں جس کی قیمت پانسو درہم تھی اس قوم کے ساتھ کیا: تاؤ ہوا اس جملے سے اس کا نام مقوم الناقہ اونٹنی کی قیمت لگانے والا پڑ گیا جب ابن الزبیر کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے کہا یہ تکلف دکھلاوا۔

بیت اللہ کی تعمیر

اسی سال عبداللہ بن الزبیر نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور مقام حجر کو اس میں داخل کر دیا زیاد بن جبل کہتے ہیں کہ مکے پر قبضہ ہونے کے بعد میں نے عبداللہ بن الزبیر کو یہ کہتے سنا مجھ سے میری ماں اسماء بنت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کفر سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبے کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر دوبارہ بناتا اور حجر کو کعبے میں داخل کرتا۔

چنانچہ عبداللہ بن الزبیر کے حکم سے بنیاد کھودی گئی اور اونٹ کے برابر پتھر کی سلیں حاصل ہوئیں ان میں سے ایک سل کو سرکایا گیا اس کے ساتھ مطلق نہیں ان کے حکم سے وہ پتھر اسی پر رکھ دیا گیا اسی پر انہوں نے کعبے کی تعمیر کی اور اس کے دروازے سے ایک اندر جانے کے لئے اور ایک باہر آنے کے لئے قائم کئے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر کی امارت میں اسی سال حج ہوا انکے بھائی مصعب مدینے کے والی تھے اس سال کے آخری حصے میں عبداللہ بن مطیع کوفے کا اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی بصرے کا والی تھا انہیں کو بے وقوف مرد کہا جاتا تھا۔ ہشام بن بصرے کے قاضی تھے اور عبداللہ بن خازم خراسان کا والی تھا۔

اسی سال میں بنی تمیم نے جو خراسان میں تھے عبداللہ بن خازم کی مخالفت شروع کی اور ان میں جنگ تک نوبت پہنچی۔

بنی تمیم کی عبداللہ بن خازم سے سرکشی و جنگ

خراسان کے تمیمیوں نے بنی ربیعہ اور اوس بن ثعلبہ کے مقابلے میں عبداللہ بن خازم کی امداد کی اور اسی وجہ سے اس نے اپنے مخالفین کو قتل کیا اور ان پر فتح پائی جب خراسان میں عبداللہ بن خازم کا کوئی مخالف نہ رہا تو اس نے بنی تمیم کے ساتھ ظلم و زیادتی کی اس نے ہرات کو اپنے بیٹے محمد کے ماتحت کر دیا۔ بکیر بن وشاح کو اس کی فوج خاصہ کا افسر مقرر کیا نیز شماس بن دثار العطاردی جب ابن خازم نے بنی تمیم پر ظلم و زیادتی شروع کی یہ محمد کے پاس ہرات آئے ابن خازم نے بکیر و شماس کو لکھا کہ بنی تمیم کو ہرات میں نہ آنے دیں شماس نے تو اس حکم ماننے سے انکار کر دیا اور

خود ہرات چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو گیا البتہ بکیر نے انہیں ہرات میں نہ آنے دیا۔

محمد بن عبداللہ بن خازم کے قتل کا بیان

اس کے قتل سے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ اس نے بنی تمیم کو شہر میں آنے سے روک دیا اور خود ایک دن باہر شکار کے لئے گیا بنی تمیم اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے گرفتار کر کے سب کچھ چھین لیا اور خود ساری رات شراب پیتے رہے ان میں سے جب کسی کو پیشاب آتا وہ اس پر جا کر پیشاب کرتا اس پر شماس نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کی یہ حالت کر دی ہے تو اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اسے اپنے ان دو تمیمیوں کے عوض میں جنہیں اس نے کوڑوں سے ہلاک کیا ہے قتل کر ڈالو۔

اس واقعے سے پہلے یہ ہو چکا تھا کہ محمد نے بنی تمیم کے دو شخصوں کو پکڑا اور ان کے اتنے کوڑے مارے کہ وہ مر گئے۔

ایک ایسا شخص جو واقعے میں شریک تھا بیان کرتا ہے جب بنی تمیم نے محمد کو قتل کرنا چاہا تو جیہان بن مشجعہ الضبی نے انہیں منع کیا اور اسے بچانے کیلئے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا بعد میں اسی احسان کے عوض میں ابن خازم نے واقعہ فرمایا میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس کی جاں بخشی کی بنی مالک بن سعد کے دو شخصوں عجلہ اور کسیب نے محمد بن خازم کو قتل کیا جب ابن خازم کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ کسیب نے اپنی قوم کے لئے بہت برا فعل کیا اور عجلہ اپنی قوم کے لئے جلد مصیبت لے آیا۔

محمد کو قتل کر کے بنی تمیم نے مرد کا رخ کیا بکیر بن وشاح نے اس کا پیچھا کیا اور بنی عطارد کے ایک شخص شمیح کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

جب شماس وغیرہ مرد آئے تو انہوں نے بنی سعد سے کہا کہ ہم نے محمد کو قتل کر کے تمہارا بدلہ لیا ہے (اس سے مراد اس کا بدلہ تھا جو مرد میں مارا گیا تھا) اس بات پر یہ سب کے سب ابن خازم سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے حریش بن ہلال القریعی کو اپنا امیر مقرر کیا۔

ابن خازم اور حریش میں جنگ

بنی تمیم میں سے ابن خازم سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے حریش کے ساتھ بعض ایسے بہادر بھی تھے جن کی مثال نہ تھی ان میں سے ہر ایک فرد فوج کے ایک ایک دستے کے برابر تھا اس میں شماس بن دثار ربیعہ بن ورقاء الصریمی شعبہ بن ظہیر النہشلی ورد بن الفلق العنبری حجاج بن ناشب العدوی جو بہترین تیر انداز تھا) اور عاصم بن حبیب العدوی شامل تھے حریش بن ہلال دو سال تک ابن خازم سے لڑتا رہا۔

جب جنگ نے اس قدر طول کھینچا اور فریقین کو نقصانات برداشت کرنا پڑے وہ بھی لڑائی سے تنگ آ گئے آخر کار حریش میدان میں نکلا اس نے ابن خازم کو آواز دی اور کہا کہ ہمارے درمیان اس طویل مدت سے جنگ ہو رہی ہے تم کیوں اپنی اور میری قوم کو تباہ کرتے ہو آؤ ہم تم فیصلہ کریں کہ جو دوسرے کو قتل کر دیگا اس ملک کا امیر بن جائے۔

ابن خازم نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور اب دونوں ایک دوسرے پر مردوں کی طرح حملہ کرنے لگے کچھ دیر

زک اسی طرح مقابلہ رہا او کوئی ایک دوسرے کو نقصانات نہ دے سکا ابن خازم ذرا غافل ہوا حریش نے اس کے سر پر تلوار ماری اس کے سر کی کھال منہ پر آ پڑی حریش کی رکاب ٹوٹ گئی اور تلوار چھوٹ گئی۔

ابن خازم اپنے گھوڑے کی گردن سے چمٹا ہوا اپنی فوج میں واپس آ گیا اس کے سر پر زخم آ گیا تھا دوسرے دن صبح پھر دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہوئی مگر اب ابن حازم کے زخمی ہونے کی وجہ سے دونوں فریق چند روز تک جنگ سے باز رہے اور تنگ آ کر الگ ہو گئے ان کی تین جماعتیں ہو گئیں۔ بحرین ورقا ایک جماعت کے ساتھ برشہر چلا گیا۔

شماس بن ورثار العطاروی نے دوسری سمت اختیار کی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ چلا گیا تو عثمان بن بشیر بن المحتضر قرتنا آیا اور وہاں ایک قلعے میں قیام پذیر ہو گیا خود حریش نے مرد الروز کی سمت اختیار کی ابن خازم نے اس کا تعاقب کیا اور مرد الروز کے ایک گاؤں میں جس کا نام الملحہ یا قصر الملحہ تھا اس میں قیام کیا۔ حریش بن ہلال کے ہمراہ صرف بارہ آدمی تھے باقی اس کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ یہ مختصر سی جماعت ایک ویرانے میں قیام پذیر تھی حریش نے وہاں ایک نیزہ اور ڈھال جو اس کے پاس تھی نصب کر دی تھی جب ابن خازم اس کا ایک بڑا دلاور غلام بھی تھا۔

اس نے حریش پر تلوار کی ضرب لگائی مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا اس پر اس کے ایک شخص نے حریش کو اس کی جانب متوجہ کیا اس نے کہا کہ یہ پوری طرح مسلح ہے میری تلوار اس کی زرہ پر کچھ اثر نہیں کر سکتی البتہ ایک موٹا ڈنڈا میرے لئے لاؤ اس سے اس کی خبر لونگا۔ چنانچہ عناب کے درخت سے ایک موٹا ڈنڈا کاٹ کر حریش کو دیا گیا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے یہ ڈنڈا اس شخص کو قلعے میں مل گیا وہ اس لئے حریش کو دیدیا۔ اب حریش نے اس ڈنڈے سے ابن خازم کے غلام پر حملہ کیا اور ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا۔

اس سے فارغ ہو کر وہ ابن خازم کی طرف آیا اور اس سے کہا کہ تم کو کیا سروکار رہا۔ میں نے تمام علاقے کو تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے ابن خازم نے کہا تم پھر واپس آ ؤ گے حریش نے کہا میں اب نہیں آ ؤں گا اس وعدے پر ابن خازم نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ خراسان چھوڑ کر چلا جائے اور پھر کبھی اس کے مقابلے پر نہ آئے نیز ابن خازم نے حریش کو چالیس ہزار درہم بھی دیئے۔

ابن خازم کی فتح

حریش نے قلعے کا دروازہ ابن خازم کے لئے کھولا یا ابن خازم قلعہ میں آ کر اس سے ملا اسے صلہ دیا اس کا قرض ادا کرنے کا بوجھ اپنے سر لیا اور دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے اثنائے ملاقات میں ابن خازم کے سر کے زخم پر جو روئی کا بھایا چپکا ہوا تھا اسے اڑ گیا۔ حریش نے اٹھ کر اسے اٹھالیا اور اپنے ہی ہاتھ سے اسے پھر زخم پر رکھ دیا۔ ابن خازم کہنے لگا اے ابو قدامہ آج تمہارا چھونا مجھے کل کے تمہارے چھونے سے بہت نرم معلوم ہوا۔ حریش نے کہا میں اللہ سے اور تم سے اس کی معزرت کرتا ہوں اور اگر میری رکاب نہ ٹوٹ جاتی تو تلوار تمہارے دانتوں تک اترتی ابن خازم یہ سنکر ہنسا اور واپس چلا گیا اس واقعے سے بنی تمیم کی جماعت منتشر ہو گئی اور ان میں کوئی تجارتی نہ رہا۔

اشعث بن ذویب، زہیر بن ذویب العدوی کا بھائی اسی جنگ میں مارا گیا ابھی اس میں جان باقی تھی کہ زہیر

نے اس سے اس کے قاتل کے بارے میں پوچھا اس نے کہا مجھے اس کا نام معلوم نہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ وہ ایک زرد ترکی گھوڑے پر سوار تھا زہیر نے جس کسی سوار کو زرد ترکی گھوڑے پر دیکھا اس پر حملہ کیا ان میں سے بعض لوگوں کو قتل کر دیا اور بعضوں نے بھاگ کر جان بچائی اس کے خوف سے تمام ان لوگوں نے جن کے پاس زرد رنگ کا گھوڑا تھا اس پر سواری ترک کر دی اور اس وجہ سے اس رنگ کے گھوڑے قیام گاہ خالی پھر رہے تھے۔

۶۶ ہجری شروع ہوا

اس سال میں مختار بن ابی عبید نے حضرت حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کوفے میں خروج کیا اور ابن الزبیرؓ کے عامل عبداللہ بن مطیع العادی کو کوفے سے نکال باہر کیا۔

کوفے میں مختار کا خروج اور شیعوں کو اس کی دعوت

جب سلیمان بن صرد کے ساتھی کوفے میں آئے تو مختار نے انہیں یہ خط لکھا:

اما بعد: چونکہ تم نے ظالموں سے علیحدگی اختیار کی اور ان سے جہاد کیا اس لئے اللہ تم کو اس کا بڑا اجر دے گا اور گناہوں کے بوجھ کو اتار لے گا اگر تم نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا کسی گھاٹی پر چڑھے یا کوئی قدم اٹھایا اس کے عوض میں اللہ نے تمہارا ایک درجہ آخرت میں بڑھا دیا اور اس کے صلے میں ایسی نیکیاں تمہارے نام لکھیں کہ ان کا شمار صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ اگر میں خروج کر کے تمہارے پاس آؤں تو اللہ کی مہربانی سے پھر ہر سمت سے تمہارے دشمنوں کے لئے تلوار نیام سے باہر نکالوں گا اور پھر ان کے پرخچے اڑا دوں گا جو تم سے قریب ہوں اور اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے پھر تیار ہوں اللہ انہیں اپنے سے نزدیک کرے اور جو اس کے قبول کرنے سے انکار کریں۔ انہیں اللہ دور کر دے اے اہل ہدایت تم پر سلام ہو''

سیحان بن عمرو جو عبدالقیس کے خاندان بنی لیث سے تھا اس خط کو اپنی ٹوپی کی اندرونی استر اور بڑے کے درمیان چھپا کر رفاعہ بن شداد مثنیٰ بن مخربہ العبدی سعد بن حذیفہ بن الیمان یزید بن انس۔ احمر بن شمیط الاحمسی عبداللہ بن شہداد الجبلی اور عبداللہ بن کامل کے پاس لایا اور ان سب کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔

مختار کے خط کا جواب

اس جماعت نے ابن کامل کو اپنا قائم مقام بنا کر مختار کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہم آپ کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں جس طرح آپ چاہیں ہم سے کام لیں اگر آپ کی رائے ہو تو ہم آ کر آپ کو قید سے نکال لائیں۔

کامل قید میں آ کر مختار سے ملا جو پیغام لایا تھا وہ اس نے سنا دیا شیعوں کے اس ارادے سے مختار بہت خوش ہوا اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ لوگ مجھے چھڑانے نہ آئیں بلکہ میں خود ہی صبح وشام یہاں سے نکل آؤں گا۔

مختار نے زربی نام غلام کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس یہ خط دے کر بھیجا تھا۔

اما بعد مجھے بلاوجہ قید کر دیا گیا ہے۔ والیوں نے جھوٹے الزام مجھ پر لگائے آپ مہربانی فرما کر ان دونوں ظالموں کے نام پر میرے سفارش کا ایک خط لکھ دیں ممکن ہے کہ اللہ آپ کی برکت

سے ان کے بچے سے مجھے رہائی دے والسلام علیک۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے دونوں کے نام یہ خط لکھا

اما بعد تم کو معلوم ہے کہ مختار بن ابی عبید میرے سسرالی رشتہ دار ہیں اور میرے تم دونوں سے جو دوستانہ تعلق ہیں میں ان سے بھی واقف ہوں اسی لئے میں تم کو اپنی اس دوستی کے حق کی قسم دیکر لکھتا ہوں کہ میرے اس خط کو دیکھتے ہی تم مختار کو چھوڑ دو والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

جب عبیداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ خط پہنچا انہوں نے مختار سے کہا کہ تم اپنے ضامن پیش کرو اس کے بہت سے حمایتی اس غرض سے اس کے پاس آئے یزید بن الحارث بن یزید بن رویم نے عبداللہ بن یزید سے کہا کہ ان سب کی ضمانت سے کیا فائدہ ان میں سے جو دس مشہور اشخاص ہوں صرف ان کی ضمانت لے لو۔ عبداللہ بن یزید نے اسی تجویز پر عمل کیا۔

اور جب ان سے ضمانت لے لی تو عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے مختار کو بلایا اور اس سے کہا خدا کے سامنے یہ قسم کھاؤ کہ جب تک ہم دونوں برسر اقتدار ہیں تم ہمارے خلاف کوئی سازش یا بغاوت نہ کرو گے اگر تم اس عہد کی خلاف ورزی کرو گے تو تم کو ایک ہزار جانور کفار کیلئے کعبے کے دروازے پر ذبح کرنے پڑیں گے اور تمہارے تمام لونڈی غلام آزاد ہو جائینگے۔

مختار نے یہ قسم کھائی اس کو رہائی مل گئی اور وہ اپنے گھر آ گیا۔ اس کے بعد ایک صاحب نے مختار کو یہ کہتے سنا کہ یہ لوگ کس قدر احمق ہیں سمجھتے ہیں کہ میں نے ان سے قسم کھائی ہے اسے میں پورا کروں گا اگر چہ میں نے ان کے لئے خدا کی قسم کھائی ہے مگر مناسب یہ ہے کہ میں دیکھوں کہ جس بات کے لئے میں نے قسم کھائی ہے مگر مناسب یہ ہے کہ میں دیکھوں کہ جس بات کیلئے میں نے قسم کھائی وہ میرے لئے بہتر ہوگی وہی میں کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ کر دوں گا۔

اب میرے ان کے خلاف خروج کرنا خروج نہ کرنے سے بہتر ہے۔ اسی لئے میں ضرور خروج کرونگا اپنی قسم کا کفارہ کروں گا، ہزار جانوروں کا ذبح کرنا میرے لئے بالکل آسان ہے۔ ایک ہزار جانورں کی قیمت بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں جو مجھے پریشان کر دے اب رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو میں خود ہی چاہتا ہوں کہ اگر مجھے میرے اس ارادے میں کامیابی ہو جائے تو میں کبھی کسی کو اپنا غلام نہ بناؤں۔

قید سے رہائی کے بعد جب مختار نے اپنے مکان میں سکونت اختیار کی تو شیعہ اس کے پاس آئے اور سب نے اس کو اپنا رب بنالیا جس وقت وہ قید میں تھا اس وقت بھی پانچ آدمی اس کے نئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے سائب بن مالک الاشعری یزید بن انس احمد بن شمیط، فاعہ بن شداد انقتبانی اور عبداللہ بن شداد الجشمی میں اضافہ اور اس کی تحریک کو قوت پہنچتی ہے۔

دوران میں ابن الزبیر نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد طلحہ کو علیحدہ کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو کوفے بھیجد یا ابن الزبیر نے بنی عدی بن کعب کے عبداللہ بن مطیع کو بلا کر کوفے کا والی مقرر کیا اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بصرے کا والی مقرر کر کے ادھر بھیجا۔

ان کے تقرر کی اطلاع بحیر بن رسیان الحمیری کو ملی وہ ان سے ملنے آیا اور کہا کہ آج ندات مقام میں ہے۔ آج

تم دونوں سفر نہ کرنا ابن ربیعہ نے ان کا کہا مانا اور اس روز نہ روزانہ ہوا بحکم چند دن اور ٹھہر گیا اور پھر اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوا اور محفوظ رہا مگر عبداللہ بن مطیع نے اس سے کہا اگر چاند، مقام ناطح میں ہے تو ہوا کرے ہم بھی تو لڑنا ہی چاہتے ہیں اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ لڑائی ہوئی اور اس میں عبداللہ بن مطیع کو ذلت اٹھانا پڑی۔

جب عبدالملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ ابن الزبیر نے عمال مقرر کیے ہیں اس نے دریافت کیا کہ بصرے پر کسے مقرر کیا ہے لوگوں نے کہا حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو عبدالملک نے کہا کہ وادی عوف میں نہ کوئی شریف آدمی نہیں ہے اس لئے ایک عوفی کو بصرے پر مقرر کیا ہے۔

یہ کہکر عبدالملک نے کہا کہ یہ محتاج آدمی ہے مگر بسا اوقات احتیاط ترک کر دیتا ہے بہادر ہے مگر بھاگنے کو برابر بھی نہیں سمجھتا۔ پھر پوچھا مدینے پر کسے مقرر کیا معلوم ہوا کہ اپنے بھائی صعب کو عبدالملک نے کہا بے شک یہ بہادر شیر ہے اور ان کے گھر کا آدمی ہے۔

عبداللہ بن مطیع کا ایک دن کوفے میں

جمعرات کے دن ۶۵ء ہجری کے ماہ رمضان کے ختم میں ابھی پانچ راتیں باقی تھیں کہ عبداللہ بن مطیع کوفے آیا اس نے عبداللہ بن یزید سے کہا کہ اگر تم پسند کرو تو یہاں میرے پاس رہو میں ہر طرح تمہاری خاطر مدارات کروں گا۔

اور چاہو تو امیر المؤمنین کے پاس چلے جاؤ کیونکہ تم نے ان کے ساتھ اور ان کی مسلم آبادی کے ساتھ خیر خواہی کی ہے ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا کہ تم امیر المومنین کے پاس چلے جاؤ۔

مطع نے کوفے میں اپنے دونوں عہدوں کا جائزہ لے لیا یہی نماز بھی پڑھاتا تھا اور محصول کا بھی افسر تھا اس نے ایاس بن مضارب العجلی کو اپنی فوج خاصہ کا افسر مقرر کیا اور علم دیا کہ سب سے اچھا سلوک کرنا البتہ مشتبہ اشخاص پر سختی کرنا حصیرہ بن عبداللہ بن الحارث بن درید الازدی جس نے یہ زمانہ پایا ہے اور جو مصعب بن الزبیر کے قتل میں موجود تھا۔

عبداللہ بن مطیع کا کوفہ والوں سے خطاب

وادی ہے کہ جب عبداللہ بن مطیع مسجد کوفہ میں آیا میں وہاں موجود تھا اس نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد کہا امیر المومنین عبداللہ بن الزبیر نے مجھے تمہارے شہر اور علاقے کا حاکم مقرر کر کے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ لگان وصول کروں اور یہاں کے اخراجات کے بعد جو روپیہ فاضل ہو وہ تمہاری مرضی کے بغیر کسی جگہ منتقل نہ کروں حضرت حضرت عمرؓ نے بھی انتقال کے وقت یہی وصیت کی تھی اور اسی پر حضرت عثمانؓ نے عمل بھی کیا تھا اللہ سے ڈرو صراط مستقیم پر چلتے رہو اختلاف پیدا نہ کرو بے وقوفوں کے ہاتھوں میں اپنے کو نہ دو اگر تم نے میرے کہنے کو نہ مانا تو پھر تم مجھے الزام نہ ٹھہرانا بلکہ اپنے ہی کو برا بھلا کہنا ایسی صورت میں بخدا میں مجرم کو سخت سزا دوں گا اور مشتبہ اشخاص کو سیدھا کر دوں گا۔

سائب بن مالک الاشعری کا اعلان

اس تقریر کے بعد سائب بن مالک الاشعری نے کھڑے ہو کر کہا ابن الزبیر نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم ہماری فاضل آمدنی کو ہماری مرضی کے بغیر منتقل نہ کرو گے تو ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری آمدنی کہیں اور نہ بھیجی جائے بلکہ اس کو ہم میں تقسیم کر دیا جائے اور ہمارے ساتھ حضرت علی کا سا طرز عمل اختیار کیا جائے ہم حضرت عثمان کے طرز عمل کو اپنے مال و جان کے لئے پسند نہیں کرتے کیونکہ اس کی بنیاد اثر و اغراض پر مبنی تھی اور نہ ہم اپنے مال کے متعلق حضرت عمر کے طرز عمل کو پسند کرتے ہیں اگر چہ ان کا طرز جہاں باقی دونوں طریقے حکومت جن کا پہلے ذکر ہوا ہمارے لئے نقصان میں کم اور خلق اللہ کے لئے فائدہ میں کم نہ تھا۔

یزید بن انس نے کہا سائب بن مالک نے بالکل واجبی بات کہی ہے۔ ہماری رائے ان کے ساتھ ہے ابن مطیع نے کہا میں تم پر ہر اس طرز عمل سے حکومت کروں گا جسے تم پسند کرو گے اس کے بعد وہ منبر سے اترا یا یزید بن انس الاسعدی نے سائب سے کہا تم نے خوب کیا کہ اس کی ساری شیخی خاک ملا دی اللہ مسلمانوں کے لیے تمہاری عمر دراز کرے بخدا میں خود چاہتا تھا کہ کھڑے ہو کر وہی کہوں جو تم نے کہا اور یہ بھی بہت اچھا ہوا کہ اس کی تردید کو نے والے نے کی جسے ہماری جماعت سے تعلق نہیں ہے۔

ایاس بن مضاربہ نے ابن مطیع سے آ کر کہا کہ سائب مختار کے جماعتوں کا سرگردہ ہے اور اس لئے مجھے مختار کی جانب سے خطرہ ہے تم اسے اپنے پاس بلا کر اس وقت تک کے لئے قید کر دو جب تک کہ لوگوں کی حالت درست نہ ہو جائے میرے مخبروں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس کی تحریک مکمل ہو چکی ہے اور وہ صبح و شام ہی کو نے پر حملہ کرنے والا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ البرسمی الھمدانی کو مختار کے بلانے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں اس کے پاس آئے اور کہا کہ امیر بلاتے ہیں چلیے۔

مختار نے کپڑے منگوائے اور سواری کو تزین لگانے کا حکم دیا اور ان دونوں کے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب زائدہ بن قدامہ نے یہ دیکھا انہوں نے یہ آیت پڑھی:

والذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

ترجمہ اور جب ان لوگوں نے جنہوں نے خدا کی ہستی سے انکار کیا تیرے ساتھ چال چلی کہ تجھے روک لیں یا قتل کر دیں یا خارج البلد کر دیں۔ وہ اپنی چال چلتے ہیں اور اللہ اپنی چال چلتا ہے اور اللہ بہتر چال چلنے والا ہے'' اس کو سن کر مختار سمجھ گیا پھر بیٹھ گیا کپڑے اتار دیئے اور کہا کہ مجھ پر لحاف ڈالو مجھے شدید لرزہ آ گیا ہے اس لئے اس وقت عبدالعزی بن صھیل الازدی نے یہ اشعار کہا،

اذا ما معشر ترکوا نداھم

ولم یاتوا الکریھۃ لم یھابوا

ترجمہ۔ جب کسی گروہ نے اپنے دیوانخانہ کو نہ چھوڑا اور وہ جنگ میں شریک نہ ہوا اس سے کوئی نہیں ڈرتا۔

مختار نے ان دونوں سے کہا کہ آپ ابن مطیع کے پاس جائیں اور میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں میری جانب

سے معذرت کر دیجئے میں نہیں چل سکتا اس پر زائدہ بن قدامہ نے کہا کہ میں تو اب اس کے پاس واپس نہیں جاؤنگا۔ البتہ اے میرے ہمدانی دوست تم جا کر اس سے ان کی معذرت کر دینا۔

حسین بن عبداللہ کہتا ہے کہ اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں نے اس کی جانب سے پیغام نہ پہنچایا جو وہ چاہتا ہے تو مجھے یہ ڈر ہے کہ کل یہ مجھے ہلاک کر دے گا اس بناء پر میں نے مختار سے کہا اچھا میں ابن مطیع سے تمہارا عذر جس طرح تم چاہتے ہو اسی طرح بیان کر دوں گا۔

ہم اس کے پاس سے نکل آئے دیکھا کہ اس کے دروازے پر اس کے حمایتی جمع ہیں خود اسکے مکان میں بھی ان کی اچھی خاصی جماعت پہلے سے موجود تھی۔

اب ہم ابن مطیع کے پاس آنے کے لئے روانہ ہوئے راستے میں میں نے زائدہ بن قدامہ سے کہا جب تم نے کلام اللہ کی آیت پڑھی میں تمہارا مقصد سمجھ گیا تھا اور اسی وجہ سے وہ باوجود کپڑے پہن لینے اور گھوڑے پر زین رکھنے کے ہمارے ساتھ آنے سے رک گیا نیز جب اس نے شعر پڑھا اس سے میں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ اس شعر کے پڑھنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ تم کو دے کہ جو تم اسے بتانا چاہتے تھے اسے اس نے سمجھ لیا ہے اور اب وہ ابن مطیع کے پاس نہیں جائے گا۔

زائدہ نے اس ساری گفتگو سے انکار کیا اور کہا کہ اس سے میرا مقصد ہرگز کچھ اور نہ تھا میں نے کہا تم قسم نہ کھاؤ بخدا میں کوئی بات ابن مطیع سے تمہارے یا مختار کے خلاف مرضی بیان نہیں کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس کے لئے خوف زدہ ہو اور تم کو اس کا اتنا ہی خیال ہے جتنا کسی کو اپنے چچا کے بیٹے کے لئے ہوا کرتا ہے۔

ہم نے ابن مطیع سے آکر اس کی بیماری کا حال بیان کر دیا ابن مطیع نے ہماری بات معلوم نہیں نیز اسے بھی معذور سمجھا۔

مختار نے اپنے حمایتیوں میں سے بنی شبام کا ایک معزز شخص عبدالرحمان بن شریح نامی سعید بن نقذ الثوری سعر بن، سود بن جراد الکندی، ورقدامہ بن مالک سے آکر ملا یہ سب لوگ سعر الحنفی کے مکان میں جمع ہوئے یہاں عبدالرحمٰن بن شریح نے ان کے سامنے تقریر کی اور اس میں کہا:

عبدالرحمٰن بن شاریح کا اپنے ساتھیوں سے مشورہ

حمد وثنا کے بعد مختار ہمیں لے کر خروج کرنا چاہتے ہیں ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں ابن الحنفیہ نے ہمارے پاس بھیجا ہے یا نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم سب ابن الحنفیہ کے پاس چلیں اور انہیں مختار کی دعوت سے آگاہ کر دیں اگر وہ ہمیں مختار کی پیروی کی اجازت دینگے تو ان کی پیروی کرینگے ورنہ نہیں۔ بخدا دین کی سلامتی ہمارے لئے دنیا کے ہر فائدہ سے زیادہ قابل قبول ہے۔

سب نے کہا تمہاری رائے بالکل درست ہے تم جب چاہو ہمیں لیکر ابن الحنفیہ کے پاس چلو انہیں دنوں میں یہ سب لوگ ابن الحنفیہ سے ملنے روانہ ہوئے اور ان کے پاس آئے عبدالرحمٰن بن شریح ان کا سرگردہ تھا ابن الحنفیہ نے ان سے اہل کوفہ کی حالت دریافت کی انہوں نے ساری کیفیت سنائی۔

اسود بن جراد الکندی کہتا ہے کہ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں آپ سے ایک بات کہنا ہے انہوں نے کہا اعلانیہ یا راز میں ہم نے کہا کہ وہ راز ہے انہوں نے کہا تو ذرا ٹھہر جاؤ۔

ابن الحنفیہ سے عبدالرحمٰن بن شریح اور اس کے ساتھیوں کی ملاقات

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جانب اٹھ آئے انہوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا ہم ان کے پاس گئے عبدالرحمان بن شریح نے گفتگو شروع کی اور حمد وثنا کے بعد کہا۔ آپ اہل بیت ہیں اللہ نے آپ کو فضیلت دی اور شرف نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس امت پر آپ کا بڑا حق قرار دیا ہے کہ جس سے صرف بے عقل اور بدنصیب انکار کر سکتے ہیں۔ حضرت حسینؓ کی شہادت سے جو مصیبت آپ لوگوں کو اٹھانا پڑی اس سے آپ کو ایک خاص حق حاصل ہوگیا کیونکہ تمام مسلمانوں کو اس حادثے کا صدمہ ہے مختار بن ابی عبید ہمارے پاس آئے ہیں انہوں نے ہمیں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے اور کمزوروں کی حمایت کرنے کے لئے دعوت دی ہم نے ان سب باتوں کیلئے ان کی بیعت کر لی مگر اب ہم نے مناسب سمجھا کہ آپ سے ان باتوں کا ذکر کر دیں اگر آپ ان کی پیروی کرنا ہمیں حکم دینگے تو ہم ان کی اتباع کریں گے اور اگر آپ منع کر دینگے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

اس کے بعد ہم نے الگ الگ اسی طرح کی تقریر کی وہ سب کی باتوں کو سنتے رہے جب ہم سب کہہ چکے تو اب انہوں نے اللہ کی حمد اور رسول اللہ کی ثنا کے بعد فرمایا: **فان الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم**

ترجمہ: اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس فضل پر اس کا شکر واجب ہے آپ نے حسینؓ کی شہادت کی مصیبت کا ذکر کیا ہے یہ ایک ایسا ظالمانہ قتل عام تھا جو ان کی تقدیر میں تحریر تھا اور ایسی کرامت تھی جو اللہ نے بعض لوگوں کے مراتب کے اضافے کے لئے اور دوسروں کے مراتب کے کمی کے لئے انہیں عطا کی تھی۔

وكان امر الله مفعولا ۔ (اللہ کا حکم پورا ہوا اور اللہ کا حکم پہلے سے ہو چکا تھا) آپ نے ہمارے خون کا بدلہ لینے کا ذکر کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کسی کے ذریعہ سے چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے اس کے بعد میں اپنے اور آپ کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔

ہم ان کے پاس سے چلے آئے اور ہم نے کہا کہ ان کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں مختار کی پیروی کی اجازت دیدی ہے کیونکہ اگر وہ اسے برا سمجھتے تو ہمیں منع کر دیتے۔

ہم اپنے مقام پر واپس آئے یہاں ہمارے کچھ شیعہ ہم خیال جنہیں ہم نے اپنے ابن الحنفیہ کے پاس جانے اور اس کی غرض سے اطلاع دیدی تھی ہمارا انتظار کر رہے تھے مختار کو بھی ہمارے اس جانے کی خبر ہو چکی تھی یہ بات اس پر ناگوار تھی اور یہ خوف تھا کہ کہیں ہم اس کی مدد نہ کرنے کا حکم لے کر نہ آئیں اسی خوف سے اس کا ارادہ تھا کہ ہمارے آنے سے پہلے ہی وہ شیعوں کو لیکر خروج کر دے مگر اسے اس ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

اسی اثنا میں مختار شیعوں سے کہا کرتا تھا کہ تمہارے کچھ لوگوں کو شک پیدا ہو گیا ہے پریشان ہیں اور اس وجہ سے وہ محرم ہیں اگر ان میں درست رائے ہے تو وہ واپس آ کر میرے ساتھ شریک ہو جائینگے اور اگر وہ ڈر کر منحرف ہو گئے اور انہوں نے میری تجویز کو مسترد کر دیا تو وہ ہلاک ہوئے اور محروم رہیں گے۔

ایک ماہ سے کچھ زیادہ مدت اسی انتظار میں گزری، اس کے بعد یہ وفد ابن الحنفیہ کے پاس سے بغیر اپنے گھروں کو گئے سیدھا مختار کے پاس آیا مختار نے ان سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے معلوم ہوتا ہے تم فتنے میں پڑ گئے ہو اور

میری تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہو سب نے کہا ہمیں آپ کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے مختار نے تکبیر کہی اور کہا میں ابواسحاق ہوں تمام شیعوں کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ قریب کے تمام شیعہ اس کے پاس جمع ہوئے مختار نے کہا اے جماعت شیعہ تمہارے بعض لوگوں نے میری دعوت کی تصدیق کرنا چاہی اور وہ امام الہدیٰ ابن الحنفیہ کے پاس گئے جو علی مرتضیٰ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ کے خاندان میں ہیں۔ ان لوگوں نے ان سے میری دعوت کی تصدیق چاہی اور انہوں نے انہیں بتایا کہ میں ان کا وزیر مددگار قاصد اور دوست ہوں اور انہیں حکم دیا ہے کہ میری اتباع کریں ظالموں سے لڑنے اور اہل بیت رسول اللہ کے خون کا بدلہ لینے میں میرے حکم کی بجا آوری کریں۔

اس کے بعد عبدالرحمان بن شریح نے کھڑے ہو کر تقریر کی حمد وثنا کے بعد کہا: اے جماعت شیعہ ہم نے اپنے لئے خاص کر اور آپ سب کے لئے عامۃ اس بات کو مناسب خیال کیا کہ اس معاملے میں مشورہ کر لیں اس وجہ سے ہم مہدی ابن علی کے پاس گئے ہم نے ان سے اپنی اس جنگ کے سچا ہونے اور مختار کی دعوت کی صداقت دریافت کی انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مختار کی دعوت کو قبول کریں اور اس کی پوری طرح امداد و پشت پناہی کریں اس حکم کو سن کر ہم خوش ہو گئے اور ہمارے سینے صاف ہو گئے جو شک وشبہ ہمارے دل میں اس تحریک کے متعلق تھا وہ سب اللہ نے دور کر دیا اور اب ہم نے اپنے مشترکہ دشمن سے لڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

جو لوگ اس وقت موجود ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اس بات کو ان لوگوں کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں نیز آپ لوگ اب تیاری کیجئے۔ اس تقریر کو ختم کرنے کے بعد عبدالرحمان بیٹھ گیا پھر ہم میں سے ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ یہی تقریر کی اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام شیعوں اس تحریک میں شرکت کے لئے پوری طرح تیار ہو گئے۔

عامر الشعبی کہتا ہے کہ سب سے پہلے میں نے اور میرے باپ نے مختار کی دعوت پر لبیک کہا۔

جب پوری تیاری ہو گئی اور خروج کا وقت قریب آ گیا تو احمد بن شمیط زید بن انس عبداللہ بن خالد اور عبداللہ بن شداد نے مختار سے کہا کہ کوفے کے تمام اطراف تمہارے مقابلے کے لئے ابن مطیع کے پاس جمع ہیں اگر ہم ابراہیم بن لاشتر کو اپنا سپہ سالار مقرر کر لینگے تو چونکہ وہ ایک بہادر جوان اور شریف زادے ہیں نیز کافی شہرت بھی رکھتے ہیں اور معزز و کثیر خاندان کے فرد بھی ہیں کہ یہ ہمیں امید ہے کہ اللہ کی مدد سے ہمیں دشمن کے خلاف بڑی قوت حاصل ہو جائیگی اور اس کی مخالفت بے ضرر ہو جائیگی۔

مختار نے کہا ان کے پاس جاؤ انہیں دعوت دو اور مطلع کرو کہ ہمیں حسینؓ اور ان کے خاندان والوں کے خون کا بدلہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابراہیم بن الاشتر کو سپہ سالاری کی دعوت

شعبی کہتا ہے کہ ہم سب لوگ ابراہیم کے پاس آئے ہیں اور میرے والد بھی اس جماعت میں شریک تھے۔

یزید بن انس نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ہم ایک اہم بات آپ سے کہنے اور اس کی دعوت دینے آئے ہیں اگر آپ اسے قبول فرمائیں گے تو آپ کے لئے بہتری ہے اور اگر قبول نہ کرینگے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا اور یہ درخواست کرینگے کہ اسے آپ کسی سے بیان نہ کریں۔

ابراہیم نے کہا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ مجھ سے کسی بات کو بیان کرتے ہوئے کسی قسم کا اندیشہ کیا جائے یا

میرے بادشاہ سے قریب ہونے کی وجہ سے کسی کو خوف ہوتے ہیں جو اس قسم کی رعایتیں ملحوظ نہیں رکھتے۔

یزید بن انس نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو ایسی بات کے لئے دعوت دیتے ہیں جس پر شیعوں کی جماعت نے اتفاق کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کیا جائے اہل بیت کا بدلہ لیا جائے اور گھروں کی حفاظت کی جائے۔

اس کے بعد احمر بن محیط نے تقریر کی اور کہا کہ میں آپ کا مخلص و دوست ہوں آپ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے وہ ایک بڑے شریف سردار تھے ان کی وجہ سے اگر آپ سے سمجھیں تو اللہ کا آپ پر حق باقی ہے جو دعوت ہم نے آپ کو دی ہے اگر آپ اسے قبول فرمائیں گے تو آپ کو وہی مرتبہ عزت حاصل ہو جائے گا جو آپ کے والد کا تھا اور اس طرح آپ ایک مردہ عزت کو جو آپ کے آباء نے آپ کے لئے حاصل کی تھی پھر زندہ کر دیں گے آپ بہادر شخص کی ادنیٰ کوشش اس کام کو کامیابی کی انتہائی حد تک پہنچانے کیلئے بالکل کافی ہے۔

اس تقریر کو سنکر وہ سوچنے لگے اب سب نے انہیں دعوت و ترغیب و لالچ دینا شروع کی۔ ابراہیم نے کہا میں تمہاری اس دعوت کو کہ حسینؓ اور ان کے اہل بیت کا بدلہ لیا جائے اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تم اس تمام کارروائی کو میرے سپرد کر دو لوگوں نے کہا ہم تو اس کے لئے بالکل تیار ہیں کہ تم اپنا امیر بنائیں مگر اس کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ مختار مہدی کی جانب سے ہمارے پاس ان کے قاصد اور اس جنگ پر مامور ہو کر آیا ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ سنکر یہ بالکل خاموش رہے۔ انہوں نے ہماری دعوت قبول نہیں کی ہم نے مختار سے آ کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔

مختار کی ابن الاشتر سے ملاقات

تین دن گزر گئے پھر مختار نے اپنے بعض خاص دوستوں کو میں اور میرے باپ بھی تھے اپنے پاس بلایا اور سب کو لیکر روانہ ہوا۔ وہ ہمارے آگے کوفے کے مکانات سے ایک کے بعد ایک سے گزرتا جاتا تھا ہمیں معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہا ہے اسی طرح چلتے چلتے ابراہیم بن الاشتر کے دروازے پر ٹھہرے ہم نے اس سے اندر آنے کی اجازت مانگی اس نے اجازت دی اور ہمارے لے مسندیں سجادیں (یعنی تکیے لگا دیئے)

ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے مختار خود ابراہیم کی مسند پر بیٹھ گیا مختار نے کہا: الحمد للہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وصلی اللہ علی محمد والسلام علیہ۔ اما بعد یہ مہدی محمد بن امیر المومنین وصی کا خط آپ کے نام ہے جو خود بہترین انسان اور انبیاء کے بعد بہترین انسان ان کے بیٹے ہیں۔ اس خط میں وہ آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کیجئے اگر آپ کریں گے تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے اور اگر نہ کریں گے تو یہ خط آپ کے خلاف دلیل ہے اور اللہ مہدی محمد اور ان کے دوستوں کو آپ کی شرکت نہ کرنے سے بے پروا کر دے گا۔

مکان سے روانہ ہوتے وقت مختار نے اس خط کو میرے حوالے کر دیا تھا جب انہوں نے اپنی اس گفتگو کو ختم کر دیا تو مجھ سے کہا کہ وہ خط ابراہیم کو دیدو میں نے وہ خط اسے دیدیا اس نے چراغ منگوایا۔ اس کی مہر توڑی اور پڑھا اس خط میں لکھا تھا۔

ابن الاشتر کے نام مہدی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد المہدی کی طرف سے ابراہیم بن مالک الاشتر کو بھیجا جاتا ہے سلام علیک،
اس خدا کی تعریف کے بعد جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنے وزیر معتمد علیہ کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ مرے دشمن سے لڑیں اور میرے اہل بیت کا بدلہ لیں تم ان کی اپنے خدا ندان اور دوسرے حمایتوں کے ساتھ مدد کرو اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔

اس کے تم پر فوج کے جولڑنے جائے امیر بنائے جاؤ گے اور کوفے سے لیکر حامیوں کے انتہاء شہروں تک جس جگہ پر تم قبضہ کرو گے تمہارے سپرد کردیئے جائیں گے میں اس وعدے کے ایفا کے لئے اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں نیز اگر تم نے میری خواہش کو منظور کر لیا تو اللہ کے یہاں بھی تم کو اس کا بڑا اجر ملے گا اگر تم نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو تم اس طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے کہ پھر کبھی اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ والسلام:

خط کو پڑھ کر ابراہیم نے کہا کہ اس سے پہلے میرے اور ان کے درمیان خط و کتابت ہو چکی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے خطوں کو اپنے اور اپنے باپ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ مختار نے کہا کہ ہاں وہ اور زمانہ ہوگا اور زمانہ ہے ابراہیم نے کہا کہ اسے کون جانتا ہے کہ یہ خط ابن الحنفیہ نے لکھا ہے اس پر یزیدن بن انس، احمر بن عبداللہ بن خالد اور ان کے اور ساتھیوں نے اس سے کہا کہ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ خط محمد بن علی ہی نے تم کو لکھا ہے صرف میں نے اور میرے والد نے اس شہادت میں حصہ نہیں لیا۔

یہ سن کر اگر ابراہیم تخت سے اٹھ آیا اور اس جگہ مختار کو بٹھا دیا اور کہا کہ اپنا ہاتھ لایئے میں بیعت کرتا ہوں۔ مختار نے ہاتھ بڑھا دیا ابراہیم نے بیعت کر لی پھر ہم سب کے لے پھل و شہد کا شربت منگوایا۔ یے پی کر ہم وہاں سے اٹھ آئے۔ ابن الاشتر بھی ہمارے ساتھ آیا۔ مختار کے ساتھ وار ہو کر اس کے قیامگاہ آیا۔ جب یہاں سے اپنے مکان واپس جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اے تبعی واپس لے چلو میں اس کے ساتھ واپس ہوا جب ہم دونوں اس کے مقام پر آئے تو اس نے کہا:

مجھے یاد ہے کہ تم نے اور تمہارے والد نے مختار کی تائید میں شہادت دی ہے اس سے تم خود واقف ہو ان میں بڑے بڑے قاری شہد کے شیوخ اور عرب کے سردار شامل تھے میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں نے کوئی غلط بیانی کی ہوگی کہنے کو تو میں نے یہ کہہ دیا مگر بخدا مجھے خود ان کی شہادت پر اعتبار نہ تھا البتہ اتنا ضرور تھا کہ مختار کے خروج کو میں نے اپنی دلی خواہش سے اسے آگاہ نہ کیا ابن الاشتر نے مجھ سے کہا کہ چونکہ میں ان سب حاجیوں کو پہچانتا نہیں ہوں اس لئے تم ان سب کے نام مجھے لکھ دو اس نے کاغذ اور دوات منگوائی اور یہ تحریر لکھ لی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سائب بن مالک الاشعری یزید بن انس الاسدی، احمر بن الاحمسی اور مالک بن

عمرو النھدی اس طرح اس نے اور سب لوگوں کے نام لکھ کر کہا کہ ان لوگوں نے یہ شہادت دی ہے کہ محمد بن علی نے ابراہیم بن الاشتر کو یہ تحریر حکم بھیجا ہے کہ وہ ظالموں سے جنگ اور اہل بیت کا بدلہ لینے کے لئے مختار کی مدد و نصرت کرے اور اس شہادت کی صداقت پر شراجیل بن عبد جو ابو عامر الشعبی مشہور فقیہ ہیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ النخعی اور عامر شراجیل الشعبی نے شہادت دی ہے اس پر میں نے ابراہیم سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے یہ آپ کیا کر رہے ہیں ابراہیم نے کہا رہنے دو ممکن ہے کہ یہ مفید ہو۔

ابراہیم نے اپنے عزیزوں بھائیوں اور دوسرے اپنے حمایتوں کو اپنے پاس بلایا اور اب یہ مختار کے پاس جانے لگا دیکھئے بن ابی عیسیٰ الازدی حمید بن الاصدی ابراہیم بن الاشتر کا دوست تھا یہ اس کے پاس جایا کرتا تھا نیز اس کے ساتھ مختار کے پاس بھی جاتا تھا۔ ابراہیم مغرب کے قریب مختار کے پاس جاتا صبح ہونے تک اس کے پاس رہتا پھر گھر آ جاتا کچھ زمانہ تک یہ آپس میں اپنے معاملات پر غور کرتے رہے آخر کار انہوں نے فیصلہ کیا ۱۴ ربیع اوّل جمعرات کے دن خروج کریں ان کے شیعہ اور دوسرے نے بھی اس پر پوری طرح آمادگی ظاہر کی۔

ابراہیم کا خروج

غروب آفتاب کے وقت ابراہیم نے اذان دی اور خود ہی آگے بڑھ کر امامت کی اور انہیں نماز پڑھائی مغرب کی نماز کے بعد جب کہ اچھی طرح تاریکی چھا گئی یہ ہمیں لیکر مختار کی طرف چلا ہم پوری طرح مسلح ہو کر مختار کی جانب چلے اس اثناء میں ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے یہ بات کہدی تھی کہ ان دو راتوں میں سے کسی ایک رات میں مختار رسم پر خروج کرنے والا ہے۔

ایاس جنگی پولیس کو لیکر گشت کے لئے نکلا اس نے اپنے بیٹے راشد کو کناسہ بھیجا اور خود بازاروں کے گرد گشت کرتا رہا اس نے ابن مطیع سے جا کر کہا کہ میں نے اپنے بیٹے راشد کو کناسہ بھیجدیا ہے اگر آپ کوفے کے بھر بازار میں اپنے کسی بڑے سردار کو وفادار جماعت کے ساتھ بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ اس سے مختار ڈر جائے گا اور خروج نہ کرے گا۔

چنانچہ ابن مطیع نے عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس کو ابن السبیع بھیجا اور کہا کہ تم اپنی قوم والوں کو روکے رکھو جس حلقہ پر میں تم کو بھیجتا ہوں اس کی تم اچھی طرح نگرانی کرو اور کسی کو اپنے حلقے سے آگے نہ بڑھنے دو اگر وہاں کوئی واقعہ پیش آ جائے تو پوری قوت اور ہوشیاری سے اسے ختم کرو۔

ابن مطیع نے کعب بن ابی کعب الخثعمی کو جبانیہ بشر بھیجا زحر بن قیس کو کندہ، شمر بن ذی الجوشن کو جبانیہ، سالم عبدالرحمان بن مخنف بن سلیم کو جبانیہ صائدین اور یزید بن الحارب بن رویم ابو حوشب کو جبانیہ مراد بھیجا ان تمام سرداروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے ہم قوموں کو ہماری مخالفت سے باز رکھیں اور کسی کو اپنے حلقے سے آگے نہ آنے دیں اور جس حلقے پر مقرر کیا اس کی پوری نگرانی رکھیں۔

شعب بن ربعی کو وہاں بھیجا اور کہا کہ اگر دشمن کی آواز سنو تو فوراً اس کا رخ کرنا۔

اتوار کو یہ سردار اپنی اپنی جماعت کے ساتھ اپنے اپنے سپرد کیے ہوئے حلقوں پر آ گئے دوسری جانب ابراہیم بن الاشتر مغرب کے بعد مختار کے پاس آنے کے ارادے سے قیام گاہ سے روانہ ہوا اسے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ تمام بازاروں میں فوجیں متعین ہیں نیز جنگی پولیس نے بڑے بازار اور قصر امارت کو گھیر رکھا ہے۔ حمید بن مسلم بیان کرتا ہے کہ منگل کی رات کو میں ابراہیم کے ساتھ اس کے مکان سے روانہ ہوا ہم عمرو بن حریث کے مکان سے گذرے ہماری جماعت سو افراد پر مشتمل تھی ابراہیم ہمارا سردار تھا ہم زمین اور قبائیں پہنے ہوئے تھے تلواریں ہمارے پاس نہ تھیں البتہ زرہیں قباؤں کے نیچے پہنے ہوئے تھے جب ہم سعد بن قیس کے مکان سے گزر کر اسامہ کے مکان پہنچے تو ہم نے ابراہیم سے کہا کہ آپ ہمیں خالد بن عرفطہ کے مکان سے ہو کر بنی بجلہ کے محلے میں لے چلیے وہاں پہنچ کر ہم ان کے مکانات میں سے ہو کر مختار کے پاس آ جائیں گے۔

ابراہیم جو ایک بہادر جوان تھا اور۔ دشمن کے مقابلے میں خوف نہیں کرتا تھا، کہنے لگا کہ میں عمرو بن حریت کے مکان پر قصر امارت کے پہلو میں بازار کے درمیان میں سے گزروں گا اس طرح اپنے دشمن کو خوف زدہ کروں گا اور بتاؤں گا کہ مجھے ان کی کچھ پروا نہیں۔

اب ہم باب الفیل کے راستے سے مختار کے مکان کی طرف چلے ابراہیم داہنی سمت کو مڑ کر عمرو بن حریث کے مکان کی طرف چلنے لگا جب اس مکان سے ہم گزرے ہم نے دیکھا کہ ایاس بن مضارب پولیس کے ساتھ تلوار کھولے کھڑا ہوا ہے اس نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو۔

ابراہیم نے جواب دیا میں ابراہیم بن الاشتر ہوں۔ ابن ضارب نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے اور کیا ارادہ ہے بخدا تمہاری نیت بخیر معلوم ہوتی مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ تم ہر شام اس مقام سے گزرا کرتے ہو میں تم کو بغیر امیر کے سامنے پیش کیے نہیں جانے دوں گا ان کے سامنے چلو جیسا وہ مناسب خیال کریں گے تمہارے بارے میں حکم دیں گے۔

ابراہیم نے کہا تم مجھے نہ روکو اور جانے دو ایاس نے کہا بخدا میں ہرگز تم کو جانے نہ دوں گا۔

ابراہیم کا ایاس بن مضارب کو قتل کرنا

ایاس بن مضارب کے ہمراہ ایک ہمدانی ابوقطن نامی بھی تھا جو ہر کوتوال کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی بنا پر سب لوگ اس کی عزت و تعظیم کرتے تھے یہ ابن الاشتر کا دوست تھا اس نے اسے اپنے پاس بلایا ابوقطن کے پاس ایک طویل نیزہ تھا یہ لئے اس کے قریب پہنچا اور اس کا خیال تھا کہ اس نے مجھے اس لئے بلایا ہے کہ میں ابن مضارب کے اس کی سفارش کروں کہ وہ اسے جانے دے۔ ابن الاشتر نے اس نیزہ اس کے حلق میں داخل کر دیا اور گھوڑے سے گرا دیا اپنے ایک ہم قوم سے کہا کہ اتر کر اس کا سر کاٹ لو اس شخص نے اس حکم کی بجا آوری کی اس واقعے سے ابن مضارب کی جماعت منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس آ گئی اس نے ایاس کے بیٹے راشد کو اس کی جگہ کوتوال مقرر کیا اور اس رات کو اس کی جگہ کناسہ میں سوید بن عبدالرحمان المنقری ابوقعقاع بن سوید کو بھیجا۔

ابراہیم بدھ کی رات مختار کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اگرچہ ہم نے کل آنے والی رات میں خروج کا ارادہ کیا

تھا مگر ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس کی وجہ سے آج ہی رات کو خروج کرنا ضروری ہے۔ مختار نے پوچھا کیا ہوا ابراہیم نے کہا کہ ایاس بن مضارب نے میرا راستہ روکا اس غرور میں تھا کہ مجھے روک دے گا میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر پر ساتھیوں کے پاس موجود ہے مختار نے کہا اللہ تمھے نیک بشارت دے کہ یہ نیک شگون ہے اللہ نے چاہا تو یہ پہلی فتح ثابت ہوگی۔

مختار نے سعید بن منقذ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو جمع کرنے کیلئے لکڑی کے بنڈل میں آگ روشن کرو عبداللہ بن شداد کو حکم دیا کہ تم ہمارا طریقہ بلند کرو۔ سفیان بن لیل اور قدامہ بن مالک سے کہا کہ تم لوگوں میں منادی کرو کہ حسین کا بدلہ لینے کون آتا ہے پھر مختار نے اپنی زرہ و اسلحہ منگوائے جب وہ آ گئے تو بدن پر لگائے اور یہ پڑھتا گیا۔

ترجمہ: جسیم گوری چٹی رنگت، سرخ رخسار، موٹے سرین والی خوبصورت عورت اس بات سے واقف ہے کہ میں جنگ میں آگے بڑھنے والا دلیر ہوں۔

ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یہ سردار جنہیں ابن مطیع نے محلوں میں مقرر کیا ہے ہمارے حمایتیوں کو ہمارے پاس آنے نہیں دیتے اگر میں اپنی جماعت کے ساتھ اپنی قوم کے پاس جاؤں تو میری قوم کے وہ تمام لوگ جنہوں نے میری بیعت کی ہے میرے گرد جمع ہو جائیں گے انہیں لیکر کوفے کے اطراف میں چلا جاؤں گا اور پھر ہم اپنا طریقہ بلند کرینگے جو میرے پاس آنا چاہے گا وہ میرے پاس آ جائے گا اور جس سے ہو سکے گا وہ تمہارے پاس چلا آئیگا جو تمہارے پاس آ جائے اسے تم اپنے حمایتیوں کے ساتھ روک لینا تا کہ اگر ہمارے مقررہ وقت سے پہلے تم پر حملہ کر دیا جائے تو اس طرح تمہارے پاس ایسی جماعت ہو جس سے دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ نیز اگر اپنی کاروائی سے فارغ ہو گیا تو سوار پیدل لیکر فوراً تمہارے پاس آ جاؤں گا۔

جنگ میں پہل کرنے سے حتی الوسع گریز کرو

مختار نے کہا تم فوراً آ جاؤ مگر دشمن کے سردار کی طرف لڑنے نہ جانا بلکہ جب تک جنگ سے بچ سکو بچنا میری اس نصیحت کو یاد رکھو کہ جب تک جنگ کی ابتدا دشمن کی طرف سے نہ ہو تو تم پہل نہ کرنا۔

ابراہیم بن الاشتر اپنے اس دستے کے ساتھ جسے وہ لیکر آیا تھا مختار سے رخصت ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا جن لوگوں نے اس کی بیعت کی تھی اور ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا ان میں سے اکثر نے عہد کو پورا کیا یہ ان سب کو لیکر کوفے کی گلیوں میں رات گئے تک چلتا رہا کیونکہ وہ ان راستوں سے بچ رہا تھا جو ان احاطوں کو جاتے تھے جہاں ابن مطیع نے اپنے سردار متعین کر دیئے تھے۔

ابن قیس اور ابن الاشتر کا ٹکراؤ

اسی طرح وہ شاہراہوں کے چوکی حدود بھی سمجھتا جاتا تھا چلتے چلتے جب یہ مسجد سکون کے پاس پہنچے تو زمر بن قیس کے سواروں کے ایک دستے نے جس کا کوئی قائد یا امیر نہ تھا ابراہیم کی جماعت پر حملہ کر دیا ابراہیم اور اس کے ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا یہ شکست خوردہ جماعت کندہ پہنچی ابراہیم نے دریافت کیا کہ کندہ کے احاطے میں کون افسر مقرر ہے؟ قیس نے قبل اس کے کہ اس کا جواب اسے معلوم ہو اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کر دیا ابراہیم کہتا جاتا تھا کہ اے خداوندا! تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کے خاندان کی حمایت میں کھڑے ہوئے ہیں تو ہمیں

دشمن پر فتح دے اور ہماری اس تحریک کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔

جب ابراہیم دشمن کے سواروں تک پہنچا اور اسے مار بھگایا تو اس سے کہا گیا کہ اس سواروں کا سردار زمر بن قیس ہے، یہ سنتے ہی ابراہیم نے لوٹنے کا حکم دیا جب ناکام ہوئے تو ان کی ترتیب بگڑ گئی ایک پر ایک چڑھا جاتا تھا راستے میں اگر کوئی گلی ملتی تو کچھ لوگ اس میں ہو جاتے تھے اس کے بعد یہ لوگ آہستہ آہستہ لوٹتے گئے۔

ابراہیم اثیر کے احاطے میں پہنچا وہاں دیر تک ٹھہرا رہا اس کے ساتھیوں نے اپنا جھنڈا بلند کیا سوید بن عبداللہ المنقری کو معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کو میں اچانک جا کر تباہ کروں تو اس طرح ابن مطیع کے دل میں میری عزت ہوگی۔ پس اس نے ابراہیم بن الاشتر اور اس کی جماعت پر بے خبری میں حملہ کر دیا۔

عبدالمنقری کی چڑھائی ابراہیم پر اور ابن المنقری کی شکست

ابراہیم نے اس حالت کو محسوس کر کے اپنی جماعت سے کہا اے اللہ کے سپاہیو! اترو ان فاسقوں کے مقابلہ میں جنہوں نے اہل بیت رسول کے خون بہائے ہیں تم اس بات کے زیادہ لائق ہو کہ اللہ تمہاری مدد کرے اس حکم پر سب نے ان پر حملہ کیا اور اس قدر مارا کہ انہیں میدان سے بھاگنا ہی پڑا کوئی ترتیب باقی نہ رہی ایک پر ایک چڑھا جاتا تھا ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے جاتے تھے ان میں سے کسی نے کہا ہم بھی تو یہی چاہتے تھے ہماری جو جماعت ان کا مقابلہ کریگی اسے یہی شکست دینگے۔

ابراہیم اسی طرح انہیں شکست دیتا رہا آخر کار وہ کناسے میں گھس گئے ابراہیم کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ آپ ان کا تعاقب کریں وہ ڈر گئے ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہئے کیونکہ اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ ہماری اس کاروائی کا مقصد کیا ہے اور خدا ان کی دعوت اور مقصد سے بھی واقف ہے۔

ابراہیم نے ان کے مشورے کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ پہلے ہمیں اپنے امیر کے پاس چلنا چاہئے تاکہ ہماری غیر موجودگی سے ان کو جو پریشانی لاحق ہوگی وہ دور ہو اور ہمیں ان کی حالت سے اور انہیں ہماری کاروائی سے واقفیت ہو اس طرح ان کی اور ان کے دوستوں کی قوت میں اضافہ ہوگا نیز باہمی مشورے سے کوئی اچھا طریقہ پیدا ہوگا اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ ان پر چڑھائی ہوگئی ہوگی۔

ابراہیم اپنے ساتھیوں سمیت آگے بڑھا مسجد اشعث کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرا وہاں سے چلا پھر مختار کے مکان آیا۔ دیکھا کہ شور وغل برپا ہے اور جنگ ہو رہی ہے۔ شبث بن ربعی سنجہ کی جانب سے مختار پر حملہ آور ہوا مختار نے یزید بن انس کو اس کے مقابلے پر بھیجا حجاز بن ابجر العجلی بڑھا مختار نے احمد بن شمیط کو اس کے مقابلے کے لئے حکم دیا۔ جنگ خوب ہو رہی تھی کہ ابراہیم قصر امارت کی جانب سے یہاں پہنچا۔ حجاز اور اس کی فوج کو معلوم ہوا کہ ابراہیم ہماری پشت پر آ گیا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی وہ متفرق ہو کر گلی کوچوں میں پھیل گئے۔

بنی نہد کے سو مددگاروں کے ساتھ مختار قیس بن طھفہ آیا اور اس نے شبث بن ربعی پر جو اس وقت یزید بن انس سے مصروف پیکار تھا حملہ کر دیا۔ شبث نے اس کی مزاحمت کی اسے راستہ دیدیا اور جب قیس اور یزید دونوں کی فوجیں جمع ہوگئیں تو شبث ان کے لئے راستہ چھوڑ کر ابن مطیع کے پاس آ گیا اور اس سے کہا کہ آپ نے اپنے ان تمام

سرداروں کو جن کو مختلف حلقوں میں آپ نے متعین کیا ہے اپنے پاس بلا لیجئے اور جب سب جمع ہو جائیں تو ایک قابل اعتماد سردار کو سپہ سالار مقرر کر کے ان سے لڑنے بھیجئے۔ دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہوگئی ہے مختار نے علی الاعلان خروج کر دیا ہے اور اس کی دعوت کامیاب ہوگئی ہے۔

دوسری طرف مختار کو معلوم ہوا کہ شبث نے ابن مطیع کو اس قسم کا مشورہ دیا ہے وہ اپنی فوج کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی قیام گاہ سے چل کر سبخہ آیا اور رزائدہ کے باغ کے متصل دیر ہند کی پشت پر قیام پذیر ہوا۔

ابوعثمان نے خروج کر کے بنو شاکر میں آ کر اعلان کیا کہ یہ لوگ خروج کے لئے اپنے مکانات میں جمع تھے مگر چونکہ کعب بن ابی کعب الخثعمی ان کے قریب ہی بشری کے احاطے میں متعین تھا اس کے خوف سے یہ لوگ خروج نہ کر سکے تھے کعب کو یہ معلوم ہوا تھا کہ بنی شاکر خروج کرنے والے ہیں وہ اپنے مقام سے چل کر میدان میں آیا اور ان کے گلی کوچوں کے ناکے اس نے روک دیئے اب ابوعثمان نے اپنی ایک مختصر جماعت کے ساتھ آ کر منادی کی کہ حسین کا بدلہ لینے آ ؤ اے ہدایت یافتہ قبیلے! امیرو وزیر آل مختار نے خروج کر دیا ہے وہ دیرِ ہند میں فروکش ہے۔انہوں نے اس کی بشارت دینے اور تم کو دعوت دینے مجھے بھیجا ہے اللہ تم پر رحم کرے خروج کرو۔

قصاصِ حسین کا نعرہ

یہ سنتے ہی بنی شاکر حسین کا بدلہ لینے کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور کعب بن ابی کعب سے لپٹ گئے پھر کعب کی فوج نے انہیں راستہ دیدیا یہ مختار کے پاس آ کر اس کی چھاؤنی میں خیمہ زن ہو گئے۔ عبداللہ بن قرار الخثعمی نے قبیلہ خثعم کے تقریباً دوسو آدمیوں کے ساتھ خروج کیا اور یہ بھی مختار کے پاس اس کے قیامگاہ میں آ گیا کعب بن ابی کعب نے اس کی بھی مزاحمت کرنا چاہی اور ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ بھی ہو گئے مگر جب کعب کو معلوم ہوا کہ اس کے قبیلے والے ہیں اس نے بغیر لڑے انہیں راستہ دیدیا۔

بنی شیام آخرِ شب میں جنگ کیلئے نکلے اور مراد کے احاطے میں آ کر جمع ہو گئے۔ جب عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو ان کے خروج کا علم ہوا اس نے کہلا بھیجا کہ اگر تم مختار کے پاس جانا چاہتے ہو تو سبیع کے محلے سے نہ گزرو یہ جماعت بھی مختار سے آ ملی۔

ان بارہ ہزار آدمیوں میں سے جنہوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تین ہزار آٹھ سو آدمی طلوع فجر سے پہلے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے ان کی ترتیب وغیرہ بھی قائم کر دی۔

والبی کہتا ہے کہ میں حمید بن مسلم اور نعمان بن ابی سعد مختار کے پاس سب سے پہلے اس کے مکان آئے اور پھر کسی مقام سے اس کے فوجی چلے آئے ابھی صبح بھی نمودار نہیں ہوئی تھی کہ مختار اپنی فوج کی ترتیب آرائی سے فارغ ہو گیا جب صبح ہوئی تو اس نے اندھیرے ہی میں خود امام بن کر نماز پڑھائی اور سورۂ نازعات اور عبس وتولیٰ تلاوت کی ہم نے اس سے زیادہ کسی امام کو اس سے زیادہ خوش لہجہ میں کلام پاک کی قرات کرتے نہ سنا تھا۔

ابن مطیع کی جنگی تیاری

ابن مطیع نے تمام محلوں کے امراء کو یہ حکم دیا کہ سب کے سب مسجد اعظم میں جمع ہوں نیز یہ اعلان کر دیا کہ آج رات کو جو مسجد میں نہ آئیگا اس کے حقوق حفاظت اسی کے ذمہ ہونگے۔اس اعلان سے بہت سے لوگ مسجد میں جمع

ہو گئے جب سب جمع ہو گئے تو ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار فوج کے ساتھ مختار کے مقابلے میں بھیجا اور راشد بن ایاس کو چار ہزار فوج خاصہ دیکر روانہ کیا۔

مختار کے جاسوس کی روانگی

ابی سعیدہ کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد جب مختار پلٹا تو ہم نے بنی سلیم کے محلہ اور ڈاک کی سڑک کے درمیان شور وغل سنا۔ مختار نے کہا کون اس کی خبر لاسکتا ہے میں نے کہا میں! مختار نے کہا تو اچھا اپنے ہتھیار اتار ڈالو اور محض تماشائیوں کی طرح ان میں جاملو اور جو واقعہ ہو اس سے آ کر مجھے آگاہ کرو۔

شبث کی امامت اور فوجی تعداد

اس کی ہدایت کے مطابق جب میں اس جماعت کے قریب پہنچا اسوقت ان کا موذن تکبیر اقامت کہہ رہا تھا میں نے دیکھا کہ شبث بن ربعی وہاں زبردست فوج کے ساتھ موجود ہے شیبان بن حریث الضبی اس کے سواروں کا سردار تھا اور خود شبث پیدل سپاہیوں میں تھا جنگی تعداد بھی کثیر تھی۔

تکبیر اقامت کے بعد شبث نے امامت کی پہلی رکعت میں اذا زلزلت الارض زلزالھا تلاوت کی میں نے اپنے جی میں کہا خدا نے چاہا تو اللہ تمہیں کو متزلزل کردے گا۔ دوسری رکعت میں اس نے والعادیات ضبحا تلاوت کی اس پر اس کے بعض ساتھیوں نے کہا آپ کو زیبا تھا کہ ان سے زیادہ طویل سورتیں قرات کرتے اس نے کہا کہ دیکھ رہے ہو کہ ویلم (یعنی کفار تمہارے سامنے ہیں اور تم چاہتے ہو کہ میں اس وقت سورۂ بقرہ یا آل عمران تلاوت کرتا اس فوج کی تعداد تین ہزار تھی۔

میں بہت تیزی سے مختار کے پاس آیا شبث اور اس کی فوج کی مختار کو اطلاع دی اسی وقت سعر بن ابی سعر الحنفی گھوڑا دوڑاتا ہوا محلہ مراد کی جانب سے مختار کے پاس آیا تھا اس نے بھی مختار کی بیعت کی تھی مگر یہ اسی رات مختار کا ساتھ نہ دے سکا۔ صبح کو یہاں پہنچا راہ میں راشد بن ایاس کے بندوں نے اس کو روکا تو اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور انہیں پیچھے چھوڑ کر مختار کے پاس آ گیا اس نے مختار سے راشد کی خبر سنائی اور میں نے انہیں شبث کی پیشقدمی کی اطلاع دی۔

مختار کا ابن الاشتر کو راشد کے مقابلہ پر بھیجنا

مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو نو سو سواروں یا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے چھ سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ہمراہ راشد بن ایاس کے مقابلے پر بھیجا نیز نعیم بن مصقلہ بن مسیرہ کے بھائی کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم دونوں جاؤ جب دشمن سے مقابل ہو تو دونوں پیدل سپاہیوں میں گھوڑوں سے اتر پڑنا اور جاتے ہی اس کام سے فراغت کرنا خود ہی بڑھ کر حملہ کر دینا اپنے آپ کو دشمن کا ہدف نہ بنالینا کیونکہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بغیر غلبہ پائے مجھے اپنا منہ نہ دکھانا اور جان دیدینا۔

ابراہیم کا مقابلہ راشد بن ایاس سے

ابراہیم نے راشد کا رخ کیا مختار نے یزید بن انس کو نوسو پاہ کے ہمراہ اپنے آگے مسجد شبث کے مقام میں روانہ کیا اور نعیم بن ہبیرہ شبث کی جانب بڑھا۔ میں اس فوج میں تھا جسے مختار نے نعیم بن ہبیرہ کے ساتھ شبث کی سمت روانہ کیا تھا میرے ساتھ سعر الحنفی بھی تھا ہم نے شبث تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا اور خوب ہی جوش وخروش سے لڑے۔ نعیم بن ہبیرہ نے سعر بن ابی سعر الحنفی کو اپنے رسالے پر مقرر کیا تھا اور وہ خود پیدل سپاہیوں چل رہا تھا اب سورج طلوع ہوا اس کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی ہم نے انہیں اس قدر مارا کہ انہیں مکانات میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا اس پر شبث نے انہیں للکارا! اے برے حامیو! تم بالکل نکمے ہو، کیا تم اپنے غلاموں سے بھاگتے ہو۔

خلید کا قتل

اس زجر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت اس کے پاس ٹھہری رہی اور اس نے ہم پر شدید حملہ کیا ہم اس سے پہلے ہی منتشر ہو گئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں شکست ہوئی۔ نعیم بن ہبیرہ میدان میں جما رہا اور مارا گیا سعر قید کر لیا گیا میں اور خلید حسان بن یحدج کا آزاد غلام دونوں قید کر لئے گئے، شبث نے خلید سے جو ایک موٹا آدمی تھا پوچھا تم کون ہو اس نے کہا خلید حسان بن یحدج الذہلی کا آزاد غلام، شبث نے اس سے کہا اے حرامزادے تو نے کناسے میں برتن بیچنا اب چھوڑ دیا ہے جس نے تجھ کو آزاد کیا اس کا عوض تو نے یہ دیا کہ اسی کے خلاف تلوار لیکر لڑنے آیا ہے اس کی گردن ماردو، پھر خلید قتل کر دیا گیا۔

سعر کی جان بخشی

سعر کو شبث نے پہچانا اور کہا تم بنی حنفیہ سے متعلق ہو اس نے کہا ہاں شبث نے کہا تم نے ان لونڈی کے بچوں کی کیوں اتباع کی۔ اللہ تیرا برا کرے اچھا اسے چھوڑ دو، میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس نے آزاد غلام کو قتل کر دیا اور عرب کو چھوڑ دیا میں بھی آزاد غلام ہوں وہ مجھے قتل کر دے گا اسی خوف سے جب اس کے سامنے پیش ہوا اور اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا میں بنی تیم اللہ سے ہوں اس نے پوچھا آزاد غلام ہو یا عرب ہو میں نے کہا عرب ہوں زیاد بن حصفہ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ شبث نے کہا ہاں ہاں ٹھیک ہے تم نے ایک مشہور شریف کا ذکر کیا ہے اچھا اپنے گھر جاؤ میں وہاں سے روانہ ہو کر حمراء آیا۔

چونکہ میں نے دشمن سے لڑنے کا غور وفکر کے بعد عزم کیا تھا میں مختار کے پاس چلا آیا اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ مجھے اپنے دوستوں کے پاس چل کر خود ان کی غم خواری کرنا چاہئے کیونکہ ان کے بعد زندگی تلخ ہے جب میں اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو اس سے پہلے ہی سعر ان کے پاس آ گیا تھا اب شبث کا سواروں کا دستہ مختار کی فوج کی طرف بڑھا مختار کو نعیم بن ہبیرہ کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی جسے اس کی فوج نے سخت نقصان محسوس کیا۔

میں نے مختار سے آ کر اپنی داستان سنائی اس نے مجھے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور کہا کہ یہ وقت باتوں کا نہیں ہے شبث نے آتے ہی مختار اور یزید بن انس کو گھیر لیا دوسری طرف سے ابن مطیع نے یزید بن الحارث بن رویم کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ لحام جریر کی سڑک سے ہمارے مقابلے کے لیے بھیجا یہ فوج ناکوں کو روک کر ٹھر گئی مختار نے یزید بن انس کو اپنے سواروں کا سردار مقرر کیا اور خود پیدل سپاہیوں کو لیکر بڑھا۔

یزید بن انس کا اپنی فوج کو غیرت دلانا

حارث بن کعب الوالبی (دوالبہ ازد) بیان کرتا ہے کہ شبث کے سواروں نے ہم پر وہ حملے کیے مگر ہمارا کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہٹا یزید بن انس نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا اے گروہ شیعہ تم کو اب تک قتل کیا جاتا رہا ہے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے رہے، تم کو اندھا کیا جاتا رہا ہے اور تم کو کھجور کے درختوں پر سولی دی جاتی رہی ہے یہ سب کچھ تم اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت میں برداشت کرتے رہے ہو اور یہ بھی اس وقت کہ تم اپنے گھروں میں دشمن کی فرمانبرداری میں خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے ہو؟ اب یاد رکھو اگر آج ہمارے دشمن نے ہم پر غلبہ پالیا تو ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچے گا یہ تم سب کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیں گے۔ تمہاری اولاد بیویاں مال و جائداد کے ساتھ وہ سلوک کرینگے جس کے دیکھنے سے موت بہتر ہے ان سے بچنے کی آج صرف ایک ہی صورت ہے کہ ثابت قدم رہو دشمن کی آنکھوں میں نیزے کے گہرے زخم لگاؤ ان کے سروں پر پوری ضرب لگاؤ اب تم شدید جنگ اور حملے کے لئے تیار رہو اور جب میں اپنے پرچم کو دو مرتبہ حرکت دوں فوراً حملہ کر دینا۔

اس تقریر کے بعد ہم حملے کے لئے بالکل تیار ہو گئے، اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور اسکے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ ابراہیم بن الاشتر راشد بن ایاس کی جانب چلا، محلّہ مراد میں دونوں کا مقابلہ ہوا اور راشد کے ہمراہ چار ہزار فوج تھی اس پر ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہو جانا بخدا اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک آدمی دس سے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔

فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين ۔ بسا اوقات ایک چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آ گئی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو حکم دیا کہ تم ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو خود ابراہیم پیدل سپاہ کے ساتھ چلتا رہا اس کا پرچم مزاحم بن طفیل کے پاس تھا ابراہیم نے اس سے کہا کہ پرچم لیکر آہستہ آہستہ چلو۔

راشد بن ایاس کا قتل

اب دونوں فریق ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے نہایت شدید و خوں ریز جنگ ہوتی رہی۔ خزیمہ نے راشد بن ایاس کو دیکھا اس پر حملہ کیا اور نیزے سے اسے ہلاک کر دیا اور اعلان کیا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے راشد کو قتل کر دیا راشد کو شکست ہو گئی۔

راشد کے قتل کے بعد ابراہیم اور خزیمہ بن نصر اپنے ساتھیوں کو لیکر مختار کی طرف پلٹے انہوں نے نعمان بن ابی جعد کو راشد کے قتل اور فتح کی خوشخبری دینے کے لئے مختار کے پاس بھیجا جب یہ خبر مختار کو ہوئی اس کی فوج نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ان کے حوصلے بڑھ گئے اور ابن مطیع کی فوج کی ہمتیں کم ہو گئیں اب ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکیر کو تقریباً دو ہزار سپاہ کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیجا یہ مقام حمراء سے کچھ ہی اوپر ابراہیم بن الاشتر کا مقابل ہوا تا کہ اسی وہ ابن مطیع کی اس فوج پر جو سنجہ میں تھی حملہ نہ کرنے دے۔ ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو سواروں کے ساتھ حسان بن قائد کے مقابلے کے لئے بھیجا اور خود پیدلوں کے ساتھ ساتھ اس کی جانب چلا۔

حسان کو جان بخشی

بخدا کسی قسم کی نیزہ بازی یا شمشیر زنی کے بغیر حسان کی فوج بھاگ گئی۔ خود حسان فوج کے ساتھ جماعتوں کے ہمراہ قتل سپاہ کو بچاتا جاتا تھا۔ خزیمہ بن نصر نے اس پر حملہ کیا مگر پھر اسے پہچانا اور کہا اے حسان بن قائد اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو میں تمہارے قتل کرنے میں پوری کوشش صرف کر دیتا لیکن اب چھوڑ دیتا ہوں بھاگ جاؤ مگر حسان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا یہ تلوار لئے سر پہ منڈلانے والوں سے لڑتا رہا خزیمہ نے اسے پکارا اے ابوعبداللہ تم کو امان دی جاتی ہے تم خود کو ہلاک نہ کرو اس کے بعد خود خزیمہ اس کے بچانے کے لئے آ گیا اور لوگ بھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ ابراہیم اس کے پاس سے گزرا خزیمہ نے ابراہیم سے کہا میرا چچازاد بھائی ہے میں نے اسے امان دیدی ہے۔ ابراہیم نے کہا تم نے اچھا کیا اس کے بعد خزیمہ نے حسان کا گھوڑا منگوایا اسے سوار کیا اور کہا کہ اپنے گھر چلے جاؤ۔

ابن مطیع کو راشد کے قتل کی خبر

ابراہیم مختار کی جانب آیا اس وقت شبث نے مختار اور یزید بن انس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ یزید بن حارث نے جو سنجہ کے قریب کوفہ کے حدود سرحد پر متعین تھا دیکھا کہ ابراہیم کی طرف بڑھ رہا ہے وہ خود ابراہیم کو روکنے بڑھا اس نے خزیمہ بن نصر کو ایک جماعت کے ساتھ اس کے مقابلے پر بھیجا اور ہدایت کی کہ تم یزید بن حارث کو مجھ تک نہ آنے دینا۔ خود ابراہیم نے اس کے قریب پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ اب یزید بن انس نے ہمیں بھی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے حملہ کیا دشمن پیچھے ہٹ کر کوفے کے مکانات تک پہنچا۔ ادھر خزیمہ بن نصر نے یزید بن حارث کو حملہ کر کے شکست دی اور اب یہ سب کوفے کے حدود پر جمع ہو گئے۔ یزید بن حارث نے مکانوں کی چھتوں پر جو راستوں کے حدود پر تھے درست نشانہ لگانے والوں کو مقرر کر دیا تھا۔ مختار بھی ایک جماعت کے ساتھ یزید بن حارث کی سمت بڑھا جب یہ جماعت ناکوں پر پہونچی تو تیر اندازوں نے ان پر ایسی تیر اندازی کی کہ اس سمت سے وہ کوفے میں داخل نہ ہو سکے۔ لوگ سنجہ سے شکست کھا کر ابن مطیع کے پاس چلے آئے جب راشد بن ایاس کے قتل کی خبر سے معلوم ہوئی تو اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

یحییٰ بن ہانی راوی ہے کہ اس موقع پر عمرو بن الحجاج الزبیدی نے ابن مطیع سے کہا کہ یہ سر پکڑے بیٹھے رہنے کا وقت نہیں ہے تم خود چلو اور سب لوگوں کو دشمن کے مقابلے کے لئے دعوت دو اور ان سے لڑو شہر کی آبادی کثیر ہے اور صرف اس ایک چھوٹی سی باغی جماعت کے علاوہ جس نے خروج کیا ہے اور جسے اللہ رسوا اور ہلاک کر دیگا باقی سب آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سب سے پہلے میں ان کے مقابلے کے لئے تیار ہوں ایک جماعت میرے ساتھ کیجئے اسی طرح اور لوگوں کے ساتھ اور کسی جماعت کو بھیجئے۔

ابن مطیع کا لوگوں سے خطاب

اس مشورہ سے متاثر ہو کر ابن مطیع نے سب کے سامنے آ کر تقریر کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم ایک ذلیل و حقیر اور گمراہ چھوٹی سی جماعت کے مقابلے

سے عاجز آ گئے ان کے مقابلے پر چلو اپنے گھر کی ان کے مقابلے میں حفاظت کرو اپنے شہر اور زرلگان کو ان سے بچاؤ ورنہ یاد رکھو کہ تمہاری آمدنی میں غیر مستحق شریک ہو جائیں گے۔ بخدا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان باغیوں میں پانسو آدمی ایسے ہیں جو تمہارے آزاد کردہ ہیں ان کا امیر بھی انہیں میں سے ہے اگر ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اس سے تمہاری عزت تمہاری حکومت تمہارا دین سب خاک میں مل جائے گا یہ کہہ کر ابن مطیع نے اپنی تقریر ختم کر دی یزید بن حارث نے باغیوں کو کوفے میں داخل ہونے سے روک دیا۔

مختار کی فوج کی دعوت

مختار سبخہ سے چل کر جبانہ کی پشت پر ظاہر ہوا اور وہاں سے بھی اور اوپر ہٹ کر خزینہ احمس اور یارق کے مکانات کے قریب ان کی مسجد اور مکانات کے نزدیک اتر پڑا اور ان لوگوں کے مکانات اہل کوفہ کے مکانات سے علیحدہ واقع ہوئے ہیں اور خود یہ مکانات بھی ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں ہیں۔ یہاں کے رہنے والے مختار کے لئے پانی لائے۔

مختار روزہ سے تھا یا نہیں؟

اس کی فوج نے پانی پیا مگر خود مختار نے نہیں پیا اس پر اس کے احباب نے خیال کیا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے احمر الہمدانی نے ابن کامل سے پوچھا کیا امیر روزے سے ہیں اس نے کہا ہاں احمر نے کہا اگر آج وہ روزے سے نہ ہوتا تو یہ بات اس کے لئے زیادہ قوت کا باعث ہوتی۔ ابن کامل نے کہا وہ معصوم ہیں وہ اپنے اعمال کی خوبی اور بدی سے زیادہ واقف ہیں احمر نے کہا تم سچ کہتے ہو میں اللہ سے اپنے کہے کی معافی طلب کرتا ہوں۔

مختار کی جنگی ترتیب

اس مقام کو دیکھ کر مختار نے کہا لڑنے کے لئے یہ مناسب جگہ ہے مگر ابراہیم نے اس سے کہا اللہ نے دشمنوں کو شکست دی ہے ان کے دلوں میں ہمارا رعب بیٹھ گیا ہے آپ یہاں قیام کیجئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ہمیں لیکر چلیں۔ اب ہمیں محل کے فتح کرنے سے کوئی طاقت روکنے والی نہیں ہے اور مجھے یہ امید ہے کہ ہماری ایسی کوئی زیادہ مزاحمت بھی نہ کی جائے گی۔ مختار نے کہا جس قدر ضعفا یا مریض ہیں وہ یہاں ٹھہر جائیں نیز اپنا تمام سامان واسباب بھی یہاں رکھ دیا جائے اور دشمن کے مقابلے پر چلو سب نے اس تجویز پر عمل کیا۔

مختار نے ابوعثمان النہدی کو اس جماعت پر اپنا قائم مقام بنایا ابراہیم بن الاشتر کو اپنے آگے روانہ کیا اور یہاں بھی اس نے فوج کی وہی ترتیب قائم رکھی جو مقام سبخہ میں تھی ابن مطع نے عمر بن الحجاج کو دو ہزار فوج کے ہمراہ مقابلے کے لئے روانہ کیا: یہ ثوریوں کی سڑک سے ان کے مقابلے کے لئے آیا مختار نے ابراہیم سے کہا تم اسے نظر انداز کر دو اور اس کا مقابلہ نہ کرو چنانچہ ابراہیم نے اس کی کچھ پروا نہیں کی۔

مختار نے یزید بن انس کو بلا کر عمرو بن الحجاج کے مقابلے کے لئے جانے کا حکم دیا اس نے اس کا رخ کیا اور خود

مختار ابراہیم کے پیچھے ہولیا اب یہ سب کے سب دشمن کی طرف چلے جب مختار خالد بن عبداللہ کی عیدگاہ کے قریب پہنچا تو خود تو وہیں ٹھہر گیا اور ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اسی طرح سیدھا بڑھتا چلا جائے اور کناسے کی سمت سے کوفے میں داخل ہو۔

ابراہیم برابر بڑھتا چلا گیا شمر ذی الجوشن دو ہزار فوج کے ساتھ ابن محرز کی سڑک سے ابراہیم کے مقابلے پر آیا مختار نے سعید بن منقذ الہمدانی کو اس کے روکنے کے لئے بھیجا سعید اس کے سامنے آ گیا نیز مختار نے ابراہیم سے کہلا بھیجا کہ تم اس کی بھی کچھ پروا نہ کرو بلکہ سیدھے اپنے مقصد کے لئے بڑھتے چلے جاؤ یہ اس طرح بڑھتے ہوئے شبث کی سڑک پر پہنچا وہاں نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخزمہ پانچ ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار تھا دوسری جانب ابن مطیع نے سوید بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ سب ابن مساحق کے پاس جمع ہوں۔ اس نے شبث بن ربعی کو حکومت پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور خود کناسے میں ٹھہرا ہوا تھا۔

حصیرہ بن عبداللہ راوی ہے کہ جب ابن الاشتر اپنی جماعت کے ساتھ دشمن کے مقابل آیا میں اسے دیکھ رہا تھا اس نے دشمن کے قریب پہنچتے ہی اپنی فوج سے کہا کہ اتر جاؤ اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے بالکل قریب کر لو اور پھر اسی طرح پیدل دشمن کی سمت تلواریں نیام سے نکالے ہوئے چلو اگر یہ کہا جائے کہ شبث بن ربعی آ گیا ہے یا عتیبہ بن الجفاس کا خاندان یا اشعث کا خاندان یا یزید بن حارث کا خاندان آیا ہے (یہاں اس نے کوفے کے بعض مشہور خاندانوں کا نام لیا) تو اس سے تم خوفزدہ نہ ہو جانا یہ لوگ جب تلوار کی حرارت محسوس کریں گے تو ابن مطیع کا اس طرح ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے جس طرح بھیڑیں بھیڑیئے سے ڈر کر فرار ہو جاتی ہیں۔

ابن الاشتر کا ابن مساحق کو شکست دینا

ابن الاشتر کی فوج نے اپنے گھوڑے ایک دوسرے کے بالکل قریب کر لئے اس نے اپنی قبا کے دامن کا کنارہ اٹھا کر اپنے سرخ شامی پٹکہ میں لگا لیا جسے اس نے اپنی قبا پر باندھ رکھا تھا اور قبا کو زرہ پر پہن رکھا تھا پھر اس نے کہا میرا چچا اور ماموں تم پر قربان ہوں دشمن پر حملہ کرو بخدا لڑائی شروع ہوئی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ابراہیم کی فوج نے ان کو شکست دی ان میں ایسی افراتفری ہوئی کہ سڑک کے کنارے سے ایک پر ایک گرتا پڑتا تھا اور سب گڈمڈ ہو گئے۔

ابن الاشتر کا ابن مساحق کی جان بخشی کرنا

ابن الاشتر ابن مساحق کے پاس پہونچا اس نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور تلوار اٹھائی ابن مساحق نے کہا اے ابن الاشتر میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا کسی کے عوض میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو یا کبھی میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی تھی۔ ابن الاشتر نے اسے چھوڑ دیا اور کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس واقعے کو یاد رکھنا چنانچہ ابن مساحق ہمیشہ اس بات کو یاد کیا کرتا تھا۔

اب ابراہیم کی فوج دشمن کے تعاقب میں بڑھتی ہوئی کناسے میں داخل ہو گئی۔ یہاں تک کہ بازار اور مسجد میں داخل ہو گئی اور انھوں نے ابن مطیع کا محاصرہ کر لیا جو تین دن تک قائم رہا۔

ابن مطیع کا محاصرہ

ابن مطیع نے صرف تین دن تک اپنے ساتھیوں کو حالت محاصرہ میں کھانا دیا کیونکہ آٹا روک دیا گیا تھا اس کے ساتھ کوفے کے اشراف موجود تھے البتہ عمرو بن حریث نے قصر میں جا کر محاصرے کی تکلیف کے مقابلے میں اپنے گھر کی راحت کو ترجیح دی تین دن کے بعد ابن مطیع قصر سے نکل کر آبادی کے باہر چلا گیا۔

حصار کی ترتیب

جنگ کے بعد مختار بازار کے ایک پہلو میں ٹھہر گیا۔ قصر امارت کے حصار کا کام اس نے ابراہیم بن الاشتر یزید بن انس اور احمر بن شمیط کے سپرد کر دیا ابن الاشتر محل کے دروازے اور مسجد کے متصل متعین تھا، یزید بن انس بنی حذیفہ اور دار الرومیین کی گلی پر مقرر تھا اور احمر بن شمیط عمارہ اور ابو موسیٰ کے مکان کے متصل متعین تھا۔

حصار کا نتیجہ

جب محاصرہ شدید ہو گیا تو اس معاملے پر اشراف نے ابن مطیع سے گفتگو کی شبث نے کہا اللہ امیر کو نیک ہدایت دے آپ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے غور فرمائیے۔ نہ ہم آپ ہی سے بے پروائی کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی ذات سے۔

ابن مطیع نے کہا کہ اچھا تو آپ لوگ مجھے مشورہ دیجئے شبث نے کہا آپ مختار سے اپنے اور ہمارے لئے امان حاصل کیجئے اور خود کو اور اپنے حمایتیوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیئے۔ ابن مطیع نے کہا ایسی صورت میں کہ امیر المومنین عبد اللہ بن الزبیر کی حکومت تمام حجاز اور بصرے میں مضبوطی سے قائم ہے میں خود اس سے امان طلب نہیں کرنا چاہتا، شبث نے کہا تو بہتر یہ ہے کہ (آپ خفیہ طور سے قصر امارت سے لشکر شہر میں کسی ایسے شخص کے پاس جس پر آپ کو پورا اعتماد ہو جا کر قیام کریں اور اس بات کی کوشش کیجئے کہ آپ کی سکونت کا مختار کو علم نہ ہو اور پھر آپ امیر المومنین کے پاس چلے جائیں۔

ابن مطیع نے اسماء بن خارجہ، عبدالرحمٰن بن مخنف، عبدالرحمان بن سعد بن قیس اور دوسرے اشراف کوفہ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی شبث کی رائے سے متفق ہیں؟ سب نے کہا ہم ان کی رائے سے بالکل اتفاق کرتے ہیں۔ ابن مطیع نے کہا اچھا تو رات ہو جانے دو۔

عبداللہ اللیثی کا مختار کو گالیاں دینا اور اس کو تیر لگنا

شام کے وقت عبداللہ بن عبداللہ اللیثی محل کی دیوار پر مختار کی فوج کے سامنے آیا اور انہیں خوب گالیاں دیں مالک بن عمرو ابو نمر النہدی نے اس کے تیر مارا جو اس کے حلق کی کھال کو زخمی کرتا ہوا گزر گیا یہ چکر کھا کر گر پڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اچھا ہو گیا جب تیر اس کے لگا تھا تو مالک نے کہا تھا کہ یہ اپنی گالیوں کا انعام لے۔

ابن مطیع کا محل سے نکل جانا

حسان بن قائد بن بکیر بیان کرتا ہے کہ محاصرے کے تیسرے دن جب محل میں شام ہوئی تو ابن مطیع نے ہم سب کو اپنے پاس بلایا حمد و ثنا کے بعد اپنی تقریر میں کہا جن لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ان کی حیثیت سے

میں واقف ہوں ان میں دو ایک شخصوں کے سوا باقی تمام کوفے کے کمینے اور احمق ہیں آپ کے تمام اشراف باعزت اور سردار لوگ ہمیشہ میرے اطاعت گزار اور سچے خیر خواہ رہے ہیں میں یہ بات امیر المومنین کو پہنچا دوں گا اور کہوں گا کہ آپ لوگوں نے اپنی پوری کوشش اور خلوص نیت سے ہمارا ساتھ دیا مگر کیا کیا جاتا اللہ کا حکم سب پر غالب آیا۔

آپ حضرات نے مجھے جو مشورہ دیا ہے اسے آپ جانتے ہیں میں نے اب یہ مناسب سمجھا ہے کہ ابھی ابھی محل سے باہر چلا جاؤں اس پر شبث نے کہا اللہ امیر کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے ہمارے مال ومتاع کو محفوظ کر دیا ہمارے اشراف کی عزت افزائی کی اپنے آقا کی خیر خواہی کی اپنے فرض کو بخوبی انجام دیا بغیر آپ کی اجازت کے ہم بھی کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے ابن مطیع نے بھی شبث کے جذبات کی تعریف کی اور کہا ہر شخص کو اپنی رائے پر کام کرنے کا اختیار ہے۔ ابن مطیع رومیوں کے کوچے سے ہو کر ابو موسیٰ کے مکان چلا آیا اور محل چھوڑ دیا اس کے جانے کے بعد اس کے اور احباب نے محل اور دانہ کھول دیا اور ابن الاشتر سے کہا ہمیں امان دیجئے ابن الاشتر نے سب کو امان دی انہوں نے محل سے باہر آ کر مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

محل پر مختار کا قبضہ اور لوگوں سے خطاب

ابوالاشعر راوی ہے کہ مختار محل میں آ گیا یہیں اس نے رات گزاری۔ صبح کے وقت تمام شہر کے سردار مسجد اعظم اور قصر امارت کے دروازے پر جمع ہوئے مختار نے قصر سے نکل کر برسر منبر تقریر کی، حمد وثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف ہے جس نے اپنے دوست سے ہمیشہ کے لئے نصرت ومدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دشمن سے ذلت وناکامی کا اس کا یہ وعدہ ایسا یقینی ہے کہ گویا وہ واقع ہو چکا جس نے اس میں شک کیا وہ محروم رہا تمہارے لئے ایک علم بلند کیا گیا اور مقصد پیش نظر کیا گیا علم کے متعلق کہا گیا ہے کہ اسے بلند رکھو نیچے نہ گرنے دو غرض وغایت کے لئے کہا گیا ہے کہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کرو ہم نے ایک داعی کی دعوت کو سنا اور اسے قبول کیا اب دیکھئے کتنے مرد اور عورتیں مرنے والوں کی موت کی خبر دیتی ہیں وہ ہلاک ہو جس نے سرکشی روگردانی اور نافرمانی کی ہمیں جھٹلایا اور ہماری دعوت سے منہ پھیر لیا، پس اے لوگو آؤ ہدایت کے لئے بیعت کرو اس خدا کی قسم جس نے آسمان وزمین بنائے علی بن ابی طالبؓ اور ان کی آل کی بیعت کے علاوہ اس بیعت سے جس کی میں دعوت دیتا ہوں کوئی بیعت بہتر نہیں اتنی تقریر کرنے کے بعد مختار منبر سے اتر آیا مقصود دلی میں چلا گیا۔

ہم اور تمام اشراف اس کے پاس آئے اس نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ پھیلا دیا لوگ بڑھ بڑھ کر بیعت کرنے لگے مختار کہتا جاتا تھا اور بیعت کرو میری کتاب اللہ سنت رسول اللہ اہل بیعت کے خون کا بدلا لینے ظالموں سے لڑنے اور کمزوروں کی حفاظت کے لئے نیز اس بات کے لئے جس سے ہم لڑینگے تم بھی لڑو گے اور جس سے ہم صلح کریں گے تم بھی صلح کرو گے اور ہماری بیعت کو پورا کرو گے نہ ہم تم کو معاف کرینگے نہ تم ہمیں اپنے لئے معافی کے طلب گار ہونگے۔

منذر بن حسان بن ضرار الضبی اور اس کے بیٹے کا قتل

جو شخص ان باتوں کو تسلیم کر لیتا تھا مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا تھا منذر بن حسان بن ضرار الضبی کی صورت اس وقت بھی میرے سامنے ہے کہ وہ مختار کے پاس آیا اسے امیر سلام کیا بیعت کی اور واپس چلا گیا جب یہ قصر سے واپس

آنے لگا سعید بن منقذ الثوری شیعوں کی ایک جماعت کے دہلیز پر کھڑا ہوا تھا جب ان لوگوں نے اسے اور اس کے ساتھ اسکے بیٹے حیان بن المنذر کو دیکھا تو ایک سفیہ نے ان میں سے کہا کہ یہ سرکشوں کے سرداروں سے ہے اور یہ کہتے ہی انہوں نے حملہ کر کے ان دونوں کو قتل کر دیا اگرچہ سعید بن منقذ نے منع بھی کیا کہ جلدی نہ کرو ان کے بارے میں اپنے امیر کی رائے معلوم کر لینے دو مگر دوسروں نے اس کی بات نہ مانی۔ جب مختار کو اس واقعے کہ علم ہوا اسے یہ سخت ناگوار گزرا جس کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ اب مختار لوگوں کو امیدیں دلاتا رہا ان کی اور سرداروں کی دوستی کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اس مقصد کے لئے وہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا۔

ابن کامل نے مختار سے آ کر کہا کہ ابن مطیع ابوموسیٰ کے گھر میں مقیم ہیں مختار نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن مالک نے تین مرتبہ یہی کہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا کامل کو محسوس ہوا کہ یہ بات انہیں گوارا نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مختار اور ابن مطیع اس ہنگامہ سے پہلے باہم مخلص دوست تھے شام کو مختار نے ایک لاکھ درہم ابن مطیع کو بھیجے اور کہا کہ اس روپیہ سے سفر کا انتظام کر کے چلے جاؤ مجھے تمہاری قیام گاہ معلوم تھی اور مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ محض روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تم اب تک روانگی سے رکے رہے۔

مختار کو کوفے کے خزانے سے نوکرا ور درہم ملے اس میں سے اس نے لوگوں کو جو ابن مطیع کو قصر میں محصور کرتے وقت اس کے ہمراہ تھے اور جن کی تعداد تین ہزار آٹھ سو تھی پان سو درہم ہر فرد کو دیئے اور جو لوگ محل میں محصور کرنے کے بعد اس کے علم کے نیچے آئے اور محاصرہ کی تینوں راتوں میں برابر اس کے ساتھ رہے انہیں دو دو سو دیئے ان کی تعداد چھ ہزار تھی مختار سب کے ساتھ نیکی سے پیش آیا ان کے ساتھ عدل وانصاف کرتا اس نے شرفا کو اپنا مصاحب بنایا جو ہر وقت اس کے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے عبداللہ بن کامل الشاکری کو کوتوال مقرر کیا عریشہ کے آزاد غلام کیسان ابو معہ کو اپنی فوج خاصہ کا سردار مقرر کیا۔

ایک دن ابو عمرہ مختار کے سرانے کھڑا تھا اور مختار اشراف کوفہ سے بہت ہی توجہ سے باتیں کر رہا تھا موالیوں میں سے کسی شخص نے اس سے کہا کہ دیکھو ابو اسحاق (مختار) ہمیشہ عربوں ہی سے ہمکلام رہتا ہے اور ہماری طرف دیکھتا ہی نہیں مختار نے ابو عمرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ شخص جسے میں نے تم سے باتیں کرتے دیکھا ہے تم سے کیا کہہ رہا تھا اس نے کہا کہ اللہ آپ کو نیک ہدایت دے آپ کا ان کی طرف سے منہ پھیر کر عربوں سے متوجہ ہونا انہیں ناگوار اور شاق گزرا مختار نے کہا ان سے کہدو کہ اس بات سے تم رنجیدہ نہ ہو ہم تم ایک ہی ہیں اس کے بعد دیر تک خاموش رہنے کے بعد مختار نے کہا

انا من المجرمین منتقمون

ترجمہ: ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔

اس بات کو موالیوں نے بھی اس کی زبانی سن لیا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ بشارت ہو اب تم ان سب کو قتل کردو گے۔

مختار نے سب سے پہلے عبداللہ بن الحارث اشتر کے بھائی کو پرچم (باندھ کر) دیا اور اسے آرمینا بھیجا محمد بن عمر بن عطاء اور آذربیجان روانہ کیا عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو موصل اسحاق بن مسعود کو مدائن اور علاقہ جوخی قدامہ بن ابی عیسیٰ بن ربعیہ النصری کے بنی ثقیف کے حنیف کو بہقباذ علی محمد بن کعب بن قرطبہ کو بہقباذ الاوسطہ حبیب بن منقذ

الشوری کو بہقیاذ الا اقل اور سعد بن حذیفہ بن یمان کو حلوان بھیجا۔ حلوان میں ان کے ہمراہ دو ہزار سوار تھے ایک ہزار ماہانہ اس کی تنخواہ مقرر کی اسے کردوں سے لڑنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ راستوں کی حفاظت کی جائے نیز مختار نے اپنے علاقہ جبال کے عمال کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے دیہاتوں کے تمام ٹیکس سعد بن حذیفہ کو حلوان میں دیدیا کریں۔

اس سے پہلے حضرت عبداللہؓ بن الزبیر نے محمد بن الاشعث بن قیس کو موصل کا والی مقرر کیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ تمام سرکاری معاملات میں ابن مطیع لکھکر احکام حاصل کرے اور اسکے احکام کی اطاعت کرے البتہ ابن مطیع کو بغیر ابن الزبیر کے حکم کے محمد بن الاشعث کو برطرف کر دینے کا حق حاصل نہ تھا اس سے پہلے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن الاشعث موصل چھوڑ کر عراق روانہ ہوا اور تکریت میں اپنی قوم کے اشراف اور دوسرے سرداروں کے ساتھ سب سے الگ تھلگ قیام پذیر ہو گیا اور دیکھنے لگا کہ اس تحریک کے ساتھ لوگوں کا طرز عمل کیا ہوتا ہے اور اسے کہاں تک کامیابی ہوتی ہے پھر یہ بھی مختار کے پاس آ گیا اور جس طرح کوفے کے اور لوگوں نے مختار کا ساتھ دینے کے لئے اس کی بیعت کی تھی اس نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مسلم بن عبداللہ الضبابی راوی ہے کہ جب مختار ظاہر ہوا اس کی طاقت جم گئی ابن مطیع کو نکال دیا اور اپنے عمال بھیجدیئے تو اب یہ صبح و شام دربار عام کرنے لگا پہلے جھگڑے ختم بھی کرتا تھا بعد میں اس نے کہا کہ مجھے اور اہم امور سرانجام دینا ہیں اس لئے اب میں فیصلے نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس نے شریح کو قاضی مقرر کیا یہ چند روز اس عہدے کا کام کرتے رہے پھر یہ شیعوں سے ڈر کر بیمار بن گئے اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ شیعہ کہا کرتے تھے کہ یہ عثمان کے حمایتی ہیں انہوں نے حجر بن عدی کے خلاف شہادت دی تھی اور انہوں نے ہانی بن عورہ کا وہ پیغام نہیں پہنچایا تھا انہیں حضرت علی نے عہدہ قضا سے علیحدہ کر دیا تھا۔

شریح نے جب دیکھا کہ لوگ اس قسم کی چہ مگوئیاں ان کے متعلق کر رہے ہیں وہ بیمار بن گئے۔ مختار نے ان کی جگہ عبداللہ بن عیتبہ بن مسعود کو قاضی مقرر کیا یہ بیمار پڑے تو ان کی جگہ عبداللہ بن مالک الطائی کو قاضی بنایا۔

یہی راوی بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن ہمام نے ابو عمرو کو حضرت علیؓ کی حمایت میں اور حضرت عثمان کی برائی میں باتیں بیان کرتے سنا اس بنا پر ان کے کوڑے لگوائے جب مختار نے ظہور کیا تو یہ گوشہ نشین ہو گیا مگر عبداللہ بن شداد نے مختار سے اس کے لئے امان لے لی اس کے بعد یہ مختار کے پاس آیا اور اسکی شان میں قصیدہ خوانی کی جب قصیدہ سنا چکا تو مختار نے اپنے دوستوں سے کہا آپ لوگوں نے سنا اسنے کیسی عمدہ آپ کی تعریف کی ہے مناسب یہ ہے کہ ایسا ہی عمدہ اس کا صلہ بھی اسے دیا جائے یہ کہکر وہ خود اندر اٹھ کر چلا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب میرے واپس آنے تک یہاں بیٹھے رہو۔

عبداللہ بن شداد الجشمی نے ابن ہمام سے کہا میں تم کو گھوڑا اور شال دوں گا قیس بن طہفہ النہدی نے جس کی بیوی رباب اشعث کی بیٹی تھی کہا کہ میں بھی تم کو گھوڑا اور شال دونگا اسے بات سے شرم آئی کہ اس کا کوئی ہم رتبہ ساتھی ابن ہمام کو ایسی شے جو یہ اسے نہ دے سکے اس نے یزید بن انس سے پوچھا تم اسے کیا دو گے اس نے کہا اگر اس نے ہم سے روپیہ وصول کرنے کے لئے یہ قصیدہ کہا ہے تو بخدا ہمارے پاس اتنا نہیں ہے کہ ہم اسے دے سکیں میری تنخواہ میں سے جو کچھ بچا تھا وہ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیدیا۔

اس تقریر کے بعد قبل اس کے کہ کوئی اور احمد بن خمیط سے اس کے متعلق کہے خود اس نے ابن ہمام کو مخاطب کر

کے کہا اگر اس مدح سے تمہارا مقصد اللہ کی خوشنودی ہے تو اسے حاصل کرو اور اگر اس سے تمہارا مقصد لوگوں کی خوشنودی ہے تو اسے حاصل رو اور اگر اس سے تمہارا مقصد لوگوں کی خوشنودی اور ان کے مال کا حصول ہے تو اس میں تم کو بھی کامیابی نہ ہوگی کیونکہ بخدا خدا کے علاوہ اگر کسی نے کسی اور ذات کی تعریف کی تو وہ ہرگز کسی صلے کا مستحق نہیں ہے۔

ابن ہمام نے اس پر اسے گالی دی یزید بن انس نے اس کے مارنے کے لئے درّہ اٹھایا اور ابن شمیط تلوار اٹھا کر اس پر دوڑا ان دونوں کے حمایتی بھی ابن ہمام پر جھپٹے مگر ابراہیم بن الاشتر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پیچھے کر لیا اور کہا میں اس کا محافظ ہوں تم اس پر کیوں حملہ کرتے ہو بخدا یہ ہمارا دوست ہے ہماری تحریک میں شامل ہے اس نے ہماری بہت اچھی تعریف کی اگر تم اس کی تعریف کرنے کا صلہ نہیں دے سکتے تو کم از کم اسے گالیاں تو نہ دو اور مار تو نہ ڈالو۔

بنی مذحج فوراً اس کے اور اس کے حملہ آوروں کے درمیان حائل ہو گئے اور کہا کہ اسے ابراہیم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اب کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

ان کی یہ گفتگو سن کر مختار باہر نکل آیا اور ہاتھ سے سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا جب سب بیٹھ گئے تو ان سے کہا کہ اگر تم سے کوئی اچھی بات کہی جائے تو اسے قبول کرو اگر اس کا کچھ صلہ دے سکتے ہو تو صلہ دو ورنہ خاموش ہو شاعر کی زبان سے بچو جو کچھ وہ کہہ دے گا وہ جگہ مشہور ہو جائیگا۔

سب نے کہا ہم اسے قتل کیوں نہ کر دیں مختار نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہے ہم نے اسے امان و پناہ دی ہے نیز تمہارے بھائی ابراہیم نے بھی اسے پناہ دی ہے۔

مختار بھی سب کے ساتھ بیٹھ گیا ابراہیم مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان چلا گیا۔ اس نے ابن ہمام کو گھوڑا اور شال دی یہ اسے لے کر واپس چلا گیا اور کہنے لگا کہ اب میں کبھی ان کے پاس نہ جاؤں گا بنی ہوازن کو جب اس واقعے کا علم ہوا انہیں ابن ہمام کی حمایت میں بہت جوش آیا اور وہ سب مسجد میں جمع ہوئے حکم دیا کہ تم بن کامل کے پاس جاؤ اگر وہ مارا گیا ہو تو تم اس کی جگہ متعین کئے جاتے ہو اپنی اور اس کی فوج کو لیکر دشمن کا مقابلہ کرو اور اگر وہ زندہ ہو تو خود صرف سو سوار اپنے ساتھ لے لینا بقیہ کو ابن کامل کے سپرد کر دینا اور انہیں ہدایت کرنا کہ وہ نہایت وفاداری اور خلوص نیت کے ساتھ اس کے احکام پر چلیں کیونکہ اس مخلصانہ طرز عمل کا فائدہ مجھے ہوگا اور جو میرے ساتھ اخلاص کے ساتھ پیش آئیگا اسے بشارت ہونی چاہئے خود تم اپنے سو سواروں کو لیکر دشمن کی احاطہ سبیع والی جماعت کے مقابلہ پر جاؤ اور ان کے قریب اس پر حملہ کرو۔

عبداللہ بن قراد روانہ ہو کر ابن کامل کے پاس آیا یہ زندہ تھا اور عمرو بن حریث کے حمام کے پاس اپنے بعض حمایتوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ میدان معرکہ میں جمے ہوئے تھے دشمن سے لڑ رہا تھا عبداللہ نے تین سو آدمی اس کے حوالے کیے اور خود سبیع کے احاطے کی طرف بڑھا پھر انہیں راستوں میں سے ہو کر مسجد عبدالقیس پہنچا اور ٹھہر گیا یہ سو سپاہی اس کی فوج کے تھے اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا رائے دیتے ہو انہوں نے کہا جو آپ کی رائے ہو ہم بھی اس پر عمل کریں گے اس نے کہا بخدا میں دل سے چاہتا ہوں کہ مختار کو کامیابی ہو مگر اسی کے ساتھ یہ بھی نہیں چاہتا کہ آج میرے خاندان کے اشراف ہلاک ہو جائیں بلکہ اپنے ہاتھوں ان کی ہلاکت کے بجائے میں خود مر جانا

اچھا سمجھتا ہوں بہر حال تھوڑی دیر ٹھہرو میں نے سنا ہے کہ بنی شیام عقب سے ان پر حملہ کرنے والے ہیں اگر وہ ایسا کریں تو بہتر ہے ہم اس ناخوشگوار فرض کو انجام دینے سے بچ جائینگے اس کے ساتھیوں نے اس کی رائے پسند کی عبد اللہ بن قراد وہیں بنی عبدالقیس کی مسجد کے پاس رک گیا۔

مختار نے مالک بن عمروالنہدی کو دو سو پیادوں کے ہمراہ دشمن کے مقابلے پر بھیجا یہ ایک نہایت ہی شجاع آدمی تھا نیز مختار نے عبداللہ بن شریک النہدی کو دو سو سواروں کے ہمراہ احمر بن شحیط کی مدد کے لئے روانہ کیا احمد بن شمیط برابری جگہ جما ہوا تھا یہ امدادی فوج اس وقت اس کے پاس پہنچی جب کہ دشمن نے کثیر تعداد میں اسے اکٹھا کیا تھا اس بنا پر مقام پر طرفین میں نہایت خونریزی معرکہ ہوا۔

ابراہیم کا سفریوں سے مقابلہ اوران کو شکست

ابن الاشتر شبث بن ربعی اور اس کے ساتھی مضریوں کی کثیر جماعت کے سامنے آیا جس میں حسان بن فائد العبسی بھی تھا ابراہیم نے اس سے کہا کہ میدان سے چلے جاؤ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مضری میرے ہاتھوں ہلاک ہو تم اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو دیگر انہوں نے لوٹنے سے انکار کیا اور لڑائی کی ابراہیم نے انہیں شکست دی حسان زخمی ہو گیا اور میدان سے اٹھا کر اپنے گھر لایا گیا اور یہاں پہنچ کر مر گیا۔

مرنے سے پہلے اسے موت سے پہلے کچھ اضافہ ہو گیا تھا اس فاقے میں اس نے کہا میں اپنے ان زخموں سے اچھا ہونا نہیں چاہتا میری آرزو یہی تھی کہ میں نیزے یا تلوار کے وار سے مروں مضریوں کی شکست کی خوشخبری ابراہیم نے مختار کو بھیجی مختار نے اس خبر کو اپنی طرف سے احمر بن ضمیط اور ابن اکمل کو بھیجی جو فوجیں راستوں پر متعین تھیں وہ اپنے قریب کے ساتھیوں کی مدد کر رہی تھیں۔

اب بنی شام جمع ہوئے ابوالقلوص کو اپنا سردار بنایا اور اسب کی یہ رائے ہوئی کہ اہل یمن کے عقب سے ان پر حملہ کیا جائے اس رائے کے متعلق بعضوں نے کہا اگر تم اپنی کوشش اپنے ان دشمنوں کے مقابلے میں صرف کرو جو تمہاری قوم سے نہیں ہیں تو یہ زیادہ اچھا ہے اس لئے مضر اور ربیعہ سے چل کرو۔

جنگ کا انجام

اس گفتگو میں ان کے شیخ ابوالقلوص نے کوئی حصہ نہیں لیا وہ خاموش رہا لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: تم ان کافروں سے لڑو جو تمہارے قریب ہیں اور انہیں ضرور تم میں سختی محسوس ہونا چاہئے۔

کھڑے ہو جاؤ سب کھڑے ہو گئے قیس نے انہیں دو یا تین نیزوں کی مسافت تک بیٹھنے کو کہا اور پھر کہا بیٹھ جاؤ سب بیٹھ گئے اس کے بعد پھر انہیں پہلی مرتبہ سے زیادہ مسافت تک لے کر اور پھر کہا بیٹھ جاؤ اس پر انہوں نے کہا ابو القلوص ہم تم کو عرب کے شجاع ترین لوگوں میں سمجھتے ہیں تم یہ کیا کر رہے ہو اس نے کہا تجربہ کار اور نا تجربہ کار برابر نہیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس طرح تمہارے دل مضبوط ہو جائیں اور تم لڑنے کے لئے پوری طرح تیار ہو جاؤ خوف کی حالت میں تم کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑنے کو میں نے مناسب خیال نہیں کیا سب نے کہا تم ہی اپنے فعل کو خوب سمجھتے ہو۔

جب بنی شیام سبیع کے احاطے میں پہنچے تو راستے کے منہ پر اعین الشاکری نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور ابو الزبیری بن کریب نے اس پر حملہ کر کے زمین پر گرا دیا اور یہ دونوں احاطے میں داخل ہو گئے اور اس کی پیچھے ایک بڑی جماعت حسین کا بدلہ حسین کا بدلہ نعرہ لگاتے ہوئے احاطے میں داخل ہو گئی۔ دوسری جانب سے ابن شمیط کی فوج نے اس نعرے کے جواب میں یہی نعرہ بلند کیا اسے سن کر یزید بن عمیر بن ذی مران الھمدانی نے یالثارات عثمان کا نعرہ لگا کر رفاعہ بن شداد نے اس پر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم ایسے لوگوں کی حمایت میں لڑنے نہیں آئے ہیں جو عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہیں اس کی قوم کے بعض لوگوں نے اس سے کہا تم ہم کو مقابلہ پر لائے ہم نے تمہاری اطاعت کی اب جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم پر تلواریں پڑ رہی ہیں تم کہتے ہو کہ دشمن کا مقابلہ چھوڑ کر پلٹ جائیں یہ نہیں ہو سکتا۔ رفاعہ بن شداد اشعار پڑھتا ہوا فوج پر پلٹا لڑا اور مارا گیا۔

اس جنگ میں یزید بن عمری بن ذی مران نعمن بن صہبان الحرمی الرابی جو ایک عابد وزاہد آدمی تھا اور رفاعہ بن شداد بن عوسجہ القتبانی مہزان کے حمام کے قریب جو سنجہ میں واقع ہے مارے گئے رفاعہ بھی عابد وزاہد تھا فرات بن زحر بن قیس الجعفی بھی مارا گیا زحر بن قیس زخری میدان سے اٹھایا گیا۔

عبدالرحمان بن سعید بن قیس اور عمرو بن مخنف بھی مارے گئے عبدالرحمان بن مخنف لڑتا ہوا زخمی ہو کر گر پڑا پیدلوں نے اسے بیہوشی کی حالت میں اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور اس کے گرد سے بعض ازدی بڑی بہادری سے لڑتے رہے۔

مختار کا قاتلان حسین کو قتل کرنا

پانسو قیدی جن کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے مختار کے سامنے پیش کئے گئے اس پر بنی نہد کے عبداللہ بن شریک نے جو مختار کے سرداروں میں تھا یہ کہا کہ جو عرب اس کے سامنے لائے جائیں اور ان میں سے جو حسین کے قتل میں موجود تھے وہ مجھے بتائے جائیں چنانچہ جس شخص کے متعلق مختار سے کہا جاتا کہ یہ حسین کے قتل میں موجود تھا یہ اسے قتل کرا دیتا اس سے پہلے کہ یہ پوری تعداد ختم ہو ان میں سے دوسو اڑتالیس آدمی مختار نے قتل کر دیئے۔

ان قیدیوں میں سے اس جنگ سے پہلے جس نے مختار کے ساتھیوں کو کوئی تکلیف یا نقصان پہنچایا تھا انہوں نے اسے علیحدہ لے جا کر قتل کر دیا اس طرح انہوں نے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور مختار کو اس کا علم بھی نہ ہوا جب بعد میں اسے معلوم ہوا تو اس نے بقیہ قیدیوں کو رہا کر دیا اور یہ وعدہ لے لیا کہ وہ اس کے کسی دشمن کے ساتھی کو بھی گھسیٹ کر نہ لائیں۔

مختار نے یہ اعلان کر دیا کہ ان لوگوں کے علاوہ جو آل نبی کے قتل میں شریک رہے ہیں اور جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا وہ مامون ہے۔

یزید بن الحارث بن یزید بن رویم اور حجار بن ابجر نے اپنے دو قاصد جنگ کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے اہل یمن کی طرف روانہ کئے اور انہیں ہدایت کی کہ تم یمنیوں کے قریب جاؤ اور دیکھو اگر ان کو فتح نصیب ہو تو تم میں سے جو شخص پہلے ہمارے پاس آئے وہ لفظ صرفان کہے اور انہیں شکست ہوئی ہو تو لفظ جمزان کہے چونکہ اہل یمن کو شکست ہو چکی تھی اس لئے جو پہلا قاصد خبر لیکر ان کے پاس آیا اس نے جمزان کہا یہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اپنی قوم والوں

سے کہا کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ یہ سب واپس چلے گئے۔

عمرو بن الحجاج الزبیدی جو حسین کے قتل میں شریک تھا اپنی سواری پر سوار ہو کر شراف اور رقصہ کے راستے ہولیا مگر پھر آج تک اس کی کوئی خبر نہ ملی معلوم نہیں زمین اسے کھا گئی یا آسمان نے اسے اٹھالیا۔

فرات بن زحر بن قیس جب مارا گیا تو عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ الحنفیہ نے جو حضرت حسین کی بیوی تھیں مختار سے اس کے دفن کرنے کی اجازت طلب کی مختار نے اجازت دیدی اور عائشہ نے اسے دفن کر دیا۔

مختار کا شمر بن ذی الجوشن کی گرفتاری کیلئے غلام کا بھیجنا

مختار نے اپنے غلام ذربی کو شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں روانہ کیا۔ مسلم بن عبداللہ الضبابی راوی ہے کہ مختار کے غلام ذربی نے ہمارا تعاقب کیا اور ہمیں پہنچ گیا ہم اپنے دبلے پتلے تیز رو گھوڑوں پر کوفے سے نکل چلے تھے ہم نے دیکھا کہ یہ اپنے گھوڑے پر اڑا ہوا چلا آ رہا ہے اس کے قریب آتے ہی شمر نے ہم سے کہا کہ تم اپنے گھوڑوں کو ایڑ دو اور خوب تیزی سے بھگاؤ۔ غلام نے شمر پر حملہ کیا پہلے تو شمر اس کے وار کو بچانے کے لئے گھوڑے کو چکر دیتا رہا اور جب ذربی اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا شمر نے ایک ہی وار میں اس کی کمر توڑ دی جب یہ مختار کے سامنے لایا گیا اور اس واقعہ کی اسے اطلاع دی گئی اس نے کہا کہ اگر یہ مجھ سے مشورہ لیتا تو میں اسے کبھی شمر پر حملہ آور ہونے کا حکم نہ دیتا۔

ذربی کو قتل کر کے شمر ساتید ما پہنچا یہاں سے روانہ ہو کر یہ کلتانیہ نام ایک گاؤں کے پہلو میں جو دریا کے کنارے واقع تھا ایک ٹیلہ کے پہلو میں قیام پذیر ہوا گاؤں سے ایک کسان کو بلا کر اسے پیٹا اور کہا مصعب بن الزبیر کے پاس میرا یہ خط لیجا اس خط پر یہ پتہ مرقوم تھا۔

شمر کا خط مصعب بن الزبیر کے نام

امیر مصعب بن الزبیر کے نام شمر ذی الجوشن کی طرف سے یہ کسان اس خط کو لیکر روانہ ہوا ایک ایسے گاؤں میں پہنچا جو زیادہ آباد تھا اور یہاں ابو عمرہ متعین تھا ان دونوں سے مختار نے اپنے اور اہل بصرہ کے درمیان جنگی چوکی کے فرائض انجام دینے کی غرض سے گاؤں میں مقرر کر دیا تھا اس گاؤں کا ایک کسان اس کسان سے ملا اور شمر نے اس کے ساتھ جو زیادتی کی تھی اس کی شکایت کی یہ دونوں کھڑے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ ابو عمرہ کا ایک سپاہی ان کے پاس سے گزرا اور اس نے اس خط کو اور اس کے پتے کو دیکھا اور اس سے شمر کا مقام پوچھا اس نے بتا دیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ ان سے صرف تین فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اب یہ لوگ شمر کی طرف چلے۔

شمر کے قتل کا بیان

میں اس شب شمر ہی کے ساتھ تھا ہم نے اس سے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ ہمیں لیکر یہاں سے روانہ ہو جائیں ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے شمر نے کہا کہ میں اسے مختار جھوٹے کے خوف پر محمول کرتا ہوں بخدا میں تین دن تک یہاں سے کوچ نہیں کروں گا تم لوگ خوف زدہ ہو گئے ہو جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ریچھ کثرت سے تھے میں کچی نیند میں تھا جب میں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ریچھ ہوں گے

مگر جب آواز زیادہ تیز آنے لگی تو میں جاگ اٹھا آنکھیں ملیں اور پھر میں نے کہا کہ یہ ہرگز ریچھوں کی آواز نہیں ہے میں اٹھنے لگا کہ اتنے ہی میں وہ لوگ ٹیلے سے اتر کر ہمارے پاس پہنچ گئے انہوں نے تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کا احاطہ کرلیا ہم اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر پیدال ہی بھاگے، یہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے۔ یہ اس وقت ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا چونکہ برص کا مریض تھا مجھے اس کی کوکھ کی سپیدی چادر پر سے نظر آ رہی تھی یہ نیزے سے وار کرتا رہا پھر نیزہ چھوڑ کر اپنی جھونپڑی میں گیا اور تلوار لے کر ہم پر حملہ آور ہوا۔

سراقہ کی مختار سے امان طلبی

یونس بن ابی اسحاق راوی ہے جب سبیع کے احاطہ سے نکل کر مختار محل کی طرف روانہ ہوا سراقہ بن مرداس نے نہایت بلند آواز سے ان اشعاروں کو پڑھ کر مختار کو مخاطب کیا۔

امنن علی الی یاخیر معد خیر من حل بشحر والجند وخیر من حین ولین وسجد ،

اے وہ شخص جو تمام عرب کا بہترین فرد ہے اور جو شجر اور جند کے قیام کرنے والوں میں بہترین ہے اور جوان سب سے بہتر ہے جنہوں نے اذان دی، لبیک کہا، یا سجدہ کیا آج تو مجھ پر احسان کر۔

مختار نے اسے جیل خانے بھیج دیا۔ یہ ساری رات قید رہا دوسری صبح کو اسے جیل سے نکالا گیا یہ مختار کی تعریف میں قصیدہ پڑھتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ جب مختار کے پاس پہنچا تو خود سراقہ نے کہا اللہ امیر کو نیک ہدایت کرے میں خدائے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ملائکہ کو سیاہ و سفید چتکبرے گھوڑوں پر سوار زمین و آسمان کے درمیان لڑتے ہوئے دیکھا ہے مختار نے کہا اچھا ممبر پر چڑھ کر سب کو اس کی اطلاع کر دو اس نے منبر پر چڑھ کر اس بات کو بیان کر دیا اور اتر آیا مختار نے تنہائی میں بلا کر اس سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ملائکہ کو نہیں دیکھا ہے اور جس غرض سے تم نے یہ بات بتائی ہے کہ میں تم کو قتل نہ کروں میں اس سے بھی واقف ہوں، اچھا جہاں تمہاری چاہے جاؤ مگر میری حمایتیوں کو میرے خلاف نہ بھڑکانا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کبھی ایسی غلیظ قسمیں نہیں کھائی تھیں جیسی کہ اس موقع پر کھائیں کہ میں نے ملائکہ کو لڑتے ہوئے دیکھا ہے مختار نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بھاگ کر عبدالرحمٰن بن مخنف کے ساتھ ہو گیا جو بصرہ میں مصعب بن الزبیر کے پاس تھا پھر کوفہ کے تمام اشراف سردار مصعب بن الزبیر کے پاس بصرہ چلے آئے۔

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب سراقہ البارقی گرفتار کیا گیا تو اس نے اپنے پکڑنے والوں سے کہا بخدا تم نے مجھے گرفتار نہیں کیا مجھے تو ایسے لوگوں نے گرفتار کیا ہے جو سفید لباس پہنے گھوڑوں پر سوار تھے اس پر مختار نے کہا بلاشبہ یہ ملائکہ تھے اس کے بعد مختار نے اسے رہا کر دیا۔

عمیر بن زیادہ بیان کرتا ہے کہ احاطہ سبیع کے معرکہ کے دن عبدالرحمان بن سعید بن قیس الہمدانی نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے پیچھے سے حملہ کر رہے ہیں لوگوں نے کہا یہ بنی شیام ہیں عبدالرحمان نے کہا کیسے تعجب کی بات ہے کہ وہ شخص جسکی خود کوئی قوم نہیں ہے وہ ہماری قوم کو ہمارے خلاف لڑا رہا ہے۔

عصبیت کی جنگ

ابوورق راوی ہے کہ اس معرکہ میں شرحبیل بن ذی بقلان (جو ناعطیوں میں سے تھا) مارا گیا ناعطی ہمدان کے قبیلہ کا

ایک خاندان ہے۔ اپنے مارنے جانے سے پہلے اس نے کہا تھا اس جنگ میں جو شخص مارا جائے گا وہ کیسی گمراہی کی موت مرے گا نہ ہمارے ساتھ امام ہے نہ ہمارا کوئی مقصد ہے اور دوستوں کی جدائی کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اگر ہم نے اپنے مقابل کو آج قتل بھی کر دیا تب بھی ہم ان سے بچ نہیں سکتے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

بخدا میں صرف اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے لڑنے آیا ہوں تاکہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے مگر بخدا اس سے نہ میں بچوں گا اور نہ میری قوم۔ ورنہ میں نے انہیں کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ مجھے ان سے کوئی فائدہ پہنچا۔

عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی کے قتل کے دعویدار

ابھی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ہمدان ہی کے خاندان کے ایک شخص احمد بن ہدیج نے اسے تیر سے ہلاک کر دیا۔ سعید بن ابی سعد الحنفی ابوالزبیر الشیامی اور ایک تیسرے شخص نے عبدالرحمان بن سعید بن قیس الہمدانی کے قتل کا دعویٰ کیا سعد نے کہا میں نے اس پر نیزے کا وار کیا تھا ابوالزبیر نے کہا مگر میں نے تلوار سے دس سے زیادہ اس پر وار کئے تھے اور میرے بیٹے نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اپنے ہی قوم کے سردار کو قتل کر رہے ہو اس پر میں نے یہ جواب دیا تھا کہ

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آبائھم او ابناء ھم اواخوانھم او عشیرتھم

ترجمہ: تم ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے ہیں ان لوگوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں

مختار نے کہا تم سب نے مجھ پر احسان کیا۔

عکرمہ کی ہمت و جوانمردی

نضر بن صالح بیان کرتا ہے کہ اس جنگ میں اہل یمن بہت مارے گئے اور مضریوں کے تو صرف چند آدمی ہی کناسے میں کام آئے تھے کہ اس کے بعد ہی یہ بنی ربیعہ کے پاس چلے گئے حجار بن ابجر، یزید بن الحارث بن رویم، شداد بن المنذر حصین کا بھائی اور عکرمہ بن ربعی یہ سب کے سب اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس جانے لگے مگر واپس جاتے جاتے عکرمہ دشمن پر ٹوٹ پڑا اور نہایت بہادری سے لڑتا رہا زخمی ہو کر پلٹا اور اپنے گھر چلا آیا۔ مکان میں اس سے کسی نے کہا سواروں کا دستہ ہمارے قبیلہ کی طرف آیا ہے یہ اپنے کمرے سے نکلا اور چاہتا تھا کہ اپنے مکان کی دیوار کود کر دوسرے کے مکان میں کود جائے مگر زخمی ہونے کی وجہ سے کود نہ سکا تو اس کے غلام نے سہارے سے دیوار پر چڑھایا۔

مختار کو قاتلانِ حسینؓ کی تلاش

احاطۂ سبیع کی یہ جنگ ۶۶ ہجری میں جبکہ ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی چھ راتیں باقی تھیں، بدھ کے دن واقع ہوئی۔ کوفہ کے اشراف بصرہ چلے گئے اور اب مختار نے صرف قاتلین حسین کی تلاش شروع کی مختار نے کہا ہمارا یہ مسلک نہیں ہے کہ ہم قاتلین حسین کو دنیا میں زندہ چلتا پھرتا رہنے دیں اگر میں ان کو ختم کر دوں تو بخدا میں اہل بیت رسول اللہ کا بڑا حامی و مددگار ثابت ہوں گا۔

اور میں واقعی کذاب کہلانے کا مستحق ہوں جیسا کہ یہ آج مجھے کہتے ہیں۔ میں قاتلان حسین کے خلاف اللہ

سے مدد طلب کرتا ہوں اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے انتقام لینے کا ذریعہ بنایا ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے ان کے حق کو قائم کیا جائے اور اللہ کے لئے یہ بات زیادہ لائق ہے کہ ان کے قاتلوں کو قتل کرے اور ان لوگوں کو ذلیل کردے جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو نہیں سمجھتے۔ مجھے ان سب کے نام بتاؤ پھر میرے حکم سے ان کو تلاش کر کے سب کو فنا کردو۔

موسیٰ ابن عامر راوی ہے کہ مختار نے کہا قاتلان حسینؓ کو تلاش کر کے میرے سامنے لاؤ بخدا جب تک میں اس شہر اور زمین کو ان کے ناپاک اجسام سے پاک نہ کروں گا مجھے کھانا اور پینا بھلا معلوم نہیں ہوتا۔

چند قاتلین حسینؓ کی دستیابی

مالک ابن اعین الجہنی راوی ہے کہ عبداللہ ابن ایاس نے جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا قاتلان حسینؓ میں سے مختار کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید بن النزل الجہنی (از حرقہ) مالک بن النسیر البدی اور حمل بن مالک المحاربی تھے۔ مختار نے اپنے سرداروں میں سے ابونمر مالک ابن عمرو النہدی کو ان کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ یہ لوگ قادسیہ میں تھے اس نے انہیں جا کر پکڑ لیا اور عشاء کے وقت مختار کے پاس لے آیا۔

مختار نے ان سے کہا اے اللہ اور اس کے رسولؐ، اس کی کتاب اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علیؓ کہاں ہے؟ میرے پاس حسینؓ کو لاؤ تم نے اس شخص کو قتل کیا جس پر نماز میں درود بھیجنے کا تم کو حکم دیا گیا تھا انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں ان کے مقابلہ پر بھیجا گیا تھا حالانکہ ہم اسے ناپسند کرتے تھے آپ ہم پر احسان کریں اور ہمیں چھوڑ دیں مختار نے کہا تم نے نبی ﷺ کے نواسے پر احسان نہیں کیا اس پر تم کو رحم نہ آیا اسے تم نے سیراب نہ ہونے دیا۔

حسینؓ کی ٹوپی اتارنے والے کا حشر

مختار نے بدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اتاری تھی، عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کے چھوڑ دیا جائے تا کہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دیدے۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا اور اسی طرح خون نکلتے نکلتے وہ مر گیا جو دو اور تھے ان میں سے عبداللہ الجہنی کو عبداللہ بن کامل نے قتل کر دیا اور حمل بن مالک المحاربی کو سعد ابن ابی سعد الحنفی نے قتل کر دیا۔

چند قاتلین کا اور قتل

ابوسعید الصقل راوی ہے کہ کئی قاتلان حسین کا پتا مختار کو سعر الحنفی نے دیا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا ہم اس کے ہمراہ روانہ ہوئے یہ بنی ضبیعہ سے گزرا اور ان میں سے اس نے زیاد بن مالک کو گرفتار کر لیا پھر بنی عنستر کی طرف آیا اور ان میں سے عمران بن خالد کو گرفتار کیا پھر اس نے مجھے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جو دبابہ کہلاتے تھے حمرا میں ایک مکان کی طرف بھیجا جس میں عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی تھے ہم انہیں مختار کے پاس لے آئے اس نے ان سے کہا اے نیک بندوں اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قاتلو! آج اللہ تم سے بدلہ لے گا آج تمہارے پاس ایک منحوس دن آیا ہے۔ ان لوگوں نے اس پر بھی قبضہ

کیا تھا جو حسینؓ کے ساتھ تھے مختار نے حکم دیا کہ بازار کے بیچ میں انہیں قتل کر دیا جائے اس حکم کے مطابق وہ قتل کر دیئے گئے یہ کل چار ہوئے۔

حمید بن مسلم بیان کرتا ہے کہ سائب بن مالک الاشعری مختار کے سواروں کا دستہ لیکر ہم تک پہنچ گیا میں عبدالقیس کی طرف بھاگا اور عبدالرحمان صلحب کے بیٹے بھی میرے پیچھے ہی بھاگے۔ سائب بن مالک الاشعری ان دونوں کے گرفتار کرنے میں مصروف ہوگیا اور اس طرح مجھے بھاگنے کا موقع مل گیا وہ دونوں پکڑ لئے گئے اور سائب انہیں لے کر عبداللہ بن وہب بن عمرو الشی ہمدان کے چچازاد بھائی کے مکان پر بنی عبد سے ہو کر آیا اور اسے بھی پکڑ کر مختار کے پاس لایا۔ مختار نے ان کے قتل کا حکم دیدیا اور انہیں بھی بازار کے بیچ میں قتل کر دیا گیا یہ تین ہوئے حمید بن مسلم نے اپنے بھاگ کر بچ جانے پر دو شعر بھی کہے۔

ابن عقیل کے قاتلوں کی گرفتاری

موسیٰ بن عامر العدوی (از جہنیہ) کہتے ہیں کہ مختار نے ابن کامل کو عثمان بن خالد بن اسید الاہمانی (از جہینہ) اور ابو اسماء بشر بن سوط القابضی کو گرفتار کرنے بھیجا کہ یہ دونوں حسین کے قتل میں موجود تھے اور عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب کے قتل کرنے میں شریک تھے اور ان کے اسلحہ اور لباس پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا تھا عبداللہ بن کامل نے عصر کے وقت بنی دہمان کی مسجد کو گھیر لیا اور کہا اگر عثمان بن خالد بن کریز الدہمانی میرے پاس نہ لایا گیا تو ابتداء عالم سے لیکر قیامت تک جتنے گناہ بنی دہمان نے کئے ہیں ان سب کا وبال مجھ پر پڑے اگر میں ان سب کی گردن نہ ماردوں! ہم نے کہا آپ ہمیں مہلت دیجئے ہم اسے تلاش کرتے ہیں ہم سب سواروں کے ہمراہ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ہم نے ان دونوں کو احاطے میں بیٹھا ہوا پایا یہ جزیرے بھاگ جانا چاہتے تھے یہ دونوں عبداللہ بن کامل کے پاس لائے گئے اس نے دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مومنین کو جنگ سے بچایا اگر یہ ابو اسماء اس کے ہمراہ نہ ملتا تو ہم اس کی تلاش میں اس کے مکان جاتے بہر حال خدا کا شکر ہے اس نے تجھ کو ہمارے قبضے میں دیدیا۔

یہ انہیں لیکر روانہ ہوا اور جب جعد کے کنوئیں کے مقام پر پہنچ کر ان دونوں کی گردن اڑا دی اور مختار سے آ کر ان کا واقعہ بیان کیا مختار نے اسے حکم دیا کہ واپس جاؤ اور ان کی لاشوں کو جلا ڈالو جب تک لاش جل نہ جائے یہ دفن نہ ہونے پائے۔

حسینؓ کا سر کاٹنے والا

خولی بن یزید کی گرفتاری اور اس کا قتل

مختار نے معاذ بن ہانی بن عدی الکندی حجر کے بھتیجے اور ابو عمرہ اپنے کوتوال کو خولی بن یزید الاصبحی کی گرفتاری کے لئے بھیجا یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت حسینؓ کا سر کاٹا تھا۔ ان دونوں نے اس کے مکان کو جا کر گھیر لیا یہ ایک گلی میں جا چھپا معاذ نے ابو عمرہ کو اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا اس کی بیوی باہر آئی انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے تو اپنی لاعلمی ظاہر کی مگر ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا یہ اس جگہ پہنچے اور اسے نکال لائے۔

مختار اس وقت کوفہ میں تھا۔ ابوعمرہ نے مختار کے پاس اپنا قاصد بھیجدیا تھا یہ ابی بلال کے مکان کے پاس پہنچا اس وقت مختار کے ہمراہ ابن کامل بھی تھا اس قاصد نے خولی کی گرفتاری کی خبر اس سے بیان کی مختار ان کی طرف چلا آگے بڑھا تو وہ مل گئے۔ مختار کے حکم سے خولی کو اس کے گھر والوں کے سامنے لا کر قتل کر دیا گیا پھر اسے جلا دیا گیا اور جب تک اس کی لاش راکھ ہوئی اس کے پاس ٹھیرا رہا پھر اس کے بعد چلا آیا۔

عیوف بنتِ مالک کی اپنے شوہر خولی سے نفرت

اس کی بیوی عیوف بنت مالک بن نہار بن عقرب حضرت موت کی رہنے والی تھی جس وقات سے یہ حسینؓ کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہوگئی تھی۔

ایک دشمنِ خدا اور رسول کا قتل

ایک دن مختار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کل میں ایسے شخص کو قتل کروں گا جس کے پاؤں بڑے جس کی آنکھیں گڑی ہوئی اور بھنویں ابھری ہوئی ہیں اس کے قتل سے تمام مومن اور ملائکہ مقربین خوش ہونگے۔

ہیثم بن الاسود النخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا تھا اس بات کو سن کر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس سے اس کی مراد عمر بن سعد بن ابی حماص ہے۔ مکان آ کر اس نے اپنے بیٹے عریان سے کہا کہ آج ہی رات جا کر تم عمر بن سعید کو اطلاع کر دو اور کہدو کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کر لو وہ تمہیں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

عریان نے اس کے پاس آ کر تنہائی میں یہ واقعہ بیان کیا۔ عمر بن سعد نے کہا اللہ تمہارے باپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ مگر وعدۂ امان اور عہد و میثاق کے بعد وہ کیسے میرے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے اپنے خروج کے ابتدائی زمانے میں مختار لوگوں کے ساتھ نہایت ہی اخلاق و مہربانی سے پیش آتا تھا اور عبداللہ بن جعدہ بن میسرہ کی حضرت علی سے قرابت کی وجہ سے سب سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتا تھا عمر بن سعد نے عبداللہ بن جعدہ سے کہا کہ مجھے مختار کی جانب سے اپنے متعلق خوف ہے آپ مہربانی فرما کر اس سے میرے لئے امان حاصل کیجئے۔ موسیٰ ابن عامر ابولاشعر اس واقعہ کا راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس وعدۂ امان کو خود دیکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:

عمر بن سعد کے نام مختار کا وعدہ امان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وعدہ امان مختار بن ابی عبیدہ کی جانب سے عمر بن سعد بن ابی وقاص کے لئے لکھا جاتا ہے تمہاری جان تمہارے مال اعزا، اقربا اور اولاد کو امان دیجاتی ہے تمہارے سابقہ اعمال کا تم سے اس وقت تک کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا جب تک تم ہمارے احکام کی اطاعت کرو گے ہمارے فرماں بردار رہو گے اپنے مکان اپنے خاندان اور اپنے شہر میں قیام رکھو گے۔ شیعان اہل بیت اور ہماری فوج وغیرہ سب کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ عمر بن سعد کے ساتھ کوئی برائی نہ کریں۔

سائب بن مالک، احمر بن شمیط، عبداللہ بن شداد اور عبداللہ بن کامل اس عہد

پر شاہد ہیں نیز مختار نے اللہ کے سامنے یہ پختہ عہد کیا کہ وہ اس امان کو عمر بن سعد کے
لئے پورا کریگا البتہ اگر کوئی نیا واقعہ رونما ہو تو الگ بات ہے۔ نیز اس نے کہا کہ میں
اللہ کو اس عہد پر شاہد کرتا ہوں اور اسی کی شہادت بالکل کافی ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی کہا کرتے تھے کہ مختار نے عمر بن سعد سے جو وعدہ امان کیا تھا اور اس میں یہ استثنا کی تھی کہ ان حدث حدثا اس سے اس کی مراد خروج ریح تھی۔

عمر بن سعد کا چھپتے پھرنا

جب عریان عمر بن سعد کے پاس آیا یہ اسی رات اپنے گھر سے روانہ ہو کر اپنے حمام آ گیا پھر اس نے اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں اپنے ہی مکان چلوں اس خیال سے وہ پلٹا اور وہاں سے گزر کر صبح اپنے مکان آیا۔ اس نے اپنے حمام آ کر اپنے آزاد غلام سے کہا کہ مختار نے مجھے یہ وعدۂ امان لکھ کر دیا تھا اور اب مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس نے کہا کہ آپ نے یہ بڑی غلطی کی کہ اپنے مقام اور گھر کو چھوڑ کر یہاں آئے آپ اپنے گھر واپس جائیں اور مختار کو اپنے خلاف کوئی موقع نہ دیں اس مشورہ پر عمل کر کے عمر بن سعد اپنے مکان آ گیا۔

مختار کو معلوم ہوا کہ عمر بن سعد اپنے مکان سے چلا گیا ہے مختار نے کہا وہ جا نہیں سکتا اس کی گردن میں ایسی زنجیر پڑی ہے کہ اگر وہ بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا۔

عمر بن سعد کا قتل

صبح کو مختار نے ابو عمرہ کو عمر بن سعد کے بلانے کے لئے بھیجا ابو عمرہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ امیر نے تم کو بلایا ہے چلو! عمر اٹھا اس کا پاؤں اس کے جبہ میں الجھا اور یہ گر پڑا ابو عمرہ نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں رکھ کر مختار کے پاس آیا اور اسے مختار کے سامنے ڈال دیا۔

قاتلِ حسینؓ کا بیٹا باپ کے پاس

مختار نے عمر بن سعد کے بیٹے حفص بن عمر سے جو اس وقت اس کے پاس بیٹھا تھا پوچھا پہچانتے ہو یہ کون ہے اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

اور کہا ہاں اب ان کے بعد زندگی کا مزہ نہیں، مختار نے کہا تم نے سچ کہا اور تم زندہ بھی نہ رہو گے مختار نے اسے بھی قتل کرا دیا اور اس کا سر بھی اس کے باپ کے سر کے پاس رکھ دیا گیا مختار کہنے لگا یہ حسین کے عوض اور یہ علی بن حسین کے عوض۔ اگرچہ یہ برابر نہیں ہو سکتے بخدا اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کر دوں تب بھی یہ ان کی انگلیوں کا معاوضہ نہیں ہو سکتے۔

حمیدہ بنت عمر بن سعد نے اپنے باپ کا مرثیہ لکھا۔

عمر بن سعد کے قتل کی وجہ

ان دونوں کو قتل کر کے مختار نے ان کے سر مسافر بن سعید بن نجران الناعطی اور ظبیان بن عمارۃ کے ہاتھ محمد

بن الحنفیہ کے پاس بھیجے اور اسکے متعلق ایک خط بھی لکھا موسیٰ بن عامر راوی ہے کہ جس نے مختار کو عمر بن سعد کے قتل کی ترغیب دی وہ یہ واقعہ تھا۔

قاتلان حسین مختار کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہیں

یزید بن شرحبیل الانصاری محمد بن الحنفیہ کے پاس آیا سلام علیک کے بعد دونوں میں مختار کے خروج اور اس کی تحریک و دعوت کے متعلق جو اہل بیتِ نبی کے خون کا بدلہ لینے کے بارے میں تھی، گفتگو ہونے لگی محمد بن الحنفیہ نے نہایت ہی آہستگی سے کہا کہ مختار دعویٰ تو کرتا ہے کہ وہ ہمارے شیعوں میں ہے حالانکہ قاتلان حسین اس کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے اس سے باتیں کرتے ہیں۔

یزید نے اس بات کو یاد رکھا اور جب یہ کوفے آیا اور مختار سے ملا تو مختار نے اس سے دریافت کیا کیا تم مہدی سے ملے تھے ان سے کیا بات چیت ہوئی یزید نے سارا واقعہ سنایا اسے سنتے ہی مختار نے عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان کے سر مذکور بالا دو شخصوں کے ہاتھ محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیئے اور یہ خط انہیں لکھا۔

مختار کا خط محمد بن حنفیہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط مہدی محمد بن علی کے نام مختار بن ابی عبیدہ کی جانب سے بھیجا جاتا ہے۔ السلام علیک ایہا المہدی! خدائے واحد کی حمد کے بعد اللہ نے آپ کے دشمنوں سے بدلہ لینے کے لئے مجھ کو مقرر فرمایا۔

ان میں سے بہت سے قتل ہوئے بہت سے قید ہوئے بہت سے اپنا گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئے اس احسان پر خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے قاتلوں کو قتل کیا اور آپ کے حامیوں کی مدد کی میں عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کے سر کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں، قاتلانِ حسینؓ اور اہل بیت میں سے جس پر ہماری رسائی ہوئی ہم نے اسے قتل کر دیا جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے اور جب تک زمین کو میں ان سے بالکل پاک نہ کر دوں گا ان کی تلاش سے باز نہ رہوں گا یہاں تک کہ میں اس پر عمل کروں، والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حکیم بن طفیل کی گرفتاری اور اسکے قتل کا بیان

مختار نے عبداللہ بن کامل کو حکیم بن طفیل الطائی السبسنی کی گرفتاری کے لئے بھیجا اس نے مقتل کربلا میں عباس بن علی کے لباس و اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت حسینؓ کے تیر مارا تھا یہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاجامے میں اٹکا تھا مگر حسین کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوا۔

عدیؓ بن حاتم کی حکیم کیلئے مختار سے سفارش

عبداللہ بن کامل نے جا کر اسے پکڑ لیا اور مختار کے پاس لے چلا اسکے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس اسکی فریاد رسی کو گئے کہ وہ اس کے بارے میں مختار سے سفارش کریں عدی انہیں راستہ ہی میں مل گیا اسے عبداللہ بن کامل سے اس کی سفارش کی اس نے کہا میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کر سکتا امیر مختار حاکم مجاز ہیں عدی نے کہا میں ان کے پاس آتا ہوں عبداللہ نے کہا شوق سے تشریف لائیے عدی مختار کی طرف روانہ ہوا۔

اس سے پہلے یہ واقعہ پیش آ چکا تھا کہ سبیع کے احاطہ کی جنگ میں جو لوگ قید ہوئے ان میں سے کئی کے متعلق عدی نے مختار سے سفارش کی اور صرف اس کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیا گیا مگر وہ سب ایسے لوگ تھے جن کے متعلق حسین یا اہل بیت حسین کے قتل میں شرکت کی کوئی بات نہیں سنی گئی تھی۔

قاتلِ حسینؓ حکیم کا حشر

شیعوں نے ابن کامل سے کہا ہمیں یہ خوف ہے کہ امیر اس خبیث کے متعلق عدی کی سفارش قبول کر لیں گے حالانکہ اس کے جرم سے آپ بخوبی واقف ہیں بہتر ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں ابن کامل نے انہیں اجازت دیدی جب یہ عتر ئین کے مکان پہنچے تو انہوں نے حکیم کو جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے ایک جگہ نشانہ بنا کر کھڑا کیا اور کہا کہ تو نے ابن علی کے کپڑے اتارے تھے ہم تیری آنکھوں کے سامنے تیری زندگی میں تیرا اسار الباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے بالکل برہنہ کر دیا پھر اس سے کہا تو نے حسین کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا اور تو کہا کرتا تھا کہ تیرا تیر ان کے پاجامہ سے لگ گیا تھا اور اس سے حسین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بخدا ہم بھی تیرے اسی طرح تیر مارتے ہیں کہ وہ تیرے جسم کو نہ لگیں اور اگر چہ انہوں نے اس کے صرف ایک تیر مارا مگر اس میں سے بہت سے تیر نکل کر اسے آ لگے اور وہ مر گیا ایک عینی شاہد بیان کرتا ہے کہ تیروں کی کثرت سے وہ چھلنی معلوم ہوتا تھا۔

سفارش سے قبل حکیم کا کام تمام ہو جانا

اب عدی بن حاتم مختار کے پاس آیا مختار نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ عدی نے اپنے آنے کی غرض بیان کی مختار نے کہا کیا اے ابوطریف تم قاتلانِ حسین کی بھی سفارش کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے مختار نے کہا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

ابھی یہ گفتگو ختم ہوئی تھی کہ ابن کامل بھی آ گیا مختار نے پوچھا اس کے ساتھ کیا کیا ابن کامل نے کہا شیعوں نے اسے قتل کر دیا مختار نے کہا میرے پاس لائے بغیر تو نے کیوں اسے قتل کر دیا (حالانکہ واقعہ یہ تھا اگر ابن کامل اسے قتل نہ کر دیتا تو یہ بات مختار کو اچھی معلوم نہ ہوتی۔) مختار نے کہا دیکھو یہ عدیؓ اس کی سفارش کے لئے آئے ہیں اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے ابن کامل نے کہا میں مجبور تھا شیعوں نے نہ مانا عدی نے اس سے کہا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تجھے یہ گمان تھا کہ وہ شخص جو تجھ سے بہتر ہے وہ اس کے معاملے میں میری سفارش قبول کرے گا اس لئے میرے آنے سے پہلے ہی تو نے اس کا کام تمام کر دیا اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ تجھے نہ تھا۔

ابن کامل عدی کو گالیاں دینا چاہتا تھا مگر مختار نے فوراً اپنی انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کر دی عدی مختار سے خوش ہو کر اور ابن کامل سے ناراض ہو کر مختار کی مجلس سے چلا آیا ابن کامل کی قوم میں سے جس شخص سے یہ ملتا اسے ابن کامل کی شکایت کرتا۔

علی بن الحسین کے قاتل مرۃ بن منقذ بن النعمان العدی کی گرفتاری کے لئے ابن کامل کو روانہ کرنا

مختار نے ابن کامل کو علی بن الحسین کے قاتل مرۃ بن منقذ بن النعمان العدی از قبیلہ عبدالقیس کی گرفتاری کے لئے بھیجا یہ ایک بہادر آدمی تھا۔ ابن کامل نے اس کے مکان کو گھیرا تو یہ نیزہ لے کر تیز گھوڑے پر سوار مقابلہ کیلئے نکلا اور اس نے عبداللہ بن ناجیہ الشبامی کے نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑا مگر نیزہ اپنے بائیں ہاتھ سے روکتا گیا اس طرح تلوار ہاتھ میں اتر گئی مگر گھوڑا اس تیزی سے اسے لے اڑا کہ یہ اسے نہ پاسکے اور وہ مصعب سے جاملا۔ اس کے بعد اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔

زید بن رقاد کی گرفتاری اور اس کے قتل کا بیان

نیز مختار نے عبداللہ الشاکری کو بنی جب کے زید بن رقاد کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا۔

عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی دردناک شہادت کا بیان

یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین کے خاندان کے ایک ایسے نوجوان کے تیر مارا جس نے تیر سے اپنی پیشانی کو بچانے کیلئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا مگر میرے تیر نے اس ہاتھ کو پیشانی سے ایسا پیوست کر دیا کہ وہ اسے اپنی پیشانی سے ہٹا ہی نہ سکا۔ اس سے اس کی مراد عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھے جب ان کا ہاتھ پیشانی سے جدا نہ ہو سکا تو انہوں نے یہ دعا مانگی کہ اے خداوند اہمارے دشمنوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو انہیں قتل کر اس نے ایک اور تیر سے اس لڑکے کا خاتمہ کر دیا یہ شخص یہ بھی کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مقتول کے پاس آیا جس تیر سے ان کی ہلاکت واقع ہوئی تھی وہ تو میں نے آسانی سے ان کے پیٹ میں سے نکال لیا مگر تیر کا اگلا حصہ پیشانی ہی میں پیوست رہا اور اسے میں نہ نکال سکا۔

زید بن رقاد کا انجام

جب ابن کامل اس کے مکان پہنچا بہت سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے یہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لیکر مقابلہ پر آیا ابن کامل نے کہا اسے نیزہ یا تلوار سے ہلاک نہ کرو بلکہ تیر اور پتھر سے اس کا خاتمہ کر دو لوگوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ یہ گر پڑا ابن کامل نے کہا دیکھو اگر اس کے جان ہو تو اسے باہر نکال لاؤ چونکہ ابھی اس میں جان تھی لوگ اسے باہر نکال لائے ابھی وہ زندہ ہی تھا کہ ابن کامل نے اسے آگ لگا کر جلا ڈالا۔

مختار کا سنان بن انس اور دیگر چند افراد کو تلاش کرانا

مختار نے سنان بن انس کو جو حضرت امام حسین کے قتل کا مدعی تھا تلاش کیا مگر معلوم ہوا کہ وہ بصرہ بھاگ گیا

ہے مختار نے اس کا گھر گرا دیا۔

نیز اس نے عبداللہ بن عقبہ الغنوی کو تلاش کیا یہ بھی بھاگ کر جزیرے چلا گیا تھا مختار نے اس کے گھر کو منہدم کر دیا۔ اس شخص نے اہل بیت حسینؓ کے ایک لڑکے کو شہید کیا تھا۔ اسی طرح بنی اسد کے ایک اور شخص حرملہ بن کاہل نے آل حسینؓ میں سے کسی کو قتل کیا تھا۔

مختار نے عبداللہ بن عورۃ الخثعمی کو جو کہا کرتا تھا کہ میں نے آل حسینؓ پر بارہ تیر چلائے مگر وہ سب ضائع گئے تلاش کیا مگر یہ بھی بھاگ کر مصعب کے پاس آ گیا تھا مختار نے اس کے مکان کو بھی گرا دیا۔

عمر بن صبیح کی گرفتاری کا حکم

مختار نے بنی صدا کے ایک شخص عمر بن صبیح کی گرفتاری کا حکم دیا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں نے حسینؓ کے ساتھیوں کو تیر سے زخمی کیا مگر کسی کو قتل نہیں کیا جب سب لوگ سو گئے تب پولیس (شرطہ) اس کی گرفتاری کے لئے اس کے مکان آئی یہ اس وقت اپنی چھت پر بے خبر سو رہا تھا تلوار اس کے سرہانے رکھی تھی پولیس نے اسے پکڑ لیا اور تلوار پر بھی قبضہ کر لیا یہ کہنے لگا اللہ اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کس قدر دور ہو گئی یہ مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔

عمر بن صبیح کی جسارت

اس وقت تو مختار نے اس کو محل میں ہی قید کر دیا اور صبح کو دور بار حاضر کیا جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو یہ شخص بندھا ہوا اس کے سامنے لایا گیا اور نہایت ڈھٹائی سے کہنے لگا اے کافرو فاجر اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ میں اس وقت نکما اور بزدل نہیں ہوں۔ یہ میری عین خوشی ہوتی اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا کیونکہ میں تم کو بدترین خلائق سمجھتا ہوں کاش اس وقت تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی کہ میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا اس کے بعد اس نے ابن کامل کی آنکھ پر طمانچہ مارا ابن کامل ہنسا اور اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور ان پر نیزہ بازی کی ہے اب اس کے بارے میں آپ حکم دیجئے مختار نے کہا نیزے لاؤ نیزے لائے گئے مختار نے حکم دیا کہ نیزوں سے اس کا کام تمام کر دو اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

مختار کے حامیوں پر تیر اندازی

مختار کے حمایتی ابوذرعہ بن مسعود کے بیٹوں کے مکان کے پاس سے گزر رہے تھے انہوں نے مکان پر سے ان کے تیر مارے ان لوگوں نے مکان میں گھس کر ہیاط بن ابی زرعہ الثقفی اور عبدالرحمان بن عثمان بن ابی زرعۃ الثقفی کو قتل کر دیا البتہ عبدالملک بن ابی زرعہ سر پر زخم کھا کر ان کی گرفت سے نکل گیا اور بھاگتا ہوا مختار کے پاس آیا مختار نے اپنی بیوی ام ثابت سمرہ بن جندب کی پوتی سے اس کے سر کو باندھنے کو کہا اور پھر اسے اپنے پاس بلایا اور کہا اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تم نے ان پر تیر اندازی کی اور اس طرح انہیں جوش انتقام آ گیا۔

محمد بن الاشعث بن قیس اشعث کے گاؤں میں جو قادسیہ کے پہلو میں واقع تھا مقیم تھا مختار نے جو شب ساون الکرسی (کرسی سے مراد وہ تابوت جس کا مختار نے جلوس نکالا تھا، اس کی طرف منسوب ہے) کو سو آدمیوں کے

ساتھ اس کی تلاش میں روانہ کیا اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ تو وہ شکار میں ہوگا یا کسی یا خوف کی حالت میں جھگڑ رہا ہوگا یا کسی جگہ چھپا ہوگا اگر ہو سکے تو اسکا سر لے آنا۔

جوشب اس کی جانب روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے اس کے محل کو گھیر لیا مگر یہ اس محاصرے سے پہلے ہی اپنے محل سے نکل کر مصعب بن الزبیر کے پاس چلا گیا تھا۔ جوشب یہی سمجھتا رہا کہ وہ محل میں ہے جب اس کی فوج محل میں داخل ہوئی تو انہیں اس کے نکل جانے کا حال معلوم ہوا یہ مختار کے پاس واپس چلے آئے مختار نے اس کے مکان کو گرادیا۔ اور اسکے چونے اور اینٹ سے حجر بن عدی الکندی کا مکان تعمیر کرایا جسے زیاد بن سمیہ نے گرادیا تھا۔

بصرہ میں مختار کے لئے بیعت کی تحریک

مثنیٰ بن مخربۃ العبدی سلیمان بن صرد کے ساتھ عین الوردہ کی جنگ میں شریک ہوا پھر گروہ توابین میں سے جولوگ بچ کر کوفہ واپس آئے یہ ان کے ہمراہ کوفے آیا اس وقت مختار قید تھا اب یہ کوفے ہی میں رہا جب مختار قید سے آزاد ہوا تو اس نے پوشیدہ طور پر اس کی بیعت کی مختار نے اس سے کہا کہ تم اپنے شہر بصرہ جاؤ اور میرے لئے چپکے چپکے دعوت دو اس نے بصرہ آکر مختار کیلئے تحریک شروع کی اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اور بعض دوسرے لوگوں نے بھی اس کی دعوت قبول کی۔

مثنیٰ بن مخربۃ کا بصرہ میں خروج

جب مختار نے ابن مطیع کو کوفے سے نکال دیا اور عمر بن عبدالرحمان بن الحارث بن شام کو کوفے آنے سے روک دیا تو مثنیٰ بن مخربۃ بصرہ میں خروج کر کے مسجد اعظم آیا اس کی قوم والے اس کے پاس جمع ہو گئے اس نے مختار کیلئے لوگوں کو دعوت دی پھر مسجد سے گنج آیا اور اسی کے قریب اس نے اپنی چھاؤنی قائم کی وہیں انہوں نے سامان خوراک جمع کیا اور قربانی کی۔

عباد کی لشکر کشی

قباع نے اپنے کوتوال عباد بن حصین اور قیس بن الہثیم کو پولیس اور فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا یہ دونوں موالیوں کی گلی سے سنجہ کی مسجد آئے اور وہیں ٹھہر گئے تمام لوگ اپنے اپنے مکانات میں ٹھہرے رہے باہر نہیں نکلے عباد دیکھنے لگا کہ کوئی شخص نظر آئے تو اس سے حال دریافت کرے مگر کوئی نظر نہیں آیا اس پر اس نے کہا کیا یہاں بنی تمیم کا کوئی آدمی نہیں ہے خلیفۃ الاعورنی عدی کے (عدی الرباب) کے آزاد کردہ غلام نے اس سے کہا کہ یہ وزاد بنی عبدشمس کے مولیٰ کا مکان ہے عباد نے کہا اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤ خلیفۃ الاعور نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وزاد نکل آیا، عباد نے اسے گالی دی اور کہا کہ میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اور تو میرے پاس نہیں آیا اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا ، آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں عباد نے کہا ابھی جاؤ ہتھیار سنبھالو اور گھوڑے پر سوار ہو کر آؤ یہ مسلح ہو کر آ گیا اور اب یہ سب وہیں ٹھہرے رہے۔

عباد اور قیس کا لشکر آمنے سامنے

دوسری جانب مثنیٰ کے ساتھی سامنے آئے اور وہ بھی ان کے مقابل آ کر ٹھہر گئے عباد نے وراد سے کہا تم قیس کے ہمراہ کھڑے رہو قیس بن الہیثم اور وراد وہیں ٹھہرے اور خود عباد وہاں سے پلٹ کر قصابوں کے راستے سے ہوتا ہوا کلا آیا، گنج کے چار دروازے تھے ایک بصرہ کے متصل تھا، ایک خلالین کے محلہ کی طرف، ایک مسجد کی طرف اور ایک دوسرے رخ تھا۔

عباد کا اپنے ساتھیوں کو چھتوں پر چڑھانا

عباد اس دروازے پر آیا جو نہر کے قریب کباڑیوں کے محلہ کے متصل واقع تھا یہ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا عباد ٹھیر گیا اس نے سیڑھی منگائی اسے گنج کی دیوار پر نصب کیا تیس آدمی چڑھ گئے عباد نے انہیں چھتوں پر رہنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تکبیر کی آواز سنو تو تم چھتوں پر تکبیر کہنا۔

ان ہدایات کے دینے کے بعد عباد قیس بن الہیثم کے پاس آ گیا اس نے وراد سے کہا دشمن کو چھیڑو، وراد نے ان پر سواروں سے حملہ کیا حریفوں میں جنگ شروع ہوگئی۔

جنگ کا انجام مثنیٰ کی شکست

مثنیٰ کے چالیس آدمی کام آئے اور عباد کے بھی کچھ آدمی مارے گئے جب ان لوگوں نے جو چھتوں پر تھے جنگ کا شور اور تکبیر کی آواز سنی تو انہوں نے بھی تکبیر کہی اسے سنکر گنج میں جتنے آدمی تھے وہ سب بھاگے مثنیٰ اور اس کی فوج نے جب اپنے عقب میں تکبیر کی آواز سنی تو وہ بھاگے، عباد اور قیس بن الہیثم نے ان کے تعاقب سے اپنی فوج کو روک دیا اور پورے گنج پر قبضہ کر لیا مثنیٰ اور اس کے ساتھی بنی عبدالقیس کے پاس چلے آئے۔

عباد اور قیس کی عبدالقیس سے جنگ

عباد اور قیس اپنے ساتھیوں کو لیکر قباع کے پاس چلے آئے قباع نے ان کو اب عبدالقیس کی طرف روانہ کیا قیس توبل کی سمت سے اور عباد مربد کے راستے سے ان کے مقابلہ پر آیا اور جنگ شروع ہوئی۔

زیاد بن عمرو قباع کے پاس آیا جو اس وقت مسجد منبر پر بیٹھا ہوا تھا یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی مسجد میں چلا آیا اور اس نے قباع سے کہا کہ یا تو تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے مقابلہ سے ہٹا لو ورنہ ہم اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

قباع نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبدالرحمٰن المخزومی کو بھیجا تاکہ یہ لوگوں میں صلح کرا دیں یہ دونوں عبدالقیس کے پاس آئے احنف نے بنی بکر النہد اور تمام لوگوں سے سوال کیا کہ کیا تم ابن الزبیر کی بیعت پر قائم نہیں ہو؟ انہوں نے کہا ہم قائم ہیں۔ مگر ہم اپنے اہل برادری کا ساتھ چھوڑ نہیں سکتے۔ احنف نے کہا اچھا تم ان سے علیحدہ ہو جاؤ اس شرط پر انہیں امان دی جاتی ہے کہ وہ اس شہر میں فتنہ وفساد برپا نہ کریں اور یہاں سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔

مثنیٰ کا جنگ سے کنارہ کر لینا

مالک بن المسمع اور زیاد بن عمر اپنے اور سردار حمایتیوں کے ساتھ مثنیٰ کے پاس آئے اس سے اور اس کے دوستوں سے کہا کہ ہم تمہارے مقصد میں شریک رائے نہیں ہیں مگر اس کے ساتھ ہم اسے بھی برا سمجھتے ہیں کہ تم پر سختی کی جائے بہتر یہ ہے کہ چونکہ تمہارے شرکائے عمل کی تعداد تھوڑی ہے تم اپنے امیر کے پاس چلے جاؤ اور تم کو پوری امان حاصل ہے مثنیٰ ان کے مشورہ کو قبول کر لیا اور واپس چلا گیا احنف بھی واپس آ کر کہنے لگا آج کے علاوہ میری رائے نے کبھی غلطی نہیں کی میں ان کے پاس گو گیا مگر میں نے بکر اور ازد کو پس پشت ڈال دیا۔

جنگ کا مختصر انجام

عباد اور قیس بقباع کے پاس آ گئے مثنیٰ اپنے گنے چنے چند آدمیوں کے ساتھ کوفہ میں مختار کے پاس چلا آیا۔

اس جنگ میں سوید بن رباب الشنی اور عقبہ بن عشیرۃ الشنی مارے گئے ایک تمیمی نے ان دونوں کو قتل کیا تھا پھر یہ تمیمی بھی مارا گیا تو عقیبہ بن عشیرہ کا بھائی اس کا خون پی گیا اور کہنے لگا کہ میں اپنے بھائی کا بدلہ لے رہا ہوں۔

مثنیٰ کی امیر مختار سے سرگزشت بیان کرنا اور مختار کی تدبیر

مثنیٰ نے کوفہ جا کر مختار سے اپنی ساری سرگذست بیان کی اور کہا کہ مالک بن سمع اور زیاد بن عمر دمیرے پاس آئے اور میری بصرہ سے روانگی تک ان دونوں نے میری حفاظت کی اس بات سے مختار کے دل میں انہیں ملانے کا لالچ پیدا ہوا اور اس نے ان کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ تم میری دعوت کو قبول کرو اور میری اطاعت کرو دنیا میں جو تم چاہو گے تم کو دیا جائے گا اور جنت کا تمہارے لئے میں ضامن ہوں۔

اس خط کے موصول ہونے کے بعد مالک نے زیاد سے کہا اے ابوالمغیرہ مختار دین و دنیا تم کو دے رہا ہے زیاد نے مذاقاً جواب دیا اے ابو غسان میں تو خالی وعدہ پر لڑتا نہیں بلکہ جو مجھے درہم دے گا اس کے ساتھ لڑوں گا۔

احنف اور اس کے ساتھ کے نام مختار کا خط

مختار نے احنف اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو یہ خط لکھا

> ''السلام علیکم بنی مضر اور ربیعہ کا برا ہو، احنف اپنی قوم کو اس طرح دوزخ کی طرف لے جا رہا ہے کہ وہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھے کذاب کہتے ہو، پہلے انبیاء کو بھی اس طرح جھٹلایا گیا ہے اور میں ان میں سے اکثر سے اچھا نہیں ہوں اس لئے اگر مجھے جھوٹا سمجھا گیا تو کیا ہوا''

شعبی کی ایک شخص سے گفتگو

شعبی کہتا ہے میں بصرہ آیا اور ایک جلسہ میں شریک ہوا جس میں احنف بن قیس بھی تھا حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہاں کے ہو؟ میں نے کہا کوفہ کا رہنے والا ہوں اس نے کہا تم ہمارے مولا ہو میں نے کہا کیسے؟ اس نے کہا ہم نے تم کو مختار کے ساتھیوں سے جو تمہارے غلام ہیں بچا لیا میں نے کہا تم جانتے ہو کہ

ہمارے اور تمہارے متعلق میدان کے شیخ نے کیا کہا ہے احنف نے پوچھا کیا میں نے اس کے یہ اشعار سنائے

''کیا تم اس بات پر فخر کرتے ہو کہ تم نے غلاموں کو قتل کیا ہے اور ایک مرتبہ آل عزل کو شکست دی اگر ایسا ہی ہے تو تم یہ بھی یاد کرو کہ جنگ جمل میں ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا۔

احنف کا شعبی کو مختار کا خط دکھانا

یہ سن کر احنف ناراض ہوا اس نے اپنے غلام کو خط لانے کا حکم دیا غلام ایک خط لایا جس میں مرقوم تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط احنف بن قیس کی جانب لکھا جاتا ہے اما بعد ربیعہ اور مضر ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ احنف اپنے قوم کو اس طرح دوزخ کی جانب لے جا رہا ہے کہ وہاں سے واپسی ممکن نہیں معلوم ہوا ہے کہ تم مجھ کو جھوٹا کہتے ہو پہلے بہت سے انبیا کو جھوٹا کہا گیا ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں''

پھر احنف نے کہا بتاؤ مختار تم میں سے ہے یا ہم میں سے؟۔

متفرقات

مسکین بن عامر بن انیف بن شریح بن عمرو بن عدس بھی مختار سے لڑا تھا جب سب کو شکست ہوئی تو یہ محمد بن عمر بن عطارد کے پاس آذربائیجان چلا گیا۔

مختار کا ابن الزبیرؓ کی مدد کے لئے فوج بھیجنا

اس سال مختار نے ایک فوج مدینہ اس غرض سے روانہ کی کہ یہ دھوکہ سے ابن الزبیر کو قتل کر دے حالانکہ اس نے ابن الزبیر پر یہ ظاہر کیا کہ میں اس فوج کو آپ کی امداد کے لئے بھیج رہا ہوں تاکہ آپ اس کی مدد سے اس فوج کا مقابلہ کریں جو عبدالملک نے آپ کے مقابلہ پر بھیجی ہے اور جو وادی القریٰ میں آ کر قیام پذیر ہوئی تھی۔

موسیٰ بن عامر راوی ہے کہ جب مختار نے ابن مطیع کو کوفہ سے نکال دیا یہ بصرہ آ گیا اس نے شکست کھا کر ابن الزبیر کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اور بصرہ ہی میں قیام پذیر ہو گیا اس کے بعد عمر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بھی بصرہ آ گیا اور اب یہ دونوں بصرہ میں رہنے لگے۔

ابن الزبیرؓ کے نام مختار کا خط

عمر کے بصرہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اسکی حکومت مضبوطی سے قائم ہو گئی تو اب تک شیعہ سمجھتے تھے کہ یہ ابن الحنفیہ کیلئے دعوت دے رہا ہے اور اسکا مقصد اہل بیت کے خون کا بدلہ لینا ہے مگر اب اس نے ابن الزبیر سے چال چلی اور انہیں لکھا میں نے آپ کی خیر خواہی کی اور آپ کے دشمن کے مقابلہ میں جو کوشش کی اسے آپ جانتے ہیں آپ نے خود ہی مجھ سے بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ خیر خواہی میں کامیاب ثابت ہوں میں نے جو عہد کیا تھا وہ پورا کیا مگر آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا اب جو کچھ میں نے کیا ہے اس

سے آپ واقف ہیں اگر آپ پھر میرے ساتھ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔

اس خط کے لکھنے سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اپنے اقتدار کے پوری طرح قائم ہونے تک وہ ابن زبیر کو اپنی مخالفت سے باز رکھے اس کارروائی سے شیعوں کو اس نے آگاہ نہ کیا اور اگر کوئی بات انہیں معلوم بھی ہوئی تو اس نے قطعی انکار کر دیا۔

اس خط کے موصول ہونے کے بعد ابن الزبیر نے چاہا کہ معلوم کریں کہ آیا مختار صلح کرنا چاہتا ہے یا لڑنا چاہتا ہے؟ اس غرض سے انہوں نے عمر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی کو بلا کر حکم دیا کہ تم کوفہ جاؤ ہم نے تم کو کوفہ کا والی مقرر کیا اس نے کہا وہاں تو مختار نے قبضہ کر رکھا ہے ابن الزبیر نے کہا جاؤ وہ ہماری اطاعت و فرماں برداری کا مدعی ہے۔ ابن الزبیر نے عمر کو تیس چالیس ہزار درہم دیئے۔ اور وہ چلا گیا۔

مختار کی چال ابن الزبیر کے ساتھ

مختار نے زائد بن قدامہ کو بلایا اور کہا کہ اپنے ساتھ ستر ہزار لے جاؤ، یہ اس رقم سے دوگنی ہے جو ابن الزبیر نے عمر کو کوفہ آنے کے لئے دی ہے اور صحرا میں عمر سے جا کر ملو اور مسافر بن سعید نمران الناعطی کو پانسو نیزہ باز شہسواروں کے ساتھ جو خود اور زرہ سے مسلح ہوں اپنے ساتھ لے جاؤ اور عمر سے کہو کہ جس قدر روپیہ تم کو دیا گیا ہے یہ اس سے دوگنا موجود ہے ہم نہیں چاہتے کہ تمہارا نقصان ہو۔ اسے لے لو اور واپس چلے جاؤ اگر صرف اتنا کہنے پر واپس چلا جائے تو ٹھیک ورنہ اسے یہ لشکر دکھانا اور کہہ دینا کہ اس کے پیچھے اسی طرح سواروں کے سو دستے اور موجود ہیں۔

زائد بن قدامہ کا رقم وصول کر کے واپس ہو جانا

زائد یہ رقم اور سواروں کو لیکر عمر سے ملنے روانہ ہوا صحرا میں اس سے ملاقات کی اور کہا یہ روپیہ لو اور واپس چلے جاؤ عمر نے کہا مجھے امیر المؤمنین نے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے ان کے حکم کی بجا آوری ضروری ہے زائد نے اسے سواروں کو دکھایا جسے اس نے اپنے ایک جانب کمین گاہ میں متعین کر رکھا تھا اسے دیکھ کر عمر نے کہا کہ اب میں مجبور ہوں میں نے اپنا فرض پورا کیا اب وہ مجھ پر کوئی الزام نہیں رکھ سکتے لائیے وہ روپیہ مجھے دیجئے۔

عمر نے یہ رقم لے کر بصرہ کا رخ کیا اور اب وہ اور ابن مطیع حارث بن عبداللہ ابی ربیعہ کی ولایت میں بصرہ میں جمع ہوئے۔ ابھی تک مثنی بن مخربۃ العبدی نے بصرہ میں وہ فتنہ برپا نہیں کیا تھا جیسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

مختار کو چہار طرف سے گھرنے کا خوف

ابومخنف راوی ہے کہ مختار کو معلوم ہوا کہ شامی عراق کی جانب آ رہے ہیں اس نے ارادہ کیا کہ پہلے ان سے فارغ ہو جانا چاہئے مگر اس کے ساتھ اسے یہ بھی خوف ہوا کہیں شامی مغرب سے مجھ پر آ جائیں اور مصعب بصرہ سے پیشقدمی کریں اس بنا پر اس نے ابن الزبیر سے صلح کی اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وقت ٹال دیا جائے اور پھر ان سے بھی دیکھ لیا جائے گا اس وقت عبدالملک نے عبدالملک بن الحارث بن الحکم بن العاص کو وادی القری میں ابن الزبیر سے مقابلہ کے لئے بھیج دیا تھا اور مختار نے اب ابن الزبیر سے یہ چال چلی کہ صلح کر لی۔

مختار کی ابن الزبیر کو فوج کی پیشکش

مختار نے ابن الزبیر کو یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے آپ سے لڑنے کیلئے ایک فوج بھیجی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی مدد کیلئے امدادی فوج بھیج دوں۔

ابن الزبیر کا مختار کو خط

ابن الزبیر نے اسے لکھا کہ اگر تم میرے مطیع ہو تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ تم میرے پاس فوج بھیجو اور وہاں میرے لئے بیعت لو جب مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے تو میں تمہاری اس بات کو سچ سمجھوں گا اور تمہارے علاقہ پر اپنی فوجیں روانہ نہیں کروں گا جو فوج تم میری امداد کے لئے بھیجنا چاہتے ہو اسے فوراً بھیج دو اور اسے حکم دو کہ وادی القریٰ میں عبدالملک کی بھیجی ہوئی فوج کے مقابلہ پر جا کر لڑے والسلام۔

مختار کی ابن الزبیرؓ کے خلاف چال

مختار نے شرحبیل ابن ورس الہمدانی کو بلایا اور اسے تین ہزار فوج کے ہمراہ جن میں غالب تعداد موالیوں کی تھی اور عرب صرف سات سو تھے مدینہ جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ مدینہ پہنچتے ہی اپنی رسید سے مجھے مطلع کرنا اس کے بعد میں آئندہ کے لئے تم کو ہدایت بھیجوں گا مختار اصل میں یہ چاہتا تھا کہ جب یہ پہنچ جائے تو اس فوج پر کسی اور شخص کو اپنی طرف سے سپہ سالار مقرر کر کے بھیج دے اور شرحبیل کو مکہ جانے کا حکم دے تاکہ یہ وہاں جا کر ابن الزبیر کا محاصرہ کر لے اور لڑے۔

ابن الزبیرؓ کی جوابی تدبیر

شرحبیل کوفہ سے مدینہ روانہ ہوا۔ ابن الزبیر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مختار نے میرے ساتھ کوئی فریب کیا ہے اس لئے انہوں نے عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار فوج کے ساتھ مدینہ بھیجا اور ہدایت کی کہ عربوں کو نفرت دلائے اور اس جماعت کو نظر میں رکھے اگر یہ ان کے مطیع و فرماں بردار ہوں تو خیر ورنہ کسی حیلہ سے ان سب کو تباہ کر دے عراقی بھی آ گئے اور عباس بن سہل رقیم میں ابن الورس سے آ کر ملا۔ ابن ورس نے اپنی فوج کی جنگی ترتیب قائم کر دی تھی میمنہ پر سلیمان بن حمیر الثوری الہمدانی کو متعین کیا تھا اور میسرہ پر عباس بن جعدہ الجدلی کو، اس کا سارا رسالہ ان دونوں بازوؤں میں متعین تھا ابن ورس نے قریب پہنچ کر عباد کو سلام کیا اور خود وہ پیدل فوج کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

ابن الزبیر کے سالار عباس اور مختار کے سالار شرحبیل کا آمنا سامنا

عباس اس طرح ان کے پاس پہنچا کہ اس کے تمام سپاہی علیحدہ علیحدہ چل رہے تھے کوئی نظام ان میں نہ تھا یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ ابن ورس پانی پر پوری جنگی ترتیب کے ساتھ قیام پذیر ہے۔ عباس نے عراقیوں کے قریب پہنچ کر انہیں سلام کیا اور ابن ورس سے کہا کہ تم سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ابن ورس تنہائی میں اس سے ملا۔ عباس نے اس سے پوچھا کہ تم ابن الزبیر کی اطاعت میں نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں میں ہوں۔ عباس نے کہا تو وادی القریٰ میں ان کے دشمن قیام پذیر ہیں تم ہمارے ساتھ ان کے مقابلہ پر

چلو ابن ورس نے کہا مجھے تمہارے احکام بجالانے کی ہدایت نہیں کی گئی۔ عباس نے کہا مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں تم کو اور تمہاری فوج کو وادی القریٰ اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر لے جاؤں۔ ابن ورس نے کہا مجھے تمہارا حکم ماننے کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ میں تمہارے ساتھ وادی القریٰ جاؤں گا البتہ مدینہ پہنچ کر اپنے حاکم حجاز کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دوں گا پھر وہ جو حکم مجھے دیں گے ویسا کروں گا۔

عباس بن سہل نے جب اسکی یہ عاجزانہ گفتگو سنی تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف ہے مگر اس نے مناسب نہ سمجھا کہ ابن ورس اس بات سے آگاہ ہو کہ اس نے اس کے رویہ کو سمجھ لیا ہے اس لئے عباس نے اس سے کہا اچھا تمہیں جو مناسب معلوم ہو وہ کرو میں تو وادی القریٰ جاتا ہوں۔

عباس بن سہل بھی پانی پر آ کر قیام پذیر ہوا اس نے کچھ قیمتی اشیاء جو اس کے ساتھ تھیں تحفۃً ابن ورس کو بھیجدیں نیز آٹا اور کھال اتری ہوئی بکری بھیڑیں ابن ورس اور اس کی فوج کو بھیج دیں۔ وہ فوج بھوکوں مر رہی تھی عباس بن سہل نے ہر دس آدمی کے لئے ایک بکری بھیجی تھی۔ ان لوگوں نے انہیں ذبح کیا اور گوشت کے صاف کرنے میں مصروف ہو گئے اکثر پانی کے کنارے جمع ہو گئے ان میں جنگی ترتیب قائم نہ رہی اور وہ ایک دوسرے سے بے خطر اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

عباس بن سہل کا شرحبیل بن ورس سے مقابلہ اور فتح

عباس نے ان کی اس بے خبری کی حالت کا اندازہ کر کے اپنی فوج میں سے ایک ہزار بہادر منتخب کئے اور انہیں لیکر شرحبیل بن ورس کے خیمہ کی طرف بڑھا۔ ابن ورس نے انہیں اپنی جانب آتا دیکھ کر اپنی فوج کو للکارا مگر ابھی سو آدمی بھی اس کے پاس جمع نہ ہوئے تھے کہ عباس بن سہل اس کے پاس آ گیا اس وقت ابن ورس کہہ رہا تھا اے اللہ کے سپاہیو! میرے پاس آؤ، ظالموں سے جو شیطان ملعون کے پیروکار ہیں لڑو، تم حق اور راہ راست پر ہو اور انہوں نے دھوکہ اور فریب بھی کیا ہے۔

ابو یوسف راوی ہے کہ عباس اشعار پڑھتا ہوا عراقیوں پر ٹوٹ پڑا تھوڑی دیر لڑائی ہونے کے بعد ابن ورس ستر بہادروں کے ساتھ مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد عباس نے ابن ورس کی فوج کو عام امان دیدی اور اس کے لئے امان کا جھنڈا بلند کر دیا۔

تین سو آدمیوں کے علاوہ سلیمان بن حمیر الہمدانی اور عباس بن عمرۃ الجدلی کے ساتھ واپس چلے گئے اور سب کے سب ابن عباس کے پاس چلے آئے عباس نے ان کو قتل کرا دیا البتہ دو سو آدمی اس طرح بچ گئے کہ جن لوگوں کے حوالے قتل کرنے کے لئے ان کو کیا گیا ان میں سے کچھ لوگوں نے انہیں قتل کرنا برا سمجھا اور چھوڑ دیا باقی بچے ہوئے عراق واپس روانہ ہوئے مگر ان میں سے بھی اکثر راستہ ہی میں مر گئے۔

جب مختار کو ان کے حشر کا علم ہوا اور جب کچھ لوگ واپس آئے تو اس نے سب کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ شریر گناہ گاروں نے اچھے پاک بندوں کو قتل کر دیا مگر یہ مقدر ہو چکا تھا اور وہ پورا ہوا۔

ابن الحنفیہ کے نام مختار کا خط

مختار نے حسب ذیل خط صالح بن مسعود الخثعمی کے ہاتھ ابن الحنفیہ کو بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے ایک فوج آپ کے پاس اس غرض سے بھیجی تھی کہ وہ آپ کے دشمنوں کو ذلیل کرے آپ کے لئے ملکوں کو فتح کرے۔ جب یہ لوگ آپ کے پاس آنے کے لئے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بے دین کی ایک فوج ان سے ملی اور باوجود عہد و امان کے انہوں نے دھوکہ سے میری فوج پر اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔ اب اگر آپ مناسب خیال کریں تو میں اہل مدینہ کی جانب ایک زبردست فوج بھیجتا ہوں اور آپ ان کے پاس اپنے سفیر بھی بھیج دیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں اور یہ فوج میں آپ کے حکم سے بھیج رہا ہوں اگر آپ اس غرض کے لئے اپنے سفیر روانہ فرما دیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ بے دین ظالم آل زبیر کے مقابلہ میں آپ کے اور اہل بیت نبی کے حق کو زیادہ سمجھنے والے ہیں اور زیادہ نرمی و خلق سے پیش آنے والے ہیں۔

ابن الحنفیہ کا مختار کو جواب

ابن الحنفیہ نے اسے لکھا:

> تمہارے خط کو میں نے پڑھا اور مجھے معلوم ہوا کہ تم کس قدر میرے حق کو سمجھتے ہو اور میری خوشنودی کے لئے تم کیا کرنا چاہتے ہو۔
>
> نیز یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی کہ جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں گا تمام امورِ سیاسی کی باگ میرے ہی ہاتھ میں ہوگی۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے ہر بات میں جسے تم نے اعلانیہ کیا ہے یا حصہ لیا ہے اللہ کی اطاعت کرو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں لڑائی کا ارادہ کروں تو میرے بہت سے مددگار فوراً میری حمایت کے لئے کھڑے ہوں گے مگر میں سب سے الگ تھلگ ہوں اور چپ بیٹھا ہوں اب جو اللہ کرے کرے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

صالح بن مسعود رخصت ہونے کے لئے ابن الحنفیہ کے پاس آیا انہوں نے اسے رخصت کیا دعا دی۔ اور مختار کے نام خط دیا اور کہا کہ زبانی کہہ دینا کہ اللہ سے ہر وقت ڈرتا رہے اور لڑائی سے بچے۔ صالح بن مسعود نے ان سے کہا کیا آپ نے یہ باتیں اپنے خط میں انہیں نہیں لکھیں؟ ابن الحنفیہ نے کہا میں نے تم کو اللہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس کی اطاعت تمام خوبیوں کی جامع اور تمام برائیوں کو روکنے والی ہے۔

جب مختار کو یہ خط ملا اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ایسی بات کا حکم دیا گیا ہے جس سے نیکی اور خوش حالی حاصل ہوگی اور کفر و فریب دور ہو جائیگا۔

خشبیہ جماعت کا موسم حج میں مکّہ آنا

ابن الحنفیہ کو ابن الزبیر کا قید کرنا

ابن الزبیرؓ نے محمد بن الحنفیہ کو ان کے ساتھیوں اور اہل خاندان اور کوفہ کے سترہ سرداروں کے ساتھ زمزم میں اس وجہ سے قید کر دیا کہ چونکہ تمام امت نے ابن الزبیر کی خلافت پر اجتماع نہیں کیا تھا اس لئے ان لوگوں نے ان

کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور بھاگ کر حرم میں پناہ حاصل کی۔ ابن الزبیر نے یہ دھمکی دی کہ میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں سب کو قتل کر کے جلا دوں گا اس کے لئے انہوں نے ایک مہلت مقرر کر دی کہ وہ اس اثناء میں بیعت کر لیں۔

ابن الحنفیہ کا خط مختار کے نام

ابن الحنفیہ کے ساتھیوں میں سے بعضوں نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ آپ مختار اور کوفیوں کے پاس قاصد بھیجئے تا کہ وہ ہماری حالت اور ابن الزبیر کی اس حرکت سے ان کو آگاہ کرے۔

ابن الحنفیہ نے تین کوفیوں کو مختار کے پاس اس غرض سے روانہ کیا جب باب زمزم کے پہرہ دار سو گئے تو یہ تینوں کوفے روانہ ہوئے ان کے ہاتھ انہوں نے مختار اور اہل کوفہ کے نام ایک خط بھیجا جس میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حالت اور ابن الزبیر کی انہیں قتل کرنے اور جلا ڈالنے کی دھمکی سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ وہ اس موقع پر انہیں اس طرح بے یار و مددگار نہ چھوڑیں جس طرح انہوں نے حسینؓ اور ان کے خاندان کو چھوڑ دیا تھا۔

مختار کا ابن الزبیر کے خلاف جوش ولولہ

یہ قاصد مختار کے پاس آئے اور وہ خط اس کے حوالہ کیا مختار نے دربار عام کے لئے منادی کر دی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو انہیں وہ خط پڑھ کر سنایا اور کہا کہ یہ تمہارے مہدی کا خط ہے جو تمہارے اہل بیت نبی کے قائم مقام ہیں غضب خدا کا انہیں اس طرح چار دیواری میں بند کر دیا گیا ہے جس طرح بھیڑ بکریاں بند کی جاتی ہیں اور یہ اب انتظار کر رہے ہیں کہ رات دن کے کسی وقت میں انہیں قتل کر کے جلا دیا جائے میں ابو اسحاق نہیں اگر میں ان کی پوری مدد نہ کروں اور سواروں کا ایسا سیلاب اس کے مقابلے پر نہ بھیجدوں جو ابن الکاہلیہ کو برباد اور تباہ کر دے۔

مختار کا دستوں کو جنگ کیلئے روانہ کرنا

مختار نے ابوعبداللہ الجدلی کو ستر بہادر اور شہ سواروں کے ہمراہ مکے روانہ کیا۔ ظبیان بن عثمان التمیمی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ، ابوالمعتمر اور ہانی بن قیس کو سو سو آدمیوں کے ساتھ، عمیر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

مختار نے طفیل بن عامر اور محمد بن قیس کے ہاتھ ابن الحنفیہ کو خط لکھا کہ میں نے آپ کے لئے فوجیں روانہ کر دی ہیں اب یہ سب سردار ایک دوسرے کے پیچھے روانہ ہوئے ابوعبداللہ ستر سواروں کے ساتھ ذات عرق پہنچ گیا پھر عمیر بن طارق بھی چالیس شہسواروں کے ساتھ اسکے پاس پہنچ گیا نیز یونس بن عمران بھی چالیس شہسواروں کے ساتھ آ گیا اس طرح اب ان کی تعداد ایک سو پچاس ہو گئی۔

مختار کے سالار ابوعبداللہ کا ابن الحنفیہ کی مدد کیلئے پہنچ جانا

ابوعبداللہ اس جماعت کو لیکر وہاں سے روانہ ہوا اور اب یہ حرم میں داخل ہوئے ان کے ہمراہ خوشی کا سامان بھی تھا اور یہ ہائے قصاص حسین! ہائے قصاص حسین! پکار رہے تھے اسی طرح یہ زمزم پہنچے وہاں ابن الزبیر نے ابن

الحنفیہ وغیرہ کو جلانے کے لئے بہت سی لکڑی جمع کر رکھی تھی اور جو مہلت انہوں نے اس کے لئے مقرر کی تھی اس میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔

ابن الحنفیہ کا حرم کے تقدس کو ملحوظ رکھنا

عراقیوں نے وہاں پہنچتے ہی پہرہ داروں کو بھگا دیا اور زمزم کے گرد لکڑیوں کے ڈھیر کو توڑ دیا اور ابن الحنفیہ کے پاس پہنچ گئے۔ اور ان سے کہا کہ آپ ہمیں دشمن خدا ابن الزبیر سے لڑنے کی اجازت دیجئے ہم ابھی ابھی اس کو ختم کئے دیتے ہیں ابن الحنفیہ نے کہا میں حرم میں لڑنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

ابن الزبیر نے ان عراقیوں سے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابن الحنفیہ اور دوسرے لوگوں سے بیعت لئے بغیر انہیں چھوڑ دوں گا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ابو عبداللہ الجدلی نے کہا ہاں تم کو ایسا کرنا پڑے گا ورنہ بخدا ہم تم سے اس طرح لڑیں گے جس سے باطل پرستوں کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ ابن الزبیر نے کہا یہ کیا کہتا ہے یہ ایک مٹھی بھر جماعت ہے اگر میں اپنی فوج کو حکم دیدوں تو وہ ابھی ابھی ان سب کے سر اتار لے۔ قیس بن مالک نے کہا تمہارا یہ خیال غلط ہے اگر تم نے اس کا ارادہ کیا اس سے پہلے کہ تم ہمارے ساتھ وہ سلوک کرسکو جو تم چاہتے ہو خود تم پر ایک زبردست فوج تم پر چھا جائے گی۔

ابن الحنفیہ نے اپنے حامیوں کو روکا اور فتنہ و فساد برپا کرنے سے انہیں ڈرایا۔

اس کے بعد ابو المعتمر سو سواروں کے ساتھ، ہانی بن قیس سو کے ساتھ اور طبیان بن عمارہ دو سو سواروں کے ساتھ پہنچ گئے، طبیان کے ساتھ کثیر روپیہ بھی تھا انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر ہائے قصاص حسینؓ! ہائے قصاص حسینؓ! کا نعرہ بلند کیا۔ ابن الزبیر انہیں دیکھ کر ڈر گئے۔

محمد بن الحنفیہ مددگاروں کے ساتھ زمزم سے نکل کر شعب علی آئے۔ عراقی ابن الزبیر کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور ان سے لڑنے کی اجازت مانگتے تھے مگر انہوں نے لڑنے کی اجازت نہیں دی۔ اسی گھاٹی میں محمد بن علی کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے انہوں نے وہ روپیہ جو مختار نے بھیجا تھا انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

اس سال عبداللہ بن خازم نے اپنے بیٹے محمد کے قاتلوں کا جو بنی تمیم میں سے تھے محاصرہ کرلیا۔

عبداللہ بن خازم کا بنی تمیم کا محاصرہ کرنا

ابن خازم کے خراسان کی گورنری میں جب بنی تمیم متفرق ہو گئے تو اس کے ستر یا اسی شہسوار محل فرتنا میں آ کر قیام پذیر ہوئے انہوں نے عثمان بن بشیر بن المحتضر المزنی کو اپنا امیر بنایا۔

اس کے ہمراہ شعبہ بن ظہیر النہشلی وردین الفلق العنبری، زہیر بن زویب العدوی، حیان بن مشعلة الضبی، حجاج بن ناشب العدوی اور رقیہ بن الحر بنی تمیم کے دوسرے شہسواروں کے ساتھ موجود تھے۔

زہیر بن زویب العدوی کی دادِ شجاعت

ابن خازم نے ان کا محاصرہ کرلیا اور ایک مضبوط خندق ان کے گرد بنالی یہ محل سے نکل کر اس سے لڑتے اور پھر قلعے میں واپس چلے آتے ایک دن ابن خازم پورے ساز و سامان سے چھ ہزار فوج لیکر اپنی خندق سے لڑنے

نکلا عثمان بن بشیر بن المحتضر نے اپنے دوستوں سے کہا کہ واپس چلے چلو میں گمان نہیں کرتا کہ آج تم اس کا مقابلہ کر سکو گے۔ زہیر بن ذویب العدوی نے کہا میری بیوی پر طلاق ہے اگر میں ابن خازم کی صفوں کو توڑے بغیر واپس ہو جاؤں۔

ان کے پہلو ہی میں ایک ایسی ندی تھی جس میں صرف سردی کے زمانے میں پانی بہتا تھا اور آج کل یہ خشک تھی زہیر اس ندی کے راستے میں ہولیا اور بے خبری میں ابن خازم کی فوج پر حملہ آور ہوا اور اول سے آخر تک ان کی ترتیب درہم برہم کردی اور وہ گھوم گئے اس نے پلٹتے پلٹتے پھر حملہ کیا ابن خازم کی فوج نے اس کا پیچھا کیا اور ندی کے دونوں کناروں سے اسے للکارتے چلے گئے مگر کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ ندی میں آ کر اس پر حملہ کرتا جب وہ اس موقع پہنچا جہاں سے وہ ندی میں اترا تھا تو یہ پھر اس میں سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوا۔ یہ لوگ منتشر ہو گئے اور وہ واپس چلا آیا ابن خازم نے اپنے سپاہیوں سے کہا جب تم زہیر پر نیزہ کا وار کرو تو اپنے نیزوں میں کانٹے لگا لینا اور انہیں اس کی زرہ میں الجھا دینا۔

زہیر ایک دن ان کے مقابلے پر نکلا ابن خازم کے آدمیوں نے اسے گرفتار کرنے کے لئے پہلے ہی سے اپنے نیزے اس کی زرہ میں لٹکا دیئے۔ یہ ان پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹا ان کے ہاتھ لڑکھڑا گئے اور نیزے چھوٹ گئے یہ ان چاروں نیزوں کو اپنی ساتھ لئے ہوئے قلعہ میں چلا آیا۔

ابن خازم نے غزوان بن جزا العدوی کو زہیر کے پاس بھیجا اور کہا کہ زہیر سے کہدو کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو امان دیتا ہوں ایک لاکھ درہم دوں گا اور باسان تمہاری جاگیر میں دیدوں گا بشرطیکہ تم میری دوست بن جاؤ۔ زہیر نے غزوان سے کہا میں کیونکر ایسے لوگوں کا دوست بن سکتا ہوں جنہوں نے اشعث بن زدیب کو قتل کیا ہے غزوان نے یہ بات موسیٰ بن عبداللہ بن خازم سے کہدی۔

جب محاصرہ کو ایک طویل مدت گذر گئی تو محصورین نے ابن خازم سے درخواست کی کہ تم نکل جانے دو ہم خود متفرق ہو جائینگے ابن خازم نے کہا یہ نہیں ہو سکتا مگر اس شرط پر کہ تم سب اپنے کو میرے حوالے کردو یہ لوگ اسکے لئے بھی تیار ہو گئے مگر زہیر نے کہا غضب ہے تم یہ کیا کرتے ہو بخدا! یہ سب کو قتل کردیگا اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو شریف بہادروں کی موت اختیار کرو ہم سب مقابلے پر چلیں یا تو سب مارے جائیں گے یا بعض بچ جائیں گے اور بعض مارے جائینگے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ اگر تم پوری شجاعت بہادری سے ان پر حملہ کرو گے تو وہ تم کو راستہ دینگے اگر تم چاہو تو میں سب کے آگے رہتا ہوں اور اگر چاہو تو سب سے پیچھے رہوں گا۔

مگر دوسرے لوگوں نے اس کی رائے نہ مانی زہیر نے کہا اچھا میں تم کو دکھا دیتا ہوں یہ اور رقیہ بن الحرمعہ اپنے ترکی غلام کے اور شعبہ بن ظہیر کیساتھ دشمن کے سامنے آئے اور اس دلیری سے ان پر حملہ آور ہوئے کہ دشمن کائی کی طرح الگ الگ ہو گئے اور لوگ تو نکل گئے مگر زہیر پھر قلعے میں واپس آ گیا اور ان سے کہا تم نے دیکھا کہ اس حملہ کا کیا نتیجہ ہوا؟ اب تو تم میرا کہنا مانو رقیہ اس کا غلام اور شعبہ نکل گئے محصورین نے کہا ہم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو اس قدر جرات نہیں کر سکتے اور وہ زندگی کے زیادہ شوقین ہیں۔ زہیر نے کہا اللہ تم کو دور کردے تم اپنے دوستوں سے علیحدگی چاہتے ہو بخدا مجھے موت کی کوئی فکر نہیں ہے۔

ابن خازم کی فتح

محصورین نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور سب نے ہتھیار رکھ دیئے۔

ابن خازم نے سب کو بیڑیاں ڈلوا دیں۔ اور فرداً فرداً اس کے سامنے پیش کیئے گئے اس کی خواہش تھی کہ ان کو چھوڑ دے مگر اس کے بیٹے موسیٰ بن خازم نے کہا کہ اگر آپ ان کو چھوڑیں گے تو میں خودکشی کر لوں گا۔ ابن خازم نے بیٹے کو کہا کہ تم مجھے غلط مشورہ دے رہے ہو مگر پھر اس نے تین کے سوا سب کو قتل کر دیا، ان میں حجاج بن ناشب العدوی بھی تھا جس نے محاصرہ کے دوران ابن خازم کو تیر مار کر اس کا دانت توڑ دیا تھا۔

ابن خازم نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس پر میرا قابو ہوا تو اسے یا تو ضرور قتل کر دوں گا یا اس کے ہاتھ کٹوا دوں گا یہ بالکل نوجوان تھا اس وجہ سے بنی تمیم کے کئی ایسے افراد جو عمرو بن حنظلہ سے علیحدہ رہے تھے اور اس کی کاروائی میں شریک نہ تھے۔ ابن خازم سے اس کی سفارش کی ان میں سے ایک نے کہا یہ میرا چچازاد بھائی ہے یہ بالکل نوعمر ہے آپ اسے میری خاطر معاف کر دیجئے ابن خازم نے اسے چھوڑ دیا اور کہا کہ بھاگ جاؤ اب میں تجھے نہ دیکھ پاؤں اس قتل عام سے جیہاں بن مشجعۃ الضبی بھی بچ گیا یہ وہ شخص ہے کہ جس روز ابن خازم کا بیٹا محمد مارا گیا تو اس نے اسے بچانے کے لئے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تھا۔ ابن خازم نے کہا اس خچر کو چھوڑ دو تیز بنی سعد کا ایک شخص بھی بچ گیا جس روز اس کا ابن خازم سے مقابلہ ہوا تھا اس نے کہا تھا کہ شہسوارو! مضر کے مقابلے سے واپس چلو۔

زہیر بن ذویب کی ابن خازم سے ملاقات اور اسکے قتل کا بیان

اب لوگ زہیر بن ذویب کو ابن خازم کے سامنے لائے پہلے ان لوگوں نے چاہا تھا کہ کسی سواری پر اسے سوار کریں مگر اس نے انکار کیا حالانکہ بیڑیاں پہنے ہوئے تھا۔ یہ اسی طرح جھنکارتا ہوا ابن خازم کے سامنے آ کر بیٹھ گیا ابن خازم نے اسے کہا اگر میں تم کو رہا کر دوں اور مقام تمہاری جاگیر میں دیدوں تو تم میرا کس قدر احسان مانو گے اس نے کہا اگر آپ میری صرف جان ہی بخشدیں تو بھی میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ اس کے بیٹے موسیٰ نے کہا آپ کیا غضب کرتے ہیں بجو کو قتل کرتے ہیں اور بھیڑیے کو چھوڑ دیتے ہیں شیرنی کو قتل کرتے ہیں اور شیر کو آزادی دیتے ہیں ابن خازم نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم زہیر جیسے بہادر کو قتل کر دیں، پھر مسلمانوں کے دشمنوں سے کون لڑیگا اور پھر کون غریب عورتوں کی حفاظت کریگا۔

موسیٰ نے اپنے باپ سے کہا بخدا! اگر آپ بھی میرے بھائی کے قتل میں شریک ہوتے تو میں آپ کو بھی قتل کر دیتا۔ اس پر بنی سلیم کے ایک شخص نے ابن خازم سے کہا میں زہیر کے بارے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اسے قتل نہ کریں۔ موسیٰ نے کہا ہاں اب تم اسے اپنی بیٹیوں کے لئے سانڈ بنا کر رکھ لو ابن خازم کو غصہ آ گیا اور اس نے زہیر کے قتل کا حکم دیدیا۔

زہیر کی موت کے سامنے دلیری

زہیر نے اس سے کہا میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ ابن خازم نے پوچھا کیا اس نے کہا آپ مجھے اور لوگوں سے علیحدہ قتل کریں اور میرے خون کو ان کمینوں کے خون سے نہ ملائیں میں نے ان کو تھیہ

رکھنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ تلواریں نکال کر تم پر ٹوٹ پڑیں اور عزت کی موت مر جائیں۔ بخدا اگر یہ لوگ میرے مشورے پر عمل کرتے تو پھر نہ تمہارے بیٹے کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ آتا اور نہ اسے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کا ہی خیال آتا مگر انہوں نے میری رائے نہ مانی اگر یہ میرے مشوروں پر عمل کرتے تو ان میں سے کوئی شخص بغیر تمہارے کئی آدمیوں کے قتل کئے قتل نہ ہوتا۔ ابن خازم نے اس کے قتل کا حکم دیدیا اور ایک جانب لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

مسلمہ بن محارب راوی ہے کہ جب احنف بن قیس ان لوگوں کو یاد کرتا تو کہا کرتا تھا اللہ ابن خازم کا برا کرے اس نے اپنے ایک بے وقوف بزدل نوعمر لڑکے کے بدلے میں بنی تمیم کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اگر ایک آدمی کو قتل کر دیتا تو بدلہ پورا ہو جاتا۔

بنو عدی کہتے ہیں کہ جب ابن خازم کے حمایتیوں نے زہیر کو سوار کرنا چاہا تو اس نے انکار کیا اور نیزے پر پورا زور ڈال کر اپنے دونوں پیروں پر جم کر خندق میں کود گیا۔

متفرقات

حریش بن بلال کو جب ان کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے ان کا مرثیہ لکھا اس موقع پر زہیر بن زویب عثمان بن بشیر بن المحتفز الازنی، ورد بن فلق العنبری اور سلیمان بن المحتفز بشر کا بھائی سب کے سب مارے گئے۔

اس سال ابن الزبیر کی امارت میں حج ہوا۔ مصعب بن الزبیر اپنے بھائی کی جانب سے مدینے اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بصرے کا والی تھا ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے کوفے پر مختار کا قبضہ تھا اور عبداللہ بن خازم خراسان میں تھا۔

اس سال ابراہیم بن الاشتر عبیداللہ بن زیاد سے لڑنے اس وقت روانہ ہوا جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی آٹھ راتیں باقی تھیں۔

عبیداللہ بن زیاد کے مقابلے کیلئے ابراہیم بن الاشتر کی روانگی

اہل سبیع اور اہل کناسہ سے فارغ ہونے کے بعد ابراہیم صرف دو دن کوفے میں مقیم رہا اس کے بعد ہی مختار نے اہل شام کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔

۶۶ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی آٹھ راتیں باقی کہ ابراہیم ہفتہ کے دن اہل شام کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ مختار نے اسکے ساتھ کئی جنگ میں آزمائے ہوئے تجربہ کار اور بہادر و ہوشیار سرداروں کو روانہ کیا اس کے ساتھ قیس بن طہفۃ الہدی اہل مدینہ کے دستے کے ساتھ، عبداللہ بن حیۃ الاسدی مذحج اور اسد کے دستے کے ساتھ، اسود بن جراد الکندی کندہ اور ربیعہ کے دستہ کے ساتھ، حبیب بن منقذ الشوری الہمدانی تمیم اور ہمدان کے دستہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

کرسی کے تعزیہ کا جلوس

خود مختار اسے رخصت کرنے کے لئے کوفے سے دیر عبدالرحمن ابن ام الحکم تک آیا۔ یہاں مختار کے حمایتی ایک کرسی کو ایک سفید خچر پر رکھے ہوئے ایک جلوس کی شکل میں اس کے سامنے آئے اس کرسی کو انہوں نے پل پر ٹھہرا

دیا۔ اس کرسی کے جلوس کا منتظم جوشب البرسمی تھا اور وہ کہتا جاتا تھا: اے خداوندا! تو ہمیں اپنی اطاعت کے لئے ہماری عمروں کو دراز کر، ہمیں دشمن کے خلاف مدد دے۔ ہمیں یاد رکھ، اور نہ بھول اور ہمیں اپنے رحمت کے پردے سے ڈھانپ لے۔ اس کے اور ساتھی آمین آمین کہتے جاتے تھے۔

جب مختار اور ابراہیم اس جماعت کے پاس پہنچے تو پل پر ان کا اجتماع زیادہ ہوگیا۔ یہ دونوں راس الجالوت کے پلوں کی طرف جو دیر عبدالرحمٰن کے پہلو میں واقع تھا چلے گئے۔ مگر یہاں بھی وہ کرسی والے آگئے اور اللہ سے امداد طلب کرتے رہے۔

مختار کی ابن الاشتر کو جنگی نصیحت

مختار کوفہ واپس آنے کے ارادے سے دیر عبدالرحمٰن کے پل اور راس الجالوت کے پلوں کے درمیان پہنچ کر ٹھہر گیا۔ ابن الاشتر سے کہا میری یہ تین نصیحتیں غور سے سن لو اور انہیں یاد رکھو ایک یہ کہ اللہ سے اپنے اعلانیہ اور خفیہ ہر کام میں ڈرتے رہو، تیزی سے سفر طے کرو، جس وقت دشمن سے تمہارا سامنا ہو فوراً اس سے جنگ کرنا۔ اگر رات کو دشمن کے پاس پہنچو تو صبح ہونے سے پہلے ہی اس سے جنگ میں مصروف ہو جانا اگر دن میں پہنچو تو رات کا انتظار کئے بغیر اسی وقت دشمن سے لڑ لینا اس کے بعد مختار نے کہا تم نے میری ہدایتوں کو یاد کر لیا۔

ابراہیم نے کہا جی ہاں مختار نے کہا خدا تمہارے ساتھ ہو اس کے بعد مختار واپس آ گیا ابراہیم کا فوجی مقام اسی جگہ تھا جہاں حمام اعین واقع ہے اور یہیں سے وہ شامیوں کے مقابلے پر اپنی فوج کو لے گیا۔

مختار کے ساتھی ابن الاشتر کی کرسی والوں کے متعلق رائے

مختار کی واپسی کے بعد ابراہیم اپنے ساتھی سرداروں کے ہمراہ روانہ ہوا جب کرسی والوں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ اس کے چاروں طرف جمع ہیں اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے دشمنوں کے خلاف مدد مانگ رہے ہیں ابراہیم نے ان کی حالت کو دیکھ کر کہا اے اللہ تو ان جاہل احمقوں کی حرکت کا ہمیں ذمہ دار قرار نہ دینا بخدا انہوں نے تو بالکل بنی اسرائیل کی نقل اتاری ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل بچھڑے کے گرد جمع ہو گئے تھے یہ کرسی کے گرد جمع ہوئے ہیں۔

جب ابراہیم اور اس کی فوج پل سے گذر گئی تو یہ کرسی والے واپس چلے آئے۔

کرسی کا واقعہ

طفیل بن جعدۃ بن ہبیرہ راوی ہے کہ ایک مرتبہ میں بالکل مفلس ہو گیا تھا اور بہت ہی تنگدست تھا کہ ایک دن میں نے اپنے پڑوسی تیلی کے پاس ایک ایسی کرسی دیکھی جس پر اس قدر تیل جم گیا تھا کہ لکڑی نظر نہ آتی تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا چلو اس کے متعلق مختار سے بات کریں۔ میں نے وہ کرسی تیلی کے یہاں سے منگوالی اور مختار سے آ کر کہا میں ایک بات آپ سے کہنا تو نہیں چاہتا تھا مگر پھر مناسب یہی سمجھا کہ بیان کر دوں مختار نے کہا کیا ہے میں نے کہا جس کرسی پر جعدہ بن ہبیرہ بیٹھا کرتا تھا وہ موجود ہے اس کے متعلق خیال ہے کہ اس میں ایک خاص اثر اور کرامت ہے مختار نے کہا سبحان اللہ تم نے آج تک یہ بات بیان نہیں کی تھی۔

اسے ابھی منگواؤ اسے جب دھویا گیا تو بہت عمدہ لکڑی نمایاں ہوئی اور چونکہ اس نے خوب زیتون کا تیل پی

تھا اس لیے وہ چمک رہی تھی یہ کپڑے سے ڈھانپ کر مختار کے پاس لائی گئی مختار نے مجھے بارہ ہزار درہم دلائے پھر سب لوگوں سے کہا کہ نماز میں شرکت کریں۔

سعید بن خالد الجدلی بیان کرتا ہے کہ مختار میرے اسماعیل بن طلحہ بن عبداللہ اور اخبث بن ربعی کے ساتھ مسجد آیا تمام لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہو رہے تھے۔

مختار نے اپنی تقریر میں کہا کہ پہلی قوموں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی ہے جو ہماری قوم میں موجود نہ ہو۔ بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت تھا جس میں آل موسیٰ وآل ہارون کا بقیہ موجود تھا اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک چیز موجود ہے۔

شبث بن ربعی کی حق گوئی

مختار نے کرسی لانے والوں کو حکم دیا کہ اسے کھولا جائے کپڑے کا غلاف ہٹایا گیا اس پر سبائیہ فرقے والے کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہیں۔ شبث بن ربعی نے کھڑے ہو کر کہا اے معشر مضر! کافر نہ ہو جاؤ لوگوں نے اسے دھکے دے دے کر مسجد سے نکالدیا۔

شیعوں کے تعزیہ کی ابتداء بدعت

الحق کہتا ہے کہ مجھے اس گڑبڑ سے یہ یقین ہوا کہ یہ ضرور شبث ہی ہوگا اس کے کچھ زمانے کے بعد ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ عبیداللہ بن زیاد شامیوں کے ساتھ باجمیر پہنچ گیا ہے۔ شیعوں نے ایک خچر پر اسی کرسی کا جلوس نکالا اس پر غلاف پڑا ہوا تھا سات آدمی داہنی جانب سے اور سات بائیں جانب سے روکے ہوئے تھے چونکہ اس جنگ میں اہل شام اس بری طرح قتل کیے گئے تھے کہ اس سے پہلے انہیں کبھی ایسا دن دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا اس وجہ سے اس کرسی پر ان کا اعتقاد اور بھی جم گیا تھا اور اس میں ان کی افراط کفر صریح حد تک پہنچ گئی۔ میں اپنے کئے پر بہت نادم ہوا کہ میں نے یہ کیا فتنہ پیدا کیا۔ پھر لوگوں کی باتوں کی وجہ سے یہ کرسی کہیں چھپا دی گئی اور اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔

اعشی ہمدانی نے اس کرسی کا قصہ اپنے چند شعروں میں بیان کیا ہے اس کرسی کے متعلق ابومخنف نے اپنے شیوخ سے اس مذکورہ بالا بیان کے علاوہ حسب ذیل قصہ بیان کیا ہے۔

کرسی کا دوسرا قصہ

مختار نے جعدہ بن ہبیرہ ابی وہب المخزومی کی اولاد سے جس کی ماں ام ہانی رضی اللہ عنہا ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں کہا کہ مجھے علیؓ بن ابی طالب کی کرسی لا دو انہوں نے کہا نہ وہ ہمارے پاس ہے اور نہ ہم جانتے ہیں کہ کہاں سے لائیں مختار نے کہا احمق نہ بن جاؤ اور مجھے لا دو۔

اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ جس کرسی کو لا کر دیدیں گے مختار اسے قبول کرے گا۔

چنانچہ یہ لوگ ایک کرسی مختار کے پاس لائے اور کہا کہ یہی حضرت علیؓ کی کرسی ہے مختار نے اسے قبول کر لیا اب بنی شبام بنی شاکر اور مختار کے اور سرداروں نے اس کرسی کو ریشم اور دیباج لپیٹ کر اس کا جلوس نکالا۔

موسیٰ بن عامر ابوالشعر الجہنی بیان کرتا ہے کہ جب اس کرسی کی اطلاع ابن الزبیر کو ہوئی تو کہنے لگے کہ بنی ازد کے کپڑے کیوں اس کرسی کے ساتھ نہ ہوئے۔

جب یہ کرسی نکالی گئی تو سب سے پہلے موسیٰ ابن ابوموسیٰ الاشعری اس کا محافظ اور متولی بنا اس کا یہ حال تھا کہ صبح کو سب سے پہلے ہی مختار کے پاس آتا تھا اور مختار اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا کیونکہ اس کی ماں ام کلثوم بنت الفضل بن العباس بن عبدالمطلب تھی اس کے بعد جب اس معاملے میں اس پر ملامت کی گئی تو اس نے وہ کرسی جوشب البرسمی کے حوالے کر دی اور پھر یہی مختار کی ہلاکت تک اس کرسی کا متولی یا مالک رہا۔

أعشی کے باپ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابوامامہ تھی اور جوشب کی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا کہتا تھا کہ آج ہمارے لئے آخری حتمی وحی رکھی گئی ہے جسے کسی نے آج تک نہیں سنا تھا اور یہ ہر واقع ہونے والی بات کی خبر دیتی ہے۔ موسیٰ بن عامر کہتا ہے کہ اس قسم کی باتیں عبداللہ بن نوف بنایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مختار نے مجھے اس کا حکم دیا تھا حالانکہ اپنے آپ کو اس سے بے تعلق ظاہر کرتا تھا۔

تاریخ طبری اردو

جلد چہارم

حصّہ دوم

۶۷ ہجری کے واقعات کا بیان

ابراہیم بن الاشتر کا مقابلہ عبداللہ بن زیاد کے ساتھ اور عبداللہ کا قتل

اس سال میں عبیداللہ بن زیاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل کئے گئے اس واقعے کی تفصیل یہ ہے

ابی سعید الصیقل کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم بن الاشتر کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ہمراہی شامیوں کا رخ کیا۔ اس لئے ہم تیزی کے ساتھ اپنے مقصود کی طرف سیدھے چلے جا رہے تھے۔ ہم اس سے پہلے کہ عبیداللہ بن زیاد سرزمین عراق میں داخل ہوا سے پکڑ لیں۔ ہم عراق کی سرحد میں اس سے بہت پہلے پہنچ گئے اور ملاقہ موصل میں داخل ہوئے۔ ہم نے اپنی رفتار اور بھی تیز کردی۔ اور دریائے خازر یز جو مقام بار بشیا کے پہلو میں واقع ہے اسے پکڑ لیا اس جگہ اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ ابن اشتر نے اپنی فوج کے مقدمۃ الجیش پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا تھا۔ یہ شخص اس کا ہم قبیلہ بہادر اور شجاعت تھا۔ جب یہ ابن زیادہ کے قریب پہنچ گیا تو ابن الاشتر نے حمید بن حریث کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

اس وقت ابن الاشتر بغیر پورے ساز و سامان کے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ اس نے اپنے تمام سوار اور پیدل کو اپنے قریب ایک مجمع میں رکھ کر کوچ کرنا شروع کیا اور سوائے اس کے کہ طفیل بن لقیط کو نگرانی کے لئے روانہ کیا اپنی جماعت کو علیحدہ علیحدہ ہونے نہ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے آ کر مورچے باندھے۔

دوسری جانب سے عبیداللہ بن زیاد بھی آ پہنچا۔ اور ان کے قریب ہی خازد کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ عمر بن الجبار السلمی نے ابن الاشتر کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آج رات تم سے ملوں۔ ابن الاشتر نے جواب دیا کہ جب چاہیں آپ مجھ سے مل لیں۔ اس وقت پورا قبیلہ بنی قیس ملک جزیرہ میں موجود تھا۔ اور یہ لوگ مروان اور اس کے خاندان کے مخالف تھے۔ مروان کی فوج بنی کلب پر مشتمل تھی اور ابن بحدل اس کا سردار تھا۔

عمیر بن السلمی کی ابن الاشتر کے ساتھ ملاقات

عمیر رات کو ابن الاشتر کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ میں اپنے سردار کے میسرے پر ہوں اور یہ بھی وعدہ کیا کہ میں اپنی فوج کے ساتھ شکست کھا جاؤں۔ ابن الاشتر نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا

رائے ہے۔ آیا میں اپنے گرد اگرد خندق کھودلوں اور دو یا تین روز تک جنگ کو ٹالتا رہوں گا۔

عمیر نے کہا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ تمہاری مخالف جماعت یہی تو چاہتی ہے کہ وہ جنگ کو طول دے کیونکہ یہ بات ان کے لئے مفید ہے۔ وہ تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور جنگ کے طول دینے میں تھوڑی فوج اپنے سے زائد فوج کے مقابلے میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اپنے مدمقابل سے فوراً فیصلہ کرلو۔ اس لئے کہ تمہاری طرف سے ان کے دلوں میں رعب بیٹھا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ تم فوراً ان پر حملہ کردو۔ اور اگر تمہاری فوج سے ان کی لڑائی اور مسلسل کئی روز تک وہ لڑتے رہے تو تمہاری فوج کو رعب ان کے دل سے جاتا رہے گا۔ انہیں معلوم ہو جائے گا تم کہ تم کتنے پانی میں ہو وہ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔

ابراہیم نے جواب دیا کہ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے مخلص دوست ہو۔ اور تمہاری رائے بھی ٹھیک ہے۔ میرے رئیس نے بھی مجھے یہی ہدایت کی تھی۔ اس پر عمیر نے کہا کہ بس مناسب یہ ہے کہ تم بوڑھے تجربہ کار کی رائے سے متجاوز نہ کرو کیونکہ مصائب جنگ کا جس قدر سے تجربہ اسے ہے ہمیں تمہیں نہیں۔ صبح ہوتے ہی کارروائی شروع کردو۔ اور اپنے مقابل پر حملہ کردو۔

ابن الاشتر کا لشکر کو ترتیب دینا

عمیر واپس چلا گیا۔ ابن الاشتر نے اس تمام رات میں اپنے محافظ دستے کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ اور اس کی آنکھ تک بند نہ ہوئی۔ جب صبح کاذب نمودار ہوئی اور روشنی پھیلی اس نے اپنے ساتھیوں کو مسلح کیا۔ اپنی فوج کے دستوں کو قاعدہ سے تقسیم کیا اور اپنے ماتحت سرداروں کو احکام دیئے۔ سفیان بن یزید بن مغفل الازدی کو اپنے میمنہ پر علی بن مالک الجشمی ابوالاحوص کے بھائی کو میسرہ پر اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو جو ابن الاشتر کا سگا بھائی تھا سواروں پر سردار مقرر کیا۔

چونکہ سواروں کی تعداد تھوڑی تھی اس لے ابراہیم نے انہیں اپنے قریب رکھا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے فوج کے حصہ میمنہ اور قلب میں مقرر تھے۔ اسی طرح اس نے اپنی پیدل فوج پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا۔ مزاحم بن مالک ابن الاشتر کے جھنڈا اٹھانے والے تھے۔

اب صبح ہوگئی۔ ابراہیم نے صبح طلوع ہوتے وقت اپنی فوج کو صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد میدان جنگ میں سب کو لے کر چلا۔ صف بندی کی فوج نے مختلف حصوں کے حدود کو اپنی اپنی جگہ مقرر کردیا۔ میمنے کا سردار میمنے پر میسرہ کا سردار میسرہ پر۔ اور پیدل فوج پیدل فوج پر مقرر کردیا گیا۔ سواروں کو اپنے قریب رکھا جس کا سردار عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابراہیم کا ماں شریک بھائی تھا۔ اور اس طرح سوار تمام فوج کے درمیان تھا۔

ابراہیم میدان جنگ میں پیدل ہوگیا اور اپنے ہمراہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ فوج نے اس کے ساتھ اطمینان سے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جہاں سے وہ دشمن کو اچھی طرح سے دیکھ سکتا تھا اس لئے وہ اس پر بیٹھ گیا جب اس نے دیکھا کہ مقابل فوج میں سے کسی شخص نے حرکت تک نہیں کی تو عبداللہ بن زہیر السلولی کو جو اپنے ایک بیمار گھوڑے پر سوار تھا حکم دیا کہ تم فوراً دشمن کی فوج میں جاؤ اور ان کی حالت سے اطلاع دو۔ عبداللہ اس حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہوا اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ واپس آ گیا اور کہا کہ

ہمارے دشمنوں پر ہماری طرف سے خوف و دہشت طاری ہے۔

ابراہیم بن الاشتر کا دشمن کی فوج میں جاسوس بھیجنا

ان میں سے ایک شخص مجھ سے ملا اور اس بے غیرتی سے مجھے یا شعیۃ ابی تراب اور یا شیعۃ المختار الکذاب کے لقب سے پکارا۔

میں نے اس سے کہا کہ اب ہمارے درمیان جو معاملہ درپیش ہے وہ گالی گلوچ سے بہت زیادہ اہم ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو مجھے کس طرف بلا رہا ہے حالانکہ تم بغیر امام کے لڑنے آئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم حسین ابن رسول کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جنگ کرنے آئے ہیں۔ عبیداللہ ابن زیاد کو ہمارے حوالے کر دو کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے فرزند کو جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں قتل کیا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ حسینؓ کے ساتھ جو بعض آزاد غلام ہوئے ہیں ان کے خون کے بدلے میں اسے قتل کر ڈالیں کیونکہ اس قابل تو ہم اسے سمجھتے نہیں کہ اسے حسین کا بدل سمجھیں اور ان کے خون کے عوض اسے قتل کر ڈالیں۔ جب تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے اور ہم اسے اپنے کسی غلام کے عوض جسے اس نے قتل کیا ہو قتل کر ڈالیں گے تو ہم اپنے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ کو حاکم بنائیں گے یا مسلمانوں میں سے کسی اور قابل اور اس کام کے اہل کو جسے تم کہو گے حاکم بنائیں گے۔

اس پر اسنے جواب دیا کہ اس حاکم مقرر کرنے کے معاملے میں ہم تمہارا ایک مرتبہ سے زیادہ تجربہ کر چکے ہیں۔ مگر تم نے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کب اور کیسے اس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان حاکم فیصلے کے لئے مقرر کئے گئے تھے مگر تم نے ان کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ میں نے پھر جواب دیا کہ یہ تمہارا بیان بلا دلیل ہے۔ ہم نے اس امر پر آمادگی ظاہر کی تھی کہ اگر وہ دونوں بالاتفاق کسی ایک شخص کو امیر منتخب کریں گے تو ہم اس کی تابعداری کریں گے۔ اس پر اظہار اطمینان کریں گے۔ اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ مگر کیا کیا جائے کہ ان دونوں نے ایک شخص پر اتفاق نہیں کیا اور اختلاف رائے ہوا۔ خدا نے اس دونوں کو نہ توفیق خیر عطا فرمائی نہ سچائی بخشی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کون ہو میں نے اسے بتا دیا میں کون ہوں پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اس پر اس نے خچر کو جسے وہ ہانک رہا تھا جھڑکی دی کہ چل۔ میں نے کہا اس معاملے میں تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہ تمہاری پہلی بے ایمانی ہے۔

ابراہیم کا اپنی فوج سے خطاب اور جوش دلانا۔

ابراہیم نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو کر جس قدر نشان اٹھائے ہوئے سردار تھے سب کے پاس پہنچا۔ جب بھی کسی ایک جھنڈے کے پاس پہنچتا تو ٹھہر جاتا اور حسب ذیل الفاظ کہتا۔

اے دین کے مددگارو! اے حق و صداقت کے ساتھیو اور اے اللہ کے سپاہیو! یہ عبیداللہ بن مرجانہ حضرت

حسینؓ ابن علی اور ابن فاطمہ بن رسول اللہ کا قاتل ہے۔ جو حسین اور ان کی صاحبزادیوں عورتوں اور ان کے شیعوں کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور ان کے پاس مدد کو آنے نہیں دیا۔ باوجودیکہ دریائے فرات انہیں نظر آ رہا تھا مگر اس نے پانی تک حسین اور ان کے ہمراہیوں پر بند کر دیا وہ اپنے چچازاد بھائی کے پاس صلح کرنے کی غرض سے جانا چاہتے تھے مگر اس نے اس بات سے بھی روک دیا وہ اپنے وطن اور اہل وعیال کی طرف واپس جانا چاہتے تھے مگر اس نے اس سے بھی آپ کو روک دیا اور آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو شہید کر ڈالا۔

خدا کی قسم فرعون نے بنی اسرائیل کے معزز لوگوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی نہیں کی جیسی کہ ابن مرجانہ نے اہل بیت رسول اللہ سے کی ہے جو بالکل پاک اور بے گناہ تھے۔ اب اللہ تمہیں اور اسے ایک دوسرے کے مقابلے میں لے آیا ہے پس خدا کی قسم میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور اسے اس میدان میں اسی لئے جمع کیا ہے کہ تمہارے کلیجے اس کے خون بہنے سے ٹھنڈے ہوں کیونکہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے نبی کریم کے اہل بیت کی حمایت میں جہاد کے لئے نکلے ہو۔

ابراہیم کی فوج کا عبیداللہ بن زیاد کی فوج پر حملے کا آغاز کرنا

ابراہیم نے اسی طرح میمنہ اور میسرہ اور تمام فوج کا چکر لگایا اور لوگوں کو جہاد اور مارنے مرنے پر ترغیب دی پھر واپس آ کر اپنے جھنڈے کے نیچے گھوڑے سے اتر پڑا۔

اب فوج ابن زیاد کی طرف بڑھی۔ ابن زیاد نے اپنے میمنے پر حصین بن نمیر الکونی کو میسرہ پر عمیر بن الحباب السلمی اور سواروں پر شرحبیل بن ذی الاکلاح کو سردار مقرر کیا تھا اور خود پیدل فوج میں پیدل چل رہا تھا۔ دونوں صفیں ایک دوسرے کے مقابل آ گئیں۔ حصین بن نمیر نے اہل شام کے میمنے کو لے کر اہل کوفہ کے میسرے پر حملہ کر دیا۔ اہل کوفہ کے میسرے پر علی بن مالک الجشمی سردار تھا جو خود نہایت ثابت قدمی سے لڑا اور مارا گیا۔

اس کے بعد فوج کے جھنڈے کو قرۃ بن علی نے لے لیا مگر وہ بھی اور بہت سے غیرت مند بہادروں کے ساتھ مارا گیا اور اہل کوفہ کا میسرہ شکست کھا کر پیچھے ہٹا۔ علی بن مالک کے جھنڈے کو عبداللہ بن ورقاء بن جنادۃ السلولی نے جو حبشی بن جنادہ رسول اللہ کے صحابی کو بھتیجے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اور جب یہ فوج بھاگی تو اس کے سامنے آئے اور کہا کہ اے اللہ کے سپاہیوں میری طرف آؤ فوج کی ایک کثیر تعداد اور ان کی طرف چلی۔ اور انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا سردار خود لڑ رہا ہے۔ آؤ میسرہ ساتھ اسکی طرف چلو۔ چنانچہ یہ سب کے سب اس طرف چلے اور وہاں جا کر دیکھا کہ ابراہیم ننگے سر پکار رہا ہے کہ اے اللہ کے سپاہیو میں ابن الاشتر ہوں تمہارے لئے بھاگنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو وہ شخص قابل الزام نہیں جس نے اپنے اوپر سے الزام ہٹا دیا۔ اس کے ساتھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

ابراہیم نے اپنے میمنے کے سردار کو حکم بھیجا کہ تم دشمن کے میسرے پر حملہ کرو کیونکہ اسے یقین تھا کہ عمیر بن الحباب حسب وعدہ شکست کھا جائیگا۔ پس سفیان بن یزید بن المغفل میمنے کے سردار نے عمیر پر حملہ کیا مگر عمیر اپنی جگہ جما رہا اور نہایت سخت جنگ کی ابراہیم نے لڑائی کی۔ یہ حالت دیکھ کر اپنی فوج کو دشمن کے بڑے مجمع پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور اپنی فوج سے کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم نے اس حصہ فوج سے دم دبا کر بھاگ جائیں گے۔ جس طرح کوئی پرندتم

سے خوف زدہ ہو کر اڑ جاتا ہے۔

ابن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم دشمنوں کی جانب بڑھے اور جب ان سے بالکل قریب ہو گئے تو تھوڑی دیر نیزوں سے لڑتے رہے پھر تلوار اور ڈنڈوں پر نوبت پہنچی۔ اور تمام دن اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ خدا کی قسم ہے کہ جب تلوار پر تلوار پڑتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ ولید بن عقبہ بن ابی محیط کے گھر کے دھوبیوں کے موصل میں جن سے وہ کپڑے دھورہے ہیں۔ عرصہ تک یہ ہی حالت قائم رہی مگر پھر اللہ نے انہیں شکست دی اور دم دبا کر بھاگ گئے۔ ابراہیم اپنے نشان بردار سے کہہ رہے تھے کہ تم اپنا جھنڈا لے کر دشمنوں میں گھس جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں میسرہ بڑھنے کا وقت نہیں آیا ابراہیم نے کہا ایسا نہیں ہے کیونکہ تمہارے ساتھی سب جنگ میں مصروف ہیں۔ اور انشاء اللہ ان کے پاؤں میدان جنگ سے نہ اکھڑیں گے۔

ابن الاشتر کی شجاعت اور ابن زیاد کو شکست دینا

جب علم بردار جھنڈا لے کر آگے بڑھا۔ ابراہیم نے اپنی تلوار سے حملہ کیا اور جس شخص پر تلوار مارتے تھے اسے فوراً گرا دیتے تھے۔ اور دشمنوں کو اپنے سامنے سے بھیڑ بکریوں کی طرح ہٹا دیتے تھے۔ جب ابراہیم نے جھنڈا لے دشمنوں پر حملہ کئے تو ان کے ساتھی بے ہوش ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ عبیداللہ بن زیاد کے پاس اس روز ایک ایسی تلوار تھی کہ جس چیز پر پڑتی اس پر کچھ اثر نہ کرتی۔ جب اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی تو عنیبہ ابن اسماء نے اپنی بہن ہند بنت اسماء کو جو ابن زیاد کی بیوی تھی گھوڑے پر سوار کر لیا اور لے کر چلتا ہوا اور یہ شعر عاجزی میں پڑھنے لگا۔

ان تصری حبان فربما

اردیت فی ایھا الکمی المعلما

اگر چہ تو نے ہمارے باہمی رشتہ قرابت ختم کر دیا ہے خیر مگر میں نے اکثر میدان جنگ میں مسلح سردار کو ہلاک کر ڈالا ہے

ابراہیم نے جب ابن زیاد اور اس کی فوج پر حملہ کیا تو وہ نہایت شدید جنگ کے بعد بھاگے اور فریقین کا شدید جانی نقصان ہوا۔

عمیر بن الحباب نے جب دیکھا کہ ابراہیم کی فوج نے ابن زیاد کی فوج کو شکست دیدی ہے تو ابراہیم کے پاس کہلا بھیجا کہ میں اب آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ جب تک اللہ کے سپاہیوں کا غیظ وغضب کم نہ ہو جائے تم ہرگز میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں ان سے نقصان پہنچے۔

خود ابراہیم کہتے ہیں کہ دریائے خازر کے کنارے ایک اکیلے جھنڈے کے نیچے میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ س کے دونوں ہاتھ مشرق میں اور دونوں پاؤں مغرب کی طرف اڑ گئے تھے لوگوں نے اس کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ یہی تو عبیداللہ بن زیاد تھا۔ جو مقتول پڑا ہوا تھا ابراہیم نے اس کو دور کر دیا تھا اس لئے اس کے دونوں ہاتھ مشرق اور مغرب کی طرف علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے تھے۔

شریک بن جریر التغلبی کا حصین بن نمیر کو قتل کرنا

شریک بن جدیر التغلبی نے ابن زیادہ کے دھوکے میں حصین بن نمیر السکونی پر حملہ کیا اور وہ دونوں آپس

میں گھتم گھتا ہو گئے۔ شریک نے پکار کر کہا کہ مجھے اور ابن زیاد کو قتل کر ڈالو۔ اس طرح ابن نمیر قتل کر دیا گیا۔

شریک بن جدیر تغلبی حضرت علیؓ کے ساتھ بھی جنگ میں شریک تھے۔ اور ان کی ایک آنکھ بھی جنگ میں جاتی رہی تھی۔ جب حضرت علی کی لڑائیاں ختم ہو گئیں تو یہ بیت المقدس چلے گئے اور وہیں رک گئے۔ پھر حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر انہیں معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میرا بس چلا تو میں ابن زیاد کو قتل کر ڈالوں گا یا خود جان دے دوں گا۔ جب انھیں یہ خبر ملی کہ مختار حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے کیلئے کھڑا ہوا ہے تو شریک مختار کے پاس آئے۔

مختار نے انھیں ابراہیم کے ساتھ بنی ربیعہ کے سواروں پر سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ شریک نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ میں نے اس کام کے لئے اللہ سے عہد کیا ہے تو تین سو بہادروں نے ان کے ہاتھ پر آخر دم تک لڑنے کے لئے بیعت کر لی۔ جب دونوں فوجیں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت ایسا شدید حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں صاف کر ڈالیں اور ابن نمیر تک جا پہنچے۔ غبار کا ایک طوفان اٹھا اور تلواروں کی کھٹا کھٹ کے سوا اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی جو غبار ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں تغلبی وابن زیاد مقتول پڑے ہیں اور دونوں کے بیچ میں کوئی نہیں ہے۔ شریک یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کل عیش قد راہ قذراً
غیر رکز کرمح فی ظل الفرس

(گھوڑوں کے سایہ میں نیزہ بازی کے علاوہ میں ہر قسم کی زندگی بیہودہ سمجھتا ہوں۔)

مقتولوں میں شرحبیل بن ذی الکلاع بھی تھا۔ سفیان بن یزید بن المغفل الازدی۔ ورقا بن عازب الاسدی اور عبیداللہ بن زہیر السلمی تینوں نے اس کے قتل کا دعویٰ کیا۔

جب ابن زیاد کی فوج شکست کھا کر بھاگی تو ابراہیم کی فوج نے اس کا پیچھا کیا اور مقتولین سے کہیں زیادہ اس کی فوج کے سپاہی دریا میں غرق ہو گئے اور پھر انہوں نے ابن زیادہ کے لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا جس میں ہر قسم کی اشیا موجود تھیں۔

مختار کو بھی اس واقعے کی خبر پہنچی۔ حالانکہ وہ خود اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ انشاء اللہ آج یا کل ہمیں ابراہیم کی جانب سے فتح کی خوشخبری ملنے والی ہے ان کی فوج نے ابن زیادہ کی فوج کو شکست دیدی ہے۔ مختار سائب بن مالک الاشعری کو کوفے پر اپنا جانشین مقرر کر کے خود اپنے لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ساباط میں آ کر قیام کیا۔ ایک راوی کہتا ہے کہ جب ہم ساباط سے گزرے تو مختار نے لوگوں سے کہا کہ اللہ کی جماعت نے مقام نصیبین یا اس کے قریب ہی دشمنوں سے ان کے قیام کرنے کے مقامات سے بالکل قریب ہی تمام دن شمشیر زنی کی ہے اور ان کی بڑی تعداد اور نصیبین میں قید ہے۔ جب ہم مدائن پہنچے تو سب لوگ مختار کے گرد جمع ہو گئے۔

مختار نے منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا اور ہمیں سوچ کر کام آنے کوشش کرنے اور اطاعت امیر میں ثابت قدمی رہنے اور اہل بیت رسول کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مخاطب کر رہا تھا کہ اتنے میں متواتر کئی قاصد ابن زیاد کے قتل اس کی فوج کے شکست کھانے گرفتار کئے جانے اور شام والوں کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل کی خوش خبری لائے۔ اس پر مختار نے کہا کہ اے اللہ والوں کیا میں نے قبل وقوع اس فتح کی تمہیں خوش خبری نہیں دی تھی۔ اس پر اس

نے کہا کہ مختار نے ہم سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ دشمنوں کو شکست بری نصیب ہوئی میں نے جواب دیا کہ اس نے بیان کیا تھا کہ مقام نصیبین پر انہیں شکست ہوئی ہے۔ حالانکہ دریائے خازر علاقہ موصل میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا اے شعبی خدا کی قسم جب تک تم دردناک عذاب نہ دیکھو گے ایمان نہ لاؤ گے جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ ہمدانی کون تھا جو تم سے اس قسم کے سوالات کر رہا تھا تو راوی نے بتایا کہ ایک بہادر آدمی تھا جو اس جنگ کے بعد جنگ میں مختار کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ سلمان بن عمیر اس کا نام تھا اور ہمدان میں جو قبیلہ نور تھا اس سے تعلق رکھتا تھا۔

مختار کوفہ واپس آ گیا اور ابراہیم موصل آ گیا اور اس کے تمام علاقے پر اپنے عاملوں کو روانہ کر دیا۔ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو نصیبین کا حاکم بنا کر بھیجا اور مقامات سنجار دارا اور اس کے متصل ملک جزیرہ کا جو علاقہ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اہل کوفہ جن سے مختار پہلے لڑ چکا تھا اور انہیں شکست دے چکا تھا اور جواب مصعب بن زبیر سے بصرے میں جا ملے۔ ان لوگوں میں جو مصعب کے پاس آئے شبث بن ربعی بھی تھا۔

سراقہ بن مرداس البارقی نے عبیداللہ بن ایاد کے قتل کرنے کی وجہ سے ابراہیم اور اسکے ساتھیوں کی تعریف میں چند شعر بھی کہے۔

اسی سال میں عبداللہ بن زبیر نے قباع کو بصرے سے برطرف کر دیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی مصعب کو حاکم بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا۔

عمرو بن سرح حضرت زبیر کے آزاد غلام بیان کرتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو مکے سے مصعب کے ساتھ بصرہ آئے تھے جب تک کہ وہ مسجد کے دروازے کے سامنے نہ اترے انہوں نے اپنے چہرے کو نقاب میں پوشیدہ رکھا مسجد میں داخل ہو کر منبر پر چڑھے اور لوگوں نے کہا کہ امیر آ گئے۔ اتنے میں حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی جو پہلے بصرے کے امیر تھے مسجد میں آئے۔

مصعب نے اپنا چہرہ بے نقاب کیا تب لوگوں نے انہیں شناخت کیا اور کہا کہ آپ مصعب بن زبیر ہیں۔ مصعب نے حارث سے کہا کہ منبر پر آؤ۔ چنانچہ حارث بھی منبر پر چڑھے اور مصعب سے ایک درجہ نیچے بیٹھ گئے۔ مصعب خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد کلام پاک کی یہ آیات تلاوت کیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصعب کا اہل بصرہ سے بیان

طسم تلک آیات الکتاب المبین نتلوا علیک من نبأ موسی (انہ کان من المفسدین) تک

ترجمہ۔ طسم یہ خدا کی روشن کتاب کی آیات ہیں ہم تمہارے سامنے موسیٰ کا حال بیان کرتے ہیں (بیشک فرعون فساد کرنے والوں میں تھا۔ یہاں تک تلاوت کرنے کے بعد ملک شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر مصعب نے یہ آیت پڑھی

ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین

ترجمہ: اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو اس سرزمین میں ذلیل کے گئے ہیں ہم انہیں کو سردار بنا دیں گے اور انہیں کو ملک کا وارث کر دیں گے۔

اس آیت کو پڑھ کے مصعب نے حجاز کی طرف اشارہ کیا پھر یہ آیت پڑھی: **ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ماکانوا یحذرونo**

اور ہم فرعون وہامان ان دونوں کے لشکروں کو ان کی جانب سے وہ دکھائیں گے جن کا انہیں ڈر لگا ہوا تھا۔ اور پھر شام کی طرف اشارہ کیا عوانہ کہتے ہیں کہ مصعب نے بصرے نے خطبے کے وقت اہل بصرہ کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے حاکموں کے نام رکھ لیا کرتے ہو اور اسلیے میں نے پہلے ہی سے اپنا نام قصاب رکھا ہے۔ اسی سال مصعب نے مختار کی طرف رخ کیا اور اسے قتل کیا

مصعب کے مختار پر حملہ کرنے اور مختار کے قتل کا بیان

جب شبث بصرہ میں مصعب کے پاس آیا تو اسکی یہ حالت تھی کہ ایک خچر پر سوار تھا اس کی دم اور کان کے کنارے کالے تھے۔ اپنی قبا کو بھی چاک کر دیا تھا اور پکار رہا تھا کہ یا غوثاہ یا غوثاہ (میری فریاد رسی کیجئے۔ میری فریاد رسی کیجئے مصعب کو اس کی اطلاع ہوئی لوگوں نے ان سے کہا کہ ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور اپنی فریاد رسی چاہتا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ قبا پھٹی ہوئی اور اسی طرح اس کے خچر کی دم اور کان کاٹ لئے ہیں۔

مصعب نے کہا بے شک یہ شبث بن ربعی ہے اس کے سوا اور کوئی ہیت نہیں بنا سکتا اسے اندر بلالو۔ شبث اندر آیا کوفے کے بڑا سردار بھی مصعب کے پاس آئے۔ اپنے آنے کا حال بیان کیا۔ مصیبت کی داستان سنائی اور کہا کہ ہمارے ہی غلام اور آزاد غلام ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ اب آپ ہماری مدد کیجئے اور ہمارے ساتھ مختار پر فوج کشی کیجئے۔

محمد بن الاشعث بن قیس بھی مصعب کے پاس آئے۔ یہ کوفے کی جنگ میں موجود نہ تھے بلکہ اس وقت اپنے قصر واقع طیزن آباد میں جو قادسیہ کے قریب ہے مقیم تھے۔ جب اہل کوفہ کی شکست کی انہیں اطلاع ہوئی تو بھاگ کر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ مختار نے دریافت کیا کہ محمد بن الاشعث کہاں ہے؟ اس پر لوگوں نے ان کے مکان کا پتہ دیا۔ مختار نے عبداللہ بن کو سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ فوجی دستہ ان کی طرف چلا تو انہیں بھی خبر ہوئی کہ دشمن سر پر آ پہنچا ہے۔ فوراً جنگل میں مصعب کی طرف جانے کا قصد کر کے نکل کر کھڑے ہونے اور مصعب سے جا ملے۔ اور انہیں مختار کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا مصعب نے ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ مختار نے فوج بھیج کر محمد بن الاشعث کو گرا دیا۔

جب مصعب کے جھنڈے کے نیچے ایک بڑی جماعت جمع ہوگئی انہوں نے کوفے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر محمد بن الاشعث سے کہا کہ میں اس وقت تک کوچ نہیں کروں گا جب تک کہ مہلب بن ابی صفرہ نہ آ جائیں گے۔

مہلب مصعب کی طرف سے فارس کے گورنر تھے۔ مصعب نے انہیں لکھا کہ تم میرے پاس آؤ تاکہ ہماری کارروائیوں میں شریک رہو۔ کیونکہ ہم کوفے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں مہلب اور اس کے ساتھیوں نے آنے میں

دیر کی۔ اور چونکہ وہ لڑائی میں جانا نہ چاہتے تھے اس لئے خراج کے وصول کرنے کا بہانہ دیا۔ مصعب نے محمد بن الاشعث کو کچھ وعدے وعید کر کے اس بات تیار کر لیا کہ وہ خود جا کر مہلب کو لے کر آئیں۔ اور ان سے یہ کہدیں کہ میں تمہارے بغیر جنگ کے لئے نہیں نکلوں گا۔

مصعب کا خط مہلب کے نام

محمد بن الاشعث مصعب کا خط لے کر مہلب کے پاس آئے جب مہلب نے خط پڑھا تو محمد سے حقارتاً کہا کہ کیا تمہیں کو قاصد بن کر آنا چاہئے تھا۔ مصعب کو تمہارے سوا کوئی اور قاصد ہی نہیں ملا۔

محمد بن الاشعث نے کہا کہ میں ہرگز کسی شخص کا قاصد نہیں ہوں مگر کیا کہا جائے حالت یہ ہے کہ ہمارے ہی غلام اور آزاد غلاموں نے ہماری آل اور اولاد عورتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

غرض کہ اب مہلب ایک ایسی زبردست جمعت۔ اس قدر روپیہ اور ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ کسی بعد والے کو نصیب نہ تھا۔ جب مہلب بصرے میں آئے تو مصعب کے دروازے پر پہنچے تا کہ ان میں ملیں۔ حالانکہ لوگوں کو اندر جانے کی اجازت تھی مگر پھر بھی چونکہ دربان انہیں پہنچانتا نہ تھا اس نے انہیں لوگوں کو اندر جانے سے روک دیا مہلب نے اس کی ایک ایسا گھونسہ رسید کیا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ دربان اسی حالت میں مصعب کے پاس چلا آیا اس کی ناک سے خون جاری تھا۔ مصعب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک شخص نے مجھے مارا ہے مگر میں اسے نہیں پہنچانتا۔

جب مہلب مصعب کے پاس پہنچ گئے تب دربان نے پہچانا یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے مارا ہے مصعب نے دربان کو حکم دیا کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ اس کے بعد مصعب نے لوگوں کو بڑے پل کے پاس۔ چھاؤنی کے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلا کر کہا کہ تم جلدی کوفہ جاؤ اور جس قدر لوگوں پر تمہارا بس چل سکے انہیں میری جماعت میں شامل کر۔ اور خفیہ طور پر انہیں ترغیب دو کہ وہ میری بیعت کر لیں۔ اور مختار کے ساتھیوں سے قطع تعلق کر لیں۔ عبدالرحمٰن بن مخنف چپکے سے مصعب کے پاس چلے آئے اور اپنے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

گمصب کا گورنر کوفہ پر حملہ کرنے کی تیار کرنا

مصب نے کوفے کا رخ کیا۔ قبیلہ بنی تمیم کے عباد بن الحصین الحطی کو اپنے مقدمۃ الجیش پر آگے روانہ کیا۔ مالک بن مسمع کو قبیلہ بکر بن وائل کے دستے پر مالک بن منذر کو قبیلہ عبدقیس بن ضثیم کو اہل نجد کے دستے پر سردار مقرر کیا۔

مختار کا اہل کوفہ سے بیان

جب مختار کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں میں خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا کہ اے کوفے والو اے دین والو صداقت اور کمزوروں کے مددگارو۔ اور اے رسول اور آلِ رسول کے حامی گروہ۔ تم نے ان باغیوں کو بھگا دیا جنہوں نے تم سے سرکشی کی وہ اپنے ہی جیسے فاسقوں کے پاس آئے اور انہیں تمہارے خلاف ابھار لائے ہیں تا کہ حق مٹ جائے اور باطل کو عروج ہو۔ اور اللہ کی جماعت بدل جائے۔

خدا کی قسم اگر تم لوگ ہلاک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس طرح ہو گی کہ اس پر بہتان لگائے

جائیں گے۔ اور اس کے رسول کے اہل بیت پر ملامت کیا جائے گا۔ اس لئے تم فوراً احمد بن شمیط کے ساتھ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر تم ان سے لڑو گے تو انشاء اللہ تم انہیں ہلاک کر دو گے۔ جس طرح عاد اور ارم ہلاک ہو گئے۔

احمد بن شمیط جنگ کے لے تیار ہوا اور مقام حمام اعین پر فوج ترتیب دی اور جمع کی گئی مختار نے ان تمام سرداران فوج کو بلایا جو ابن الاشتر کے ساتھ تھے روانہ کیا۔ یہ سردار ابن الاشتر سے علیحدہ ہو چکے تھے کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ابراہیم ابن الاشتر کی مطلقاً پروانہ کرتا تھا۔ مختار نے ان سرداروں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ابن شمیط کے ساتھ روانہ کیا۔

احمد بن شمیط کا مقابلہ مصعب کے ساتھ

احمد بن شمیط جنگ کے لئے روانہ ہوا اور انہوں نے مقدمۃ الجیش پر ابن کامل الشاکری کو روانہ کیا۔ ابن شمیط چلتے چلتے چشمہ بذا پر آ پڑا۔ دوسری سمت سے مصعب بھی آ گئے اور اسی کے قریب خیمہ زن ہو گئے۔ دونوں سرداروں نے اپنے اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

احمر بن شمیط نے اپنے میمنے پر عبداللہ بن کامل الشاکری کو میسرہ پر عبداللہ بن وہب بن نفلۃ الجشمی کو۔ سواروں پر رزین عبدالسلولی کو اور پیدال فوج کثیر بن اسمٰعیل الکندی کو جو جنگ خازر میں ابن الاشتر کے ہمراہ تھا سردار مقرر کیا۔ اسی طرح کیسان ابی عمرہ عرینہ کے آزاد غلام کو سوالیوں کی جماعت کا افسر مقرر کیا۔

عبداللہ بن وہب بن انس الجشمی میسرہ کا سردار ابن شمیط کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ یہ غلام اور موالی شدید جنگ کے موقعے پر ثابت قدم رہنے والے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ایک بڑی تعداد سرداروں کی ہے آپ پیدل ہیں آپ انہیں حکم دیں تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ گھوڑوں سے اتر پڑیں۔ اس لئے جو آپ کریں گے انہیں اس کی پیروی کرنا پڑے گی، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر نیزہ اور شمشیر سے ان پر سخت حملہ کیا گیا تو وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے پرندوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے

البتہ اگر آپ نے انہیں پیدل کر دیا تو پھر انہیں ثابت قدم رہ کر لڑنے کے سوا چارہ کار نہ ہوگا چونکہ موالیوں کے ہاتھوں انہیں کوفے میں تکلیف اٹھانا پڑی تھی اس لئے ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ ابن شمیط نے اس رائے پر بدگمانی نہیں کی بلکہ یہی خیال کیا کہ اس میں اس کی خیر خواہی ہے۔ اور اس ترکیب کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ گروہ استقلال سے جنگ کرے۔

چنانچہ اس نے اس جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ اے آزاد شدہ غلامو میری ساتھ تم بھی گھوڑوں سے اتر کر جنگ کرو۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ پیدل ہو گئے اور ابن شمیط اور اس کے علم کے سامنے پیدل ہو کر چلنے لگے۔ مصعب نے عباد بن الحصین کو اپنے سرداروں کا افسر مقرر کیا تھا۔ عباد ابن شمیط اور ان کے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت اور امیر المومنین عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ ہم آل رسول میں سے کسی شخص کو باہم مشورے سے امیر مقرر کر لیں۔ اگر کوئی اور شخص اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ وہ آل رسول پر حکمرانی کرے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے خلاف جہاد کریں

گے۔

عباد مصعب کے پاس واپس آئے اور جو کچھ پیش آیا تھا اس سے انہیں آگاہ کیا۔ مصعب نے انہیں حکم دیا کہ واپس جاؤ اور دشمنوں پر حملہ کرو۔ عباد نے ابن شمیط اوران کی فوج پر حملہ کر دیا مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر پلٹ آئے۔ مہلب نے ابن کامل پر حملہ کیا۔ ابن کامل کی فوج میں ایسی برہمی پڑی کہ کوئی نظام قائم نہیں رہا۔ اور صفیں آپس میں مختلط ہو گئیں۔ ابن کامل گھوڑے سے اتر پڑا۔

مہلب کا ابن کامل کی فوج کو شکست دینا

مہلب ابن کامل کی جانب سے پلٹ آئے اور پھر اپنی جگہ آ کر کھڑے ہو گئے اوران کے ساتھی بھی تھوڑی دیر تک اپنی اپنی جگہ چپ کھڑے رہے۔ پھر مہلب نے اپنے فوج والوں کو ایک فیصلہ کن حملہ کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتا دیا کہ تمہارا دشمن تمہاری شجاعت کا مزہ چکھ چکا ہے۔ کیونکہ ان میں سخت بدنظمی پڑ چکی تھی۔ مہلب کی فوج نے اس مرتبہ ایسا شدید حملہ کیا کہ ابن کامل کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر خود ابن کامل ہمدان کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر اپنی جگہ جما رہا اب مہلب نے اپنا قومی لقب لوگوں کو سنانا شروع کیا کہ میں بنی شاکر کا بہادر ہوں میں بنی شامہ کا بہادر ہوں، میں بنی ثور کا نوجوان ہوں اور اس کے تھوڑے ہی دیر ابن کامل کی فوج کو شکست ہوگئی۔

عمر بن عبداللہ بن معمر نے عبداللہ بن انس پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر لڑنے بعد پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد تمام فوج نے ابن شمیط پر حملہ کر دیا۔ ابن شمیط لڑتا رہا یہاں تک کہ میدان جنگ میں کام آیا۔ اب اس کے گروہ نے ایک دوسرے سے پکار کر کہا کہ اے بجیلہ وخثعم کے گروہ استقلال اور ثابت قدمی سے جمے رہو۔

دوسری جانب سے مہلب نے بلند آواز سے ان سے کہا کہ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ۔ تم کیوں خواہ مخواہ اپنی عزیز جانوں کو ان غلاموں کے ساتھ ہلاکت کی جگہ میں ڈال رہے ہو (خدا تمہاری کوششوں کو کبھی بارآور نہ ہونے دے)

پھر اس نے اپنی فوج کی طرف دیکھ کہ کہا کہ خدا کی قسم آج موت نے میری ہی قوم میں اپنی گرماگرمی ظاہر کی ہے۔

ابن شمیط کی فوج کو شکست

اب رسالے نے شمیط کی پیدل فوج پر حملہ کر دیا۔ پیدل بے ترتیبی سے پسپا ہوگئی اور جنگل کی سمت اس نے راہ فرار اختیار کی۔ مصعب نے عبد بن الحصین کو رسالہ دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جو قیدی تمہارے ہاتھ لگے اس کی گردن مار دینا اسی طرح مصعب نے محمد بن الاشعث کو بھی اہل کوفہ کے کے بڑے دستے کے ساتھ جنہیں مختار نے اس سے پہلے شکست دی تھی ابن شمیط کی فوج کے تعاقب میں روانہ کیا اور کہا کہ اب موقع ہے کہ تم اپنا بدلہ لے لو۔ ہزیمت خوردہ فوج کے لیے یہ لوگ بصرے والوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ جس شخص کو پکڑتے تھے فوراً اسے قتل کر ڈالتے تھے اور کوئی ایسا قیدی نہ تھا جسے انہوں نے معاف کیا ہو۔ اس فوج میں سے سوائے چند سواروں کے اور کوئی نہ بچ سکا۔ اور پیدل فوج تقریباً بالکل تباہ ہوگئی۔

معاویہ بن قرۃ المزنی کہتے ہیں کہ شکست کھائی ہوئی فوج کے ایک سپاہی تک میں پہنچ گیا اور میں نے اپنے

پر چھے کی انی اس کی آنکھ میں ڈال دی اور اس کی آنکھ کوانی سے ہلانے لگا۔ جب اس سے میں نے کہا کہ تم نے بھی ایسا ہی کیا ہے تو کہنے لگا کہ بیشک ان لوگوں کا خون ہمارے لئے ترک اور دیلم کے خون سے بھی زیادہ حلال ہے۔ معاویہ بن قرۃ بصرے کے قاضی تھے۔

مصعب خود روانہ ہوئے۔ اور جس جگہ اب واسط القصب واقع ہے اس مقام سے انہوں نے دریا کو عبور کیا شہر واسط اس وقت موجود نہ تھا۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد آباد کیا گیا ہے۔ پھر جنگل طے کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد مصعب نے پیدل فون اس کے ساز و سامان بوڑھے لوگوں کو کشتیوں میں سوار کر دیا۔ اور دریائے خرشاذ سے ہوتے ہوئے دریائے قوسان کو عبور کیا اور اسی دریا کے راستے سے دریائے فرات میں پہنچ گئے۔

اہل بصرہ جب کشتیاں چلا رہے تھے تو یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:

عوّدنا المصعب جرّ التنفس
والزنبريات الطوال القعس

ترجمہ: مصعب نے ہمیں جہازوں کے اڑان کی سی کے کھینچنے کا عادی بنایا۔

جب ان عمیوں کو جو مختار کے ساتھ تھے اپنے بھائیوں کی مصیبت کا علم ہوا جو انہیں ابن شمیط کے ساتھ پیش آئی تھی تو کہنے لگے کہ ایں بار دروغ گفت یعنی اس مرتبہ تو جھوٹ کہا۔

عبدالرحمٰن بن ابی عمیر الثقفی کہتے ہیں کہ میں اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب اسے اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی۔ مختار میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ غلام اس طرح قتل کر ڈالے گئے جس کی مثال سی میرے کان مانوس نہیں۔ پھر اس نے بتایا کہ ابن شمیط اور ابن کامل اور فلاں فلاں شخص بھی مارے گئے۔ پھر اہل عرب کے چند بہادروں کے نام لئے جو اس جنگ میں کام آئے تھے۔ اور کہنے لگا کہ بخدا ان میں سے ہر ایک ایک بڑی جماعت سے بھی بہتر تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ بیشک یہ تو ایک مصیبت ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ مختار نے کہا کہ موت سے تو چارہ نہیں اور ابن شمیط جس طرح میدان جنگ میں بہادروں کی موت مرے ہیں اس موت سے زیادہ اور کوئی موت مجھے محبوب نہیں میں بھی چاہتا ہوں کہ اسی طرح اپنی جان دوں۔

راوی کہتے ہیں کہ مختار کی گفتگو سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس نے اپنی دل سے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے حصول مقصد کے لئے آخر دم تک لڑتا رہے گا۔

مختار کا مصرہ والوں سے جنگ کیلئے نکلنا۔

جب مختار کو معلوم ہوا کہ دشمن ان کی جانب گھوڑوں، اونٹوں کشتیوں پر چلا آ رہا ہے تو وہ خود بھی مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور مقام سلیحین پر آ کر اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ اس مقام کو دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ یہ مختلف دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ اس مقام پر دریائے حیرۃ، دریائے سلیحین، دریائے قادسیہ، دریائے پرسف فرات سے ملتے تھے۔ مختار نے اسی سنگم پر ایک بند بنا کر دریائے فرات کا پانی روک دیا۔ اور اس طرح فرات کا تمام پانی اس نے معاون دریاؤں میں چڑھ گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرے والے جو کشتیوں میں سوار ہو کر پہلے آ رہے تھے ان کی

کشتیاں کیچڑ میں پھنس گئیں۔ بصرے والوں نے یہ حالت دیکھ کر کشتیاں چھوڑ دیں اور پیدل کوچ کرنا شروع کیا۔ ان کے سواروں کا دستہ ان کے آگے دریائے فرات کے اس بند تک پہنچ گیا اور اسے گرا کر کوفے کی طرف اپنے اپنی رسیوں کو چھوڑ دیا۔

مختار کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مقابلے کے لئے آگے بڑھا اور مقام حرار میں اپنا قیام گاہ بنایا۔ اور اہل بصرہ اور کوفہ کے درمیان مورچے باندھ لئے۔ مختار نے اپنے محل اور مسجد کو مضبوط کر لیا تھا بلکہ اپنے وہ تمام سامان بھی مہیا کر رکھا تھا جس کی حالت محاصرہ میں ضرور پیش آتی ہے۔ مختار نے اپنے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے عبداللہ بن شداد کو کوفے کا عامل مقرر کر دیا تھا۔

مختار ابھی حروراء ہی میں تھا کہ مصعب آ گئے۔ مختار بھی ان کے مقابلے کے لئے نکلا اس نے اپنے میمنے پر سلیم بن زید الکندی کو میسرہ پر سعید بن منقذ ہمدانی ثوری کو در دار مقرر کیا۔ اور باڈی گارڈ شخصی محافظتی دستے کا عبداللہ بن قرادا لخثعمی سردار تھا۔ اسی طرح مختار نے اپنے رسالے پر عمر بن عبداللہ کو اور پیدل فوج پر مالک بن عمر التھدی کو سردار مقرر کیا۔

دوسری جانب مصعب نے اپنے میمنہ پر مہلب بن ابی صفرہ اور میسرے پر عمر بن عبداللہ بن معمر التیمی کو۔ سواروں پر عباد بن حصین الحبطی کو اور پیدل فوج پر مقاتل بن مسمع کو سردار مقرر کیا۔ خود مصعب گھوڑے سے اتر آئے وہ اپنی کمان کو ٹیک ٹیک کے چلنے لگے مصعب نے اہل کوفہ پر محمد بن الاشعث کو امیر مقرر کیا تھا اب محمد بھی میدان جنگ میں آ گئے اور مصعب اور مختار کے درمیان داہنی جانب مغرب رو یہ ایک جگہ جم گئے۔ جب مختار نے میدان جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اسنے بصرے والوں کے ہر دستہ فوج پر اپنے ایک ایک سردار کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سعید بن منقذ کو جو میسرہ کا سردار تھا قبیلہ بنی بکر بن وائل کے دستے پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

مالک بن مسمع الکبریٰ اس دستے کا سردار تھا عبدالرحمٰن بن شریح الشامی اپنے افسر بیت المال کو قبیلہ عبدالقیس پر جس کا سردار مالک بن المنذر رتھا، عبداللہ بن جعدہ القرشی ثم الخزومی کو اہل نجد پر جس کا سردار قیس بن ہیثم تھا۔ مسافر بن سعید بن تمران الناغطی کو قبیلہ ازو پر جس کا سردار زیاد بن عمر والعتکی تھا سلیم بن یزید الکندی اپنے میمنے کے افسر کو قبیلہ بنی تمیم پر جس کے سردار احنف بن قیس تھے۔ اسی طرح سائب بن مالک کو محمد بن الاشعث پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور اس کی فوج نے اپنے مقابل لوگوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ پرخچے اڑ گئے۔ اور میدان کو ان سے صاف کر دیا۔

عبداللہ بن عمر التھدی کے قتل کا بیان

عبداللہ بن عمر التھدی جو جنگ صفین میں بھی شریک تھے کہنے لگے کہ اے اللہ میں اسی عقیدے پر قائم ہوں جیسا کہ میں جنگ صفین میں جمعرات کی شب تھا۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں جو میدان جنگ سے پیچھے ہٹ گئے اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر گئے۔ اسی طرح مجھے مصعب کے حمایتیوں سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد شمشیر زنی کرتے رہے اور مارے گئے۔

مالک ابن عمر نمران المتھدی پیدل فوج کے سردار تھے ان کے پاس ان کا گھوڑا لایا گیا۔ اور وہ سوار ہوئے

۔اس وقت تک مختار کی فوج شدید ترین نقصان اٹھا چکی تھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک جھاڑی ہے جس میں آگ لگی ہوئی ہے جب مالک گھوڑے پر سوار ہوئے تو کہنے لگے کہ میں اب سوار ہو کر کیا کروں۔ خدا کی قسم اپنے گھر میں مرنے سے مجھے یہاں مرنا زیادہ محبوب ہے کہاں ہیں وہ دوراندیش لوگ اور کہاں ہیں صبر واستقامت والے یہ سن کر پچاس آدمی ان کی طرف چلے۔ اب شام کا وقت ہو گیا تھا اس جماعت نے محمد بن الاشعث کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ اور محمد بن الاشعث اپنے تمام ساتھیوں سمیت وہیں مارے گئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مالک ہی نے محمد بن الاشعث کو قتل کیا۔ ابونمران بھی محمد بن الاشعث کے پہلو ہی میں مقتول پایا گیا۔ بنی کندہ کا دعویٰ ہے کہ عبدالملک بن اشاۃ الکندی نے ابونمران کو قتل کیا۔

جب مختار اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد بن الاشعث کی لاش پر گزرا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے انصار کے گروہ ان مکار لومڑیوں پر حملہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کیا۔ اور عبدالملک بن اشاۃ الکندی مارا گیا۔ بنی خشعم کا یہ دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن قرار نے ابن اشاۃ کو قتل کیا ہے۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ عوف ابن عمر الخثعمی اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ ان کے قبیلہ کے ایک آزاد غلام نے ابن اشاۃ کو قتل کیا۔ اسی طرح چار مختلف اشخاص نے یہ دعویٰ کی کہ ہم نے ابن شاۃ کو قتل کیا ہے۔

سعید بن منقذ کے ساتھی منتشر ہو گئے اور وہ اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے ساتھ دور آزادی کرتے رہے یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔ اسی طرح سلیم بن یزید الکندی نوے آدمیوں کی جماعت کے ساتھ جس میں اس کے خاندان اور دوسرے قبیلے کے بھی لوگ تھے شمشیر زنی کرتا رہا۔ اور وہ بھی مارے گئے۔

مختار شبث کی سڑک کے کنارے پر لڑتا رہا۔ گھوڑے پر سے اتر پڑا اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے گا اور تمام رات لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے دشمن پیچھے ہٹ گئے۔ اس رات مختار کے ساتھیوں میں کئی شجاع اور بہادر شخص میدان جنگ میں کام آئے ان میں عاصم بن عبدالازری۔ عیاش بن خازم الہمدانی الشوری اور احمر بن بدربیع الہمدانی القائشی بھی تھے۔

اسی رات کو بنی ہمدان نے پکار کر کہا کہ اے ہمدان کے گروہ دشمن سے آگے بڑھ کر مقابلہ کرو۔ اسکے بعد ان لوگوں نے نہایت شدید جنگ کی۔ جب دشمن مختار سے پیچھے ہٹ گیا تو اس کے ساتھیوں نے عرض کی کہ اے امیر دشمن ہی پیچھے ہٹ گیا ہے تو بہتر ہے کہ اللہ کا نام لے کر ہمارے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلو۔ مختار اپنے محل واپس چلا آیا۔

سائب بھی مصعب ابن زبیر کے ساتھ لڑائی میں آیا تھا۔ قبیلہ بنی ذہیل کے ورقا النخعی نے اسے قتل کیا۔

ہند بنت المتکلفہ الناعطیہ ایک عورت تھی جس کے مکان میں تمام غالی شیعہ جمع ہوتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ اسی طرح لیلیٰ بنت قمامۃ المزنیہ کے مکان میں بھی شیعہ جمع ہوتے تھے اس کا بھائی رفاعۃ بن قمامۃ اگرچہ شیعان علی میں سے تھا مگر غالی نہ تھا اور اس وجہ سے لیلیٰ اسی اچھا نہیں سمجھتی تھی۔

ابوعبداللہ الجدلی اور یزید بن شراحیل نے دونوں عورتوں کے غلو کی حالت سے ابن حنفیہ کو اطلاع دی۔ اور اسی طرح ابوالاحراس المرادی شیطن اللیثی اور ابوالحارث الکندی کی بھی شکایت کی۔ اس پر ابن حنفیہ نے یزید بن شراحیل کے ہاتھ ایک خط شیعان کوفہ کے نام لکھا۔ جن میں انہیں ان لوگوں سے ڈرایا۔ اور وہ خط یہ ہے۔

ابن حنفیہ کا خط شیعان کوفہ کے نام

یہ خط محمد بن علی کی طرف سے ہمارے ان شیعوں کے نام بھیجا جاتا ہے کہ جو کوفے میں ہیں تمہیں چاہئے کہ مجالس اور مساجد میں جمع ہو کر خفیہ اور علانیہ اللہ کو یاد کرو اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا ہمراز نہ بناؤ اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہو تو تمہیں اپنے دین و مذہب کے لئے چھوٹے دعویداروں سے خوف کرنا چاہئیے۔ نماز روزے پر مداومت کرو۔ اور اللہ کو پکارتے رہو اور یقین جانو کہ مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچا سکے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہے اور ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑیگا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ پس تمہیں چاہئے کہ اچھے کام کرو اور نیکیوں کو اپنے لئے پہلے سے بھیج دو اور غافل نہ بنو۔ والسلام علیکم

جب جنگ حرور کے لئے یہ لوگ روانہ ہوئے تو عبداللہ بن نوف بھی ہند بنت المتکلفہ کے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلا: "بدھ کے دن آسمان بلند ہوگا اور موت دشمنوں کی شکست کے ساتھ اترے گی۔ پس اللہ کا نام لے کر حروڑ کی طرف بڑھو۔ جب میدان جنگ آراستہ ہوا، اور لڑائی شروع ہوئی تو عبداللہ بن نوف کے چہرے پر ایک زخم آیا اور لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ عبداللہ بن شریک التھدی ابن نوف سے ملاوہ پہلے سے ان کی فخریہ بات کو سن چکا تھا۔ عبداللہ بن شریک نے ابن نوف سے کہا کیا تم نے ہمارے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ہم اپنے دشمن کو بھگا دیں گے؟ ابن نوف نے کہا کہ تم نے کلام اللہ میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

صبح کو مصعب اپنے ساتھیوں کو لے کر جن میں بصرے اور کوفے والے سب شریک تھے سیختہ کی طرف چلے۔ جب مہلب کے پاس آئے تو مہلب نے ان سے کہا کہ اگر محمد بن الاشعث نہ مارے جاتے تو یہ فتح آپ کو نہایت ہی خوش معلوم ہوتی۔ مصعب نے کہا کہ بے شک تم ٹھیک کہتے ہو اللہ تعالیٰ محمد پر اپنا رحم نازل کرے۔ یہ کہتے ہی مصعب آگے بڑھے اور پھر مہلب کو مخاطب کر کے کہا کہ عبیداللہ بن علی مارے گئے۔ مہلب نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مصعب نے کہا وہ شخص تھے کہ کاش وہ زندہ ہوتے اور ہماری اس فتح کی خوش خبری سنتے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے اور جو اقتدار انہیں حاصل ہے اس کے وہی مستحق ہوتے کیا تم ان کے قاتل کو جانتے ہو مہلب نے کہا میں نہیں جانتا۔ مصعب نے کہا کہ اس شخص نے انہیں قتل کیا ہے جو اپنے شیعان علی میں سے کہتا ہے۔ مگر پھر بھی بڑی مسجد میں جا رہی ہیں۔

یا کسی اپنے عزیز و اقارب سے ملنے جا رہی ہیں اور جب مختار کے محل کے پاس پہنچیں تو ان کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا اور جس اپنے عزیز یا کیلئے وہ کھانا لے جائیں اس طرح اسے پہنچ جاتا۔ جب اس کی اطلاع مصعب اور ان کے ساتھیوں کو ہوئی تو مہلب نے جو ان معاملات کا وسیع تجربہ رکھتا تھا یہ تجویز پیش کی کہ ان پر پہرے بٹھا دینے چاہئیں اور کسی شخص کو محل میں جانے نہ دیا جائے۔ تاکہ قیدی اسی طرح تمام ہو جائیں۔ دوسری جانب قیدیوں کی یہ حالت تھی کہ جب زیادہ پیاس معلوم ہوئی تو کنویں کا کھارا پانی ہی پینے لگے یہ دیکھ کر مختار نے حکم

دیدیا کہ کنویں میں شہد ڈال دیا جائے تا کہ پانی کا مزہ بدل جائے اور پینے کے قابل ہو جائے اس طرح بھی اکثر لوگ سیراب ہو جاتے۔

اب مصعب نے اپنے ساتھیوں کو محل سے اور زیادہ قریب رہنے کا حکم دیا۔ عباد بن الحصین الحبطی نے مسجد کے قریب مورچہ لگائے، عباد دوران جنگ میں لڑتے لڑتے اکثر بنی مخزوم کی مسجد تک پہنچ گیا تھا بلکہ اس قدر قریب پہنچ جاتے تھے جہاں سے ان کی فوج والے مختار کے ان ہمراہیوں پر جو محل پر دکھائی دیتے تیراندازی کرتے تھے۔ محل کے نزدیک جو عورت ملتی اس سے اس کا نام پتہ اور منزل مقصود دریافت کرتے ایک ہی دن میں تین عوتیں گرفتار کیں جن میں سے وہ بنی شمامہ کے دو شخصوں کی بیویاں تھیں اور ایک بنی شاکر کے کسی شخص کی اہلیہ تھی۔ یہ اپنے خاوند کے پاس جو محل محصور تھے آئی تھیں کھانا بھی ان کے پاس تھا۔ عباد نے انہیں مصعب کے پاس بھیج دیا۔ مصعب نے ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کیا اور واپس بھیج دیا۔

زحر بن قیس بھی مصعب کے حکم سے لوہاروں کے محلّہ میں جہاں گھوڑے خچر وغیرہ کی بیہ پر ملتے تھے مورچہ لگائے ہوئے تھے۔ عبیداللہ بن الحرّ بلال کے مکان کے قریب ٹھہرے محمد بن عبدالرحمٰن ابن سعید بن قیس اپنے باپ کے مکان کے قریب ٹھہر گئے جوشب بن یزید بصریوں کی گلی میں جو بنی جزیہ ابن مالک کی مشاہر اور حام کے کنارے پر واقع ہے مقیم ہوئے مہلب بھی بڑھتے بڑھتے چار سو خنیس پر اتر پڑے۔ اور عبدالرحمٰن بن مخنف دارالسقایہ کی جانب سے آئے۔

بصرے اور کوفے کے کچھ نوجوان جو جنگ کی مصیبتوں سے بالکل ناواقف تھے جان بوجھ کے انہیں قتل کر ڈالا۔ جو بغیر کسی سردار کے بڑے بازار میں نکل پڑے۔ اور مختار کو ابن دومہ خطاب کر کے پکارنے لگے۔ مختار اپنے محل پر ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوفے اور بصرے کا کوئی بڑا معتبر سردار نہیں ہے ورنہ کبھی مجھے اس نام سے نہ پکارتے۔ جب اسنے ان نوجوانوں کے گردہ کی ہئیت اور غیر منتظم حالت دیکھی تو ان کے قتل پر تیار ہو گیا اور اپنی فوج کے ایک دستے کو محل سے نکل کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مختار کے ساتھ سو سو آدمیوں کی ایک جماعت نے محل سے نکل کر ان جوانوں پر حملہ کیا۔ تقریباً دوسو نوجوان جنگ وجدل کرتے رہے باقی نہایت بے ترتیبی سے کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا بھاگے۔ مگر فرات بن حیان العجلی کے مکان تک پہنچتے پہنچتے مختار کے ساتھیوں نے انہیں پکڑ لیا۔

ایک شخص قبیلہ بنی خبہ کا بصرے کا رہنے والا یحییٰ بن ضمضم نامی تھا۔ اس کے پاؤں اس قدر لمبے تھے کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تھا تو زمین کو چھو جاتے تھے۔ بڑا سفاک ومہیب تھا کوئی شخص اس کے سامنے نہیں ٹھہرتا تھا اس نے مختار کے اصحاب پر حملہ کر دیا۔ جہاں وہ بڑھتا کوئی اس کے سامنے نہ ٹھہرتا۔

مختار نے اسے دیکھا اور حملہ کر کے ایک ہی وار پیشانی پر ایسا لگایا کہ پیشانی اور کاسہ سر دونوں غائب ہو گئے۔ اور وہم سے زمین پر مردہ ہو کر گر پڑا جب اس جھڑپ کا علم مصعب کے سرداروں کو ہوا وہ چاروں طرف سے بڑھے۔ مختار کے ساتھیوں میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ اس متحدہ قوت کا مقابلہ کرتے۔ مجبوراً انہیں قصر میں واپس جانا پڑا۔

مختار اور ان کے ساتھی محل میں قید تھے۔ محاصرہ کی تکلیف روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ایک روز مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ جس قدر محاصرہ طویل ہوگا تمہاری طاقت گھٹتی جائے گی۔ اس لئے بہتر

یہ ہے کہ میرے ساتھ کھلے میدان میں اتر کر دشمنوں سے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑ لو۔ تا کہ عزت سے ہم اپنی جانیں دیدیں۔ اگر تم لوگ بہادری سے لڑے تو مجھے اب بھی اپنی فتح سے ناامید۔ نہیں مگر وہ لوگ کب اس نصیحت پر عمل کرتے وہ تو اور بھی بزدل بن گئے۔ پھر مختار نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہ تو کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور نہ خود کو دشمنوں کے سپرد کروں گا۔

عبداللہ بن جعدہ بن ہیرہ بن ابی وہیب نے جب مختار کے اس استقلال اور ارادہ دیکھا تو چپکے سے رسی کے ذریعے قصر سے اترائے اور اپنے بھائی میں مل گئے۔ اور پوشیدہ رہے۔ جب مختار کو اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور بے ہمتی کا اچھی طرح علم ہو گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ قلعے سے نکل کر دشمن سے آخری جنگ کرے۔ اپنی بیوی ام ثابت بنت سمرا بن جندب الفرادی کے پاس قاصد بھیجا۔ اس نے بہت سی خوشبو بھیج دی۔ مختار نے غسل کیا اپنے سر اور داڑھی میں خوشبو لگائی اور کل انیس جاں نثاروں کے ساتھ جن میں سائب بن مالک الاشعری بھی تھا قلعے سے نکلے۔

یہ وہی شخص ہے جو مختار جانے کے وقت کوفے پر اس کا جانشین بھی رہ چکا تھا ان کی بیوی کا نام عمرۃ تھا جو ابو موسیٰ اشعری کی بیٹی تھیں ان کے بطن سے ایک لڑکا بھی تھا۔ جس کا نام محمد تھا۔ یہ لڑکا اس محاصرے کے وقت باپ کے ساتھ قلعے میں موجود تھا جب باپ مارا گیا اور قلعے میں جس قدر لوگ تھے سب گرفتار ہو گئے یہ بچہ بھی ان میں تھا۔ چھوٹی عمر سے چھوڑ دیا گیا

مختار کے قتل کا بیان

جب مختار قلعے سے نکلا تو سائب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ سائب نے کہا کہ اصل میں رائے تو آپ کی رائے ہے۔ مختار نے کہا کہ بھلا میری رائے یا ارادہ کوئی چیز ہے یا اللہ کا ارادہ۔ سائب نے کہا کہ حقیقت میں خدا کا ارادہ ارادہ ہے۔ مختار کہنے لگے افسوس ہے تم پر بالکل بے وقوف ہو میں بھی عرب ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر اور نجدہ نے یمامہ پر اور مروان نے شام پر اپنا اپنا تسلط جما لیا ہے تو میں بھی بہ حیثیت عرب ہونے کے کسی طرح ان سے کم نہیں تھا۔ میں نے ان ممالک پر قبضہ کر لیا اس لیے میں بھی انہیں کے مثل تھا۔ البتہ جب اہل بیت رسول کے خون کا بدلہ لینے کی طرف سے عربوں نے خواب خرگوش کی سی بے پروائی کی تو میں نے اس فرض کو بھی انجام دیا اور جو جو لوگ اہل بیت کے قتل میں شریک تھے انہیں ان کو میں نے انجام کو پہنچایا۔ اسی بنا پر مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ اگر تمہاری نیت خالص ہے تم اپنی خاندانی شرافت کے اعتبار سے بہادری دکھاؤ۔ سائب کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون، میں اپنی شرافت کے لئے لڑ کر کیا کر لوں گا۔

مختار کل ۱۹ ساتھیوں کے ساتھ قلعے سے نکلا اور دشمنوں سے کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس چلا آؤں تو کیا تم مجھی امان دو گے؟ مصعب کے ساتھیوں نے کہا کہ صرف اس شرط پر کہ تمہارا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ مختار کہنے لگا کہ میں اپنی قسمت کی ڈور بھی کبھی تمہارے ہاتھ میں نہ دونگا۔ یہ کہا اور شمشیر زنی کرتا ہوا مارا گیا۔

مختار کا اپنی قوم سے آخری خطاب

مختار نے اپنے ساتھیوں کو قلعے سے نکل لڑنے کے لئے کہا انہوں نے نہ مانا پس مختار نے اس سے کہہ دیا تھا

کہ جب میں قلعے سے نکل کر دشمن سے لڑتا ہوا کام آیا وُں گا تمہاری کمزوری اور ذلت اور زیادہ ہوگی۔ اگر تم نے اپنے دشمنوں کو اپنی قسمتوں کا حاکم بنا دیا تو تمہارے تو وہ تمہارے دشمن جنہیں تمہارے ہاتھوں تکلیف یا صدمہ اٹھانا پڑا ہی تم پر حملہ کر دیں گے۔ اور ہر شخص یہ کہے گا کہ فلاں شخص سے میں اپنا بدلہ لوں گا اور اس طرح تم قتل کر ڈالے جاؤ گے۔

تم میں سے جنگ سے باقی بچ جانے والے ساتھیوں کے اس عبرت انگیز انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اس وقت نادم ہو کر کہیں گے کہ کاش ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا اور اسکی رائے پر عمل کیا ہوتا اگر تم اب میرے ساتھ قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ اور ہوتے ہو تو چاہے فتح ہمیں نصیب نہ ہو پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ عزت سے جان دو گے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص بھاگ کر اپنے خاندان میں جا ملے گا تو تمام خاندان والی اسے گھیر لیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ کل اسی وقت تم اس قدر ذلیل وخوار ہو جاؤ گے کہ روئے زمین پر تمہارا سایہ عزت نہ نکلے گا۔

مختار کا کہا حرف بحرف سچ ہوا

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ مختار اسی روز مقام زیاتین کے قریب قتل کیا گیا قبیلہ بنی حنیفہ کے دو بھائیوں نے اس کے قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔ ایک کا نام طرف اور دوسرے کا طراف تھا۔ یہ عبداللہ بن وجاجۃ کے لڑکے تھے۔

مختار کے قتل کے دوسرے دن بحر بن عبداللہ المسکی اپنی فوج والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کل مختار نے ایک اچھی رائے دی تھی کاش تم اس کا کہنا مانتے۔ اب اگر آج تم نے اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا تو بھیڑ بکری کی طرح موت کے گھاٹ اتارے جاؤ گے۔ اب بھی موقع ہے تلواریں لے کر میدان جنگ میں اتر پڑو۔ آخر دم تک لڑتے رہو اور باعزت موت مرو گے اس کی کوشش بھی رائیگاں گئی۔ فوج نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر ہمیں اس مشورہ عمل کرنا ہوتا تو اس شخص کا کہنا مانتے جو ہمارے نزدیک تم سے کہیں زیادہ واجب الاطاعت تھا۔ اس کے حکم جو جب ہم نے نہ مانا تو ہم تمہاری اطاعت کب کر سکتے ہیں۔

آخر کار اس محصور فوج نے اپنے آپ کو مصعب کے حوالہ کر دیا۔ مصعب نے عباد بن الحصین کو قلعے کی طرف روانہ کیا۔ عباد نے ہاتھ پاؤں بندھوا کر محصورین کو نکالنا شروع کیا۔ عبداللہ بن شراد الخثعمی عباد بن الحصین کے سپرد کیا گیا۔ عبداللہ بن قراد نے لڑنے کے لئے لکڑی۔ تلوار وغیرہ تلاش کی مگر کچھ نہ ملا۔ کیونکہ جب یہ لوگ اسکے پاس پہنچے تو ایک ندامت سی اس پر طاری ہوگئی۔ بہرحال لوگوں نے ان کی تلوار لے لی۔ اور ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے بھی قلعے سے باہر نکالا۔

عبدالرحمٰن بن محمد اس کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا کہ اسے میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس کی گردن ماروں۔ اس پر عبداللہ بن قراد کہنے لگا اس بات کی قسم کھا کر کہ میں نے تمہارے باپ کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا میں تمہارے دادا کے دین پر نہیں ہوں جو پہلے ایمان لے آئے اور پھر مرتد ہو گئے۔

یہ سنتے ہی عبدالرحمٰن گھوڑے سے اتر پڑا اور کہا کہ اسے میرے قریب لے آؤ۔ لوگوں نے اس کے قریب کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن قرار کو قتل کر ڈالا۔ اس پر عباد ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ تم نے اسے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اس کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

عبدالرحمٰن عبداللہ بن شراد الخثعمی کے پاس آیا جو ایک شریف آدمی تھا اور عباد سے درخواست کی کہ آپ انہیں

اس وقت تک قید رکھیے جب تک کہ خود امیر ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کریں۔ عبدالرحمٰن مصعب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ عبداللہ بن شراد کو آپ مجھے دیدیں تا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں کیونکہ میرے باپ کو اس نے قتل کیا تھا۔ مصعب نے ان کی درخواست منظور کر لی۔

اور عبدالرحمٰن نے ابن شراء کی گردن ماردی جب عباد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے تمہاری نیت کا علم ہوتا تو میں ابن شداد کو کسی اور کے حوالے کرتا کہ وہ اسے قتل کر ڈالے۔ مگر مجھے تو یہ خیال تھا کہ تم مصعب سے سفارش کر کے انہیں رہائی دلاؤ گے۔

اسود بن سعید نے مصعب سے درخواست کی کہ اگر میرا بھائی اپنے کو ہمارے حوالے کر دے تو اس کو امان دی جائے۔ اس کی درخواست منظور ہوئی۔ اسود اپنے بھائی کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں امان دی گئی ہے۔ اس نے اپنے کو حوالے کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرنے کو تمہارے ساتھ جینے پر ترجیح دیتا ہوں۔ قیس اس کا نام تھا۔ یہ بھی قبیلے سے نکالا گیا اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ قتل کر ڈالا گیا۔ بجر بن عبداللہ المسلی جن کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ موالیوں میں سے تھے جب یہ مصعب کے سامنے پیش کئے گئے تو ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ بجیر نے مصعب کو مخاطب کر کے کہا کہ سب تعریف اسی خدائے برتر کے لئے ثابت ہے جس نے ہمیں قید کی مصیبت میں مبتلا کیا اور تمہیں یہ طاقت دی کہ تم ہمیں معافی دو۔ یہ دونوں وہ ہیں کہ ایک سے اللہ کی خوشنودی اور دوسرے سے اس کی ناراضی حاصل ہو سکتی ہے جو شخص درگذر کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگذر کرتا ہے اور اسکی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص سزا دیتا ہے وہ کبھی اس کے بدلے سے مامون نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر ہمارا تمہارا قبلہ ایک، مذہب ایک ہے ہم ترک یا دیلم نہیں ہیں۔ بالغرض اپنے ہم وطن بھائیوں سے ہم نے مخالفت کی بھی تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا ہم سچائی پر تھے اور وہ غلطی پر یا اس کے برعکس پھر ہم آپس میں جنگ و جدال میں مصروف ہو گئے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ اسی طرح اسے پہلے اہل شام اور اہل بصرہ اختلاف رائے کی وجہ سے باہمی جدال و قتال میں مصروف ہے اور پھر صلح بھی کر لی اور اتحاد کر لیا۔ اب آپ ہمارے مالک ہیں معاف کیجئے اب ہماری قسمتیں آپ کے ہاتھ میں ہیں درگذر کیجئے۔

مصعب کے سامنے پھر رحم کی درخواست کرنا

بجیر اسی طرح عاجزی سے رحم کی درخواست کرتا رہا یہاں تک کہ لوگوں پر اور خود مصعب پر اس کا اثر پڑا اور انہوں نے سب کے چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا اس پر عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث اٹھے اور کہنے لگے کہ آپ ان سے درگذر کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے خاندان کے تمام بڑے بڑے لوگ اور دوسرے شہر والے ان کے ہاتھوں مقتول ہوئے ہیں باوجود اس کے آپ انہیں یوں ہی چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا خون ان کے پیٹھوں میں بہہ رہا ہے یا آپ ہمیں اپنا بنا لیں یا نہیں۔ اسی طرح ہر قبیلے اور خاندان والے جن کے عزیز و اقارب مارے گئے تھے اٹھے اور یہی مطالبہ پیش کرنے لگے۔

جب مصعب نے اپنی فوج کا یہ رنگ دیکھا قیدیوں کے قتل کر دینے کا حکم دیدیا۔ اس حکم کے سنتے ہی تمام قیدی بآواز بلند کہنے لگی کہ اے ابن زبیر آپ ہمیں قتل نہ کیجئے۔ بلکہ جب آپ کی اہل شام سے جنگ ہو تو اپنے

مقدمۃ الجیش پر آپ ہمیں مقرر کیجئے کیونکہ خدا کی قسم جب اہل شام سے آپ سے آپ کا مقابلہ ہوگا تو ہم جانتے ہیں کہ آپ کی اور آپ کے فوج والوں کی ایسی حالت نہیں کہ ہماری مدد کی اس وقت ضرورت نہ ہو۔ اگر ہم مارے بھی جائیں گے تو انہیں اس قدر کمزور کردیں گے کہ آپ آسانی سے ان پر غلبہ حاصل کرلیں اور اگر کامیاب ہوئے تو اس فتح کے فوائد سے آپ اور آپ کے ساتھی فائدہ اٹھائیں۔

مصعب نے ان کی ایک نہ سنی اور رائے عامہ کی پیروی کی۔ اس پر بجیر السلمی نے کہا کہ یہ میری ایک آرزو ہے اسے آپ منظور کرلیں کہ میں ان دوسرے قیدیوں کے ساتھ نہ مارا جاؤں کیونکہ میں نے انہیں حکم دیا تھا کہ تلواریں لے کر کھلے میدان میں آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کرو اور عزت سے جان دو۔ مگر ان لوگوں نے میرے حکم کا اتباع نہیں کیا۔ چنانچہ بجیر سب سے پہلے قتل کیا گیا۔

مصعب کی رحم کی درخواست کرنا

مسافر بن سعید بن نمران نے مصعب سے کہا کہ اے ابن زبیر جب تم خداوند عالم کے سامنے جاؤ گے تو کیا جواب دو گے کہ تم نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کو جنہوں نے اپنی قسمت تمہارے سپرد کردی تھی اس بے رحمی سے قتل کرڈالا۔ مگر باقی جو بچیں انہیں تو رہا کردینا چاہئے ہم میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ہماری تمہاری جنگ میں کبھی ایک مرتبہ بھی شریک نہیں ہوئے۔ یہ لوگ پہاڑی اور میدانی علاقے میں اگان وصول کرنے اور راستے کی حفاظت میں مشغول تھے مگر مصعب نے ان کی اس درخواست پر مطلقا کان نہیں دھرا۔

مسافر نے کہا کہ خدا اس جماعت کا برا کرے باوجودیکہ میں نے ان سے کہا کہ رات کے وقت قلعے سے نکل چلو اور سڑکوں کے پہرہ داروں کو قتل کرکے اپنے قبائل میں مل جائیں مگر انہوں نے میرا حکم نہ مانا۔ مجھے مجبور کیا کہ اس انتہائی ذلت وخواری کی حالت کو قبول کروں انہوں نے ذلیل غلاموں کی موت کو باعزت موت پر ترجیح دی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے خون کو ان کے خون سے نہ ملائیں۔ چنانچہ انہیں دوسروں سے پہلے ایک سمت لے جا کر قتل کردیا گیا۔

مصعب کے حکم سے مختار کے ساتھ اور ہتھیلی کاٹ دیئے گئے اور مسجد کے پہلو میں کیلوں سے ٹھونک کر نصب کردیئے گئے۔ ایک عرصے کے بعد حجاج ابن یوسف کی اس پر نظر پڑی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مختار کی کف دست ہیں۔ اس پر اس نے حکم دیا کہ اتار دی جائیں۔

مصعب کا خط ابن الاشتر کے نام

مصعب نے اپنے عاملوں کو علاقہ کوہستانی اور میدانی کی طرف روانہ کردیا۔ مصعب نے ابن الاشتر کو ایک خط لکھا جس میں انہیں دعوت دی کہ:

> تم میری اطاعت کرلو اور اگر تم میری دعوت کو قبول کرکے میری اطاعت منظور کرتے ہو تو شام کا ملک تمہیں دیدیا جائے گا۔ سواروں کے سردار بنا دیئے جاؤ گے اور مغرب الاقصیٰ کا وہ تمام علاقہ جس پر تم قبضہ کرلیا ہے۔ بدستور تمہارے ہی اقتدار میں رہے گا جب تک کہ خاندان زبیر میں حکومت ہے۔

عبدالملک بن مروان کا خط ابن الاشتر کے نام

دوسری جانب سے عبدالملک بن مروان نے بھی ابن الاشتر کو اسی مضمون کا ایک خط بھیجا اور لکھا کہ تم میری اطاعت قبول کرتے ہو تو تمام علاقہ عراق تمہارے قبضہ تصرف میں دیدیا جائے گا۔

ابراہیم نے اپنے ساتھی کو جمع کیا اور اس معاملہ میں ان کا مشورہ طلب کیا بعض لوگوں نے ابن زبیر کی اطاعت کرنے کا مشورہ دیا۔ بعضوں نے عبدالملک کے حق میں رائے دی۔

ابن الاشتر نے کہا کہ اگر عبیداللہ بن زیاد اور اہل شام کے دوسرے سرداروں کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا تو میں عبدالملک کی دعوت قبول کر لیتا۔ اس کے علاوہ میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اپنے شہر یا قبیلے پر دوسرے کو ترجیح دوں۔

ابن الاشتر نے مصعب کی دعوت منظور کر لی۔ مصعب نے انہیں لکھا کہ میرے پاس آ و ابراہیم گئے اور حلف اطاعت بھی اٹھایا۔

مصعب نے جو خط ابراہیم کو لکھا تھا وہ حسب ذیل ہے

مصعب کا خط ابن الاشتر کے نام

> ''اللہ تعالیٰ نے جھوٹے دعویدار مختار کو اس کے انجام کو پہنچا دیا۔ ان کے حمایتیوں کا بھی جن کا طرز عمل کفر کی حد تک پہنچ چکا تھا اور جادو سے شعبدہ بازیاں کرنے لگے تھے یہی حشر ہوا۔ اب میں تمہیں اللہ کی کتاب اس کے نبی کی سنت اور امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کرو تو میرے پاس آ جاؤ ملک جزیرہ اور تمام مغرب الاقصیٰ جب تک تم زندہ ہو اور حکومت خاندان زبیر میں ہے تمہارے ہی قبضہ میں کر دیئے جائیں گے اس وعدے کے لئے ہم خدا سے عہد کرتے ہیں یہ عہد ان معاہدات سے جو خدا نے نبیوں سے لیا تھا زیادہ موثر ہے والسلام۔''

اسی طرح عبدالملک بن مروان نے جو خط ابراہیم کو بھیجا تھا وہ بھی حسب ذیل ہے:

عبدالملک بن مروان کا خط ابن الاشتر کے نام

> ''حمد وصلوٰۃ کے بعد تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آل زبیر نے آئمہ ہادیین کے خلاف بغاوت برپا کی اور مستحقین حکومت سے اقتدار چھین لیا۔ کعبۃ اللہ میں خلاف شرع کارروائیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر قابو پا کر سخت ذلت وعذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر میری دعوت تم نے منظور کر لی تو جب تک میں اور تم زندہ ہیں عراق کی حکومت تمہارے سپرد کر دی جائے گی تمہیں یہ حق

ہوگا کہ مجھ سے یہ وعدہ بطور اپنے حق کے پورا کراؤ میں اللہ کے سامنے بھی یہی عہد کرتا ہوں''

ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا اور پوچھا کہ مجھے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ کسی نے عبدالملک کے حق میں اور کسی نے ابن زبیر کے حق میں رائے دی اس پر ابراہیم بولے کہ میری ذاتی رائے بھی یہی ہے کہ اہل شام کا اتباع کروں۔ مگر یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ شام میں جس قدر قبائل رہائش پذیر ہیں ان میں کوئی بھی تو ایسا نہیں کہ جسے میرے ہاتھوں نقصان نہ پہنچا ہو اور اس کا میرے ذمے نہ ہو۔ اس کے علاوہ میں اپنے شہر اور قبیلے کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ابراہیم نے مصعب کو اپنے ٹھکانے پر بھیج دیا یہ اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب مہلب دریائے فرات پر آ کر خیمہ زن ہوا۔

مصعب کا مختار کی بیوی کو قتل کرنے بیان

مصعب نے ام ثابت بنت سمرۃ بن جندب اور عمرۃ بن النعمان بن بشیر الانصاری کو اپنے سامنے بلایا۔ یہ دونوں مختار کی بیویاں تھیں ان سے پوچھا کہ مختار کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ام ثابت نے جواب دیا کہ جس معاملے میں ہم سے رائے لی جارہی ہے اسکے متعلق ہمارے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ آپ کی رائے کی تائید کریں۔ یہ سن کر مصعب نے اسے رہائی دیدی۔ مگر عمرہ نے کہا مختار خدا کے نیک بندوں میں تھے اللہ تعالیٰ اپنا رحم و کرم ان کے شامل حال کرے۔ اس جواب پر مصعب نے اسے جیل خانہ بھیج دیا۔

اور ان کے معاملے میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو لکھا کہ یہ عورت اس بات کی مدعی ہے کہ مختار ایک نبی تھے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اسکے جواب میں حکم دیا کہ انہیں جیل خانہ سے نکال کر قتل کر ڈالو۔ چنانچہ رات گئے ان کو تیرہ اور کوفے کے درمیان لائے۔ مسطر نے تلوار کے تین ہاتھ ان کے رسید کئے۔ یہ شخص بنی قفل متعلقہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا شاگرد پیشہ تھا۔ اور پولیس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ عمرۃ نے اپنے قبیلے عزیزوں اور باپ وغیرہ کو مدد کے لئے حسب دستور عرب پکارا ابان بن نعمان بن بشیر نے یہ فریاد سنی۔ فوراً اس طرح کی طرف چھٹا اور ایک تھپڑ اس کے رسید کیا۔ اور کہا حرامزادے تو نے اسے قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے سیدھے ہاتو کو کاٹ دیگا۔ مسطیر نے ابان کو پکڑ لیا۔ اور اسے مصعب کے پاس لایا ابان نے کہا کہ میری ماں مسلمان تھیں یہ بنی قفل اس پر شاہد ہیں مگر کسی شخص نے اس کے بیان کی تصدیق نہیں کی۔ مصعب نے حکم دیا کہ اس شخص کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس نے ایک ایسا واقعہ دیکھا جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

مصعب کی حضرت عبداللہ بن عمر سے ملاقات

مصعب کی حضرت عبداللہ ابن عمر سے ملاقات ہوئی۔ مصعب نے انہیں سلام کیا۔ اور کہا میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا جی ہاں آپ ہی نے سات ہزار مسلمانوں کو ایک ہی دن میں قتل کیا جب تک جیتے ہو جیو۔ مصعب کہنے لگے وہ سب کافر اور جادوگر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرمانے لگے کہ اگر اپنے باپ کی میراث میں سے بھی تم نے اس قدر بھیڑ بکریاں ذبح کی ہوتیں تو یہ بھی فضول خرچی میں داخل ہوگا۔

سوید بن غفلہ علاقہ نجف میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے پیچھے سے اپنی کمر کی سہارے کی لکڑی

سے ان کے آہستہ سے ہولا دیا انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اس شخص نے کہا کہ بتاؤ شیخ کے متعلق کیا رائے ہے؟ سوید نے دریافت کیا کہ کون سے شیخ کے متعلق دریافت کرتے ہو۔ اسنے کہا علی ابن ابی طالب۔ سوید کہنے لگے میں اس امر پر گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علیؓ کو اپنے کان آنکھ دل اور زبان سے محبوب رکھتا ہوں۔ دوسرا شخص بولا تم گواہ رہو کہ میں انہیں اپنی آنکھ، کان، دل اور زبان سے ناپسند کرتا ہوں یہ دونوں چلتے چلتے کوفہ آئے۔ اور علیحدہ ہو گئے اس واقعہ کو ایک عرصہ گزر گیا۔

سوید ایک روز مسجد اعظم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص عمامہ باندھے مسجد میں آیا اور ایک ایک شخص کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسی طرح دیکھتے دیکھتے ہمدانیوں پر اس کی نظر پڑی۔ ان لوگوں کی داڑھیاں تمام جماعت میں بہت ہی کاٹی ہوئی اور تھوڑی تھوڑی تھیں۔ یہ انہیں ہمدانیوں میں آ کر بیٹھ گیا۔ سوید بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے۔ لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اس نے کہا کہ میں تمہارے نبی کے اہل بیت کے پاس سے آیا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا لائے ہو اسنے کہا کہ یہ موقع اس کے اظہار کا نہیں ہے کل فلاں مقام پر آؤ تو بتاؤں۔

دوسرے روز سعید بھی اور لوگوں کے ساتھ اس کے پاس پہنچے۔ اس شخص نے ایک خط نکالا۔ جس کے نیچے سے مہر ثبت تھی۔ ایک لڑکے کو یہ خط دیا اور کہا کہ اسے پڑھو۔ یہ شخص خود جاہل تھا لکھنا نہیں جانتا تھا۔ لڑکے نے خط پڑھا جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط مختار بن ابی عبید کے لئے وصی آل محمد نے لکھا ہے۔ اس کے بعد اور باتیں تھیں جب یہ سنائی گئیں تو تمام جماعت زار و قطار رونے لگی۔ اس شخص نے لڑکے سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ یہ لوگ اپنے رونے سے ذرا سنبھل جائیں۔

یہ حالت دیکھ کر سوید سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص مجھے نجف کے راستے میں ملا تھا اور یہ واقعہ میرے اور اس کے درمیان پیش آیا تھا۔ لوگوں نے ان کے بیان کو کچھ اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگے کہ اس شخص کے بیان سے تمہارا انکار کرنا ضرور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تم آل محمد کی جانب سے ہمارے خیالات کو دوسری طرف متوجہ کرنا اور اس صحائف آسمانی پھاڑنے والے ذلیل و کمین شخص کی حمایت پر آمادہ کرنا چاہتے ہو۔ اس پر سوید نے ہمدانیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں ہرگز تم سے کوئی ایسی بات بیان نہیں کروں گا کہ جسے خود میرے کانوں نے حضرت علی سے نہ سنا ہو یا جسے میرے دل نے یاد نہ رکھا ہو۔

میں نے خود حضرت علی کو یہ کہتے سنا کہ عثمان کو صحائف کا پھاڑنے والا مت کہو۔ خدا کی قسم انہوں نے جو کچھ کیا ہم اصحاب رسول اللہ کے مشورے سے کیا ہے۔ اگر یہ کام میرے سپرد کیا جاتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔ ہمدانی کہنے لگے کہ کیا خود تم نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا ہے۔ سوید نے جواب دی کہ بیشک میں نے یہ خود انہیں سے سنا ہے۔ اب لوگ اس شخص کے پاس سے دور ہو گئے۔ اس پر اس شخص نے غلاموں کا رخ کیا اور ان سے مدد طلب کرنے لگا۔ اور خیر پھر جو کچھ اس نے کیا کیا۔

مختار کے متعلق واقدی کا بیان اس بیان سے ذرا مختلف ہے جب کہ مصعب بصرہ آ چکے تھے مصعب مختار کی طرف بڑھے اور جب اس کا علم مختار کو ہوا تو اس نے احمد بن شمیط۔ کو مصعب کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ مقام مذار پر مصعب کی فوج سے لڑو۔ اسلئے واقدی کے نزدیک یہ فتح مقام مذار، پر حاصل ہوئی۔

مختار کے اس حکم دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے کہا گیا تھا کہ مقام مذار پر بنی ثقیف کے ایک شخص کو عظیم الشان فتح حاصل ہوگی۔ اس سے مختار یہ سمجھا کہ یہ پیشین گوئی میرے لئے کی گئی۔ حالانکہ اس کا اشارہ حجاج بن یوسف کی طرف تھا۔ جب وہ عبدالرحمٰن بن الاشعث سے اسی مقام پر اس کے بعد لڑ رہے۔

مصعب نے عباد الحبطی اپنے مقدمۃ الجیش کے سردار کو حکم دیا کہ تم مختار کی فوج کی رک جاؤ۔ عباد آگے بڑھا۔ اس کے ہمراہ عبیداللہ بن علی بھی تھے۔ مصعب دریائے فرات کے کنارے نہر بصریین ٹھہر گئے۔ اس مقام پر ایک نہر کھودی گئی اسی وجہ سے اس کا نام نہر بصریین رکھا گیا۔ مختار بیس ہزار فوج کی ساتھ مصعب کے مقابل صف آرا ہو گیا دوسری جانب سے مصعب مع اپنے ساتھیوں کے آگے بڑھے۔ مختار شام ہونے تک اپنے مقابل کی طرح فوج کی ترتیب میں مصروف رہا۔ جب رات ہوگئی اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جب تک یا محمد کوئی منادی بآواز بلند نہ پکارے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہٹے جس وقت یہ لفظ تم سنو فوراً دشمن پر حملہ کر دینا۔ یہ حکم سن کر مختار کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کی قسم مختار محض جھوٹا شخص ہے۔ یہ شخص مع اپنے ساتھیوں کے چپکے سے مصعب کی جماعت میں جاملا۔

مصعب کا مختار سے مقابلہ

جب چاندنی اچھی طرح پھیل گئی مختار نے ایک نقیب کو حکم دیا کہ ''یا محمد'' بلند آواز پکارو۔ اس آواز کے سنتے ہی مختار کی فوج مصعب کی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ یہاں تک کہ خود مصعب کو اپنے فوجی قیام گاہ تک ہٹنا پڑا۔ تمام شب اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ مختار شکست کھا کر پیچھے ہٹا اور کوفہ کے قصر میں چلا آیا صبح کو مختار کے ساتھی جب واپس آئے تو بہت دیر تک کھڑے رہے۔ جب دیکھا کہ مختار نہیں ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ مارا گیا۔ پھر کیا تھا جن سے بھاگا جا سکا وہ بھاگ گئے اور کوفہ کے مکانوں میں چھپ گئے۔ آٹھ ہزار نے کوفہ کے رخ کیا۔ کوئی دشمن مقابلے کے لئے نہیں تھا۔ مختار پہلے سے محل میں داخل ہو چکا تھا۔ یہ لوگ بھی ان کے ساتھ محل میں بند ہو گئے۔ اس رات کی جنگ میں مختار کی فوج نے مصعب کی فوج میں بہت سے لوگوں کو قتل کیا تھا۔

محمد بن الاشعث بھی اسی رات مارے گئے۔ صبح کے وقت مصعب بھی آگے بڑھے اور محل کا محاصرہ کر لیا چار ماہ تک محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں مختار روزانہ محل سے نکل کر کوفہ کے بڑے بازار کی ایک سمت میں مصعب کی فوج سے لڑتا مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکتا یہاں تک کہ مختار میدان جنگ میں کام آ گیا۔

جب مختار مارا گیا تو قصر کے دوسرے قیدیوں نے مصعب سے امان طلب کی مصعب نے امان دینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ بغیر کسی شرط کے خود آپ کو ہمارے حوالے کردو۔ جب ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو مصعب نے تقریباً سات سو عرب اور بقیہ جس قدر اہل عجم تھے سب کو تلوار کے ذریعہ قتل کر دیا۔

پہلے مصعب کا یہ ارادہ ہوا کہ عربوں کو چھوڑ دیں اور صرف عجمیوں کو قتل کر ڈالیں مگر ان کے مصاحبین نے اس طرز عمل سے انہیں روکا اور کہا کہ اگر آپ عربوں کو چھوڑ دیں گے اور صرف عجمیوں نے یہی کیا کہ عربوں کو سب سے پہلے قتل کر ڈالا۔

ان قیدیوں کے متعلق مصعب نے اپنی سرداوں سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن الاشعث اور محمد بن عبدالرحمٰن

بن سعید بن قیس اور ایسے ہی دوسرے لوگوں نے جنکے عزیز و اقارب مختار کے ہاتھوں مارے گئے تھے کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔

اس تجویز کو سن کو بنی ضبہ بہت گھبرائے اور کہا کہ منذر بن حسان کی جان بخشی کی جائے عبدی اللہ بن الحر نے کہا کہ اے امیر جتنے قیدی آپ کے قبضے میں ہیں ان سب کو ان کے خاندان والوں کے حوالے کر دیجئے۔

اس طرح آپ ان خاندانوں پر ان کی جان بخشی کر کے احسان کریں گے۔ اگر انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو ہم نے بھی انہیں قتل کیا۔ پھر جب ہماری سرحد پر جنگ ہوگی تو ہمیں ان کے نہ ہونے سے نقصان پہنچے گا۔ ان قیدیوں میں جو غلام ہیں انہیں ان کے آقاؤں کے سپرد کر دینا چاہیئے تا کہ یہ ہمارے یتیم بچوں بیواؤں اور بوڑھوں سے اعزا کا کام کاج کریں۔ البتہ آزاد غلام جس قدر ہیں انہیں قتل کر ڈالئے۔ کیونکہ یہ سخت ناشکرے اور مغرور ہیں۔

مصعب ہنسے اور احنف سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ احنف نے کہا کہ زیاد نے مجھ سے اسی قسم کی خواہش کی تھی مگر میں نے نہ مانا۔ آپ سب کو بلا لحاظ قتل کر ڈالئے۔ چنانچہ مصعب نے حکم دیا کہ تمام قیدی قتل کر ڈالے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور چھ ہزار جانیں اس جوش انتقام کے نذر ہو گئے۔

مختار بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ ۶۷ سال قتل کیا گیا۔ اب مصعب مختار کے فیصلے سے فارغ ہو گئے اور ابراہیم بن الاشتر بھی ان کا حمایتی بن گیا۔ وہ خود کوفہ اقامت پذیر رہے اور موصل جزیرہ آزربائیجان اور آرمینیا کی طرف مہلب بن اب صفرہ کو روانہ کیا۔

عبداللہ بن زبیر کا مصعب کو معزول کرنا اور حمزہ کو مقرر کرنا۔

اسی ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو بصرہ کی امارت سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ اپنے بیٹے حمزہ کو گورنر بنا کر بھیجا۔ مصعب کیوں اور کس طرح برطرف ہوا اس میں مورخین کا اختلاف ہے ایک بیان تو اس کے متعلق یہ ہے کہ مصعب بصرہ کے گورنر تھے جب مختار کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ کی طرف چلے تو بصرہ پر عبداللہ بن معمر کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ مختار کے قتل کے بعد مصعب عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے۔ ابن زبیر نے نہ صرف انہیں اپنے عہدے سے برطرف کر دیا بلکہ اپنے پاس نظر بند بھی کر لیا اور یہ عذر پیش کیا کہ باوجودیکہ اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ تم حمزہ سے کہیں زیادہ عہدہ گورنری کے مستحق اور اہل ہو مگر میرے سامنے حضرت عثمان کی مثال موجود ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری جیسے شخص کو برطرف کر دیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر گورنر مقرر کر دیا

حمزہ بصرہ کے گورنر بنا کر بھیج دیئے گئے یہ اگر چہ بڑے سخی تھے مگر مزاج میں مضبوطی نہ تھی ان کی سخاوت بعض مرتبہ حد سے تجاوز کر جاتی کہ جو چیز ان کے پاس ہوتی سب دے ڈالتے اور دوسری دفعہ اس قدر بخل کرنے لگتے کہ اس کی نظیر نہ ملتی۔ بصرہ میں اس نے بعض خفیف حرکتیں ظاہر ہوئیں۔

ایک روز حمزہ بصرہ کے تالاب پر گئے اور کہنے لگے کہ اگر لوگ احتیاط کریں تو اس کا پانی گرمیوں میں بھی باقی رہے اور لوگوں کے کام آئے کچھ عرصے کے بعد پھر تالاب کی طرف سوار ہو کر گئے تالاب کے پانی کو گھٹا ہوا دیکھ

کر کہنے لگے کہ پہلے ایک دن میں نے اسے دیکھا تو کہہ دیا کہ ہرگز کافی نہیں ہوسکتا۔اس پر احنف نے کہا کہ اس کا پانی اسی طرح پہلے بڑھ جاتا ہی اور پھر خشک ہو جاتا ہے۔

ایک روز حمزہ اہواز گئے اس کا پہاڑ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ مکہ کے کوہ قعقیعان کے مشابہ ہے اس بنا پر اس کا بھی نام قعقیان رکھ دیا گیا۔

حمزہ نے مروان شاہ کو اپنے وکیل کے ذریعے خراج ادا کرنے کا حکم دیا۔مروان شاہ نے اس میں کچھ سستی کی۔حمزہ نے اسے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں قتل کر ڈالا۔اس پر احنف نے کہا کہ امیر کی تلوار کس قدر تیز ہے۔

حمزہ نے بصرہ میں بہت بدنظمی پیدا کردی اور جو کچھ بدعنوانیاں ان سے سرزد ہوئیں انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ عبدالعزیز بن بشیر کے قتل کر دینے کا ارادہ کیا احنف نے اس واقعے کی ابن زبیر کو اطلاع کی اور یہ بھی درخواست کی کہ مصعب پھر اپنے عہدہ پر فائز کر دیئے جائیں۔

یہ حمزہ وہی ہیں جنہوں نے عبداللہ ابن عمیر اللیثی کو بحرین میں خارجیوں کے مقابلہ پر جنگ کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔

جب ابن زبیر نے حمزہ کو موقوف کر دیا تو یہ بصرہ کے خزانے سے بہت سارو پیہ لے کر چلے۔مالک بن مسمع نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تم ہماری تنخواہوں کی رقم بھی لئے جا رہے ہو اس طرح ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔

جب عبید اللہ بن عبداللہ بن معمر نے ادائی روزینہ کی ضمانت کی مالک خاموش رہے۔اور حمزہ اس روپے کو لے کر اپنے باپ کے پاس بھی نہیں گئے بلکہ سیدھے مدینہ چلے گئے۔مدینہ پہنچ کر اس روپے کو بطور امانت رکھوا دیا۔ مگر اور سب لوگ اس روپے کو لے کر چلتے ہوئے البتہ ایک یہودی نے امانت واپس کر دی۔

عبداللہ بن زبیر کو اس واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ خدا اسے دور کرے میں چاہتا تھا کہ حمزہ کی وجہ سے میں بنی مروان پر فخر کروں گا مگر وہ ہی نکما نکلا۔

مصعب کی موقوفی اور بحالی کے اسباب اور واقعات واقدی نے جو بیان کئے ہیں وہ اس بیان سے قدرے مختلف ہیں۔ان کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ جب مصعب نے کوفہ پر فتح پائی تو ایک سال کوفہ میں مقیم رہے کیونکہ بصرے سے انہیں موقوف کر کے عبداللہ ابن زبیر نے اپنے بیٹے حمزہ کو گورنر مقرر کر دیا تھا۔

ایک سال اس طرح گزارنے کے بعد مصعب اپنے بھائی کے پاس مکہ میں آئے۔ابن زبیر نے انہیں پھر بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مختار کی جنگ سے فراغت پانے کے بعد مصعب کوفہ پر حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کو حاکم مقرر کر کے خود بصرہ چلے آئے تھے۔ایک بیان یہ ہے کہ مختار کے قتل کے بعد کوفہ اور بصرہ دونوں مصعب ہی کے زیر نگرانی رہے۔

اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کرایا۔مصعب اس وقت ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے اگر چہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس وقت بصرہ پر کون حاکم تھا۔اس وقت کوفہ کے قاضی عبداللہ بن عقبہ بن مسعود تھے۔ ہشام بن بصرہ کے قاضی تھے۔عبدالملک بن مروان شام کے مالک تھے اور عبداللہ بن خازم اسلمی خراسان کے گورنر تھے۔

۶۸ھ کے واقعات

اسی سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ عراق کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔ برطرفی کے بعد ان کی بحالی کے واقعات واسباب کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

مصعب جب دوبارہ عراق کے گورنر مقرر ہوئے تو پہلے بصرہ آئے اور حارث بن ربیعہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا

اسی سال میں خارجی فارس سے عراق واپس آئے۔ بڑھتے بڑھتے کوفہ تک پہنچ گئے اور مدائن میں داخل ہو گئے

خارجیوں کا فارس سے واپس آنا

اہواز میں مہلب کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد خارجی فارس کرمان اور مضافات اصفہان میں مقیم تھے۔ جب مہلب موصل اور اس کے مضافات کے حاکم بنا کر بھیجے گئے تو ان کی جگہ مصعب نے عمر بن عبداللہ بن معمر کو فارس کا حاکم مقرر کیا۔ خارجیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور زبیر بن الماحوز کی سرکردگی میں عمر بن عبیداللہ پر ٹوٹ پڑے مقام سابور پر عمر بن عبیداللہ نے خارجیوں سے مقابلہ کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد نمایاں فتح حاصل کی۔ البتہ اس جنگ میں خارجیوں سے مقابلہ کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد نمایاں فتح حاصل کیا۔ البتہ اس جنگ میں کارجیوں کے زیادہ لوگ قتل نہیں ہوئے اور وہ بہت باقاعدگی اور ترتیب سے پسپا ہو گئے۔ اس جنگ کے بعد انہیں اپنی حال پر چھوڑ دیا گیا اور کوئی مزاحمت ان کی نہیں کی گئی۔ اس کے متعلق عمر بن عبیداللہ نے حسب ذیل خط مصعب کو لکھا

عمر بن عبداللہ کا خط مصعب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا کے بعد میں امیر کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے خارجیوں کو (جو کہ دین کے نکل گئے ہیں اور اپنی غرض کے بندے ہیں پکڑ لیا۔ اور دن کے وقت کچھ عرصے تک مسلمانوں کے ساتھ اس سے شدید جنگ کی۔ ہم نے اللہ کی مدد سے ان کے چہروں اور پشتوں پر سخت ضربیں لگائیں اور انہیں بھگا دیا۔ کچھ ان میں سے مارے گئے اور باقی شکست کھا کر بھاگے۔ میں اس درخواست تو آپ کی خدمت میں گھوڑے پر بیٹھا ہوا لکھ رہا ہوں اور دشمن کے تعاقب میں چلا جا رہا ہوں اور مجھے توقع ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو انہیں اچھی طرح ان کے انجام کو پہنچا دوں گا۔

عمر بن عبداللہ کا خارجیوں سے مقابلہ اور ان کی فتح

عمر بن عبیداللہ نے ان کا تعاقب جاری رکھا۔ مگر خارجی بچ کر نکل گئے اور اصطخر پہنچے۔ عمر بن عبیداللہ پھر ان کی جانب بڑھے طمستان کے پل پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک شدید جنگ کے بعد جس میں عمر بن عبیداللہ کا

بیٹا بھی کام آیا عمر کو فتح نصیب ہوئی۔

خوارج نے طمستان کے پل کے توڑ ڈالا۔ اور اصفہان اور کرمان کے پہاڑوں پر چڑھ گئے یہاں انہوں نے اپنے نقصانات کی تلافی کی اور جب ان کی قوت وتعداد بڑھ گئی تو پھر فارس کی طرف آئے۔ عمر بن عبیداللہ معمر اس وقت بھی فارس کے گورنر تھے۔

اس مرتبہ خوارج نے اس راستے کو چھوڑ کر جو انہوں نے سابور پر حملہ کرنے کے وقت اختیار کیا تھا اور دوسرے راستہ سے فارس کو طے کیا اور اس مرتبہ ارجان کی سمت چلے۔ عمر بن عبیداللہ کب جب اس بات کا علم ہا کہ خوارج کا رخ اس وقت اوپر اوپر بصرہ کی جانب ہے انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ میرے اس طرز عمل کو مصعب بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیں گے لہذا وہ نہایت تیزی سے ان کے پیچھے چلے۔ جب ارجان آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خوارج یہاں سے آگے بڑھ کر اہواز کی سمت جارہے ہیں۔ دوسری طرف مصعب کو بھی ان ک روانگی کی اطلاع ہوئی۔ اور انہوں نے بڑے پل پر فوج کی صف آرائی کی۔

مصعب نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ عمر بن عبیداللہ کو فارس کا گورنر مقرر کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوا حالانکہ جو فوج میں نے ان کی ساتھ روانہ کی ہے اسے ماہ تنخواہ دیجاتی ہے۔ اور ہر سال انہیں انعام واکرام ملتے رہتے ہیں بلکہ اس مقررہ سالیانہ کے علاوہ بھی انہیں دیتا رہتا ہوں۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خوارج اس کے علاقے کو طے کرکے مجھ پر بڑھے چلے آرہے ہیں۔ اس کے لئے ان کے پاس کوئی معقول عذر نہیں ہوسکتا کیونکہ میں نے مزید امدادی فوج بھی اس کے پاس بھیجی ہے۔ اگر عمر بن عبیداللہ نے خوارج سے جنگ کی ہوتی اور ان کے مقابلے سے بھاگ گئے ہوتے تو بھی ان کے پاس میرے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک عذر ہوتا۔ حالانکہ میدان جنگ سے بھاگنا نہ کوئی اچھا فعل ہے اور نہ بطور عذر کے قبول کیا جاسکتا ہے۔

خوارج زبیر بن الماحوز کے ساتھ بڑھتے اہواز تک پہنچ گئے۔ یہاں ان کے جاسوسوں نے انہیں اطلاع دی کہ عمر بن عبیداللہ تمہارے پیچھے چلے آرہے ہیں اور مصعب بن زبیر بصرہ سے تمہارے مقابلے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس خطرے کو محسوس کرکے زبیر بن الماحوز خطبے کے لئے کھڑا ہوا۔ حمد وثناء کے بعد زبیر بن الماحوز نے اپنی فوج کو مخاطب کرکے کہا کہ دو دشمنوں کے درمیان واقع ہونا ہمارے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اسلئے ہمیں فوراً ایک طرف اپنے دشمن سے نمٹ لینا چاہئے۔

زبیر بن الماحوز اپنی فوج کو لے کر چلا۔ علاقہ جوخی کو طے کرتا ہوا نہر دانات پر آیا اور یہاں سے دریائے دجلہ کے کنارے کنارے مدائن پر قیام پذیر ہوا۔ کردم بن مرثد بن نجتبہ الفرادی مدائن کا حاکم تھا۔ خوارج نے مدائن میں سخت غارت گری کی۔ بچوں، عورتوں اور مردوں کو قتل کرڈالا۔ اور حاملہ عورتوں کے رحموں کو چیر ڈالا۔ کردم نے راہ فرار اختیار کی۔

خوارجیوں کا ساباط میں جنگ کرنا

خوارج ساباط میں آئے اور تمام لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے ربیعہ ابن ناجد کی لونڈی کو جس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا تھا قتل کرڈالا۔ اسی طرح خارجیوں نے ابن یزید بن عاصم الازدی کی بیٹی نبانۃ کو بھی قتل کیا۔ یہ

قرآن کی حافظہ تھیں اور اپنے زمانے میں سب سے زیادہ حسین عورت تھیں۔ جب خارجیوں نے تلواروں سے اس پر حملہ کیا تو انہوں نے کہا کہ صد افسوس! کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ مردوں نے عورتوں کو قتل کیا ہو۔ تم انہیں قتل کر رہے ہو جو تم پر ہاتھ نہیں اٹھاتیں تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کرتیں اور وہ خود اپنے کو بھی کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتیں۔ جن کی نشونما زیوروں میں ہوئی اور جو جھگڑوں سے ہمیشہ علیحدہ رہی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اسے قتل کر ڈالو۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوا گر تم اس کو چھوڑ دو، اس پر دوسرے بولے اے خدا کے دشمن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسن کا جادو تجھ پر چل گیا ہے تو کافر ہو گیا۔ یہ شخص ان لوگوں کے پاس سے ہٹ آیا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ چلا گیا ہے پھر حملہ کیا اور اس خاتون کو قتل کر ڈالا۔

خارجیوں کا عورتوں پر بھی ہاتھ اٹھانا

ریطہ بنت یزید کہنے لگیں کیا تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گا۔ تم عورتوں اور بچوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کی نہیں کی قتل کر رہے ہو۔ ریطہ یہ کہہ کر ہٹ گئیں۔ خارجی ان پر ٹوٹ پڑے رداع ایاس بن شریح کی بیٹی تھیں سامنے آ گئیں۔ خارجیوں نے ان پر بھی حملہ کیا اور سر پر تلوار کا وار لگایا۔ تلوار کی دھار رداع کے سر پر پڑی اور یہ دونوں زمین پر گر پڑیں۔ ایاس بن شریح نے تھوڑی دیر خارجیوں کا مقابلہ کیا مگر یہ بھی زیر کر لئے گئے۔ اور زمین پر گر پڑے خارجی انہیں مردہ سمجھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔

زرین بن متوکل نامی ایک شخص قبیلہ بکر بن وائل کا اس جھڑپ میں زخمی ہوا۔ خارجی اس کے پاس سے ہٹ گئے بنانۃ بنت یزید اور ربیعہ ابن ماجد کی باندی تو جاں بحق ہو گئیں۔ باقی اور بچ گئے ایک نے دوسرے کو پانی پلایا۔ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کی اور کرایہ کی سواری پر کوفہ چلے آئے۔

ایک بزدل اور ایک بہادر کا ذکر

رداع بنت ایاس نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ بزدل شخص نہیں دیکھا جو ہمارے ساتھ تھا اور اس کی بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی جب ہم پر حملہ کیا گیا تو وہ ہمیں اور خود اپنی بیٹی کو ہمارے پاس چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اسی طرح میں نے اس شخص سے زیادہ کوئی بہادر نہیں دیکھا جو ہمارے ساتھ تھا۔ مگر نہ ہمیں اسے پہچانتے تھے اور نہ وہ ہمیں مگر پھر بھی دشمن نے ہم پر حملہ کیا تو ہماری حفاظت میں لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ یہی زرین بن متوکل البکری تھا۔ اس واقعہ کے بعد اکثر ہم سے ملنے آتا تھا۔ اور دوستی رکھتا تھا۔ اس نے حجاج کے دور حکومت میں انتقال کیا۔ تمام عربوں نے اس کی موت کا رنج کیا یہ ایک نیک آدمی تھا۔

مصعب نے ابوبکر بن وائل کو استان عالی کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ جب حارث بن ابی ربیعہ آ گئے تو ابوبکر کو علیحدہ کر دیا۔ مگر اس کے بعد پھر دوسرے سال انہیں کو اس مقام کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب خارجی مدائن پر چڑھ آئے انہوں نے اپنی ایک جماعت کو ابوبکر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ صالح بن مخراق اس خوارج کی جماعت کا سردار تھا مقام کرخ پر دونوں کی جنگ ہوئی۔ تھوڑی دیر جنگ ہونے کے بعد ایک دوسرے نے پیدل بغیر سواری کے جنگ کے لئے تیاری کی۔ چنانچہ ابوبکر دوسری طرف خارجی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ابوبکر یساران کا آزاد غلام عبدالرحمٰن ابی جعال اور ایک اور شخص انہی کے قبیلے کا میدان جنگ میں کام آئے۔ اور ان کے تمام دوسرے ساتھی شکست کھا کر

منتشر ہو گئے۔

حارث کا خارجیوں کے مقابلے پر نکلنا

جب خارجیوں کے حملے کی اطلاع کوفے والوں کو ہوئی وہ حارث بن ابی ربیعہ کے پاس آئے۔ واویلا کیا ۔اوران سے کہا کہ آپ جنگ کے لئے جائیں کیونکہ یہ خوارج ہمارے دشمن ہیں جو ہم پر مسلط ہو گئے ہیں۔ یہ رحم کا نام بھی نہیں جانتے۔ حارث مقابلہ کے لئے بڑھے مگر نہایت آہستہ آہستہ چلے نخیلہ پہنچے۔ کئی روز تک اسی مقام پر قیام پزیر رہے اس پر ابراہیم بن الاشتر کھڑے ہوئے۔ حمد وثناء کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری اطراف ایسا دشمن بڑھا چلا آرہا ہے جس میں رحم نہیں ہے۔ مرد عورت بچوں کو قتل کررہا ہے۔ شاہراہوں کو خطرناک اور علاقے کو برباد کررہا ہے۔ اس لئے آپ ہمیں لے کر ان پر حملہ کیجیے۔ حارث نے پھر کوچ کا حکم دیا۔ اور کچھ اور چل کر دیر عبدالرحمٰن پر ڈیرے ڈال دیئے۔ اس قیام کے دوران ہی میں شبث بن ربیعہ بھی آملے۔ اور انہوں نے بھی ان سے یہی کہا جو ابن الاشتر پہلے کہہ چکے تھے، مگر کچھ نہ ہوا۔ جب لوگوں نے محسوس کیا یہ جان بوجھ کر آگے بڑھنے میں دیر لگا رہے ہیں۔ تو ایک رجز یہ شعر میں طنزاً اس بات کو ظاہر کیا۔ اور اس طرح انہیں مجبور کردیا کہ اس مقام سے آگے بڑھیں۔ غرضیکہ جہاں کہیں حارث قیام پزیر ہوتا تھا اس قدر دیر لگاتا تھا کہ لوگ تنگ ہوجاتے اور اس کے خیمے کے نزدیک طنزیہ جملہ کہتے ۔خدا خدا کر کے انیس روز میں صراۃ میں پہنچا۔ دشمن کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والی جماعتیں پہلے ہی اس مقام تک پہنچ چکیں تھیں۔ دشمن کے مخبروں نے خبر دی تھی کہ ایک جماعت تمہارے مقابلے کے لئے آئی ہے۔ انہوں نے اپنے اور مقابل فوج کے درمیان جو پل تھا اسے توڑ ڈالا۔ بنی سبیع کا ایک شخص ساک میں یزید نامی مقام میں جو رہائش پذیر تھا۔ یہ ذرا سا دیوانہ سا آدمی تھا۔ خارجی اس کے گاؤں میں آئے۔ اسے اور اس کے بیٹی کو پکڑ لیا اور اس کے سامنے اسے قتل کرڈالا ام یزید اس کا نام تھا۔ اس نے خارجیوں سے کہا تھا کہ اے مسلمانوں میرا باپ دیوانہ ہے اسے قتل نہ کرو۔ اور میں ابھی لڑکی ہوں۔ میں نے کبھی کوئی برا فعل نہیں کیا۔ نہ اپنے پڑوسی کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ۔ بلکہ بالا خانے پر بھی نہیں چڑھی۔ خارجی انہیں سامنے لائے تاکہ قتل کردیں۔ اس نے پھر چلانا شروع کیا بتاؤ تو سہی کیا قصور ہے۔ مگر خارجیوں نے ایک تلواروں سے اس پر وار کرنے شروع کئے۔ وہ زمین پر مردہ یا بے ہوش ہوکر گر پڑی اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔

سماک بن یزید خوارج کے ہاتھوں میں قید تھے۔ جب صراۃ پر خوارج نے حملہ کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ان کے مقابل حکومت وقت فوج صف بنائے ہوئے تھی تو سماک نے اپنی حمایتی فوج کی کثرت تعداد دیکھ کر چلانا شروع کردیا کہ ان خوارج خبیثوں کی تعداد بہت کم ہے۔ تم دریا کو عبور کرکے ان پر ٹوٹ پڑو اس پر خارجیوں ۔نے اس کی فوج کے سامنے ہی اسے سولی پر لٹکادیا۔

ابن الاشتر کا حارث سے جنگ کی اجازت دینا

ابراہیم بن الاشتر نے حارث سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں فوج کے ساتھ دریا کو عبور کرکے ان کتوں تک پہنچوں اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے سر کاٹ کر آپ کے سامنے لاتا ہوں۔ اس پر شبث بن ربعی۔ اسماء بن خارجہ۔ یزید بن الحارث محمد بن الحارث اور محمد بن عمیر نے کہا کہ اللہ امیر کو نیک صلاح دے۔ بہتر ہے کہ آپ

خارجیوں سے مقابلہ نہ کریں۔ یہ لوگ ابراہیم سے حسد کرتے تھے اس وجہ سے یہ رائے دی تھی۔

حارث کا اپنی فوج سے خطاب کرنا

خارجیوں کو صراۃ کے پل پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کوفہ سے ایک فوج ان کے مقابلے کے لئے آئی ہے ۔انہوں نے فوراً پل توڑ ڈالا۔ حارث نے بھی اس فعل کو غنیمت سمجھا اور اپنی جگہ رکا رہا۔ پھر بیٹھ کر خطبہ شروع کیا ۔حسب معمول حمد وثناء کے بعد جنگ کی ابتداء تیراندازی سے کرنا پھر نیزہ بازی اور آخر میں تلواریں نکال کر دشمن سے دو ہاتھ کر لینا اور اسی آخری مرحلے میں ہی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا امیر کو نیک صلاح دے۔ آپ نے بیان تو خوب کیا ہے۔ مگر ہم اس پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکتے جب تک یہ دریا ہمارے درمیان حائل ہے۔ ہمیں آپ حکم دیں کہ پھر پل بنائیں۔ اس کے بعد آپ ہمیں لے کر دریا کو عبور کر کے دشمن پر حملہ کر دیں۔ پھر اللہ آپ کو ان کی وہ بری پٹائی دکھائے گا جس کی آپ کو تمنا ہے۔ پل بنانے کا حکم دیا گیا۔ پل بنا اور فوج نے اسے عبور کر کے خوارج پر حملہ کیا۔ خارجی بھاگے۔ مدائن پہنچے مسلمان بھی ان کے تعاقب میں مدائن پہنچے۔

خارجیوں کو شکست

خارجیوں کے سواروں کا ایک دستہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے نکلا اور پل کے قریب ایک معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ خارجی مدائن سے بھی پیچھے ہٹے۔ حارث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار سوار دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ انہیں کوفہ سے نکال دیں اور جب وہ بصرے کے علاقے میں داخل ہو جائیں ان کا پیچھا چھوڑ دیں۔

عبدالرحمٰن حکم کے مطابق ان کے تعاقب میں چلے۔ اور جب خارجی کوفے کے علاقے سے نکل کر اصفہان کی طرف چلے عبدالرحمٰن واپس چلے آئے۔ نہ انہوں نے جنگ کی اور نہ کوئی اور جنگ ان کے اور خارجیوں کے درمیان پیچھا کرنے کے دوران ہوئی۔

خارجیوں کا عتاب بن ورقاء سے مقابلہ کرنا

خارجیوں نے چلتے چلتے عتاب بن ورقاء پر مقام جی (جیَ اصفہان سے دو میل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا جو اب ویران پڑا ہے اہل عجم اسے شہرستان بھی کہتے ہیں) پر حملہ کر دیا۔ اور محاصرہ کر لیا عتاب نے قلعے سے نکل کر جنگ کی۔ مگر ان سے لڑائی نہ کر سکے خارجیوں نے عتاب کے ساتھیوں پر شدید حملہ کر کے انہیں پھر شہر میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔

اصفہان اس زمانے میں اسماعیل بن طلحہ بن مصعب بن زبیر کی جاگیر میں تھا اور عتاب اس کے حاکم تھے ۔عتاب صبر وسکون سے خوارج کا مقابلہ کرتے رہے اور ہر روز شہر سے نکل کر دروازہ شہر کے سامنے سے خوارج کا مقابلہ کرتے اور فصیل پر سے تیر اور پتھر برساتے رہتے۔

عتاب کے فوجی ابوہریرہ کی بہادری

عتاب کی فوج میں حضر موت کا رہنے والا ایک شخص ابوہریرہ بن شریح نامی تھا یہ بھی عتاب کے ہمراہ شہر سے نکل کر خارجیوں سے جنگ کرتا تھا اور نہایت بہادر شخص تھا۔ جب حملہ کرتا تو رجز کے اشعار پڑھتا۔ جن میں خوارج پر تنز ہوتا۔ عرصہ تک اس کا یہی طریقہ رہا آخر کار ایک خارجی جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عبید بن ہلال تھا کمین گاہ میں چھپ کر اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ ابوہریرہ حسب عادت رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں نکلا عبیدہ بن ہلال نے کمین گاہ سے کود کر اس کے مونڈھے پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ زمین پر گر پڑا۔ ابوہریرہ کے ساتھی دوڑ پڑے اور انہیں اپنے قیام گاہ میں اٹھالائے۔ ان کا علاج کیا گیا۔ اس کے بعد خارجی طنزاً چلا چلا کر کہنے لگے کہ اے اللہ کے دشمنوں ابوہریرہ ہرار (بھونکنے والے) پر کیا گزری اس پر عتاب کے ساتھی جب دیتے کہ اے دشمنان خدا ابوہریرہ کے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ چند ہی عرصہ میں صحتیاب ہوکر پھر پہلے کی طرح خوارج پر حملہ آور ہونے لگے

خارجیوں کا ابوہریرہ کو طعنہ دینا

اس مرتبہ خوارج نے کہنا شروع کیا کہ اے دشمن خدا ہم تو یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ تجھے عنقریب تیری ماں کے پاس بھیج دیں گے۔ ابوہریرہ نے جواب دیا کہ ایک فاسقو! تم میری ماں کا کیوں ذکر کرتے ہو خارجی کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں کا ذکر کرنے سے ناراض ہوتا ہے حالانکہ وہ بہت جلد اس کے پاس پاس پہنچنے والا ہے۔

ابوہریرہ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ افسوس تم سمجھے بھی خارجی ماں سے کیا مراد لے رہے ہیں وہ جہنم کو ماں سے تعبیر کر رہے ہیں۔ ابوہریرہ ان کے فقرے کو سمجھ گیا اور کہنے لگے کہ اے دشمنان خدا کس چیز نے تمھیں تمہاری ماں سے علیحدہ کر دیا ہے کہ اب تم اس سے منکر ہو یاد رکھو کہ دوزخ ہی تمہاری ماں اور وہیں تمہاری بازگشت ہے۔

عتاب کا اپنی فوج سے بیان کرنا

محاصرے کو کئی مہینے گزر گئے۔ شہر کے جانور ہلاک ہو گئے۔ سامان خوراک ختم ہو گیا۔ محاصرے کی تکلیف نہایت سخت ہوگئی۔ عتاب نے اپنے ساتھیوں کو بلایا تاکہ تقریر کریں۔

حمد و ثناء کے بعد کہنے لگے کہ تم لوگ جانتے ہو جو تکلیف تمہیں اٹھانی پڑی ہے اب صرف یہی مرحلہ باقی ہے کہ اگر کوئی اپنے میں سے مر جائے تو اس کا بھائی آکر اگر اس میں قدرت ہے اسے سپرد خاک کر دے اور زیادہ لائق یہ ہے کہ تم اس سے بھی زیادہ کمزور ہو جاؤ کہ اگر کوئی مرے تو اسے دفن کرنے والا یا نماز پڑھنے والا بھی نہیں ملے۔ اللہ سے ڈرو تمہاری تعداد اتنی تھوڑی نہیں ہے کہ جس کا اثر دشمن پر نہ ہو۔ تم میں کوفے کے بڑے بڑے شہسوار ہیں اور ایسے لوگ ہیں جو اپنے قبائل اور خاندانوں میں سب سے زیادہ نیک ہیں اور پرہیز گار ہیں۔ ہمارے ساتھ ان دشمنوں پر حملہ کرو اور جب تک تمہاری یہ حالت نہ ہو جائے کہ چلنے کی طاقت نہ رہے اس قدر کمزوری نہ ہو کہ اگر کوئی عورت بھی تم پر حملہ کرے تو تم اسے روک نہ سکو۔ اس وقت تم میں قوت حیات موجود ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی

حفاظت کرے۔ ثابت قدم رہے اور بہادری دکھائے مجھے پوری امید ہے کہ اگر تم بہادری سے لڑے تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے گا اور تمہیں غالب کرے گا۔ اس تقریر کو سن کر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ امیر کی رائے صائب اور مناسب ہے آپ ہمیں لے کر دشمن پر حملہ کر دیجئے۔

عتاب کا خارجیوں پر حملہ کرنا

رات کے وقت تمام لوگ امیر کے پاس جمع ہوئے۔ عتاب نے حکم دیا کہ تمام فوج والوں کے لئے بہت سا کھانا پکایا جائے تمام فوج نے رات کا کھانا عتاب کے ساتھ کھایا۔ اور صبح ہوتے ہی اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ خارجیوں پر انہی کے کیمپ میں حملہ کر دیا۔ خارجی اپنی جگہ بالکل بے خوف وخطر تھے۔ انہیں کبھی خیال بھی نہ آتا تھا کہ محصور فوج ان کے کیمپ میں چلی آئے گی۔ عتاب کے ساتھیوں نے کیمپ کے ایک طرف سے حملہ کیا اور دشمن کو اس قدر نقصان پہنچایا۔ کہ وہ قیام گاہ کے دروازے سے ہٹ گئے۔ عتاب کے ساتھی زبیر بن الماحوز تک پہنچ گئے ابن الماحوز ایک جماعت کے ساتھ جنگ میں لڑائی کے لئے آیا مگر کام آیا۔ اپنے سردار کی موت کے بعد خارجی قطری کے پاس آئے ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔

عتاب خارجیوں کے لشکر گاہ کو خوب اچھی طرح لوٹ کر شہر کی طرف واپس آ گئے۔ قطری ان کے پیچھے پیچھے آیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ جنگ کرنا چاہتا ہے اور زبیر بن الماحوز کے قیام گاہ پر آ کر قیام پزیر ہو گیا۔ خارجی کہتے ہیں کہ قطری کے ایک مخبر نے اس سے کہا کہ میں نے عتاب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر خارجی خچروں پر سوار ہوں گھوڑیوں کو جلو میں لے جائیں۔ آج ایک جگہ قیام کریں کل دوسرے مقام پر ڈیرے ڈالیں تب زندہ رہ سکتے ہیں۔ جب قطری کو اس بات کا علم ہوا تو وہاں سے چل دیا اور عتاب کے ساتھیوں نے بھی اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔

ابوزبیر عبسی جو عتاب کے ساتھ تھے کہتے ہیں کہ ہم دوسرے دن ننگی تلواریں لے کر قطری کی طرف بڑھے مگر خارجی اپنی قیام گاہ سے کوچ کر چکے تھے اس موقع کے بعد پھر ان سے کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔

اس کے بعد قطری اطراف کرمان پہنچا۔ کچھ عرصہ یہاں دم لیا ایک بڑی جماعت اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لی غلے کی فصلیں ہضم کر ڈالیں۔ بہت سا روپیہ جمع کیا۔ اور جب طاقت بڑھ گئی پھر مقابلہ کے لئے سامنا آیا۔ اصفہان کا علاقہ طے کرتا ہوا ناشط کے درے سے ایزج آیا اور اہواز میں ٹھہر گیا۔

اس کے بعد حارث بن ابی ربیعہ مصعب کی طرف سے بصرے کے حاکم تھے ان واقعات کی اطلاع حارث نے انہیں کی۔ اور یہ بھی لکھا کہ مہلب ہی ان خارجیوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مصعب نے مہلب کو جو اس وقت موصل اور جزیرہ کے والی تھے حکم بھیجا کہ تم خوارج سے لڑائی کرو۔ اور مہلب کی جگہ ابراہیم بن الاشتر کو اس علاقے کی حکومت کے لئے روانہ کیا،

مہلب کا خارجیوں سے مقابلہ

مہلب بصرہ آئے اور منتخب بہادروں کو اپنے ساتھ لے کر خارجیوں کے مقابلے کے لئے نکلے۔ مقام سولاف پر دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مسلسل آٹھ ماہ تک ایسی شدید جنگ ہوئی اور طرفین میں ایسا سخت مقابلہ ہوا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی سال ۶۸ ہجری میں شام میں شدید قحط پڑا۔ شدت قحط کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے اس سال کوئی جہاد نہیں ہو سکا۔

اسی سال میں عبدالملک بن مروان مقام بطنان حبیب واقع علاقہ قنسرین میں اپنی فوج کے ساتھ قیام پزیر رہا۔ جب بارش ہوئی تو کیچڑ بہت زیادہ ہوئی۔ اسی وجہ سے اس مقام کا نام بطنان الطین پڑ گیا۔ عبدالملک نے موسم سرما بھی اسی مقام میں بسر کیا اور پھر وہاں سے دمشق کا رخ کیا۔ نیز اسی سال میں عبیداللہ بن الحر بھی مقتول ہوا۔

عبیداللہ بن الحر کے قتل کے واقعات واسباب

یہ شخص باعتبار اپنی دانائی علم وفضل، احکام شرعیہ اور اجتہاد کے اپنی قوم کے ممتاز افراد میں سے تھا۔ جب حضرت عثمان شہید ہوئے اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے تعلقات خراب ہوئے۔ تو اس نے کہا کہ خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں حضرت عثمان کو محبوب رکھتا ہوں اور اگر چہ وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں مگر میں ان کی مدد کروں گا

-

عبیداللہ بن الحر حضرت معاویہؓ کے پاس مقیم تھا۔ مالک بن مسمع بھی چونکہ حضرت عثمان کا حامی تھا حضرت معاویہؓ کے پاس جا پہنچا۔ ابن الحراب برابر حضرت معاویہؓ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جنگ صفین مین بھی شریک ہوا۔ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو کوفہ آیا۔ اپنے عزیزوں اور ان لوگوں سے ملا جنھیں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے آپس کے جھگڑے کی وجہ سے ہر طرح کے نقصان برداشت کرنا پڑے تھے۔ اور ان سے کہا کہ تنہائی کسی کے لئے مفید نہیں میں شام میں رہ چکا ہوں، مگر وہاں معاویہؓ کی حکومت کی یہ کیفیت ہے اسی طرح کوفہ والوں نے حضرت علیؓ کے دور حکومت کی برائی کی۔ ابن الحر نے کہا کہ اگر تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ حکومت تمہارے ہاتھ میں آ جائے تو غلط راہ چھوڑ کر اپنی سرداری اپنے ہاتھ میں لے لو۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اس معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے پھر ملیں گے۔ اور اسی طریقہ کار کے اختیار کرنے کے لئے وہ آپس میں سازش کرنے لگے۔

حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کے دعویٰ خلافت کے اختلاف کے زمانے میں یہ ہنگامہ پھر نمودار ہوا۔ ابن حر کہنے لگے میں نہیں سمجھتا کہ قریش عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں گے، کہاں شریف اور اچھی ماؤں کے بیٹے وہ میرے پاس آئیں چنانچہ تمام قبائل کے چھٹے ہوئے سرکش سات سو شہسوار ابن حر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور سب نے استدا کی کہ جہاں چاہیں آپ ہمیں لے چلیں۔ جب عبیداللہ بن زیاد فرار ہو چکا اور یزید بن معاویہ نے بھی انتقال کیا۔ ابن حر نے اپنے شہسواروں سے کہا کہ اب تمہارے لئے موقع ہے

-

ابن حر اپنی جماعت کے ساتھ مدائن پہنچا۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو خراج علاقہ جبل سے سلطان کے لئے بھیجا جاتا۔ یہ راستے میں زبردستی چھین لیتا۔ اس میں سے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا وظیفہ وصول کر لیتا۔ ابن حر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس مال میں ہمارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے جو کوفے میں ہیں اور انہیں بھی دینا ضروری ہے مگر وہ لوگ کب ایسی باتوں پر کان رکھنے والے تھے۔ اس مال میں سے انہوں نے ایک سال ایڈوانس وظیفہ حاصل کر لیا۔ ابن حر نے وزیر مال کو اپنے اس طرز عمل کی صفائی لکھ بھیجی۔

غرضیکہ عرصہ تک ابن الحر اسی قسم کی غیر قانونی زندگی بسر کرتا رہا۔ مگر کسی شخص کی زاتی دولت یا تاجروں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتا تھا۔ بلکہ عورتوں کی عزت و عصمت کا جس قدر وہ محافظ تھا کوئی عرب اس کے مقابلہ میں نہ تھا ۔اسی طرح تمام دوسری منکرات اور منکرات سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہا۔ لوگوں میں اس کے متعلق جو برے خیالات پیدا ہوئے اس کی وجہ اس کی شاعری ہے وہ بے شک اپنے ساتھیوں میں بہترین شاعر تھا۔

ابن حر کا یہی رویہ مختار کے برسر اقتدار آنے تک قائم رہا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن حر نے مفصلات میں اس قسم کا ہنگامہ کر رکھا ہے تو اس نے اس کی بیوی ام سلمہ کو قید کر لیا۔ اور قسم کھا کر کہا کہ میں یا تو ابن حر کو قتل کروں گا یا اس کے اہل وعیال کو ختم کروں گا۔

ابن حر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اپنے شہسواروں کے ساتھ رات کے وقت کوفہ میں داخل ہوا جیل خانہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور نہ صرف اپنی بیوی کو بلکہ جس قدر مرد وعورتیں تھیں سب کو آزاد کر دیا۔ مختار نے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی۔ مگر یہ لڑتا بھڑتا کوفہ سے صاف بچ کر نکل گیا۔ پھر اس نے مختار کے عاملوں اور حمایتیوں کو سخت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ہمدانی مختار کے ساتھ اس کے مکان پر جھپٹ پڑے ۔اس کے مکان کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس کی تمام جائداد کو جو جبہ اور بداۃ میں تھیں لوٹ لیا۔ اس کے بدلے میں ابن حر ماہ کی طرف چلا۔

عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس اور ہمدانیوں کی جس قدر املاک و جاگیریں وہاں تھیں سب لوٹ لیں ۔ پھر دوابہ کے علاقے میں آیا۔ اور یہاں بھی جس قدر املاک ہمدانیوں کی تھیں سب پر قبضہ کر لیا۔ اسی طرح کبھی مدائن کا رخ کرتا اور جوخی کے عاملوں پر حملہ کر کے ان کے تمام مال ومتاع کو لوٹ لیتا۔ اور کوہستانی علاقے کی طرف چلا جاتا تھا اب وہ زمانہ آیا کہ مختار مارے گئے۔

اور مصعب دوبارہ گورنر کوفہ مقرر ہو کر آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ ابن حر نے زیاد اور مختار دونوں کو تنگ کر رکھا تھا اور اب ہمیں پھر خوف ہے کہ وہ علاقہ سواد پر پھر پہلے کی طرح حملہ کرے گا۔ اس لئے مصعب نے ابن الحر کو قید کر دیا۔

ابن الحر نے بنی مذحج کے بعض لوگوں سے درخواست کی کہ وہ مصعب کے پاس جا کر اس کی سفارش کریں ۔بنی مذحج کے سردار لوگوں کے قاصدوں کے ذریعے سے درخواست کی کہ آپ نے مجھے بغیر کسی جرم کے محض لوگوں کی شکایت پر مجھے قید کر دیا ہے ۔اور میری جانب سے ایسی باتوں کا خوف دلایا ہے کہ میں نے نہ ان کا ارتکاب کیا اور نہ یہ میری شان ہے کہ میں انہیں کروں۔ اس کے ساتھ اس نے بنی مذحج کے شہسواروں کو لکھا کہ تم زرہ بکتر سے مسلح ہتھیار سجا کر تیار رہو۔ میں نے بعض لوگوں کو مصعب کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ میرے متعلق ان سے گفتگو کریں۔ اگر ان کی کوشش کامیاب ہو تو تم کسی سے تعارض نہ کرنا۔ اپنے ہتھیاروں کو معمولی لباس کے نیچے چھپائے رکھنا۔ چنانچہ بنی مذحج کے بعض لوگ اسی غرض کے لئے مصعب کے پاس آئے ان کی سفارش کامیاب ہوئی مصعب نے ابن حر کو چھوڑ دیا۔ ابن حر نے اپنے ساتھیوں سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر یہ جماعت اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس آئے تو تم لوگ فوراً مجلس پر حملہ کر دینا میں اندر سے تمہاری مدد کروں گا۔

جب ابن حر جیل سے نکلا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اب اپنے ہتھیاروں کو ظاہر کر دو سب نے اس حکم کی تعمیل کی بغیر کسی تعارض کے ابن حر اپنے گھر واپس آ گیا

مصعب ابن حر کے رہا کر دینے پر شرمندہ ہوئے مگر۔ اب کیا ہوسکتا تھا اس نے مخالفت شروع کر دی۔ لوگ اسے مبارکباد دینے آئے۔ کہنے لگا کہ حکومت صرف خلفاء ماضیین کو زیبا تھی۔ اب کہ لوگوں میں کسی کو بھی ان کے حسا نہیں پاتا تا کہ ان کے ہاتھ میں حکومت کی ذمہ داریاں سپرد کر دیں۔ یا خیر خواہی سے پیش آئیں۔ اس وقت ۲۰ صبوں نے قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ اس لئے ہم کیوں ان کی بیعت کے طوق سے اپنی گردنوں کو ذلیل و رسوا کریں۔ میدان جنگ میں وہ ہم سے دلیر نہیں۔ اور نہ کسی سخت مشکل کے وقت وہ ہم سے زیادہ سودمند ہیں۔۔

خود رسول ﷺ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ جو کوئی برے کام کرے تم اس کی اطاعت نہ کرو۔ خلفاء اربعہ کے بعد ہم نے نہ کسی امام صالح کو دیکھا اور نہ کسی وزیر کو جو متقی ہو۔ سب کے سب اللہ کی نافرمانی اور خلاف منشاء خداوندی کرنے پر تیار ہیں۔ دنیا کی محبت ان پر غالب ہے۔ آخرت کا کچھ خیال نہیں ہماری عزتوں پر حملہ کرنا ان کے لئے کس طرح جائز ہے۔ ہم وہ مجاہد ہیں جنہوں نے نخیلہ قادسیہ جلولا اور نہاوند معرکے سر کئے۔ ہم نیزوں کے لئے اپنے سینے اور تلواروں کے لئے اپنی پیشانیاں پیش کر دیتے ہیں۔ مگر باوجود ان تمام خدمات و حقوق کے نہ ہمارا کوئی حق سمجھا جاتا ہے نہ فضیلت۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے تلواریں نیام سے نکال لو اب بس کی بھی حکومت ہوگی اس میں تمہارے حقوق سب سے افضل ہوں گے۔ میں نے تو اب مخالفت اور جنگ کا کھلم کھلا اظہار کر دیا ہے اور اللہ ہی میں تمام قدرتیں ہیں۔

ابن حر نے اپنے ہمراہیوں کی مدد سے جنگ اور لوٹ مار شروع کر دی۔ مصعب نے صیف بن ہانی المرادی کو اس کے پاس بھیجا صیف نے ابن حر سے کہا کہ اگر تم مصعب کی بیعت کر لو اور ان کی اطاعت قبول کر لو تو بادوریا کا خراج تمہیں دیا جایا کرے گا۔ ابن حر نے جواب دیا کہ اب بادوریا اور دوسرے مقامات کا خراج میرے قبضہ قدرت میں نہیں ہے نہ میں کچھ قبول کروں گا نہ کسی بات میں ان پر اعتماد کروں گا مگر اے جوان میں تمہیں عاقل آدمی سمجھتا ہوں۔ (سیف اس وقت بالکل جوان تھا) اگر تم میرا اتباع کرنے پر تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں دولتمند بنا دوں گا۔

سیف نے اس خواہش کو رد کر دیا۔ مصعب نے ابرو بن قرۃ الریاحی کو ابن حر کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ابن حر نے اسے شکست دی اور اس کے چہرے پر ایک زخم بھی لگایا۔ اس کے بعد مصعب نے حریث بن زید (بایزید) کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان دونوں میں تنہا جنگ ہوئی۔ ابن حر نے حریث کو قتل کر ڈالا۔ پھر مصعب نے حجاز بن حارثہ الخثعمی اور مسلم ابن عمرو کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ نہر صرصر پر طرفین میں جنگ ہوئی ابن حر نے دونوں کو شکست دی۔

اب مصعب نے ایک وفد ابن حر کے پاس بھیجا اس نے ابن حر کو دعوت دی کہ تم کو امان عطا کی جائے گی۔ تمہاری عزت کی جائے گی اور جس علاقے کی حکومت تم چاہو تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔ مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ اور مقام نرسی میں آیا۔ یہاں کا ذمہ دار کسی طیر جشنس مقام فلوجہ کے خراج کا روپیہ لے کر بھاگ گیا۔ ابن حر اس کے تعاقب میں چلا۔ زمیندار عین التمر پہنچا۔ بسطام بن مصقلۃ بن ہبیرۃ الشیبانی اس جگہ حاکم تھے ان کے پاس پناہ لی۔ بسطام اپنی فوج کے ساتھ جو ایک سو پچاس سواروں پر مشتمل تھی ابن حر کے مقابلے کے لئے نکلے۔ یونس بن ہامان المرادی نے جب کہ ابن حر نے اسے پکارا کہ آؤ مجھ سے مقابلہ کرو۔ یہ بات کہی کہ سب سے بدتر زمانہ آخر عمر کا ہوتا ہے۔ مجھے خیال نہ تھا کہ میں اتنے دنوں تک بقید حیات رہوں گا کہ مجھے کوئی شخص مقابلہ کے لئے پکارے گا۔ ابن حر نے اپنے مقابل کے لئے ایک کاری وار لگایا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور اپنے گھوڑوں سے گر پڑے

۔ابن حر نے یونس کا عمامہ لے لیا اور اسی سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور پھر سوار ہو گیا۔

حجاز بن حارثہ الخثعمی بھی پہنچ گئے۔ ابن حر نے حملہ کر کے انہیں بھی قید کر لیا پھر بسطام بن مصقلہ اور مجشر میں مقابلہ ہوا۔ اس طرح ایک نے دوسرے پر وار کئے کہ دونوں تنگ آ گئے۔ آخر کار بسطام مجشر پر غالب آ گئے۔ ابن حر یہ دیکھتے ہی بسطام پر جھپٹ پڑا، بسطام اس سے لپٹ گئے۔ اور دونوں زمین پر آ گرے۔ ابن حر بسطام کے سینے پر آ گرا اور انہیں جکڑ لیا۔ اس روز بہت سے لوگ قید کیے گئے۔ جن کا ذکر لوگوں میں کئی روز رہا جس قدر قیدی تھے سب کی یہ خواہش تھی کہ ہم آزاد کر دیئے جائیں۔

ابن حر کی تکریت پر عملداری

ابن حر تکریت پہنچا۔ مہلب کی طرف سے جو عامل مقرر تھا وہ خوف سے بھاگ گیا ابن حر نے خراج وصول کرنا شروع کیا۔

مصعب نے پھر ابرد بن قرۃ الریاحی اور جون بن کعب الہمدانی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے بھیجا، علاوہ بریں مہلب نے پانچ سو سوار یزید بن المغفل کی سرکردگی میں ان کی مدد کے لئے روانہ کئے

۔

بنی جعفی کے ایک شخص نے ابن حر کو مشورہ دیا کہ اس قدر کے فوج کے مقابلے میں آپ نہ لڑیں۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا۔ مجشر سے جنہیں اس نے اپنا جھنڈا دے دیا تھا کہا کہ حملہ کرو اور ولہم المرادی کو بھی اس کے ساتھ آگے بڑھایا۔ چنانچہ دو روز مسلسل ابن حر صرف تین سو شہسواروں کے ساتھ لڑتا رہا۔ جریر بن کرب زخمی ہوئے عمرو بن جندب الازدی اور اس کے شہسواروں کی ایک بڑی تعداد اس جنگ میں کام آئی شام کے قریب دونوں فوجیں ہٹ گئیں۔

ابن حر کی تکریت سے کوفہ کو روانگی

ابن حر تکریت سے روانہ ہوا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں تمہیں عبدالملک بن مروان کے پاس لے جا رہا ہوں۔ چنانچہ لوگ آمادہ ہو گئے۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ مبادا میں مصعب اور اس کے ساتھیوں کو قرار واقعی مزا چکھائے بغیر جاؤں اس لئے پھر کوفہ چلو۔ کوفے کے ارادہ سے کسکر پہنچا، اس کے عامل کو نکال دیا۔ اور بیت المال میں جس قدر روپیہ تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ غرضیکہ اس طرح کوفہ پہنچا اور قصابوں کے محلے میں ٹھہر گیا۔

مصعب نے عمر بن عبیداللہ کو معمر کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ پھر ابن حر دیر الاعور کی طرف چلا۔ اس مرتبہ مصعب نے مختار ابن ابجر کو اس کے مقابلے میں بھیجا یہ بھی شکست کھا کر واپس آئے۔ مصعب نے انہیں بہت کچھ برا بھلا کہا اور پھر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس مرتبہ جون بن کعب الہمدانی، اور عمرو بن عبیداللہ بن معمر کو بھی مقابلے کے لئے بھیجا۔ یہ تمام سردار اپنی فوج کے ساتھ ابن حر پر ٹوٹ پڑے۔ ابن حر کے اکثر ساتھی زخمی ہو گئے۔ ان کے گھوڑے نہتے کر دیئے گئے۔ مجشر بھی جس کے پاس ابن حر کا جھنڈا تھا زخمی ہوئے مگر انہوں نے جھنڈا احمر طئی کے نام سپرد کر دیا، حجاز ابن ابجر پیچھے ہٹے۔ مگر پھر حجاز نے جوابی حملہ کیا اور شام تک نہایت شدید جنگ ہوتی رہی اور پھر ابن حر کوفہ سے چل دیا۔

مصعب نے یزید بن الحارث ابن رویم الشیبانی کو جو مدائن کا حاکم تھا حکم بھیجا کہ تم ابن حر کا مقابلہ کرو۔ یزید نے پہلے اپنے بیٹے حوشب کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ یہ مقام باجری پر دونوں میں معرکہ جنگ پیش آیا۔ ابن حر نے اپنے مقابل کو شکست دی اور کچھ لوگ بھی قتل کئے۔

ابن حر مدائن پہنچا۔ یہاں لوگ مقابلہ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔ ابن حر یہاں سے بھی آگے بڑھا۔ جون ابن کعب الہمدانی اور بشر بن عبیداللہ الاسدی اس کے مقابلہ کے لئے چلے۔ جون نے مقام حولایا پر مورچہ باندھا اور بشر تامہ آیا۔ اور ابن حر سے برسرِ پیکار ہوا ابن حر نے بشر کو قتل کیا اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔

ادھر سے نبٹ کر ابن حر نے جون کا مقابلہ کرنے کے لئے حولایا کا رخ کیا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ اس کے مقابل ہوئے مگر ابن حر نے انہیں بھی اپنے نیزے سے قتل کر ڈالا۔ اس کے ساتھیوں کو شکست دی اور ان کے تعاقب میں چلا۔ اب بشر بن عبدالرحمٰن بن بشر العجلی اس کا مقابل ہوا۔ مقام سوار پر دونوں میں شدید جنگ ہوئی۔ پھر بشر خود پیچھے ہٹ کر اپنے مستقر پر واپس چلا گیا۔ اور کہا کہ میں نے ابن حر کو شکست دی۔ جب اس دعویٰ کی خبر مصعب کو ہوئی۔ کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو چاہتے ہیں کہ بن کرے تعریف کے مستحق ہو جائیں۔

اب ابن حر نے علاقہ سواء میں قیام اختیار کیا۔ لوٹ مار کرنے لگے اور خود ہی خراج وصول کر لیتا تھا۔

ابن حر کی عبدالملک اور اہل کوفہ کے پاس آمد

ابن حر عبدالملک بن مروان کے پاس آیا۔ عبدالملک نے دس آدمیوں کے ساتھ اسے روانہ کیا اور کہا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور ان کے علاوہ مزید سپاہی مل جائیں گے ابن حر اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا۔ جب انبار پہنچا ایک شخص کو کوفہ اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ اس کے آنے کی خبر لوگوں کو دے۔ اور لوگوں سے یہ بھی درخواست کرے کہ وہ میرے شریک ہو جائیں۔

ابن زبیرؓ کے عامل سے ابن حر کی جنگ اور ابن حر کی غرقابی و ہلاکت

اس کے آنے کی اطلاع بنی قیس کو ہوگئی۔ وہ حارث بن عبداللہ کے پاس جو ابن الزبیر کی طرف سے کوفے کا عامل تھا آئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک لشکر ابن حر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیجئے۔ چنانچہ ایک لشکر بھیجا گیا اور ابن حر سے مقابلہ ہوا۔ تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد ابن حر کا گھوڑا غرق ہو گیا۔ اور ابن حر ایک کشتی پر سوار ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی ایک حبشی کشتی میں کود پڑا۔ اس نے ابن حر کے دونوں بازو پکڑ لئے اور دوسرے لوگوں نے اسے کشتی کے چپواروں سے مارنا شروع کر دیا دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی امیر المؤمنین کو تلاش تھی۔ یہ دونوں لپٹ گئے اور دریا میں ڈوب گئے بعد میں ابن حر کو لوگوں نے دریا سے نکال لیا۔ اور اس کا سر جدا کر کے کوفہ بھیج دیا اور پھر کوفہ سے اس کے سر کو بصرہ بھیج دیا۔

ابن حر کے قتل کا سبب

بعض لوگوں نے ابن حر کے مارے جانے کی اور وجہ لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن حر کوفہ میں مصعب کے پاس آیا کرتا تھا اور اس نے دیکھا کہ دیگر اہل بصرہ کو ان پر فوقیت دی جاتی ہے اسے یہ بات ناگوار گزری۔ اس پر

حضرت عبداللہ بن زبیر کو ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس میں مصعب کی شکایت تھی اور دھمکی دی تھی کہ میں عبدالملک بن مروان سے جاملوں گا

عطیہ بن عمر البکری اور ابن حر ایک ساتھ قید کئے گئے تھے جب عطیہ رہا کر دیئے گئے تھے تو اس موقع پر بھی ابن حر نے مصعب کو مخاطب کر کے بعض شکایت آمیز اشعار کہے

مصعب سوید بن منجوف کو جس کی گھنی ڈاڑھی تھی عزیز رکھتے تھے۔ ابن حر کو یہ بات بھی ناپسند ہوئی۔ اور اس پر ایک قصیدہ لکھ ڈالا۔ ایک قصیدہ قبیلہ قیس عیلان کی ہجو میں لکھا۔ اس پر زفر بن الحارث نے مصعب کو لکھا کہ ابن زرقا کے مقابلے میں میں ہی آپ کی جانب سے لڑا ہوں اب ابن حر نے بنی قیس کی ہجو لکھی ہے۔ آپ اس کا تدارک کیجئے۔ اس پر بنی سلیم کے کچھ لوگوں نے ابن حر کو گرفتار کر کے قید کر دیا ابن حر نے کہا کہ میں نے تو یہ شعر کہا تھا۔

الم تر قیسا قیس عیلان اقبلت
الینا وسارت بالقنا والقنابل
''کیا تونے نہیں دیکھا کہ قبیلہ قیس عیلان ہماری
سمت نیزے اور رسالوں کے دستے لے کر آئے''

اور انہی میں سے کسی نے قتل کر ڈالا۔ اس پر زفر بن حارث نے خوشی منائی اور فخریہ اشعار لکھے اسی طرح عبداللہ بن ہمام نے بھی فخریہ قصیدہ لکھا۔

میدان عرفات میں مختلف حکمرانوں کے جھنڈے

اس سال عرفات میں چار جھنڈے چار مختلف لوگوں کے ہاتھ آئے۔ ابن حنفیہ کا علم کوہ مشاۃ کے قریب نصب تھا۔ ابن زبیر کا جھنڈا اس مقام پر نصب تھا جہاں عرفات کے اجتماع کے دن امام کھڑا ہوتا ہے۔ بعد میں ابن خفیہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے اور ابن زبیر کے مقابل ٹھہر گئے۔ نجدۃ الحروری ان دونوں کے پیچھے تھے اور بنی امیہ کا جھنڈا اکھاڑ اگیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر شام کو اس وقت تک عرفات روانہ ہوئے۔ جب تک ابن زبیر روانہ نہ ہوئے ابن زبیر نے روانگی میں دیر کی۔ حالانکہ ابن الخفیہ اور نجدۃ اور بنو امیہ روانہ ہو چکے تھے اس پر ابن عمر نے فرمایا کہ ابن زبیر ایام جاہلیت کے طریقے پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن عمر روانہ ہوئے۔ ابن زبیر بھی آپ کے پیچھے چل کھڑے ہوئے۔

ابن جبیر کی چاروں سربراہوں سے گفتگو

محمد بن جبیر کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھی مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں فتنہ وفساد نہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی روک کے لئے میں ان چاروں سرداروں کے پاس گیا۔ سب سے پہلے میں محمد بن علی کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے ابو القاسم اللہ سے ڈرو۔ ہم ایک مقدس فرض ادا کرنے محترم سرزمین میں جمع ہوئے ہیں۔ جس قدر آدمی یہاں جمع ہیں یہ اللہ کا ایک وفد ہے۔ جو اس بیت مبارک کی زیارت کو حاضر ہوا ہے۔ آپ کوئی بھی ایسی بات نہ کریں جس سے ان کا حج فاسد ہو جائے۔ محمد بن علی نے کہا کہ میرا ہرگز ایسا ارادہ نہیں ہے۔ میں کسی کو بیت اللہ آنے سے نہیں روکوں گا اور نہ

میرے سبب سے کسی حاجی کو کوئی ضرر پہنچے گا۔ میں صرف ابن زبیر اور ان کے مخالف نظریات سے اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہوں اور میں ریاست کی خواہش نہ کروں گا جب تک دو شخص بھی میرے متعلق اختلاف رائے رکھیں۔ تم ابن زبیر سے جا کر اس معاملے میں گفتگو کرو اور نجدہ کے پاس بھی جاؤ۔

محمد بن جبیر ابن زبیر کے پاس آئے ان سے وہی گفتگو کی جو ابن خفیہ سے کر چکے تھے ابن زبیر نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر تمام لوگوں نے بیعت کی مگر یہ میرے مخالف ہیں۔ محمد بن جبیر نے عرض کیا کہ اس وقت تو یہی بہتر ہے کہ آپ رکے رہیں، انھوں نے کہا کہ بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد محمد ابن جبیر نجدۃ کے پاس آئے نجدۃ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ عکرمہ ابن عباسؓ کا غلام بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے آقا سے ملنا چاہتا ہوں جاؤ اور اجازت طلب کرو فوراً ہی وہ اجازت لے کر واپس آیا۔ یہ ان کے سامنے پہنچے ان کی تعظیم کی اور وہی گفتگو ان سے بھی کی جو پہلے مذکورہ اصحاب سے کر چکے تھے۔

نجدۃ نے جواب دیا کہ میں یہ تو نہیں کروں گا کہ خود کسی کے خلاف جنگ و جدل کی ابتدا کروں۔ البتہ اگر کوئی خود چھیڑے گا تو میں ضرور اس سے لڑوں گا۔ ابن جبیر نے انہیں بتایا کہ ابن حنفیہ اور ابن زبیر بھی آپ سے لڑنا نہیں چاہتے اس کے بعد محمد بن جبیر طرفداران خاندان بنوامیہ کے پاس پہنچے اور حسب سابق ان سے بھی وہی گفتگو پیش آئی ان لوگوں نے کہا کہ جب تک ہم پر کوئی حملہ نہیں کرے گا ہم خود کسی سے نہیں لڑیں گے۔

محمد بن جبیر کہتے ہیں کہ اس موقع پر سب سے زیادہ امن و آشتی کے طریقے پر محمد بن حنفیہ کے طرفدار عرفات سے روانہ ہوئے۔

جابر بن اسود بن عوف الزہری اس سال ابن زبیر کی جانب سے مدینے کے عامل تھے کوفہ اور بصرہ کے عامل ان کے بھائی مصعب تھے۔ بصرہ کے قاضی ہشام بن ہبیرہ۔ اور کوفے کے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود تھے۔ خراسان کے حاکم عبداللہ بن خازم السلمی تھے۔ اور شام میں عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی۔

مختار کا کہا حرف بحرف سچ ہوا

۶۹ھ کے اہم واقعات

عبداللہ کے قائم مقام کی ان کے خلاف جنگ

جب عبدالملک بن مروان مقام عین میں وردہ کو گئے۔ دمشق پر عمرو بن سعید بن العاص کو اپنا قائم مقام بنا گئے۔ عمرو بن سعید دمشق میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی۔ دمشق واپس آئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

بعض راویوں نے اس واقعہ کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ عمرو بن سعید عبدالملک بن مروان کے ہمرکاب تھا جب مقام بطنان حبیب پر عبدالملک فروکش ہوئے تو عمرو دمشق واپس آ کر قلعہ بند ہو گیا۔ پھر عبدالملک بھی دمشق

واپس آئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبدالملک بطنان حبیب سے دمشق واپس آئے۔ کچھ عرصہ قیام کر کے قرقیسیا کا رخ کیا۔ زفر بن حارث الکلابی اور ان کے ہمراہ عمرو بن سعید بھی اس مقام میں تھے۔ عمرو بن سعید ایک رات چپکے سے چل دیا۔ حمید بن حریث بن بجدل الکلبی اور زہیر بن ابرد الکلبی ان کے ساتھ تھے۔ یہ دمشق آئے۔ عبدالرحمن بن ام الحکم الثقفی دمشق پر عبدالملک کے قائم مقام تھے۔ انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید واپس آ رہا ہے شہر کی حکومت ترک کر کے فرار ہو گئے۔ عمرو نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور جس قدر خزانے تھے ان پر قبضہ کر لیا۔

اور لوگوں نے بیان کیا کہ یہ واقعہ ۷۰ھ میں پیش آیا۔

عبدالملک دمشق سے عراق کی جانب مصعب کے مقابلے کے ارادے سے نکلے۔ عمرو بن سعید نے کہا کہ آپ خود عراق جا رہے ہیں حالانکہ آپ کے والد نے اپنے بعد مجھے خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا اور اسی وجہ سے میں ان کی حمایت میں لڑتا رہا ہوں۔ اور جس طرح میں نے ان کی خدمات انجام دی ہے ان سے آپ ناواقف نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ اپنے بعد آپ مجھے اپنا جانشین نامزد فرمائیں عبدالملک یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ عمرو بن سعید ناراض ہو کر دمشق پلٹا۔ عبدالملک بھی اس کے پیچھے پیچھے دمشق آ گئے۔

پہلے بیان کے مطابق جب عمرو بن سعید نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن ابن ام حکم الثقفی کو طلب کیا۔ جب یہ نہ ملے حکم دیا کہ ان کا مقام منہدم کر دیا جائے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ عمرو ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوا منبر پر چڑھا حمد وثنا کے بعد بیان کیا کہ مجھ سے پہلے قریش کا کوئی ایسا شخص نہیں گزرا کہ جس نے منبر پر چڑھ کر یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ جنت و دوزخ اس کے قبضہ تصرف میں ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اسے جنت ملے گی اور جو نہ فرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جنت و دوزخ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اس معاملے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہتا کہ یہ میرے فرائض میں ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں اور انعام اکرام دیتا رہوں۔

اتنا کہہ کر عمرو بن سعید منبر سے نیچے اتر آیا۔ ادھر جب عبدالملک جب صبح کو بیدار ہوئے انہیں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید غائب ہے۔ دریافت کرنے پر اصل کیفیت معلوم ہوئی۔ عبدالملک دمشق کی جانب چل پڑے یہاں آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے تمام شہر پر کمبل اڑھا دیئے ہیں چند روز تک دونوں میں جنگ ہوئی۔ عمرو بن سعید نے حمید بن حریث الکلبی کو رسالے پر سردار مقرر کر کے میدان جنگ روانہ کیا اس کے مقابلے میں عبدالملک بن سفیان بن الابرد الکلبی کو بھیجا اور جب عمرو نے زہیر بن الابرد الکلبی کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے مقابلے پر عبدالملک نے حسان بن مالک بجدل الکلبی کو بھیجا۔

عمرو بن سعید کا عبدالرحمٰن اور عبدالملک کے ساتھ قتال کرنا

ایک روز دونوں طرف کے سواروں میں شدید جنگ ہوئی۔ عمرو بن سعید کے ساتھ بنی کلب کا ایک شخص رجاء بن سراج تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن بن سلیم کو اکیلے مقابلے کے لئے بلایا یہ عبدالملک کے ساتھ تھا عبدالرحمٰن نے یہ ضرب المثل مصرع پڑھا۔

قد انصف القارة من راماها

یعنی قبیلہ قارہ کے بہادروں کو جس نے تیر مارا بے شک اس نے تیر افگنی کی داد دی۔

دونوں میں مقابلہ شروع ہوا۔ ایک دوسرے پر نیزے سے وار کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن کی رکاب ٹوٹ گئی اس طرح ابن سراج نے اپنی جان بچائی۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ اگر میری رکاب نہ ٹوٹتی تو جتنے انجیر تو نے کھائے تھے سب پیٹ سے نکل آتے۔

ایک عرصے تک عمرو اور عبدالملک میں مقابلہ رہا۔ آخر کار بنی کلب کے بچے اور عورتیں روتی ہوئی آئیں اور سفیان الابرد اور ابن بجدل الکلبی سے کہا کہ بھلا تم کو کیا ہو گیا ہے کہ قریش کی خاطر آپس میں لڑ رہے ہو، مگر کوئی بھی واپسی کے لئے تیار نہ ہوا جبکہ اس کا مدمقابل واپسی کی ابتدا نہ کرے۔ بہر حال جب اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ ایک دوسرے کو مقابلے سے رک جانا چاہیے۔ تو لوگوں نے غور کیا کہ ابتدا کس جانب سے ہو سفیان عمر میں حریث سے بڑے تھے۔ لوگوں نے حریث سے مطالبہ کیا کہ تمہیں میدان جنگ سے واپس ہو جانا چاہیے چنانچہ حریث نے ایسا ہی کیا۔

عمرو اور عبدالملک کے درمیان صلح

پھر عبدالملک اور عمرو میں صلح ہو گئی۔ ایک صلح نامہ پر دونوں کے دستخط ہو گئے عبدالملک نے عمرو بن سعید کو امان دی یہ واقع جمعرات کی شام واقعہ ہوا۔ عمرو بن سعید اپنے شہسواروں کے ساتھ سیاہ کمان حمائل کئے ہوئے عبدالملک کے کیمپ میں آیا۔ عبدالملک کے خیمے کی رسیاں ان کے گھوڑے نے روند ڈالی جس کی وجہ سے سراپردہ سلطانی گر پڑا۔ عمرو گھوڑے سے اترا اور بیٹھ گیا۔ عبدالملک غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ عمرو کی مخاطب ہو کر کہنے لگے اے ابو امیہ کیا آپ نے یہ تلوار اس لئے لٹکائی ہوئی ہے کہ بنی قیس کے مشابہ بننا چاہتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں اس شخص کا مثل بننا چاہتا ہوں جوان سب سے بہترین تھا یعنی عاص بن امیہ۔

اسی غصے کی حالت میں عمرو بن سعید اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سواروں کے ساتھ دمشق میں داخل ہوا۔

روز پنجشبہ عبدالملک بھی دمشق میں داخل ہوئے انھوں نے عمرو سے کہلا بھیجا کہ لوگوں کے واجبات انھیں دے دو۔ عمرو نے جواب دیا کہ آپ کو اس شہر میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ دمشق میں داخل ہونے کے چار روز بعد دوشنبہ کے دن عبدالملک نے حکم دیا کہ عمرو سامنے لایا جائے عمرو اس وقت اپنی کلبیہ بیوی کے پاس تھا۔ اس سے پہلے عبدالملک نے کریب بن ابرہۃ بن الصباح الحمیری کو اس لئے اپنے پاس بلایا تھا کہ وہ عمرو کے بارے میں ان سے مشورہ کریں۔ کریب نے کہا کہ بنی حمیر اسی وجہ سے تباہ ہوئے میں آپ کو اس معاملے میں مشورہ نہیں دیتا کیونکہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

عبدالملک کا عمرو کو بلانے کے لئے اپنا قاصد بھیجنا

عبدالملک کا قاصد عمرو کو بلانے کے لئے آیا۔ عبداللہ بن یزید بن معاویہ بھی عمرو کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عبداللہ نے عمرو سے کہا کہ بخدا میں اپنی جان سے بھی زیادہ تم کو عزیز رکھتا ہوں۔ عبدالملک نے تمہیں بلایا ہے۔ میری رائے نہیں کہ تم جاؤ۔ عمرو نے پوچھا کیوں عبداللہ نے کہا کہ تبع کعب الاحبار کی بیوی کے بیٹے نے یہ پیشن

گوئی دی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک سردار واپس آ کر دمشق کے دروازے بند کر لے گا پھر وہ نکل جائے گا اور کچھ عرصہ کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ عمرو نے کہا کہ بخدا اگر میں سوتا بھی ہوتا تو مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ابن زرق مجھے قتل کر سکے گا اور مجھ پر حملہ کرنے کی جرات کرے گا۔

اس کے علاوہ گذشتہ شب میں نے حضرت عثمانؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ نے اپنا قمیض مجھے پہنا دیا۔ عبداللہ عمرو کا داماد تھا۔ عمرو نے عبدالملک کے قاصد سے کہا کہ جا کر میرا اسلام کہد و اور کہہ دینا کہ میں انشاء اللہ شام کے وقت آؤں گا جب شام ہوئی تو عمرو نے ایک مضبوط زرہ پہنی جس کے اوپر قباء کو ہی اور نیچے قمیض کو ہی تھا اور تلوار لٹکائی۔ اس وقت اس کے پاس اس کی بیوی اور حمید بن حریث بن بجدل الکلبی موجود تھے ۔ جب عمرو نے اٹھ کر جانے کا ارادہ کیا اس کے پاؤں فرش میں الجھ گیا اور وہ گر پڑا حمید نے کہا کہ بخدا اگر تم میری مانتے ہو تو ہرگز مت جاؤ۔ اس کی بیوی نے بھی اس کے قول کی تائید کی۔ مگر عمرو نے ایک نہ سنی۔ اپنے موالیوں میں سے سو آدمیوں کو لے کر عبدالملک کی طرف چلا۔ عبدالملک نے بھی تمام خاندان بنی مروان کو اپنے پاس رہنے کا حکم دیا۔ جب عبدالملک کو معلوم ہوا کہ عمرو دروازے تک پہنچ چکا ہے۔ حکم دیا کہ جتنے آدمی اس کے ساتھ ہیں وہیں روک دیئے جائیں۔

عمرو کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس طرح عمرو کے تمام ساتھی ہر دروازے پر روک دیئے جاتے تھے ۔ عمرو محل کے صحن میں پہنچا تو اس کے ساتھ سوائے ایک خادم کے اور کوئی نہ تھا۔ عمرو نے عبدالملک کی طرف دیکھا تو تمام مروانی اس کے پاس جمع ہیں۔ ان میں حسان ابن مالک بن بجدل الکلبی اور قبیصہ بن ذویب الخزاعی بھی ہیں عمرو فوراً سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں۔ اپنے خادم سے کہا کہ تو فوراً یحییٰ بن سعید کے پاس جا اور انہیں بلا کر میرے پاس لا خادم نے بغیر مطلب سمجھے کہد یا کہ میں حاضر ہوں اس پر عمرو نے کہا کہ دور ہو جہنم میں جا۔ عمرو اب مکان میں آ چکا تھا۔

عمرو کا عبدالملک کے محل میں پہنچ کر اپنے غلام کو ڈانٹنا اور عبدالملک کی عمرو کے خلاف کارروائی کرنا۔

عبدالملک نے حسان اور قبیصہ سے کہا کہ جب چاہو تم اٹھ کھڑے ہو اور عمرو سے جا کر ملو۔ عبدالملک نے اس خیال سے کہ عمرو کو کوئی شبہ نہ پیدا ہو اور وہ بالکل مطمئن رہے۔ مذاقاً ان دونوں شخصوں سے مخاطب ہو کر پوچھا بتاؤ تم دونوں میں سے زیادہ کون دراز قد ہے۔ حسان نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین قبیصہ مجھ سے اپنے عہدے کی وجہ سے زیادہ بڑے ہیں۔ اس وقت قبیصہ عبدالملک کی شاہی مہر کے نگران تھے۔ عمرو نے کہا پھر اپنے غلام سے کہا کہ تو یحییٰ کو میرے پاس بلا لا۔ غلام نے اس مرتبہ بھی بات بغیر سمجھے جواب دیا کہ حاضر عمرو نے ڈانٹ کر کہا کہ چل ہٹ دور ہو۔ حسان اور قبیصہ کے باہر نکل جانے کے بعد عبدالملک نے حکم دیا تھا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ چنانچہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ عمرو اب عبدالملک کے پاس پہنچ گیا۔ عبدالملک نے اس کے آنے پر خوش آمدید کہا اور کہا کہ یہاں آیئے اور اپنے ساتھ تخت خلافت پر اسے بٹھایا۔ کافی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ ان کی تلوار لے لو۔ عمرو نے کہا کہ افسوس۔ امیر المؤمنین مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے پاس بھی بیٹھو اور تلوار بھی باندھے رہو۔ غرض کہ تلوار لے لی گئی اور پھر دونوں کچھ عرصہ تک

باتیں کرتے رہے۔

عبدالملک کا عمرو کو اپنی قسم کی اطلاع دینا اور بیڑیاں پہنانے کی دھمکی دینا

عبدالملک نے عمرو سے کہا کہ جب تم مجھ سے باغی ہو گئے تھے میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تمھیں کبھی دیکھا اور تم میرے ہاتھ آئے تو تمھیں بیڑیاں پہناؤں گا، مروانی بولے اور آپ انھیں چھوڑ دیں گے۔ عبد الملک نے کہا کہ ہاں پھر میں انھیں چھوڑ دوں گا اور میں ابوامیہ کے ساتھ کر ہی کیا سکتا ہوں۔ مروانیوں نے کہا کہ امیر المؤمنین قسم پوری کیجئے۔ عمرو نے بھی کہا کہ خدا امیر المؤمنین کی قسم پوری کرے۔

عبدالملک نے اپنی گدی کے نیچے سے ایک بیڑی نکالی اور اسے عمرو کی طرف پھینک دیا۔ اور غلام کو حکم دیا کہ عمرو کو اس میں باندھ دو۔ چنانچہ غلام نے اس حکم پر عمل کیا۔ عمرو نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اس صورت میں لوگوں کے سامنے نہ نکالیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اے ابوامیہ اس وقت کہ موت تمہارے سر پر ہے تم اپنی مکاری سے باز نہیں آتے۔ ہم ہرگز تمھیں اس حالت میں لوگوں کے سامنے نکالیں گے اور یہ بیڑی تمہارے لئے شدید عذاب کے بعد اتاری جائے گی۔ پھر عبدالملک نے ایسا جھٹکا دے کر اسے اپنی طرف کھینچا کہ عمرو کا منہ تخت پر لگا اور اس کا اگلا دانت ٹوٹ گیا۔ عمرو نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا خوف دلاتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دانت توڑنے کے بعد آپ اور سخت سزا مجھے دے بیٹھیں۔

عبدالملک نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے اوپر رحم کرنے سے تم بھی مجھ پر رحم کرو گے اور قریش کی حالت درست ہو جائے گی تو تمھیں رہا کر دیتا۔ مگر ہماری سی حیثیت کے دو شخص ایک ملک میں ایک طرح سے نہیں رہ سکتے بلکہ یہ ضروری ہوتا کہ ایک دوسرے کو دور کردے۔ جب عمرو نے دیکھا کہ دانت ٹوٹ چکا ہے اور عبدالملک کے ارادہ کو وہ سمجھ گیا تو کہنے لگا کہ اے ابو زرکا تو نے دھوکہ دیا۔

عمرو کے قتل کا واقعہ

عمرو کے قتل کا واقعہ اور لوگوں نے یوں بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک نے اسے اپنی طرف کھینچا اس کا ایک دانت گر پڑا۔ عمرو اسے دیکھنے لگا۔ عبدالملک نے کہا کہ تمہارا دانت ایسے موقع پر گرا ہے کہ اب تم مجھ سے کبھی خوش نہیں رہو گے۔ چنانچہ عبدالملک نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کی تعمیل ہو گئی۔

(روایت سابقہ کے مطابق) جب مؤذن نے عصر کی آذان دی عبدالملک نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور عبد العزیز بن مروان کو عمرو کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ عبدالعزیز تلوار لے کر عمرو کی طرف چلے۔ عمرو نے انہیں خدا کا خوف اور آپس کی دوستی کا واسطہ دیا اور کہا کہ بھلا آپ میرے قتل کے لئے آئے ہیں کوئی اور شخص جو دوستی میں دور ہوتا اس کام کے لئے متعین ہوتا تو مناسب تھا۔ عبدالعزیز نے تلوار پھینک دی اور بیٹھ گئے۔ عبدالملک نے مختصر سی نماز پڑھی۔ محل میں چلے آئے اور دروازے بند کر دئے گئے۔

عبدالملک جب نماز کے لیئے باہر نکلے تو لوگوں نے دیکھا کہ عمروان کے ساتھ نہیں فوراً جا کر یحیٰی بن سعید کو اطلاع دی۔ یحیٰی بن عمرو کے ایک ہزار غلام اور ان کے پیچھے اور بہت سے ان کے ساتھیوں کے ساتھ محل کے سامنے آئے۔ عمرو کے ساتھیوں نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا اے ابوامیہ آپ ہمیں اپنی آواز سنائیں۔

یحییٰ بن سعید کے ساتھ حمید بن حریث اور زہیر بن ابرد بھی آئے۔ اور انہوں نے محل کا باب المقصورۃ توڑ کر لوگوں پر تلوار چلانا شروع کی۔ عمرو بن سعید کے غلام مصقلہ نے ولید بن عبدالملک کے سر پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ ابراہیم بن عربی میر منشی انہیں اٹھا کر منشی خانہ میں لے گئے۔ نماز کے بعد عبدالملک جب پھر محل میں واپس آئے تو دیکھا کہ عمرو زندہ موجود ہے۔ عبدالعزیز سے پوچھا کہ تم نے اسے ابھی تک قتل کیوں نہیں کیا۔ عبدالعزیز نے کہا کہ اس نے اللہ کا واسطہ دیا اور میرے صلہ رحم سے سفارش کی درخواست کی۔ مجھے رحم آ گیا عبدالملک نے کہا کہ خدا تیری ذلیل ماں کو رسوا کرے تو بھی اس جیسا ہے۔

عبدالملک کی والدہ عائشہ بنت معاویہ ابن المغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھی اور عبدالعزیز کی والدہ کا نام لیلیٰ تھا۔

عمرو کو قتل کرنے کی تیاری

عبدالملک نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ چھوٹا خنجر لے آؤ۔ وہ لے آیا عبدالملک نے خنجر کو ہوا میں لہرا کر عمرو پر وار کیا مگر کچھ عصر نہ ہوا۔ دوبارہ وار کیا وہ بھی کارگر نہ ہوا ہاتھ سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ عمرو زرہ پہنے ہوئے ہے۔ عبدالملک کو ہنسی آ گئی۔ عمرو سے کہا کہ اے ابوامیہ تم زرہ بھی پہنے ہوئے ہو۔ گویا پہلے سے تیار ہو کر آئے تھے۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ تلوار لاؤ تلوار آئی۔ عبدالملک کے حکم سے اسے گرا دیا گیا وہ عمرو کے سینے پر بیٹھ گیا اور اسے ذبح کر ڈالا۔ قتل کرنے کے بعد عبدالملک کانپنے اور لرزنے لگا۔ لوگوں نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی اپنے عزیز کو قتل کرتا ہے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ بہر حال اور لوگوں نے اسے عمرو کے سینے پر سے اسے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا

-

راوی کہتے ہیں کہ کسی دنیادار یا دیندار نے کبھی اس بے رحمی سے کسی کو قتل نہیں کیا۔

یحییٰ بن سعید کا عبدالملک کے محل میں داخل ہو کر ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا

یحییٰ بن سعید اور اس کے ساتھی محل میں داخل ہو کر بنی مروان اور ان کے موالیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور اکثر کو انہوں نے زخمی کر دیا۔ انہوں نے بھی ان کا مقابلہ کیا اسی دوران میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم الثقفی آ گئے۔ عمرو کا سر ان کے حوالے کیا گیا انہوں نے اسے لوگوں کے سامنے ڈال دیا۔ عبدالعزیز بن مروان نے اس موقع پر ایک چال چلی کہ تھیلیوں میں روپیہ بھر کر لوگوں کے سامنے ڈال دیں۔ انہوں نے جب یہ روپیہ دیکھا اور اس کے ساتھ عمرو کے سر کو بھی دیکھا۔ فوراً روپے کی تھیلیوں پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ کر چھپل گئے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے جب عبدالملک نماز کے لئے جانے لگے تو اپنے غلام ابوزعیزعہ کو عمرو کے قتل کر دینے کا حکم دے کر گئے۔ ابوزعیزعہ نے عمرو کو قتل کر کے اس کے سر کو اس کے ساتھیوں اور سب لوگوں کے سامنے ڈال دیا۔

جو روپیہ لوگوں کے سامنے ان کے بہلانے کے لئے ڈالا گیا تھا اس کے متعلق بعد میں عبدالملک نے حکم دیا کہ سب واپس کیا جائے چنانچہ وہ سب وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔

اس روز کی کاروائی میں یحییٰ بن سعید کے سر میں ایک پتھر لگا۔

عبدالملک نے حکم دیا کہ تخت باہر لایا جائے۔ چنانچہ مسجد کے قریب تخت بچھایا گیا اور وہیں عبدالملک بیٹھ

گئے۔ دیکھا کہ ولید بن عبدالملک نہیں ہے پوچھا کہ ولید کہاں ہے اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ بھی کہا کہ اگر باغیوں نے ولید کو قتل کر ڈالا ہے تو وہ اپنا بدلہ لے چکے۔

ابراہیم بن عربی الکنانی آگے بڑھے اور کہا کہ ولید میرے پاس ہیں۔ آپ فکر نہ کریں ایک چھوٹا سا زخم ان کو آ گیا ہے جس سے کوئی خطرہ نہیں۔

یحییٰ بن سعید کے قتل کی تیاری اور یحییٰ کی گرفتاری

یحییٰ بن سعید عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دیا عبدالعزیز کھڑے ہوئے خدا مجھے امیر المؤمنین پر قربان کردے کیا آپ چاہتے ہیں کہ تمام بنی امیہ کو ایک ہی دن میں قتل کر ڈالیں۔ اس پر عبدالملک نے حکم دیا کہ اچھا یحییٰ کو قید کر دیا جائے۔ اس کے بعد عنبسہ بن سعید سامنے لایا گیا۔ اس کے لئے بھی قتل کا حکم ہوا۔ پھر عبدالعزیز سفارش کرنے کے لئے کھڑے ہوئے میں آپ کو بنو امیہ کے ہلاک کرنے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں۔ چنانچہ عنبسہ کے لئے حکم ہوا کہ قید کر دیے جائیں۔

عامر بن الاسود الکلبی پیش کئے گئے۔ عبدالملک کے ہاتھ میں بانس کی ایک لکڑی تھی اس کے سر پر ماری اور کہا کہ کیوں جی تم ہی عمرو کی حمایت میں مجھ سے جنگ کرنے آئے تھے۔ عامر نے کہا کہ بے شک۔ عمرو نے میرا اکرام کیا تو نے میری توہین کی۔ اس نے مجھے خود سے قریب کیا تو نے دور کیا۔ اس نے احسانات کئے تو نے برائی کی۔ اس لئے میں اس کے ساتھ تیرے مقابلے کے لئے آیا۔ عبدالملک نے حکم دیا کہ قتل کر دیا جائے۔ عبدالعزیز کھڑے ہوئے کہنے لگے کہ امیر المؤمنین یہ میرے ماموں ہیں آپ خدا کے واسطے ان کی جان بخشی کر دیجئے۔ عامر کو عبدالعزیز کے حوالے کر دیا اور سعید کے بیٹوں کو قید کرنے کا حکم دیا وہ سب قید کر لئے گئے۔

یحییٰ کو قید ہوئے ایک ماہ یا اس سے کچھ زیادہ ہوا ہوگا کہ عبدالملک خطبے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے یحییٰ کے قتل کے متعلق مشورہ لیا، لوگوں کی طرف سے کوئی صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین سانپ سے ہمیشہ سنپولیہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں۔ وہ منافق اور دشمن ہے۔

عبداللہ بن مسعدۃ الفراری کی یحییٰ کے متعلق رائے دینا اور عبدالملک کا اس رائے کو پسند کرنا

پھر عبداللہ بن مسعدۃ الفراری تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین یحییٰ آپ کے چچا کا لڑکا ہے۔ اور جو رشتہ داری آپ سے اور اس سے ہے آپ اس سے واقف ہیں۔ جو کچھ اس نے آپ کے ساتھ کیا میں خود بھی ان کی طرف سے بے خوف نہیں ہوں مگر میں آپ کو یہ رائے بھی نہیں دیتا کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں۔ اس کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ اسے آپ دشمن سے جنگ کرنے کے لئے بھیج دیجئے۔ اگر وہ جنگ میں کام آیا تو اس کے قتل کی ذمہ داری سے آپ بچ جائیں گے اگر وہ صحیح سالم بچ گیا تو جو آپ مناسب سمجھیں کیجئے گا۔

عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور سعید کے اولاد کو مصعب کے مقابلے لئے روانہ کیا۔ یہ خاندان

مصعب کے پاس پہنچا۔ یحییٰ بن سعید مصعب سے ملنے کے لئے گئے۔ مصعب نے ان سے کہا کہ تم بچ کر نکل آئے مگر دم جھڑ گئی یحییٰ نے جواب دیا کہ واقعی دم تو اپنے بالوں ہی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

عبدالملک نے عمرو کی کلبیہ بیوی کے پاس قاصد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ صلح نامہ مجھے دے دو جو میرے اور عمرو کے درمیان ہوا تھا۔ عمرو کی بیوی نے جواب دیا کہ میں نے اسے عمرو کے کفن میں لپیٹ دیا ہے تا کہ خدا کے سامنے اسے پیش کر کے تمہارے مقابلے میں داد خواہی کرے۔

عمرو اور عبدالملک ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ امیہ پر جا کر دونوں مل جاتے تھے۔ عمرو کی والدہ ام البنین بنت الحکم بن العاص عبدالملک کی پھوپھی تھیں۔

اصل واقعہ یہ ہوا کہ عمرو اور عبدالملک میں بچپن سے جھگڑا چلا آتا تھا۔ سعید کے بیٹوں کی ماں ام البنین تھیں اور عبدالملک اور معاویہ مروان کے بیٹے تھے۔ یہ سب کے سب بچپن کے زمانے میں مروان بن حکم کی ماں کے پاس جو بنی کنانہ کی بیٹی تھی آیا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کرتے تھے۔

عبدالملک اور حضرت معاویہ کے ہمراہ ان کا غلام اسود بھی ہوتا تھا ام مروان کا یہ طریقہ تھا کہ جب یہ لڑکے اس کے پاس آتے ان کے لئے کھانا پکاتی اور ہر ایک کے سامنے علیحدہ علیحدہ رکابیاں رکھتیں۔ معاویہ بن مروان اور محمد بن سعید عبدالملک بن مروان اور عمرو بن سعید میں لڑائی کرا دیتی یہ لڑکے بہت بدزبانی کرتے۔ اور آپس میں بات چیت ختم ہو جاتی۔ ام مروان یہ بھی کہا کرتی تھی کہ اگر دونوں میں عقل نہ ہوگی تو ان دونوں میں توان ہوگی۔ غرض کہ جب یہ لوگ بچپن کے زمانے میں اس کے پاس آتے تھے وہ ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کرتی اسی طرح آہستہ آہستہ ان دونوں کے دلوں میں دشمنی پیدا ہوتی گئی۔

عبداللہ بن یزید اور عمرو کے درمیان مقاتلہ اور عمرو کا قتل ہونا اور اس کا سر لوگوں کے سامنے لانا

عبداللہ بن یزید القسری اور ابو خالد یحییٰ بن سعید مسجد میں داخل ہونے کے وقت اس کے ساتھ تھا اس نے باب المقصورہ کو توڑ ڈالا۔ اور بنی مروان سے لڑتا رہا۔ جب عمرو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر لوگوں کے سامنے ڈالا گیا۔ یہ اور اس کا بھائی دونوں عراق چلے گئے اور سعید کے بیٹوں کے ساتھ جو مصعب کے پاس تھے ٹھہر گئے۔ اور اس وقت تک وہیں رہے جب تک ان کی جماعت عبدالملک کے پاس نہ آئی۔ جنگ مرج میں عبداللہ کی ایک آنکھ ختم ہو چکی تھی جو مصعب کی حمایت میں بنو امیہ سے لڑتا رہا تھا۔ جب تمام لوگوں نے عبدالملک کی خلافت تسلیم کر لی ان سب کے بعد عبداللہ عبدلملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے پوچھا اے یزید کی اولاد تمہارا کیا حال ہے عبداللہ نے جواب دیا کہ (حربا حربا یا حزبا حزبا) یعنی جنگ نے یا جماعت بندی نے حالت خراب کر دی۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید پڑھا (ترجمہ یہ روز بد تم نے اپنی شرارتوں کی وجہ سے دیکھا ہے اور اللہ تو ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)۔

عمرو بن سعید کے بیٹوں کی عبدالملک سے ملاقات

جب سب نے عبدالملک کی خلافت تسلیم کر لی تو اس کے بعد عمرو بن سعید کے چاروں لڑکے امیہ، سعید، اسماعیل، اور محمد عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہو جو ہمیشہ بغیر کسی استحقاق کے اپنے کو تمام قوم پر افضل سمجھتا رہا ہے۔ میرے اور تمہارے باپ کے درمیان کوئی نئی دشمنی نہ تھی بلکہ ہمارے آباؤ اجداد اور تمہارے بزرگوں میں جاہلیت کے زمانے سے چلی آتی تھی۔ عبدالملک نے تکبرانہ لہجے سے گفتگو کی ابتدا عمرو کے سب سے بڑے بیٹے امیہ سے کی۔ حالانکہ یہ اپنے بھائیوں میں زیادہ ہوشیار اور عقلمند تھا مگر جواب نہ دے سکا۔

سعید بن عمرو کی عبدالملک سے گفتگو کرنا

اس پر سعید بن عمرو منجھلا بھائی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایام جاہلیت کی باتیں ہیں اسلام نے ان تمام باتوں کو اب خاموش کر دیا ہے اور ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور دوزخ سے ڈرایا ہے۔ عمرو اور آپ کے درمیان چاہے دشمنی ہو مگر وہ آپ کے چچازاد بھائی تھے اسے آپ خوب جانتے ہیں اور جو سلوک آپ نے ان سے کیا ہے اس سے بھی آپ واقف ہیں۔ عمرو واصل بحق ہو گئے اب اللہ ہی ان سے حساب کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر آپ صرف اس دشمنی کی بنا پر جو آپ کے اور عمرو کے درمیان تھی ہمیں سزا دینے کے مستحق سمجھتے ہیں تو اس صورت سے تو ہمارے لئے زمین کی مٹی ہی بہتر ہے۔

اس تقریر نے عبدالملک پر بہت اثر کیا۔ اس نے کہا کہ صورت ہی کچھ ایسی ہو چکی تھی کہ یا تو عمرو مجھے قتل کر دیتے یا میں انھیں قتل کر دیتا۔ اس لئے میں نے ان کے قتل کو اپنے قتل کئے جانے پر ترجیح دی اور اب رہے تم لوگ تم سے میں بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ صلہ رحم کروں گا۔ تمہارے حقوق کا تحفظ کروں گا۔ چنانچہ عبدالملک ان کے حقوق ادا کرنے لگا اور دربار میں عزت دینے لگا۔ اور اس نے ان کے مناسب میں اضافہ کر دیا۔

خالد ابن یزید بن معاویہ کی عبدالملک سے ملاقات اور اپنے تعجب کا اظہار کرنا

خالد بن یزید بن معاویہ نے ایک روز عبدالملک سے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ کس طرح آپ نے عمرو کو دھوکا دے کر قتل کر ڈالا۔ عبدالملک نے جواب میں دو شعر پڑھے

دانیة منی لیسکن روعه

فاصول صوله حازم مستمکن

غضباً و محمیةلدینی انه

لیس المسی سبیله کالحسن

ترجمہ میں نے اسے اپنے قریب کر لیا تھا کہ اس کا خوف جاتا رہے تاکہ میں ایک مقتدر ہوشیار کی طرح اپنے دین کی خاطر غصہ

اور جوش میں بھرا ہوا حملہ کروں اور یہ ظاہر ہے۔ کہ برے کام کا طریقہ عمل نیک کام کرنے والے کی طرح

کبھی نہیں ہوسکتا۔

ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں سعید بن عمرو سے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم بنوامیہ میں تمہارے جیسا کوئی شخص نہیں تھا۔ مگر انہوں نے خاندان بنوامیہ سے حکومت حاصل کرنے کے لئے مخالفت کی اور ہلاک ہوئے۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک کے درمیان مقابلہ کا واقعہ اور ایک خارجی کا قتل ہونا

واقدی کہتے ہیں کہ عمرو بن سعید اور عبدالملک کے درمیان گھیراؤ اور مقابلہ کا واقعہ ۶۹ھ میں پیش آیا۔ عمرو دمشق میں محصور ہوکر بیٹھ گیا اور عبدالملک نے بطنان حبیب سے واپس آکر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ مگر عمرو کا قتل ۷۰ھ میں عبدالملک کے ہاتھوں واقعہ ہوا۔ اسی سال حج کے موقع پر مقام خیف منیٰ میں ایک خارجی نے اپنا شعار لاحکم الا اللہ پکارا مگر جمرہ کے پاس قتل کردیا گیا۔ اور ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے جمرہ کے پاس تلوار کھینچتے دیکھا وہ اکیلا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ خارجیوں کی ایک جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روکے رکھے۔ یہ شخص ان سے آگے بڑھا اور اپنا شعار پکارنے لگا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو قتل کرڈالا۔

اس سال بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے تحت لوگوں نے حج کیا کوفے بصرہ پر ان کے بھائی مصعب گورنر تھے شریح کوفے کے قاضی تھے بصرے کے قاضی ہشام بن ہبیرہ تھے اور عبداللہ بن خازم خراسان کے گورنر تھے۔

۷۰ ہجری کے حالات

اس سال رومیوں نے جنگ کی تیاری کی اور شام میں جو مسلمان رہتے تھے ان پر حملہ کردیا۔ عبدالملک نے اس خوف سے کہ رومیوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا بادشاہ روم سے ہزار دینار پر ہر جمعہ ادا کرنے کی صلح کرلی۔

اسی سال مصعب بہت سا سامان اور بہت سے جانور لے کر مکے آئے اور اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کردیا عبداللہ بن صفوان اور جبیر بن شیبہ اور عبداللہ بن مطیع کو بہت سارا روپیہ وغیرہ دیا اور خوب قربانی کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا لوگوں کو حج کرانا

حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس سال لوگوں کو حج کرایا مختلف صوبہ جات پر ان کے گورنر اور قاضی وہی لوگ تھے جو گذشتہ سال تھے۔

۷۱ ہجری کے واقعات

۷۱ ہجری کے واقعات میں عبدالملک مصعب کے مقابلے کے لئے عراق کی طرف چلے اب تک یہ ہوتا آیا تھا کہ جب عبدالملک بطنان حبیب پہنچتے اور مصعب مقام باجمیرا آتے۔ سردی کا موسم شروع ہوجاتا دونوں صاحب

اپنے اپنے علاقہ کی طرف واپس ہو جاتے اور پھر آئندہ سال اسی طرح مقابلے کی تیاریاں کرتے۔

اےھ ہجری میں عبدالملک شام سے مصعب کے مقابلے کے لئے نکلا۔ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید بھی ان کے ہمراہ تھا خالد نے عبدالملک سے کہا کہ اگر آپ مجھے کچھ سواروں کے ساتھ بصرہ بھیج دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ اس پر قبضہ کرلوں گا۔ عبدالملک نے اس کی مرضی کے مطابق اسے روانہ کیا۔ خالد پوشیدہ طور پر اپنے موالی اور بہت سے سواروں کے ساتھ بصرہ آیا اور عمرو بن اصمع الباہلی کے پاس مقیم ہوا۔ عمرو نے خالد کو پناہ دی۔ عباد بن الحصین ابن معمر کی پولیس کا افسر اعلیٰ تھا۔ مصعب نے اپنے مکے کی روانگی کے وقت عبداللہ بن عبیداللہ ابن معمر کو بصرہ پر اپنا امیر مقرر کیا تھا۔

عمرو بن اصمع نے اس امید سے کہ عباد خالد کے ہاتھ پر بیعت کرلے گا۔ عباد کو کہلا بھیجا کہ میں نے خالد کو پناہ دی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس بات کا علم ہو جائے تاکہ آپ میری زیر نگرانی رہیں۔

عمرو بن اصمع کا قاصد ایسے وقت پہنچا جب کہ عباد گھوڑے سے اتر رہا تھا۔ اس نے پیغام پہنچا دیا۔ عباد نے اس سے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہہ دے کہ بخدا میں اپنے گھوڑے سے زین بھی نہیں اتاروں گا اور سواروں کو لے کر تیرے پاس آرہا ہوں۔ یہ خبر سنتے ہی عمرو نے خالد سے کہا کہ میں تمہیں دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ یہ قول عباد کا ہے وہ ابھی آرہا ہوگا اور میں تمہاری مدافعت کرنے سے قاصر ہوں بہتر ہے کہ تم مالک بن مسمع کے پاس فوراً چلے جاؤ۔

ایک یہ بھی روایت ہے کہ خالد علی بن اصمع کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ جب عباد کو اس کی خبر پہنچی اس نے کہلا بھیجا کہ میں ابھی تیرے پاس آتا ہوں۔

خالد ابن اصمع کے پاس سے اس بے سروسامانی میں بھاگا کہ ایک باریک کوہی قمیض اس کے جسم پر تھی۔ دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ پاؤں رکابوں سے نکلے ہوئے تھے۔ مالک کے پاس پہنچا اپنی داستان سنائی اور کہا کہ تم مجھے پناہ دو، مالک نے کہا کہ بہتر ہے مالک اور اس کا بیٹا مقابلہ کے لئے نکلے۔ مالک نے بکر بن وائل اور ازد کو اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ سب سے پہلے بنی یشکر کا جھنڈا مالک کے پاس پہنچا۔ دوسری طرف عباد بھی سواروں کا لشکر لئے سامنے آیا۔ دونوں جماعتیں ٹھہری رہیں اور آپس میں جنگ واقع نہیں ہوئی۔

خالد کا نافع بن حارث کے جفرۃ کی طرف جانا اور ان لوگوں کو اجرت دے کر بھرتی کرنا

دوسرے دن صبح کو خالد نافع بن حارث کے جفرۃ کی طرف چلا۔ (اس جگہ کو اس کے بعد خالد ہی کی طرف سے منسوب کیا جانے لگا) خالد کے ساتھ بنی تمیم کے کچھ لوگ آکر شریک ہو گئے تھے۔ ان میں صعصعہ بن معاویہ بن عبدالعزیز بن بشر اور مرہ بن محکان بھی بنی تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے۔ خالد کے ساتھی جفریہ کہلاتے تھے۔ اور ابن معمر کے سپاہی زبیریہ کہلاتے تھے۔ جفریوں میں عبیداللہ بن ابی بکرۃ حمران اور مغیرہ بن المہلب تھے۔ زبیریوں کی جانب سے قیس بن ہشیم السلمی تھے۔ یہ اجرت دے کر لوگوں کو اپنے ساتھ بھرتی کر لیتا تھا۔ ایک شخص نے اجرت کا تقاضہ کیا۔ قیس نے کہا کہ کل دوں گا۔ اس پر غطفان بن انیف قبیلہ بنی کعب بن عمرو کے ایک شخص نے طنزیہ شعر کہے۔

قیس اپنے گھوڑے کی گردن میں گھنٹی ڈالے رکھتا تھا۔ عمرو بن وبرۃ الحنفی بنی حنظلہ کے سواروں پر سردار تھا ۔ان کے جو خدمت گار تھے ان کی تنخواہیں ۳۰ درہم یومیہ مقرر تھی مگر یہ انہیں صرف دس درہم دیا کرتا تھا ایک شعر میں ان کے اس طریقہ کار کی بھی شکایت کی گئی۔ شعر یہ ہے۔

لبس ما حکمت یا بن وبرہ

تعطی ثلثین وتعطی عشرہ

ترجمہ اے ابن وبرہ تمہارا طریقہ کار اچھا نہیں کہ تمھیں تو ملیں تیس درہم اور تم صرف دس ادا کرو۔

مصعب نے زحر بن قیس الجعفی کو ابن معمر کی مدد کے لئے ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اس کے مقابلے میں عبدالملک نے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان کو خالد کی مدد کے لئے بھیجا۔ عبیداللہ نے بصرہ میں داخل ہونا مناسب نہ سمجھا بلکہ مطر بن توام کو حالات پوچھنے کے لئے روانہ کیا۔ مطر نے بصرہ سے واپس جا کر عبیداللہ کو اطلاع دی کہ ہمارے ساتھی الگ الگ ہو گئے ہیں۔ عبیداللہ پھر چپکے سے عبدالملک کے پاس واپس چلا آیا۔

مالک اور عباد میں شدید جنگ

مالک اور عباد میں چوبیس دن شدید جنگ ہوتی رہی۔ جب مالک کی ایک آنکھ ضائع ہوئی تو وہ جنگ سے باز آیا۔ یوسف بن عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص نے دونوں میں صلاح کرادی۔ شرط یہ ہوئی کہ مالک خالد کو بصرہ سے نکال دے اور خود اسے امان دی جاتی ہے۔ چنانچہ خالد بصرہ سے چلا گیا۔

مالک کو یہ خوف پیدا ہو کہ ممکن ہے مصعب عبیداللہ کی اس امان دینے کی تصدیق نہ کریں اس لئے وہ ثراج چلا گیا۔

فرزدق نے مالک کے قصہ بنی تمیم کے اس سے اور خالد سے مل جانے کے واقعے کو اپنے چند اشعار میں نظم بھی کر دیا ہے۔ جب عبدالملک دمشق واپس ہو گئے۔

جب عبدالملک دمشق واپس ہو گئے۔ مصعب کی پوری کوشش اس بات پر تھی کہ بصرہ پہنچ جائیں۔ انہیں خیال تھا کہ بصرہ پہنچ کر خالد کی سرکوبی کروں گا مگر یہاں آ کر معلوم ہو کہ خالد یہاں سے آمان پا کر نکل چکا ہے۔ ابن معمر نے لوگوں کو آمان دے دی ہے۔ اکثر لوگ تو بصرہ میں ٹھہرے رہے اور کچھ مصعب کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مصعب ابن معمر پر بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اب میں تمھیں کوئی ذمہ دار عہدہ نہ دوں گا اور جفریہ جماعت کو بلا بھیجا انھیں گالیاں بھی دیں اور لاٹھی چارج بھی کی۔

مصعب کا جفرۃ جماعت کو بلانا اور بلا کر انہیں برا بھلا کہنا

مصعب نے ان لوگوں کو بلا بھیجا۔ وہ سب ان کے سامنے لائے گئے۔ سب سے پہلے مصعب عبیداللہ بن ابی بکرۃ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ اے ابن مسرق تو اس کتیا کا بیٹا ہے جن سے باری باری کتوں نے اپنی خواہش نفسی کو پورا کیا۔ اس نے مختلف رنگ کے سیاہ، سرخ اور زرد پلے کتوں جیسے پیدا کئے، تیرا باپ ایک غلام تھا جو طائف کے قلعے سے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ تم نے ایک نیا شگوفہ چھوڑا اور دعویٰ کیا کہ ابو سفیان نے تمہاری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو پھر تمہاری اصلیت سے تمہیں ملا دوں گا۔

مصعب کا حمران کو برا بھلا کہنا

پھر حمران کو مخاطب کر کے کہا کہ ایک یہودیہ کے بیٹے تو ایک نبطی کافر ہے۔ جنگ عین التمر میں قید کیا گیا ۔حکم بن منذر بن الجارود سے کہا کہ اے خبیث تو جانتا ہے کہ تو کون ہے اور جارود کون تھا۔ جارود ایک کافر تھا جو جزیرہ ابن کاوان واقعہ علاقہ فارس میں رہا کرتا تھا۔ پھر سمندر کے کنارے پہنچ کر قبیلہ عبدالقیس میں شامل ہو گیا۔ اور بخدا میں جانتا ہوں کہ دنیا میں کوئی قبیلہ اس قبیلے سے زیادہ برائیوں میں ملوث نہیں۔

بعد میں اس کی بہن سے مکعبر االفارسی نے شادی کر لی یہی اس کی انتہائی شرافت ہے اے ابن قبازیہ ہی کے بیٹے ہیں۔

عبداللہ بن فضالہ الزرانی سامنے لایا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا کہ تو اہل ہجر اور پھر سماہج نہیں ہے۔ بخدا میں تجھے تیرے نسب کی طرف لے چلوں گا۔

علی ابن اصمع سامنے لایا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا کہ کبھی تو بنی تمیم کا غلام ہوتا ہے اور کبھی جھوٹ سے اپنی نسبت بنی باہلہ سے کرتا ہے۔

عبدالعزیز بن بشر بن حناط سامنے لایا گیا۔ مصعب نے کہا کہ اے ابن مشتور کیا تیرے چچا نے حضرت عمر کے دور میں بکری نہیں چرائی تھی۔ جس کے نتیجے میں حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ بخدا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے بہنوئی نے تیری مدد کی ہے (اس کی بہن مقاتل ابن مسمع کی بیوی تھی) ابی حاضر الاسدی پیش کیا گیا ۔مصعب نے اس سے کہا اے اصطز یہ کے بیٹے بھلا تو کہاں اور شرافت کہاں ۔تو تو اونٹ چرانے والوں فقیروں میں سے ہے جھوٹ سے اپنے کو بنی اسد سے کہتا ہے۔ بنی اسد میں نہ تیرا کوئی رشتہ دار ہے نہ ہم نسب ہے۔ زیاد بن عمرو پیش کیا گیا مصعب نے اس سے کہا کہ اے ابن کرمانی ،تو تو کرمانی کفاروں میں سے ہے فارس پہنچ کر کشتی چلانے والا بن گیا اور کہاں میدان جنگ ہاں البتہ کشتی چلانے میں تو ماہر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص پیش کیا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا کہ تیری یہ شان تو مجھ پر چڑھائی کرے۔تو ہجر کے کفار میں سے ہے۔ تیرا باپ طائف میں رہ گیا تھا طائف والوں کا قائدہ تھا کہ جو شخص ان سے ملنا چاہتا تھا اسے شریک کر لیتے تھے اور اسے وہ اپنی عزت سمجھتے تھے بخدا میں تجھے تیری اصلیت کی طرف لے چلوں گا۔

پھر شیخ بن نعمان پیش کیا گیا مصعب نے کہا کہ اے خبیث تو زندرود کے کفار میں سے ہے تیری ماں بھاگ گئی تھی اور تیرا باپ قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کی بہن سے بنی یشکر کے ایک شخص نے شادی کر لی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ انہوں نے تجھ کو اپنے نسب میں شامل کر لیا تھا۔

مصعب کا ان قیدیوں کو سخت سزا دینا

اس کے بعد مصعب نے ان کو سو سو کوڑے لگوائے سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں ان کے مکانات گرا دیئے گئے۔ تین روز تک دھوپ میں کھڑے رکھے گئے۔ ان سے ان کی بیویوں کو طلاق دلوائی گئی۔ ان کے لڑکے دشمن سے مقابلہ کرنے والی فوج میں بھرتی کر لئے گئے۔ تمام بصرہ میں انہیں پھرایا گیا اور ان سے قسم لی گئی کہ وہ کبھی کسی آزاد اور شریف عورت سے نکاح نہیں کریں گے۔

خالد کے جو ساتھی بھاگ گئے تھے ان کی تلاش میں خداش بن یزید الاسدی کو روانہ کیا خداش مرۃ بن محکمان کی تلاش میں جا پہنچا اور گرفتار کر لیا پھر اپنی طرف گھسیٹ کر قتل کر ڈالا۔ خداش اس وقت مصعب کی نگرانی کرنے والوں کا افسر اعلیٰ تھا۔

سنان بن ذہل (قبیلہ بنی عمرو بن مرثد کے ایک شخص کو) مصعب نے مالک بن مسمع کے مکان کو گرانے کا حکم دیا۔ سنان نے اس کے مکان کو گرا دیا اور جتنا مال غنیمت اس میں تھا اس سب پر مصعب نے قبضہ کر لیا۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک لونڈی بھی تھی اس کے بطن سے مصعب کا لڑکا عمر بن مصعب پیدا ہوا۔ مصعب کوفہ جانے سے پہلے تک بصرہ ہی میں ٹھہرے رہے پھر اس وقت تک کوفہ میں مقیم رہے جب تک کہ انھیں عبدالملک سے جنگ کرنے کے لئے نہ جانا پڑا۔

عبدالملک مقام مسکن میں مقیم تھے۔ خاندان مروان کے جتنے افراد عراق میں رہائش رکھتے تھے۔ سب کے نام عبدالملک نے خطوط لکھے۔ سب نے اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ اور یہ شرط کی کہ اصفہان کا صوبہ ہمیں دے دیا جائے۔ چنانچہ عبدالملک نے ایسا ہی کیا کہ تمام ولایت اصفہان ان لوگوں کی ملکیت میں دے دی۔ ان میں حجار بن ابجر غضبان ابن القبشری عتاب بن ورقا قطن بن عبداللہ حارثی محمد ابن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس زحر بن قیس اور محمد ابن عمیر شامل تھے۔

عبدالملک نے اپنے مقدمۃ الجیش پر محمد بن مروان کو میمنہ پر عبداللہ بن یزید بن معاویہ میسرے پر خالد بن یزید کو سردار مقرر کیا مصعب بھی مقابلے کے لئے بڑھے مگر پرانی عادت کی وجہ سے کوفہ والوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور تنہا چھوڑ دیا۔

عروہ بن مغیرہ بن شیبہ کہتے ہیں کہ جب مصعب میدان جنگ کے لئے نکلے وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور دائیں بائیں لوگوں کو غور سے دیکھتے جاتے تھے، مجھ پر نظر پڑی۔ مجھے قریب بلا کر کہا کہ حسین ابن علی نے اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالے کرنے سے انکار کیا اور جنگ پر ڈٹے رہے۔ بتاؤ ان کا طریقہ کار مناسب تھا کہ نہیں۔ پھر خود ہی ایک شعر بھی پڑھا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ آخر دم تک مقابلہ کریں گے۔

عمرو بن سعید کے قتل کر دینے کے بعد عبدالملک کو اب کچھ خوف خطرہ نہیں تھا جس نے مخالفت کی اسے قتل کر ڈالا۔ تمام ملک شام بغیر کسی شریک کے اس کا فرمانبردار ہو چکا تھا۔ جب مصعب سے مقابلے کی بات ہوگئی۔ عبدالملک خطبے کے لئے کھڑے ہوئے۔ لوگوں سے کہا کہ مصعب سے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ شام کے عمائدین نے اس سے اختلاف کیا۔ اگرچہ ان کا یہ اختلاف اصل مقصد سے نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ عبدالملک وہیں ٹھہریں اور فوج مصعب کے مقابلے کے لئے بھیجی جائے۔ اگر کامیابی نصیب ہو تو فبہا ورنہ دوسری امدادی فوج سے اس کی مدد کی جا سکے۔ کیونکہ انھیں یہ خوف تھا کہ اگر عبدالملک مقابلے میں کام آئے تو ان کے بعد شام والوں کا کوئی بادشاہ نہ رہے گا۔ اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ اے امیر المؤمنین کیا اچھا ہو کہ آپ خود نہ جائیں بلکہ ان فوجوں پر اپنے خاندان میں سے کسی شخص کو سردار مقرر کر کے مصعب کے مقابلے کو روانہ فرما دیں

عبدالملک نے جواب دیا کہ اس اہم خدمت کو صرف وہ قریشی اچھی طرح انجام دے سکتا ہے جو سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ میں ایسا شخص منتخب کر کے بھیج دوں جو بہادر ہو مگر صاحب عقل نہ ہو۔ البتہ میں اپنے آپ کو اس کا

مستحق سمجھتا ہوں میں فنون جنگ سے اچھی طرح واقف ہوں اور ضرورت کے موقع پر تلوار کا ماہر ہوں۔ میرے مقابلے میں مصعب ہیں۔ جن کا خاندان کا خاندان بہادر ہے۔ اس شخص کے بیٹے ہیں جو تمام قریش میں سب سے بہادر تھا مگر وہ جنگ کے طریقوں سے ناواقف ہے۔ عیش و عشرت کو پسند کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو پس پشت ان کے مخالف ہیں، میرے ساتھی وفادار اور مخلص ہیں۔

عبدالملک شام سے چل کر مسکن پر مقیم ہوئے۔ مصعب باجمیرا تک بڑھے عبدالملک نے اپنے تمام ساتھیوں کو جو عراق میں مقیم تھے خطوط لکھے تھے۔ ابراہیم بن الاشتر عبدالملک کا ایک سر بہ مہر لفافہ لئے ہوئے مصعب کے پاس آئے جسے انہوں نے اس وقت تک نہ پڑھا تھا۔ یہ خط مصعب کو دے دیا۔ مصعب نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے ابراہیم نے کہا کہ میں نے اسے اب تک نہیں پڑھا ہے۔ خود مصعب نے اس خط کو پڑھا جس میں عبدالملک نے ابراہیم کو اپنا ساتھی بنانے کے لئے اس وعدے پر انہیں دعوت دی تھی کہ عراق کی صوبہ داری ان کو دی جائے گی۔ ابراہیم نے کہا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ مایوسی انہیں میری طرف سے ہوگی۔ مجھے ہی نہیں بلکہ اس طرح کے خط عبدالملک نے آپ کے اکثر ساتھیوں کو لکھے ہیں۔ آپ میرے کہنے پر عمل کریں اور ان سب کو قتل کر ڈالیں۔

مصعب نے کہا کہ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو ان کے تمام خاندان وقبیلہ والے ہم سے منہ موڑ لیں گے۔ ابراہیم نے کہا کہ اس کا دوسرا طریقہ بھی ہے۔ سب کو بیڑیاں پہنا کر ابیج کسریٰ کے جیل خانہ بھیج دیجئے۔ اور جو نگران ہو اسے ہدایت کر دی جائے کہ اگر آپ کو شکست ہو تو وہ ان سب کو قتل کر ڈالے اور اگر آپ فاتح ہوں تو انہیں رہا کر کے ان کے خاندان والوں پر احسان کا بوجھ رکھ دیجئے گا۔ مصعب کہنے لگے کہ اے ابونعمان میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اللہ ابوبحر پر رحم کرے وہ مجھے عراق والوں کی غداری سے ڈرا رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مصیبت کا ہمیں سامنا ہے۔ وہ اس کی انتظار میں تھے۔ جب عراق والوں نے مصعب سے غداری کرنے کا ارادہ کیا قیس بن ہیثم نے ان پر لعنت ملامت کی اور کہا کہ شامیوں کو ہرگز فاتحانہ حیثیت سے اپنے شہر میں داخل مت ہونے دینا۔ اگر وہ تمہارے اسباب، کسب میں شریک بن گئے تو تمہارے مکانات میں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ کسی نے جھاڑو پھیر دی ہے۔ بخدا میں نے خود ایک شامی سردار کو خلیفہ کے دروازے پر دیکھا جو اس امید پر خوش ہو رہا تھا کہ کاش وہ بھی کسی کام کے لئے عراق بھیج دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں پیداوار کی کثرت ہے ہر طرف سرسبزی شادابی ہے۔ ہمارے یہاں ایک ایک شخص کے پاس ہزار ہزار اونٹ ہیں حالانکہ شام کے سرداروں کے پاس صرف ایک ہی گھوڑا ہوتا ہے۔ جس پر وہ جنگ کے لئے جاتے ہیں اور اس پر اپنے پیچھے سامان وخوراک رکھ لیتے ہیں۔

دونوں فوجوں کے درمیان شدید مقابلہ

مقام مسکن میں دیر جاثلیق کے قریب دونوں فوجوں میں میدان جنگ گرم ہوا۔ ابراہیم بن الاشتر نے آگے بڑھ کر محمد بن مروان پر حملہ کیا اور محمد کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ عبدالملک نے عبداللہ بن یزید کو آگے بھیجا۔ عبداللہ محمد بن مروان کے قریب پہنچ گیا طرفین کی فوجیں ٹوٹ کر ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مسلم بن عمرو الباہلی۔ یحییٰ بن

مبشر (متعلقہ قبیلہ بنی چعلبہ بن یربوع) اور ابراہیم بن الاشتر میدان میں کام آئے۔

یہ دیکھتے ہی عتاب بن ورقا جو مصعب کے ساتھ رسالے کا سردار تھا میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ مصعب نے قطن بن عبداللہ الحارثی سے کہا کہ اے ابوعثمان اپنے سواروں کو آگے بڑھاؤ۔ قطن نے کہا کہ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ مصعب نے پوچھا کہ کیوں قطن نے جواب دیا کہ میں اسے برا سمجھتا ہوں کہ تنہا بنی مذحج خواہ مخواہ قتل کر دیے جائیں۔

مصعب نے حجار ابن ابجر سے کہا کہ اے ابواسید تم اپنا نشان آگے بڑھاؤ اس نے کہا کہ میں ان ناپاک لوگوں کی طرف بڑھوں۔ مصعب نے کہا کہ بخدا تم جس کے لئے پیچھے ہٹتے ہو وہ نہایت برا فعل ہے۔ اس کے بعد مصعب نے محمد بن عبدالرحمٰن ابن سعید بن قیس کو اسی طرح کا حکم دیا۔ محمد نے جواب دیا کہ جب کسی اور نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی تو میں کیوں اسے پورا کروں۔

اس وقت حالت یاس میں مصعب نے کہا کہ اے ابراہیم اور آج ابراہیم میرے پاس نہیں ہے۔ (ابراہیم سے مراد ابراہیم بن الاشتر تھی)۔ ابن خازم والی خراسان کو معلوم ہوا کہ مصعب عبدالملک کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آیا؟ ان کے ساتھ عمر بن عبیداللہ معمر ہے۔ کہا گیا وہ فارس پر مصعب کی جانب سے عامل ہے پھر پوچھا کہ کیا مہلب بن ابی صفرة ان کے ساتھ ہے۔ جواب ملا کہ وہ موصل کا عامل ہے۔ اس پر ابن خازم نے کہا اور میں خراسان میں ہوں۔ پھر ایک شعر پڑھا جس میں مصعب کی ناکامی کا خطرہ ظاہر کیا گیا تھا۔

مصعب کا اپنے بیٹے کو مکے میں جانے کا حکم دینا اور بیٹے کا اس کو رد کرنا اور پھر بیٹے کا میدان جنگ میں لڑتے لڑتے قتل ہو جانا

مصعب نے اپنے بیٹے عیسیٰ سے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے چچا کے پاس مکہ چلے جاؤ اور عراق والوں نے جو غداری میرے ساتھ کی ہے اس کی اطلاع کر دو میری تم پرواہ نہ کرو کیونکہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔

عیسیٰ نے کہا کہ میں کسی قریشی سے آپ کی خطرناک حالت کا اظہار نہیں کروں گا۔ البتہ اگر آپ چاہتے ہیں تو بصرہ چلے جائیے۔ مصعب نے کہا کہ بخدا میں قریش کو ہرگز یہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ بعد میں اس پر طنزیہ گفتگو کریں کہ بنو ربیعہ کی مدد چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ جب تک کہ میں خود حرم محترم میں شکست کھا کر داخل نہ ہوں۔ بلکہ میں برابر لڑتا رہوں گا۔ اگر میں مارا گیا تو میدان جنگ میں تلوار سے مارا جانا برا نہیں۔ بھاگنے کی میری عادت اور خصلت نہیں ہے۔ اگر تمہارا ارادہ بھی میدان جنگ میں واپس جانے کا ہے تو بہتر ہے جاؤ اور لڑو۔ چنانچہ عیسیٰ نے میدان جنگ کا رخ کیا لڑا اور مارا گیا۔

عبدالملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کے ذریعے مصعب کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کو امان دیتا ہوں مصعب نے جواب دیا کہ مجھ جیسا شخص اس موقع سے دو ہی صورتوں میں واپس ہٹ سکتا ہے کہ یا وہ غالب ہو یا مغلوب۔

عین دوران جنگ میں زیاد بن عمرو نے عبدالملک کے پاس آ کر عرض کی اے امیرالمومنین اسماعیل بن طلحہ میرے مخلص پڑوسی تھا ایسا بہت کم ہوا ہے کہ مصعب نے میرے لئے کوئی برائی سوچی ہو اور اس نے اس کا توڑ نہ کر دیا ہو۔ مہربانی فرما کر آپ اسے امان دے دیجئے۔ عبدالملک نے کہا کہ ہاں اسے امان ہے۔ زیاد دونوں مقابل صفوں کے

درمیان آیا یہ ایک نہایت قوی ہیکل لحیم و شحیم آدمی تھا۔ زیاد نے زور سے آواز لگا کر کہا کہ ابوالخبتر یا اسماعیل بن طلحہ کہاں ہے؟ اسماعیل سامنے لایا گیا زیاد نے کہا کہ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اسماعیل اتنا قریب ہو گیا کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں مل گئیں۔ اس زمانے میں لوگ حاشیہ دار پگڑی باندھا کرتے تھے زیاد نے اسماعیل کی پگڑی میں ہاتھ ڈال کر زین سے اکھاڑ دیا۔ اسماعیل نے کہا کہ اے ابو مغیرہ میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تیرا ارادہ کیا ہے یہ تو مصعب سے وفاداری کے خلاف ہے۔ زیاد نے جواب دیا کہ ہاں میں اس بات کو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ کل تمہیں مقتول دیکھوں

مصعب کا عبدالملک کی امان قبول کرنے سے انکار کرنا

جب مصعب نے امان قبول کرنے سے انکار کیا تو محمد بن مروان نے عیسیٰ بن مصعب کو آواز دی کہ اے میرے بھتیجے تو اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈال۔ تجھے امان ہے مصعب نے بھی اس سے کہا کہ تیرے چچا نے تجھے امان دی ہے تو ان کے پاس چلا جا۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ کہیں قریش کی عورتیں اس بات کا تذکرہ کریں کہ میں نے آپ کو قتل ہونے کے لئے سپرد کر دیا اور خود اپنی جان بچالی مصعب نے کہا کہ اچھا پھر میرے سامنے آگے بڑھو اور جنگ کرو عیسیٰ نے دادِ مردانگی دی اور کام آیا۔

مصعب کا قتل ہونا

تیروں نے مصعب کو چھلنی کر دیا تھا۔ زایدۃ بن قدامہ نے یہ حالت دیکھ کر مصعب پر حملہ کیا اور نیزے سے ایک سخت حملہ کیا اور کہا کہ یہ مختار کا بدلہ ہے۔ مصعب زمین پر گر پڑے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے ان کے قریب گھوڑے سے اتر کر ان کا سر جدا کر دیا اور کہا کہ اس نے میرے بھائی نابی بن زیاد کو قتل کیا تھا۔ عبیداللہ سر لے کر عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ اس نے لینے سے انکار کیا اور اس نے کہا کہ میں نے آپ کی اطاعت میں اسے قتل نہیں کیا بلکہ ان سے مجھے اپنے بھائی کا بدلہ لینا تھا۔ سر اٹھا کر لانے کا میں کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہتا۔ اور اس سر کو عبدالملک کے پاس چھوڑ دیا۔ بدلہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ مصعب نے اپنے کسی صوبہ کی پولیس پر مطرف بن سیدان الباہلی (ثم احد بنی جادۃ) کو افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ نابی بن زیاد بن ظبیان اور قبیلہ بنی نمیر کا ایک اور شخص ڈکیتی کے ملزم ہوئے تھے۔ یہ دونوں مطرف کے پاس لائے گئے۔ نابی قتل کر ڈالا گیا اور دوسرے شخص کو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا گیا۔

اس وجہ سے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے جسے مصعب نے بصرہ کی حکومت سے برطرف کر کے اہواز کا والی مقرر کیا تھا مطرف کے مقابلے کے لئے فوج جمع کی۔ دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ کچھ دیر ٹھہرے رہے بیچ میں دریا حائل تھا۔

مطرف نے عبیداللہ کا مقابلہ کرنے کے لئے دریا پار کیا مگر اس سے پہلے ہی عبیداللہ آپہنچا اور نیزہ کیا یک حملہ سے اس کا کام تمام کر دیا۔

مصعب نے مطرف کے بیٹے مکرم بن عبیداللہ کی تلاش میں روانہ کیا۔ مکرم بڑھتا بڑھتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا جو اب اس کے نام سے عسکر مکرم پکارا جاتا ہے۔ مگر ابن ظبیان کو نہ پا سکا۔ عبیداللہ ابن ظبیان اپنے بھائی کے قتل

کے بعد عبدالملک سے جاملا تھا۔

ایک مرتبہ ابن ظبیان بصرہ میں مطرف کی ایک بیٹی کے پاس سے گزرا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہی تیرے باپ کا قاتل ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ میرا باپ فی سبیل اللہ شہید ہوا ہے۔ اس پر ظبیان نے یہ شعر پڑھا

فلا فی سبیل اللہ لاقی حمامہ

ابوک ولکن فی سبیل الدراھم

ترجمہ تیرا باپ خدا کی راہ میں شہید نہیں ہوا

بلکہ دراہم کے پیچھے اس نے اپنی جان دی

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک کی لوگوں سے بیعت لینا اور لوگوں کو حکم دینا کہ مصعب کی تدفین وغیرہ کردو

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک نے عراق والوں کو بیعت کرنے کے لئے بلایا۔ لوگوں نے آکر بیعت کی۔ مسعب دیر جاثلیق کے متصل دریائے قارون پر قتل کئے گئے۔ عبدالملک نے مصعب اور ان کے بیٹے عیسیٰ کی تجہیز و تدفین کا حکم دیا اور دونوں دفن کردیئے گئے۔ جب مصعب قتل کردیئے گئے تو عبدالملک نے حکم دیا کہ انہیں دفن کردو۔ اور کہا کہ بخدا میری اور ان کی قدیم دوستی تھی مگر کیا کیا جائے حکومت ایک ایسی چیز ہے جس میں ان باتوں کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا۔

عبداللہ بن شریک کا عبدالملک کا خط مصعب کو پہنچانا

عبداللہ بن شریک العامری کہتے ہیں کہ میں مصعب کے پہلو میں کھڑا تھا میں نے اپنی قبا سے ایک خط نکال کر انہیں دیا اور عرض کی کہ یہ خط عبدالملک کا ہے مصعب نے کہا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اسی وقت ایک شامی مصعب کے کیمپ میں آیا اسنے ایک لونڈی کو باہر نکالا۔ اس نے زور سے کہا کہ "واز لاہ" (یہ لفظ اپنی توہین کے اظہار اور اسکے دفعیہ کے لئے امداد طلب کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔) مصعب نے پہلے تو اس کی طرف دیکھا پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

مصعب کا قتل ہونا اور اس کا سر عبدالملک کے پاس لانا

مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ عبدالملک نے اس کی طرف دیکھ کر کہا قریش میں تمہارا اب کوئی مثل نہیں رہا۔ یہ دونوں جب مدینے میں رہتے تھے ایک عورت مسماۃ جی کے پاس جایا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کیا کرتے تھے جی سے جب کہا گیا کہ مصعب قتل کردیا گیا تو کہنے لگی کی اس کا قاتل ہلاک و برباد ہو۔ اس پر جی نے کہا کہ میرا باپ قاتل و مقتول دونوں پر قربان ہو۔

اس واقعہ کے بعد عبدالملک حج کرنے گئے۔ جی ان سے ملنے آئی۔ اور کہنے لگی کہ کیا تمھیں نے مصعب کو قتل کیا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ جو شخص جنگ میں شریک ہوگا وہ ضرور اس کا مزہ چکھ کر رہے گا۔

یہ بیان کیا گیا ہے مصعب اور عبدالملک کی جنگ اور مصعب کا قتل یہ واقعات ۷۲ ہجری میں پیش آئے۔ البتہ خالد بن عبداللہ بن کالد بن اسید کا واقعہ اور عبدالملک کی جانب سے ان کا بصرہ جانا یہ واقعات اے ہجری کے ہیں۔

مصعب کے قتل کی تاریخ

مصعب جمادی الآخر میں قتل کئے گئے۔ اور اسی اے ہجری میں عبدالملک کوفہ آئے اور عراق اور ان دونوں شہروں کو کوفہ اور بصرہ کی اہم خدمات اپنے عاملوں کے سپرد کیں (یہ واقدی کا بیان ہے)۔ ابوالحسن کا یہ بیان ہے کہ یہ واقعہ ۷۲ ہجری میں پیش آیا۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصعب منگل کے دن ۱۳ جمادی الاخریٰ یا جمادی الاول ۷۲ ہجری میں قتل کئے گئے۔

پہلے بیان کے مطابق عبدالملک جب کوفہ آئے نخیلہ پر مقیم ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا۔ سب سے پہلے بنی قضاعة بیعت کرنے کے لئے آئے عبدالملک نے دیکھا کہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ اب تک کس طرح بنی مصر سے بچے رہے۔ حالانکہ تمہاری تعداد بھی کم ہے۔ عبداللہ بن یعلی النہدی نے جواب دیا کہ ہم ان سے زیادہ معزز اور بہادر ہیں۔ عبدالملک نے پوچھا کہ کن لوگوں کی وجہ سے تمہیں یہ رتبہ حاصل ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ان لوگوں کی وجہ سے جو ہمارے قبیلے کے امیر المؤمنین کے ساتھ ہیں۔ پھر بنی مذحج اور بنی ہمدان آئے۔ ان لوگوں سے جھگڑا کرنے کی کوئی بات نہیں پاتا میں نہیں دیکھتا کہ کوفہ میں ان میں سے کسی کو بھی کوئی خاص مرتبہ حاصل ہے۔

بنی جعفی اور عبدالملک کے درمیان مراسلت

اس کے بعد بنی جعفی پیش ہوئے۔ عبدالملک نے ان سے کہا کہ تم نے اپنے بھانجے کو چھپا رکھا ہے۔ اس سے عبدالملک کی مراد یحییٰ بن سعید بن العاص تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ عبدالملک نے ان سے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا انہیں امان عطا کی گئی ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم مجھ سے کوئی شرط بھی کرنا چاہتے ہو۔ ان میں ایک نے کہا کہ ہمارا آپ کے ساتھ کسی معاملے کے لئے شرط کرنا اس وجہ نہیں ہے کہ ہم آپ کے اختیار اور حق سے ناواقف ہیں بلکہ ہماری یہ جرائت اور گستاخی ایسی ہی ہے جیسا کہ بیٹا اپنے باپ سے کرتا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ بے شک تم لوگ اچھے ہو۔ تم جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی شہسواروں میں شمار ہوئے۔ میں یحییٰ کو امان دیتا ہوں۔ چنانچہ بنی جعفی یحییٰ بن سعید کو عبدالملک کے پاس لے آئے۔ ابوایوب اس کی کنیت تھی۔

جب عبدالملک نے اس کی طرف دیکھا تو کہا کہ ابو قبیح اب کس منہ سے تم اپنے رب کے سامنے جاؤ گے۔ تم نے تو مجھے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ اسی منہ سے جسے اس نے بنایا ہے۔

یحییٰ کا عبدالملک کے ہاتھ بیعت کرنا

پھر اس نے بیعت کی اور جب پشت پھیر کر جانے لگے۔ عبدالملک نے اس کی پشت کی طرف دیکھ کر کہا کہ خدا اس کا بھلا کرے کیسا چالاک آدمی ہے۔

معبد بن خالد الجد لی کہتا ہے کہ پھر ہم بنی عدوان عبدالملک کے سامنے آئے سب آگے ہم نے ایک نہایت

حسین وجمیل شخص کھڑا کیا اور میں پیچھا رہا (معبد بدصورت تھا

عبدالملک کی لوگوں سے بالمشافہ گفتگو

جب عبدالملک نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ معتمد نے کہا کہ بنی عدوان اس پر عبدالملک نے کچھ شعر پڑھے پھر اس خوبصورت شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ کہو اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا میں اس کے پیچھے سے بول اٹھا اور کچھ شعر پڑھے جس میں قوم کے افراد کی کچھ خوبیاں بیان کیں تھیں۔

عبدالملک مجھے چھوڑ کر پھر اس حسین آدمی کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ کس کا ذکر ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر میں نے اس کے پیچھے سے کہا کہ ذوالاصبع کا ذکر ہے۔ عبدالملک نے اسی سے دریافت کیا کہ یہ نام کیوں رکھا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ پھر میں اس کے پیچھے سے جواب دیا کہ سانپ نے اس کی انگلی پر ڈسلیا تھا وہ کاٹ دی گئی اس لئے یہ نام ہوا۔ پھر اس حسین شخص کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ اس کا نام کیا ہے۔

اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا میں نے عرض کیا کہ حرثان بن الحارث۔ اس مرتبہ پھر عبدالملک نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا یہ تمہارے قبیلے کا شخص ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا میں نے پیچھے سے عرض کیا کہ بنی ناج سے ہے اس پر عبدالملک نے کچھ شعر پڑھے پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے اس نے کہا کہ سات سو۔ مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کتنا ملتا ہے میں نے عرض کی کہ تین سو اس پر عبدالملک نے اپنے معتمدوں کو حکم دیا کہ اس شخص کی تنخواہ سے چار سو کم کر کے اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے۔ میں اپنی تنخواہ سات سو کرا کے واپس آیا اور اس شخص کی کل تین سو تنخواہ رہ گئی۔

اس کے بعد بنی کندہ عبدالملک کے سامنے پیش کئے گئے۔ عبدالملک نے عبداللہ بن اسحاق بن الاشث کی طرف دیکھا اور اسے اپنے بھائی بشر بن مروان کے سپرد کر دیا اور ہدایت کی کہ اپنی دوستی میں انہیں بھی مقرر کر لو۔ داؤد بن قحزم بن بکر بن وائل کے دو سو آدمیوں کے ساتھ عبدالملک کے سامنے آئے۔ سب لوگ داؤدی لباس پہنے ہوئے تھے جو اسی داؤد کی طرف منسوب ہیں۔ داؤد عبدالملک کے تخت پر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ عبدالملک ان کی طرف متوجہ ہوا۔ کچھ ہی دیر کے بعد داؤد دربار سے اٹھا اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے لگے عبدالملک نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا اور کہا کہ اگر ان کا سردار میرے پاس نہ آیا ہوتا تو یہ فاسق کبھی میری اطاعت نہیں کرتے۔

عبدالملک نے قطن بن عبداللہ الحارثی کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ مگر صرف چالیس روز قطن اس عہدے پر سرفراز رہے پھر عبدالملک نے انہیں موقوف کر کے ان کی جگہ اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔

عبدالملک کا خطبہ

عبدالملک خطبے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر واقعی عبداللہ بن زبیر خلیفہ ہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں تو انہیں خود آ کر لوگوں کی دیکھ بھال کرنا چاہیے بجائے اس کہ وہ حرم میں بیٹھے ہوئے اپنے گناہوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ میں نے بشر بن مروان کو تمہارا گورنر مقرر کیا ہے اور انہیں ہدایت کر دی ہے کہ اطاعت شعار رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور نافرمانوں کو سخت سزا دیں۔ تمہیں چاہیے کہ وہ جو کہیں اسے سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

محمد بن عمیر کو ہمدان کا حاکم مقرر کیا۔ اور یزید بن رویم کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح اور عامل مقرر کئے گئے۔ مگر جس جس سے اصفہان کی صوبہ داری دینے کا وعدہ کیا تھا وہ ایک سے بھی پورا نہیں کیا۔

عبدالملک کی برہمی

پھر عبدالملک نے کہا کہ میرے پاس ان بدکرداروں کو لاؤ جنہوں شام اور عراق میں ادھم مچا رکھا تھا۔ لوگوں نے عرض کہ ان لوگوں کو ان کے قبائل کے سرداروں نے اپنی پناہ میں لے رکھا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا میرے مقابلے میں کسی شخص کو پناہ دی جا سکتی ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن یزید بن اسد اور یحییٰ بن معیوف الہمدانی نے علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس اور ہذیل بن زفر بن الحارث اور عمرو بن زید الحکمی نے خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس پناہ لی تھی۔ عبدالملک نے ان سب لوگوں کی خطا معاف کر دی اور یہ لوگ نکل آئے

حمران کی حکومت کے لئے رسہ کشی اور کامیابی

اسی سال عبیداللہ بن ابی بکرۃ اور حمران بن ابان میں بصرہ کی حکومت کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا اس کی داستان یہ ہے کہ مصعب کے قتل ہونے کے بعد یہ دونوں بصرہ پر حکومت کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں اس منصب کے مدعی ہوئے۔ ابن ابی بکرۃ نے حمران سے کہا کہ میں تم سے دولت اور مال داری میں زیادہ ہوں۔ جنگ جفرۃ کے موقع پر خالد کی فوج کا تمام کرچ میں نے ہی برداشت کیا تھا۔ اس پر لوگوں نے حمران کو مشورہ دیا کہ تم ابی بکرۃ کے مقابلے مین کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ عبداللہ بن الاہتم کی امداد حاصل نہ کرلو اور اس صورت میں تمہارا پایا زبردست ہو جائے گا۔ اور ابی بکرۃ تمہارے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ حمران نے ایسا ہی کیا اور بصرہ پر اقتدار حاصل کر لیا اور ابن الاہتم کو بصرہ کی پولیس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔

حمران کو بنی امیہ میں ایک خاص رتبہ حاصل تھا وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک معمر اعرابی نے آکر حمران سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حمران ہے۔ اس معمر شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حمران کو دیکھا کہ ان کی چادر مونڈھے سے گر گئی تھی۔ مروان اور سعید بن العاص دونوں دوڑے تا کہ ایک سے پہلا دوسرا اس کی چادر درست کر دے۔

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حمران نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے معاویہ اور عبداللہ بن عامر دونوں نے مل کر دبانا شروع کیا۔

اسی سال عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا

کچھ روز حمران بصرہ کے حاکم رہے اور ابن بکرۃ مصعب کے قتل کے بعد کوفہ میں عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے خالد بن عبداللہ ابن خالد ابن اسید کو بصرہ اور اس کے ماتحت علاقے کا گورنر مقرر کیا۔ خالد نے عبیداللہ بن ابی بکرۃ کو اپنا قائم مقام کر کے بصرہ کی گورنری پر روانہ کیا عبیداللہ جب حمران کے پاس پہنچے تو حمران نے کہا تم آگئے کاش نہ آتے۔ غرض ابن بکرۃ خالد کے بصرہ آنے تک ان کے قائم مقام کی حیثیت سے گورنری کی خدمات انجام دیتے رہے واقدی کے بیان کے مطابق اسی سال عبدالملک شام واپس چلے گئے۔

اسی سال میں عبداللہ بن زبیر نے جابر بن اسود بن عوف کو مدینے کی گورنری سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ طلحہ بن عبداللہ بن عوف کو مقرر کیا۔ یہ عبداللہ بن زبیر کی جانب سے مدینہ کے آخری گورنر ہوئے ہیں۔ جب طارق بن عمرو حضرت عثمان کے آزاد غلام نے مدینے پر چڑھاؤ کر دیا طلحہ وہاں سے بھاگ گئے طارق مدینے میں مقیم رہا یہاں تک کہ عبدالملک نے اسے خط لکھا۔

عبداللہ بن زبیر کا مصعب کے قتل کے بعد خطبہ

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کرایا۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو مصعب کے قتل کی خبر ہوئی تو خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا۔ تمام تعریف اسی خدا کے لئے ہے جس نے پیدا کیا جس کے ہاتھ میں حکومت ہے۔ جسے چاہتا سلطنت عطا کرتا ہے جس سے چاہتا لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جان لو حق و صداقت جس کے ساتھ ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا چاہے وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کبھی اسے عزت نصیب نہیں ہوتی جس کی دوستی شیطان اور اس کے گروہ سے ہے چاہے اس کی امداد کے لئے تمام بنی انسان ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں عراق سے ایک خبر معلوم ہوئی جس نے ہمیں رنجیدہ کیا اور خوش بھی اور وہ یہ ہے کہ مصعب خدا کی رحمت ان پر نازل ہو قتل ہو گئے۔ ہمیں خوشی اس لئے ہوئی کہ انہیں درجہ شہادت نصیب ہوا۔ اور غم اس لئے کہ ایک محب صادق کی جدائی ایک سوزش نہائی ہے۔ جو اس کے دوست کو مصیبت کے تنگ کرتی ہے۔ مگر عقلاً ان تمام باتوں کے بعد صبر جمیل اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت مجھے مصعب کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اس سے پہلے زبیر کی موت کا صدمہ برداشت کر چکا ہوں۔ نیز حضرت عثمان کی موت کا رنج بھی ایسا نہیں کہ جسے میں نے فراموش کر دیا ہو۔ مصعب بھی اللہ کے ایک بندے اور میرے دست بازو تھے مگر صدمہ اس بات کا ہے کہ اہل عراق نے ان سے بے وفائی کی۔ منافقت کی اور بہت تھوڑی قیمت کے عوض انہیں دشمن کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا۔ پس اگر وہ مارے گئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہم اپنے بستروں پر مرنے کے عادی نہیں ہیں جیسا کہ ابی العاص کی اولاد ہے۔

بخدا ان کے خاندان کا کوئی شخص بھی زمانہ جاہلیت یا اسلام کی جنگ میں کام نہیں آیا۔ اور ہم ہمیشہ نیزوں کا نشانہ بنائے گئے۔ اور تلواروں کے سائے میں جان دیتے رہے۔ رہی دنیا یہ اس شہنشاہ اعلی و اعظم کی طرف سے صرف اسی کی حکومت و سلطنت کو بقائے دوام حاصل ہے یہ ایک عاریت ہے۔ اگر وہ سامنے آئے گی تو اسے غرور اور خوشی کے عالم میں سنبھالنے والا نہیں۔ اگر وہ پیٹھ پھیر لے گی تو ذلیل بے وقوفوں کی طرح میں روؤں گا نہیں۔ یہ کہہ کر

میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔

مصعب کے قتل کی خوشی میں عبدالملک کا مہمان نوازی کرنا

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک کوفہ میں داخل ہوئے۔ حکم دیا کہ بہت سا کھانا پکایا جائے۔ چنانچہ کھانا تیار کیا گیا۔ حکم دیا کہ قصر خورنق میں کھانا چنا جائے۔ تمام لوگوں کی عام دعوت کی۔ لوگ آ آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں عمرو بن حریث المخزومی بھی آئے عبدالملک نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ پوچھا کہ کون سا کھانا آپ کو زیادہ مرغوب ہے۔ عمرو بن حریث نے جواب دیا کہ سرخ رنگ کا بکری کا بچہ جس میں خوب نمک لگا ہوا اور اچھی طرح سے بھنا ہوا ہو۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ تو کچھ نہ ہوا آپ بکری کے شیر خوار بچے کو کیوں بھول گئے جس میں خوب مصالحہ لگا ہوا ہو اور اچھی طرح صاف کیا ہوا ہو جس کی ران آپ کے ہاتھ میں ہو اور کبھی دست اور جس کی پرورش دودھ اور گھی سے ہوئی ہو۔

اس کے بعد دستر خوان چنے گ ء اور سب نے کھانا کھایا۔

عبدالملک نے کہا کہ ہماری زندگی اس وقت اس قدر خوش آئند ہے کاش کسی شے کی بقا ہوتی مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ ہر روز اول کی طرف راستہ طے کر رہے ہیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عبدالملک نے تمام محل میں پھرنا شروع کیا عمرو بن حریث سے پوچھتے جاتے تھے کہ کون اس مکان کا مالک ہے اور کس نے اسے بنایا ہے۔ عمرو انہیں بتاتے جاتے تھے اور یہ شعر عبدالملک کی زبان پر تھا۔

وکل جدید یا امیم الی بلی
وکل امرئی یوما یصیر الیٰ کان

اے امیمہ ہر نئی چیز پرانی ہونے والی ہے
ایک دن یہ کہا جائیگا کہ تھا

اس کے بعد عبدالملک اپنی قیام گاہ میں آ گئے اور لیٹ گئے۔ واقدی کے قول کے مطابق اسی سال میں عبد الملک نے قیساریہ کو فتح کیا۔

۷۲ ہجری کے اہم واقعات

خارجیوں کا خروج،

مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید کے واقعات

مقام سولاف پر مہلب اور خارجیوں کے درمیان مسلسل آٹھ ماہ تک شدید جنگ ہوتی رہی۔ آٹھ ماہ گزرنے کے بعد مصعب کے قتل کی اطلاع انہیں ملی۔

مہلب کی جماعت اور خارجیوں کے درمیان گفتگو کرنا

اس خبر کا علم خارجیوں کو مہلب اور ان کے ساتھیوں سے پہلے ہو گیا تھا۔ خارجیوں نے ان سے دریافت کیا کہ مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ مہلب کی جماعت نے کہا کہ وہ ہمارے پیشوا ہیں خارجیوں نے دریافت کیا کہ وہ دنیا میں تمہارے آقا ہیں۔ مہلب کی جماعت نے جواب دیا کہ بے شک، خارجیوں نے دریافت کیا کہ کیا تم زندگی اور موت دونوں حالتوں میں ان کے دوست ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک ہم ان کے سامنے اور ان کے بعد ان کے جانثار اور وفادار ہیں۔

پھر خارجیوں نے پوچھا کہ عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو، مہلب کے طرف داروں نے جواب دیا کہ وہ ملعون کا بیٹا ہے اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اس کی جان ہمارے لئے تمہاری جانوں سے زیادہ حلال ہے۔

خارجیوں نیدریافت کیا کہ پھر تم اس کی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اس کے دشمن ہو؟ انہوں نے جوعاب دیا کہ ہم اس کے بھی ایسے ہی دشمن ہیں جیسے کے تمہارے دشمن ہیں۔

اس تمام گفتگو کے بعد خارجیوں نے کہا کہ تمہارے امام مصعب کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر ڈالا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس عبدالملک سے تم آج بے تعلقی ظاہر کر رہے ہو اور اس پر لعنت بھیج رہے ہو کل اسی کو تم اپنا امام بنالو گے۔ مہلب کی جماعت والوں نے کہا کہ اے دشمنان خدا تم جھوٹ بولتے ہو۔

مہلب کا عبدالملک بن مروان کے لئے لوگوں سے بیعت لینا

جب دوسرا دن ہوا تو مصعب کے قتل ہو جانے کی خبر معلوم ہوگئی۔ مہلب نے عبدالملک بن مروان کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ پھر خارجی آ کر کہنے لگے مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ مہلب کی جماعت والوں نے جواب دیا کہ اے دشمنان خدا ہم تمہیں نہیں بتاتیکہ ان کے متعلق ہماری کیا رائے ہے۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اب وہ خارجیوں کے سامنے اپنی زبان سے اپنے آپ کو جھٹلانا نہیں چاہتے تھے۔

خارجیوں نے کہا کہ کل تو تم نے ہم سے کہا تھا کہ تم مصعب دنیا اور آخرت میں تمہارے آقا اور ولی ہیں اور

تم لوگ زندگی اور موت میں ان کے شریک اور دوست ہو۔ اب بتاؤ عبدالملک کے بارے میں کیا کہتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے امام اور خلیفہ ہیں۔

چونکہ عبدالملک کے لئے حلف دوفاداری اٹھا چکے تھے لہذا اس قول کے کہنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ باقی نہ تھا۔

خارجیوں نے کہا کہ اے دشمنان خدا کل تک تو تم اسے اپنی دنیا و آخرت میں کامل بے تعلقی ظاہر کر رہے تھے اور دعویٰ کر رہے تھے کہ تم زندگی اور موت میں اس کے مخالف رہو گے اور آج اسے اپنا امام اور خلیفہ بنالیا۔ یہ وہی شخص تو ہے جس نے تمہارے امام کو جس کی دوستی کا تم دم بھرتے تھے قتل کر ڈالا۔ بتاؤ کے ان میں سے کون سچا اور سیدھے راستے پر ہے اور کون گمراہ ہے۔

مہلب کی جماعت والوں نے کہا کہ اے دشمنان خدا جب ہماری قسمتوں کی لگام مصعب کے ہاتھ میں تھی ہم اس پر خوش تھے اور اب عبدالملک ہمارے معاملات کے سربراہ ہیں ہم اس پر بھی خوش ہیں۔ خارجیوں نے کہا کہ نہیں یہ بات نہیں تم بدکردار ظالم اور دنیا کے بندے ہو۔

عبدالملک کا بشر بن مروان کو کوفہ کا اور خالد بن عبداللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کرنا

عبدالملک نے بشر بن مروان کو کوفہ کا اور خالد بن عبداللہ بن خالد ابن اسید کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب خالد بصرہ آئے انہوں نے اہواز کا خراج وصول کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کے عہدے پر مہلب کو برقرار رکھا۔ عامر بن مسمع کو سابور کا مقاتل بن مسمع کو اردشیر خوہ کا مسمع بن مالک بن مسمع کو فا اور دار الجبرد کا اور مغیرہ بن مہلب کو اصطخر کا عامل مقرر کیا۔

خالد کا خارجیوں کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجنا۔

خالد نے مقاتل کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ عبدالعزیز سے جا کر مل جاؤ۔ عبدالعزیز خارجیوں کی تلاش میں چلا خوارج عبدالعزیز پر کرمان کی طرف سے درالجبر میں اتر آئے۔ یہ ان کی طرف بڑھا۔

خارجیوں کے سردار قطری نے صالح بن مخراق کو نوسو سواروں کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیجا۔ صالح اس جماعت کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ عبدالعزیز سامنے آگیا۔ عبدالعزیز اپنی فوج کو لئے ہوئے رات کو چل رہا تھا فوج کو نہ جنگ کا خیال تھا اور نہ وہ اس کام کے لئے تیار تھی اچانک خارجیوں سے جھڑپ ہوگئی اور انہیں شکست ہوئی۔ مقاتل بن مسمع گھوڑے سے اتر پڑا لڑا اور کام آیا۔

عبدالعزیز بن عبداللہ کو شکست ہوئی۔ اس کی بیوی جو منذر ابن جارود کی بیٹی تھی خارجیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئی۔ اس کو بذریعہ نیلام فروخت کیا جانے لگا اور ایک لاکھ درہم تک اس کی قیمت لگی۔ یہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ اس کا ہم قبیلہ ایک شخص ابو الحدید الشنی جو خارجیوں کے سرداروں میں سے تھا آگے بڑھا۔ اور اس نے دوسروں سے کہا کہ اس سے الگ ہو جاؤ معلوم ہوتا ہے کہ اس مشرکہ کے حسن و جمال کا جادو تم پر چل گیا ہے اور پھر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ ابو الحدید جب بصرہ آیا تو خاندان منذر کے لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ بخدا ہم نہیں جانتے کہ تیری تعریف کریں یا مذمت۔ ابو الحدید کہا کرتا تھا کہ میں نے یہ فعل عزت وحمیت کے قومی تقاضے سے کیا تھا

مہلب اور عبدالعزیز کے درمیان مراسلت

عبدالعزیز شکست کھا کر مقام رام ہرمز پہنچا۔ مہلب کو اس کے شکست کھانے کی کبر ہوئی۔ مہلب نے اس کے ہم قوم ایک معتبر سربرآوردہ شخص کو جو مہلب کے بہادر شہسواروں میں سے تھا عبدالعزیز کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور واقعی اسے شکست ہوئی تو تم اس کی حوصلہ افزائی کرنا اور جتا دینا کہ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تم سے پہلے لوگ نہ کر چکے ہوں۔ ریہ بھی کہہ دینا کہ عنقریب اور فوج تمہاری مدد کے لئے آ رہی ہے پھر اللہ تمہیں عزت ونصرت دے گا۔

یہ شخص عبدالعزیز کے پاس آیا۔ عبدالعزیز صرف تیس ساتھیوں کے ساتھ مقیم تھا نہایت پریشان دل اور رنجیدہ۔ اس ازدی شخص نے اسے سلام کیا اور بتایا کہ میں مہلب کا قاصد ہوں اور جو پیغام لایا تھا وہ اسے حرف بحرف پہنچا دیا۔ یہ بھی کہا تھا کہ تمہیں جو ضرورت ہو اس سے مجھے مطلع کرو۔

مہلب کا ازدی سے گفتگو کرنا

اس فرض کو انجام دینے کے بعد یہ شخص پھر مہلب کے پاس آیا اور داستان سنائی۔ مہلب نے اس سے کہا کہ تم خالد کے پاس جاؤ اور انہیں ان واقعات کی اطلاع کر دو۔ اس شخص نے کہا کہ بھلا میں خالد کے پاس جاؤں اور اس سے جا کر کہوں کہ تمہارے بھائی کو شکست ہوئی؟ بخدا میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔

اس پر مہلب نے کہا کہ پھر تمہارے سوا اور کون شخص جائے گا۔ تم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ چکے ہو اور میرے قاصد بن کر جا چکے ہو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ اے مہلب پھر اس کے تو یہ معنیٰ ہوئے کہ اس مرتبہ تم کسی اور شخص کو خالد کے پاس بھیجو۔ یہ کہہ کر یہ شخص باہر نکل آیا۔

مہلب نے کہا کہ بات اصل یہ ہے کہ تم میری طرف سے بالکل بے پرواہ ہو۔ اگر کسی اور شخص کے ساتھ ہوتے اور وہ تمہیں پیدل کہیں روانہ کرتا تو دوڑے ہوئے جاتے۔ وہ شخص پھر سامنے آیا اور اس سے کہا کہ کیا آپ اپنی نیکی کا ہم پر احسان رکھتے ہیں۔ بخدا ہم آپ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم آپ کی خاطر اپنی جانوں کو تلواروں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اور آپ کے دشمنوں سے آپ کی مدافعت کرتے ہیں۔

خدا کی قسم اگر ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ ہوتے جو ہماری پرواہ نہیں کرتا اور اپنی ضروریات کے لئے ہمیں پیدل بھیجتا اور پھر اسے جنگ میں ہماری امداد کی ضرورت ہوتی تو ہم اپنے اور دشمن کے درمیان اسے کر دیتے اور اس کی ضد میں اپنی جانیں بچاتے۔

مہلب نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا بالکل درست ہے۔ اور ایک دوسرے نوجوان ازدی کو جو اس کے ساتھ تھا بلایا اور حکم دیا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور ان کے بھائی کی حالت سے انہیں مطلع کر دو۔

یہ نوجوان شخص خالد کے پاس آیا۔ خالد کے چاروں طرف لوگ حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ خالد ایک سبز بہ اور اس پر سبز ریشمی چوبغلہ پہنے ہوئے تھے۔

اس نوجوان نے خالد کو سلام کیا۔ خالد نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا کیوں آئے ہو۔ اس نے کہا کہ مجھے مہلب نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ بیان کر دوں۔ خالد نے پوچھا کہ

کیا؟ اس نوجوان نے کہا کہ عبدالعزیز شکست کھا کر رام ہرمز میں ٹھہرا ہوا ہے۔ خالد نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے مطلقاً جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ سچا سچا واقعہ بیان کر دیا ہے۔ اگر میں جھوٹا ثابت ہوں تو آپ میری گردن مار دیجئے گا۔ اگر میرا بیان سچا ہو تو آپ اپنا جبہ اور چوبغلہ دونوں مجھے عنایت کر دیجئے گا۔ خالد نے کہا کہ تو نے بہت ہی چھوٹی شئے مانگی ہے۔ تیری صداقت ثابت ہونے کی صورت میں جو معمولی نقصان مجھے ہوگا اس کے مقابلے میں تیرے جھوٹا ثابت ہونے کی صورت میں جو نقصان عظیم ہوگا اس کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس شخص کو قید کر دیا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور جب اس کے بیان کی تصدیق ہوگئی تو وہ رہا کر دیا گیا۔

ازدی کا عبدالملک کو خط لکھنا

پھر اس نے عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھا

حمد و ثنا کے بعد میں امیر المؤمنین کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے عبدالعزیز بن عبداللہ کو خارجیوں کی تلاش میں بھیجا تھا۔ فارس میں ان سے جھڑپ ہوئی۔ اور شدید جنگ ہونے کے بعد عبدالعزیز کو شکست ہوئی جب کہ ان کی فوج والے ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مقاتل بن مسمع میدان جنگ میں کام آئے۔۔ یہ شکست خوردہ فوج اہواز میں مقیم ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ ان واقعات کی امیر المؤمنین کو اطلاع کر دوں۔ تاکہ جناب والا اپنے رائے بھی اور مزید احکام مجھے حکم فرمائیں۔ تاکہ میں حسب الحکم عمل پیرا ہوں۔ انشاء اللہ آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو۔

اس خط کے جواب میں عبدالملک نے مندرجہ ذیل خط لکھا

حمد و ثنا کے بعد تمہارا قاصد تمہارا خط لے کر آیا جس سے معلوم ہوا کہ تم نے اپنے بھائی کو خارجیوں سے مقابلے کے لئے بھیجا تھا نیز اس سے معلوم ہوا کہ اس نے شکست کھائی اور کون کون شخص میدان میں کام آیا۔ تمہارے قاصد سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ مہلب تمہاری طرف سے اہواز کے عامل ہیں۔

اسی وجہ سے اللہ نے تمہاری رائے کو ذلیل کیا کہ تم نے مکہ والوں میں سے اپنے ایک اعرابی بھائی کو جنگ کے لئے بھیجا اور مہلب کو اپنے قریب ہی خراج وصول کرنے پر مامور کیا۔ حالانکہ فتح مہلب کے ساتھ رہتی ہے۔ سیاست کے وہ ماہر ہیں فن جنگ سے خوب واقف ہیں تجربہ کار جنگی چالوں کو خوب جانتے ہیں۔ اس لئے تم اب اس بات کا انتظام کرو کہ خود فوج کو لے کر جاؤ اہواز یا اس کے اور آگے جہاں کہیں خارجی ملیں ان کا مقابلہ کرو میں نے بشر کو اطلاع دے دی ہے کہ وہ کوفہ والوں کی فوج سے تمہاری امداد کریں۔

جب دشمن تمہارے مقابل آجائے اس وقت تم کسی تجویز پر عمل مت کرنا جب تک کہ مہلب اس میں موجود نہ ہوں اور تم نے ان سے مشورہ نہ لے لیا ہو انشاء اللہ والسلام علیک

در حمتہ اللہ۔

خالد کو یہ بات بہت ناگوار گزری کہ عبدالملک نے اس کاروائی کو (کہ انہوں نے مہلب کو چھوڑ کر اپنے بھائی کو خارجیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا) احمقانہ خیال کیا اور نیز محض ان کی رائے کی کوئی وقعت نہیں جب تک کہ مہلب اس مشورہ میں شریک نہ ہوں۔

عبدالملک کا بشر بن مروان سے فوج کا امداد طلب کرنا

عبدالملک نے بشر بن مروان کو لکھا کہ مین نے خالد کو خارجیوں کے مقابلے میں چڑھائی کرنے کا حکم دیا ہے۔تم پانچ ہزار فوج ان کی امداد کے لئے کسی اپنے شخص کی زیر قیادت جسے تم پسند کرو بھیج دو۔ جب یہ مہم ختم ہو جائے ۔تم اس فوج کو رے بھیج دینا۔تا کہ یہ وہاں اپنے دشمنوں کے خلاف عمل کرے اور اپنی چھاؤنیوں مین اپنی مقررہ جگہ ملازمت تک مقیم رہے۔ جب ان کی واپسی کا وقت آئے تو انہیں واپس بھیجنا اور بجائے ان کے دوسری فوج بھیج دینا۔

بشر نے پانچ ہزار سپاہی چنے اور عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی زیر قیادت انہیں روانہ کیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب اس مہم سے فارغ ہو جاؤ تو رے واپس آ جانا اور اس بات کے لئے ایک تحریری وعدہ انہیں دے دلایا گیا۔

خالد بصرہ والوں کے ساتھ اور عبدالرحمٰن کوفہ والوں کے ساتھ اہواز آئے دوسری جانب سے خارجی بھی بڑھے اور شہر اہواز اور ان فوجون کے پڑاؤ کے قریب آ گئے۔مہلب نے خالد سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں بہت سی کشتیاں موجود ہیں۔تم فوراً انہیں اپنے قبضے میں کر لو ورنہ میں یہ یقینی طور پر کہتا ہوں کہ خارجی ان میں آگ لگا دیں گے۔چنانچہ کچھ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ خارجیوں کی ایک جماعت کشتیوں کی طرف چلی اور انہیں جلا دیا۔

خالد نے اپنے میمنے پر مہلب کو اور میسرے پر داؤد بن قحذم (متعلقہ بنی قیس بن ثعلبہ) کو سردار مقرر کیا ۔مہلب عبدالرحمٰن کے پاس سے گزرے۔انہوں نے اس وقت تک اپنے گرد خندقیں نہیں بنائیں تھیں۔مہلب نے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے تم نے کیوں اب تک خندق نہیں کھودی۔عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں انہیں گوز شتر سے زیادہ نہیں سمجھتا۔مہلب نے کہا کہ نہیں تم انہیں اتنا زیادہ حقیر نہ سمجھو۔وہ عرب کے درندے ہیں۔جب تک تم خندق نہ کھود لو گے امیں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔آخر کار مہلب نے عبدالرحمٰن کی رائے پر عمل کیا۔آہستہ آہستہ عبدالرحمٰن کے اس قول کی اطلاع کہ میں خارجیوں کو گوز چتر سے زیادہ نہیں سمجھتا خارجیوں کو پہنچی۔ان کے ایک شاعر نے اس پر چند طنزیہ شعر بھی کہے۔

دونون فوجیں بیس روز تک ایک دوسرے کے مقابل لڑتی رہیں۔آخر کار خالد نے فوج لے کر ان پر حملہ کر دیا۔جب خارجیوں نے دیکھا کہ مقابل فوج کی تعداد اور ساز و سامان بہت زیادہ ہے انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح جنگ کرنا ہمارے لئے خطرناک ہے۔اور پیچھے ہٹنا شروع کیا۔اس طرح خالد کی فوج کے دل بڑھ گئے اور اس نے بڑھ کر حملے شروع کئے۔خارجی قاعدے کے ساتھ پسپا ہوئے۔ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اس ٹڈی دل کا مقابلہ کرتے۔

خالد نے داؤد بن قحذم کو بصرے کی فوج دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔اس کے بعد خود خالد تو بصرہ واپس آ گئے۔عبدالرحمٰن بن محمد رے چلے گئے اور مہلب نے اہواز میں قیام کیا۔

اس واقعے کے متعلق خالد نے عبدالملک کو خط لکھا۔ میں امیر المؤمنین کو مطلع کرتا ہوں کہ میں خارجیوں کے مقابلے کے لئے (جو دین اور مسلمانوں کی حکومت سے علیحدہ ہو گئے ہیں) روانہ ہوا۔ شہر اہواز میں ان کا اور ہمارا مقابلہ ہوا۔ دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا، نہایت ہی شدید جنگ ہوئی اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے انہیں قتل کرنا شروع کیا نہ انہیں کوئی ہٹا سکتا تھا اور نہ وہ خود رکتے تھے۔ علاوہ بریں جتنا سامان ان کے لشکر میں تھا وہ سب بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر میں نے داؤد بن قحذم کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا ہے۔ اور اللہ نے چاہا تو وہ خود انہیں ہلاک کر دے گا۔ والسلام علیک۔

عبدالملک کا اس خط کا جواب لکھنا

عبدالملک نے اس خط کو پڑھ کر بشر بن مروان کو لکھا کہ تم ایک بہادر جنگ کا تجربہ رکھنے والے شخص کو چار ہزار سواروں کے ساتھ خارجیوں کی تلاش میں فارس بھیجو۔ چونکہ خالد نے مجھے لکھا ہے کہ اس نے داؤد بن قحذم کو اس فرض کو پورا کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اس لئے تم جس شخص کا انتخاب کر کے اس مہم کو اس کے سپرد کرو اسے ہدایت کر دینا کہ جب تمہاری داؤد سے ملاقات ہو تم اس کے مشورہ کے خلاف کوئی کام نہ کرنا کیونکہ تمہارے اختلاف سے دشمن کو طاقت پہنچے گی۔ والسلام علیک۔

اس حکم کی تعمیل میں بشر نے عتاب بن ورقا کو کوفے کے چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ جماعت روانہ ہوئی اور سر زمین فارس میں یہ داؤد بن قحذم سے مل گئے۔ پھر یہ سب متفقہ طور پر خارجیوں کی تلاش میں نکلے۔ یہاں تک کہ اکثر سپاہیوں کے گھوڑے ہلاک ہو گئے تکلیف سفر اور سامان خوراک کے ختم ہو جانے سے انہیں سخت مصیبت اٹھانی پڑی۔ اور ان دونوں فوجوں کا اکثر پیدل حصہ چل کر اہواز واپس آیا۔ عبدالعزیز کی شکست اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر بھاگ جانے کے واقعے کو ابن قیس الرقیات المخزومی نے اپنے چند اشعار میں نظم کر دیا ہے۔

اسی سال ابی فدیک الخارجی (جو بنی قیس بن ثعلبہ سے تھا) نے سر اٹھایا۔ بحرین پر قبضہ کر لیا اور نجدۃ بن عامر الحنفی کو قتل کر ڈالا۔

خالد بن عبداللہ کو قطری کے اہواز پر حملہ کرنے اور دوسری طرف ابی فدیک کے خروج کی خبریں دونوں ساتھ ہی پہنچیں۔ خالد نے اپنے بھائی امیہ بن عبداللہ کو ایک زبردست فوج کے ساتھ ابی فدیک کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ابوفدیک نے انہیں شکست دی۔ اور ان کی لونڈی کو گرفتار کر کیا اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ امیہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بصرے کا رخ کیا۔ اور تین دن میں بصرہ پہنچے۔ خالد نے عبدالملک کو امیہ کی شکست اور خارجیوں کی حالت بذریعہ خط کے ذریعے مطلع کیا۔

اسی سال عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ کیا۔ اس مہم پر حجاج کو بھیجنے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ جب عبدالملک نے شام کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا حجاج نے کھڑے ہو کر عرض کی اے امیر المؤمنین میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کی کھال

پہنچی ہے۔ اس لئے آپ مجھے ان کے مقابلے کے لئے بھیجئے۔

عبدالملک نے اس کی درخواست کو منظور کرلیا اور شامیوں کی ایک زبردست فوج کے ساتھ حجاج کو روانہ کیا ،حجاج مکہ پہنچا۔ عبدالملک نے اس سے پہلے خط کے ذریعے مکہ والوں کو مطلع کر دیا تھا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کرلو تو تمھیں امان دی جاتی ہے۔

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک کا حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے بھیجنا

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ کیا حجاج شامیوں کی دو ہزار فوج کے ہمراہ ماہ جمادی ۷۲ھ ہجری میں روانہ ہوا۔ مدینہ چھوڑتا ہوا عراق کے راستے طائف پہنچا اور وہیں خیمہ زن ہوگیا۔ اس طرف سے حجاج مقام عرفہ جو حل (حل ماسوائے حرم کو کہتے ہیں جہاں جنگ کرنا جائز ہے) میں یعنی حرم مکہ کے باہر واقع ہے فوج بھیجتا دوسری طرف زبیر اس کے مقابلے پر لشکر روانہ کرتے ۔ دونوں فوجوں میں اس مقام پر جنگ ہوتی اور ہر مرتبہ ابن زبیر کے سواروں کو شکست ہوتی اور حجاج کے سوار مظفر و منصور واپس آتے۔

یہ حالت دیکھ کر حجاج نے عبدالملک سے خط لکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر کا گھیراؤ کرنے اور حرم میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ اور انہیں بتایا کہ ابن زبیر کی طاقت ذائل ہو چکی ہے اور ان کے اکثر ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی درخواست کی کہ مذید فوج سے میری امداد کی جائے۔ چنانچہ عبدالملک نے اس خط کے جواب میں حجاج کے ان معروضات کو منظور کرلیا اور طارق ابن عمرو کو حکم دیا کہ تم اپنی تمام فوج کے ساتھ حجاج سے جا ملو۔ طارق پانچ ہزار فوج کے ساتھ حجاج کی امداد کے لئے آیا۔ شعبان ۷۲ھ ہجری میں حجاج طائف میں داخل ہوا تھا ۔ جب ماہ ذی قعدہ شروع ہوا تو حجاج طائف سے روانہ ہو کر بئر میمون پر مقیم ہوا اور ابن زبیر کا گھیراؤ کرلیا۔ حاجیوں نے اس سال اسی حالت میں حج کیا کہ ابن زبیر محصور تھے۔

طارق مکہ میں ذوالحجہ میں داخل ہوا۔ نہ اس نے بیت الحرام کا طواف کیا اور نہ وہاں تک پہنچا۔ اگرچہ وہ احرام باندھے تھا۔ مگر مسلح رہتا تھا البتہ عورتوں کی نزدیکی اور خوشبو سے پرہیز کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے قتل ہونے تک اس کا یہی طریقہ رہا۔

قربانی کے روز ابن زبیر نے بھی مکہ میں قربانی کی مگر اس سال وہ حج نہ کر سکے اور نہ ان کے ساتھی۔ اس لئے کہ انہوں نے عرفات میں وقوف نہیں کیا تھا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ۷۲ھ ہجری میں حج کرنے گیا۔ مکہ پہنچا اور ان لوگوں میں سے ہو کر جنہوں نے مکہ پر چڑھائی کی تھی ہم مکہ پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ حجاج اور طارق کی فوجیں حجوں سے لے کر بئیر میمون تک پڑاؤ ڈالے پڑیں ہیں۔ ہم نے بیت الحرام کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کرلی۔ حجاج نے لوگوں کو حج کرایا ۔ پھر میں نے اسے عرفات میں پہاڑ کی چٹانوں کے پاس اپنے گھوڑے پر سوار زرہ اور خود پہنے ہوئے دیکھا اس کے بعد حجاج اس مقام سے اتر آیا۔ اور مین نے اسے پھر بئیر میمون کی طرف جاتے دیکھا۔ مگر حجاج نے کعبے کا طواف نہیں

کیا اور اس کی تمام فوج مسلح تھی۔ بہت جرأت سے سامان وخوراک ان کے پاس تھا سامان اور خوراک سے لدے ہوئے قافلے شام سے ان کے لئے آتے تھے۔ جس میں کھانا بسکٹ ستو آٹا بھرا ہوتا تھا ان کے سپاہی عیش سے زندگی بسر کرتے تھے۔ میں نے ایک سپاہی سے ایک درہم کے بسکٹ خریدے اس نے اتنے دیئے جو ہم تین آدمیوں کے حصہ پہنچنے تک بالکل کافی ہوئے۔

ایک واقف حال کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر گزرہ ماہ ذی قعدہ ۷۲ھ میں گھیراؤ میں ڈالے گئے۔ اسی سال میں عبدالملک نے عبداللہ بن خازم السلمی کو خط بھیج کر اپنی بیعت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ سات سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ ۷۲ھ ہجری میں مصعب بن زبیر قتل ہوئے۔ عبداللہ بن خازم اس وقت ابر شہر میں بحیر ابن ورقا الصریمی (صریف بن الحارث) سے مصروف پیکار تھے۔

عبدالملک بن مروان کا عبداللہ بن خازم کو خط ارسال کرنا

عبدالملک بن مروان نے سورۃ بن اشیم النمیری کو اپنا خط دے کر ان کے پاس بھیجا جس میں انہیں دعوت دی تھی کہ اگر تم میری بیعت کرلو گے تو سات سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ خط پڑھ کر ابن خازم نے سورۃ سے کہا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ بنی سلیم اور بنی عامر کے درمیان فساد ہو جائے گا تو تمہیں قتل کر ڈالتا۔ مگر تم اس خط کو نگل جاؤ چنانچہ سورۃ نے اس خط کو کھالیا۔

بعض راوی کہتے ہیں کہ اس کام کے لئے سوادہ بن عبیداللہ النمیری گیا تھا۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ عبدالملک نے سنان بن مکمل الغنوی کو ابن خازم کے پاس بھیجا تھا اور خط میں لکھا تھا کہ خرسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔

عبدالملک نے بکیر بن وشاح (جو قبیلہ بنی عوف بن سعد سے تھا) کو جو ابن خازم کی گورنری میں خراسان میں ان کی جانب سے مرو پر قائم مقام تھا، ایک خط لکھا جس میں ان سے بہت کچھ وعدے کئے اور امیدیں دلائیں۔

بکیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت سے انحراف کر کے لوگوں کو عبدالملک کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اہل مرو نے اس دعوت پر لبیک کہی۔ ابن خازم کو اس صورتحال کی خبر ہوئی۔ خوف پیدا ہو کہ کہیں بکیر اہل مرو کو لے کر مجھ پر حملہ کر دے۔ اس صورت میں تمام اہل مرو اور اہالی ابرشہر میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے اس نے بحیر کا مقابلہ چھوڑ کر مرو کا رخ کیا ان کا ارادہ تھا کہ ترمذ میں اپنے بیٹے کے پاس چلے جائیں۔ بحیر نے ان کا رعاقب کیا اور ایک گاؤں جس کا نام شاہمیغد تھا انہیں جالیا۔ اس جگہ مرو کے درمیان آٹھ فرسخ کی مسافت ہے۔

ابن خازم کا بحیر سے مقابلہ کرنا اور جنگ میں ابن خازم کا قتل ہونا

ابن خازم نے بحیر کا مقابلہ کیا۔ بنی لیث کا ایک آزاد غلام جو معرکہ جنگ سے بالکل قریب تھا بیان کرتا ہے کہ۔ سورج طلوع ہوتے ہی دونوں فوجیں ذخار سمندروں کی طرح آپس میں مل گئیں۔ مجھے تلواروں کی کھٹا کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی جوں جوں آفتاب بلند ہوتا شور کم ہوتا جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چونکہ اب دن زیادہ آگیا ہے اس وجہ سے شور کم سنائی دیتا ہے۔ نماز ظہر سے فراغت کے بعد بنی تمیم کا ایک شخص مجھ سے ملا میں نے اس سے جنگ کی کیفیت معلوم کی اس نے جواب دیا کہ میں نے دشمن خدا ابن خازم کو قتل کر ڈالا۔ اور یہ اس کی لاش موجود

ہے۔

اس کا لاشہ ایک خچر پر لدا ہوا تھا۔ اس کے عضو تناسل میں ایک رسی اور پتھر بندھا ہوا تھا تا کہ خچر پر اس کا وزن برابر رہے۔

ابن خازم کے قاتل کا نام

وکیع بن عمیرہ القریعی نے جو دورقیہ کا بیٹا تھا ابن خازم کو قتل کیا تھا۔ بحیر بن ورقا عماد بن عبدالعزیز الجشمی اور وکیع نے اس پر حملہ کیا پھر نیزوں سے حملہ کیا اور زمین پر گرا دیا وکیع نے ابن خازم کے سینے پر سوار ہو کر اسے قتل کر ڈالا

کسی ذمہ دار نے وکیع سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح ابن خازم کو قتل کیا تھا وکیع نے کہا کہ پہلے تو اپنے بھالے کی انی سے اس پر سخت وار کیے جب وہ زمین پر چت پڑا تھا میں اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اگرچہ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نہ اٹھ سکا اور میں نیا اس سے کہا کہ اب بولو میں دویلہ کا بدلہ لیتا ہوں۔ (دویلہ وکیع کا ہم بطن بھائی تھا اور ان جنگوں میں سے نہیں بلکہ اس سے پہلے کی کسی اور لڑائی میں کام آیا تھا۔ ابن خازم نے وکیع کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ خدا کی لعنت تجھ پر ہو کیا تو عرب کے سردار کو اپنے ایک کافر بھائی کے بدلے میں قتل کرتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک،

وکیع کہتا ہے کہ مین نے کسی شخص کو اس کے سوا نہیں دیکھا کہ اس حال میں جب موت سر پر تھی اس کے اس قدر تھوک نکلا ہو۔

ایک دن ابن ہبیرہ سے جب یہ قصہ بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایسے وقت مین تھوک کا زیادہ نکلنا انتہائی شجاعت کی علامت ہے۔

ابن خازم کے قتل ہوتی ہی بحیر نے بنی غدانہ کے ایک شخص کو عبدالملک کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ابن خازم کی موت کی خوشخبری انھیں پہنچا دے۔ مگر ابن خازم کا سر ان کے ساتھ نہ بھیجا۔

بکر بن وشاح اہل مرو کے ساتھ بحیر سے آ کر ملا۔ ابن خازم قتل ہو چکا تھا۔ بکیر نے چاہا کہ وہ ابن خازم کا سر لے لے۔ بحیر مانع ہوا۔ بکیر نے اسے ڈنڈے مارے سر پر قبضہ کر لیا اور بحیر کو قید کر دیا۔ اس سر کو عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ مین نے ابن خازم کو قتل کیا ہے۔

جب یہ سر عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے بنی غدانہ کے ایک شخص جو بحیر کا قاصد بن آیا تھا بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتا البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ ابھی مین فوج سے روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ ابن خازم قتل کیا جا چکا تھا۔

اس سال حجاج بن یوسف کے زیر اہتمام لوگوں نے حج کیا۔ عبدالملک کی جانب سے طارق حضرت عثمانؓ کا آزاد غلام مدینہ پر گورنر تھا۔ اور بشر بن مروان کوفے کا گورنر تھا عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کوفے کے منصب قضاء پر فائز تھا۔ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید بصرے کا گورنر تھا اور ہشام بن ہبیرہ بصرے کے قاضی تھے بعض لوگون کے بیان سے مطابق عبداللہ بن خازم السلمی خراسان کے گورنر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکیر بن وشاح

گورنر خراسان تھے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ۷۲ھ میں عبداللہ بن خازم السلمی خراسان کے گورنر تھے۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ابن خازم حضرت زبیر کے قتل ہونے کے بعد قتل کئے گئے۔

اورعر کہتے ہیں کہ عبدالملک نے ابن خازم کو خط بھیج کر دعوت دی تھی کہ اگر تم میری اطاعت قبول کرلو تو دس سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ یہ خط اس وقت بھیجا تھا جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیر قتل ہو چکے تھے۔

عبدالملک کا ابن زبیر کے سر کا خازم کے پاس بھیجنا

عبدالملک نے ابن زبیر کا سر بھی ابن خازم کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب یہ سر ابن خازم کے پاس پہنچا ابن خازم نے قسم کھا کر کہا کہ مین اب تو کبھی بھی عبدالملک کی اطاعت نہیں کرون گا۔ پھر ایک طشت منگوایا۔ اس سر کو غسل دیا۔ خوشبو لگائی کفن پہنایا نماز پڑھی اور سر کو حضرت ابن زبیر کے اہل وعیال کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اور قاصد کو حکم دیا کہ عبدالملک کا خط نگل جاؤ اور کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے قتل ہی کر دیتا۔ بعض لوگون نے بیان کیا ہے کہ ابن خازم نے قاصد کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے اور گردن ماردی۔

شروع اسلام سے اب تک جو اہل قلم ہوئے ان کا تذکرہ

عربوں میں سب سے پہلے عربی حرب بن امیہ ابن عبدشمس نے لکھا ہے۔ فارس کے اول کاتب کا نام بیواسب ہے۔ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں گزرا ہے۔ سب سے پہلے لہراسب بن دغان بن کیموس نے اہل قلم کا تذکرہ تصنیف کیا اور ان کے درجے قائم کئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابرویز نے اپنے میر منشی سے کہا کہ کلام کی چار قسمیں ہیں (۱) کسی چیز کا پوچھنا (۲) کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا (۳) کسی چیز کا حکم دینا (۴) اور کسی بات کی خبر دینا۔ یہی چار باتیں گفتگو کی جان ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بات کم کردی جائے تو نرم اور شائستگی سے سوال کرنا چاہیے اگر کسی شئے کی حقیقت دریافت کرے تو اپنے مطلب کو واضع طور پر بیان کر دینا چاہیے۔ جب تو حکم دے تو اس مین ایسی تاکید ہو جس سے معلوم ہو جائے یہ حکم ناطق ہے۔ اور جب کوئی بات تو بیان کرے تو سچ سچ بیان کرنا چاہیے۔

لفظ امابعد سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ سلام نے استعمال کیا یہ وہ جملہ ہے جہاں سے مقرر نفس مطلب کی طرف لوٹتا ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی نسبت اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے۔ ایک صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس لفظ کو سب سے پہلے قیس بن ساعدۃ الایادی نے استعمال کیا ہے۔

ان اصحاب کا نام جو رسالت مآب میں کاتب تھے

حضرت علی اور حضرت عثمان وحی لکھا کرتے تھے۔ اور اگر کسی وقت یہ حضرات نہ ہوتے تو پھر ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابت وہی لکھتے۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان حضور ﷺ کے سامنے ان کے خانگی معاملات لکھا کرتے تھے اور عبداللہ بن ارقم بن عبدیغوث۔ اور علامہ ابن عقبہ دوسرے صحابہؓ کے خانگی معاملات کے کاتب تھے۔ بسا اوقات حضرت عبداللہ بن ارقم نے رسول ﷺ کی جانب سے دوسرے بادشاہون کے نام خطوط بھی لکھے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر کے زمانے میں کتابت کے فرائض حضرت عثمان حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن ارقم حضرت عبداللہ بن خلف الخزاعی اور حضرت حنظلہ بن ربیع انجام دیتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن ارقم حضرت عمرؓ کے کاتب تھے۔عبداللہ بن خلف الخزاعی ابو طلحہ الطلحات حضرت عمر کی جانب سے بصرہ کے دفتر کے میر منشی تھے

حضرت عمر کا اپنے کاتبوں کو نصیحت کرنا

حضرت عمر نے اپنے کاتبوں سے فرمایا کہ تم کام پر اس طرح قابو رکھو کہ آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔اس لئے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اتنا کام جمع ہو جائے گا کہ پھر تم حیران ہو جاؤ گے کہ کس کام کو پہلے کریں اور کسے بعد میں۔ملک عرب زمانہ اسلام میں حضرت عمر اول شخص ہیں جنہوں نے دفتر قائم کیا مروان بن حکم حضرت عثمان کا کاتب تھا۔مدینہ کے دفتر کے میر منشی عبدالملک درابو جیرۃ الانصاری کوفہ کے دفتر کے میر منشی تھے۔ابو غطفان بن عوف بن سعید بن دینارا(یعنی بنی دہمان یعنی قیس غیلان)اہیب اور عمران حضرت عثمانؓ کے آزاد غلام بھی آپ کی پیشی کا کام کرتے تھے

حضرت علی کے کاتب کے نام

سعید بن نمران الہمدانی جو بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی جانب سے جوفہ کے قاضی بھی ہو گئے تھے۔حضرت علی کے کاتب تھے۔عبداللہ بن مسعود بھی حجرت علی کے میر منشی تھے۔اس طرح یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن جبیر بھی آپ کے میر منشی تھے۔عبیداللہ بن ابی رافع بھی حضرت علی کے کاتبوں میں تھے ابی رافع کے نام میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ابراہیم تھا۔بعضوں نے اسلم۔دوسروں نے سنان اور اور لوگوں نے عبد الرحمٰن بتایا ہے۔

حضرت امیر معاویہ کے کاتب کا نام

حضرت امیر معاویہ کے خطوط لکھنے کا کام عبداللہ بن اوس الغسانی کے سپرد تھا۔اور محکمہ مال کے میر منشی سرجون ابن منصور الرومی تھے۔ان کے آزاد غلام عبدالرحمٰن بن دراج بھی ان کے میر منشی تھے۔اور عبداللہ بن نصر بن الحجاج ابن علاء السلمی حضرت امیر معاویہؓ کے بعض دفاتر کے میر منشی تھے۔زیان بن مسلم۔معاویہ بن یزید کے میر منشی تھے اور دفتر کے میر منشی سرجون تھے۔اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوزعیزعہ ان کے میر منشی تھے۔

عبدالملک کے میر منشی کا نام

عبدالملک کے میر منشی قبیصہ بن زویب بن الحلحلہ الخزاعی تھے۔جن کی کنیت ابواسحٰق تھی۔اور عبدالملک کے آزاد کے غلام ابوزعیزعہ دفتر مراسلات کے میر منشی تھے۔

ولید کے منشی قعقاع بن خالد یا خلید العبسی تھے۔دفتر مال وخزانہ کے میر منشی سلیمان بن سعد الخشنی تھے محکمہ فرامین شاہی کے سیکرٹری شعیب العمانی تھے۔دفتر مراسلات کے میر منشی جناح ولید کے آزاد غلام تھے۔اور محکمہ وصولی اجناس خام بطور لگان(محکمہ بٹائی)کے میر منشی نفیع بن زدیب ولید کے آزاد غلام تھے۔

سلیمان بن نعیم الحمیری سلیمان کے میر منشی تھے۔ مسلمۃ کا میر منشی ان کا آزاد غلام سمیع تھا۔ محکمہ مراسلات لیث بن ابی رقیہ ام الحکم بنت ابی سفیانؓ کے آزاد غلام کے سپرد تھا۔ محکمہ مال سلیمان بن سعد الخشنی اور محکمہ مرامین شاہی نعیم بن سلامۃ کے متعلق تھا۔ جو فلسطین کا رہنے والا اور اہل یمن کا آزاد غلام تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رجا بن حیوۃ کے پاس شاہی مہر رہتی تھی۔ مغیرہ بن ابی فروہ یزید بن المہلب کے میر منشی تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے میر منشی کا نام

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے میر منشی لیث بن ابی فروہ ام الحکم بنت ابوسفیانؓ کا آزاد غلام اور رجاء بن حیوۃ تھے۔ اسماعیل بن ابی حکیم حضرت زبیر کے آشاد غلام ان کے میر منشی تھے۔ سلیمان بن سعد الخشنی محکمہ مال وخزانہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ ان کے بعد صالح ابن جبیر الغسانی (یا غدانی) اور عدی بن الصباح بن المثنیٰ اس عہدے پر فائز ہوئے۔

مؤخر الذکر کے متعلق ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بڑے مقتدر اہلکاروں میں سے تھے۔

یزید بن عبدالملک کے میر منشی کا نام

یزید بن عبدالملک کے خلیفہ ہونے سے قبل ایک شخص یزید بن عبداللہ ان کا میر منشی تھا۔ پھر انہوں نے اسامۃ بن یزید السلیحی کو اپنا منشی مقرر کیا۔

سعید بن ولید بن عمرو جبلۃ الکلبی الابرش جن کی کنیت ابومجاشع تھی ہشام کے میر منشی تھے۔ نصر بن سیار ہشام کی طرف سے خراسان کے محکمہ مال وخزانہ کے افسر اعلیٰ تھے اور ہشام کی جانب سے رصافہ میں جو اہل کار تھے ان میں شعیب بن دینار بھی تھے۔

بکیر بن شماخ ولید بن یزید کے میر منشی تھے۔ محکمہ مراسلات سالم، سعید بن عبدالملک کے آزاد غلام کے سپرد تھا۔

ان کے دوسرے اہل کاروں میں سے عبداللہ بن ابی عمرو یا عبدالاعلیٰ بن ابی عمرو بھی تھے۔ اور ان کی خاص پیشی کا کام عمرو بن عتبہ کیا کرتے تھے۔

یزید بن ولید الناقص کے میر منشی کا نام

یزید بن ولید الناقص کے میر منشی عبداللہ بن نعیم تھے۔

اور عمرو بن حارث بنی جمح کے آزاد غلام محکمہ فرامین شاہی اور مہر کے افسر تھے۔ اور محکمہ مراسلات ثابت بن سلیمان بن سعد الخشنی کے سپرد تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ربیع بن عرعرۃ الخشنی اس خدمت پر مامور تھے۔ محکمہ مال و خزانہ اور چھوٹے دارالانشا کے افسر اعلیٰ نضر بن عمرو ایک یمنی شخص تھے۔

ابراہیم بن ولید کے میر منشی کا نام

ابراہیم بن ولید کے میر منشی ابن ابی جمعہ تھے۔ جوان کے فلسطین کے دفتر کے بھی افسر اعلیٰ تھے۔

حمص والوں کے علاوہ تمام لوگوں نے ابراہیم بن ولید کے ہاتھ بیعت کی اور حمص والون نے مروان بن محمد الجعدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عبدالحمید بن یحییٰ (علاء بن وہب العامری کے آشاد غلام ۹ مصعب بن ربیع الخشعی اور زیاد بن ابی ورد مروان کے منشی تھے۔ محکمہ مراسلات عثمان بن قیس خالد القسر ی کے آزاد غلام کے سپرد تھا۔ مروان کے بڑے انشا پردازوں مین مخلد بن محمد بن الحارث تھے جن کی کنیت ابو ہاشم تھی۔ اور مصعب بن ربیع الخشعمی تھے۔ جن کی کنیت ابوموسیٰ تھی۔ عبدالحمید بن یحییٰ نہایت ہی بلیغ ونغز گواہل قلم اور شاعر تھے۔

خالد برمکی ابوالعباس کے میر منشی تھے۔ ابوالعباس نے اپنی صاحبزادی ربطہ کو خالد برمکی کے حوالے کر دیا تھا۔ اور خالد کی بیوی ام خالد بنت یزید نے خالد کی بیٹی ام یحییٰ کے ساتھ ابوالعباس کی بیٹی ربطہ کو بھی دودھ پلایا۔ اسی طرح ابوالعباس کی بیوی ام سلمہ نے خالد کی بیٹی ام یحییٰ کو اپنی بیٹی ربطہ کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔

محکمہ مراسلات صالح بن ہثیم ربطہ کے آزاد غلام کے سپرد تھا۔

ابوجعفر کے میر منشی کا نام

ابوجعفر منصور کے میر منشی عبدالملک بن حمید حاتم بن نعمان الباہلی الخراسانی کے آزاد غلام تھے۔ ہاشم بن سعید الجعفی اور عبدالاعلیٰ بن ابی طلحۃ التمیمی واسط میں منصور کے میر منشی تھے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سلیمان بن مخلد بھی منصور کے میر منشی تھے۔ اسی طرح ربیع بھی ان کے منشی تھے۔ اور عمارۃ بن حمزہ نہایت ہی فاضل لوگوں میں سے تھے۔

ابوعبیداللہ کے میر منشی تھے۔ ابان بن صدقہ محکمہ مراسلات کے افسر اعلیٰ تھے۔ محمد بن حمید الکاتب اور یعقوب بن داؤد کو بعد میں مہدی نے اپنا وزیر مقرر کر لیا تھا۔ مہدی کے بیٹے کے میر منشی عبداللہ بن یعقوب تھے۔ اور محمد اور تعقوب دونوں نہایت اچھے شاعر تھے وہ بھی اس کے منشیوں میں سے تھے۔

یعقوب بن داؤد کے بعد مہدی نے فیض بن ابی صالح کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ ایک سخی آدمی تھا۔

ہادی موسیٰ کے میر منشی کا نام

ہادی موسیٰ کے میر منشی عبیداللہ بن زیاد بن ابی لیلیٰ اور محمد بن حمید تھے۔ مہدی نے ایک دن ابوعبیداللہ سے کہا کہ عرب کے کچھ اشعار پڑھو۔ اس پر انہوں نے اشعار عرب کی قسمیں اور ان کی خوبیاں بیان کیں اور شعراء میں سے طرفہ لبید نابغہ ہدبتہ بن خشرم۔ زیاد بن زید اور ابن مقبل کے اشعار پڑھ کر سنائے اور کہا کہ عرب کی شاعری کا یہ بہترین نمونہ ہیں۔

یحییٰ بن خالد مہدی کا وزیر ہوا۔ ہارون رشید کا وزیر جعفر بن یحییٰ بن خالد تھا یہ جملہ اس کی انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔

الخط سمة الحكمة به تفصل شذورها . وينظم منثورها

ترجمہ تحریر حکمت کی ایک لڑی ہے جس کے ذریعے سے حکمت کے نکتے واضح کئے جاتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی ملا لئے جاتے ہیں۔

ثمامہ جعفر بن یحییٰ سے بیان کی تعریف پوچھنا

ثمامہ نے جعفر سے دریافت کیا کہ بیان کیا چیز ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ بیان کی تعریف یہ ہے کہ جو لفظ بولا جائے وہ قائل کے مطلب کو پورے طور پر احاطہ کئے ہوئے ہو اس کے مقصد کی خبر دے رہا ہو۔ کوئی اور مطلب اس کے سوا اس سے نہ سمجھا جا سکے اور بغیر غور و فکر کے مطلب واضح کر دے۔

اصمعی کہتا ہے کہ میں نے خود یحییٰ کو کہتے سنا ہے کہ دنیا ہمیشہ گردش میں ہے دولت ایک عاریت ہے ہمیں اپنے بزرگوں کی پیروی کرنا چاہیے اور ہم خود اپنی آئندہ نسلوں کے لئے سبق آموز عبرت ہیں۔

بنی عباس کے بقیہ اہل قلم اور انشا کا تذکرہ اور حال اس وقت بیان کیا جائے گا جب خلفاء بنی عباس کی تاریخ بیان ہوگی۔

۷۳ ہجری کے اہم واقعات

حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی جنگ اور ان کا قتل ہونا

حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے درمیان بطن مکہ مین چھ مہینے سترہ روز تک جنگ ہوتی رہی غرہ ذی قعدہ ۷۲ ہجری کو حضرت عبداللہ بن زبیر محصور کئے گئے۔ اور بتاریخ ۱۰ جمادی الاول ۷۳ ہجری میں مقتول ہوئے اس طرح آپ شھ ماہ سترہ روز محصور رہے۔

محاصرے کی حالت میں جب منجنیقوں سے پتھر برسائے جاتے تھے اس وقت آسمان پر گرج و چمک شروع ہوئی بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک نے ان پتھروں میں جو پھینکے جا رہے تھے لرزہ پیدا کر دیا۔ شامی خوف زدہ ہو کر ٹھٹک گئے۔ حجاج نے اپنی قبا کا دامن اپنے کمر کے پٹکے سے لپیٹ لیا اور خود پتھر اٹھا کر منجنیق پر رکھے اور فوج کو حکم دیا کہ پتھر برساؤ اور خود بھی اس عمل میں شریک ہوا۔

صبح کے وقت چمک اور کڑک پھر پیدا ہوئی اور پے در پے بجلی گری، حجاج کی فوج کے بارہ آدمی موت کی نذر ہو گئے۔ شامیوں پر اس وقعہ سے ایک دہشت طاری ہو گئی۔ حجاج نے ان سے کہا کہ اس سرزمین تہامہ میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں یہ تو یہاں کے معمولات ہیں۔ بلکہ یہ ہماری فتح کی فال نیک ہے۔ بس اب فتح حاصل ہوئی تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے دشمنوں کو بھی ایسی ہی تکلیف پہنچے گی جیسی تمہیں پہنچی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دوسرے دن بجلی گری اور حضرت ابن زبیر کی فوج کے چند آدمی ہلاک ہوئے۔ اس پر حجاج نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ تم نہیں دیکھتے ہو کہ دشمن ہلاک ہو رہے ہیں۔ حالانکہ تم خلیفہ کی اطاعت کر رہے ہو۔ اور وہ مخلاف ہیں۔

بہر حال اس طرح دونوں میں جنگ ہوتی رہی اور وہ وقت آ گیا کہ اس کے بعد ہی حضرت زبیر مقتول

ہوئے آپ کے ساتھی سب آپ کو چھوڑ کر جا چکے تھے اور مکہ کے اکثر رہنے والے وعدہ معافی لے کر حجاج کے پاس چلے گئے تھے۔

منذر بن جہم الاسدی کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عبداللہ قتل ہوئے اس روز میں نے دیکھا کہ تھا کہ آپ کے اکثر ساتھی آپ کو چھوڑ کر جا چکے تھے اور تقریباً دس ہزار حجاج سے جا ملے تھے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خود منذر بن جہم نے حضرت عبداللہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اسی طرح ان کے دولڑکے حمزہ اور حبیب بھی حجاج کے پاس چلے گئے اور اپنے لئے حجاج سے وعدہ امان لے لیا۔

حضرت عبداللہ کا اپنی والدہ کے پاس جانا اور جنگ کے متعلق ان کی رائے دریافت کرنا

حضرت عبداللہ لوگوں کی اس بے وفائی اور مدد کو چھوڑتا دیکھ کر اپنی والدہ حضرت اسماء کے پاس گئے ان سے کہا کہ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے یہاں تک کہ میری اولا د رشتہ دار سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اب میرے ساتھ مٹھی بھر آدمی ہیں جن کی قوت مدافعت تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔ میرے دشمن میں جو مانگوں مجھے دینے پر تیار ہیں اب آپ بتایئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔

انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے بخدا خود تم اپنے حال سے زیادہ واقف ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق و صداقت پر ہو اور اس کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسے پورا کرو کیونکہ اسی بنا پر تمہارے ساتھیوں نے اپنی جانیں تمہارے لئے قربان کیں ہیں اپنی گردن پر دوسروں کو قبضہ نہ کرنے دو کہ بنی امیہ کے نوعمر لڑکے اس سے کھیلتے پھریں۔

اگر تمہارے یہ تمام کوشش دنیا حاصل کرنے کے لئے ہے تو تم بدترین خلائق ہو تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان کا خون رائیگاں گیا اگر چہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر چہ ہوں تو میں صداقت و سچائی پر مگر چونکہ میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس لئے میں بھی اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہوں تو یہ شرفا یا نیک بند گان کا مسلک نہیں۔ تم ہمیشہ تو رہ نہیں سکتے اس لئے موت ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

ابن زبیر کا اپنی ماہ کو بوسا دینا اور آخری ملاقات کرنا

اس گفتگو کو سن کر ابن زبیر اپنی ماں کے اور قریب ہو گئے۔ ان کی پیشانی پر بوسا دیا اور عرض کی کہ بخدا میری بھی یہی رائے ہے خدا کی قسم میں نے نہ تو دنیا کی طرف میلان کیا اور نہ دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت کے لئے میری جدوجہد اغراض ذاتی پر مبنی نہیں تھی بلکہ بوجہ اللہ میں نے یہ مہم اپنے سر لی تھی۔ میں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ حرم محترم کی حرمت مٹا دی جائے مگر اس وقت میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے بھی لے لوں آپ نے میرے ارادے کو اور بھی مستحکم کر دیا ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں میں آج مارا جاؤں گا مگر آپ مجھ پر رنج وغم مت کریں اور مجھے اللہ کے سپرد کر دیجئے۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ نہ میں نے کسی ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جس سے میری عزت پر دھبہ آئے اور نہ میں نے کوئی برا کام کیا۔ نہ خدا کے احکام کی تعمیل میں حد سے تجاوز کیا۔ نہ امان دے کر اسے توڑا نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا۔ جب کسی ماتحت افسر کے ظلم کی اطلاع مجھے ہوئی میں نے اسے کبھی پسندیدگی کی

نظر سے نہ دیکھا بلکہ اسے تنبیہہ کر دی۔ خدا کی خوشنودی میرے نزدیک سب سے بڑھ کر سفارش تھی جو میں کہہ رہا ہوں اس لئے نہیں کہ میں نے برے اعمال کئے ہیں ان سے اپنے آپ کو علیحدہ کر رہا ہوں۔ بلکہ اے کہ داتو خوب مجھ سے واقف ہے۔ کوئی شئے تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد یہ صرف یہ ہے کہ میرے ان حالات کو معلوم کر کے میرے بعد میری ماں کو کوئی صدمہ نہ ہو۔ بلکہ وہ میری خوبیوں سے ایک گونہ تسلی حاصل کر سکیں۔

ان کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے یہ امید ہے کہ اگر تم مجھ سے اس جہان فانی سے برحلت کر گئے تو میں ثبات اور استقلال سے تمہاری موت پر صبر کروں گی اور اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو تو میرے جی میں آتا ہے کہ کم از کم میں نکل کر دیکھ تو لوں کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

حضرت ابن زبیر نے فرمایا کہ اے والدہ محترمہ خدا آپ کو اس کی جزائے خیر عطا کرے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمیشہ میرے لئے دعا فرماتی رہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں ہرگز ایسا نہ کروں گی کہ تمہارے لئے دعا نہ کروں کیونکہ مجھے یقین کامل ہے کہ چاہے جس شخص نے باطل کے لئے اپنی جان دی ہو مگر تم نے تو حق وصداقت کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ تو اس کی شب ہائے دراز میں عبادت کے لئے شب بیداری۔ اور مکہ اور مدینہ کی دو پہریوں مین تیری عبادت میں آہ وبکا کرنے اور روزے میں شدت پیاس کے برداشت کرنے اور اپنے باپ اور مجھ سے حسن سلوک کرنے کی وجہ سے اس پر رحم فرما۔ اے اللہ اس کے معاملے کو میں نے تیرے سپرد کر دیا ہے۔ اور جو کچھ تو نے فیصلہ کیا ہے میں اس پر خوش ہوں۔ میرے بیٹے عبداللہ کی وجہ سے تو مجھے صبر وشکر کرنے والوں کی طرح ثواب عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں آپ کے قتل کے بعد صرف پانچ یا دس ہی دن اور زندہ رہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی اپنی والدہ سے آخری ملاقات

جب حضرت عبداللہؓ اپنی والدہ کے پاس گئے تو زرہ اور خود (یہ خاص قسم کی ٹوپی ہوتی ہے جو جنگ میں سر کی حفاظت کے لئے پہنی جاتی ہے)۔ پہنے ہوئے تھے۔ سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ سلام کیا اور آگے بڑھے اور اپنی والدہ کا ہاتھ لے کر اسے بوسا دیا اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ آخری رخصت کا وقت ہے تم مجھ سے دور مت رہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا فانی مینیہ میرا آخری دن ہے۔

اس کے علاوہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میں قتل ہو گیا تو میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوں گا جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

ان کی ماں نے کہا کہ اپنے ارادے کو پورا کرو اپنے آپ کو ابن ابی عقیل کے حوالے نہ کرو میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہیں رخصت کروں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ادر قریب آئے ان کے بوسے لئے اور گلے ملے۔ جب انہیں زرہ چبھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ جان دینے پر تیار ہوتے ہیں وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے تو زرہ صرف

اس لئے پہنچی ہے تاکہ آپ کو تسلی رہے کہ میں اچھے طریقے سے مقابلہ کے لئے جارہا ہوں۔ اس پر ان کی ضعیف بوڑھی ماں نے فرمایا کہ ان باتوں سے مجھے تسلی نہیں ہوسکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ نے زرہ اتاردی اور آستین چڑھائی۔ اپنے قمیض کے دامن سے کمر باندھ لی اور ململ کا جبہ جو قمیض کے نیچے تھا اس کے نیچے کے حصے کو بھی کمر کے پٹکے میں لپیٹ لیا۔ ان کی ماں کہتی جاتی تھی کہ کپڑے ایسے پہنو جس سے چستی اور چالاکی معلوم ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے واپس ہوئے۔

انـــی اذا اعـــرف یـــومـــی اصبـــر
اذ بـعـضـهـم یـعـرف ثـم یـنـکـر

ترجمہ میں جب اپنے معرکے کو پہچان لیتا ہوں تو صبر کرتا ہوں حالانکہ
بعض لوگ جانتے ہیں پھر اور ثابت قدم نہیں رہتے

ان کی ضعیف ماں نے اس شعر کو سن کر کہا کہ تم صبر کرو گے کیونکہ خدا کی قسم تمہارے باپ ابوبکر اور زبیر ہیں اور تمہاری ماں صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر اور اہل حمص کے درمیان مقاتلہ

اہل حمص کے ایک سردار نے جو خود بھی اس واقعہ میں شریک تھا بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ کو منگل کے روز دیکھا تھا ہم حمص والے پانچ سو آدمیوں کے دستے کی صورت میں ان پر حملہ آور ہورہے تھے۔ داخلے کے لئے بھی ایک خاص دروازہ مقرر کردیا گیا تھا جس سے صرف ہمیں ہی داخل ہونے کا حکم تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر تنہا ہمارے مقابلے میں آتے اور ہم سب شکست کھا کر پیچھے ہٹ جاتے اور وہ رجزیہ شعر جو اوپر لکھا جاچکا ہے اور یہ مصرع۔ اذا بعضهم یعرف ثم ینکر (ترجمہ جب کہ بعض دوسرے لوگ جان بوجھ کر ایسے وقت ناواقف ہوجاتے ہیں۔ پڑھتے۔ میں ان سے کہتا کہ بلاشبہ آپ ایک شریف بہادر ہیں میں نے انہیں ابطح میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ کسی شخص کو آپ کے پاس جانے کی جرات نہ ہوتی تھی اور اسے ہمیں یہ خیال ہوا کہ آپ مارے ہی نہ جائیں گے۔

غرض منگل کے دن حرم کے تمام دروازے شامیوں سے بھر گئے۔ حضرت عبداللہ کی فوج والوں نے مدافعت کے مقامات دشمن کے حوالے کردیئے دشمن کی تمام فوجیں ان میں سماگئیں۔ ہر دروازے پر خاص خاص جماعتیں افسر اور کئی ایک شہر کے لوگ متعین کردیئے گئے۔ چنانچہ جس دروازے پر حمص والے مقرر کئے گئے تھے وہ بالکل کعبے کے سامنے تھا۔ اسی طرح دمشق والے باب شیبہ پر اور اہل اردن باب صفا پر اہل فلسطین باب بنی جمح پر اور اہل قنسرین باب بنی سہم پر مقرر کئے گئے تھے۔ حجاج اور طارق بن عمرو دونوں کی فوجیں ابطح کی جانب میں مروۃ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت عبداللہ کبھی اس جانب میں مقابلہ کرتے اور کبھی دوسری جانب اس وقت آپ کی مثال نیستان کی شیر کی طرح تھی۔ جب دشمن کی جماعتیں آپ پر حملہ آور ہوتیں آپ ان کے پیچھے چھپٹے حالانکہ وہ دروازے پر ہی کھڑی ہوتیں تھیں۔ یہاں تک کہ آپ دروازے بھی باہر انہیں نکال دیتے اور بلند آواز کہتے اے ابن صفوان تیری والدہ کو فتح کی خوشخبری حاصل نہ ہوگئی کاش میرے ساتھی ہوتے۔

لو کان قرنی واحد کفیتہ
اگر میرا مقابل ایک شخص ہوتا تو میں اس کے لئے کافی تھا

اس کے جواب میں ابن صفوان کہتے بخدا اگر ہزار بھی ہوتے تو آپ ان سے کامیاب ہو جاتے

۱۷ جمادی الاول بروز شنبہ صبح کے وقت حجاج نے تمام سرحدوں پر قبضہ کر لیا۔ اس تمام رات حضرت عبداللہ بن زبیر عبادت الٰہی میں مصروف رہے پھر تلوار کے پرتلے سے کمر باندھ کر تھوڑی دیر سو گئے۔ بہت سویرے بیدار ہوئے۔ سعد سے کہا کہ اذان دو۔ سعد نے مقام ابراہیم کے پاس اذان دی۔ آپ نے وضو کیا دو رکعت سنت پڑھی۔ پھر آگے بڑھے۔ مؤذن نے اقامت کہی۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ دونوں رکعتوں میں سورة نون والقلم حرف بحرف تلاوت کی اور سلام پھیرا۔ پھر خطبے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ آپ لوگ اپنے چہرے کھول دیجئے تاکہ میں آپ کو دیکھوں۔ کیونکہ تمام لوگوں نے خود اور عمامے سے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے آل زبیر اگر تم نے میرے ساتھ خیر خواہی کی ہوتی تو عرب میں ہمارا وہ خاندان ہوتا کہ جس نے اللہ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کی ہوتیں اور کبھی ہم پر مصیبت نازل نہیں ہوتی اے آل زبیر تم ہرگز تلواروں کے لڑنے سے نہ ڈرنا مجھے کیونکہ اس کا تجربہ ہے کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں زخمی نہ ہوا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ زخم کے علاج کرنے کی تکلیف تلوار کے لگنے سے زیادہ سخت ہے۔ طرح تم اپنے چہرون کو بچاتے ہو اسی طرح تلواروں کو بھی بچانا۔ کیونکہ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جس کی تلوار ٹوٹ گئی ہو اور پھر وہ زندہ باقی رہا ہو۔ کیونکہ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح کمزور رہتا ہے۔ جب بجلی چمکے اپنے آنکھیں بند کر لینا تلواروں سے اپنی آنکھیں بچانا۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مقابل کا دھیان رکھے اپنی توجہ منتشر نہ کرے۔ البتہ جو شخص دریافت کرے اسے بتا دینا۔ میں سواروں کے سب سے اول دستے میں کھڑا ہوں گا۔ اللہ کا نام لے کر حملہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا دشمن پر حملہ اور حضرت عبداللہ کی شہادت

حضرت عبداللہ نے دشمن پر حملہ کیا اور حجون تک انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ ایک اینٹ آپ کے چہرے پر لگی جس کی وجہ سے آپ کو چکر آ گیا اور تمام چہرہ لہولہان ہو گیا جب خون کی گرمی جو چہرے سے بہہ رہا تھا آپ کو محسوس ہوئی تو آپ نے شعر پڑھا

لسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا
ولکن علیٰ اقدامنا تقطر الدما

ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو پشت پر زخم کھاتے ہیں اور ایڑیاں
ان کی خون سے رنگین ہوں بلکہ خون ہمارے پنجوں میں گرتا ہے

اور پھر دشمن پر ٹوٹ پڑے

ایک مجنون لونڈی چلائی وامیر المؤمنینا (ترجمہ افسوس امیر المؤمنین ہلاک ہو گئے) کیونکہ جہاں آپ گرے تھے اس نے آپ کو دیکھ لیا تھا اور لوگوں کو بتانے کے لئے ان کی طرف اشارہ کیا۔ سفید ململ کا لباس آپ

کے جسم پر تھا۔

حجاج کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور طارق اور وہ حضرت عبداللہ کی لاش کے پاس آئے۔ طارق نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ان سے زیادہ آج تک بہادر انسان پیدا نہیں ہوا۔ حجاج نے یہ سن کر کہا کہ تم ایسے شخص کی تعریف میں رطب اللسان ہو جس نے امیر المومنین کی مخالفت کی تھی۔ طارق نے جواب دیا کہ بے شک ان کی یہی غیر معمولی بہادری اور شجاعت ہی تو ہمارے لئے باعث تسلی ہو سکتی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمارے پاس اس کا کیا جواز ہوتا کہ ہم نے سات ماہ ان کا گھیراؤ کر کے رکھا تھا۔ نہ انہوں نے خندق کھودی نہ کوئی قلعہ اور نہ کوئی بلند مقام تھا جو قدرتی طور پر مدافعت کا کام انجام دیتا مگر پھر بھی لڑائی میں انہوں نے اپنا پلہ ہلکا نہ ہونے دیا بلکہ انہیں کا پلہ بھاری رہا۔ جب اس گفتگو کی خبر عبدالملک کو ہوئی تو اس نے طارق کے خیال کی تائید کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ ایک حبشی غلام کا قتل

حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک حبشی غلام قتل کیا پہلے تو اس پر تلوار کا وار کیا پھر پیچھے سے حملہ کر کے اس پر غالب آگئے۔ اپنے حملے کے دوران یہ کہتے جاتے تھے صبر کر کیونکہ ایسے ہی موقعوں پر بہادر صبر کرتے ہیں۔

حجاج نے حضرت عبداللہ عبداللہ بن صفوان اور عمارۃ بن عمرو بن حزم کے سروں کو مدینے بھیجا جہاں وہ کسی جگہ نصب کر دیئے گئے۔ پھر وہ عبدالملک کے سامنے لائے گئے اور اس کے بعد حجاج مکہ میں داخل ہوا۔ اور تمام اہل قریش سے عبدالملک کے لئے بیعت لی۔

اس سال عبدالملک نے طارق حضرت عثمانؓ کے آزاد غلام کو مدینے کا والی مقرر کیا۔ طارق پانچ ماہ تک اس عہدے پر سرفراز رہا

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سال بشر بن مروان نے انتقال کیا واقدی کے علاوہ اور لوگوں کے بیان کے مطابق بشر کی وفات ۷۴ھ ہجری میں ہوئی۔

خارجیوں کے خلاف مہم کا بھیجا جانا

اس سال عبدالملک نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو ابی فدیک خارجی کے لئے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ دونوں شہروں کوفہ اور بصرے کے جن لوگوں کو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ عمر پہلے کوفہ آئے۔ کوفہ والوں کو جمع کیا اور اس طرح دس ہزار آدمی ان کے ساتھ ہوئے۔ اس طرح بصرے سے بھی اتنے ہی آدمی شامل ہوئے۔ اس کے بعد اس تمام فوج کی تنخواہیں اور خوراک تقسیم کر دی گئی۔ اور لشکر جرار لے کر عمر روانہ ہوئے۔۔ کوفہ والوں کو انہوں نے اپنے میمنے پر رکھا اور محمد بن موسیٰ بن طلحہ کو ان کا سردار مقرر کیا بصرہ والون کو میسرے پر رکھا اور اپنے بھتیجے عمر بن موسیٰ بن عبداللہ کو ان کا سردار مقرر کیا۔ رسالے کو قلب فوج میں متعین کیا غرضکہ اس ترتیب کے ساتھ عمرو بحرین پہنچے۔ عمرو نے فوج کی صف بندی کی۔ سب سے آگے پیدل سپاہ کو رکھا ان کے پاس نیزے بھی تھے۔ جو انہوں نے زمین سے لگا رکھے تھے پالانوں سے ڈھانک رکھے تھے۔

ابو فدیک اور اس کے ساتھیوں نے یکجان ہو کر حملہ کیا اور عمر بن عبیداللہ کے میسرے کو چیر ڈالا۔ اور یہ حصہ فوج شکست کھا کے بھاگا۔ مگر مغیرہ بن مہلب معین بن المغیرہ مجاعۃ بن عبدالرحمٰن اور اسی طرح دوسرے شہسوار برابر

مقابلہ کرتے رہے۔ سب لوگ اہل کوفہ کی صف کی طرف چلے جو ابھی آہنی دیوار بنے اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تھے۔

عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ ڈولی پر ڈال کر میدان جنگ سے اٹھالئے گئے یہ ان لوگوں میں جوان لوگوں میں جو میدان جنگ میں گرے تھے پڑے تھے۔ اور خون ان کے زخموں پر جم گیا تھا۔

جب بصریوں نے دیکھا کہ اہل کوفہ بدستور اپنی جگہ ثابت قدم ہیں اور ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹے انہوں نے اپنے اوپر نفرین کی اور پھر میدان جنگ میں آئے اور لڑنا شروع کر دیا۔ اب ان پر کوئی سردار نہ تھا یہاں تک کہ یہ بے سری فوج عمر بن موسیٰ ابن عبیداللہ کے پاس سے گزری جو زخمی پڑے تھے اور انہیں اٹھالیا اور خارجیوں کے فرودگاہ میں جا گھسے۔ یہاں گھانس کا ڈھیر لگا ہوا تھا اس میں آگ لگا دی ہوا بھی ان کے خلاف چلنے لگی۔

اہل کوفہ اور بصرہ والوں نے خارجیوں پر حملہ کیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا۔ ابوفدیک میدان جنگ میں کام آیا۔ اس فوج نے قلعہ مشقر میں خارجیوں کا گھیراؤ کر لیا۔ خارجیوں نے اپنے آپ کو بلا کسی شرط کے حوالے کر دیا۔ عمر بن عبیداللہ نے چھ ہزار کی گردنوں کو اڑا دیا اور آٹھ سو قیدی بنالیا۔ مال غنیمت میں امیہ بن عبیداللہ کی ایک لونڈی بھی جو ابوفدیک کی حاملہ تھی ملی۔ اور پھر یہ تمام لشکر بصرہ واپس آ گیا۔

عبدالملک کا اپنے بھائی بشر بن مروان کو بصرہ کا گورنر مقرر کرنا

اسی سال میں عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کیان کی جگہ اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ اور اس طرح کوفہ اور بصرہ والون کی صوبہ داری بشر ہی کے سپرد ہوگئی۔ بصرہ کے گورنر مقرر ہونے کے موقع پر بشر عمرو بن حریث کو کوفہ پر اپنا جانشین مقرر کر کے بصرہ آئے۔

اسی سال میں محمد بن مروان مسم گرما کی مہم لے کر رومیوں سے جہاد کرنے گئے اور رومیوں کو شکست دی۔

عثمان بن ولید اور رومیوں کے باہم مقاتلہ اور رومیوں کی شکست

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی سال میں عثمان بن ولید اور رومیوں کے درمیان آرمینا کے مضافات میں جنگ ہوئی۔ عثمان کے پاس کل چار ہزار افواج تھی حالانکہ ان کے مقابل رومیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی مگر عثمان نے انہیں شکست دی اور شدید نقصان پہنچایا۔

اس سال حجاج نے لوگوں کو حج کرایا۔ یہ مکہ، یمن اور یمامہ کا صوبہ دار تھا واقدی کے بیان کے مطابق بصرہ اور کوفہ پر بشر بن مروان صوبہ دار تھے دوسرے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ بشر کوفہ کے گورنر تھے اور بصرہ کے حاکم خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید تھے۔

شریح بن الحارث کوفہ کے قاضی تھے۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے اور بکیر بن دشاح خراسان کے گورنر تھے۔

۷۴ ہجری کے واقعات

اس سال عبدالملک نے طارق بن عمرو کو مدینہ طیبہ کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ حجاج کو مقرر کر دیا۔ حجاج مدینہ آیا ایک ماہ قیام کیا اور پھر عمرہ ادا کرنے کے لیئے روانہ ہو گیا۔

حجاج بن یوسف نے کعبے کی ان دیواروں کو جنھیں حضرت عبداللہ نے بنایا تھا گرا دیا۔ حضرت عبداللہ نے حجر کو کعبہ میں شامل کر لیا تھا اور اس کے دو دروازے بنا دیئے تھے۔ مگر حجاج نے کعبہ کو پھر اس کی پہلی صورت پر بنا دیا۔

حجاج ماہ صفر میں مدینہ واپس آیا اور اس مرتبہ تین ماہ مقیم رہا اہل مدینہ کے ساتھ بے عزتی سے پیش آتا تھا اور انہیں تکلیف پہنچاتا تھا۔ محلہ بنی سلمہ میں ایک مسجد بنائی جو حجاج ہی کے نام سے مشہور ہے۔ اور تو اور حجاج کی توہین سے صحابہ رسول اکرم ﷺ بھی نہ بچے اس نے ان کی گردنوں میں داغ لگوا دیئے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ کے ہاتھ میں داغ لگائے اور حضرت انس بن مالک کی گردن میں داغ لگائے اس سے مقصد ان کی توہین اور تذلیل تھی

۔

حجاج نے حضرت سہل بن سعد کو بلوایا اور کہا کہ تم نے کیوں امیر المؤمنین حضرت عثمان کی مدد نہیں کی ۔انہوں نے کہا کہ میں نے ضرور ان کی مدد کی حجاج نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو اور پھر سیسہ گرم کر کے ان کی گردن پر داغ لگائے۔ اسی سال میں عبدالملک نے ابوادریس خولانی کو قاضی مقرر کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی سال میں بشر بن مروان کوفہ سے بصرہ کے گورنر مقرر ہو کر گئے۔

مہلب کا خارجیوں کے خلاف مہم لے کر جانا

اسی سال عبدالملک نے مہلب کو خارجیوں کے خلاف ایک مہم کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ واقعہ اس کا یہ ہے کہ جب بشر بصرہ آ گئے عبدالملک نے انہیں لکھا کہ مہلب کو ان کے ء وطن بصرہ کی ایک جماعت کے ساتھ خارجیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور مہلب کعو یہ اختیار دے دو کہ وہ خود اپنے شہر کے سربرآوردہ شہسواروں اور تجربہ کار لوگوں کو منتخب کر لیں کیونکہ اہالی بصرہ سے وہی خوب واقف ہیں۔ جنگی معاملات میں ان کو بالکل آزادی دے دینا کیونکہ مجھے ان کے تجربے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے اخلاص پر پورا اعتماد ہے۔ اور کوفہ والوں کی بھی ایک زبردست جماعت ان کے ساتھ بھیجنا۔ اس فوج پر ایک مشہور و معروف شریف اور نجیف اور ایسے شخص کو سردار کرنا جس کی شجاعت اور بسالت اور امور جنگ میں اس کا تجربہ محتاج تعرف نہ ہو۔ اس دونوں شہروں کے منتخ لشکر کو خارجیون کے مقابلے پر روانہ کرنا اور حکم دینا کہ جہاں خارجی جائیں یہ فوج بھی ان کی تلاش میں اسی طرف جائے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بالکل نیست و نابود کر دے والسلام علیک۔

بشر نے مہلب کو بلا کر خط سنایا اور حکم دیا کہ جسے چاہو۔ پنے ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کر لو۔ مہلب نے اپنے سالے جدیع بن سعید بن قبیصہ بن سراق الازدی کو اپنے سامنے بلا کر حکم دیا کہ فوج کا رجسٹر لے آؤ تا کہ ان میں

سے لوگوں کا انتخاب کر لیا جائے۔
ابشر کو یہ بات بری لگی کہ مہلب کو اس مہم کی سرداری کی عزت براہ راست عبدالملک کی جانب سے حاصل ہوئی۔ اب ان کی طاقت نہ تھی کہ وہ سوائے مہلب کے کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرتے اور اس طرح ان سے حسد کرنے لگے گویا کہ انہوں نے ان کے خلاف کوئی گناہ کیا ہے۔

بحر حال بشر نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلایا اور کوفہ کے لوگوں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ وہ شہسواروں اور شجاع لوگوں کو منتخب کریں۔

بشر کا عبدالرحمٰن بن مخنف کو مہلب کے خلاف ابھارنا

عبدالرحمٰن بن مخنف کہتے ہیں کہ بشر نے بلا کر مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری کس قدر عزت و منزلت کرتا ہوں اور کسقدر تمہیں چاہتا ہوں میرا یہ ارادہ تھا کہ میں تمہیں اس فوج کا چونکہ میں تمہاری شرافت وشجاعت اور دولتمندی اور سخاوت سے بہ خوبی آگاہ ہوں سردار بناؤں یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے متعلق نہایت اچھی رائے رکھتا ہوں۔ مگر دیکھو صورت حال یہ واقعہ ہوئی ہے کہ مہلب اس کے سردار بنائے گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ ان کے مقابلے میں اپنے حکم پر سختی سے ڈٹے رہو ان کی رائے اور مشورہ کو قبول مت کرو اور ان کی تذلیل اور تحفیر کرتے رہو۔

یہ باتیں تو کہیں مگر یہ نہ کہا کہ فوج کا اس طرح انتظام کرنا کہ دشمن سے لڑنا اور مسلمانوں کی خبر گیری کرنا۔ بلکہ مجھے اپنے ایک عزیز دوست کی مخالفت پر تیار کیا گویا میں ایسا ہی بے وقوف چھوٹا سا بچہ تھا جو ان کے عقلمندوں میں آ جاتا۔ میں نے ایسی کوئی مثال نہیں دیکھی کہ مجھ جیسے جہاں دیدہ بوڑھے اور صاحب مرتبہ سردار سے کسی نے ایسی خواہش کی ہو جیسی کہ اس بچے نے مجھ سے کی۔ اس نے وہ بات کی جس کے انجام کو پہچاننا اس کی قابلیت اور قدرت سے باہر تھا۔

جب بشر نے محسوس کیا کہ میں نے جواب دینے میں زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تو مجھ سے دریافت کیا کہو کیا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ بھلا میں آپ کے حکم کی نافرمانی کر سکتا ہوں۔ میں تو اس امر پر مجبور ہوں کہ آپ کے ہر حکم کی چاہے اسے میں پسند کروں یا نہ کروں پوری طرح تعمیل کروں۔

بشر نے کہا کہ بہتر ہے جاؤ ایسا ہی کرنا پھر میں ان سے رخصت ہو کر چلا آیا۔

مہلب کا خارجیوں سے مقاتلہ

مہلب نے اہل بصرہ کو لے کر رام ہرمز پر مورچہ لگایا۔ اور خارجیوں سے مقابلہ شروع ہوا۔ مہلب نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی تھی اتنے میں عبدالرحمٰن بھی اہل کوفہ کے ساتھ مقام مذکورہ پر آ پہنچے ان کے ساتھ مدینہ کا جو دستہ تھا اس کے سردار بشر بن جریر تھے بنی تمیم اور ہمدانیوں پر محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس۔ کندہ اور ربیع پر اسحٰق بن محمد بن الاشعث اور مذحج اور بنی اسد پر زحر بن قیس سردار تھے

عبدالرحمٰن نے مہلب سے میل یا ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایسی جگہ خیمہ لگایا جہاں سے دونوں فوجیں ایک دوسرے کو دیکھ سکتی تھیں جنگ ہو شروع ہوئے دس ہی دن گزرے تھے خبر آئی کہ بشر بن مروان نے بصرہ میں انتقال کیا اب کیا تھا کوفہ اور بصرہ والوں میں سے اکثر اپنی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے بشر نے اپنے بعد خالد بن عبداللہ بن

خالد بن اسید کو اپنا نائب چھوڑا اور کوفہ پر عروہ بن حریث ان کے قائم مقام تھے۔ اہل کوفہ میں سے جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے ان میں زحر بن قیس۔ اسحٰق بن محمد بن الاشعث اور محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس بھی تھے۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا اپنے بیٹے کو اہل کوفہ کی تلاش میں بھیجنا

عبدالرحمٰن بن مخنف نے اپنے بیٹے جعفر کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا چنانچہ اسحٰق اور محمد کو تو یہ واپس لا یا البتہ زحر کو نہ پاسکا۔ عبدالرحمٰن نے اول الذکر دونوں صاحبوں کو دو روز تک قید رکھا اور پھر ان سے یہ وعدہ لے لیا کہ اب کبھی وہ اس سے جدا نہیں ہوں گے۔ مگر ان دونوں نے ایک ہی دن قیام کرنے کے بعد پھر راہ فرار اختیار کی اور اس شاہراہ عام کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے چلے۔

حسب سابق اس مرتبہ بھی ان کا تعاقب کیا گیا مگر ان تک پہنچ نہ ہو سکے اور وہ دونوں اہواز پہنچ کر زحر بن قیس سے جا ملے۔ اہواز میں اور بھی ایسے بہت سے لوگ جو بصرہ جانا چاہتے تھے جمع ہو گئے۔ اس کی اطلاع خالد بن عبداللہ کو ہوئی۔ خالد نے ان لوگوں کے نام ایک خط لکھا اور ایک قاصد کو حکم دے کر بھیجا کہ فوج کے سرداروں کو جسمانی سزا دینا اور ان سب کو واپس لے آنا۔

خالد کا آزاد غلام ہی اس خط کا حامل بن کر قاصد بنا۔ تمام لوگ جمع ہوئے اس نے خط پڑھ کر سنایا وہ خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط خالد بن عبداللہ کی جانب سے ہر اس مسلمان اور مومن کے نام ہے جس تک یہ خط پہنچے۔ آپ سب پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں اس معبود کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

بعد ازیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اسی طرح ان کی حاکمان بالا دست کی جو جہاد اہتمام کرتے ہیں اطاعت فرض ہے جو شخص جہاد کرتا ہے اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا۔ جو شخص جہاد نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ جو شخص مسلمانوں کے اعلیٰ عہدے دار اور سربراہوں کی نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اور وہ سزا کے بھی مستحق ہوگا جس سے اس کا جسم اس کی عزت نفس اس کا مال اور تنخواہ سب متاثر ہوں گی۔ اور وہ دور دراز اور تکلیف دہ علاقوں میں خرض البلد کر دیا جائے گا۔

اے مسلمانوں تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ تم نے کس شخص کے خلاف یہ جرات کی ہے اور کس کی نافرمانی کی ہے۔ وہ امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان ہے جس کی یہ عادت نہیں کہ مجرم سے چشم پوشی کرے۔ اور نہ وہ نہ فرمانوں کو معافی دیتا ہے۔ جو اس کے حکم کی اطاعت نہیں کرتا اس کی خبر کوڑے سے لیتا ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اس کی خبر تلوار سے لیتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس کی وجہ سے تمہارے خلاف کاروائی کی جائے۔ اے اللہ کے بندو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے فوجی کیمپوں میں

چلے جاؤ۔ اپنے خلیفہ کی اطاعت کرو اور سرکش اور نہ فرمان نہ بنو ورنہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جس کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے خط کے بعد جس نہ فر مان پر میں نے قابو پایا اسے فوراً قتل کر ڈالوں گا اگر خدا نے چاہا۔

قاصد نے اس خط کی ایک یا دو سطریں پڑھیں ہوں گی کہ زحر بن قیس نے کہا کہ اس کا مختصر مضمون بتا دو۔ خالد کیآ زاد غلام نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس شخص کا کلام سنا رہا ہوں جس کا مقصد جو کچھ وہ سنتا ہے اسے نہ سمجھے اور میں بتائے دیتا ہوں کہ اس میں کوئی بات نہیں جو اس کو بھلی معلوم ہو زحر نے کہا کہ اے سرخ رنگ کے غلام جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے تو اس پر عمل کر تو نہیں جانتا کہ ہمارے کیا ارادے ہیں۔

خط پڑھا جا چکا کسی نے اس پر التفات نہیں کیا زحر اسحٰق بن محمد اور محمد بن عبدالرحمٰن کوفہ کے پہلو میں ایک گاؤں میں آ کر مقیم ہوئے جو اشعث کی اولاد کی ملکیت تھا۔ اور یہاں سے انہوں نے عمرو بن حریث کو لکھا۔

زحر، اسحٰق بن محمد اور محمد بن عبدالرحمٰن کا عمرو بن حریث سے شہر میں داخلہ کی اجازت مانگنا اور عمرو کا انکار

حمد و ثنا کے بعد جب لوگوں کو امیر مرحوم کی وفات کی خبر ہوئی وہ میدان جنگ سے منتشر ہو گئے اور ہمارے ساتھ کوئی نہیں رہا اس وجہ سے اب ہم آپ کے پاس اور اپنے وطن کی طرف واپس آئے ہیں مگر ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے آپ چونکہ حاکم ہیں آپ کی اجازت لے لیں۔

عمرو بن حریث نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم نے اپنے فوجی قیام گاہوں کو بلا اجازت چھوڑ دیا اور سرکش اور مخالف ہو گئے اس لئے میں نہ تمہیں شہر میں آنے کی اجازت دے سکتا ہوں نہ امان۔

جب یہ خط ان لوگوں کے پاس آیا یہ انتظار کرتے رہے اور رات کے پ[illegible] میں اپنے اپنے مکان واپس چلے آئے اور حجاج بن یوسف کے کوفہ آنے تک بغیر کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کے اقامت گزین رہے۔

اس سال عبدالملک نے بکیر بن وشاح کو خرسان کی صوبہ داری سے معزول کر کے ان کی جگہ امیہ بن عبداللہ بن خاد بن اسید کو خراسان کا گورنر مقرر کیا بکیر کی برطرفی اور امیہ کے تقرر کے واقعات یہ ہیں۔

ابوالحسن کے بیان کے مطابق بکیر دو سال تک خراسان کے گورنر رہے کیونکہ ۷۲ ہجری میں ابن خازم قتل ہوئے اور ۷۴ ہجری میں امیہ نے خراسان آ کر اس عہدے کا جائزہ لیا۔

بکیر کی برطرفی کی وجہ یہ ہوئی کہ جب خازم قتل کر ڈالے گئے تو ان کے سر کے بھیجنے کے متعلق بحیر اور بکیر بن دشاح میں اختلاف ہوا اور اسی بنا پر بکیر نے بحیر کو قید کر دیا۔ اور جب تک امیہ خراسان کے گورنر مقرر نہ ہوئے بحیر قید رہے۔

بکیر کا بحیر کو قید کرنا اور پھر صلح کرنا

بکیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ عبدالملک نے ان کی جگہ امیہ کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا ہے اس نے بحیر کے پیغام بھیجا کہ میں راضی نامہ کرنا چاہتا ہوں مگر بحیر نے انکار کر دیا اور کہا کہ شاید بکیر نے سمجھ لیا ہے کہ تمام

خراسان متفقہ طور پر ان کا طرف دار رہے گا غرض کہ کئی مرتبہ پیغام لے کر آیا مگر بجیر انکار کرتا رہا۔
آخر کار ضرار بن حصین الضبی بجیر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم بالکل ہی بے وقوف ہو تمہارا ایک بھائی تم سے معذرت کر رہا ہے حالانکہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور تم اس کی قید میں ہو مگر پھر بھی انکار کر رہے ہو اور اگر وہ تمہیں قتل کر ڈالے تو تم اس کا کیا کرو گے تمہاری حمایت میں کوئی چوں بھی نہیں کرے گا۔ اور جو چیز تمہیں مل رہی ہے تم اسے قبول نہیں کرتے صلح کر لو اور پھر تمہیں بالکل آزادی ہے جہاں چاہو چلے جانا۔
بجیر نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور بکیر سے صلح کر لی بکیر نے چالیس ہزار درہم اسے بھیجے اور یہ بھی شرط کر لی کہ میرے مقابلے پر کبھی نہ آنا۔
اس وقت خراسان میں قبیلہ بنی تمیم تھا۔ ان میں لڑائی ہو گئی تھی۔ بنی مقاعس اور دوسرے تحت کے قبیلے والے بکیر سے دشمنی کرنے لگے۔ اس سے قدرتی طور پر خراسانیوں کو یہ ڈر پیدا ہوا صورت معاملات اگر یہی قائم رہی تو اس کا نتیجہ فساد اور تباہی ہے اور ہماری خانہ جنگی سے ہمارے مشرک دشمن ضرور فائدہ اٹھائیں گے اور اس طرح وہ ہمیں نیچا کر لیں گے۔ ان تمام خیالات کی بنا پر انہوں نے عبدالملک کو ان حالات کی خبر دی اور لکھا کہ بجیر اور بکیر کے جھگڑے کے بعد اس ملک کی حالت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی قریشی زادہ اس کا حاکم اعلیٰ نہ بنے جس سے نہ لوگ حسد کریں اور نہ تعاصب۔

عبدالملک کا ارباب سیاست سے گفتگو کرنا

عبدالملک نے ارباب سیاست سے مخاطب کر کے کہا کہ خرسان ہماری سلطنت کے مشرقی سرحد پر ہے اور جو کچھ فتنہ وفساد وہاں ہو چکا ہے وہ ہو چکا۔ اس وقت بنی تمیم کا ایک شخص اس پر گورنر ہے لوگ اسے سے تعصب کرتے ہیں اور انہیں یہ خوف ہے کہ پھر وہی فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھے اور تمام سرحدی علاقہ اس کی نذر ہو جائے۔
اہل خراسان نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان پر ایک ایسے شخص کو حاکم بناؤں جو قریش ہو جس کی بات کو وہ سنیں اور جس پر عمل کریں۔ اس پر امیہ بن عبداللہ نے عرض کی کہ آپ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی شخص کو خراسان کا حاکم اعلیٰ مقرر فرمائیں۔
عبدالملک نے جواب دیا کہ اگر تم ابوافدیک کے مقابلہ سے پسپا نہ ہوئے ہوتے تو میری نظر انتخاب تم پر ہی پڑتی۔
امیہ نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں نے اس وقت ان کے مقابلہ سے نہ پھرا تھا جب کہ میرے ساتھ کوئی اور مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا تھا۔ تمام لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے گروہ کے پاس واپس جانا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک مٹھی بھر فوج کے ساتھ میں دشمن کا مقابلہ کروں اور مفت میں سب کو ہلاکت میں ڈالوں۔ اس طرح میں نے مسلمانوں کو ہلاکت سے بچایا۔
امراء ابن عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ اس سے خب واقف ہیں اور خود خالد بن عبداللہ نے بھی جناب والا کو میری مجبوریوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خالد بن عبداللہ نے عبدالملک کو اس واقعہ کے متعلق لکھ دیا تھا چونکہ تمام لوگوں نے امیہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اس وجہ سے مجبوراً انہیں واپس آنا پڑا۔ مراجو اس وقت موجود تھے

انہوں نے عبدالملک کے سامنے امیہ کے بیان کی تائید کی اس پر عبدالملک نے امیہ کو خراسان کا گورنر مقرر کر دیا۔

عبدالملک امیہ کو بہت چاہتے تھے اور سے اپنی اولاد کے برابر سمجھتے تھے ۔ امیہ کے خراسان کے گورنر مقرر ہونے پر لوگ کہنے لگے کہ یہ بہت اچھا ہوا ایک طرف تو ابی فدیک کے مقابلے میں شکست کھائی اور دوسری طرف اس کا معاوضہ یہ ملا کہ خراسان کے گورنر مقرر ہوئے۔

بحیر کا امیہ کے بارے میں معلومات کرنا

بحیر اس وقت مقام سنج میں مقیم تھا اور پوچھتا رہتا تھا کہ امیہ کب آتے ہیں جب اسے معلوم ہوا کہ ابر شہر کے قریب آگئے ہیں تو اس نے ایک عجمی باشندے سے (جس کا نام رزین یا تھا) کہا کہ تو مجھے ایک ایسے قریب راستے سے لے چل کہ میں ابر شہر امیہ کے پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤں تجھے انعام واکرام دیا جائے گا بلکہ میں اور بھی تجھے بہت کچھ دوں گا بحیر کا امیہ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا

یہ شخص راستے سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ بحیر اس شخص کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک ہی رات مین سنج سے سر زمین رخس میں پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے نیشاپور آیا اور امیہ سے شہر ابر میں جا ملا۔

بحیر کا امیہ سے ملاقات کرنا اور خراسان کے حالات سے آگاہ کرنا

ملاقات کے وقت اس نے خراسان کی پوری حالت سے انہیں مطلع کیا اور بتایا کہ کیا تدبیر اختیار کی جائیں جس سے کہ باشندوں کی حالت درست ہو اور وہ اچھی طرح سے اطاعت اور فرمان برداری کریں اور ان کے انتظام کی تکلیف گورنر کے لئے کم ہو جائے۔ اس کے علاوہ بحیر نے امیہ سے بکیر کے خلاف اس روپئے کے لئے جس پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا مرافعہ بھی کیا اور کہا کہ بکیر ضرور بے وفائی کرے گا۔

بحیر کا امیہ کے ساتھ مرو آنا اور امیہ کا بکیر کو اپنا باڈی گارڈ بنانے کی پیشکش کرنا اور بکیر کا انکار کر دینا

بحر حال بحیر بھی امیہ کے ساتھ مرو آیا۔ امیہ ایک نہایت شریف سردار تھا اس نے بکیر یا اس کے دوسرے عہدے داروں سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ بکیر سے کہا تم میرے باڈی گارڈ کے سردار بن جاؤ۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کیا اس لئے یہ عہدہ بحیر کو دے دیا۔

اس کے انکار کرنے پر بکیر کے ہم قوم کے چند لوگوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ دیکھا تم نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بحیر اس پر مقرر ہو گیا اور تمہارے ان کے تعلقات جس قدر خراب ہیں اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔

بکیر کے انکار کرنے کی وجوہات

بکیر نے جواب دیا کہ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کل تک تو میں اس صوبے کا حاکم اعلیٰ تھا جب میں چلتا تھا تو دوسرے میرے نیزے کو اٹھا کر چلتے تھے اب کیا آج میں اس ذلت کو گوارا کر لوں کہ دوسرے کے نیزے کو ہاتھ

میں لے کر چلوں۔

امیہ نے بکیر سے کہا کہ خراسان کے علاقے میں جس جگہ کو تم پسند کرنا چاہو وہ تمہاری جاگیر میں دے دیا جائے بکیر نے کہا طخارستان امیہ نے کہا کہ بہتر ہے طخارستان تمہاری جاگیر میں دیا جاتا ہے۔

بکیر نے واپس جانے کی تیاری شروع کی اور بے انتہا روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔

بحیر کا امیہ سے بکیر کے خلاف باتیں کرنا

بحیر نے امیہ سے کہا کہ اگر بکیر طخارستان پہنچ گیا تو وہ ضرور تم سے دھوکا کرے گا غرض کہ بحیر ہمیشہ اس طرح سے امیہ کے کان بکیر کی جانب سے بھرتا رہتا تھا آخر کار بار بار کہنے کا اثر ہوا اور امیہ نے بکیر کو حکم دیا کہ تم میرے پاس ہی رہو۔

اس سال حجاج بن یوسف نے لوگوں کو حج کرایا۔ حجاج نے اپنے مدینے آنے سے پہلے عبداللہ بن قیس بن مخرمہ کو مدینے کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

مکہ و مدینہ کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ کوفہ اور بصرہ پر بشر بن مروان خراسان پر امیہ بن عبداللہ بن کالد بن اسید گورنر تھا۔

شریح بن الحارث کوفہ کے قاضی تھے۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اس سال عمرہ ادا کیا مگر اس سال کی صحت مین کلام ہے۔

۷۵ھ ہجری کے واقعات

سا سال محمد بن مروان نے موسم گرما کی مہم کے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا جب وہ رومی مرعش کی جانب سے آگے بڑھے تھے۔

اسی سال عبدالملک نے یحییٰ بن الحکم بن ابی العاص کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا اور اس طرح حجاج بن یوسف کو تمام عراق (سوائے خراسان اور سجستان کے) گورنر مقرر کیا اور اسی سال حجاج کوفہ آیا۔

عبدالملک کا حجاج بن یوسف کو عراق بھیجنا

حجاج مدینے میں مقیم تھا کہ عبدالملک کا حکم ملا کہ عراق جاؤ کیونکہ بشر کا انتقال ہو چکا ہے۔ حجاج بارہ شہسواروں کے ساتھ نہایت اعلیٰ تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر کوفہ پہنچا۔

کس وقت کوفہ پہنچا تو دن اچھی طرح طلوع ہو چکا تھا مگر حجاج کا آنا دفعتاً ہوا کیونکہ اس کے آنے کا حال کسی کو معلوم نہ تھا، مہلب بھی کوفہ مین نہ تھے کیونکہ بشر نے مہلب کو ع خوارج پر بھیج دیا تھا۔

حجاج سب سے پہلے مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھا

اس نے ایک سرخ باریک کپڑے کے عمامے سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا لوگوں سے کہا کہ میرے

سامنے آؤ تا کہ میں تقریر کروں۔ لوگوں نے پہلے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو خارجی خیال کیا اور ان کے قتل کر دینے کی نیت کر لی تھی۔ مگر لوگ جب جمع ہو گئے تو اس نے اپنا چہرہ بے نقاب کر دیا اور یہ شعر پڑھا

انــــا ابـــن جـــلا وطـــلاع الثـنـــايـــا

مـــنـــي اضـــع الـعـمـــا مة تـعـرفـونـي

میں وہ آفتاب ہوں جو پردہ ظلمت کو چاک کر دیتا ہے اور گھاٹیوں پر

چڑھنے والا ہوں جب میں اپنا عمامہ اتاروں گا تب تم مجھے پہچان لو گے۔

بخدا میں شر کو اس کے کجاوہ میں لاد دیتا ہوں۔ اور اس کے ویسے ہی پاؤں لگا تا ہوں اور جو جیسا کرتا ہے ویسے ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں میں بہت سے سروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پک گئے ہیں اور ان کے توڑ لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اور عماموں اور ڈاڑھیوں کو خون سے زعفرانی دیکھ رہا ہوں۔

اے عراق کے لوگو جان لو میں انجیر کی طرح دبایا نہیں جا سکتا میرا تقرر نہایت عقلمندی سے کیا گیا ہے۔ اور مجھے بڑے اہم فرائض انجام دینا ہیں۔

امیر المؤمنین نے اپنے ترکش سے تمام تیر نکالے اور ان سب کی لکڑیوں کو دانتوں سے کاٹا اور مجھے ہی کو سب سے زیادہ مضبوط اور کاٹنے میں سخت پایا۔ اس لئے انہوں نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے فتنہ وفساد تمہارا شیوہ ہو گیا ہے اور بغاوت تمہارا دستور عمل۔ مگر اب سمجھ لو کہ میں اس طرح تمہاری کھال اتار دوں گا جس طرح لکڑی سے چھال اتار دی جاتی ہے اور اس طرح تمہیں قطع کر ڈالوں گا جس طرح خشک کانٹے دار ببول کا درخت کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ اور اس طرح تمہیں ماروں گا جس طرح اجنبی اونٹ کو مارا جاتا ہے۔

بخدا جب میں وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں اس لئے مجھ سے اور ان جماعتوں سے ڈرو قیل وقال سے بچو جس حالت میں اب تم ہو اس سے اپنے پ کو باہر نکالو۔ س بخدا یا تم راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یاد رکھو مہلب کی فوج سے جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں وہ اگر آج سے تین دن کے بعد یہاں دیکھے گئے تو میں انہیں قتل کر ڈالوں گا اور ان کی جائداد ضبط کر لوں گا۔

اس قدر خطبہ دینے کے بعد حجاج اپنے قیام گاہ کی طرف چلا گیا جب حجاج دیر تک خاموش بیٹھا رہا تو محمد بن عمیر نے کچھ کنکریاں ہاتھ میں اٹھالیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ارادہ کیا کہ اسے مارے اور یہ بھی کہا کہ خدا اسے ہلاک کرے یہ کسقدر کریہ منظر اور بدشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کہے گا وہ بھی ایسا ہی ہو گا جیسا کہ اس کی ظاہری شکل و صورت ہے۔

حجاج کا خطبہ دینا

جب حجاج نے خطبہ شروع کیا تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ خود بخود یہ کنکریاں مٹھی سے گرنے لگیں اور محمد بن عمیر کو خبر تک نہ ہوئی۔

حجاج نے خطبہ میں یہ بھی کہا تھا کہ شـاهـت الـوجـوه تمہارے منہ برے ہو جائیں، ضـرب الله مثلا قـريـة كـانـت امـنـة مـطـمـئـنـة ياتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بانعما لله فاذا قهاا لله لباس

الجوع والخوف بما کانو یصنعون ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال اس بستی سے دی ہے جو نہایت امن وسکون میں تھی ہر جگہ سے نہایت اطمنان اور صبر کے ساتھ کھانے کی اشیاء اسے پہنچا کرتی تھیں اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی پس اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو بھوک اور خوف کا لباس پہنایا انہی کے اعمال اس کے زمہ دار تھے

تم لوگ بھی اس بستی کے رہنے والوں کی طرح ہو۔ بہتر یہ کہ تم اپنی حالت درست کرلو ورنہ یاد رکھو کہ میں تمہیں ایسی ذلت کا مزہ چکھاؤں گا کہ تم باز آجاؤ گے اور تمہیں خشک خاردار درخت ببول کی طرح قطع کر دوں گا پھر تم فرمانبرادر ہو جاؤ گے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یا تو تم میرے ہاتھوں انصاف قبول کرو فتنہ وفساد اور جھوٹی افواہوں سے باز جاؤ ورنہ معمولی قطع برید کیا شے ہے میں تلوار سے تمہاری ایسی قطع برید کروں گا کہ تمہاری عورتیں بیوہ اور تمہارے بچے یتیم ہو جائیں گے اور جب تک تم ان فضول باتوں کو چھوڑ نہیں دو گے اور ان باتوں سے باز نہیں رہو گے میں ہوں اور یہ جماعتیں ہیں۔ بس تم میں سے کوئی شہسوار نہیں ہوسکتا مگر تنہا یاد رکھو اگر باغیوں کو ان کی بغاوت اور ان کی سرکشی موافق آگئی اور وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہو گئے تو نہ خراج وصول ہوگا اور نہ دشمنوں سے کوئی لڑنے والا ہو گا نہ سرحد کی حفاظت ہو سکے گی۔ اگر یہ لوگ زبردستی جہاد میں شریک نہ ہوں گے تو خوشی سے تو کبھی بھی نہ ہوں گے۔

مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے مہلب کو چھوڑ دیا اور عدول حکمی کر کے اپنے شہر واپس آ گئے ہو اور میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے تین دن کے بعد جس شخص کو میں یہاں دیکھوں گا اس کی گردن مار دوں گا۔

اس کے بعد حجاج نے تمام سرداروں کا بلایا اور انہیں حکم دیا کہ تمام لوگوں کو مہلب کے پاس پہنچا دو۔ اور مجھے تحریری ثبوت اس بات کا دو کہ یہ لوگ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ اس مدت کے ختم ہونے تک پل کے دروازے شب وروز کھلے رہیں۔

حجاج بن یوسف کا تکبیر کی آواز سن کر دوبارہ خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہونا

تیسرے دن حجاج بن یوسف نے بازار میں تکبیر کی آواز سنی گھر سے نکل کر منبر پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے باشندگان عراق باغیو اور منافقو اور برے اخلاق والو! میں نے تکبیر کی ایک آواز سنی ہے مگر یہ وہ تکبیر نہیں ہے۔ جس سے اللہ کے راستے میں ترغیب وتحریص دلائی جاتی ہو۔ بلکہ اس کا مقصد لوگوں کو ڈرانا ہے اور میں نے خوب جان لیا ہے کہ یہ ایک غبار ہے جس کے پردہ میں سخت وتیز آندھی آنے والی ہے۔

اے بیوقوف لونڈی کے بیٹو اور بندگان سے سرکشی ونافرمانی اور اے بیوہ اور لاوارث عورتوں کے بیٹو کیا تم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اپنی کمزوری وضعف کے باوجود خاموشی اور اطمینان سے بیٹھے اور اپنے خون کو مفت نہ بہانے دے اور انتہائی احتیاط سے قدم رکھے خدا کی قسم کھا کہتا ہوں کہ عنقریب میں تمہیں ایسی سخت سزا دوں گا جو اگلوں کے لیے عذاب اور آئندہ کے لیے عبرت ثابت ہوگی۔

حجاج کے خطبہ کے بعد ایک شخص کا اپنے بیٹے کو حجاج بن یوسف کے حوالے کرنا

اس تقریر کے بعد عمیر بن ضابی التیمی نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے خدا امیر کے کاموں کی ہمیشہ اصلاح کرتا رہے میں بھی اس مہم میں شریک تھا۔ اور اس سے متعلق ہوں مگر میں بیمار اور ضعیف العمر ہوں یہ میرا لڑکا بالکل نوجوان ہے یہ میرے بدلے حاضر ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ عمیر نے اپنا نام بتایا حجاج نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے میری کل کی تقریر سنی ہے عمیر نے کہا ہاں حجاج نے کہا کہ کیا تم ہی وہ شخص نہیں ہو جس نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ سے جنگ کی تھی۔ عمیر نے اس کا بھی اقرار کیا۔ حجاج نے پھر پوچھا کہ کس بناء پر تم نے ایسا کیا۔ عمیر نے کہا کہ اگر چہ میرا باپ ایک بہت بوڑھا شخص تھا مگر حضرت عثمانؓ نے اسے جیل خانہ میں ڈال دیا تھا۔ حجاج نے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہ شعر کہا ہے

همممت ولم افعل وكدت ولتني
ركت علي عثمان نبكي حلائله

ترجمہ۔ میں نے قصد کیا مگر اسے عملی جامہ نہیں پہنایا میں اس کام کو کرنے ہی والا تھا اور کاش کہ میں حضرت عثمانؓ کو ایسی حالت میں چھوڑتا کہ ان پر ان کی بیویاں نوحہ کر رہی ہوتیں۔

حجاج بن یوسف کا عمیر کو قتل کرنا

میں تو تمہارے قتل کر دینے میں دونوں شہروں کوفہ بصرہ کی بھلائی خیال کرتا ہوں۔ اس کے بعد حجاج نے اپنے پہرہ دار کو عمیر کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ایک شخص نے اٹھ کر اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اسے قتل کر ڈالا۔ حجاج نے اس کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کے متعلق ایک دوسرا بیان یہ ہے کہ عنبسہ بن سعید نے حجاج سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو جانتے ہیں۔ حجاج نے کہا نہیں۔ عنبسہ نے کہا کہ یہ بھی حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ اس پر حجاج نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تو نے امیر المؤمنین کے پاس اپنی طرف سے کیوں نہ کسی اور شخص کو بھیجا اس وقت بھی اپنے بدلہ میں کسی اور کو بھیج دیا ہوتا۔ اور پھر اس کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا اور بعد میں یہ اعلان کرا دیا کہ عمیر نے باوجود ہمارا حکم سن لینے کے اس کی تعمیل نہیں کی اور تین کے بعد حاضر ہوا اس لیے ہم نے اسے قتل کر ڈالا۔

اور اس لیے تمام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جو مہلب کہ فوج میں تھے ان میں سے اگر کوئی شخص آج رات یہاں رہے گا وہ اپنی جان کو خطرے میں سمجھے۔ اس اعلان کے سنتے ہی تمام لوگ پل پر جمع ہو گئے تمام سر بر آوردہ لوگ مہلب کے پاس پہنچے جو اس وقت رام ہرمز میں مقیم تھے۔ اور وہاں جا کر ان سے اپنے پہنچنے کی باقاعدہ رسیدیں حاصل کیں۔ اس مہلب نے کہا کہ آج عراق میں وہ شخص آیا ہے جو اپنے زمانہ کا بہادر ہے۔ اب دشمن قتل ہو جائیں گے۔ ابو عبیدہ نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ اس شب میں صرف بنی مذحج کے چار ہزار آدمیوں نے پل پار کیا مہلب نے اس پر کہا اب عراق میں ایک بہادر آیا ہے جب عبدالملک کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا جانے لگا تو

پڑھنے والے نے پڑھا۔

اما بعد سلام علیکم میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس پر حجاج نے کہا خاموش ہو جا اے نافرمان غلام بھلا امیر المؤمنین تم پر سلامتی بھیجیں اور تم میں سے کسی شخص کو یہ توفیق نہ ہو کہ اس کا جواب دے۔ یہ اخلاق موئی عورت کے لونڈوں کا ہے۔ رک جاؤ بخدا اب میں تمہیں کچھ اور اخلاق سکھاؤں گا۔ اور جو شخص اس خط کو پڑھ رہا تھا۔ اسے حکم دیا کہ پھر ابتداء سے پڑھے۔ چنانچہ جب پڑھنے والا اما بعد سلام علیکم پر پہنچا تو سب نے بلا استثناء کہا وعلی امیر المؤمنین السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

گزشتہ واقعہ کی ایک دوسری روایت

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب حجاج کوفہ آیا تو اس نے لوگوں سے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ تم لوگ مہلب کی فوج چھوڑ کر بھاگ آئے ہو اس لیے میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے تیسرے دن کی صبح کو ان کی فوج کا کوئی شخص یہاں نہ رہے تیسرے دن ایک شخص لہولہان حجاج کے پاس آیا۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں عمیر بن ضابی البرجمی کو حکم دیا تھا۔ کہ تم اپنی فوج میں چلے جاؤ مگر اس کے جواب میں اس نے مجھے مارا اور اس حکم کی تکذیب کی۔ حجاج نے عمیر کو بلایا۔ ایک ضعیف بوڑھا سامنے لایا گیا۔

حجاج نے دریافت کیا کہ تم کیوں اپنے فوجی مرکز سے بھاگ کر چلے آئے۔ عمیر نے کہا میں ایک بوڑھا ضعیف ہوں حرکت تک نہیں کر سکتا اس لیے میں نے اپنے بدلے اپنے بیٹے کو جو مجھ سے زیادہ شجاع اور عمر میں میرے مقابلہ میں بالکل جوان ہے بھیج دیا ہے آپ میرے بیان کی تصدیق فرمالیجئے۔ اگر میں سچا ہوں تو خیر ورنہ مجھے ضرور سزا دیجئے گا۔ اس پر عنبسہ بن سعید نے کہا کہ یہ ہی وہ شخص ہے کہ جب حضرت عثمانؓ مقتول پڑے ہوئے تھے۔ یہ ان کے لاشہ کے پاس آیا ان کے طمانچے مارے ان پر کود پڑا۔ جس سے آپ کی پسلیاں چور ہو گئیں حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔

لوگوں کے حجاج بن یوسف کے بارے میں تاثرات

عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ میں کوفے سے حیرہ جا رہا تھا کہ راستے میں میں نے چند لوگوں کو رجز پڑھتے سنا۔ میں اس طرف چلا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا خبر ہے انھوں نے کہا کہ ہم پر قبائل عرب کے بدترین قبیلہ ثمود کا ایک شخص حاکم ہو کر آیا ہے جس کی پنڈلیاں ٹیڑھی، جس کے چوتڑ خشک نوکھے ہوئے اور دن کا اندھا شپرہ چشم ہے ہمارے قبیلے کا عمیر بن ضابی اس کے پاس گیا تو اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ حجاج اسی سال کے رمضان المبارک میں کوفہ آیا۔ حکم بن ایوب الثقفی کو بصرے کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ خالد بن عبداللہ پر تشدد کرنا جب خالد کو اس کا علم ہوا وہ حکم کے بصرے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اور مقام جلما میں قیام کیا

اہل بصرہ اس کے ساتھ ہو لیے او، جب تک اسنے ہر شخص کو دس دس ہزار درہم نہ دیدیئے۔ وہ اس کے کمرے سے نہ گئے۔ اس سال عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا اور سی سال یحییٰ بن حکم عبدالملک کے پاس آیا اور مدینے پر ابان بن عثمان کو اپنا قائم مقام مقرر کرایا۔ عبدالملک نے یحییٰ بن حکم کو حکم دیا کہ تم بدستور سابق مدینے کے حاکم

رہو گے بصرے اور کوفے پر حجاج بن یوسف اور خراسان پر امیہ بن عبداللہ گورنر تھے شریح کوفے کے زرارۃ بن اوفی بصرے کے قاضی تھے۔ اسی سال حجاج کوفہ سے بصرے گیا اور کوفے پر ابویعفور رعروۃ بن المغیرہ بن شعبہ کو اپنا قائم مقام کر دیا اور جب تک کہ حجاج جنگ رستقباء کے بعد کوفہ واپس نہ آ گیا ابو یعفور برابر کوفہ پر قائم مقام کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اور اسی سال میں بصرے میں لوگوں نے حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے

عمیر کے قتل کرنے کے بعد حجاج کوفہ سے بصرہ آیا اور جس قسم کی تہدید آمیز تقریر اس نے کی اہل کوفہ کے سامنے کی تھی اسی قسم کی یہاں بھی کی۔

بنی یشکر کے ایک شخص کو حجاج کے سامنے لانا اور اسکا قتل کر ڈالنا

بنی یشکر کا ایک شخص اس کے سامنے پیش کیا گیا اور بیان کیا گیا کہ یہ شخص فوج سے بھاگ آیا ہے اس شخص نے کہا کہ مجھے قوطے بڑھ جانے کا عارضہ ہے بشر نے خود دیکھا تھا۔ اور میرے اس عذر کو قبول بھی کر لیا تھا۔ جو کچھ مجھے بیت المال سے تنخواہ ملتی ہے۔ وہ یہ موجود ہے واپس کر لی جائے۔ حجاج نے اس کی ایک نہ سنی اور قتل کر ڈالا۔

اب اہل بصرہ اس واقعہ سے بہت پریشان ہوئے۔ اور بصرہ سے روانہ ہو کر رام ہرمز کے پل پر فوجی معائنے کے لیے باقاعدہ طور پر آگے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اس پر مہلب نے کہا کہ ان لوگوں پر ایک بہادر شخص سردار مقرر ہو کر آیا ہے

لوگوں کا عبداللہ بن جارود کی قیادت میں حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا

ماہ شعبان ۷۵ ہجری کی ابتدائی تاریخوں میں حجاج بصرے سے روانہ ہو کر رستقاء میں مقیم ہوا اور یہاں لوگوں نے اس کے خلاف عبداللہ بن جارود کی زیر قیادت علم بغاوت بلند کیا۔ حجاج نے عبداللہ بن جارود کو قتل کر ڈالا۔ اور اس نے اٹھارہ سر رام ہرمز میں نصب کرنے کے لیے روانہ کیے۔ اس ترکیب سے مسلمانوں کی حالت مضبوط ہو گئی۔ مگر دوسری طرف خارجیوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری کیونکہ انھیں امید تھی کہ ہمارے دشمنوں میں پھوٹ اور نفاق پڑ جائے گا۔ اس کے بعد حجاج بصرہ واپس آ گیا۔

عبداللہ بن الجارود کے قتل کا واقعہ

بصرہ آ کر جب حجاج نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم مہلب سے جا کر مل جاؤ تو تمام لوگ روانہ ہو گئے اب خود حجاج بھی بصرے سے چل کر آخر شعبان میں رستقباذ میں مقام دستوی کے قریب آ کر ٹھہرا اس کے ساتھ بصرہ کے اکابر اور عمائدین بھی تھے۔ مہلب اور اس کے درمیان اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔

اس مقام پر حجاج لوگوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا تمہاری تنخواہوں میں ابن زبیر نے جو اضافہ کیا تھا وہ ایک فاسق و منافق کا اضافہ ہے جسے میں کبھی جائز نہیں رکھ سکتا۔ یہ سن کے عبداللہ بن جارود نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یہ اضافہ کسی فاسق و منافق نے نہیں کیا بلکہ امیر المؤمنین عبدالملک نے اس کی تائید کی ہے۔

اور اس اضافے کو ہمارے لیے بحال رکھا ہے۔ مگر حجاج نے اسے جھٹلایا اور دھمکایا۔ اس پر عبداللہ بن جارود حجاج پر جھپٹ پڑا جتنے عمائدین واکابر تھے وہ بھی عبداللہ کے ساتھ ہوئے۔ یہ دونوں جماعتوں میں شدید معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔

حجاج نے عبداللہ اور اس کے اکثر ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اس کا اور اس کے دس ساتھیوں کا سر کاٹ کر مہلب کے پاس بھیج دیا اور خود بصرے واپس آ گیا۔

مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو خط لکھا کہ جس وقت میرا یہ خط تمھیں ملے تم فوراً خارجیوں پر حملہ کر دینا۔

اس سال مہلب اور ابن مخنف نے خارجیوں کو رام ہرمز سے نکالا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے

۲۰ شعبان یوم دوشنبہ ۷۵ھ میں حجاج کے تحریری حکم کی تعمیل میں مہلب اور ابن مخنف نے بمقام رام ہرمز خارجیوں پر حملہ کیا اور بغیر کسی شدید مقابلے کے انھیں وہاں سے نکال دیا۔ اگر چہ کوئی خونریز معرکہ کا زار گرم نہیں ہوا۔

تاہم ان دونوں سرداروں نے خارجیوں پر حملہ کیا اور خارجی باقاعدگی سے پسپا ہو گئے۔ اور مقام کا زرون واقع علاقہ سابور میں جا کر مورچے لگائے۔ مہلب اور ابن مخنف بھی ان کے تعاقب میں چلے اور یکم رمضان کو پہنچ گئے۔ مہلب نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔

اہل بصرہ کا بیان

اب اہل بصرہ کا بیان یہ ہے کہ مہلب نے عبدالرحمٰن بن مخنف سے بھی کہا تھا کہ میری رائے ہے کہ تم بھی ضرور اپنے گرد خندق کھود لو۔ مگر ان کے ساتھی فوج والوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہماری تلوار ہی ہماری خندق ہے۔

خارجیوں کا عبدالرحمٰن پر حملہ کرنا اور انکا قتل کرنا

خارجیوں نے مہلب پر شب خون مارا ان کا مقصد یہ تھا کہ تاریکی میں ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر مہلب اس قسم کے اچانک حملے کے لیے بالکل تیار تھے۔ چنانچہ جب خارجیوں کو معلوم ہو گیا کہ مہلب نے مدافعت کا پورا سامان پہلے سے کر رکھا ہے وہ اس طرف سے ہٹ کر عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں کوئی خندق نہ تھی کہ ان کے حملے کو روکتی۔ خارجیوں نے ان سے جنگ شروع کی۔ ان کے ساتھی انھیں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنی فوج کی ایک جماعت کے ساتھ لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اسی طرح جتنے لوگ اس وقت ان کے ساتھ تھے۔ وہ سب بھی میدان جنگ میں ان کے گرد کام آئے۔

کوفہ والوں کا بیان

مگر کوفے والوں کا بیان ہے کہ جب حجاج کا خط مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو ملا جس میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ اس حکم کے دیکھتے ہی تم دونوں خارجیوں پر حملہ کر دینا۔

یہ دونوں سردار بروز چہارشنبہ ۲۰ رمضان ۷۵ھ ہجری میں خارجیوں پر حملہ آور ہوئے اور اس قدر شدید

جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے خارجیوں سے جس قدر لڑائیاں لڑی گئی تھیں۔ان سب سے زیادہ یہ خونریز اور خطرناک لڑائی تھی۔ یہ واقعہ ظہر کے بعد کا ہے۔اب خارجی اپنی پوری قوت کے ساتھ صرف مہلب پر ٹوٹ پڑے اور مہلب کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی فوجی قیام گاہ کی طرف واپس چلے آئیں۔

جنگ اس حالت کو دیکھ کر مہلب نے چند نیک و متقی لوگوں کو جو فوج میں تھے عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ عبدالرحمٰن کے پاس آئے اور کہا مہلب نے آپ سے کہا ہے کہ ہمارا اور آپ کا دشمن ایک ہی ہے مسلمانوں پر اسوقت جووقت ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں اس لیے آپ اپنے برادران اسلام کی امداد فرمائیں۔خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔

عبدالرحمٰن کا مہلب کی امداد کرنا

اب عبدالرحمٰن نے رسالے اور پیدل فوج یکے بعد دیگر بھیجی جاتی تھی مہلب کو مدد دینا شروع کی۔عرصے کے بعد جن خوارج نے یہ رنگ دیکھا کہ اس طرح عبدالرحمٰن کی فوج میں سے پیدل اور رسالہ برابر مہلب کی مدد کو آ رہا ہے انھوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب عبدالرحمٰن کی جمعیت کم ہوگئی ہوگی اس لیے انھوں نے اپنی فوج کے پانچ چھ دستوں کو تو مہلب کے مقابلے پر چھوڑا اور باقی اپنی تمام طاقت کے ساتھ عبدالرحمٰن کا رخ کیا۔

عبدالرحمٰن نے جب دیکھا کہ یہ میری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ وہ اور ان کے ساتھ قرا لوگ جن کے سردار ابوالاحوص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قلبی دوست اور خزیمہ نم نصر بن خزیمہ العبسی جو زید بن علی کیساتھ قتل اور کوفے میں دار پر کھینچے گئے تھے۔میدان جنگ میں گھوڑوں سے اتر پڑے۔اس طرح عبدالرحمٰن کے ساتھ خاص ان کے خاندان اور قبیلے کے شہسوار بھی اتر پڑے۔

خارجیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور سخت ترین جنگ ہوئی۔اکثر لوگ عبدالرحمٰن سے علیحدہ ہو گئے اور اب اہل بصرہ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ جو برابر اپنی جگہ ڈٹی رہی عبدالرحمٰن رہ گئے۔ان کا بیٹا جعفر ان لوگوں میں تھا جنھیں عبدالرحمٰن نے مہلب کی امداد کے لیے بھیجدیا تھا اپنے باپ کو اس خطرے میں دیکھ کر اس نے لوگوں سے کہا کہ میرے ساتھ چلو مگر صرف چند لوگ اس کے ساتھ آئے۔جب یہ اپنے باپ سے قریب ہو گیا تو خارجی بیچ میں رکاوٹ بنے۔ یہ لڑا اور زخمی ہوا خارجیوں نے اسے میدان جنگ سے اٹھالیا۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا قتل ہونا

عبدالرحمٰن بن مخنف اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھکر نصف سے زیادہ رات گئے تک لڑتے رہے اور پھر اسی جماعت میں مارے گئے۔صبح کے قوت مہلب آئے انھیں دفن کیا ان کے لیے دعا کی اور ان کی موت کی خبر حجاج کو لکھی۔حجاج نے اسکی اطلاع عبدالملک کو دی۔عبدالملک نے مقام منیٰ میں عبدالرحمٰن کی خبر مرگ کا اعلان کیا اور اہل کوفہ کی مذمت کی۔

حجاج کا عبدالرحمٰن کو فوج کا سردار مقرر کرنا

حجاج نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی فوجکا عتاب بن ورقا کو سرادر مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تم

دونوں (مہلب وعتاب) کسی جنگ میں شریک ہوتو مہلب کے مشورے پر عمل کرنا اوران کی اطاعت کرنا۔عتاب کو یہ بات ناگوار ہوئی مگر کیا کرتا حجاج کے حکم پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔واپس جانے کی بھی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔تنگ آ کر اپنی فوج میں مقیم ہوا اور خارجیوں سے جنگ میں مصروف ہوا۔خارجیوں کے مقابلے میں جنگ کرنے کی تمام ذمہ داری مہلب پر تھی۔مگر عتاب برابر اپنی رائے پر کام کرتا رہا اور کسی معاملے میں اس نے مہلب سے مشورہ نہیں کیا۔

مہلب اور عتاب کے درمیان مخاصمہ

جب مہلب نے یہ طرز عمل دیکھا تو اہالی کوفہ میں بعض لوگوں کو جس میں بسطام بن مَصقلہ بن ھبیرہ بھی تھے انتخاب کر کے انھیں عتاب کے خلاف ابھارا۔ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ رتاب مہلب کے پاس آیا اور کہا کہ میری فوج والوں کی تنخواہ ادا کرو۔مہلب نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔مگر مہلب نے کہا کہ تو یہاں ہے اے ابن اللخناء (لخناء وہ عورت جس کے بدن سے بدبو آتی ہو) اس کے متعلق بن تمیم یہ کہتے ہیں کہ عتاب نے بھی اس لفظ کو مہلب کے لیے استعمال کیا مگر دوسرے لوگوں کا یہ بیان ہے کہ عتاب نے بھی کہا کہ میری ماں تو بہت سے سخی اور شجاع ماموں اور چچاؤں والی ہے کاش کہ خدا مرے اور تیرے درمیان جدائی کر دے اور میں تیری صورت نہ دیکھوں۔غرضیکہ اس قسم کی سخت گفتگو دونوں میں ہوتی رہی کہ مہلب اٹھ کر گئے اور چاہتے ہی تھے کہ ڈنڈا اٹھا کر عتاب کے رسید کریں کہ ان کے لڑکے مغیرہ نے ڈنڈا پکڑ لیا اور کہا کہ خدا امیر کو نیک مشورہ دے عتاب عرب کے سر برآوردہ اور شریف لوگوں میں ہیں۔اگر کوئی بات خلاف طبیعت بھی ان سے سنی ہے تو آپ اسے برداشت کریں اور معاف کر دیں کیونکہ آپ ہی سے اس قسم کے تحمل کی امید ہے۔مہلب خاموش ہو گیا اور عتاب کو کچھ نہیں کہا۔

عتاب اٹھ کر چلا آیا مگر بسطام بن مصقلہ نے سامنے آ کر اسے گالیاں دینا شروع کیں۔اور سخت برا بھلا کہا۔

عتاب کا حجاج کو مہلب کی شکایت کرنا اور حجاج کا عتاب کو اپنے پاس بلانا

عتاب نے حجاج کو شکایت لکھی اور لکھا کہ مہلب نے کوفے کے چند جاہل بے وقوفوں کو میرے خلاف ابھارا ہے۔اور ان سے میری توہین کرائی ہے مجھے اپنے پاس بلالیں۔چونکہ شبیب کے ہاتھوں کوفے کے نیک لوگوں کو مصیبت اٹھانی پڑی تھی اس لیے اسکے تدارک کے لیے خود حجاج کو عتاب کی ضرورت پیش آ گئی اس لیے حجاج نے عتاب کو لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ اور فوج کا انتظام مہلب کے سپرد کر دو۔مہلب نے اس پر حبیب بن مہلب کو سرادار مقرر کر دیا۔مہلب سابور میں ایک سال تک خارجیوں کے مقابلے میں مصروف رہے۔

شورش کا ایک نیا فتنہ

اسی سال صالح بن مسرح (متعلقہ بنی امری القیس) نے شورش کے لیے سر اٹھایا یہ شخص صفریہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہی پہلا شخص ہے کہ جس نے اس فرقے والوں سے سر اٹھایا۔

شورش کے اسباب و واقعات

اس شخص کی شورش کے اسباب اور وہ واقعات جو اس سال میں پیش آئے حسب ذیل ہیں۔

صالح بن مسرح ۷۵ھ ہجری میں حج کرنے گیا اس کے ہمراہ شبیب بن یزید، سوید بطین اور ایسے ہی اور لوگ بھی تھے اسی سال عبدالملک بن مروان بھی حج کرنے گیا۔

شبین نے دھوکے سے عبدالملک کو قتل کرنا چاہا عبدالملک کو بھی ان کی خبر پہنچ گئی جب حج کر کے واپس گیا تو حجاج کو لکھا کہ ان لوگوں کو تلاش کر کے گرفتار کرلو صالح کوفے میں آیا کرتا تھا اور ایک ایک ماہ تک قیام کرتا تھا۔ اپنے ہمراز دوستوں سے ملتا جلتا اور وعدے وعید کرتا تھا۔ مگر کوفے میں صالح کی سازش کام نہ آسکی اور جب حجاج نے اسے پکڑنا چاہا تو کوفے والوں نے اس کی مطلق مخالفت نہیں کی۔

۷۶ھ ہجری کے واقعات

اسی سال میں صالح مسرح علم بغاوت بلند کیا اسکے اسباب و واقعات یہ ہیں۔ صالح ابن مسرح التمیمی ایک نہایت عابد زاہد شخص تھا۔ اپنے معبود کے سامنے ہمیشہ گڑ گڑاتا تھا اس کا چہرہ زرد تھا مقام دارا اور علاقہ موصل اور جزیرے میں بہت سے لوگ اس کے جاننے والے تھے جنھیں وہ قرآن پڑھاتا سمجھاتا اور خطبے دیا کرتا تھا۔ قبیضہ بن عبدالرحمٰن نے اپنے دوستوں سے بیان کیا کہ صالح میرے پاس خطبہ دیا کرتا تھا (خود یہ شخص انھیں کے خیالات و عقائد کا ماننے والا تھا) صالح سے اس کے پیروکار نے درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس کوئی خط بھیجیں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

صالح کا خط جو کہ وہ اپنے پیروکار کی طرف روانہ کیا کرتا تھا

یہ اس کا خطبہ تھا جو وہ دیا کرتا تھا۔

الحمد الله الذی خلق السموت الارض وجعل الظلمات والنور .ثم الذین کفروا بربهم یعدلون .

ترجمہ۔ تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ثابت ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور روشنی بنائی۔ اس پر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں۔

اے خداوند، ہم تیرے ساتھ کسی کو عدیل و شریک نہیں بناتے اور سوائے تیرے اور کسی کی طرف نہیں دوڑتے صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو نے ہی نے پیدا کیا ہے تیری ہی حکومت ہے۔ تو ہی نفع ونقصان دینے والا ہے۔ اور تو ہی ہماری جائے بازگشت ہے۔

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ تیرے بندے ہیں جنھیں تو نے برگزیدہ کیا۔ تیرے رسول ہیں جنھیں تو نے پسند فرمایا۔ تاکہ وہ تیرے احکام دنیا کو پہنچا دیں۔ اور تیرے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ اور ہم اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ انھوں نے پیغام خداوندی کو پہنچا دیا۔ قوم کی فلاح و بہبود میں پوری کوشش کی۔ حق کی دعوت دی۔ انصاف کیا، دین کی امداد کی، مشرکین سے جہاد کیا آخر کار خدا نے انھیں اس دنیا سے اٹھا لیا ﷺ۔

صالح کے خطبہ کی تفصیل

اے لوگو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، دنیا سے علیحدہ رہو، آخرت کی خواہش کرو۔ موت کو اکثر یاد کرتے رہو۔ فاسق لوگوں سے علیحدہ رہو، مومنین سے دوستی پیدا کرو، کیونکہ دنیا کی خواہش کم کرنے سے اللہ تعالیٰ کے پاس جو جو نعمتیں ہیں ان کے حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ اور مادی جسم کو عبادت خداوندی میں مشغول ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ موت کو اکثر یاد کرنے سے بندہ اپنے رب سے ڈرنے لگتا ہے۔ اس کے سامنے خضوع و خشوع کرتا ہے۔ اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ فساق سے علیحدہ رہنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ **ولا تصل علی احد منهم سات ابدا . ولا تقم علیٰ قبره انهم کفرو بالله ورسوله وما تو اوهم فاسقون**

ترجمہ۔ جو شخص ان میں سے مرجائے اس کے لئے تم اے محمد کبھی دعا نہ کرنا اور نہ اس کے قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ گناہ گار تھے)۔

مومنین سے دوستی اس لیے کرنا ضروری ہے کہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسکی رحمت اور اسکا کرم ہمیں حاصل ہوگا اور جنت ملے گی۔ خدا مجھے اور تمھیں سچے اور صابر لوگوں میں کردے۔ ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی کہ اس نے انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس نے انھیں کتاب اللہ عقل و حکمت سکھائی ان کے قلوب میں نور ایمان کے لیے صفائی پیدا کی۔ گناہوں سے انھیں پاک کیا اور ان کے مذہب میں ان کی امداد کی۔ اور وہ مسلمانوں پر بے انتہا مہربان اور شفیق رہے۔ پھر اللہ نے انھیں اس جہاں فانی سے اٹھالیا۔ (صلوات اللہ علیہ)

آپ کے بعد حضرت صدیقؓ جیسے متقی شخص تمام مسلمانوں کی خوشی سے سربراہ کار امور خلافت ہوئے۔ جو بالکل آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلے اور انھیں کے طریق عمل پر آپ نے بھی کام کیا آخر کار واصل بحق ہوئے (اللہ آپ پر رحم کرے)

اپنا جانشین حضرت عمرؓ کو بنایا جن کے ہاتھ میں اللہ نے قوم کی باگ دی۔ آپ نے کلام خداوندی کے مطابق کام کیا۔ اور اس کے رسول کی سنت کو زندہ کیا حق وصداقت کی راہ میں کبھی وہ ذاتی بغض وعداوت کا کام میں لائے اور نہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت پر کبھی کان دھرا۔ آخر کار یہ بھی واصل بحق ہوگئے (اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے)۔

ان کے بعد مسلمانوں کی زمام قیادت حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں آئی۔ انھوں نے مال غنیمت میں تصرف کیا، حدود شرعی موقوف کردیئے۔ انتظام وسیاست ملک میں حد سے تجاوز کر گئے۔ مسلم کی تذلیل اور مجرم کی عزت افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں قتل کر ڈالا۔

پس اللہ اور اس کا رسول اور تمام نیک مومنین کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

بعد ازاں حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ ان کے جانشین ہوئے مگر تھوڑے ہی زمانے بعد انھوں نے جہاں حکم خداوندیہ جاری کرنا چاہیے تھا وہاں انسانوں کا حکم بنا دیا۔ گمراہ لوگوں کے متعلق بھی شک کیا۔ جادہ مستقیم سے جھک گئے اور تملق وچاپلوسی سے کام لیا۔ اور اس لیئے ہم علی اور شعیان علی سے بالکل علیحدہ ہیں۔ پس اے لوگو اللہ تم پر اپنا رحم

نازل فرمائے ان حق سے گزشتہ فرقوں اور گمراہی وتاریکی کے گرہوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے چلو۔ تاکہ ہم اس فانی دنیا سے عالم جاودانی میں چلے جائیں۔ اور اپنے ان ایمان ویقین رکھنے والے مرادران ملت سے جاملیں جنھوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کو بیچ ڈالا۔ اور عاقبت میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال صرف کرڈالا۔ قتل سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ میدان جنگ میں قتل ہونا موت سے زیادہ آسان ہے۔ اور موت تو ایک دن جرور آنی ہے کہ تمہیں اس کا ذرا گمان نہ ہوگا۔ کہ وہ کب آئے گی۔ اور پھر وہ تم میں اور تمھارے باپوں، بیٹوں، بیویوں۔ اور املاک وجائداد کے درمیان جدائی کردے گی۔ اور بجائے اس کے کہ تم موت سے اس قدر ڈرو اور گھبراؤ تمھیں نہایت خوشی سے اپنے جان ومال کو اللہ کے سپرد کردینا چاہیے۔ تمہیں اسکے بدلہ میں جنت الفردوس ملے گی۔ خوبصورت حوروں سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ خدا مجھے اور تمھیں ان نیک اس کے شکر کرنے والے لوگوں میں بنادے۔ جو ہمیشہ صداقت کی ہدایت کرتے ہین۔ اور اسی پر انصاف کرتے ہیں۔

صالح کی اپنے پیروکاروں سے گفتگو کرنا

صالح کے پیروکار ہمیشہ اس کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ کہ ایک دن اس نے ان سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تم کس بات کے منتظر ہو اور کب تک منتظر رہو گے۔ ظلم تو اب بالکل کھلم کھلا ہو رہا ہے۔ اور عدل وانصاف کے حلق پر چھری پھیر دی گئی ہے۔ ان عمال وحاکموں کا ظلم وتکبر روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ یہ لوگ جادہ حق سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے رب کے خلاف منشا افعال کرنے میں ہٹ دھرم ہو رہے ہیں۔ اس لیے تم جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اپنے ان برادران ملت کے پاس قاصد بھیجو جو باطل کے منکر اور حق کے داعی اور تمھارے اغراض ومقاصد سے ہمدردی رکھتے ہوں تاکہ پھر ہم ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اپنی حالت کا اندازہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کس وقت ہمیں حق وانصاف کے لیے میدان جنگ میں نکل آنا چاہیے۔

صالح کے متبعین کا آپس میں مراسلت کرنا اور شبیب کا صالح کو خط بھیجنا

چنانچہ اس کے متبعین نے اس مقصد کے لیے آپس میں خط وکتابت کی اور پیامبر بھیجے اور آپس میں ملاقاتیں کیں۔

ابھی یہ ہی ادھیڑ بن ہو رہی تھی کہ محلل بن وائل الیشکری شبیب کا خط لیکر صالح کے پاس آیا اس خط میں تحریر تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ اس غرض کے لیے آپ نے مجھے بھی دعوت دی ہے۔ میں اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور اگر آپ آج کے دن مناسب سمجھتے ہیں تو آپ ایک دن کو مناسب سمجھتے ہیں تو آپ شیخ المسلمین ہیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔

اور اگر آپ ایک دن تاخیر کرنا چاہتے ہوں تو مجھے بتائیں۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ صبح ہے تو شام کی امید نہیں اور شام ہے تو صبح کی خبر نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ موت آج ہی میری امیدوں کا خاتمہ کردے اور میں گمراہوں سے جہاد نہ کرسکوں۔ یہ کتنا عظیم الشان نقصان ہوگا اور یہ کیسی فضیلت ہوگی جو مجھے ترک کرنی پڑیگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں ان جیسا کردے جو اپنے اعمال سے خدا اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اور اس بات کے خواہشمند

ہیں کہ جنت میں خدا کا جلوہ دیکھیں گے اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہیں گے۔ والسلام علیک۔

صالح کا شبیب کے خط کا جواب دینا۔

جب صالح کے پاس محلل شبیب کا یہ خط لے کر آیا اور اس نے اس کا جواب دیا حمد و ثناء کے بعد عرصے سے نہ تمھاری حالت معلوم ہوئی تھی۔ اور نہ تمھارا کوئی خط آیا تھا جس نے مجھے غمگین کر دیا تھا۔ ایک مسلمان نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم جنگ کے لیے تیار ہو اور میں نے اپنے مالک کے اس فیصلے پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ قاصد خط لے کر آیا جو کچھ اس میں مذکور تھا میں نے بخوبی اسے سمجھ لیا۔ ہم جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں صرف تمھاری وجہ سے میں اب تک رکا ہوا ہوں۔ تم یہاں آؤ تا کہ جب تمھاری رائے ہو ہم سب ساتھ جنگ کے لیے نکلیں۔ کیونکہ تمھاری رائے اور مشورے کے بغیر چارہ نہیں اور کوئی معاملہ بغیر تمھارے مشورے کے طے نہیں پا سکتا۔ والسلام علیک۔

شبیب کے پاس صالح کا جواب آنا اور اس کا لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کرنا

شبیب کے پاس جب یہ خط آیا اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنے پاس بلا بھیجا ان میں اس کا بھائی مصاد بن یزید بن نعیم۔ محلل بن وائل الیشکری صقر بن حاتم (قبیلہ بنی ذہل بن شیبان سے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بہرحال شبیب روانہ ہو کر دارا میں صالح کے پاس آیا جب صالح سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اب جہاد کے لیے چلیے اللہ آپ پر اپنا رحم نازل فرمائے۔ کیونکہ سنت نبوی روز بروز مٹ رہی ہے اور مجرمین کی سرکشی و نافرمانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ صالح نے اپنے پیروؤں میں قاصد بھیج دیے اور ان سے وعدہ کیا کہ ماہ صفر کے چاند رات بروز چہارشنبہ (۷۶ھ ہجری) کو جنگ کے لیے نکلیں گے۔ اب لوگ جمع ہونے شروع ہوئے تا کہ مقررہ رات کو میدان کا رخ کریں اور ان کی پوری جماعت اس رات میں اس کے پاس اکٹھی ہو گئی۔ شبیب کا بیان ہے کہ جب ہم نے جنگ کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو سب کے سب صالح کے پاس جس رات کو جنگ کے لیے چلے ہیں جمع ہوئے چونکہ اللہ کی زمین میں ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ اس لیے میری رائے یہ تھی کہ جو لوگ ان زیادتیوں میں مشغول ہوئے ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔

شبیب کا صالح سے مشورہ لینا

اس لیے میں نے صالح سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کی کیا رائے ہے آیا ہمیں اس پردہ ظلمت میں جنگ کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے۔ اور قبل اس کے کہ ہم انھیں حق کی دعوت دیں انھیں قتل کر ڈالیں یا اتمام حجت کے لیے پہلے انھیں دعوت دیں قبل اس کے کہ اس معاملے میں آپ کوئی رائے دیں میں اپنی رائے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ہمارے عقائد و خیالات کو نہ مانیں ہمیں اسے قتل کر ڈالنا چاہیے چاہے وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو یا غیر ہو۔ کیونکہ بلاشبہ ہم ایسے گمراہوں کے خلاف جنگ کے لیے نکلے ہیں۔ جنھوں نے احکام خداوندی کو پس

پشت ڈال دیا ہے اور شیطان ان پر غالب ہے۔ اس پر صالح نے کہا نہیں پہلے ہم انھیں دعوت دیں گے اس لیے کہ ہماری دعوت پر صرف وہی لبیک کہے گا جس کے عقائد مثل ہمارے ہوں گے۔ اور جو ہمارے مخالف عقائد کے ماننے والے ہیں وہ ضرور ہمارا مقابلہ کریں گے۔ مگر اتمام حجت کے لیے دعوت ضروری ہے تاکہ بعد میں کوئی عذر شرعی باقی نہ رہے۔

شبیب کا مال غنیمت کے متعلق صالح سے مشورہ کرنا۔

شبیب نے پھر دریافت کیا کہ اچھا جن لوگوں سے ہم جنگ کریں گے اور ان پر فتح پانے کی صورت میں ان کے جان و مال کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے صالح نے جواب دیا اگر ہم نے انھیں تہ تیغ کر ڈالا اور مال غنیمت حاصل کیا تو وہ ہمارا ہے اور اگر ہم نے درگزر کر دیا تو یہ بھی ہمارے ہی اختیار میں ہے۔ شبیب نے کہا آپ کی رائے (خدا آپ پر اپنا رحم نازل فرمائے درست ہے۔ جس رات میں صالح جنگ کے لیے روانہ ہوا اس نے اپنے پیروؤں سے کہا "اے اللہ کے بندو خدا سے ڈرو صرف انھیں لوگوں کو قتل کرنا جو تمھارے لیے اور تمھارے مقابلے پر آئیں ہر شخص پر ہاتھ نہ اٹھانا اس لیے کہ یہ تمھارا جوش اور غیظ و غضب محض اللہ کی خاطر ہے۔ کیونکہ اس کے محارم کو توڑ دیا گیا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کی گئی۔ بلاوجہ لوگوں کو خون بہایا گیا۔ بغیر کسی حق کے لوگوں کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا گیا۔ تم دوسروں پر ہرگز وہ الزام نہ لگاؤ کہ جس میں اس کے بعد تم خود مرتکب ہو جاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ تم اپنے فعل کے جواب دہ ہو۔ تم میں زیادہ تر پیدل چلنے والے لوگ ہیں۔

اس منڈی میں محمد بن مروان کے جانور موجود ہیں سب سے پہلے ان پر حملہ کر کے قبضہ کر لو تاکہ جتنے لوگ تمھارے ساتھ ایسے ہیں کہ ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں وہ سوار ہو جائیں۔ اور اس طرح تمھاری طاقت دشمن کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے گی۔

صالح کا دشمن پر پہلی مرتبہ حملہ کرنا

چنانچہ اسے رات میں سب سے پہلے ان لوگوں نے جس قدر گھوڑے وہاں تھے ان سب پر قبضہ کر کے اپنی پیدل سپاہ کو سوار بنا دیا۔ تیرہ دن تک خارجی علاقہ دارا میں مقیم رہے ان کے خوف سے باشندگان دارا، نصیبین اور سجار نے اپنے شہروں کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ بند ہو گئے۔ جس شب میں صالح پہلی مرتبہ جنگ کے لیے نکلا ہے اس کے ساتھ کل ایک سو بیس یا ایک دس شہسوار تھے۔ جب محمد بن مروان کو جو اس وقت جزیرے کے حاکم تھے خارجیوں کے اس خروج کی اطلاع ہوئی۔ انھوں نے سے ایک معمولی بات سمجھی اور عدی بن عدی بن عمیرہ کو جو بنی الحارث بن معاویہ بن ثور سے تھا۔ پانچ سو فوج کے ساتھ ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔

عدی نے عرض کیا خدا امیر کو نیک ہدایت دے کیا آپ مجھے صرف ۵۰۰ فوج کے ساتھ خارجیوں کے سردار کے مقابلے پر بھیج رہے ہیں۔ حالانکہ آج بیس برس سے بنی ربیعہ کے کچھ لوگ ایسے اس کے ساتھ ہیں جو میری تاک میں ہیں۔ اور ہم سے جنگ کر رہے ہیں ان میں ہر شخص ایک سو شہسواروں سے بھی جو پانچ سو پیدل کے ساتھ ہو زیادہ بہادر اور کارآمد ہے۔ محمد بن مروان نے کہا اچھا میں پانچ سو فوج اور تمھارے ساتھ بھیجتا ہوں اور ایک ہزار فوج سے تم ان کا مقابلہ کرنے لے لئے جاؤ۔

عدی کا صالح کے مقابلہ کے لیے نکلنا

غرض کہ عدی ایک ہزار سپاہ کے ساتھ حران سے روانہ ہوا۔ یہ پہلی فوج تھی جو صالح کے مقابلے پر بھیجی گئی تھی۔ اگر چہ عدی صالح کے مقابلے پر روانہ ہو گیا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ عدی ایک عابد وزاہد شخص تھا۔

عدی اور صالح کے درمیان مراسلت

عدی اس مہم پر روانہ ہوا۔ دوغان آیا اور تمام فوج کیساتھ خیمہ زن ہو گیا اور زیاد بن عبداللہ نامی ایک شخص کو جو قبیلے بن خالد بن الورشہ سے تھا۔ چپکے سے صالح کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے صالح سے جا کر کہا کہ عدی نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اور کہا کہ چونکہ میں تم سے جنگ کرنا چاہتا اس لیے تم اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور شہر کا رخ کر دیا اس کے باشندوں سے جا کر لڑو۔ صالح نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر تم ہمارے عقائد کو مانتے ہو تو مجھے بتا دو ہم رات کے وقت اس شہر سے تمھارا مقابلہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کا رخ کریں گے۔ اور اگر تم ظالموں اور سرکشوں اور برے لوگوں کے ہم خیال ہو تو اس وقت ہمیں اختیار ہو گا مناسب سمجھیں گے۔ تو تمھیں سے جنگ کی ابتداء کر دیں گے اور یا تمھارے علاوہ کسی اور سے مقابلہ کے لیے چلے جائیں گے۔ قاصد نے یہ پیغام عدی کو پہنچا دیا۔

عدی نے پھر پیغام بھیجا کہ صالح سے جا کر کہو کہ اگر چہ میں تمھارے مذہب کا قائل نہیں مگر میں تو سرے سے جنگ ہی کو اچھا نہیں سمجھتا چاہے تم ہو یا کوئی اور اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی اور کا جا کر مقابلہ کرو۔ صالح نے اسے مان لیا اور ساتھیوں سے کہا کہ سوار ہو جاؤ چنانچہ سب کے سب تیار ہو گئے۔

صالح کا عدی کے مقابلہ کے لیے روانہ ہونا اور عدی کو شکست

خارجیوں نے اس درمیانی شخص کو جب تک کہ وہ روانہ ہو گئے اپنے پاس روکے رکھا صالح اپنے ساتھیوں کو لے کر دوغان کے بازار میں عدی کے پاس آیا۔ عدی نماز میں مشغول تھا اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا معاملہ ہے حالانکہ رسالہ برابر اس پر بڑھتا چلا آ رہا تھا جب ان لوگوں نے دیکھا کہ دشمن سر پر آ گیا تو چیخ و پکار زشروع ہوئی۔ صالح نے اپنے میمنہ پر شبیب کو اور سوید بن سلیم الھندی الشیبانی کو میسرہ پر مقرر کیا تھا۔ اور خود قلب فوج میں تھا۔ جب یہ لوگ اپنے مقابل دشمن کے بالکل قریب جا پہنچے تو دیکھا کہ وہ مطلقاً جنگ کے لیے تیار نہیں تھے۔ اور سخت بے چینی اور افرا تفری ان میں پڑی ہوئی ہے۔

صالح نے شبیب کو حملہ کرنے کا حکم دیا شبیب نے حملہ کیا پھر سوید نے بھی حملہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر لڑے انھیں شکست نصیب ہوئی۔ عدی کی شکست خوردہ اور مفرور فوج محمد کے پاس پہنچی۔ محمد بہت خفا ہوا اور کالد بن السلمی کو بلایا اور پندرہ سو فوج کے ساتھ خارجیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ پھر حارث بن جعونہ کو جو بنی ربیعہ بن عامر بن صعصعہ سے تھا بلایا اور اسے بھی پندرہ سو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور دونوں کو حکم دیا کہ تم خارجیوں کی اس مٹھی بھر خبیث جماعت کی طرف جس قدر جلد ممکن ہو جاؤ تم میں سے جو پہلے ان کے پاس پہنچے وہ ہی اپنے ہم عصر پر سردار سمجھا جائے غرضیکہ یہ دونوں سردار اپنی اپنی جماعت کو لیے ہوئے خارجیوں کی تلاش میں امکانی سرعت کے ساتھ چلے

۔راستے میں صالح کہ نقل وحرکت کے متعلق میں دریافت کرتے جاتے تھے۔ان سے کہا گیا کہ وہ آمد کی طرف گیا ہے۔انھوں نے بھی اسی طرف اپنی باگیں پھیر دیں اور آمد پہنچے۔یہاں آ کر معلوم ہوا کہ صالح نے باشندگان آمد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

یہ دونوں رات کے وقت اس مقام پہنچے اور اپنے گرد خندق کھود کر محفوظ ہو گئے۔اور صالح کے پاس پہنچ گئے۔یہ دونوں علیحدہ اپنی اپنی فوج کے ساتھ مورچہ لگائے تھے۔صالح نے شبیب کو حارث بن جعونہ العامری کے مقابلے پر بھیجا اور خود خالد بن جزالسلمی کی طرف چلا۔

صالح کا اپنے دشمنوں سے مقابلہ

صالح کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ عصر کے وقت میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ صالح نے اپنی فوج کو نماز عصر پڑھائی اور پھر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے انھیں تیار کیا معرکہ کا زار گرم ہوا اور ایسا شدید معرکہ گرم ہوا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اب ہماری حالت ایسی ہوگئی تھی۔کہ فتح بالکل ہمارے سامنے تھی ہم سے ایک آدمی دشمن کے دس آدمیوں پر حملہ کرتا تھا اور انھیں شکست دیتا تھا۔اس طرح اگر بیس آدمیوں پر بھی اس نے حملہ کیا تو انھیں بھی شکست دی۔ہمارے مقابل کا رسالہ ہمارے رسالے کے سامنے ٹھہر تا نہ تھا۔

جب ان کیسرداران فوج نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا گھوڑوں پر کود پڑے اور اپنی فوج کے اکثر حصہ کو حکم دیا کہ پیدل ہو جاؤ اب لڑائی کا رنگ بدل گیا اور اب ہم جسے چاہتے قابو نہیں پا سکتے تھے۔جب ہم ان پر حملہ آور ہوتے تھے۔ان کی پیدل سپاہ ہمارا نیزوں سے مقابلہ کرتی تھی۔اور ان کے قادر تیر اندازوں نے تیر کی بوچھاڑ کر دی۔اور اس گھمسان میں ان کا رسالہ بھی ہمیں کچلے ڈالتا تھا۔

غرضیکہ رات ہونے تک ہم برابر ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ظلمت شب نے ہمارے اور ان کے درمیان بچاؤ کرا دیا۔ہم میں سے بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ہمارے تیس آدمی کام آئے۔مگر مقابل کے ستر سے زیادہ بہادر ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیئے

بخدا شام ہوئی ہم انھیں اور وہ ہمیں لڑائی کا پورا مزہ چکھا چکے تھے۔اب ہم دونوں مدمقابل اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے نہ وہ ہم پر بیٹھ کر آتے تھے اور نہ ہم ان پر بڑھتے تھے۔۔

جب رات ہوئی وہ اپنی فوجی قیامگاہ کو چلے گئے اور ہم اپنے۔ہم نے نماز پڑھی آرام کیا اور کھانا کھایا۔اس کے بعد شبیب نے کہا ہمارا دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی۔ہم نے ان سے جنگ کی اور انھوں نے خندقوں سے اپنا بچاؤ کیا اس لیے میری رائے میں ہم ان کے مقابل ٹھہر نہیں سکتے۔صالح نے کہا بے شک میری بھی یہ رائے ہے۔

صالح کا مع اپنی فوج کے واپس آنا

چنانچہ رات ہی رات وہ وہاں سے روانہ ہو گئے علاقہ جزیرہ کو طے کرتے ہوئے موصل کے علاقے میں آئے اسے بھی طے کیا دسکرہ آئے۔

حجاج کو مذکورہ واقعہ کی اطلاع موصول ہونا اور صالح کے مقابلہ کے لیے اپنی فوج کو بھیجنا

اب حجاج کو بھی اس کی خبر معلوم ہوئی اس نے حارث بن عمیرہ بن ذی المعشار الہمدانی کو تین ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اس تین ہزار فوج میں سے ایک ہزار تو اول درجے کی باقاعدہ فوج لڑنے والی فوج تھی۔ باقی کوفے کے لڑاکو تھے جو اس وقت بھرتی کر لیے گئے تھے۔ حارث اس فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب وسکرہ پہنچا صالح یہاں سے بھی جلولا اور خانقین کی طرف چلا گیا۔ یہ بھی اس کے پیچھے ہوا یہاں تک کہ مدبج نامی ایک گاؤں میں پہنچا۔ یہ گاؤں علاقہ موصل میں دریائے تخوم پر واقع ہے اور اس کے اور علاقہ جوخی کے درمیان واقع ہے۔ صالح کے ساتھ اس وقت کل نوے آدمی تھے۔

حارث کا صالح سے مقابلہ کے لیے صف بندی کرنا

حارث بن عمیرہ نے اپنی فوج کی صف بندی اور اسلحہ بندی کی اپنے میمنہ پر ابو رواع الشاکری کو اور میسرے پر زبیر بن الاروح التمیمی کو سردار مقرر کیا اور عصر کے بعد خارجیوں پر حملہ کر دیا۔ صالح نے اپنی جماعت کے تین حصے کر دیئے تھے۔ میمنہ پر جو رسالے کا دستہ متعین تھا اس کا شبیب کو اور میسرے کا سوید بن سلیم کو سردار مقرر کیا اور خود بھی ایک دستے کی قیادت کرتا رہا۔ اس طرح ہر دستے میں کل تیس آدمی تھے۔

حارث کا صالح پر حملہ کرنا اور صالح کا قتل

جب حارث نے اپنی جمعیت کے ساتھ ان پر حملہ کیا تو سوید کا قدم میدان جنگ سے اکھڑ گیا اور صالح بن مسرح اپنی جگہ پر ڈٹا رہا اور مارا گیا۔ شبیب لڑائی لڑتے لڑتے اپنے گھوڑے سے دشمن کے پیدل سپاہ کے دستے میں گر پڑا۔ اور ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ علیحدہ ہٹ گیا اور یہ اس جگہ پہنچا جہاں صالح کھڑا ہوا تھا۔ دیکھا کہ صالح مقتول پڑا ہے۔

شبیب نے اپنی فوج والوں کو اپنی طرف بلایا اور وہ سب کے سب اس کی آڑ میں آ گئے۔ شبیب نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی پیٹھ دوسرے کی سپاہی کی پیٹھ سے ملائے رکھے اور جب دشمن پر حملہ آور ہو تو نیزہ بازی کرتا رہے تاکہ جس طرح ہو سکے ہم اس قلعے میں داخل ہو جائیں پھر وہاں اطمینان سے مشورہ کریں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔ سب نے ایسا ہی کیا اور قلعے میں داخل ہو گئے۔ اور اب شبیب کے ساتھ کل ستر آدمی رہ گئے۔ حارث نے سر شام ہی قلعے کا گھیراؤ کر لیا اور فوج کو حکم دیا کہ قلعے کا پھاٹک جلا دو تاکہ جب یہ بالکل جلتا ہوا انگارا ہو جائے اسے چھوڑ دو کیونکہ اس طرح یہ قلعہ سے نکل نہ سکیں گے اور صبح ہوتے ہی ہم سب کو تہ تیغ کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حارث کی فوج والوں نے قلعے کے دروازہ کو آگ لگا دی اور پھر اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔

شبیب کی حارث کی فوج کے ایک آدمی سے گفتگو

شبیب اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعے کی فصیل پر آیا۔ اس پر حارث کی فوج میں جو نئی فوج بھرتی ہو کر آئی تھی اس میں سے ایک شخص نے انھیں مخاطب کر کے کہا اے حرامیو کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں ذلیل و رسوا نہیں کیا انھوں نے جواب دیا اے فاسق تم ہمارے مقابلے میں لڑ رہے ہو۔ اس لیے کہ ہم تم سے لڑ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس صداقت اور حق کی راہ سے اندھا کر دیا ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے ہماری ماؤں پر جو تہمت لگائی ہے خدا کے سامنے اس کا کیا جواب پیش کرو گے۔ ان میں عقلمند اور سمجھدار لوگ تھے انھوں نے کہا کہ ہماری فوج کے چند چھچھورے نوعمر لونڈوں نے یہ بات کہی ہے ان کہ اس بیہودہ حرکت سے ہم نہ خوش ہوئے اور نہ ہم اسے جائز رکھتے ہیں پھر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب کیا رائے ہے یہ اچھی طرح جان لو کہ اگر صبح کو انھوں نے ہم پر حملہ کیا تو بس سب کے سب مارے جائیں گے انھوں نے کہا جیسا آپ حکم دیں ۔

شبیب کا اپنی فوج سے مَشورہ کرنا

شبیب نے کہا رات مصیبت کی بہترین پردہ پوش ہے۔ چاہے میرے ہاتھ پر یا اپنے میں کسی اور شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلو اور ہمارے ساتھ قلعے سے نکل کر دشمن پر خود اس کے لشکر گاہ میں پہنچ کر حملہ کر دو۔ کیونکہ وہ اس بات سے بالکل بے خوف ہوں گے کہ ہم ان پر شب خون ماریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں ان پر فتح دے گا۔ سب نے کہا بہتر ہے۔ آپ ہی اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ ہم سب بیعت کریں۔ چنانچہ سب نے بیعت کی اور اسے اپنا امیر مقرر کر لیا۔ اب سب کے سب قلعے سے باہر نکلنے کے لیے چلے۔ دروازے پر پہنچ کر دیکھا کہ وہ تو ایک انگارا بنا ہوا ہے اونی نمدے لائے انھیں پانی سے بھگو کر آگ پر بچھا دیا اور اس طرح دروازہ سے گزر آئے

شبیب کا رات کے وقت حارث پر حملہ اور انھیں شکست

اس واقعے کے بعد کا علم حارث اور اس کی فوج کو اس وقت تک مطلقاً نہ ہو سکا۔ تاوقتیکہ شبیب کی فوج نے حارث کے لشکر گاہ کے وسط میں ان پر تلوار چلانی شروع نہ کر دی حارث لڑتا ہوا میدان جنگ میں گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے اٹھا کیا اور شکست کھا کے بھاگے اور تمام لشکر اور اس میں جو کچھ تھا سب اپنے دشمن کے لیے چھوڑ کر چلتے ہوئے اور مدائن جا کر دم لیا۔ یہ پہلی فوج تھی جسے شبیب نے شکست دی منگل کے دن ابھی ماہ جمادی الاول کے ختم ہونے میں تیرہ دن باقی تھے کہ صالح بن مسرح میدان جنگ میں مارا گیا۔

شبیب کے کوفہ آنے کے اسباب و واقعات اور اس پر حجاج کی کاروائی کی تفصیل

جب صالح جنگ مذبح میں مارا گیا تو اس کے ساتھیوں نے اب شبیب کو اپنا سردار مقرر کر لیا شبیب نے علاقہ موصل کا رخ کیا سلامۃ بن سار بن المضاء التیمی (تیم شیبان) سے ملاقات ہوئی۔ شبیب نے اسے دعوت دی

کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ شبیب اسے اس وقت سے جانتا تھا کہ وہ دفتر ملازم تھا اور غزوات میں شریک ہوتا تھا۔ سلامتہ نے یہ شرط پیش کی کہ میں اس فوج میں سے تیس سوار منتخب کیے لیتا ہوں اور انھیں لے کر جاتا ہوں۔ صرف تین رات تم سے جدا رہوں گا پھر واپس آ جاؤں گا۔ شبیب نے یہ شرط مان لی سلامتہ تیس سواروں کو منتخب کر کے انھیں بنی عنزہ کی طرف لے چلا۔ ارادہ اس کا یہ تھا چونکہ بنی عنزی نے اس کے بھائی فاضالہ کو قتل کر ڈالا تھا یہ ان شہسواروں کی مدد سے اپنا لے۔

فاضالہ کے قتل کا واقعہ

فاضالہ کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ اس سے پہلے فاضالہ اٹھارہ شہسواروں کی جمعیت کے ساتھ لوٹ مار کے لیے نکلا تھا۔ وہ علاقہ جاں کے چشمہ آب پر پہنچا جس کا نام شجرہ تھا اس چشمے پر جھاؤ کا ایک درخت تھا اور قبیلہ بنی عنزہ اس کے مالک تھے جب بنی عنزہ نے فضالہ کو دیکھا تو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں اور اس کا سر امیر کے پاس لے چلیں گے۔ تو ہمیں انعام واکرام ملے گا۔ سب نے اس پر اتفاق کر لیا کہ ضرور اسے قتل کرنا چاہیے۔ مگر بنو نصر جو فضالہ کے ماموں ہوتے تھے انھوں نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اپنے عزیز کے قتل میں ہرگز تمھاری موافقت نہ کریں گے۔ بہرحال بنی عنزہ نے فضالہ کی جماعت پر حملہ کیا اور ان سب کو قتل کر کے ان کے سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیے۔ اسی عبدالملک نے ان لوگوں کا بانقیا میں وطن دار بنا دیا۔ اور اگرچہ اس واقعے سے پہلے ان کی معاشیں تھوڑی تھیں انھیں جاگیریں عطا کر دیں۔

سلامتہ نے اپنے بھائی کے قتل اور اس کے ماموں کی ترک نصرت پر شعر کہا۔

وما خلت اخوال الفتی یسلمونہ

لوقع السلاحقبل ما فعلت نصر

بنی نصر کی اس حرکت سے پہلے مجھے کبھی یہ خیال نہ تھا کہ کسی شخص کے ماموں اسے ہتھیاروں سے قیمہ ہونے کے لیے سپرد کر دیتے ہیں۔ سلامتہ کے بھائی فضالہ نے صالح و شبیب کے مہم لیجانے سے پہلے حکومت وقت کے خلاف سر اٹھایا تھا۔ غرضیکہ جب سلامتہ نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کی اس وقت یہ شرط کر لی کہ وہ تیس شہسواروں کو اپنے ساتھ لیجائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بنی عنزہ کے قیام گاہ پر پہنچا اور ایک ایک محلے کو قتل کرتا ہوا ان کے اس فریق میں جا پہنچا جسمیں اس کی خالہ بھی تھی یہ اپنے بیٹے پر جو کہ بالغ نوجوان تھا اس کی جان بچانے کیلیے جھا گئی۔ اور اپنی پستان سلامتہ کے سامنے کر دی اور کہا کہ میں تجھے اس قرابت کی قسم دلاتی ہوں کہ تو میرے بیٹے کو نہ مار۔ سلامتہ نے ایک نہ سنی اور کہا کہ بخدا جب سے فضالہ چشمے شجرہ پر اترا تھا میں نے نہیں دیکھا (اس سے مراد اس کا بھائی تھا) تو اس سے علیحدہ ہو جا ورنہ میں تیرے پستان کو نیزہ سے پرو دوں گا وہ اپنے بیٹے کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئی اور سلامتہ نے اسے قتل کر ڈالا۔

شبیب کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رازان کیطرف چلنا

اب شبیب اپنے ساتھیوں کے ساتھ رازان کی طرف چلا۔ بنی تمیم بنی شیبان کے ایک گروہ کو اس نے آنے

کی خبر ہوگئی وہ لوگ اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگے اور دیرخرزاد پر جو حولایا کے پہلو میں واقع ہے مقیم ہوئے۔ ان کے ہمراہ ان کے قبیلہ والوں کے سوا اور لوگوں کی بھی تھوڑی سی تعداد تھی۔ اور اس طرح ان کی مجموعی تعداد تین ہزار کے قریب قریب تھی حالانکہ شبیب کے پاس کل ستر یا اس سے دو چار زیادہ شہسوار تھے۔ شبیب نے انھیں جالیا۔ یہ لوگ اس سے ڈر کر قلعہ بند ہو گئے۔

رات کے وقت شبیب بارہ سواروں کے ساتھ اپنی ماں کے پاس چلا جو کوہ ساتید ما کے پہلو میں عربوں کے ایک خیمے میں مقیم تھی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اپنی والدہ کو لے آتا ہوں۔ اور پھر ہمیشہ اسے اپنے ہی لشکر میں رکھوں گا۔ اور جب تک موت ہمارے آپس میں جدائی نہ ڈالے دے میں اسے اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دونگا۔ بنی تیم بن شیبان کے دو شخص اپنی جان بچانے کے لیے قلعے سے اترے اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے (جو اس وقت مقام جاں میں جو ان سے ایک گھڑی دن کی مسافت پر واقع تھا مقیم تھے) جا ملے۔

شبیب کا بنی تیم بن شیبان سے مقابلہ کرنا اور ان کے سرداروں کو قتل کرنا

دوسری طرف سے شبیب بھی بارہ سواروں کے ساتھ اپنی ماں سے ملنے کے لیے جو سٹح میں مقیم تھی روانہ ہوا۔ کہ اچانک اس کی مڈبھیڑ بنی تیم بن شیبان کی ایک جماعت سے ہوئی جو مزے سے کھا پی رہی تھی اور اطمینان سے سکونت پذیر تھی۔ انھیں مطلقاً خبر نہ تھی کہ شبیب اس وقت ان کے جائے قیام کے پاس سے گزر رہا ہے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اسے ان کی خبر نہ ہو فوراً اس نے اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان کے تمیں سرداروں کو قتل کر دیا جس میں حوثرہ بن اسد اور دبرہ بن عاصم بھی تھے۔ یہ ہی دونوں قلعے سے اتر کر اس مقام جاں میں آئے تھے۔ شبیب اپنی ماں کے پاس چلا گیا تھا اور اسے سٹح سے لے آیا۔ قلعے میں جو لوگ محصور تھے ان میں سے ایک شخص قبیلہ بکر بن وائل کا قلعے کی دیوار پر شبیب کے ساتھیوں کے سامنے آیا۔ اپنی عدم موجودگی میں شبیب اپنے بھائی مصاد بن یزید کو اپنا قائم مقام بنا گیا تھا

سلام بن حیان کا شبیب کے ساتھیوں سے گفتگو کرنا اور ان سے امان طلب کرنا۔

جو شخص کہ قلعے کی دیوار پر آیا تھا اس کا نام سلام بن حیان تھا۔ اس نے شبیب کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا اے لوگو ہم تمھارے درمیان قرآن کو حکم بناتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کا یہ کلام نہیں سنا ہے۔

وان احدمن المشر کین استجار ک فا جره حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغه مأمنه

ترجمہ۔ اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیدے تا کہ وہ اللہ کے کلام کو سنے اور پھر اسے اس کی جائے پناہ پہنچا دو)۔

شبیب کے ہمراہیوں نے کہا بے شک ہم نے یہ کلام سنا ہے اس اس شخص نے کہا تو اچھا تم ہمارے خلاف جنگ کرنے سے باز آؤ۔ صبح کے وقت ہم تم سے مان لیکر تمھارے پاس آئیں گے۔ تا کہ کوئی ایسی بات جو تمھاری طرف سے ہمیں پیش نہ آئے جو ہمیں ناگوار کا طرہو۔ پھر تم شرائط پیش کرنا اگر ہم تمھارے بھائی ہو جائیں گے اور اگر

ہم ان شرائط کو قبول نہ کریں تو تم پہلے ہماری جائے پناہ کو واپس بھیج دینا اور پھر جو چاہے وہ کرنا۔

شبیب کے ساتھیوں کا انکی درخواست کو منظور کرنا

صبح کے وقت قلعے میں جو لوگ موجود تھے وہ خارجیوں کے پاس چلے آئے۔ شبیب کے ساتھیوں نے ان کے سامنے شرائط پیش کیں جسے انھوں نے بالکلیہ منظور کر لیا۔ ان میں گھل مل گئے اور انھیں کے پاس چلے آئے جسے جس کے پاس موقع ملا مقیم ہوگیا۔ یہ واقعہ شبیب کی عدم موجودگی میں پیش آیا تھا۔ جب شبیب واپس آیا تو ان کے ساتھیوں نے اسے صلح کی خبر کی۔ اس پر اس نے کہا کہ جو کچھ تم نے کیا بہت ٹھیک کیا شبیب نے پھر سفر شروع کیا۔ ایک جماعت اس کے ساتھ ہوئی اور ایک جماعت وہیں مقیم رہی۔ اس روز ان کے ہمراہ ابراہیم بن حجر المحلمی ابوالصقیر بھی جو بنی تیم بن شیبان کے ساتھ مقیم تھا جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ شبیب علاقہ موصل کے ملحقہ علاقے اور تخوم علاقہ جوخی کو قطع کر کے آذربائیجان کی طرف چلا۔

شبیب کا سفیان سے مقاتلہ

راستے میں سفیان بن ابی العالیۃ الخثعمی سے جو رسالے کے ساتھ تھا آمنا سامنا ہوا سفیان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس رسالے کے ساتھ طبرستان جائے مگر چونکہ حاکم طبرستان سے صلح ہوگئی تھی اس لیے اسے پھر حکم دیا گیا تھا کہ واپس چلے آؤ چنانچہ یہ اب تقریباً ایک ہزار سواروں کے ساتھ طبرستان سے واپس آ رہا تھا کہ شبیب سے اس کا سامنا ہوگیا۔ حجاج کا ایک خط سفیان کے پاس آیا تھا جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ تم اپنی جمعیت کے ساتھ دسکرہ جا کر ٹھہرے رہو۔ اور جب حارث بن عمیرہ الہمدانی بن ذی المشعار کی فوج جس کہ صالح کو قتل کیا تھا اور مناظرہ کا رسالہ تمھارے پاس پہنچ جائے تب تم شبیب کا رخ کیا اور اس سے دو دو ہاتھ کر لینا۔ چنانچہ جب یہ خط آیا تو وہ روانہ ہوا اور دسکرہ میں آ کر فروکش ہوا۔ دوسری طرف کوفے اور مدائن میں حارث بن عمیرہ کی فوج کے جو لوگ تھے ان میں اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص کہ سفیان بن العالیہ کے پاس دسکرہ میں نہ جائے گا اس کے تمام حقوق ختم ہو جائیں گے۔ بہر حال یہ فوج سفیان کے پاس آئی اسی طرح بنی مناظر کا رسالہ بھی پہنچا۔ ان کی تعداد پانچ سو تھی اور سورۃ بن ابجر التمیمی (از بنی آبان ابن دارم) ان کا سردار تھا۔ سوائے پچاس آدمیوں کے جو پیچھے رہ گئے تھے اور نہ آئے تھے باقی تمام فوج سفیان کے پاس پہنچ گئی۔ سورۃ نے سفیان سے کہلا بھیجا تھا کہ جب تک میں تمھارے پاس نہ آ جاؤں تم ہرگز اپنے فوجی قیام گاہ سے آگے نہ بڑھنا۔ مگر سفیان نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا جلدی کی اور شبیب کی تلاش میں روانہ ہوگیا اور خانقین میں اور اس نے شدید بدترین مقابلہ کیا اور خوب ہی داد مردانگی دکھائی بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے شبیب اور اس کیساتھیوں کے مقابلے میں برابر کی جنگ کی اور دونوں کے پلے برابر رہے۔

سوید بن سلیم کا ابن ابی العالیہ کا تعاقب کرنا

سوید بن سلیم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا کوئی شخص تم میں سے ہمارے مد مقابل دشمن کے سردار ابن ابی العالیہ کو پہچانتا ہے۔ اگر مجھے اس کی شناخت ہوتی تو میں اسے قتل کرنے کے لیے پوری کوشش کرتا شبیب نے کہا میں اسے سب سے زیادہ جانتا ہوں وہ دیکھو چاند تارے کی پیشانی والے گھوڑے پر وہ سوار ہے اور تیر

اندازوں کے دستے کے سامنے کھڑا ہے یہی ابن ابی العالیہ ہے اگر تم ان کے مقابلے پر جانا چاہتے ہو تو تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ اس کے بعد شبیب نے قعنب کو حکم دیا کہ تم بیس سواروں کا دستہ اپنے ہمراہ لیکر جاؤ اور دشمن کی پشت پر سے حملہ آور ہو۔ قعنب بیس سوار لے کر پہاڑ کی بلندی پر چلا۔ ابن ابی العالیہ کی فوج والوں نے جب دیکھا کہ یہ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو انھوں نے بھاگنا اور کھسکنا شروع کیا۔

سوید کا ابن ابی العالیہ پر حملہ کرنا

سوید بن سلیم نے سفیان ابن ابی العالیہ پر حملہ کیا اور نیزہ کا وار کیا۔ مگر دونوں شہسواروں کے نیزے کچھ نہ بنا سکے شمشیر زنی شروع کی۔ اور پھر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور اسی طرح گتھم گتھا زمین پر گر پڑے۔ اور پھر دونوں علیحدہ ہو گئے۔ اب شبیب نے ان پر حملہ کیا اور دشمن سے میدان کو صاف کر دیا۔

سفیان کے پاس ان کا غلام غزوان آیا اپنے سواری کے گھوڑے اتر پڑا اور عرض کی کہ اے میرے آقا آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ سفیان اس پر سوار ہو گیا خارجیوں نے سفیان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا غزواں نے اس کی جان بچانے کے لیے داد مردانگی دی اور میدان جنگ میں کام آیا اس کے پاس سفیان کا علم بھی تھا

سفیان کا شکست کھا کر خط کے ذریعے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دینا

سفیان اس معرکے سے بھاگ کے بابل مہروذ پہنچا اور یہ خط اس واقعے کے متعلق حجاج کو لکھا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں امیر کو (خدا ہمیشہ آپ کے کاموں کی اصلاح کرتا رہے) اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے ان خارجیوں کا تعاقب کیا اور خانقین میں انھیں جالیا۔ میں نے ان سے جنگ کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت نقصانات عائد کیے اور ہمیں ان پر فتح عنایت کی۔

اسی اثناء میں ان کی مدد کے لیے ایک اور جماعت جو وہاں تھی آ گئی اور اس نے ہماری فوج پر حملہ کیا۔ اور شکست دی میں خود چند دیندار ثابت قدم بہادروں کے ساتھ میدان جنگ میں اتر پڑا یہاں تک کہ میں بھی زخمی ہو کر گر پڑا۔ اور لوگ میدان جنگ سے اٹھا کر مجھے یہاں بابل مہروز لائے۔ اب میں یہاں مقیم ہوں۔ جو فوج آپ نے مجھے بھیجی تھی وہ سب پہنچ گئی مگر سورۃ ابن ابجر نہ میرے پاس اب تک آیا اور نہ اس جنگ میں میرے ساتھ شریک ہوا۔ اب جب کہ میں یہاں مہروز پہنچ گیا سورۃ میرے پاس آیا اس نے ایسی لایعنی باتیں بنائیں کہ جنھیں میں نہیں سمجھ سکا اور جھوٹ موٹ کا بہانہ کر دیا۔ والسلام علیک

حجاج کا سفیان کے خط کا جواب دینا

حجاج نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ جس شخص نے کہ اس طرح کاروائی کی اور لڑا اس نے ٹھیک کیا وہ کس طرح قابل الزام نہیں اور پھر اسے یہ خط لکھا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد تم نے خوب داد شجاعت دی۔ اپنے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کیا جب تمھارے زخموں کی تکلیف میں

افاقہ ہو تم خوشی خوشی اپنے اہل وعیال کے پاس چلے آنا والسلام۔

حجاج کا سورۃ ابن ابجر کو خط لکھنا

اور حجاج نے سورۃ ابن ابجر کو حسب ذیل خط لکھا حمد وصلوۃ کے بعد اے ام سورۃ کے بیٹے تیرے لیے ہرگز مناسب نہ تھا کہ میرے عہد کو توڑنے کی جرات کرتا اور میرے لشکر کی امداد سے باز رہتا جب تجھے میرا یہ خط ملے تو فوراً اپنے میں سے ایک سخت اور جفاکش آدمی کو مدائن روانہ کرنا تاکہ وہ اس رسالے میں سے جو وہاں مقیم ہے پانچ سو سواروں کا انتخاب کر کے تیرے پاس لے آئے۔ پھر تو اس فوج کے ہمراہ خارجیوں کے تعاقب میں روانہ ہو جانا خوب دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ دشمن کے ساتھ حیلہ اور تدابیر جنگ سے بھی کام لینا کیونکہ جنگ میں سب سے بہتر طریقہ کار چال ہے والسلام۔

سورۃ کے پاس حجاج کا یہ خط پہنچا اس نے اسی وقت عدی بن عمیرہ کو مدائن روانہ کیا۔ مدائن میں ایک ہزار سوار تھے۔ عدی نے اس میں سے پانچ سو چن لیے۔ اور عبداللہ بن عصیفر حاکم مدائن کے پاس آیا۔ (عبداللہ کا یہ پہلا زمانہ صوبہ داری تھا۔) آداب بجالایا۔ عبداللہ نے ایک ہزار درہم دیئے۔ اور گھوڑا اور جوڑا خلعت میں دیا۔ عدی اس کے پاس سے رخصت ہو کر اپنی جمعیت کیساتھ سورۃ بن ابجر کے پاس بابل مہروز آیا۔ اور اب سورۃ شبیب کی تلاش میں چلا۔ شبیب علاقہ جوخی میں گھومتا پھرتا تھا۔ اور سورۃ اس کی تلاش میں چلا جارہا تھا۔ کہ شبیب آیا اور مدائن پہنچا۔

اہل مدائن نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے قلعے کے دروازے بند کر لیے اور دوسری مدافعت کی تدابیر اختیار کرلیں۔ مگر چونکہ مدائن قدیم کے استحکامات خراب ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے شبیب مدائن میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا مال غنیمت میں فوج کے گھوڑے اور دوسرے جانوروں کی ایک بڑی تعداد اس کے ہاتھ آئی۔ جو شخص سامنے آیا خارجیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ مگر لوگوں کے گھروں میں داخل نہیں ہوئے۔

سورۃ ابن ابجر کا شبیب سے مقابلہ کے لیے آنا

اسی اثناء میں قاصد نے آکر شبیب کو خبر دی کہ سورۃ ابن ابجر آپ کے مقابلے کے لیے آرہا ہے۔ شبیب اپنے ساتھیوں کیساتھ یہاں سے بھی روانہ ہوا۔ نہروان پہنچا پڑاؤ کیا وضو کیا نماز پڑھی اور پھر اس مقام پر آیا جہاں حضرت علیؓ نے ان کے ہم ملت اکثروں کو قتل کیا تھا۔ خارجی یہاں پہنچے اپنے بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کی۔ حضرت علی اور شیعان علی سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا اور بہت دیر تک رونے دھونے کے بعد آگے بڑھے۔ نہروان کو پار کر کے اس کے مشرق میں ایک جگہ ڈیرے لگا دیئے۔ دوسری طرف سورۃ بھی پہنچا اور قطا آثار پر پڑاؤ کیا۔ اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ شبیب نہروا نکے قریب خیمہ زن ہے۔ سورۃ نے سرداران لشکر کو جمع کر کے کہا کہ جب کبھی کھلے ہموار میدان یا پہاڑ کی گھاٹیوں میں خارجیوں نے تم سے جنگ کی اس میں یا تو دونوں فریقوں کے پلے برابر رہے ہیں اور یا انھوں نے تم پر فتح حاصل کی ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تعداد سو سے کچھ ہی اوپر ہے اس لیے میں نے سوچا ہے کہ میں تم میں تین سو شہسوار ایسے منتخب کرلوں جو سب سے زیادہ لمبے قد کے اور بہادر ہوں اور انھیں لے کر اسی وقت دشمن پر حملہ کر دوں۔ کیونکہ انھیں بالکل یہ خیال نہ ہوگا کہ ہم ان پر شب خوں ماریں گے۔

بخدا اس ترکیب سے مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ان کے بھائیوں سے جو اس سے پہلے نہروان پر قتل کیے گئے تھے ملا دے گا۔ سب لوگوں نے کہا اگر آپ بہتر سمجھتے ہیں تو ایسا ہی کیجئے۔

سورۃ کا شبیب کی جماعت پر حملہ کرنا

سورۃ نے اپنے لشکر گاہ پر خازم بن قدامتہ الخثعمی کو اپنی جگہ نگران مقرر کیا اپنی فوج میں سے تین سو قوی، دلیر اور بہادر سپاہیوں کا انتخاب کیا اور انھیں لی کر نہروان کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شبیب نے رات اس انتظام سے بسر کرنے کا انتظام کرلیا تھا۔ کہ محافظ تمام رات جاگتے رہیں۔ چنانچہ جب سورۃ کی جماعت ان کے قریب پہنچی وہ فوراً چوکنا ہو گئے۔ اپنے گھوڑوں پر آ جمے اور پورے طور مسلح ہو گئے اب سورۃ مع اپنے ساتھیوں کے ان کے قریب پہنچا معلوم ہوا کہ انھیں ان کے آنے کی خبر لگ چکی تھی اور وہ جنگ کیلیے پورے طرح تیار ہیں۔ سورۃ اور اس کی جماعت نے ان پر حملہ کیا خارجی آہنی دیوار کی طرح اپنی جگہ جمے رہے اور برابر شمشیر زنی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سورۃ اور اس کے ساتھیوں کو ان سے اپنا رخ پلٹنا پڑا۔ شبیب نے اپنی فوج فوج والوں کو للکارا کہ ہاں دشمن جانے نہ پائے سب کے سب ان پر توٹ پڑے اور انھیں خارجیوں کے سامنے میدان چھوڑنا پڑا۔ تمام فوج نے شبیب کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ شبیب شمشیر زنی کرتا چلا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

مـــن یـــنـک الـــعـیـــر یـــنـک نبـــا کـــا
جـــنـــد لتـــان اصـــطـکتـــا اصـطـکـــا کـــا

ترجمہ۔ جو شخص کہ وحشی گدھے کو زخم لگائے گا وہ ایک بڑے زبردست دولتی جھاڑنے والے کو چھیڑے گا۔ دو بڑے گول پتھر ہیں کہ خوب ہی ایک دوسرے سے رگڑ کھا رہے ہیں۔)

سورۃ کا شبیب کے راستے سے ہٹ جانا

سورۃ کو راستے کی مشقت برداشت کرنی پڑی اور وہ اس راستے سے بھی ہٹ گیا تھا جس میں کی شبیب تھا

شبیب کا سورۃ کے تعاقب میں جانا

شبیب بھی اس کے تعاقب میں چلا۔ اور اسے یہ امید تھی کہ سورۃ تک پہنچ کر اس کے لشکر کو لوٹ لوں گا۔ اور لشکر والوں کو شکست دونگا۔ اس لیے نہایت تیزی سے ان کے تعاقب میں جا رہا تھا۔ سورۃ کے ساتھی مدائن آئے اور شہر میں داخل ہو گئے۔

اب شبیب بھی مدائن پہنچا اور شہر کے مکانات کے قریب تک پہنچ گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ لوگ پہلے ہی شہر میں داخل ہو چکے تھے ابن ابی عصیفر اہل مدائن کو لیکر شبیب کے مقابلے کے لیے نکلا۔

لوگوں نے شبیب کی فوج پر تیروں کا مینہ برسا دیا اور مکانات پر سے پتھر پھینکے۔ شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر مدائن سے چلتا ہوا اور مقام کلواذا پہنچا۔ یہاں حجاج کے بہت سے جانور تھے ان سب پر اس نے قبضہ کرلیا اور علاقہ کو طے کرتا ہوا تکریت کی جانب نکلا۔

اہل مدائن میں شبیب کے آنے کی افواہ کا مشہور ہونا

دوسری جانب مداین میں جو فوج تھی اس میں یہ پریشان کن مشہور ہوئی کہ شعیب بالکل قریب آ گیا اور اسکا ارادہ ہے کہ آج رات اہل مداین پر شب خون مارے پھر کیا تھا اس افواہ کے مشہور ہوتے ہیں تمام فوج میں افراتفری پڑگئی اور تمام فوج مداین سے چل دی اور کوفے آ گئی۔ جو لوگ مدائن سے بھاگے تھے انھوں نے اس بات کا بیان کیا کہ ہمیں اطلاع پہنچی تھی کہ آج ہی رات ہم پر شب خوں مارا جائے گا۔ اور شبیب تکریت پہنچ چکا ہے جب یہ شکست خوردہ فوج حجاج کے پاس آئی حجاج نے جزل بن سعید بن شرحبیل بن عمرو الکندی کو روانہ کیا۔

حجاج کا سورۃ کو قید کرنا اور پھر اس کو معاف کرنا

اس فوج کے شکست کھا کر واپس آنے پر حجاج نے یہ بھی کہا کہ خدا سورۃ کا برا کرے اس نے چھاؤنی اور فوج دونوں کو تباہ کر ڈالا۔ آپ خارجیوں پر شب خوں مارنے گئے تھے بخدا میں اسے ضرور سزا دونگا۔ اسی بناء پر حجاج نے سورۃ کو قید کر دیا مگر بعد میں اس کا قصور معاف کر دیا گیا۔

اسکے بعد حجاج نے جزل کو جن کا نام عثمان بن سعید تھا بلایا اور حکم دیا کہ تم خارجیوں کے مقابلے پر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب تمھاری ان سے مڈبھیڑ ہو تو نہ تو ایک ناتجربہ کار کی جلدی کرنا اور نہ کاہل خوفزدہ شخص کیطرح سستی کرنا خدا کے لیے اے بنی عمرو بن معاویہ کے بھائی تم میرے مطلب کو سمجھ گئے ہو گے۔ جزل نے حکم دیا کہ اچھا جاؤ اور دیر عبدالرحمٰن پر پڑاؤ کرو۔ تاکہ تمام حجاج یہیں تمھارے پاس جمع ہو جائے۔

جزل کا حجاج سے اپنی گزارش کرنا اور حجاج کا اسکو منظور کر لینا

جزل نے عرض کیا کہ میری اتنی گزارش اور ہے کہ اس ہزیمت خوردہ فوج کا کوئی آدمی آپ میرے ساتھ نہ بھیجیں کیونکہ ان کے دلوں میں خارجیوں کی طرف سے رعب جاگزیں ہے ان میں کسی کی ذات سے بھی آپ کو یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ حجاج نے کہا یہ بھی منظور ہے اور اس میں شک بھی نہیں ہے کہ تمھاری یہ رائے قرین مصلحت اور دوراندیشی ہے۔

اس کے بعد حجاج نے منشیوں اور متصدیوں کو بلا کر حکم دیا کہ چار ہزار فوج کا انتخاب کرو ہر دستہ فوج میں سے ایک ہزار جوان چن لو۔ اور اس کام میں جلدی کرو۔ چنانچہ قبائل کر سربرآوردہ ممتاز اشخاص اور متصدیان دفتر جمع ہوئے اور اس مہم پر بھیجی جانے والی فوج کا انتخاب شروع ہوا۔ چار ہزار آدمیوں کا انھوں نے انتخاب کیا۔ اور حکم دیا کہ فوجی چھاؤنی میں باقاعدہ طور پر تیار ہو جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور پھر انھیں کوچ کا اعلان دیا گیا اور وہ روانہ ہوئے۔

حجاج کی طرف سے ایک نقیب کا اعلان کرنا

حجاج کی طرف سے نقیب نے اعلان کر دیا کہ اس مہم کا اگر کوئی شخص پیچھے رہ جائے گا اور نہ جائیگا تو اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال باطل ہو جائیں گے۔ غرضیکہ جزل بن سعید روانہ ہوا۔ عیاض بن ابی الکندی اس

کے آگے آگے مقدمتہ الجیش پر تھا اور یہ مدائن پہنچا تین روز تک وہاں مقیم رہا۔ ابن ابی ع صفیر نے اسے ایک سواری کا گھوڑا ایک بارکش ٹٹو، دو خچر اور دو ہزار درہم بھیجے اور فوج کے لیے بھیڑوں اور چارے کا اس قدر انتظام کر دیا جو انھیں تین روز تک کافی ہوا۔ پھر یہ لوگ روانہ ہوئے اور جس نے چاہا وہ ان بھیڑوں کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ غرضیکہ اب جزل شبیب کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور علاقہ جوخی میں اس کی تلاش کی۔

اب شبیب نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا کہ اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے آج اس منڈی پر حملہ کرتا اور کل دوسری پر دھاوا بولتا۔ آج اس علاقہ کو روند ڈالا۔ اور کل دوسرے کو پامال کر دیا۔ مگر کسی ایک مقام پر ٹھہرتا نہیں تھا کیونکہ اس کی غرض یہ تھی کہ جزل کو اس کے ساتھیوں سے علیحدہ کر دے اور پھر جزل جلد بازی سے اس پر حملہ کرے تاکی جب اس کے ساتھ جماعت تھوڑی ہو اس وقت اچانک اس پر ٹوٹ پڑے۔ جزل بھی اس ارادے کو تاڑ گیا تھا اور اب وہ بغیر پوری تیاری اور ساز و سامان کے آگے ہی نہیں بڑھتا تھا۔ جہاں کہیں پڑاؤ کرتا اپنے چاروں طرف خندق کھود لیتا اس ترکیب سے شبیب بھی اکتا گیا کیونکہ حملہ کرنے کا کوئی موقع جزل لئے اسے ہدست نہ ہونے دیا آخر کار اس نے اپنے ساتھیوں کو ایک رات کوچ کا حکم دیا اور وہ رات ہی کو چل دیئے۔

ایک شخص جو شبیب کے ساتھیوں میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ ہم دیر بیریا میں تھے کہ شبیب نے ہمیں بلایا ہماری تعداد ایک سو ساٹھ نفوس پر مشتمل تھی اس جماعت کو ان نے پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ہر چالیس آدمی کی جماعت پر ایک سردار مقرر کیا۔ خود شبیب نے چالیس آدمی اپنی زیر قیادت رکھے۔ چالیس اپنے بھائی مصاد کے حوالے کیے۔ سوید بن سلیم اور محلل بن وائل کو بھی چالیس چالیس آدمی دیئے۔ اسکے مخبروں نے آ کر خبر دی تھی کہ جزل بن سعید دیر یزدجرز پر فروکش ہے اس لیے شبیب نے ہم سب کو بلایا تیاری کے متعلق احکام دیئے۔ اور حکم دیا کی گھوڑوں کے توبرے چڑھائے دیئے جائیں اور سب لوگ اس اثناء میں پیدل چلیں اور جب گھوڑے دانہ کھالیں اس وقت سوار ہو جائیں تم میں سے ہر شخص کو اپنے افسر کے ساتھ چلنا چاہیئے اور دیکھتے رہو تمہارا افسر جو احکام دے فوراً اس کی تعمیل کرو۔ پھر سرداران فوج کو بلا کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں دشمن کے پڑاؤ پر آج ہی شب خون ماروں۔ اپنے بھائی مصاد کو حکم دیا کہ پہلے دشمن پر حملہ کرنا پھر وہاں سے ہٹ کر حلوان کی سمت سے ان کے عقب سے حملہ کرنا میں ان کے سامنے سے کوفے کی سمت سے حملہ کروں گا۔ اور دیکھو تم سوید مشرق کی طرف حملہ آور ہونا اور محلل تم مغرب کی جانب سے حملہ کرنا۔ ہر شخص کو اسی سمت سے حملہ آور ہونا چاہیئے جو ان کے حملے کے لیے مقرر کر دی گئی ہے اور ان پر اس وقت تک حملہ نہ کرنا اور نہ انھیں للکارنا جب تک کہ میں حکم نہ دوں۔ غرض یہ کہ ہم نے پوری تیاری کر لی۔

روای بیان کرتا ہے کہ میں خود اس جماعت میں تھا جو شبیب کے زیرِ قیادت تھی۔ جب ہمارے گھوڑوں نے دانہ کھالیا اور ابھی بالکل اول شب تھی کہ ہم روانہ ہوئے۔ اور دیر خرارہ کے قریب پہنچے وہاں جا کر دیکھا ہمارے دشمن کی ایک جماعت بیرونی چوکی پر دیکھ بھال کے لیے مستعد ہے۔ اور عیاض بن ابی الکندی اس کا سرادر ہے۔ پہنچنے کے ساتھ ہی شبیب کے بھائی مصاد نے چالیس آدمیوں کی جماعت سے عیاض پر حملہ کر دیا مصاد شبیب کے آگے تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ شبیب سے آگے پہنچ کر دشمن کی پشت کی طرف سے حملہ کرے جیسا کہ شبیب نے حکم دیا تھا۔

مگر جب اس جماعت سے اس کی مدبھیڑ ہوئی اس نے ان سے جنگ شروع کر دی دشمن تھوڑی دیر تک ثابت قدمی سے لڑتا رہا پھر ہم سب ان کی طرف جھپٹ پڑے ان حملہ کیا اور انھیں شکست دی۔ دشمن نے شاہراہ

اعظم پر راہ فرار اختیار کی حالانکہ ان کے اور ان کی اصل فوج کے درمیان جو دیر یزدجرد پر ڈیرے ڈالے پڑی تھی تقریباً ایک میل سے زیادہ کا فاصلہ نہ تھا۔

شبیب نے ہم سے کہا اے مسلمانوں کے گروہو! دشمنوں پر چڑھ دوڑو اور ان سے اتصال قائم رکھو تا کہ اگر تم سے ہو سکے تو تم انھیں کے ساتھ ان کے پڑاؤ میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کا بڑا ہی سخت تعاقب کیا ان سے چمٹے رہے۔ مطلقاً انھیں ڈھیل نہ دی۔

اور وہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے۔ ان میں مقابلے کی تاب نہ تھی۔ اور چاہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے اپنے پڑاؤ میں پہنچ جائیں۔

غرض کہ اہل کوفہ اپنی قیام گاہ تک پہنچے۔ مگر ان کے ساتھیوں نے انھیں لشکر گاہ میں داخل ہونے سے باز رکھا اور ہم پر تیروں کی بارش کی۔

ان کے مخبروں نے انھیں پہلے ہی سے ہماری نقل وحرکت کی اطلاع دے دی تھی۔ جرنل نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی تھی۔ اور حفاظت کی تمام تدبیریں اختیار کر رکھی تھیں اور حفاظت کے لیے یہ بیرونی چوکی بھی قائم کر دی تھی۔ جس سے دیر خرارہ پر ہمارا مقابلہ ہوا۔ اس طرح اور بھی چوکی تھی جو حلوان کے قریب راستے پر قائم کی گئی تھی۔

جب ہم نے دیر خرارہ والی چوکی پر حملہ کر کے اس کی جماعت کو ان کے اصل لشکر گاہ میں واپس جانے پر مجبور کر دیا تو دوسری چوکیوں والے بھی اپنے اپنے مقامات سے جہاں وہ متعین تھے واپس چلے آئے مگر انھیں بھی اس لشکر گاہ والوں نے اپنے احاطے میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ دشمن سے لڑو اور تیروں سے اپنی مدافعت کرو جو چوکی کہ حلوان قریب متعین کی گئی تھی اس پر عاصم بن حجر اور ایک دوسری پر واصل بن حارث السکونی سردار تھے۔ جب یہ تمام جماعتیں ایک جگہ جمع ہو گئیں شبیب نے ان پر حملہ کرنا شروع کیا اور خندق تک پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ مگر لشکر والوں نے خارجیوں پر اس قدر تیر برسائے کہ انھیں ہٹا دیا۔ شبیب نے جب دیکھا کہ وہ دشمن تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اب انھیں چھوڑ دو اور یہاں سے چلتے ہو۔ خارجی حلوان کی سمت چلے اور جب اس مقام کے قریب پہنچے جہاں کہ حسین ابن زفر (بنی بدر بن فزارہ سے تھا) کے قبے ایستادہ ہیں (یہ قبے اس واقعہ کے بعد بنائے گئے ہیں) شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑو یہاں پڑاؤ کر دو گھوڑوں کو دانہ کھلاؤ۔ اپنے تیروں کمان ٹھیک کر لو اور تھوڑی دیر آرام کر لو۔ دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ شبیب پھر انھیں لے کر اہل کوفہ کے فوجی پڑاؤ کی طرف چلا۔ اور کہا کہ دیکھو انھیں ہدایات پر عمل کرنا جو میں نے اول شب میں مقام دیر بیرماہ پر تمھیں دی تھیں ان کے لشکر گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لینا جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے۔

غرضیکہ خارجی شبیب کے ہمراہ اس فوج کے پڑاؤ کی طرف بڑھے اس اثناء میں اہل لشکر گاہ نے اپنے محافظ چوکیوں کے سپاہیوں کو لشکر گاہ میں آنے کی اجازت دیدی تھی اور وہ سب کے سب وہاں پہنچ چکے تھے اور ان کی طرف سے بالکل بے خوف تھے۔ جب خارجیوں کے گھوڑوں کے سموں کی آواز ان کے بالکل ہی قریب انھیں سنائی دی تب انھیں محسوس ہوا کہ دشمن سر پر آ پہنچا ہے ورنہ اس سے پہلے انھیں کچھ خبر نہ تھی۔ غرضیکہ صبح سے کچھ ہی پہلے

خارجیوں نے انھیں جالیا۔ انھیں گھیرلیا اور ہر جانب سے انھیں للکارنا شروع کیا۔

اہل کوفہ نے بھی چاروں طرف سے مقابلہ شروع کیا اور خوب تیر برسائے۔ شبیب نے اپنے بھائی مصاد کو جو کوفہ کی سمت سے اہل کوفہ پر حملے کر رہا تھا اپنے پاس بلایا اور کہا کہ دشمن کے لیے کوفہ کا راستہ چھوڑ دو۔ مصاد چلا آیا اور کوفے کے رخ کو اس نے ان کی پسپائی کے لیے چھوڑ دیا۔ اب بھی خارجی تین طرف سے برابر حملہ آور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بالکل صبح ہوگئی۔ انھوں نے پھر صبح کو نہایت شدید حملہ کیا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور اہل کوفہ برابر مقابلے پر جمے رہے۔

خارجی انھیں چھوڑ کر چلتے ہوئے اس پر اہل کوفہ نے ان پر طنزیہ فقرے کسنے شروع کیے اور کہنے لگے کہ اے دوزخ کے کتو اے خارجی گروہ مقابلے پر آؤ ہم تیار ہیں مگر خارجیوں نے ایک نہ سنی اور ان سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہٹ گئے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے مختصر سے پڑاؤ کیا۔ نماز صبح پڑھی اور براز الروز کی سمت روانہ ہوئے۔ پھر جرجرایا اور اس کے متصل علاقے کی طرف چلے اور اب اہل کوفہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ایک شخص جو بطور تاجر اس فوج کے ساتھ جو خارجیوں کی تلاش میں بھیجی گئی تھی بیان کرتا ہے کہ جزل بن سعید ہمراسر ادر تھا یہ خارجیوں کی جستجو میں روانہ ہوا۔ بغیر پورے انتظامات حفاظت کے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ جس مقام پر پڑاؤ کرتا اس کے گرد خندق کھولیتا تھا۔ شبیب کی یہ وہ جزل سے کنائی کاٹتا تھا اس کے مقابلہ پر نہیں آتا تھا۔ علاقہ جوخی اور دوسرے علاقوں میں تاخت وتاراج کر رہا تھا خراج کو وصول کر لیتا تھا۔ حجاج نے اس حالت کو اب زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جزل کو ایک خط لکھا جو تمام فوج کے سامنے سنایا گیا وہ خط یہ ہے حمد وثناء کے بعد میں نے تمھیں کوفہ کے شہسواروں اور سربرآوردہ منتخب لوگوں کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا ہے تمھیں حکم دیا تھا کہ اس گمراہ خارجی گروہ کا تعاقب کرا۔ جب تمھاری ان سے مڈبھیڑ ہو تو جب تک تم انھیں تباہ نہ کردو۔ اور انھیں پورے طور پر ان کے کیفر کردار کو نہ پہنچا دو ہرگز ان سے اپنا منہ نہ موڑنا۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دیہات میں مزے سے راتیں بسر کرتے ہو خندقوں کی اوٹ میں خوب کھاتے ہو اور بجائے اس کے کہ تم میرے حکم کی تعمیل کرتے دشمن پر حملے کرتے اور قلع قمع کر دیتے یہ آرام طلبی تمھیں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ہم مقام قطراثا اور دیرابی میں تھے۔ کہ یہ خط پڑھا گیا جزل کو یہ ڈانٹ ناگوار گزری فوج کو فوراً کوچ کا حکم دیا۔ چنانچہ بہت شتاب روی سے اب فوج خارجیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ ہم نے اپنے امیر سے سرکشی کی اور کہا کہ یہ معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ حجاج نے سعید بن مجالد کو اس مہم کا سردار بنا کر بھیجا۔ اور یہ شرط کی کہ جب خارجیوں کا تمھارا مقابلہ ہو تم فوراً بلا توقف اور انتظار ان پر حملہ کر دینا اللہ سے طالب امداد رہنا۔ جزل کا طرز عمل اختیار نہ کرنا ان کا اس طرح پیچھا کرنا جس طرح درندہ جانور اپنے شکار کا تعاقب کرتا ہے اور اس طرح ان کے اچانک حملے سے بچنا جس طرح کہ سوسمار وار بچاتی ہے

جزل شبیب کی تلاش میں روانہ ہوا۔ نہروان پہنچا اور یہاں اس نے خارجیوں کو جالیا مگر اپنے لشکر گاہ ہی میں بیٹھا رہا اور اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔ اسی مقام پر سعید بن مجالد حجاج کی جانب سے اس لشکر کا میر مقرر ہو کر آیا لشکر گاہ میں داخل ہوا اور خطبہ دینے کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے اس نے اللہ کی حمد کی اور اس کے رسول کی ثناء کی اور پھر کہا۔ اے کوفہ والو! تم کمزور بزدل ہو گئے ہو۔ تم نے اپنے فرض کے پورا کرنے سے قاصر رہے۔ اور اپنے حاکم اعلیٰ کو ناراض کر لیا۔ غضب خدا کا دو ماہ سے تم ان دبلے پتلے بدویوں کی تلاش میں ہو انھوں نے تمھارے شہروں کو

برباد کر ڈالا تمہاری مال گزاری کو خود وصول کر لیا اور تم خوفزدہ ہو کر خندقوں میں دبکی ہوئے ہو۔ اس وقت تک خندقوں سے نکلتے ہی نہیں جب تک تمھیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خارجی تم سے ہٹ کر کسی اور جانب چلے گئے ہیں یا تمھارے مقام کے علاوہ کسی اور مقام پر انھوں نے دھاوا کیا ہے۔ اللہ کا نام لے کر دشمن کی طرف چلو غرض یہ کہ سعید اور تمام فوج خندقوں سے باہر نکلی سعید نے جس قدر رسالہ تھا اسے ایک جا جمع کیا اس پر جزل نے دریافت کیا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں سعید نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس رسالے کے ساتھ شبیب پر بڑھ کر حملہ کروں۔ جزل نے کہا نہیں یہ ٹھیک نہیں آپ اپنی فوج پیدل اور رسالے کے ساتھ ایک جا رہیں البتہ ان کے سامنے آ جائیں کیونکہ شبیب ضرور کود ہی تم پر حملہ کریگا۔ اس لیے آپ اپنی جمعیت کو منتشر نہ کیجئے فوج اگر سب یکجا رہی تو اس سے انھیں نقصان اور آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ مگر سعید نے جزل سے کہا کہ تم فوج کی صف میں کھڑے رہو۔ جزل نے کہا اے سعید جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بالکل بے تعلق ہوں اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان جو موجود ہیں اسے سن رہے ہیں سعید نے کہا ہاں میری رائے یہ ہے کہ اگر یہ راست آئی تو گویا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اگر میں اپنی اس چال میں ناکام رہا تو تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں جزل اب اہل کوفہ کے ساتھ جنھیں وہ خندقوں سے باہر نکال لایا تھا ٹھہر ا رہا ان کے میمنے پر عیاض بن ابی لیلۃ الکندی اور میسرے پر عبدالرحمٰن بن عوف کو سردار مقرر کیا اور خود ان کی اصل فوج میں ٹھہرا رہا۔

سعید بن مجالد آگے روانہ ہوا اور اس کے ساتھ فوج بھی چلی۔ اس اثناء میں شبیب براز الروز کی طرف چلا۔ قطبطیا میں جا کر اس نے پڑاؤ کیا اس مقام کے زمیندار کو حکم دیا کہ ہماری ضروریات کی اشیاء کریدے اور صبح کا کھانا تیار کرائے زمیندار نے اس فرمائش کو منظور کر لیا شبیب شہر میں داخل ہوا۔ دروازے بند کر دیئے گئے ابھی کھانے سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ سعید بن مجالد اپنی فوج کے ساتھ آ دھمکا۔ زمین دار نے شہر کی فصیل پر چڑھ کر دیکھا کہ فوج بڑھی ہوئی آ رہی ہے اور قلعے کے قریب پہنچا چاہتی ہے وہ فصیل پر سے اتر آیا اس کا رنگ فق تھا۔ شبیب نے اس سے پوچھا کہ کیوں تمھارے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ زمین دار نے بیان کیا کہ ہر طرف سے آپ کو فوجوں سے گھیر لیا ہے۔ اس پر شبیب نے کہا کچھ پرواہ نہیں۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ ہمارا ناشتہ بھی تیار ہے یا نہیں زمیندار نے کہا ہاں تیار ہے شبیب نے کہا اچھا لاؤ۔

شہر کے دروازے پہلے ہی سے بند تھے غرض کہ کھانا لایا گیا شبیب اور ان کے ساتھیوں نے ناشتہ کیا وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنا خچر منگایا اور اس پر سوار ہوا۔ تمام خارجی شہر کے دروازے کے نزدیک جمع ہوئے شبیب نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور اپنے خچر پر سوار ہو کر نکلا دشمن حملہ آور ہوا اور کہنے لگا کہ حکومت اللہ ہی کو زیبا ہے۔ میں ابو مدلہ ہوں اگر چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو سعید نے اپنی فوج اور رسالے کو ایک جا جمع کرنا شروع کیا اور پھر انھیں لیکر شبیب کے پیچھے چلا۔ اور کہنے لگا کہ خارجی صرف ایک حملے کے ہیں۔ شبیب نے جب دیکھا کہ دشمن علیحدہ علیحدہ اور متفرق ہو گیا ہے اپنے تمام رسالے کو ایک جا جمع کر کے انھیں کنائی کاٹ کر حملہ کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ ان کے سردار کو پیش نظر رکھو کیونکہ بخدا یا تو میں اسے قتل کر دالوں کا یا وہ مجھے قتل کر ڈالے۔ چنانچہ حسب ہدایت خارجیوں نے ایک جانب کو بچتے ہوئے اہل کوفہ پر حملہ کیا اور انھیں پیچھے ہٹا دیا سعید بن مجالد اپنی جگہ پر جما رہا اور اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا کہ میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ۔ میں ذی مران کا بیٹا ہوں سعید نے اپنی ٹوپی اتار کر زین

کے ہرنے پر رکھ دی تھی۔ شبیب نے اس پر حملہ کر کے تلوار کی ایسی ضرب لگائی جو دماغ تک اتر گئی اور سعید زمین پر مردہ گر پڑا۔ فوج شکست کھا کر بھاگی۔ بہت سے لوگ مارے گئے بقیہ السیف جزل کے پاس پہنچے۔ جزل گھوڑے پر سے اتر پڑا اور لوگوں سے کہا کہ میرے پاس آؤ۔ عیاض بن ابی لیتہ نے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اگر تمھارا اگلا سردار میدان جنگ میں کام آیا تو کیا ڈر ہے یہ تمھارا دوسرا سردار مبارک ومیمون نصیبے والا زندہ موجود ہے جزل نے پوری داد مردانگی دی اور زخمی ہو کر گر پڑا اور ڈولی میں ڈال کر مدائن اٹھا کر لایا گیا۔ اس فوج کے شکست خوردہ مفرور کوفہ آئے۔ اس جنگ میں ۔ ۔ ۔ بن نہیک (بنی زہل بن معاویہ) اور عیاض بن ابی لیتہ نہایت بہادری سے لڑے اور انھیں دونوں نے جزل کو دشمن کے نرغے سے نکالا جو زخمی ہو چکا تھا۔

مذکورہ بالا بیان ایک جماعت کا ہے دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ جنگ دیر ابی مریم اور براز الروز کے درمیان ہوئی تھی۔ پھر

جزل نے اسے واقعے کی پوری کیفیت حجاج کو لکھ بھیجی۔ شبیب نے کرخ کے قریب دجلہ کو عبور کیا۔ سوق بغداد کو قاصد بھیجے اور انھیں امان دی۔ بات یہ تھی کہ اس روز بغداد کے بازار کے دن ان پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ لے۔ مگر چونکہ شبیب اور اس کے ساتھی بازار سے کپڑے سواری کے جانور اور دوسری مایحتاج چیزیں خریدنا چاہتے تھے۔ اس لیے اس نے مناسب سمجھا کہ ان کے خوف کو امان کا وعدہ کر کے دور کر دے۔ شبیب اپنی فوج کو لیکر کوفے کی طرف چلا۔ تمام لشکر اول شب میں روانہ ہوا۔ اور مقام عقر الملک پر جو قصر ابن ہبیرہ کے قریب واقع ہے پڑاؤ کیا۔ پھر صبح سے تیزی کے ساتھ کوچ کرنا شروع کیا اور حمام بن سعید اور قبین کے درمیان رات بسر کی۔ جب حجاج کو ان کی نقل وحرکت اور جائے قیام کا علم ہوا اس نے سوید بن عبدالرحمٰن السعدی کو دو ہزار شہسواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور سوید کا حکم دیا کہ تم شبیب کے مقابلے کے لیے جاؤ اس پر حملہ کرو۔ میمنہ ومیسرہ مقرر کر لینا۔ اور پھر پوری جماعت کے ساتھ اس پر بڑھنا۔ اگر شبیب تمھارے مقابلے سے ہٹ جائے تم اسے جانے دینا اس کا تعاقب نہ کرنا

غرض کے سوید اس مہم پر روانہ ہوا۔ مقام سنجہ پر آ کر اس نے اپنے لشکر کی صف بندی شروع کی اسے معلوم ہوا کہ شبیب سامنے آ رہا ہے یہ بھی اس کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ حجاج نے عثمان بن قطن کو بھی روانگی کا حکم دیا اس نے بھی سنجہ پر لشکر کی تیاری کی اور اعلان کر دیا گیا کہ اس لشکر کا جو شخص آج رات کوفے میں بسر کریگا اور عثمان کے پاس نہ پہنچے گا اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان ومال زایل ہو جائیں گے۔ حجاج نے سوید کو حکم دیا کہ تم اپنے دو ہزار سواروں کے ساتھ شبیب کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ دریا عبور کر کے زرارہ پہنچا ابھی اپنی فوج کی ترتیب اور انھیں جنگ کی تحریص ہی دلانے میں مصروف تھا کہ اس سے کہا گیا کہ شبیب تمھارے بالکل قریب آ گیا ہے۔

سوید گھوڑے پر سے اتر پڑا اس کی فوج کے اکثر لوگ اس کے ساتھ اتر پڑے جھنڈا سامنے لایا گیا اور یہ سب کے سب زرارہ کی انتہائی حد تک پہنچ گئے یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ چونکہ شبیب کو تمھارے قیام گاہ کا علم ہو چکا تھا اس لیے اس نے تمھارا رخ چھوڑ دیا اور چونکہ دریا یہاں سے پایاب نہ تھا۔ اس لیئے اس نے تمھاری سمت کے علاوہ دوسری جگہ سے دریائے فرات کو عبور کیا ہے اور وہ کوفے کی طرف جا رہا ہے۔ پھر اس سے کسی نے کہا دیکھیئے وہ جا رہا ہے۔ سوید نے اپنی تما فوج میں اعلان کر دیا اور یہ سب کے سب سوار ہو کر اس کے پیچھے چلے شبیب بڑھتے بڑ

ھتے دارالرزاق پہنچا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ تمام اہل کوفہ مقابلے کے لیے سنجہ میں تیاری کر رہے ہیں۔ سنجہ میں جو فوج جمع ہو رہی تھی۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ شبیب قریب آ گیا ان میں پریشانی پھیل گئی۔ ایک نے دوسرے کو آواز دینا شروع کیا وہ پلٹے اور ارادہ کیا کہ شہر کوفہ میں چلے آئیں۔ مگر جب پھر ان سے کہا گیا کہ سوید عبدالرحمٰن شبیب کے پیچھے آ رہا ہے بلکہ اس تک پہنچ چکا ہے اور وہ رسالے کے ساتھ بڑھ رہا ہے تو انھیں قرار آیا اور اپنی اپنی جگہ قائم رہے۔ شبیب نے دیر میں تھوڑا قیام کیا حکم دیا کہ ایک بکری اس کے لیے بھونی جائے۔ زمیندار فصیل پر چڑھا اور اترا اس کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ شبیب نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا بخدا ایک بڑی فوج نے تمھیں گھیر لیا ہے شبیب نے کہا کیا بکری ابھی تک بھنی نہیں اس نے کہا نہیں شبیب نے کہا اچھا چھوڑ دو۔ زمیندار پھر دوسری مرتبہ شہر کی فصیل پر دیکھنے کے لیے چڑھا اور آ کر اس نے کہا بخدا فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ شبیب نے کہا اچھا بھنا ہوا گوشت تو لاؤ اور بغیر کسی قسم کے تردد یا پریشانی کے کھانے لگا اس سے فراغت کرنے کے بعد وضو کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی زرہ

پہننے کے بعد دو تلواریں حمائل کیں۔ اور ایک لوہے کا گرز لیا اور حکم دیا کہ میرے لیے ایک خچر پر زین کسا جائے۔ اس کے بھائی مصاد نے کہا بھی کہ بھلا آج بھی آپ خچر پر زین کسوا رہے ہیں؟ شبیب نے کہا ہاں اسی پر زین رکھو اور سوار ہوا۔ پھر کہا فلانے تم میمنے پر رہو اور فلانے تم میسرے پر اور مصاد سے کہا کہ تم قلب فوج میں رہو۔ اس کے بعد اس نے زمیندار کو شہر کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ والوں کے روبرو ہی دروازہ کھولا گیا اور اپنا شعار کہتا ہوا سعید کی طرف چلا۔ سعید اور اس کے ساتھیوں نے رجعت قہقہری شروع کر دی اور اس دیر سے ایک میل کے قریب فاصلے پر پیچھے ہٹ گئے۔ سعید کہتا جاتا تھا اے ہمدانیو میں ذی مران کا بیٹا ہوں میرے پاس آؤ۔ سعید نے ایک دستہ فوج کو اپنے بیٹے کے ساتھ روانہ کیا کیونکہ اسے یہ محسوس ہو گیا تھا کہ دشمن مجھ پر غلبہ کر لے گا۔ شبیب نے یہ دیکھ کر اپنے بھائی مصاد کی طرف دیکھا اور کہا اللہ تعالیٰ مجھے تیری موت کو سوگوار بنائے اگر میں اسے قتل کر کے اس کے بیٹے کو اس کا سوگوار نہ بناؤں۔ اور پھر گرز لیکر سعید پر چڑھ دوڑا۔ سعید مارا گیا اور زمین پر گر پڑا۔ فوج نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ مگر سوائے ایک مقتول کے اور کوئی اس روز اہل کوفہ میں مقتول نہیں ہوا۔ سعید کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر جزل کے پاس آئی۔ جزل نے انھیں اپنی طرف بلایا۔ عیاض بن ابی لینتہ نے کہا اے لوگو اگر تمھارا اول درجے والا سردار ہلاک ہو گیا ہے تو کوئی حرج نہیں یہ تمھارا دوسرا مبارک نصیب امیر موجود ہے اس کے پاس آؤ اور اس کے زیر قیادت لڑو۔ یہ سن کر کچھ لوگ تو جزل کی طرف آئے اور بعض نے سیدھے کوفہ کی طرف راہ فرار اختیار کی جزل نہایت بہادری سے لڑتا رہا آخر کار زخمی ہو کر گرا۔ خالد بن نہیک اور عیاض بن ابی لینتہ دونوں اسے بچاتے رہے اور بڑی مشکل سے جزل کو دشمن کے نرغے سے نکالا اور وہ ڈولی میں ڈال کر لایا گیا۔ فوج شکست کھا کر کوفہ میں داخل ہوئی۔ جزل کو لوگ اٹھا کر مدائن لے آئے اور یہاں سے اس نے تمام واقعے کی کیفیت حجاج کو لکھی جزل کا وہ خط یہ ہے۔

حمد و ثناء کے بعد میں امیر کو مطلع کرتا ہوں کہ میں اس لشکر کے ساتھ جسے آپ نے میرے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا تھا۔ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ آپ نے دشمن کے متعلق جو جو ہدایات مجھے دی تھیں میں ان پر پوری طور پر کاربند رہا اس لیے جب موقع دیکھتا تھا دشمن پر نکل کر حملہ آور ہوتا تھا۔ اور جب کبھی خطرے کا خوف ہوتا تھا۔

میں فوج کو خارجیوں کے مقابلے پر جانے سے باز رکھتا تھا۔ میں برابر اسی طریقہ کار پر عمل پیرا رہا دشمن نے تمام تدبیریں ختم کر دیں مگر وہ مجھے دھوکا نہ دے سکا اور نہ اچانک غفلت کی حالت میں وہ مجھ پر حملہ کر سکا۔ اتنے میں سعید بن مجالد رحمتہ اللہ علیہ آئے میں نے ان سے کہا کہ سوچ سمجھ کر کام کیجئے عجلت نہ کیجئے۔ اور میں نے یہ بھی انھیں ہدایت کی تھی کہ پوری فوج کے ساتھ دشمن سے جنگ کی جائے۔ مگر انھوں نے میری بات نہ مانی اور رسالہ لے کر دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ میں نے اس معاملے میں اہل کوفہ اور بصرہ کو گواہ کر لیا کہ میں ان کی رائے سے بالکل بے تعلق ہوں اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ ہرگز میرا منشا نہ تھا۔ سعید نے اپنا ارادہ پورا کیا اور شہید ہوئے خدا ان کی خطاؤں کو معاف کرے پھر فوج میری طرف آئی میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ انھیں اپنی طرف بلایا اور ان کے لیے اپنا جھنڈا بلند کر دیا۔ لڑا اور زخم کھا کر گر پڑا مجروحین میں سے لوگوں نے مجھے اٹھایا جب مجھے ہوش آیا تو نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں پر مجھے لے جا رہے ہیں اور ہم میدان کارزار سے ایک میل کے فاصلے پر نکل آئے ہیں اب میں مدائن میں مقیم ہوں۔ میرے زخم اس قدر شدید ہیں کہ اگر ان سے کم بھی کسی کو آئے ہوتے تو وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا یا مجھ ایسا جو شخص زخمی ہوتا اس کی خطائیں درگزر کی جاتیں۔ جس دیانت داری اور اخلاص سے میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کی اور فوج کے ساتھ سلوک کیا ہے اور
دشمن کے مقابلے میں جو چالیں اختیار کیں اور جنگ میں کس طرح لڑا یہ تمام باتیں آپ خود دریافت فرما سکتے ہیں اس سے جناب والا پر وہ صداقت اور خیر خواہی جو میں نے کی ہے اچھی طرح ظاہر و روشن ہو جائے گی۔ حجاج نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا۔

حمد و ثناء کے بعد۔ تمھارا خط مجھے ملا میں نے اسے پڑھا اور جو کچھ تم نے اس میں بیان کیا تھا میں بخوبی سمجھ گیا میری خیر خواہی اہل کوفہ پر تمھارا اقتدار اور دشمن پر تمھارا حملہ ان تمام امور کے متعلق جو کچھ تم نے اپنے لیے لکھا ہے میں اسے سچ سمجھتا ہوں۔ سعید کی کاروائی اور دشمن پر حملہ کرنے میں اس نے عجلت کا اظہار کیا اس کے متعلق جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اسے بھی میں سمجھا۔ میں اس کی جلد بازی اور تمھاری تاخیر دونوں کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھتا ہوں اس کی جلد بازی نے تو اسے جنت الفردوس پہنچا دیا۔ رہی تمھاری تاخیر اور ڈھیل اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جب تمھیں کوئی موقع ہمدست ہوا تم نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور جب انسان کسی موقع کو اس لیے چھوڑ دے کہ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا یہ تدبر اور احتیاط ہے۔ تمھارا طرز عمل قرین صواب ہے تم خوب لڑے تم نے میرے احکام کی پوری تعمیل کی۔ میرے نزدیک تم ان لوگوں میں ہو جن کی بات کو سنا جائے اسے مانا جائے اور ان کی خیر خواہی پر اعتماد کیا جائے۔

میں تمھارے پاس حیان بن ابجر کو بھیجتا ہوں تا کہ وہ تمھارا علاج کرے دو ہزار درہم میں نے تمھیں بھیجے ہیں انھیں تم اپنی ضروریات اور دوسرے غیر معمولی اخراجات میں خرچ کرو۔ والسلام۔

چنانچہ حیان بن ابجر (بنی فراس سے) جو داغ دیکر یا دوسرے طریقے سے علاج کیا کرتے تھے) جزل کے پاس آئے اور اس کا علاج کرنے لگے۔ عبداللہ بن ابی عصیفیر نے بھی جزل کو ایک ہزار درہم بھیجے خود عیادت کرنے جاتا تھا علاوہ ازیں تحفے تحائف بھیجا کرتا تھا۔ اب شبیب مدائن پہنچا مگر یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ باشندوں اور شہر پر کسی طرح اس کا دسترس نہیں ہو سکتا اس لیے مدائن سے کوفہ کی سمت چلا۔ کرخ پہنچا دریائے دجلہ کو ع

بور کر کے کرخ آیا۔ شبیب خود کرخ ہی میں مقیم تھا کہ اس نے بغداد کے بازار والوں کو کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ اطمینان سے کاروبار کرتے رہو تمھیں آنچ تک نہیں آئے گی۔ اس اطمینان دلانے کی وجہ یہ تھی کہ شبیب کو خبر پہنچی تھی کہ بازار والے اس سے خوف زدہ ہیں کہ مبادا غارتگری کرے۔ سوید جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے مرینۃ اور بنی سلیم کے مکانات کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کی پشت پر چھوڑا۔ شام کے وقت شبیب نے ان پر نہایت شدید حملہ کیا مگر اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اب شبیب نے حیرہ کی طرف رخ کر کے کوفے کے مکانات پر حملہ کرنا شروع کیا۔ سوید نے بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا بلکہ برابر لگا ہوا چلا آیا۔ یہاں تک کہ شبیب کوفے کی تمام آبادی قطع کر کے حیرہ پہنچا سوید بھی اس کے تعاقب میں حیرہ آیا۔ مگر یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ شبیب نے جاتے جاتے پل توڑ ڈالا ہے اس لیے اس نے شبیب کا تعاقب چھوڑ دیا اور صبح تک وہاں ٹھہرا رہا۔ حجاج نے سوید کو حکم دیا کہ تم شبیب کے پیچھے جاؤ۔ یہ اس کے تعاقب میں چلا مگر شبیب وہاں سے نکل آیا اور دریائے فرات کے نیچے کے علاقے میں اس کا ہم قوم جو ملتا اسے لوٹ لیتا۔ مقام خفان کی پشت پر سے اس نے صحرا سے ایک اور پہاڑی علاقے کی طرف جس کا نام غلطہ تھا چڑھنا شروع کیا۔ یہاں بنی ورثہ کے کچھ لوگوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی شبیب نے ان پر حملہ کیا اور انھیں مجبور کر دیا کہ وہ زمین کے گڑھوں میں پناہ لیں یہاں سے انھوں نے شبیب اور اس کی فوج والوں پر چکی کے سخت پتھر جو ان کے چاروں طرف پڑے ہوئے تھے برسانے شروع کیے۔ آخر کار یہ پتھر کب تک چلتے ختم ہو گئے۔ شبیب نے انھیں جا لیا۔ اور ان میں سے تیرہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جس میں حنظلہ بن مالک، مالک بن حنظلہ اور حمران بن مالک بھی تھے یہ سب قبیلہ ورثہ سے تھے۔ اب شبیب اپنے ہی خاندان والوں اور ایک جدی عزیزوں پر غارتگری کرنے کے لیے نصف پہنچا (لقف اس کے قبیلے کا چشمہ ہے)۔ یہ چشمہ فزر بن الاسود کے جو صلب کی اولاد میں سے تھا زیرنگیں تھا اور یہ وہی شخص تھا جو شبیب کو اس کیطرز عمل سے روکتا تھا اور اس بات سے منع کرتا تھا کہ وہ خود اپنے قبیلہ اور قریبی عزیزوں پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا شبیب کو اس کی نصیحت بہت ناگوار گزرتی اور کہا کرتا تھا کہ بخدا اگر سات سوار بھی میرے زیر اقتدار ہوئے تو میں فزر پر ضرور غارت گری کرونگا۔ جب شبیب نے اس مقام پر حملہ کیا تو پوچھا کہ فزر کہاں ہے فزر نے زینے آپ کو اس سے بچا لیا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کہ جس کے پیچھے کوئی خارجی مکانات کی اوٹ ہونے کی وجہ سے گھوڑا نہ دوڑا سکا اس نے جنگل کا راستہ لیا تمام لوگ شبیب سے خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے اس لیے یہ واپس آیا۔ شبیب نے تمام مفصلات کے لوگوں میں اپنی دہشت بٹھا دی مقام قطقطانہ پر حملہ کیا پھر مقاتل کے محل پر دھاوا بولا۔ وہاں سے دریائے فرات کے کنارے پر جو علاقہ تھا اس پر جھپٹا۔ یہاں سے حصاصہ اور انبار ہوتا ہوا دقوقا میں گھس آیا اور یہاں سے آذربائیجان کے ملحقہ علاقہ کی طرف روانہ ہوا۔ حجاج نے اس کا خیال چھوڑ دیا اور کوفے پر عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود بصرے چلا آیا۔ اس درمیان میں لوگوں کو شبیب کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ اتنے میں ماز رواسپ یا بلہر وز کے زمین دار اور رئیس نے عروہ کو خط لکھا کہ انبار کے ایک تاجر نے جو میرے علاقے کا رہنے والا ہے مجھ سے آ کر بیان کیا کہ شبیب کا ارادہ ہے کہ اس آئندہ ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں وہ کوفہ میں گھس آئے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دوں تاکہ آپ اس کے متعلق کچھ سوچیں اس بیان کو ابھی ایک گھنٹے کا عرصہ نہ گزرا ہوگا کہ میرے دو خراج وصول کرنے والے ملازم آئے اور انھوں نے بیان کیا کہ شبیب خانیجار پہنچ چکا ہے اور وہاں مقیم ہے۔

عروہ نے اس خط کو ایک دوسرے اپنے خط کے ساتھ منسلک کر کے فوراً حجاج کے پاس بصرے روانہ کیا حجاج اس خط کو پڑھتے ہی نہایت تیزی سے کوفے روانہ ہوا۔ دوسری جانب سے شبیب بڑھتے بڑھتے دجلہ کے کنارے ایک گاؤں میں آیا جس کا نام حربی تھا۔ اس مقام سے اس نے دجلہ کو عبور کیا اور پوچھا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کہ اس کا نام حربی ہے۔ شبیب نے کہا حرب ہے اس کی آگ سے تمھارے دشمن تاپیں گے اور حرب تمھیں ان کے مکانات کا قابض بنا دے گی۔ جو شخص واقف کار ہوتا ہے اور پرہیز گار ہوتا ہے او وہ اچھی فال لیا کرتا ہے۔ پھر شبیب نے اپنا جھنڈا بلند کیا اور اپنے ساتھیوں کو روانہ ہونے کا حکم دیا بڑھتے بڑھتے مقام عقرقونا پر پڑاؤ کیا۔

سوید بن سلیم نے عرض کی اے امیر المؤمنین کاش آپ ہمیں اس منحوس نام والے گاؤں سے لیکر نہ گزرتے بلکہ کسی دوسرے راستے سے آتے۔ شبیب نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے فال لی ہے۔ بخدا میں ہرگز اس مقام سے رخ نہ موڑونگا بلکہ اس میں سے ہو کر دشمن کے مقابلے پر جاؤں گا انشاء اللہ۔ اس کی نحوست تمھارے دشمنوں پر ہوگی اسی موضع میں تم ان پر حملہ کرو انھیں تباہی اور شکست نصیب ہوگی اس کے بعد شبیب نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ اے لوگو حجاج اس وقت کوفے میں نہیں ہے اور اب کوفے تک انشاء اللہ کوئی ہماری مزاحمت نہ کرے گا۔ اس لیے بڑھے چلو شبیب نہایت شتاب روی سے کوفے کی طرف چلا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ حجاج سے پہلے کوفہ پہنچ جائے۔ دوسری جانب عروہ نے حجاج کو لکھا کہ شبیب نہایت سرعت سے کوفے پر بڑھا آ رہا ہے اور قریب رہ گیا ہے اس لیے آپ آنے

میں بے جلدی کیجئے۔ حجاج منزلوں کو جلدی جلدی طے کرتا ہوا چلا۔ دونوں چاہتے تھے کہ اپنے مقابل سے پہلے کوفے پہنچ جائیں حجاج ظہر کے وقت کوفے میں داخل ہو گیا۔ اور شبیب نماز مغرب کے وقت سنجہ پہنچا یہاں اس نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر کچھ تھوڑا بہت کھانا کھایا اور خارجی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے شبیب بڑھتا ہوا بازار تک پہنچا پھر قلعے پر حملہ آور ہوا اور قصر کے دروازے کو گرز سے مارنا شروع کیا۔ ابو منذر کہتے ہیں کہ میں نے شبیب کے گرز کے نشان کو قصر کے دروازے پر دیکھا ہے اس کی ضرب نے دروازے میں بہت کچھ اثر کیا تھا۔

شبیب وہاں سے ہٹ کر چبوترہ پر کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھے۔

وکان حافرها بکل خمیلة
کیل یکیل به الشحیح المعدم
عبد دعی من ثمود داصلة
لا بل یقال ابو ابیهم یقدم

ترجمہ۔ گویا گھوڑے کا سم جو نرم ریتلی زمین پر پڑتا ہے وہ ایک پیمانہ ہے جس سے بخیل اور فقیر آدمی وزن کرتا ہے میرا مد مقابل ایک جھوٹے نسب کا مدعی غلام ہے جس کی اصل ثمود سے ہے نہیں بلکہ کہا جاتا کہ ان کا جد اعلیٰ یقدم تھا۔

اس کے بعد خارجی بڑی مسجد میں گھس آئے جس میں اکثر نمازی جمع رہتے تھے ان میں سے شبیب نے عقیل بن مصعب الوادی، عدی بن عمرو الثقفی اور ابو لیث بن ابی سلیم، عنبسہ بن ابی سفیان کے آزاد غلام کو قتل کر ڈالا۔ دوسرے خارجیوں نے ازہر بن عبداللہ العامری کو قتل کر ڈالا۔ خارجی حوشب کے مکان پر پہنچے یہ پولیس کا افسر اعلیٰ تھا

۔خارجی ان کے دروازے پر جا کر کھڑے ہو گئے۔اور کہا کہ امیر حوشب کو بلا رہے ہیں۔حوشب کے غلام میمون نے خچر باہر نکالا تا کہ حوشب اس پر سوار ہو کر جائیں اس اثناء میں میمون نے بھانپ لیا کہ یہ درست نہیں بلکہ دشمن ہیں خارجیوں نے خیال کیا کہ اب یہ ہمرا بھانڈا پھوڑ دیگا۔میمون چاہا کہ مکان میں واپس چلا جائے مگر خارجیوں نے کہا کہ تم اس وقت تک یہیں رہو جب تک تماھرے آقا یہاں باہر نہ آ جائیں۔حوشب نے اس گفتگو کو سنا اور سمجھ لیا کہ دشمن ہیں اور پلٹ کر جانے لگا خارجی اس کی جانب لپکے مگر وہ گھر میں گھس گیا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔خارجیوں نے اس کے غلام میمون کو قتل کر ڈالا۔اس کے خچر پر قبضہ کر لیا اور اب خارجی جحاف بن نبیط الشیبانی کے پاس جو کہ حوشب کے خاندان سے تھا پہنچے۔سوید نے اس سے کہا یہاں اتر کر آؤ۔جحاف نے کہا میرے آنے سے تمھیں فائدہ سوید نے کہا اس جوان اونٹنی کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں جو میں نے آپ سے فلاں علاقے میں خریدی تھی۔

جحاف نے کہا واہ اچھے وقت قیمت ادا کرنے آئے۔کیا یہ وقت اور جگہ ادائیگی کے لیے رہ گئی تھی۔کیا ایسے وقت میں جبکہ رات اندھیری اور تم گھوڑے کی پشت پر ہو امانت کی ادائیگی کرنی تھی۔اے سوید اللہ اس ملت کا برا کرے جس کی تکمیل اور اصلاح بغیر عزیزوں کے قتل اور اپنی ہی قوم کے خون بہانے کے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہاں سے پلٹ کر خارجی مسجد بنی ذہل پر پہنچے یہاں انھوں نے ذہل بن حارث کو دیکھا یہ اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور عادت تھی کہ بہت لانبی نماز پڑھتے تھے جب یہ گھر واپس جانے لگے خارجیوں نے انھیں جا لیا اور حملہ کیا کہ انھیں قتل کر ڈالیں۔

ذہل نے کہا اے خداوند ان لوگوں کے ظلم اور جہل کی میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں اے خداوند میں کمزور ہوں ان کا کچھ نہیں

بگاڑ سکتا تو ان سے میرا بدلہ لے۔مگر اس پر خارجیوں نے ان پر وار کیے اور قتل کر ڈالا پھر کوفہ سے نکل کر مرومہ کی سمت روانہ ہوئے۔نضر بن قعقاع شور الذہلی اور اس کی ماں ناجیہ بنت ہانی قبیصہ بن ہانی الشیبانی شبیب کے سامنے آئے جب نضر سامنے آیا تو شبیب نے اسے بہت گھور کر غور سے دیکھا نضر نے کہا السلام علیک ایہا الامیر ورحمتہ اللہ اس پر سوید نے فوراً کہا افسوس ہے تجھ پر امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کر پھر نضر نے امیر المومنین کہا خارجی کوفہ سے باہر نکل آئے اور مرومہ کی سمت روانہ ہو گئے۔

حجاج نے حکم دیا کہ ایک اعلان کر دیا جائے چنانچہ منادی نے اعلان کیا کہ اے اللہ کے سوار و اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور تمھیں خوش خبرہ ہو اس وقت خود حجاج قلعے کے دروازے پر موجود تھا اس کے پاس ایک غلام بھی کھڑا ہوا تھا۔جس کے ہاتھ میں چراغ تھا۔سب سے پہلے عثمان بن قطن بن عبداللہ بن الحصین ذی الغصہ آزاد غلاموں اور اپنے خاندان اور قبیلے کی ایک معتد یہ جماعت کے ساتھ آ موجود ہوا۔اس نے کہا کہ امیر سے اطلاع کر دی جائے کہ عثمان حاضر ہے جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔اس غلام نے .جو چراغ لیے کھڑا ہوا تھا کہا کہ آپ ابھی اپنی جگہ پر ٹھہریں اور امیر کی ہدایت کے منتظر رہیں۔اب .ہر جانب سے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔عثمان نے تمام رات ان لوگوں کے ساتھ جو جمع ہو گئے تھے اس مقام پر بسر کی۔

پھر حجاج نے بشر بن غالب الاسدی (بنی والبہ) کو دو ہزار فوج کیساتھ اور زاید بن قدامتہ الثقفی کو دو ہزار فوج کے ساتھ۔ابوالنضر یس بنی تمیم کے آزاد غلام کو ایک ہزار آزاد غلاموں کے ساتھ اور اعین کو جو حمام اعین کا مالک

اور بشر بن مروان کا آزاد غلام تھا ایک ہزار فوج کیساتھ خارجیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عبدالملک نے محمد بن موسیٰ بن طلحہ کو بجستان کا ناظم مقرر کر کے روانہ کیا تھا اور اس کے لیے باقاعدہ وثیقہ لکھایا تھا۔ اس طرح حجاج کو یہ خط لکھا تھا۔

حمد و ثناء کے بعد جب محمد بن موسیٰ تمھارے پاس پہنچے ان کے ہمراہ بجستان جانے کے لیے دو ہزار فوج کا بندوبست کر دینا اور انھیں جلدی روانہ کر دینا۔ عبدالملک نے محمد بن موسیٰ آئے تو حجاج نے اس فوج کی تیاری اور درستی میں جوان کے ہمراہ جانے والی تھی دیر لگانی شروع کی۔ محمد کے دوستوں نے اسے سمجھایا کہ آپ تو مہربانی کر کے فوراً اپنی منزل مقصود کو جائیے۔ اور اپنی ذمہ دار خدمت کا جائزہ لیجئے۔ کیونکہ معلوم نہیں حجاج کا اس جنگ میں کیا حشر ہو۔ مگر محمد بدستور مقیم رہا اور شبیب کے مقابلہ کا جو واقعہ پیش آیا وہ اس کے سامنے پیش آیا اس کے بعد حجاج نے محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبداللہ سے کہا کہ تم شبیب اور خارجیوں سے لڑ لو اور پھر اپنی منزل مقصود کو چلے جانا۔ حجاج نے ان امراء کے ساتھ جو شبیب کے تعاقب میں بھیجے گئے تھے عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر بن کریز القرشی اور زیاد بن عمر والعتکی کو بھی بھیج دیا۔ شبیب کوفہ سے نکل کر مومہ پہنچا یہاں خراج وصول کرنے کیلیے ایک حضر موت کا باشندہ تاجیہ بن مرثد الحجرمی نامی مقرر تھا یہ شخص ڈر کر حمام میں چھپ گیا شبیب وہاں پہنچا حمام سے اسے باہر نکالا اور قتل کر ڈالا۔ نضر بن قعقاع بن شور شبیب کے سامنے آیا یہ شخص حجاج کے ہمراہ تھا جب حجاج بصرے سے آ رہا تھا مگر جب حجاج نے نہایت سرعت سے کئی کئی منزلوں کو ایک ایک دن میں طے کرنا شروع کیا تو اسے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ جب شبیب نے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ جمعیت بھی دیکھی پہچان گیا اور اس سے کہا اے نضر بن قعقاع صرف خدا ہی کا حکم نافذ ہے اس کے اس کہنے سے مطلب یہ تھا کہ وہ نضر کو (بطور خود) راہ راست پر آنے کی ہدایت کرنا چاہتا تھا۔ نضر اس جملہ کے مفہوم کو نہ سمجھا اور اس نے جواب دیا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ہم خدا ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اس پر شبیب کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کہنے سے اس نے یہ سمجھا آپ اسے اپنے مذہب کی تلقین کر رہے ہیں۔ پھر کیا تھا سب نے اس حملہ کر دیا اور قتل کر ڈالا۔ یہ تمام سردار دریائے فرات کے نیچے کے علاقہ میں جمع ہوئے۔ مگر اب شبیب نے اپنا رخ ہی بدل دیا اور بجائے اس کے وہ ان سرداروں کی طرف آتا اس نے قادسیہ کا رخ کیا۔ حجاج نے زحر بن قیس کو اٹھارہ سو منتخب شہسواروں کے ساتھ شبیب کے تعاقب کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ جہاں کہیں تم اسے پاسکو فوراً حملہ کر دینا۔ البتہ اگر وہ اپنی راہ چلا جائے تم اس کا تعاقب نہ کرنا بلکہ جب تک وہ تم پر پلٹ کر خود حملہ آور نہ ہو تم اس سے مزاحم نہ ہونا۔ اور اگر وہ کسی مقام پر پڑاؤ کر دے اور تمھارے مقابلے پر جما رہے تو تم بھی اس جگہ سے نہ ہلنا جب تک کہ اس سے دو دو ہاتھ نہ کر لو۔ زحر اس مہم پر روانہ ہوا سیلحین پہنچا۔ شبیب کو بھی معلوم ہوا کہ زحر میرے مقابلہ کے لیے آ رہا ہے اس نے بھی اسی کوچ کیا۔ غرض کہ دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں آ گئے۔ زحر نے اپنے میمنہ پر عبداللہ بن کناز النہدی کو مقرر کیا جو ایک نہایت ہی بہادر شخص تھا۔ اور اپنے میسرہ پر عدی بن عمیرۃ الکندی ثم الشیبانی کو مقرر کیا۔ شبیب نے بھی اپنے تمام سواروں کو ایک جگہ جمع کیا تا کہ ایک دم سے مجمع حالت میں دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ وہ اپنے سواروں کو لی کر دشمن کی صف پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا آندھی کی طرح چلا۔ اور تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کاوہ دینے کے بعد زحر بن قیس تک پہنچ گیا۔

زحر گھوڑے سے اتر پڑا۔ لڑا اور زخم کھا کر گر پڑا۔ اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ خارجیوں نے سمجھا کہ ہم نے اسے قتل کر دیا مگر جب صبح ہوئی اور اسے سردی محسوس ہوئی اٹھا اور خود اپنے پیروں چل کر ایک گاؤں آیا یہاں اس نے رات بسر کی۔ اور پھر یہاں سے اسے لوگ کوفہ لے آئے۔ اس کے سر اور چہرہ پر تلواروں اور نیزوں کے سترہ اٹھارہ زخم آئے تھے۔ کچھ عرصے تک اپنے جائے قیام سے نہیں ہلا۔ پھر حجاج کے پاس آیا تمام چہرے اور زخموں پر روئی کے پھوئے رکھے ہوئے تھے۔ حجاج نے اسے برابر تخت پر بٹھایا اور جو لوگ اس وقت اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے انھیں مخاطب کر کے کہا جس کسی کو ایک جنتی کے دیکھنے کی خوشی حاصل ہوتی ہو چلتا پھرتا بھی ہے حالانکہ وہ شہید ہے اسے چاہئے کہ وہ زحر بن قیس کو دیکھ لے۔

چونکہ شبیب کے ساتھیوں کو اپنی جگہ پر یہ خیال تھا کہ ہم نے زحر بن قیس کو قتل کر دیا ہے اس لیے انھوں نے شبیب سے کہا کہ ہم نے دشمن کے لشکر کو شکست دی۔ ان کے بڑے سردار کو قتل کر دیا اس لیے اب بہتر یہ ہے کہ اپنی عزت و آبرو کو بچا کر آپ ہمیں یہاں سے کسی دوسری طرف لے چلئے۔ شبیب نے کہا کہ ہم نے چونکہ اس امیر کو قتل کیا اور اس لشکر کو شکست دی اس لیے وہ تمام سردار اور فوج جو تمھاری تلاش میں بھیجی گئی تھی تم سے مرعوب ہے اب تم میرے ساتھ ان کے طرف بڑھو بخدا اگر ہم نے انھیں قتل کر لیا تو انشاء اللہ حجاج کے قتل کرنے اور کوفہ پر قبضہ کرنے میں اب کوئی شے ہماری سدراہ نہ ہوگی۔ سب نے کہا اب ہم آپ کی رائے پر چلئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں ہم آپ کی مرضی پر ہیں جیسا آپ کہیں گے ویسا ہم کریں گے۔ شبیب نے سب کو لیکر تیزی سے کوچ کیا نجران پہنچا (یہ بحران وہ ہے جو عین التمر کے اطراف میں کوفہ کے قریب واقع ہے) یہاں آ کر اس نے دشمن کی نقل و حرکت دریافت کی معلوم ہوا کہ مقام روز بار واقعہ زیریں فرات علاقہ بھقباذ اسفل میں جو کوفہ سے چودہ فرسخ کے فاصلے پر ہے تمام سردار جمع ہو رہے ہیں۔ حجاج کو بھی خبر ہوگئی کہ شبیب ان سرداروں کیطرف بڑھ رہا ہے اس نے عبدالرحمن بن الغرق ابن ابی عقیل کے آزاد غلام جس کی حجاج بہت تکریم و تعظیم کیا کرتا تھا حکم دیا کہ تم ان سرداروں کے پاس جا کر انھیں مطلع کر دو کہ خارجی تمھاری طرف بڑھتے آ رہے ہیں اور یہ بھی کہہ دینا کہ اگر ایک ہی جنگ میں تم سب جمع ہو جاؤ تو زایدہ بن قدامہ تم سب کے سردار ہونگے۔ ابن الغرق آیا جو پیام تھا وہ پہنچا دیا اور پھر واپس چلا گیا۔ غرضیکہ شبیب اس جرار فوج تک پہنچا جس میں سات سردار تھے اور زایدہ بن قدامہ سب کے افسر اعلیٰ تھے۔ ہر سردار اپنی اپنی جمعیت کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دیا تھا میمنہ پر زیاد ابن عمرو العتکی اور میسرے پر بشر بن غالب الاسدی تھا۔ ہر سردار اپنے دستہ فوج میں ایستادہ تھا۔ اب شبیب بھی اس موقع پر پہنچا ایک ایسے ٹیلے پر چڑھ کر کھڑا ہوا جہاں سے وہ اپنے مقابل کی فوج کو دیکھ سکتا تھا۔ شبیب ایک کمیت رنگ کے گھوڑے پر جس کی پیشانی پر سفید داغ تھا سوار تھا۔ شبیب نے اپنے دشمن کی ترتیب وار آراستگی کو دیکھا پھر اپنی فوج میں چلا گیا اب شبیب اپنی فوج کو تین دستوں میں منقسم کر کے تیزی سے حملہ آور ہوا۔ اور اہل کوفہ کی فوج کے قریب آ گیا وہ دستہ جو سوید بن سلیم کی زیر قیادت تھا سامنے سے گزر کر اہل کوفہ کے میمنہ کے مقابل کھڑا ہو گیا اور وہ دستہ جس کی کمان مصاد کر رہا تھا وہ بھی اسی طرح اہل کوفہ کے میسرہ کے مقابل کھڑا ہو گیا خود شبیب اپنے دستے کے ساتھ اس فوج کے قلب کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ زایدہ بن قدامہ اپنی فوج میں میسرہ سے میمنہ تک جاتے تھے اور لوگوں کو جنگ میں ثابت قدم رہنے کہ تحریص دلاتے تھے کہتے تھے اے اللہ کے بندو تم پاک ہو اور تمھاری تعداد بھی کثیر ہے ناپاک مٹھی بھر آدمی تمھارے مقابل ہوئے ہیں

۔خدا کرے وہ تم پر سے قربان ہونے کے لیے بنائے گئے ہوں۔تم دو یا تین حملوں میں ثابت قدم رہو پھر ان پر جوابی حملہ کرو فتح سامنے ہے۔اور یقینی ہے۔آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ انکی تعداد دو سو بھی نہ ہوگی وہ صرف ایک حملے کے ہیں وہ چور ہیں صراط مستقیم سے نکل گئے ہیں تم پر اس لیے حملہ آور ہوئے ہیں۔کہ تمھارا خون بہائیں تمھاری مالگزاری کو وصول کرلیں اس لیے کسی شے کے حاصل کرنے میں وہ اس قدر طاقتور نہ ہوں گے۔جس قدر تم اس کی مدافعت کرنے کی حالت میں ہوگے ان کی تعداد کم ہے تمھاری زیادہ ہے وہ ایک ہی خاص فرقہ سے تعلق رکھتے ہین حالانکہ تم اہل جماعت ہو۔اپنی آنکھیں بند کرلو اور نیزے لیکر ان پر ٹوٹ پڑو مگر ابھی جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کرنا یہ کہہ کر زایدہ پھر اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

جنگ شروع ہوگئی سوید نے زیاد بن عمرو پر حملہ کیا ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔مگر زیاد اپنی نصف جماعت کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا۔سوید تھوڑی دیر کے لیے ہٹ گیا اور پھر دوبارہ حملہ آور ہوا۔اور دونوں فریق تھوڑی دیر تک نیزہ زنی کرتے رہے۔فردہ بن لقیط جو خود اس جنگ میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ ہم نے تھوڑی دیر نیزہ زنی کی مگر اہل کوفہ برابر ہمارے مقابلہ میں جمے رہے۔میں نے خیال کیا کہ یہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے۔زیاد بن عمرو نہایت دلیری سے لڑا اور خوب لڑا۔اپنے سواروں کے دل اپنی آواز سے بڑھاتا جاتا تھا۔اور برابر تلوار مارتا چلا جاتا تھا۔اور اس طرح بے جگری سے لڑ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سوید بن سلیم بہادر ترین عرب اور بڑا ہی سخت تلوار یا بھی اس روز اس کے مقابلے سے کنائی کاٹ رہا تھا اور سامنے نہیں آتا تھا۔

پھر ہم دوبارہ پیچھے ہٹ آئے ہم نے دیکھا کہ ہمارے دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہو رہی ہیں اس پر خارجیوں نے شبیب سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا ہوگیا ہے آپ ان پر حملہ آور ہوں شبیب نے کہا ذرا ٹھہرو انھیں اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جانے دو ان کے پاؤں اکھڑنے دو خارجی تھوڑی دیر تو خاموش رہے اور سہ بارہ حملہ آور ہوئے اہل کوفہ شکست کھا کر بھاگے میں نے زیاد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ برابر تلوار مار رہا ہے مگر جو تلوار اس پر پڑتی تھی اوچٹ جاتی تھی اور کچھ کارگر نہیں ہوتی تھی حالانکہ اس نے اپنی زرہ بھی اتار کر اپنے گھوڑے کی زین پر رکھ دی تھی۔میں نے دیکھا کہ بیس تلواریں اس پر پڑیں مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔مگر آخر کار یہ بھی بھاگا کچھ تھوڑا سا زخمی ہوگیا تھا مگر یہ واقعہ شام کا ہے پھر ہم نے عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر پر حملہ کر کے شکست دی۔مگر آدمی کچھ زیادہ نہیں مارے اور شمشیر زنی بھی تھوڑی دیر ہوئی مجھے یہ اطلاع ہوئی تھی کہ عبدالاعلی بھی زخمی ہوا تھا یہ بھی زیاد بن عمرو سے جاملا۔اور ان دونوں نے راہ فرار اختیار کی۔مغرب کے وقت ہم محمد بن موسیٰ بن طلحہ تک پہنچ گئے اور اس سے بھی نہایت ہی شدید جنگ ہوئی مگر محمد اپنی جگہ جمارہا شبیب کے بھائی مصاد نے بشر بن غالب جو اہل کوفہ کے میسرہ پر سردار تھا حملہ کیا۔بشر نے خوب ہی داد مردانگی دی اور اپنی جگہ جمارہا۔آخر کار وہ اور اس کے پچاس دوسرے بہادر اپنے گھوڑوں سے زمین پر اتر پڑے اور شمشیر زنی کرنے لگے یہاں تک کہ سب مارے گئے۔

ان مقتولین میں عروہ بن زہیر بن ناجذ الازدی بھی تھا اس کی ماں کا نام زرارہ تھا۔اور یہ عورت بنی ازروہی میں پیدا ہوئی تھی اس وجہ اس قبیلے کو بنی زرارہ بھی کہتے ہیں۔خارجیوں نے بشر کو قتل کر ڈالا۔اس کی فوج شکست کھا کر فراف ہوگئی خارجی اب ابی الفریس اس جگہ تک پیچھے ہٹے جہاں کہ اعین بعین تھا۔خارجیوں نے ان دونوں پر حملہ کیا اور دونوں کو شکست دی۔اور انھیں دبائے ہوئے زایدہ بن قدامتہ تک پہنچ گئے۔جب خارجی زایدہ

تک پہنچ گئے زایدہ پر اتر پڑے اور پکارنے لگے اے مسلمانوں اپنی جگہ ڈٹے رہو اور میرے پاس آؤ تمھارے دشمن کافر ہیں تم مومن ہو۔ اس لیے وہ تم سے زیادہ ثابت قدم نہیں ہو سکتے۔ زایدہ صبح ہونے تک خارجیوں سے لڑتے رہے۔ پھر شبیب نے اپنی فوج کے دستے ساتھ زایدہ پر حملہ کیا۔ زایدہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور تمام میدان ان بہادروں کی لاشوں سے پاٹ دیا۔ اس شب کو زایدہ بلند آواز سے اپنی فوج والوں کو کہہ رہے تھے اے لوگو ! اپنی جگہ ثابت قدم رہو اور دوسروں کو بھی ثابت قدم رہنے کی ترغیب دلاؤ۔ **یاایھا الذین امنوا ان تنصرو الله ینصرکم ویثبت اقدامکم**۔ ترجمہ (اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا۔ اور تم کو ثابت قدم رکھے گا)

غرض یہ کہ زایدہ اس طرح سینہ سامنے کیے ہوئے برابر دشمنوں سے لڑتے رہے خوب جوہر شجاعت دکھائے اور آخر کار کام آئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابوالصقر الشیبانی نے زایدہ کو قتل کیا تھا مگر اس کے اس دعویٰ میں ایک دوسرے شخص فضل بن عامر نے حجت کی اور خود ان کے قتل کا مدعی ہوا۔ شبیب نے زایدہ کو قتل کر ڈالا اور ابوالفریس اوت اعین دونوں ایک زبردست قلعے میں جا گھسے۔ شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں کر لو کاکی کو قتل نہ کرو بلکہ لوگوں کو بیعت کی دعوت دو۔ چنانچہ صبح کے وقت لوگوں کو بیعت کی دعوت دی گئی۔

عبدالرحمٰن بن جندب کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو شبیب کے ہاتھ پر بیعت کرنے آئے تھے۔ شبیب اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اس کے تمام دوسرے سوار اس کے سامنے ایستادہ تھے جو کوئی بیعت کرنے آتا اس کے شانے سے تلوار اتار لی جاتی اس کے ہتھیار بھی لے لیے جاتے تھے پھر وہ شبیب کے قریب پہنچتا اور امیر المؤمنین کے لقب سے اسے مخاطب کرتا۔ اس کے بعد اسے جانے کی اجازت ہو جاتی اور کوئی تعارض اس سے نہ کیا جاتا۔ ابھی میں بیعت کرنے ہی گیا تھا کہ صبح ہو گئی محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ معرکہ کارزار کے انتہائی کنارے پر اب تم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے جب صبح ہوئی ان کے حکم سے مؤذن نے اذان دی شبیب نے اذان کی آواز سن کر پوچھا کہ یہ کیا ہے کسی نے جواب دیا کہ محمد بن موسیٰ بن طلحہ ہے جو اب تک اپنی جگہ جما ہوا ہے ۔شبیب نے کہا ہاں میرا بھی یہی خیال تھا کہ اس کی حماقت اور تکبر ضرور محمد بن موسیٰ شبیب کی طرف پلٹا شبیب نے اس سے کہلا بھیجا کہ تمھیں دھوکا دیا گیا ہے تمھاری آڑ میں حجاج نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے تم میرے پڑوسی ہو تمھارا مجھ پر حق ہے اس لیئے بہتر یہ ہے کہ جو احکام آپ کو ملے ہیں ان کے مطابق آپ اپنی منزل مقصود کو چلے جائیں اور میں تم سے خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا

مگر محمد ایسی باتوں پر کب کان دھرتا اسی ضد پر اڑا رہا کہ میں تو شبیب سے لڑوں گا شبیب نے ٹالنا چاہا اور پھر دوبارہ قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ تم مجھ سے مت لڑو مگر اس بار بھی اس نے نہ مانا اور دعوت دی کہ میں تم سے مبارزت کرنا چاہتا ہوں بطین قعنب اور سوید یکے بعد دیگرے مقابلہ کے لیے بڑھے مگر محمد بن موسیٰ نے کہا کہ میں شبیب ہی سے لڑنا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں نے شبیب سے کہا کہ وہ ہم سے تو لڑنا نہیں چاہتا آپ ہی سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے شبیب نے کہا خیر کیا حرج ہے۔ وہ اشراف ہے بہر الحال شبیب مقابلہ کے لیے محمد بن موسیٰ کی طرف بڑھا اور اس سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کہتا ہوں کہ تیرا خون بہانا میرے لیے حرام ہے۔ تجھے میرا حق ہمسائیگی

حاصل ہے، محمد نے اب بھی نہ مانا اور اس پر اڑا رہا کہ میں تو لڑوں گا۔ غرض کہ اب شبیب نے اس پر حملہ کیا اور ایک گرز سے جس کی شام پر بارہ رطل لوہا لگا ہوا تھا۔ اس کے سر پر ایسی شدید ضرب لگائی کہ خود کے ٹکڑے ہو گئے اور سر بھی پاش پاش ہو گیا۔ اور محمد مردہ گر پڑا۔ شبیب نے باقاعدہ اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اس کے لشکر گاہ جو مال و متاع اس کے ہاتھ آیا تھا اس کی قیمت لگا کر اس کے اہل و عیال کو بھیج دی۔ اور اپنے ساتھیوں سے معذرت کی کہ چونکہ محمد بن موسیٰ کوفہ میں میرا ہمسایہ تھا اس لیے یہ میرا فرض ہے کہ جو کچھ غنیمت میرے ہاتھ آئی ہے میں اسے اس کے ورثاء کو دے دوں۔ اس سے پہلے محمد بن موسیٰ عمر بن عبیداللہ بن معمر کے ہمراہ فارس میں تھا۔ اور اس کے ساتھ ابوفدیک کے مقابلہ میں اس کے میمنہ کا سردار تھا۔ اس جنگ میں اس نے اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے شہرت اور ناموری حاصل کی تھی عمر بن عبیداللہ نے اپنی بیٹی ام عثمان اس کے نکاح میں دے دی تھی۔ عبدالملک اس کا بہنوئی تھا۔ جب عبدالملک نے اسے بحستان کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا یہ کوفہ آیا یہاں کسی نے حجاج سے کہا اگر یہ شخص جو اس قدر بہادر اور پھر عبدالملک کا سالہ بھی ہے بحستان چلا گیا اور پھر اس کے پاس اگر کسی ایسے شخص نے پناہ لی جس کی تمھیں تلاش ہو تو یہ ہرگز اس شخص کو تمھارے حوالے نہیں کرے گا حجاج نے کہا کہ پھر کیا کیا جائے۔ مشورہ دیا گیا کہ تم خود اس سے ملنے جاؤ سلام کرو۔ اس کی شجاعت بسالت کی تعریف و توصیف کرو اور کہو کہ شیب آپ کے راستے میں ہے میرا تو اس نے ناک میں دم کر دیا ہے مجھ سے اب کچھ نہیں ہو سکتا اب صرف آپ ہی سے میری تمام امیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے اس کی طرف سے مطمئن کر دے گا۔ یہ کارنامہ آپ کی شہرت میں چار چاند لگا دے۔

یہ بات محمد کی سمجھ میں آ گئی شبیب کی طرف مڑا شبیب اس سے دو چار ہوا اور کہنے لگا کہ میں حجاج کی چال کو سمجھ گیا ہوں اس نے تمھیں دھوکا دیا ہے اور اس طرح اس نے تمھاری آڑ میں اپنے آپ کو بچایا آیا اور میں گویا تمھارے ساتھیوں کے ہمراہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب طرفین میں مقابلہ ہو گا یہ تمھیں چھوڑ دیں گے اور تم بھی اوروں کے ساتھ مارے جاؤ گے میری بات مانو اور اپنا راستہ لو کیوں میں نہیں چاہتا کہ تمھاری جان ضایع ہو مگر محمد نے ایک نہ سنی شبیب نے اس سے تنہا جنگ کی اور قتل کر ڈالا اس رات جن لوگوں نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان میں ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری بھی تھے شبیب نے کہا کہ کیا تم ابو بردہ نہیں ہو اس نے کہا ہاں شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے میرے دوستوں اس کا باپ منجملہ دو سرپنچوں کے تھا۔ سب نے کہا کہ کیوں نہ اسے قتل کر ڈالیں۔ شبیب نے کہا کہ اس کے باپ نے جو کچھ کیا تھا اس کا یہ ذمہ دار نہیں سب نے کہا بے شک آپ کا فرمانا درست ہے صبح کے وقت شبیب اس قلعے کی طرف بڑھا جس میں ابوالبجریس اور اعین پناہ گزیں تھے انھوں نے شبیب پر تیر برسائے اور قلعہ بند ہو گئے۔ شبیب اس روز تمام دن وہاں قیام کر کے انھیں چھوڑ کر چلتا ہوا اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اب کوفہ تک راستہ صاف ہے کوئی مزاحم نہیں۔ شبیب نے نظر جو دوڑائی تو دیکھا کہ اس کے ساتھی روانہ ہو گئے ہیں شبیب نے کہا کہ جو کچھ ابھی تمھیں کرنا باقی ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو اب تک تم کر چکے ہو۔

غرض کہ یہ انھیں لے کر نفر، صراۃ، اور بغداد پر دھاوے کرتا ہوا خانجار آیا اور یہاں ٹھہر گیا۔ جب حجاج کو معلوم ہوا کہ شبیب نفر کی جانب بڑھا ہے اس نے خیال کیا کہ اس کا ارادہ مدائن پر حملہ کرنے کا ہے جو کوفہ کا دروازہ ہے اور جو شخص مدائن پر قبضہ کر لے گا تو کوفہ کا بیشتر علاقہ اس کے قبضہ اقتدار میں آ جائے گا اس سے حجاج کو سخت تشویش

ہوئی اس نے عثمان بن قطن کو بلایا اور مدائن جانے کا حکم دیا اور کہا کہ خطبہ اور نماز پڑھانے کا بھی تم ہی کو حق ہے تمام علاقہ جوخی اور استان کا خراج سب تمھارے لیے ہے۔ عثمان روانہ ہوا۔ تیزی سے منزلوں کو طے کرتا ہوا مدائن پہنچا۔ حجاج نے عبداللہ بن ابی عصیفیر حاکم مدائن کو موقوف کر دیا۔ جزل بھی کئی ماہ سے یہاں مقیم تھا اور اپنے زخموں کا علاج کرا رہا تھا۔ ابن ابی عصیفیر جزل کی ع یادت کو آ تا تھا اور بہت کچھ سلوک کرتا رہتا تھا جب عثمان مدائن آیا۔ اس نے اس کی خبر گیری کی اور نہ کبھی ملنے ہی جاتا تھا اور نہ کبھی سوغات بھیجتا تھا۔ اس پر جزل نے کہا اے اللہ تو ابن ابی عصیفیر کی سخاوت و شرافت میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے۔ اور عثمان بن قطن کے بخل میں اضافہ ہو۔ حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو بلایا اور حکم دیا کہ فوج کا انتخاب کرلو اور اس دشمن کے تعاقب میں جاؤ۔ چھ ہزار شہسوار منتخب کرلو۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے شہسواروں اور ان کے سرداروں کو منتخب کرلیا اور اپنی قوم کے بھی چھ سو کندی اور حضرمی بہادر چنے۔ حجاج نے عبدالرحمٰن کو مشورہ دیا کہ ایک جگہ فوج کو جمع کر کے اس کی ترتیب کرلو۔ عبدالرحمٰن نے مقام دیر عبدالرحمٰن پر لشکر آرائی شروع کی۔ حجاج نے ارادہ کیا کہ اب اس فوج کو روانہ کیا جائے اس نے حسب ذیل خط تمام فوج کے نام لکھا۔

حمد و ثناء کے بعد تم نے ذلیل اور کمینے لوگوں کی سی عادت اختیار کی ہے جنگ میں تم نے پشت موڑی حالانکہ یہ کفار کا وتیرہ ہے۔ میں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار تم سے درگزر کیا ہے مگر اب میں تم سے خدا کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اب کے پھر تم نے ایسا کیا تو میں تمھیں ایسی سخت سزا دونگا اور ایسی مصیبت میں مبتلا کرونگا کہ جو تمھیں اس دشمن کے ہاتھوں بھی جن کے لیے تم وادیوں اور گھاٹیوں میں دریاؤں میں پہاڑوں میں بھاگتے پھرتے ہو تمھیں اٹھانی نہ پڑی ہوگی۔ جس شخص میں عقل ہوگی وہ تو اس تنبیہ سے متاثر ہو جائے گا اور اپنے خلاف کوئی موقعہ شکایت نہ آنے دیگا۔ جس نے آگاہ کر دیا وہ تو اب بالکل بری الذمہ ہے۔ جس میں حیات ہے اگر انھیں پکارا جائے تو سن لیتے ہیں مگر جنھیں اس وقت پکارا جا رہا ہے ان میں تو حیات ہی نہیں والسلام علیکم۔

طلوع آفتاب کے وقت حجاج نے اپنے مؤذن ابن الاصم کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ کہہ دو کہ اسی وقت روانہ ہو جائیں اور تمام فوج میں اعلان کر دینا کہ اس مہم کے جو شخص ساتھ نہ جائے گا اور پیچھے رہ جائے گا اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال ساقط ہو جائیں گے۔ عبدالرحمٰن روانہ ہوا۔ مدائن آیا ایک دن اور ایک رات یہاں قیام کیا اس کی فوج والوں نے ضروریات زندگی خریدیں اور اب پھر کوچ کا اعلان کیا گیا۔

غرضیکہ یہاں سے تمام لاؤ لشکر روانہ ہوا۔ عبدالرحمٰن عثمان بن قطن کے پاس پہنچا اور پھر جزل کے پاس آیا۔ اس کی خیریت اور زخموں کی حالت دریافت کی اور ایک گھنٹہ اس کی خیریت مزاج پوچھتا رہا اور دوسری باتیں کرتا رہا۔ جزل نے اثنائے گفتگو میں کہا اے میرے دوست تم ایسے لوگوں کے مقابلے پر جا رہے ہو جو عرب کے بہادر ترین لوگ ہیں۔ جنگ و جدال ان کی گھٹی میں پڑا ہے ان کا بچھونا گھوڑے کی پیٹھ ہے۔ بخدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ گھوڑوں کی پسلیوں میں سپیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کی پشتوں پر انھوں نے پرورش پائی ہے

وہ شیر نیستاں ہیں۔ان کا ایک بہادر سو پر بھاری ہے۔اگر تم جنگ ابتداء کرو گے تو وہ بھی لڑنا شروع کر دیں گے اور اگر للکار اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے تو بھی آگے بڑھ کر حملہ آور ہوں گے۔میں ان سے لڑ چکا ہوں ان کا مزا چکھ چکا ہوں۔جب کھلے میدان میں میں نے ان سے جنگ کی وہ مجھ سے برابر کیا بلکہ فایق رہے اور جب خندق میں نے اپنے گرد کھود لی اور اس طرح ایک محدود جگہ میں ان سے لڑا تو البتہ مجھے ان کے مقابلے میں کچھ تفوق حاصل ہوا اور میں نے ان پر فتح بھی پائی اس لیے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک پوری طرح تیار نہ ہو یا خندقوں کی آڑ نہ لے لو اس وقت تک حتی الامکان ان کے مقابلہ پر نہ آنا۔اس کے بعد جزل نے اسے رخصت کیا اور کہا میری گھوڑی الفسیفا ہے تم اسے لے جاؤ یہ کبھی دھوکا دینے والی نہیں۔عبدالرحمٰن نے گھوڑی لے لی اور اب اپنی فوج کو لیکر شبیب کی طرف چلا۔جب شبیب کے قریب پہنچا شبیب اس سے ہٹ کر دقوقا اور شہرزور کی طرف چل دیا۔عبدالرحمٰن اس کے تعاقب میں چلا اور تخوم جا کر منزل کی اور کہا کہ شبیب اب علاقہ موصل میں ہے تو اب ہمین چاہئے کہیا تو اپنے شہروں کو اس کے دست برد سے بچائیں یا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔اس پر حجاج نے اسے لکھا کہ شبیب کا تعاقب کرو جہاں وہ جائے تم اس کے پیچھے جاؤ یہاں تک کہ تم اسے جالو۔اسے قتل کر ڈالو اور صفحہ ہستی سے مٹا دو کیونکہ یہ تمام حکومت امیر المؤمنین کی ہے اور تمھارے ساتھ جو فوج ہے یہ امیر المؤمنین کی فوج ہے والسلام

عبدالرحمٰن نے جب اس خط کو پڑھا وہ پھر شبیب کی جستجو میں نکلا یوں تو شبیب اس کے مقابلے سے بچتا رہتا تھا مگر رات کے وقت شب خون مرتا مگر جب یہاں آ کر دیکھتا کہ چاروں طرف خندق ہے اور حفاظت کی تمام تدابیر موجود ہیں بے نیل مرام واپس چلا جاتا اور پھر عبدالرحمٰن اس کے پیچھے ہوتا۔جب شبیب کو معلوم ہوتا کہ عبدالرحمٰن اپنے مورچوں سے باہر نکل آیا ہے۔اور میری طرف آ رہا تھا تو پھر عبدالرحمٰن کی طرف مڑتا مگر یہاں آ کر دیکھتا کہ تمام رسالہ اور پیدل باقاعدہ صف بستہ ہیں مقابلے کے لیۓ آمادہ ہیں تیر انداز بھی تیر لیے حکم کے منتظر ہیں۔کوئی موقع یا کمزوری ہمدست نہ ہوتی کہ حملہ کرے مجبوراً اپنا راستہ لیتا اور چلا جاتا۔جب شبیب نے دیکھا کہ وہ عبدالرحمٰن پر کسی طرح دھوکہ سے حملہ آور نہیں ہو سکتا اور نہ اس تک پہنچ سکتا ہے تو اس نے یہ ترکیب شروع کہ کہ پسپا ہونا شروع کیا اور جب عبدالرحمٰن نے اپنے رسالے کے سا تھ اس کے قریب پہنچا اس نے بیس فرخ کے فاصلے پر جا کر منزل کی اور پھر ایک پتھر یلے دشوار گزار بے آب و گیاہ مقام پر پڑاؤ کیا عبدالرحمٰن تعاقب کرتا ہوا یہاں بھی پہنچا شبیب نے یہاں سے روانہ ہو کر بیس یا پندرہ فرخ اور دور جا کر اور ایک سخت دشوار گزار اور پتھریلے مقام پر منزل کیا اور یہان بھی اتنے ہی عرصے قیام کیا جتنے عرصے عبدالرحمٰن یہاں بھی پہنچ گیا۔

غرض کہ اس طرح شبیب نے اس فوج کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا اور ان کے گھوڑوں کی نعلیں گر پڑیں جس سے انھیں سخت

تکلیف ہوئی اگر چہ اور بھی تمام مصائب و شدائد اس فوج کو برداشت کرنے پڑے۔مگر عبدالرحمٰن برابر تعاقب کرتا رہا۔خانقین پہنچا، جلولا آیا تامرا آیا۔یہاں سے چل کر موضع بت پر جو موصل کا ایک گاؤں دریائے تخوم موصل پر واقع

ہے اور اس موضع اور علاقہ کوفہ کے درمیان صرف ایک ندی جولایا نامی پڑتی ہے آ کر منزل کی۔ عبدالرحمٰن نے دریائے جولایا کے بطن میں اور اذان اعلی واقعہ علاقہ جوخی میں پڑاؤ کیا اس دریہ کے ایسے مقامات میں اس نے قیام کیا جو بہت ہی محفوظ تھے۔ اور جہاں عبدالرحمٰن فروکش ہوا تھا۔ وہ جگہ اسے بہت ہی پسند آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قدرتی طور پر خندق اور قلعہ بنا ہوا ہے۔ شبیب نے عبدالرحمٰن کے پاس ایک قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج کل ہماری اور آپ کی عید کا زمانہ ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو عید کے جتنے دن ہیں ان کے گزرنے تک جنگ بند کر دی جائے تو مناسب ہے۔

عبدالرحمٰن تو دل ہی سے چاہتا تھا کہ جنگ میں ڈھیل اور دیر ہو اس نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کر لیا۔ عثمان بن قطن نے حجاج کو عبدالرحمٰن کی شکایت میں حسب ذیل خط لکھا۔

حمد وثناء کے بعد میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ عبدالرحمٰن نے تمام علاقہ جوخی کو کھود کر ایک خندق بنا دیا ہے۔ شبیب کو تو چھوڑ دیا ہے مگر اس علاقے کی مالگزاری اپنے خرچ میں لا رہا ہے اور باشندوں کا کھائے جاتا ہے والسلام۔

حجاج نے جواب میں لکھا۔

عبدالرحمٰن کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا میں اسے بخوبی سمجھ گیا، اور مجھے اپنی جگہ بھی یقین ہے کہ تم نے بیان کیا ہے اسنے ایسا ہی کیا ہے اب تم خود وہاں جاؤ اور فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لو۔ تم ہی فوج کے سرا ور مقرر کیے جاتے ہو۔ خارجیوں کے تعاقب میں تیزی سے روانہ ہونا تا کہ تم انھیں جالو اور انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں ان پر فتح دے گا والسلام

حجاج نے مطرف بن المغیرہ بن الشعبہ کو مدائن بھیجا۔ عثمان روانہ ہوا اور عبدالرحمٰن اور جو اہل کوفہ اسکے ہمراہ تھے۔ ان کے پاس پہنچا یہ لوگ دریائے جولایا پر مقام بت کے متصل پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ عثمان منگل کی رات کو وہاں پہنچا اور یہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ تھی۔ عثمان ایک خچر پر سوار تھا جاتے ہی اس نے اعلان کیا کہ اے لوگو تمھیں اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہونا چاہئے۔ تمام لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کی کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دلاتے ہیں آپ یہ کیا کر رہے ہیں رات ہو چکی ہے فوج جنگ کے لیے آمادہ نہ تھی آج رات تو آپ بسر کیجئے اور پھر پوری تیاری کے ساتھ آپ دشمن پر حملہ کیجئے گا۔ مگر عثمان نے نہ مانا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت ان سے نپٹ لوں یا میں اس موقع سے فائدہ اٹھالوں اور یا وہی فائدہ حاصل کر لیں۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بھی آ گیا اس نے اس کے خچر کی لگام پکڑلی۔ اور جب وہ اتر پڑا اسے خدا کا واسطہ دلایا عقیل بن شداد والسلولی نے عثمان سے کہا کہ آپ اسی وقت دشمن پر جو حملہ آور ہونا چاہتے ہیں یہ آپ کل بھی کر سکتے ہیں۔ اور کل جنگ کرنا آپ کے اور فوج کے دونوں کے لیے اچھا ہے اس وقت آندھی اور غبار بہت چھایا ہوا ہے شام بھی ہو چکی ہے آج رات آپ قیام کیجئے اور تڑکے ہی ہم سب کو لیکر دشمن پر حملہ کر دیجئے گا۔ غرض کہ عثمان رات بسر کرنے پر راضی ہو گیا۔ نہایت تیز آندھی چل رہی تھی اور غبار سے اٹ گیا تھا۔ تحصیلدار نے بیگار کے مزدوروں کو بلایا انھوں نے اسکے لیے ایک کوٹھری بنائی اور اس میں عثمان نے رات بسر گزاری۔ اب چہار شنبہ کی صبح ہوئی باشندگان بت شبیب کے پاس آئے شبیب نے یہاں ان کے گرجا میں قیام کیا ان لوگوں نے شبیب سے عرض کی کہ آپ کمزوروں اور جزیہ دینے والوں پر رحم فرماتے ہیں جس

شخص پر جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جاتی ہے وہ خود آپ سے دادخواہ ہوتا ہے اور جو تکلیف ہمیں پیش آتی ہے وہ ہم سب آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں آپ ان پر غور فرماتے ہیں اور اس کے انسداد کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ ظالم لوگ نہ کسی کو بات کرنے دیتے ہیں نہ کسی کا عذر سماعت کرتے ہیں۔ بخدا اگر انھیں معلوم ہوگا کہ آپ ہمارے گرجے میں مقیم ہیں اور پھر آپ اپنے لیئے یہ فیصلہ کرلیں کہ یہاں سے کوچ کر کے چلے جائیں تو یہ یقینی ہے کہ وہ ہم سب کو تہ تیغ کر دیں گے اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس موضع کی ایک جانب یہاں سے ہٹ کر آپ اپنا پڑاؤ ڈالیں تاکہ ہمارے خلاف کوئی بہانہ انھیں نہ ملے۔

شبیب نے کہا میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ وہ اس گاؤں سے ہٹ کر ایک جانب مقیم ہو گیا۔ اس تمام رات عثمان اپنی فوج کو جنگ کی ترغیب وتحریص دیتا رہا۔ اور بدھ کے دن صبح کو فوج لیکر خارجیوں کیطرف بڑھا تھا کہ سامنے سے نہایت ہی تندو تیز آندھی اور غبار کا طوفان ان پر چھا گیا۔ تمام فوج نے عرض کیا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آج تو آپ ہمیں لے کر حملہ آور نہ ہوں کیونکہ آندھی کا رخ ہمارے خلاف ہے عثمان اس روز بھی ٹھہر گیا دوسری جانب اس فوج سے مقابلہ کے لیے بالکل تیار تھا۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں بھی آ گیا تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ خود دشمن ہی آگے نہیں بڑھا وہ بھی اپنی جگہ رکا رہا۔

پنجشنبہ کی رات کو عثمان جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ فوج کے مختلف دستوں پر سردار مقرر کیئے اور ہر دستے کو لشکر گاہ کے ایک جانب متعین کر دیا۔ اور کہا کہ اسی ترتیب کے ساتھ دشمن سے نبرد آزمائی کرنا پھر پوچھا کہ میمنہ پر کون ہے لوگوں نے بیان کیا کہ خالد بن نہیک بن قیس الکندی اور میسرے پر عقیل بن شداد اوالسلولی ہیں۔ ان دونوں کا بلایا اور حکم دیا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔ وہاں سے ہٹنا نہیں میں نے تمھیں دونوں پہلو سپرد کر دیئے ہیں اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا ایک قدم نہ ہٹنا اور نہ بھاگنا اور میں خود بقسم کہتا ہوں کہ اپنی جگہ سے کبھی نہ ہٹوں گا دونوں نے عرض کیا کہ ہم اس معبود کی قسم کھا کر عرض کرتے ہیں جس کے سوا اور کوئی دوسرا معبود نہیں کہ ہم میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگیں گے یا فتح حاصل کریں گے یا جان دیدیں گے۔ عثمان نے کہا اللہ تم دونوں کو اس کہ جزائے خیر عطا فرمائے عثمان نے صبح کی نماز پڑھائی اور میدان جنگ کا رخ کیا۔ مدینہ کے بنی تمیم اور ہمدانیوں کا جو دستہ تھا اسے اپنے میسرہ میں دریائے جولایا پر متعین کیا اور بنی کندہ ربیعہ مذحج اور بنی اسد کے دستے کو میمنہ پر متعین کیا اور خود گھوڑے سے اتر کر فوج کے ہمراہ پیدل چلنے لگا۔ دوسری طرف شبیب بھی مقابلہ کے لیے بڑھا آج اس کے ساتھ کل ایک سو اکاسی بہادر تھے شبیب دریا کو عبور کر کے اہل کوفہ کے مقابل ہوا۔ شبیب خود اپنی فوج کے میمنہ پر تھا۔ سوید بن سلیم میسرے پر تھا اور قلب میں اس کا بھائی مصاد قیادت کر رہا تھا۔ خارجیوں نے مجتمعہ طور پر حملہ کیا اور وہ ایک دوسرے کو پکار پکار کر ہمت بندھاتے جاتے تھے۔

عثمان بار بار یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ **لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت اوالقتل واذالا تمتعون الا قلیلا.** (اگر تم نے راہ فرار اختیار کی تو تمھارا یہ فعل تمھیں موت یا قتل سے بچا نہیں سکتا۔ اور پھر نہ جیو گے مگر بہت کم۔ کہاں ہیں اپنے دین کے محافظین اپنے خراج کے بچانے والے۔ اس پر عقیل بن شداد بن حبشی السلولی نے کہا غالباً میں بھی منجملہ ان لوگوں کے ہوں گا جو اس جنگ میں روز بار میں مارے جائیں گے۔ شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو میں دشمن کے میسرہ پر کو جو دریا کے قریب متعین ہے حمل

کرتا ہوں اگر میں اسے شکست دیدوں تو میرے میرے کے سردار کو چاہئے کہ اس وقت وہ دشمن کے میمنہ پر ٹوٹ پڑے۔ البتہ میری فوج کے قلب کا سردار تاوقتیکہ اسے میرا حکم نہ ملے اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

غرض کہ شبیب نے اپنے میمنہ کو لے کر دشمن کے میسرے پر حملہ کیا اور وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ عقیل بن شداد گھوڑے سے اتر پڑا لڑا اور مارا گیا۔ اس روز مالک بن عبداللہ الہمدانی ثم المرہبی، جو عیاش بن عبداللہ بن عیاش المتوف کا چچا تھا وہ بھی مارا گیا۔ عقیل بن شداد دشمن سے لڑتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

لاضربن بالحسام الماتر

ضرب غلام من سلول صابر

''بے شک میں ایک قاطع تلوار سے بنی سلول کے ایک بہادر نوجوان تلوریے کی طرح شمشیر زنی کرتا ہوں

شبیب اس فوج کے لشکر گاہ میں بھی داخل ہوگیا۔ سید بن سلیم نے جو شبیب کے میسرہ پر سردار تھا عثمان بن قطن کے میمنہ پر جس کا سردار خالد بن نہیک بن قیس الکندی تھا حملہ کیا۔ خالد زمین پر اتر پڑا اور نہایت بت جگری سے لڑا۔ اس اثناء میں شبیب نے اس کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اور اگر چہ بنی کندہ اور بنی ربیعہ کا دستہ اس کے زیر قیادت تھا۔ مگر شبیب کہیں نہ رکا اور تلوار لیکر خالد پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کیا عثمان اور اس کے سا اور بڑے بڑے شریف ونجیب لوگ زمین پر اتر پڑے تھے یہ شبیب کی فوج کے قلب پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے اس فوج پر شبیب کا بھائی مصاد سردار تھا اور کل ساٹھ سپاہی پیدل اس کے ہمراہ تھے۔ فوج والوں نے پکڑ لیا واصل کو اب اپنی جگہ گمان غالب ہوگیا کہ عبدالرحمٰن میدان جنگ میں کام آیا۔ اس لیے جو لوگ مقتول پڑے تھے ان میں تلاش کرنا شروع کیا مگر نہ پایا اور لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خود اپنی سواری سے اتر پڑا اور عبدالرحمٰن کو سوار کر دیا اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ عبدالرحمٰن ہی تھا۔ رہاان کا گھوڑا اسے دشمنوں نے زبردستی پکڑ لیا۔ یہ سن کر واصل اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چلا۔ واصل کے ہمراہ اس کا غلام بھی ایک خچر پر سوار ہو کر ساتھ ہوا۔ جب یہ دونوں عبدالرحمٰن اور ابن ابی سیرہ کے قریب پہنچے محمد بن ابی سیرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ دو سوار ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ دو کے ماسوا کوئی اور بھی ہے ابن ابی سیری نے کہا نہیں عبدالرحمٰن نے کہا تو پھر کچھ خوف نہیں دو دو کے مقابلے میں کمزور نہیں۔ ابن ابی سیرہ نے اب اس طرح باتیں کرنا شروع کیں کہ گویا اسے ان دونوں سواروں کی مطلقا پرواہ ہی نہیں۔ یہاں تک کہ یہ دونوں سواران کے بالکل قریب پہنچ گئے ابن ابی سیرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ دو شخصوں نے ہمیں آلیا عبدالرحمٰن نے کہا اچھا اتر پڑو۔

غرض کہ دونوں سواری سے اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کران کے طرف بڑھے جب واصل نے ان دونوں کو دیکھا اس نے شناخت کر لیا اور کہا کہ جب میدان جنگ میں اتر کر لڑنے کا موقع تھا اس وقت تو آپ لوگ اترے نہیں اور اب بہادری جتانا چاہتے ہیں۔ اب اس وقت آپ کو اترنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے چہرہ سے عمامہ ہٹایا۔ تب ان دونوں صاحبوں نے انھیں شناخت کیا اور خوش آمدید کہا۔ واصل نے ابن الاشعث سے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ تمھارا گھوڑا بغیر سوار کے میدان کارزار میں گھومتا پھرتا ہے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ تم پیدل ہی چلے آئے ہو اس لئے میں اپنا گھوڑا بھی تمھارے لئے لایا ہوں تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ ابن الاشعث نے خچر تو صرف ابن ابی سیرہ کے لیے چھوڑ دیا اور خود اس گھوڑے پر سوار ہو گیا اور وہاں سے روانہ ہو کر دیر الیعار آ کر

قیام کیا۔

ادھر شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں کرلو۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھ قتل سے کھینچ لیے اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ اور پیدل سپاہ میں سے جو لوگ باقی تھے۔ وہ شبیب کے پاس آئے انھوں نے بیعت کی۔ ابوالصقر المحلی نے شبیب سے کہا کہ میں نے ساتھ کوفیوں کو دریا کے پیٹے میں قتل کیا ہے۔ ان کا جو آخری آدمی تھا وہ میرے کپڑوں سے چمٹ گیا۔ اور چیخ و پکار شروع کی اور مجھے ڈرانے لگا میں بھی اس سے ڈر گیا تھا مگر پھر میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس زور بنی کندہ کے بیس آدمی کام آئے۔ اور تمام فوج میں سے ایک ہزار یا چھ سو آدمی مارے گئے اور جس قدر سر برآوردہ لوگ تھے ان سے بیشتر مارے گئے۔ قدامتہ بن حازم بن سفیان الخثعمی نے اس روز ایک جماعت کو قتل کیا۔

عبدالرحمٰن نے اور محمد نے وہ رات دیر الیعار میں بسر کی دو سوار آئے اور ان کے پاس کو ٹھے پر چڑھ کر چلے گئے ایک تو علیحدہ کھڑا ہو گیا اور ایک بہت دیر تک عبدالرحمٰن سے تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔ پھر وہ اتر آیا اور اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ بعد میں لوگوں نے بیان کیا کہ جو شخص عبدالرحمٰن سے باتیں کرتا رہا وہ شبیب تھا اور عبدالرحمٰن میں اور اس میں پہلے اسے مراسلت ہوا کرتی تھی پچھلی رات عبدالرحمٰن یہاں سے روانہ ہو کر دیر ابن مریم آئے۔ یہاں آکر دیکھا کہ رسالے کے تمام سردار بھی موجود ہیں اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی سیرہ نے اس کے لیے جو کی روٹیاں تیار کی ہیں جو تہ بہ تہ ایک دوسرے پر اس طرح رکھی ہوئی ہیں کہ قصر معلوم ہوتے ہیں اور ان کے لیے بھیڑیں بھی ذبح کی ہیں۔ وہ دن تو انھوں نے کھانے پینے اور اپنے گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو چارہ کھلانے میں صرف کیا۔ تمام لوگ جمع ہو کر عبدالرحمٰن کے پاس آئے اور کہا کہ سنا گیا ہے کہ شبیب تمھارے پاس آیا تھا اور گویا تم بھی اس کے قیدی تھے تمام فوج منتشر ہو گئی ہے اور جو بہترین جوان مرد تھے وہ مارے گئے اس لیے اب آپ کوفہ واپس چلیے۔

غرض کہ عبدالرحمٰن کوفے کے طرف روانہ ہوا تمام فوج بھی چلی۔ یہ کوفہ آئے حجاج کے سامنے نہ آتے تھے مگر اس کے بعد انھیں وعدہ معافی دیدیا گیا۔ اسی سال میں عبدالملک نے درہم دینار مضروب کرائے اور مسلمانوں میں یہ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے ان سکوں کو مضروب کرایا۔ ایک روای بیان کرتے ہیں کہ وہ مثقال جس کے مطابق عبدالملک نے یہ سکے مضروب کرائے تھے۔ ایام جاہلیت کا مثقال تھا اور اس کا وزن ایک حبہ کم بارہ قیراط تھا اور اس کے دس مثقال ایام جاہلیت کے مثقال کے سات کے برابر تھے۔

ہلال بن اسامتہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے دریافت کیا کہ کتنے دیناروں پر زکوۃ واجب ہوگی سعید نے کہا کہ جس کے پاس بیس مثقال وزن شامی سے سونا ہو اسے آدھی مثقال زکوۃ دینا پڑے گی۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ شامی اور مصری میں فرق کیا ہے سعید نے کہا شامی وہ وزن ہے جسکے مطابق دینار مضروب ہوئے ہیں اور ان دیناروں کے مضروب ہونے سے پہلے ہی دینار کا وزن تھا۔ اور وہ ایک جبہ کم بارہ قیراط تھا۔ سعید نے یہ بھی کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس وزن کے دینار دمشق بھیجے گئے تھے۔ اور پھر اسے کے مطابق وہ مضروب ہوئے۔ اس سال یحییٰ بن الحکم عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سال کے ماہ رجب میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

ابان بن نوفل بن مساحق بن عمرو بن خداش (قبیلہ بنی عامر) بن لوی کو منصب قضا پر سرفراز کیا۔ اسی سال مروان بن محمد بن مروان پیدا ہوا۔ ابان بن عثمان نے جو مدینہ کا حاکم تھا اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ کوفہ بصرہ کا حاکم حجاج بن یوسف تھا۔ خراسان پر امیہ
بن عبداللہ بن خالد حاکم تھا۔ شریح کوفے کے اور زرارہ بن اوفی بصرہ کے قاضی تھے۔

۷۷ھ کے واقعات

عتاب بن ورقہ الریاحی اور زہرا بن حویہ کے قتل کی تفصیل

شبیب نے اس فوج کو جو اس کے مقابلے کے لیے حجاج نے زیر سرکردگی عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث روانہ کی تھی شکست فاش دی اور عثمان بن قطن کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ نہایت ہی سخت موسم گرما پیش آیا۔

شبیب اور اس کے ہمراہیوں کو گرمی کی شدت نے بیتاب کر دیا اس لیے وہ مقام ماہ نہروان چلا آیا۔ یہاں اس نے تین ماہ گرمی کے بسر کیے۔ اور بہت سے دنیا کے حریص اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ایسے لوگ بھی اس سے آ ملے جن پر کوئی مطالبہ سرکاری باقی تھا یا جنھوں نے کوئی جرم کیا تھا۔ اور حجاج ان کی تلاش میں تھا۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک شخص حر بن عبداللہ بن عوف تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ دریائے درقیط کے علاقہ کے دو زمینداروں نے اس پر سختی کی تھی۔ اس سے بری طرح پیش آئے تھے اس نے دونوں پر حملہ کر کے انھیں قتل کر ڈالا اور شبیب کے پاس چلا گیا۔ اور ماہ میں اسی کے ساتھ تھا۔ اور شبیب کے ساتھ اس کے قتل ہونے تک اس کی تمام لڑائیوں میں شریک رہا۔ شبیب کے قتل کے بعد حجاج نے ان تمام لوگوں کو وعدہ معافی اور امان دیدیا جو شبیب سے جا ملے تھے۔ اور جن پر کسی قسم کا سرکاری مطالبہ باقی تھا۔ یا جو کسی جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ اعلان جنگ سنجہ کے بعد دیا گیا۔ الغرض اس کے شائع ہوتے ہی حر بھی اپنے ہی طرح کے اور لوگوں کے ہمراہ کھلے بندوں نکلا۔ ان دونوں زمینداروں کے متعلقین جنھیں اس نے قتل کیا تھا آئے۔ اور حجاج کے سامنے اس کے خلاف مستغیث ہوئے۔

حر حجاج کے سامنے لایا گیا تھا چونکہ یہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اس لیے اس نے وصیت بھی کر دی تھی۔ حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ اے دشمن خدا تو نے دو سرکاری خراج وصول کرنے والے زمینداروں کو قتل کر ڈالا۔ حر نے جواب دیا خدا آپ کو نیک توفیق دے۔ اس سے بڑھ کر بھی ہو گیا حجاج نے پوچھا کیا حر نے جواب دیا یہی میرا امیر المؤمنین کی اطاعت سے نکل جانا اور عام جماعت مسلمانوں سے علیحدہ ہو جانا مگر اس کے بعد آپ نے ان تمام لوگوں کو وعدہ معافی دے دیا ہے جو آپ کے پاس چلے آئے۔ حجاج نے کہا اچھا بہتر ہے جاؤ۔ بے شک میں نے وعدہ معافی تو دے دیا ہے اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ جب گرمی کی شدت کم ہو گئی شبیب ماہ سے تقریباً آٹھ سو سپاہ کی جمعیت کے ساتھ مداین کی طرف آیا مطرف بن المغیرہ بن شعبہ اس وقت مدائن کا عامل تھا۔ شبیب قناطر حذیفہ بن الیمان کے قریب آ کر خیمہ زن ہو گیا ماذروا سپ بابل مہروذ کے رئیس اعظم نے حجاج کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ نہیں معلوم کہ شبیب کا رادہ کہاں کا ہے۔ حجاج نے اس خط کو پڑھا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ حمد و ثناء کے بعد اس نے کہا اے لوگو! یا تو تم اپنے شہروں اور خراج کی مدافعت کرو ورنہ میں اب مجبوراً ایسے لوگوں کا اس کام کے لیے بلاتا ہوں جو تم سے زیادہ اطاعت شعار، فرمانبردار اور مصائب و شدائد جنگ میں

زیادہ صابر اور برداشت کرنے والے ہیں وہ تمھارے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور تمھاری آمدنی کو اپنے مصارف میں خرچ کریں گے۔ اس پر ہر جانب سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہیں اور اپنے امیر کی ناراضی کو دور کریں گے۔ آپ ہمیں دشمن کے مقابلے پر جانے کا حکم دیجئے۔ آپ جہاں حکم دیں گے ہم جائیں گے۔ زہرہ بن حویہ نے جو ایک پیر فرتوت تھا۔ اور جس سے بغیر سہارے اچھی طرح کھڑا بھی ہوا نہیں جاتا تھا۔ کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے سردار خدا آپ کو نیک توفیق دے۔ اس وقت جس قدر مہمیں آپ نے دشمن کے مقابلے پر روانہ کہ ہیں وہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں پر مشتمل تھیں اب آپ یہاں کی ہوری ہی مخلوق کو دشمن کے مقابلے پر بھیج دیجئے اور ایسے شخص کو جو بہادر، صابر، تجربہ کار میدان جنگ سے بھاگنے کو ذلت و عار سمجھنے والا اور ثابت قدم رہنے کو عزت و بزرگی سمجھنے والا ہو۔ اسے اس مہم کا سردار مقرر فرمائیے۔ حجاج نے کہا بس تم ہی اس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہو۔ زہرہ نے جواب دیا کہ اس اہم خدمت کے لیے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو نیزہ اٹھا سکے۔ زرہ کے بوجھ کو سنبھال سکے۔ تلوار چلا سکے۔ اور گھوڑے پر بیٹھ سکے اور میں ان میں سے کسی بات کا بھی پورا نہیں کر سکتا۔ میری بصارت کمزور ہے اور میں خود بھی بہت ہی ضعیف ہو گیا ہوں۔ ہاں آپ بڑے شوق سے مجھے اس مہم کے ہمراہ بھیج دیجئے۔ میں سواری میں بیٹھ جاؤں گا اور جو اس فوج کا سردار ہوگا اس کے فوجی قیام گاہ میں رہوں گا۔ اسے مشورہ دیتا رہوں گا۔ حجاج نے کہا خدا تمھیں اول اور آخر اسلام میں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے تم نے نہایت ہی مخلصانہ بات کہی ہے اور سچ کہا۔ اور میں اس تمام مخلوق کو دشمن کے مقابلے پر بھیجتا ہوں۔ اے لوگو تم سب کے سب روانہ ہو جاؤ۔

تما لوگ واپس پلٹے اور اب اس مہم پر روانہ ہوئے مگر کسی کو معلوم نہیں کہ ان کا سپہ سالار کون ہے۔ حجاج نے عبدالملک کو اس حالت کے بارے میں حسب ذیل خط لکھا۔

> حمد و ثناء کے بعد میں امیر المؤمنین (خدا آپ کی عزت بڑھائے) اطلاع دیتا ہوں کہ شبیب مدائن کے سامنے آ گیا ہے اور کوفہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے باشندگان کوفہ اکثر جنگوں میں اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے ہیں جتنی لڑائیاں ہوئیں ان سب میں فوج کے سپہ سالار کو اس نے قتل کر دیا اور فوج کو شکست دی اس لیے اگر امیر المؤمنین اسے مناسب خیال فرمائیں تو شامیوں کو بھیج دیں۔ تاکہ وہ ان کے دشمنوں کا مقابلہ کریں اور تمام آمدنی اپنے صرف میں لے آئیں والسلام۔

یہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا اس نے سفیان ابن لابرد کو چار ہزار فوج کے ساتھ اور جیب بن عبدالرحمٰن الحکمی کو بنی مذحج کے دو ہزار شہسواروں کے ساتھ حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اب کوفے والوں کا یہ حال ہے کہ مارا مار شبیب کی طرف چلے جا رہے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ امیر جیش کون ہے مختلف چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہے فلاں شخص سردار ہے اور کوئی دوسرے کا نام لیتا ہے۔ حجاج نے عتاب بن ورقہ کو حکم بھیج دیا تھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ۔ عتاب اس وقت مہلب کے ہمراہ کوفے والوں کے رسالے کے سردار تھے اور یہ وہ ہی فوج تھی جسے بشر بن مروان نے قطری کے مقابلے پر روانہ کیا تھا۔ عبدالرحمٰن تقریباً دو ماہ تک اس فوج کے سردار رہے حجاج کے عراق آنے کے بعد صرف دو ماہ رجب اور شعبان میں یہ فوج ان کے ماتحت رہی۔ آخر کار ماہ رمضان المبارک میں قطری

نے عبدالرحمٰن کو قتل کر ڈالا اور حجاج نے اس فوج کی قیادت کے لیے جس میں کوفے ہی کے باشندے تھے اور جس میں عبدالرحمٰن قتل ہوئے تھے۔ عتاب بن ورقہ کو بھیج دیا تھا۔ اور انھیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ تم مہلب کے حکام کی تعمیل کرنا یہ بات عتاب کو ناگوار گزری۔ اور پھر مہلب اور عتاب میں جھگڑا ہو
گیا عتاب نے حجاج کو اس عہدہ سے اپنی برطرفی کے لیے استعفیٰ بھیج دیا اور درخواست کی کہ آپ مجھے اپنے ہی پاس بلالیں۔

عتاب کی بطور سپہ سالار تقرری

اب جب حجاج کا خط عتاب کے پاس پہنچا کہ تم چلے آؤ اس سے وہ بہت خوش ہوا حجاج نے کوفہ کے تمام عمائدین کو اپنے پاس بلالیا اور کہا کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے میں کس شخص کو اس مہم کا سپہ سالار بناؤں؟ لوگوں کہا اے امیر آپ ہی کی رائے سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ حجاج نے کہا میں نے عتاب بن ورقہ کو بلایا ہے اور وہ آج یا کل رات کو یہاں آ جائیں گے۔ اور وہ ہی اس مہم کو لیکر دشمن کے مقابلے پر جائیں گے۔ زہرہ بن حویہ نے کہا اللہ نے امیر کو درست راہ دکھادی۔ آپ نے ٹھیک نشانہ پر تیر لگایا ہے بخدا یہ وہ شخص ہے کہ بغیر فتح حاصل کیے واپس نہیں آئے گا ورنہ اپنی جان دیدیگا۔

قبیصہ کا امیر المؤمنین کو مشورہ اور امیر کی عملدر آمد

قبیصہ بن والق نے عرض کیا کہ میں امیر کو کچھ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ اگر یہ غلط ہو تو یوں خیال کیجئے گا کہ میں امیر المؤمنین اور عامہ مسلمین کی خیر خواہی میں حد سے زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے اور اگر یہ ٹھیک سمجھا جائے تو میں خیال کرونگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق مجھے عطا فرمائی۔ ہم نے سنا ہے کہ شام سے ایک فوج آپ کو بھیجی گئی ہے ۔اور کوفہ والوں نے ہر محاذ پر شکست کھائی اور راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیے گئے جنگ کے نازک موقعوں پر ثابت قدم نہیں رہے۔ بھاگنے کو عار نہ سمجھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں دل ہی نہیں رہا بلکہ ان کا دل دوسرے لوگوں کے کے سینوں میں جاگزیں ہو گیا ہے۔
اس لیئے اگر جناب والا مناسب سمجھیں تو اس فوج کی طرف قاصد بھیج دیجئے جو شام سے آپ کی مدد کے لیے آ رہی ہے۔ تاکہ وہ پوری تدابیر حفاظت اختیار کرلیں اور ہرگز ایک جگہ رات بسر نہ کریں جہاں انھیں خیال ہو کہ یہاں ان پر شب خون مارا جائے گا۔ خود آپ نے ایسا کیا ہے کیونکہ جنگ کے وقت آپ خود نہایت مستعد ہوشیار اور تدابیر جنگ سے کام لینے والے ہیں۔ کبھی آپ پلٹ جاتے ہیں اور کبھی سواری تیار کر کے چلدیتے ہیں اور فی الحال آپ نے شبیب کے مقابلے پر اہل کوفہ کو روانہ کیا ہے حالانکہ ان پر آپ کو اعتماد نہیں ہے۔ اور یہ ان کے برادران ملت جو ملک شام سے ان کی امداد کے لیے آ رہے ہیں انھیں معلوم نہیں کہ شبیب کا طرز عمل یہ ہے کہ آج وہ اس علاقہ پر دھاوا کرتا ہے اور کل دوسری جگہ غارتگری کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ شبیب اس شام سے آنے والی فوج پر اچانک حملہ کردے گا جب کہ وہ بے خطر اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے اڑے آ رہے ہوں گے۔ خدانخواستہ اگر یہ فوج تباہ ہوگئی تو ہم بھی تباہ ہو جائیں گے اور تمام عراق برباد ہو جائے گا۔
حجاج نے کہا بخدا تم نے نہایت عمدہ رائے اور مشورہ دیا ہے اور پھر عبدالرحمٰن بن العوق ابن عقیل کے

آزاد غلام کو اس فوج کی طرف روانہ کیا جو شام سے آرہی تھی۔ عبدالرحمٰن حجاج کا خط لیکر اس فوج کے پاس پہنچا جو اس وقت مقام (ہیت) میں فروکش تھی اس خط میں مسطور تھا۔

حمد وثناء کے بعد تم ہیت پہنچ جاؤ تو پھر دریائے فرات اور انبار کا راستہ چھوڑ دینا اور عین التمر کے راستہ سے کوفہ آ ؤ۔ حفاظت کی
پوری تدبیریں اختیار کرنا اور کوشش کرو کہ یہاں جلد پہنچ جاؤ، والسلام۔

چنانچہ اس فوج کے اپنی رفتار بہت تیز کردی۔ عتاب بن ورقاء اس رات جیسا کہ حجاج نے بیان کیا تھا کوفہ پہنچ گئے۔ حجاج نے انھیں سپہ سالاری کا حکم دیا عتاب لوگوں کو لیکر چلے اور حمام اعین پر فوج کو آراستہ اور مرتب کرنے لگے۔ دوسری جانب سے شبیب بڑھتا ہوا کلواذا آیا یہاں سے اس نے دریائے دجلہ عبور کر کے قریب کے شہر بھر سیر میں آکر قیام کیا۔ اب مطرف بن المغیرہ بن الشعبہ اور شبیب کے درمیان صرف دجلہ کا پل حائل رہ گیا۔ جب شبیب بھر سیر میں ٹھہرا ہوا مطرف نے پل توڑ ڈالا اور شبیب کے پاس قاصد کے ذریعہ پیام بھیجا کہ آپ اپنے ہمراہیوں میں سے چند سربرآوردہ شخصوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ میں کلام کے ذریعہ سے ان سے گفتگو کروں اور غور کروں کہ آپ کا مذہب کیا جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ شبیب نے چند سربرآوردہ آدمیوں کا جن میں قعنب، سوید اور محلل تھے اس غرض سے روانہ کیا جب انھوں نے چاہا کہ کشتی میں سوار ہوں۔ شبیب نے حکم بھیجا کہ جب تک میرا قاصد مطرف کے پاس سے واپس نہ آجائے سوار نہ ہونا۔ چنانچہ وہ قاصد واپس آ گیا شبیب نے پھر مطرف سے کہلا بھیجا کی جس قدر آدمی میرے تمھارے پاس آرہے ہیں اسی قدر تم بھی میرے پاس بھیجو۔ تاکہ یہ بطور یرغمال اور قیدی کے میرے پاس اس وقت تک رہیں جب تک کہ میرے آدمی واپس نہ آجائیں۔

مطرف اور شبیب کے درمیان مراسلت

مطرف نے شبیب کے قاصد سے کہا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ ابھی جو میں نے اپنے آدمی تمھارے پاس بھیجے تھے اس وقت کس طرح میں نے تم پر اعتماد کر لیا تھا اور اب کیوں مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔ قاصد نے واپس آکر شبیب سے یہ پیام کہہ دیا۔ شبیب نے پھر قاصد بھیجا اور کہا کہ مطرف سے کہہ دینا کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے مذہب میں عہد کا توڑنا حرام ہے بخلاف اس کے تم لوگ عہد شکنی کرتے ہو اور اسے جائز بھی رکھتے ہو۔ اس پر مطرف نے ربیع بن یزید الاسدی، سلمان بن حذیفہ بن ہلال بن مالک المزنی اور اپنے آزاد غلام اور محافظ دستہ کے افسر یزید بن ابی زیاد کو بطور قیدی شبیب کے پاس بھیج دیا۔

یہ لوگ مطرف کے پاس آئے اور اس طرح چار روز تک برابر آتے جاتے رہے مگر کسی بات پر دونوں فریقوں کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور جب شبیب کو معلوم ہو گیا کہ مطرف نہ میرا مطیع ہوتا ہے اور نہ میرے مذہب کا اختیار کرتا ہے اس نے عتاب بن ورقاء اور اہل شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔

شبیب نے اپنی فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ آج چار روز سے اس ثقفی شخص نے مجھے اس تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھا ہے جو میں نے سوچی تھی میں نے یہ خیال کیا تھا کہ محض رسالے کے لشکر کو لیکر جاؤں اور اس فوج پر جو شام سے آرہی ہے حملہ کردوں مجھے یہ امید تھی کہ اس طرح یا تو میں اچانک انھیں پالوں گا۔ یا انھیں

حفاظت کی تدبیریں اختیار کرنے پر مجبور کردوں گا۔ اور مجھے ڈر نہیں اگر میں ان سے ایسی حالت میں مقابلہ کروں جب کہ وہ اس شہر سے دور ہوں جس پر حجاج سا شخص امیر ہو جس پر وہ بھروسہ کریں اور یا کوفہ کا سا شہر ہو جس کی حفاظت میں وہ اپنے آپ کو بچا سکیں آج ہی میرے مخبروں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس فوج کی اگلی جماعتیں مقام عین التمر میں پہنچ گئی ہیں اور اب وہ کوفہ سے اتنے قریب رہ گئے ہیں کہ وہاں سے کوفی نظر آ رہا ہے عتاب کی طرف سے جو میرے مخبر آ رہے ہیں انھوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ عتاب ایک کوفہ کی جماعت کے ساتھ مقام صراۃ میں ٹھہرا ہوا ہے اور یہ جگہ ہم سے بہت قریب ہے اس لئے ہم سب کو عتاب کیطرف چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہئے۔

مطرف کا روپوش ہونا

مطرف کو اپنی جگہ یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں میں نے شبیب سے جو خط و کتابت کی ہے اس کی خبر حجاج کو ہو جائے اس لیے وہ پہاڑی علاقے کی طرف چل دیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ جب تک شبیب اور عتاب کے مقابلے کا نتیجہ نہ نکلے اسی علاقے میں قیام کروں گا۔ شبیب نے مطرف کو لکھا کہ اگر چہ تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی مگر میں تمھیں اپنے برابر سمجھتا ہوں اور مساویانہ سلوک کے لیے تیار ہوں۔ اس پر مطرف نے اپنی جماعت سے کہا کہ اپنی عزت اور طاقت کو بچا کر ہمیں یہاں سے چل دینا چاہئے۔ کیونکہ حجاج ضرور ہم سے لڑیگا۔ مگر اس وقت ہمارے پاس بھی کافی طاقت ہوگی۔ غرض کہ مطرف وہاں سے روانہ ہو کر مدائن پہنچا۔ شبیب نے پھر دریا پر پل باندھا اور اپنے بھائی مصاد کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔

حجاج کے لشکر کی تعداد

دوسری جانب سے عتاب شبیب کی طرف بڑھتے بڑھتے بازار حکمہ پر آ کر مقیم ہوا تھا۔ حجاج نے اس مہم کے لیئے کوفہ سے دو قسم کے لوگ روانہ کئے تھے ایک تو باقاعدہ جنگجو سپاہی اور دوسرے نوجوان رضا کار۔ اس طرح باقاعدہ فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی اور دس ہزار نوجوان رضا کار اس کے علاوہ تھے اور اس طرح بازار حکمہ پر عتاب کے ساتھ یہ دونوں طرح کی جماعتیں شامل ہوگئی تھیں اور اب انکی مجموعی تعداد پچاس ہزار تھی کوفے میں عربوں کے جس قدر خاندان آباد تھے ان میں سے حجاج نے کسی شخص کو نہیں چھوڑا اور نہ کسی قریشی کو بلکہ سب کو مہم پر روانہ کر دیا تھا۔

حجاج کا خطبہ

حجاج نے جس وقت عتاب کو شبیب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ خطبہ دینے منبر پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اہل کوفہ تم سب کے سب عتاب کے ساتھ جاؤ سوائے ان لوگوں کے جو سرکاری ملازم ہیں کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ گھر بیٹھا رہے اور اس مہم پر نہ جائے یہ خوب سمجھ لو کہ اس مجاہد کے لیے جو شدید جنگ میں صابر و مستقیم رہے عزت و بزرگی ہے جو شخص میدان جنگ سے بھاگ جائے اس کے لیئے ذلت اور بے رحمی ہے۔ اس معبود کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ اگر اس موقع پر بھی تم نے وہی کیا جیسا کہ تم پہلے کرتے آئے ہو تو یاد رکھو کہ تمھیں بہت ہی سخت سزا دونگا۔

اس تقریر کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا۔ اور تمام لوگ حمکہ عتاب کے پاس پہنچ گئے۔ دوسری جانب شبیب

نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ اسکی کل تعداد ایک ہزار تھی اور پھر خطبہ دینے کھڑا ہوا۔

حمد وثناء کے بعد اس نے کہا کہ! اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ نے آج تک تمھیں دشمنوں پر فتح دی ہے حالانکہ تمھاری تعداد کم وبیش

سو دو سو رہی ہے۔ اور آج تو تم سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ خیر مجھے پہلے ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ اس کے تمھیں لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوں گا۔

چنانچہ شبیب نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اور پھر اعلان کر دیا گیا کہ اے اللہ کی فوج سوار ہو جاؤ اور تمھیں خوش خبری ہو۔ غرض یہ کہ شبیب اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ مگر اب اس کی فوج کا یہ حال تھا کہ آگے بڑھنے سے ڈر رہے تھے۔ مگر جب مقام ساباط سے یہ لوگ گزرے تو سب کے سب شبیب کے ساتھ اتر پڑے۔

اس تقریر کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا۔ اور تمام لوگ حمکتہ عتاب کے پاس پہنچ گئے۔ دوسری جانب شبیب

نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ اسکی کل تعداد ایک ہزار تھی اور پھر خطبہ دینے کھڑا ہوا۔

حمد وثناء کے بعد اس نے کہا کہ! اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ نے آج تک تمھیں دشمنوں پر فتح دی ہے حالانکہ تمھاری تعداد کم وبیش سو دو سو رہی ہے۔ اور آج تو تم سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ خیر مجھے پہلے ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ اس کے تمھیں لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوں گا۔

چنانچہ شبیب نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اور پھر اعلان کر دیا گیا کہ اے اللہ کی فوج سوار ہو جاؤ اور تمھیں خوش خبری ہو۔ غرض یہ کہ شبیب اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ مگر اب اس کی فوج کا یہ حال تھا کہ آگے بڑھنے سے ڈر رہے تھے۔ مگر جب مقام ساباط سے یہ لوگ گزرے تو سب کے سب شبیب کے ساتھ اتر پڑے۔

شبیب کا فوج کو جہاد کے لیے ابھارنا

شبیب نے ان سے پرانے قصص اور حکایات بیان کیے اور جہاد کے واقعات سنائے۔ اور عرصہ تک اپنی فوج کو دنیا کی نفرت اور آخرت کی رغبت دلاتا رہا۔ پھر اپنے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان دی۔ شبیب خود آگے بڑھا اور سب کو نماز عصر پڑھائی اور پھر روانہ ہوا اور اب عتاب اور اس کی فوج کے سامنے پہنچ گیا۔

جب شبیب کی نظر اپنے دشمن پر پڑی اسی وقت گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا مؤذن نے اذان دی اور ان شبیب نے اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ سلام بن سیار الشیبانی اس کا مؤذن تھا۔ جب عتاب بن ورقا کو مخبروں نے اطلاع دی کہ شبیب آ پہنچا ہے عتاب تمام فوج کے ساتھ میدان جنگ میں نکلا۔ اور انھیں جنگ کے لیئے باقاعدہ طور پر مرتب کیا۔

عتاب کا خندق کھودنا

پہلے روز جب عتاب اس مقام پر پہنچا تھا اس نے اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھود لی تھی۔ اور روزانہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ اسکا

ارادہ ہے کہ خود مدائن جا کر شبیب کا مقابلہ کرے۔

شبیب کو اس بات کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے کہا کہ میں اسے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں کہ خود اس کی طرف

جاؤں بجائے اس کے کہ وہ میری طرف آئے۔ اور اس لئے اب خود شبیب اس کے مقابلہ کے لیے چل کر آیا۔ جب عتاب نے فوج کی صف بندی کی محمد بن عبدالرحمن بن سعید بن قیس کو اپنے لشکر کے دائیں بازو کا امیر مقرر کیا اور اس سے کہا اے میرے بھتیجے تم شریف ہو۔ جنگ میں ثابت قدم مستقیم رہنا اور دوسروں کو ثابت قدم رکھنا۔ محمد نے کہا بخدا میں اس وقت تک لڑتا رہونگا جب تک ایک آدمی بھی میرے ساتھ رہے گا۔

عتاب نے قبیصہ بن والق سے جو بنی تغلب کے لشکر کا افسر تھا کہا کہ تم میرے میسرہ پر رہو۔ اس پر عتاب نے قبیصہ بن والق سے جو بنی تغلب کے لشکر کا افسر تھا کہا کہ تم میرے میسرہ پر رہو۔ اس پر قبیصہ نے کہا کہ میں تو بہت ہی ضعیف بوڑھا ہوں مجھ سے زیادہ سے زیادہ صرف یہ ہوسکتا ہے کہ اپنے جھنڈے تلے بیٹھا رہوں۔ کیونکہ جب کوئی دوسرا آدمی مجھے کھڑا نہ کرے میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ عبیداللہ بن الحلیس اور نعیم بن علیم دونوں تغلبی موجود ہیں۔ یہ دونوں سردار بھی بنی تغلب کے دو لشکروں کے سپہ سالار تھے۔ بڑے تجربہ کار محتاط مستقل ارادے والے اور بہادر ہیں ان میں سے جس کسی کو چاہیں آپ یہ خدمت سپرد کر دیں۔

چنانچہ عتاب نے نعیم بن علیم کو اپنے میرے کا سردار مقرر کیا۔ اور حنظلہ بن الحارث الیرلوعی اپنے چچازاد بھائی کو جو اپنے خاندان کو شیخ تھا۔ پیدل فوج پر سردار مقرر کیا اور تمام فوج کو تین صفوں پر تقسیم کیا۔ ایک صف پیدل جنگجوؤں کی تھی جو تلواروں سے مسلح تھے۔ دوسری صف ان لوگوں کی تھی جن کے پاس نیزے اور بھالے تھے۔ اور ایک صف تیراندازوں کی تھی۔

عتاب اپنے لشکر کے دائیں بائیں گھومتا پھرتا تھا۔ اور ہر ایک علم بردار اور اس کی فوج کے پاس جاتا اور انہیں خوف الٰہی اور صبر و استقامت کی تلقین کرتا اور قصص و حکایات بیان کرتا۔

عتاب کا اپنی فوج کو قصص و حکایات کے ذریعے ابھارنا

تمیم بن الحارث الازدی بیان کرتا ہے کہ عتاب ہمارے پاس آ کر ٹھہرا اور بہت سے قصے بیان کئے منجملہ ان کے جو مجھے تین کلمے یاد رہ گئے۔ عتاب نے کہا اے مسلمانوں جنت میں سب سے بڑا درجہ شہید کا ہے خداوند عالم اپنے مخلوقات میں سے کسی اور کو اس قدر زیادہ پسند نہیں فرماتا جتنا کہ وہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو جہاد میں مستقیم رہتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے اس نے فرمایا ہے۔ اصبروا ان اللہ مع الصابرین (صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اب سمجھ لو کہ جس کے فعل کی خود خدا تعریف کرے اسکا درجہ کتنا بڑا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ باغیوں سے دشمنی رکھتا ہے اور کیا نہیں دیکھتے کہ یہ تمھارے دشمن بے تحاشا تلواروں سے مسلمانوں کا گلا کاٹتے ہیں اور اسے قربت خداوندی کے حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس زمین کے بسنے والوں میں یہ سب سے بدترین لوگ ہیں اور اہل دوزخ کے کتے ہیں کہاں ہیں قصہ گو۔

روای بیان کرتا ہے کہ ہم میں سے کسی شخص نے اس تقریر پر لبیک نہیں کہا یہ دیکھ کر عتاب نے کہا کہ کیا کوئی شخص ہے جو عنترہ کا شعر پڑھے اس کا بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب عتاب نے غصہ میں آ کر کہا بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے۔ اور اس حالت میں چھوڑ جاؤ گے کہ ہوا مجھ پر مٹی اڑا رہی ہوگی۔ عتاب سامنے آ کر فوج کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ زہرہ بن حویہ عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث ابوبکر بن محمد بن ابی جہم

العدوی بھی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

شبیب کا میدان جنگ میں آنا

شبیب بھی صرف چھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ ایک ہزار میں سے چار سو آدمی پیچھے رہ گئے اور اس کے ساتھ نہ آئے۔ اس پر شبیب نے کہا اچھا ہوا کہ ایسے لوگ پیچھے رہ گئے جن کو میں چاہتا تھا بھی نہ تھا کہ اپنی فوج میں دیکھوں۔

شبیب نے سعد بن سلیم کو دو سو سواروں کے ساتھ اپنے میسرے پر اور محلل بن وائل کو دو سو سواروں کے ساتھ اپنے درمیان میں متعین کر دیا اور خود بھی دو سو سواروں کے ساتھ مغرب اور عشاء کے درمیان وقت میں (جبکہ چاند اچھی طرح روشن ہو گیا تھا۔) اپنے میمنہ کی طرف چلا آیا شبیب نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کس کے نشان وعلم ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ بنی ربیعہ کے نشانات ہیں۔ اس پر شبیب نے کہا یہ وہ جھنڈے ہیں جنھوں نے اکثر اسلام کی امداد کی ہے۔ اور کفر کی بھی امداد کی ہے تمام جنگوں میں ان جھنڈوں کا حصہ ہے۔ تمھارے اس جہاد میں بھی حق وخیر کے لیے پوری طرح تمھارے ساتھ تمام صعوبتوں اور تکلیفوں میں شریک رہونگا۔ تم بنی ربیعہ ہو اور میں شبیب ہوں۔ میں ابوالعدلہ ہوں حکومت اس کو دینا ہے جس میں حکومت کرنے کی صلاحیت بھی ہو دیکھو ثابت قدم رہنا۔

شبیب کا اپنے دشمنوں پر حملہ کرنا

اس کے بعد شبیب نے اپنے دشمنوں پر حملہ کیا۔ (یہ اس وقت خندق کے سامنے ایک ٹیلہ پر بیٹھا تھا) اور انھیں منتشر کر دیا۔ مگر قبیصہ بن والق عبید بن الحلیس اور نعیم بن علیم نشان بردار اپنی جگہ ثابت رہے اور سب مارے گئے اور تمام میسرہ کو شکست ہوئی۔

بعض تغلبیوں نے شور مچا دیا کہ قبیصہ بن والق مارے گئے۔ اس پر شبیب نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا اے معشر المسلمین تم نے قبیصہ بن والق کو قتل کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

واتل عليهم نبأ الذى اتيناه من اياتنا فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين .

(ترجمہ) اور تو اس شخص کا قصہ ان سے بیان کر کہ ہم نے اسے اپنی نشانیاں دیں پھر وہ اس سے علیحدہ ہو گیا پھر پیچھے پڑ گیا۔ اسکے شیطان اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔) یہی حالت تمہارے بھائی قبیصہ بن والق ہوئی کہ یہ شخص رسول للہ کے پاس آ کر مسلمان ہوا اور پھر اب کفار کی حمایت میں تم سے لڑنے آیا۔ شبیب اس کے لاشہ پر ٹھہر گیا اور کہنے لگا کہ اگر تو اپنے پہلے اسلام پر قائم رہا ہوتا تو نجات پاتا پھر اپنے میسرہ کو لے کر عتاب بن ورقہ پر حملہ آور ہوا۔ سوید بن سلیم نے اہل کوفہ کے لشکر جس کی قیادت محمد بن عبدالرحمٰن کی سپرد کی تھی حملہ کیا۔ محمد بنی تمیم اور ہمدانیوں کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر لڑتا رہا۔ اور ان لوگوں نے خوب ہی جوہر وشجاعت دکھائے۔ ابھی لڑائی کا یہی رنگ تھا کہ انھیں معلوم ہوا کہ عتاب بن ورقہ میدان جنگ میں کام آئے۔ اب کیا تھا۔ اس خبر کے سنتے ہی ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ منتشر ہو گئے۔

عتاب قلب فوج میں ایک چٹائی پر بیٹھے تھے۔ اور زہرہ بن حویہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ کہ شبیب نے ان پر حملہ کیا اس وقت عتاب نے زہرہ سے کہا کہ آج کے دن اگر چہ ہماری فوج کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر ان میں

شجاعت و استقلال کی کمی ہے۔کاش کہ اس تمام فوج کے مقابلے میں میرے پاس اس وقت پانچ سو بھی سے بہادر ہوتے تو پھر میں دشمنوں کو مزہ چکھاتا کیا ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے؟۔کیا ایک بھی اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں۔مگر کسی نے اس پر لبیک نہیں کہا۔اور اسے دشمن کی زد میں چھوڑ دیا

زہرہ نے کہا اے عتاب تم نے خوب کہا وہی کیا جو تم سے اولوالعزم کو کرنا چاہئے تھا۔بخدا اگر دشمن کے سامنے سے تم اپنی پیٹھ پھیرتے تو پھر کون سی زندگی تھی۔تمھیں خوش ہونا چاہیئے مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری موت کے وقت ہمیں درجہ شہادت دینے والا ہے۔عتاب نے کہا خدا تمھیں اس کی ایسی جزائے خیر عطا فرمائے جیسی کی نیک کام پر ہدایت کرنے والی کی ملا کرتی ہے۔اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر وتقویٰ کی نصیحت کی۔

جب شبیب اس کے بالکل قریب آ گیا تو اگر چہ اور لوگ تو دائیں بائیں کائی کی طرح پھٹ گئے تھے۔مگر ایک مٹھی بھر جماعت اب بھی اس کے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے موجود تھی۔یہ انھیں لے کر مقابلہ کے لیے آگے بڑھا عمار بن یزید الکلبی (بنی المدینہ) نے کہا" خدا امیر کو نیک ہدایت دے عبدالرحمٰن بن محمد آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔اور بہت سے لوگ بھی ان کے ساتھ فرار ہو گئے"۔عتاب نے سن کر کہا ہاں یہ کوئی عجیب بات نہیں وہ اس سے پہلے بھی بھاگ چکا ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص اس قسم کی حرکت کرتا ہے اور ذرہ برابر اس کی پرواہ نہیں کرتا۔

عتاب تھوڑی دیر تک مقابلہ کرتے رہے اور کہہ رہے تھے کہ اس پہلے میں نے کبھی ایسی جنگ مین شرکت نہیں کی جیسی کہ یہ ہے کہ لڑنے والے تو بہت ہی کم ہیں اور بھاگنے والے بہت ہی زیادہ۔

عتاب کا قتل

اسی اثناء میں بنی تغلب کی قبیلہ بنی زید بن عمرو کے ایک شخص نے عتاب کو دیکھا جس کا نام عامر بن عبد عمرو تھا۔اس نے اپنی قوم میں ایک انسان کو قتل کیا تھا۔اور اس وجہ سے بھاگ کر شبیب سے جا ملا تھا۔مگر تھا شہسوار اس شخص نے شبیب سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص جو بول رہا ہے یہی عتاب ہے۔اور پھر حملہ کر کے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ عتاب زمین پر گر پڑا۔اور یہی شخص عتاب کا قاتل تسلیم کیا گیا۔رسالہ نے زہرہ بن حویہ کو روندنا شروع کیا زہرہ تلوار سے اپنا دفاع کرتا رہا۔مگر کہاں تک لڑتا نہایت ضعیف تھا۔اچھی طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔فضل بن عامر الشیبانی نے حملہ کر کے اسے بھی قتل کر ڈالا۔

شبیب بھی اس کے پاس پہنچا یہ زمین پر مردہ پڑا تھا شبیب نے دیکھ کر پہچانا اور پوچھا کہ کس نے اسے قتل کیا فضل نے کہا مین نے اسے قتل کیا۔اس پر شبیب نے کہا کہ یہ زہرہ ابن حویہ ہے اگر اب یہ ضلالت و گمراہی کی راہ میں مارا گیا مگر مسلمانوں کی بہت سے جنگیں ایسی تھیں جس میں اس نے خوب ہی جوان مردی دکھلائی تھی۔نہایت شجاعت سے لڑا۔اور مشرکین کی بہت سی جماعتوں کو اس نے شکست دی۔رات کے اندھیرے میں بھی وہ لشکر لے کر آئے۔مگر اس نے بھی انھیں بھی کیفر کردار تک پہنچایا۔مشرکین کی بہت سی آباد بستیوں کو اس نے فتح کیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔اللہ کے علم میں تو یہ تھا کہ یہ ظالموں کی مدد میں اپنی جان دے گا۔

فروہ بن لقیط بیان کرتا ہے کہ زہرہ کی موت کا شبیب کو سخت رنج وغم ہوا۔اور اس پر بکر بن وائل کے ایک

نوجوان نے کہا بھی کہ امیر المؤمنین گزشتہ رات سے ایک کافر کی موت پر اس قدر رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ شبیب نے کہا کہ مجھ سے زیادہ تو ان کی گمراہی سے واقف نہیں۔ مگر میں عرصہ سے ان سے واقف تھا اگر یہ اپنی اس حالت پر قائم رہتے تو آج ہمارے بھائی ہوتے۔ میدان جنگ میں عمار بن یزید بن شبیب الکلبی مارے گئے اور اس روز ابوخثیمہ بن عبداللہ بھی مارے گئے۔ شبیب نے اہل لشکر اور فوج پر قبضہ کرلیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں ڈال لو۔ اور لوگوں کو بیعت کے لیے دعوت دی۔ اس وقت تو سب نے بیعت کرلی مگر رات ہی کو بھاگ گئے۔ شبیب جب ان سے بیعت لے رہا تھا ساتھ ہی کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے معلوم ہے کہ دوسرے ہی وقت تم بھاگ جاؤ گے اہل کوفہ کے فوجی کیمپ میں جس قدر مال واسباب تھا۔ سب پر شبیب نے کوفہ کا رخ کیا۔ دوروز بیت قرہ میں اپنی فوج کے ساتھ ٹھہرا۔ اور پھر اسی طرف چلا جدھر کہ اہل کوفہ گئے تھے۔ اب سفیان بن ابرد الکلبی اور حبیب ابن عبدالرحمٰن الکسی (بنی مذحج) اپنے ساتھی شامیوں کے ساتھ کوفہ پہنچ چکے تھے۔ اس سے حجاج کو قوت ہوگئی۔ اور اب اسے کوفہ والوں کی کوئی پرواہ نہیں رہی۔

حجاج کا خطبہ

حجاج خطبہ کے لیے منبر پر کھڑا ہوا۔ حمد وثناء کے بعد یوں گویا ہوا۔ اے کوفے والو! تمھیں اللہ نے عزت دینی چاہی اسے

عزت نہیں دی۔ جس نے کوشش کی کہ تمھیں فتح حاصل ہو اللہ نے اسے فتح نہیں دی مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اور دشمنوں کے مقابلے میں ہماریساتھ جنگ میں شریک نہ ہو۔ جاؤ چلے جاؤ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ جا کر آباد ہو جاؤ اور سوائے اس شخص کے کہ جو ہمارا عامل ہو یا جو عتاب بن ورقہ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوا ہو اور کوئی شخص ہمارے ساتھ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لیے نہ جائے۔

قائم رہتے تو آج ہمارے بھائی ہوتے۔ میدان جنگ میں عمار بن یزید بن شبیب الکلبی مارے گئے اور اس روز ابو خثیمہ بن عبداللہ بھی مارے گئے۔ شبیب نے اہل لشکر اور فوج پر قبضہ کرلیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں ڈال لو۔ اور لوگوں کو بیعت کے لیے دعوت دی اس وقت تو سب نے بیعت کرلی مگر رات ہی کو بھاگ گئے۔ شبیب جب ان سے بیعت لے رہا تھا ساتھ ہی کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے معلوم ہے کہ دوسرے ہی وقت تم بھاگ جاؤ گے اہل کوفہ کے فوجی کیمپ میں جس قدر مال واسباب تھا۔ سب پر شبیب نے کوفہ کا رخ کیا۔ دوروز بیت قرہ میں اپنی فوج کے ساتھ ٹھہرا۔ اور پھر اسی طرف چلا جدھر کہ اہل کوفہ گئے تھے۔ اب سفیان بن ابرد الکلبی اور حبیب ابن عبدالرحمٰن الکسی (بنی مذحج) اپنے ساتھی شامیوں کے ساتھ کوفہ پہنچ چکے تھے۔ اس سے حجاج کو قوت ہوگئی۔ اور اب اسے کوفہ والوں کی کوئی پرواہ نہیں رہی۔

حجاج کا خطبہ

حجاج خطبہ کے لیے منبر پر کھڑا ہوا۔ حمد وثناء کے بعد یوں گویا ہوا۔ اے کوفے والو! تمھیں اللہ نے عزت دینی چاہی انسے عزت نہیں دی۔ جس نے کوشش کی کہ تمھیں فتح حاصل ہو اللہ نے اسے فتح نہیں دی مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اور دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہو۔ جاؤ چلے جاؤ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ جا کر

آباد ہو جاؤ اور سوائے اس شخص کے کہ جو ہمارا عامل ہو یا جو عتاب بن ورقہ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوا ہو اور کوئی شخص ہمارے ساتھ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لیے نہ جائے۔ فروہ بن لقیط (یہ شخص خارجی ہے) بیان کرتا ہے کہ اب ہم دشمن کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ اور عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث اور محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی کے قریب پہنچ گیا۔ یہ دونوں پیدل چلے جا رہے تھے۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ عبدالرحمٰن کا سر خاک آلودہ تھا۔ ان سے باز رہا اور میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اچانک ان پر حملہ کروں۔ حالانکہ اگر میں شبیب کے ساتھیوں کو ان کے قتل کی جازت دیدیتا تو وہیں دونوں مار ڈالے جاتے مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دونوں میرے ہم قوم ہیں ایسے شخصوں کو قتل کرنا میرے لئے مناسب نہیں۔ شبیب بڑھتے بڑھتے صراۃ پہنچا۔

شبیب کا ارادہ کوفہ پر حملہ کرنے کا تھا۔ جب مقام سورا پہنچا اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ تم میں کون شخص عامل سورا کا سر میرے پاس لاسکتا ہے بطین، قعنب، سوید اور دو اور شخص اسکام کے لیے تیار ہوئے۔ یہ لوگ نہایت تیز رفتاری سے چلے اور بیت المال کے دفتر پہنچے سرکاری عہدہ دار خراج وصول کرنے میں مصروف تھے۔ خارجی مکان میں گھس آئے۔ اور لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ امیر کا استقبال کرو۔ لوگوں نے پوچھا کون امیر آئے ہیں خارجیوں نے کیا کہ حجاج نے جن کو فاسق شبیب کا سر لانے کے لیے مقرر کر کے روانہ کیا ہے وہ ہیں۔

عامل کا قتل

عامل بے چارہ دھوکے میں آ گیا۔ اور جب خارجی اس کے بالکل قریب پہنچ گئے انھوں نے تلواریں نکال لیں اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی۔ عامل کو قتل کر ڈالا اور جس قدر روپیہ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ اور شبیب کے پاس چلے آئے۔

جب شبیب کے پاس پہنچے اس نے دریافت کیا کہ کیا لائے۔ انھوں نے کہا کہ اس فاسق کا سر اور جو روپیہ ہمیں ملا لائے ہیں۔ روپیہ تھیلیوں میں بھرا ہوا ایک بہادر گھوڑے پر لدا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر شبیب نے کہا ہاں تم میرے پاس وہ شے لائے ہو جس سے مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ ''غلام امیر چھوٹا بر چھالا تا''۔ شبیب نے اپنے برچھے سے تھیلیوں کو چاک کر ڈالا اور حکم دیا کہ بہادر گھوڑا ہانکا جائے۔ روپیہ تھیلیوں میں سے بکھرتا جاتا تھا۔ اس طرح وہ صراۃ پہنچا یہاں آ کر اس نے کہا دیکھو اب بھی کچھ باقی ہوا سے پانی میں پھینک دو۔

حجاج کا شبیب سے مقابلہ کے لیے بڑھنا

اب سفیان بن الابرد حجاج کے ہمراہ شبیب کے مقابلے کے لیے نکلا۔ سفیان اس سے پہلے ہی حجاج کے پاس آ چکا تھا اور اس نے حجاج سے کہا تھا کہ تم مجھے آگے بھیج دو تاکہ قبل اس کے کہ وہ تم تک پہنچے میں اس کا مقابلہ کروں مگر حجاج نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم سے علیحدہ ہو جاؤں۔ قبل اس کے کہ میں شبیب سے تمھاری جماعت کے ساتھ مقابلہ کروں۔ جب کہ کوفہ ہماری پشت پناہ ہو اور قلعہ ہمارے قبضے میں ہو۔

شبیب کا دوسری مرتبہ کوفے میں داخل ہونا اور حجاج کی اس سے جنگ کی تفصیل اور واقعات

جب شام کی فوج کوفہ آ گئی تو سیرۃ بن عبدالرحمٰن بن مجنف دسکرہ سے کوفہ آیا مطرف بن مغیرہ نے حجاج کو لکھا تھا کہ شبیب نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے آپ مزید لشکر روانہ کیجئے۔ اس پر حجاج نے سیرۃ بن عبدالرحمٰن بن مجنف کو دو سو شہسواروں کے ساتھ مطرف کے پاس بھیج دیا۔

جس وقت مطرف نے پہاڑوں میں جا کر پناہ لینے کا ارادہ کیا وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس نے اپنے تدبیر سے اپنے ساتھیوں کو واقف کر دیا تھا مگر سیرہ سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی۔ جب مطرف دسکرہ الملک پہنچا۔ سیرہ کو بلایا اور اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور کہا کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ۔ سیرہ نے اس وقت ہاں کر لی ۔ جب اس کے پاس چلا آیا اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اتنے میں اسے یہ خبر معلوم ہوئی کہ عتاب مارے گئے اور شبیب کوفے کیطرف روانہ ہوا ہے۔ یہ بیطری نامی ایک گاؤں میں پہنچا۔ اس وقت شبیب مقام حمام عمرو پر ٹھہرا ہوا تھا۔ سیرہ اس گاؤں سے بھی روانہ ہوا۔ اور قریہ شاہی کے پاس دریائے فرات کو پار کر کے سواریوں پر سوار ہو کر حجاج کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ اہل کوفہ پر سخت عتاب ہے وہ سفیان بن الابرد کے پاس گیا

اپنا پورا قصہ سنایا اور کہا کہ میں امیر کا فرمانبردار ہوں۔ مطرف کو چھوڑ آیا ہوں۔ عتاب کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ بلکہ آج تم کسی ایک جنگ میں بھی جس کا باشندگان کوفہ کو شکست اٹھانی پڑی ہے میں نے شرکت نہیں کی اور ہمیشہ سے امیر کا (حجاج) عامل رہا ہوں۔ میرے ساتھ ایسے دو سو شہسوار ہیں جو کبھی ایسی جنگ میں میرے ساتھ شریک نہیں ہوئے جس میں شکست کھانا پڑی ہو۔ یہ سب اپنے عہد وفاداری پر اب تک قائم ہیں۔ کسی بغاوت یا سازش میں شریک نہیں ہوئے۔

سفیان یہ تمام باتیں سن کر حجاج کے پاس گیا اور جو کچھ سیرہ نے اپنی کہانی سنائی تھی وہ سب کہہ سنائی۔ حجاج نے کہا کہ یہ سیرہ سچا ہے اور اس کا طرز عمل ٹھیک رہا ہے۔ اچھا اس سے کہہ دو کہ وہ بھی ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ میں شریک ہو۔ سفیان نے آ کر سیرہ کو اطلاع کر دی۔

حارث کو شبیب کے مقابلے پر روانہ کرنا

اب شبیب حمام اعین پر آ کر مقیم ہوا۔ حجاج نے حارث بن معاویہ بن ابی زرعہ بن مسعود الثقفی کو بلایا اور مسلح پولیس کے ساتھ جو عتاب کے ساتھ شریک جنگ نہیں ہوئی تھی۔ شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی عامل تھے۔ تقریباً دو سو شامیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس طرح حارث بن معاویہ تقریباً ایک ہزار فوج کے ساتھ زرارہ پہنچا۔ اس مہم کی آمد کی شبیب کو بھی خبر ہوئی شبیب فوراً ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حارث کی طرف بڑھا اور اس تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا اور حارث کو قتل کیا اور اس کی فوج کو شکست دی یہ شکست زدہ فوج کوفہ واپس چلی آئی۔ شبیب بڑھتے بڑھتے فرات کے پل تک پہنچا پل کو پار کر کے دریا کے اس کنارے کوفے کے سامنے خیمے لگائے

شبیب تین روز تک اپنے فوجی کیمپ میں مقیم رہا۔ پہلے دن اس نے حارث بن معاویہ کو قتل کیا۔ دوسرے روز حجاج نے اپنے تمام آزاد غلاموں اور غلاموں کو آہنی لباس سے مسلح کر کے شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا یہ ڈر کے مارے کوفے کے قریب ہی قریب سڑکوں کے کناروں پر کھڑے رہے اور آگے نہ بڑھے۔ اب کوفے والے بھی میدان جنگ کے لیے نکلے اور اپنے اپنے راستوں پر متعین ہو گئے۔ کیونکہ انھیں خوف تھا کہا گر وہ مقابلے پر نہ جائیں گے تو حجاج اور عبدالملک ناراض ہو جائیں گے۔ شبیب نے سنجہ کی آخری حد پر ایوان کے قریب جہاں کہ خبر رساں کھڑے ہوتے تھے ایک مسجد بنوائی۔ جو آج تک اسے جگہ قائم ہے۔

حجاج کے غلاموں کا قتل

تیسرے روز حجاج نے اپنے غلام ابوالورد کو جو آہنی زرہ پہنے ہوئے تھا اور دوسرے غلاموں کو جو زرہ بکتر سے آراستہ تھے۔ مقابلے کے لیے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ خارجیوں نے ابوالورد کو دیکھ کر کہا کہ یہ ہی حجاج ہے شبیب نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ اور کہا کہ اگر یہ ہی حجاج تھا تو میں نے اسے قتل کر کے تمھیں راحت دیدی۔ پھر حجاج نے اپنے غلام طہمان کو اسی ساز و سامان اور اسی وضع ولباس میں مقابلے کے لیے بھیجا۔ شبیب نے حملہ کر کے اسے بھی قتل کر ڈالا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اگر یہ شخص حجاج ہے تو میں نے اسے بھی قتل کر کے تمھیں آرام و خوشی پہنچائی۔ جب آفتاب خوب روشن اور اچھی طرح بلند ہو گیا۔ حجاج نے اپنے محل سے برآمد ہوا۔ اور حکم دیا کہ میرے لیے خچر لاؤ اور اس پر سوار ہو کر میں یہاں سے سنجہ تک جاؤں گا۔ چنانچہ ایک یک رنگی خچر لایا گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا خدا امیر کو نیک صلاح دے یہ عجمی آج ایسے دن میں ایسے خچر پر سوار ہونے کو سمجھتے ہیں مگر حجاج نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اور خچر کو قریب لانے کا حکم دیا اور کہا کہ ''آج کا دن بھی روشن پیشانی والا خوب روشن ہے''۔ یہ کہہ کر خچر سوار ہو کر شامیوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اور جس راستہ سے پہ جاتا تھا۔ اس راہ سے روانہ ہوا۔ اور سنجہ کے بلند ترین حصہ تک پہنچ گیا۔ جب حجاج نے شبیب اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ لیا خچر سے اتر پڑا۔ آج شبیب کے ہمراہ چھ سو سوار تھے۔ اسے معلوم ہوا کہ حجاج مقابلے کے لیے آ گیا ہے۔ وہ بھی اپنے ساتھیوں کو لیکر سامنے آیا۔

سیرہ بن عبدالرحمٰن نے حجاج کے پاس آ کر کہا کہ مجھے آپ کہاں متعین فرماتے ہیں حجاج نے کہا کہ تم راستوں کے کناروں پر کھڑے رہو۔ اگر دشمن تمھارے اہاتھ آئے اور لڑے تو مقابلہ کرنا۔ سیرہ یہ حکم سنتے ہی اپنے ساتھیوں کی جماعت میں جا کر ٹھہر گیا۔ حجاج نے ایک کرسی منگوائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ شامیوں کو مخاطب کر کے کہا تم لوگ فرمانبردار، اطاعت شعار، جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور ایمان والے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ میں ان ناپاکوں کی گمراہی تمھاری صداقت پر غالب ہو جائے۔ آنکھیں نیچی کر لو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور اس طرح اپنے نیزوں کی دھاروں سے دشمن کا مقابلہ کرو۔ تمام شامی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اپنے نیزے نصب کر لیے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک سیاہ آتش فشاں زمین کا قطعہ ہے۔

شبیب کی پیش قدمی

دوسری طرف سے شبیب بھی بڑھا اور جب قریب آ گیا تو اس نے اپنی جماعت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ایک دستہ خود لے لیا سوید نے حملہ کیا۔

شامی اپنی جگہ جمے رہے جب دونوں طرف سے نیزے آپس میں ٹکرائے تو شامی، سوید اور اس کے ہمراہیوں پر سامنے کے رخ سے جھپٹ پڑے اور بڑھ بڑھ کر نیزہ زنی کرنے لگے۔ سوید کو حملے کا حکم دیا۔ سوید واپس پلٹنا پڑا۔ یہ دیکھتے ہی حجاج نے للکارا۔ ''اے اطاعت شعار اور فرمانبردار لوگو! شاباش اس طرح بہادر لڑتے ہیں لڑے جاؤ۔ غلام میری کرسی آگے بڑھا''۔

محلل کی پسپائی

اب شبیب نے محلل کو حملے کا حکم دیا۔ محلل حملہ آور ہوا مگر اس کے ساتھ بھی شامیوں نے وہی سلوک کیا جو سوید کے ساتھ کر چکے تھے۔ اس مرتبہ پھر حجاج نے ان کے طرز عمل کی اسی طرح داد دی۔ اور غلام کو حکم دیا کہ کرسی اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اب خود شبیب حملہ آور ہوا۔ پہلے تو شامی زسی طرح اپنی جگہ کھڑے رہے مگر جب نیزوں کے پھل ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ وہ اپنی اپنی جگہ سے آگے جھپٹ کر شبیب کے بالکل سامنے سے حملہ آور ہوئے۔ کافی دیر تک شبیب ان سے لڑتا رہا۔ آخر کار شامیوں نے آگے بڑھ بڑھ کر ایسی نیزہ زنی کہ کہ شبیب کو اس کی فوج تک پیچھے ہٹا دیا۔ شبیب نے جب دیکھا یہ تو اس قدر صبر اا استقلال سے لڑ رہے ہیں سوید کو حکم دیا کہ تم لحام جریر کی سڑک پر حملہ کرو شاید اس کے محافظین کو تم ہٹا سکو اور اس طرح حجاج پر عقب سے حملہ کرنا اور ہم سامنے سے حملہ آور ہوں گے۔ سوید اپنی جماعت کو ساتھ لیکر چلا گیا۔ اور اس رستہ کے ناکہ پر جو لوگ متعین تھے ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر لوگوں نے مکانات کے اوپر سے
سڑک سے اس قدر تیر برسائے کہ سوید کو واپس ہونا پڑا۔

حجاج کی دوراندیشی

حجاج نے پہلے ہی سے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو تقریباً تین سو شامیوں کے ساتھ اپنے پیچھے اس لیے متعین کر رکھا تھا تا کہ خارجی عقب سے حملہ نہ کر سکیں۔

شبیب کی حوصلہ افزاء تقریر

فروہ بن لقیط روای ہے کہ اس جنگ کے روز شبیب نے ہم سے کہا اے اہل اسلام ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور جس کسی نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو اسے اللہ کی راہ میں چاہے کیسی ہی تکلیف اور مصیبت کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ اسے اس کی پروانہیں کرنی چاہیئے۔ صبر کرو اور ایک ایسا ہی شدید حملہ کرو جیسا کہ تم نے ان لڑائیوں میں حملے کیے تھے۔ جن تمھیں فتح سے سرخروئی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد شبیب نے اپنے تمام ساتھیوں کو یکجا کیا۔

حجاج کا فوج کو ابھارنا

حجاج نے جب دیکھا کہ شبیب حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے اپنی فوج سے کہا کہ اے اطاعت شعار اور فرمانبردارو اس ایک حملے مقابلے میں ثابت قدم رہنا اس کے بعد میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمارے اور فتح کے

درمیان کوئی شے حائل نہیں رہ گئی۔ تمام شامی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اطاعت کا اظہار کرنے لگے۔

حجاج کی پہلی فتح

شبیب نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا اور جب بالکل شامیوں سے بھڑ گیا حجاج نے بھی اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا اور ان لوگوں نے آگے بڑھ بڑھ کر خوب نیزہ زنی اور شمشیر زنی شروع کی اور شبیب اور اس کے ساتھیوں کو پیچھے دھکیلتے رہے اور شبیب بھی برابر ان سے لڑتا رہا۔ یہاں تک موضع بستان زایدہ پہنچا۔ یہاں پہنچ کر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے اللہ کے دوستو گھوڑوں سے اتر پڑو اور خود بھی گھوڑے سے اتر پڑا۔ شبیب نے اپنے ساتھیوں کو اترنے کا حکم دیا۔ آدھے تو گھوڑوں سے اتر پڑے اور آدھے سوید بن سلیم کے ساتھ چھوڑ دیے گئے۔

حجاج بڑھتے بڑھتے شبیب کی مسجد تک پہنچا اور شامیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا ''اے اطاعت شعار و! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں حجاج کی جان ہے یہ پہلی فتح ہے جو ہمیں حاصل ہوئی''۔ حجاج مسجد پر چڑھ گیا اس کے ساتھ تقریباً بیس آدمی اور بھی چڑھ گئے جن کے پاس تیر کمان تھے۔ حجاج نے ان ہی سے کہا کہ اگر خارجی ہمارے قریب آئیں تو تیروں سے ان کی خبر لینا۔ غرض کہ دن نہایت ہی شدید جنگ ہوتی رہی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی شجاعت و بسالت کے قائل تھے۔ خالد بن عتاب نے حجاج سے کہا کہ آپ مجھے خارجیوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے کیونکہ میرے باپ کو انھوں نے مارا ہے میں اس کا بدلہ لوں گا۔ اور مجھے جانتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو بے اعتبار ہوں۔ حجاج نے کہا اچھا میں نے اجازت دی۔ خالد نے کہا میں ان کے عقب سے ان پر حملہ کرتا ہوں تا کہ ان کے قیام گاہ غارت گری کروں۔ حجاج نے کہا اچھا۔ خالد اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ چل دیا اور خارجیوں کے عقب سے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا۔ خالد نے شبیب کے بھائی مصاد کو قتل کیا اور اس کی بیوی غزالہ کو فردہ بن وفان الکلبی نے قتل کر ڈالا۔ اور ان کے لشکر گاہ میں آگ لگا دی۔ اس واقعہ کی خبر شبیب اور حجاج دونوں کو ہوئی۔ حجاج اور اس کی فوج نے تو خوشی میں نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور شبیب اور اس کیساتھ جس قدر خارجی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ وہ سب کے سب فوراً اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حجاج نے شامیوں سے کہا کہ کیونکہ انھیں ایسی خبر ملی ہے جس سے وہ مرعوب ہو رہے ہیں اس لیے اب تم ان پر حملہ کرو۔

شبیب کی شکست خوردہ واپسی اور بحفاظت پل پار کرنا

شامی ان پر حملہ آور ہوئے اور انھیں شکست دی صرف شبیب ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ میدان جنگ میں باقی رہا۔ ایک ایسا شخص راوی ہے جو خود شبیب کے ہمراہ تھا کہ جب شبیب کی فوج کو شکست ہوئی تو پل پر سے گزر آیا حجاج کے رسالے نے اس کا تعاقب کیا۔ شبیب اپنا سر ہلاتا جاتا تھا۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین ذرا مڑ کر دیکھئے آپ کے پیچھے کون آ رہا ہے۔ شبیب نے بالکل بے پروائی سے مڑ کر دیکھا اور پھر گردن جھکا لی اور سر ہلانے لگا جب حجاج کا رسالہ ہمارے قریب آ گیا۔ ہم نے عرض کی کہ امیر المؤمنین دشمن آپ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ شبیب نے پھر پیچھے مڑ کر دیکھا مگر بخدا ذرا بھی پروا نہیں کی اور پھر سر ہلانے لگا۔ اس کے بعد حجاج نے اپنے اس

رسالے کو حکم بھیجا کہ شبیب کا تعاقب نہ کرو اور اسے اللہ کی آگ میں جلنے کے لیے چھوڑ دو چنانچہ دشمن ہمیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ جس وقت شبیب نے پل کو عبور کر لیا اسے توڑ ڈالا۔

فروہ کہتا ہے کہ جب شکست کھا کر بھاگے میں شبیب کے ہمراہ تھا جب تک کہ ہم پل سے گزر نہ آئے نہ کسی نے اسے چھیڑا اور نہ کسی نے ہمارا تعاقب کیا۔ حجاج کوفہ آیا۔ منبر پر خطبہ کے لیے کھڑا ہوا۔ حمد وثناء کے بعد اس نے کہا کہ اس سے پہلے کبھی شبیب سے ایسی جنگ نہیں ہوئی۔ بخدا وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا اور اپنی مردہ بیوی کو اغیار کے پاس چھوڑ گیا۔ اس جنگ کے متعلق مزاحم بن زحر بن جساس التیمی کا یہ بیان ہے کہ جب شبیب نے ہر معرکہ میں حجاج کی فوجوں کو شکست دی۔ حجاج نے ہم سب کو اپنے پاس بلایا۔ ہم سب لوگ اس کے دیوان خانہ میں جہاں رات کو وہ رہا کرتا تھا پہنچے۔ حجاج ایک تخت پر متمکن تھا اور لحاف اوڑھے ہوئے تھا۔

قتیبہ کی حجاج سے اختلاف رائے

حجاج نے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسی بات کے لیے بلایا ہے جس میں سلامتی بھی ہے اور آپ لوگ مجھے اس معاملے میں مشورہ دیجیے۔ شبیب نے آپ کی تمام فصلوں پر قبضہ کر لیا۔ آپ کے گھروں میں گھس آیا۔ آپ کے سپاہیوں کو اس نے قتل کر ڈالا۔ اب بتائیے کہ کیا کرنا چاہیے۔ تمام لوگوں نے سوچنے کے لیے گردنیں نیچی کر لیں پھر ایک صاحب اپنی کرسی کی صف سے آگے بڑھے اور عرض کیا کہ اگر امیر مجھے بولنے کی اجازت دیں تو میں عرض کروں حجاج نے کہا فرمائیے۔ وہ صاحب کہنے لگے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے نہ اللہ کے احکام کی نگہداشت کی نہ امیر المؤمنین کی حفاظت کی اور نہ رعیت کی خیر خواہی۔ یہ کہہ کر پھر صف میں اپنی کرسی پر بیٹھ گئے یہ شخص قتیبہ تھے۔

یہ سن کر حجاج بہت برہم ہوا لحاف اتار دیا۔ اور اپنے دونوں پاؤں تخت سے نیچے لٹکا دیے۔ جو مجھے نظر آرہے تھے اور پوچھا کہ کس شخص نے باتیں کہیں۔ قتیبہ پھر صف میں سے اپنی کرسی سے اٹھے اور جو کہہ چکے تھے اسے پھر دہرایا۔ حجاج نے کہا اچھا اب کیا کرنا چاہیے۔ قتیبہ نے کہا کرنا یہ چاہیے کہ آپ خود اس کے مقابلے کے لیے جائیں اور آخری فیصلہ کر لیں۔ حجاج نے کہا اچھا میرے لیے فوجی قیام گاہ کے لیے جگہ تجویز کرو اور اسے درست کرو پھر صبح کو میرے پاس آؤ۔

راوی کہتا ہے کہ ہم عنبسہ بن سعید کو سب وشتم کرتے ہوئے مجلس مشاورت سے نکلے کیونکہ انھیں حضرت نے حجاج سے قتیبہ کی سفارش کی تھی اور اسی بناء پر حجاج نے قتیبہ کو اپنا مشیر دوست بنالیا تھا۔

ہمیں احکام مل ہی چکے تھے۔ صبح ہوتے ہی ہم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر روانہ ہوئے حجاج نے صبح کی نماز پڑھی اور پھر محل میں چلا گیا اس کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کا حاجب آتا تھا اور دریافت کرتا تھا۔ ''کیا اب بھی آئے اب بھی آئے'' ہمیں معلوم نہ تھا۔ کہ کسے دریافت کر رہا ہے اور تمام دیوان کا نہ شاہی لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا اس کے بعد پھر حاجب نے آکر پوچھا کہ کیا اب بھی آئے

قتیبہ کی سپہ سالاری

دیکھتے کیا ہیں کہ قتیبہ مسجد میں ٹہل رہے ہیں اور ایک ہرات کی بنی ہوئی سبز قبا زیب تن ہے سرخ باریک ململ

کا عمامہ سر پر بندھا ہوا ہے ایک چوڑی چکلی تلوار اٹھا رکھی ہے معلوم ہوتا تھا کہ بغل میں دبائے ہیں۔ اپنی قبا کے نیچے کے دامن کو کمر کے پٹکہ میں لپیٹ دیا تھا۔ زرہ دونوں پنڈلیوں تک لٹکی ہوئی تھی۔ ان کے لیے دروازہ کھولا گیا۔ قتبہ محل میں داخل ہوئے کسی نے انھیں روکا نہیں اور یہ سیدھے حجاج کے پاس اس کے خاص کمرہ میں چلے گئے۔ دیر تک وہاں رہے پھر برآمد ہوئے اب ان کے ساتھ ایک جھنڈا بھی تھا جو ہوا میں بل کھا رہا تھا

حجاج نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر کھڑا ہوا اور باتیں کرنے لگا۔ اور جھنڈے کو باب الفیل سے باہر نکالے جانے کا حکم دیا خود حجاج بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکلا۔ دروازہ پر ایک بھورے رنگ کے چاند تارے والا ایک خوش رنگ خچر موجود تھا۔ حجاج اس پر سوار ہوا خدمت گاروں نے اور گھوڑے بھی پیش کیے۔ مگر حجاج نے اوران سب پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور اس خچر پر سوار ہو گیا۔ اور باقی تمام لوگ بھی سوار ہوئے۔ قتبہ ایک کمیت رنگ کے چاند تارے والا ایک خوش رنگ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ زین اس قدر بڑی تھی کہ جب قتبہ اس پر بیٹھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ زین میں ایک انار رکھا ہوا ہے۔

قتبہ کی روانگی اور خارجیوں کی شکست

یہ تمام لاؤ لشکر دار السقایۃ کے راستے کی طرف ہو کر سنجہ کی طرف چلا۔ سنجہ میں شبیب کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ دونوں
فریق اس روز اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور جمعرات کی صبح کو جنگ کے لیے روانہ ہوئے اور پھر جمعہ کے دن صبح کو لڑنے لگے۔ اور نماز جمعہ کے وقت خارجیوں کا شکست ہوئی۔ حجاج بن قتبیہ راوی ہے کہ شبیب بڑھا حجاج نے اس کے مقابلے پر ایک امیر کو بھیجا شبیب نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرے کو بھیجا شبیب نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ ان دونوں میں سے ایک اعین حمام اعین کا مالک تھا۔

شبیب کوفہ آیا اس کے ساتھ اس کی بیوی غزالہ بھی تھی اس نے منت مانی تھی کہ مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گی۔ جس میں ایک رکعت سورہ بقرہ اور دوسری میں آل عمران تلاوت کروں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی منت پوری کی۔ اور شبیب نے اپنے لشکر گاہ میں خیمے بنا لیے۔

حجاج و قتبہ کی تلخ کلامی

حجاج نے کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں کہا اے باشندگان عراق میں نہیں دیکھتا کہ تم دشمنوں سے لڑنے میں خلوص اور دلچسپی کا اظہار کرتے ہو۔ میں امیر المؤمنین کو لکھے دیتا ہوں کہ آپ اہل شام کو میری امداد کے لیے بھیجے۔ اس پر قتبہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ تم خود خارجیوں سے جنگ کرنے میں اللہ اور امیر المؤمنین سے مخلصانہ برتاؤ نہیں کر رہے ہے اس پر حجاج نے قتبہ کے عمامہ ہی سے ان کا بہت شدت سے گلا گھونٹا۔

(اب یہاں سے پھر حجاج اور قتبہ میں گفتگو شروع ہوتی ہے) حجاج نے پوچھا کہ یہ تم کس طرح کہتے ہو قتبہ نے کہا کہ تم ایک شریف و جوان مرد شخص کو خارجیون کے مقابلہ میں بھیجتے ہو۔ اس کے ساتھ معمولی لوگ ہوتے ہیں جو بھاگ جاتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور بیچارہ وہ بہادر لڑتا ہے اور اپنی جان دیدیتا ہے حجاج نے کہا اچھا اب کیا کیا جائے۔

قتبہ نے کہا تم خود میدان جنگ میں چلو اور تمھارے ساتھ یہ تمھارے تمام موالی بھی چلیں تب یہ لوگ اچھی طرح سے اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ اس پر جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب نے قتبہ پر لعن طعن کی۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم کل میں صبح کو شبیب کے مقابلے پر جاؤں گا۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تمام لوگ حاضر ہوئے۔ قتبہ نے پھر اس وقت حجاج سے کہا کہ آپ اپنی کل کی قسم یاد رکھیں۔ اس پر تمام لوگوں نے انھیں برا بھلا کہا۔ حجاج نے ان سے کہا کہ تم جاؤ اور میرے فوجی قیام گاہ کے لیے جگہ کا انتخاب اور اس کی درستی اور صفائی کرو۔ قتبہ حجاج کے پاس سے چلے گئے۔ حجاج اور ان کے ساتھیوں نے روانگی کی تیاری کی اور چل کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گندگی اور کوڑا پڑا ہوا تھا۔ حجاج نے کہا کہ بس اسی جگہ میرا خیمہ نصب کرو۔ لوگوں نے کہا بھی کہ یہاں کثافت ہے اس پر حجاج نے کہا جس طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ اس کوڑے کرکٹ سے بھی زیادہ بدتر بات ہے زمین تو اس کے نیچے پاک ہے آسمان اس کے اوپر پاک ہے۔

حجاج و شبیب کے لشکروں کی صف بندی

غرضکہ حجاج اس جگہ اتر پڑا اور لشکر کی صف بندی کی۔ خالد بن عتاب بن ورقاء چونکہ معتوبین میں سے تھا۔ اس لیے وہ اس فوج میں شریک نہ تھا۔ دوسری طرف سے شبیب مع اپنی فوج کے سامنے آیا۔ خارجیوں نے اپنے گھوڑے قریب قریب کر لیے اور پاپیادہ آگے بڑھنے لگے۔ شبیب نے ان سے کہا کہ اب تیراندازی تو چھوڑ دو۔ اور ڈھالوں کی آڑ میں آہستہ آہستہ چلو۔ اور جب دشمن کے
نیزے تمھاری ڈھالوں کے اوپر آ جائیں۔ تو انھیں اوپر کی جانب دھکا دیکر پھسلا دینا اور پھر تم اپنے نیزوں کی ڈھالوں کے نیچے کر لینا تاکہ تم اپنی جگہ جمے رہو اور پھر دشمنوں کے قدم اکھیڑ دینا۔ اور اللہ کے حکم سے بس تمھیں فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ خارجی اسی طرح آہستہ آہستہ اہل کوفہ کی طرف بڑھنے لگے۔

خالد بن عتاب اپنے خدمتگاروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا اور خارجیوں کے لشکر گاہ میں عقب سے آ کر جھونپڑیوں کو آگ لگادی۔ خارجیوں نے جب آگ کی روشنی اور اس کی آواز سنی تو مڑ کر دیکھتے کیا ہیں کہ ان کے گھروں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ فوراً اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے اہل کوفہ ان کے پیچھے چلے اور خارجیوں کو شکست ہوئی۔ حجاج خالد سے خوش ہو گیا اور اسی کو خارجیوں سے لڑنے کے لیے سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔

شبیب کی کوفہ کی طرف پیش قدمی

جب شبیب نے عتاب کو قتل کر ڈالا تو اس نے دوسری مرتبہ کوفہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بالکل کوفہ کے سامنے تک چلا گیا۔ حجاج نے سیف بن ہانی اور ایک اور شخص کو شبیب کے پڑاؤ کی طرف خبریں لینے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں شبیب کے لشکر گاہ میں آئے خارجیوں نے محسوس کیا کہ یہ مخبر ہیں ایک شخص کو تو تہ تیغ کر ڈالا۔ البتہ سیف بن ہانی بھاگا۔ ایک خارجی بھی اس کے پیچھے چلا سیف نے اپنے گھوڑے سمیت ایک نالے میں چھلانگ لگادی۔ اور پھر اس شخص سے درخواست کی کہ تو مجھے امان دے میں سچ سچ سارا قصہ بتائے دیتا ہوں۔

خارجی نے امان دیدی۔ سیف نے بتایا کہ مجھے اور میسرہ دوسرے ساتھی کو حجاج نے اس لیے بھیجا تھا کہ شبیب کی خبر لائیں خارجی نے کہا کہ حجاج سے جا کر کہو کہ سوموار کے روز ہم حملہ کریں گے۔ سیف نے حجاج کے پاس

آ کر سارا قصہ سنایا۔ حجاج نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا اور پھر آنکھ ماری۔ غرضکہ سوموار کے روز خارجی کوفہ کی طرف چلے۔ حجاج نے حارث بن معاویہ الثقفی کو مقابلے کے لیے بھیجا زرارہ پر اس کی شبیب سے مڈبھیڑ ہوئی شبیب نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور اس کی فوج کو شکست دی اور کوفہ کے اور قریب آ گیا۔ شبیب نے بطین کو دس شہسواروں کے ساتھ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ دار الرزق میں دریائے فرات کے کنارے میسرہ ٹھہرنے کے لیے کسی مکان کا انتظام کرو۔ بطین اس کام کے لیے روانہ ہوا۔

تمام اہل کوفہ کا شبیب کے خلاف جنگ میں نکلنا

حجاج نے حوشب بن یزید کو تمام اہل کوفہ کے ساتھ شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یہ لوگ تمام راستوں کے ناکوں پر کھڑے ہوگئے۔ بطین ان سے لڑا مگر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ شبیب سے امداد طلب کی۔ شبیب نے اور شہسوار اس کے پاس بھیج دیئے۔ انھوں نے حوشب کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اور اسے شکست دی۔ مگر حوشب بچ گیا۔ غرض کی بطین اس طرح دار الرزق پہنچ گیا۔ اور دریائے فرات کے کنارے خیمہ لگایا۔ اب شبیب بھی پل کے اس طرف آ کر ٹھہر گیا۔ مگر حجاج نے کسی شخص کو اس کے مقابلے پر نہیں بھیجا۔ شبیب یہاں سے اور آگے بڑھ کر مقام سنجہ میں کوفہ اور فرات کے درمیان خیمہ زن ہوا۔ تین روز یہاں ٹھہرا مگر حجاج نے کسی شخص کو مقابلے کے لیے نہیں بھیجا۔ پھر حجاج کو مشورہ دیا گیا کہ تم خود مقابلے پر جاؤ۔ حجاج نے قتبہ بن مسلم کو آگے بھیجا۔ قتبہ لشکر گاہ کو ٹھیک ٹھاک کر کے واپس چلے آئے۔ اور حجاج سے کہا کہ جس جگہ سے میں آ رہا ہوں وہ جگہ بالکل ہموار اور مسطح ہے آپ اب نیک فال لیتے ہوئے تشریف لے چلیے۔

تمام اہل کوفہ کو روانگی کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ سب روانہ ہوئے حجاج کے ساتھ تمام روساء شہر بھی چلے اور یہ تمام فوج اس لشکر گاہ میں آ کر خیمہ زن ہوئی اور دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں۔ شبیب کے میمنہ پر بطین میسرہ پر قعنب بن ربیعہ بن ذہل کا آزاد غلام دو سو شہسواروں کے ساتھ متعین تھا۔ حجاج نے اپنے میمنہ پر مطر بن ناجیۃ الریاحی کو اور میسرہ پر خالد بن عتاب بن ورقاء الریاحی کو تقریباً چار ہزار فوج کے ساتھ متعین تھا۔ کسی نے حجاج سے کہا کہ جہاں تم کھڑے ہو وہ جگہ شبیب کو معلوم نہ ہونے پائے۔ اس لیے حجاج نے ہیئت بدل لی۔ اور ایک خفیہ جگہ کھڑا ہو گیا۔

شبیب کا حجاج کے ہم شکلوں کو قتل کرنا

ابو الورد حجاج کا آزاد کردہ غلام بالکل حجاج کے مشابہ تھا۔ اسے دیکھتے ہی شبیب نے اس پر حملہ کیا اور ایک گرز سے جس کا وزن پندرہ رطل تھا اسے ہلاک کر ڈالا۔ اعین حمام اعین کا مالک اور بکر بن وائل کا آزاد کردہ غلام بھی حجاج کے بالکل مشابہ تھا شبیب نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ حجاج ایک چاند تارے والے خوش رنگ خچر پر سوار ہو گیا اور کہنے لگا ہمارا مذہب بھی ایسا ہی ہے اور پھر ابو کعب سے کہا کہ اپنا جھنڈا آگے بڑھائیں میں ابو عقیل کا بیٹا ہوں۔ شبیب نے خالد بن عتاب پر حملہ کیا اور مقام جبہ تک اسے پیچھے ہٹا دیا خارجیوں نے مطر بن ناجیہ پر حملہ کیا اور پیچھے ہٹا دیا۔ اس وقت حجاج خچر پر سے اتر پڑا اور دوسرے لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اتر پڑیں۔ چنانچہ سب اترے۔ حجاج ایک کمبل پر بیٹھ گیا حجاج کے ہمراہ عنبسہ بن سعید تھا۔

عین دورانِ جنگ خارجیوں کا شبیب سے اختلاف اور فرار

یہ لوگ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ مصقلہ بن مہلل الضبی نے شبیب کے گھوڑے کی لگام تھام کر پوچھا کہ بتاؤ صالح بن مسرح کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔ اور اسکے متعلق کیا کہو گے۔؟ شبیب نے کہا کیا بھلا یہ موقع اس قسم سوال کا ہے کہ خونریز جنگ ہو رہی ہے اور حجاج سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ پھر شبیب نے کہا سالح سے کوئی تعلق نہیں رکھتا مصقلہ نے کہا اللہ کو تجھ سے کوئی تعلق نہیں تمام خارجی شبیب کو چھوڑ کر چل دیئے۔ البتہ چالیس آدمی باقی رہ گئے جو کہ پکے خارجی اور سب کے سب بہادر لوگ تھے۔ باقی تمام خارجی دارالرزق کی طرف پسپا ہو گئے۔ اس پر حجاج نے کہا کہ اب خارجی متفرق ہو گئے ہیں۔ اور خالد کو بذریعہ قاصد اس کی اطلاع کر دی۔ خالد نے ان پر حملہ کر دیا۔ غزالہ ماری گئی۔ ایک شہسوار اس کا سر لیکر حجاج کی طرف چلا۔ شبیب نے اس سے کو شناخت کر لیا اور علوان کو حکم دیا کہ مزاحمت کرے۔ علوان نے اس شخص پر حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر ڈالا۔ اور وہ سر لا کر شبیب کے حوالے کر دیا۔ اسے غسل دیا گیا اور سپرد خاک کر دیا گیا۔ شبیب نے اس سر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تمھاری قریب کی عزیز ہے۔ خارجی ترتیب سے پسپا ہو گئے خالد نے حجاج کے پاس آ کر اسے خارجیوں کی پسپائی کی اطلاع دی حجاج نے اسے شبیب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

آٹھ خارجیوں کا خالد کے تعاقب میں، پھر خالد کا ان کے تعاقب میں نکلنا

خالد خارجیوں پر حملہ آور ہوا۔ آٹھ شخصوں نے جس میں قعنب، بطین، علوان، عیسیٰ، مہذب ابن عمیر، اور سنان تھے خالد کا پیچھا کیا اور اسے رحبہ تک دبائے ہوئے گئے۔ جس جگہ شبیب کھڑا تھا وہیں خوط بن عبد الاسدوسی اس کے سامنے پیش کیا گیا شبیب اس سے کہا اے خوط اللہ ہی تمام بادشاہت کے لائق ہے۔ خوط نے بھی کہا بے شک اللہ ہی کے لیے تمام بادشاہت ہے۔ اس پر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ خوط تم ہی میں سے ہے مگر یہ ڈرتا تھا اس وجہ سے اس نے اب تک اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ شبیب نے خوط کو آزاد کر دیا۔ عمیر بن القعقاع بھی پیش کیا گیا شبیب نے اس سے بھی کہا کہ حکومت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ مگر عمیر اس کا مطلب نہیں سمجھا اور اس نے کہا اللہ کی راہ میں میری جوانی قربان ہے شبیب نے مکرر کہا کہ حکومت اللہ ہی کے لیے ہے تاکہ اسے چھوڑ دے مگر اب بھی عمیر نہ سمجھ پایا اس پر شبیب نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔

شبب کا بھائی مصاد بھی اس جنگ میں کام مارا گیا۔ شبیب ان لوگوں کا جو خالد کے تعاقب میں گئے تھے۔ انتظار کرنے لگا۔ مگر انھیں آنے میں دیر ہو گئی شبیب سو گیا اور حبیب بن حدرہ نے اسے جگایا۔ اب حجاج کی فوج کی یہ حالت تھی کہ مارے خوف وہیبت کے شبیب پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ شبیب دارالرزق چلا گیا یہاں آ کر اس نے ان لوگوں کے مال واسباب کو جمع کیا جو اس معرکہ میں مارے گئے تھے۔ وہ آٹھوں آدمی جو خالد کے تعاقب میں گئے تھے۔ وہ پھر اس جگہ واپس گئے۔ جہاں شبیب پہلے کھڑا ہوا تھا۔ جب یہاں آ کر دیکھا کہ شبیب نہیں ہے۔ انھیں خیال پیدا ہوا کہ دشمنوں نے شبیب کو قتل کر ڈالا۔

خالد خارجیوں کے تعاقب میں

خالد اور مطر دونوں حجاج کے پاس چلے آئے۔ حجاج نے ان دونوں کو حکم دیا کہ اس آٹھ شخصوں کی جماعت کا تعاقب کرو۔ اب یہ دونوں تو ان آٹھوں کے تعاقب میں چلے۔ اور وہ آٹھوں شخص شبیب کے پیچھے روانہ ہوئے۔ غرضکہ اس طرح ان دونوں جماعتوں نے مدائن کے پل کو عبور کیا۔ یہاں ایک غار تھا۔ یہ آٹھوں خارجی اس میں داخل ہو گئے۔ خالد ان کے پیچھے ہی لگا ہوا تھا۔ اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ خارجی اس غار نما وادی سے نکل کر بھاگے۔ اور دو فرسخ تک بھاگتے چلے گئے۔ اور جاتے جاتے دریائے دجلہ میں اپنے گھوڑوں سمیت کود پڑے۔ ان کے ساتھ خالد بھی مع اپنے گھوڑے کے دریا میں کود پڑا۔ اور گھوڑا لیکر پار نکل گیا۔ بلکہ خالد کا جھنڈا بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ شبیب نے اس بہادری اور جرات کو دیکھ کر کہا خدا اس شہسوار اور اس کے گھوڑے کو ہلاک کر دے یہ بہادر ترین شخص ہے۔ اور تمام روئے زمین میں اسکا گھوڑا بھی سب سے زیادہ طاقتور گھوڑا ہے لوگوں نے شبیب سے کہا کہ یہ ہی خالد بن عتاب ہے اس پر شبیب نے کہا ہاں شجاعت تو اس کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ بخدا اگر میں پہلے سے اسے جانتا تو میں بھی اس کے پیچھے کود پڑتا چاہے اگر چہ چاہے وہ آگ ہی میں کیوں نہ جاتا۔

شبیب کی شکست

جب شبیب کو شکست ہوئی۔ حجاج کوفے میں داخل ہوا۔ اور منبر پر چڑھ کر کہنے لگا کہ شبیب کو اس سے پہلے ایسی جنگ سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ خدا کی قسم ہے کہ اس نے تو راہ فرار اختیار کی اور اپنی بیوی کو مردہ چھوڑ کر چلا گیا۔

اس کے بعد حجاج نے حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی کو تین ہزار شامیوں کے ہمراہ شبیب کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور حبیب سے کہہ دیا کہ اس کے شب خون (رات کے چھاپے) سے بچتے رہنا اور جہاں کہیں تمھاری اس سے مڈ بھیڑ ہو جائے فوراً اس پر حملہ کر دینا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دیا ہے اور ان کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ حبیب بن عبدالرحمٰن شبیب کے تعاقب میں روانہ ہو کر انبار پہنچا۔

حجاج کا نئی چال چلنا

حجاج نے ایک یہ بھی چال چلی کہ اپنے تمام عاملوں کو ہدایت کر دی کہ تم چپکے چپکے شبیب کے ساتھیوں کو یہ پیام پہنچاؤ کہ جو شخص اس کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائیگا اسے امان دی جائے گی۔ یہ حیلہ کارگر ہوا اور بہت سے لوگ شبیب کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کی طرف آ گئے شبیب کو معلوم ہوا کہ حبیب انبار میں مقیم ہے۔

یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبیب کی طرف روانہ ہوا اور جب اس کے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو خود بھی ٹھہر گیا اور خارجیوں کو نماز مغرب پڑھائی۔

ایک نامعلوم شخص کی روایت

شبیب کا شب خون مارنا

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جب اس رات کو شبیب آیا ہے میں شامیوں کے ساتھ ہی تھا۔ اور پھر ہم نے

شب خون مارا۔ جب بالکل شام ہوگئی تو حبیب بن عبدالرحمٰن نے ہم سب کو جمع کر کے چار دستوں پر تقسیم کیا اور ہر دستے کو حکم دیا کہ اپنی اپنی نگرانی رکھو اس لیے کہ اگر ایک دستہ جنگ میں مصروف ہو جائے تو دوسرا اس کی مدادنہ کرے کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ خارجی ہم سے بالکل قریب پڑے ہوئے ہیں ذرا اپنے آپ کو مطمئن اور ثابت قدم رکھنا کیونکہ آج رات میں تم پر ضرور شب خون مارا جائے گا۔

شبیب کی مردانگی

بہر حال ہم تو پوری طرح تیار ہی تھے۔ اور برابر دیکھ بھال کرتے رہے۔ کہ شبیب نے آ کر حملہ کیا سب سے پہلے اس نے اس دستہ فوج حملہ کیا جو عثمان بن سعید العذری کے ماتحت تھا۔ بہت دیر تک شمشیر زنی ہوتی رہی۔ مگر کسی شخص کے قدم کو جنبش تک بھی نہیں ہوئی سب اپنی اپنی جگہ جمے رہے۔ خارجی مجبور ہو کر اس دستہ سے ہٹ گئے۔ اب انھوں نے اس دستے پر حملہ کیا جو سعید بن مجل العامری کے ماتحت تھا۔ ان سے بھی خوب مقابلہ ہوا مگر کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ٹلا۔

خارجیوں نے انھیں بھی چھوڑا اور اس دستے پر بڑھے جو نعمان بن سعد الغمیری کے ماتحت تھا مگر اس کا بھی کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اس کے بعد چوتھے دستے جو قیصرا لخثعمی کے ماتحت تھا حملہ آور ہوئے۔ اور بہت دیر تک جنگ ہوتی رہی مگر یہاں بھی کچھ نہ کر سکے۔ اس کے بعد خارجیوں نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا اور حملہ کرنا شروع کیا۔

اب تین پہر رات گزر چکی تھی۔ اور خارجی برابر ہم سے لڑ رہے تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ ہمیں نہ چھوڑیں گے۔ پھر دیر تک پیدل لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اور ان کے ہاتھ شل ہو گئے کہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ آنکھیں گرد وغبار سے اٹ گئی تھیں۔ بہت لوگ مارے جا چکے تھے۔ ہم نے ان کے تیس آدمی مارے اور انھوں نے ہمارے تقریباً سو آدمی ہلاک کیے۔ حالانکہ ان کی تعداد سو تھی اگر وہ کبھی اس سے زیادہ ہوتے تو بخدا وہ ہمیں سب کو ضرور ہلاک کر ڈالتے مگر پھر بھی باوجود اس قلت تعداد کے اس وقت تک انھوں نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ جب تک کہ ہم نے انھیں اور انھوں نے ہمیں پورا پورا مزہ نہ چکھا دیا۔ میں نے خود دیکھا کہ ہم میں ایک شخص ان کے کسی شخص پر تلوار سے وار کرنا چاہتا تھا۔ مگر ضعف اور تھکن کی وجہ سے دشمن پر اس وار کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم میں سے ایک اور شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ بیٹھ کر لڑ رہا ہے۔ اپنی تلوار ادھر ادھر پھراتا ہے مگر اس قدر تھک کر چور ہو گیا تھا کہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جب خارجی ہم سے مایوس ہو گئے تو شبیب گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے ان ساتھیوں کو بھی سوار ہونے کا حکم دیا جو گھوڑوں سے اتر پڑے تھے۔ اور جب اچھی طرح گھوڑوں کی پشتوں پر جم گئے ہم سے پلٹ کر چلتے ہوئے۔ فردہ بن لقیط کہتا ہے کہ جب ہم اہل کوفہ سے پلٹ کر واپس چلے تو ہم بہت تھک گئے تھے۔ ہمارے زخم بغیر کھلے پڑے تھے۔ اس وقت شبیب نے ہم سے کہا کہ اگر ہم نے دنیا کی خاطر یہ مصیبت مول لی ہوتی تو یہ زخم اور تکالیف نہایت ہی تکلیف دہ ہوتیں۔ مگر چونکہ یہ لوجہ اللہ اختیار کی گئی ہیں۔ اس لیے ان کا برداشت کرنا نہایت ہی سہل ہو رہا ہے۔ اس پر اس کے تمام ہمراہیوں نے کہا امیر المومنین آپ بالکل سچ فرماتے ہیں۔

شبیب کا ایک بزدل اور بہادر سے مقابلہ

مجھے اب تک یاد ہے کہ شبیب سوید بن سلیم کے پاس آیا اور اس کو کہا کہ میں نے کل دو شخصوں کو قتل کیا ہے

ان میں سے ایک تو بڑا بہادر اور دوسرا نہایت ہی بزدل تھا۔ شب گزشتہ میں دیکھ بھال کرنے کے لیے نکلا۔ تین شخص مجھے ملے جو ایک گاؤں میں اپنی ضروریات خریدنے چلے گئے۔ ایک شخص اپنی ضروریات خرید کر اپنے ساتھیوں کی طرف روانہ ہوا میں بھی اس کے ساتھ چلا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے چارہ وغیرہ نہیں خریدا؟ میں نے جواب دیا کہ میسرہ دوسرے ساتھیوں نے میسرہ لیے بھی خرید لیا ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے دشمن کا پڑاؤ کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم سے قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور بخدا میں چاہتا ہوں کہ شبیب سے میرا مقابلہ ہو جاتا۔ میں نے کہا کیا واقعی تم ایسا چاہتے ہو۔ اس شخص نے کہا ہاں بے شک میں نے کہا اچھا تو تیار ہو جاؤ۔ خدا کی قسم میں ہی شبیب ہوں اور یہ کہتے ہی میں نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اس کے ساتھ وہ شخص گر پڑا اور فوراً مر گیا

میں نے اس سے کہا لعنت ہے اٹھ کھڑا ہو۔ میں آگے بڑھا کہ دیکھوں تو سہی کیا ہوا؟ دیکھتا ہوں کہ روح جسم عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ میں یہاں سے واپس ہوا ایک دوسرے شخص سے مڈبھیڑ ہوئی جو گاؤں سے واپس آ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ وقت تو لشکر گاہ میں واپس چلے جانے کا ہے تم اس وقت کہاں جاتے ہو۔ میں نے اس سے بات نہیں کی بلکہ گزار چلا گیا میرا گھوڑا مجھے برق رفتاری سے لے جا رہا تھا۔ اس شخص نے میرا پیچھا کیا اور مجھے آ لیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آخر بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا خدا کی قسم تو ہمارے دشمنوں میں سے ہے۔ میں نے کہا ہاں صحیح ہے۔ اس پر اس نے کہا تجھے بھی خدا کی قسم ہے۔ آگے نہ بڑھنا تاکہ تو مجھے قتل کر ڈالے یا میں تجھے قتل کر ڈالوں۔

میں نے اس پر حملہ کیا اور اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ ایک گھنٹہ تک ہم دونوں تلوار چلاتے رہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے تو بہادری میں اور نہ جرات میں اس سے کسی طرح زیادہ رہا۔ البتہ چونکہ میری تلوار اس کی تلوار کے مقابلے میں زیادہ تیز تھی اس لیے میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ ہم یہاں سے روانہ ہو کر دجلہ عبور کرتے ہوئے علاقہ جوخی میں پہنچے۔ یہاں سے ہم نے دوبارہ واسطہ کے قریب دجلہ کو عبور کیا اور پھر اہواز کی سمت روانہ ہو گئے اور فارس ہوتے ہوئے کرمان کے پہاڑوں میں چلے آئے۔ واقدی کے بیان کے مطابق اس سال میں شبیب ہلاک ہوا۔ اور دوسروں کے بیان کے مطابق ۷۸ھ میں شبیب کی ہلاکت واقع ہوئی۔

شبیب کی ہلاکت کا واقعہ

حجاج کا مقاتلین کو انعام سے نوازنا

ابو یزید السکسکی بیان کرتا ہے کہ جب ہمیں حجاج نے دوبارہ شبیب کی طرف پلٹ کر جانے کا حکم دیا تو بہت کچھ انعام و اکرام تقسیم کیا۔ اور جس قدر لوگ زخمی ہوئے تھے۔ یا جنھوں نے داد شجاعت دی تھی۔ ان سب کو انعام دیا۔

ایک بڑے لشکر کی سفیان کی ماتحتی میں شبیب کے مقابلے پر روانگی

اور پھر سفیان بن الابرد کو حکم دیا کہ تم شبیب کے تعاقب میں جاؤ۔ سفیان نے روانگی کی تیاری کی۔ حبیب

بن عبدالرحمن الحکمی کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے حجاج سے شکایتاً کہا کہ میں نے تو شبیب کوشکست دی۔اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا اور آپ اب سفیان کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمارہے ہیں۔سفیان دو ماہ کے بعد اس مہم پر روانہ ہوا۔اس اثناء میں شبیب کرمان ہی میں مقیم رہا۔اور جب اس کے ساتھی ٹھیک ٹھاک ہوگئے۔ان کے زخم مندمل ہوگئے اور پھر ان میں جنگ کی قوت پیدا ہوگئی تو شبیب مع اپنے ساتھیوں کے پھر اس جانب پلٹا۔

اہل بصرہ کے ذریعہ سفیان کی کمک

حجاج نے اپنے داماد حکم بن ایوب بن حکم بن ابی عقیل جو بصرہ کا عامل تھا خط کے ذریعہ ہدایت کردی تھی۔ کہ بصرہ والوں میں سے کسی شریف و بہادر شخص کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ شبیب کے مقابلے پر روانہ کر دو اور جو شخص افسر ہو اسے حکم دیدینا کہ سفیان سے جا ملے اور ان کے احکام کی تعمیل کرے حکم نے زیاد بن عمرو العتکی کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔مگر قبل اس کے کہ زیاد سفیان کے پاس پہنچے دریائے دجلہ کے پل پر شبیب اور سفیان کا آمنا سامنا ہو چکا تھا۔

شبیب اور سفیان کا سامنا اور صف بندی

شبیب پل کو عبور کر کے سفیان کی جانب چلا آیا۔ یہاں آ کر دیکھا کہ سفیان اور لوگوں کے ساتھ گھوڑے سے اتر کر کھڑا ہوا ہے سفیان نے محاصر بن صیفی العذری کو رسالے کا افسر مقرر کر کے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ اپنے میمنہ پر بشر بن حسان بن الضبیر ی کو اور میسرہ پر عمر بن ہبیرہ الفزاری کو سردار مقرر کیا تھا۔شبیب نے اپنی فوج کو تین حصوں میں منقسم کیا تھا۔ایک دستہ سوید کے ماتحت تھا ایک قعنب المحلمی کے ماتحت اور ایک خود اس کے ماتحت تھا۔اور محلل بن وائل الیشکری کو لشکرگاہ میں چھوڑ آیا تھا۔

آغاز جنگ

جب سوید نے شبیب کے میمنہ سے سفیان کے میسرہ پر اور قعنب نے شبیب کے میسرہ سے سفیان کے میمنہ پر حملہ کیا تو خود شبیب سفیان پر حملہ آور ہوا۔ بہت دن چڑھے تک ہم دونوں فریق لڑتے رہے۔آخر کار خارجی اس مقام کی طرف واپس چلے گئے۔ جہاں کے پہلے کھڑے تھے۔اور پھر ہم شبیب اور اس کیساتھیوں نے تیس حملے کئے مگر ہم مین سے کسی شخص کے پاؤں اپنی صف سے نہیں اکھڑے سفیان نے ہم سے کہا کہ علیحدہ علیحدہ نہ ہونا۔ بلکہ ساری فوج کو ایک نیزوں اور تلواروں سے لڑتے بھڑتے رہے مگر پھر ہم نے خارجیوں کو پل تک پیچھے ہٹا دیا۔جب شبیب پل تک پہنچا گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کے ساتھ تقریباً سو آدمی اور بھی اتر پڑے ہم نے شام تک ان سے نہایت ہی شدید جنگ کی کہ اب تک ایسی لڑائی نہیں گئی تھی۔اور واقعہ یہ ہے کہ خارجیوں نے بھی ایسی نیزہ بازی اور شمشیرزنی کی کہ اس سے پہلے ہمیں سابقہ نہیں پڑا تھا۔سفیان نے جب دیکھا کہ کسی طرح ان پر میرا بس نہیں چلتا اور اس کے ساتھ وہ خارجیوں کی فتح کے امکان سے بھی خوفزدہ تھا۔تو اس نے ماہر تیر اندازوں کو سر شام خارجیوں پر تیر

اندازی کا حکم دیا۔ نصف النہار سے دونوں فریق گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ تیراندازوں نے شام کے وقت ان پر تیر برسائے۔ سفیان نے تیراندازوں کو ذرا علیحدہ ایک صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اور ایک شخص کو ان پر سردار مقرر کر دیا تھا۔ جب یہ تیز انداز کچھ دیر تیر برساتے رہے تو خارجیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی ہم نے بھی خارجیوں پر حملہ کیا اور اس طرح ہم نے خارجیوں کو تیراندازوں کے قریب پہنچنے سے روک دیا۔ جب تھوڑی دیر اسی طرح ان پر تیر اندازی کی گئی شبیب اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انھوں نے ہمارے تیراندازوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ تیس سے زیادہ آدمی ہلاک کر ڈالے۔

رات کا واقعہ

اس کے بعد شبیب نے اپنے سواروں کے ساتھ ہمارا رخ کیا اور جب ہماری طرف شبیب آیا ہم نے نیزوں سے اس کا مقابلہ کیا کہ رات کی ظلمت کا پردہ ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور شبیب ہمیں چھوڑ کر پلٹ گیا۔ اس پر سفیان نے اپنی فوج سے کہا کہ ان کا تعاقب نہ کرو بلکہ جانے دو۔ صبح ہوتے ہی ہم ان پر حملہ کریں گے۔ چنانچہ ہم سب لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور خارجیوں کے تعاقب میں نہیں گئے کیونکہ ہم تو خدا سے چاہتے تھے کہ واپس چلے گئے۔

بروایت فروہ شبیب کی ہلاکت کا عجیب قصہ

فروہ بن لقیط راوی ہے کہ جب ہم پل کے قریب پہنچے شبیب نے ہم سے کہا کہ اے معشر مسلمین اس وقت تو پل کے پار آ جاؤ اور کل صبح صبح ہ دشمن پر حملہ کریں گے۔ سب شبیب کے آگے تھے۔ اور اس طرح ہم نے پل کو عبور کیا۔ البتہ شبیب پچھلے لوگوں کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار پل پر سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک گھوڑی سامنے آ گئی۔ شبیب کے گھوڑے نے اس پر خواہشانہ چھکانگ لگائی۔ گھوڑی بدک گئی۔ شبیب کے گھوڑے کا سم پل سے باہر نکل گیا۔ شبیب دریا میں گر پڑا۔ اور اس وقت اس نے یہ آیت پڑھی **لیقضی الله امراً کان مفعولا** ۔ ترجمہ (اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کو پورا کر کے چھوڑے گا جس کے لیے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے)

شبیبؒ نے پانی میں غوطہ کھایا اور پھر ابھرا اس وقت اس نے کہا۔ **ذلک تقدیر العزیز العلیم** ۔ ترجمہ۔ (یہ غالب اور جاننے والے کا فیصلہ تھا)

شبیب کی ہلاکت کا یہ واقعہ جو مذکور ہوا دو راویوں نے بیان کیا ہے ایک تو ابو یزید السکسکی نے جو شامیوں کے ساتھ شبیب کے خلاف نبرد آزما تھا۔ دوسرے فردوہ بن لقیط نے جو خود شبیب کے تمام معرکوں میں اس کے شریک حال رہا ہے۔

شبیب کی ہلاکت سے متعلق دوسری روایت اور قصہ

مگر خود شبیب کے قبیلہ بنی مرہ بن ہمام کے ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ خود اس کے خاندان والوں کی ایک جماعت شبیب کے ہمراہ تھی۔ جو اس کے ساتھ اس کے دشمنوں سے نبرد آزما تھی۔ اگرچہ لوگ اس کے عقائد پر نہ تھے۔ شبیب نے ان لوگوں کے اکثر خاندان والوں اور عزیز و اقرباء کو تہ تیغ کیا تھا۔

اس سے ان لوگوں کے دلوں میں سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اور ان کے سینوں میں کینہ کی آگ مشتعل تھی۔ بنی تیم بن شعبان کا ایک شخص مقاتل نامی تھا۔ جب شبیب نے اسی قبیلے کے بہت سے افراد کو قتل کر ڈالا تو اس شخص نے شبیب کے قبیلہ بنی مرہ بن ہمام پر غارت گری کی اور اس قبیلے کے کچھ لوگ قتل کر ڈالے۔ اس پر شبیب نے اس سے سوال کیا کہ تم نے بغیر میری اجازت کے کیوں ان لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

اس شخص نے جواب دیا کہ خدا امیر کو نیک ہدایت دے آپ نے جو میرے خاندان میں کافر تھے انھیں قتل کیا اور اسی طرح میں نے آپ کے خاندان میں جو لوگ کافر تھے انھیں قتل کر ڈالا۔ شبیب نے اس پر سوال کیا کہ اس کے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ میرے حاکم ہیں کہ بغیر میرے آپ ایسی اہم باتوں کا خود ہی فیصلہ فرما لیتے ہیں۔ مقاتل نے جواب دیا۔ آپ ہی بتائیے کہ کیا یہ ہمارا مذہب نہیں کہ جو شخص ہمارے عقائد کا ماننے والا ہو چاہے وہ اپنا ہو یا غیر اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔ شبیب نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ مقاتل نے کہا تو پھر جو کچھ میں نے کیا وہ جائز تھا۔ اور بخدا اے امیر المؤمنین جس قدر اشخاص آپ نے میرے قبیلے کے قتل کیے ہیں اس کے دسویں حصہ کے برابر بھی میں نے آپ کے قبیلے والوں کو قتل نہیں کیا۔ اور آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ کفار کے قتل کیے جانے پر اندوہ ملال کریں۔ شبیب نے کہا نہیں مجھے ہرگز اس کا رنج نہیں۔

شبیب کے ہمراہ اور بھی بہت سے ایسے لوگ تھے۔ کہ شبیب نے ان کے خاندان والوں کو قتل کیا تھا۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب اس موقع پر شبیب سب کے پیچھے رہ گیا۔ تو ان لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم اسی وقت پل کو توڑ ڈالیں اور فوراً ہی اپنا بدلہ لے لیں چنانچہ انھوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور پل کو توڑ ڈالا کشتیاں ایک طرف جھک گئی اس کی وجہ سے گھوڑا پریشان ہو کر بھڑکا اور پانی میں گر کے غرق ہو گیا۔

یہ بیان قبیلہ مرہ بن ہمام کے اس شخص کا اور شبیب کے اور دوسرے اہل قبیلہ کا ہے۔ مگر عوام الناس کی روایت اس کے ہلاک ہونے کے بارے میں وہ ہے جو پہلے مذکور ہوئی

مسلمانوں میں شبیب کی ہلاکت کی اطلاع اور ان کی خوشی

ابو یزید السکسکی کہتا ہے کہ واپسی کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ پل کا محافظ آیا اور اس نے پوچھا کہ تمھارے افسران اعلیٰ کہاں ہیں۔ ہم نے اسے بتا دیئے کہ وہ ہے۔ اور ان کے پاس پہنچا بیان کیا کہ خارجیوں کا یک شخص دریا میں گر پڑا اور اس پر تمام خارجیوں میں شور مچ گیا کہ امیر المؤمنین غرق ہو گئے۔ اور اس کے بعد خارجی یہاں سے چلے گئے۔ اپنے لشکر گاہ کو بھی چھوڑ گئے۔ اور اب اس میں ایک بھی متنفس باقی نہیں ہے۔ سفیان نے اس خبر کو سن کر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا ہم سب لوگوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور پھر وہاں سے چل کر پل پر آئے۔ محاصر بن صیفی کو حکم دیا کہ تم خارجیوں کی لشکر گاہ کو چل کر دیکھو۔ محاصر پل کو طے کر کے وہاں پہنچے اور جب دیکھا کہ وہاں انسان تو کہاں ایک چڑیا تک نہیں ہے تو وہیں ٹھہر گئے۔ یہ قیام گاہ باعتبار اپنی ترتیب اور قرینہ کے اکثر فوجی قیام گاہوں سے بہتر ہے۔

شبیب کا دل نکالا گیا

صبح کو ہم نے شبیب کی تلاشی شروع کی اور اسے دریا سے نکالا لیا۔ شبیب کا جسم پر زرہ تھی لوگ یہ بھی بیان

کرتے تھے کہ اس کا پیٹ شق ہو گیا تھا۔ اور اس کا دل نکال کر دیکھا گیا۔ تو وہ پتھر کی طرح نہایت سخت اور ٹھوس تھا۔ جب زمین پر مارتے تھے۔ تو سختی کی وجہ سے گیند کی طرح انسان کے قد کے برابر اچھل جاتا تھا۔ اس پر سفیان نے کہا کہ اس خدائے پاک کا شکر ادا کرو جس نے تمھاری اعانت کی۔ پھر اس کی لشکر گاہ پر ہم نے قبضہ کر لیا۔

شبیب کی ماں کے عجیب تصدیق

جب شبیب کی ماں سے اس کی موت کی خبر بیان کی جاتی اور کہا جاتا کہ شبیب قتل کر ڈالا گیا تو وہ مانتی ہی نہ تھی۔ مگر اس مرتبہ اس سے کہا گیا کہ شبیب غرق ہو گیا اسے یقین آ گیا۔ اور کہنے لگی کہ جب شبیب پیدا ہوا تھا۔ اسی وقت میں خواب میں دیکھا تھا کہ آگ کا شعلہ مجھ سے نکل رہا ہے۔ اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بغیر پانی کے نہیں بجھے گا۔

شبیب کی ماں کا قصہ

جب حضرت عثمانؓ کے حکم سے ولید بن عقبہ نے سلمان بن ربیعہ کو اہل شام کی مدد کے لیے رومیوں کے علاقے میں روانہ کیا تھا تو شبیب کا باپ یزید بن نعیم بھی سلمان کی فوج میں شریک ہو گیا تھا۔ جب مسلمان وہاں سے واپس آئے تو لونڈیاں تقسیم کی گئیں یزید بن نعیم نے ایک نہایت ہی سرخ و سفید، سرو قد، حسین و جمیل عورت کو دیکھا کہ جس پر آنکھیں از خود پڑتی تھیں۔ یزید بن نعیم نے اس عورت کو خرید لیا۔ یہ واقعہ اوائل ۲۵ھ کا ہے۔ جب اس عورت کو یزید کوفی لے آیا اس نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے انکار کیا یزید نے اسے مارا بھی مگر اس کی سر کشی اور انکار اور زیادہ ہو گیا۔

جب یزید نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح مانتی ہی نہیں اس نے اسے قتل کر ڈالنے کا حکم دیدیا۔ اس سے اس کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔ اور وہ صلاحیت پر آ گئی۔ پھر اسے اپنے پاس لایا اور مجامعت کی استقرار حمل ہوا۔

عین قربانی کے دن بروز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۲۵ھ میں اس طرح شبیب پیدا ہوا۔ یہ لونڈی اپنے آقا سے حد درجہ محبت کرتی تھی۔ اور اس سے اکثر باتیں کیا کرتی تھی۔ ایک روز اس نے اپنے آقا سے کہا کہ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی اب اگر آپ چاہیں تو میں مسلمان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ یہ مسلمان ہو گئی اور جب شبیب پیدا ہوا ہے تو یہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔

شبیب کی ماں کا خواب

اس نے بیان کیا کہ میں خواب میں دیکھا کہ میرا بدن سے ایک شہاب نکلا ہے جو بلند ہوتے ہوتے آسمان اور آسمان کے تمام کناروں تک پہنچا ہے ابھی وہ شہاب اسی حالت میں تھا کہ یکا یک وہ ایک دریائے ذخار میں گر پڑا اور بجھ گیا۔ اور شبیب اس روز پیدا ہوا تھا۔ جس دن مسلمان قربانی کرتے ہیں اور خوب خون بہاتے ہیں۔ اس لئے میں نے اپنے خواب کی یہ تعبیر لی۔ کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ بہت سا خون میرے بیٹے کے ہاتھوں بہے گا اور اس کے اقبال اور نصیبہ میں بہت جلد غیر معمولی ترقی ہو گی۔

اس کا باپ اسے اور اس کی ماں کو اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے علاقے میں لے جایا کرتا تھا اور ایک چشمہ

آب لطف نامی تھا وہاں یہ خاندان قیام کرتا تھا۔

شبیب کی اہل شام سے لڑائی کا ایک قصہ

اہل شام کی اس فوج کے سپاہی جو شبیب کے مقابلے پر آئے تھے۔ اپنے ساتھ ایک وزنی پتھر بھی اٹھا لائے تھے۔ اور کہنے لگے کہ ہم ہرگز شبیب کے مقابلے سے راہ فرار نہیں اختیار کریں گے۔ تاوقتیکہ یہ پتھر بھاگ نہ جائے۔ شبیب کو بھی ان کے اس دعویٰ کی اطلاع پہنچی۔ اس نے ارادہ کیا کہ ان سے ایک چال چلے چار گھوڑے منگوائے۔ ہر گھوڑے کی دم میں دو دو ڈھالیں بندھوائیں اور اپنے ساتھیوں میں سے آٹھ شخصوں کا حاضر ہونے کا حکم دیا۔ شبیب کے ہمراہ اس کا غلام حیان بھی تھا۔ شبیب نے اسے حکم دیا کہ پانی کی ایک چھاگل بھی ساتھ لے لو۔ اور پھر وہ لشکر کی ایک سمت نکل آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا تم اس لشکر سے ادھر ادھر ہو جاؤ۔ وہ دو شخص ایک ایک گھوڑا لے لیں۔ اور اسے لوہے کے ہتھیار سے رگڑیں۔ جب لوہے کی گرمی گھوڑوں کو محسوس ہونے لگے انھیں دشمن کے لشکر گاہ میں چھوڑ دیں

لشکر گاہ کے قریب ہی ایک ٹیلہ تھا۔ اپنے ساتھیوں کو شبیب نے حکم دیا تھا۔ جو شخص تم میں سے بھاگ کر آسکے وہ اس ٹیلہ پر آجائے۔ مگر اس کے ساتھی اس حکم کی تعمیل کرنے سے ہچکچائے۔ یہ دیکھ کر خود شبیب گھوڑے سے اتر پڑا اور خود اس نے وہی کیا جس کے کرنے کا اس نے دوسروں کو حکم دیا تھا۔ گھوڑے دشمن کے لشکر گاہ میں گھس پڑے۔ شبیب بھی ان کی باگوں کو تھامے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ دشمن پر اس حال کا یہ اثر ہوا کہ وہ ایک دوسرے پر گرنے لگے اس پر اس کے افسر اعلیٰ حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی نے ان سے للکار کے کہا کہ یہ محض ایک دھوکہ ہے جو تمھارے ساتھ کیا گیا ہے زمین پر بیٹھ جاؤ۔ اور دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے۔ جب شبیب نے دیکھا کہ ان کی گڑبڑ اور بے چینی ختم ہو۔ اور یہ خود بھی اس وقت ان کے لشکر گاہ کے احاطہ میں تھا۔ یہ بھی زمین پر دبک گیا۔ گرزوں کی مار بھی اسے پڑی تھی جس کی وجہ سے یہ سست ہو گیا تھا۔ جب لوگوں کی گڑبڑ ختم ہو گئی اور وہ اپنے اپنے مقامات میں واپس چلے گئے۔ شبیب ان کے بیچ میں سے گزرتا ہوا اسی ٹیلہ پر آیا۔

شبیب کے غلام حیان کا اپنے آقا شبیب کو قتل کرنے کا ارادہ

یہاں حیان اس کا غلام موجود تھا۔ شبیب نے حیان سے کہا کہ تو میرے سر پر پانی ڈال۔ اور جب شبیب نے پانی ڈالنے کے لیے اپنا سر آگے بڑھایا۔ حیان کا ارادہ ہوا کہ اسے قتل کر ڈالے اور اپنے دل میں اس نے سوچا کہ اگر میں نے اسے قتل کر ڈالا تو اس سے بڑھ کر میری عزت اور شہرت کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اور میرا یہ فعل حجاج کے نزدیک بھی نہایت ہی مستحسن ہوگا گویا مجھے پروانہ امان اس طرح ہو جائے گا۔ مگر جب اس نے شبیب کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ کانپنے لگا اور جب چھاگل سے پانی ڈالنے میں دیر ہو گئی تو شبیب نے اس کی وجہ دریافت کی۔ اور پھر اپنے جوتے سے چھری نکال کر اسے دی۔ حیان نے چھری سے اس پانی کی چھاگل کو قطع کیا اور پانی اس کے سر پر بہا دیا۔ اور پھر وہ چھری شبیب کو دیدی۔ حیان کہا کرتا تھا کہ ''میری بزدلی اور رعشہ نے مجھے اس کے قتل کرنے سے باز رکھا۔'' پھر شبیب اپنے لشکر میں اپنے ساتھیوں سے آملا۔ اسی سال مطرف بن مغیرہ بن شعبہ نے حجاج سے اختلاف کی وجہ سے بغاوت کی۔ اور عبدالملک کی اطاعت چھوڑ دی۔ اور کوہستانی علاقے میں جا کر پناہ لی اس

کے بعد قتل کیا گیا۔

مطرف کی حجاج کے ساتھ جھگڑے کی تفصیل

مغیرہ بن شعبہؓ کے بیٹے علاوہ اپنے عزت و ناموری کے خود باعتبار اپنی ذاتی وجاہت اور شخصیت کے اپنے خاندان میں ایک خاص منزلت اور عزت کے مرتبے پر فائز تھے۔

مغیرہ بن شعبہؓ کے بیٹوں کیساتھ حجاج کا اچھا برتاؤ

جب حجاج عراق آیا تو یہ لوگ اس سے ملے اور اس سے گفتگو کی تو اسے معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ اس کے خاندان والے بلکہ ایک ہی مورث کی اولاد ہیں۔ اس وجہ سے حجاج نے عروہ بن مغیرہ کو کوفہ کا عامل کیا اور مطرف بن مغیرہ کو مدائن کا اور عزہ بن مغیرہ کو ہمدان کا عامل مقرر کیا۔ مطرف نے مدائن پہنچ کر خطبہ پڑا۔ اور حمد وثناء کے بعد لوگو سے کہا کہ امیر حجاج نے مجھے تمھارا حاکم مقرر کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ میں سچائی کے ساتھ حکومت کروں۔ میرا طرز عمل انصاف پر مبنی ہو۔ اگر ان ہدایات پر میں نے پوری طرح عمل کیا تو میں بہترین آدمی ہوں گا۔ اور اگر میں ان ہدایات پر عمل نہ کر سکا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنے آپ کو برباد کیا اور اپنی زندگی بیکار گزاری۔ میں ظہر اور عصر کے درمیان مسجد میں بیٹھا کروں گا آپ لوگ اپنی ضروریات مجھ سے بیان کیا کیجئے۔ اور مجھے ایسی تدبیروں کا مشورہ دیا کیجئے۔ جس سے آپ کی اور آپ کے ملک کی بھلائی اور بہتری ہو۔ اور انشاء اللہ میں حتی الوسع کبھی آپ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے سے دریغ نہیں کروں گا اس خطبہ کے بعد مطرف منبر پر سے اتر آیا۔

مطرف کا اپنے منصب کا لحاظ کرنا

جب مطرف مدائن آیا اور اس وقت مدائن میں کوفہ کے اکثر شرفاء اور دوسرے خاندانوں کے اکثر سر برآوردہ لوگ موجود تھے۔ اور کچھ فوج بھی تھی۔ مگر ان کے پاس ساز وسامان اس قدر نہ تھا۔ کہ اگر علاقہ جوخی یا انبار میں کوئی واقعہ ہو جائے تو اس کے لیے کافی ہو سکے۔ جب مطرف منبر سے اتر کر ایوان شاہی میں لوگوں کے پاس آ کر بیٹھا حکیم بن الحارث الازدی جو قبیلہ آزد کیسر بر آوردہ لوگوں میں سے تھا مطرف کی طرف بڑھا اس کے بعد حجاج نے اسے خزانے کا افسر بھی مقرر کر دیا تھا)

حکیم نے مطرف سے کہا خدا آپ کو نیک ہدایت دے۔ جس وقت آپ نے تقریر کی تھی میں آپ سے دور تھا۔ اور اب میں اس لیے آپ کے قریب آیا ہوں کہ آپ کی تقریر کا جواب دوں مگر اسی اثناء میں آپ منبر سے اتر آئے۔ بہر حال جو کچھ آپ نے بیان کیا ہم نے اس کے مفہوم کو سمجھ لیا اور وہ یہ کہ حجاج نے آپ سے انصاف ومساوات سے حکومت کرنے کا عہد لیا ہے۔ خدا عہد لینے والے اور عہد کرنے والے دونوں کو کامیاب کرے۔ آپ کی یہ آرزو ہے کہ آپ انصاف کریں اور حق کی اعانت کریں خداوند عالم آپ کی نیت کی تکمیل میں آپ کی اعانت کرے۔ جسطرح کہ آپ کے والد ماجد کی عادت میں تھا کہ وہ خدا اور بندگان خدا کی خوشی ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ بھی اس مقصد کے حصول میں ان کے مشابہ ہیں۔ مطرف نے ان سے کہا کہ یہاں میرے پاس تشریف لائیے۔ ان کے لیے جگہ نکالی، حکیم مطرف کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حصین بن یزید کہتے ہیں کہ مطرف ان تمام

عاملوں میں جو مدائن آئے سب سے بہتر عامل تھے۔ مجرمین کو سخت ترین سزائیں دیتے تھے۔ اور سرکاری عہدداروں کے ظلم کو مطلقاً روا نہیں رکھتے تھے۔ بشر بن الاجدع الہمدانی (ثم الثوری) جو شاعر بھی تھا مطرف کے پاس آیا اور ان کی تعریف میں اشعار کہے۔ مطرف نے سن کر کہا افسوس تیرا مقصد یہ ہے کہ ہم فضول باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔

حجاج کو مُطرف کا شبیب کی آمد کی اطلاع دینا

جب شبیب ساتیدما سے مدائن کی طرف بڑھا۔ مطرف نے حسب ذیل خط حجاج کو لکھا۔

''حمد و ثناء کے بعد میں امیر کو اطلاع دیتا ہوں کہ شبیب کا رخ ہماری طرف ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری امداد کے لیے مزید فوج بھیج دیں۔ تاکہ میں اس فوج کی امداد سے مدائن کی حفاظت کروں۔ کیونکہ مدائن کوفے کا باب اور اس کا قلعہ ہے۔ اس پر حجاج نے سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف کو دو سو سواروں کے ساتھ اور عبدالرحمٰن بن کناز کو بھی دو سو کے ساتھ مطرف کی امداد کے لیے مدائن بھیجا۔ شبیب نے بڑھتے بڑھتے قناطر حذیفہ پر پڑاؤ کیا اور پھر یہاں سے آگے بڑھ کر مقام کلواذ ا دیا۔ دجلہ کو عبور کیا اور قصبہ بہرسیر میں آ کر ٹھہر گیا۔

مطرف اور شبیب کے درمیان گفتگو

مطرف اس شہر عتیقہ میں تھا۔ جہاں منزل کسریٰ اور قصر ابیض واقع ہیں۔ جب شبیب نے بھر سیر میں اپنا پڑاؤ کیا تو مطرف نے دریا کے پل کو توڑ ڈالا۔ اور شبیب کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ اپنے ساتھیوں میں سے چند معزز اور نیک لوگوں کو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں قرآن سے ان کو ساتھ بحث کروں۔ اور ان کے عقائد پر غور کروں جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ شبیب سوید بن سلیم، قعنب اور محلل بن وائل کو مطرف کی طرف روانہ کیا۔ جب کشتی ان کے قریب لائی گئی۔ اور انھوں اس میں اترنا چاہا شبیب نے حکم بھیجا کہ جب تک میرا قاصد مطرف کے پاس سے واپس جواب لیکر نہ آ جائے تم لوگ کشتی میں سوار نہ ہو۔ شبیب نے مطرف کے پاس قاصد کے ذریعہ سے کہلا بھیجا تھا کہ جس قدر افراد میرے آپ کے پاس آ رہے ہیں اتنے ہی آپ میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ جب تک کہ میرے آدمی آپ سے مل کر واپس نہ آ جائیں یہ لوگ بطور یرغمال میرے پاس رہیں۔ مطرف نے قاصد سے کہا کہ تو جا اور شبیب سے کہہ دے ابھی جو افراد میں نے آپ کے پاس بھیجے تھے اس وقت آپ پر اعتماد کر لیا تھا۔ اور اب آپ کیوں مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔ پھر شبیب نے قاصد کو واپس کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے مذہب میں دھوکہ یا وعدہ خلافی جائز نہیں ہے مگر آپ لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اس پر مطرف نے ربیع بن یزید الاسدی، سلیمان بن حذیفہ بن ہلال بن مالک المزنی اور مغیرہ کے آزاد غلام یزید بن ابی زیاد کو جو مطرف کے محافظ دستے کا سردار تھا۔ شبیب کے پاس بھیجا دیا۔ جب یہ لوگ شبیب کے پاس پہنچ گئے تب شبیب نے اپنے آدمیوں کو مطرف کے پاس بھیج دیا۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ نضر بن صالح نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مطرف بن المغیرہ بن شعبہ کے پاس تھا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ آیا راوی نے کہا کہ میں اس فوج میں تھا۔ جو مطرف کے ساتھ تھی یا یہ کہا کہ میں اس وقت موجود تھا جب کہ شبیب کے قاصد مطرف کے پاس آئے۔

شبیب کے قاصدوں کا مطرف کو دین اسلام کی دعوت دینا

مطرف میرے اور میرے بھائی کے عزیز دوست تھے۔ ہم سے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ جب شبیب کے قاصدان کے پاس آئے اس وقت سوائے میرے اور میرے بھائی حلام ابن صالح کے اور کوئی ان کے پاس موجود نہ تھے۔ شبیب کے قاصدوں کی تعداد چھ سوتھی اور ہم تین شخص تھے۔ وہ سب کے سب تمام ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اور ہمارے پاس صرف ہماری چند تلواریں تھیں۔ جب یہ قریب پہنچے سوید نے کہا ''سلامتی ہو اس پر جو اپنے رب سے ڈرا اور جس نے راہ راست کو پہچانا۔

مطرف نے کہا بے شک اور پھر ان پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی بھیجی جب یہ لوگ بیٹھ گئے مطرف نے ان سے پوچھا کہ اب فرمایئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور کس طرف دے رہے ہیں۔ سوید نے پہلے خدا کی حمد اور پھر رسول کی ثناء کی اور یہ کہا ''جس شے کی طرف ہم آپ کو دعوت دینا چاہتے ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ آپ اپنی قوم والوں سے اس لئے عداوت رکھتے ہیں کہ وہ تمام خراج ذاتی مصارف میں خرچ کر رہے ہیں۔ انھوں نے خداوند عالم کے احکام پس پشت ڈال دیئے ہیں زبردستی اپنا تسلط جمالیا ہے''۔ یہ سن کر مطرف نے کہا کہ آپ جس شے کی دعوت دے رہے ہیں وہ تو عین حق وصدق ہے اور آپ کھلم کھلا ظلم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میں ان امور میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اب جس چیز کی طرف میں آپ کو دعوت دوں اس میں میری متابعت کیجئے۔ تاکہ میری اور آپ کی کوشش کا ایک ہی نتیجہ ہو۔ اور میری اور آپ کی طاقت متحد ہو جائے۔ خارجیوں نے کہا آپ فرمایئے آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر جس بات کی آپ دعوت دیں گے وہ حق ہوگی۔ تو ہم آپ کی دعوت کو قبول کرلیں گے۔

مطرف کا شبیب کے قاصدوں کو اپنی قوم کے خلاف لڑائی کے لیے ابھارنا

مطرف نے کہا کہ آیئے ہم آپ مل کر ان ظالم سرکشوں کے خلاف ان کی ان بدعتوں کی وجہ سے جو انھوں نے ایجاد کی ہیں جہاد کریں۔ اور انھیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف بلائیں۔ اور اس معاملہ کا تصفیہ مسلمانوں کے باہمی سمجھوتے سے ہو جائے۔ تاکہ ایک ایسے شخص کو اپنا امیر بنالیں جسے وہ پسند کریں جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے تک مسلمانوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور جب عربیوں کو معلوم ہو گیا کہ انتخاب امیر المومنین کا مطلب یہ ہے قریش میں سے کسی شخص کو منتخب کرلیا جائے اور اس تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور ان میں سے اکثر آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی امداد کریں گے اور اسی طرح آپ کی تجویز درجہ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ یہ سنتے ہی خارجی غصہ میں ہو گئے اور مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بات کو ہم حشرت تک بھی منظور کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ کہہ کر خارجی وہاں سے روانہ ہوئے اور مکان کے چبوترے سے نکلنے ہی والے تھے کہ سوید بن سلیم مطرف کی طرف مڑا اور کہنے لگا اے ابن المغیرہ اگر میسرہ ساتھی دشمنی یا بدعہدی کرنے والے ہوتے تو وہ تمھیں ہلاک کر ڈالتے کیونکہ تم نے اپنے آپ کو خود ہی ان کے حوالے کر دیا تھا۔

یہ سن کر مطرف گھبرایا اور کہنے لگا بے شک خداوند عیسیٰ وموسیٰ کی قسم ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔ خارجی شبیب کے اپس واپس آئے۔ جو کچھ مطرف نے کہا تھا بیان کیا شبیب کو اس سے اور بھی اس بات کا خیال پیدا ہوا۔ کہ مطرف کو اپنا طرف دار بنایا جائے۔ اس نے ان سے کہا کہ صبح کے وقت تم میں سے ایک شخص پھر مطرف کے پاس جائے۔

شبیب کا سوید کو مطرف کے پاس بھیجنا

جب صبح ہوئی شبیب نے سوید کو مطرف کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم جا کر انھیں سمجھاؤ سوید مطرف کے دروازہ پر آیا۔ میں نے ہی اسے اندر جانے کی اجازت دی جب سوید مطرف کے پاس اندر پہنچ کر بیٹھ گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں۔ مگر مطرف نے مجھ سے کہا کہ تم بیٹھے رہو کیونکہ تم سے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں بھی بیٹھ گیا۔ میں اس وقت بالکل نوجوان تھا۔

سوید اور مطرف کے درمیان مکالمہ

سوید نے مطرف سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں کہ جن سے آپ کا کوئی راز راز نہیں مطرف نے کہا کہ یہ نہایت ہی شریف اور مخلص آدمی ہیں۔ یہ مالک بن زہیر بن جذیمہ کے صاحبزادے ہیں۔ سوید نے ان سے کہا کہ تم نے ایک اچھے شخص کی عزت افزائی کی ہے اگر ان کا مذہب بھی ان کے حسب ونسب کی طرح اعلیٰ ہو تو یہ پھر کامل فرد ہیں اس کے بعد سوید مطرف کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ جو کچھ آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ میں نے امیر المؤمنین سے بیان کر دیا۔ اس پر امیر المؤمنین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ پھر اس معاملہ میں آپ سے ملاقات کریں۔ اور کہہ دیں کہ کیا آپ اس سے ناواقف ہیں۔ کہ مسلمان اپنے میں سے جا ہیں جس کو مناسب سمجھ کر اپنا امیر مقرر کریں۔ وہی سب سے زیادہ مناسب بات ہت اور رسول اللہ کے بعد یہی طریقہ جاری رہا۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم کریں گے۔ تو اس کے بعد ہمیں آپ سے اس بات کے کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ ہم سے جو بہترین شخص تھا اور جو مصیبت کے بوجھ کو اٹھانے کی اپنے سینے میں طاقت رکھتا تھا اسے ہم نے اپنا امیر مقرر کر لیا ہے۔ جب تک کہ اس میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کے ہاتھ ہماری حکومت کا حامل ہے اور رہے گا۔

اور آپ نے جو مشورہ کے متعلق بیان فرمایا تھا۔ اور کہا تھا کہ جب عربوں کا معلوم ہوگا کہ ہم کسی قریش زادہ کو امیر بنانا چاہتے ہیں تو اکثر ہمارے تابع فرمان ہو جائیں گے۔ اس معاملے کے متعلق مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ جو لوگ حق اور راستے پر ہوتے ہیں۔ ان کی قلت تعداد خداوند عالم کے سامنے ان کی تذلیل یا تنقیص کا باعث نہیں ہوتی اور اگر ظالموں کی تعداد زیادہ ہو تو اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اگر ہم اس حق کو جس کے لیے لڑنے نکلے ہیں چھوڑ کر تمھاری دعوت اور مشورہ کو قبول کر لیں تو یہ ہماری خطا کمزور اور ضعف ہوگا۔ اور اس کے معنی ہوں گے کہ گویا خود ہم نے ظالموں کی مدد کے لیے راستہ صاف کر دیا کیونکہ ہمیں اس بات بالکل اتفاق نہیں کہ تمام عربوں کے سوا قریشی ہی اس منصب امارت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر آپ اپنے دعوے پر اصرار کریں تو ہم سوال کریں گے۔ کہ کیوں ایسا ہونا چاہئے۔ اگر آپ کہیں اس لیے کہ قریشیوں کو رسول اللہ سے قرابت حاصل ہے تو اس کا جواب بھی سن لیجئے کہ پھر ایسی صورت میں جو ہمارے آباواجداد مہاجرین تھے۔ انھیں یہ سزاوار نہ تھا۔ کہ وہ رسول اللہ کے خاندان کہا بلکہ ابی لہب کہ اولاد پر بھی حکومت کرتے اگر چہ ان کے سوا کوئی اور باقی بھی نہ رہا ہوتا۔ اور شاید انھیں معلوم نہیں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص جو سب سے زیادہ خداوند عالم سے ڈرتا ہو اور حکومت کا سزاوار بھی وہی ہے جو زیادہ خدا سے ڈرنے والا سب سے افضل ہو۔ تمام سخت سے سخت ذمہ داریوں کے اٹھانے کی اس میں طاقت ہو۔ جب تک کہ مخلوقات کے امور کا سربراہ کار رہے۔ ہم

نے سب سے پہلے مظالم خلاف آواز بلند کی اور زیادتی کو بدلا۔اور ان ظالمین کی جماعت سے جنگ کی۔اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جاتے ہیں تو آپ ہمارے تمام فوائد ونقصانات میں برابر کے شریک رہیں گے۔اور ہم آپ کو مسلمان سمجھیں گے۔ورنہ آپ بھی منجملہ ہمارے اور دشمنوں کے ایک دشمن تصور کئے جائیں گے۔اور جس طرح ہم مشرکین سے جہاد کرتے ہیں اسی طرح آپ سے بھی لڑیں گے۔

مطرف کا سید کو جواب دینا اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کرنا

اس تقریر کو سن کر مطرف نے کہا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا میں اسے اچھی طرح سمجھ گیا ہوں آج تو آپ واپس تشریف لے جائیں تاکہ ہم اس معاملہ پر غور وخوض کرلیں۔سوید واپس چلا گیا مطرف نے اپنے خاص اعتماد رکھنے اور خیر خواہوں کو بلوایا جس میں سلیمان بن حذیفہ المزنی اور ربیع بن یزید الاسدی بھی تھے۔نضر بن صالح کہتا ہے کہ میں اور یزید بن ابی مغیرہ کا آزاد غلام دونوں تلواریں لئے ہوئے مطرف کے سر پر کھڑے ہوئے تھے۔یزید بن ابی زیاد مطرف کے محافظ دستہ کا سردار تھا۔

مطرف نے ان سربر آوردہ لوگوں سے کہا کہ آپ میرے دوست اور بہی خواہ ہیں آپ کے حسن مشورہ اور رائے پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔بخدا میں ان ظالموں کے افعال کو ہمیشہ سے دل ہی دل میں ناپسند کرتا رہا ہوں۔اور جہاں تک مجھ سے ہوسکا میں نے اپنے فعل وقول سے ان افعال کو بدلا ہے مگر جب ان کی خطائیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ خارجی ان سے جہاد کررہے ہیں۔تو مجھے یہ ہی مناسب معلوم ہوا کہ اگر مجھے ان کے خلاف مددگار مل جائیں تو مجھے ضرور ان کے خلاف جنگ کرنا چاہئے۔میں نے خارجیوں کو دعوت دی تھی اور یہ تمام باتیں تفصیل سے ان سے کہہ دیں۔انھوں نے بھی یہ ہی اس کے جواب میں کہا اس لیے اب میری رائے نہیں ہے کہ ان کے خلاف جنگ کی جائے۔اور اگر وہ ان باتون کو جو میں نے ان کے سامنے پیش کی ہیں تسلیم کرلیں تو پھر میں عبدالملک اور حجاج کو چھوڑ دوں گا۔اور ان کے خلاف چڑھائی کروں گا۔مزنی نے کہا نہ تو خارجی آپ کے ساتھ ہو سکتے ہیں اور نہ آپ ہی ان کی اقتداء کرسکتے ہیں ان خیالات کو آپ اپنے ہی تک محدود رکھیں کسی شخص پر ظاہر نہ کریں۔دوسرے شخص اسدی نے بھی یہ ہی رائے دی۔اس پر مطرف کا آزاد غلام ابن ابی زیاد اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور عرض کی خدا کی قسم جو گفتگو آپ کے اور سوید کے درمیان ہوئی ہے اس کی اطلاع لفظ بلفظ حجاج کو پہنچے گی اور ایک بات کی دس باتیں کی جائیں گی۔اگر آپ حجاج سے بھاگ کر بادلوں میں بھی چھپیں گے۔تو وہ آپ کو ڈھونڈ نکالے گا۔اور تو اور آپ کے تمام ساتھی ہلاک کرڈالے جائیں گے۔اس لیے جہاں تم ممکن ہوسکے اس مقام سے بھاگ جانا چاہئے۔کیونکہ ہر طرف باشندگان مدائن پھیلے ہوئے ہیں۔اور شبیب کی فوج والے اس گفتگو کا جو آپ کے اور اس کے قاصد سوید کے درمیان ہوئی ہے تذکرہ کررہے ہیں۔رات نہ ہونے پائے گی کہ اس واقعہ کی من وعن خبر حجاج کو پہنچ جائے گی۔اس لیے مدائن کے علاوہ کسی اور مقام کو اپنی جگہ بنالیں۔مطرف کے دوسرے دونوں دوستوں نے بھی اس رائے کا سے بالکل اتفاق کیا۔مطرف نے اس نے پوچھا کہ فرمایئے کہ آپکا طرز عمل اب کیا ہوگا۔ان دونوں نے کہا کہ ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں حجاج وغیرہ کے خلاف اپنی جانیں آپ پر قربان کردیں گے۔اس کے بعد مطرف نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ آپ کے کیا ارادے ہیں میں نے عرض کیا آپ کے دشمن سے لڑوں گا۔آپ

کے ساتھ تمام مصیبتوں پر صابر رہوں گا جب تک آپ صابر رہیں گے۔ مطرف نے اس پر کہا کہ ہاں۔ آپ کی جانب سے مجھے ایسی ہی امید تھی۔ تیسرے دن قعنب مطرف کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ ہماری پیروی کرتے ہیں تو آپ ہم میں سے ہیں ورنہ ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ مطرف نے جواب دیا کہ اس قدر جلدی نہ کیجئے کہ ایسے مسئلہ کو آج ہی آپ طے کر دیں ابھی ہم غور کر رہے ہیں۔

مطرف کا اپنے ساتھیوں کو لیکر روانہ ہونا۔

مطرف نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آج ہی رات سب کے سب یہاں سے روانہ ہو جائیں اور میرے ساتھ دسکرہ چلو کیونکہ وہاں ایک واقعہ پیش آ گیا ہے۔ مطرف رات کو روانہ ہوا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ہمراہ چلے اور مقام دیز دجرد پہنچے اور یہاں ٹھہرے۔

مطرف کی ملاقات قبیصہ کے ساتھ

یہاں قبیصہ بن عبدالرحمٰن القحانی الخثعمی سے مطرف کی ملاقات ہوئی مطرف نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ قبیصہ نے اسے منظور کر لیا۔ مطرف نے اسے گھوڑا دیا اور نقد رقم بھی عطا کی اور یہاں سے روانہ ہو کر دسکرہ آیا اور جب یہاں سے بھی کوچ کا ارادہ کیا تو اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اپنے ارادہ سے اپنے ساتھیوں کو مطلع کر دے۔

مطرف کا اپنے دل کا اظہار کرنا

چنانچہ اس نے تمام سردار لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثناء کے بعد ان سے کہا ''اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جہاد اور انصاف اور احسان کرنا فرض کیا ہے اور کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ **تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب** ۔ ترجمہ (نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی اعانت کرو مگر گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔'' میں خدا کو گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا ساتھ چھوڑ دیا ہے جو صاحب میرے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کیا جائے گا اور جو صاحب اس پر آمادہ نہ ہوں انھیں آزادی ہے۔ جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ کیونکہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہو جس کی خودنیت ظالموں کے خلاف جہاد کرنے کی نہ ہو میں آپ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور ظالموں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ جب ہمارے ارادے یہ ہیں ہمیں ضرور کامیابی ہوگی۔ اس وقت ہم امارت کے لیے باہم مسلمانوں میں مشورہ کریں گے اور جسے تمام مسلمان پسند کریں وہی ہمارا امیر ہوگا۔ مطرف کے تمام ساتھیوں نے فوراً ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ اپنے خیموں میں چلے گئے۔

مطرف کا سیرہ بن عبدالرحمٰن کو جہاد کی ترغیب دینا

مطرف نے سیرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف اور عبداللہ بن کناز النہدی کو اکیلے بلایا اور ان دونوں کو بھی اسی

طرح دعوت دی جس طرح کہ اور تمام لوگوں کو ان نے دعوت دی تھی۔

عبدالرحمٰن بن مخنف اور عبداللہ بن کناز النہدی کا مطرف کو دھوکہ دینا

اس وقت تو ان دونوں نے اظہار رضامندی کیا مگر جب مطرف وہاں سے چلا گیا یہ دونوں مع ان لوگوں کے جو مطرف کا ساتھ چھوڑ کر ان سے آ ملے تھے حجاج کے پاس واپس آ گئے یہاں آ کر دیکھا کہ حجاج شبیب کے مقابلہ میں تیار ہے یہ دونوں بھی شبیب کی جنگ میں شریک ہوئے۔ مطرف اپنے ساتھیوں کو لیکر دسکرہ سے روانہ ہوا اور حلوان کی سمت چلا۔

سوید کا جنگ کرنا مطرف کے ساتھ

حجاج نے اس سال سوید بن عبدالرحمٰن السعدی کو حلوان اور ماہ سیزان کا عامل مقرر کر کے بھیجا تھا۔ جب اسے اطلاع ہوئی کہ مطرف اس کے علاقہ کی جانب آنے والا ہے۔ اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر میں نے اس معاملہ میں نرمی یا دھوکہ بازی سے کام لیا تو حجاج اسے کبھی پسند نہ کرے گا۔ اس لیے سوید نے مطرف کے مقابلے کے لیے اہالی شہر اور کردوں کو جمع کیا۔ کردوں نے درہ حلوان کا راستہ مطرف پر تنگ کر دیا۔ سوید مطرف کے مقابلے کے لیے چلا مگر اس کی دلی چاہت یہ تھی کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ کہ ایک طرف تو وہ مطرف سے جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا تھا کہ حجاج بھی کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس لیے اس کا اس طرح مقابلہ کے لیے روانہ ہونا محض دکھلاوے کے طور پر تھا۔ تا کہ اس پر الزام نہ آئے۔

حجاج کا مطرف کے ساتھ شریک ہونا

حجاج بن جاریۃ الخثعمی کو جب معلوم ہوا کہ مطرف مدائن سے کوہستانی علاقہ کی طرف چل دیا ہے۔ وہ خود اپنی قوم اور دوسرے قبیلوں کے تیس آدمی اپنے ساتھ لے کر اس کے شریک ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ عبداللہ بن علقمۃ الخثعمی کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو مطرف کی امداد کے لیے آئے تھے ہم حلوان جا کر اس سے مل گئے اور سوید کے مقابلے میں اس کی طرف سے شریک جنگ ہوئے

سوید اور مطرف کے سپاہیوں میں آپس کی جنگ

نضر نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ جب ہم مطرف کے پاس پہنچے تو ہمارے آنے سے اسے بہت خوشی ہوئی اور اس نے حجاج بن جاریۃ الخثعمی کو اپنے برابر جگہ دی۔ نضر اور عبداللہ بن علقمہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ جب سوید ہمارے مقابلے پر آیا۔ خود تو پیدل سپاہیوں کے ساتھ کھڑا رہا۔ بلکہ انھیں مکانات سے باہر بھی نہیں نکالا۔ البتہ اس کا بیٹا قعقاع سواروں کے سامنے آیا۔ مگر اس کے سواروں کی تعداد اس روز کچھ زیادہ نہ تھی۔ نضر کا یہ بیان ہے کہ سواروں کی تعداد کوئی دو سو تھی اور ابن علقمہ یہ کہتا ہے کہ ان کی تعداد تین سو سے کم تھی۔ مطرف نے حجاج بن جاریۃ کو بلا کر حکم دیا کہ تم اس جماعت کے مقابلہ میں جاؤ۔ اور جتنی تعداد کہ مقابل فوج کی تھی اتنے ہی سوار ان کے ساتھ میدان جنگ میں بھیجے۔ یہ فوج قعقاع کے سامنے آئی۔ اور چونکہ یہ شہسوار مشہور و معروف بہادر تھے۔ انھوں

نے نہایت بہادری سے قعقاع سے جنگ کرنی شروع کی۔

سوید کا غلام کو بھیجنا پیغام دیکر حجاج کی طرف

سوید نے جب دیکھا کہ یہ جماعت میرے بیٹے قعقاع کی طرف گئی ہے اس نے اپنے غلام رستم کو (جو اس واقعہ کے بعد ایک اور معرکہ میں سوید کے ہمراہ دیر الجماجم پر مارا گیا۔ جب کہ بنی سعد کا جھنڈا اس کے پاس تھا۔) بلایا اور حکم دیا کہ حجاج کے پاس جائے۔ رستم نے حجاج بن جاریۃ سے آ کر کہا کہ تم ہمارے علاقے کو چھوڑ کر کسی اور طرف جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ کیونکہ ہم لوگ تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے اور اگر تمھارا ارادہ ہمیں سے لڑنے کا ہے تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ جس علاقہ پر ہم متصرف ہیں اس کی حفاظت کریں۔ حجاج نے اس پر یہ کہا کہ تم ہمارے افسر اعلیٰ کے پاس چلو اور جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یہ ہی ان سے جا کر ہو۔

رستم غلام کا مطرف کے پاس آنا

رستم مطرف کے پاس آیا اور جو کچھ اس نے حجاج بن جاریۃ سے کہا تھا اس سے بھی کہہ دیا اس پر مطرف نے کہا کہ نہ ہم تم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اور تمھارے علاقے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ رستم نے کہا اچھا تو پھر آپ اس راستے سے چلے جایئے اور ہمارے علاقے سے نکل جایئے اور ہمارے لئے یہ تو ضروری ہے کہ ہم لوگوں پر یہ بات ظاہر کر دیں۔ تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ ہم آپ کے مقابلے کے لیے تیار ہو کر نکلے تھے۔ مطرف نے حجاج کو بلا بھیجا جب حجاج آ گیا تو پھر یہ سب وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے کردوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مطرف اور ان کی تمام فوج گھوڑوں سے اتر پڑی۔ ذبنی جانب سے حجاج بن جاریۃ اور بائیں سے سلیمان ابن حذیفہ کردوں کی سمت چڑھے انھیں شکست دی اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔

مطرف کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کرنا

مطرف اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان اٹھانا نہیں پڑا۔ یہ چلتے چلتے جب ہمدان کے قریب آئے تو چونکہ ہمدان کا عامل کا بھائی حمزہ بن المغیرہ تھا اس لیے مطرف نے ہمدان چھوڑ کر ماہ دینار کا رخ کیا۔ مطرف نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا کہ وہ ہمدان میں داخل ہوا اور اس طرح اس کا بھائی حجاج کی نظر میں متہم ہو جائے۔ البتہ جب وہ علاقہ ماہ دینار میں داخل ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی حمزہ کو لکھا کہ چونکہ اخراجات بہت زیادہ ہیں اور سخت تکلیف ہے اس لئے تم روپیہ اور ہتھیاروں سے جہاں تک گنجائش ہو مدد کرو۔

مطرف کا اپنے غلام کو اپنے بھائی حمزہ کے پاس خط دیکر بھیجنا

مطرف نے یزید ابن ابی زیاد مغیرہ بن شعبہ کے آزاد غلام کو حمزہ کے پاس بھیجا تھا۔ رات کے وقت یزید مطرف کا خط لے کر حمزہ کے پاس آیا۔ جب حمزہ نے اسے دیکھا تو کہا ''خدا کرے کہ تیری ماں کو تیری موت کا صدمہ اٹھانا پڑے تو نے ہی مطرف کو تباہ کیا''

یزید اور حمزہ کے درمیان گفتگو

یزید نے جواب دیا میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں میں نے ہرگز ہرگز انھیں تباہ نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے پیروں میں کلہاڑی ماری ہے بلکہ اپنے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر ڈالا۔ اور اب مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں ان کی وجہ سے آپ نہ تباہ ہو جائیں۔ حمزہ نے کہا اچھا پھر کس نے انھیں یہ تجویز بجھائی۔ یزید۔ نے کہا خود ان کے دل نے۔ اسکے بعد یزید بیٹھ گیا اور پوری داستان ان سے بیان کی اور مطرف کا خط جوان کے نام تھا۔ وہ انھیں دیا۔ حمزہ نے خط پڑھا اور کہا کہ بہت اچھا میں ضرور روپیہ اور ہتھیار ان کے پاس بھیج دوں گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ کیا یہ بات چھپی رہے گی۔ یزید نے کہا کہ میری رائے میں تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی۔ اس پر حمزہ نے کہا اچھا اگر چہ میں ان کی ایسی مدد تو نہیں کر سکتا جس سے انھیں زیادہ فائدہ پہنچتا یعنی کھلم کھلا انھیں امداد نہیں دے سکتا۔ مگر اس سے آسان یعنی خفیہ طور پر ان کی مدد کرنے سے باز نہیں رہوں گا۔

یزید کا مطرف کے پاس پہنچنا

حمزہ نے یزید کے ہمراہ روپیہ اور ہتھیار بھیج دیئے۔ یزید مطرف کے پاس اس وقت لائے جب کہ ہم ماہ دینار کی منڈیوں میں سے ایک منڈی سامان متاخم نامی میں جو علاقہ اصبہان میں واقع ہے مقیم تھے۔ یہ ایک ایسی منڈی تھی جہاں خوبصورت عورتیں بکنے کے لیے آیا کرتی تھیں۔

نضر بن صالح بیان کرتا ہے جیسے ہی یزید روانہ ہوا میں نے لوگوں کو باتیں کرتے سنا کہ مطرف نے اپنے بھائی سے روپیہ اور ہتھیاروں کی امداد طلب کی ہے یہ سن کر میں مطرف کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ مطرف نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ جب پہلی ہی بات مخفی نہیں رہی تو اب کون سی بات ہوگی۔ جو پھیل نہ جائے۔

مطرف کا سفر کرنا

اتنے میں یزید بن زیاد بھی آ گیا اور مطرف اپنے ساتھیوں کو لے کر قم، قاشان، اور اصبہان کی طرف چل دیا۔ مطرف جب قم اور قاشان پہنچ گیا۔ اور اسے ہر طرح سے اطمینان ہو گیا اس نے حجاج بن جاریہ کو بلایا اور کہا جنگ سنجہ میں شبیب کو جو شکست ہوئی اس کا حال بیان کرو۔ اور کیا تم اس معرکہ میں شریک تھے یا اس پہلے ہی چلے آئے تھے۔ حجاج بن جاریہ نے کہا ہاں میں اس معرکہ میں شریک تھا مطرف نے کہا تو اچھا اس کا قصہ بیان کرو۔ حجاج نے بن جاریہ نے پورا واقعہ سنایا۔ مطرف نے سن کر کہا کہ کاش شبیب کا فتح حاصل ہوئی ہوتی۔ اور اگر چہ وہ خود گمراہ تھا مگر وہ دوسرے گمراہ کو قتل کر ڈالتا۔

مطرف کی یہ آرزو اس لیے تھی کہ اگر حجاج ہلاک ہو جاتا تو جس مقصد کے لیے وہ کوشاں تھا وہ پورا ہو جاتا۔ پھر مطرف نے اپنے عمال روانہ کیے۔ نضر بن صالح کہتا ہے کہ اگر قسمت ہی مخالف نہ ہوتی تو مطرف نے تدبیر تو بڑی دور اندیشی سے اختیار کی تھی۔

مطرف کا خط دیکر بھیجنا

مطرف نے حسب ذیل خط ربیع بن یزید کے ہاتھ سوید بن سرحان الثقفی اور بکیر بن ہارون الجبلی کے نام ارسال کیا۔

''حمد وثناء کے بعد۔ میں آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیجئے۔ جو حق سے پھر گئیں ہیں جنھوں نے خراج کو صرف اپنے لیئے مخصوص کر لیا ہے۔ اور کلام پاک کے احکام کو ترک کر دیا ہے۔ جب حق وصدق کی فتح ہو جائے گی۔ اور باطل مٹ جائے گا۔ اور حق کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو پھر ہم انتخاب امیر کے معاملے کو مسلمانوں کے باہمی مشورے سے طے کر لیں گے جسے وہ پسند کریں گے وہی ہمارا امیر ہوگا۔ جو شخص ہماری اس دعوت کو قبول کرے گا وہ ہمارا دینی بھائی اور موت اور زندگی کا ہمارا شریک رہے گا۔ اور اس دعوت کو جو رد کرے گا۔ ہم اس کے خلاف جہاد کریں گے اور اس کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ ہمارے لیے اس شخص کے خلاف صرف اللہ کی شہادت کافی ہے۔ اور اسے سب سے بڑا نقصان تو یہی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے فوائد سے نفع مند نہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ اس کی کیا ذلت ہوگی کہ خدائی حکم کے خلاف وہ ظالموں سے مداہنیت کے ساتھ پیش آئے گا۔ اللہ تعالی نے جہاد کو مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جہاد ایک ایسی شے ہے جو لوگوں پر ناگوار ہے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہ ہی ذریعہ ہے کہ اس کے حکم کو ماننے میں چون وچرا نہ کرے اور خدا کے دشمنوں سے جہاد کرے اس کے لیے خدا آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ لوگ اس حق کی دعوت کو قبول فرمائیے اور ان لوگوں کو بھی دعوت دیجئے جن کے متعلق آپ کو یہ خیال ہوا کہ وہ اس پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہوں گے۔ اور جن امور کو وہ نہ مانتے ہوں انھیں آپ بتا دیجئے۔ جو شخص میری رائے سے اختلاف کرے اور ہماری اس دعوت کو قبول کرے اور اپنے دشمنوں کو ہمارا دشمن سمجھے اسے چاہئے کہ میسرہ پاس آئے۔ خدا ہمیں اور آپ کو ہدایت دے۔ اور ہماری اور آپ کی توبہ کو قبول فرمائے اس لیے کہ وہی ہم سب سے بڑا توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان ہے والسلام۔

ان دونوں کا مطرف کے پاس آنا

جب یہ خط ان دونوں شخصوں کے پاس آیا یہ دونوں اہل رے کی ایک جماعت کے ساتھ چپکے سے نکل کھڑے ہوئے اور دوسرے ان لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ ہو لیے انھوں نے دعوت دی۔ اور اس طرح تقریباً اہل رے کے سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ یہ چپکے سے روانہ ہو گئے۔ اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ان کا مقصد کہاں جانے کا ہے۔ اور مطرف کے پاس آ گئے۔

براء بن قبیصہ کا خط بھیجنا اور حجاج کی طرف

براء بن قبیصہ حجاج کی جانب سے اصبہان کا عامل تھا ان واقعات کی اس نے حجاج کو اطلاع دی اور لکھا کہ اگر آپ کو علاقہ اصبہان کی وغیرہ کی ضرورت اور حفاظت منظور ہے۔ ☆
تو آپ فوراً مطرف کے مقابلے کے لئے ایک ایسی زبردست فوج بھیجئے جو اس کا اور اس کے ساتھیوں کا استیصال کر دے۔ کیوں کہ جس مقام پر وہ اب ہے وہاں اکثر مقامات سے لوگوں کی جماعتیں جا جا کر اس کے ساتھ شامل ہو رہی ہیں۔ اس کے متبعین اور فوج کی تعداد کثیر ہو گئی ہے والسلام۔

حجاج کا جواب دینا

حجاج نے اس کے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تم اس فوج کے ساتھ جو تمہارے پاس ہے جنگ کی تیاری کرو اور جب عدی بن وتاد تمہارے پاس آ جائیں تم ان کی سرکردگی میں اپنی جمعیت کے ساتھ میدان جنگ کا رخ کرنا ان احکام کی تعمیل کرنا اور ان کے مشورہ پر کاربند رہنا والسلام۔

براء نے اس خط کو پڑھتے ہی فوج کی ترتیب اور تیاری شروع کر دی۔

حجاج کا اپنی فوج کو بھیجنا

حجاج نے بیس بیس پندرہ اور دس دس آدمیوں کی جماعتیں ڈاک لے جانے والے گھوڑوں کے ذریعے سے براء بن قبیصہ کے پاس بھیجنا شروع کیں۔ اس طرح پانچ سو کی جمعیت اس کے پاس پہنچ گئی اور دو ہزار پہلے سے اس کے پاس تھے۔

جب جنگ سبخہ میں حجاج کو شبیب کے خلاف فتح حاصل ہوئی اسود بن سعد الہمدانی اس فتح میں شریک ہونے کے لئے اثناء راہ میں رے آئے تھے۔ ان کا گزر ہمدان اور جبال میں بھی ہوا۔ اور یہ حمزہ کے پاس بھی آئے۔ حمزہ نے ان سے اپنے بھائی اسود مطرف کی امداد کرنے کے معاملے میں معذرت چاہی۔ اسود نے اس واقعہ کو حجاج سے بیان کیا۔ حجاج نے کہا کہ مجھے بھی علم ہو چکا ہے۔

حجاج نے حمزہ کو موقوف کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر اسے خوف پیدا ہوا کہ مبادا حمزہ میرے حکم کو ٹال جائے اور میرے خلاف ہو جائے۔ قیس بن سعد العجلی حمزہ کے محافظ دستہ کا افسر اعلیٰ تھا۔ بنی عجل اور بنی ربیعہ کی معتد بہ جماعت اس وقت ہمدان میں موجود تھی۔

حجاج نے قیس کو لکھا کہ تم ہمدان کے عامل مقرر کئے جاتے ہو۔ اور حکم دیا کہ تم اپنے سامنے حمزہ کو گرفتار کر کے بیڑیاں ڈال دو۔ اور جب تک میرا حکم نہ آئے وہ نہ چھوڑا جائے۔

قیس کے پاس جب حجاج کا یہ فرمان تقرر اور حکم پہنچا وہ اپنے قبیلہ والوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حمزہ کی طرف آیا۔

جب مسجد میں داخل ہوا تو نماز عصر کی اقامت ہو رہی تھی اس نے حمزہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جب حمزہ مسجد سے واپس ہوا تو قیس بھی ساتھ ہوا۔ حجاج کا خط اسے پڑھ کر سنایا اور اپنے تقرر کا فرمان اسے دکھایا۔

حمزہ نے کہا کہ میں اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے بلا چون و چرا حاضر ہوں، قیس نے حمزہ کو گرفتار کر کے قید

کر دیا اور ہمدان کی نظامت کا جائزہ لے لیا۔اپنی قوم کے عمال کو مضافات پر بھیج دیا اور حجاج کو حسب ذیل خط کے ذریعہ اس تمام کاروائی کی اطلاع کر دی۔

حجاج کا جواب دینا اور مطرف کے خلاف جہاد کی اجازت لینا

حمد وثناء کے بعد آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حمزہ بن المغیرہ کو بیڑیاں پہنا کر جیل خانہ میں قید کر دیا۔اپنے عاملوں کو خراج وصول کرنے کے لئے مقرر کر دیا۔اور خراج وصول کرنا شروع کر دیا ہے۔اب اگر جناب والا کی رائے ہو تو مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنی قوم اور اپنے علاقہ کے ان لوگوں کے ساتھ جو میرے ساتھ ہوں مطرف کے مقابلہ پر جاؤں تا کہ اس سے جہاد کروں اور مجھے یقین ہے کہ خراج وصول کرنے سے زیادہ جہاد کا ثواب ہوگا والسلام۔

حجاج اس خط کو پڑھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ اس سمت سے ایسی ہی خبریں موصول ہو رہی ہیں جس کی ہمیں توقع تھی۔

دنیا میں سب سے زیادہ حجاج اس وقت حمزہ کے اصبہان پر حاکم رہنے سے خائف تھا کیوں کہ اسے ڈر تھا کہ حمزہ ضرور روپیہ اور اسلحہ سے اپنے بھائی کی امداد کریگا۔اور یہ بھی خیال تھا کہ میں نے اگر کوئی فوری کاروائی اس کے خلاف کی تو ممکن ہے کہ وہ میرے ہی مقابلے کے لئے آمادہ ہو جائے اور عدول حکمی کرے۔اس لئے حجاج برابر اسے نبھائے چلا گیا اور موقع پا کر اسے معزول کر دیا۔جب اس طرف سے اسے اطمینان ہو گیا اب اس نے مطرف کی طرف اپنی توجہ مبذول کر دی۔

حجاج نے جب قیس بن سعد عجلی کا خط پڑھا اور یہ جملہ سنا کہ اگر جناب والا پسند فرمائیں تو میں مطرف کے مقابلے پر اپنی قوم کے ساتھ جانے کے لئے اور اس سے جہاد کرنے کے لئے تیار ہوں۔حجاج نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عربوں کی تعداد سے علاقہ کا خراج محصول زیادہ ہو جائے۔

ابن الغرق کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ الفاظ حجاج کی زبان سے سنے مجھے معلوم ہو گیا کہ جب مطرف کے قضیہ سے حجاج فارغ ہو جائے گا قیس کو برطرف کر دے گا۔

حجاج نے عدی ابن وتاد الایادی عامل رے کو حکم بھیجا کہ تم مطرف بن مغیرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور براء بن قبیضہ سے جا کر ملو۔جب تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ تو تم ہی فوج کے سپہ سالار مقرر کئے جاتے ہو۔

حجاج کا عدی کے نام خط

عبداللہ بن سلیم الازدی بیان کرتا ہے کہ جب حجاج کا خط عدی بن وتاد کے نام آیا اس وقت میں رے میں عدی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔عدی نے اس خط کو پڑھا اور پھر وہ خط مجھے دیا اور میں نے بھی اسے پڑھا اس میں لکھا تھا کہ جس وقت تم میرے اس خط کو پڑھو فوراً اہل رے کے جو تین دستے فوج کے تمہارے ساتھ ہیں انہیں لے کر روانہ ہو جاؤ۔اور جی میں جا کر براء بن قبیضہ سے ملو اور پھر دونوں مطرف کے مقابلے کے لئے آؤ جب تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ تو تم ہی فوج کے سردار مقرر کئے جاتے ہو تا آنکہ اللہ تعالیٰ مطرف کو ہلاک کر دے۔اور جب اللہ تعالیٰ مومنین کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دے اللہ کی نگہبانی اور حفاظت میں اپنے مستقر کی طرف پلٹ آنا۔

جب میں نے خط پڑھ لیا۔ عدی نے مجھ سے کہا اٹھو اور تیاری کرو۔ عدی برآمد ہوا۔ فوج کے اجتماع کا حکم دیا۔ منتظمین فوج کو حکم دیا کہ تین دستے فوج کے منتخب کر لو۔

حجاج کے ماتحتوں کے لشکر کی تعداد

ابھی جمعہ کا دن نہ گزرا تھا کہ ہم روانہ ہو گئے جی پہنچے۔ قبیصہ القحافی بھی نو سو شامیوں کے ساتھ یہاں آ کر مل گئے۔ ان شامیوں میں عمر بن ہبیرہ بھی تھا۔ ہم صرف دو روز جی میں ٹھیرے۔ عدی بن وتاد اپنے تابع فرمان لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے ان کے ساتھ اہل رے کے تین ہزار جنگجو سپاہی تھے۔ اور براء بن قبیصہ کے ساتھ ایک ہزار سپاہی تھے جنہیں حجاج نے کوفہ سے ان کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ سات سو شامی تھے۔ اور تقریباً ایک ہزار اصبہانی۔ عدی مطرف کے قریب پہنچ گیا۔

مطرف کی خندق کھدائی

جب مطرف کو معلوم ہوا کہ اتنا بڑا لشکر میرے لئے آ رہا ہے اس نے اپنی فوج کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور دشمن کے آنے تک خندق کی حفاظت میں یہ تمام فوج پڑی رہی۔

براء کا عدی کے حکم ماننے سے انکار

یزید۔ عبداللہ بن زہیر کا آزاد غلام راوی ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا ہے میں اس وقت اپنے آقا کے ساتھ تھا۔ عدی نے میدان مقابلہ میں آتے ہی فوج کی ترتیب شروع کی۔ اپنے میمنہ پر عبداللہ بن زہیر کو متعین کیا اور براء بن قبیصہ سے کہا کہ تم میسرہ میں ٹھیرو۔

براء اس حکم سے خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ مجھے میسرہ میں کھڑے رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ حالانکہ میں آپ کا ہم مرتبہ سردار ہوں، یہ میرے شہسوار میسرہ میں متعین ہیں میں نے ان پر طفیل بن عامر بن واثلہ کو جو عرب کے مشہور بہادر ہیں افسر اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔

جب اس کی اطلاع عدی کو ہوئی انہوں نے ابن اقصیر الخثعمی کو حکم دیا کہ تم جا کر سواروں کی کمان کرو اور براء سے جا کر کہو کہ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نہ آپ کو میمنہ سے غرض اور نہ میسرہ سے۔ اور نہ رسالہ پر، نہ پیادہ فوج پر آپ کو کوئی حکومت حاصل ہے۔ آپ صرف اسی لئے ہیں کہ آپ میرے حکم کی تعمیل کریں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جسے میں نہ پسند کروں ورنہ پھر کہیں میرے اور آپ کے ذاتی تعلقات میں فرق آ جائے۔

عدی گو براء کی بہت عزت وتوقیر کرتا تھا۔ اس کے بعد عدی نے عمر بن ہبیرہ کو میسرہ پر روانہ کیا۔ اور سو شامی سواروں کے ساتھ انہیں حکم دیا کہ تم جا کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔

حجاجیوں کے لشکر کا پھوٹ وانتشار سے بچ جانا

عمر بن ہبیرہ آئے اور اپنے جھنڈے کے قریب کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے طفیل بن عامر سے کہا کہ اپنا جھنڈا چھوڑ دو اور ہم سے علیحدہ چلے جاؤ کیوں کہ اس جگہ ہم متعین کئے گئے ہیں۔

طفیل نے کہا میں تم سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتا یہ جھنڈا براء بن قبیصہ نے جو ہمارے افسر ہیں میرے سپرد کیا تھا۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تمھارے افسر اعلیٰ اس حصہ فوج کے سردار مقرر کئے گئے اور اب اگر یہ جھنڈا تمھارے سردار کے سپرد کیا گیا ہے تو خدا نے انہیں مبارک کرے ہم ہر طرح ان کے احکام کو سننے اور ان کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس پر عمر بن ہبیرہ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹا اور کہا الگ ہو جاؤ۔ یہ بھی تمھارے بھائی اور عزیز ہیں اور پھر طفیل سے کہا کہ ہمارا جھنڈا آپ ہی کا جھنڈا ہے اگر آپ کی خوشی ہو تو ہم اسے آپ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ان دونوں شخصوں نے اس موقع پر جس حلم و بردباری کا ثبوت دیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پھر عدی گھوڑے سے اتر پڑا اور مطرف پر حملہ آور ہوا دوسری طرف مطرف نے حجاج جاریہ کو اپنے میمنہ پر، ربیع بن یزید الاسدی کو اپنے میسرہ پر اور سلیمان بن صخر المزنی کو محافظ لشکر پر سردار مقرر کیا اور خود پیدل سپاہ کے لشکر کے ساتھ ہو گیا۔ اور یزید بن ابی زیاد (مطرف کے والد مغیرہ بن شعبہ کا آزاد غلام) اس کا علم بردار تھا۔

مطرف کا بکیر بن ہارون البجلی کو دشمن کی طرف بھیجنا

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے قریب بڑھیں اور قریب آ گئیں مطرف نے بکیر بن ہارون البجلی سے کہا کہ تم جاؤ اور مقابل فوج کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دو اور ان کی بداعمالیوں پر انہیں متنبہ کرو۔

چنانچہ بکیر اپنے ایک مشقی گھوڑے پر جس کی دم کٹی ہوئی تھی سوار ہو کر زرہ و خود سے مسلح، کلائیوں پر فولادی دستانے، ہاتھ میں نیزہ، زرہ کو یمنی شالی چادروں کے سرخ کناروں سے باندھے میدان جنگ میں آئے اور با آواز بلند دشمن سے یوں مخاطب ہوئے۔

''اے ہمارے قبیلہ، ہم مذہب اور ہم ملت لوگو! میں آپ سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جس پر تمھارے پوشیدہ اور اعلانیہ تمام باتیں برابر ظاہر ہیں درخواست کرتا ہوں جب کہ تمھارے ساتھی انصاف اور صداقت کے سلوک کے مدعی ہیں۔ اور یہ تمھاری تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کے لئے ہیں اور تم ان باتوں کے لئے جنہیں خداوند عالم اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے گواہ رہو تم مجھے عبدالملک اور حجاج کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کرو کہ وہ کیسے ہیں کیا آپ لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ یہ لوگ سخت ظالم خود غرض نفسانی خواہشوں کے بندے ہیں محض شبہ پر لوگوں کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں غصہ کے جوش میں بندگان الٰہی کو قتل کر ڈالتے ہیں۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں کہ اے دشمن خدا ایسا نہیں ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے بکیر نے کہا۔ افسوس

لاتفترو اعلی اللہ کذبا فیسختکم بعذاب وقد خاب من افتریٰ .

(ترجمہ) اللہ پر جھوٹ، تہمت نہ لگاؤ کہیں وہ تمھیں کسی عذاب سے بالکل تباہ کر ڈالے اور بے شک جس نے تہمت لگائی وہ محروم رہا۔

کیا تم اللہ کو سبق دینا چاہتے ہو میں نے تو تم سے شہادت طلب کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے شہادت کے چھپانے کے بارے میں فرمایا ہے۔ **ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ.**

(ترجمہ) جو شہادت کو چھپائے گا تو ضرور اس کا دل گناہگار ہوگا۔

صارم عدی کا بکیر کے مقابلے کے لئے نکلنا

صارم عدی بن وتاد کا آزاد غلام جو اس روز اس کا علم بردار بھی تھا بکیر کے مقابلہ پر نکلا اور اس پر حملہ آور ہوا دونوں بہادر اپنی اپنی تلواروں سے ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔

بکیر نے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور آگے بڑھ کر کہا کہ ایک ایک شہسوار مقابلے پر آ جائے مگر جب کوئی مقابلہ پر نہیں آیا، تو یہ شعر پڑھنے لگا۔

اصارم قدلا قیت سیفاً صارماً . واسد ذالبدة ضارماً

(ترجمہ) اے صارم تو نے ایک شمشیر براں اور ایک بال دار دلیر و خونخوار شیر سے مقابلہ کیا۔

حجاج بن جاریہ کا عمر بن ہبیرہ پر حملہ کرنا

حجاج بن جاریہ نے جو میمنہ پر افسر تھا۔ عمر بن ہبیرہ پر جو عدی کے میسرہ پر تھا حملہ کیا اسی میسرہ میں طفیل بن عامر بن واثلہ بھی تھا۔ حجاج اور طفیل ایک دوسرے کے سامنے ہوئے۔ یہ دونوں آپس میں بڑے دوست تھے اور برادرانہ تعلقات رکھتے تھے جب انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا تو اگر چہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے تلواریں اٹھا چکے تھے مگر پھر اپنے ہاتھ روک لئے۔

دونوں فوجوں میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ عدی بن وتاد کا میسرہ تھوڑی دیر میں پیچھے ہٹ گیا اور حجاج پھر اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے بعد ربیع بن یزید نے عبداللہ بن زہیر پر حملہ کیا۔ عرصہ تک جنگ ہوتی رہی پھر کچھ لوگوں نے اسدی پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس لئے مطرف بن المغیرہ کے میسرہ کو شکست ہوئی اور یہ پیچھے ہٹ کر مطرف کے پاس چلا آیا اس کے بعد عمر بن ہبیرہ نے حجاج بن جاریہ اور اس کی فوج پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ ان کا لشکر شکست زدہ ہوا اور مطرف کے پاس چلا آیا۔ اور مطرف کے قریب دونوں طرف ایسا سخت رن پڑا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ابن اقصیر بڑھتے بڑھتے مطرف تک جا پہنچا۔

مطرف کا اپنے دشمن کو خطاب کرنا

نضر بن صالح راوی کہتے ہیں کہ مطرف اس وقت اپنے دشمن کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ۔

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شینا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون .

(ترجمہ) اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور سوائے اللہ کے کسی کو اپنا آقا نہ بنائیں۔ اگر وہ اس سے نہ پھرے تو تم (اے مسلمانو) ان سے کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

مطرف کا لڑتے لڑتے قتل ہو جانا

مطرف لڑتا رہا اور قتل ہو گیا۔ عمر بن ہبیرہ نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابن اقصیر نے اسے قتل کیا تھا۔ اور کئی کرتبہ دوڑ دوڑ کر اس کی طرف حملہ آور ہوا تھا۔ البتہ اس کے سر کو ابن ہبیرہ نے کاٹا اور عدی بن وتاد کے پاس لے کر آیا اور انعام واکرام حاصل کیا۔

اس جنگ میں عمر بن ہبیرہ بہت ہی بہادری سے لڑا اور اس نے خوب جوہر شجاعت دکھائے۔

کلیم بن ابی سفیان الازدی نے یزید بن ابی زیاد مغیرہ کے آزاد غلام کو قتل کیا جو اس جنگ میں علم بردار تھا۔

اب یہ فوج مطرف کے فوجی کیمپ میں داخل ہوئی، مطرف نے اپنے فوجی کیمپ پر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عفیف الازدی کو اس پر مقرر کیا۔ یہ بھی قتل کیا گیا۔ یہ ایک نہایت نیک اور عابد وزاہد آدمی تھا۔

زید ان لوگوں کا غلام ہے جو عدی بن وتاد کے ساتھ تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کے سر کو ابن اقصیر کے پاس دیکھا۔ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے ایک بڑے مجاہد نمازی پرہیز گار کو جو ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتا تھا قتل کیا ہے۔

ابن اقصیر میری طرف آیا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ میرے مالک نے اس سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے کیوں اس نے کیا کیا؟۔ ابن اقصیر نے میری گفتگو کا تذکرہ کیا۔ میرے آقا نے کہا کہ یہ بے وقوف ہے۔ پھر ہم عدی کے ساتھ رے واپس چلے آئے۔

عدی نے ان لوگوں کو جنھوں نے جنگ میں اعلیٰ بہادری دکھائی تھی حجاج کی خدمت میں بھیجا۔ حجاج نے ان کی تکریم وعزت کی اور انہیں انعام وغیرہ دیا۔

جب عدی رے واپس چلا آیا۔ بنی بجیلہ اس کے پاس آئے اور بکیر بن ہارون کی معافی کے طلب گار ہوئے۔ عدی نے اسے معافی دیدی۔

بنی ثقیف نے سوید بن سرہان الثقفی کے لئے امان طلب کی۔ عدی نے اسے بھی امان دیدی۔ اس طرح جتنے آدمی مطرف کے ساتھ تھے ان کے اہل خاندان نے عدی سے ان کے لئے امان کی درخواست کی اور عدی نے سب کو امان دیدی۔ اور یہ خوب کیا۔

مطرف کے کچھ ساتھی مطرف کے فوجی کیمپ گھیر لئے گئے ان لوگوں نے چیخنا و چلانا شروع کیا۔ اے براء ہمارے لئے امان حاصل کرو۔ اے براء ہماری سفارش کرو! براء نے ان کی سفارش کی۔ اور وہ لوگ رہا کر دیئے گئے عدی نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ مگر پھر سب کو رہا کر دیا۔

نضر بن صالح راوی ہے کہ عدی حلوان میں سوید بن عبدالرحمٰن کے پاس آیا۔ سوید نے ان کی بہت عزت کی اور انعام دیا۔ اس کے بعد وہ کوفہ واپس چلا آیا۔ عدی نے اس کی سفارش کی مگر عدی نے کہا کہ یہ تو مشہور آدمی ہے اور اس کی شہرت مطرف کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بھی ہو چکی تھی۔ اور حجاج کا یہ خط اس کے بارے میں آ چکا تھا۔

عبداللہ بن زہیر راوی ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے حجاج بن جاریہ کی سفارش کی تھی مگر عدی نے ہمیں حجاج کا خط نکال کر دکھایا جس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر حجاج بن جاریہ قتل کیا گیا ہو تو بہت ہی اچھا کیوں کہ

میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اگر وہ اب تک زندہ ہو تو اسے اپنے سامنے پکڑ کر لاؤ اور بیڑیاں ڈال کر میرے پاس بھیج دو۔ عدی نے کہا اس کے بارے میں یہ خط میرے پاس آ چکا ہے میں مجبور ہوں کہ اس پر عمل کروں۔ اگر حجاج نے یہ احکام نہ دیئے ہوتے تو میں ضرور اسے امان دے دیتا۔ اور رہا کر دیتا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر خاموش ہو دیئے اور اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے جب تک عدی بن وتاد معزول نہ کر دیئے گئے حجاج بن جاریہ برابر ڈرتا رہا۔ مگر جب عدی کے معزول ہونے کے بعد خالد بن عتاب بن ورقاء ان کی جگہ مقرر ہوئے ہیں ان کے پاس گیا اور حجاج بن جاریہ کی ان سے سفارش کی۔ اور خالد نے اسے امان دیدی۔

اسی سال میں قطری بن الفجاءۃ کے پیرو خارجیوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ بعض خارجیوں نے قطری کی مخالفت کی۔ اسے چھوڑ دیا اور اس کی جگہ عبدربہ کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بعض اسی حالت میں قطری ہی کے پیرو کار رہے۔

خارجیوں میں اختلاف کے اسباب کی تفصیل

اس واقعہ کی تفصیل اور اسباب کہ کیوں خارجیوں میں اختلاف پیدا ہوا جس کی وجہ سے وہ آخر میں تباہ ہوئے حسب ذیل ہے۔

جب حجاج نے عتاب بن ورقاء کو مہلب کی فوج سے واپس بلا لیا۔ مہلب سابور میں ٹھہرے رہے۔ اور تقریباً ایک سال برابر خارجیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ پھر مہلب اور خارجیوں کے درمیان بستان پر جنگ ہوئی۔ جس پر مہلب نے انہیں سخت نقصان پہنچایا۔

کرمان پر خارجیوں کا قبضہ تھا۔ اور فارس پر مہلب کا قبضہ تھا۔ چونکہ فارس کے علاقہ سے انہیں سامان خوراک نہیں پہنچتا تھا۔ اور اپنے شہروں سے وہ بہت دور ہو گئے تھے اور اس لئے وہ سخت دشواری میں مبتلا تھے اور اب ان کی حالت ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ اس لئے مجبوراً انہیں کرمان آنا پڑا۔

مہلب ان کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور جیرفت میں آ کر مقیم ہوا۔ جیرفت کرمان کا ایک قصبہ تھا۔ اور اس مقام پر وہ ایک سال سے زیادہ برابر خارجیوں سے نہایت ہی شدید جنگ لڑتا رہا۔ اور فارس کے تمام علاقہ سے انہیں نکال دیا۔ جب یہ تمام علاقے مہلب کے قبضہ میں آ گئے حجاج نے اس علاقہ کو مہلب سے نکال کر اپنے آدمی اس پر مقرر کئے اس فیصلے کی اطلاع عبدالملک کو ہوئی۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ فارس کے علاقہ کوہستانی کا خراج مہلب کے سپرد کر دو، کیوں کہ فوجیوں کے لئے اخراجات کی بھی ضرورت ہے اور سپہ سالار فوجی کی بھی اسی طرح امداد کرنا ضروری ہے علاوہ بریں پرگنہ فادر، ابجر داور پرگنہ اصطخر بھی ان کی سلطنت میں دے دیئے جائیں۔ حجاج نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے یہ تمام علاقے مہلب کے سپرد کر دیئے۔ مہلب نے اپنے عامل ان مقامات پر بھیج دیئے اور یہ دونوں دشمن کے مقابلے کے لئے ان کی تمام ضروریات مہیا کرتے تھے۔ اسی کے متعلق ایک ازدی شاعر نے یہ شعر کہا ہے اور اس میں مہلب پر طنز بھی کیا ہے۔

نقائل عن قصور درابجر ونجبي للمغيرة والرقاد

(ترجمہ) ہم درابجر کے قلعوں کی مدافعت میں لڑتے ہیں۔ اور مغیرہ اور رقاد کے لئے خراج وصول کرتے ہیں۔

رقاد بن زیاد بن ہمام بنی عتیک کا ایک شخص تھا جس کی مہلب بہت زیادہ عزت و تعظیم کیا کرتا تھا۔

حجاج کا مہلب کے نام خط

حجاج نے براء بن قبیصہ کو مہلب کے پاس بھیجا اور حسب ذیل خط انہیں لکھا۔

حمد و ثناء کے بعد میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم چاہتے تو اب تک خارجیوں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیتے۔ مگر تم چاہتے ہو کہ وہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں تا کہ تم اس تمام علاقہ کو جو پڑوس میں ہیں قبضہ کر لو۔ میں نے براء بن قبیصہ کو تمھارے پاس اس غرض سے بھیجا ہے تا کہ یہ تمھیں خارجیوں کے مقابلے کے لئے آمادہ کریں اس لئے جب براء تمھارے پاس پہنچیں تو تمام مسلمانوں کے ساتھ خارجیوں پر حملہ کرنا۔ اور اپنی تمام طاقت اور کوشش ان کے مقابلہ میں صرف کرنا۔ اور حیلے بہانے اور مہلات اور ایسی باتوں سے جن کا کرنا تمھارے لئے مناسب نہیں ہے رک جاؤ۔ ایسے امور کو میں تم جیسے کسی بھی شخص کی جانب سے اچھا نہیں سمجھتا اور انہیں چھوڑ دو، والسلام۔

مہلب کا حجاج کے خط کے بعد مقابلہ کے لئے فوج روانہ کرنا

اس خط کے پڑھتے ہی مہلب نے اپنے تمام بیٹوں کو ایک ایک دستہ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور اسی طرح تمام فوج کو بھی اپنے اپنے جھنڈوں اور فوجی ترتیب اور دستوں پر تقسیم کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔

براء بن قبیصہ بھی آئے۔ مہلب نے انہیں ایک قریب کے ٹیلے پر کھڑا کر دیا۔ جہاں سے کہ وہ تمام فوج کی نقل و حرکت اور معرکہ جنگ اپنی آنکھوں سے خود معائنہ کر سکتے تھے۔ اب رسالہ کے دستوں نے رسالہ کے دستوں پر اور پیدل سپاہ نے پیدل سپاہ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اور صبح کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک ایسی شدید جنگ ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ دوپہر کے وقت یہ فوجیں بھی واپس لوٹ آئیں۔

براء بن قبیصہ مہلب کے پاس آئے اور کہنے لگے بخدا میں نے تمھارے بیٹوں کی طرح بہادر کبھی نہیں دیکھے۔ اور نہ تمھارے شہسواروں جیسے شہسوار دیکھے اور نہ ان لوگوں کی مثل جن سے تمھارا مقابلہ تھا میں نے کسی کو ثابت قدم اور بہادر دیکھا۔

بخدا تم بالکل معذور ہو تمھارا کوئی قصور نہیں۔

اب مہلب اپنی تمام فوج کے ساتھ لوٹ آئے۔ اور عصر کے وقت پھر تمام فوج کو لے کر خارجیوں کے مقابلہ پر چلے۔ ان کے بیٹے حسب سابق اپنے اپنے دستہ کی کمان کر رہے تھے۔ اور انہوں نے اس وقت بھی صبح کی طرح خارجیوں سے بہت ہی شدید جنگ کی۔

ابی طلحہ راوی کہتا ہے کہ خارجیوں کے ایک رسالہ کے دستہ کا ہمارے ایک دستہ سے مقابلہ ہوا۔ اور ان میں بہت ہی شدید معرکہ جنگ و قتال گرم ہوا۔ کوئی فریق بھی مقابلہ سے واپس لوٹنا نہیں چاہتا تھا۔ یہاں تک کہ ظلمت شب ان کے درمیان رکاوٹ بن گئی تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم بنو تمیم ہیں۔ دوسرے فریق نے کہا ہم بھی بنو تمیم ہیں اور اس طرح شام کے وقت دونوں فریق علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

مہلب نے براء سے پوچھا فرمایئے آپ نے کیا دیکھا؟۔ براء نے کہا بخدا میں نے ایسے لوگوں کو تمام

مقابل پایا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے امداد ہے جو ان کے خلاف تمھیں کامیاب کر رہی ہے۔

مہلب نے براء کی بہت کچھ خدمت کی اور انھیں نذرانہ دیا اور انعام دیا۔ اور گھوڑے اور دس ہزار درہم دیئے۔ براء حجاج کے پاس واپس چلے آئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا واقعہ بیان کیا۔ اور مہلب کی معذوری ظاہر کی۔

مہلب کا حجاج کو خط لکھنا

مہلب نے حجاج کو یہ لکھا: میرے پاس جناب والا کا خط آیا جس میں آپ نے خارجیوں کے معاملہ میں مجھ پر الزام لگایا تھا۔ اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان پر حملہ کروں اور یہ تمام کاروائی آپ کے بھیجے ہوئے شخص کے سامنے ہو۔ چنانچہ میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا اب آپ اپنے قاصد سے جو کچھ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے معلوم کر لیں۔ اگر ان کا تبادلہ کرنا یا ان کے مقام سے انہیں نکال دینا یہ میری قدرت میں ہوتا اور میں ایسا نہ کرتا تو تب یقیناً اس کے یہ معنی ہوتے کہ نہ امیر المومنین سے میں نے وفا کی۔ نہ آپ کی خیر خواہی کی بلکہ مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھا۔ معاذ اللہ میرا ہرگز یہ طرز عمل نہیں۔ اور نہ اس طرح میں خدا کو منہ دکھا سکتا ہوں۔ والسلام۔

غرض کہ مہلب اسی طرح مسلسل آٹھ ماہ تک خارجیوں سے لڑتے رہے ان کے خلاف کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ جب کبھی خارجیوں نے مہلب اور ان کے ساتھی اہل عراق پر اپنے کمینہ پن کی وجہ سے حملہ کرنے کی کوشش کی ان لوگوں نے ہمیشہ انھیں تیروں اور تلواروں سے شکست دی۔ اور اپنی حفاظت کی۔

ایک شخص مقعطر الفبی نامی قطری کی طرف سے کرمان کی ایک طرف کا گورنر تھا یہ ایک فوج کی جماعت اپنے ساتھ لیکر نکلا اور خارجیوں کے ایک بڑے بہادر شخص کو اس نے قتل کر ڈالا۔ تمام خارجی قطری کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اور مطالبہ کیا کہ اس شخص کو جو قبیلہ بنی ضبہ سے تعلق رکھتا تھا ہمارے سپرد کر دیا جائے تا کہ ہم اسے اپنے ساتھی کے بدلہ میں قتل کر ڈالیں۔

قطری نے کہا کہ میری رائے تو نہیں کہ میں ایسا کروں۔ اس شخص نے کلام پاک کے معنے بیان کرنے میں غلطی کی تھی۔ اور میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ کیوں کہ وہ بہت ہی نیک اور بزرگ شخص ہے۔

خارجیوں نے کہا کہ ہاں ضرور اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔ قطری نے کہا ہرگز نہیں غرض کہ یہی واقعہ ان کے اختلاف کی جڑ ہوا۔ خارجیوں نے عبد رب کبیر کو اپنا سردار بنالیا اور قطری کو چھوڑ دیا۔

ایک مختصر سی جماعت نے قطری کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ جو تقریباً خارجیوں کی مجموعی تعداد کی ایک چوتھائی یا پانچواں حصہ ہوگی۔

قطری اس جماعت کے ساتھ اپنے مخالف خارجیوں سے تقریباً ایک ماہ تک دن رات لڑتا رہا۔

مہلب کا حجاج کو خط لکھنا

اس واقعہ کی اطلاع مہلب نے حجاج کو دی اور لکھا۔

اللہ تعالیٰ نے خارجیوں کے جوش و خروش کو ان کے آپس ہی میں ٹھنڈا کر دیا
خارجیوں کی ایک بڑی جماعت نے تو قطری کا ساتھ چھوڑ کر عبدرب کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ایک چھوٹی سی جماعت اب بھی اس کے ساتھ ہے اور ان دونوں فریقوں میں رات دن جنگ گرم ہے اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ ہی واقعہ ان کی بربادی کا سبب ہوگا، والسلام

حجاج کا جواب مہلب کے نام

حجاج نے مہلب کے جواب میں اس کو لکھا

تمھارا خط آیا۔ خارجیوں کے متعلق جو کچھ تم نے بیان کیا ہے میں نے اسے پڑھا
جب میرا خط تمھیں ملے تو تم اسی حالت میں کہ ان کے آپس میں اختلاف اور دشمنی پڑ گئی۔ قبل اس کے کہ پھر ان میں اتحاد اور اتفاق ہو جائے ان پر حملہ کر دو۔ اور اس وقت تمھارے حملہ کر دینے سے انہیں بہت ہی شدید نقصان پہنچے گا۔ والسلام

مہلب نے اس کے جواب میں لکھا

جناب والا کا خط مجھے ملا جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا میں اسے سمجھ گیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہیں اور اسی طرح اپنی تعداد کم کر رہے ہیں میں تماشہ دیکھتا رہوں گا۔ اور ان سے کچھ بھی نہ کہوں گا اگر اسی طرح وہ ختم ہو گئے تو فہو المراد اور اسی میں ان کی مکمل بربادی ہے۔ اور اگر ان میں پھر اتحاد قائم ہو گیا تو اس وقت وہ لڑائی کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے ہوں گے میں فوراً ہی ان پر حملہ کروں گا۔ اس وقت ان کی یہ طاقت وقوت باقی نہیں رہی گی۔ اور انشاء اللہ ان کا تباہ کرنا بہت ہی آسان ہوگا۔ والسلام۔

حجاج خاموش ہو گیا اور مہلب بھی چپ بیٹھے ہوئے دور سے تماشہ دیکھتے رہے خارجی اسی طرح ایک ماہ تک لڑائی میں مصروف رہے۔ اس کے بعد قطری ان لوگوں کے ساتھ جنہوں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی طبرستان کی طرف چلا۔ اور باقی تمام خارجیوں نے عبدرب کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر فوراً ہی مہلب نے خارجیوں پر حملہ کر دیا۔ خارجیوں نے بھی مہلب کا بہت ہی سختی سے مقابلہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا۔ اور بہت تھوڑے ان میں سے بچ سکے۔ باقی تمام کے تمام وہیں گھات میں رہے۔

ان کی رہائش گاہ پر قبضہ کر لیا گیا اور جو کچھ اس میں ساز وسامان تھا وہ سب لے لیا گیا۔ اور سب کو قید کر کے لونڈی غلام بنایا۔ کیوں کہ خارجی بھی مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے تھے۔

قطری بن عبیدہ بن ہلال۔ عبدرب کبیر

اور ان کے ساتھی خارجیوں کی تباہی اور اس کے وجوہ

جب کرمان میں خارجیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ جس کا ذکر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں تو کچھ خارجی تو عبدرب کبیر کے ساتھ ہوئے اور کچھ قطری کے ساتھ ہو گئے۔ مگر اس قطری کی طاقت کو بہت نقصان پہنچا۔ اور اب اس نے طبرستان کا رخ کیا۔

حجاج کو قطری کی حالت کی اطلاع ہوئی اس نے ایک شام کے ایک زبردست لشکر کو سفیان بن الابرد قطری کی تلاش میں روانہ کیا۔ سفیان روانہ ہو کر رے پہنچا اور اب یہاں سے اس نے خارجیوں کا پیچھا کیا۔

طبرستان میں اہل کوفہ کی جو فوج تھی۔ اسحٰق محمد بن الاشعث اس کے کمانڈر تھے۔ حجاج نے انہیں حکم دیا کہ تم سفیان کے حکم پر عمل کرو۔ اور وہ تمھارے کمانڈر رہیں۔

اسحٰق سفیان سے آملے اور اب یہ دونوں سردار قطری کی تلاش میں روانہ ہوئے اور طبرستان کے پہاڑوں کی ایک گھاٹی میں اس سے جھڑپ ہوئی۔ اور پہنچتے ہیں سختی سے لڑائی شروع کر دی۔ قطری کے ساتھی اس سے الگ ہو گئے۔ اور وہ اپنے گھوڑے یا خچر پر سے پہاڑ کی گہرائی میں گرتا چلا گیا۔

معاویہ میں محصن الکندی کا بیان ہے کہ جب وہ گرا میں نے اسے دیکھا۔ مگر میں اسے پہچانتا نہ تھا۔ میں نے پندرہ بی عورتیں دیکھیں جو اپنے حسن و جمال اور شکل وصورت میں خدا کی قدرت کا ایک مثال تھیں سوائے ایک بڑھیا کے وہ بھی ان میں تھی وہ اپنے آپ ہی مثال تھی۔ میں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں سفیان بن الابرد کے قریب لایا جب میں انہیں سفیان کے قریب لے آیا تو اس بڑھیا نے تلوار نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار خود کاٹ کر میرے حلق کی کھال کو کاٹتی ہوئی گئی۔ اس پر میں نے اس کے سر پر تلوار کا ایک ہی ہاتھ سے حملہ کیا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا اور زمین پر گر پڑی۔

اب میں ان نوجوان عورتوں کو لے کر آگے بڑھا۔ اور انھیں میں نے سفیان کے حوالے کر دیا۔ سفیان اس بڑھیا کی بہادری پر ہنس رہا تھا اور پھر اس نے مجھ سے کہا بتایئے آپ نے اسے کیوں قتل کر ڈالا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا جناب والا نے دیکھا نہیں اس نے مجھ پر تلوار کا ایسا حملہ کیا تھا کہ قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔

سفیان نے کہا کہ ہاں بے شک میں نے خود اس واقعہ کو دیکھا کہ میں تمھیں اس کام پر الزام نہیں دیتا۔ اس علاقہ کا ایک گنوار اس جگہ آیا جہاں کہ قطری پہاڑ کی چوٹی سے گر پڑا تھا۔ چونکہ اسے سخت پیاس معلوم ہو رہی تھی اس نے گنوار سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ گنوار نے کہا کچھ دلوایئے تو پلاؤ۔ قطری نے کہا تھے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی یہاں میرے پاس سوائے ان ہتھیاروں کے اور کیا ہے۔ اور اگر تو مجھے پانی پلا دیگا۔ تو یہ ہتھیار تجھے دے دوں گا۔

گنوار نے کہا نہیں جناب ابھی دیجئے۔ قطری نے کہا کہ جب تک پانی لا کر نہ پلائیں نہیں دے سکتا۔

غرض کہ وہ گنوار وہاں سے چلا آیا۔ اور پہاڑ پر چڑھ کر بہت اونچی جگہ سے ایک بڑا بھاری پتھر پھینک دیا پتھر گرتا ہوا قطری تک پہنچا اور اس کے ایک سرین پر لگا جس سے اس کا حال اور بھی بیمار ہو گیا۔ پھر اس گنوار نے اور لوگوں کو آواز دے کر اپنی طرف بلایا۔ اسے اس وقت تک معلوم نہ تھا کہ یہ ہی قطری ہے۔ البتہ اس کی ذاتی وجاہت اور پورے اسلحہ سے جو وہ سجائے ہوئے تھا اس نے خیال کیا کہ یہ خارجیوں کا کوئی بڑا شخص ہے۔

قطری کا قتل ہونا اور ان کے قاتلوں کے نام

قطری کو دیکھتے ہی کئی کوفہ والے اس کی طرف دوڑے اور اس کا کام تمام کیا۔ ان لوگوں میں سودہ بن ابجر التمیمی، جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف، صباح بن محمد بن الاشعث، باوام بنی اشعث کا آزاد غلام اور عمر بن ابی صلت بن کنار بنی نصر بن معاویہ کا آزاد غلام جو زمیندار بھی تھا شریک تھے۔ یہ سب کے سب قطری کے قتل کا دعویٰ کرتے تھے

جب کہ ان میں سے ہر شخص اس کے قتل کا دعویٰ کر رہا تھا۔ ابوالجہم کنانۃ الکلبی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ لائیے یہ سر تو میرے سپرد کر دیجئے اور آپ لوگ آپس میں انصاف کر لیجئے۔

ابوالجہم اس سر کو اسحٰق بن محمد کے پاس لایا۔ یہ اہل کوفہ کی فوج کے کمانڈر تھے جعفر میں اور ان میں کسی وجہ سے بول چال تھی۔ جعفر ان کے پاس آتا بھی نہ تھا اور نہ ان کی آپس میں بول چال تھی جعفر سفیان کے ساتھ تھا۔ اور اسحٰق کے ساتھ نہ تھا۔ اور اہل مدینہ کا جو دستہ فوج رے میں مقیم ٹھہرا ہوا تھا اس کا کمانڈر تھا۔

سفیان نے اہل رے میں سے حسب الحکم حجاج بہادروں کا انتخاب کیا۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا تھا۔

بہرحال یہ لوگ قطری کا سر لے کر آئے تو اس کے متعلق جھگڑنے لگے۔ ابوالجہم بن کنانۃ الکلبی سر کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ سفیان نے اسے حکم دیا کہ تم اس سر کو لے کر چلے جاؤ۔ اور ان کو آپس میں جھگڑنے دو۔

ابوالجہم اس سر کو لیکر حجاج کے پاس آیا۔ اور پھر عبدالملک کے پاس لایا عبدالملک نے اسے دو ہزار وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور اس کے گھر کے اس بچے تک کا وظیفہ مقرر کر دیا جس کا دودھ چھوٹا ہو۔

جعفر سفیان کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا کہ قطری نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اور اس کا مجھے بہت سخت صدمہ ہوا تھا۔ آپ میرا ان لوگوں سامنا کرائیے جو اس کے قتل کرنے کے دعوے دار ہیں۔ اور ان سے پوچھئے کہ کیا میں ان سب کے آگے نہ تھا۔ اور سب سے پہلے پہنچ کر میں نے ہی اس کے ایک سخت ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اور اسے پچھاڑا تھا۔ جب میں نے اس کا کام تمام کیا تھا اس وقت اور لوگ آئے اور پھر انہوں نے بھی تلواریں مار کر اپنے حوصلے نکالنے شروع کئے۔ اگر وہ لوگ میرے بیان کی تصدیق کریں تو سچے ہیں اور اگر انکار کریں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہی اسے قتل کیا تھا اور نہ وہ لوگ قسم کھا کر کہیں کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ اور کہہ دیں کہ جو کچھ میرا بیان ہے اس سے وہ واقف نہیں اور نہ میرا اس کے قتل کرنے میں کوئی حق ہے تو میں خاموش ہو جاؤں۔

سفیان نے کہا کہ آپ اب آئے ہیں جب کہ میں نے سر کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جب جعفر واپس چلا آیا تو سفیان نے اور لوگوں سے کہا کہ بے شک اگر جعفر نے قطری کو قتل کیا ہے تو وہی سب سے زیادہ اس کا اہل بھی تھا۔

سفیان کا عبید بن ہلال کی فوج پر حملہ کرنا اور انہیں شکست دینا

اس کے بعد سفیان نے عبید بن ہلال کی فوج کا رخ کیا۔ عبید نے قلعہ قومس میں پناہ لی تھی۔ سفیان نے اس کا گھیراؤ کر لیا اور کچھ روز لڑتا رہا۔ پھر سفیان اپنی فوج کو قلعہ کے بلکل نزدیک لے آیا۔ اور چاروں طرف سے خارجیوں کو گھیر لیا۔

سفیان نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ خارجیوں میں سے جو شخص اپنے سردار کو قتل کر کے ہمارے پاس چلا آئے گا اسے امان دی جائے گی۔

خارجیوں پر گھیراؤ کی تکلیف روز بروز بڑھتی گئی۔ کھانے کو کچھ نہ رہا۔ جس قدر جانور ان کے پاس تھے ان سب کو کھا گئے اور جب یہ بھی نہیں رہے تو قلعہ سے نکل کر سفیان کے مقابلہ پر آئے۔ سفیان نے ان کو قتل کر دیا۔ اور ان کے سر حجاج کے پاس بھیج دیئے۔

سفیان اس جنگ سے فارغ ہو کر دنباوندا اور طبرستان چلا آیا۔ اور ابھی طبرستان ہی میں ٹھہرا ہوا تھا کہ جنگ جماجم سے پہلے ہی حجاج نے اسے معزول کر دیا۔

اسی سال میں امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے بکیر بن وشاح السعدی کو قتل کیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے

امیہ بن عبداللہ نے جو عبدالملک کی طرف سے خراسان کا ناظم تھا۔ بکیر بن وشاح کو علاقہ ورا ء النہر میں جہاد کے لئے چنا تھا۔ اس سے پہلے بھی امیہ نے بکیر کو طخارستان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور جب بکیر نے واپس جانے کا انتظام شروع کیا۔ اور بہت کچھ روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔ اس وقت بحرین ورقاء الصریمی نے امیہ سے اس کی شکایت لگائی۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اس پر امیہ نے بکیر کو حکم دیدیا تھا کہ تم ابھی یہیں رہو۔

اب اس مرتبہ جب امیہ نے اسے اورء النہر کے علاقوں میں جہاد کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس نے تیاری شروع کی، ساز و سامان اور اسلحہ فراہم کئے۔ اور سغد کے بعض آدمیوں اور تاجروں سے روپیہ بھی قرض لیا۔ اب پھر بحیر نے امیہ سے کہا کہ اگر بکیر دریا کے اس پار چلا گیا اور ماوراء النہر کے علاقہ کے سرداروں سے ملا یہ ضرور خلیفۃ المسلمین کا ساتھ چھوڑ دیگا۔ اور خود دعوید احکومت بن جائے گا۔

امیہ نے بکیر سے کہلا بھیجا کہ تم ابھی ٹھیرے رہو شاید میں خود ہی جہاد کے لئے چلوں۔ اور تم میرے ساتھ ہی رہنا۔

بکیر کو اس حکم پر بہت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ اس کے تو یہ معنے ہیں کہ وہ مجھے ملتوی کہہ رہے ہیں۔

عتاب اللقوۃ الغدانی نے اس بھروسہ پر کہ میں تو بکیر کے ساتھ جہاد میں چلا جاؤں گا کچھ قرض لیا تھا۔ اب جب کہ بکیر کا جانا ملتوی ہو گیا تو عتاب کے قرض خواہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور وہ قید کر دیا گیا مگر بکیر نے اس کی طرف سے روپیہ ادا کر دیا۔ اور پھر یہ رہا ہوا۔

اب امیہ بھی جہاد کے لئے جانے پر تیار ہوا۔ اور حکم دیا کہ بخارا پر فوج بھیجنے کی تیاری کی جائے اس کا ارادہ یہ تھا کہ بخارا ہوتا ہوا ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ بن خازم پر حملہ آور ہوا۔

لوگوں نے ساز و سامان درست کرنا شروع کیا اور جانے کی تیاری کرنے لگے۔ امیہ نے اپنے بیٹے زیاد کو خراسان پر اپنا نائب مقرر کیا۔ امیہ روانہ ہوا، بکیر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور مقام کشماہن پر انہوں نے فوج کا اجتماع اور ترتیب کی۔ چند روز یہاں قیام کرنے کے بعد واپس جانے کا حکم دیا گیا۔ اس مرتبہ پھر بحیر نے امیہ سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ بہت سے لوگ اس مہم کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں گے۔ اس لئے آپ بکیر کو حکم دیں کہ وہ اہل فوج کے بالکل پیچھے رہیں۔ تا کہ کوئی شخص پیچھے نہ رہ جائے۔

غرض کہ امیہ نے بکیر کو حکم دیا کہ تم سب کے پیچھے رہو۔ اسی ترتیب سے چلتے چلتے یہ تمام لشکر دریائے جیحوں پہنچا۔ امیہ نے بکیر سے کہا کہ تم سب سے پہلے دریا کو پار کرو۔ مگر عتاب اللقوۃ نے عرض کیا کہ آپ سردار ہیں سب سے پہلے آپ پار کریں، آپ کے بعد دوسرے لوگ پار کریں گے۔ چنانچہ امیہ نے دریا پار کیا اور ان کے پیچھے تمام فوج نے پار کیا۔

امیہ کا اپنے بیٹے کے حکومت چلانے میں عدم اطمینان

جب دریا کے اس پار پہنچ گئے تو امیہ نے بکیر سے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ چونکہ میرا لڑکا ابھی بلکل نوجوان اور نا تجربہ کار ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ ملک کے انتظام کو ٹھیک نہ رکھ سکے۔ اور اپنے فرائض کو اچھے طریقے سے انجام نہ دے سکے۔ اس لئے تم مرو واپس جاؤ۔ میری قائم مقامی کرو میں نے تمھیں اس کا حاکم مقرر کیا میرے لڑکے کو انتظام مملکت سکھاؤ اس کے فرائض تم انجام دو۔

بکیر نے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے خراسان کے ایسے شہسوار منتخب کئے جنھیں وہ خوب جانتا اور بھروسہ تھا اس کے ساتھ اس نے لوٹ کر مرو کا رخ کیا اور پھر دریائے جیحوں کو پار کیا۔

امیہ نے بخارا کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ ابو خالد ثابت خزاعہ کا آزاد غلام ان کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا سردار تھا۔

جب امیہ بخارا کی طرف چلا آیا۔ اور بکیر نے دریا پار کر لیا تو عتاب اللقوۃ نے بکیر سے کہا کہ ہم نے اور ہمارے خاندان والوں نے اپنی جانیں دے کر خراسان پر قبضہ کیا تھا اور اس کا انتظام کیا تھا۔ ہم نے درخواست کی تھی کہ قریش میں سے کوئی ایسا شخص ہمارا امیر بنایا جائے جو ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے اور انتظام درست کرے۔ مگر ایسا شخص ہمارا امیر مقرر کیا گیا ہے جس نے ہمیں کھلونا بنا رکھا ہے۔ کبھی اسے جیل خانہ میں رکھتا ہے کبھی دوسرے میں بدل دیتا ہے۔

بکیر نے کہا اچھا پھر کیا مشورہ ہے۔ عتاب نے کہا کہ مشورہ یہی ہے کہ ان کشتیوں کو تو آگ لگا دو۔ مرو چلو۔ امیر کی اطاعت کا جوا گلے سے اتار دو اور چل کے وہاں رہو اور جب تک ہو سکے مزے کرو۔

احنف بن عبداللہ العنبری نے بھی عتاب کی رائے کی تائید کی۔ مگر بکیر نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ میرے بہادر ساتھی برباد ہو جائیں گے۔

عتاب نے کہا کہ کیا آپ ان لوگوں کی عدم موجودگی سے ڈرتے رہتے ہیں اگر یہ مٹ گئے تو میں اہل مرو میں سے جس قدر آدمی آپ چاہیں گے آپ کے پاس لے آؤں گا۔

بکیر نے کہا اس حرکت سے مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ عتاب نے کہا کہ اس کی ایک بہت آسان صورت یہ ہے کہ آپ صرف اس بات کا اعلان کر دیجئے گا جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس سے خراج نہیں لیا جائے گا۔ پھر دیکھئے کہ پچاس ہزار مسلح شہسوار آپ کے پاس آ جائیں گے جو ان لوگوں سے زیادہ عقلمند اور فرماں بردار ہوں گے۔

بکیر نے کہا کہ امیہ اور اس کے تمام ساتھی ہلاک ہو جائیں گے عتاب نے جواب دیا کہ وہ کیوں ہلاک ہونے لگے۔ ان کے پاس ہر طرح کا سامان ہے، ہتھیار ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ اور وہ بہادر ہیں۔ ان کے پاس تو ساز و سامان ہے کہ وہ اپنی حفاظت کرتے ہوئے چین تک جا سکتے ہیں۔

غرض کہ اب بکیر نے کشتیاں جلا دیں۔ مرو واپس آیا۔ امیہ کے بیٹے کو پکڑ کر قید کر دیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی کہ تم امیہ کا ساتھ چھوڑ دو۔ لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لی، امیہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اس نے معمولی

تاوان جنگ قبول کر کے اہل بخارا سے صلح کر لی اور واپس لوٹا۔

حکم دیا کہ کشتیاں بنائی جائیں۔ کشتیاں مہیا کی گئیں۔ امیہ نے بنی تمیم کے ان معزز لوگوں کو جو اس کے ساتھ مخاطب ہو کر کہا کیا آپ لوگوں کو بکیر کی حرکتوں پر تعجب نہیں ہوتا۔

جب میں خراسان آیا مجھ سے کہا گیا تھا کہ بکیر سے ہوشیار رہوں اس کے خلاف میرے پاس شکایتیں کی گئیں اور بیان کیا گیا کہ اس نے مال غنیمت میں بہت زیادہ تصرف کیا ہے۔ مگر میں نے ان تمام باتوں پر خاموشی اختیار کی، نہ کسی بات کی تحقیق وتفتیش کی اور نہ اس کے مقرر کردہ عہدہ داروں سے کوئی جھگڑا کیا۔ میں نے اس کے سامنے اپنے محافظ لشکر کی سرداری پیش کی۔ اس نے قبول نہیں کی۔ میں نے اسے بھی معاف کر دیا پھر میں نے اسے گورنر مقرر کیا۔ اس پر لوگوں نے مجھے اس کی جانب ڈرایا۔ اور میں نے حکم دیا کہ وہ ابھی یہیں ٹھہرے رہیں۔ اور اس کی غرض صرف اتنی تھی کہ میں دیکھوں کہ ان کا رنگ ڈھنگ کیسا رہتا ہے۔ اس کے بعد میں نے انہیں مرو واپس بھیج دیا تاکہ وہاں کے معاملات کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ میرے ان تمام احسانات کو انہوں نے پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ اور ان تمام احسانات کا مجھے یہ صلہ دیا جو آپ کے سامنے ہے۔

ان لوگوں نے امیہ سے کہا کہ بکیر کا طرز عمل یہ نہیں ہے۔ یہ اصل میں عتاب اللقوۃ کی شرارت ہے اسی نے بکیر کو کشتیاں جلا ڈالنے کا مشورہ دیا تھا۔

امیہ نے کہا کہ عتاب کی کیا حقیقت ہے وہ تو ایک ہرجائی مرغی ہے جب اس بات کی اطلاع عتاب کو ہوئی تو اس نے چند شعر موزوں کر کے اپنے دل کا بخار انکالا۔

کشتیاں تیار ہو گئیں۔ امیہ نے دریا کو پار کر کے مرو کا رخ کیا اور موسیٰ بن عبداللہ کا خیال بھی ترک کر دیا اور کہنے لگا کہ اے خداوندا میں نے بکیر کے ساتھ احسان کیا تھا۔ اس نے میرے احسان کا بدلہ برائی سے دیا۔ اور جو حرکت اس نے کی ہے وہ سب واضح ہے۔ اے خداوندا اب تو ہی اس سے میرا بدلہ لینے والا ہے۔

شماس کا بکیر سے انتقام لینے کے لئے امیہ کو اطمینان دلانا

شماس بن وثار نے جو ابن خازم کے قتل کے بعد سجستان سے واپس آ کر اس مہم میں امیہ کے ساتھ تھا، کہا کہ انشاء اللہ میں اسے آپ کی طرف سے بھگت لوں گا۔

امیہ نے شماس کو آٹھ سو فوجیوں کے ساتھ آگے بھیجا۔ شماس مقام باسان پر جو بنی نصر کی ملکیت میں تھا آ کر مقیم ہوا۔ بکیر بھی اس کی طرف چلا۔ مدرک بن انیف بھی اس کے ساتھ تھا جس کا باپ شماس کے ساتھ تھا۔

بکیر نے شماس سے کہلا بھیجا کہ کیا تیرے سوا بنی تمیم میں کوئی اور شخص نہ تھا جو میرے مقابلہ پر آتا اور اسے برا بھلا بھی کہا۔

شماس نے کہلا بھیجا کہ تو مجھ سے زیادہ علامت کا حق دار اور باعتبار اپنی حرکتوں کے مجھ سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ تو نے امیہ سے وفاداری نہیں کی اور جو احسانات اس نے تیرے ساتھ کئے اور اس کا احسان مانا۔ جب وہ خراسان آیا اس نے تیری عزت کی۔ نہ تجھ سے اس نے کوئی جھگڑا کیا۔ اور نہ تیرے مقرر کردہ عہدہ داروں کو تنگ کیا مگر تو نے اس کا یہ بدلہ دیا۔ کہ اس کے مقابلہ پر آیا ہے۔

شماس کی شکست

بکیر نے شماس بن پر شب دخون مارا اور اس کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ دشمن کے کسی شخص کو قتل نہ کرو۔ اور البتہ اس کا اسلحہ چھین لو۔ چنانچہ جب وہ کسی شخص کو پکڑتے تو اس سے اس کے ہتھیار لے کر اسے چھوڑ دیتے تھے۔ غرض کہ اسی طرح شماس کی تمام جماعت تتر بتر ہو گئی۔

شماس موضع بوینہ میں جو قبیلہ بنی طے کی مملکت میں تھا آ کر مقیم ہوا۔ امیہ بھی کشما میں آ کر مقیم ہوا اب شماس بن وثار بھی امیہ کے پاس واپس آ گیا۔

اس مرتبہ امیہ نے ثابت بن قطبہ بنی خزاعہ کے آزاد غلام کو بکیر کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھایا بکیر اس کے آمنے سامنے ہوا اور اسے گرفتار کر لیا اس کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اور چونکہ ثابت نے کوئی احسان بکیر کے ساتھ کیا تھا اس لئے بکیر نے اسے رہا کر دیا۔

امیہ کی بدعہدی بکیر سے جنگ کرنے کے لئے خود روانگی

ثابت امیہ کے پاس واپس آ گیا اور اب خود امیہ اپنی فوج کے ساتھ بکیر کے مقابلے پر آیا۔ بکیر نے اس کا مقابلہ شروع کیا۔

ابو رستم الخلیل بن اوس العبشمی بکیر کے محافظ لشکر کا سردار تھا۔ اس دن یہ خوب بہادری سے لڑا اس پر امیہ کی اہل فوج نے طنزاً ''اوسے'' اے عارمہ کو شوہر کیمحافظ دستہ کے سردار کہہ کر پکارا۔ عارمہ بکیر کی لونڈی تھی۔ ابو رستم یہ الفاظ سن کر ذرا ساڈرا بکیر نے اس سے کہا کہ ان لوگوں کی بکواس کا تم ہرگز خیال نہ کرو۔ اور بے شک عارمہ کا شوہر ایک ایسا بہادر شخص ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنا جھنڈا آگے بڑھاؤ۔

دونوں فوجوں میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ اور دیر تک لڑتے رہے۔ آخر کار بکیر کو شکست اور مقام حائط میں داخل ہوا اور بازار میں آ کر مقیم ہوا۔

امیہ مقیم رہا باسان میں اور اب یہ دونوں آمنے سامنے میدان یزید میں سرگرم لڑائی ہوتی رہی۔ پہلے دن بکیر کی فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے بکیر نے انہیں سنبھال لیا۔ پھر دوسرے روز اسی میدان میں جنگ ہوئی۔ بنی تمیم کے ایک شخص نے بکیر کے پاؤں پر تلوار کا وار حملہ کیا۔ بکیر گھسیٹتا ہوا چلنے لگا۔ اور مریم اسے بچاتا جاتا تھا۔

اس تمیمی شخص نے دعا مانگی کہ اے اللہ تو ہماری تائید کر اور فرشتے امداد کے لئے بھیج دے۔ ہریم نے اس سے کہا کہ تو اپنی جان بچا۔ فرشتوں کو تیری کچھ پرواہ نہیں۔

یہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ مگر اس شخص نے پھر دعا مانگی کہ اے اللہ تو فرشتوں کو ہماری امداد کے لئے بھیج دے۔

ہریم نے کہا یا تو مجھ سے علیحدہ ہو جا ورنہ میں تجھے قتل کر کے فرشتوں کے پاس چھوڑ جاؤں گا۔

ہریم نے بکیر کو بچا لیا اور اسے اپنی فوج میں لے آیا۔ بنی تمیم کے ایک اور شخص نے کہا۔ اے امیہ، اے قریش کے رسوا کرنے والے، یہ سن کر امیہ نے قسم کھائی کہ اگر یہ شخص میرے ہاتھ آ گیا تو میں اسے ذبح کر ڈالوں گا، چنانچہ یہ شخص پکڑا گیا۔ اور امیہ نے اسے شہر کی فصیل کے دونوں جگہوں کے درمیان ذبح کر ڈالا۔

بکیر کی شکست اور اس کا زخمی ہونا

دوسرے دن پھر مقابلہ ہوا۔ آج بکیر بن وشاح نے ثابت بن قطبہ کے سر پر تلوار کے ساتھ حملہ کیا اور فخریہ آواز میں کہا کہ میں ابن وشاح ہوں۔ فوراً ہی حریث بن قطبہ ثابت کے بھائی نے بکیر پر حملہ کیا۔ بکیر کو شکست ہوئی۔ اور اس کی فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ حریث بکیر کے پیچھے چلا۔ اور جب پل کے قریب پہنچے تو حریث نے بکیر کو للکارا بکیر نے لوٹ کر حریث پر حملہ کیا۔ مگر حریث نے اس کو سر پر تلوار کے ساتھ ایسا حملہ کیا کہ تلوار خود کو کاٹتی ہوئی اس کے سر پر بیٹھ گئی۔ بکیر گر پڑا مگر اس کے ساتھی اسے شہر میں اٹھا کر لے آئے۔

غرض کہ اسی طرح ان دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا۔

بکیر کے ساتھی خوب زرق برق رنگین لباس سرخ و زرد رنگ کی عبائیں اور پائجامے پہن کر صبح کو نکلتے تھے اور شہر کی فصیل پر بیٹھ کر باتیں کرتے تھے ان میں سے ایک شخص امیہ کی اہل فوج کو مخاطب کر کے اعلان کر دیتا تھا کہ اگر کسی شخص نے ہم پر ایک تیر بھی چلایا تو ہم اس کے بدلہ میں تمہارے اہل و عیال میں سے ایک شخص کا سر کاٹ کر فصیل سے پھینک دیں گے اس وجہ سے ان پر کوئی شخص تیر نہ چلاتا تھا۔

بکیر کی امیہ سے صلح

بکیر کو اب یہ خوف ہوا کہ اگر محاصرہ نے اور طول کھینچا تو لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اس لئے اس نے صلح کی درخواست کی۔ امیہ کی فوج والے بھی صلح کے خواہشمند تھے۔ کیوں کہ ان کے اہل و عیال شہر میں تھے۔ انہوں نے بھی امیہ سے درخواست کی۔ کہ آپ صلح کر لیجئے اور وہ خود بھی صلح کو اچھا سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس شرط پر صلح ہوئی کہ امیہ چار لاکھ درہم بکیر کو دے۔ اسی طرح اس کے اور ساتھیوں کو بھی انعام دے۔ اور خراسان کے جس ضلع کو بکیر پسند کرے امیہ اسے اس ضلع کا گورنر مقرر کر دے اور بحیر جو کچھ اس کے بارے میں کہے اس پر بھروسہ نہ کرے۔ اور اگر امیہ کو اس کی طرف سے کچھ شک ہو تو چالیس روز تک بکیر کو امان دی جائے اس کے بعد وہ مرو سے چلا جائے گا۔

امیہ نے بکیر کے لئے عبدالملک سے امان کا وعدہ حاصل کر لیا۔ اور اب سنجان پر بکیر کو عہد نامہ لکھ کر دے دیا۔ اور پھر امیہ شہر میں داخل ہوا۔

بعض لوگوں کا یہ بیان ہے کہ بکیر امیہ کے ساتھ جہاد کے لئے گیا ہی نہیں۔ بلکہ جب امیہ جہاد کے لئے جانے لگا تو اس نے بکیر کو مرو پر اپنے ساتھ کر دیا تھا۔ امیہ کے جاتے ہی بکیر نے بغاوت کا پرچم بلند کر دیا۔ امیہ واپس آیا بکیر سے قتال کیا اور پھر اس سے صلح کر کے مرو میں داخل ہوا۔

امیہ نے بکیر سے جو وعدے کئے تھے وہ سب پورے کئے۔ ہمیشہ اسے انعام و اکرام سے نوازتا رہتا تھا اور اس کی عزت کرتا تھا۔

امیہ نے عتاب اللقوة کو بلا کر کہا کہ تو نے ؟؛ بکیر کو بغاوت کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عتاب نے کہا جی ہاں۔ امیہ نے کہا کیوں؟ عتاب نے کہا میں بلکل مفلس اور غریب ہو گیا تھا مجھ پر قرضہ بہت زیادہ ہو گیا تھا اور قرض خواہ مجھے تنگ کر رہے تھے۔

امیہ نے کہا افسوس صرف اتنی بات کی وجہ سے تو نے مسلمانوں پر پھوٹ ڈال دی۔ اور جب کہ مسلمان

دشمنان ملت سے جہاد میں مصروف تھے تو نے دریا کے پل کی کشتیاں جلا ڈالیں اور تجھے اللہ کا خوف نہیں آیا۔

عتاب نے کہا۔ بے شک ہوا تو یہی ہے اب میں اللہ سے معافی کا طلبگار ہوں۔

امیہ نے پوچھا کہ تجھ پر کتنا قرضہ ہے۔ عتاب نے کہا بیس ہزار! امیہ نے کہا کہ تم اس قسم کی حرکتوں سے آئندہ بچو جس سے مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا ہو اور میں تمھارے قرضہ کو ادا کر دیتا ہوں۔

عتاب نے کہا بہتر ہے میں اب آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا۔ امیہ نے کہا مجھے امید نہیں کہ تم جیسا کہہ رہے ہو ویسا کرو گے۔ بہر حال میں عنقریب تم پر جو قرضہ ہے اسے ادا کر دوں گا۔ چنانچہ امیہ نے وعدے کے مطابق اس کے قرضہ کو بھی ادا کر دیا۔

امیہ ایک نرم طبیعت سخی اور با مروت آدمی تھا۔ جس قدر انعام و اکرام اس نے دیئے ہیں خراسان کے کسی حاکم نے اتنے نہیں دیئے مگر باوجود ان تمام باتوں کے اس نے خراسان پر بڑی سختی سے حکومت کی سخت متکبر تھا۔ کہا کرتا تھا کہ تمام خراسان اور سجستان میرے باورچی خانہ کے خرچ کے لئے کافی نہیں۔

امیہ نے بکیر کو اپنے محافظ لشکر کی سرداری سے معزول کر دیا۔ اور اس جگہ عطا بن ابی السائب کو مقرر کیا۔ اور بکیر کے ساتھ جو جنگ ہوئی اور پھر اس کی معافی وغیرہ اس نے یہ تمام واقعات عبدالملک کو لکھ بھیجے۔

عبدالملک کا ایک فوج کو خراسان بھیجنا

عبدالملک نے حکم دیا کہ ایک فوج امیہ کے پاس خراسان بھیجی جائے اس حکم کے ہوتے ہی لوگوں نے اپنی اپنی تنخواہیں چونکہ جانا نہیں چاہتے تھے دوسروں کو دینا شروع کیں۔ چنانچہ شقیق بن مسلیل الاشعری نے اپنی تنخواہوں بنی جرم کے ایک شخص کے سپرد کر دی۔

امیہ نے لوگوں سے خراج وصول کرنا شروع کیا اور ان پر سختی شروع کر دی۔

بکیر ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے امیہ کو ظلم کی شکایت کی اور اسے برا بھلا کہنے لگا کہ خراج وصول کرنے کے لئے ان دیہاتی زمینداروں کو امیہ نے ہم پر مقرر کر دیا ہے۔

بجیر ضرار بن حصین۔ اور عبدالعزیز بن جارثیہ بن قدامہ بھی اس وقت مسجد میں موجود تھے۔

بجیر نے یہ واقعہ امیہ کے سامنے بیان کیا۔ امیہ نے اسے جھٹلایا بجیر نے کہا کہ فلاں فلاں لوگ اور مزاحم بن ابی مجشر السلمی اس کے گواہ ہیں آپ ان سے دریافت فرمائیں۔

امیہ نے مزاحم کو بلا کر واقعہ پوچھا مزاحم نے کہا کہ بکیر صرف مذاق کر رہا تھا۔ امیہ خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد بجیر پھر امیہ کے پاس آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ بکیر نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں امیہ کو قتل کر ڈالتا۔ اور خراسان کو ہضم کر لیتا مگر امیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں تمھارے بیان کو سچ نہیں سمجھتا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ کیا۔ پھر میں نے اسے امان دی۔ اور اتحاد کا رابطہ قائم کر لیا۔ اب میں اس کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتا۔

بجیر۔ ضرار بن حصین اور عبدالعزیز جارثیہ کو بلایا۔ ان دونوں نے گواہی دی کہ بکیر نے ہم سے کہا تھا کہ اگر

تم دونوں میرے ساتھ ہو جاؤ تو میں اس قرشی (امیہ) کو قتل کر ڈالوں۔ اور ہم سے یہ بھی خواہش کی تھی کہ آپ کو دھوکے سے ہلاک کر ڈالیں۔

امیہ نے کہا جس واقعہ کی تم نے گواہی دی ہے اس کو تم ہی خوب جانتے ہو۔ اس کے بارے میں ایسا خیال نہیں رکھتا۔ مگر اب جب کہ تم نے اس بات کی گواہی دی ہے اس کے باوجود میرا خاموش رہنا میری کمزوری کی علامت ہوگا۔

بکیر اور اس کے بھتیجے بدل اور شمردل کا گرفتار ہونا

امیہ نے اپنے ساتھی اور محافظ دستہ کے سردار عطا بن ابی السائب کو حکم دیا کہ جب بکیر اور اس کے دونوں بھتیجے بدل اور شمردل میرے پاس آئیں اور میں دربار سے چلا جاؤں تو ان سب کو گرفتار کر لینا۔

امیہ نے دربار منعقد کیا۔ بکیر اور اس کے دونوں بھتیجے بھی آئے جب وہ بیٹھ گئے۔ امیہ اپنے تخت سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔ لوگ باہر جانے لگے۔ بکیر بھی باہر جانے لگا۔ لوگوں نے حکم کے مطابق امیہ بکیر اور دونوں بھتیجوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

امیہ نے بکیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے یہ یہ باتیں کہی تھیں۔ بکیر نے کہا آپ ان سے ثبوت لیجئے اور فیصلہ بھی جلدی نہ کیجئے۔ اور گنجے سروالی کے بیٹے کی باتوں پر اعتماد نہ کیجئے۔

امیہ نے اسے قید کر دیا اور اس کی لونڈی عارمہ کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور احنف بن عبداللہ الغبری کو قید کیا اور کہا کہ تو نے ہی بکیر کو میرے خلاف بغاوت کرنے کا مشورہ دیا۔

دوسرے دن بکیر کو قید سے باہر نکالا۔ بحیر۔ ضرار اور عبدالعزیز بن جاریہؓ نے اس کے خلاف اس بات کی گواہی دی کہ اس نے ہم سے کہا تھا کہ ہم آپ کو قتل کر ڈالیں۔

اب بکیر نے کہا آپ ان سے ثبوت لیجئے۔ ان کی گواہی کافی نہیں۔ کیوں کہ یہ میرے دشمن ہیں۔

بکیر کے قتل کا حکم اور اختلاف

امیہ نے زیاد بن عقبہ (جو اہل نجد کے سردار تھے) ابن والان العدوی جو اس وقت بنی تمیم کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اور یعقوب بن خالد الذہلی سے کہا گیا کہ آپ اسے قتل کریں گے۔ کسی نے حامی نہیں بھری۔ امیہ نے بحیر سے کہا کہ کیا تم ایسا قتل کرتے ہو۔ بحیر نے کہا جی ہاں چنانچہ امیہ نے بکیر کو بحیر کے سپرد کر دیا۔

یعقوب بن قعقاع بن اعلم الازدی جو بکیر کا دوست تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور امیہ کے چمٹ گیا۔ اور نہایت لجاجت سے عرض گزار ہوا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں۔ آپ بکیر کو چھوڑ دیجئے کیوں کہ جو عنایتیں آپ نے اس پر کی ہیں وہ خود ساتھ آپ نے کی ہیں۔

امیہ نے کہا، یعقوب! خود اس کے قدم والے ہی اسے قتل کر رہے ہیں انہوں نے اس کے خلاف گواہی دی ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔

عطا بن ابی السائب نے جو امیہ کے محافظ دستہ کا سردار تھا یعقوب سے کہا کہ امیر سے علیحدہ ہو جاؤ۔ یعقوب نے انکار کیا اس پر عطا نے اپنی تلوار کے قبضہ کی طرف سے یعقوب کو مارا۔ جس سے اس کی ناک زخمی ہوگئی

یعقوب باہر چلا آیا اور اس نے بحیر سے کہا کہ دیکھو صلح کے وقت تمام لوگوں نے بکیر سے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تم بھی اس عہد میں شریک تھے تمھارے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس عہد کو توڑو بحیر نے کہا اے یعقوب میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

بحیر نے بکیر سے وہ تلوار لے لی جسے بکیر نے اسوار الترجمان سے جو ابن خازم کا ترجمان تھا چھین لی تھی۔

اس پر بکیر نے بحیر سے کہا کہ اگر تم نے اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کیا تو بنی سعد میں پھوٹ پڑ جائے گی اس لئے تم الگ ہو جاؤ اور امیہ کو چھوڑ دو اس کا جو دل چاہے میرے ساتھ کرے۔

بحیر نے کہا اے اصبہانی لونڈی کے بیٹے۔ جب تک میں اور تو دونوں زندہ ہیں ہمارے قبیلہ کی حالت کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔

بکیر نے کہا اے گنجے سروالی کے بیٹے اچھا تم پھر اپنا کام کرو۔ اس کے بعد بحیر نے بکیر کو قتل کر ڈالا امیہ نے اس کی لونڈی عارمہ بحیر کو دیدی۔

لوگوں نے احنف بن عبداللہ الغبری کی امیہ سے سفارش کی۔ امیہ نے اسے قید خانہ سے بلوایا۔ اور کہا کہ اگر چہ تو نے ہی بکیر کو میرے خلاف ابھارا اور مشورہ دیا تھا مگر میں ان لوگوں کی وجہ سے تیری غلطی معاف کرتا ہوں۔

امیہ نے بنی خزاعیہ کے ایک شخص کو موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے مقابلہ پر بھیجا۔ عمر بن خالد بن حصین الکلابی نے اسے دھوکے سے قتل کر ڈالا اس کی فوج کے بعض لوگوں نے موسیٰ سے امان حاصل کر لی۔ اور اس کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض لوگ امیہ کے پاس چلے آئے۔

اسی سال امیہ نے دریائے بلخ کو پار کیا تا کہ کفار سے جہاد کریں مگر کسی مقام پر اس کا گھیراؤ کر لیا گیا، امیہ اور اس کی فوج ایسی بری مصیبت میں مبتلا ہوئی کہ موت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس مصیبت سے انہیں نجات ملی۔ اور امیہ اپنی فوج کو لے کر مرو واپس چلے آئے اس موقع پر عبدالرحمٰن بن خالد بن العاص بن ہشام بن مغیرہ نے امیہ کی خدمت میں چند شعر کہے۔

اسی سال بان بن عثمان نے (جو مدینہ کے حاکم تھے) لوگوں کو حج کرایا۔ کوفہ اور بصرہ کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ اور خراسان کے گورنر امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید تھے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق ایان بن عثمان حاکم مدینہ نے دونوں سال یعنی ۷۶، ۷۷ھ میں لوگوں کو حج کرایا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شبیب، قطری، عبیدہ بن ہلال اور عبدرب الکبیر کی ہلاکت ۷۸ھ میں ہوئی۔

اسی سال ولید موسم گرما کی مہم لے کر رومیوں سے جہاد کرنے گیا۔

۷۸ھ کے واقعات

اسی سال عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ کو خراسان کی گورنری سے معزول کر دیا اور خراسان اور سجستان بھی حجاج بن یوسف کے ماتحت کر دیئے گئے جب یہ دونوں صوبے بھی حجاج کے ماتحت ہو گئے اس نے اپنے عامل ان پر مقرر کر دیئے۔

ان عاملوں کا بیان جنھیں حجاج نے خراسان اور بجستان پر مقرر کیا

اوران کے تقرر کے وجوہات واسباب وغیرہ

جب حجاج کوشبیب اور مطرف کے قضیہ سے رہائی ملی اس نے کوفہ سے روانہ ہو کر بصرہ کی طرف چل پڑا ۔اورکوفہ پر مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کو اپنا نائب مقرر کیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حجاج نے پہلے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر الحضرمی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔مگر پھراسے معزول کر کے اس کی جگہ مغیرہ بن عبداللہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔مگر پھر اسے معزول کر کے اس کی جگہ مغیرہ بن عبداللہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔

مہلب جو خارجیوں کے قضیہ سے فارغ ہو چکے تھے وہ بھی ان کوفہ میں ہی حجاج کے پاس چلے آئے۔

مہلب خارجیوں کے قضیہ سے فارغ ہو کر اسی سال ۷۸ھ میں حجاج کے پاس چلے آئے حجاج نے انہیں اپنے برابر تخت حکومت پر جگہ دی۔اور حکم دیا کہ مہلب کے ساتھیوں میں جن لوگوں نے دشمن کے مقابلے میں اعلیٰ اور قابل قدر خدمات انجام دی ہوں میرے سامنے لائے جائیں مہلب لوگوں کو پیش کرتے جاتے تھے اور حسین جس شخص کی بہادری کی تعریف کرتے حجاج کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔حجاج نے ان لوگوں کو سواریاں دیں۔انعام دیا اور ان کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔اور کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے عمل کے طور پر حکومت کی حمایت کی ہے ۔یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں انعام واکرام دیا جائے۔یہ سرحدوں کے محافظ ہیں۔اور وہ بہادر ہیں جن سے دشمن جلتے اور خار کھاتے ہیں۔

جب حجاج نے مہلب کو خراسان کے ساتھ بجستان کا بھی ناظم مقرر کیا تو مہلب نے عرض کی کہ میں آپ کو ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو بجستان کے حالات سے مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور جو قابل اور زابل کا عامل رہ چکا ہے ۔ان صوبوں کا گورنر بیت المال بھی تھا ان سے لڑ بھی چکا ہے اور صلح بھی کر چکا ہے حجاج نے کہا بتایئے وہ کون ہے ؟ مہلب نے عبیداللہ بن ابی بکر کا نام لیا۔حجاج نے ان کا مشورہ منظور کر لیا۔مہلب کو خراسان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو بجستان کا عامل مقرر کر دیا۔

اس وقت تک خراسان اور بجستان کے عامل امیہ بن عبداللہ بن خالد اسید بن ابی العیص بن امیہ تھے۔یہ براہ راست عبدالملک کے زیر نگرانی تھے۔حجاج کو جب عراق پر بھیجا گیا ان علاقوں کے معاملات میں کچھ دخل نہ تھا۔

اب اسی سال میں عبدالملک نے امیہ کو معزول کر دیا اور خراسان اور بجستان کو بھی حجاج کے زیر نگرانی کر دیا

غرض کہ مہلب خراسان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ بجستان روانہ ہو گئے۔البتہ عبیداللہ اس ۷۸ھ کے آخر تک وہیں رہے۔

اس بیان کی روایت یہ ہے کہ ابی محنف نے ابی المخارق سے یہ واقعات سنے اس کے علاوہ علی بن محمد کی روایت یہ ہے کہ ۷۸ھ کے شروع میں خارجیوں کی تباہی کے بعد جب دونوں صوبے حجاج کے زیر نگران کئے گئے تو حجاج نے مہلب کو بجستان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔مگر مہلب بجستان کو پسند نہیں کرتے تھے ۔اور وہاں جانا نہیں چاہتے تھے۔اس معاملہ کے متعلق انہوں نے حجاج کے محافظ دستہ کے افسر اعلیٰ عبدالرحمٰن بن عبید

بن طارق سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ امیر نے مجھے تو بجستان کا گورنر مقرر کیا ہے۔ اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو خراسان کا عامل گورنر مقرر کیا تھا حالانکہ خراسان سے میں بہ نسبت ان کے بہت زیادہ واقف ہوں۔ میں خراسان کے حالات سے حکم بن عمرو الغفاری کے زمانہ سے واقف ہوں۔ اور اسی طرح عبیداللہ بن ابی بکر بجستان کے بارے میں مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ آپ امیر سے عرض کریں کہ وہ مجھے خراسان بھیج دیں اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو بجستان بھیج دیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اچھا میں عرض کروں گا مگر تم زاذان فروخ سے بھی کہدو کہ جب یہ بات میں امیر سے کہوں وہ میری تائید کردیں مہلب نے ان سے بھی تذکرہ کیا۔ زاذان فروخ نے وعدہ کرلیا کہ میں تائید کروں گا۔

چنانچہ عبدالرحمٰن نے حجاج سے کہا جناب والا نے مہلب کو بجستان کا گورنر مقرر فرمایا ہے۔ حالانکہ اس خدمت کے لئے عبیداللہ بن ابی بکرہ مہلب سے زیادہ مناسب ہیں اور بجستان پر انکا زیادہ اثر ہے۔ زاذان فروخ نے بھی اس قول کی تائید کی۔ مگر حجاج نے کہا میں نے تو اب اس تقرر کے لئے پروانہ لکھ دیا ہے اس پر زاذان فروخ نے کہا کہ اس پروانہ کو بدلنا کون سا مشکل کام ہے۔ غرض کہ حجاج نے ابن ابی بکرہ کو بجستان منتقل کردیا۔ اور مہلب کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ مہلب سے دس لاکھ درہم اہواز کی مال گزاری کے طلب کئے گئے۔ خالد بن عبداللہ نے اہواز پر مہلب کو گورنر مقرر کیا۔

مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ سے کہا کہ خالد نے مجھے اہواز کا عامل مقرر کیا تھا اور تمہیں اصطخر کا اب حجاج نے مجھ سے دس لاکھ درہم کا مطالبہ کیا ہے۔ اس میں آدھے میں ادا کروں گا۔ اور نصف تم ادا کرو۔

مہلب کے پاس کچھ روپیہ نہ تھا اور جب وہ معزول کردیئے گئے تھے تو انہیں قرض لینا پڑا تھا۔ مہلب نے قرض لینے کے لئے ابو مادیۃ عبداللہ بن عامر کے آزاد غلام سے جوان کا خزانچی تھا بات چیت کی۔ اور ابو مادیۃ نے تین لاکھ درہم مہلب کو قرض دیدئے۔

مہلب کی بیوی خیرۃ القشیریۃ نے کہا کہ اس رقم سے تو مطالبہ پورا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس نے خود اپنے تمام زیورات اور دوسرا گھریلو سامان فروخت کر کے پانچ لاکھ پورے کئے اور پانچ لاکھ مغیرہ اس کا بیٹا لایا۔ اس طرح یہ دس لاکھ کی رقم مہلب نے حجاج کو ادا کردی۔

مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو اپنے مقدمۃ الجیش پر روانہ کیا۔ حبیب رخصت ہونے کے لئے حجاج کے پاس آیا۔ حجاج نے اسے خدا حافظ کہا اور دس ہزار درہم اور ایک سبز رنگ کی مادہ خچر اسے عطا کی۔ حبیب روانہ ہوا اور اسی خچر پر سوار ہو کر خراسان پہنچا حالانکہ اس کے اور تمام ساتھی گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے۔ جن کے برابر ڈاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بیس روز کی منزل کے بعد یہ جماعت خراسان پہنچی۔ مگر جیسے ہی شہر میں داخل ہو رہے تھے کہ جلانے کی لکڑی کے گٹھے لوگ بار کئے لے جارہے تھے یہ مادہ خچر انہیں دیکھ کر چمکی۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ باوجود یہ کہ اتنا سفر طے کر کے یہ آئی ہے مگر اب بھی اس میں یہ دم خم باقی ہے

غرض کہ حبیب مرو میں داخل ہوا اور امیہ سے کسی قسم کا جھگڑا کئے بغیر مسلسل دس ماہ تک ٹھہرا رہا۔ ۷۹ھ میں مہلب مرو آئے۔

اس سال میں ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔ ابان بن عثمان مدینہ کے گورنر تھے۔ کوفہ، بصرہ، خراسان اور کرمان کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ حجاج کی طرف سے مہلب خراسان کے اور عبداللہ بن ابی بکرہ بجستان

کے عامل تھے۔ شریح کوفہ کے اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔

اسی سال عبدالملک نے یحییٰ بن الحکم کو کفار سے جہاد کرنے کے لئے روانہ کیا۔

۷۹ھ کے واقعات

اسی سال شام میں مرض طاعون شدت سے پھیلا۔ قریب تھا کہ پوری آبادی تباہ ہو جائے اس وجہ سے اس سال کوئی مہم جہاد پر نہیں بھیجا گیا۔

اسی سال رومیوں نے اہل انطاکیہ پر حملہ کر کے انہیں لوٹا اور تباہ و برباد کیا۔

اسی سال عبیداللہ بن ابی بکرہ نے رتبیل پر جہاد کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جب حجاج نے مہلب کو خراسان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سجستان کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو یہ دونوں عہدہ دار اپنے اپنے ٹھکانہ پر ۷۸ھ میں آ گئے اس سال کے ختم ہونے تک عبیداللہ اپنے ٹھکانہ میں رہے اور پھر رتبیل سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔

رتبیل سے مسلمانوں کی صلح اور حجاج کا اسکی سلطنت پر حملہ کروانا

رتبیل سے مسلمانوں کی صلح تھی اس سے پہلے عرب اس سے خراج وصول کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات وہ خراج دینا بند کر دیا کرتا اور انہیں دیتا تھا۔ اس کے اس طرز عمل کی وجہ سے حجاج نے عبیدہ اللہ بن ابی بکرہ کو حکم دیا کہ تمھارے پاس جتنی فوج ہے اسے لے کر رتبیل کی سرکوبی کو جاؤ۔ اور جب تک اس کے علاقہ کو پامال، اس کے قلعوں کو مسمار، اس کی فوج کو تہہ تیغ اور اس کے دوسرے متعلقین کو لونڈی غلام نہ بنالو واپس نہ آنا۔

غرض کہ عبیداللہ بن ابی بکرہ کوفہ اور بصرہ کے جس قدر مسلمان ان کے پاس تھے انہیں ساتھ لے کر جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔

شریح بن ہانی الحارثی اہل کوفہ کی جماعت کے سردار تھے اور خود عبیداللہ اہل بصرہ کے سردار تھے۔ اور یہی ان دونوں فوجوں کے کمانڈر بھی تھے۔

عبیداللہ اس مہم کو لے کر روانہ ہوئے رتبیل کے علاقہ میں گھس آئے اور جتنے مویشی اور دوسرے مال و سامان ان کے ہاتھ پڑا اس پر قبضہ کر لیا۔ قلعوں اور قلعہ بند شہروں کو گرا دیا۔ اور رتبیل کے اکثر علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

رتبیل کی فوج نے جس میں ترک تھے یہ طرز عمل اختیار کیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مسلسل پیچھے ہٹتے چلے گئے، اور علاقہ پر علاقہ خالی کرتے چلے گئے اس طرح جب مسلمانوں کی فوج بہت دور تک ان کے اندرون ملک میں ایسی جگہ تک چلی گئی جہاں سے ترکوں کا دارالحکومت صرف اٹھارہ فرسخ کے فاصلے پر تھا تو اب ترکوں نے مسلمانوں کو پہاڑوں کے دروں میں او پر پیچ گھاٹیوں میں گھیر لیا۔ اور تمام تجارتی منڈیاں اور قصبات مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیئے اور ان تمام قصبات نے مسلمانوں کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

مگر اب مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ ہم ان پہاڑوں میں پھنس چکے ہیں اور ہماری تباہی یقینی ہے۔ اس خطرہ کو محسوس کر کے عبیداللہ نے شریح بن ہانی سے کہلا بھیجا کہ میں ترکوں سے اس شرط پر صلح کرنا چاہتا ہوں کہ انہیں کچھ روپیہ دیدیا جائے۔ وہ ہمیں اس گھیراؤ سے نکل جانے دیں۔

چنانچہ عبیداللہ نے سات لاکھ درہم بدلہ میں دیکر صلح کر لی۔ جب شریح سے ملاقات ہوئی تو شریح نے ان سے کہا کہ جتنا پیسہ تاوان تم نے ادا کیا ہے امیر المومنین اسے تم سب لوگوں کی تنخواہوں سے نکال لیں گے۔

عبیداللہ نے کہا اگر تنخواہیں بند ہو جائیں گی تو ہم زندہ نہیں رہیں گے۔ ہم تنخواہوں کے بند ہو جانے کو اپنی تباہی کو پسند کرتے ہیں۔

اس پر شریح نے کہا کہ میری عمر مکمل ہو چکی ہے۔ میرے لئے اب زندگی کا کوئی مزا باقی نہیں رہا۔ جو گھڑی پیش آتی ہے میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ہی میری آخری گھڑی ہے۔ میں کافی عرصہ سے شہادت کا طالم اور آج کے دن بھی مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی تو میں سمجھوں گا کہ پھر یہ درجہ مجھے کبھی حاصل نہ ہوگا۔

اس کے بعد شریح نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے للکارا کہ دشمن پر حملہ کرو، عبیداللہ بن ابی بکرہ نے کہا کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو ضعیف ہو گئے ہو۔

شریح نے کہا بس آپ نہ بولیئے۔ آپ کو تو یہ پسند ہے کہ لوگ تزکرہ کریں کہ یہ عبیداللہ کا باغ ہے اور یہ ان کا حمام ہے۔ اس کے بعد شریح نے تمام مسلمانوں کو متوجہ کر کے کہا کہ تم میں سے جو شخص درجہ شہادت حاصل کرنا چاہتے :وں وہ میری طرف آجائیں۔

کچھ رضا کار، کچھ سوار اور کچھ غیرت مند لوگ ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور دشمن سے سرگرم لڑائی ہوئے تقریباً تمام مسلمان جنگ میں کام آئے۔ تھوڑے سے بچے۔ شریح نہایت بہادری سے بجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن سے لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ ان میں سے جو بچے وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور جب اس علاقہ سے مسلمانوں کے علاقہ میں آ گئے تو اور مسلمان اس شکست زدہ فوج کے لئے کھانا لے کر آئے۔

ان لوگوں کی بھوک اور تھکن کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ جس کسی نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا مر گیا اس لئے لوگ اب انہیں کھانا کھلاتے ہوئے بھی ڈرنے لگے تھے۔ اور پھر جب تک کہ ان کی قوت ہاضمہ بہتر طریقے پر لوٹ نہ آئی تھوڑا تھوڑا گھی انھیں کھلاتے رہے۔

حجاج کو ان تمام واقعات کی اطلاع پہنچی۔ اسے رتبیل کی تمام اگلی پچھلی حرکتیں یاد آ گئیں اور یہ واقعہ تو حد ہی کو پہنچ گیا تھا اس لئے حجاج نے عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھا۔

حجاج کا خط

> حمد و ثناء کے بعد جناب والا کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ کی جس قدر فوج سجستان میں تھی وہ سب تباہ ہو گئی۔ بہت تھوڑے آدمی ان میں سے بچے ہیں۔ دشمن کو جو فتح حاصل ہوئی اس کی وجہ سے اس کے حوصلے مسلمانوں کے خلاف بہت بڑھ گئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے علاقہ میں گھس آیا ہے اور اس نے مسلمانوں کے تمام قلعوں اور مضبوط محلات پر قبضہ کر لیا ہے میرا ارادہ تھا کہ اہل بصرہ اور کوفہ کی ایک زبردست فوج اس کی سرکوبی کے لئے بھیج دوں مگر میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے جناب والا کی رائے معلوم ہو جائے۔
>
> پس اگر آپ لشکر بھیجنے کی اجازت مرحمت فرما دیں تو میں اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ اور اگر جناب والا کا طریقہ کار مزید لشکر بھیجنے کا نہ ہو تو آپ اپنی فوج کے مالک و مختار ہیں

۔کسی کو دخل دینے کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔مگر مجھے یہ خوف ہے کہ اگر تبیل اور اس کے ساتھ جو اور مشرکین کی جماعت ہے ان کی سرکوبی کے لئے زبردست جماعت نہ بھیجی گئی تو وہ اس تمام علاقہ پر قبضہ کر لیں گے۔

اسی سال میں مہلب خراسان کے گورنر مقرر ہو کر آئے۔اور امیہ واپس گئے۔یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کوفہ کے قاضی شریح نے قاضی کے عہدے سے بری ہونے کی درخواست دی۔اور اس معاملہ میں انہوں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری سے مشورہ لیا تھا۔حجاج نے وہ درخواست منظور کر لی۔اور ابو بردہ قاضی مقرر کر دیا۔واقدی اور دوسرے اصحاب سیر کے بیان کے مطابق اس سال ابان بن عثمان نے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے لوگوں کو حج کرایا۔

حجاج عراق اور تمام ممالک مشرقیہ کا گورنر تھا۔اور حجاج کی طرف سے مہلب خراسان کے گورنر تھے۔یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس علاقہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان کی سربراہی تو مہلب کے ذمہ تھی اور لگان وصول کرنے کا کام ان کے بیٹے مغیرہ کے سپرد تھا۔
ابو بردہ بن موسیٰ کوفہ اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔

۸۰ھ کے اہم واقعات

اس سال مکہ میں ایک زبردست سیلاب آیا۔جو تمام حجاج کو بہا کر لے گیا اور مکہ کے تمام مکانات پانی میں ڈوب گئے۔اس وجہ سے اس سال کا نام لوگوں نے عام الجحاف رکھا کیوں کہ جہاں تک اس کی رسائی ہوئی وہ ہر شے کو بہا لے گیا۔

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ وسط مکہ میں ایسا خوفناک سیلاب آیا کہ حاجیوں کو بہا لے گیا۔اور اسی وجہ سے اس کا نام لوگوں نے عام الجحاف رکھا۔میں نے اونٹ دیکھے جن پر سامان اور مرد و عورتیں سوار تھیں۔اور پانی انھیں بہائے لے جا رہا تھا۔اور ان کے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔پانی بڑھتے بڑھتے رکن کعبہ تک پہنچ گیا۔

واقدی کے بیان کے مطابق اس بصرہ میں شدت سے مرض طاعون پھیلا۔

اسی سال مہلب نے دریائے بلخ کو پار کیا اور کش پر فوج بھیجی گئی اس وقت مہلب نے کش پر حملہ کیا ابوالادہم زیاد بن عمرو الزمانی مہلب کے مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ان کے زیر نگرانی تین ہزار فوج تھی۔حالانکہ ان کے مقابلہ میں دشمن کی تعداد پانچ ہزار تھی مگر اپنی شجاعت خیر خواہی اور عقلمندی کی وجہ سے یہ اکیلے دو ہزار فوج کے برابر تھے۔

جس وقت مہلب کش کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے ختل کے بادشاہ کا بھائی ان کے پاس آیا اور بادشاہ ختل سے لڑنے کی کوشش کی۔مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس شہزادہ کے ساتھ روانہ کیا۔

یزید نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور ختل کے بادشاہ کا جس کا نام سبل تھا چچیرہ بھائی ایک اور مقام پر مقیم ہوا سبل نے اپنے چچیرے بھائی پر شب وخون مارا اور اس کے فرودگاہ میں آکر تکبیر شروع کی۔چونکہ تکبیر مسلمانوں کا نعرہ جنگ ہے اس وجہ سے سبل کے چچیرے بھائی کو یہ خیال ہوا کہ عربوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ جب اس شہزادہ سے عربوں کی فوج سے علیحدہ اپنا پڑاؤ ڈالا اس وقت سے خود عربوں کو اس کی

جانب سے دھوکے کا خطرہ تھا۔

سبل کا اپنے چچیرے بھائی کو قتل کرنا

سبل نے اپنے چچیرے بھائی کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آیا۔ اور تہ تیغ کر ڈالا۔

یزید بن المہلب نے سبل کے قلعہ کا گھیراؤ کر لیا۔ مگر چند روز کے بعد کچھ روپیہ بطور بدلہ جنگ کے لے کر گھیراؤ اٹھالیا۔ اور یزید مہلب کے پاس واپس چلا آیا۔

جب اس شہزادہ کی ماں کو جسے سبل نے قتل کیا تھا اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ہوئی اس نے سبل کی ماں سے کہلا بھیجا کہ یاد رکھو اب سبل کی بھی خیر نہیں ہے۔ جس شخص کو سبل نے قتل کیا ہے اس کی ماں کے سات بھائی ہیں جو سب کے سب بدلہ لینے کے لئے تیار ہیں اور تیرا بیٹا صرف تنہا ہی ہے۔

سبل کی والدہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ شیر کے بچے کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے سور کے بچے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔

مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو مقام منجن پر فوج کشی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے بخارا کا رئیس چالیس ہزار فوج لے کر آگے بڑھا۔ کفار میں سے ایک شخص نے مسلمانوں سے مبارز طلب کیا۔ حبیب کا آزاد غلام جبلہ اس سے نبرد آزما ہوا۔ جبلہ نے اسے قتل کر ڈالا ان کی اصل فوج پر حملہ کر کے اس میں سے بھی تین آدمیوں کو تہ تیغ کر کے واپس چلا آیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی تمام فوج لوٹ آئی۔ دشمن بھی اپنے علاقے کی طرف شکست زدہ ہو گیا۔

دشمن کی ایک جماعت نے ایک گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ حبیب نے چار ہزار فوج لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ انہیں سخت نقصان پہنچایا۔ اور شکست دی۔ اور اس گاؤں کو جلا کر پھر واپس چلا آیا۔

اسی وجہ سے اس مہم کا نام لوگوں نے محترقہ رکھ دیا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس گاؤں کو حبیب کے آزاد غلام جبلہ نے آگ لگائی تھی۔ مہلب دو سال تک کش میں مقیم رہے۔ بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ سغد اور اس سے آگے علاقہ پر فوج کشی کرتے ہیں تو زیادہ مناسب تھا۔ مہلب نے جواب دیا کہ میرے لئے یہی بہت ہے کہ میں اپنی اس فوج کو وسالم مرو بچا کر لے جاؤں۔

دشمن کی فوج میں سے ایک شخص کا لڑائی کے لئے نکلنا اور اس کا قتل

ایک روز دشمن کی فوج کا ایک شخص اکیلا جنگ کے لئے نکلا مسلمانوں کی جانب سے اس کے مقابلے پر ہریم بن عدی خالد بن عدی کے باپ نکلے ہریم اپنے سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ یہ ایک نہر کے قریب پہنچے وہ مشرک کچھ دیر تک دھوکہ دے کر ان پر حملہ کرتا رہا۔ مگر آخر کار ہریم نے اسے قتل کیا۔ اور اس کے تمام ہتھیار اور لباس پر قبضہ کر لیا۔ اس پر مہلب نے ان سے کہا کہ اگر تم قتل ہو جاتے ہو اور تمہارے عوض دشمن کے ایک ہزار سپاہی بھی قتل کر دیئے جاتے تو میرے خیال میں وہ ایک ہزار خون بہانہ ہوتے۔

اسی مقام کش پر مہلب نے بنی مضر کے بعض لوگوں پر کچھ الزام لگایا اور انہیں قید کر دیا۔

جب مہلب دشمن سے صلح کر کے واپس لوٹے انہوں نے انھیں رہا کر دیا۔

حجاج کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حجاج نے مہلب کو لکھا کہ اگر تم ان لوگوں کو کسی جرم کی وجہ سے قید کیا تھا تو ان کو رہا کر دینا خلاف قانون ہے۔ اور اگر بلا وجہ قید کیا تھا تو یہ ظلم ہے۔

مہلب نے جواباً لکھا کہ جب مجھے ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا میں نے انھیں قید کر دیا۔

مہلب نے جن لوگوں کو قید کیا تھا ان میں عبدالملک بن ابی الشیخ القشیری بھی تھے۔

جب مہلب نے اہل کش سے کچھ رقم بدلہ پر صلح کر لی تو یہ اسے وصول کرنے کھڑے ہوئے۔ اسی وقت ابن الاشعث کا خط ان کے پاس آیا۔ جس میں مہلب سے درخواست کی گئی تھی کے آپ حجاج کا ساتھ چھوڑ دیجئے۔ اور اس کے خلاف میری مدد کیجئے۔ مہلب نے اس خط کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔

اسی سال میں حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو ترکوں کے بادشاہ رتبیل سے لڑنے کے لئے بجستان بھیجا۔

حجاج کے ابن الاشعث کو اس مہم پر بھیجنے کی وجہ اہل سیر نے مختلف طریقوں سے بیان کی ہے۔۔

اسی سال اس بات میں میں اختلاف ہے کہ اس وقت جب کہ حجاج نے ابن الاشعث کو اس مہم پر مقرر کیا ہے وہ کہاں تھے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جب حجاج کا خط جس میں ان نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کے رتبیل کے علاقہ میں بڑھنے اور پھر ان کی فوج کی تباہی کی اطلاع دی تھی۔ عبدالملک کے پاس پہنچا عبدالملک نے اس کا حسب ذیل جواب دیا۔

حجاج کا عبدالملک کے پاس خط بھیجنا اور عبدالملک کی طرف سے اس کا جواب

حمد و ثناء کے بعد۔ میرے پاس تمھارا خط پہنچا جس میں تم نے علاقہ بجستان میں مسلمانوں کی تباہی کی اطلاع دی ہے اس کے متعلق سنو۔ مسلمانوں پر تو جہاد فرض ہی ہے وہ اپنے قیام گاہ کی طرف چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اجر دینے والا ہے۔

اور تم نے اس علاقہ کی طرف جو مزید فوج بھیجنے کے متعلق میری رائے پوچھی ہے کہ آیا وہ بھیجی جائے یا نہ بھیجی جائے اس کے متعلق مجھے تمھاری رائے سے اتفاق ہے کہ تم ضرور بھیج دو۔

حجاج تمام ملک عراق میں سب سے زیادہ ابن الاشعث سے دشمنی رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب میں عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو دیکھتا ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ اسے قتل کر ڈالوں۔

نمیر بن دعلۃ الہمدانی ثم النیاعی بیان کرتے ہیں کہ میں حجاج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابن الاشعث آئے۔ حجاج نے انہیں دیکھتے کے ساتھ ہی کہا کہ میں اس کی چال کو دیکھتا ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں۔

جب عبدالرحمٰن حجاج کے پاس سے اٹھے اور نمیر بھی اٹھے اور ان سے پہلے سعید بن قیس السبیعی کے دروازہ پر آ کر ان کے انتظار میں کھڑے رہے۔ جب عبدالرحمٰن دروازہ سے باہر نکلنے لگے تو نمیر نے ان سے کہا کہ ذرا دروازہ کے اندر چلے مجھے آپ سے ایک بہت ہی راز کی بات کہنا ہے۔ مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ جب تک حجاج زندہ ہیں آپ اس کا ہرگز تذکرہ نہ کریں گے۔

عبدالرحمٰن نے کہا بہتر ہے آپ فرمائیں۔

نمیر نے کہا حجاج تمھارے متعلق یہ کہہ رہا تھا۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب تک میں اور حجاج زندہ ہیں میں برابر اس کی تباہ کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اور اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر میں واقعی اس سزا کا مستحق ہوں جس کا اظہار حجاج نے کیا ہے۔

اب حجاج نے بیس ہزار فوج اہل کوفہ کی اور بیس ہزار اہل بصرہ کی تیار کرنی شروع کی۔ اس فوج کی ترتیب اور آراستگی میں پوری کوشش کی تمام لوگوں کو پوری تنخواہیں دیدیں۔ خوبصورت خوبصورت گھوڑے اور ہتھیار دے۔

حجاج نے تمام فوج کا باقاعدہ معائنہ شروع کیا۔ جس شخص کی بہادری کی تعریف اس کے سامنے بیان کی جاتی تھی حجاج اسے انعام واکرام دیتا تھا۔

عیاد بن الحصین الحبطی اور حجاج دونوں فوج کی دیکھ بھال کر رہے تھے عبیداللہ بن ابی محجن الثقفی عبدالرحمٰن بن الحکم الثقفی کے پاس جاتے ہوئے عیاد کے سامنے سے گزرے عیاد نے انھیں دیکھتے ہی کہا کہ میں ان گھوڑوں سے زیادہ کوئی گھوڑا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ اور گھوڑا بھی سپاہی کی عظیم قوت اور اس کا ہتھیار ہے۔ اور یہ مادہ خچر بھی بڑی مضبوط سواری ہے۔ اس پر حجاج نے انہیں پانسو پچاس درہم زیادہ ہوئے۔

عطیۃ العنبری حجاج کے پاس سے گزرا حجاج نے اسے دیکھ کر عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم ان کا خیال رکھنا اور انھیں انعام واکرام دینا۔

جب یہ دونوں فوجیں پوری طرح ساز وسامان سے بھر گئیں تو حجاج نے عطارد بن عمیر التمیمی کو اس فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ عطارد نے اہواز آکر مقیم ہوا۔ اس کے بعد حجاج نے عبیداللہ بن حجر بن ذی الجوش العامری کو بھیجا۔ پھر اسے بھی موقوف کر کے اس کی جگہ عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو بھیجا۔

جب حجاج نے عبیداللہ بن حجر کو اس خدمت سے جدا کر دیا اور اس کی جگہ عبدالرحمٰن کو مقرر کر دیا۔ عبدالرحمٰن کا چچا اسمٰعیل بن الاشعث حجاج کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عبدالرحمٰن کو اس مہم کا سردار نہ بنائے۔ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ بغاوت کر بیٹھے گا۔ آج تک اس کا طرز عمل یہی رہا ہے کہ جب اس نے دریائے فرات کے پل کو پار کیا پھر کسی حاکم کی اطاعت نہیں کی۔

حجاج نے جواب دیا کہ وہاں صرف عبدالرحمٰن ہی میرے لئے خطرناک اور مجھ سے بغاوت اور سرکشی کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں۔

عبدالرحمٰن کو فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کرنا اور عبدالرحمٰن کا حجاج کی تقریر سنانا

بہر حال حجاج نے عبدالرحمٰن کو اس لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ عبدالرحمٰن اس فوج کے ساتھ ۸۰ھ میں سجستان پہنچا۔ سجستان پہنچ کر تمام باشندوں کو خطبہ سننے کے لئے بلایا۔ اور منبر پر چڑھ کر حسب ذیل تقریر کی۔

اے لوگو! حجاج نے مجھے تمھارے سرحدی علاقوں کی حفاظت اور تمھارے دشمنوں سے جنھوں نے تمھارے شہروں کو لوٹا اور تمھارے اکثر افراد کو زیر تلوار کیا ہے۔ جہاد کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بھی اہل فوج سے پیچھے نہ رہ جائے ورنہ وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ آپ سب اپنی فوجی کیمپ میں حاضر ہو

جائیں۔

چنانچہ تمام لوگوں نے اس حکم پر عمل کیا۔ ان کے لئے بازار لگا دیئے گئے۔ اور اب لوگوں نے جنگ کے لئے تیاری شروع کی۔ ہتھیار وغیرہ درست کرنے لگے۔ اس تیاری کی اطلاع رتبیل کو ہوئی اس نے خوف زدہ ہو کر عبدالرحمٰن کو ایک خط لکھا کہ مسلمانوں نے مجھے جنگ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں آپ سے صلح کی درخواست کرتا ہوں۔ اور خراج دینے کے لئے تیار ہوں۔

عبدالرحمٰن نے اس کی درخواست منظور نہیں کی۔ اور نہ خراج لینا پسند کیا، بلکہ اپنی زبردست فوج کے ساتھ اس کے علاقہ میں دھاوا شروع کر دیا۔

جب عبدالرحمٰن رتبیل کے علاقہ کے پہلے شہر میں داخل ہوئے۔ رتبیل نے اپنی تمام فوج اپنے پاس بلالی۔ اور تمام علاقہ، تجارتی منڈیاں اور قلعے عبدالرحمٰن کے لئے چھوڑ دیئے۔

عبدالرحمٰن جس شہر پر قبضہ کرتے تھے اس پر اپنا عامل مقرر کر کے بھیج دیتے تھے۔ اس کی حفاظت کے لئے فوجی لشکر بھیج دیتے تھے ایک شہر سے دوسرے شہر تک ڈاک کا سلسلہ بھی قائم کر دیا۔ پہاڑی دروں اور گھاٹیوں میں پہرے قائم کر دیئے اور ایسی جگہ پر جہاں سے خطرہ کا احتمال تھا فوجی چوکیاں بٹھا دیں۔

جب عبدالرحمٰن نے اس کے بڑے وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مویشیوں اور بہت سامان غنیمت قبضہ میں لے لیا اپنی فوج کو مزید آگے بڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ اس سال یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ جو ہمیں مل چکا ہے۔ اب ہمیں چاہیے کہ خراج وصول کریں اور لگان مشخص کریں۔ تاکہ اس اثناء میں مسلمان یہاں کے راستوں سے بے خوف ہو جائیں۔ اور پھر آئندہ سال آگے بڑھیں گے۔ ہر سال رتبیل کے علاقہ پر آہستہ آہستہ قبضہ کرتے جائیں گے۔ اور اسی طرح ایک دن اس کے تمام خزانوں اور اہل وعیال پر قبضہ کر لیں گے۔ ان کے بعد ترین شہروں اور مضبوط ترین قلعوں پر قابض ہو جائیں گے۔ اور پھر جب تک کہ اللہ ان کفار کو بلکل تباہ کر دے گا ہم یہاں سے نہ ہٹیں گے۔

پھر عبدالرحمٰن نے ان تمام فتوحات کی اطلاعیں جو مسلمانوں کو دشمن کے علاقہ میں حاصل ہوئیں۔ اور ان احسانات کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیئے حجاج کو خط کے ذریعہ سے اطلاع کر دی۔ اور اپنی وہ رائے بھی لکھ دی جس پر آئندہ عمل کرنے کا انھوں نے ارادہ کیا تھا۔

دوسرے لوگوں نے ابن الاشعث کے بجستان کا عامل مقرر کئے جانے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ حجاج نے پہلے ہمیان بن عدی السدوسی کو اس لئے کرمان بھیجا کہ یہ اس علاقہ کی حفاظت کریں اور عاملان سند اور بجستان میں جس کو امداد کی ضرورت ہو یہ اسے امداد دیں۔ مگر ہمیان اور اس کی فوج حجاج سے باغی ہو گئی حجاج نے ابن الاشعث کو اس کے سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ابن الاشعث نے ہمیان کو شکست دی۔ اور حجاج نے انھیں ہمیان کی جگہ مقرر کر دیا اسی درمیان میں بجستان کے عامل عبیداللہ بن ابی بکرہ کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے ابن الاشعث کو ان کی جگہ بجستان کا عامل مقرر کر دیا۔ اور اس کے لئے باقاعدہ طور پر فرمان لکھ دیا۔

اس کے علاوہ حجاج نے ایک اور فوج بجستان بھیجنے کے لئے تیار کی۔ علاوہ معمولی تنخواہوں کے بیس لاکھ

درہم اس فوج پرخرچ کئے لوگ اسے جیش الطواویس کہنے لگےاورابن الاشعث کورتبیل پرفوج کشی کرنے کاحکم دیا۔

ابان بن عثمان نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔مگر بعض ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے اسی سال حج کرایا۔

مدینہ کے حاکم ابان بن عثمان تھے۔عراق اور تمام مشرک ممالک کا گورنر حجاج تھا اور حجاج کی جانب سے خراسان کے عامل مہلب تھے ابو بردہ بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔اس سال عبدالملک نے اپنے بیٹے یزید جو جہاد کے لئے بھیجا۔

۸۰ھ کے اہم واقعات کا تزکرہ

اس سال شہر قالیقلا مسلمانوں نے فتح کیا۔عبدالملک نے اپنے بیٹے عبیداللہ کو جہاد کے لئے بھیجا اور اس نے اس شہر کو فتح کیا۔

اسی سال بحرین ورقا الصریمی خراسان میں مارا گیا اس کا تفصیلی بیان حسب ذیل ہے۔

بحیر نے امیہ بن عبداللہ کے حکم سے بکیر کو قتل کیا تھا۔اس پر عثمان بن رحیا بن جابر بن شداد۔متعلقہ بنی عوف بن سعید نے جو انباء میں تھا چند شعر کہے جس میں خاندان بکیر کے افراد کو بکیر کا بدلہ لینے کے لئے ابھارا تھا۔

جب بحرین کو معلوم ہوا کہ انباء مجھے دھمکی دے رہے ہیں اس نے بھی دو فخریہ شعروں میں اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔

قبیلہ بن عوف بن کعب بن سعد کے سترہ آدمیوں نے بکیر کے خون کا قصاص لینے کے لئے وعدہ کیا۔چنانچہ شمردل نامی ایک شخص صحرا سے روانہ ہوکر خراسان پہنچا جب اس کی نظر بحیر پر پڑی جو اس وقت کھڑا ہوا تھا۔شمردل نے فوراً اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے گرا دیا اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میں نے بحیر کا کام تمام کر دیا ہے اسی اثناء میں لوگوں نے کہا کہ یہ خارجی ہے اور گھوڑے دوڑاتا ہے اس کی تلاش میں چلے شمردل گھوڑے سے گر گیا اور مارا گیا۔

جب اس کوشش میں ناکامیابی ہوئی تو پھر صعصعہ بن حرب العوفی متعلقہ بنی جندب صحرا سے اسی خیال سے روانہ ہوا اس نے اپنا تمام سامان فروخت کر کے اس کے بجائے ایک گدھا خرید لیا۔

صعصعہ بجستان آیا اور بحیر کے رشتہ داروں کے پڑوس میں آکر ٹھہرا۔ان سے نہایت ہی نرمی واخلاق سے پیش آنے لگا۔اور کہنے لگا کہ میں اہل یمامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتا ہوں۔

یہ شخص ہمیشہ بحیر کے عزیزوں کے پاس آتا تھا اور ان میں بیٹھنے اٹھنے لگا تھا جب وہ لوگ اچھی طرح اس سے مانوس ہوگئے تو ایک دن اس سے کہنے لگا کہ خراسان میں میری کچھ میراث تھی اس پر دوسرے لوگوں نے غاصبانہ طریقہ پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ خراسان میں بحیر کا بہت کچھ اثر اور دخل ہے آپ لوگ ان کے نام ایک سفارشی خط مجھے لکھ دیجئے تاکہ وہ اس معاملہ میں میری مدد کریں چنانچہ بحیر کے رشتہ داروں نے بحیر کے نام خط لکھ کر دیدیا۔صعصعہ بجستان سے روانہ ہوکر مرو پہنچا۔اس وقت مہلب کفار سے جہاد میں مصروف تھے۔

مرو میں بنی عوف کے جو لوگ تھے ان کی ایک جماعت سے اس کی ملاقات ہوئی۔صعصعہ نے انھیں اپنے مرو آنے کی وجہ بتائی۔بکیر کا آزاد غلام صیقل نے جوش انبساط میں صعصعہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

صعصعہ نے اس سے خنجر کی فرمائش کی۔صیقل نے اسے خنجر بنا دیا اور اسے خوب تپا کر کئی مرتبہ گدھی کے

دودھ میں غوطے دیئے۔

صعصعہ مرو سے روانہ ہو کر دریا کو پار کر کے مہلب کے لشکر گاہ میں پہنچا، مہلب اس دن مقام اخرون میں مقیم تھے۔ بجیر سے ملا اور وہ سفارشی خط انھیں دیا اور کہا کہ میں قبیلہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ ابن ابی بکر کے ساتھیوں میں تھا۔ بجستان میں میری جو جائداد تھی وہ تو جاتی رہی۔ مرو میں کچھ باقی ہے اسے بیچنے کے لئے آیا ہوں اس کام سے فارغ ہونے کے بعد یمامہ واپس چلا جاؤں گا۔

صعصعہ پر بجیر کے اعتماد کی بحالی

اس پر بجیر نے حکم دیا کہ اخراجات ضروری کے لئے کچھ روپیہ اسے دیدیا جائے۔ اپنے پاس ہی اسے ٹھہرایا۔ اور کہا کہ جس معاملہ میں چاہو تم میری امداد لے سکتے ہو۔

صعصعہ نے کہا اس فوج کی واپسی تک میں یہیں آپ کے پاس ٹھہرا رہوں گا۔

چنانچہ صعصعہ ایک ماہ یا قریب ایک ماہ کے بجیر کے ساتھ مقیم رہا بجیر کے ساتھ مہلب کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا تھا اور اس طرح اور لوگوں سے اس کی جان پہچان بھی ہو گئی تھی۔

بجیر کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ مبادا کوئی شخص اچانک مجھ پر حملہ کر دے۔ اس وجہ سے وہ کسی شخص پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ مگر جب صعصعہ بجیر کے رشتہ داروں کا سفارشی خط لے کر اس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتا ہوں بجیر اس جانب سے بے خطر ہو گیا تھا۔

ایک روز بجیر مہلب کے یوانخانہ میں معمولی قمیص چادر اور جوتے پہنے ہوئے بیٹھا ہوا تھا کہ صعصعہ بھی آیا اور اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ پھر اس کے اور قریب ہو گیا۔ اور اس طرح اس پر جھک پڑا گویا کوئی بات کہنا چاہتا ہے۔ اور پھر یکایک اس کی پشت سے کمر میں خنجر گھونپ دیا جو پیٹ تک اتر گیا۔

اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ خارجی ہے مگر اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے بکیر کا بدلہ لیا ہے۔

ابو العجفا بن ابی الفرقاء نے جو آج کل مہلب کے محافظ دستہ کا افسر تھا اسے گرفتار کر کے مہلب کے سامنے پیش کیا۔ مہلب نے اس سے کہا کہ تیرا مقصد پورا نہیں ہوا اور تو نے مفت میں اپنی جان ہلاکت میں ڈالی۔ بجیر کی حالت خطرناک نہیں ہے۔

صعصعہ نے کہا کہ میں نے ایسا کاری وار لگایا ہے کہ وہ بچ نہیں سکتا۔ خنجر پیٹ تک اتر گیا ہے اس کے پیٹ کی بدبو میرے ہاتھوں میں آتی ہے۔ مہلب نے اسے قید کر دیا ابناء کے کچھ لوگ جیل خانہ میں اس سے جا کر ملے اور انھوں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

بجیر کی ہلاکت

دوسرے روز دن بلند ہونے کے وقت بجیر نے داعی اجل کو لبیک کہا جب صعصعہ کو بجیر کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ اب جو چاہو میرے ساتھ سلوک کرو مجھے کچھ پروا نہیں۔ اب بنی عوف کی عورتوں کی نذریں پوری ہو گئیں میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے۔ اب جو کچھ میرا حشر ہو مجھے اس کی پروا نہیں۔

کئی مرتبہ تنہائی میں مجھے موقع حاصل ہوا تھا کہ میں اس کا کام تمام کر دیتا مگر میں نے بے خبری میں مارنا

بزدلی کا خیال کیا۔

اب مہلب نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ میں نے اس جیسا موت سے نڈر اور صابر شخص نہیں دیکھا۔

بعد ازاں مہلب نے بحیر کے چچیرے بھائی ابوسویقہ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا، انس بن طلق نے اس سے کہا کہ بحیر تو اب قتل ہو ہی چکا ہے۔ وہ تو واپس آ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے صعصعہ کو قتل نہ کرو۔

ابوسویق نے ایک نہ سنی۔ صعصعہ کو قتل کر ڈالا اس پر انس نے اسے بہت کچھ برا بھلا کہا۔

دوسری روایت کے مطابق بحیر صعصعہ کو مارنے کے بعد مرا

دوسرے راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بحیر ابھی زندہ تھا کہ مہلب نے صعصعہ کو بحیر کے پاس بھیج دیا۔ اس پر انس بن طلق العبشمی نے بحیر سے کہا کہ تم نے بکیر کو قتل کیا تھا اس کا بدلہ اس شخص نے تم سے لیا ہے تم اسے چھوڑ دو۔

بکیر بحیر نے ایک نہ سنی لوگوں سے کہا کہ اسے میرے قریب لاؤ اور صعصعہ سے مخاطب ہو کر کہا میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تو زندہ ہے۔

لوگوں نے صعصعہ کو بحیر کے قریب کر دیا۔ بحیر نے اس کے سر کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھا اور کہا ،اے کمینے ٹھہر تو بدترین مخلوق ہے، ابن طلق نے بحیر سے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے میں تو تجھ سے اس کی سفارش کر رہا ہوں اور تو اسے میرے ہی سامنے قتل کئے ڈالتا ہے۔

مگر بحیر نے اسے اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا۔

صعصعہ اور بحیر کی وجہ سے قبیلوں میں پھوٹ

پھر بحیر بھی مر گیا اس پر مہلب نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ جہاد تو منحوس ہوا کہ بحیر اس میں قتل کئے گئے۔

صعصعہ کے قتل کئے جانے کی وجہ سے قبیلہ عوف بن کعب اور ابناء بگڑ بیٹھے اور کہنے لگے صعصعہ کو کیوں قتل کیا گیا؟ اس نے تو بکیر کا بدلہ لیا تھا، قبیلہ مقاعس اور دوسرے تحت کے قبیلے ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے جب لوگوں نے دیکھا کہ اس طرح فتنہ وفساد بڑھ جائے گا تو ان میں جو ارباب عقل مند اور دانشمند تھے انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بحیر کی جان تو بکیر کے معاوضہ میں سمجھ لی جائے البتہ صعصعہ کی جان کی دیت دیدی جائے، چنانچہ قبیلہ مقاعس والوں نے صعصعہ کی جان کے عوض دیت ادا کر دی قبیلہ ابنا والوں میں سے ایک شخص نے صعصعہ کی تعریف میں دو شعر بھی کہے۔

عبدالرحمن الکبیر ابو ربیع جو صعصعہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا وہ صحرہ میں بکیر کے قبیلے والوں کے پاس آیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ چونکہ صعصعہ نے بکیر کی موت کا بدلہ لینے کے لئے اپنی جان قربان کی ہے اس لئے آپ لوگ اس کی جان کے عوض دیت ادا کیجئے۔

چنانچہ بکیر کے قبیلہ نے صعصعہ کی دیت ادا کی اس طرح اس کی دو دیتیں دی گئیں۔

عبدالرحمٰن کی حجاج کے خلاف بغاوت

ابومخنف کے بیان کے مطابق اسی سال میں عبدالرحمٰن بن الاشعث اور اس کے ساتھ عراق کی جو فوج تھی اس نے حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاج سے جنگ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھے۔

مگر واقدی یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی حجاج سے بغاوت اور اس کے تفصیلی واقعات

عبدالرحمٰن بن محمد الاشعث کو علاقہ رتبیل میں جو کچھ کامیابی ہوئی اور آئندہ کے لئے وہ طرزِ عمل پر کاربند ہونا چاہتے تھے، ان تمام باتوں کی اطلاع انھوں نے حجاج کو کر دی۔

اس کا بیان ہم پہلے ۸۰ھ کے واقعات میں کر چکے ہیں۔ البتہ ۸۱ھ کے واقعات جو ان سے متعلق ہیں ان کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

حجاج کا ابن الاشعث کے نام سخت خط

حجاج نے ابن الاشعث کے خط کے جواب میں انھیں لکھا

حمد وثناء کے بعد۔ تمھارا خط مجھے ملا۔ جو کچھ تم نے لکھا تھا میں نے اسے سمجھا۔ مگر تمھارے خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ایک ایسے شخص نے لکھا ہے جو صلح واشتی کا دل و جان سے خواہش مند ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسے ذلیل وحقیر دشمن سے تعلقات پیدا کر لئے ہیں جس نے مسلمانوں کی ایک جرار اور بہادر فوج کو ہلاک کیا تھا۔

اے عبدالرحمٰن کی ماں کے بیٹے! یاد رکھو اگر تم نے میری فوج اور میرے سریع احکام کی موجودگی میں دشمن کے ساتھ لڑنے سے اجتناب کیا تو تمھارا حشر وہی ہوگا جیسا کہ اور مسلمانوں کا ہو چکا ہے میں تمھاری اس رائے کو جسے تم فوجی چال سمجھتے ہو ہرگز خیال نہیں کرتا بلکہ یہ محض تمھاری کاہلی اور بزدلی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اس لئے اب میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم میری پہلی ہدایت پر عمل کر و دشمن ملک میں بڑھتے چلے جاؤ۔ اس کے تمام قلعوں کو مسمار جنگجو سپاہیوں کو تہ تیغ اور اہل وعیال و متعلقین کو لونڈی، غلام بنالو۔

اس خط کے بعد ہی حجاج نے حسب ذیل ایک اور خط ابن الاشعث کے نام لکھا۔

حجاج کا ابن اشعث کے نام دوسرا خط

حمد وثناء کے بعد جو مسلمان تمھارے پاس ہیں انہیں احکام دیدو کہ تا وقتیکہ اس تمام علاقہ کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمان فتح نہ کرلیں تم برابر اس مفتوحہ علاقہ میں مقیم رہو اور زراعت شروع کر دو۔

اس خط کے بعد ہی پھر ایک تیسرہ خط حجاج نے ابن الاشعث کو لکھا۔

تیسرا خط

حمد وثناء کے بعد میں نے دشمن کے علاقہ میں بڑھنے کے لئے تمھیں جو حکم دیا ہے تم اس کی فوراً تعمیل کرو۔ ورنہ تم علیحدہ ہو جاؤ۔ اور اسحٰق بن محمد تمھارے بھائی تمھاری جگہ سپہ سالار مقرر کئے جاتے ہیں۔

ابن الاشعث کی تقریر اور عوام کا حجاج کے خلاف ہم رائے ہونا

خط پڑھ کر ابن الاشعث نے کہا کہ میں خود ہی اسحٰق کے بوجھ کو اٹھاؤں گا۔ عبدالرحمٰن اسحٰق سے ملا۔ اسحٰق نے اس سے کہا کہ آپ ایسا نہ کیجئے۔ مگر اس پر عبدالرحمٰن نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم نے کسی سے اس بات کا تذکرہ کیا تو میں تمھیں قتل کر ڈالوں گا۔ اسحٰق نے خیال کیا کہ شاید عبدالرحمٰن میرے مارنے کے لئے تلوار اٹھانا چاہتے ہیں اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

عبدالرحمٰن نے تمام فوج کو خطبہ سنانے کے لئے بلایا اور حمد وثناء کے بعد کہا آپ لوگ واقف ہیں کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں ایسا کام کرنے کے لئے تیار ہوں جس سے آپ کو نفع پہنچے گا دشمن کے مقابلہ کے لئے میں نے جو طرز عمل آپ کے لئے تجویز کیا تھا میں نے اس کے بارے میں آپ کے ارباب عقل اور تجربہ رکھنے والے لوگوں سے مشورہ لے لیا تھا اور پھر میری راء کو ان صاحبوں نے آپ کے لئے اس وقت اور آئندہ کے لئے بھی مناسب سمجھا تھا۔

اس معاملہ کی اطلاع میں نے آپ کے امیر حجاج کو بھی کر دی۔ اس کے جواب میں حجاج نے مجھے یہ خط لکھا ہے جس میں مجھے بزدل اور کمزور بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں فوراً آپ لوگوں کو لے کر دشمن کے ملک میں بڑھتا چلا جاؤں۔ یہ وہی علاقہ ہے جس میں ابھی حال میں آپ کے دوسرے بھائی تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی چونکہ میں بھی آپ کا ایک فرد ہوں اس لئے آپ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے ہوں تو میں تیار ہوں اور اگر آپ اس پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتے تو بھی میں آپ سے متفق ہوں۔

اس پر ہر طرف سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم ہرگز پیش قدمی نہیں کریں گے بلکہ ہم اس دشمن خدا کو نہیں مانتے۔ نہ اس کی اطاعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حجاج کے خلاف عامر کا عوام سے خطاب

مطرف بن عامر بن واثلۃ الکنانی نے بیان کیا ہے کہ اس موقع پر سب سے پہلے میرے باپ نے جو شاعر تھے اور مقرر بھی تھے، کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد وثناء کے بعد کہنے لگے۔

حجاج کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بھائی سے کہا تھا کہ تو اپنے غلام کو گھوڑے پر سوار کر۔ اگر یہ ہلاک ہو جائے گا تجھے کیا پروا؟ اور اگر زندہ بچ گیا تو ہی اس کا مالک ہے۔

حجاج ذرا برابر بھی تمھاری پروا نہیں کرتا اس وجہ سے اس نے تمھیں ایسے پرخطر ممالک میں بھیجا ہے۔ اگر

تمھیں فتح ہوئی تو مالِ غنیمت تو تم حاصل کرو گے۔ مگر اس علاقہ کی آمدنی ساری اس کی ہے اس طرح اس کی طاقت و بدبہ میں اضافہ ہوگا اور اگر دشمن نے تم پر فتح پائی تو بس اس وقت حجاج کے نزدیک تم ایسے قابل عداوت دشمن ہو جاؤ گے جن کی تکالیف کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور جس پر مطلقاً رحم نہیں کیا جاتا۔

اس لئے آپ لوگ دشمن خدا حجاج کو چھوڑ دیجئے۔ اور عبدالرحمٰن کو اپنا امیر بنالیجئے اور میں اس کی ابتداء کرتا ہوں اور آپ سب کو اس پر گواہ بناتا ہوں۔

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی ہر طرف سے صدائیں آئیں۔ ہم آپ کی رائے پر عمل کرتے ہیں اور دشمن خدا حجاج کو چھوڑ دیتے ہیں!

سالار دستہ عبدالمؤمن کی حجاج کے خلاف تقریر

اس کے بعد عبدالمومن بن شبث بن ربعی التمیمی جو عبدالرحمٰن کے اس مہم پر روانہ ہونے کے بعد سے محافظ دستہ کا سردار تھا تقریر کرنے کھڑا ہوا اور یوں گویا ہوا۔

اے اللہ کے بندو! خوب سمجھ لو اگر تم نے حجاج کے احکام کی تعمیل کی تو وہ حکم دے گا تم اسی علاقہ کو اپنا وطن سمجھو اور جس طرف فرعون نے فوجوں کو دشمن کے علاقہ مین عرصہ تک مقیم رکھا تھا اس طرح یہ بھی تمھیں یہیں رکھے گا۔

اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ حجاج ہی نے سب سے پہلے اس فوج کو جو مہم پر بھیجی جاتی ہے ہمیشہ کے لئے دشمن کے ملک میں حکماً و جبراً رہنے کا حکم دیا۔ اس طرح تمھیں کبھی موقع نہیں ملے گا اپنے اعزا و احباب سے مل سکو اور یوں اس دنیا سے چل بسو گے۔ بہتر ہے کہ اپنے اس امیر کے ہاتھ پر جو یہاں موجود ہے بیعت کر لو اور پھر اپنے دشمن پر پلٹ پڑو۔ اور اپنے ملک سے اسے نکال دو۔

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی تمام لوگ بیعت کرنے کے لئے عبدالرحمٰن کی جانب بڑھے اور بیعت کرنے لگے۔

ابن الاشعث کا لوگوں سے حجاج کے خلاف بیعت لینا

عبدالرحمٰن بن الاشعث نے کہا کہ آپ لوگ میرے ہاتھ پر ان مقاصد کے حصول کے لئے بیعت کیجئے ، سب سے پہلے یہ کہ ہمیں دشمن خدا حجاج سے کوئی تعلق نہیں دوسرے یہ کہ اس کے مقابلہ میں آپ لوگ میری امداد و حمایت کریں۔ تاکہ ہم اسے سرزمین عراق سے نکال دیں۔

غرض کہ انھیں امور کے لئے لوگوں نے ابن الاشعث کے ہاتھ پر بیعت کی مگر اس موقع پر ابن الاشعث نے خلیفہ عبدالملک کی ترک اطاعت وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

عمر بن ذر القاص راوی کہتا ہے کہ میرا باپ اس وقت وہاں موجود تھا ، رچونکہ پہلے ایک وقت میں ابن الاشعث کے بھائی قاسم بن محمد کے ساتھ ہو گیا تھا اس لئے ابن الاشعث نے حجاج کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور انہوں نے میرے باپ کو جیل خانہ سے بلایا۔ انہیں خلعت انعام دیا۔ اور پھر وہ بھی ابن الاشعث کے ساتھ ہو گئے۔ قاص زبردست مقرر تھا۔

ابن الاشعث کا علاقوں پر گورنر مقرر کرنا اور رتبیل سے صلح کرنا

عبدالرحمٰن جب سجستان سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے مقام بست پر عیاض بن ہمیان البکری (متعلقہ بنی سدوس بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ) کو اور مقام زرنج پر عبداللہ بن عامر التمیمی کو رئیس مقرر کر دیا۔

اور پھر رتبیل کے پاس صلح کرنے کے لئے سفیر بھیجا اور اس شرط پر دونوں میں صلح ہوگئی کہ اگر اس کشمکش میں ابن الاشعث کامیاب ہوں تو رتبیل آئندہ سے خراج نہ دے اور اگر ابن الاشعث کو شکست ہوئی اور وہ رتبیل کے پاس آ جائیں تو رتبیل انہیں پناہ دے گا۔

بہرحال جب عبدالرحمٰن سجستان سے عراق کی طرف روانہ ہوئے تو اعشیٰ بھی ان کے آگے آگے گھوڑے پر سوار چلتا تھا۔ اور اپنے اشعار پڑھتا جاتا تھا۔

ابن الاشعث کے دستہ کا حجاج کے دستہ صف آرا ہونا

عبدالرحمٰن نے عطیہ بن عمرو العنبری کو اپنے مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کیا تھا حجاج نے بھی اس کے مقابلے کے لئے دستہ بھیجا جب بھی عطیہ کی حجاج کے رسالہ سے جنگ ہوئی اس نے اس سے کہا کہ عطیہ ہے اس موقع پر بھی اعشیٰ نے دو شعر کہے۔

غرض کہ عبدالرحمٰن نے اس فوج کے ہمراہ عراق کا رخ کیا اس سے پہلے اس نے ابو اسحٰق السبیعی کو دعوت دی تھی کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ اور عبدالرحمٰن نے اس سے کہا کرتا تھا کہ تم میرے ماموں ہو اس لئے اس نے دریافت کیا کہ ابواسحاق آئے یا نہیں۔

ابو اسحٰق سے لوگوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن آپ کو پوچھ بھی رہے تھے مگر آپ ان کے پاس نہیں گئے۔ مگر ابو اسحٰق نے عبدالرحمٰن کے پاس جانا کچھ اچھا نہیں سمجھا اور نہیں گیا۔

عبدالرحمٰن بڑھتا ہوا کرمان پہنچا۔ حجاج نے خرشتہ بن عمرالتمیمی کو دستہ کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ ابو اسحٰق بھی کرمان پر فروکش ہوا مگر جنگ جماجم تک عبدالرحمٰن کی اس بغاوت کے جھگڑے میں شریک نہیں ہوا۔

عبدالرحمٰن ابن الاشعث کے لشکریوں کا عبدالملک کی بیعت سے بھی انحراف

جب یہ تمام فوجیں سرزمین فارس میں داخل ہوگئیں تو لوگوں نے آپس میں صلح و مشورہ کرنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ جب ہم نے حجاج کے خلاف جو عبدالملک کا عامل ہے علم بغاوت بلند کر دیا ہے تو گویا ہم نے عبدالملک سے بھی بغاوت کر دی ہے۔

یہ سب لوگ اس مشورہ کے بعد عبدالرحمٰن کے پاس جمع ہوئے سب سے پہلے تیحان بن ابجر متعلقہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جس طرح اپنا کرتا اتارے ڈالتا ہوں اسی طرح میں نے آج سے عبدالملک کی اطاعت کو اپنی گردن سے اتار دیا ہے۔

تھوڑے سے لوگوں کے سوا باقی تمام لوگوں نے اس کی تقلید کی اور عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن نے اتباع قرآن پاک، سنت رسول اللہ، گمراہی اور فسق و فجور کے سرغنوں کی ترک نصرت اور

ایسے لوگوں کے خلاف جنھوں نے منہیات شرعیہ کو جائز قرار دیدیا ہے۔ جہاں پر آمادگی کے لئے لوگوں سے بیعت لینا شروع۔ جو شخص ان باتوں کو تسلیم کر لیتا تھا اس سے بیعت لی جاتی تھی۔

حجاج کا عبدالملک سے مدد طلب کرنا

حجاج کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی اس نے عبدالرحمٰن کے باغیانہ طرز عمل کی عبدالملک کو خط کے ذریعے اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ فوراً میری امداد کے لئے فوج روانہ فرمائیے۔ اس کاروائی کے بعد حجاج بصرہ آ گیا۔

مہلب کا ابن اشعث کو خط

دوسری طرف مہلب کو عبدالرحمٰن کی اس بغاوت کا علم اسی وقت ہو چکا تھا۔ جب کہ عبدالرحمٰن ابھی سجستان ہی میں تھا۔ اس پر مہلب نے ابن الاشعث کو لکھا۔

حمد وثناء کے بعد۔ اے عبدالرحمٰن تم نے رسول اللہ ﷺ کی امت کے خلاف اپنا پاؤں سخت گمراہی وضلالت کے رکاب میں رکھا ہے۔ دیکھو خواہ مخواہ اپنی جان عزیز کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمانوں کے قیمتی خون کو نہ بہاؤ۔ اتحاد امت میں تفرقہ نہ ڈالو اور اپنے عہد اطاعت ووفاداری کو نہ توڑو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں اپنے ساتھیوں سے خوف زدہ ہوں کہ کہیں وہ ہی میری جان کے در پے ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مقابلہ میں اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اس لئے خون بہا کر، یا محرقات کا حلال سمجھ کر تم اپنی جان کو اللہ کے سامنے مجرم نہ بناؤ و سلام علیک۔

اسی طرح مہلب نے حجاج کو حسب ذیل خط لکھا،

مہلب کا حجاج کے نام خط

حمد وثناء کے بعد اہل عراق آپ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں ان کی مثال ایک ایسے سیلاب کی سے جو بلندی سے پستی کی طرف آ رہا ہوا، جب تک کہ وہ ہموار سطح تک نہیں پہنچ جاتا کوئی شے اس کی روانی کو روک نہیں سکتی۔ بعینہ یہی مثال اہل عراق کی ہے۔ کاروائی کی ابتداء میں ان میں بہت زیادہ جوش خروش ہوتا ہے۔ اور اپنے اہل و عیال سے ملنے کا جنون ان کے سروں پر سوار ہوتا ہے۔ اس جوش کی حالت میں کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی۔ البتہ جب وہ اپنے اہل وعیال میں پہنچ جائیں اور ان میں گھل مل جائیں اس وقت آپ ان کے خلاف کاروائی کریں اور انشاء اللہ ایسی صورت میں اللہ آپ کو ان پر فتح دینے والا ہے۔

حجاج کی رائے اور عبدالملک کے پاس حجاج کے خطوط کا پہنچنا

حجاج نے اس خط کو پڑھ کر کہا اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگرچہ میں ان کا ہم خیال تو نہیں ہو سکتا مگر اس میں شبہ نہیں کہ ان کا مشورہ خیر خواہانہ ہے۔

جب حجاج کا خط عبدالملک کے پاس پہنچا اسے سخت تشویش پیدا ہوئی تخت پر سے اتر پڑا خالد بن یزید بن معاویہ کو بلوا بھیجا اور اس خط کو پڑھوایا۔

خالد بن عبداللہ کے اس خوف و ہراس کو دیکھ کر عرض کی کہ اے امیر المومنین اگر یہ فتنہ بجستان کی سمت سے رونما ہوا ہے تو آپ ہرگز خوف نہ کریں البتہ اگر یہ فتنہ خراسان سے اٹھا ہوتا تو آپ کے لئے محل تشویش ہوتا۔

خلیفہ عبدالملک کی تقریر

عبدالملک اپنے قصر امارات سے برآمد ہو کر رعایا کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور حمد وصلوۃ کے بعد کہنے لگے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہل عراق پر میری زندگی دو بھر ہوگئی ہے اور انہوں نے میری طاقت کا اندازہ لگانے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اے خداوندا تو ان پر اہل شام کی تلواروں کو مسلط کر دے تا کہ وہ تیری پھر خوشنودی کے حلقہ میں آ جائیں اور جب وہ تیری خوشنودی حاصل کر لیں تو پھر ایسا فعل نہ کریں جو تیری ناراضگی کا باعث ہو اس تقریر کو ختم کر کے عبدالملک منبر سے اتر آئے۔

حجاج اب تک بصرہ میں ہی اقامت گزیں رہا اور عبدالرحمٰن کے مقابلے کے لئے تیاریاں کرنے لگا اور مہلب کی رائے پر عمل کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

ملک شام سے عبدالملک کی طرف سے روزانہ حجاج کے پاس سو سو پچاس پچاس دس دس اور اس سے کم کی تعداد میں شہسوار پہنچنا شروع ہوئے۔

اور اسی طرح حجاج نے بھی عبدالملک کے پاس روزانہ خطوط کی ڈاک لگا دی۔ جس میں عبدالرحمٰن کی گھڑی گھڑی کی نقل وحرکت کہ وہ آج کس جگہ مقیم ہوا اور کہاں سے اس نے کوچ کیا اور کون کون سی جماعتیں اس کے ساتھ شامل ہوتی رہی ہیں مندرج ہوتی تھی۔

فضیل بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ ہماری چھاؤنی اس وقت کرمان میں تھی اور اس میں چار ہزار کوفہ اور بصرہ کے سوار متعین تھے۔ جب ابن محمد بن الاشعث کا اس مقام سے گزر ہوتو یہ تمام فوج اس کے ہمراہ ہوگئی۔

حجاج نے اپنی ہی رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا وہ خود آگے بڑھ کر ابن الاشعث کا مقابلہ کرنے۔ اسی غرض سے وہ شامی فوج کو لے کر مقام تستر آیا، مطہر بن حرالعکی یا جذامی اور عبداللہ بن رمثیۃ الطائی کو اپنے آگے کیا اور مطہر ہی ان دونوں جماعتوں کے افسر اعلیٰ تھے۔

یہ دونوں سردار آتے آتے دریائے قارون تک پہنچے دوسری جانب عبدالرحمٰن ابن محمد نے اپنے سواروں میں سے ایک دستہ علیحدہ کر کے جن کی تعداد تین سو تھی عبداللہ بن ابان الحارثی کے ماتحت کر دیا تھا تا کہ وہ عبدالرحمٰن اور اس کی اصل فوج کے لئے بیرونی فوج چوکی کے فرائض انجام دیئے۔

پہلی جھڑپ اور حجاجیوں کی شکست

جب مطہر بن حر اس دستہ کے قریب پہنچا اس نے عبداللہ بن رمثیۃ الطائی کو حملہ کرنے کا حکم دیا عبداللہ نے اپنا دستہ آگے بڑھا دیا مگر اسے شکست ہوئی۔ اور وہ واپس ہو کر عبداللہ کے پاس آ گیا۔

اس جھڑپ میں اس کے اکثر ساتھی زخمی ہوئے۔

ابوزبیر الہمدانی کو اس وقت ابن محمد کے ساتھ تھے بیان کرتے ہیں کہ ابن محمد نے اپنی فوج کو اپنے پاس جمع

کر کے حکم دیا کہ اسی جگہ سے دریا کو عبور کرو۔

حجاج کے دونوں سالاروں کی شکست اور حجاج کو اطلاع

تمام لوگوں نے اپنے گھوڑے اسی مقام سے جہاں سے عبور کرنے کا حکم دیا گیا تھا دریا میں ڈال دیئے اور پلک جھپکتے ہی ہمارے دستہ کے بیشتر حصہ نے دریا کو عبور کر لیا ابھی پوری فوج نے عبور نہیں کیا تھا کہ ہم نے مطہر بن حر اور عبداللہ بن رمیثہ الطائی پر حملہ کر دیا۔ اور یوم الاضحیٰ ۸۱ھ میں ہم نے ان دونوں کو شکست دی۔ ان پر سخت جانی نقصان پہنچانے اور اس کے تمام لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔

حجاج تقریر کر رہا تھا کہ شکست کی خبر ابو کعب بن عبید بن سرجس نے دی۔ اس پر حجاج نے لوگوں سے کہا کہ آپ یہاں سے بصرہ چلئے کیوں کہ وہاں فوجی صدر مرکز ہے۔ مورچے ہیں اور تمام ضروریات زندگی مہیا ہیں کیوں کہ یہ مقام جس میں ہم مقیم ہیں اتنی بڑی فوج کے بار کو برداشت نہیں کر سکتا۔

حجاج کی روانگی اور ابن الاشعث کا اس کے تعقب میں جانا

حجاج نے بصرہ کا رخ کیا اہل عراق کا رسالہ اس کے تعاقب میں چلا حجاج کے ان والوں میں سے جس کسی کا اکا دکا یہ پا جاتے اسے قتل کر ڈالتے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس پر قبضہ کر لیتے۔

حجاج کی یہ کیفیت تھی کہ کسی طرف توجہ نہیں کرتا تھا بلکہ سیدھا بصرہ کا رخ کئے چلا جاتا تھا جب اس نے زاویہ جا کر قیام کر لیا تو حکم دیا کہ محلہ کلاء میں تاجروں کے پاس جس قدر غلہ ہے اس پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ لوگ غلہ پر قبضہ کر کے زاویہ لے آئے اور بصرہ کو اہل عراق کے لئے چھوڑ دیا۔ اس وقت حجاج کی جانب سے حکم ابن ایوب بن الحکم بن عقیل الثقفی بصرہ کا عامل تھا۔

اب اہل عراق بصرہ میں داخل ہو گئے۔

جب ان باغیوں کے مقابلہ میں پہلی مرتبہ حجاج کو زک اٹھانی پڑی اور اس نے پسپائی شروع کی تو مہلب کے خط کو منگوا کر پڑھا اور کہنے لگا کہ مہلب جو ایک نہایت تجربہ کار افسر ہیں انہوں نے ہمیں یہ مشورہ دیا تھا کہ ہم ابھی اہل عراق کی مزاحمت نہ کریں مگر افسوس ہے کہ ہم نے نہ مانا۔

ابو مخنف کے علاوہ اور راویوں کا یہ بیان ہے اس زمانہ میں حکم بن ایوب بصرہ کے میر بخشی تھے۔ اور عبیداللہ بن عامر بن مسمع پولیس کے افسر اعلیٰ تھے۔

حجاج اپنی فوج کو لے کر ستقباذ میں ٹھہرا ہوا (یہ مقام ضلع اہواز کے پرگنہ دستوری میں شامل ہے) اور مقابلہ کے لئے فوجی انتظامات کئے اور دوسری طرف ابن الاشعث نے تستر میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ ان دونوں کے درمیان صرف ایک دریا حائل تھا۔

۸۱ھ کو عرفہ کی شام حجاج کے دستہ کا ابن اشعث پر حملہ اور حجاج کی شکست

حجاج نے مطہر بن حر العکی کو دو ہزار فوج کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اس فوج نے ابن الاشعث کی ایک چوکی پر چھاپا مارا۔ مگر ابن الاشعث فوراً مقابلہ کے لئے جھپٹا۔ یہ واقعہ ۸۱ھ کے عرفہ کی شام کو پیش آیا

۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل عراق نے شامیوں کے پندرہ سو آدمی قتل کئے اور بقیہ شکست کھا کر حجاج کے پاس واپس آ گئے۔

ایک روز حجاج کے پاس ڈیڑھ لاکھ فوج تھی۔ حجاج نے اس فوج کو تقسیم کر کے اپنے اور سرداروں کو زیر قیادت کر دیا۔ اور ان افسروں کو مختلف دستوں پر مقرر کر کے بصرہ کی طرف پسپائی شروع کی۔

ابن الاشعث نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرنا شروع کی اور کہا کہ حجاج تو کوئی چیز نہیں ہے ہم تو عبدالملک سے لڑنا چاہتے ہیں۔

بصرہ کے باشندوں کو جب معلوم ہوا کہ حجاج کو شکست ہوئی تو عبداللہ بن عامر بن مسمع نے چاہا کہ اس کی واپسی کا راستہ روک دینے کے لئے دریا کے پل کو توڑ ڈالے مگر حکم بن ایوب نے ایک لاکھ درہم رشوت دے کر اسے اس منصوبہ سے باز رکھا۔

جب حجاج بصرہ پہنچ گیا اس نے ابن عامر کو بلایا اور وہ ایک لاکھ درہم واپس لے لئے۔

غرض کہ ابی زبیر الہمدانی کی پہلی روایت کے مطابق جب عبداللہ بن محمد بصرہ میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ پر حجاج کے مقابلہ میں لڑنے اور عبدالملک کی اطاعت سے نکلنے کے لئے بصرہ کے تمام باشندوں نے جس میں عابد و زاہد اور ادھیڑ عمر کے تمام لوگ شریک تھے بیعت کی۔

بنی ازد کے قبیلہ جہاضم کے ایک شخص عقبہ بن عبدالغافر نامی جو صحابی بھی تھے۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے جھپٹے اور حجاج کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حجاج نے اپنے گرد خندق کھود لی۔ اوع عبدالرحمٰن نے بصرہ کے چاروں طرف خندق کھودی۔

۸۱ھ آخر ماہ ذی الحجہ میں عبدالرحمٰن بصرہ میں داخل ہوئے۔

اس سال سلیمان بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور اسی سال میں ابن ابی ذئب پیدا ہوا۔

ابان بن عثمان مدینہ کے عامل تھے، عراق اور تمام دوسرے مشرقی صوبجات کا ناظم اعلیٰ حجاج بن یوسف تھا اور حجاج کی جانب سے مہلب خراسان کے فوجی گورنر تھے اور ان کا بیٹا مغیرہ بن مہلب خراسان کے بیت المال تھا ابو بردہ بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اذینہ بصرہ کے قاضی تھے۔

۸۲ھ کے اہم واقعات

مقام زاویہ پر حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد کے معرکے اور ان کی تفصیل عبدالرحمٰن آخر ماہ ذی الحجہ ۸۱ھ میں داخل ہوا۔ ماہ محرم الحرام ۸۲ھ میں حجاج اور اس کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔

شامی اور عراقیوں میں شدید جنگ

ایک دن دونوں فریقوں میں شدید جنگ ہوئی۔ مگر آخر کار عراقیوں نے شامیوں کو شکست دی۔ شامی پسپا ہو کر حجاج کے قریب آ گئے عراق پیش قدمی کر کے ان کی خندقوں تک جا پہنچے یہاں بھی جنگ ہوئی۔ تمام قریش اور بنی ثقیف شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے اس موقع پر حجاج کے آزاد کردہ غلام اور حجاج کے میر منشی عبید بن موھب نے یہ شعر کہا۔

فــــر البــــر اوابــــن عــــمــــه مــــصــــعــــب
وفــــــ ت قــــريـــــــش غيـــــر آل

براءاوران کا چچازاد بھائی مصعب اور سعید کے خاندان والوں کے
میدان جنگ سے بھاگ گئے علاوہ تمام قریش والوں نے بھی راہ فرار اختیار کی۔

اسی طرح پھر دونوں فریقوں میں محرم الحرام کے آخر میں ایک اور مقابلہ ہوا اس جنگ میں عراقیوں نے شامیوں کو شکست دی شامیوں کا میمنہ اور میسرہ الٹ گیا ان کے نیزے سرنگوں ہو گئے اور تمام صفیں درہم برہم ہو گئیں دشمن بڑھتے بڑھتے اس جنگ تک پہنچ گیا جہاں کہ ہم لوگ حجاج کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

عراقیوں کی فتح

حجاج لڑائی کا یہ رنگ دیکھتے ہی اپنے دونوں گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور اس نے تقریباً ایک بالشت اپنی تلوار بھی نیام میں سے باہر کھینچ لی تھی اور کہنے لگا کہ سخت خطرہ اور مصیبت کے وقت مصعب نے کس قدر دلیری اور بہادری ظاہر کی اللہ ہی کے لئے ان کی خوبیاں ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اس حملہ سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ حجاج کا ارادہ بھاگنے کا نہیں میں نے اپنے والد کی جانب آنکھ ماری کہ اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں اس کا خاتمہ کر دوں مگر انہوں نے اس طرح آنکھ کا اشارہ مارا کہ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے سختی سے منع کرتے ہیں۔ میں خاموش رہا میں نے مڑ کر دیکھا کہ سفیان بن الابرد الکلبی نے عراقیوں پر حملہ کر کے دشمن کو اس موقع سے پیچھے ہٹا دیا۔

میں نے حجاج سے کہا جناب والا کو خوش خبری ہو کہ دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے اس پر حجاج نے مجھے کہا کہ کھڑے ہو کر دیکھو میں نے کھڑے ہو کر دیکھا۔ اور عرض کی کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی، پھر حجاج نے زیاد بن عمر سے کہا کہ تم کھڑے ہو کر دیکھو، زیاد کھڑے ہوئے اور دیکھ کر کہنے لگے کہ بلاشبہ دشمن کو شکست ہوئی یہ سنتے ہی حجاج سجدہ میں گر پڑا۔

جب میں واپس پلٹا تو میرے باپ نے مجھے بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہنے لگے کہ تو نے تو میرے خاندان کی تباہی کا ارادہ کیا تھا۔

اس معرکہ میں عبدالرحمٰن بن عوسجہ، ابوسفیان النہمی اور عقبہ بن عبدالغافر فرالازدی ثم الجہمی ان قاریوں میں سے جو ایک دستہ میں کھڑے ہوئے تھے مارے گئے۔

عبداللہ بن رزام الحارثی مندر میں الجارود اور عبداللہ بن عامر بن مسمع بھی قتل ہوئے ان کا سر حجاج کے سامنے پیش کیا۔ حجاج نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو یہ خیال نہ تھا کہ ہم دونوں میں کبھی جدائی ہو گی حالانکہ اب تو ان کا سر میرے سامنے لایا گیا ہے۔

سعید بن یحییٰ اور طفیل بن عامر کا قتل

اس جنگ میں سعید بن یحییٰ بن سعید بن العاص نے ایک شخص کو مقابلہ کے لئے بلایا اور اسے تہ تیغ کیا اس مقتول شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا نام نصیر تھا اور یہ مفضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا

آزاد غلام تھا اور دلیر شخص تھا اس سے پہلے حجاج سعید کی متکبرانہ چال پر اسے ملامت کیا اور کرتا تھا مگر آئندہ بھی ان کی چال کی وجہ سے انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔

طفیل بن عامر بن واثلہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔ اس شخص نے عبدالرحمن کے ہمراہ کرمان سے آتے ہوئے فارس میں چند شعر کہے تھے جس میں حجاج کی موت کی آرزو کی گئی تھی۔ اس کے قتل ہونے کے بعد حجاج نے کہا کہ تو نے میرے لئے ایسی بات کی تمنا کی تھی کہ خدا کے عمل میں تو اس کا زیادہ مستحق تھا۔ دنیا ہی میں اس نے فوراً ہی تجھے تیرے انجام تک پہنچا دیا۔ اور آخرت میں وہی تجھے عذاب بھی دینے والا ہے۔

عبداللہ بن عباس کا حجاج سے مقابلہ

دشمن نے شکست کھائی۔ اور عبدالرحمن نے کوفہ کا رخ کیا اور جو کوفی ان کے ساتھ تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ اسی طرح بصرہ کے جو طاقتور شہسوار تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

جب عبدالرحمن کوفہ چلے گئے تو دوسرے بصریوں نے عبدالرحمن ابن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

عبدالرحمن بن عباس اس بصریوں کی جماعت کے ہمراہ پانچ روز تک حجاج سے اس قدر شدید جنگ کرتا رہا جس کی نظیر دیکھنے کو لوگوں کو کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا مگر پھر یہ پلٹا اور ابن الاشعث سے جا ملا۔ بصریوں کی فوج کی ایک جماعت بھی اس کے پیچھے چلی گئی اور اس سے جا ملی۔

حریش بن ہلال السعدی متعاقہ بنی انف الناقہ جنگ میں زخمی ہوا تھا سفوان آیا اور زخموں کی وجہ سے مر گیا

زیاد کے قتل پر اس کی بیٹی کا نوحہ

اس جنگ میں زیاد بن مقاتل بن مسمع بن ثعلبہ بھی کیا یہ شخص عبدالرحمن کے ہمراہ بکر بن وائل کے دستہ اور پیدل سپاہ کا سردار تھا اس کی بیٹی حمیدہ نے اس پر نوحہ کرنا شروع کیا اور یہ شعر پڑھنے لگی۔

حامی زیاد علی رایتیہ
وفر جدی بنی العلبز

زیاد نے اپنے دونوں جھنڈوں کی حفاظت کی اور بنی الغبر کے سوار بھاگ گئے۔

بلتع السعدی جو بصرہ کے محلہ میں مرید میں گھی کی تجارت کرتا تھا نے حمیدہ کو یہ شعر پڑھتے سنا کہ وہ اس طرح اپنے باپ پر نوحہ کر رہی ہے اور بنی تمیم پر الزام لگا رہی ہے بلتع نے اپنا گھی تو اپنے دوسرے ساتھیوں کے حوالے کیا اور خود اس کے مکان کے نیچے آ کر کھڑا ہوا اور چند شعر اس کے جواب میں کہے

ماہ محرم باقی ایام اور ماہ صفر کی ابتدائی زمانہ حجاج نے بصرہ میں گزارہ اور پھر ایوب بن الحکم بن ابی عقیل کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا۔

کوفہ میں حجاج کا قائم مقام

ابن الاشعث پہلے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا، حجاج کوفہ پر عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن

عامر الحضرمی حرب بن امیہ کے حلیف کو اپنا قائم مقرر کر کے آیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق چار ہزار شامی فوج عبدالرحمٰن کے پاس تھی اور دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد صرف دو ہزار تھی۔

مطر اور ابن الحضرمی کا مقابلہ

اس زمانہ میں حنظلہ بن الورادمتعلقہ بنی ریاح بن یربوع التیمی اور ابن عتاب ابن ورقاء مدائن کے حاکم تھے۔ اور مطر بن ناجیۃ الیربوعی مہتم کوتوالی تھے مطر کو جب عبدالرحمان کا حال معلوم ہوا تو یہ بھی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے ابن الحضرمی ان کے مقابلے کے لئے قلعہ بند ہو گئے تمام اہل کوفہ نے مطر بن ناجیہ کے ہمراہ ابن الحضرمی اور ان کی شامی فوج پر حملہ کر دیا اور ان کا قلعہ میں محاصرہ کر لیا۔ مگر پھر اس شرط پر مطر نے ابن الحضرمی سے صلح کر لی کہ وہ قلعہ سے نکل جائے اور قلعہ اس کے حوالے کر دے۔

ابن الحضرمی نے اس شرط کو مان لیا اور صلح کر لی۔

یونس بن ابی اسحٰق بیان کرتا ہے کہ میں شامیوں کو قلعہ سے کھجور کے درخت کے تنے کی سیڑھی کے ذریعے اترتے ہوئے دیکھا۔ قلعہ کا دروازہ مطر بن ناجیہ کے داخل ہونے کے لئے کھول دیا گیا۔ دروازہ پر لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور اس ہجوم میں مطر گھر گیا، مطر نے اپنی تلوار میان سے باہر نکالی اور شامیوں کے خچروں کی ایک ٹولی جو قلعہ سے نکل رہے تھے کو ہلاک کیا اور اس طرح راستہ نکال کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ تمام لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے دو دو سو درہم انھیں دیئے۔

یونس کہتے ہیں کہ میں نے مطر کو روپیہ تقسیم کرتے ہوئے دیکھا ابو سقر بھی اب لوگوں میں تھے جنھیں روپیہ دیا گیا تھا۔

ابن الاشعث سے شکست کھا کر کوفہ کی طرف آیا اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ کوفہ آئے بعض راویوں کے بیان کے مطابق اسی سال عبدالرحمٰن اور حجاج کے درمیان دیر جماجم کی جنگ ہوئی۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال کے ماہ شعبان میں یہ جنگ ہوئی۔ اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ ۸۳ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

جنگ ''دیر جماجم'' کے اسباب اور واقعات کی تفصیل

ابوالزبیر الہمدانی الارجی بیان کرتے ہیں کہ پہلی جنگ میں مجھے کچھ زخم آئے تھے۔ جب ہم کوفہ میں پہنچے ہیں تو میں ابن الاشعث کے ساتھ تھا۔

اہل کوفہ کا ابن الاشعث کا استقبال کرنا

جب ابن الاشعث کوفہ کے قریب پہنچ گئے تو اہل کوفہ ان کے استقبال کے لئے آئے اور زبارا کے پل کو عبور کرنے کے بعد اہل کوفہ نے ان کا استقبال کیا جب ابن الاشعث بھی ان کے قریب پہنچ گئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ چونکہ آپ زخمی ہیں میں اس سے اچھا نہیں سمجھتا کہ پہلی ہی مرتبہ اہل کوفہ زخمی سے ملیں اس لئے اگر آپ مناسب

سمجھیں تو راستہ سے ذرا ہٹ جائیں۔ چنانچہ میں راستہ سے ایک طرف ہو گیا اور اہل کوفہ آ پہنچے جب ابن الاشعث کوفہ میں داخل ہو گئے تو تمام باشندے ان کے پاس آئے مگر سب سے پہلے بنی ہمدان ان کے پاس آئے عمرو بن حریث کے مکان کے قریب لوگوں نے ابن الاشعث کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

بنی تمیم کے کچھ لوگ البتہ ایسے تھے جو مطر کے پاس پہنچے اور اس کی حمایت وحفاظت میں ابن الاشعث سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے مگر ان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے ان سے مقابلہ نہ کیا۔

مطر کی گرفتاری

عبدالرحمٰن نے سیڑھیاں منگوائیں۔ قلعہ کی دیواروں پر نصب کیں لوگ قلعہ پر چڑھ گئے اور مطر کو گرفتار کر لائے۔

مطر نے عبدالرحمٰن سے درخواست کی آپ مجھ پر رحم کریں آپ مجھے قتل نہ کریں کیوں کہ میں آپ کے تمام شہسواروں میں افضل ہوں اور جنگ کے موقع پر ان سب سے زیادہ کارآمد ہوں۔

عبدالرحمٰن نے مطر کو قید کر دیا مگر بعد میں معافی دیدی اور رہا کر دیا۔

مطر نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بصری بھی عبدالرحمٰن کے پاس آ گئے۔

اسی محرم میں وہ تمام فوجیں جو بیرونی چوکیوں اور سرحدی ناکوں پر متعین تھیں وہ بھی عبدالرحمٰن کی طرف دار ہو گئیں اور ان کے پاس چلی آئیں۔

اہالی بصرہ میں سے جو لوگ عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے ان میں عبدالرحمٰن بن العاس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بھی تھا۔ اس شخص نے اس جنگ میں شہرت حاصل کی اور ابن الاشعث کو کوفہ چلے آنے کے بعد تین دن تک حجاج سے بصرہ میں لڑتا رہا۔

جب اس واقعہ کی اطلاع عبدالملک کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عدی الرحمٰن کو ہلاک کرے اس نے تو راہ فرار اختیار کی اور قریش کا ایک لڑکا اس کے بعد تین دن تک لڑتا رہا۔

حجاج کی فوج ''دیر قرہ'' پر

حجاج نے بصرہ سے خشکی کے راستے سفر شروع کیا۔ قادسیہ اور عذیب کے درمیان سے گذرا مگر دشمن نے اسے قادسیہ پر پڑاؤ کرنے سے روکا۔ ابن الاشعث نے عبدالرحمٰن بن العباس کو کوفہ اور بصرہ کے سواروں کی ایک زبردست جماعت کے ساتھ حجاج کی مزاحمت کے لئے روانہ کیا اور اس فوج نے حجاج کو قادسیہ پر ٹھہرنے نہیں دیا۔

عراقی بھی حجاج کے ساتھ ساتھ بڑھتے گئے، اور وادی سباہ کی طرف بڑھے۔ پھر دونوں فوجوں نے ساتھ ساتھ کوچ شروع کیا۔ حجاج نے دیر قرۃ پر آ کر پڑاؤ ڈالا اور عبدالرحمٰن بن العباس نے دیر جماجم پر ڈیرے ڈالے پھر ابن الاشعث بھی دیر جماجم آ گئے۔ اور حجاج دیر قرۃ پر مقیم تھا۔

بعد میں حجاج کہا کرتا تھا کہ کیا یہ بات سچ نہیں کہ جب کبھی ابن الاشعث مجھے دیکھتا تھا تو وہ پرندوں کا اڑا کر میرے متعلق شگون لیا کرتا تھا۔ میں دیر قرۃ پر اترا اور ابن الاشعث نے دیر جماجم پر قیام کیا۔

تمام کوفی۔ بصری۔ کوفہ اور بصرہ کے قرا اور وہ فوجیں جو مختلف چوکیوں اور سرحدی علاقوں پر متعین تھیں

۔دیر جماجم پر جمع ہوگئیں۔اور سب کے سب حجاج کے خلاف لڑنے کے لئے تیار تھیں۔اس مخالفت کی وجہ صرف حجاج کی ذات تھی۔جس سے یہ تمام لوگ بغض و عداوت رکھتے تھے اور نفرت کرتے تھے۔

صرف اس فوج کی تعداد جسے باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھیں ایک لاکھ تھی۔اور اسی قدر ان کے ہمراہ آزاد غلام تھے دیر قرۃ پر اترنے سے پہلے ہی حجاج کی امداد کے لئے عبدالملک کی بھیجی ہوئی امدادی فوج پہنچ چکی تھی اس مقام پر قیام کرنے سے پہلے حجاج کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ہیت اور ملک جزیرہ کی جانب چلا جاوے کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ میں شام اور جزیرہ کے قریب رہوں تا کہ شام سے امدادی فوجیں جلد از جلد اسے پہنچتی رہیں۔اور ملک جزیرہ کے سامان خوراک کی ارزانی اور افراط سے وہ فائدہ اٹھاتا رہے۔

مگر دیر قرۃ پہنچ کر حجاج کہنے لگا کہ اس مقام سے بھی امیر المومنین سے دوری نہیں ہے۔اس کے علاوہ فلالیج اور عین التمر ہمارے قریب ہی واقعہ ہیں غرض کہ اس مقام پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔

ابن الاشعث اور حجاج دونوں نے اپنی اپنی فوجوں کے گرد خندق کھود لی اور مورچے لگا دیئے۔دونوں فریق اپنی اپنی خندقوں سے نکل نکل کر جنگ کرتے تھے۔اور جب ایک فریق اپنی خندق کو آگے بڑھاتا تھا تو دوسرا بھی اسے دیکھ کر اپنی خندق آگے بڑھاتا تھا۔غرض کہ اسی طرح دونوں مقابل فوجوں میں روز بروز جنگ زیادہ سخت ہوتی جارہی تھی۔

حجاج کی برطرفی پر شاہی دربار میں غور

جب اس کیفیت کی اطلاع اہل شام اور قریش کے سر برآوردہ لوگوں کو ہی تو دوسرے غلام عبدلملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر حجاج کو برطرف کرنے سے اہل عراق خوش ہو جائیں تو ہمارے خیال میں حجاج کو برطرف کر دینا ان سے لڑنے کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔اس لئے جناب والا حجاج کو عراق کی گورنری سے برطرف کر دیجئے۔اہل عراق پھر پہلے کی طرح آپ کے مطیع و فرمابردار ہو جائیں گے۔اور ہماری اور ان کی جانیں بھی سلامت رہیں گی۔

عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو جو اس وقت موصل میں تھا بلا بھیجا۔یہ دونوں اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ شاہی دربار میں حاضر ہوئے عبدالملک نے انھیں حکم دیا کہ تم دونوں جاؤ اور اہل عراق کے سامنے یہ بات پیش کرو کہ ہم حجاج کو برطرف کرتے ہیں اور تمھیں بھی اس طرح باقاعدہ وظیفے ملا کریں گے جس طرح شامیوں کو ملتے ہیں۔ابن الاشعث عراق کے جس شہر کو پسند کریں وہاں چلے جائیں اور جب تک وہ زندہ رہیں اور میں خلیفہ ہوں اور اس شہر کے حاکم رہیں گے اگر اہل عراق ان شرائط کو قبول کر لیں تو حجاج کو موقوف کر دیا جائے۔اور اس کی جگہ محمد بن مروان عراق کے گورنر ہوں۔اور اگر عراقی ان مراعات کو نا منظور کر دیں تو پھر حجاج ہی اہل شام کی جماعت کا افسر رہے اور وہی جنگ کی مہمات کنٹرول کرتا رہے۔اور پھر تم دونوں بھی اس کے ماتحت رہنا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔

حجاج کا عبدالملک کے نام خط

اس سے زیادہ نازک اور تکلیف دہ موقع حجاج کو زندگی بھر کبھی پیش نہیں آیا تھا کیوں کہ اسے ڈر تھا کہ کہیں

اہل عراق ان تجاویز پر لبیک کہہ دیں تو میں ان کی ولایت سے علیحدہ کر دیا جاؤں گا۔ انھیں خطرات کی بنا پر اس نے عبدالملک کو لکھا کہ اگر آپ نے میری برطرفی کا معاملہ اہل عراق کے سپرد کر دیا تو یہ اس وقت تو خاموش ہو جائیں گے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پھر آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں گے اور آپ کے خلاف کاروائی کرنے کی انھیں زیادہ جرت ہو گی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عراقی اشتر کے ہمراہ ابن عفان پر جا دوڑے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ آخر تم کیا چاہتے ہو تو انھوں نے سعید بن العاص کی برطرفی کا مطالبہ کیا مگر اس مطالبہ کو پورا ہونے کے بعد ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ لوگ پھر ابن عفانؓ پر چڑھ دوڑے اور انھیں قتل کر ڈالا۔

آپ اسے خوب سمجھ لو کہ فولادی لوہے کو نرم کرتا ہے جو کچھ جناب والا نے سوچا ہے خدا کرے اس میں بھلائی و دیعت ہو، والسلام۔

مگر اس خط نے عبدالملک کے فیصلے پر کچھ فرق نہیں ڈالا۔ اور چونکہ وہ لڑائی سے بچنا چاہتا تھا اس لئے اس نے سابقہ تجویز پر عمل درآمد کر لینے کا فیصلہ کر دیا۔

ابن الاشعث کی فوج کا عبدالملک کی شرائط کو رد کرنا اور اظہار بغاوت

جب عبدالملک کا بیٹا اور بھائی دونوں حجاج کے پاس آ گئے تو عبداللہ ابن عبدالملک نے میدان میں نکل کر اہل عراق کو مخاطب کر کے کہا کہ میں عبداللہ امیر المومنین کا بیٹا ہوں اور امیر المومنین آپ کو یہ سہولتیں دینا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد محمد بن مروان نے بڑھ کر کہا کہ میں امیر المومنین کا قاصد ہوں جسے انھوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور پھر وہی مراعات اور تجویزیں ان کے سامنے پیش کیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

عراقیوں نے کہا کہ آج ہم واپس جا کر مشورہ کریں گے اور پھر اس کا جواب دیں گے۔

چنانچہ تمام اہل عراق رات کے وقت ابن الاشعث کے پاس ان شرائط غور خوض کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ ابن الاشعث تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد انھوں نے کہا کہ تمھیں آج ایک ایسا موقع ملا ہے کہ فوراً اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر اس زرین موقع کو ہاتھ سے جانے دیا تو مجھے خوف ہے کہ اہل الرائے کل اس پر کف افسوس و حسرت ملیں گے۔ آج ہمارے اور تمھارے دشمنوں کے درمیان برابری پر فیصلہ ہو رہا ہے اگر آپ لوگوں کو جنگ زاویہ میں نقصان اٹھانا پڑا تو جنگ تستر میں آپ کے دشمن سخت نقصان برداشت کر چکے ہیں۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو شرائط آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں آپ فوراً انھیں قبول کر لیں۔ اخلاقی نقطہ نظر سے اس وقت آپ ہی کی حالت ان سے زیادہ اچھی ہے اور آپ ہی لوگ غالب اور فتح مند تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کے دشمن آپ سے خوف زدہ ہیں آپ انہیں نقصان پہنچا چکے ہیں۔ اس لئے آپ نے ان شرائط کو اس وقت قبول کر لیا تو پھر زندگی آپ ہی ان پر دلیر رہیں گے اور آپ ہی کی بات ان کے مقابلہ میں وزنی رہے گی۔

اس پر ہر جانب سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا ہے۔ قحط تنگی، افلاس، بھوک، قلت سامان خوراک اور ذلت ان کے ساتھ ہے ہم تعداد میں زیادہ اور خوش حال ہیں ہمارے پاس سامان، خوراک کثرت سے موجود ہے۔ ہم کبھی ان شرئط کو قبول نہیں کریں گے اور اس کے بعد اب کے پھر دوسری مرتبہ عبدالملک سے اپنی بغاوت اور مخالفت کا اعلان کیا۔

عبداللہ بن ذوب السلمی اور عمیر بن تیحان نے سب سے پہلے اٹھ کر عبدالملک سے اپنی بغاوت کا اعلان کیا ۔ بلکہ اس مرتبہ اس کے ارادہ بغاوت میں فارس کے مقابلہ میں اور بھی استحکام اور تاکید کا اظہار ہوا۔

حجاج نے جنگ کا افسر اعلیٰ بنا دیا گیا۔

محمد بن مروان اور عبداللہ بن عبدالملک حجاج کے پاس آئے اور کہا کہ آپ جائیں اور آپ کی فوج آپ کو اپنی صوابدید پر عمل کرنے کا پورا پورا اختیار ہے کیوں کہ ہمیں بارگاہ خلافت سے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے احکام کی تعمیل کریں۔

اس پر حجاج نے کہا کہ میں نے آپ حضرات سے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ ابن الاشعث کی اس بغاوت کا اصلی مقصد آپ کے خاندان کو برباد اور تباہ کرنا ہے پھر اس کے بعد حجاج نے کہا میں اپنی جان اس جنگ میں اس لئے کھپا رہا ہوں یہ آپ ہی لوگوں کے خاطر ہے۔ جو کچھ عروج اور اقتدار مجھے حاصل یہ حقیقت میں آپ ہی کا ہے۔

یہ دونوں سردار جب حجاج سے ملتے تھے تو اسے امیر کے خطاب کے ساتھ سلام کرتے تھے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ خود حجاج بھی دونوں سرداروں کو امیر کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔

غرض کہ ان دونوں نے جنگ کا تمام انتظام اور ذمہ داری حجاج ہی کے سپرد کر دی اور حجاج ہی جنگ کا افسر اعلیٰ تھا۔

حجاج اور ابن الاشعث کے درمیان جنگ کا آغاز

محمد بن السائب کہتے ہیں کہ جب تمام مقام دیر جماجم پر جمع ہو گئے تو میں نے سنا عبدالرحمٰن بن محمد کہہ رہے تھے کہ بنی مروان کی نسبت عار دلانے کے لئے زرقاء کی طرف کی جاتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہی اس صحیح ترین نسب ہے باقی رہے۔ بنی العاص تو یہ صفوریہ کے کفار میں سے ہیں اب اگر امارات کے دعوہ کے لئے قریش کھڑے ہوں تو میں نے انھیں بلکل نامرد ہی بنا دیا ہے اور ان کا تمام کس بل نکال دیا ہے۔ اور اگر عرب کے مدعی ہوں تو میں اس کا مستحق ہوں میں ابن الاشعث بن قیس کا بیٹا ہوں۔

ان الفاظ کو اس نے بلند آواز سے ادا کیا تا کہ سب لوگ سن لیں۔

اب دونوں فریق جنگ کے لئے بڑھے۔ حجاج نے اپنے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سلیم الکلبی کو میسرہ پر عمارۃ بن تمیم اللخمی کو۔ رسالہ پر سفیان بن ابرد الکلبی کو اور پیدل دستہ پر عبدالرحمٰن بن حبیب الحکمی کو سردار مقرر کیا۔

اسی طرح ابن الاشعث نے اپنے میمنہ پر حجاج بن جاریۃ الخثعمی کو میسرہ پر ابرد بن قرۃ التمیمی کو رسالہ پر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن الحارث الہاشمی کو پیدل سپاہ پر محمد بن سعد ابی وقاص کو پانے اہن پوش رسالہ پر عبداللہ بن ابن رزام الحارثی کو اور قاریوں کی جماعت پر جبلۃ بن زحر بن قیس الجعفی کو سردار مقرر کیا۔

ابن الاشعث کے ہمراہ پندرہ قریشی بھی تھے جن میں عامر الشعبی سعید بن جبرا، ابو البختری الطائی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی شامل تھے۔

غرض کہ روزانہ دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ عراقیوں کو کوفہ اور اس کے مضافات سے تما ضروریات زندگی برابر پہنچ رہی تھیں اور وہ بڑے مزے میں زندگی بسر کر رہے تھے بلکہ بصرہ والے بھی انھیں امداد پہنچا رہے تھے

برخلاف اس کے کہ شامی نہایت بری حالت میں تھے انھیں ہر چیز کی نہایت گراں قیمت ملتی تھی۔ سامان خوراک کی قلت تھی اور گوشت تو بلکل مقصود ہی ہو گیا تھا۔ ان کی حالت گویا محصورین کی سی تھی۔ مگر ان تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود شامی نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ اپنے دشمنوں سے صبح و شام نہایت ہی خونریز و شدید جنگ کرتے رہتے تھے۔

دونوں فوجوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا

کبھی حجاج اپنی خندق کو دشمن کے قریب بڑھاتا تھا وہ دوسری مرتبہ اہل عراق اپنی خندق آگے بڑھاتے تھے۔ غرض کہ اس روز تک جس میں جبلۃ بن زحر مقتول ہوئے ہیں۔ لڑائی کا یہی رنگ رہا ایک روز حجاج نے کمیل بن زیاد النخعی جو ایک بہادر اور جنگ میں ثابت قدم رہنے والا اور بڑا رعب دینے والا سردار تھا۔ اور جس کے دستہ فوج کا نام قراء نکا دستہ تھا کو دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ دستہ دشمن پر متواتر حملے کرتا رہتا تھا اور ہر حملہ میں پوری داد مردانگی و شجاعت دیتا تھا اور اسی وجہ سے اس دستہ نے خاص شہرت اور نام آوری حاصل کی۔

حسب قاعدہ ایک روز دونوں فوجیں جنگ کے لئے معرکہ کارزار میں آئیں حجاج نے اپنی فوج کو باقاعدہ جنگ کی ترتیب میں تقسیم کر کے دشمن پر حملہ کیا۔

اس طرح محمد نے اپنی فوج کے آگے پیچھے سات صفیں قائم کیں۔

حجاج نے قرا کے اس دستہ پر حملہ کرنے کے لئے جس کی قیادت جبلۃ بن زحر کر رہے تھے اپنی فوج کے تین دستے تیار کئے اور ان پر جراح بن عبداللہ الحکمی کو سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔ یہ تینوں دستے جبلۃ بن زحر کے دستے کے سامنے بڑھے۔

ایک شخص جو رسالہ کے ان تینوں حملہ کرنے والے دستوں میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ جبلۃ اور اس کے ایک دستہ پر ہمارے ہر دستہ نے باری باری تین حملے کئے مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ ہو سکا۔

اسی سال مغیرہ بن مہلب نے خراسان میں انتقال کیا مغیرہ اپنے باپ کی جانب سے مرو کے تمام علاقہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ رجب ۸۲ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

مغیرہ کی موت کی اطلاع یزید اور مہلب کی فوج والوں کو معلوم ہوئی۔ فوج تو چاہتی نہ تھی کہ مہلب کو یہ خبر سنائی جائے مگر یزید چاہتا تھا کہ کسی طرح معلوم ہو جائے۔ اس لئے انھوں نے عورتوں کو نوحہ و بکا کرنے کا حکم دیا۔ جب عورتوں نے رونا شروع کیا تو مہلب وجہ دریافت کی۔ لوگوں نے مغیرہ کے موت کی خبر سنائی۔ مہلب انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور اسے اس قدر سخت رنج ہوا کہ وہ اپنے جذبات کو چھپا نہ سکے اس پر ان کے بعض خاص دوستوں نے انہیں برا بھلا بھی کہا۔

یزید کی مرو روانگی

مہلب نے یزید کو بلایا اور حکم دیا کہ تم مرو جاؤ۔ مہلب کی حالت یہ تھی کہ بیٹے کو انتظام حکومت کے متعلق ہدایت دیتے جاتے تھے آنسوؤں کے قطروں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو چکی تھی۔

حجاج نے مہلب کو مغیرہ کی موت کی تعزیت کا خط ملا مغیرہ ایک نہایت عمدہ سردار تھا۔

جس روز مغیرہ کا انتقال ہوا ہے اس روز مہلب نے دریائے جیحون کے اس پار مقام کش پر فوج کشی کر رکھی تھی

غرض کہ یزید ساٹھ یا ایک روایت کے مطابق ستر سواروں کے ساتھ مرو روانہ ہوا یزید کے ہمراہ ساتھیوں میں مجاعۃ بن عبدالرحمٰن العتکی ۔عبداللہ بن معمر بن سمیر الیشکری دینا الجستانی ہیثم بن منخل الجرموزی ،غزان الاسکاف مقام زم کا رئیس (یہ شخص مہلب کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اور عتیک کے آزاد کردہ غلام عطیہ بھی تھے۔

ایک لق ودق ریگستان میں پانچ سو ترکوں کی ایک جماعت سے ان کا مقابلہ ہوا۔

ترکوں نے دریافت کیا تم کون ہو،ان لوگوں نے کہا کہ ہم تاجر ہیں ترکوں نے کہا مال تجارت کہاں ہے مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آگے روانہ کر دیا ہے۔اس پر انھوں نے کہا کہ کچھ ہمیں بھی دو۔

یزید کا ترکوں سے مقابلہ

یزید نے تو دینے سے بلکل انکار کر دیا مگر مجاعۃ نے کچھ کپڑے اور باریک ململ کے تھان اور ایک کمان ان کے دیا۔اور ترک اسے لے کر واپس پلٹ گئے ،مگر پھر انہوں نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور ان پر واپس پلٹ کر آئے اس پر یزید نے کہا کہ میں تو ان کی عادت سے پہلے ہی خوب واقف تھا۔

غرض کے دونوں فریقوں میں نہایت شدید جنگ شروع ہوئی یزید ایسے ٹٹو پر سوار تھا جو بلکل زمین سے لگا ہوا تھا اس کے ہمراہ ایک خارجی تھا جسے یزید نے گرفتار کیا تھا۔

اس خارجی نے یزید سے رحم کی درخواست کی۔یزید نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے آزاد کر دیا ۔یزید نے اس سے پوچھا ہی تھا کہ کہو کیا ارادہ ہے۔کہ اس خارجی نے ترکوں پر حملہ کر دیا اور ان میں جا کر گھسا اور ان کے پیچھے سے نکل آیا تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک ترک کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔اس کے بعد اس نے دوبارہ حملہ کیا اور ان میں جا گھسا اور ایک ترک کو قتل کر کے ان کے سامنے نکل آیا اور پھر یزید کے پاس واپس آیا۔

اس معرکہ میں یزید نے ترکوں کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا اور خود یزید کی پنڈلی میں ایک تیر آ کر لگا اب ترکوں کا جوش وخروش اور جنگ میں ان کی دلیری اور بڑھ گئی۔ابو محمد الزمی نے راہ فرار اختیار کی مگر یزید برابر ان کے مقابلے میں ڈٹا رہا اور آخر کار ترک علیحدہ ان کے آڑ آ گئے اور کہنے لگے کے بیشک ہم آپ سے بدعہدی کی مگر آپ اس وقت تک میدان جنگ سے واپس نہیں پلٹے جب تم ہم میں آخری شخص بھی اپنی جان نہ دیدے۔اجب تک تم سب لوگ کام نہ آ جاؤ یا یہ کہہ کر ہمیں کچھ مال اور دیجئے تو ہم واپس چلے جائیں۔

یزید نے قسم کھا کر کہا ذرا برابر بھی نہیں دوں گا مجاعہ نے اس سے عرض کی کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلا کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی جان پر رحم کریں اور آج اسے موت کی بھینٹ نہ چڑھا دیں۔مغیرہ پہلے ہی مر چکے تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد کو ان کی موت کا کس قدر صدمہ اٹھانا پڑا تھا۔اور ان کی کیا حالت ہو رہی تھی۔

یزید نے کہا مغیرہ کو جتنی زندگی مقدر تھی وہ انہوں نے پوری کی اور میں اپنی زندگی سے زیادہ ایک منٹ زندہ نہیں رہوں گا۔

مگر پھر بھی مجاعہ نے اپنا زرد رنگ کا عمامہ ترکوں کی طرف پھینک دیا ترک اسے اٹھا کر چلے گئے۔

اب محمد بن الزمی کچھ شہسواروں اور سامان خوراک کو لے کر واپس آئے، یزید نے ان سے کہا کہ آپ تو ہمیں دشمن کی نرغہ میں تباہ ہونے کے لئے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر ابومحمد نے عرض کیا کہ میں اس غرض سے گیا تھا کہ امدادی فوج اور سامان خوراک آپ کے لئے لے آؤں۔

اس سال مہلب نے اہل کش سے کچھ تاوان لے کر صلح کر لی اور مرو کے ارادے سے واپس پلٹے۔

مہلب کی مقابلہ سے واپسی اور اس کے اسباب

مہلب بن مضر کے بعض لوگوں کو کسی الزام کی وجہ سے قید کر کے ''کش'' سے واپس چلا گیا اور کسی شخص کو اپنے بعد متعین ان پر کر دیا خزاعتہ کے آزاد غلام حریث بن قطبہ کو بھی اپنا قائم مقام بنایا اور اسے حکم دیا کہ جب ترکوں سے تاوان وصول کر لو تو تب ان کے قیدی جو تمھارے پاس ہیں انہیں واپس کر دینا۔

ترکوں کا فدیہ کا مطالبہ اور یزید اور حریث کا انکار

مہلب نے دریائے جیحون کو عبور کر کے بلخ میں آ کر قیام کیا اور یہاں سے حریث کو خط لکھا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ جب قیدی ان کے حوالے کر دو گے وہ تم پر پھر بھی غارت گری کریں گے اس لئے تاوان لینے کے بعد بھی تم انھیں رہائی نہ دینا۔ البتہ جب بلخ پہنچ جاؤ تب انھیں واپس کر دینا۔

حریث نے ملک کش کے بادشاہ سے کہا کہ مجھے مہلب نے ایسا حکم دیا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم فوراً ہمارا مطالبہ ادا کر دو۔ میں تمھارے قیدی تمھارے حوالے کر دوں گا۔ اور ان سے جا کر کہہ دوں گا کہ آپ کا خط میرے پاس اس سقت پہنچا جب کہ میں اپنا مطالبہ وصول کر کے قیدی انھیں واپس دے چکا تھا۔

چنانچہ بادشاہ کش نے فوراً ہی رقم تاوان ادا کر دی اور حریث نے یرغمال اس کے حوالے کر دیئے۔ اور بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستہ کے درمیان انھیں ترکوں نے جس سے پہلے ان کا مقابلہ ہو چکا تھا اب یہ مطالبہ پیش کیا کہ جس طرح یزید نے اپنی جان کا فدیہ ہمیں دیا تھا اس طرح تم بھی اپنا اور اپنے ساتھیوں کی جان کا فدیہ ہمارے حوالے کر دو۔

حریث نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں اپنی ماں کا بیٹا نہیں بلکہ یزید کی ماں کا بیٹا ہوں۔

اس پر ترک اور حریث مین جنگ ہوئی۔ حریث نے اکثر کو قتل کر ڈالا اور بعض کو قید کر لیا۔ دوسرے ترکوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا مگر حریث نے ان پر احسان کر کے انھیں چھوڑ دیا اور رقم فدیہ بھی واپس کر دی۔ مہلب کو جب معلوم ہوا کہ حریث نے ترکوں کے مقابلہ میں یہ کہا تھا کہ اگر میں فدیہ دوں تو اس وقت گویا مجھے یزید کی ماں نے جنا ہو۔ انھیں بہت برا معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اب اس کی یہ شان ہو گئی ہے کہ اپنے عزیز قریب کا بیٹا بننے میں اسے عار ہے۔

حریث بلخ آ گیا مہلب نے دریافت کیا کہ دشمن کے وہ قیدی کہاں ہیں۔ حریث نے کہا میں نے انھیں تاوان لے کر انھیں رہا کر دیا۔ مہلب نے کہا کیا میں تمھیں خط کے ذریعے سے تمھیں ان کو رہا کرنے سے منع کر دیا

تھا۔

حریث نے کہا آپ کا خط اس وقت ملا جب کہ میں انھیں رہا کر چکا تھا اور آپ کو جو خطرہ تھا میں اس سے محفوظ رہا۔

اس پر مہلب نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو مجھے ساری حقیقت معلوم ہو چکی ہے تم نے ترکو اور ان کے بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لئے میرے خط سے اسے آگاہ کر دیا۔

مہلب اور حریث کی باہمی دشمنی

مہلب نے حکم دیا کہ حریث کو برہنہ کیا جائے جب حریث برہنہ ہونے سے بہت گھبرایا تو مہلب کو یہ خیال ہوا کہ شاید برھن کا دریفن ہے اس ننگا کرایا اور تیس درے اسے لگوائے۔

چونکہ اپنا برہنہ ہونا اسے نہایت ناگوار ہوا تھا اس لئے حریث نے کہا کہ بجائے تیس کے چاہے تین سو کوڑے آپ نے میرے لگائے ہوتے مگر مجھے برہنہ نہ کیا ہوتا اور قسم کھائی کہ میں مہلب کو قتل کر ڈالوں گا۔

ایک روز مہلب اور حریث گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے حریث مہلب کے پیچھے تھا اس کے ساتھ اس کے دو غلام تھے۔ حریث انھیں مہلب کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا ایک نے تو صاف انکار کیا اور وہاں سے پلٹ گیا۔ اور جب ایک چلا گیا تو دوسرا غلام تنہا ہونے کی وجہ سے مہلب پر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکا۔

حریث نے مکان واپس آ کر اپنے غلام سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں میرے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

غلام نے عرض کیا کہ مہلب صرف آپ کی خاطر نہ اپنی جان کی خاطر کیوں کہ میں خوب جانتا تھا کہ اگر میں نے مہلب کو قتل کر ڈالا تو آپ بھی مارے جائیں گے اور میں بھی مارا جاؤں گا مگر مجھے اپنی جان کی تو پرواہ نہ تھی صرف آپ کا خیال تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس فعل کا خمیازہ صرف مجھ ہی کو بھگتنا پڑے گا میں ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔ اور مہلب کو قتل کر ڈالتا۔

حریث نے مہلب کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے درد اور تکلیف ہے مگر مہلب کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ حریث جان بوجھ کر بیمار بنا ہوا ہے۔ اور وہ مجھے دھوکے سے قتل کرنا چاہتا ہے۔

مہلب نے ثابت بن قطبیہ سے کہا کہ تم اپنے بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اسے اپنے بیٹوں کے برابر سمجھتا ہوں جو سزا میں نے اسے دی تھی وہ محض اصلاح اور تادیب کی غرض سے دی تھی بسا اوقات خود اپنے بیٹوں کو میں نے تادیباً مارا پیٹا ہے۔

ثابت اپنے بھائی کے پاس آیا اسے قسمیں دلائیں اور کہا کہ مہلب کے پاس چلو حریث نے جانے سے انکار کیا اور مہلب کی جانب سے اپنے خوف کا اظہار کیا، اور کہنے لگا کہ بخدا جو سلوک انھوں نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے بعد میں نہ تو کبھی ان کے پاس جاؤں گا اور نہ ان پر بھروسہ کروں گا اور خود وہ مجھ پر اعتماد کریں گے۔

اس کے بھائی ثابت نے جب اس کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو کہا کہ اگر تمھاری یہی رائے ہے تو بہتر ہے کہ تم ہمیں لے کر موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے پاس چلے چلو۔

ثابت کو یہ خوف پیدا ہوا کہ حریث ضرور مہلب پر قاتلانہ حملہ کرے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم سب مارے جائیں

گئے۔

غرض کہ یہ دونوں بھائی اپنے تین سو طرفداروں اور دوسرے ان عربوں کو جو اپنی اپنی جماعتوں سے بھاگ کر ان میں آملے۔کولے کو موسیٰ کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوئے۔

مہلب کی وفات اور مقام وفات کا بیان

مہلب کش سے مروآ رہا تھا چلتے چلتے جب مقام زغول متعلقہ علاوہ مروالروز پہنچا تو کچھ لوگوں کے بیان کے مطابق منہ میں مسواک لگی جس سے منہ پر زخم آ گیا۔

انتقال کے وقت مہلب کی بیٹوں کو نصیحت

بہر حال جب ان کی حالت نازک ہوئی تو مہلب نے اپنے بیٹے حبیب اور دوسرے بیٹوں کو جو وہاں موجود تھے انھیں بلایا۔اور سر کنڈے منگوائے اور وہ سب ایک گٹھے کی شکل میں باندھ لئے۔مہلب نے ان لڑکوں سے کہا کہ کیا ان سرکنڈوں کو اس اجتماعی حالت میں توڑ سکتے ہو۔سب نے جواب دیا نہیں۔پھر مہلب نے پوچھا کہ اگر انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے تب توڑ سکتے ہو انہوں نے جواب دیا بیشک۔

اس پر مہلب نے کہا کہ بس بعینہ یہی مثال جماعت کی ہے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو صلہ رحمی کرو کیوں کہ اس سے عمر بڑھتی ہے اور جان و مال کی زیادتی ہوتی ہے تفریق سے بچتے رہنا کیوں کہ اس کا آخری نتیجہ لازمی آخرت میں دوزخ ہے اور دنیا میں ذلت و کمزوری ہے۔آپس میں دوستی کا میل میلاپ رکھنا اپنے مقصد کو متحد کرنا۔اور اختلاف نہ کرنا۔ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے رہنا۔اس سے تمھاری حالت درست رہے گی۔جب حقیقی بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے تو علاتی بھائیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔تمھارے لئے ایک دوسرے کی اطاعت اور آپس میں اتحاد رکھنا ضروری ہے۔تمھارے افعال ہمیشہ تمھارے اقوال سے افضل رہیں کیوں کہ میں ایسے ہی شخص کو پسند کرتا ہوں۔جس کے کام اس کے دعووں سے زیادہ ہوں ایسی باتوں سے ہمیشہ بچتے رہنا جس کی وجہ سے تمھیں جواب دہ ہونا پڑے اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغزشوں سے بچانا۔یاد رکھنا اگر کسی شخص کا پاؤں پھسل جائے وہ سنبھل سکتا ہے مگر جس کی زبان قابو میں نہ ہو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

جو شخص تمھارے پاس آیا جایا کرے اس کے ساتھ مراعات کا سلوک کرنا اور اس کے حقوق کا لحاظ رکھنا اس کا صبح و شام تمھارے پاس آنا ہی اس کی یاددہانی کے لئے کافی ہوگا بخل کے بجائے سخاوت اختیار کرنا۔عربوں کو محبوب رکھنا اور ان پر احسان کرتے رہنا عرب وہ قوم ہے جس کا ہر فرد محض تمھارے زبانی وعدہ پر اپنی جان تک قربان کر دے گا سوچ جائے کہ تم اس پر کوئی احسان کرو گے تو وہ کیا کچھ تمھارے خاطر نہ کر گزرے گا۔

لڑائی میں ہمیشہ غور فکر اور چالوں سے کام لینا کیوں کہ یہ باتیں جنگ میں محض شجاعت دکھانے سے زیادہ کار آمد ہیں۔

جب دو حریفوں میں مقابلہ ہوتا ہے تو جو قسمت میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے البتہ کوئی شخص اگر خرم و احتیاط

سے کام لے اور اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے نہایت ہی قابلیت سے کاروائی کی اور فتح حاصل کی اور اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس قدر حزم و احتیاط سے کام لینے کے باوجود اسے ناکامی کا سامنا ہوتا ہے۔ تب بھی لوگ اس پر الزام نہیں رکھتے کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔ اور نہ اس سے کوئی لغزش ہوئی مگر کیا کیا جائے کہ قسمت غالب تھی۔ اس کے سامنے کوئی کیا کر سکتا ہے۔

مہلب کا انتقال اور یزید کا جانشین بننا

ہمیشہ کلام پاک کی تلاوت جاری رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور نیک لوگوں کے طریقہ زندگی کو اپنا معیار زندگی بنانا حرکتوں اور اپنی مجلسوں میں بے ہودہ باتوں سے اجتناب کرنا۔ میں یزید کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں اور حبیب کو اس وقت تک کے لئے فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں جب تک یہ اسے یزید کے پاس پہنچا دیں تم لوگ یزید کی مخالفت نہ کرنا۔

اس پر مفضل نے عرض کیا کہ اگر آپ انھیں خود اپنا جانشین نہ بھی بناتے تو خود ہم لوگ انھیں کو اپنا سردار بناتے۔

مہلب نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حبیب کو اپنا وصی بنایا حبیب ہی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور پھر مرو کی طرف روانہ ہوا۔

یزید نے عبدالملک کو اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ مہلب مجھے اپنا جانشین بنا گئے ہیں۔ حجاج نے اس وصیت کی توثیق کی اور انھیں باقاعدہ مہلب کا جانشین مقرر کر لیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مرنے کے وقت وصیت کرتے ہوئے مہلب نے یہ کہا تھا کہ اگر صرف میرے اختیار میں ہوتا تو میں حبیب کو اپنے بیٹوں کا سردار مقرر کرتا۔

مہلب نے ذی الحجہ ۸۲ھ میں انتقال کیا

اسی سال حجاج نے یزید بن المہلب کو مہلب کے انتقال کے بعد خراسان کا والی مقرر کیا اور عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کی گورنری سے برطرف
کر دیا۔

واقدی کے بیان کے مطابق (۱۳) جمادی الثانی میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو موقوف کیا۔ اور ان کی جگہ ہشام بن اسمٰعیل المخزومی کو مدینہ کو گورنر مقرر کیا۔

ہشام نے گورنری کا جائزہ لیتے ہی نوفل بن مساحق العامری کو منصب قضاء سے علیحدہ کر دیا۔ نوفل کو یحییٰ بن حکم نے مدینہ کا قاضی مقرر کیا تھا یحییٰ کی علیحدگی کے بعد جب ابان بن عثمان اس عہدہ پر مقرر ہوئے تو ان لوگوں نے نوفل کو ان کی جگہ برقرار رکھا۔ سات سال تین مہینے تیرہ دن ابان مدینہ کے گورنر رہے۔

ہشام بن اسمٰعیل نے اب نوفل کے بجائے عمرو بن خالد الزرقی کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا اس سال ابان بن عثمان ہی نے لوگوں کو حج کرایا۔

حجاج کوفہ۔ بصرہ اور تمام مشرقی صوبجات کا گورنر تھا اور یزید بن المہلب حجاج کی طرف سے خراسان کا

عامل تھا۔

۸۳ھ کے اہم واقعات کا تذکرہ

دیر جماجم پر ابن الاشعث کی شکست کا واقعہ

ابوزبیر الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ میں اس دستہ میں تھا جو جبلۃ بن زحر کے ماتحت تھا جب شامیوں نے ہم پر پے در پے گئی حملے کیے تو عبدالرحمٰن بن ابن ابی لیلیٰ الفقیہ نے ہم سب کو مخاطب کر کے کہا۔ اے قراء کے گروہ! میدان جنگ سے بھاگنا کسی شخص کے لئے اس قدر مذموم نہیں ہے جتنا کہ آپ لوگوں کے لئے ہے میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جب ہمارا شامیوں سے مقابلہ ہوا یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی فعل جرم کا ارتکاب یا کسی بری بات کی طرف لوگوں کو دعوے دئے جاتے ہوئے دیکھے اور وہ اپنے دل ہی دل میں اسے برا سمجھے تو وہ خدا کے سامنے ذمہ داری سے بچ جائے گا اور اگر کوئی اپنی زبان سے اس فعل پر نفرت کا اظہار کرے اور مخالفت کرے تو اسے اس کا اجر نک ملے گا اور اس کا مرتبہ پہلے شخص سے افضل ہے مگر جو مظالم اور منہیات کے ارتکاب کے خلاف اس لئے تلوار اٹھائے تاکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان غالب اور ظالموں کی خواہشیں مغلوب ہوں تو بیشک وہ ایسا شخص ہے کہ جس نے ہدایت کے راستہ کو پالیا اور اس کا دل نور ایمان سے منور ہے۔ پس تم ان لوگوں سے جہاد کرو۔ جو منہیات کو ارتکاب کرتے ہیں مذہب میں نئی نئی اختراعات کرتے ہیں اور اپنے ان افعال کو برابر سمجھتے۔

ابوالبختری نے کہا کہ آپ لوگ اپنے دین و دنیا کی حفاظت کے لئے جنگ کیجئے۔ کیوں کہ بخدا اگر دشمن نے آپ پر فتح پائی تو نہ صرف آپ کے مذہب میں فساد پھیلائے گا بلکہ آپ کے مال واسباب اور جائداد پر قبضہ کر لے گا۔

شعبی کہنے لگا اے مسلمانو! دشمنوں سے لڑو ان سے لڑنے میں آپ کو کسی قسم کا ڈر محسوس نہ ہونا چاہیے کیوں کہ تمام روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نہیں جو ان سے زیادہ ظالم اور جفاجو ہو آپ لوگوں کو فوراً ان پر بڑھ کر حملہ کر دینا چاہیے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ آپ لوگ دشمنوں سے لڑیں اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ان کے خلاف لڑنے میں آپ کسی طرح اپنے آپ کو گناہگار نہ سمجھیں۔ بلکہ آپ تو ان کے معاصی ان کے مظالم مذہب اسلام میں ان کی بے جا مداخلت اور بدعات اور اس وجہ سے انھوں نے کمزوروں کو ذلیل اور نماز کو مردہ کر دیا ہے برسر پیکار ہیں۔

دشمن سے حملہ کی تیاری

ہم سب کے سب شامیوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے جبلہ نے ہم سے کہا کہ: دیکھئے جب آپ لوگ دشمن پر حملہ آور ہوں تو پوری جرات اور ثابت قدمی سے حملہ کیجئے گا اور جب تک آپ لوگ ان کی صفوں پر جا کر ٹوٹ نہ پڑیں اپنی پشت دشمن سے نہ پھیرئے گا۔

غرض کہ اب ہم نے پوری شجاعت و جرات اور طاقت کے ساتھ دشمن کے دستوں پر حملہ کیا اور ان کے تینوں اگلے دستوں پر اس بے جگری سے حملہ کیا اور ایسا سخت نقصان پہنچایا کہ وہ تتر بتر ہو گئے۔

ہم بڑھتے ہوئے دشمن کی اصلی صف پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بھی بہت نقصان پہنچایا اور جبلہ کی جانب سے انھیں ہٹا دیا۔

جبلہ کا قتل ایک اہم واقعہ

جب ہم واپس پلٹے تو دیکھا کہ جبلہ مقتول پڑے ہیں مگر ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کس طرح مارے گئے۔

اس واقعہ سے ہمیں بہت صدمہ ہوا اور ہماری تمام شجاعت و بسالت ختم ہوگئی ہم میں بددلی پھیل گئی ہم اپنی اس جگہ آ کر ٹھہر گئے جہاں پہلے کھڑے تھے ہمارے دستہ کے قاری لوگ بھی اب اپنی جان بچانے لگے جبلہ ابن زحر کی موت ہمارے لئے تکلیف دہ تھی کو گویا ہمارا کوئی بھائی یا باپ مر گیا ہے۔ اور جنگ کی اس نازک موقع پر اس کا مارا جانا ہمارے لئے بھی سخت تکلیف دہ ہوا۔

ابوالبختری الطائی نے کہا کہ جبلہ کی موت کے اس قدر رنج کا اظہار آپ کی جماعت میں نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ وہ بھی آپ ہی میں سے ایک آدمی تھے۔ جو دن ان کی موت کا مقرر تھا اس میں انھیں موت آ ئی اس میں کسی طرح بھی ایک دن کی تقدیم و تاخیر ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ آپ تمام لوگ بھی ایک نہ ایک دن موت کا مزا چکھنے والے ہیں اور جب موت کا پیغام آئے گا اس پر لبیک کہیں گے۔

مگر میں نے جب قاریوں کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ان کے چہروں پر غمی کے آثار نمایاں تھے ان کی زبانوں پر مہر خاموشی لگی ہوئی تھی۔ اور کمزور بددلی ان کی حالت سے ظاہر تھی۔ اس کے مقابلہ میں شامیوں پر اس واقعہ سے ایک خاص خوشی اور انبساط طاری تھی۔ اور انہوں نے طنزاً ہم سے کہا کہ اے دشمنان خدا تم ہلاک ہوئے اور اللہ نے تمھارے اصل سرغنہ کو ہلاک کر ڈالا۔

ابو یزید السکسکی بیان کرتے ہیں کہ جب جبلہ اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کیا۔ ہم پسپا ہوئے۔ دشمن نے ہمارا تعاقب کیا ہماری فوج کا ایک دستہ ایک سمت ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ جبلہ کے ساتھی ہماری فوج والوں کا تعاقب کر رہے ہیں اور خود جبلہ ایک ٹیلہ پر اس غرض سے کھڑے ہیں کہ ان کے ساتھی واپس پلٹ کر انہی کے پاس چلے آئیں۔ اس پر ہمارے بعض سپاہیوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ جبلہ بن زحر ہیں لہذا اس وجہ سے ان کے ساتھی دوسری جگہ پر جنگ میں مصروف ہیں۔ ہمیں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ ہم انھیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

غرض کہ ہم نے فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ انھوں نے بھاگنے کا مطلقاً

خیال نہیں کیا بلکہ تلوار لے کر ہم پر جھپٹے جب اس ٹیلہ پر وہ نیچے اتر آئے تو ہم نے نیزوں سے انھیں چھید دیا اور گھوڑے سے اتار کر زمین پر گرا دیا۔ ان کے ساتھی واپس پلٹے اور جب ہم نے انھیں واپس آتے دیکھا تو ہم لوگ ایک طرف ہٹ گئے ان لوگوں نے جبلۃ کو مقتول دیکھ کر۔ بل انت العبد وانا الیہ راجعون پڑھا اور سخت صدمہ اور رنج ان پر طاری ہوا جسے دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

جبلۃ کی موت سے ان کے ساتھیوں پر اس قدر اثر اور مایوسی طاری ہوئی کہ ان کی جنگ اور جارحانہ کاروائی میں ہم نے اس کا اثر نمایاں طور پر محسوس کیا۔

جبلۃ کے ساتھیوں میں ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی موت نے ہمیں سخت نقصان پہنچایا اور اس وجہ سے ہم پر بددلی طاری ہوگئی۔ بسطام بن مصقلۃ بن ہبیرۃ الشیبانی آئے ان کے آنے سے ہماری ہمت بڑھ گئی اور ہم نے کہا کہ یہ شخص بے شک جبلۃ کا صحیح قائم مقام ثابت ہوگا۔

جب ابوالبختری نے اس بات کو کسی شخص کی زبان سے سنا تو ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے کہ تمھارا برا ہو کیا تم میں سے کوئی شخص مارا جائے گا تو تم سمجھو گے۔ بس تباہی اور موت نے ہمیں گھیر لیا۔ اور کیا اگر ابھی ابن مصقلۃ بھی مارے جائیں تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دوگے اور کہوگے کہ اب کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس کے زیر قیادت ہم لڑیں، نہایت ہی نامناسب بات ہے کہ ہم نے امیدوں کو تم سے وابستہ کیا۔

بسطام کا تعارف

بسطام رے سے آ رہے تھے کہ راستہ کے درمیان میں قتیبہ کی اور ان کی ملاقات ہوئی۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ آپ حجاج اور شامیوں کا ساتھ دیں بسطام نے قتیبہ کو عبدالرحمن اور عراقیوں کی حمایت کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی نے بھی دوسرے کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور بسطام نے کہا کہ میں عراقیوں کے ساتھ مرنے کو شامیوں کے ساتھ زندہ رہنے پر ترجیح دیتا ہوں۔ اور پھر مقام ماسبذان پر آ کر ٹھہرے۔

جب بسطام محمد کے پاس پہنچے تو محمد سے درخواست کی کہ آپ مجھے بنی ربیعہ کے لشکر کا سردار مقرر کر دیجئے محمد نے ان کی درخواست منظور کر لی۔

بسطام نے بنی ربیعہ کو مخاطب کر کے کہا کہ جنگ کے موقع پر میرے مزاج میں غیر معمولی سختی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر ایسا موقع پر تحمل سے کام لیجئے گا۔ اور میری باتوں کا برا نہ مانیے گا۔

بسطام ایک بہادر سردار تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ فوج جنگ کے لئے مصاف کے میدان میں آئی۔ یہ بنی ربیعہ کے لشکر کو لے کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کے فوجی قیام گاہ تک جا پہنچے۔ تمیں عورتوں کو گرفتار کر کے جس میں لونڈیاں اور باندیاں تھیں اپنے لشکر گاہ کی طرف واپس پلٹے مگر جب لشکر گاہ کی طرف واپس آئے تو ان عورتوں کو واپس کر دیا۔ اور پھر حجاج کے لشکر گاہ میں آ گئیں اس پر حجاج نے کہا کہ دشمن نے اچھا کیا کہ ان لونڈیوں کو رہا کر دیا۔ اور اس طرح انہوں نے اپنی عورتوں کو بچا لیا ورنہ اگر کل ان پر مجھے فتح حاصل ہوتی تو میں ان کی عورتوں کو قید کر لیتا۔

دوسرے روز پھر دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا۔ عبداللہ بن ملیل الہمدانی نے اپنے دستہ کے ساتھ

شامیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کے لشکر گاہ میں جا پہنچا۔ اٹھارہ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔

عبداللہ کے ہمراہ طارق بن عبداللہ الاسدی قادر انداز بھی تھے ایک معمر شامی اپنے خیمہ سے نکلا اسدی اپنے کسی شخص سے کہنے لگا کہ اس شیخ کو میرے سامنے سے ہٹا دو شاید میں اسے تیر مار دوں یا حملہ کر کے نیزہ سے ہلاک کر ڈالوں۔

فوراً ہی ضعیف العمر شخص نے بلند آواز سے کہا۔ اے اللہ تو ہم پر اور ان پر عافیت نازل فرما۔

اس پر اس اسی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ ایسے شخص کو قتل کروں۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ فوراً ہی ابن ملیل ان عورتوں کو لے کر اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا۔ مگر پھر انہیں بھی رہا کر دیا۔ اس موقع پر بھی حجاج نے اپنا پچھلا قول دہرایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ولید بن نحیت الکلبی متعلقہ بنی عامر اپنا دستہ لے کر جبلہ بن زہر کی طرف بڑھا اور ایک ریت کے ٹیلے پر سے ولید اس پر جھپٹا، ولید ایک موٹا تازہ جسم والا شخص تھا اور جبلہ ایک میانہ قد اور گٹھیلے بدن کا آدمی تھا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا ولید نے جبلہ کے سر پر تلوار کا وار کیا، جبلہ گر پڑا۔ اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگے۔ اور ولید جبلہ کا سر لے آیا۔

جبلہ کا سر حجاج کے دربار میں

ابومخنف اور عوانۃ الکلبی دونوں راوی ہیں کہ جبلہ کا سر حجاج کے سامنے لایا گیا حجاج نے اسے دو نیزوں پر اٹھا کر شامیوں سے کہا کہ اس پہلی کامیابی کی میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں، آج تک کوئی باغیانہ جنگ ایسی نہیں ہوئی کہ جس میں کوئی یمنی بڑا سردار نہ مارا گیا ہو۔ اور یہ بھی یمن کے بڑے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔

ایک اور دن کا واقعہ ہے کہ دونوں مقابل حریف جنگ کے لئے باہر نکلے ایک شامی نے میدان جنگ میں نکل کر دشمن کے سامنے تنہا مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حجاج بن جاریہ اس کے مقام میں آیا۔

حجاج نے حملہ کر کے اس پر نیزہ کا ایک وار کیا اور اسے گھوڑے سے گرا دیا مگر پھر اس شخص کے اور ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے بچا لیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ یہ شخص ابو درداء الخثعمی تھا اس پر حجاج بن حارثہ نے کہا کہ میں اب تک اسے پہچانتا نہ تھا اگر پہلے سے پہچان لیتا تو کبھی اس سے مقابلہ نہ کرتا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری قوم کا ایسا شخص مفت مارا جائے۔

ابن عوف اور اس کا چچازاد بھائی آمنے سامنے

عبدالرحمٰن بن عوف الرواسی جس کی کنیت ابوحمید تھی مقابلے کے لئے میدان جنگ میں نکلا اس کے مقابلہ کے لئے شامیوں کی طرف سے ۔کا چچازاد بھائی نکل کر آیا تھوڑی دیر تک دونوں شمشیر زنی کرتے رہے اور دونوں کہنے لگے کہ میں بنی کلاب کا نوجوان بہادر ہوں۔ اس پر اس نے دوسرے سے اس کی شخصیت دریافت کی اور جب پوچھ لیا تو علیحدہ ہو گئے۔

ابن رزام اور جراح کا مقابلہ

عبداللہ بن رزام الحارثی حجاج کے دستہ کی جانب بڑھ کر آیا اور کہنے لگا کہ ایک ایک آدمی میرے مقابلے پر بھیجتے جاؤ۔ ایک شخص اس کے مقابلے کے لئے بڑھا۔ عبداللہ نے اسے قتل کیا اور اسی طرح تین روز تک روزانہ ایک

ایک شخص کو قتل کرتا رہا۔ چوتھے دن عبداللہ پھر مقابلہ کے لئے آگیا اب جب اسے دیکھ کر حجاج کے فوجی والوں نے کہا وہ آیا کاش خدا اسے نہ لاتا۔

اس مرتبہ حجاج نے جراح کو حکم دیا کہ تم جا کر مقابلہ کرو۔ جراح مقابلہ کے لئے بڑھا چونکہ جراح عبداللہ کا دوست تھا۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ جراح! بھلا تم میرے مقابلہ پر کیوں آ گئے۔ جراح نے جواب دیا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات مجبور تھا کیا کرتا عبداللہ نے کہا میں ایک اچھی ترکیب بتاتا ہوں جراح نے کہا وہ کیا۔ عبداللہ نے کہا کہ میں تمہارے مقابلے سے شکست کھا کر بھاگ جاتا ہوں اور پھر تم حجاج کے پاس واپس چلے جانا حجاج تمہاری بہادری کی تعریف کرے گا اور تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا کیوں کہ اپنی کے تم جیسے شخص کو میں قتل کرنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ تم سلامت رہو اس لئے تمہارے مقابلے پر بھاگ جانے کے لئے مجھے جو لوگ لعن طعن کریں گے میں اسے برداشت کرلوں گا اور مجھے اس لعنت ملامت کی کچھ پرواہ نہیں۔

جراح نے کہا اچھا ایسا ہی کرو۔

جراح نے عبداللہ پر حملہ کیا عبداللہ اس کے سامنے سے کنائی کاٹتا جاتا تھا کیوں کہ اس کے حلق کا کوا کٹا ہوا تھا اسے پیس بہت معلوم ہوتی تھی۔ ایک غلام پانی کی صراحی لئے ساتھ تھا جب اسے پیاس معلوم ہوتی تو غلام اسے پانی پلا دیتا۔

غرض کے جب عبداللہ جراح کے مقابلے سے کنائی کاٹنے لگا اور پیچھے ہٹا تو جراح نے اس مستعدی سے اس پر حملہ کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے قتل ہی کرالے گا اس کے اس تیور کو دیکھ کر غلام نے چلا کر کہا کہ یہ تو سچ مچ آپ کی جان کے درپے ہے۔ عبداللہ یہ سنتے ہی پلٹ پڑا اور گرز کے کئی وار جراح کے سر پر کیے اور جراح کو زمین پر گرا دیا۔ اور غلام کو حکم دیا کہ اس کے چہرے پر پانی ڈالو اور اسے پانی بھی پلاؤ۔

غلام نے حکم کی تعمیل کی عبداللہ نے جراح سے کہا کہ تم نے مجھے اچھا معاوضہ دیا۔ میں تو تمہاری سلامتی کا خواہ ہوں اور تم میری جان کے درپے ہو۔

جراح نے کہا کہ نہیں میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا تھا عبداللہ نے کہا اچھا! چلے جاؤ۔ تعلقات خاندانی اور عزیز داری کی وجہ سے میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔

قدامہ بن حریش اور سعید کا مقابلہ

سعید الحرشی کہتے ہیں کہ اس روز میں اول صف میں کھڑا تھا کہ ایک عراقی جس کا نام قدامہ بن حریش التمیمی تھا اپنی فوج سے نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے شامی جرامقہ کے گروہ!

میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں تاکہ ہم آپس میں صلح کرلیں اور اگر تم میری دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو اک شخص کو میرے مقابلہ کے لئے نکل آنا چاہیے۔

ایک شامی بڑھا، قدامہ نے اسے قتل کیا اور اسی طرح ایک ایک کر کے چار شامیوں کو اس نے قتل کیا۔ حجاج نے اس رفتار کو دیکھ کر اعلان کر دیا کہ اب کوئی شخص اس ناپاک کتے کے مقابلے پر نہ جائے۔ اس حکم کے سنتے ہی تمام لوگ اپنی اپنی جگہ رک گئے۔

میں نے حجاج سے جا کر عرض کیا کہ آپ نے تو یہ حکم دیدیا کہ اب کوئی شخص اس کتے کے مقابلہ پر نا جائے حالانکہ جو شخص اس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں ان کا موت کا وقت آ چکا تھا۔ اس شخص کو موت کا بھی ایک مقرر وقت ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اب وہ وقت قریب آ گیا ہے اس لئے آپ ان لوگوں کو جو میرے ساتھ آئے ہیں اجازت دیجئے کہ اب ان میں سے کوئی شخص اس کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔

حجاج نے کہا کہ اس کتے کی ہمیشہ سے یہی عادت ہے اس نے دہشت لوگوں میں بٹھا دی ہے خاص طور پر تمہاری جماعت والوں کو میں اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے اس کا مقابلہ کرے۔ سعید الحرشی نے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر انھیں اس اجازت سے مطلع کیا۔

جب اس شخص نے پھر مقابلے کے لئے کسی کو بلایا۔ سعید الحرشی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نکلا۔ قدامۃ نے اسے بھی قتل کیا۔

اس واقعہ سے سعید پر بڑا اثر ہوا اور چونکہ اس نے حجاج سے بڑھ کر دعوے کئے تھے اس لئے اسے اور بھی زیادہ افسوس ہوا۔

قدامۃ نے پھر بلند آواز سے کہا کہ کوئی اور ہے جو میرا مقابلہ کرے، سعید پھر حجاج کے پاس گیا اور درخواست کی کہ آپ مجھے اس کتے کا مقابلہ کرنے کی اجازت دیں۔

حجاج نے کہا کہ یہ تو تمھاری مرضی پر موقوف ہے۔

سعید نے کہا کہ میں آپ کی مرضی پر کام کرنے کے لئے موجود ہوں پھر حجاج نے کہا کہ ذرا اپنی تلوار مجھے دکھلاؤ۔ سعید نے تلوار حجاج کو دی حجاج نے کہا میرے پاس ایک تلوار ہے جو اس سے زیادہ وزنی ہے اور حکم دیا کہ یہ تلوار سعید کو دیدی جائے۔ پھر حجاج نے سعید کی طرف دیکھ کر کہا کہ تمھاری زرہ تو نہایت عمدہ اور تمھارا گھوڑا نہایت قوی ہے اب دیکھو کہ تم اس کتے کے مقابلے میں کیا کرتے ہو۔

سعید نے عرض کیا کہ مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر فتح دے گا حجاج نے کہا اچھا جاؤ خدا کی برکت و حفاظت تمھارے شامل حال رہے۔

سعید میدان جنگ میں بڑھا۔ قدامۃ کے قریب پہنچا قدامۃ نے کہا اے دشمن خدا ٹھہر جا۔ سعید ٹھہر گیا اور اس کی بات سے اسے خوشی ہوئی۔

قدامۃ نے کہا یا تو پہلے تم چپ چاپ کھڑے رہو اور مجھے تین وار کرنے دو اور یا پہلے میں خاموش رہتا ہوں تم تین وار مجھ پر کر لو اور اس کے بعد پھر تم اسی طرح اپنے آپ کو میرے سپرد کر دینا اور میں تم پر تین وار کروں گا۔

سعید نے کہا تم پہلے مجھے وار کرنے دو۔

قدامۃ نے اپنے سینہ اپنے زین کے ہرنے پر رکھ لیا اور کہا کہ مارو۔

سعید نے خوب اچھی طرح تلوار تول کر نہایت اطمینان سے اس کے خود پر ہاتھ مارا مگر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔ اس سعید نے اپنی تلوار اور اپنے وار پر اعتماد نہیں رہا۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ مجھے اس کے کندھے کے جوڑ پر تلوار مارنی چاہیے۔ کیونکہ یا تو اسے قطع ہی کر دوں گا ورنہ کم از کم اس کے ہاتھ کو آئندہ وار کرنے سے کمزور کر دوں گا۔

چنانچہ اس مرتبہ اس نے کندھے کے جوڑ پر تلوار ماری مگر کچھ کارگر نہ ہوئی اس سے اسے سخت مایوسی ہوئی

۔اوران لوگوں کو جو اصل لشکر میں کھڑے تھے جب اس واقعہ کا علم ہوا تو ان کو بھی سخت رنج ہوا۔غرض کہ سعید نے تیسرا وار کیا اور وہ بھی بیکار گیا۔

اب قدامۃ نے تلوار نیام سے باہر نکالی اور سعید سے کہا کہ چپ چاپ کھڑے ہو جاؤ۔سعید نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔قدامۃ نے ایک ہی ہاتھ ایسا لگایا کہ سعید زمین پر گر پڑا۔

قدامۃ بھی گھوڑے سے اتر پڑا اور سعید کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور اپنی جرابوں سے ایک چھری یا خنجر نکالا اور اسے سعید کے حلق پر ذبح کرنے کے لئے رکھا اس پر سعید نے اسے خدا کا واسطہ دیا اور کہا کہ میرے قتل کرنے میں تمھیں وہ عزت و ناموری حاصل نہیں ہوگی جو مجھے چھوڑ دینے میں ہوگی۔

قدامۃ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ سعید نے اسے اپنا نام بتایا قدامۃ نے کہا بہتر ہے۔اے دشمن خدا جا چلا جا اور حجاج کو اس واقعہ کی اطلاع دینا۔

سعید دوڑتا ہوا حجاج کے پاس آیا حجاج نے پوچھا کہو کیا ہوا سعید نے عرض کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ زیادہ واقف تھے۔

ابو یزید السکسکی (گزشتہ روایت کے سلسلہ میں) بیان کرتے ہیں کہ ابو البختری الطائی اور سعید بن جبیر دونوں اس آیت کو آخر تک پڑھتے رہے۔

(ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا) اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا ہر ایک کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے) اور پھر حملہ کرتے ہوئے دشمن کی صف پر ٹوٹ پڑے تھے۔پورے سو دن تک دونوں حریفوں میں معرکہ رزار گرم رہا۔

عراقیوں کو شکست

غرہ ربیع الاول ۸۳ھ منگل کے دن صبح کے وقت ابن محمد بن الاشعث نے دیر جماجم پر آ کر پڑاؤ ڈالا ۔اور ۱۴ جمادی الثانی بدھ کے دن بوقت چاشت جب کہ اچھی طرح دھوپ پھیل چکی تھی۔انھیں شکست ہوئی۔حالانکہ آخری جنگ کے دن تمام گزشتہ مواقع کے مقابلہ مین عراقی شامیوں کے مقابلہ میں نہایت دلیر تھے اور شامیوں کی حالت بہت کمزور تھی۔

عراقیوں اور شامیوں کا دوبارہ مقابلہ

غرض کہ ۱۴ جمادی الثانی ۸۳ھ بروز چہار شنبہ دونوں حریفوں میں پھر مقابلہ شروع ہوا۔عراقی تمام دن اس خوبی اور عمدگی سے لڑے کہ اس سے پہلے وہ کبھی اطرح نہیں لڑے تھے انھیں شکست کا مطلقاً خیال نہیں تھا بلکہ انھیں کا پلہ شامیوں کے مقابلے میں بھاری تھا۔

جنگ کی ابھی یہ حالت تھی کہ اتنے میں سفیان بن ابرد الکلبی اپنے دستہ کے ساتھ اپنی فوج کے میمنہ سے بڑھا اور ابرد بن قرۃ التمیمی کے قریب پہنچا جو عبدالرحمن بن محمد کے میسرہ پر متعین تھا۔

ابرد بن قرۃ نے بغیر کسی شدید مقابلہ کے شکست کھائی۔لوگوں نے اس کے اس طرز عمل کی بہت مذمت کی ۔اور چونکہ وہ ایک بہادر شخص تھا اور جنگ سے بھاگنا اس کی سرشت کے خلاف تھا اس لئے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ

اس نے دیدہ دانستہ ایسا کیا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسے امان دیدی گئی ہے اور اس شرط پر اس نے دشمن سے صلح کر لی ہے کہ وہ اپنی فوج کو لے کر پسپا ہو جائے گا۔

بہر حال جب ابرد بن قرۃ نے پسپا ہونا شروع کیا تو اس سمت کی تمام صفیں اپنی جگہ سے اکھڑ گئیں۔اور جس کا جدھر منہ اٹھا اسی رخ اس نے بھاگنا شروع کیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد منبر پر چڑھے اور لوگوں کو پکارنے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میں ابن محمد ہوں میرے پاس آؤ عبداللہ بن زرام الحارثی ان کے پاس آئے اور منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے۔عبداللہ بن ذواب السلمی بھی اپنا دستہ لے کر آئے۔اور عبدالرحمٰن کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔

عبدالرحمٰن اسی طرح منبر پر جمے رہے۔یہاں تک کہ شامی فوجیں ان کے بلکل قریب آ گئیں اور شامیوں ان پر تاک تاک ان پر تیر برسانا شروع کئے۔

عبدالرحمٰن نے ابن زرام کو حکم دیا کہ دشمن کے اس دستہ اور پیدل سپاہ پر حملہ کر کے انہیں روک دیا۔

اس کے بعد شامیوں کی ایک فوج جس میں پیدل سپاہ اور رسالہ دونوں تھے عبدالرحمٰن کی طرف بڑھی۔اس مرتبہ عبدالرحمٰن نے ابن ذواب کو حملہ کرنے کے حکم دیا۔اور ابن ذواب نے حملہ کر کے اس فوج کو پیش قدمی اس کی جانب روک دی۔

عبدالرحمٰن اس وقت تک منبر پر جمے رہے یہاں تک کہ شامی ان کر لشکر گاہ میں داخل ہو گئے اور انھوں نے تکبیر کہی۔

عبدالرحمٰن یزید بن المغفل الازوی ان کی بھتیجی عبدالرحمٰن کی بیوی تھیں عبدالرحمٰن کے پاس منبر پر چڑھ کر آئیں اور ان سے کہا کہ آپ منبر سے نیچے اتر آئیے۔کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ اگر نہ اتریں گے تو گرفتار کر لئے جائیں گے۔اور اگر اس مقام سے واپس چلے جائیں گے تو شاید پھر آپ اس قابل ہو جائیں کہ دشمن کے مقابلے کے لئے فوج جمع کر لیں اور شاید کسی اور دن اللہ تعالیٰ انھیں آپ کے ہاتھوں تباہ کر دے۔

عبدالرحمٰن اتر آئے اب عراقیوں نے اپنا لشکر گاہ چھوڑ دیا۔اور اس طرح پسپا ہونا شروع کیا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

خود عبدالرحمٰن اپنے خاندان کے اور لوگوں اور ابن جعدہ بن ہبیرہ کے ساتھ میدان جنگ سے روانہ ہوئے۔اور جب مقام فلوجہ میں بنی جعدہ کے موضع کے مقابل آئے تو کشتی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر دریا کو عبور کیا۔ابھی یہ جماعت دریا کو عبور کر رہی تھی کہ بسطام بن مصقلۃ بھی وہاں پہنچے اور پوچھا کہ کیا عبدالرحمٰن بھی کشتی میں ہیں یا نہیں۔اگر چہ لوگوں نے انہیں جواب نہیں دیا مگر انہیں گمان غالب تھا کہ عبدالرحمٰن ضرور اس کشتی میں ہیں۔

عبدالرحمٰن اسی حالت میں مکان پر پہنچے کہ تمام ہتھیاروں سے مسلح اور گھوڑے پر سوار تھے ان کی صاحبزادی مکان سے نکل کر آئیں اور ان سے چمٹ گئیں۔

اسی طرح ان کے اور گھر والے بھی روتے ہوئے آئے۔عبدالرحمٰن نے انہیں صبر اور سکون کی تلقین کی اور کہا کہ کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اگر تمھیں چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو اپنی موت کے آنے تک تمھارے ساتھ زندگی بسر کروں گا۔اگر میں مر بھی جاؤں تو رزاق مطلق جو تمھیں اس وقت روزی پہنچا رہا ہے وہ تو زندہ جاوید ہے۔وہ میرے

بعد بھی تمھیں اسی طرح رزق پہنچا دیگا۔ جس طرح کہ میری زندگی کے زمانے میں دیتا ہے اس کے بعد عبدالرحمٰن اپنے اہل وعیال سے رخصت ہو کر کوفہ سے چل دئے۔

عراق میں حجاج کی حکومت

محمد بن سائب الکلبی بیان کرتے ہیں کہ جب دن اچھی طرح چڑھ گیا اور زوال قریب ہو گیا اس وقت عراقی شخص شکست کھا کر بھاگے۔ میں مع اپنے نیزہ تلوار اور ڈھال کے دوڑتا ہوا آیا۔ اسی دن اپنے گھر پہنچ گیا اور میں نے اپنے اسلحہ اتارے بھی نہ تھے کہ حجاج نے حکم دیا کہ دشمن کا تعاقب نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ تر بتر ہو جائیں۔ اور نقیب نے اعلان کر دیا کہ جو شخص حجاج کے پاس واپس آ جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ اس واقعہ کے بعد محمد بن مروان موصل چلے گئے اور عبداللہ بن عبدالملک نے شام کا رخ کیا۔ اور یہ دونوں حجاج کو عراق میں سیاہ وسفید کا اختیار دے کر چلے گئے۔

حجاج کوفہ آیا۔ مصقلة بن کرب بن رقبة العبدی کہ جو ایک مقرر شخص تھا اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان سے کہا کہ ہر اس شخص کو جس کے ساتھ ہم نے احسان کیا ہے اور پھر اس نے ہماری مخالفت کی تم لعن طعن کرو اس کی ناشکری بدعہدی اور اس کا جو ذاتی عیب تمھیں معلوم ہو اس کی بنا پر تم ہر شخص کو ملامت کرو۔ اور اس کی توہین کرو۔

حجاج کا بیعت کرنے کا انوکھا طریقہ

جو شخص حجاج کے ہاتھ پر بیعت کرنے آتا تھا حجاج اس سے پوچھتا تھا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ تم کافر ہو جو شخص اس کا جواب اثبات میں دیتا تھا تو اس سے بیعت لیتا تھا۔ ورنہ قتل کرا دیتا تھا۔

حجاج کا حکم پر مختلف افراد کا قتل

قبیلہ خثعم کا ایک شخص جو اس وقت دونوں حریفانہ جماعتوں سے بلکل الگ تھلگ دریائے فرات کے دوسرے کنارہ رہا تھا بیعت کرنے آیا۔ حجاج نے اس کا حال دریافت کیا اس نے کہا کہ میں تو ہمیشہ سے اس موقع سے بلکل علیحدہ واقعات کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ جب آپ کو فتح حاصل ہوئی تو اب آیا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

حجاج نے کہا خوب! آپ منتظر تھے، اچھا تم اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرو کہ تم کافر ہو اس شخص نے کہا کہ میں بدترین خلائق ہوں گا اگر اسی برس تک خدا کی عبادت کرنے کے بعد اب خود اپنی زبان سے اپنا کفر تسلیم کروں

حجاج نے کہا کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو میں تمھیں قتل کر ڈالوں گا اس نے جواب دیا کہ اگر مجھے قتل کر ڈالیں گے تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کیوں کہ میری عمر ہی اب کتنی باقی ہے میں تو خود ہی موت کا صبح وشام منتظر ہوں۔

حجاج نے اسے قتل کا حکم دیا اسے قتل کر دیا گیا اس پر جتنے لوگ چاہے وہ قریشی ہوں یا شامی ہوں اس کے طرفدار ہوں یا مخالف جو اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے اس شخص پر ترس کھایا اور اس کے قتل کا افسوس کیا۔

حجاج نے کمیل بن زیاد النخعی کو سامنے بلایا اور کہا کہ تم سے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جائے گا

اور میں تو چاہتا تھا کہ کسی طرح تم پر میرا قابو چل جائے۔

کمیل نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں میں سے آپ کس پر زیادہ ناراض ہیں۔ آیا حضرت عثمانؓ پر جب کہ انھوں نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے ہمارے حوالے کر دیا مجھ پر جب کہ میں نے اس سے قصاص نہیں لیا اور انھیں معاف کر دیا۔

اس کے بعد کمیل نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بنی ثقیف کے شخص تو مجھ پر اپنے دانت نہ پیس ریت کے ٹیلے کی طرح تو مجھ پر کیوں گرتا ہے۔ اور بھیڑئے کی طرح دانت نہ دکھا میری عمر صرف اس قدر باقی ہے جتنی کہ گدھے کی پیاس ہوتی ہے۔ کہ وہ اگر صبح کے وقت پانی پی لیتا ہے تو شام کو مر جاتا ہے اور شام کو پیتا ہے تو صبح کو جان دیدیتا ہے۔ جو کچھ تجھے کرنا ہے کر کیوں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور قتل کے بعد حساب کتاب ہو جائے گا۔

حجاج نے کہا کہ اس کی تمام ذمہ داری تجھ پر عائد ہوتی ہے۔ کمیل نے کہا جی ہاں یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فیصلہ کا اختیار آپ کو ہوتا۔

حجاج نے کہا کہ کیا تو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں تھا۔ اور تو نے امیر المومنین عبدالملک سے بغاوت کی۔

حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا کمیل آگے لایا۔ اور ابوالجہم بن کنانۃ الکلبی متعلقہ بن عامر بن عوف منصور بن جمہور کے چچا زاد بھائی نے اسے قتل کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص حجاج کے سامنے پیش کیا گیا حجاج نے اسے دیکھ کر کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ شخص اپنے کفر کی شہادت نہ دے گا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا جناب والا مجھے اپنی ہی جان کے خلاف دھوکہ دینا چاہتے ہیں اجی جناب میں تو تمام روئے زمین پر سب سے بڑا کافر ہوں بلکہ فرعون سے بھی میرا کفر بڑھا ہی ہوا ہے۔ اس کے اس کہنے پر حجاج کو ہنسی آگئی اور اسے رہائی دیدی۔

حجاج نے ایک ماہ تک کوفہ میں ٹھہرا اور شامیوں کو عراقیوں کے مکانات میں ٹھہرنے کا اختیار دیا۔

حجاج اور ابن الاشعث کے درمیان ایک اور جنگ

دیر جماجم کی جنگ کے بعد اس سال مقام مسکن پر ایک اور جنگ حجاج اور ابن الاشعث کے درمیان ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے۔

جنگ جماجم کے بعد محمد بن سعد بن ابی وقاص مدائن پہنچا۔ اور بہت سے لوگ اس کے جھنڈے کے تلے جمع ہو گئے۔ اسی طرح عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ بن حبیب بن عبدالشمس القرشی جماجم سے بھاگ کر بصرہ آیا۔ ایوب بن الحکم بن ابی عقیل حجاج کا چچا زاد بھائی بصرہ کا عامل تھا۔

عبیداللہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد بصرہ چلا آیا۔ اور عبیداللہ بھی بصرہ میں موجود تھا تمام لوگ عبدالرحمٰن کے پاس جمع ہو گئے۔ ابن الاشعث کے بصرہ آتے ہی عبیداللہ عبدالرحمٰن بن الاشعث کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ یہ خیال نہ کیجیے گا کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا بلکہ آپ ہی کے خاطر میں نے بصرہ پر قبضہ کیا ہے۔

اب حجاج بھی بصرہ کے ارادہ سے روانہ ہوا کہ پہلے مدائن پر آیا۔ پانچ روز یہاں ٹھہرا رہا اور پھر تمام فوج کو

کشتیوں میں سوار کرا دیا تا کہ دریا کو عبور کر کے مدائن پر حملہ کرے محمد بن سعد کو معلوم ہوا کہ شامی ہماری طرف دریا کو عبور کر رہے ہیں اس نے مدائن خالی کر دیا اور سب کے سب پھر ابن الاشعث سے جا ملے حجاج ابن الاشعث کی طرف چلا۔ تمام لوگ ابن الاشعث کے ہمراہ مقام مسکن پر بڑھ کر آئے تا کہ یہاں کہ دشمن کا مقابلہ کریں اہل کوفہ اور تمام شکست خوردہ متفرق اور پریشان جماعتیں ابن الاشعث سے اس مقام پر آ ملیں۔

ابن الاشعث نے لوگوں کو میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے پر بہت کچھ لعنت ملامت کی ان میں سے اکثر نے بسطام بن مصقلہ کے ہاتھ پر آخری دم تک لڑنے کا وعدہ کیا۔ عبدالرحمن نے اپنی فوج کے چاروں طرف خندق کھود لی ایک طرف پانی بھر گیا اور اب لڑنے کے لئے صرف ایک ہی سمت باقی رہ گئی۔ خالد بن جریر بن عبداللہ القصری خاص کوفہ کے دستہ فوج کے ساتھ خراسان سے عبدالرحمن کے پاس چلا آیا اور اس جنگ میں شریک ہو گیا۔

شعبان کے پندرہ روز تک دونوں حریفوں میں نہایت ہی شدید جنگ ہوئی۔ ۱۵ شعبان کو زیاد بن غنیم القینی جو حجاج کے بیرونی محافظ چوکیوں کا افسر اعلیٰ تھا مارا گیا اس کی موت سے حجاج اور اسکی فوج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا

شعبان کی پندرھویں تمام رات حجاج نے اپنی فوج میں چل پھر کر بسر کی فوج سے کہتا جاتا تھا کہ تم لوگ اطاعت شعار ہو وہ باغی ہیں۔ تم اللہ کی خوشنودی کے لئے برسر پیکار رہو اور وہ ایسی بات کے لئے کوشش کرتے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں ہمیشہ تمھارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ کوئی معرکہ اب تک ایسا پیش نہیں آیا ہے جس میں تم نے اپنی شجاعت اور عزم و استقلال کے ساتھ جنگ نہ کی ہو۔ اور آخر میں تمھیں ان پر فتح حاصل نہ ہوئی ہو۔ اس لئے صبح ہوتے ہی پوری مستعدی اور چستی کے ساتھ دشمن پر حملہ کرو۔ اور مجھے اس بات میں بلکل شبہ نہیں کہ تمھیں فتح حاصل ہو گی۔ انشاء اللہ۔

صبح کے صبح ہوتے ہی فوج نے جنگ کی پوری تیاری کی اور سویرا ہوتے ہی دشمن پر جا ٹوٹے۔ ایسا شدید پڑا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس وقت کہ سفیان بن ابرد کے دستہ کو دشمن کے مقابلہ سے پسپا ہونا پڑا اسی وقت عبدالملک ابن المہلب حجاج کی مدد کے لئے آ پہنچا اس نے عراقیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حجاج نے عبدالملک سے کہا کہ اس منتشر شدہ دستہ کو بھی اپنے میں شامل کر لو۔ کیوں کہ میں اب دشمن پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالملک نے حکم کی تعمیل کی اور اب ہر طرف سے شامیوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عراق شکست کھا کر بھاگے ابوالبختر الطائی اور عبدالرحمن بن ابی لیلے، میدان میں جنگ میں کام آئے۔ مرنے سے پہلے ان دونوں نے کہا تھا کہ میدان جنگ سے بھاگنا کسی وقت بھی ہمارے لئے زیبا نہیں اور پھر دونوں مارے گئے۔

بسطام بن مصقلہ بصرہ اور کوفہ کے چار ہزار باغیوں بہادروں کو لے کر مقابلہ کے لئے بڑھے۔ ان تمام شہسواروں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے تھے۔ بسطام نے ان سے کہا کہ یاد رکھو اگر راہ فرار اختیار کر کے اپنے آپ کو موت کے چنگل سے بچا سکتے ہو ہم ضرور بھاگ جاتے مگر موت تو دیر سویر آنے ہی والی ہے اس لئے ایسی شے سے بھاگنا فضول جس سے ملے بغیر چارہ ہی نہیں ہم لوگ حق وصداقت پر ہیں اس لئے تمھیں حق کی حمایت میں لڑنا چاہیے۔ اور بالفرض اگر حق پر نہ بھی ہوتے تب بھی عزت کی موت ذلت کی موت سے بہتر ہے۔ غرض کہ بسطام اور یہ بہادر جماعت نہایت جوانمردی سے لڑتی رہی۔ اس نے کئی مرتبہ شامیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ حجاج نے جب دیکھا کہ کسی طرح ان پر قابو نہیں چلتا تو تیر اندازوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تیر اندازوں کے علاوہ اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں

رسکتا۔

جب کہ تیراندازوں نے ان پر حملہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی چاروں طرف سے انہیں محاصرہ میں لے لیا۔اس جماعت کے بہت سے افراد میدان جنگ میں قتل ہوئے اور بہت تھوڑے باقی بچے۔

بکیر بن ربیعۃ بن ابی ثروان الضبی قید کر کے حجاج کے سامنے لایا گیا۔حجاج نے اسے قتل کر ڈالا۔

ابوجہضم بھی ایک ایسے شخص کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لایا جس کی دلیری و بہادری سے حجاج خوف زدہ تھا۔اس لئے اس نے شامیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر خاص انعام و احسان ہے کہ تمہارا ایک فدا عراقیوں کے ایک ایسے بہادر شخص کو گرفتار کرلایا ہے میں اسے مارے ڈالتا ہوں حجاج نے اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا۔

ابن الاشعث اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ بحستان کی طرف چلا۔حجاج نے عمارۃ بن تمیم اللخمی اور اس کے ساتھ اپنے بیٹے محمد بن الحاج کو ابن الاشعث کے تعاقب میں روانہ کیا۔مگر اس فوج کا سپہ سالار عمارۃ ہی تھا۔

عمارۃ بن تمیم عبدالرحمٰن کے تعاقب میں روانہ ہوا اور مقام سوس پر اسے پکڑ لیا۔عبدالرحمٰن نے کچھ دن بڑھے تک اس کا مقابلہ کیا اور پھر اس نے اور اس کی فوج نے شکست کھائی اور یہ تمام لاؤلشکر سابور آ گیا۔اس مقام پر زیادہ اور لوگوں کے جو عبدالرحمٰن کے ہمراہ تھے بہت سے کرد بھی اس سے آ ملے۔

پہاڑ کے درہ پر عمارۃ نے اس جماعت سے نہایت شدید جنگ کی اس کے لشکر کے بیشتر آدمی زخمی ہوئے عمارہ اور اس کے فوجی نے شکست کھائی اور درہ کا راستہ دشمن کے لئے چھوڑ دیا عبدالرحمٰن یہاں سے روانہ ہو کر کرمان پہنچے۔واقدی کہتے ہیں کہ بصرہ کے محلہ زاویہ پر محرم ٨٣ھ میں عبدالرحمٰن اور حجاج کے درمیان جنگ ہوئی۔

عبدالرحمٰن جب کرمان پہنچے تو کرمان کے عامل عمرو بن لقیط العبدی نے ان کا استقبال کیا اور ان کی مہمان نوازی کا سارا انتظام کیا۔عبدالرحمٰن کرمان میں اقامت پزیر ہو گئے۔

قبیلہ بنی عبدقیس کے معقل نامی ایک معمر شخص نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے جنگ میں بزدلی کی۔عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ہرگز بزدلی نہیں کی۔میں اپنی پیدل سپاہ کو لے کر دشمن کے پیدلوں پر ٹوٹ پڑا۔اپنے دستہ کو لے کر ان رسالہ پر جھپٹا۔پیدل ہو یا سوار میں نے سب کا مقابلہ کیا۔اور میں کبھی پسپا نہیں ہوا تمام معرکوں میں صرف اس وقت میں نے دشمن کے لئے میدان چھوڑا ہے جب میں نے دیکھا ہے کہ اب ایک شخص بھی میرے ہمراہ لڑنے والا نہیں رہا۔

مگر کیا کیا جائے۔میں اس فیصلہ کو نہیں بدل سکتا جو قسمت میں میرے خلاف ہو چکا تھا اس کے بعد ابن الاشعث اپنے ساتھیوں کو لے کر کرمان کے دشت کی طرف نکل گیا۔

جب ابن الاشعث نے جنگل کی راہ لی شامی اس تعاقب میں چلے بعض شامی اس صحرہ کے ایک قلعہ میں داخل ہوئے جس میں انھیں ایک خط ملا جس میں کسی کوفی نے ابی جلدۃ الشکری کے بعض اشعار لکھے تھے جن میں وطن کی جدائی سفر کا صعوبت اہل وعیال کے مفارقت اور ناکامیابی پر حسرت و افسوس کا اظہار کیا گیا تھا۔

چلتے چلتے عبدالرحمٰن علاقہ بحستان کے شہر زرنج پہنچے۔یہاں کا عامل تمیم کا ایک شخص عبدال بن عامر البعار متعلقہ بنی مجاشع ابن دارم تھا۔ جسے عبدالرحمٰن ہی نے اپنی طرف سے زرنج پر عامل مقرر کیا تھا۔

عبدالرحمٰن کی گرفتاری اور رہائی

جب عبدالرحمٰن شکست کھا کر زرنج پہنچے تو اس شخص نے شہر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور انہیں داخل ہوتے ہی روک دیا۔ کئی دن تک عبدالرحمٰن اس امید کے دروازہ کھل جائے گا اور ہم شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ شہر کے باہر پڑے رہے مگر جب یہاں سے مایوس ہو گئے تو وہاں سے روانہ ہو کر مقام بشت آئے۔ اس مقام پر عبدالرحمٰن نے بکر بن وائل کے ایک شخص عیاض بن ہمیان ابو ہشام بن عیاض السدوسی کا عامل مقرر کیا تھا اس نے عبدالرحمٰن کا استقبال کیا اور کہا کہ آپ یہاں ٹھہریں عبدالرحمٰن نے وہاں قیام کر لیا۔

یہ شخص موقع کا منتظر رہا۔ اور جب عبدالرحمٰن کے ساتھی انہیں چھوڑ کر ادھر اُدھر ہو گئے عیاض نے عبدالرحمٰن کا گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اور چاہتا تھا کہ انہیں حجاج کے حوالے کر کے اپنے لئے امان اور انعام دو مرتبہ حاصل کرے۔ ادھر رتبیل کو خبر ہو چکی تھی کہ عبدالرحمٰن میرے پاس آ رہے ہیں وہ فوج لے کے ان کے استقبال کے لئے آیا مگر اسے جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے بست کا محاصرہ کر لیا۔ اور عیاض کو کہلا بھیجا کہ خبردار یاد رکھو کہ اگر عبدالرحمٰن کا بال بھی بیکا ہوا تو تمھاری خیر نہیں پھر میں اس وقت تک یہاں سے محاصرہ نہیں ہٹاؤں گا جب تک کہ تجھ پر قابو نہ پالو۔ اور پھر تجھے اور تیرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ تیرے اہل عیال کو لونڈی غلام بنالوں گا اور تیرا سارا مال ومتاع اپنی فوج میں تقسیم کر دوں گا۔ عیاض اس دھمکی سے ڈر گیا اس نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرے جان ومال کے لئے وعدہ معافی عطا فرمادیں تو میں عبدالرحمٰن کو تمام اس کے تمام مال سمیت آپ کے سپرد کر دوں گا۔

عبدالرحمٰن رتبیل کے پاس

عبدالرحمٰن نے رتبیل سے کہا کہ اس شخص کو میں ہی اس مقام کا عامل مقرر کیا تھا اور مجھے اس پر پورا بھروسہ اور اعتماد تھا اور پھر جو کچھ نمک حرامی اور بے وفائی اس نے میرے ساتھ کی اور جو سلوک مجھ سے روا رکھا وہ آپ کے بھی سامنے ہے اس لئے اب آپ اسے میرے حوالے کر دیجئے تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔

رتبیل نے کہا کہ میں اسے امان دے چکا ہوں اور اب یہ نہیں چاہتا کہ بدعہدی کروں۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ اچھا آپ اجازت دیجئے کہ میں اسے خوب تھپڑ اور مکے رسید کروں اور ان کی توہین وتذلیل کروں۔ رتبیل نے یہ بات مان لی اور ابن الاشعث نے اسے مار پیٹ کر خوب اپنے دل کا بخار نکالا۔

عبدالرحمٰن رتبیل کے ساتھ اس کے علاقہ میں چلا آیا رتبیل نے اپنے پاس انہیں مہمان رکھا اور ان کی بیحد توقیر وتعظیم کی۔ عبدالرحمٰن کے ساتھ شکست خوردہ فوج کی بھی ایک بڑی جماعت تھی۔

اس جماعت کے علاوہ عبدالرحمٰن کی شکست خوردہ فوج کا اور جو بیشتر حصہ باقی تھا یا وہ بڑے بڑے سردار اور افسر جنہوں نے حجاج کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور چونکہ حجاج کے اول مرتبہ دعوت امان کو رد کر چکے تھے۔ اس لئے اب انہیں امان حاصل کرنے کی کوئی توقع نہیں تھی یہ سب کے سب عبدالرحمٰن کی جستجو اور تلاش میں پھرتے پھرتے بجستان آئے۔ اس طرح علاقہ بجستان اور خود شہر بجستان کے اور بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ غرض کہ اب ان کی تعداد ساٹھ ہزار ہو گئی تھی۔

ابن عامر البعار کا محاصرہ

اس جماعت نے عبداللہ بن عامر البعار پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور عبدالرحمٰن کو جو اس وقت تھا خط کے ذریعے اطلاع دیدی کہ ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ اور ہماری اتنی تعداد ہے اور فلاں قبیلے اور جماعتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب اس جماعت کو نماز پڑھاتے تھے۔ ان لوگوں نے عبدالرحمٰن بن محمد کو یہ بھی لکھا کہ آپ، ہمارے پاس آ جایئے تا کہ ہم خراسان چلیں۔ کیوں کہ وہاں ہمارے طرف داروں کی ایک زبردست فوج ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر اہل شام سے لڑنے پر تیار ہو جائیں علاوہ بریں خراسان ایک وسیع وعریض ملک ہے۔ جس میں کثرت سے قلعے میں اور بے انتہا آبادی ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد نے اس دعوت پر لبیک کہی۔ اور رتبیل کے علاقہ سے روانہ ہو کر اپنی فوج کے ہمراہ اس جماعت کے پاس آئے ان تمام لوگوں نے عبداللہ بن عامر البعار کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس سے ہتھیار رکھوایئے۔ عبدالرحمٰن نے اسے خوب پٹوایا، سزا دلوائی اور قید کر دیا۔

خراسان پر حملے کی تیاری

اب عمارۃ بن تمیم شامی فوج کے ساتھ اس جماعت کے سامنے آیا عبدالرحمٰن کی فوج نے عبدالرحمٰن سے کہا آپ بجستان تو دشمن کے لئے چھوڑ دیں اور ہمیں سب کو لے کر خراسان چلئے۔

عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ یزید المہلب خراسان کا گورنر ہے۔ اور وہ ایک جوان اور بہادر آدمی ہے۔ وہ کبھی اپنی خوشی سے اپنی حکومت آپ کے حوالے نہیں کرے گا۔ اور بالفرض اگر اس کی مرضی کے بغیر تم لوگ علاقہ خراسان میں داخل بھی ہو گئے تو وہ بجلی کی طرح تمہارے مقابلے کے لئے کود کر آئے گا۔ اور پھر شامی بھی برابر تمہارا تعاقب کر رہے ہیں اس لئے میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تم ان دو دشمنوں کے بیچ میں گھر اور اس طرح تمہا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

اس پر اور تمام لوگ کہنے لگے کہ اہل خراسان تو ہمارے اہل وطن پوری توقع ہے کہ اگر ہم سرزمین خراسان میں داخل ہو گئے تو ایسے لوگوں کی تعداد جو ہمارا ساتھ دیں گے ان سے زیادہ ہوگی جو تمہارا مقابلہ کریں گے اس کے علاوہ خراسان ایک طویل وعریض علاقہ ہے جہاں چاہیں گے وہاں ٹھہر جائیں گے اور پھر حجاج یا عبدالملک کے مرنے تک وہیں ٹھہرے رہیں گے یا پھر جیسا مناسب سمجھیں گے ویسا کریں گے۔

عبداللہ بن سمرہ کی بے وفائی پر عبدالرحمٰن کا لشکر سے خطاب اور حملے کا ارادہ ملتوی کرنا

عبدالرحمٰن نے کہا اچھا اللہ کا نام لے کر میرے ساتھ چلو۔ یہ تمام فوج روانہ ہو کر ہرات آئی۔ اب تک کوئی بات ان کے علم میں ایسی نہیں آئی تھی جس سے انھیں کچھ شبہ ہوتا کہ اچانک عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن سمرۃ القرشی دو ہزار فوج کے ساتھ چپکے سے عبدالرحمٰن کے لشکر گاہ سے چلا گیا اور جس راستہ سے وہ جانا چاہتے تھے اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے چل دیا۔

صبح کے وقت عبدالرحمٰن تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور حمد وثناء کے بعد کہنے لگے کہ ان تمام جنگوں میں :
آپ کے ساتھ شریک رہا۔ ہر موقع پر میں آپ لوگوں کی خاطر آخری دم تک دشمن کا مقابلہ پر جما رہا مگر جب :
دیکھتا تھا کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی میدان جنگ میں نہیں ہے تو میں بھی مجبوراً پسپا ہو جاتا تھا۔ مگر جب میں ۔
اچھی طرح دیکھ لیا کہ آپ لوگ نہ لڑتے ہیں اور نہ دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہتے ہیں تو میں بھی ایک گوشہ عافیہ
وسلامتی میں چلا آیا تھا۔ آپ لوگوں نے یہاں بھی مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیا بلکہ اپنے خط کے ذریعے مجھ ۔
درخواست کی کہ میں آپ کے پاس آؤں کیوں کہ آپ لوگوں نے مجھے لکھا تھا کہ ہم سب
لوگ ایک ہی جذبہ رکھتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہو چکے ہیں۔ اور اب پھر دشمن کا مقابلہ کریں گے میں آپ کے پاس
۔ آپ سب کی رائے ہوئی کہ میں خراسان چلوں۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ آپ سب کے سب :
ساتھ دیں گے۔ اور کبھی مجھ سے جدا نہ ہوں گے۔ مگر اس پر بھی عبیداللہ بن عبدالرحمٰن نے وحرکت کی ہے وہ آپ
واضح ہے۔ اس لئے آج کا تلخ مستجر بہ آپ لوگوں کی جانب سے میرے لئے کافی ہے میں تو اپنے اسی دوست ۔
پاس واپس جاتا ہوں جہاں سے آیا تھا۔ جس کا جی چاہے وہ میرے ساتھ ہو جائے اور جو شخص میرے ساتھ نہیں ر
چاہے اس کا جہاں سینگ سمائے میری طرف سے خدا کی حفظ وامان میں چلا جائے۔

ایک گروہ تو اصل جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔ ایک گروہ نے عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا۔ مگر بیشتر حصہ ۔
عبدالرحمٰن کے جانے کے بعد عبدالرحمٰن بن العباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن بن محمد تو پھر رتبیل کے پاس چلا آیا اور دوسری جانب سے خراسان کا رخ کیا۔

جب یہ لوگ ہرات پہنچے تو رقاد لازدی متعلقہ بنی عتیک سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی عراقیوں نے اسے قتل کر
۔ اور اب خود یزید المہلب ان کی طرف بڑھا۔

مفضل بن محمد راوی کہتے ہیں کہ مسکن پر شکست کھانے کے بعد ابن الاشعث تو قابل چلا گیا۔ عبداللہ :
عبدالرحمٰن بن سمرہ ہرات آ گیا۔ عبیداللہ نے ابن الاشعث کے بھاگنے پر اسے برا بھلا کہا۔ اس کی مذمت
عبدالرحمٰن بن عباس بجستان آیا۔ یہاں ابن الاشعث کی شکست خوردہ فوج عبدالرحمٰن بن عباس کے پاس جمع ہو گئی ا
وہ اس پوری جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد بیس ہزار بیان کی گئی ہے خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ ہرات آیا اور یہا
زقاد بن عبید العتکی سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی اور عراقیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

عبدالرحمٰن بن عباس کے ساتھ عبدالرحمٰن بن المنذر بن الجارود متعلقہ بنی عبدالقیس بھی تھا۔

یزید المہلب نے عبدالرحمٰن بن عباس کو لکھا کہ دوسرے وسیع وعریض علاقے موجود ہیں اور وہاں ایسے لوگ
ہیں جو اقتدار اور قوت میں مجھ سے کم ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ کسی ایسے دوسرے علاقہ میں چلے جائیں جو میرے حد
واختیار سے باہر ہو کیوں کہ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتا۔ اگر سفر کے اخراجات کے لئے آپ کو روپیہ کی ضرورت ہ
میں روپیہ سے بھی آپ کی امداد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یزید اور عبدالرحمٰن بن عباس کی باہمی جنگ

عبدالرحمٰن بن عباس نے یہ جواب دیا کہ ہم یہاں آپ سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے اور نہ یہاں

مستقل طور پر قیام کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آرام کر لیں۔ اور پھر انشاء اللہ یہاں سے چلے جائیں گے۔ اور ہمیں آپ کی مالی امداد کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

یزید کا قاصد یہ جواب لے کر واپس چلا آیا۔ مگر اب عبدالرحمٰن نے سرکاری مالگزاری وصول کرنا شروع کی۔ جب یزید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگا کہ جس شخص کا ارادہ یہ ہو کہ وہ کچھ آرام کر کے چلا جائے گا وہ خراج وصول نہیں کیا کرتا اس لئے اب یزید نے چار ہزار یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے بھائی مفضل کو آگے روانہ کیا۔ اور پھر خود چار ہزار سوار لے کر اس کے بعد روانہ ہوا۔

یزید نے پورے ہتھیار سجا کر اپنا وزن کرایا تو اس کا وزن چار سو رطل نکلا اس پر کہنے لگا کہ میرا وزن اب اس قدر بڑھ گیا ہے کہ میں جنگ میں جانے سے مجبور ہوں بھلا کون سا گھوڑا میرے اس بوجھ کو برداشت کر سکے گا۔ پھر اپنا گھوڑا جس نام کامل تھا منگوایا اور اس پر سوار ہوا۔

یزید نے اپنے ماموں جدیع بن یزید کو مرو پر اپنا جانشین مقرر کیا اور مروالروز کے راستہ سے روانہ ہوا۔ اپنے باپ کی قبر پر آیا تین روز یہاں قیام کیا۔ اور اپنے تمام ساتھیوں کو سو سو درہم انعام تقسیم کیا پھر ہرات پہنچ کر یہاں اس نے عبدالرحمٰن بن عباس کو کہلا بھیجا کہ اب آپ نے اچھی طرح آرام لے لیا ہے۔ خوب کھا پیکر موٹے ہو گئے اور خراج بھی وصول کر لیا جس قدر خراج آپ نے وصول کر لیا ہے وہ میں آپ کو معاف کئے دیتا ہوں بلکہ اگر آپ چاہیں تو کچھ اور بھی دے سکتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اس مقام پر سے کسی دوسرے علاقہ میں چلے جائیں کیوں کہ میں کہتا ہوں کہ مجھے آپ سے لڑنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

مگر عبدالرحمٰن نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور مقابلہ پر اصرار کیا اس کے ساتھ عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ بھی تھا عبدالرحمٰن نے خفیہ طور پر یزید کی فوج میں سازش کی انہیں بہت کچھ لالچ بھی دیا اور اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے دعوت دی کہ سپاہی نے یزید سے اس سازش کا واقعہ بیان کیا یزید نے سن کر کہا کہ اب ان کا قصور نا قابل معافی ہو چکا ہے کیا خوب میرا مزا چکھے بغیر وہ اپنی امارت کے خواہش مند ہیں۔

یزید کی فتح

یزید مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں اور جنگ کے لئے تیار ہوئیں یزید کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی اور وہ اس پر بیٹھ گیا اور وہ جنگ کا انتظام اپنے بھائی مفضل کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ دستہ آگے بڑھاؤ۔

مفضل رسالہ کو لے کر آگے بڑھا اور اب دونوں فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ کچھ ایسی زیادہ دیر تک بھی جنگ نہیں ہوئی تھی کہ عبدالرحمٰن کی فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن چند غیور اور دلیر آدمیوں کی جماعت کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ قبیلہ بنی عبدوالے بھی برابر اپنی جگہ جمے رہے۔

سعد بن بخد القردوسی نے خلیس الشیبانی پر جو عبداللہ کے سامنے تھا حملہ کیا۔ حلیس نے نیزہ کے ایک وار سے سعد کو گھوڑے سے گرا دیا مگر اس کے اور ساتھیوں نے آ کر اسے بچا لیا۔

عبدالرحمٰن اور اس کی اس جماعت پر دشمن کی ایک کثیر تعداد ٹوٹ پڑی ان لوگوں کو پسپا ہونا پڑا مگر یزید نے

تعاقب کرنے کی ممانعت کر دی۔

یزید کی فوج نے عبدالرحمٰن کے فوج قیام گاہ میں موجود تمام سامان پر قبضہ کر لیا اور کچھ قیدی بھی گرفتار کیے۔

یزید نے عطا بن السائب کو حکم دیا کہ دشمن کے لشکر گاہ کی ہر چیز پر قبضہ کر لو۔ منجمد دوسرے مال غنیمت کے تیرہ عورتیں بھی اس کے ہاتھ آئیں۔ یزید نے انہیں مرہ بن عطا بن ابی السائب کے حوالے کر دیا۔ مرۃ ان عورتوں کو پہلے طبسین لے کر آیا اور پھر عراق لے آیا یزید نے سعد بن بخد سے پوچھا کہ کس شخص نے تم پر نیزہ کا ورر کیا تھا سعد نے کہا طیس الشیبانی نے مجھ پر حملہ کیا تھا حالانکہ اگر میں پیدل بھی ہوں اور وہ سوار ہو تم بھی میں ہی طاقت وشجاعت میں اس سے بڑھ کر ہوں۔

جب حلیس کو اس کے اس دعوہ کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ بخدا سعد نے جھوٹ کہا میں پیدل اور سوار دونوں حالتوں میں اس سے زیادہ دلیر و بہادر ہوں۔

عبدالرحمٰن بن منذر بن بشر بن حارثہ بھاگ کر موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے پاس چلا گیا۔

قیدیوں میں محمد بن سعد بن ابی وقاص، عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ بن معمر۔ عیاش بن الاسود بن عوف الزہری طعلقام بن نعیم بن القعقاع بن معبد بن زرارہ، فیروز حصین۔ ابوالعلج، عبیداللہ بن معمر کا آزاد غلام خاندان ابی عقیل کا ایک شخص سوار بن مروان، عبدالرحمٰن بن طلحہ عبداللہ بن خلف اور عبداللہ بن فضالۃ الزہرانی بھی شامل تھے۔ عبدالرحمٰن بن عباس مسند چلا گیا اور ابن عمرۃ مرو آ گیا۔

اس جنگ کے بعد یزید بھی مرو واپس آ گیا اور سبرۃ بن مخنف بن ابی صفرہ کی حفاظت میں ان قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔

یزید کا ابن طلحہ کو معاف کرنا

یزید نے ابن طلحہ اور عبداللہ بن فضالۃ کو رہا کر دیا بعض لوگوں نے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ کی یزید سے چغلی کھائی۔ یزید نے اسے بھی گرفتار کر کے قید کر دیا۔

ایک شخص جابر بن عمارۃ کا بیان ہے کہ یزید نے اگر چہ ابن طلحہ کو معافی دیدی تھی مگر اسے حکم دیدیا تھا کہ تم میرے پاس ہی رہو اور کہیں دوسری جگہ نہیں جا سکتے عبدالرحمٰن ابن طلحہ نے قسم کھائی تھی کہ اس احسان کے عوض جو یزید نے اس دام بلا سے نکال کر مجھ پر کیا میں جہاں کہیں یزید کو دیکھوں گا اس کے ہاتھ کو اظہار تشکر و عقیدت کی بنا پر بوسہ دوں گا۔

محمد بن سعد ابی وقاص نے یزید سے کہا کہ کیوں کہ میرے والد ہی تمھارے باپ کو دعوت اسلام دی تھی اس لئے میں اس دعوت کا واسطہ دے کر تم سے اپنی جان کی معافی کا طلب گار ہوں۔ یزید نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور انہیں بھی امان دیدی مگر اس روایت میں کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص نے اس طرح معافی مانگنے سے متعلق ایک طویل بحث ہے۔

حجاج کے دربار میں پیش ہونے والے قیدی

(۱) عمرہ بن موسیٰ

یزید نے بقیہ قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ بن معمر بھی ان قیدیوں میں شامل تھے حجاج نے ان سے کہا کہ تم ہی عبدالرحمٰن کے محافظ دستہ کے افسر تھے عمر بن موسیٰ نے کہا جناب والا فتنہ وفساد کی ایک آگ بھڑکی جس نے اچھے اور بروں سب کو لپیٹ لیا ہم بھی اس میں شریک ہو گئے۔ اب اگر آپ ہمیں معاف کر دیں تو یہ آپ کی انتہائی حلم و مروت کی بنا پر ہوگا۔ اور اگر سزا دیں تو واقعی ہم مجرم ہیں آپ سزا دینے میں حق بجانب ہیں۔

یہ سن کر حجاج کہنے لگا کہ یہ دعویٰ کہ اس فتنہ نے اچھے اور برے دونوں قسم کے تمام اشخاص کو اپنے میں شامل کیا بلکل غلط ہے صرف بدکردار ہی اس میں شامل ہوئے نیک لوگ ان سے بلکل علیحدہ رہے مگر چونکہ تم نے اپنے قصور کا اعتراف کیا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس اعتراف سے تمھیں فائدہ ہو۔

عمر بن موسیٰ کو حجاج کے سامنے سے ہٹا دیا اس سے دوسرے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اسے معافی دیدی جائے گی۔

(۲)

اتنے میں لھلقام بن نعیم حجاج کے سامنے پیش کیا گیا حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ بتاؤ عبدالرحمٰن بن محمد کی حمایت کرنے سے تمھاری کیا توقعات تھیں۔ کیا تمھیں یہ امید تھی کہ تم خلیفہ ہو جاؤ گے۔ لھلقام نے کہا کہ بیشک مجھے یہ امید تھی اور مجھے آرزو تھی کہ جس مرتبہ پر عبدالملک تھے تجھے سرفراز کیا ہے ایسا ہی عبدالرحمٰن مجھے سرفراز کریں گے۔ یہ سنتے ہی حجاج کو غصہ آ گیا اور اس نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ لھلقان قتل کر ڈالے اس کے بعد حجاج نے ابن معمر کی طرف جو اس کے سامنے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ اس طرح اور تمام قیدی بھی قتل کر ڈالے گئے۔

(۳) عمرہ بن ابی قرۃ الکندی

حجاج نے عمرو بن ابی قرۃ الکندی الحجری کو جو ایک نہایت شریف آدمی تھے اور ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے تھے معافی دیدی۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم تو میرے پاس آ کر اپنی ضروریات بیان کیا کرتے تھے مجھے ابن الاشعث اور اشعث سے کوئی تعلق نہیں مگر اب تم ابن الاشعث کی حمایت کی اس سے معلوم ہوا کہ ان سے بے تعلقی کا اظہار واقعیت پر مبنی تھا۔ مگر علاوہ بریں اس کی حمایت سے نہ آپ کو کوئی عزت حاصل ہوئی نہ کوئی فائدہ۔

باغیوں کو جب دیر جماجم پر شکست ہوئی تو حجاج نے اعلان کرا دیا تھا جو شخص رے میں قتیبہ بن مسلم کے پاس چلا جائے گا تو اسے امان دیدی جائے گی۔ اس لئے بہت سے آدمی رے قتیبہ کے پاس چلے گئے ان لوگوں میں عامر بن الشعبی بھی تھے۔

ایک روز حجاج نے شعبی کو یاد کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں ہے اور انہوں نے کیا کاروائی کی؟ یزید بن ابی مسلم نے جواب دیا کہ جناب والا مجھے اطلاع ملی ہے کہ شعبی رے میں قتیبہ کے پاس چلے آئے ہیں۔

حجاج نے کہا کہ اچھا میں کسی شخص کو بھیجتا ہوں کہ وہ شعبی کو میرے پاس لے آئے اور قتیبہ کو خط لکھا کہ میرے پاس اس خط کے دیکھتے ہی شعبی کو بھیج دو۔ یہ خط دے کر قاصد روانہ کر دیا گیا۔

(۴) شعبی

شعبی کہتے ہیں کہ ابن ابی مسلم میرے مخلص دوست تھے جب مجھے حجاج کے پاس لایا گیا تو ابن ابی مسلم سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا کہ آپ مشورہ دیں کہ میں کیا کروں۔ ابن ابی مسلم نے کہا کہ میں اس کے علاوہ میں تمہیں اور کیا مشورہ دے سکتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے حجاج کے سامنے عذر خواہی کرنا یہی مشورہ میرے اور دوستوں اور عزیزوں نے مجھے دیا۔ جب میں حجاج کے سامنے گیا تو میں نے ان لوگوں کو مشورہ کے بلکل خلاف عمل کیا۔ سب سے پہلے میں نے امیر کے لفظ سے خطاب کر کے حجاج کو سلام کیا اور پھر کہا کہ اے امیر لوگوں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے برات کا اظہار کروں حالانکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ میرا یہ بیان حق وصداقت پرمبنی نہ ہوگا۔ مگر میں جناب والا سے بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس موقع پر جو کچھ کہوں گا وہ بلکل سچ اور حقیقت پرمبنی ہوگا۔ بخدا ہم نے آپ کے خلاف بغاوت کی۔ اور آپ کے خلاف کوئی دقیقہ کوشش اور جوش وجرات کا نہیں اٹھا رکھا۔ اور ہم نے اس کاروائی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ مگر نہ تو ہم بے گناہ رہے اور نہ اس جرم بغاوت کا ارتکاب کر کے ہمیں اقتدار حاصل ہوا۔ اللہ نے آپ کو ہم پر فتح دی۔ اس لئے اب اگر آپ ہمارے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں گے تو خود ہمارے افعال وحرکات ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور اگر ہمیں معاف کر دیں گے تو یہ آپ کا حلم وجذبات مروت کی بنا پر ہوگا۔ اور ارتکاب بغاوت کے ثبوت کے بعد آپ کو ہم پر پورا اختیار حاصل ہے۔

اس تقریر کو سن کر حجاج نے کہا بخدا اعتراف جرم کی بنا پر میں تم کو ان لوگوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں جو میرے سامنے اس حالت میں آئے ہیں کہ ہمارے خون سے ان کی تلواریں لبریز ہیں۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی ہم کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ جاؤ ہم نے تمہیں امان دیدی۔

میں واپس پلٹا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ حجاج نے پھر بلایا۔ اس سے مجھے خوف پیدا ہوا مگر مجھے یاد آیا کہ حجاج مجھے وعدہ معافی دے چکا ہے۔ اس سے میرا خوف جاتا رہا۔

حجاج نے مجھ سے نہایت ہی نرم اور تعظیم کے لہجہ میں پوچھا بتایئے ہمارے بعد دشمن کا کیا حال ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب والا کے خوف سے میری نیند جاتی رہی۔ ساکشتہ گھوڑا مجھے سرکش معلوم ہوتا تھا۔ خوف میرا دامنگیر تھا اور تمام بہترین اعزاء کی جدائی کا احساس میرے دل میں تھا۔ اور آپ سے کہیں چھٹکارا نہ تھا۔

(۵) اعمش ھمدانی

حجاج نے مجھ سے کہا اچھا جاؤ میں واپس چلا آیا۔ اعشیٰ ہمدانی مشہور شاعر حجاج کے سامنے لایا گیا حجاج نے اسے دیکھ کر کہا اے دشمن خدا تو اپنا قصیدہ مجھے سنا جس میں میری ہجو لکھی ہے اور جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

وبین الاشج وبین قلیس باذخ

اعشیٰ نے کہا میں آپ کو وہ قصیدہ سناتا ہوں جو میں نے آپ کے مدح کیا ہے حجاج نے پہلے قصیدہ کے

پڑھنے پر اصرار کیا مگر اعشیٰ نے مدحیہ قصیدہ سنایا۔ جب قصیدہ ختم کر چکا تو تمام شامیوں نے حجاج سے اس کی تعریف کی۔ مگر حجاج نے کہا نہیں یہ تعریف کا مستحق نہیں ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس قصیدہ سے اس کا کیا مطلب تھا۔

پھر حجاج نے اعشیٰ نے مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تیرے اس مدحیہ کلام پر ہم تیری تعریف نہیں کرتے کیوں کہ اس میں تو نے اپنے طرفداروں کی ناکامیوں پر اظہار افسوس کیا ہے۔ اور ہمارے خلاف ان کے جذبات انتقام سے اپیل کی ہے ہم نے تجھ سے اس قصیدہ کی فرمائش نہیں کی تھی بلکہ وہ قصیدہ سنا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

وبيـــن الاشـــج وبيـــن قـــليـــــــس بــــاذا

غرض کہ اعشیٰ نے یہ قصیدہ سنانا شروع کیا اور جب اس نے یہ مصرعہ پڑھا

بـــخ بـــخ لـــوالـــده الـــلـــمـــولـــود

تو حجاج نے کہا کہ اب تو کبھی یہ موقع نہیں ملے گا تم کسی اور کے لئے یہ الفاظ استعمال کرو۔

حجاج نے اسے سامنے بلا کر قتل کرا دیا۔

اسیرِ جنگ سے متعلق درج بالا واقعات مکمل طور پر ابومخنف کی روایت پر مبنی تھے۔ مگر اورارباب سیر نے ان واقعات کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ جب ابوالاشعث کو شکست ہوئی یہ لوگ اور تمام دوسری شکست خوردہ فوج کے ساتھ رے آئے۔

عمر بن ابی صلت بن کناز بن نضر بن معاویہ کے آزاد غلام نے جو ایک نہایت بہادر شخص تھا رے پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ تمام لوگ بھی اس سے آ ملے۔

حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو رے کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اس پر ان تمام قیدیوں نے جنھیں یزید بن المہلب نے حجاج کے پاس روانہ کیا تھا اور دوسری شکست خوردہ فوج نے عمر بن ابی صلت سے کہا کہ ہم آپ کو اپنا امیر مقرر کرتے ہیں۔ اور آپ ہمارے ساتھ قتیبہ سے لڑیں۔

عمر نے اس معاملہ میں اپنے باپ ابن ابی صلت سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اتنی بڑی جماعت تمہیں اپنا ماریہ بناتی ہے تو تم فوراً منظور کر لو۔ چاہے تو کل ہی قتل کر ڈالے جاؤ۔ چنانچہ عمر نے اپنا جھنڈا بلند کر دیا۔ اور دشمن کے مقابلہ پر آیا مگر اسے اور اس کی فوج کو شکست ہوئی اور یہ شکست خوردہ فوج سجستان چلی گئی۔ سجستان پہنچ کر اس فوج نے عبدالرحمٰن بن محمد کو جو اس وقت رتبیل کے پاس مقیم تھے دعوتی خط لکھا۔

ابن طلحہ کو حجاج کے دربار میں نہ بھیجنے کی وجہ

اب یہاں سے اس روایت میں وہی تمام واقعات ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ جب یزید نے ان قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس کے بھائی حبیب نے کہا کہ جب آپ ابن طلحہ کو بھی حجاج کے پاس بھیج رہے ہیں تو پھر آپ کا اہل یمن کی امداد و امانت کا متوقع

ہونا فضول ہے۔ اس پر یزید نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ حجاج کا معاملہ ہے۔ اس کی مخالفت کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔

مگر حبیب نے کہا کہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرتے ہوئے کہ آپ معزول کر دیئے جائیں گے پھر بھی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ابن طلحہ کو نہ بھیجئے۔ کیوں کہ ہم پر ان کے احسانات ہیں۔ یزید نے کہا ہم پر ان کے کیا احسانات ہیں؟ حبیب نے بتایا کہ ایک جامع مسجد میں مہلب سے دو لاکھ درہم کا مطالبہ کیا اور اسی ابن طلحہ نے وہ رقم ان کی طرف سے ادا کر کے ان کی گلو خلاصی کرائی تھی۔ یزید نے ابن طلحہ کو رہا کر دیا اور دوسرے قیدیوں کو حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔

(۶) فیروز

بیان کیا گیا ہے کہ جب اسیر جنگ حجاج کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے حاجب سے کہا کہ دیکھو جب میں تمھیں حکم دوں کہ قیدیوں کے سردار کو میرے پاس لاؤ تو تم فیروز کو میرے سامنے پیش کرنا۔

دربار عام میں تخت بچھایا گیا حجاج اس وقت واسط لقصب میں ٹھہرا ہوتا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ شہر واسط اب تک نہیں بنا تھا۔ حجاج نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ قیدیوں کے سردار کو میرے سامنے پیش کرو۔ حاجب نے فیروز سے کہا کھڑے ہو جاؤ۔

فیروز کھڑا ہوا حجاج نے اس سے دریافت کیا اے ابو عثمان بھلا کیوں ان باغیوں میں شریک ہوئے نہ وہ تمھاری قوم ہیں اور نہ وہ عزیز ہیں۔ فیروز نے کہا کہ ایک عام بغاوت برپا ہوئی اس میں سب ہی لوگ شریک ہوئے ہم نے بھی اس میں شرکت کی۔

حجاج نے کہا کہ تم اپنی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ میرے نام لکھ دو اس پر فیروز نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ حجاج نے کہا پہلے لکھ دو۔ فیروز نے کہا تو پھر اس کے بعد کیا مجھے امان دی جائے گی؟ حجاج نے کہا پہلے لکھ دو تو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

فیروز نے غلام کو مخاطب کر کے کہا کہ لکھو ہزار، ہزار، ہزار اور ہزار (گویا دس کھرب درہم) حجاج نے پوچھا کہ یہ روپیہ کہاں ہے؟ فیروز نے کہا میرے پاس ہے۔ حجاج نے کہا مجھے دیدو۔ اس پر فیروز نے پوچھا کہ کیا اس رقم کے ادا کرنے پر امان دیدی جائے گی۔ حجاج نے کہا جب تم یہ رقم ادا کر دو گے میں تمھیں ضرور قتل کر ڈالوں گا۔ فیروز نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا تم میری جان بھی لو اور روپیہ بھی۔ حجاج نے حاجب کو حکم دیا کہ اسے میرے سامنے سے ہٹا دو۔ چنانچہ فیروز علیحدہ کھڑا کر دیا گیا۔

(۷) محمد بن سعد بن ابی وقاص

حجاج نے حکم دیا کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص کو میرے سامنے پیش کیا جائے محمد بن سعد پیش ہوئے حجاج نے ان سے کہا کہ تو شیطان کا پیرو ہے۔ سخت متکبر اور بڑا ہی مغرور ہے۔ تو نے یزید ابن معاویہ کی بیعت کرنے سے انکار کیا تا کہ اپنے آپ کو حسینؓ اور ابن عمرؓ کا مماثل قرار دے۔ اور پھر تو ابن کناز بنی نصر کے غلام یعنی عمر بن ابی صلت کا موذن بن گیا۔ یہ کہتے ہوئے حجاج نے ایک ڈنڈے سے جو اس کے ہاتھ میں تھا محمد بن سعد کو مارنا شروع کیا وہ لہو

لہان ہو گئے اس پر محمد نے اس سے کہا کہ اے شخص جب ہم تیرے قبضہ اور اقتدار میں ہیں تو تجھے ہم پر نرمی کرنا چاہیے ۔چنانچہ حجاج نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

محمد بن حجاج سے کہا کہ تم میرے معاملہ کو امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر دو اگر وہ معاف کر دیں گے تو اس کارِ خیر میں تمھاری شرکت ہو گی۔اور تم جزائے خیر پاؤ گے۔اور اگر وہ میرے قتل کا حکم دیں گے تو تم اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاؤ گے۔حجاج نے دیر تک اس معاملہ پر غور کیا مگر پھر ان کے قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

(۸) عمر بن موسیٰ کی دوبارہ حاضری

اس کے بعد حجاج نے عمر بن موسیٰ کو بلایا اور کہا کہ اے ذلیل عورت کے غلام! تو ہی ابن الحائک کے سرہانے گرز لے کر چوکیداروں کی طرح کھڑا ہوتا تھا ۔ فارس کے حمام میں اس کے ساتھ شراب پیتا تھا۔اور میری ہجو میں شعر کہا تھا کہاں ہے فرزوق، اٹھو اور وہ شعر سناؤ جو تم نے اس کے لئے کہا ہے۔فرزوق نے یہ شعر سنایا

وخضبت ایرک للزنا ولم تکن
یوم الهیاج التضب الابطالا

(ترجمہ) تو نے اپنے عضو تناسل کو زنا کے لئے رنگین کیا ہے۔حالانکہ تو نے میدان جنگ میں کبھی بہادروں کو ان کے خون سے نہیں رنگا۔

عمر بن موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ میرا کم احسان ہے کہ میں نے اپنے عضو و تناسل کو تیری ماں بہن اور جوروں سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

حجاج نے ان کے قتل کا حکم بھی دیدیا۔

(۹) عبیداللہ

پھر حجاج نے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بلایا۔یہ ایک بلکل نوجوان شخص تھا۔اس نے عرض کیا کہ جناب والا میں کم سن ہوں اپنے ماں باپ کے ساتھ تھا مجھے خود تو کچھ اختیار نہ تھا میرے ماں باپ جہاں جاتے میں بھی ان کے ساتھ رہتا تھا۔حجاج نے پوچھا کہ کیا ان تمام لڑائیوں کے میں تیری ماں بھی تیرے باپ کے ساتھ رہی ہے۔ابن عبیداللہ نے کہا جی ہاں حجاج نے کہا کہ تیرے باپ پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے بعد حجاج نے لھلقام بن نعیم کو بلا کر پوچھا کہ بتایئے ابن الاشعث کی غرض کیا تھی اور آپ کو کیا امیدیں تھیں۔

لھلقام نے جواب دیا کہ مجھے یہ امید تھی کہ جس طرح عبدالملک نے تجھے عراق کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا ہے اسی طرح ابن الاشعث اس خدمت پر مجھے سرفراز کرے گا۔

حجاج نے اپنے غلام حوشب کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دے حوشب کھڑا ہوا لھلقام نے اس سے کہا کہ اے ابن لطیفہ تو میرے زخم کو مت چھیڑ۔غرض کہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

(۱۰) ابن عامر

بعدازاں عبداللہ بن عامر پیش کیا گیا جب یہ حجاج کے سامنے کھڑا ہوتو کہنے لگا کہ اے حجاج اگر تو نے ابن المہلب کو اس کے اس جرم کی وجہ سے جس کا وہ مرتکب ہوا معاف کر دیا تو خدا کرے تو کبھی جنت کی صورت نہ دیکھے ۔حجاج نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا۔اس کے جواب میں عبداللہ عامر نے یہ دوشعر پڑھے۔

لانــــه كـــاس فـــي اطـــلاق اســـرتـــه
وقـــاد نـــحـــوك فـــي اغـــلالهـــا مـــضـــرا
وفـــي بـــقـــومـــك ورد الـــمـــوت اســـرتـــه
وكـــان قـــومـــك ادنـــى عـــنـــده خـــطـــرا

(ترجمہ) اس لئے کہ اس نے اپنے خاندان والوں کو رہائی دینے میں مکاری کی اور بنی مضر کو بیڑیاں پہنا کر تیری طرف بھیج دیا۔تیری قوم کی آڑ میں اس نے اپنے خاندان کو موت کے گھاٹ سے بچالیا۔حالانکہ تیری قوم سے اسے سب سے کم اندیشہ تھا۔

حجاج تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا اور یہ بات اسکے دل میں اتر گئی مگر اس نے عبداللہ عامر سے کہا کہ خیر تجھے ان معاملات سے کیا تعلق اور پھر اسے بھی قتل کرا دیا۔

یزید کی یہ حرکت حجاج کے دل میں برابر کھٹکتی رہی مگر آخر کار اس نے یزید کو خراسان کی امارت سے موقوف کر کے قید کر دیا۔

فیروز کو دی جانے والی تکالیف

حجاج نے حکم دیا کہ فیروز کو سخت سزا دی جائے۔اور اب اسے طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں منجملہ اور تکلیفوں کے ایک یہ بھی تھی کہ فارس کے سرکنڈے نے چیر چیر کر اس کے جسم پر باندھ دئے جاتے تھے۔اور پھر اسے گھسیٹا جاتا تھا اور جب اس کا تمام بدن زخمی ہو جاتا تو اس پر سرکہ اور نمک چھڑکا جاتا تھا جب فیروز نے محسوس کر لیا کہ اب موت اس کے سر پر ہے تو جلاد سے کہا کہ تمام لوگوں کو یقین ہے کہ میں مارا جا چکا ہوں اور میری بہت سی امانتیں ان کے پاس ہیں جو کبھی تمہیں نہیں دیں گے۔بہتر ہے کہ تم مجھے لے جاؤ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ میں ابھی زندہ ہوں اور وہ میرا روپیہ مجھے دیدیں۔اور تم یہ بات حجاج سے جا کر کہو۔حجاج نے کہا اچھا اسے لے جاؤ۔غرض کہ فیروز کو شہر کے دروازے کی طرف لے چلے۔

اس نے بہت سے لوگوں کو مجمع میں چلا کر کہا کہ جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں بتائے دیتا ہوں کہ میں فیروز حصین ہوں۔میرا بہت سا روپیہ لوگوں کے پاس ہے اس لئے جس شخص کے پاس جو کچھ میرا ہو وہ سب اسی کا ہے میں دے دیتا ہوں اس میں سے کسی کو ایک حبہ بھی نہ دیا جائے۔جو لوگ یہاں موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ میرے اس اعلان کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔اب حجاج نے اس کے قتل کا بھی حکم دیدیا۔

دیہاتیوں کے متعلق حجاج کا حکم

یہ واقعات ابوبکر الہذلی کی روایت پر مبنی تھے۔ مگر ابن شوذب کی روایت یہ ہے کہ حجاج کے ان عاملوں نے جو مفصلات پر متعین تھے حجاج کو لکھا کہ مالگزاری بہت کم ہوگئی ہے۔ اور ذمی مسلمان ہو کر شہروں میں جا بستے ہیں۔ اس پر حجاج نے بصرہ اور دوسرے مقامات میں حکم دیدیا کہ جس شخص کا اصل وطن دیہات میں ہے وہ دیہات میں چلا جائے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات، چاروناچار یہ لوگ ایک جماعت کی شکل میں روتے ہوئے کرتے ہوئے نکلے اور شہر کے باہر پڑاؤ ڈالا کر ٹھہر گئے

یا محمداہ، یا محمداہ پکارتے جاتے تھے۔ اور کسی کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔

بصرہ کے قاری اور دوسرے نیک لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ چہروں پر نقاب ڈال کر ان کے پاس جاتے اور ان کی آہ و بکا کو سن کر اور حالت زار کو دیکھ کر خود بھی رونے لگتے تھے۔ اسی واقعہ کے بعد ہی فوراً ابن الاشعث نے عراق پر چڑھائی کی۔ اور ☆ اسی وجہ سے بصرہ کے قاری ابن الاشعث کی حمایت میں حجاج کے خلاف جنگ کرنے پر تیار ہوگئے۔

حجاج کی طرف سے ایک شخص کو معافی

شیبانی نے بیان کیا ہے کہ جنگ زاویہ میں حجاج نے گیارہ ہزار آدمیوں کو قتل کرادیا۔ اور ان میں سے صرف ایک شخص کی جان بخشی کی گئی جس کا بیٹا حجاج کے منشیوں میں تھا۔ حجاج نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو کہ تمہارے باپ کی جان بخشی کردی جائے۔ اس نے کہا ہاں۔ اور پھر حجاج نے اسے معافی دے دی۔

قتل عام

وعدہ معافی کے متعلق اصل میں حجاج نے لوگوں کو دھوکہ دیا پہلے تو نقیب کو حکم دیا کہ اعلان کردیا جائے۔ چنانچہ جب عراقیوں کو شکست ہوئی تو نقیب نے اعلان کیا کہ فلاں فلاں اشخاص کو امان نہیں۔ اور ان سربرآور لوگوں کے نام لے دیئے۔ جن کا تذکرہ کیا جاچکا ہے مگر نقیب نے یہ نہیں کہا کہ اور ان تمام لوگوں کو امان دی جاتی ہے۔ مگر قدرتی طور پر لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سوائے چند لوگوں کے باقی سب کو امان دی گئی ہے اس لیے یہ سب لوگ راہ فرار اختیار کرنے کے بجائے حجاج کی قیام گاہ کی طرف آگئے۔ اور جب سب جمع ہوگئے تو انھیں حکم دیا کہ تمام ہتھیار رکھ دو اور پھر کہا کہ آج میں تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرتا ہوں جس سے تمہاری کوئی قرابت نہیں ہے۔

غرض کہ حجاج نے انھیں عمارہ بن تمیم اللخمی کے سپرد کردیا عمارہ نے انھیں علیحدہ علیحدہ کرکے سب کو قتل کردیا

مقتولین کی تعداد کے متعلق ہشام بن حسان نے یہ بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کو حجاج نے اس طرح قتل کرایا تھا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔

مقام مسکن پر ابن الاشعث کی شکست کے متعلق مذکورہ بالا بیان کے علاوہ جو ابومخنف کی روایت پر مبنی تھا اور بیان حسب ذیل بھی ہے۔

حجاج اور ابن الاشعث کی دوبارہ لڑائی

سرزمین ابز قباذ کے مقام مسکن پر حجاج اور ابن الاشعث جنگ کے لیے جمع ہوئے ابن الاشعث کا پڑاؤ دریائے خداش پر تھا جس کے پیچھے دریائے تیری رواں تھا۔ اور حجاج نے دریائے افریذ پر خیمے ڈالے غرض یہ کہ اس طرح دونوں فوجوں نے دجلہ سیب اور کرخ کے درمیان مورچے لگائے اور ایک ماہ یا اس سے کچھ کم دونوں حریفوں میں جنگ جاری رہی۔

ایک بوڑھے رہبر کا واقعہ

دشمن تک رسائی کا حجاج کو صرف وہی راستہ معلوم تھا کہ جس سے دشمن حملہ آور ہوتا۔ ایک بڑی عمر کا چرواہا زورق نامی حجاج کے پاس آیا اور اس نے دشمن کے عقب پر حملہ کرنے کے لیے کرخ کے پیچھے سے ایک اور راستے کا پتا دیا اس راستے کی لمبائی چھ فرسخ تھی اور جھاڑیوں اور دریا کے پایاب حصہ سے ہوتا ہوا جاتا تھا۔

حجاج نے چار ہزار منتخب شامی بہادروں کو ایک سردار کی زیر قیادت اس بوڑھے کے ساتھ روانہ کیا اور اس فوج کے سردار سے کہہ دیا کہ تم لوگ اسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور یہ چار ہزار درہم اپنے ساتھ لیتے جاؤ اگر یہ بوڑھا تمھیں دشمن کی فوج کے عقب سے لے جا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دے تو یہ روپیہ اسے دے دیا جائے اور اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو اسے قتل کر ڈالنا۔ جب دشمن کو دیکھو تو فوراً اس پر حملہ کر دینا اور یا حجاج یا حجاج اپنا نعرہ جنگ بنانا۔

نماز عصر کے وقت اس رہبر نے اپنا دستہ لیا اور اس کے جاتے ہی عین نماز عصر کے وقت ابن الاشعث اور حجاج کی جنگ چھڑ گئی اور شام تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔

ایک سابقہ قرارداد کے مطابق حجاج نے پسپا ہونا شروع کیا اور دریائے سیب کو عبور کر کے اس کے پیچھے ہٹ آیا۔ ابن الاشعث حجاج کی فوجی قیام گاہ میں داخل ہوا اور جو کچھ وہاں تھا اسے لوٹ لیا لوگوں نے اسے یہ بھی مشورہ دیا کہ مناسب تھا کہ آپ حجاج کا تعاقب کرتے مگر ابن الاشعث نے کہا کہ ہم لوگ بہت تھک گئے ہیں اور جنگ کی زحمت برداشت کر چکے ہیں اس وقت تعاقب کرنا مناسب نہیں۔

حجاج کی فوج کا اچانک حملہ

اس کے بعد ابن الاشعث اپنے مستقر کو واپس آ گیا اس کی فوج والوں نے ہتھیار اتار دیئے اور یہ احساس کرتے ہوئے کہ ہم نے دشمن پر فتح پائی ہے اطمینان سے سو رہے۔

آدھی رات کو دشمن نے اچانک اپنے نعرہ جنگ کو بلند کرتے ہوئے ابن الاشعث کی بے خبر فوج پر حملہ کیا ایسی سراسیمگی پھیلی کہ کوئی شخص بھی اپنے لیے فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کہاں جائے اور ان کے بائیں جانب دریائے قارون اور سامنے دریائے دجلہ موجزن تھے جن کا بہاؤ اور عمق ناقابل عبور تھا مقتولین سے کہیں زیادہ دریا میں غرق ہو گئے۔

جب حجاج نے اپنی فوج کی آواز سنی تو پھر دریائے سیب کو عبور کر کے اپنے پہلے فوجی قیام میں آ گیا اور اپنے دستے کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بڑھایا اس طرح حجاج کی ان دونوں فوجوں نے ابن الاشعث کو چکی کے دونوں

پاٹوں کی طرح اپنے درمیان میں لے لیا۔ اور کچل ڈالا۔

ابن الاشعث تین سو ہمراہیوں کے ساتھ دجلہ کے کنارے پر آیا اور کشتیوں کے ذریعے بصرہ کی طرف چلا

حجاج نے ابن الاشعث کے لشکر گاہ پر قبضہ کر کے ہر چیز ضبط کر لی اور جو شخص اسے وہاں ملا اسے قتل کر ڈالا اس طرح تقریباً چار ہزار آدمی قتل ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ جو لوگ قتل ہوئے ان میں عبداللہ بن شداد بن الہاد بھی تھے۔

مقتولین کے سر حجاج کے سامنے

بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ' عمر بن ضبیعۃ الرقاشی' بسر بن المنذر رین الجارود' اور حکم بن مخرمۃ (یہ دونوں عبدی تھے) اور بکیر بن ربعیہ بن ثروان بھی قتل کیے گئے۔ ان سب کے سر ڈھالوں پر رکھ کر حجاج کے سامنے پیش کیے گئے حجاج بسطام کے سر کو دیکھتا جاتا تھا اور یہ شعر تمثیلاً پڑھ رہا تھا۔

امررت بوادی حیتہ ذکر

فاذهب ودعنی اقاسی حیة الوادی

(ترجمہ) جب کہ تیرا نر سانپ کی ترائی سے گزر ہو تو جلد گزر جائیو اور

مجھے چھوڑ دے تاکہ میں اس ترائی

کے سانپ کے مقابلے کی زحمت برداشت کرتا رہوں۔

حجاج نے بکیر کے سر کو دیکھ کر کہا کہ اس بدبخت کے سر کو کس شخص نے اس دوسرے لوگوں کے سروں کے ساتھ شامل کیا اور پھر غلام کو حکم دیا کہ اس کا کان پکڑ کر علیحدہ پھینک دے اور اس کی ڈھال کو مسمع بن مالک بن مسمع کے سامنے رکھ دے غلام نے اس ڈھال کو مسمع کے سامنے رکھ دیا مسمع بن مالک رونے لگ گئے حجاج نے اس کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ غالباً تم ان کی موت کے غم میں روئے ہو مسمع نے کہا نہیں۔ بلکہ اس رنج میں کہ یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

واسط شہر کی بنیاد اور اس کی وجہ

اس سال میں حجاج نے شہر واسط کی بنیاد ڈالی اس شہر کی بنیاد کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج نے خراسان بھیجنے کے لیے اہل کوفہ کی ایک فوج جبری فوجی خدمت کے قانون کے مطابق بھرتی کی۔ اس فوج نے منزل مقصود پر جانے کے لیے حمام عمر پر جمع ہونا شروع کیا۔

اس فوج میں کوفہ کا رہنے والا ایک اسدی نوجوان بھی تھا جس کی شادی انہی دنوں اسکی چچازاد بہن سے ہوئی تھی۔ یہ نوجوان رات کو لشکر گاہ سے اپنی بیوی کے پاس آیا تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا اسدی نے باہر آ کر دیکھا تو ایک بدمست شامی ہے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ یہ شامی روزانہ مجھے اسی طرح تکلیف پہنچاتا ہے اور اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی میں نے اس کے بڑے بوڑھوں سے بھی اس کی شکایت کی ہے اور انھیں اس کا علم ہو چکا ہے۔

اس کے خاوند نے کہا اچھا اسے اندر آنے دو۔ عورت نے دروازہ کھول لیا اور جب وہ شامی اندر آ گیا تو دروازہ بند کر دیا اپنے خاوند کی خاطر اس نے مکان کی خوب آرائش کی تھی قالین اور گدّے بچھائے تھے اور خوشبودار اشیاء سے اپنے گھر کو معطر بنایا تھا۔

شامی نے اس رنگ کو دیکھ کر کہا اب تم پر میرا راز فاش ہو گیا اتنے ہی میں اسدی نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر تن سے جدا ہو گیا صبح کی اذان کے وقت اسدی اپنی چھاؤنی پر چلا گیا اور اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ لو تو شامیوں کو اطلاع کر دینا کہ وہ اسے اٹھا کر لے جائیں وہ ضرور تمھیں حجاج کے سامنے پیش کریں گے تم اصلی واقعہ بیان کر دینا۔

چنانچہ اس خاتون نے ایسا ہی کیا۔ حجاج کے پاس مقتول کا واقع پیش کیا گیا اور یہ خاتون اس کے سامنے پیش ہوئی اور اس وقت عنبسہ بن سعید بھی حجاج کے ساتھ اس کے تخت امارت پر بیٹھے ہوئے تھے حجاج کے دریافت کرنے پر اس خاتون نے تمام واقعہ من وعن بیان کر دیا حجاج نے یہ سن کر کہا کہ بیشک تم سچی ہو اور پھر اس مقتول شامی کے وارثوں سے کہا کہ جاؤ اور اسے دفن کر دو اسی کا قصور تھا نہ اس کا قصاص لیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دیت دلائی جا سکتی ہے۔

اس واقعہ کے بعد نقیب نے ایک اعلان عام کر دیا کہ کوئی شخص کسی اور کے مکان میں نہ جایا کرے۔

غرض کے تمام لوگ اسکے حکم سے شہر سے باہر نکلے حجاج نے سفر مینا والوں کو بھیجا کہ وہ اس کی قیام گاہ کا انتظام کریں حجاج نے اس طرف غور سے دیکھنے کے بعد کسکر کے قریب ٹھہر گیا۔ وہ ابھی اس موضع واسط میں تھا کہ اس نے ایک راہب کو گدھی پر سوار سامنے سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس راہب نے دجلہ کو عبور کیا اور جب وہ ٹھیک واسط کے جائے وقوع پر پہنچا تو وہ گدھی ایک دم سے گر پڑی اور اس نے پیشاب کر دیا راہب اتر پڑا اور جس جگہ گدھی نے پیشاب کیا تھا وہاں کی مٹی کھود کر دریائے دجلہ میں ڈال آیا اور یہ تمام واقعہ حجاج کے سامنے ہوا حجاج نے حکم دیا کہ اس راہب کو میرے پاس لاؤ راہب سامنے آیا حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے یہ کیوں کیا راہب نے کہا کہ ہمارے صحائف میں لکھا ہوا ہے کہ اس مقام پر ایک مسجد بنائی جائے گی اور جب تک دنیا میں ایک بھی موحد باقی رہے گا یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی رہے گی اسکے بعد حجاج نے شہر واسط کی بنیاد ڈالی اور اس جگہ مسجد بنوائی۔

بعض انتظامی تبدیلیاں

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کی نظامت سے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ ہشام بن اسماعیل المخزومی کو مقرر کیا اور ہشام نے لوگوں کو اس سال حج کرایا۔

سوائے مدینہ طیبہ کے اور باقی تمام صوبوں پر وہی لوگ حاکم اور عامل تھے جو گذشتہ سال میں تھے البتہ مدینہ کے ناظم کے عزل ونصب کے متعلق ہم اوپر ہی بیان کر چکے ہیں۔

۸۴ھ ہجری کے اہم واقعات کا تذکرہ

ابن القریہ کا قتل

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال عبدالملک کے بیٹے عبداللہ نے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور شہر مصیصہ کو فتح کیا نیز اسی سال حجاج نے ایوب ابن القریہ کو قتل کیا۔اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یہ شخص ابن الاشعث کے ساتھیوں میں تھا۔دیر جماجم سے بھاگ آنے کے بعد جوشب بن یزید کے پاس جو حجاج کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا آیا کرتا تھا حوشب اپنے ملازمین سے کہا کرتا تھا کہ اس شخص کو جو میرے ساتھ کھڑا ہوتا ہے تم اپنی نگاہ میں رکھو کیونکہ ایک آدھ روز میں حجاج کا میرے نام ایسا حکم آئے گا کہ جس کی تعمیل مجھے کرنا ہی پڑے گی چنانچہ یہ ہی ہوا کہ ایک روز ایوب حوشب کے ساتھ کھڑا تھا کہ حجاج کا یہ خط پہنچا۔

> حمد و ثناء کے بعد۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک عراقی کو جو میرا دشمن ہے پناہ دی ہے اس خط کے دیکھتے ہی تم ابن القریہ کو اس کی مشکیں کس کے کسی معتبر شخص کی حراست میں میرے پاس بھیج دو حوشب نے خود خط کو پڑھ کر ابن القریہ کو پڑھنے کے لیے دیا اس نے کہا کہ حکم کی تعمیل میں مجھے کچھ چوں چراں نہیں۔چنانچہ حوشب نے اس کی مشکیں باندھ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔جب یہ حجاج کے سامنے آیا تو حجاج نے پوچھا کہو کہ اس موقع کا بھی تم نے کچھ انتظام کر رکھا ہے کہ اب کیا جواب دو گے؟
>
> ابن القریہ نے کہا جی ہاں تین لفظ ہیں جو گویا کھڑی ہوئی سواریاں ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔"دنیا' آخرت' نیکی اور احسان"۔

اس پر حجاج نے کہا کہا چھا اب ان کی ذرا تشریح کرو۔ابن القریہ نے کہا بہتر ہے ابھی کیے دیتا ہوں۔

دنیا ایک ایسے مال کا نام ہے جس سے نیک و بد سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔آخرت یہ میزان عدل ہے۔اور ایسی عدالت ہے جس میں باطل کا دخل نہیں۔اب رہا احسان یہ اگر میرے خلاف استعمال کیا جائے تو بھی مجھے کچھ اعتراض نہیں کیونکہ میں اپنی خطاؤں کا خود ہی معترف ہوں۔اور اگر اس سے کچھ فائدہ پہنچانے والا ہوتو ضرور اس سے بہرہ اندوز ہونگا۔

حجاج نے کہا کہ اچھا اب تو آپ تلوار کا اعتراف کیجیے گا جب وہ آپ پر پڑے' اسیر ابن القریہ نے حجاج سے درخواست کی کہ آپ میری لغزش کو معاف فرما دیجیے اور مجھ پر مہربانی فرمائیے کیونکہ دنیا میں کوئی پیدل چلنے والا ایسا نہیں جس نے کبھی ٹھوکر نہ کھائی ہو اور نہ کوئی ایسا شہسوار ہے جو کبھی منہ کے بل نہ گرا ہو۔

مگر حجاج نے کہا کہ میں ہرگز ہرگز معاف نہیں کروں گا۔اور ابھی تجھے دوزخ دکھاتا ہوں۔

ابن القریہ کہنے لگا کہ چونکہ مجھے اس کی گرمی اب محسوس ہو رہی ہے اس لیے اس تکلیف سے مجھے فوراً بچا

دیجیے۔

حجاج نے پہرہ دار کو حکم دیا کہ اسے آگے بڑھاؤ اور قتل کر ڈالو جب حجاج نے ابن القریہ کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اسے چھوڑ دیتا تا کہ اس کی نہایت ہی فصیح و بلیغ گفتگو سنتا۔ پھر حجاج نے اسکی لاش کو باہر اٹھا لے جانے کا حکم دیا اور اسے باہر نکال پھینک دیا گیا۔

عوانیہ روای ہیں کہ جب حجاج نے ابن القریہ کو خاموش رہنے کا حکم دیا تو اس نے کہا اگر میری تمہاری طاقت برابر ہوتی تو پھر تو ہم سب کو زیر کر لیتے اور یا تمھیں بھی ایک زبردست نا قابل تسخیر شخص کا مقابلہ کرنا پڑتا۔

قلعہ بادغیس کی فتح

اسی سال یزید بن المہلب نے نیزک کے قلعہ واقع بادغیس کو فتح کیا نیزک اس قلعہ میں آ کر اکثر ٹھہرا کرتا تھا یزید اس سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوا اور اس کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کے لیے خبر رساں مقرر کر دیئے۔ جب یزید کو نیزک کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس کی راہ میں مزاحم ہو گیا نیزک کو بھی معلوم ہوا کہ دشمن میری گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہے وہ پلٹ گیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ میں جو کچھ ہے وہ سب یزید کو دے دیا جائے اور نیزک اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ سے چلا جائے۔

نیزک اس قلعہ کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ جب اسے دیکھتا تو سجدہ کیا کرتا تھا۔ یزید نے اس کی خبر حجاج کو بھیج دی یزید کے حجاج کے نام تمام خطوط یحییٰ ابن لعمیر العدوانی لکھا کرتا تھا جو کہ بنی ہذیل کا حلیف تھا اس واقعہ کے متعلق یحییٰ نے حسب ذیل خط حجاج کو لکھا۔

دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی اللہ تعالی نے ہمیں ان پر فتح حاصل فرمائی اور ان میں سے کچھ لوگوں کو ہم نے قتل کر دیا بعض کو قید کر لیا اور بقیہ السیف نے پہاڑوں کی چوٹیوں میں عمیق غاروں گھنے جنگلوں اور دریاؤں کے گہواروں میں پناہ لی۔

اس خط کے طرز تحریر کو دیکھ کر حجاج نے دریافت کیا کہ یزید کا منشی کون ہے؟ لوگوں نے یحییٰ کا نام لیا حجاج نے یزید کو لکھا کہ یحییٰ کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ یزید نے اسے ڈاک کے ذریعے حجاج کے پاس بھیج دیا یہ شخص اپنے زمانے کا بہترین انشاء پرداز تھا۔

حجاج نے اس کا وطن دریافت کیا یحییٰ نے کہا ''اہواز'' اس پر حجاج نے تعجب سے کہا کہ اور اس پر یہ فصاحت۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے کلام کو یاد کر لیا ہے اور وہ خود ایک بڑے فصیح شخص تھے۔ حجاج نے کہا یہ فصاحت یہیں سے آئی ہے۔

پھر حجاج نے پوچھا کہ کیا عنبسہ بن سعید بھی بول چال میں غلطی کرتے ہیں؟ یحییٰ نے کہا ہاں اس پر حجاج نے پوچھا اور وہ فلاں صاحب بھی۔ یحییٰ نے کہا بیشک پھر حجاج نے پوچھا کہ میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے کیا میں بھی بول چال میں غلطی کرتا ہوں؟ یحییٰ نے کہا کہ ہاں کچھ یوں ہی سی آپ بھی غلطی کرتے ہیں کہیں تو ایک حرف کو کم کر دیتے ہیں اور کہیں زیادہ۔ اِنَّ کی جگہ اَنَّ اور اَنَّ کی جگہ اِنَّ پڑھتے ہیں اور تنقید سے حجاج برہم ہوا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس کے بعد سرزمین عراق میں میں نے تمھیں دیکھ لیا تو قتل کر ڈالوں گا یحیی

خراسان پلٹ گیا۔

اس سال ہشام بن اسمٰعیل المخزومی نے حج کرایا مختلف صوبہ جات پر وہی لوگ اس سال بھی حاکم تھے جن کے نام ہم ۸۳ھ ہجری کے واقعات میں بتا چکے ہیں۔

۸۵ھ ہجری کے اہم واقعات

ابن الاشعث کا انتقال اور اس کے اسباب و واقعات

جب ابن الاشعث ہرات سے واپس رتبیل جانے لگا تو ان کے ساتھ ایک شخص علقمہ بن عمرو قبیلہ اودؑ کا بھی تھا۔ علقمہ نے ابن الاشعث سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ مملکت بادشاہ رتبیل میں داخل نہیں ہونا چاہتا ابن الاشعث نے وجہ دریافت کی تو علقمہ نے کہا کہ مجھے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی جان کا خطرہ ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاج رتبیل کے نام خط بھیجے گا جس میں لالچ و خوف دے کر تمہاری سپردگی کا مطالبہ ہوگا اور رتبیل یا تو تمھیں زندہ حجاج کے پاس بھیج دے گا یا قتل کر ڈالے گا اب بھی موقع باقی ہے اس وقت پانچ سو بہادر ایسے ہیں جنھوں نے ہمارے ہاتھوں پر اس لیے بیعت کی ہے کہ ہم کسی شہر میں گھس کر قلعہ بند ہو جائیں اور اس وقت تک مقابلہ کریں جب تک کہ ہمیں امان نہ مل جائے یا ہم سب کے سب عزت کی موت مارے جائیں۔

عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو میں آپ کی غمخواری کروں گا اور عزت و توقیر کروں گا مگر علقمہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن علاقہ رتبیل میں چلے گئے اور یہ پانچ سوشہسوار وہاں سے روانہ ہو کر کسی مقام میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے انھوں نے اپنا سردار مودالنصری کو مقرر کر لیا۔

عمارہ بن تمیم اللخمی نے آ کر ان کا محاصرہ کر لیا یہ جماعت اس سے لڑی اور اس کی پیش نہ جانے دی آخر کار عمارۃ کو انھیں امان ہی دیتے بنی۔ یہ لوگ اس کے پاس چلے آئے اور عمارۃ نے اپنے وعدہ معافی کو برقرار رکھا۔

اب حجاج نے ابن الاشعث کی سپردگی کے بارے میں مسلسل خطوط بھیجنے شروع کیے اور یہ دھمکی دی کہ اگر تم نے ابن الاشعث کو میرے حوالے نہ کیا تو دس لاکھ فوج سے تمہاری سلطنت کو روند ڈالا جائے گا۔

رتبیل کے پاس ایک شخص عبید بن ابی سبیع التمیمی الیربوجی تھا اس نے رتبیل سے کہا کہ میں حجاج سے تمہارے لیے یہ عہد لیتا ہوں کہ سات سال تک تم سے خراج نہ لیا جائے گا بشرطیکہ تم ابن الاشعث کو اس کے حوالے کر دو رتبیل نے کہا کہ اگر تم ایسا کر دو گے تو جو مانگو گے پاؤ گے عبید نے حجاج کو لکھو کہ رتبیل میری ہر بات کو مانتا ہے اور میں اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ وہ ابن الاشعث کو آپ کے حوالے نہ کر دے گا۔ ان خدامات کے صلے میں حجاج نے بھی اس شخص کو بہت سارو پیہ انعام دیا اور رتبیل سے بھی اس نے ان خدمات کا معاوضہ لیا غرض کے رتبیل نے عبدالرحمٰن کے سر کو حجاج کے پاس بھیج دیا اور حجاج نے اس کے بدلے میں سات سال کا خراج معاف کر دیا۔

حجاج کہا کرتا تھا کہ رتبیل نے تو دشمن خدا ابن الاشعث کو میرے پاس بھیج دیا تھا مگر اس نے خود چھت سے گر کر خودکشی کر لی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یزید کی بیٹی ملیکہ کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم عبدالرحمٰن مر گئے اوران کا سر میں اپنی ران پر رکھا ہوا دیکھ رہی ہوں۔

عبدالرحمٰن کو سل ہو گئی تھی انتقال کے بعد جب لوگوں نے انھیں دفن کرنے کا ارداہ کیا تو رتبیل نے کسی ملازم کو بھیج کران کا سر کٹوا منگوایا اور اسے حجاج کے پاس بھیج دیا اس کے علاوہ اس کے خاندان کے اٹھارہ آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور حجاج کو اس کی اطلاع دی حجاج نے کہا لکھا کہ ان سب کو قتل کر کے ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔

حجاج نے زندہ انھیں اپنے پاس بلانا پسند نہ کیا کہ شاید وہ اپنے معاملے کو عبدالملک کے سامنے پیش کریں اور عبدالملک ان میں سے کسی ایک کو بھی معافی دے دیں۔

مذکورہ واقعہ سے متعلق دوسری روایت

ابن ابی سبیع اور ابن الاشعث کے مابین جو واقعہ پیش آیا اس کے متعلق درج بالا بیان کے علاوہ جو ابومخنف کی روایت پر مبنی تھا ایک اور حسب ذیل روایت بھی ہے کہ جس کا راوی ابی عبیدہ معمر بن المثنیٰ ہے اس کا بیان ہے کہ عمارہ کرمان سے روانہ ہو کر سیستان آیا یہاں ایک شخص مودود العنبری عامل تھا عمارہ نے اس کا محاصرہ کر لیا پھر اسے امان دے دی اور اس طرح کل علاقہ سیستان ان کے تصرف میں آ گیا اس سے فارغ ہونے کے بعد عمارہ نے حجاج کا درج ذیل خط ایک قاصد کے ہاتھ رتبیل کے پاس بھیج دیا۔

حمد و ثناء کے بعد۔ میں عمارہ کو ایسے تیس ہزار شامیوں کے ساتھ تمہارے مقابلہ پر بھیجتا ہوں جو ہمیشہ سے وفا شعار اور فرماں بردار ہیں انھوں نے کبھی خلیفہ سے بغاوت نہیں کی اور نہ باغیوں سے شرکت کی ان میں سے ہر شخص کو سو درہم ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور جنگ میں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے اس سے بھی یہ خوب فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ابن الاشعث کی تلاش میں بھیجے گئے ہیں۔

رتبیل نے ابن الاشعث کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن الاشعث کے پاس عبید بن ابی سبیع التمیمی بھی تھا جو ان کا خاص آدمی تھا اور اسی کو ابن الاشعث نے اپنا سفیر بنا کر رتبیل کے پاس بھیجا تھا رتبیل کے پاس پہنچ کر اس نے خاص تعلقات پیدا کر لیے اور اس سے کہا کہ اگر تم نے ابن الاشعث کو نہ حوالے کر دیا تو سخت مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔

عبدالرحمٰن کے بھائی قاسم بن الاشعث نے اس سے کہا بھی کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ تمیمی بیوفائی کریگا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں عبدالرحمٰن نے اسے قتل بھی کرنا چاہا مگر یہ ہوشیار ہو گیا اور عبدالرحمٰن کی رتبیل سے شکایت کی۔ حجاج کا خوف اس کے دل میں جاگزیں کر دیا اور مشورہ دیا کہ عبدالرحمٰن کو حجاج کے حوالے کر دیجیے رتبیل نے اس کا مشورہ قبول کر لیا۔

عبید پوشیدہ طور پر عمارہ بن تمیم اللخمی کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر ابن الاشعث آپ کے حوالے کر دیا جائے تو آپ کتنا روپیہ اس کے معاوضہ میں دیں گے۔ عمارہ نے دس لاکھ درہم کہے۔ عبید عمارہ کے پاس ٹھہرا رہا عمارہ نے اس معاملے کے متعلق حجاج سے تصدیق کروائی حجاج نے حکم دیا کہ عبید اور رتبیل دونوں کی شرائط کو منظور کر لو۔

عبید نے دس لاکھ مانگے۔ اور رتبیل نے یہ شرط کی کہ دس سال تک میرے خلاف کوئی جنگ نہ کی جائے دس

سال کے بعد میں نولاکھ درہم سالانہ بطور خراج کے ادا کرتا رہوں گا۔

عمارہ نے ان دونوں کے مطالبات کو منظور کر لیا رتبیل نے ابن الاشعث کو اپنے سامنے حاضر کیے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اور اس کے خاندان کے تیس اور شخص حاضر کیے گئے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہلے ہی سے تیار تھیں عبدالرحمٰن اور اس کے بھائی کے گلے میں بیڑیاں ڈالیں گئیں۔ اور ان سب کو عمارہ کی قریب ترین سرحدی چوکی میں بھیج دیا گیا۔

ابن الاشعث کا سر حجاج کے دربار میں

عبدالرحمٰن کے اور جس قدر ساتھی تھے ان سے رتبیل نے کہہ دیا کہ جہاں تمھیں جگہ ملے چلے جاؤ جب عبدالرحمٰن عمارہ کے قریب رہ گیا اس نے ایک کوٹھے سے گر کر خودکشی کر لی۔ اس کا سر کاٹ کر اور دوسرے قیدی عمارہ کے پاس لائے گئے عمارہ نے ان سب کو بھی قتل کر ڈالا اور ابن الاشعث اس کی بیوی اور اس کے دوسرے اعزا کے سروں کو حجاج کے پاس بھیج دیا حجاج نے اس کے سر کو عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور عبدالملک نے اسے عبدالعزیز کے پاس جو اس وقت مصر کے گورنر تھے بھیج دیا۔

عبدالملک کے سامنے جب ابن الاشعث کا سر لایا گیا اس نے اسے ابن الاشعث کی ایک قریبی رشتہ دار عورت کے پاس جو کسی قریشی کے گھر میں تھی ایک خواجہ سرا کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب سر اس عورت کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا کہ میں اس خاموش زائر کی آمد پر خوش آمدید کہتی ہوں۔ یہ ایک اولوالعزم بادشاہ تھا جس کے پیش نظر وہ کام تھے جو اس کی اعلیٰ و رفیع شان کے شایاں تھے۔ مگر قسمت برگشتہ تھی اس لیے اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

خواجہ سرا اس کے سر کو لے جانے لگا اس عورت نے سر کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا کہ میں اس وقت تک نہ لے جانے دوں گی جب تک اپنی آرزو نہ پوری کر لوں گی۔ پھر اس نے خطمی منگوائی اس کے سر کو غسل دیا غلاف پہنایا اور کہا کہ اب لے جاؤ۔

خواجہ سرا سر کو لے گیا اور عبدالملک سے یہ داستان سنائی جب اس عورت کا شوہر اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ اگر تیرا بس چلتا تو اس سے شاید استقرار حمل کرا لیتی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابن الاشعث کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے علاقہ رتبیل کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ ابن الاشعث نے کچھ شعر پڑھ کر اسے غیرت دلائی اس شخص نے ابن الاشعث کی طرف پلٹ کر کہا اے ریشائیل کاش تم ہی کسی جنگ میں ثابت قدم رہے ہوتے تو ہم تمہارے سامنے ہی اپنی جانیں قربان کرتے تو یہ تمہارے لیے اس موجودہ حالت سے زیادہ اچھا ہوتا۔

حمید الارقط کے اشعار پڑھنے کا واقعہ

انھیں جنگوں میں سے کسی جنگ میں حجاج جا رہا تھا۔ حمید الارقط شاعر بھی اس کے ہمراہ تھا۔ حمید نے یہ شعر پڑھے۔

مازال یبنی خندقاً ویھدمھا

عن عسکر یقودہ وفیسلمہ

حتـــی یـــصیـــر فـــی یـــدیک مـــقـــســـمـــه
هیهـــات مـــن مـــصـــنـــفـــهٖ مـــنهـــر مـــه
ان اضـــاالـــکـــظـــاظ مـــن لا یـــســـامـــه

(ترجمہ) ہمیشہ وہ خندق بناتا رہا اور اسے گراتا رہا اس لشکر گاہ کے گرد جس کی وہ قیادت کرتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ اس کی قسمت کی باگ تیرے ہاتھوں میں آگئی اس شکست خوردہ میدان مصاف پر افسوس ہے مصائب دشدائد جنگ کو وہی شخص براداشت کر سکتا ہے جسے وہ تھکا نہ سکیں۔

حجاج نے ان اشعار کو سن کر کہا یہ اشعار اس فاسق اعشیٰ ہمدان کے شعر سے زیادہ حقیقت سے بھرے ہوئے ہیں اعشیٰ ہمدان کا شعر یہ تھا۔

بـــنـــتُ ان بـــنـــی یـــوسف
خـــرمـــن زلـــقٍ فتبـــا

() مجھے معلوم ہوا ہے کہ یوسف کا لڑکا ایک چکنے پتھر سے گرا اور ہلاک ہوگیا۔

اب اسے معلوم ہوا ہوگا کہ کون پھسلا اور تباہ ہوا۔ کون منہ کے بل گرا۔ کس نے خوف کھایا۔ اور محروم رہا۔ اور کس نے شبہ کیا اور شک میں پڑا''۔

حجاج نے ان جملوں کو اس قدر بلند آواز کے ساتھ ادا کیا کہ جس قدر حاضرین تھے سب اس کے غیظ و غضب سے ڈر گئے اور ارلقیط بھی چپ ہوگیا؟ ارلقیط نے کہا کہ میری جان امیر اور'' اللہ کی جانب سے غالب فرماں روا پر سے قربان ہو جب میں نے آپ کو اس جوش وغضب کی حالت میں دیکھا تو میرے تمام رگ پٹھے خوف سے کانپنے اور تھرتھرانے لگے آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا اور زمین چکر کھانے لگی حجاج نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت غالب ہے۔ وہی اشعار سناؤ ارلقیط نے پھر اشعار سنائے۔

یـــااعـــور الـــعیـــن فـــدیـــت الـــعـــورا
کـــنـــت حسبـــت الـــخـــنـــدق الـــمـــحـــفـــورا
یـــردعـــنـــک الـــقـــدر الـــمـــقـــدورا
ودائـــــرت الـــســـوء ان تـــــدورا

() اے کانے میں تیری یک چشمی پر قربان ہو جاؤں تو نے خیال کیا تھا کہ یہ خندقیں تجھے ان مصائب سے بچا سکیں گیں جو تیرے لیے مقدر ہو چکی ہیں یا تیری ہلاکت اور بدبختی کے دائرے اپنا دور بدل دیں گے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن الاشعث ۸۴ ہجری میں ہلاک ہوا اسی سال حجاج نے یزید بن

المہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ اسکے بھائی مفضل کو مقرر کیا۔

یزید کی برطرفی کے اسباب و واقعات

حجاج کی ایک راہب سے ملاقات

حجاج عبدالملک سے ملنے گیا تھا۔ واپسی میں اس نے ایک کلیسا میں آ کر قیام کیا لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں ایک بڑا عالم و فاضل عیسائی راہب رہتا ہے۔ حجاج نے اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا آپ کی کتابوں میں اس حالت کا ذکر ہے کہ جس میں اس وقت ہم اور آپ ہیں۔

راہب نے کہا جی ہاں جو واقعات آپ پر گذر چکے ہیں' گذر رہے ہیں' اور گذرنے والے ہیں وہ سب مذکور ہیں۔

حجاج نے پوچھا کہ کیا واضح طور پر نام بنام ان کا ذکر ہے یا صرف قرائن اور ان کی صفات بتائی گئی ہیں۔

راہب نے کہا کہ جہاں صرف صفات بیان کی گئی ہیں وہاں نام نہیں ہے اور جہاں پر نام ہے وہاں صفات کا کوئی ذکر نہیں۔

حجاج نے پوچھا اچھا فرمایئے کہ ہمارے موجودہ امیر المومنین کی کیا خصوصیات ہیں راہب نے کہا کہ ہم اپنے زمانے میں انھیں ایک نہایت ہی مدبر بادشاہ جانتے ہیں جو ان کی مخالفت کرے گا ہلاک کر دیا جائے گا۔

حجاج نے کہا کہ ان کے بعد کون ہوگا راہب نے کہا ولید حجاج نے پوچھا ان کے بعد کون؟

راہب نے کہا کہ ایک ایسا شخص جس کا نام ایک نبی کا نام ہے جس سے خیر و برکت کا افتتاح ہوگا۔

حجاج نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ راہب نے کہا کہ ہاں مجھے بتا دیا گیا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ کیا آپ میرے منصب ولایت کو جانتے ہیں راہب نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں حجاج نے پوچھا کہ میرے بعد کون والی ہوگا؟ راہب نے کہا یزید نامی ایک شخص حجاج نے پوچھا میری زندگی میں یا میرے بعد۔ راہب نے کہا کہ مجھے یہ نہیں معلوم۔ حجاج نے پوچھا کہ اس کی خصوصیات آپ جانتے ہیں راہب نے کہا کہ وہ ایک وعدہ خلافی کرے گا اس کے علاوہ اور میں کچھ نہیں جانتا۔

حجاج کے دل میں یزید کی نفرت

اس گفتگو سے حجاج کے دل میں یہ خیال آیا کہ یزید بن المہلب ہی میرا مقابل ہے۔ حجاج نے پھر سفر شروع کیا۔ اور سات روز تک چلتا رہا اس راہب کے قول سے اسے خوف پیدا ہو گیا تھا مستقر پر جا کر عراق کی صوبہ داری سے اس نے عبدالملک کو اپنا استعفیٰ لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے تمھارا اصلی منشا معلوم ہو گیا ہے تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے متعلق میں اپنی رائے کا اظہار کروں تو سن لو کہ میں تمھیں ایک مفید آدمی سمجھتا ہوں اس لیے تم اپنا استعفیٰ واپس لے لو۔ اور اب کبھی مرتے دم تک استعفیٰ نہ دینا۔

ایک روز حجاج بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے عبید بن موہب کو بلایا عبید حجاج کے پاس آیا حجاج اس وقت زمین کرید رہا تھا حجاج نے اپنا سر اٹھا کر عبید سے کہا کہ اہل کتاب بیان کرتے ہیں کہ میرے ماتحت عہدے داروں میں

سے ایک شخص یزید نامی عراق کا گورنر ہوگا میں نے یزید بن کبشۃ یزیب بن حصین اور یزید بن دینار کا خیال کیا مگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی عراق میں نہیں ہے اور نہ انھیں اس کا کوئی موقع ہے غالباً یہ یزید بن المہلب ہی ہے۔

عبید نے عرض کیا کہ آپ ہی نے انھیں عزت دی انھیں اس عظیم منصب پر سرفراز کیا ان کے طرف داروں کی تعداد بھی کثیر ہے بہادر بھی ہیں۔ اطاعت شعار بھی اور دولت مند بھی ہیں۔ اور اس ترقی کے لیے نہایت موزوں اور اہل بھی ہیں۔

یزید کو معزول کرنے کے لیے حجاج کی کوششیں

حجاج نے یزید کے برطرف کر دینے کا ارادہ ہی کر لیا۔ مگر کوئی حیلہ اس کے ہاتھ نہ آیا۔ خیار بن سبرۃ بن ذوئب بن ارقجہ بن محمد بن سفیان جو مہلب کے سرداروں میں تھا حجاج کے پاس آیا حجاج نے اس سے یزید کی حالت اور روش دریافت کی خیار نے کہا کہ وہ ایک نہایت وفادار اور خلیق و بامروت آدمی ہیں۔ حجاج نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھ سے سچ سچ بیان کرو۔ خیار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بزرگ و برتر ہے اس میں شک نہیں کہ جو کچھ اب تک انھوں نے کیا اس کی بنیادیں کھوکھلی ہیں حجاج نے کہا بیشک تم نے سچ کہا۔

اس کے بعد حجاج نے خیار کو عمان کا ناظم بنا دیا تھا۔

حجاج نے عبدالملک کو یزید اور خاندان مہلب کی شکایت لکھی کہ یہ لوگ زبیری ہیں۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں حجاج کو لکھا کہ یہ کوئی جرم کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ خاندان زبیر کے طرف دار ہیں بلکہ یہ جوش عقیدت جو ان کو زبیری خاندان سے ہے یہ ان کی ہمارے خاندان سے وفاداری کا باعث ہے۔

مگر پھر حجاج نے اس راہب کے بیان پر عبدالملک کو لکھا کہ یہ لوگ ضرور بے وفائی کریں گے عبدالملک نے جواب دیا کہ تم نے یزید اور خاندان مہلب کی بہت شکایت کی ہے۔ تم ہی کسی ایسے شخص کا نام پیش کرو جو خراسان کی گورنری کا اہل ہو حجاج نے مجاعۃ ابن معر السعدی کا نام پیش کیا عبدالملک نے اس کے جواب میں لکھا کہ جو خرابی تم آل مہلب میں پاتے ہو وہی مجاعۃ میں بھی موجود ہے۔ کسی ایسے شخص کا انتظام کرو کہ جو انتظامی قابلیت رکھنے والا سیاست دان اور تمہارے احکام کی تعمیل کرنے والا ہو۔ اس پر حجاج نے قتیبہ بن مسلم کا نام پیش کیا۔ عبدالملک نے اسے منظور کر لیا اور حکم دیا کہ قتیبہ کو صوبہ دار بنا دیا جائے۔ یزید کو بھی معلوم ہو گیا کہ حجاج نے مجھے برطرف کر دیا ہے۔ اس نے اپنے اعزاء سے پوچھا کہ کون شخص میرا جانشین بنایا جائے گا سب نے کہا کہ قبیلہ بنی ثقیف کا کوئی شخص ہوگا۔

یزید نے کہا نہیں۔ بلکہ تم ہی میں سے کو یہ شخص عارضی طور پر مقرر کر دیا جائے گا اور جب میں اس کے پاس چلا جاؤں گا تب اسے بھی موقوف کر کے بنی قیس کا کوئی شخص مقرر کیا جائے گا اور میرا خیال ہے کہ قتیبہ ہوں گے۔

غرض یہ کہ جب عبدالملک نے یزید کی معزولی کی حجاج کو اطلاع دے دی حجاج نے مناسب نہ سمجھا کہ صاف صاف حکم بھیجے بلکہ یزید کو لکھا کہ اپنے بھائی مفضل کو جائزہ دے کر میرے پاس آؤ۔

یزید نے حصین بن منذر سے مشورہ لیا حصین نے کہا تم نہ جاؤ اور کوئی بہانہ کر دو کیونکہ امیرالمومنین کی تمھارے بارے میں رائے اچھی ہے اور یہ سب کچھ کیا دھرا حجاج کا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر تم نہ جاؤ گے اور روانگی

میں جلد بازی نہ کرو گے تو امیر المومنین تمھارے ہی برقرار رکھے جانے کا حکم دے دیں گے۔

یزید کہنے لگا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں حکم کی خلاف ورزی کروں ہمیں جو کچھ عروج ترقی حاصل ہوئی ہے یہ ہماری اطاعت وفرماں برداری کی وجہ ہے۔ میں مخالفت اور سرکشی کو معیوب سمجھتا ہوں۔

یزید کی برطرفی

یزید نے سفر کی تیاری شروع کی مگر حجاج کو اتنی دیر بھی ناگوار معلوم ہوئی۔ اس نے مفضل کو لکھا کہ میں تمھیں خراسان کا گورنر مقرر کرتا ہوں اب مفضل نے یزید سے اصرار کرنا شروع کیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ یزید نے اس سے کہا کہ یادرکھو میرے بعد کبھی حجاج تمھیں اس عہدے پر برقرار نہیں رکھے گا اس نے جو مجھے بلایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں بغاوت کر بیٹھوں اور حکم کی خلاف ورزی کروں۔ مفضل کہنے لگا کہ آپ مجھ سے جل گئے یزید نے کہا ارے او بیوقوف بھلا میں اور تجھ سے حسد کروں تمھیں خود ہی عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

حصین کے اشعار

یزید ربیع الثانی ۸۵ھ ہجری میں خراسان سے روانہ ہوا اس کے بعد حجاج نے مفضل کو بھی برطرف کر دیا اس پر ایک شاعر نے مفضل اور اس کے حقیقی بھائی عبدالملک کی ہجو میں چند اشعار کہے۔ حصین نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ دو شعر کہے۔

امرتک امراً حازما فعصیتنی
فاصبحت مسلوب الامارة نادما
فما انا بالباکی علیک صبابة
وما انا بالداعی لترجع سالما

() میں نے تجھے ایک نہایت ہی عمدہ مشورہ دیا تھا۔
مگر تو نے اسے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تیری امارات چھن گئی۔
اور تو نادام ہوا۔ نہ مجھے تیری حالت پر کسی قسم کی محبت کی وجہ
سے کوئی صدمہ ہے اور نہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ
خدا کرے کے تو صحیح سالم پھر واپس آجائے۔

جب قتیبہ خراسان آیا تو اس نے حصین سے کہا کہ تم نے یزید کی شان میں کیا کہا تھا۔ حصین نے یہ شعر پڑھے۔

امرتک امراً حازما فعصیتنی
فنفسک اولی اللوم ان کنت لائما
فان یبلغ الحجاج ان قد عصیته
فانک تلقی امره متفاقما

() میں نے تجھے ایک نہایت ہی عمدہ مشورہ دیا تھا مگر تو نے نہ مانا پس

اگر تو کسی کو موردِ الزام ٹھہرائے تو خود تیرا ہی نفس اس ملامت کا زیادہ
مستحق ہے۔ اگر حجاج کو معلوم ہو جائے کہ تو نے اس کی نافرمانی کی ہے
تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا اقتدار نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے۔

قتیبہ نے پوچھا کہ تو نے کیا مشورہ دیا تھا جسے یزید نے نہ مانا۔ حصین نے کہا کہ میں نے اسے کہا تھا کہ جس قدر درہم و دینار تیرے پاس ہوں سب حجاج کے پاس لے جانا۔

اس پر کسی شخص نے حصین کے بیٹے عیاض سے کہا کہ تیرا باپ تو نہایت ہی چالاک گھوڑا ثابت ہوا۔ جب کہ قتیبہ نے اس سے جو بھی سوال کیا اور اس نے جواب میں کہا کہ میں نے یزید کو مشورہ دیا تھا کہ وہ تمام درہم و دینار امیر کے پاس لے جائے۔

یزید کا خورزام پر حملہ

حجاج نے یزید کو حکم دیا تھا کہ خورزام پر جہاد کرو۔ یزید نے لکھا کہ اس مہم میں فائدہ کم اور تکلیف زیادہ ہے۔ اس پر حجاج نے اس کو لکھا کہ اچھا کسی شخص کو اپنا جانشین بنا کر تم میرے پاس چلے آؤ۔ اس کے جواب میں یزید نے لکھا کہ میں خورازم پر جہاد کرنا چاہتا ہوں حجاج نے جواب دیا کہ خورازم پر چڑھائی نہ کرو کیونکہ واقعی اس ملک کا یہ ہی حال ہے جیسا کہ تم نے پہلے لکھا تھا مگر یزید نہ مانا۔ اور فوج کشی شروع کر دی۔ بعد ازاں خورازم والوں سے صلح کر لی غنیمت میں لونڈی غلام بھی آئے جب یہ فوج واپس آنے لگی تو راستے کے درمیان میں سردی نہایت شدید پڑنے لگی یزید کی فوج نے لونڈی غلاموں کے کپڑے خود لے کر پہن لیے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب کہ سب سردی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

یزید نے بلستانہ میں آ کر قیام کیا اس سال مروالروز میں طاعون پھیلا۔ اور وہاں کے بہت سے باشندے نظرِ اجل ہو گئے۔

پھر حجاج نے یزید کو حکم دیا کہ تم میرے پاس چلے آؤ۔ یزید روانہ ہوا اور جس جس شہر سے گزرتا تھا وہاں کے باشندے اس کے لیے پھول بچھاتے تھے۔

یزید ۸۵ ہجری میں خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اور ۸۵ ہجری میں معزول کیا گیا۔ ربیع الثانی ۸۵ ہجری میں خراسان سے روانہ ہوا اور قتیبہ کو ان کی جگہ گورنر مقرر کیا گیا۔

یزید کی برطرفی سے متعلق دوسری روایت

مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ہشام بن محمد نے یزید کی برطرفی کے واقعات اور طرح سے بیان کیے ہیں۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

عبدالرحمٰن بن محمد کے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد اب صرف یزید ہی ایک ایسا شخص تھا جو کانٹے کی طرح حجاج کے دل میں چبھ رہا تھا۔ حجاج نے عراق کے اور تمام خاندانوں کو تو اچھی طرح سے پہلے ہی کچل ڈالا تھا۔ صرف یزید۔ اس کا خاندان بصرہ اور کوفہ کے جو جو لوگ اس کے ہمراہ خراسان میں تھے وہی اس کے فولادی پنجے سے اب تک محفوظ تھے۔ اس لیے عبدالرحمٰن بن محمد کے بعد اب عراق میں اسے سوائے یزید کے اور کسی سے کسی قسم کا خطرہ

باقی نہ تھا۔ چنانچہ اب حجاج نے یزید سے چالیں چلنا شروع کیں کہ کس طرح اسے خراسان سے نکال دے۔ اور یزید کے پاس قاصد بھیجنے شروع کیے کہ تم میرے پاس آؤ یزید جہاد اور دشمن کے ہر وقت خطرہ کا بہانہ کر جاتا تھا۔ عبدالملک کے آخری عہد حکومت تک یہ ہی معاملہ رہا حجاج نے عبدالملک سے یزید اور اس کے خاندان کی اس بناء پر شکایت کی کہ یہ لوگ آل زبیر کے طرف دار ہیں۔ ان کی اطاعت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا بہتر یہ ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے۔

عبدالملک نے جواب دیا کہ مجھے مہلب کی اولاد میں اگر وہ خاندان زبیر کے حامی اور خیر خواہ ہیں تو صرف اس بناء پر کوئی برائی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ یہ تو ان میں ایک ایسا جوہر ہے کہ اسی کے باعث انھیں ہم سے عقیدت وارادت ہے اس کے بعد اس روایت میں وہی بیان ہے جو کہ روایت سابقہ میں پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

مفضل کی باذغیس پر فوج کشی اور اس کی فتح

حجاج نے یزید کو خراسان کی گورنری سے برطرف کر کے اس کے بھائی مفضل کو ۸۵ ہجری میں اس کی جگہ خراسان کا گورنر مقرر کیا مفضل نو ماہ خراسان کا گورنر رہا اسی زمانے میں اس نے باذغیس پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا۔ فتح میں بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا جسے اس نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سو درہم آئے۔

باذغیس فتح کرنے کے بعد مفضل نے اخرون اور شومان پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی مال غنیمت پایا اور اسے بھی تقسیم کر دیا۔

مفضل کا کوئی بیت المال نہیں تھا جب اس کے پاس کچھ آتا یا غنیمت حاصل ہوتی تو فوراً تقسیم کر دیتا۔

اسی سال موسیٰ بن عبداللہ بن خازم ترمذ میں قتل کیا گیا۔

موسیٰ بن عبداللہ کے قتل اور ان کے ترمذ جانے کے واقعات واسباب

جب موسیٰ کے باپ عبداللہ بن خازم نے مقام فرتنا میں بنی تمیم کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جس کا بیان پہلے آچکا ہے تو جو لوگ اس کے ساتھ سے باقی رہ گئے تھے ان میں سے بھی اکثر اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ عبداللہ بن خازم نیشاپور کی طرف چلا گیا مگر چونکہ مرو میں اس کا بہت سارا مال واسباب موجود تھا اسے یہ خوف ہوا کہ مبادہ بنی تمیم اس پر قبضہ کر لیں اس لیے اس نے اپنے بیٹے موسیٰ سے کہا کہ تم مرو سے میرے تمام مال واسباب کو لے کر نکل جاؤ اور دریائے بلخ کو عبور کر کے کسی بادشاہ کے پاس پناہ گزیں ہو جاؤ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر کے مقیم ہو جاؤ۔

غرض یہ کہ موسیٰ دو سو بیس سواروں کے ساتھ مرو سے روانہ ہو کر آمل پہنچا یہاں کچھ ڈاکوان کی جماعت میں شامل ہو گئے اور اب چار سو کی جماعت کے ساتھ موسیٰ آمل سے روانہ ہوا بنی سلیم کے کچھ لوگ بھی جن میں فرعتہ بن عقلمہ بھی تھے ان سے آملے۔

موسیٰ مقام زم کی طرف بڑھا وہاں کے باشندوں نے اس کا مقابلہ کیا موسیٰ کو فتح حاصل ہوئی۔ اور کچھ مال غنیمت بھی اس کے ہاتھ آیا موسیٰ دریائے جیحوں کو عبور کر کے بخارا پہنچا حاکم بخارا سے پناہ مانگی اسے ان کی جانب سے خطرہ محسوس ہوا اس لیے اس نے پناہ دینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ ایک ڈاکو ہے اور اس کے تمام ساتھی بھی اسی کی طرح جنگجو اور فتنہ پرواز ہیں میں انھیں پناہ نہیں دوں گا مگر کچھ روپیہ سواری کے جانور اور کپڑے تحفۃً انھیں بھیج

دیئے۔

یہاں سے مایوس ہوکر موسیٰ مقام نوقان میں بخارا کے ایک رئیس کے پاس پہنچا اس رئیس نے اس سے کہا چونکہ تمام لوگ آپ سے خوفزدہ ہیں اس لیے آپ کا یہاں رہنا کسی طرح مناسب نہیں وہ لوگ ہرگز آپ کو امان نہیں دیں گے۔

موسیٰ کئی مہینے اس رئیس کے پاس نوقان میں مقیم رہا آخر یہاں سے بھی روانہ ہوا ایک ایک رئیس کے پاس پناہ لینے کے لیے جاتا یا کوئی قلعہ تلاش کرتا کہ اس میں ٹھہر جائے مگر ہر جگہ سے دھتکار دیا جاتا تھا اور کہیں اسے جائے پناہ میسر نہ آتی۔ آخر کار سمرقند پہنچا یہاں کے رئیس طرخون نے اس کی بڑی مہمان نوازی کی اور ٹھہرنے کی اجازت دی اور یہاں آکر موسیٰ ایک عرصہ تک مقیم رہا۔

باشندگان صغد کی رسم

باشندگان صغد ہر سال یہ رسم مناتے تھے کہ ایک دستر خوان بچھایا جاتا تھا جس پر گوشت، ملیدہ، روٹی اور شراب کی ایک صراحی رکھی جاتی تھی تمام صغد میں جو سب سے بہادر شخص ہوتا وہی اسے کھاتا تھا اور اگر کوئی اور شخص اسے کھالیتا تو پھر ان دونوں کا مقابلہ ہوتا اور جو فتح مند ہوتا اسے کھانے کا ہر سال مستحق ہوتا۔

موسیٰ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس کھانے کی حقیقت دریافت کی جب اسے کی غرض و غایت معلوم ہوگئی تو پہلے تو وہ خاموش رہا اور پھر کہنے لگا کہ میں اس کھانے کو کھاؤں گا اور شہسوار صغد سے مقابلہ کروں گا۔ اگر میں نے اسے قتل کیا تو پھر میں ہی صغد کا بہادر بن جاؤں گا۔ چنانچہ وہ شخص بیٹھ کر تمام کھانا چٹ کر گیا جب اس شخص کو اطلاع ہوئی جس کے لیے دستر خوان چنا گیا تھا وہ نہایت ہی برہم ہوکر کہنے لگا اے عرب آ مجھ سے مقابلہ کر عرب نے کہا کہ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ چنانچہ دونوں میں مقابلہ ہوا اور عرب نے اس صغدی بہادر کو تیغ کر ڈالا اس پر بادشاہ صغد نے کہا کہ میں نے تم لوگوں کو اپنا مہمان بنایا اور تمھاری تعظیم و تکریم کی اور تم لوگوں نے مجھے اس کا بدلہ یہ دیا کہ صغد کے شہسوار اعظم کو قتل کر ڈالا اگر میں نے تجھے (موسیٰ کو) اور تیرے ساتھیوں کو وعدہ معافی نہ دیا ہوتا تو میں ضرور تم سب کو قتل کر ڈالتا لہٰذا اب تم فوراً میرے شہر اور اس کے مضافات سے چلے جاؤ۔

موسیٰ کی مقام ''کس'' کی طرف روانگی

موسیٰ یہاں سے روانہ ہوکر ''کس'' آیا کس کے رئیس نے طرخون سے امداد طلب کی امدادی فوج آئی موسیٰ سات سو فوجیوں کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آیا شام تک دونوں مقابل مردانگی سے لڑتے رہے اور پھر رات کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ ہٹ گئے۔

موسیٰ کے بہت سے ساتھی زخمی ہو چکے تھے صبح کے وقت موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سروں کو منڈوالو چنانچہ خارجیوں کے طریقوں کے مطابق سب نے اپنے سر منڈوا دیئے (اور اہل عجم کی طرح جب وہ مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہو جاتے ہیں) ان لوگوں نے چمڑے کے توشہ دان توڑ پھوڑ ڈالے۔

موسیٰ نے ذرعۃ بن علقمہ سے کہا کہ تم طرخون کے پاس جاؤ اور اسے کسی بھی طرح پھسلا لو۔ ذرعۃ طرخون کے پاس آیا طرخون نے اس سے پوچھا کہ تمھارے سپاہیوں نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اب وہ مرنے پر بالکل

آمادہ ہو گئے ہیں اور بھلا آپ ہی فرمائیے کہ اگر جناب والا نے موسیٰ کا قتل کر دیا یا انھوں نے آپ کا قتل کر دیا تو اس سے آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا اور آپ اس وقت تک موسیٰ پر قابو نہیں پا سکتے جب تک کہ جتنے وہ ہیں اتنے ہی آپ کے آدمی موت کے گھاٹ نے اتار دیئے جائیں۔ اور اگر بالفرض آپ نے موسیٰ اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل بھی کر ڈالا تب بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ سمجھ لیجیے کہ عربوں میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے جتنے لوگ خراسان آئیں گے سب آپ سے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوں گے اگر آپ ایک سے بچ گئے تو کوئی اور آپ کو قتل کر ڈالے گا۔

موسیٰ اور طرخون کے باہمی تعلقات میں تبدیلی

طرخون نے کہا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے کسی طرح کسی کے علاقے کو ان کے حوالے نہیں کر سکتا۔ زرعہ نے کہا کہ تو اچھا آپ ان کے مقابلے سے باز آیئے تاکہ وہ یہاں سے کسی اور طرف نکل جائیں چنانچہ طرخون نے مقابلہ چھوڑ دیا اور موسیٰ ترمذ آیا۔ ترمذ میں ایک قلعہ تھا جس کا ایک رخ دریا کی جانب تھا اس قلعہ سے باہر موسیٰ ایک زمیندار کے پاس آ کر ٹھہرا یہ زمیندار بادشاہ ترمذ کا ہمسایہ اور اس کا ماتحت تھا اس نے موسیٰ سے کہا کہ چونکہ بادشاہ ایک نہایت ہی حیادار اپنی عزت کا پاس رکھنے والا ہے اگر آپ اس سے دوستانہ طور پر پیش آئیں اور تحفے تحائف بھیجیں تو چونکہ وہ ایک ضعیف شخص ہے وہ ضرور آپ کو اپنے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت دے گا۔ موسیٰ نے کہا یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ میں ان سے درخواست کروں گا کہ مجھے قلعہ میں اترنے دیں چنانچہ موسیٰ نے درخواست کی مگر بادشاہ ترمذ نے اسے مسترد کر دیا۔ اب موسیٰ نے کسی قسم کی عار سمجھے بغیر اسے تحفے بھیجے دوستانہ مراسم سے رابطہ بڑھانا چاہا اور ان کے تعلقات دوستانہ قائم ہو گئے۔

ایک روز موسیٰ بادشاہ ترمذ کے ساتھ شکار کھیلنے گیا اور اب وہ نہایت ہی اخلاق و مہربانی سے بادشاہ سے پیش آنے لگا۔ بادشاہ نے موسیٰ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی عزت افزائی کروں اس لیے کل صبح کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں اور صرف ایک سو ساتھی اپنا ہمراہ لائیگا۔

موسیٰ نے سو آدمیوں کا انتخاب کیا یہ جماعت گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئی شہر میں داخل ہوتے ہی ان کے گھوڑے ہنہنانے لگے جس کی وجہ سے اہل ترمذ نے برا شگون لیا اور مہمانوں سے کہا کہ گھوڑوں سے اتر جائیں سب مہمان اتر پڑے ایک مکان میں انھیں دو دو کر کے داخل کیا گیا۔ کھانا کھلایا گیا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد موسیٰ لیٹ گیا اہل ترمذ نے اس سے درخواست کی کہ اب جائیے موسیٰ نے کہا کہ مجھے اس سے بہترین مکان نہیں مل سکتا میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا اب یہ جگہ یا تو میرے رہنے کا مکان بنے گی یا میری قبر۔

عربوں اور ترکوں کی لڑائی کے آثار

اب شہر میں عربوں نے اہل ترمذ سے لڑنا شروع کیا ان میں سے کچھ لوگوں کو مار ڈالا اور کچھ بھاگ گئے عرب ان کے مکانات میں گھس گئے موسیٰ نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ میں آپ سے اور آپ کے خاص لوگوں سے کسی قسم کا تعارض نہیں کرنا چاہتا آپ یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ بادشاہ ترمذ اور باشندے ترمذ چھوڑ کر نکل گئے ترکوں کے پاس آئے اور امداد طلب کی ترکوں نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سو آدمیوں نے تمھارے

شہر میں داخل ہو کر تمھیں وہاں سے نکال دیا حالانکہ ہم نے مقام کس پر کامیابی سے ان کی مدافعت کی اب ہم ان سے ہرگز نہیں لڑیں گے۔

موسیٰ نے ترمذ میں رہائش اختیار کر لی اس کے اور ساتھی بھی جن کی تعداد سات سو تھی ترمذ میں آکر مقیم ہو گئے۔ جب اس کا باپ مارا گیا تو اس کے باپ کے ساتھی بھی جن کی تعداد چار سو تھی اس سے آملے اس طرح اس کی قوت بڑھ گئی اور یہ لوگ نکل نکل کر اپنے آس پاس کے علاقوں میں غارت گری کرنے لگے۔ ترکوں نے ایک وفد موسیٰ کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ اس کی حالت دیکھ کر آئے موسیٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی نئی چال چلنی چاہیے۔

اگرچہ نہایت سخت گرمی پڑ رہی تھی مگر موسیٰ نے بہت سی آگ جلوائی اور اپنے سپاہیوں کو سردی کے گرم کپڑے پہننے کا حکم دیا ان لوگوں نے ان کپڑوں پر نمدے بھی پہن لیے اور تاپنے کی غرض سے اپنے ہاتھ آگ کی جانب دراز کر دیئے موسیٰ نے ترکوں کے وفد کو سامنے بلایا۔ ترک یہ کیفیت دیکھ کر بہت گھبرائے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عربوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس موسم میں سخت سردی معلوم ہوتی ہے اور موسم سرما میں سخت گرمی ترک یہ دیکھ کر واپس چلے گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ تو واقعی جنات ہیں ہم ان سے کبھی نہیں لڑیں گے۔

جنگ نہ ہونا

ایک مرتبہ ترکوں کے بادشاہ نے موسیٰ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک قاصد کو زہر، تیر اور مشک دے کر اس کے پاس بھیجا زہر سے اس بات کا اشارہ تھا کہ ہماری لڑائی زہر سے خاصہ رکھتی ہے۔ اور تیر سے مراد جنگ تھی۔ البتہ مشک صلح کی نشانی تھی اب ان میں سے موسیٰ چاہے جنگ کو اختیار کرے یا صلح کو۔ موسیٰ نے زہر کو آگ کے سپرد کیا تیر کو توڑ ڈالا اور مشک کو بکھیر دیا اس واقعہ کو سن کر ترک بولے کہ عربوں کا ارادہ صلح کا نہیں ہے اور انھوں نے اس طرح بتا دیا ہے کہ ان کی جنگ آگ کے مشابہ ہے اور وہ ہمیں شکست دیں گے غرض یہ کہ اس لیے ترکوں نے عربوں سے جنگ نہیں کی۔

اہل ترمذ اور موسیٰ کا باہمی مقابلہ

اسی دوران بکیر بن وشاح خراسان کا گورنر مقرر ہوا اس نے موسیٰ سے کوئی تعارض نہیں کیا البتہ جب گورنر ہو کر آیا تو وہ خود موسیٰ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا مگر راستے ہی میں بکیر نے اس سے بدعہدی اور بغاوت کی اور اسے مجبوراً مرو واپس آنا پڑا۔ امیہ اور بکیر کے درمیان صلح بھی ہو گئی مگر اس سال اس نے کوئی کارروائی نہیں کی مگر دوسرے سال بنی خزاعہ کے ایک شخص کو امیہ نے ایک زبردست فوج دے کر موسیٰ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

اب اس موقع پر اہل ترمذ پھر ترکوں کے پاس گئے اور ان سے امداد طلب کی پہلے تو ترکوں نے امداد دینے سے انکار کر دیا مگر جب ان لوگوں نے ترکوں سے بیان کیا کہ خود انھیں کہ ہم ان کی قوم پر چڑھائی کر کے آئے ہیں اور انھوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے اس موقع پر اگر ہم اس مہم کی اعانت کریں تو ہم ضرور موسیٰ پر فتح حاصل کر لیں گے ترکوں نے اس بات کو مان لیا اور اہل ترمذ اور ترکوں کی ایک زبردست فوج بھی موسیٰ کے مقابلے کے لیے بڑھی خزاعی اور ترکوں دونوں نے مل کر موسیٰ کا محاصرہ کر لیا موسیٰ دن کے ابتدائی حصہ میں تو خزاعی سے لڑتا اور آخری حصہ میں

ترکوں سے نبرد آزما ہوتا۔ دو یا تین ماہ تک اسی طرح لڑتا رہا۔

ایک روز موسیٰ نے عمرو بن خالد بن حصین الکلابی سے جو ایک نہایت بہادر آدمی تھا کہا کہ ہماری اور ان کی جنگ نے بہت طول کھینچا ہے اب میں نے یہ پکا ارادہ کر لیا ہے کہ اس خزاعی پر شب خون مار دوں کیونکہ وہ لوگ ہمارے شب خون مارنے سے بالکل بے خطر ہیں۔ اس معاملے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

عمرو نے کہا شب خون مارنے کا خیال تو نہایت مناسب ہے مگر یہ عجمیوں پر ہونا چاہیے کیونکہ عرب بہت ہوشیار قوم ہے فوراً خطرہ کو محسوس کر لیتے ہیں اور رات کے وقت عجمیوں سے زیادہ جرأت کا اظہار کرتے ہیں آپ ترکوں پر رات کے وقت حملہ کیجیے۔ اور مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا پھر اکیلے خزاعی کو تو ہم بھگت لیں گے۔ کیونکہ ہم قلعہ کی حفاظت میں ہیں اور وہ کھلے میدان میں پڑے ہیں۔

اور نہ وہ ہم سے زیادہ ثابت قدم و صابر ہیں اور نہ جنگی چالوں کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

موسیٰ نے بھی ترکوں ہی پر شب خون مارنے کا قصد کر لیا اور جب ایک پہر رات گزر گئی تو موسیٰ چار سو سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوا عمرو سے کہا کہ تم ہمارے بعد روانہ ہونا جب ہماری تکبیر کی آواز سنو تو تم بھی تکبیر کہنا۔

مسلمانوں کی فتح

موسیٰ آگے بڑھا عمرو کو اپنے آگے کیا فوج اس کے پیچھے ہوئی جب پہرہ والوں پر ان کا گزر ہوا تو انھوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ موسیٰ کی جماعت نے کہا کہ ہم مسافر ہیں جب یہاں سے آگے نکل گئے تو فوج کے دستے حکم کے مطابق چاروں طرف پھیل گئے اور ایک ساتھ انھوں نے تکبیر کی آواز بلند کی ترکوں کو دشمن کی اطلاع صرف اس وقت ہوئی جب ان پر کھچا کھچ تلواریں پڑنے لگیں ایسی بدحواسی ان پر طاری ہوئی کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں کے سولہ آدمی کام آئے۔ مسلمانوں نے ان کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا مال غنیمت میں ہتھیار اور روپیہ ہاتھ آیا صبح کے وقت خزاعی اور اس کی فوج کی ہمتیں اس شکست سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ انھیں یہ بھی خوف ہوا کہ کہیں ہم پر بھی شب خون نہ ماریں اس لیے وہ چوکنے ہو گئے عمرو نے موسیٰ سے کہا کہ چونکہ خزاعی کو برابر امداد پہنچ رہی ہے اس لیے ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اس لیے بغیر کسی چال کے تم فتح نہیں پا سکتے۔ مجھے ان کے سردار کے پاس جانے دو تاکہ میں ان کے سردار کو موقع پا کر تنہائی میں قتل کر دوں اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم مجھے خوب مارو موسیٰ نے کہا کہ اب تم کیوں پٹنے کے لیے جلدی کر رہے ہو حالانکہ ہر وقت قتل کے لیے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہو عمرو نے کہا قتل کے لیے تو میں روزانہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہی ہوں اور یہ معمولی مار پیٹ تو اس شئے کے مقابلے میں جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں بالکل ہی آسان ہے۔ غرض کہ موسیٰ نے اس کی بات مان لی۔ اور اسے پچاس کوڑے لگوائے۔

خزاعی کا عمرو کو پناہ دینا

عمرو موسیٰ کے لشکر سے نکل کر خزاعی کے پاس اجازت لے کر پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ میں یمن کا باشندہ ہوں عبداللہ بن خازم کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے بیٹے کے پاس چلا آیا اور انھی کے ساتھ تھا اور سب سے پہلے ہی میں ان کا ساتھ دینے کے لیے آیا مگر جب آپ تشریف لائے تو موسیٰ نے مجھ پر الزام لگایا مجھ سے سختی اور

بداخلاقی سے پیش آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تو ہمارے دشمنوں کا طرف دار ہے اور ان کا مخبر ہے اس پر مجھے خوز زدہ کیا بلکہ مجھے تو یہ خوف تھا کہ شاید وہ مجھے قتل کر ڈالے گا اور میں نے اپنے دل سے کہا کہ مار پیٹ کے بعد دوسرا قدم قتل ہی کا ہے اس ڈر سے بھاگ آیا۔

عمرو کا خزاعی کو قتل کرنا

خزاعی نے یہ داستان سن کر اسے امان دی اور عمرو اس کے ساتھ رہنے لگا ایک دن عمرو خزاعی کے پاس تنہائی کے وقت آیا اس نے دیکھا کہ کوئی ہتھیار وغیرہ اس کے پاس نہیں ہے عمرو نے خیر خواہانہ لہجے میں خزاعی سے کہا خدا آپ کو نیک ہدایت دے آپ جیسے سردار کو اس موقع پر بغیر ہتھیار کے رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ خزاعی نے کہا کہ میرے پاس ہتھیار موجود ہے یہ کہہ کر اس نے اپنا بستر کا کونہ ہٹایا وہاں ایک شمشیر برہنہ رکھی ہوئی تھی عمرو نے تلوار لے لی اور اسی سے خزاعی کو قتل کر دیا۔

عمرو اس جگہ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا لوگ اس کے پیچھے جھپٹے مگر عمرو ان کی پہنچ سے نکل گیا اگرچہ انھوں نے تعاقب کیا مگر عمرو صاف بچ کر نکل گیا۔ اور موسیٰ کے پاس پہنچ گیا اس سانحہ کے بعد خزاعی کی فوج منتشر ہوگئی کچھ لوگوں نے دریا کو عبور کر کے مرو کا رخ لیا اور کچھ لوگ موسیٰ کے پاس امان لینے کے لیے آ گئے موسیٰ نے انھیں امان دیدی اس مہم کی ناکامیابی کے بعد امیہ نے پھر کسی شخص کو موسیٰ کے مقابلہ پر روانہ نہیں کیا۔

امیہ معزول کیا گیا اور اس کی جگہ مہلب خراسان کے صوبہ دار مقرر ہوئے مہلب نے موسیٰ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا بلکہ اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ موسیٰ کو کبھی نہ چھیڑنا۔ تم لوگ اس وقت تک اس نواح کے حاکم رہو گے جب تک کہ یہ احمق اپنی جگہ پر قائم ہے۔ جس روز یہ قتل کیا گیا اسی روز تم معزول کر دیئے جاؤ گے۔ اور بنی قیس کا کوئی شخص خراسان کا گورنر مقرر کر دیا جائے گا۔

مہلب نے اپنی زندگی میں کسی شخص کو موسیٰ کے مقابلہ پر نہیں بھیجا ان کے بعد یزید بن المہلب خراسان کا گورنر مقرر ہوا اس نے بھی موسیٰ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

یزید سے قتل سرزد ہونا

مہلب نے حریث بن قطبہ الخزاعی کو مارا تھا یہ اور اس کا بھائی ثابت موسیٰ کے پاس چلے گئے جب یزید گورنر ہوا تو اس نے ان دونوں کی جائداد اور عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے اخیافی بھائی حارث بن منقذ اور ان کے داماد کو جس کی بیوی ام حفص بنت ثابت کو بھی قتل کر ڈالا۔ یزید کی اس حرکت کی اطلاع ان دونوں کو بھی ہوگئی ثابت نے طرخون کے پاس جا کر اس کی شکایت کی عجمی اس شخص کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ اس کی آواز بلند تھی اور اس کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے اور اس کی عظمت کو مانتے تھے اس کے اثر کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص کسی بات کو پورا کرنے کے لیے عہد کرتا تو ثابت کی زندگی کی قسم کھاتا اور کبھی عہد شکنی نہ کرتا۔

یزید کے خلاف موسیٰ کا حملہ کرنے کا ارادہ

یہ واقعہ سن کر طرخون کو غصہ آ گیا اس نے نیزک، سبل، اہل بخارا اور اہل صغد کو اس کے لیے جمع کیا یہ تمام

جماعت ثابت کے ساتھ موسیٰ کے پاس آئی دوسری طرف عبدالرحمن بن العباس کی مفرورہ فوج ہراۃ سے ابن الاشعث کی عراق اور کابل کی سمت سے۔ اور کچھ خراسان کے رہنے والے بھی بنی تمیم کے وہ لوگ جو ابن حازم کی بغاوت میں لڑ رہے تھے موسیٰ کے پاس آگئے اس طرح آٹھ ہزار عرب جس میں بنی تمیم' قیس' ربیعہ اور یمنی تھے موسیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔

ثابت اور حریث نے موسیٰ سے کہا اب آپ اس فوج کے ساتھ دریائے جیحون کو عبور کر کے خراسان پر حملہ کریں۔ اور یزید کو نکال دیجیے پھر ہم آپ ہی کو خراسان کا امیر بنا دیں گے۔ طرخون' نیزک' سبیل اور اہل بخارا بھی آپ کے ساتھ ہیں یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔

موسیٰ نے اس تجویز پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا مگر اس کے اور دوستوں نے اس سے کہا کہ یہ دونوں بھائی اس وقت تو یزید سے خوف زدہ ہیں اگر آپ نے یزید کو خراسان سے نکال دیا تو اور یہ لوگ مامون ہوگئے تو پھر یہ ہی قابض ومتصرف ہوجائیں گے اور خراسان کی امارت آپ سے چھین لیں گے بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں رہیں۔

حملہ کے بجائے دوسری تدبیر

موسیٰ نے ان کے مشورہ کو منظور کرلیا اور ترمذ ہی میں رہا اور ثابت سے کہہ دیا کہ اگر ہم نے یزید کو خراسان سے نکال بھی دیا تو کیا ہوگا کوئی دوسرا شخص عبدالملک کی طرف سے عامل ہو کر آجائے گا البتہ یہ کرنا چاہیے کہ دریائے جیحون کے اس پار کے علاقہ میں جو ہمارے متصل ہے یزید کے جو عامل ہیں انھیں نکال دیں اور اس علاقہ پر قبضہ کرلیں تاکہ وہاں کی آمدنی سے ہم فائدہ اٹھائیں۔

ثابت اس بات پر راضی ہوگیا۔ چنانچہ موسیٰ نے ماوراءالنہر کے علاقہ میں جس قدر یزید کے عامل تھے ان سب کو نکال دیا۔ بہت سی رقم انھیں ملی اور موسیٰ کے طرف داروں کی حالت اس سے بہت درست ہوگئی۔

موسیٰ کو حریث وثابت کے خلاف بھڑکایا جانا

اس کارروائی کے بعد طرخون' نیزک' سبیل' اہل بخارا اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اب انتظام سلطنت تو بالکل حریث اور ثابت کے ہاتھ میں آگیا اور موسیٰ محض نام کا امیر رہ گیا اس حالت کو دیکھ کر موسیٰ کے دوستوں نے اس سے کہا کہ اصل حکومت واقتدار تو حریث اور ثابت کے ہاتھ میں ہے اور آپ برائے نام امیر ہیں۔ ان دونوں کو قتل کر ڈالیے اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔

موسیٰ نے اس تجویز کو مسترد کردیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ان دونوں کے ساتھ بے وفائی کروں کیونکہ ان ہی دونوں نے میری حکومت وقوت کو مضبوط کیا ہے اس پر وہ لوگ حریث اور ثابت سے حسد کرنے لگے اور موسیٰ سے برابر ان کی شکایت کرتے رہے کہ یہ دونوں ضرور تمھارے ساتھ بے وفائی کریں گے۔ بار بار کہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ کے خیالات ان کی جانب سے خراب ہوگئے اور ان کی تجویز کے مطابق اس نے حریث اور ثابت کو دفعتہً قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

طرخون کا موسیٰ پر حملہ کرنے کا ارادہ

اسی دوران اور ایک آفت الٰہی نازل ہوئی کہ جس نے ان کے تمام منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ ستر ہزار ترک، تبتی اور ہیاطلہ (اس میں ان لوگوں کا شمار نہیں جو ننگے تھے یا جن کے خود بغیر کلغی تھے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی ہے جو کلغی دار خود پہنے ہوئے تھے) کے لشکر نے موسیٰ پر فوج کشی شروع کر دی۔

ابن خازم تین سو پیدل اور تیس مسلح سواروں کے ساتھ شہر کے بالا حصار میں چلا آیا۔ ایک کرسی اس کے لیے رکھ دی گئی اور وہ اس پر بیٹھ گیا طرخون نے حکم دیا کہ گڑھی کی فصیل میں نقب لگائی جائے موسیٰ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ دشمن کی مزاحمت نہ کرو جب دشمن کی پہلی جماعت گڑھی میں داخل ہوگئی اس وقت بھی موسیٰ نے اپنے آدمیوں سے یہی کہا کہ ابھی ان سے تعرض نہ کرو بہت سوں کو آ جانے دو ایک فولادی تیر موسیٰ کے ہاتھ میں تھا اسے وہ پھراتا جاتا تھا جب دشمن کثیر تعداد میں قلعہ میں گھس آئی تو موسیٰ نے حکم دیا کہ اب ان کی مزاحمت کی جائے۔

موسیٰ گھوڑے پر سوار ہو کر ان پر حملہ آور ہوا اور فصیل کے اس شگاف سے جس سے وہ گھسے تھے انھیں مار نکالا اور پھر واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا طرخون نے پھر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا مگر انھوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اس پر طرخون نے اپنے شہسواروں سے کہا یہ شیطان ہے جو تم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے جو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور جو شخص میرے اس بیان کو تسلیم نہ کرے اسے چاہیے کہ اس پر حملہ کرے۔

مگر پھر اہل عجم کفتان کی منڈی کی طرف واپس چلے گئے۔

موسیٰ کا عجمیوں پر اچانک حملہ اور فتح

ایک مرتبہ عجمی موسیٰ کے گھوڑوں کو لوٹ لے گئے۔ اس واقعہ سے موسیٰ بہت غمگین ہوا۔ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اپنی داڑھی کو نوچنے لگا۔ ایک رات موسیٰ سات سو سپاہیوں کے ساتھ ایک ایسی ندی کے راستے راستے روانہ ہوا جس میں پانی نہ تھا صبح ہوتے وہ ان کے لشکر گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ دشمن کے گھوڑے چرنے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ موسیٰ نے ان پر حملہ کیا اور قبضہ کر لیا اور انھیں ہنکا لایا کچھ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا موسیٰ کے آزاد کردہ غلام سوار نے ان پر پلٹ کر ایک شخص کو مار گرا دیا عجمی واپس چلے گئے اور موسیٰ صحیح سلامت گھوڑوں کے اس گلے کو لے آیا۔

دوسرے دن عجمیوں نے عربوں پر حملہ کیا۔ طرخون دس ہزار سپاہ کے ساتھ جو پورے ساز و سامان سے مسلح تھی ایک ٹیلہ پر جم گیا موسیٰ نے اپنی فوج سے کہا اگر تم نے اس جماعت کو ہٹا دیا تو اس کے بعد اوروں کا مقابلہ کرنا تو ہمارے لیے پھر بالکل آسان کام ہے۔

حریث بن قطبہ اس جماعت کی طرف بڑھا اور تمام دن ایسی جوان مردی اور ثابت قدمی سے لڑا کہ دشمن کو اس ٹیلے سے نیچے دھکیل دیا ایک تیر حریث کی پیشانی پر لگا پھر دونوں حریف علیحدہ ہٹ گئے رات کو موسیٰ نے عجمیوں پر شب خون مارا اس کا بھائی بڑھتے بڑھتے طرخون کے خیمے کے بالکل قریب پہنچ گیا جہاں شمع روشن تھی۔ اور ایک شخص کے جسم میں تلوار کا اگلا حصہ بھونک دیا اس کے گھوڑے کو نیزے سے ہلاک کر ڈالا اور اس شخص کو اٹھا کر دریائے بلخ میں ڈال دیا یہ شخص زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ عجمی نہایت ہی بری طرح مارے گئے ان کے بقیۃ السیف نے بھاگ کر

جان بچائی اس واقعہ کے دوروز بعد حریث نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے خیمے ہی میں دفن کر دیا گیا۔

موسیٰ عجمیوں کے سروں کو لے کر ترمذ روانہ ہوا ان سروں سے انھوں نے دو محل تعمیر کیے۔ یہ سر ایک دوسرے کے مقابل جما دیے گئے تھے حجاج کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگا کہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے منافقین کو کفار پر فتح دی۔

ثابت کو موسیٰ کے مشیروں کی طرف سے خوف

حریث کے مرجانے سے موسیٰ کے دوستوں نے اس سے کہا کہ حریث سے تو اب ہمیں نجات مل گئی اب آپ ثابت کی طرف سے بھی ہمیں مطمئن کر دیجیے۔ موسیٰ نے اس مرتبہ ان کی تجویز مسترد کر دی رفتہ رفتہ ثابت کو بھی اس سازش کی اطلاع مل گئی۔ اس نے محمد بن عبداللہ بن مرشد الخزعی نصر بن عبدالمجید کے جوالی مسلم کار سے پر عامل تھا۔ چچا کو جو موسیٰ بن عبداللہ کی خدمت میں تھا رشوت دے کر اپنا طرف دار بنالیا۔ اور اس سے کہا کہ تم ہرگز عربی زبان نہ بولنا اگر کوئی تم سے تمھارا وطن دریافت کرے تو کہنا کہ میں بامیان کے قیدیوں میں سے ہوں۔ اب ثابت پر بھی خوف طاری تھا۔ جب تک یہ شخص آ کر روزانہ اسے خبر نہ پہنچا دیتا وہ نہ سوتا۔ اپنے خاص خدمت گاروں میں سے بعض کو حکم دے دیا کہ وہ پہرہ دیتے رہیں اور اس کے مکان میں رات بسر کریں ان کے ساتھ کچھ عرب بھی تھے جو اس کی حفاظت کرتے تھے۔

ثابت کے مخالف برابر اپنی دراندازیوں پر مصر رہے۔ انھوں نے اسے اس قدر تنگ کیا کہ آخر ایک رات موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم نے کہہ کہہ کے میرا ناک میں دم کر دیا ہے جو تم کرنا چاہتے ہو اس میں تمھاری ہلاکت ہے تم نے حد سے زیادہ ان کے خلاف مجھ سے کہا مگر یہ تو بتاؤ کہ کیوں تم انھیں قتل کرتے ہو اور میں تو کبھی ان سے بدعہدی نہیں کروں گا۔

ثابت وہاں سے بھاگ گیا

موسیٰ کے بھائی نوح نے اس کے جواب میں کہا کہ آپ ہمیں اجازت دے دیجیے ہم اس سے سمجھ لیں گے جب صبح وہ آپ کے پاس آئینگے تو آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہم انھیں کسی مکان میں لے جا کر قتل کر ڈالیں گے موسیٰ نے کہا کہ دیکھو کبھی ایسا نہ کرنا ورنہ تم سب تباہ ہو جاؤ گے اور تم لوگ خود بھی اچھی طرح حالات سے واقف ہو۔

غلام اس تمام گفتگو کو سن رہا تھا اس نے ثابت سے جا کر کہہ دیا۔ ثابت رات ہی رات بیس سواروں کے ساتھ نکل کر چلتا بنا۔ صبح کو ان لوگوں کو معلوم ہوا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس طرف گیا ہے کہ اس کا تعاقب کرتے غلام بھی اب وہاں نہ تھا اس سے انھوں نے سمجھا کہ غلام ثابت کا مخبر تھا جو ان کی تمام باتوں کو سنتا رہتا تھا۔

موسیٰ اور ثابت کی لڑائی

ثابت حشوار چلا آیا اور شہر میں جا کر مقیم ہوا بہت سے عرب اور عجم اس کے پاس جمع ہو گئے اس پر موسیٰ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم نے اپنے خلاف ایک اور دروازہ کھول دیا ہے بہتر ہے کہ اسے بند کر دیا جائے۔

موسیٰ اس سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا ثابت بھی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان کے مقابلے پر آیا موسیٰ

نے حکم دیا کہ فصیل جلا دی جائے۔ موسیٰ ان سے لڑا اور انھیں شہر کی طرف پسپا ہونے کے لیے مجبور کر دیا مگر ثابت اور اس کی فوج نے شہر میں داخل ہونے سے حملہ آوروں کو روک دیا۔

رقبہ بن الحر العنبری آگ میں سے گھس کر شہر کے دروازے تک پہنچ گیا یہاں ثابت کی فوج کا ایک شخص کھڑا اپنے ساتھیوں کی مدافعت کر رہا تھا رقبہ نے اسے قتل کر دیا اور پھر واپس پلٹ کر آگ میں گھس کر جواب بہت ہی مشتعل ہو چکی تھی چلا آیا یہاں تک کہ جو نمدہ وہ پہنے ہوئے تھا اس کے کناروں میں آگ لگ گئی تھی۔ رقبہ نے اسے اتار ڈالا اور پھر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

ثابت شہر کے اندر قلعہ بند ہو گیا اور موسیٰ نے اس کے باہر کی گھڑی میں مورچہ لگایا۔ حشورآتے ہوئے ثابت نے طرخون کے پاس امداد کے لیے قاصد بھیجا تھا چنانچہ طرخون اس کی امداد کے لیے آیا جب موسیٰ کو معلوم ہوا کہ طرخون آ رہا ہے وہ محاصرہ چھوڑ کر ترمذ واپس آ گیا۔

اہل کس، بخارا اور نسف نے بھی ثابت کی مدد کی اور اسی طرح اسی ہزار فوج ثابت کے پاس جمع ہو گئی ثابت نے اس فوج کو لے کر موسیٰ پر حملہ کیا اس کا محاصرہ کر لیا۔ سامان خوراک کی بہم رسانی مسدود کر دی جس سے ان کو سخت تکلیف ہوئی۔

دن کے وقت ثابت کی فوج دریا کو عبور کر کے موسیٰ کا مقابلہ کرتی اور رات کو اپنے لشکر گاہ میں واپس آ جاتی۔

ثابت اور رقبہ میدان جنگ میں آمنے سامنے

ایک روز رقبہ جو ثابت کا مخلص دوست تھا اور جو دوسروں کو اس کے خلاف سازش کرنے سے ہمیشہ منع کیا کرتا تھا۔ اپنے لشکر سے نکل آیا۔ اور ثابت سے مقابلہ کرنے کے لیے آیا رقبہ بلاؤ کی کھال کا قبا پہنے ہوئے تھا ثابت نے حال دریافت کیا رقبہ نے کہا بھلا ایسے شخص کی تم کیا خیریت دریافت کرتے ہو جو اس سخت گرمی کے زمانے میں اس قدر گرم پوستین پہنے ہے۔ اس کے بعد رقبہ نے اپنی فوج کی ناگفتہ حالت بیان کی ثابت نے یہ سن کر کہا کہ آپ لوگوں نے اپنے ہاتھوں یہ مصیبت لی ہے۔ رقبہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی ان کے مشوروں اور تحریروں میں شریک نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا اسے میں نے ناپسند کیا۔

ثابت نے کہا کہ اچھا آپ بتائیے کہ اگر آپ کو کچھ بھیجا جائے تو آپ کہاں ملیں گے رقبہ نے کہا کہ میں محل الفطافی کے پاس جو بنی قیس کے خاندان بنی عصر سے ہے ملوں گا۔ محل ایک بوڑھا شراب فروش کا تھا رقبہ اسی کے پاس ٹھہر گیا۔

ثابت کا رقبہ سے تعاون

ثابت نے پانچ سو درہم علی بن المہاجر کے ہاتھ رقبہ کو بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے تاجروں کا ایک قافلہ بلخ سے سامان ضروریات لے کر آیا ہے جب وہ پہنچ جائے اور تمھیں اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے تو مجھے پیغام دے دینا میں تمھاری ضرورت کی چیزیں لے کر بھیج دوں گا۔ علی محل کے دروازے پر آیا اندر داخل ہوا دیکھا کہ رقبہ اور محل بیٹھے ہوئے ہیں اور شراب کا ایک پیالہ سامنے ہے۔ ایک خوان بچھا ہے اس پر بھنا ہوا مرغ اور روٹیاں رکھی ہیں۔

رقبہ ایک پراگندہ بالوں والا شخص تھا ایک سرخ رضائی اوڑھے ہوئے تھا علی نے درہم کی تھیلی اور خط اسے

دے دیا مگر بات نہیں کی۔

رقبہ ایک جسیم شخص تھا جس کی آنکھیں گڑھی ہوئی تھیں جبڑے ابھرے ہوئے اور مضبوط تھے دانتوں کے درمیان اس قدر خلا تھا کہ ہر دو دانتوں کے درمیان ایک دانت کی گنجائش تھی اور اس کا چہرہ چپٹا ڈھال کی طرح معلوم ہوتا تھا۔

یزید کا ثابت کا قتل کرنے کا منصوبہ

جب موسیٰ کی فوج والے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو یزید بن ہزیل نے کہا کہ ہم لوگوں کا ثابت کے پاس چلے جانا یا قتل ہو جانا بھوکے مرنے سے تو زیادہ اچھا ہے اور اب میں ثابت کو دھوکہ سے قتل کر ڈالتا ہوں یا اپنی جان دے دوں گا۔

یزید اسی ارادہ سے ثابت کے پاس آیا اس سے امان طلب کی ظہیر نے کہا کہ میں اس کو آپ کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہوں یہ آپ کے پاس کسی لالچ سے یا خیر خواہی سے نہیں آیا بلکہ یہ دھوکہ دینے کے لیے آیا ہے آپ اس سے ڈریئے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں۔

ثابت نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ایسے شخص پر حملہ کروں جس نے مجھ سے امان مانگی ہو اور یہ ابھی مجھے معلوم نہیں کہ یہ واقعی مجھے دھوکہ دے گا یا نہیں ظہیر نے کہا تو اچھا مجھے اس سے ضمانت لے لینے دیجیے اس پر ثابت نے یزید کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے تو یہ گمان نہیں کہ جو شخص مجھ سے امان کا طالب ہو کر آیا وہ بد عہدی کرے گا مگر یہ آپ کے عزیز میرے مقابلے میں آپ سے زیادہ واقف ہیں جو شرائط یہ پیش کریں آپ انھیں منظور کر لیں۔

یزید نے ظہیر سے کہا اے ابو سعد محض حسد کی وجہ سے تم میرے خلاف یہ کارروائی کر رہے ہو کیا جو جو ذلتیں مجھے برداشت کرنا پڑی ہیں وہ آپ کے لیے کافی نہیں ہوئی تھیں اپنے وطن عراق اور اپنے اہل و عیال سے جدا ہوا جب کہ اب خراسان میں اس حال میں ہوں جو تم مجھے دیکھ رہے ہو کیا اب بھی مجھ پر رحم نہیں۔ ظہیر نے کہا کہ اگر مجھے میری رائے کے بارے میں عمل پیرا ہونے دیا جاتا تو تمھیں کبھی ان باتوں کے کہنے کا موقع نہ ملتا اچھا اب تم اپنے دونوں بیٹوں ضحاک اور قدامہ کو بطور قیدی ہمارے حوالے کر دو۔ یزید نے اپنے بیٹے ظہیر کے سپرد کر دیئے۔

ثابت کا قتل

یزید ثابت کی فوج میں رہنے سہنے لگا موقع کا منتظر تھا کہ کوئی وقت آئے اور قتل کروں مگر کوئی موقع اسے نہ ملتا تھا اسی دوران زیاد القصیر الخزاعی کے لڑکے نے وفات پائی مرو سے اس کی موت کی خبر اس کے باپ کو یہاں پہنچی۔ ثابت اظہار ہمدردی اور تعزیت کے لیے اس کے پاس گیا ظہیر اور اس کے خاندان والے جس میں یزید بن ہزیل بھی تھا اس کے ساتھ ہو گئے جب دریائے صغانیان پر یہ لوگ پہنچے تو یزید اور اس کے ساتھ دو اور شخص جان بوجھ کر پیچھے رہ گئے اتنے میں ظہیر وغیرہ آگے بڑھ گئے یزید نے موقع پا کر ثابت کے قریب پہنچا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس کے سر پر مارا کہ تلوار دماغ تک اتر گئی مارنے کے ساتھ ہی یزید اور اس کے دونوں ساتھی دریا میں کود پڑے ظہیر نے ان پر تیر برسائے مگر یزید کو تیر کر نکل گیا اور وہ دونوں شخص مارے گئے۔

لوگ ثابت کو اٹھا کر اس کے مکان میں لے آئے صبح کے وقت جب طرخون کو اس واقعے کی اطلاع ملی ہوئی

اس نے ظہیر کو حکم دیا کہ دونوں بیٹے میرے سامنے لائے جائیں غرض یہ کہ دونوں لائے گئے ظہیر نے ضحاک کو آگے بڑھایا طرخون نے اسے قتل کر ڈالا اس کے جسم اور اس کے سر کو دریا میں پھینک دیا اس کے بعد ظہیر نے قدامہ کو آگے کیا طرخون نے اس پر حملہ کیا تلوار اس کے سینے میں لگی مگر اسے کچھ اثر نہ ہوا اس لیے اسے زندہ ہی دریا میں ڈال دیا اور وہ غرق ہو گیا طرخون نے کہا کہ ان دونوں کے قتل کی ذمہ داری ان کے باپ اور اس کی بدعہدی پر ہے۔

یزید کو جب اپنے بیٹوں کے قتل کی خبر ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ شہر میں جس قدر خزاعی ہیں ان سب کے بیٹوں کو قتل کر ڈالوں گا

اس پر عبداللہ بن ہزیل بن عبداللہ بن بدیل بن ورقا نے جو ابن الاشعث کی مفرور فوج کے ساتھ موسیٰ کے پاس آیا تھا اس سے کہا کہ اگر بنی خزاعة کے ساتھ ایسا کرنا چاہتے ہو تو تمھارے لیے یہ بہت دشوار کام ہے۔

اس واقعہ کے سات روز کے بعد ثابت نے وفات پائی۔ یزید بن ہزیل بڑا بہادر، سخی اور شاعر تھا اور ابن زیاد کے دور حکومت میں جزیرہ ابن کاوان کا عامل بھی رہ چکا تھا۔

ثابت کے بعد عجمیوں کی حالت

ثابت کے مرنے کے بعد عجمیوں کا اہتمام و انتظام طرخون کے پاس رہا اور ثابت کے ساتھیوں کا سردار ظہیر ہو گیا مگر یہ دونوں کچھ اچھا انتظام قائم نہ رکھ سکے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوت اور اقتدار میں ضعف رونما ہو گیا اس بد انتظامی کو محسوس کر کے موسیٰ نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا ایک شخص نے طرخون سے اس کے اس ارادہ کا تذکرہ کیا طرخون سن کر ہنسا اور کہا کہ موسیٰ اپنے پاخانہ میں جاتے ہوئے تو ڈرتا ہے بھلا وہ کس طرح شب خون مارنے کی جرات کر سکتا ہے دہشت و ہراس نے اس کے دل پر قبضہ کر رکھا ہے لشکر گاہ کی حفاظت کے لیے آج کوئی پہرہ نہ دے۔

موسیٰ کا حملہ

دوپہر رات گزرے موسیٰ آٹھ سو سپاہیوں کے ساتھ جنھیں اس نے دن ہی سے تیار کر رکھا تھا ان کو چار دستوں میں تقسیم کر دیا شب خون مارنے کے لیے روانہ ہوا ایک دستہ کی قیادت رقبہ بن الحر کے سپرد تھی ایک پر موسیٰ کا بھائی نوح بن عبداللہ سردار تھا ایک پر یزید بن ہزیل اور ایک دستہ خود موسیٰ کے تحت تھا۔

غرض یہ کہ اس ترتیب سے یہ فوج بڑھی موسیٰ نے اپنی فوج سے کہہ دیا کہ جب تم دشمن کے لشکر گاہ میں داخل ہو جاؤ تو سب پھیل جانا اور جو چیز تمھارے سامنے آئے اسے تباہ کر دینا اور گرا دینا چار طرف سے یہ فوج دشمن کے لشکر گاہ میں داخل ہوئی جو سواری کا جانور آدمی خیمہ یا غلہ کا ڈھیر ان کے سامنے پڑتا یہ اسے تباہ و برباد کر دیتے۔

علی بن المہاجر اور نیزک کا ایک دوسرے سے مقابلہ

نیزک نے جب اس ہنگامہ میں شور و غل کی آواز سنی تو اس نے ہتھیار اپنے بدن پر لگائے اور اس تاریک رات میں کھڑا ہو گیا علی بن المہاجر الخزاعی کو حکم دیا کہ طرخون سے جا کر کہہ دو کہ میں اس مقام پر کھڑا ہوں اور پوچھو کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں علی طرخون کے پاس آیا دیکھا کہ طرخون ایک راوٹی میں بیٹھا ہے اس کے خدمت گاروں

نے اس کے آگے آگ روشن کر رکھی ہے علی نے نیزک کا پیغام اسے سنایا طرخون نے بیٹھنے کے لیے کہا اور خود طرخون لشکر گاہ اور شور وغل کی طرف آنکھ اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں محمیۃ اسلمی آیا اور اس نے آ کر کہا کہ ''حــــم لا ینصرون'' (حم وہ فتح نہ پائینگے) خدمت گار علیحدہ ہٹ گئے محمیۃ راؤنی میں گھس گیا طرخون اس کے مقابلے کے لیے اٹھا محمیۃ نے جھپٹ کر تلوار کا وار اس پر کیا مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا طرخون نے تلوار کی نوک اس کے سینے میں بھونک دی اور اسے پچھاڑ دیا اور پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا محمیۃ نکل کر بھاگ گیا اس کے بعد اس کے خدمت گار واپس آئے طرخون نے اسے کہا کہ تم ایک شخص کو دیکھ کر بھاگ گئے تم ایسے ڈرے گویا کہ تم نے آگ کو نکلتے ہوئے دیکھ لیا حالانکہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ وہ تم میں سے ایک کو جلا ڈالتی۔

طرخون نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی تھی اور اس کی باندیاں اس کی راؤنی میں آ گئیں اور خدمت گار اسے چھوڑ کر بھاگ گئے طرخون نے لڑکیوں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور علی سے کہا کہ اٹھو دونوں کے دونوں باہر چلے گئے دیکھا کہ نوح بن عبداللہ بن حازم قناتوں کے پاس پہنچ چکا ہے دونوں ایک دوسرے پر تھوڑی دیر تک وار کرتے رہے مگر دونوں میں کوئی کسی کا زخم نہ پہنچا سکا نوح پیچھے پلٹ کر چلا طرخون نے اس کا تعاقب کیا اور نوح کے گھوڑے کی کمر میں تلوار چبھو دی گھوڑا چراغ پا ہو گیا اور نوح اور اس کا گھوڑا دونوں دریائے صغانیاں میں گر پڑے طرخون پھر واپس آیا اس کی تلوار خون سے بھر چکی تھی وہ قناتوں میں داخل ہوا علی بن المہاجر بھی اس کے ساتھ تھا پھر یہ دونوں اسی راؤنی میں چلے آئے طرخون نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ وہ قناتوں میں چلی جائیں چنانچہ انھوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی پھر اس نے موسیٰ کے نام پیغام بھیجا کہ تم اس وقت اپنی فوج کو جنگ سے دور رکھو صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائینگے۔

موسیٰ نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور اپنے لشکر گاہ واپس چلا آیا اور صبح کے وقت طرخون اور تمام عجمی قومیں اپنے اپنے شہروں کو واپس چلی گئیں۔

موسیٰ کے متعلق اہل خراسان کی رائے

اہل خراسان کہا کرتے تھے کہ ہم نے موسیٰ جیسا بہادر اور کسی کو نہیں [illegible] کے ساتھ مل کر لڑتا رہا۔ پھر خراسان میں ادھر ادھر پھرتا رہا ایک بادشاہ کے پاس پہنچا اس نے [illegible] قبضہ کر لیا اسے وہاں سے نکال دیا پھر عربوں اور ترکوں کی فوجیں اس کے مقابلے پر آئیں دن کے اول حصہ میں یہ عربوں سے لڑتا رہا اور آخری حصہ میں ترکوں کے مقابلے پر جوہر و شجاعت و بسالت ظاہر کرتا رہا۔

موسیٰ پندرہ سال تک اپنے قلعہ میں ٹھہرا رہا اور ماوراءالنہر کا تمام علاقہ بلا شرکت غیرے موسیٰ کے تصرف میں تھا۔

شہر قومس میں ایک شخص عبداللہ نامی رہا کرتا تھا کچھ نوجوان اس کے پاس آ کر اس کے ساتھ کھانے پینے اور عیش و نشاط میں شریک ہوتے تھے اور تمام اخراجات یہی شخص برداشت کرتا تھا اسی وجہ سے مقروض ہو گیا تھا عبداللہ موسیٰ کے پاس آیا موسیٰ نے چار ہزار درہم اسے دیئے اور وہ اس رقم کو اپنے نوجوان دوستوں کے پاس لے آیا۔

عثمان کی فوج موسیٰ کے مقابلے میں

جب یزید خراسان کی گورنری سے معزول کیا گیا اور مفضل اس کا جانشین ہوا تو اس نے موسیٰ سے جنگ کر کے حجاج کے پاس رسوخ حاصل کرنا چاہا اور اسی غرض سے اس نے عثمان بن مسعود کو جسے یزید نے قید کر رکھا تھا جیل خانہ سے آزاد کر کے بلایا اور کہا کہ میں تمھیں موسیٰ کے مقابلہ پر بھیجنا چاہتا ہوں۔

عثمان نے کہا کہ مناسب ہے موسیٰ سے مجھے اپنے پھوپھی زاد بھائی ثابت اور خزاعی کا بدلہ بھی لینا ہے تمھارے باپ اور بھائی نے بھی مجھ سے یا میرے خاندان سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا تم نے مجھے جیل خانہ میں ڈالا میرے چچا اور بھائیوں کا جلاوطن کر دیا اور ان کی تمام جائداد کو ضبط کر لیا۔

مفضل نے کہا کہ یہ موقع ان شکایتوں کے اظہار کا نہیں ہے اس تذکرہ کو جانے دو اور اب جا کر اپنا بدلہ لو غرض کہ مفضل نے اسے تین ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور اس سے کہا تم نقیب سے اعلان کرا دو کہ جو شخص میرے ساتھ جائے گا وہ باقاعدہ طور پر فوج کا سرکاری ملازم سمجھا جائے گا نقیب نے اس بات کا بازار میں اعلان کر دیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ فوراً اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اس کے علاوہ مفضل نے مدرک کو جو اس وقت بلخ میں تھا خط لکھا کہ تم بھی عثمان کے ساتھ جاؤ اب عثمان اس فوج کے ساتھ روانہ ہوا جب بلخ پر پہنچا تو رات کے وقت اپنے لشکر گاہ میں پھرنے کے لیے نکلا اس نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بخدا میں نے اسے قتل کر ڈالا یہ سن کر عثمان اپنے خاص ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رب کی قسم میں ضرور موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا۔

صبح کے وقت عثمان بلخ سے روانہ ہوا مدرک بھی اس کے ساتھ با دل ناخواستہ روانہ ہوا عثمان نے دریا کو عبور کیا اور ایک جزیرہ میں جو ترمذ کے قریب واقع ہے ٹھہرا (اب آج کل اس جزیرہ کا نام جزیرہ عثمان ہی ہے۔ کیونکہ اس جزیرہ میں عثمان پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا)۔

فیصلہ کن جنگ

عثمان نے سبل اور طرخون کو اپنی اعانت کے لیے بلایا یہ سب کے سب آئے موسیٰ کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اب موسیٰ اور اس کی فوج کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا ایک رات کو موسیٰ کفتان پہنچا اور کچھ سامان خوراک لے کر وہاں سے واپس پلٹا دو مہینے سخت تنگی و ترشی کی حالت میں بسر کیے عثمان نے شب خون سے پہلے ہی اپنے گرد خندق کھود رکھی تھی اس سے موسیٰ کو شب خون مارنے کا کوئی موقع بھی نہ مل سکا مجبور ہو کر موسیٰ نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا بس آج جنگ کا فیصلہ کر دینا چاہیے یا تخت یا تختہ پہلے اہل صغد اور ترکوں پر حملہ کرو۔

غرض کہ اس آخری فیصلہ کن جنگ کے لیے موسیٰ اپنے لشکر گاہ سے روانہ ہوا نضر بن سلیمان بن عبداللہ بن کازم کو شہر چھوڑ آیا اور اس سے کہہ دیا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تم شہر کو مدرک کے حوالے کرنا عثمان کے سپرد نہ کرنا۔

موسیٰ نے اپنی فوج کا ایک تہائی حصہ عثمان کے مقابل بھیج دیا اور حکم دیا کہ جنگ میں تم پیش قدمی نہ کرنا البتہ اگر تم پر حملہ کیا جائے تب تم بھی مقابلہ کرنا یہ حکم دے کر خود موسیٰ نے طرخون اور اس کی فوج کا رخ کیا اور اس قدر ثابت قدمی اور شجاعت سے ان سے لڑا کہ طرخون اور تمام ترک شکست کھا کر پیچھے بھاگے موسیٰ نے ان کے لشکر گاہ

پر قبضہ کر لیا اور جس قدر سامان وہاں تھا اسے اٹھا کر لانے لگے۔

دوسری جانب معاویہ بن خالد نے عثمان کی طرف دیکھا جو خالد بن ابی برزہ کے ایک ٹٹو پر سوار تھا اس پر خالد نے عثمان سے کہا کہ آپ ہرگز نہ اتریں کیونکہ معاویہ تو ہمیشہ ہی فال بد لیا کرتا ہے اس کے بعد ہی ترکوں اور صغدیوں نے جوابی حملہ کیا اور موسیٰ اور قلعہ کے درمیان حائل ہو گئے موسیٰ نے ان کا مقابلہ کیا مگر اس کا گھوڑا زخمی کر دیا گیا موسیٰ گر پڑا اور اپنے آزاد غلام سے کہا کہ تو مجھے سوار کر لے غلام نے کہا کہ موت سب کو بری معلوم ہوتی ہے تمھارا جی چاہے تو میرے پیچھے سوار ہو جاؤ اگر ہم بچ سکے تو دونوں بچ جائیں گے اور اگر مارے گئے تو دونوں مارے جائیں گے۔

موسیٰ اپنے غلام کے پیچھے سوار ہو گیا جب موسیٰ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوا تو عثمان نے اس پھرتی اور مستعدی کو دیکھ کر کہا قسم ہر رب کعبہ کی یہ موسیٰ ہے جو گھوڑے پر سوار ہوا ہے۔

موسیٰ کا قتل اور اس کی فوج کو شکست

موسیٰ ایک خود پہنے ہوئے تھا جس پر ایک سرخ ریشم کا کپڑا لگا ہوا تھا اور اس کی کلغی میں ایک بڑا اسمانجوی یاقوت لگا ہوا تھا۔

عثمان خندق سے نکلا اب موسیٰ کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے تھے عثمان موسیٰ کی طرف بڑھا موسیٰ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ اور اس کا آزاد کردہ غلام دونوں زمین پر جا گرے۔ اتنے میں لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔

عثمان کے نقیب نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ جس شخص کو تم پاؤ اسے گرفتار کر لو قتل نہ کرو اس پر موسیٰ کے اکثر ساتھی تو ادھر ادھر چلے گئے کچھ پکڑے گئے اور وہ عثمان کے سامنے پیش کیے گئے ان قیدیوں میں سے جو عرب عثمان کے سامنے پیش کیا جاتا تھا عثمان اس سے کہتا تھا کہ ہمارا خون بہانا تو تمھارے لیے حلال ہے اور یہ کیا کہ تمھارا خون بہانا ہمارے لیے حرام ہو سکتا ہے یہ کہتا اور قتل کرا دیتا اور اگر عربوں کے علاوہ اور کوئی قیدی پیش کیا جاتا تو عثمان اسے برا بھلا کہتا اور کہتا کہ یہ عرب تو مجھ سے لڑتے ہیں اور میرے مخالف ہی ہیں مگر تو نے میری حمایت کیوں نہیں کی اس کے بعد اسے خوب پٹواتا۔

قیدیوں کا قتل

عثمان ایک نہایت ہی سخت دل اور بے رحم آدمی تھا جس قدر قیدی اس کے سامنے پیش ہوئے اس نے سب کو قتل کروایا البتہ اپنے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن بدیل بن عبداللہ بن بدیل بن ورقاء کو جب دیکھا تو ہاتھ کے اشارے سے اس کی رہائی کا حکم دے دیا اسی طرح رقبہ بن الحر کو بھی معافی دے دی جب رقبہ اس کے سامنے پیش ہوا تو عثمان نے اسے دیکھ کر کہا اس نے ہمارے خلاف کوئی بڑا گناہ نہیں کیا یہ ثابت کا مخلص دوست تھا دشمن کے ساتھ اس نے وفاداری کی۔ اور اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا مجھے تعجب ہے کہ تم نے کس طرح اسے قید کر لیا لوگوں نے کہا کہ اس کے گھوڑے کو نیزے کا زخم لگا ہوا تھا یہ ایک گڑھے میں گر پڑا اور پکڑ لیا گیا۔

عثمان نے اسے آزاد کر دیا بلکہ سواری کے لیے گھوڑا بھی دیا اور خالد بن ابی برزہ سے کہا کہ اسے اپنے پاس

ٹھہراؤ۔

دراصل بن طلقہ العنبری نے موسیٰ پر حملہ کیا تھا۔

عثمان کی نظر زرعہ بن علقمہ السلمی حجاج بن مروان اور سنان الاعرابی پر پڑی جو ایک طرف علیحدہ کھڑے تھے عثمان نے ان سے کہا کہ تمہیں امان دی جاتی ہے مگر لوگوں نے جب تک اس سے معافی نہ لکھوائی یہی خیال کیا کہ اس نے امان نہیں دی ہے۔

ترمذ شہر کا فیصلہ

شہر ترمذ اب تک نصر بن سلیمان ب عبداللہ بن خازم ہی کے قبضہ میں تھا اور اس نے کہہ دیا تھا کہ عثمان کے حوالے انہیں کروں گا البتہ مدرک کے حوالے کروں گا چنانچہ شہر مدرک کے حوالے کیا گیا مدرک نے نصر کو امان دے دی اور پھر عثمان کے حوالے کر دیا۔

مفضل نے اس فتح کی خوشخبری حجاج کو لکھی حجاج نے پڑھ کر کہا کہ یہ شخص ابن بہلیہ بھی عجیب ہے کہ میں نے تو اسے ابن سمرہ سے لڑنے کے لیے حکم دیتا ہوں اور وہ لکھتا ہے کہ وہ میری ہی جائے پناہ ہے اور اب لکھتا ہے کہ میں نے موسیٰ کو قتل کر ڈالا ہے۔

موسیٰ ۸۵ ہجری میں قتل کیا گیا بحتری نے بیان کیا ہے کہ مغرا ابن المغرا ابن ابی صفرہ نے موسیٰ کو قتل کیا تھا۔

قتل ہونے کے بعد ایک سپاہی نے موسیٰ کی پنڈلی کاٹنا شروع کیا۔ جب قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو اس نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے کیوں اس عرب کے بہادر کے ساتھ موت کے بعد ایسی ناشائستہ حرکت کی۔

اس سپاہی نے کہا کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا قتیبہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اس کے سامنے ہی اسے قتل کر دیا گیا۔

عبدالملک کا اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو ولی عہدی خلافت سے علیحدہ کرنا

اسی سال عبدالملک نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو اپنے بعد خلافت کے حق سے محروم کر دے جب عبدالملک نے اس بات کا ارادہ کیا تو قبیصہ بن ذویب نے اسے منع کیا اور کہا کہ آپ خود ایسا نہ کریں اس کاروائی سے ایک عام شور مچ جائے گا اور شاید اسے موت آ جائے اور اس سے آپ خود بخود آپ اس معاملہ کی اوتیز بن سے نجات پالیں۔

یہ سن کر عبدالملک نے اپنا ارادہ ترک کر دیا مگر اس کا دل اس کام کے لیے بے چین تھا ایک روز روح بن زنباع الجذامی جو عبدالملک کے نہایت ہی معزز سربرآوردہ ساتھیوں میں تھے عبدالملک کے پاس آنے اور کہنے لگے کہ اگر آپ عبدالعزیز کو محروم کر دیں تو ایک آواز بھی ان کی حمایت میں نہ نکلے گی عبدالملک نے کہا کہ ہاں میرا بھی یہ

ہی خیال ہے روح نے کہا کہ بے شک ایسا ہی ہوگا سب سے پہلے میں خود آپ کی اس تجویز پر لبیک کہوں گا عبدالملک کہنے لگا کہ انشاءاللہ یہ ہی مناسب ہوگا۔

یہ ہی گفتگو کرتے ہوئے عبدالملک اور روح دونوں سو گئے رات کا وقت تھا کہ اتنے میں قبصیہ بن ذویب عبدالملک کے پاس آیا عبدالملک نے پہلے سے حاجبوں کو حکم دے رکھا تھا کہ دن اور رات کے جا ہے کسی وقت قبصیہ آئیں اور میں تنہا ہوں یا صرف ایک شخص میرے پاس ہو تم انھیں آنے دینا اور نہ روکنا۔ البتہ اگر عورتیں میرے پاس ہوں تو انھیں دیوان خانہ میں بٹھا دینا اور مجھے ان کے آنے کی اطلاع دینا۔

غرض یہ کہ قبیصہ بلا اجازت کمرہ میں چلے گئے شاہی مہران کے پاس رہتی تھی سکہ کا انتظام بھی انہی کے سپرد تھا تمام سلطنت کی خبریں اور سوانح عبدالملک سے ان کے سامنے بیان کر دی جاتیں تھیں اور عرضداشتیں اور خطوط بھی ان کے سامنے پڑھے جاتے' اور جو کوئی فرمان عبدالملک کی جانب سے شائع ہوتا وہ بھی انکے اہم مرتبہ اور عزت کی وجہ سے ان کے سامنے پڑھ دیا جاتا تھا۔

قبیصہ نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی عبدالملک کو سلام کیا اور کہا کہ خدا امیر المومنین کو عبدالعزیز کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے عبدالملک نے پوچھا کہ کیا ان کا انتقال ہو گیا؟ قبصیہ نے کہا جی ہاں۔ عبدالملک نے انـــا لله وانـا اليه راجعون پڑھا اور روح کو مخاطب کر کے کہا لو اللہ نے خود بخود اس کام کو انجام پہنچایا جس کے متعلق ہم سوچ رہے تھے اور پھر قبصیہ کی طرف دیکھ کر کہا اے ابو اسحٰق یہ اس معاملہ میں تمھارے مخالف تھے قبصیہ نے پوچھا جناب والا کس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ عبدالملک نے وہ گفتگو بیان کی جو انکی روح سے عبدالعزیز کے متعلق ہوئی تھی قبیصہ نے کہا تاخیر ہی بہترین عمل ہے اور جلدی کی خرابیاں تو روشن ہیں۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ بسا اوقات عجلت ہی میں بہت کچھ بھلائی ہوتی ہے تم تو عمرو بن سعید کا واقعہ دیکھ چکے ہو کیا اس معاملہ میں عجلت تاخیر سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئی عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ان کا جانشین کر کے اسے مصر کا گورنر بنا دیا۔

مگر اس واقعہ کے متعلق مدائنی کا یہ بیان ہے کہ اس کی تحریک حجاج نے کی تھی اور اسی غرض سے اس نے ایک وفد زیر سرکردگی عمران بن عصام العنبری عبدالملک کی خدمت میں بھیجا تھا عمران نے اس معاملہ پر عبدالملک کے سامنے تقریر کی وفد کے دوسرے ارکان نے بھی ان کی تائید کی اور عبدالملک سے درخواست کی کہ عبدالعزیز بن مروان کی جگہ آئندہ جانشین خلافت عظمیٰ ولید بن عبدالملک مقرر کیے جائیں۔

عمران بن عصام کی تمام تقریر اور قصیدہ خوانی سن کر عبدالملک نے کہا عمران تم جانتے ہو وہ عبدالعزیز ہے عمران نے کہا امیر المومنین آپ کسی بہانہ سے انھیں حق خلافت سے محروم کر دیجیے۔

علی کہتے ہیں کہ ابن الاشعث کے واقعہ سے پہلے ہی چونکہ حجاج نے اس معاملہ کے فیصلہ کے لیے عمران بن عصام کو خاص طور پر بھیجا تھا عبدالملک کا یہ ارادہ ہو گیا کہ ولید کو اپنا جانشین نامزد کر دے مگر جب عبدالعزیز نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تو عبدالملک بھی خاموش ہو گیا یہاں تک عبدالعزیز کی موت نے خود بخود معاملے کا فیصلہ کر دیا۔

جب عبدالملک نے عبدالعزیز کے بجائے ولید کے لیے بیعت لینا چاہی تو عبدالعزیز کو لکھا کہ اپنا حق خلافت اپنے بھتیجے کو دے دیجیے عبدالعزیز نے انکار کر دیا اس پر دوبارہ عبدالملک نے لکھا کہ چونکہ میں ولید کی سب سے زیادہ عزت و توقیر کرتا ہوں اس لیے کم از کم آپ تو اپنے بعد یہ حق اس کے لیے محفوظ کر دیجیے۔ عبدالعزیز نے اس

کے جواب میں لکھا کہ جیسا آپ اپنے بڑے بیٹے ولید کو سمجھتے ہیں ویسا ہی میں اپنے بیٹے ابوبکر کو سمجھتا ہوں اس جواب کو پڑھ کر عبدالملک نے عبدالعزیز کے لیے ان الفاظ میں بددعا کی۔

اے خداوند جس طرح عبدالعزیز نے مجھ سے قطع تعلق کیا اسی طرح تو اس سے اپنا تعلق منقطع کر لے اور پھر عبدالعزیز کو لکھا کہ مصر کا خراج بھیج دو۔ عبدالعزیز نے جواباً لکھا کہ ''اے امیر المومنین اب میری اور آپ کی اتنی عمر ہوگئی ہے کہ آپ کے خاندان کے جس شخص کی اتنی عمر ہوئی اس کے بعد اس کی زندگی بہت تھوڑی ہی ہوئی آپ اور میں دونوں اس بات سے ناواقف ہیں کہ ہم میں پہلے کون مرتا ہے بہتر یہ ہے کہ اب تھوڑی سی بقیہ زندگی میں آپ مجھے تنگ نہ کریں۔

عبدالملک پر اس تحریر کا بڑا اثر ہوا اس نے کہا کہ اپنی عمر کی قسم اب زندگی بھر میں انھیں ہرگز نہ چھیڑوں گا اور اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں دینا چاہے گا تو کسی بندے کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس حق سے تمھیں محروم کر دے اور ولید اور سلیمان سے پوچھا کیا تم نے کبھی حرام کیا ہے دونوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم کبھی نہیں ۔عبدالملک نے کہا اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی تم دونوں ضرور اپنے مقصد کو حاصل کرو گے۔

جب عبدالعزیز نے عبدالملک کی تجویز خلافت کی جانشینی کے متعلق مسترد کر دی تو عبدالملک نے بددعا کی 'کہ اے اللہ جس طرح عبدالعزیز نے میرا ساتھ چھوڑا ہے اسی طرح تو بھی اس کا ساتھ چھوڑ دے۔اس پر عبدالعزیز کی وفات کے بعد اہل شام کہنے لگے کہ چونکہ عبدالعزیز نے امیر المومنین کی تجویز مسترد کر دی تھی اور انھوں نے اس کے لیے بددعا کی اللہ نے اسے قبول کر لیا۔

ابن یزید الانصاری کا منشی بننا

حجاج نے عبدالملک کو لکھا کہ آپ محمد بن یزید الانصاری کو اپنا کاتب بنا لیجیے اگر آپ کسی ایسے شخص کو کاتب بنانا چاہتے ہیں جو بھروسہ کے قابل راز دار فاضل عاقل اور دین دار ہو تو محمد بن یزید الانصاری سے بہتر اور کوئی آدمی آپ کو نہیں مل سکتا۔آپ بلا خوف وخطر تمام اہم سے اہم راز انھیں سپرد کر سکتے ہیں۔

عبدالملک نے اس درخواست کا منظور کر لیا۔اور حجاج کو لکھا کہ محمد کو میرے پاس بھیج دو۔حجاج نے محمد کو عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور عبدالملک نے انھیں اپنا میر منشی بنا دیا۔

محمد بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین عبدالملک کا یہ حال تھا کہ جو خط آتا میرے حوالے کر دیتے۔بہت سی باتوں کو اور لوگوں سے چھپاتے مگر مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے جو بات کسی عامل کو لکھتے مجھے ضرور بتا دیتے اور روز دوپہر کے وقت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مصر سے قاصد آیا خبر رساں نے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔میں نے اس سے کہا کہ یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے۔جو تمھیں کہنا ہو مجھ سے کہہ دو قاصد نے کہا کہ نہیں۔میں نے کہا کہ اگر کوئی خط لائے ہو تو مجھے دیدو اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا۔جو لوگ وہاں اس وقت موجود تھے ان میں سے کسی شخص نے امیر المومنین کو قاصد کے آنے کی اطلاع کی۔امیر المومنین باہر نکل آئے۔اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے میں نے عرض کیا کہ مصر سے قاصد آیا ہے۔امیر المومنین نے فرمایا کہ خط لے لو میں نے عرض کیا کہ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔پھر کہا کہ آنے کی وجہ دریافت کرو۔میں نے کہا کہ میں

نے دریافت کیا تھا اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا یہ سن کر امیر المومنین نے کہا اچھا اسے اندر آنے دو۔ میں نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی قاصد نے جا کر عرض کیا کہ خدا امیر المومنین کو عبدالعزیز کی موت کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر المومنین نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے کہ خدا عبدالعزیز پر رحم کرے۔ وہ تو اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے اور ہمیں اس رنج و غم میں مبتلا کر گئے پھر عورتیں اور تمام محل والوں نے آہ و بکا شروع کیا۔

ولید کا عبدالعزیز کی جگہ گورنر بننا

دوسرے دن مجھے بلایا۔ اور فرمایا کہ عبدالعزیز تو رحلت کر گئے مگر اب خلق اللہ کے انتظام اور نگرانی کے لیے ایسے شخص کے بغیر تو چارہ نہیں جو میرے بعد خدمت خلق کے اس اہم اور نازک فرض کے بار کو سنبھال سکے۔ تمہاری رائے میں کون شخص اس منصب کا اہل ہے۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل اور اس منصب کے اہل ولید ہیں۔ عبدالملک نے کہا تمہاری رائے صحیح ہے۔ اب بتاؤ کہ ان کے بعد اس خدمت جلیلہ کا کون اہل ہے۔ میں نے کہا سلیمان سے بڑھ کر عرب کے سب سے بہادر شخص ہیں اور کون اہل ہو سکتا ہے۔ امیر المومنین نے کہا کہ بیشک صحیح کہتے ہو۔ اگر ہم اس بات کا فیصلہ ولید کے سپرد کر جاتے تو ولید اپنے ہی بیٹوں کو ولی عہد خلافت مقرر کرتا۔ اچھا اب فرمان لکھ دو کہ میرے بعد ولید ہوں اور ان کے بعد سلیمان خلیفہ ہوں چنانچہ میں نے حکم کے مطابق فرمان لکھ دیا۔

چونکہ ولید ے بعد ان کی جانشینی کے لیے میں نے سلیمان کی سفارش کی تھی اس لیے ولید مجھ سے بہت ناراض تھے۔ اور اسی بناء پر کبھی کوئی اہم خدمت انھوں نے میرے سپرد نہیں کی۔

سعید بن المسیب کا بیعت سے انکار

اب عبدالملک نے ہشام بن اسماعیل المخزومی کو لکھا کہ تم ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے اطاعت کو حلف لو۔ تمام لوگوں نے ان دونوں کے لیے وفاداری کا حلف اٹھایا مگر سعید ابن المسیب نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک عبدالملک زندہ ہیں میں اور کسی شخص کے لیے حلف وفاداری نہیں اٹھا سکتا۔ ہشام نے انھیں خوب مارا پیٹا۔ اور لوگ انھیں ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر مدینے کے پہاڑ کے درہ پر لے گئے جہاں لوگوں کو قتل اور سولی پر چڑھاتے تھے۔ سعید کو یقین ہو گیا کہ مجھے قتل کرنے کے ارادہ سے لئے جا رہے ہیں۔ مگر جب اس مقام تک پہنچ گئے پھر واپس پلٹا لائے۔ اس پر سعید نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ مجھے سولی پر چڑھانے کے لیے نہیں لے جا رہے ہیں تو میں کبھی میں کمبل کے کپڑے نہیں پہنتا۔ مگر میں نے تو خیال کیا تھا کیونکہ مجھے سولی پر چڑھانے کے لیے لے جا رہے ہیں اسی لیے یہ کپڑے پہنا رہے ہیں۔ عبدالملک کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو کہنے لگے کہ خدا ہشام کا برا کرے۔ جب انھوں نے بیعت کے لیے سعید کو دعوت دی تھی اور انھوں نے انکار کیا تھا اور اسی وقت قتل کرا دیتا یا معاف کر دیتا۔

دیگر روایات

اسی سال میں عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنایا۔ اور ان کے بعد ان کا جانشین سلیمان کو مقرر کیا۔ تمام شہروں کو حکم دیا کہ ان کے لیے بیعت لی جائے۔ ہشام بن اسماعیل المخزومی اس وقت مدینہ کے عامل تھے

۔تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔ مگر سعید بن المسیب نے بیعت کرنے سے انکار دیا۔ ہشام نے انھیں خوب مارا۔ تمام شہر میں انھیں تشہیر کیا۔ اور قید کر دیا عبدالملک کو جب اس واقعہ کا علم ہوا اس نے ہشام کو اس حرکت پر لعنت ملامت کی ۔ ہشام نے ساٹھ کوڑے سعید کے لگوائے تھے۔ اور موٹی اون کا جانگیا پہنا کر تمام مدینہ میں انھیں گھمایا اور پھر درہ کی چوٹی پر انھیں لے گے۔

مگر حارث کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر نے جابر بن الاسود بن عوف الزہری کو عامل مقرر کیا تو اس نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت نہیں کروں گا جب تک تمام لوگ بالاتفاق انھیں خلیفہ تسلیم نہ کر لیں جابر نے اس کی وجہ سے سعید کو ساٹھ کوڑے لگوائے۔ جب ابن زبیر کو اس واقعہ کا علم ہوا انھوں نے جابر کو لعنت ملامت کی۔ اور لکھا کہ ہمارے اور سعید کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے تم انہیں چھوڑ دو۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں جمادی الاول ہجری میں وفات پائی۔

ان کی وفات کے بعد عبدالملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے بیعت کی اور تمام شہروں کی طرف حکم بھیجا کہ ان کے لیے بیعت لی جائے۔ اس زمانہ میں ہشام بن اسمٰعیل المخزومی مدینہ پر عبدالملک کا عامل تھا۔ اس نے تمام باشندوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ اور سب نے بیعت بھی کر لی۔ سعید بن مسیب کو بھی بلایا ۔اور ان سے بھی بیعت کرنے کے لیے کہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں اس معاملے پر غور کرتا ہوں۔

ہشام نے ان کے ساٹھ کوڑے لگوائے۔ ان کا ایک جانگیا پہنا کر تمام شہر میں انھیں گھمایا اور درہ کی چوٹی تک لیجا کر جب انہیں واپس لانے لگے تو سعید کہنے لگے کہ مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ تم لوگ مجھے سولی دینے کے لیے لے جا رہے ہو تو میں ہرگز ان کو جانگیا نہ پہنتا۔

غرضیکہ ہشام نے انہیں پھر جیل خانہ میں لا کر قید کر دیا۔ اور اس تمام واقعہ اور ان کی مخالفت کی اطلاع عبدالملک کو لکھ بھیجی۔ عبدالملک نے اس فعل پر اسے لعنت ملامت کی اور لکھا کہ سعید ایسے شخص ہیں ان کی دوستی اور ہمدردی کی زیادہ ضرورت ہے۔ چاہیے اس کے کہ ان کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی کی جائے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کا ارادہ نہ مخالفت کا ہے اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔

اس سال ہشام نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور حجاج ہی تمام مشرقی ممالک کا عراق کے گورنر جنرل تھا۔

۸۶ھ کے اہم واقعات

عبدالملک کا انتقال

اسی سال عبدالملک نے شوال کے وسط میں وفات پائی یوم جمعرات وسط شوال ۸۶ھ ہجری میں عبدالملک نے وفات پائی۔ اور اس طرح تیرہ سال پانچ مہینے عبدالملک نے خلافت کی۔

ایک دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۳ھ ہجری میں تمام لوگوں نے عبدالملک کے ہاتھ پر بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیعت کی تھی۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ وسط شوال ۸۶ ہجری بروز جمعرات عبدالملک نے دمشق میں وفات پائی۔ اس طرح بیعت کے دن سے وفات تک کا اکیس سال ڈیڑھ ماہ ہوا۔ اس میں سے نو سال تک عبدالملک عبداللہ بن زبیر سے لڑتے رہے اور اس دوران میں صرف شام میں ان کی خلافت تسلیم کی جاتی تھی مصعب بن زبیر کے قتل ہونے کے بعد پھر عراق میں بھی عبدالملک خلیفہ تسلیم کیے گئے اس طرح عبداللہ بن زبیر کے قتل اور تمام لوگوں کے عبدالملک کے خلیفہ تسلیم کرنے کے بعد سے ان کی مدت خلافت تیرہ سال اور سات روز کم چار ماہ بنتی ہے۔

اس کے متعلق ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک نے ۸۶ ہجری میں دمشق میں وفات پائی اور تیرہ سال ساڑھے تین ماہ حکومت کی۔

عبدالملک کی عمر

عبدالملک کی عمر میں بہت کچھ اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی واقدی کہتے ہیں کہ اٹھاون سال ہوئی مگر پہلا بیان صحیح ہے۔ کیوں کہ اگر تاریخ ولادت سے تاریخ وفات تک کا حساب لگایا جائے تو ان کی عمر ساٹھ سال ہوتی ہے۔ ۲۶ ہجری حضرت عثمان کے عہد خلافت میں عبدالملک پیدا ہوئے اور جنگ دار میں اپنے باپ کے ساتھ شریک ہوئے جب ان کی عمر دس سال کی تھی۔

ایک اور بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عمر تریسٹھ برس ہوئی۔

نسب اور کنیت کا بیان

عبدالملک کا نسب یہ ہے۔

عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف کنیت ابوالولید۔ ان کی ماں عائشہ بنت معاویۃ بن المغر بن ابی العاص تھیں۔

اولاد اور بیویوں کا بیان

(۱) ولید سلیمان۔ مروان الاکبر (متوفی) اور عائشہ۔ ان کی ماں کا نام ولادۃ بنت العباس بن جز بن الحارث بن زہیر بن خزیمہ بن رواحۃ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض تھا۔

(۲) یزید۔ مروان۔ معاویۃ (متوفی) اور ام کلثوم ان کی ماں عاتکہ بنت یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان تھی۔

(۳) ہشام۔ اس کی ماں ام ہشام بنت ہشام اسماعیل بن ہشام بن الولید بن المغیرۃ المخزومی تھی۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ام ہشام کا نام عائشہ تھا۔

(۴) ابوبکر۔ اس کا نام بکار تھا۔ اور اس کی ماں عائشہ بنت موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تھی۔

(۵) حکم متوفی۔ اس کی ماں ام ایوب بنت عمر بن عثمانؓ بن عفان تھیں۔

(۶) فاطمہ بنت عبدالملک اس کی ماں ام المغیرہ بنت المغیرہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ تھیں۔

(۷) اور عبداللہ مسلمۃ، منذر، عنبسہ، محمد سعید الخیر اور حجاج یہ باندیوں سے پیدا ہوئے تھے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیویوں کے علاوہ عبدالملک کی اور بھی عورتیں تھیں جن میں سے ایک شقرہ بنت مسلمہ بن حلبس الطائی تھی۔ اور دوسری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کوئی پوتی یا پرپوتی تھی جس کی دادی حضرت عبداللہ بن جعفر کی صاحبزادی تھیں ایک مرتبہ سلمہ بن زید بن وہب بن نباتہ الفہمی عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس سے پوچھا کہ کون زمانہ بہترین زمانہ اور کون سے بادشاہ سب سے بہتر ہوئے ہیں۔ سلمہ نے کہا بادشاہوں کا تو سب کا یہ حال ہے کہ وہ یا وہ مذمت کرنے والے ہیں یا تعریف کرنے والے ہیں۔ رہا زمانہ اس کی یہ کیفیت ہے کہ بعض اقوام کو عروج پر پہنچاتا ہے اور بعض کو ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دیتا ہے۔ ہر شخص اپنے زمانے کی برائی کرتا ہے کیونکہ زمانہ ہر نئی چیز کو پرانی اور ہر چھوٹے بچے کو بوڑھا کر دیتا ہے اور امید کے سوا زمانے کی ہر شئے فانی ہے۔

عبدالملک نے پوچھا کہ اچھا اب مجھ سے ذرا فہم کا حال بیان کیجیے سلمہ نے کہا کہ ان کی حالت کی تصویر ان شعروں میں کسی شاعر نے کیا خوب کھینچی ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

درج اللیل والنہار علی فہم بن عمرو فاصبحو کالرمیم

دخلت دارھم فاضحت یباباً بعد عزّ وثروۃ ونعیم

وکذاک الذمان یذھب بالناس وتبقی دیارھم کالرمیم

( )(۱) دن اور رات کی گردش نے قبیلہ فہم بن عمرو کو مٹا کر خاک کر دیا۔ ان کے مکانات بالکل ویران اور چٹیل میدان کی طرح ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ قبیلہ نہایت عزت دولت اور خوشحالی میں بسر کرتا تھا۔ (۳) اور زمانے کی تو یہ عادت ہی ہے کہ رہنے والوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے اور ان کے بعد ان کے مکانات مٹ کر صرف خاک کے تودے رہ جاتے ہیں۔

پھر عبدالملک نے سلمہ سے پوچھا کہ کیا درج ذیل اشعار کس نے کہے ہیں۔

رایت الناس مذخلقو او کانوا

یحبون الغنی من الرجال

وان کان الغنی قلیل خیر

بخیلاً بالقلیل من النوال

نما ادری علام و قیم ھدا

وما زایرتحون من النجال

اللدنیا فلیس ھنالک دنیا

ولا یرجی لحاوثتہ اللیالی

( ) ابتدائی خلقت سے میں لوگوں کا یہ حال دیکھ رہا ہوں کہ وہ دولت مند لوگوں کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ دولت مند بخیل اور کنجوس ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ لوگ کیوں اور کس کے لیے بخل کرتے

ہیں۔ اور اس بخل سے انھیں کس فائدے کی توقع ہے
اگر وہ دنیا کے لیے ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ دنیا
کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ آفات ناگہانی سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔
سلمہ نے کہا یہ اشعار میرے ہیں۔

ابو قطیفہ بن عمرو بن الولید بن عقبہ بن ابی معیط نے درج ذیل اشعار عبدالملک کے متعلق کہے۔

نبئت ان ابن القلمس عابني
ومن ذا من الناس الصحيح المسلم
فابصر سبل الرشد سيد قومه
وقد يبصر الرشد الرئيس المحم
فمن انتم هاخبرونا من انتم
وقد جعلت اشياء تبدو رتكتم

() مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن القلمس نے مجھ پر عیب لگایا ہے۔
اور بھلا اسے صحیح وسالم لوگوں سے کیا واسطہ۔
پھر اس کی قوم کے سردار نے صحیح راستہ پالیا اور اس میں شک نہیں کہ
رائے راست کو جلیل القدر سردار ہی معلوم کیا کرتا ہے۔
مگر تم کون ہو ذرا ہمیں بھی بتاؤ کہ تم کون ہو۔ اور تمام باتیں تو ظاہر ہی
کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں مگر تم لوگ چھپائے جاتے ہو۔

عبدالملک کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا ہمارے جیسے ذی عزت ومنزلت خاندان کو کوئی شخص تم کون ہو کہہ کر خطاب کرے۔ بخدا اگر وہ بات نہ ہوتی جسے تم جانتے ہو تو میں حکم دیتا کہ تمھیں تمھاری ناپاک اصل سے ملا دیا جاتا اور اتنا مارتا کہ مر ہی جاتے۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اس وقت سوائے میرے اور کوئی شخص خلافت عامہ کے حاصل کرنے کی طاقت اور اہلیت نہیں رکھتا۔ اسمیں شک نہیں کہ ابن زبیر بڑے عابد وزاہد اور صوم وصلاۃ کے نہایت سختی سے پابند ہیں مگر اپنے بخل کی وجہ سے وہ ایک کامیاب حکمران نہیں ہو سکتے۔

ولید بن عبدالملک کی خلافت

ولید کے ہاتھ پر لوگوں کا بیعت کرنا

اسی سال ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیعت کی گئی۔

ولید اپنے باپ کو دفن کر کے مسجد میں آیا' منبر پر چڑھا' تمام لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر اس نے تقریر کی۔ اور کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون امیر المومنین کی موت سے جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ ہی

ہماری امداد کرنے والا ہے۔ اور تمام تعریفیں اسی خدا کے لیے ہیں جس نے خلافت دے کر ہم پر اپنا سب سے بڑا انعام واحسان کیا ہے' آپ لوگ کھڑے ہوں اور بیعت کریں۔

سب سے پہلے عبداللہ بن ہمام السلونی نے بیعت کی۔ ان کے بعد ہی اور تمام لوگوں نے بیعت کی۔ اس واقعہ کے متعلق واقدی بیان کرتے ہیں کہ ولید جب اپنے باپ کو دفن کر کے واپس آیا (عبدالملک دمشق کے باب الجابیہ کے باہر دفن کیے گئے) تو مکان میں نہیں گیا بلکہ سیدھا جامع دمشق میں آ کر منبر پر چڑھا۔ مناسب الفاظ میں حمد وثناء کے بعد اس نے کہا'' آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس شئے کو اللہ نے آگے رکھا ہے کوئی شخص اسے پیچھے نہیں کر سکتا اور جسے اس نے پیچھے کیا ہے کوئی اسے آگے نہیں بڑھا سکتا ہر انسان کے لیے خداوند عالم نے پہلے ہی سے موت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اس سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور حاملین عرش بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔

ہماری قوم کے سردار دوسرے عالم میں نیک بندوں کے منازل کی طرف چلے گئے۔ ان کا طرز عمل اور ہر فعل خدا کے لیے ہوتا تھا جو شخص مخالفت یا بغاوت کرتا اس پر وہ سختی کرتے اور اچھے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور اخلاق سے پیش آتے۔ ہمارے مقدس مذہب اسلام کے تمام ارکان پر انھوں نے عمل کیا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ خلافت اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت کی دشمنان خدا پر فوج کشی کی۔ وہ نہ کمزور تھے اور نہ ضرورت سے زیادہ سخت تھے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ آپ وفادار رہیں اور جماعت کے نظام میں تسبیح کے دانوں کی طرح منسلک رہیں۔ یہ خوب سمجھ لیجیے کہ تنہا شخص کے ساتھ ہمیشہ شیطان لگا رہتا ہے۔ جو شخص ہم پر اس بات کو ظاہر کرے گا جو اس کے دل میں ہے ہم اس سے ویسا ہی سلوک کریں گے اور جو مخالفت کے جذبات کو دل ہی دل میں چور کی طرح چھپائے رکھے گا وہ اپنے اسی مرض کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔

اس تقریر کے بعد ولید نے عبدالملک کے تمام سواری کے جانور دیکھے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ ولید ایک نہایت ہی ظالم اور سخت گیر شخص تھا۔

خراسان میں ترغیب جہاد کے لیے قتیبہ کی تقریر

اسی سال قتیبہ بن مسلم حجاج کی طرف سے خراسان کا عامل مقرر ہو کر خراسان آیا یہ قتیبہ ۸۶ھ ہجری میں اس وقت خراسان پہنچا جب کہ مفضل فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور اخرون اور شومان کے خلاف جہاد کرنے کا اردہ کر رہا تھا۔ قتیبہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اور انھیں جہاد پر تیار کیا۔ قتیبہ کی تقریر درج ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار سے جہاد کرنے کو تمھارے لیے حلال کیا ہے تا کہ اس کا دین غالب ہو۔ تم برائیوں سے بچو۔ زیادہ دولت مند ہوں اور کفار تباہ و ہلاک ہوں۔ اور کلام پاک میں اپنے نبی محترم سے فتح کا حتمی وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"۔

( ) اللہ وہ مقدس ذات ہے جس نے اپنے رسول کو شمع ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ تا کہ اسے تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے چاہے مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

اسی طرح خداوند برتر نے مجاہدین کے لیے بڑا ثواب اور اپنے پاس بڑے بڑے مراتب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:۔

"ذلک بانھم لایصیبھم ظمأ ولانصیب ولامخمصة فی سبیل اللہ" آخر آیت **احسن ما کانوا یعملون** تک۔

یہ مدارج اور انعامات انہیں اسلئے دیئے جائیں گے کہ اللہ کی راہ میں انہیں نہ پیاس معلوم ہوتی ہے اور نہ تھکن محسوس کرتے ہیں اور نہ کوئی دقت اور دشواری۔ آخری آیت میں فرمایا کہ ان کا یہ طرز عمل نہایت ہی بہتر رہا ہے۔

اس کے بعد قتیبہ نے شہدا کے متعلق کہا کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں برابر اللہ کی طرف سے رزق پہنچتا ہے۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں تم مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے انہیں رزق پہنچایا جاتا ہے۔

اس لئے آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے رب کے وعدہ حاصل کیجئے اپنے تئیں انتہائی مصیبت و تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار رکھئے اور خود میں ہمیشہ ڈھیل اور کاہلی سے محترز رہوں گا۔

اس سال خراسان میں قتیبہ کو پیش آنے والے واقعات کا ذکر

قتیبہ تمام فوج کے ساز و سامان، ہتھیار اور گھوڑوں کا معائنہ کرنے کے بعد جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے مرو پر دو شخصوں کو اپنا قائم مقام بنایا۔ فوج کا سردار ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو مقرر کیا اور مالگزاری پر عثمان بن السعدی کو مقرر کیا۔

مختلف علاقوں پر قبضہ

جب قتیبہ طالقان پہنچا تو یہاں بلخ کے کچھ زمیندار اور دوسرے سردار اس کے ساتھ ہو گئے جب دریا کو عبور کیا تو اس پار بیش الاعور صغانیان کے بادشاہ نے تحفے تحائف اور سونے کی کنجی پیش کر کے اس کا استقبال کیا اور اپنے علاقے میں آنے کی دعوت دی قتیبہ بیش کے ساتھ صغانیان گیا بادشاہ صغیانیان نے اپنا علاقہ اس کے حوالے کر دیا بادشاہ آخروں اور شومان بیش کے ہمسایہ تھے انھوں نے اس بچارے پر زیادتیاں کی تھیں اور جنگ کر کے اس کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی اسی وجہ سے قتیبہ نے اب ان دونوں کی سرکوبی کے لیے جو علاقہ طخارستان کے حکمران تھے پیش قدمی کی۔ مگر جنگ کرنے سے پہلے ہی علیشتان نے آ کر کچھ زرفدیہ دے کر صلح کی درخواست کی قتیبہ نے صلح کر لی اور مرو واپس آ گیا واپسی میں قتیبہ نے فوج کی قیادت اپنے بھائی صالح کو تفویض کر دی اور خود فوج کو پیچھے چھوڑ کر اس سے پہلے ہی مرو پہنچ گیا ان کے چلے جانے کے بعد ان کے بھائی صالح نے قلعہ ماسارالحسن فتح کیا اس جنگ میں نصر بن سیار بھی صالح کے ہمراہ تھا اس جنگ میں بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑا جس کے بدلہ میں صالح نے اسے ایک گاؤں تجانہ نامی جاگیر میں عطا کیا اس قلعہ کو فتح کرنے کے بعد صالح قتیبہ کے پاس چلا آیا پھر قتیبہ نے اسے ترمذ کا عامل مقرر کیا۔

خراسان پر حملہ

قتیبہ کے خراسان آنے کے متعلق باہلی کی روایت ہے کہ یہ ۸۵ھ میں خراسان آیا۔ فوج کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ جس قدر فوج خراسان میں اس وقت تھی اس کے پاس کل تین سو پچاس زرہیں ہیں۔ قتیبہ نے اخروں اور شومان پر حملہ کیا۔ اور پھر واپس پلٹ آیا واپسی میں کشتی پر سوار ہو کر آمل آیا۔ اور فوج کو پیچھے چھوڑ دیا۔ فوج بلخ کے راستے سے مرو آئی حجاج کو جب اس واقعہ کا علم ہوا اس نے قتیبہ کو لعنت ملامت کی۔ اور فوج کو پیچھے چھوڑ آنے پر اظہار ناخوشنودی کیا۔ اور لکھا کہ اب جب کبھی تم جنگ کرنے کے لیے جاؤ تو پیش قدمی کی صورت میں سب سے آگے رہو اور جب واپس پلٹنے لگو تو سب کے آخر میں پچھلے دستہ فوج میں رہا کرو۔

قتیبہ کے بھائی کے حصہ میں برمکی باندی

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دریا عبور کرنے سے پہلے اس سال قتیبہ بلخ کے فساد کے فرو کرنے میں مصروف رہا۔ بلخ کے کچھ لوگوں نے سرکشی کی تھی اور مسلمانوں سے باغی ہو گئے تھے۔ قتیبہ بلخ والوں سے لڑا۔ اس روز کی جنگ میں جو قیدی گرفتار ہوئے ان میں خالد بن برمک کے باپ برمک کی بیوی بھی تھی۔ اور اس وقت خود برمک نو بہار کا عامل تھا۔ یہ عورت عبداللہ بن مسلم قتیبہ کے بھائی کے جسے فقیر کہا جاتا تھا حوالے کر دی گئی عبداللہ بن مسلم کو کچھ جزام بھی تھا۔ عبداللہ نے اس عورت کے ساتھ مباشرت کی اس واقعہ کے دوسرے ہی دن بلخ والوں نے قتیبہ سے صلح کر لی۔ قتیبہ نے حکم دیا کہ تمام قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ اب برمک کی بیوی نے عبداللہ سے کہا کہ اے عرب میں تجھ سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ اسی وقت عبداللہ نے وفات پائی مگر یہ وصیت کر دی کہ جو بچہ اس عورت سے ہو وہ میرے خاندان میں شامل کر لیا جائے۔ اور پھر یہ عورت برمک کو واپس کر دی گئی۔

جب خلیفہ مہدی رے آئے تو عبداللہ بن مسلم کے لڑکے خالد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ اس پر مسلم بن قتیبہ نے ان سے کہا کہ تم خالد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا چاہتے ہو اگر وہ اسے منظور کر لیں تو پھر تمہیں اپنے خاندان کی لڑکی بھی انھیں دینا پڑے گی۔ اس پر عبداللہ کے لڑکے اپنے دعوے سے دست بردار ہو گئے۔ برمک طبیب حاذق تھا مسلمہ کو کوئی بیماری تھی طبیب نے اس کا علاج کیا اور وہ صحت مند ہو گیا۔ اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے علاقہ روم میں جہاد کیا۔ نیز اسی سنہ میں حجاج نے یزید بن المہلب کو قید کر دیا۔ اور حبیب بن المہلب کو کرمان کی نظامت سے موقوف کر دیا۔ اور عبدالملک بن المہلب کو اس کے محافظ دستہ کی سرداری سے علیحدہ کر دیا۔

ہشام بن اسماعیل المخزومی نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ عراق اور تمام مشرقی صوبہ جات کا گورنر جنرل حجاج تھا۔ مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کوفہ کے پیش امام تھے۔ اور زیاد بن جریر بن عبداللہ حجاج کی طرف سے کوفہ میں امیر عسکر تھا۔ ایوب بن الحکم بصرہ کا عامل تھا۔ اور قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔

۸۷ھ کے اہم واقعات کا تذکرہ

ہشام کی برطرفی

اس سال ولید نے ہشام بن اسماعیل کو مدینہ کی گورنری سے برطرف کر دیا۔ ہشام معزولی کا حکم ہفتہ کی رات مورخہ ربیع الاول ۸۷ھ موصول ہوا۔ اس طرح ہشام ایک ماہ یا اس سے کچھ کم چار برس مدینہ کا گورنر رہا۔

عمر بن عبدالعزیز کا مدینہ کا گورنر بننا اور پہلا خطبہ

ولید نے اسی جگہ عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ عمر جب اس منصب پر سرفراز کئے گئے ان کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور یہ ۶۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ جب آئے تو تیس اونٹوں پر ان کا سامان اور ان کے ساتھی تھے۔ اور مروان کے مکان میں آ کر ٹھہرے کچھ لوگ ان کو سلام کرنے کے لیے آئے۔ نماز ظہر کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے دس فقیہوں کو اپنے پاس بلایا۔ ان میں عروہ بن الزبیر عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ابوبکر بن عبدالرحمن ابو بکر بن سلیمان بن خیثمہ سلیمان بن یسار قاسم بن محمد سالم بن عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور خارجہ بن زید تھے۔ یہ لوگ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور بیٹھ گئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے بعد حمد وثناء ان سے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لیے بلایا ہے کہ جس پر آپ کو اجر ملے گا۔ اور اس معاملے میں مشورہ دے کر آپ حق وصدق کی اعانت کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی بات آپ سب کے یا آپ لوگوں میں سے جو صاحب اس وقت موجود ہوں ان کی رائے اور مشورہ کے بغیر نہ کروں۔ اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ ظلم وزیادتی کر رہا ہے۔ یا میرے ماتحت عہدہ داروں کے خلاف کوئی شکایت آپ لوگ سنیں تو آپ کو خدا کی قسم آپ فوراً مجھے مطلع کریں۔ اس ملاقات کے بعد یہ لوگ عمر بن عبدالعزیز کو جزائے خیر کی دعا دیتے ہوئے باہر آ گئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر جدا ہو گئے۔

ہشام کی تشہیر

چونکہ ہشام کے متعلق ولید کی رائے بہت خراب تھی اس لیے ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ ہشام کی لوگوں میں تشہیر کی جائے۔ سعید بن المسیب کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے اور اپنے آزاد کردہ غلاموں کو بلا کر ان سے کہا کہ اگرچہ ہشام کی تشہیر کی جا رہی ہے مگر خبردار تم میں سے کوئی شخص نہ اسے چھیڑے۔ اور نہ کوئی بری بات کہے جس سے اس کے دل کو تکلیف ہو کیونکہ میں اپنے اور اس کے معاملے کو خدا اور قرابت کی بناء پر چھوڑے دیتا ہوں۔

اگرچہ میری رائے اس کے متعلق اچھی نہیں ہے۔ تاہم میں وہ کلمات اپنی زبان سے ہرگز ادا نہیں کروں گا۔ جو اس نے میرے لیے استعمال کیے تھے۔ محمد بن عمر کے باپ بیان کرتے ہیں کہ ہم ہشام کے ہمسایہ تھے۔ یہ باوجود اس کی ہمسائیگی کے ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا۔

حضرت علی بن الحسین کو اس کے ہاتھوں سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں تھیں جب ہشام معزول کیا گیا اور

ولید نے اس کی توہین اور تشہیر کا حکم دیا تو کہنے لگا کہ مجھے صرف علی بن الحسینؒ سے خوف ہے۔ ہشام مروان کے مکان کے پاس کھڑا کیا گیا تھا۔ آپ اس کے پاس سے گزرے مگر اس سے پہلے ہی آپ نے اپنے طرف داروں سے فرما دیا تھا کہ بدتہذیبی کی کوئی بات ہشام سے نہ کہنا۔ چنانچہ جب آپ ہشام بن اسماعیل کے پاس سے گزرے تو اس نے کلام پاک کا یہ جملہ آپ کے سنانے کے لیے پڑھا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ .

() اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے وہ کس شخص کو اپنا پیغامبر بناتا ہے۔

اہل باذغیس سے قتیبہ کی صلح

اسی سال نیزک قتیبہ کے پاس آیا۔ اور قتیبہ نے اہل باذغیس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اب ان کے علاقے میں داخل نہ ہوگا۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نیزک طرخان کے پاس کچھ مسلمان قیدی تھے۔ بادشاہ شومان سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ نے نیزک کو ان قیدیوں کے بارے میں خط لکھا کہ تم انھیں چھوڑ دو ورنہ میں بہت سختی سے پیش آؤں گا۔ اس دھمکی سے نیزک خائف ہوا اور اس نے تمام مسلمان قیدیوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔

اب قتیبہ نے سلیم الناصح عبیداللہ بن ابی بکرہ کے آزاد غلام کو نیزک کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا تاکہ یہ اسے صلح کی دعوت دیں اور اس سے کہہ دیں کہ تمھیں امان دی جائیگی قتیبہ نے نیزک کو ایک خط بھی لکھا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ اگر تم میرے پاس نہ آؤ گے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تم پر حملہ کروں گا۔ اور جہاں کہیں تم جاؤ گے تمھیں کھود کر نکال لاؤں گا۔ اور اس وقت تک اپنی راہ سے باز نہیں رہوں گا جب تک مجھے فتح حاصل نہ ہو جائے گی۔ موت آ کر میرے تمام منصوبوں کو خاک میں نہ ملا دے گی۔

غرض یہ کہ سلیم قتیبہ کے اس خط کو لے کر نیزک کے پاس آئے اور اسے سمجھانے بجھانے لگے نیزک نے ان سے کہا کہ آپ کے سردار کی نیت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مجھے ایسے ذی عزت و مرتبت شخص کو اس قسم کا خط کبھی نہیں لکھا جاتا ہے۔

سلیم نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے سردار سیاست میں بہت سخت ہیں تاہم اگر ان کے سامنے کوئی شخص نرمی و عاجزی سے پیش آئے تو وہ بھی بہت نرم طبیعت ہو جاتے ہیں اور جو سرکشی سے پیش آئے تو اس کے لیے بہت سخت ہیں آپ ان کی تحریر کے درشت لہجے سے متاثر نہ ہوں اور محض اس وجہ سے ان کے پاس جانے کے ارادے کو ملتوی نہ کیجیے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اور تمام عرب آپ کی بے انتہا خاطر و مدارات اور عزت و توقیر کریں گے۔ چنانچہ نیزک سلیم کے ساتھ قتیبہ کے پاس آیا۔ قتیبہ نے اہل باذغیس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اب وہ ان کے علاقے میں داخل نہ ہوگا۔

رومیوں پر حملہ

اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقے پر حملہ کیا یزید بن جبیر بھی ان کے ساتھ تھا مصیصۃ کے قریب سوسنہ کے مقام پر رومیوں نے ایک زبردست فوج کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مقام طوانہ کے قریب سلمہ اور میمون الجرجانی کی مڈبھیڑ ہوئی اس وقت مسلمہ کے ساتھ کل ایک ہزار انطاکی جنگجو تھے۔ مسلمہ نے دشمن کے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے اور اللہ نے ان کے ہاتھوں کئی ایک قلعہ سر کروائے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمہ کے بجائے اس سال ہشام بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقے میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ ہائے بولق اخرم بولس اور قمقم ان کے ہاتھوں فتح کروائے عرب مستعربہ میں سے ایک ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک نے ان کی بیوی بچوں کو قیدی بنا لیا۔

اسی سال قتیبہ نے بیکند پر فوج کشی کی۔

قتیبہ کی بیکند پر فوج کشی اور اس کی فتح

نیزک سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ دوسرے موسم جہاد تک مرو میں ٹھہرا اور پھر ۸۷ھ میں اس نے بیکند پر حملہ کیا مرو سے چل کر مروالروذ آیا پھر آمل ہوتا ہوا زم آیا۔ اس مقام سے اس نے دریا کو پار کر کے بیکند کا رخ کیا (بخارا کے شہروں میں بیکند دریائے جیحون کے قریب ترین واقعہ ہے تاجروں کا شہر کہلاتا ہے۔ اور بخارا کی سمت سے ریگستان کے سرے پر واقعہ ہے۔

غرض یہ کہ جب مسلمانوں کی فوج نے اس کے بالکل قریب جا کر پڑاؤ کیا تو اہل صغد اور دوسرے اپنے آس پاس کے لوگوں سے اعانت طلب کی۔ اس درخواست پر زبردست امدادی فوجیں بیکند کی امداد کے لیے روانہ ہوئیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے قاصدوں اور رسائل کے راستے کو روک لیا۔ اور اب نہ اس کے پاس کوئی فرستادہ پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح دو مہینے تک اسے کوئی خبر نہ معلوم ہوسکی اور نہ حجاج کو اس کی کوئی خبر معلوم ہوئی۔ اس سے حجاج کو بہت تشویش ہوئی اور اسے قدرتی طور پر مسلمان فوج کی تباہی کا خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے تمام مساجد میں لوگوں کو دعا کرنے کا حکم دیا اور تمام شہروں میں بھی دعا کرنے کے احکام جاری کر دیے اور فوج کی یہ حالت تھی کہ روزانہ دشمن کے خلاف برسر پیکار رہتی تھی۔

تنذر عجمی اور قتیبہ بن مسلم

ایک عجمی شخص تنذر نامی قتیبہ کا مخبر تھا اہل بخارا نے اسے بہت کچھ لالچ دے کے ملا لیا اور اس سے کہا کہ تو کسی طرح قتیبہ کو اس کی موجودہ حالت سے ہٹا دے تنذر قتیبہ کے پاس آیا۔ اور تنہائی میں بات کرنے کی اجازت مانگی تمام لوگ قتیبہ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ مگر قتیبہ نے ضرار بن حصین الضبی کو اپنے پاس بٹھائے رکھا تنذر نے قتیبہ سے کہا کہ حجاج کو معزول کر دیا گیا ہے اور یہ اب یہاں پر عامل ہو کر آنے والے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مرو واپس چلے جائیں قتیبہ نے اپنے غلام سیاہ کو بلا کر حکم دیا کہ تنذر کو قتل کر ڈالے حبشی نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر قتیبہ نے ضرار سے کہا کہ تمھارے اور میرے علاوہ اس خبر سے کوئی شخص اس خبر سے واقف نہیں ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس موجودہ جنگ کے اختتام تک کسی سے میں نے سنی تو میں تمھیں قتل کر دوں گا۔ لہٰذا تم اپنی زبان پر مہر لگالو کیونکہ اس خبر کے شائع ہونے سے تمام لوگوں میں بددلی پھیل جائیگی۔

یہ ہدایت دینے کے بعد قتیبہ نے دوسرے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب لوگ اس کے

پاس آئے تو دیکھا کہ تندر مقتول پڑا ہے۔ اس سے انھیں پریشانی اور رنج ہوا اور ایک غور و فکر میں سب نے گردنیں نیچی کر لیں۔ قتیبہ نے سے کہا کہ آپ لوگ اس شخص کے قتل سے جسے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا کیوں خائف ہیں۔ سب نے کہا ہم سب اسے مسلمانوں کا خیر سگال سمجھتے تھے۔ قتیبہ نے کہا نہیں بلکہ وہ مفسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے انجام تک پہنچا دیا اس خیال کو دل نکال ڈالئے۔ اور کل صبح ہی دشمن سے غیر معمولی بہادری اور ثابت قدمی سے خوب لڑائی کیجیے۔ دوسرے دن صبح ہی لوگ جہاد کے لیے تیار ہو کر میدان کارزار میں آ گئے۔ قتیبہ تمام علم بردار سرداروں کے پاس جا کر انھیں اور ان کے ماتحت مجاہدین کو جنگ کے لیے ابھارتے تھے۔ دونوں فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی اب مسلمانوں کی تلواروں نے دشمن کے گلوں سے معانقہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مونڈھے پشت پر مسلمانوں کے سپرد کر دیے۔ اور وہ شکست کھا کر شہر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا ایسا سخت تعاقب کیا کہ شہر میں نہ گھسنے دیا کفار منتشر ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے جس طرح چاہا گرفتار کر لیا۔ بہت کم بچ کر شہر میں پناہ لے سکے قتیبہ نے سفر مینا والوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل تباہ کر دی جائے۔ اس پر کفار نے صلح کی درخواست کی قتیبہ نے صلح کر لی۔ اور بنی قتیبہ کے ایک شخص کو بیکند کا عامل مقرر کر دیا اب قتیبہ واپس ہوا۔ ابھی ایک یا دو منزل ہی آیا ہو گا۔ اور بیکند سے صرف پانچ فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ کفار نے اپنا وفاداری کا معاہدہ توڑ ڈالا عامل اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور ان کی ناک اور کان کاٹ دیئے قتیبہ کو اس واقع کی اطلاع ہوئی واپس پلٹا اہل بیکند قلعہ بند ہو گئے ایک ماہ تک قتیبہ لڑتا رہا۔ پھر اس نے سفر مینا والوں کو حکم دیا کہ شہر کا حصار تباہ کر دیا جائے۔ انھوں نے فصیل پر لکڑیوں سے باڑ باندھنا شروع کیا قتیبہ کا ارادہ یہ تھا کہ جب باڑ مکمل طور پر بندھ جائے اس وقت اس میں آگ لگا دی جائے اور اس طرح فصیل گر جانے کی اس سے پہلے کہ سفر مینا والے اپنے کام کو ختم کرتے فصیل خود بخود گر پڑی اس سے چالیس آدمی ہلاک ہو گئے۔

اب پھر اہل بیکند نے صلح کی درخواست کی مگر قتیبہ نے انکار کر دیا اور بزور شمشیر شہر کو فتح کیا۔ شہر میں جس قدر جنگجو تھے ان سب کو قتل کیا قیدیوں میں ایک کانا بھی تھا اسی نے ترکوں کو مسلمانوں کے خلاف نقض عہد کرنے پر ابھارا تھا اس نے قتیبہ سے کہا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ سلیم الناصح نے اس سے پوچھا کہ کتنا دو گے اس نے پانچ ہزار چینی ریشمی تھان کہے کہ جس کی ہر تھان کی قیمت ہزار ہزار درہم تھی۔ قتیبہ نے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ فدیہ لینے سے مسلمانوں کی دولت عامہ میں اضافہ ہوتا ہے اور اب کبھی تو اسے یہ موقع نہیں ملے گا۔ کہ یہ پھر ایسی حرکت کرے اس لیے فدیہ لینے میں کیا حرج ہے مگر قتیبہ نے اس کی درخواست نامنظور کر دی۔ اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ اب اسکا وجود آئندہ کسی موقع پر مسلمانوں کے لیے خطرہ کا باعث بنے۔ لہذا اسے قتل کر دینا چاہیے چنانچہ اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔

مال غنیمت

بیکند کی فتح میں مسلمانوں کو مال غنیمت میں بے شمار سونے چاندی کے برتن ملے۔ قتیبہ نے مال غنیمت کی نگرانی اور تقسیم کے لیے عبداللہ بن والان العدوی متعلقہ بنی ملکان جسے قتیبہ امین ابن الامین کہا کرتا تھا اور ایاس بن بہیس الباہلی کو مقرر کر دیا ان دونوں نے سونے چاندی کے تمام برتنوں کو گلا دیا۔ اور قتیبہ کے پاس لے کر آئے نیز تمام اس کیٹ کو بھی جو برتنوں میں سے نکلی تھی لے آئے قتیبہ نے یہ کیٹ ان دونوں صاحبوں کو دے دی اس کی قیمت

چالیس ہزار درہم انکی مقرر کی گئی ان دونوں نے قتیبہ سے اس کی اطلاع کی۔ قتیبہ نے اسے واپس لے لیا اور حکم دیا کہ اسے پھر گلایا جائے جب اسے پھر گلایا گیا تو اس میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار مثقال یا صرف پچاس ہزار مثقال قیمتی دھات نکلی۔

اسی طرح بیکند سے اور بھی بہت سی چیزیں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس قدر مال غنیمت اس مقام سے انھیں ملا کہ خراسان میں کبھی اتنا نہیں ملا تھا۔

اس فتح کے بعد قتیبہ مرو واپس آ گیا۔ مسلمانوں کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ انھوں نے خوب ہتھیار اور گھوڑے خرید لیے ان کے لیے دور دور سے لوگ سواری کے لیے جانور لائے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ میں ہی سب سے عمدہ اور خوب صورت گھوڑا اور ہتھیار خریدوں اس سے ہتھیاروں کی قیمت اس قدر بڑھ گئی کہ ایک نیزہ ستر درہم میں آنے لگا۔ سرکاری ذخائر حرب میں بہت سے ہتھیار اور اسلحہ اور دوسرا سامان حرب تھا۔ قتیبہ نے حجاج کو لکھا کہ اگر جناب والا مجھے اجازت دیں تو میں یہ ہتھیار فوج کو دے دوں۔ حجاج نے اجازت دے دی۔ قتیبہ نے تمام سامان اور ضروریات حرب اور اسلحہ نکلوائے۔ اور لوگوں میں تقسیم کر دیئے اب فوج جنگ کے لیے کیل کانٹے سے مسلح ہو گئی۔

شہر نومشکث پر حملہ اور صلح

موسم بہار میں قتیبہ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے اعلان عام کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جہاد کے لیے ایسے وقت میں لے جاؤں جب کہ آپ کو زادراہ کے اٹھانے کی دقت نہ پڑے۔ اور موسم سرما سے پہلے واپس لے آؤں۔ غرض یہ کہ اب قتیبہ ایک نہایت آراستہ و پیراستہ فوج کے ساتھ جس کے گھوڑے نہایت حسین وخوب صورت تھے۔ اور چمکتے ہوئے ہتھیاروں سے مسلح جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ پہلے آمل آیا۔ پھر زم سے دریائے جیحوں کو عبور کر کے بخارا کے علاقے میں داخل ہوا اور شہر نومشکث پر جو بخارا ہی کا ایک شہر ہے دھاوا بول دیا۔ شہر والوں نے اس سے صلح کر لی۔

مسلم اور دالان کا عجیب واقعہ

مسلم الباہلی نے دالان سے کہا کہ میں کچھ مال بطور امانت آپ کے پاس رکھوانا چاہتا ہوں۔ دالان نے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اور لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو یا اوروں کو خبر ہو جانے میں آپ کوئی حرج نہیں سمجھتے؟ مسلم نے کہا نہیں میں اسے پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہوں دالان نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی بااعتماد شخص کے ہاتھ وہ مال فلاں مقام پر بھیج دیجیے اور اسے حکم دیجیے کہ اگر وہاں کوئی بیٹھا ہو تو یہ مال وہاں چھوڑ کر چلا آئے مسلم نے کہا بہتر ہے میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس نے تمام مال کو ایک خرجی میں رکھا۔ اسے خچر پر لا دا اور اپنے آزاد کردہ غلام سے کہا کہ اسے فلاں مقام پر لے جاؤ جب دیکھو کہ وہاں کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے۔ تو تم خچر چھوڑ کر چلے آنا۔

وہ شخص خچر لے کر چلا دوسری طرف دالان وقت مقررہ پر حسب وعدہ اس مقام پر آیا مگر جب بہت دیر تک مسلم کا کوئی آدمی وہاں نہ پہنچا دالان وقت مقررہ کے گزر جانے کے بعد چلا گیا اور اس نے خیال کیا کہ شاید مسلم کا آدمی آ کر واپس چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ہی ایک اور تغلبی اس جگہ پر آ کر بیٹھ گیا کہ اتنے میں مسلم کا آزاد کردہ غلام مال لے کر وہاں پہنچا۔ جب دیکھ لیا کہ ایک آدمی وہاں بیٹھا ہوا ہے اس نے خچر کو وہیں چھوڑ دیا۔ اور خود

واپس چلا آیا۔

تغلبی نے خچر کو جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر زر و جواہر بار ہے۔ اور کوئی شخص اس کا مالک نہیں۔ یہ اس خچر کو اپنے گھر لے آیا۔ اور خچر اور مال دونوں اپنے قبضے میں کر لیے۔ چونکہ مسلم کو تو یہ یقین تھا کہ میرا مال والان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس لیے جب تک کہ اسے مال کی واپسی کی ضرورت نہ پڑی اس نے کبھی اس سے پوچھا بھی نہیں۔ جب ضرورت ہوئی تو مسلم نے والان سے کہا کہ میری امانت واپس کر دیجیے والان نے کہا کہ میرے پاس آپ کی کوئی امانت نہیں ہے اور نہ میں نے آپ کے مال کو لیا ہے۔

اب مسلم نے ہر جگہ والان کی برائی کرنا شروع کی اور اس کی بددیانتی کا اظہار کرتا۔ ایک روز بنی صبیعہ کی مجلس میں مسلم آیا اور ان کی والان سے شکایت کی۔ وہ تغلبی جس نے اصل میں اس کا مال لیا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا یہ اٹھ کر اسے علیحدہ لے گیا اور پوچھا کہ تمھاری کیا کیا چیزیں تھیں۔ مسلم نے سب بیان کیں۔ تغلبی مسلم کو اپنے گھر لایا۔ اور اسے خرجی کو دکھا کر کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو۔ مسلم نے کہا ہاں۔ تغلبی نے کہا کہ اس مہر کو بھی جانتے ہو۔ اس کا جواب بھی مسلم نے اثبات میں دیا۔ تغلبی نے کہا تو یہ آپ ہی کا مال ہے آ لے لیجیے۔ اور پورا قصہ سنایا۔ اس حقیقت کے اظہار کے بعد مسلم نے جن جن لوگوں سے والان کی شکایت کی تھی ان سے آ کر معذرت کی اور پورا واقعہ سنایا۔

اس سال حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو مدینے کے عامل تھے لوگوں کو حج کرایا۔ اس سال ابوبکر بن عمر بن حزم، عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ کے قاضی تھے، عراق اور تمام مشرقی صوبوں کا پہلے سالوں کی طرح حجاج گورنر جنرل تھا۔ جراح بن عبداللہ الحکمی اس سنہ میں حجاج کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا۔ اور عبداللہ بن اذینہ بصرہ کے قاضی تھے کوفہ میں معاملات جنگ کا انتظام زیاد بن جریح بن عبداللہ کے تفویض تھا۔ اور ابوبکر بن ابی موسیٰ الاشعری کوفہ کے قاضی تھے۔ اور قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔

۸۸ھ ہجری کے اہم واقعات کا تذکرہ

قلعہ طوانہ کی فتح

اسی سال رومیوں کا قلعہ طوانہ مسلمانوں نے فتح کیا۔ اور سردی کے ایام وہیں بسر کیے۔ مسلمۃ بن عبدالملک اور عباس بن الولید بن عبدالملک اس اسلامی فوج کے جس نے اس قلعہ کو سر کیا تھا سردار تھے۔

پہلے دن کی لڑائی میں مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی کفار اپنے گرجاؤں اور خانقاہوں میں جا چھپے۔ مگر پھر پلٹ کر آئے اور اب کی مرتبہ مسلمان پسپا ہو گئے۔ اور اس بدحواسی میں بھاگے کہ معلوم ہوتا کہ اب کسی طرح جنگ کی حالت درست نہیں ہو سکتی صرف چند آدمی عباس کے پاس رہ گئے تھے۔ ان میں ابن محیریز بھی تھا۔ عباس نے اس سے کہا کہ کہاں ہیں وہ قرآن پر ایمان رکھنے والے جو جنت کے خواہش مند ہیں۔

ابن محیریز نے عباس سے کہا آپ انھیں آواز دے کر بلائیے وہ آپ کے پاس آ جائیں گے عباس نے انھیں یا اہل قرآن کہہ کر آواز دی اس پر سب کے سب پلٹ پڑے اب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال کفار کو شکست دی اور مسلمان قلعہ طوانہ میں داخل ہو گئے۔

ولید نے مدینہ والوں کو حکم دیا تھا کہ مدینے سے دو ہزار فوج جہاد کے لیے تیار کی جائے مدینے کی ذی استطاعت باشندوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی جگہ دوسرے لوگوں کو اجرت دے دے کر بھیجنا شروع کیا اور دو ہزار کے بجائے پندرہ سو تو عباس اور مسلمۃ کے ساتھ قلعہ طوانۃ کی تسخیر میں شریک ہوئے۔ پانچ سو پیچھے ہی رہ گئے اور موسم گرما کی مہم میں شریک نہ ہوئے۔

عباس اور مسلمۃ دونوں اس مہم کے سردار تھے انھوں نے سردی کا موسم قلعہ طوانۃ میں گزارا اور اسے فتح کیا۔

اسی سال یزید بن عبدالملک کا بیٹا ولید پیدا ہوا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ربیع الاول ۸۸ ہجری میں ولید کا قاصد اس انداز میں مدینے آیا کہ اس کا عمامہ کچھ بے تکا سا بندھا ہوا تھا کہ دو تین پیچ اس نے باندھ رکھے تھے۔ اس پر لوگ کہنے لگے کہ معلوم نہیں کہ قاصد کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

قاصد عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا۔ ولید کا خط انھیں دیا اس میں لکھا تھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے بھی مسجد نبوی میں شامل کر دیے جائیں اس کے علاوہ اس کے پیچھے اور اس کے پاس جو مکانات ہیں وہ بھی خرید لیے جائیں تا کہ مسجد نبوی کی لمبائی دو سو گز اور چوڑائی دو سو گز ہو جائے۔ اور اگر ممکن ہو تو مسجد کے سامنے کا حصہ بھی کچھ اور آگے بڑھا دیا جائے اور آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مسجد کے سامنے آپ کے ننھیالی رشتے داروں کے مکانات واقع ہیں وہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

اگر ان میں سے کوئی شخص مکان دینے سے انکار کرے تو آپ شہر والوں سے ان مکانات کی صحیح قیمت کا اندازہ کرا کے نقد قیمت ان کے حوالے کر دیجیے گا اور پھر مکانات کو گرا دیجیے گا۔ اس کے لیے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی نظریں بھی موجود ہیں کہ انھوں نے پہلے بھی ایسا کیا ہے۔ ان مکانات کے مالک اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ آپ نے ولید کا خط پڑھ کر انھیں سنایا۔ وہ لوگ قیمت لے کر مکانات دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قیمت ان کے حوالے کر دی۔ اب آپ نے ازواج مطہرات کے حجروں کو منہدم کرا کے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی کچھ روز مدینہ کے کاریگروں نے کام کیا بعد میں وہ معمار آ گئے جنھیں ولید نے خاص مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے بھیجا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز خود بھی مسجد کے گرانے میں شریک تھے۔ اور ان کے ساتھ بڑے بڑے حضرات وہ لوگ جنھیں قاسمؒ، سالمؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ، خارجہ بن زیدؒ اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بھی مسجد کے گرانے میں شریک تھے۔ یہ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسجد کے نشانات بتاتے اور اس کی شناخت کے نقشے کا اندازہ کرتے جاتے تھے۔ اور انھی حضرات نے اس کی بنیاد قائم کی۔

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ جب ولید کا خط دمشق سے مسجد نبوی کے انہدام کے بارے میں آیا تو عمر بن عبدالعزیزؒ کو علیحدہ کر کے پندرہ شخص مسجد کے گرانے کے لیے گئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے مسجد کے انہدام اور اسکی تعمیر کی نگرانی میرے متعلق کر دی تھی۔ ہم نے مدینے ہی کے مزدوروں اور کاریگروں سے گروانے کا کام لینا شروع کیا۔ سب سے پہلے ہم نے ازواج مطہرات کے مکانات کو گرایا کہ اتنے میں وہ کاریگر آ گئے جنھیں ولید نے اسی غرض سے

مدینہ بھیجا تھا۔

صفر ۸۸ہجری میں ہم نے مسجد نبوی کو گرانا شروع کیا ولید نے قیصر روم کو لکھا کہ میں نے چونکہ مسجد نبوی کے انہدام اور پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر کا حکم دیا ہے اس لیے آپ بھی اس کام میں میری امداد کیجیے قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا' سو معمار اور چالیس اونٹ منکش اور کندہ پتھروں سے لدے ہوئے ولید کے پاس بھیج دیجیے۔اور مسمار شدہ شہروں اور قصبات سے مینا کاری کیے ہوئے پتھر تلاش کرا کرا کے ولید کے پاس بھیجے' اور ولید نے انھیں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔

رومیوں سے جہاد اور نومشکث پر امینہ کی فتح

اسی سال عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی' نیز اسی سال مسلمۃ نے رومیوں سے جہاد کیا۔ تین قلعہ قسطنطین ' غزالا' اور آخرم فتح کیے۔ اور تقریباً ایک ہزار عرب مستعربہ بھی قتل کر ڈالے۔ ان کے بال بچوں کو لونڈی غلام بنالیا۔ اور ان کے تمام مال ومتاع پر قبضہ کرلیا۔

اسی سال قتیبہ نے نومشکث اور رامیثنہ پر حملہ کیا۔

ان واقعات کی تفصیل

قتیبہ نے ۸۸ہجری میں بشار بن مسلم کو مرو پر اپنا قائم مقام بنا کر نومشکث پر حملہ کیا۔ باشندگان نومشکث کے لوگوں نے قتیبہ کا استقبال کیا اور اس سے صلح کرلی۔ یہاں سے قتیبہ رامیثنہ گیا۔ اس شہر کے باشندوں نے بھی صلح کرلی۔ اور قتیبہ واپس مرو چلا آیا ۔ راستے کے درمیان میں ترکوں نے جن کے ساتھ سغدی اور اہل فرغانہ بھی کثیر تعداد میں تھے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن بن مسلم الباہلی پر جو فوج کے پچھلے حصے پر تھے اور ان کے اور اہل فوج اور قتیبہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا ترکوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ جب ترک عبدالرحمٰن کے بالکل قریب پہنچ گئے اس نے قاصد کے ذریعے سے اس خطرہ کی فوراً قتیبہ کو اطلاع دی اتنے میں ترکوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کر دیا اور جنگ شروع کر دی۔

قتیبہ بن مسلم کی کمک

قاصد نے قتیبہ کو جا کر اس حادثہ کی اطلاع دی قتیبہ فوراً اپنی فوج لے کر عبدالرحمٰن کی امداد کے لیے پلٹا عبدالرحمٰن بھی برابر ترکوں کے مقابلہ پر جما ہوا تھا مگر اب حالت یہ ہو چکی تھی کہ ترکوں نے تقریباً مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ مگر جب عبدالرحمٰن کی فوج نے قتیبہ کو دیکھا تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ ان میں پھر ایک قسم کی تازہ روح پیدا ہو گئی۔ نہایت ثابت قدمی اور دلیری سے ظہر تک لڑتے رہے۔ اس جنگ میں نیزک نے جو قتیبہ کے ہمراہ تھا خوب ہی بہادری دکھائی پھر اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو شکست دی۔ اور ان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ قتیبہ نے اب پھر مرو کا رخ کیا اور ترمذ کے پاس سے دریائے جیحوں کا عبور کر کے بلخ ہوتا ہو مرو پہنچا۔

باہلی بیان کرتے ہیں کہ ان حملہ آور ترکوں کا سردار اس جنگ میں فغفور چین کا بھانجا کور بغانون ترکی تھا۔ اور ترکوں کی تعداد دو لاکھ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو فتح دی۔

پہاڑی راستوں کی صفائی

ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ پہاڑی راستے صاف کر دیئے جائیں تا کہ مسافروں کو آسانی ہو اور قصبات میں کنویں کھدوائے جائیں۔

صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ ولید نے عمرع بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ تمام پہاڑی دشور گزار راستے آسان کر دیئے جائیں اور مدینہ میں کنوئیں کھداوئے جائیں اسی قسم کا حکم ولید نے اور مقامات میں بھی بھیجا تھا چنانچہ خالد بن عبداللہ کو بھی اس قسم کا حکم موصول ہوا تھا ولید نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ جس قدر جذامی ہیں وہ شاہراہوں پر لوگوں کے سامنے نہ پھریں بلکہ ان کے لیے ایک بیعت المعز درین بنا دیا گیا تھا جہاں انھیں باقاعدہ طور پر تمام ضروریات زندگی ملتی رہتی تھیں۔

فوارہ کی تعمیر

ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ بھی حکم دیا کہ ایک فوارہ بنایا جائے' (یہ فوراہ آج کل یزید بن عبدالملک کے مکان کے قریب واقع ہے) عمر بن عبدالعزیز نے اسے بنوایا اور اس میں سے پانی جاری ہو گیا۔ جب ولید حج کرنے آیا تو پانی کے ذخیرے اور فوارہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ یہاں پہرا بٹھا دیا جائے۔ اور نمازیوں کو اس میں سے پانی دیا جایا کرے۔ اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

حج

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سال لوگوں کو حج کرایا

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز ۸۸ھ ہجری میں حج کرنے کے لیے کئی قریشیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان اصحاب کو اخراجات کے لیے بہت سی رقم اور سواری کے لیے سواریاں بھیج دی تھیں۔ ان تمام اصحاب نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے گئے تھے۔ جب تمام جماعت مقام تنعیم پر پہنچی تو قریش کے کچھ لوگ جن میں ابن ابی ملیکہ بھی تھے آپ سے ملنے آئے۔ اور بیان کیا کہ مکہ میں پانی کی شدید قلت ہے۔ اور ہمیں خوف ہے کہ حاجیوں کو اس وجہ سے سخت تکالیف اٹھانا پڑے گی اور پینے کے لیے بھی پانی میسر نہ آئے گا۔

حج کے سفر دوران قبولیت دعا کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمانے لگے تو مطلب بالکل صاف ہے۔ آؤ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اور دوسرے تمام لوگوں نے نہایت عاجزی اور خلوص سے دیر تک بارگاہ کبریائی میں دعا کی۔ خدا نے ان کی دعاؤں کو مقبول کیا۔

اور بخدا اسی روز ہم بارش کی حالت میں بیت اللہ پہنچے رات ہونے تک خوب موسلا دھار مینہ برسا۔ اور جھڑی لگ گئی۔ وادی بطحہ میں اس قدر سیلاب آیا کہ مکہ والے خائف ہو گئے۔ عرفہ منیٰ اور مزدلفہ میں بھی اس قدر

بارش ہوئی کہ مشکل سے لوگ عبور کر کے جا سکتے تھے۔ اور اس سال مکہ میں خوب سرسبزی اور نباتات روئیدگی ہوئی۔ مگر ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۸ھ ہجری میں عمر بن ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔

اس سال وہی لوگ مختلف مقامات کے گورنر اور عامل تھے جو سنہ ۸۷ھ ہجری میں تھے۔

۸۹ھ ہجری کے اہم واقعات کا تذکرہ

قلعہ سوریہ کی فتح

مسلمۃ بن عبدالملک کی زیر قیادت اس سال مسلمانوں نے قلعہ سوریہ فتح کیا۔ واقدی بیان کرتے ہیں کہ اس سال مسلمان رومیوں سے جہاد کرنے کے لیے ان کے علاقے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہمراہ عباس بن ولید بھی تھا۔ دشمن کے علاقے میں پہلے تو دونوں ساتھ داخل ہوئے مگر پھر یہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے مسلمۃ نے قلعہ سوریہ فتح کیا اور عباس نے اذرولیہ فتح کیا۔ رومیوں کی ایک فوج نے ان کی مزاحمت کی مگر اس نے انھیں شکست دی۔

قلعہ عموریہ کی فتح

مگر واقدی کے علاوہ اور لوگوں کا یہ بیان ہے کہ مسلمۃ نے قلعہ عموریۃ کی تسخیر کے لیے پیش قدمی کی یہاں رومیوں کی ایک زبردست فوج سے ان کا مقابلہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور مسلمۃ نے قلعہ جات ہرقلۃ اور رقمروتیہ فتح کر لیے۔ اور عباس موسم گرما کی مہم لے کر بدندوں کی جانب سے کفار کے علاقے میں جہاد کے لیے بڑھے تھے۔

امینیہ کی فتح

نیز اس سال میں قتیبہ نے بخارا کے علاقے میں جہاد کیا اور امیثنہ فتح کیا۔ یہ روایت باہلیوں کی ہے۔ نیز وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب قطیبہ رامیثنہ فتح کر کے بلخ کے راستے سے واپس ہوا تو فاریاب پر حجاج کا خط اسے ملا۔ جس میں حکم دیا گیا تھا کہ تم وردان خذاہ سے جا کر لڑو۔ قتیبہ نے ۸۹ھ ہجری میں دوبارہ مرو سے جہاد کے لیے روانہ ہوا زم آیا اور یہاں سے دریا کو عبور کر کے ریگستان کے راستے میں اہل صغد کس اور نسف نے اس کا مقابلہ کیا قتیبہ ان سے لڑا۔ اور انھیں شکست دے کر بخارا پہنچا وردان کی دائیں طرف سے گزر کر اس نے مقام خرقانۃ زیریں میں اپنا پڑاؤ کیا۔ اس مقام پر دشمن کی ایک زبردست جماعت سے اس کی جنگ ہوئی۔ دو دن اور دو راتیں مسلسل جنگ ہوتی رہی مگر آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب فرمایا۔ ادریس بن حمزلہ بیان کرتے ہیں کہ ۸۹ھ ہجری میں قتیبہ نے وردان خزاہو بخارا کے بادشاہ سے جنگ کی مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اور نہ کوئی شہر فتح کیا۔ اور مرو واپس آ گیا اور حجاج کو تمام واقعات کی اطلاع دے دی۔ اس پر حجاج نے اسے لکھا کہ بخارا کے بادشاہ کی تصویر میرے پاس بھیج دو۔ قتیبہ نے اس کی تصویر بھیج دی۔ حجاج نے قتیبہ کو لکھا کہ تم اپنے خلوت خانہ میں جاؤ اور خلوص نیت سے اپنے خدا کے سامنے توبہ کرو اور پھر ان ان سمتوں اور راستوں سے بخارا پر چڑھائی کرو۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حجاج نے قتیبہ کو لکھا کہ کس کے خلاف کوئی چال چلو۔ نسف کو تباہ کر دو وردان کو لوٹ لو۔ اور

حفاظت کی تمام تدبیریں ہمیشہ اختیار کرتے رہنا اور مجھے چھوٹی چھوٹی مہموں کے بکھیڑے سے نجات دو۔

نیز اسی سال محمد بن قاسم الثقفی کو جسے حجاج نے فوج دے کر سندھ فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ داھر بن صصہ بادشاہ سندھ کو قتل کیا۔

اسی سال ولید نے عبداللہ بن عبدالملک کی جگہ قرۃ بن شریک کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔

نیز اسی سال رومیوں نے خالد بن کیسان مسلمانوں کے امیر البحر کو گرفتار کیا۔ اسے قیصر روم کے پاس لے گئے۔ اور پھر قیصر نے اسے بغیر فدیہ لیے ولید کے سپرد کر دیا۔

اور اسی سال قتیبہ نے بخارا فتح کیا اور دشمن کی تمام طاقت کو شکست فاش دی جو اس نے وہاں جمع کی تھی۔

بخارا کی فتح کا ذکر

جب فتح حاصل کیے بغیر قتیبہ دوران خذاہ کے مقابلے سے واپس مرو آ گیا حجاج نے اس فعل پر اسے ڈانٹا اور کہا کہ تم اس حرکت سے توبہ کرو اور پھر بخارا کے بادشاہ کے خلاف مہم لے کر جاؤ اور اس راستہ سے بخارا پر پیش قدمی کرنا۔

قتیبہ ۹۰ ہجری میں بخارا پر جہاد کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ دوران خذاہ نے اہل سغد' ترکوں اور اپنے دوسرے ہمسایہ قوموں کو امداد کے لیے بلایا یہ تمام لوگ بخارا کی امداد کے لیے آئے مگر قتیبہ نے ان امدادی فوجوں کے آنے سے پہلے ہی بخارا پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا تھا جب امدادی فوجیں پہنچ گئیں تو اب اہل بخارا بھی کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے بنی ازد نے کہا ہمیں آج آپ بقیہ فوج سے علیحدہ متعین کر دیجیے ہم دشمنوں سے نمٹ لیں گے قتیبہ نے انھیں پیش قدمی کرنے کا حکم دیا ازدی آگے بڑھ کر دشمن سے دست و گریباں ہو گئے قتیبہ اپنے اسلحہ اور زرہ پر ایک زرد چادر اوڑھے بیٹھا رہا اور ازدی ایک مہینہ تو نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے' مگر پسپا ہوئے اور مشرکین نے ایسی سختی سے ان کا تعاقب کیا کہ مسلمانوں کے چھکے چھڑوائے۔ بلکہ قتیبہ کے لشکر میں لوٹ آئے اور اس سے بھی گذر کر اور آگے بڑھ گئے۔

حالت یہ ہو گئی کہ عورتوں نے گھوڑوں کے چہروں کو مارا تا کہ یہ پھر میدان جنگ کی طرف واپس پلٹ جائیں اور رونا شروع کیا اس کا یہ اثر ہوا کہ پھر مسلمانوں نے مڑ کر جوابی حملہ کیا اور مسلمانوں کے دونوں بازوؤں کی فوجیں بھی ترکوں پر ٹوٹ پڑیں لڑتے لڑتے انھیں پھر ان کی پہلی جگہ پر پسپا کر دیا اور ترک ایک بلند مقام پر جا کر ٹھہر گئے۔ قتیبہ نے کہا کہ کون ان ترکوں کو اس جگہ سے ہٹائے گا؟ اس وقت اگرچہ تمام قبائل کھڑے تھے مگر کوئی تیار نہ ہوا قتیبہ خود چل کر بنی تمیم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میرا باپ تم پر قربان ہو آپ لوگ کفار کے لیے بمنزلہ دوزخ کے ہیں اس لیے آج بھی آپ اپنی سابقہ جنگوں کی سی جرات دکھائیے۔

اس پر وکیع نے خود اپنے ہاتھ میں جھنڈا لیا اور بنی تمیم کو مخاطب کر کے کہا کیا آج لوگ آپ میرا ساتھ نہ دیں گے اور مجھے تنہا چھوڑ دیں گے سب نے کہا ہرگز نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں ہریم ابی طحمۃ المجاشعی بنی تمیم کے دستے کا افسر تھا اور وکیع تمام بنی تمیم کا سردار تھا۔

ابھی تمام لوگ اپنی جگہ چپ چاپ خاموش کھڑے تھے کوئی پیش قدمی کرنے کی جرات نہیں رکھتا تھا کہ وکیع

نے ہریم کو دستہ آگے بڑھانے کا حکم دیا اور اپنا جھنڈا بھی اسے دے دیا ہریم دستہ لے کر آگے بڑھا اور خود وکیع نے پیدل دستہ کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا بڑھتے بڑھتے ہریم اس دریا کے کنارے پہنچا جو اس کے اور دشمن کے درمیان رواں تھا ہریم ٹھہر گیا مگر فوراً ہی وکیع نے اس سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو دریا میں گھوڑا ڈال دو ہریم نے وکیع کی جانب خشمگین اور غیظ آلود اونٹ کی طرح دیکھا اور کہنے لگا کہ اگر میں اپنا دستہ دریا میں ڈال دوں اور یہ شکست کھا جائے تو یہ بالکل تباہ ہو جائے گا تم بالکل احمق ہو۔

وکیع کہنے لگا کہ کیوں نالائق تو اور میرے حکم سے سرتابی کرے اور نیز وکیع نے اسے ڈنڈے سے جو اس کے ہاتھ میں تھا اسے مارا۔ ہریم نے اپنے گھوڑے کے چابک رسید کیا اور دریا میں ڈال دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ اب میرے ساتھ ہو چکا ہے اس سے زیادہ تو دشمن کے مقابلے میں بھی نہ ہوگا۔

وکیع اور ہریم کا ترکوں پر حملہ

غرض حریم دستہ کے ساتھ دریا کو عبور کر کے نکل گیا وکیع بھی اپنے پیدل دستے کے ساتھ دریا پر پہنچا حکم دیا کہ شہتیر لائے جائیں چنانچہ شہتیر بچھا کر پل بنایا گیا۔ اور اب وکیع نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ صرف جو مرنے کے لیے تیار ہو میرے ساتھ دریا کو عبور کرے اور جو اس کے لیے تیار نہیں بہتر ہے کہ وہ آگے نہ بڑھے اور یہیں اپنی جگہ رکا رہے صرف آٹھ سو پیدل سپاہیوں نے اس کے ساتھ دریا کو عبور کیا وکیع بھی آہستہ آہستہ ان کے ساتھ چلتا رہا جب یہ تھک گئے تو تھوڑی دیر ان کو آرام کرنے کے لیے اجازت دی اور جب سستا کر یہ لوگ دشمن کے بالکل قریب پہنچ گئے تو اپنے لشکر کو اپنے دونوں بازوؤں پر رہنے کا حکم دیا اور ہریم سے کہا کہ میں دشمن پر نیزوں سے حملہ کرنا چاہتا ہوں تم اسے اپنے دستے سے ہماری جانب بڑھنے نہ دینا۔

ہریم سے اتنا کہہ کر وکیع نے فوج کو حملہ کا حکم دیا تمام لوگ نہایت بہادری سے نیزے کی طرح دشمن پر جا پڑے ہریم نے بھی اپنے دستے کو لے کر دشمن پر حملہ کیا اور جب تک انھیں اس مقام سے ہٹا نہیں دیا ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

اس طرح قتیبہ نے یہ حالت دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ دیکھو دشمن نے شکست کھائی۔ مگر اب بھی کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ دریا کو عبور کرتا اور دشمن کا مقابلہ کرتا مگر جب دشمن نے بالکل ہی بھاگنا شروع کیا تو تب اس فوج نے اس کا تعاقب کیا۔

کافروں کے سر لانے پر انعام کا واقعہ

قتیبہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص ایک کافر کا سر لائے گا اسے سو درہم انعام دیا جائے گا اس روز بنی قریع کے گیارہ شخص قتیبہ کے پاس سر لے کر آئے جس کسی سے قتیبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے یہی کہا کہ میں قریعی ہوں اس پر ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ ایک اور ازدی شخص بھی کافر کا سر لے کر قتیبہ کے پاس پہنچا۔ قتیبہ نے اس کا نام و نسب پوچھا۔ اس نے کہا کہ قریعی ہوں جہم بن زحر بھی اس وقت قتیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے قتیبہ سے کہا کہ خدا کی قسم اس شخص نے جھوٹ بولا ہے یہ تو میرا چچا زاد بھائی ہے۔ قتیبہ نے اس سے اس جھوٹ بیان کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ ہر شخص آ کر یہی کہتا ہے کہ میں قریعی ہوں تو میں نے خیال کیا کہ آج جو

شخص کسی دشمن کا سر لے کر آئے اسے اپنے آپ کو قریبی ہی بتانا چاہیے اس بات کو سن کر قتیبہ ہنسنے لگا اس معرکہ میں خاقان اور اس کا بیٹا زخمی ہوئے۔

حجاج کا قتیبہ پر غصہ

قتیبہ پھر مرو واپس آ گیا اور حجاج کو لکھا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مسلم کو کفار کے مقابلے پر بھیجا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح دی۔ اس فتح میں حجاج کا ایک آزاد کردہ غلام بھی شریک تھا اس نے حجاج سے آ کر اصل کیفیت بیان کی۔ حجاج کو قتیبہ پر سخت غصہ آیا اور اس سے قتیبہ کو بھی سخت رنج و افسوس ہوا اس کے مشیروں نے صلح دی کہ آپ بنی تمیم کا ایک وفد انھیں انعام و اکرام دلا کر اور انھیں راضی کر کے حجاج کے پاس بھیجے تا کہ یہ لوگ آپ کے بیان کی تصدیق کریں۔

چنانچہ قتیبہ نے بعض لوگوں کو جن میں عرام بن شتیر الضبی بھی تھا اس غرض سے حجاج کی خدمت میں بھیجا جب یہ لوگ حجاج کے پاس پہنچے حجاج نے انھیں خوب ڈانٹا ڈپٹا' برا بھلا کہا۔ اور حجام کو بلایا جو قینچی لیے ہوئے تھا اور کہا کہ یا تو تم لوگ مجھ سے سچا سچا واقع بیان کر دو ورنہ اس قینچی سے تمھاری زبانیں قطع کر دوں گا۔

اب کس کی مجال تھی کہ جھوٹ بولتا عرام نے تمام وفد کی طرف سے کہا کہ امیر اور سپہ سالار عام تو قتیبہ تھے مگر عبدالرحمٰن کو انھوں نے فوج کا سردار بنا دیا تھا اس لیے دراصل فتح اسی کو ہوئی جو تمام لوگوں کا سپہ سالار عام اور امیر تھا۔ اس بیان سے حجاج کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

صلح نامے کی تجدید

اس سال قتیبہ نے طرخون سغد کے بادشاہ سے اپنے سابقہ عہد نامہ صلح کی تجدید کی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب قتیبہ نے اہل بخارا کو نہایت بری شکست دی اور ان کے پرخچے اڑا دیے تو اہل سغد پر اس کی ہیبت اور رعب طاری ہو گیا طرخون اپنے ساتھ دو اور سرداروں کو لے کر پلٹ آیا اور قتیبہ کے لشکر کے قریب آ کر ٹھہر گیا دریائے بخارا ان دونوں کے درمیان میں حائل تھا طرخون نے قتیبہ سے درخواست کی کہ کسی شخص کو آپ بھیج دیجیے تا کہ میں اس سے کچھ گفتگو کروں قتیبہ نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیج دیا۔

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ طرخون نے خود حیان النبطی کو آواز دے کر بلایا حیان اس کے پاس گیا طرخون نے اس سے کہا کہ میں اس قدر رفدیہ دے کر صلح کرنا چاہتا ہوں قتیبہ نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس کے ایک شخص کو تادائی ذر فدیہ بطور یرغمال اپنے پاس روک لیا طرخون اپنے علاقے میں چلا گیا اور قتیبہ مرو واپس آ گیا۔ نیزک بھی قتیبہ کے ہمراہ تھا۔

اسی سال نیزک نے بدعہدی کی۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے قلعہ بند ہو گیا۔ قتیبہ نے اس سے جہاد کیا۔ اور اس پر فتح پائی ان تمام واقعات کا بیان درج ذیل ہے۔

نیزک کی مسلمانوں سے بدعہدی اور قتیبہ کا حملہ اور فتح

قتیبہ جب بخارا چھوڑ کر روانہ ہوا نیزک بھی اس کے ساتھ تھا۔ مگر قتیبہ کی متواتر فتوحات سے اس کے دل

میں قتیبہ کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اور وہ قتیبہ سے ڈرنے لگا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے خاص ساتھیوں سے کہا اگر چہ میں قتیبہ کے ساتھ ہوں مگر مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ اس عربی نژاد کی مثال کتے کی سی ہے۔ اگر مارو تو بھونکتا ہے اگر اس کے سامنے ٹکڑا ڈال دو تو دم ہلانے لگتا ہے۔ اور ساتھ ہو لیتا ہے۔ اور اگر تم اس سے لڑو اور پھر کچھ دے دو تو وہ راضی ہوتا ہے اور تمام پچھلی باتوں کو بھلا دیتا ہے۔ طرخون نے کہیں مرتبہ ان سے مقابلہ کیا مگر جب اس نے کچھ رقم فدیہ کی پیش کی قتیبہ نے فوراً قبول کر لی۔ اور پھر دوستانہ تعلقات قائم کر لیے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اس کا رعب بہت زیادہ ہے آپ لوگ بتائیے کہ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں اس سے اجازت لے لوں اور اپنے وطن واپس چلا جاؤں سب نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ اجازت لے لیجیے۔

نیزک کا اجازت لینا

جب قتیبہ آمل پہنچا تو نیزک نے اس سے طخارستان واپس جانے کی اجازت مانگی قتیبہ نے اجازت دے دی نیزک قتیبہ کی لشکر گاہ سے بلخ کی طرف روانہ ہوا مگر وہاں سے نکلتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں اپنی رفتار میں بہت تیزی کرنا چاہیے چنانچہ نہایت تیزی سے یہ تمام لوگ چلے۔ اور نوبہار پہنچے۔ یہاں نیزک نے پوجا پاٹ کیا۔ اور برکت حاصل کی اور اپنے ساتھیوں سے کہنا لگا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ قتیبہ مجھے آنے کی اجازت دینے پر نادم ہوا ہوگا اور بس ابھی اس کا قاصد مغیرہ بن عبداللہ کے پاس میرے قید کر دینے کا حکم ہوگا جسے وہ لے کر آ رہا ہوگا لہٰذا تم ذرا دیکھتے رہو اگر قتیبہ کا قاصد شہر کے دروازے سے باہر نکل جائے تو امید ہے کہ وہ ابھی بروقان نہیں پہنچے گا کہ ہم طخارستان پہنچ جائیں گے۔ اور جب تک مغیرہ کسی اور شخص کو ہمارے تعاقب میں بھیجے ہم خلم کی گھاٹی پہنچ جائیں گے۔ اور وہ ہمیں نہیں پا سکے گا۔

غرض کہ نیزک کے ساتھی دیکھ بھال کے لیے مستعد ہو گئے قتیبہ کا قاصد مغیرہ کے پاس نیزک کے قید کرنے کا حکم لے کر روانہ ہوا۔ (چونکہ اس زمانے میں بلخ ویران تھا اس لیے مغیرہ اس وقت بروقان میں تھا) یہ دیکھتے ہی نیزک اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر چھپ گئے۔ اب قاصد مغیرہ کے پاس پہنچا۔ مغیرہ خود ہی نیزک کے تعاقب میں چلا مگر دیکھا کہ وہ خلم کی گھاٹی میں داخل ہو گیا ہے۔ مجبوراً تعاقب چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

نیزک کا اعلان بغاوت

نیزک نے اپنے علاقہ میں پہنچتے ہی کھلم کھلا بغاوت کا اظہار کر دیا اور اصبہذ بلخ باذام بادشاہ مرورُوذ شہرک بادشاہ طالقان ترسل بادشاہ فاریاب اور جوزجانی بادشاہ جوزجان سے امداد کی درخواست کی اور انھیں مسلمانوں کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے پر تیار کیا۔ ان تمام رؤسائے اس کی تجویز کو قبول کر لیا نیزک نے ان سے کہا کہ آئندہ موسم بہار میں ہم سب ایک جگہ جمع ہو کر قتیبہ پر چڑھائی کریں گے۔ نیزک نے کابل شاہ سے بھی امداد طلب کی اپنا تمام قیمتی مال و اسباب زر و جواہرات اس کے پاس بھیج دیئے اور اجازت طلب کی کہ اگر ضرورت ہوئی تو میں آپ کے پاس آ کر پناہ لوں گا اور آپ اپنے علاقہ میں مجھے پناہ دے دیجیے گا۔ کابل شاہ نے اس کی درخواست پر پناہ دینے کا وعدہ کر لیا اور اس کے تمام مال و اسباب کو اپنے پاس رکھ لیا۔ طخارستان کا بادشاہ جیغویہ جس کا نام شذ تھا ایک بہت ہی کمزور حکمران تھا نیزک نے اسے اس ڈر سے کہ کہیں یہ کوئی ریشہ دوانی کرے گرفتار کر کے قید کر لیا اور سونے کی

بیڑیاں اسے پہنا دیں حالانکہ اصل میں جیغو یہ ہی طخارستان کا بادشاہ تھا اور نیزک اس کا غلام تھا۔

نیزک نے اسے قید کر دیا اور اس کے علاقہ سے قتیبہ کے عامل محمد بن سلیم الناصح کو نکال دیا ان تمام واقعات کی اطلاع قتیبہ کو موسم سرما کے شروع ہونے سے پہلے ملی۔ اس وقت تمام فوج منتشر ہو چکی تھی اور صرف اہل مرو اس کے پاس باقی تھے۔

عبدالرحمٰن بن مسلم کو یروقان جانے کا حکم

قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ بلخ کے علاقے یروقان بھیجا اور حکم دیا کہ موسم سرما کے ختم تک تم چپ چاپ بیٹھے رہنا۔ جاڑہ نکلتے ہی فوج کی آراستگی اور تربیت کر کے طخارستان روانہ ہو جانا اور یہ سمجھ لو کہ میں بھی تمھاری امداد کو پہنچتا ہی ہوں۔

عبدالرحمٰن یروقان آ گیا۔ تمام جاڑے قتیبہ خاموش بیٹھا رہا آخر موسم سرما میں اس نے ابرشہر، بیورو، سرخس اور اہل ہرات کو احکام بھیجے کہ جنگ کے لیے آ جائیں چنانچہ ان مقامات کے تمام لوگ اس مرتبہ اپنے معمول سے پہلے ہی قتیبہ کے پاس جنگ کے لیے تیار ہو کر چلے آئے۔

طالقان کی فتح

اسی سال قتیبہ نے اہل طالقان پر حملہ کیا۔ اور ہزاروں کافروں کو قتل کر ڈالا۔ مقتولین کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کفار کی لاشوں کو جب ایک دوسرے کے برابر رکھا گیا تو چار فرسخ تک دو مسلسل قطاریں بن گئیں۔

اس مہم کی وجہ یہ ہوئی کہ جب نیزک طرخان نے قتیبہ کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ میں اپنے ساتھ اور بھی بادشاہوں کو بھی جو قتیبہ سے لڑنا پسند کریں گے تمھاری مدد پر لے آؤں گا۔

نیزک قتیبہ سے بھاگ کر خلم کی گھاٹی میں جہاں سے طخارستان کو راستہ جاتا ہے آ گیا اور اسے محسوس ہو گیا کہ مجھ میں قتیبہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے اس نے تو بھاگ کر اپنی جان بچائی مگر اب قتیبہ نے طالقان پر حملہ کر کے اس کے باشندوں کا قتل عام کر دیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا یہ واقعہ اسی سال پیش آیا یا نہیں مگر ہم اس واقعہ کو ۹۱ ہجری کے واقعات میں بیان کریں گے۔

مختلف گورنروں اور قاضیوں کا ذکر

عمر بن عبدالعزیز نے اس سال لوگوں کو حج کرایا اور آپ ہی اس سال ولید کی جانب سے مدینہ مکہ اور طائف کے گورنر تھے عراق اور تمام مشرقی صوبوں کا ناظم اعلیٰ حجاج تھا اور حجاج کی طرف سے جراح بن عبداللہ بصرہ کا عامل تھا اور عبدالرحمٰن بن اذینہ قاضی تھے زیاد بن جریر بن عبداللہ کوفہ کا عامل تھا اور ابوبکر بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ قتیبہ بن مسلم خراسان اور قرۃ بن شریک مصر کر گورنر تھے۔

اسی سال یزید بن المہلب اور اس کے اور بھائی جو اس کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جیل خانہ میں تھے نکل بھاگے۔ اور پھر سلیمان بن عبدالملک کے پاس جا کر حجاج اور ولید بن عبدالملک کی گرفت سے بچنے کے لیے

پناہ گزیں ہو گئے۔

یزیداوراس کے بھائیوں کا حجاج کی قید سے بھاگ کر سلیمان بن عبدالملک کے پاس پناہ لینا یزید پر حجاج کے مظالم

چونکہ تقریباً تمام علاقہ فارس پر کردوں نے لوٹ مار اور غارت گری کر رکھی تھی ان کی سرکوبی کے لیے ایک مہم بھیجنے کے لیے حجاج کوفہ سے رستقباذ آیا یزید اور اس کے بھائیوں مفضل اور عبدالملک کو بھی قید سے نکال کر اپنے ساتھ لے آیا اپنے لشکر گاہ ہی میں انھیں رکھا ان کے چاروں طرف ایک خندق کھدوادی تا کہ یہ بھاگ نہ جائیں۔ اور اپنے حجرے کے قریب ہی ایک چھوٹے سے خیمے میں انھیں قید کر دیا اور ان پر شامیوں کا پہرہ بٹھا دیا۔

حجاج نے ساٹھ لاکھ درہم ان پر جرمانہ کر دیا تھا اور طرح طرح کی تکلیف انھیں دیتا تھا مگر یزید نہایت صبر اور استقلال سے ان تمام مصائب کو برداشت کرتا تھا اور اس کی ثابت قدمی سے حجاج اور زیادہ چڑ جاتا تھا۔

کسی نے حجاج سے کہا کہ یزید کی پنڈلی میں تیر مارا جائے کیونکہ کوئی چیز بھی اس کی پنڈلی میں لگتی ہے تو وہ چلانے لگتا ہے اور اگر معمولی سی چیز کو بھی حرکت دی گئی تو تم فوراً اس کے چیخنے کی آواز سنو گے۔ اور پھر تم حکم دینا کہ اسے خوب تکلیف اور ایذا پہنچائی جائے اور اس کی پنڈلی کو کاٹا جائے۔ جب یزید کے ساتھ یہ حرکت کی وہ چلانے لگا۔ یزید کی بہن ہند بنت المہلب حجاج کے نکاح میں تھی اس نے جب یہ آواز سنی تو اس نے بھی چیخنا چلانا اور رونا شروع کیا حجاج نے محض اسی وجہ سے اسے طلاق دی مگر پھر یزید اور اس کے بھائیوں کو تکلیف دینے سے باز آ گیا۔

جیل سے فرار

انھیں حکم دیا کہ جرمانہ کی رقم ادا کر دو۔ یہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنے لگے' مگر اس کے ساتھ ہی بھاگ جانے کی فکر سے بھی غافل نہ رہے۔ انھوں نے مروان بن المہلب کو جو اس وقت بصرہ میں تھا لکھا کہ ہمارے لیے گھوڑے سدھائے جائیں۔ اور لوگوں پر ظاہر کیا جائے کہ فروخت کرنے کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں اور فروخت کے لیے پیش بھی کیے جائیں۔ مگر ان کی قیمت اتنی مانگی جائے کہ کوئی بھی نہ لے سکے تا کہ اگر ہم کسی طرح اس جیل خانہ سے بھاگ سکے تو پھر یہی گھوڑے ہمارے کام آئیں گے۔

مروان نے اس تجویز پر عمل کیا۔ حبیب بن المہلب بھی بصرہ میں تھا اور اس پر بھی طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی تھیں۔ ایک دن یزید نے اپنے محافظین کے لیے کھانا پکوایا انھیں خوب کھلایا۔ اور خوب شراب پلائی یہ لوگ مے نوشی کے مزے اڑاتے رہے یزید نے اپنے باورچی کے کپڑے پہنے اپنی داڑھی پر ایک سفید داڑھی لگائی۔ اور قید خانے سے نکلا کسی سپاہی نے اسے دیکھ کر کہا بھی کہ یہ تو یزید کی چال معلوم ہوتی ہے۔ مگر چونکہ رات تھی جب آ کر دیکھا تو سفید داڑھی نظر آئی۔ اسے چھوڑ کر اپنی جگہ واپس چلا آیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ تو کوئی بوڑھا آدمی ہے۔

مفضل بھی اس کے بعد ہی نکل آیا۔ اور اسے بھی کوئی نہ پہنچان سکا اور یہ دونوں ان کشتیوں کے پاس پہنچے جو بطائح نے پہلے سے ان کے لیے تیار تھیں۔ اب ان کے اور بصرہ کے درمیان اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ تھا یہ تو کشتیوں کے پاس پہنچ گئے مگر عبدالملک کو کسی وجہ سے آنے میں دیر ہوئی یزید نے مفضل سے کہا کہ ہمیں تو چلنا چاہیے عبدالملک

آ ہی جائے گا مگر چونکہ مفضل اور عبدالملک دونوں ایک ماں سے تھے (ان کی والدہ بہلۃ الہندیہ تھی) اس لیے مفضل نے کہا میں تو عبدالملک کے بغیر نہیں جاؤں گا چاہے مجھے پھر واپس جیل کا نہ ہی جانا پڑے۔ اتنے میں عبدالملک بھی آ گیا یہ سب کشتیوں میں سوار ہو کر رات بھر چلتے رہے۔ صبح کے وقت پہرہ والوں کو ان کے بھاگ جانے کا علم ہوا۔

بھاگنے والوں کی تلاش

اس کی اطلاع حجاج کو دی گئی حجاج یہ سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور اسے خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ خراسان کی طرف گئے ہیں۔ اس لیے اس نے فوراً قتیبہ بن مسلم کو ہرکارے کے ذریعہ ان کے جانے کی اطلاع دے دی اور حکم دیا کہ تم ان کے مقابلہ کے لیے تیار رہو اسی طرح حجاج نے اور دوسرے اضلاع' اور قلعوں کے عاملوں قلعہ داروں کو ان کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال اور روک تھام کے لیے احکام بھیجے نیز حجاج نے ولید کو بھی ان کے بھاگ جانے کی اطلاع کی اور لکھا کہ مجھے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ ضرور خراسان کی طرف گئے ہیں اب حجاج کا یہ حال تھا کہ وہ برابر اس فکر میں تھا کہ دیکھیں یزید کیا کاروائی کرتا ہے۔ اور کہا بھی کرتا تھا کہ میرا یہ خیال ہے کہ جو ابن الاشعث نے کیا تھا وہی یہ کرے گا۔

یزید سلیمان بن عبداللہ کے پاس

جب یزید بطائح سے موقوع کے قریب پہنچا یہاں اسے وہ گھوڑے ملے جو پہلے ہی سے اس کے اور اس کے بھائیوں کے لیے تیار تھے یہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ عبدالجبار بن یزید بن الربعۃ بطور بدرقہ کے ان کے ہمراہ تھا۔ یہ انھیں سماوہ کی طرف لے چلا۔ دو روز کے بعد ایک ایسے شخص نے جس نے یزید اور اس کے بھائیوں کو شام کی سمت جاتے ہوئے دیکھا تھا حجاج سے آ کر بیان کیا۔ کہ یزید شام کی طرف گیا ہے۔ اور کہا کہ ان کے گھوڑے راستہ میں تھک گئے تھے حجاج نے اس بات کی اطلاع ولید کو دی۔

یزید فلسطین پہنچا۔ وہیب بن عبدالرحمٰن الذدی کے پاس ٹھہر گیا۔ یہ شخص سلیمان بن عبدالملک کے معزز دوستوں میں تھا۔ اس نے یزید کے اہل و عیال کو سفیان بن سلیمان الازدی کے پاس ٹھہرایا۔ اور اس کا کچھ سامان بھی اسی کے پاس رکھوا دیا پھر وحید نے سلیمان سے جا کر کہا کہ یزید بن المہلب اور اس کے بھائی حجاج سے بھاگ کر آپ کے پاس پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ اور میرے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سلیمان نے کہا کہ سب کو میرے پاس لے آؤ میں ان سب کو امان دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص انھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

وہیب ان سب کو سلیمان کے پاس لے آیا اور اب یہ سب ایسے شخص کے پاس مقیم ہو گئے جہاں انھیں اب کوئی خطرہ نہ تھا راستہ کے دوران جب کہ عبدالجبار بن یزید بن الربعۃ ان کو لے کر جا رہا تھا یزید کی پگڑی کہیں گر پڑی جب یزید کو تلاش کے باوجود نہ ملی عبدالجبار سے کہا کہ تم واپس جا کر ڈھونڈ لاؤ۔ عبدالجبار نے کہا کہ یہ بات میری شان کے خلاف ہے۔ یزید نے کہا جاؤ اور تلاش کر کے لاؤ۔ عبدالجبار نے اس مرتبہ بھی اس کی بات رد کر دی۔ یزید نے اسے کوڑا مارا۔ عبدالجبار نے اپنے اور اس کے تعلقات نسب کا اظہار کیا۔ اس پر یزید نادم ہوا۔ اسی وجہ سے بعد میں عبدالجبار نے یزید کی تعریف کی۔

حجاج نے ولید کو لکھا کہ مہلب کی اولاد نے خدا کے مال میں خیانت کی ہے۔ اور مجھ سے بھاگ کر سلیمان کے پاس پناہ لی ہے۔

اس سے پہلے یہ احکام دیئے گئے تھے کہ تمام لوگ خراسان جانے کے لیے جمع ہو جائیں کیونکہ ہر شخص کا ہی خیال تھا کہ یزید اس لیے خراسان گیا ہے تا کہ وہاں جو اس کے حامی ہوں انھیں جنگ کے لیے ابھارے۔

جب ولید کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یزید سلیمان کے پاس آ گیا ہے تو اس کے دل میں اس کی طرف سے جو اندیشہ تھا جاتا رہا۔ اور اس رقم کے متعلق جو یزید نے ناجائز طریقہ پر حاصل کی تھی۔ اس کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ سلیمان نے ولید کو لکھا کہ یزید نے میرے پاس آ کر پناہ لی ہے۔ ان پر صرف تیس لاکھ درہم واجب الادا ہیں مگر حجاج نے ساٹھ لاکھ کا مطالبہ کیا ہے ان لوگوں نے تیس لاکھ تو ادا کر دیئے ہیں اور بقیہ رقم میں اپنے ذمے لیے لیتا ہوں۔

ولید کا یزید کو طلب کرنا

ولید نے سلیمان کو لکھا کہ جب تک تم یزید کو میرے پاس نہ بھیج دو گے اس وقت تک میں انھیں امان نہیں دوں گا سلیمان نے اس کے جواب میں لکھا کہ اگر یزید کو میں آپ کی خدمت میں بھیجوں گا تو خود بھی اس کے ساتھ حاضر خدمت ہوں گا اور آپ سے خدا کا واسطہ دے کر عرض کروں گا کہ آپ مجھے رسوا نہ کریں اور جو وعدۂ امان میں نے انھیں دیا ہے اس میں دخل اندازی نہ کریں۔

ولید نے لکھا کہ اگر تم ان کے ساتھ آؤ گے تو اللہ کی قسم میں ہرگز ہرگز انھیں امان نہیں دوں گا۔ جب معاملات کی نزاکت اس حد تک پہنچ گئی تو خود یزید نے سلیمان سے کہا کہ آپ مجھے بھیج دیجیے۔ کیونکہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ محض میری وجہ سے آپ کے ان کے تعلقات خراب ہو جائیں اور لوگوں کو میرے متعلق چہ میگوئیاں کرنے کا موقعہ ملے کہ بھائیوں بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دی۔ آپ مجھے بھیج دیجیے میرے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی بھیج دیجیے اور ایک خط نہایت نرم و ملائم لہجے میں لکھ کر اپنے صاحبزادہ کے ہاتھ میں امیر المومنین کو میری سفارش کے لیے بھیج دیجیے۔

غرض یہ کہ سلیمان نے یزید کیساتھ اپنے بیٹے ایوب کو بھی روانہ کیا چونکہ ولید نے حکم دیا تھا کہ یزید کو زنجیر باندھ کر دربار خلافت میں حاضر کیا جائے اس لیے سلیمان نے یزید کے بیڑیاں ڈال کر یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ اپنے بیٹے ایوب سے کہا کہ جب امیر المومنین کی خدمت میں جانے لگے تو تم بھی یزید کی بیڑیوں میں شریک ہو جانا۔ اور اسی حالت میں دونوں امیر المومنین کی خدمت میں جانا۔

یزید ولید کے دربار میں

جب یہ سب ولید کے پاس پہنچے تو ایوب نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور یزید کے ساتھ ہی بیڑیاں پہنے ولید کے سامنے آیا۔ جب ولید نے اپنے بھتیجے کو بیڑی پہنے دیکھا تو کہنا لگا کہ سلیمان نے تو انتہا کر دی۔ پھر ایوب نے اپنے باپ کا خط اپنے چچا کو دیا اور کہنا لگا کہ اے امیر المومنین میں آپ پر قربان ہو جاؤں کہ آپ اس عہد کی حفاظت کریں، آپ اس شخص کی امیدوں کو خاک میں نہ ملائیں جس نہ نہ صرف ہمارے آپ کے تعلقات ہی کی وجہ سے ہماری پناہ لی ہے اور نہ آپ اس شخص کو ذلیل و رسوا نہ کریں جو محض اس وجہ سے کہ آپ ہماری عزت کرتے ہیں باقی سب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس اپنی عزت و آبرو کو بچانے کی امید لے کر آیا ہے۔

سلیمان کا خط ولید کے نام

پھر ایوب نے سلیمان کا خط پڑھ کر سنایا۔ جو حسب ذیل ہے۔

یہ خط عبداللہ الولید امیر المومنین کے نام سلیمان بن عبدالملک کی جانب سے ہے۔ حمد وثناء کے بعد امیر المومنین میرا یہ خیال تھا کہ اگر میں کسی ایسے شخص کو بھی جس نے آپ کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی ہو پناہ اور امان کا وعدہ دے دوں گا تو آپ میرے اس وعدۂ امان اور ذمہ حفاظت کو کالعدم کر کے مجھے رسوا نہ کریں گے حالانکہ اس وقت تو میں نے ایسے شخص کو پناہ دی ہے جو ہمیشہ فرماں بردار اور اطاعت شعار رہا ہے' اس نے' اس کے باپ اور اس کے تمام خاندان نے اسلام کی خدمت میں وہ کارنمایاں کیے ہیں جنھیں سب جانتے ہیں۔ میں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ اب آپ مختار ہیں چاہیں تو جو کچھ وعدہ امان اور ذمہ حفاظت میں میں نے آپ اپنے سر لیا ہے اسے توڑ ڈالیں اور اس طرح مجھے سخت رنج پہنچائیں اور تعلقات کو منقطع کر دیں مگر میں آپ سے خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہرگز تعلقات منقطع نہ کریں میری آبرو ریزی نہ کریں اور میرے حال پر آپ کی جو مہربانیاں اور عنایتیں ہیں انھیں ترک نہ کیجیے کیونکہ امیر المومنین مجھے نہیں معلوم کہ میں اور آپ کب تک زندہ رہتے اور کب موت آ کر مجھے اور آپ کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دیتی ہے۔ اس لیے یہ میری دلی تمنا اور خواہش ہے کہ جب تک میں اور آپ زندہ ہیں اس وقت تک آپ کی مہربانیوں اور عنایتوں میں میرے ساتھ کوئی کمی نہ ہو اور نہ آپ مجھے کوئی رنج پہنچائیں۔ اور میں امیر المومنین کو بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کی خوشنودی کے علاوہ دنیا کی اور کوئی شئے مجھے اس قدر عزیز نہیں اور نہ میرے لیے باعث خوشی ہو سکتی ہے جس قدر کہ جناب والا کی خوشنودی کے ذریعے سے تو میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں۔ لہٰذا میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ تمام زمانے میں سے صرف ایک دن اپنی انتہائی نہایت وکرم سے کام لے کر مجھے خوشی پہنچانا چاہتے ہوں اور میرے حقوق کی عزت کرتے ہوں تو آپ میری خاطر یزید کو معافی دے دیجیے اور جو کچھ ان پر مطالبہ ہے اسے میں ادا کر دوں گا۔

یزید کی تقریر

خط پڑھ کر یزید نے کہا اچھا ہم نے سلیمان پر عنایت ومہربانی کی پھر اپنے بھتیجے کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا۔ اب یزید نے تقریر شروع کی۔ اور خدا کی حمد اور رسول اللہ کی ثناء کے بعد کہنے لگا اے امیر المومنین ہم پر آپ کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ چاہے کوئی اور انھیں بھول جائے مگر ہم نہیں بھول سکتے۔ چاہے اور لوگ انھیں نہ مانیں مگر ہم ہمیشہ ان کا اعتراف کرتے رہیں گے۔ ہمارے خاندان نے آپ کی اطاعت وفرمابرداری میں مشرق ومغرب میں آپ کے دشمنوں کے خلاف جو جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ مگر پھر بھی

آپ ہی کے احسانات ہم پر بہت زیادہ ہیں جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوسکتا۔ ولید نے یزید سے کہا بیٹھ جاؤ یزید بیٹھ گیا۔ ولید نے اسے معافی دے دی۔

یزید کو معافی ملنے پر حجاج کا مخالفت چھوڑ دینا

یزید سلیمان کے پاس واپس چلا آیا ولید کے اور بھائیوں نے اس روپیہ کے متعلق جس کا حجاج نے یزید سے مطالبہ کیا تھا معاف کر دینے کی سفارش کی۔ ولید نے حجاج کو لکھ دیا کہ چونکہ یزید اور اس کے خاندان والے سلیمان کے پاس ہیں۔ اس لیے میں ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرنا چاہتا۔ تم بھی اسے چھوڑ دو اور اب آئندہ اس کے بارہ میں کوئی خط وغیرہ مجھے نہ لکھنا۔

جب حجاج پر یہ حقیقت واضح ہوئی وہ بھی خاموش ہو رہا۔ ابوعیینہ بن المہلب حجاج کے پاس تھا اور اس سے بھی حجاج نے دس لاکھ درہم کا مطالبہ کر رکھا تھا مگر اب اسے بھی اس نے معاف کر دیا نیز حبیب بن المہلب کو بھی معاف کر دیا۔

یزید اور سلیمان کے تعلقات پر ولید کی ناراضگی

یزید سلیمان بن عبدالملک کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ وہ اسے لباس کے واضاع سکھاتا تھا اور عمدہ عمدہ کھانا اس کے لیے تیار کرواتا تھا اور بیش قیمت تحائف بھیجتا اور اس میں شک نہیں کہ سلیمان بھی سب سے زیادہ یزید کی عزت و منزلت کرتا تھا۔ خود سلیمان کا یہ حال تھا کہ جو کوئی تحفہ یا عمدہ چیز اس کے پاس آتی اس میں سے آدھی ضرور یزید کو بھیج دیتا بلکہ خطیہ الجاریہ کے علاوہ جو لونڈی اسے بھلی معلوم ہوتی یزید کے پاس بھیج دیتا۔

ان غیر معمولی مراسم کی اطلاع ولید کو ہوئی۔ ولید نے حارث بن مالک بن ربیعۃ الاشعری کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ تم سلیمان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے اپنے خاندان کے رسم و رواج کی مخالفت کرنے والے۔ امیر المومنین کو اس بات کا علم ہوا ہے کہ جو کوئی تحفہ یا عمدہ چیز تمھارے پاس آتی ہے تم اس میں سے آدھی یزید کے پاس بھیج دیتے ہو اور تمھاری لونڈیوں میں سے جو کوئی لونڈی تمھارے پاس آتی ہے اس کے طہر کا زمانہ ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ تم اسے یزید کے پاس بھیج دیتے ہو اور دیکھو حارث ان افعال پر تم انھیں برا بھلا کہنا اور لعنت ملامت کرنا اور جو حکم تمھیں دیا جاتا ہے اس کی مکمل تعمیل کرنا۔

حارث نے کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ مجھے کیا ڈر ہے میں تو صرف جناب کا قاصد ہوں۔ ولید نے کہا کہ اچھا جاؤ اور یہ سب کچھ کہہ دو اور ان کے پاس ٹھہرے رہنا۔ میں ان کے دینے کے لیے تمھیں کچھ تحائف بھیجوں گا۔ تم وہ چیزیں سلیمان کو دے کر ان کی رسید لے لینا اور پھر چلے آنا۔

ولید کا قاصد سلیمان کے پاس

حارث سلیمان کے پاس آئے۔ اس وقت سلیمان کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ حارث نے سامنے پہنچ کر سلام کیا۔ مگر سلیمان نے جواب نہیں دیا۔ تلاوت سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا اور پھر اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ حارث نے وہ تمام باتیں اس سے کہہ دیں جن کے لیے ولید نے انھیں بھیجا تھا یہ باتیں سن کر سلیمان کا چہرہ

غصہ سے بگڑ گیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تم پر کبھی میرا بس چلا تو تمھارے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ حارث نے کہا جناب والا اس میں میرا کیا قصور ہے میں تو صرف قاصد ہوں۔ جو حکم مجھے ملا تھا اس کی میں نے تعمیل کر دی۔

حارث سلیمان کے پاس سے چلے آئے۔ جب وہ چیزیں جو ولید نے سلیمان کو دینے کے لیے حارث کے پاس بھیجیں تھیں آئیں تو انھیں لے کر حارث پھر سلیمان کے پاس آئے۔ اور کہنے لگا کہ جناب والا ان تحائف کی مجھے رسید دے دیجیے۔ سلیمان نے ڈانٹ کر کہا کہ مجھ سے رسید مانگنے کا تم کو کیا حق ہے۔ حارث نے کہا کہ اب میں دوبارہ اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ میں کیا کروں بندگی بیچارگی، جیسا حکم مجھے دیا گیا تھا میرے لیے اس کی تعمیل کرنا ضروری تھا۔ سلیمان چپ ہو گیا اور سمجھ گیا کہ حارث سچ کہہ رہا ہے۔

اب حارث سلیمان کے پاس سے نکل آئے۔ اور لوگ بھی اٹھے۔ سلیمان نے حکم دیا کہ جتنی چیزیں آئیں ہیں ان سب میں سے برابر نصف نصف اور ان ٹوکروں میں سے بھی آدھے لے جاؤ اور یزید کو پہنچا دو۔ حارث کو معلوم ہو گیا کہ یزید کے بارے میں سلیمان پر اب کسی شخص کے کہنے سننے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ یزید نو مہینے سلیمان کے ساتھ رہا۔

۹۵ھ ہجری بروز جمعہ ۲۱ ماہ رمضان المبارک کو حجاج نے انتقال کیا۔

۹۱ھ ہجری کے اہم واقعات کا تذکرہ

اس سال عبدالعزیز بن الولید موسم گرما کی مہم کے ساتھ کفار سے جہاد کرنے کے لیے گیا مسلمۃ بن عبدالملک اس مہم کا سپہ سالار تھا۔ مسلمۃ نے ترکوں سے جہاد کیا آذر بائیجان میں در آیا اور باب تک پہنچ گیا اور کئی قلعے اور شہر فتح کر لیے۔

اس سال موسیٰ بن نصیر نے اندلس پر چڑھائی کی اور کئی شہر اور قلعے سر کیے۔

نیزک اور قتیبہ کی جنگ

نیز اسی سال قتیبہ بن مسلم نے نیزک طرخان کو قتل کر ڈالا۔

اب یہاں سے نیزک اور قتیبہ کی جنگ اور قتیبہ کی فتح کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ جب ابرشہر نیور، سرخس اور ہرات کے باشندے جنھیں قتیبہ نے جہاد کے لیے مدعو کیا تھا اسکے پاس آگئے تو اب قتیبہ اس تمام جماعت کے ساتھ مرو روز کی جانب بڑھا۔ مرو کی حکومت کا انتظام اس نے دو شخصوں کے سپرد کیا حماد بن مسلم کو فوجی کاروائیوں کا منتظم اور عبداللہ بن الہتم کو مال گزاری اور خزانے کا مہتمم مقرر کیا مرو روز کے رئیس کو جب قتیبہ کی پیش قدمی کی اطلاع ملی اس نے علاقہ فارس کی طرف راہ فرار اختیار کی قتیبہ مرو روز آیا۔ وہاں کے رئیس کے دونوں لڑکوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور سولی پر چڑھا دیا۔

راستہ میں مختلف علاقوں کی فتح

اس مقام سے قتیبہ نے طالقان کا رخ کیا۔ رئیس طالقان نے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اور اس بناء پر قتیبہ نے بھی اس کے خلاف کوئی جنگی کاروائی نہیں کی۔ طالقان کے علاقے میں کچھ ڈاکو تھے قتیبہ نے انھیں قتل کرا کے سولی پر لٹکا دیا عمر بن مسلم کو طالقان کا عامل مقرر کر کے خود قتیبہ نے فاریاب کی راہ لی۔ بادشاہ فاریاب نے اطاعت عقیدت کے اظہار کے لیے شہر سے باہر نکل کر قتیبہ کا استقبال کیا۔ قتیبہ نے اس کے طرز عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ کسی شخص کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی ایک باہلی کو فاریاب کا عامل مقرر کر دیا۔

جوز جان کے رئیس کو جب قتیبہ کی پیش قدمی کی اطلاع ہوئی اس نے اپنے علاقہ کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں میں جا کر پناہ لی۔ جب قتیبہ جوز جان پہنچا وہاں کے باشندوں نے اس کا استقبال کیا۔ اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا ۔قتیبہ نے ان کے طرز عمل کو پسند کیا کسی شخص کو قتل نہیں کیا عامر بن مالک الہمانی کو یہاں کا عامل مقرر کر کے بلخ آیا۔ اصبہذ بلخ نے تمام باشندوں کے ساتھ قتیبہ کا استقبال کیا۔ ایک روز قتیبہ نے یہاں قیام کیا۔ اور اب پھر عبدالرحمٰن کے پیچھے چلا۔ درہ خلم پہنچا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ نیزک اس درہ سے آگے نکل گیا ہے۔ اور مقام بغلان میں جا کر مورچے لگائے ہیں مگر اس نے درہ کو دہانہ اور اس کے دوسرے تنگ مقامات پر کچھ فوج قتیبہ کی مزاحمت کے لیے متعین کر دی تھی۔ اسی طرح درہ کے پیچھے ایک مستحکم قلعہ میں بھی کچھ جمعیت متعین تھی۔ عرصہ تک قتیبہ درہ کے دہانے پر سر ٹکراتا رہا مگر اسے کامیابی کا منہ تک دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ایک تو درہ ہی بہت تنگ تھا۔ دوسرا یہ کہ ایک پہاڑی ندی اس میں سے بہتی تھی جو قدرتی محافظ تھی اور اس درہ کے راستے کے علاوہ مسلمانوں کو اور کوئی ایسا راستہ معلوم نہ تھا جس کے ذریعے وہ نیزک تک پہنچ سکتے۔ صرف ایک ہی راہ اور تھی جو بے آب و گیاہ بیابان سے ہو کر گزرتی تھی۔ مگر اس راہ سے کسی بڑی فوج کا لے جانا تقریباً ناممکن سا تھا۔ ان حالات میں قتیبہ اسی مقام پر سر پٹکتا رہا کہ شاید کوئی تدبیر کارگر ہو جائے۔

سمنجان کے بادشاہ کی تجویز پر عمل اور فتح

قتیبہ اسی فکر میں تھا کہ روب اور سمنجان کا بادشاہ روب خان قتیبہ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے یہ کہہ کر امان طلب کی کہ میں اس درہ کے علاوہ ایک اور ایسا راستہ بتاتا ہوں جس سے قلعہ کی پشت پر آپ پہنچ سکتے ہیں قتیبہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ رات کے وقت کچھ لوگوں کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ روب خان اس فوج کو درہ خلم کے پیچھے سے قلعہ پر لے آیا مسلمانوں نے اسی وقت رات کو جب کہ محافظین اور پہرہ دار میٹھی نیند سو رہے تھے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بیشتر کو قتل کر ڈالا۔ قلعہ کے محافظین میں سے جو بچ گئے انھوں نے اور ان لوگوں نے جو درہ کے دہانہ پر متعین تھے راہ فرار اختیار کی۔ قتیبہ اور اس کی فوج درہ سے گھس کر قلعہ میں آ گئی۔ اور قتیبہ سمنجان چلا گیا۔ اس وقت نیزک بغلان کے فنج چاہ نامی چشمہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ سمنجان اور بغلان کے درمیان اگرچہ کچھ بیابان حائل تھا مگر وہ کچھ ایسا دشوار گزار نہ تھا۔

نیزک کی طرف پیش قدمی

قتیبہ نے سجستان میں چند روز قیام کر کے نیزک کی طرف پیش قدمی کی اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو اپنے آگے روانہ کیا۔ نیزک کو ان سرداروں کی نقل و حرکت کی خبر ہوئی اس نے اپنی جائے قیام کو چھوڑ کر وادی فرغانہ کو طے کیا اپنا تمام مال و اسباب کابل شاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود قرض چلا آیا مگر عبدالرحمٰن بھی عقاب کی طرح اس کے پیچھے ہی لگا ہوا تھا۔ یہ بھی قرض پہنچا اور اس کے تنگ اور دشوار گزار راستوں پر قابض ہو گیا۔

نیزک نے اس مقام کو بھی چھوڑ کر اسکیمشت پر پڑاؤ کیا اور اب اس کے اور عبدالرحمٰن کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ تھا۔ نیزک مقام قرض میں قلعہ بند ہو گیا۔ اس تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ اور وہ بھی اس قدر دشوار گزار تھا کہ کوئی جانور اس میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ قتیبہ دو ماہ تک اس کا محاصرہ کیا رہا آخر کار نیزک کے پاس سامان خورد و نوش کی سخت قلعت ہو گئی اس کی فوج میں چیچک کا مرض پھیل گیا۔ اور جیغو ریہ بھی چیچک میں مبتلا ہو گیا۔

قتیبہ کا سلیم کے ذریعے نیزک سے رابطہ

دوسری جانب قتیبہ کو موسم سرما کے گزرنے کا خوف ہوا اس لیے اس نے سلیم الناصح کو بلا کر کہا کہ تم نیزک کے پاس جاؤ۔ اور کسی نہ کسی طرح بغیر امان دیے ہوئے اسے میرے پاس لے آؤ اور اگر وہ کسی اور طرح آنے پر راضی نہ ہو تو مجبوراً وعدۂ معافی دے دینا۔ اور خوب سمجھ لو کہ اگر میں نے تمھیں اس کے بغیر واپس آتے دیکھا تو تمھیں پھانسی دے دوں گا۔ اس لیے جاؤ اور جو مناسب سمجھو کرو۔

سلیم نے کہا کہ آپ اس معاملے کے متعلق ایک خط عبدالرحمٰن کو لکھ دیں تا کہ وہ میری مخالفت نہ کریں۔ قتیبہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور عبدالرحمٰن کو خط لکھ دیا سلیم عبدالرحمٰن کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا کہ آپ کچھ لوگوں کو درہ کے دہانے پر متعین کر دیجیے تا کہ جب میں اور نیزک درہ سے باہر نکل آئیں تو یہ جماعت ہمارے اور درہ کے درمیان حائل ہو جائے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن نے لشکر کا ایک دستہ سلیم کے ساتھ کر دیا۔ اور انھیں حکم دے دیا کہ جہاں سلیم حکم دے تم وہیں ٹھہر جانا۔

سلیم اور نیزک کی گفتگو

اب سلیم نیزک کی طرف روانہ ہوا۔ اپنے ساتھ بہت سا کھانا جو کئی روز کے لیے کفایت کرتا اور عمدہ قسم کا ملیدہ وغیرہ بھی لے کر گیا سلیم نیزک کے پاس پہنچا نیزک نے شکایتہً کہا کہ آپ نے تو ہمیں بالکل چھوڑ ہی دیا۔ سلیم نے کہا کہ آپ یہ کیا الٹی بات کہہ رہے ہیں۔ میں نے آپ کو چھوڑا یا آپ نے ہم سے سرکشی یا نافرمانی کی۔ اور آپ خود ہی اپنی تکالیف کے ذمہ دار ہیں۔ نیزک نے کہا پھر اب کیا کرنا چاہیے۔ سلیم نے کہا کہ بس یہ ہی کیجیے کہ قتیبہ کے پاس چلے چلیے۔ آپ اسے اچھی طرح آزما چکے ہیں۔ قطب از جا نمی جنبد کا مضمون ہے وہ اپنے ارادہ سے باز آنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ موسم سرما بھی یہیں گزارے۔ چاہے زندہ رہے یا تباہ ہو جائے۔

نیزک کہنے لگا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بغیر وعدۂ امان لیے بغیر اس کے پاس چلا چلوں۔ سلیم نے کہا

کہ مگر وہ چونکہ آپ سے بہت ناراض ہے اس لیے مجھے توقع نہیں کہ وہ آپ کو امان دے البتہ ایک یہ ہی صورت ہے کہ چھپ چھپاتے چلے چلو اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھدو۔ چونکہ وہ نہایت ہی بامروت آدمی ہے۔ امید ہے کہ اس ترکیب سے تمھاری جان بچ جائے۔

نیزک نے کہا کہ کیا واقعی تمھاری یہی رائے ہے سلیم نے کہا بیشک نیزک کہنے لگا مگر میرا دل نہیں مانتا بلکہ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ وہ میری صورت دیکھتے ہی مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس پر سلیم نے کہا کہ میں تو آپ کو محض مشورہ دینے کے لیے آیا تھا۔ اگر آپ میری تجویز پر عمل کریں گے تو مجھے امید ہے کہ آپ بچ بھی جائیں گے اور پھر آپ کی وہی پہلی عزت و منزلت قائم ہو جائے گی۔ اگر آپ نہیں مانتے تو آپ اپنی جگہ خوش رہیں میں واپس جاتا ہوں۔ نیزک نے کہا کہ اچھا کھانا تو کھاتے جائیے۔ یہ سن کر سلیم کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کے یہاں کھانا تیار نہیں ہوتا اور میرے ساتھ کافی مقدار میں کھانا موجود ہے سلیم نے فورا کھانا منگوایا۔ خدمت گار بہت سا کھانا سامنے لائے۔ کھانا اس قدر عمدہ اور وافر تھا کہ جب سے ترک محصور ہوئے تھے انھیں نصیب ہی نہیں ہوا تھا۔ دیکھنے کے ساتھ ہی بھوکوں کی طرح کھانے پر گر پڑے۔ اور دیکھتے دیکھتے صاف کر گئے۔

ان کی اس ناشائستہ حرکت سے نیزک کو سخت رنج ہوا۔ اس موقعہ پر سلیم نے نیزک سے کہا کہ دیکھو میں تمھارا سچا دوست ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ محاصرہ نے تمھارے ساتھیوں کو سخت مصائب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور اب مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر محاصرہ نے اور زیادہ دیر تک اور تمھارا یہ ہی حال رہا تو خود یہ لوگ تمھیں دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ اس لیے بہتر یہ ہی ہے کہ قتیبہ کے پاس چلے چلو۔ نیزک نے کہا کہ چاہے کچھ ہو میں وعدہ امان کے بغیر تو کبھی اس کے پاس نہ جاؤں گا۔

کیونکہ مجھے تو یہ گمان غالب ہے کہ وہ وعدہ امان دے کر بھی مجھے قتل کر ڈالے گا مگر خیر دل کی تسلی کے لیے وعدہ امان ضروری ہے۔

سلیمان نے کہا کہ اچھا تمھیں امان دی جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم میری بات پر شبہ نہ کرو گے۔ نیزک نے کہا نہیں مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ سلیم نے کہا تو اچھا پھر میرے ساتھ چلیے۔ اس پر نیزک کے اور ساتھیوں نے بھی اس سے کہا کہ تم سلیم کی بات مان لو۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سچ بولتے رہے ہیں۔ چنانچہ نیزک نے سواریاں منگوائیں اور سلیم کے ساتھ روانہ ہوا جب پہاڑ کر درہ کے اس موقع پر آیا جہاں سے ڈھلوان شروع ہوتی تھی تو نیزک نے سلیم سے کہا چاہے کسی اور کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو مگر میں اپنی موت کے وقت کو جانتا ہوں جب میں قتیبہ کو دیکھوں گا تو مجھے موت آجائے گی۔

سلیم نے کہا کہ ہرگز نہیں یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ بھلا کیا امان دے کر وہ تم پر ہاتھ اٹھائے گا غرض یہ کہ اب اس جگہ سے سب کے سب سواریوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ نیزک کے ساتھ جیغویہ بھی تھا جو اب مرض چیچک سے صحت یاب ہو چکا تھا۔ اور صول اور عثمان نیزک کے دونوں بھتیجے اور صول طرخان جیغویہ کا خلیفہ اور خنس طرخان نیزک کے محافظ دستہ کا افسر اعلیٰ بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب یہ تمام جماعت درہ کو عبور کر آئی تو اس دستہ نے جسے سلیم نے پہلے سے یہاں پوشیدہ جگہ میں متعین کر رکھا تھا پیچھے سے نکل کر درہ کے دہانے کو بند کر دیا تاکہ اور ترک باہر نہ آسکیں اس پر نیزک نے سلیم سے احتجاجاً کہا کہ یہ تو پہلے ہی آثار اچھے نظر نہیں آتے۔

سلیم نے کہا کہ تم اس کا خیال نہ کرو ان لوگوں کا پیچھا رہ جانا ہی تمھارے لیے اچھا ہے۔ بہر حال نیزک ، سلیم اور دوسرے ترک سردار جو درہ سے نکل آئے تھے یہ سب کے سب عبدالرحمٰن بن مسلم کے پاس آئے عبدالرحمٰن نے ایک قاصد کے ذریعے ان کے آنے کی اطلاع قتیبہ کو دی قتیبہ نے عمرو بن ابی مہزم کو حکم دیا کہ تم عبدالرحمٰن سے جا کر کہو کہ وہ ان سب لوگوں کو میرے پاس لے آئیں عبدالرحمٰن سب کو لے کر آیا قتیبہ نے نیزک کے ساتھی دوسرے ترک سرداروں کو قید کرا دیا اور نیزک کو ابن بسام اللیثی کی نگرانی میں دے دیا اور حجاج سے نیزک کے قتل کرنے کی اجازت منگوائی ابن سام نے نیزک کو ایک حجرہ میں نظر بند کر دیا۔ اس حجرہ کے گرد خندق کھدوا دی اور پہرہ مقرر کر دیا۔

قتیبہ نے معاویہ بن عامر بن علقمۃ العلیمی کو کرز بھیجا معاویہ کو کرز میں جس قدر مال غنیمت اور جس قدر قیدی ملے وہ انھیں قتیبہ کے پاس لے آیا قتیبہ نے تمام اسیران جنگ کو قید کر دیا۔ اور ان کے متعلق حجاج کے آخری احکام کا منتظر رہا۔ چالیس روز کے بعد حجاج کا خط آیا جس میں نیزک کو قتل کر دینے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ قتیبہ نے نیزک کو بلا کر پوچھا کہ کیا میں نے یا عبدالرحمٰن نے یا سلیم نے تم سے وعدہ معافی کیا ہے؟ نیزک نے کہا جی ہاں سلیم نے مجھ سے وعدۂ معافی کیا تھا۔ قتیبہ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ کہہ کر قتیبہ دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور نیزک پھر قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد قتیبہ تین دن تک اپنے مکان سے باہر نہیں نکلا۔

اب لوگوں میں نیزک کی قسمت کی متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ قتیبہ کے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ اسے قتل کر دے۔ دوسرے اس کے قتل کر دینے کے حامی تھے چوتھے دن قتیبہ نے دربار عام منعقد کیا۔ اور نیزک کے متعلق لوگوں سے مشورہ لیا۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ اسے قتل کر ڈالیے۔ دوسرے صاحب بولے کہ چونکہ آپ اس سے عہد کر چکے تھے اس لیے اس کی جان نہ لیجیے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف کاروائی کرتا رہیگا۔ اسی بحث و مباحثہ کے درمیان ضرار بن حصین الضبی بھی دربار میں آئے۔ قتیبہ نے ان سے پوچھا کہ کہو ضرار تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔

نیزک کا قتل

ضرار نے کہا کہ میں نے یہ بات سنی تھی کہ جناب والا نے خدا سے اس بات کا عہد کیا ہے کہ اگر آپ کا کبھی نیزک پر قابو چلا تو آپ اسے قتل کر دیں گے۔ اس لیے آپ اپنے اس عہد پر جو آپ نے خدا سے کیا تھا قائم نہ رہیں گے تو یاد رکھیے کہ اب کبھی اس کے مقابلہ میں خدا آپ کی امداد نہیں کرے گا۔ قتیبہ دیر تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ اور پھر کہنے لگا کہ اگر میری زندگی کی صرف اتنی ہی مدت باقی ہو کہ میں ان تین جملوں کو ادا کر سکوں تو میں یہ ہی حکم دوں گا کہ اسے ضرور قتل کر ڈالو۔ قتل کر ڈالو۔ قتل کر ڈالو۔ چنانچہ نیزک کو سامنے بلا کر قتل کا حکم سنا دیا گیا۔ اور نیزک اور اس کے ساتھ سات سو ترک قتل کر ڈالے گئے۔

مذکورہ واقعہ سے متعلق دوسری روایت

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ نہ تو قتیبہ نے اور نہ سلیم نے نیزک سے کسی قسم کا کوئی وعدہ معافی کیا تھا جب قتیبہ نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اسے سامنے بلایا۔ ایک حنفی تلوار منگوائی تلوار میان سے باہر نکالی آستین چڑھائی ۔ اور اپنے ہی ہاتھ سے اس کی گردن ماردی۔ عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ تم صول کو قتل کرو عبدالرحمٰن نے حکم کی تعمیل کر دی اسی

طرح صالح نے عثان (یاشقران) کو قتل کیا جو نیزک کا بھتیجا تھا قتیبہ نے بکر بن صبیب الباہلی سے پوچھا کہیے آپ میں کچھ قوت ہے؟ بکر نے جواب دیا کہ جی ہاں ہے اور میں چاہتا بھی ہوں بکر میں کچھ دیہاتی لوگوں کی خصلتیں بھی تھیں۔اس پر قتیبہ نے اس سے کہا کہ اچھا آپ ان دوسرے گنواروں کو سمجھ لیجیے چنانچہ جب کوئی کافر سامنے لایا جاتا تھا بکر اسے تہ تیغ کر دیتا اور کہتا تھا کہ موت کے گھاٹ آؤ مگر یہاں سے واپس زندہ نہ جاؤ۔اسی طرح باہلیوں کے بیان کے مطابق اس روز بارہ ہزار ترک قتل کر ڈالے گئے۔

نیزک اور اس کے دونوں بھتیجوں کو اس کی مشت کے پانی کے ایک چشمہ کی دخش خاشاں نامی تہہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

قتیبہ نے نیزک کے سر کو محضن بن جزا الکلابی اور سور بن زہدم الحرمی کے ہاتھ حجاج کے پاس بھیج دیا اس پر حجاج نے کہا کہ قتیبہ کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کے ہاتھ نیزک کا سر بھیجتا۔

نیزک کے قید کے زمانے کا ایک اہم واقعہ

ایک روز کا واقعہ ہے کہ نیزک ابھی قید ہی میں تھا کہ قتیبہ نے اسے بلا کر پوچھا کہ شنذا اور سبل کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔کیا اگر میں انھیں بلا بھیجوں تو وہ آئیں گے یا انکار کر دیں گے۔نیزک نے کہا کہ نہیں آئیں گے۔قتیبہ نے ان دونوں کو بلایا اور وہ آئے۔جب وہ آگئے تو اب اس نے نیزک اور جیغو یہ کو بھی دربار میں طلب کیا۔آ کر دیکھتے کیا ہیں کہ شنذ اور سبل قتیبہ کے روبرو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔نیزک اور جغو یہ بھی ان کے مقابل بیٹھ گئے۔شنذ نے قتیبہ سے کہا کہ اگر چہ جیغو یہ میرے دشمن ہیں مگر چونکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے ہیں۔اور وہ بادشاہ ہیں اور میری حیثیت انکے مقابلہ میں غلام کی ہے اس لیے آپ مجھے ان کے قریب جانے کی اجازت دیجیے۔قتیبہ نے اجازت دے دی شنذ نے جیغو یہ کے پاس جا کر اس کا ہاتھ چوما۔اور سجدہ کیا پھر شنذ نے قتیبہ سے سبل کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت طلب کی۔قتیبہ نے اجازت دے دی۔اور شنذ نے سبل کے پاس جا کر اس کے ہاتھ کو بھی بوسہ دیا۔

نیزک نے بھی قتیبہ سے اجازت طلب کی کہ آپ مجھے شنذ کے قریب جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ میں ان کا ادنی خادم ہوں قتیبہ نے اسے بھی اجازت دے دی اور نیزک نے اس کے قریب جا کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

اب قتیبہ نے شنذ اور سبل کو اپنے اپنے علاقہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔یہ دونوں واپس چلے گئے اور قتیبہ نے حجاج القینی کو جو خراسان کے بڑے لوگوں میں تھے شنذ کے دربار میں اپنا معتمد (ریزیڈنٹ) مقرر کر دیا۔

عابس الحالی کے خوش ہونے کا واقعہ

جب قتیبہ نے نیزک کو قتل کر ڈالا تو عابس الباہلی کے آزاد کردہ غلام ذبیر نے نیزک کے ایک جوتے کو اٹھا لیا جس میں نہایت جواہرات لگے ہوئے تھے۔انھیں جواہرات کی وجہ سے زبیر اس علاقہ کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند بن گیا۔اور اپنی تمام عمر اچھی طرح خوشحالی میں بسر کی ابی داؤد کے دور صوبہ داری میں کابل میں اس نے وفات پائی۔

نیزک کے قتل پر ثابت کے اشعار

قتیبہ نے جیغو یہ کو البتہ معاف کر دیا اور اسے ولید کے پاس بھیج دیا جیغو یہ ولید کی وفات تک پھر شام ہی میں مقیم رہا۔ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلخ کا عامل مقرر کر کے خود قتیبہ واپس چلا آیا۔ مگر نیزک کے اس طرح قتل کر دینے پر لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ قتیبہ نے دھوکہ سے نیزک کو قتل کیا اس پر ثابت بن قطنہ نے یہ شعر بھی کہا۔

لاتحسبن الغدر حزما فربما

ترقت به الاقدام یوما فذلت

:تم بدعہدی کو تدبیر ہرگز نہ سمجھنا۔ بسا اوقات لوگ اس کے ذریعہ بام عروج و ترقی پر پہنچتے ہیں مگر یہ ترقی نہایت ہی ناپائیدار ثابت ہوتی ہے اور پھر انھیں ذلت کے گڑھوں میں گرنا پڑا۔

قتیبہ کے متعلق حجاج کی رائے

حجاج قتیبہ کے متعلق کہا کرتا تھا کہ جب میں نے اسے گورنر مقرر کر کے بھیجا تو یہ ایک بالکل ناتجربہ کار نوجوان تھا۔ مگر اس دوران میں تو اس سے ایک بالش بھی آگے نہیں بڑھا۔ حالانکہ وہ مجھ سے گزوں آگے نکل گیا ہے۔

بادشاہ جوز جان کا واقعہ

نیزک کے قتل کے بعد جب قتیبہ مرو واپس آنے لگا تو اب وہ بادشاہ جوز جان کی تلاش میں نکلا جو اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ بادشاہ نے قاصد کے ذریعے امان طلب کی۔ قتیبہ نے اس شرط پر امان دینے کا اقرار کیا کہ بادشاہ خود میرے پاس آئے۔ اور صلح کر لے۔ اس پر بادشاہ جوز جان نے کہا کہ میں آپ کے پاس یرغمال بھیجے دیتا ہوں اور آپ میرے پاس اپنے کچھ لوگوں کو بطور یرغمال بھیج دیجیے۔ چنانچہ قتیبہ نے حبیب بن عبداللہ بن عمرو بن حصین الباہلی کو بادشاہ جوز جان کے پاس بھیج دیا اور بادشاہ نے اپنے کنبہ کے بعض لوگوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔

بادشاہ جوز جان حبیب کو اپنے ایک قلعہ میں نظر بند کر کے قتیبہ کے پاس آیا صلح کی۔ واپس چلا اور طالقان پہنچ کر اسکا انتقال ہو گیا۔ اہل جوز جان کہنے لگے کہ مسلمانوں نے اسے زہر دے دیا۔ اور اسی خیال کی وجہ سے انھوں نے حبیب کو قتل کر ڈالا۔ اس کے معاوضہ میں قتیبہ نے بادشاہ جوز جان کے یرغمالوں کو قتل کر ڈالا۔

نیز اسی ۹۱ھ ہجری میں قتیبہ نے شومان، کس اور نسف پر دوبارہ جہاد کیا۔ اور طرخان سے صلح کی۔

شومان کی مہم

ان تمام مہموں کے واقعات کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق فیلنشب غیلشتان شومان کے بادشاہ شومان کے بادشاہ نے قتیبہ کے عامل کو نکال باہر کیا۔ اور وہ زر خراج جس کی باقاعدہ سالانہ ادائی پر قتیبہ سے اور اس سے صلح ہوئی تھی اس کی ادائیگی بھی روک دی۔ قتیبہ نے عیاش الغنوی اور خراسان کے ایک اور عابد و زاہد شخص کو اس غرض سے ملک شومان کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ اسے جا کر سمجھائیں کہ وہ رقم خراج ادا کر دے۔

یہ دونوں اس کے شہر کے سامنے آئے شومان والوں نے شہر سے باہر آتے ہی ان پر تیراندازی شروع کردی۔ وہ خراسانی صاحب تو واپس چلے گئے۔ مگر عیاش برابر اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ اور کہنے لگے کہ کیا اس شہر میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے ایک مسلمان باہر نکل کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوں فرمائیے آپ کیا چاہتے ہیں عیاش نے اس سے کہا کہ تم میرے پیچھے آجاؤ اور میری پشت بچاتے جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس کا نام مہلب تھا۔ اب عیاش نے کفار پر حملہ کیا۔ اور وہ پیچھے ہٹ گئے مگر اس مسلمان ہی نے پیچھے سے حملہ کر کے عیاش کو قتل کر ڈالا۔ عیاش کے جسم پر ساٹھ زخم آئے تھے خودترکوں کو ان کے قتل کا بہت رنج ہوا اور وہ کہنے لگے افسوس کہ ہم نے ایک بڑے بہادر آدمی کو ہلاک کر ڈالا۔

قتیبہ کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ اور وہ خودان کے مقابلہ کے لیے بلخ کے راستہ سے بڑھا۔ جب بلخ پہنچا تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو اپنے آگے روانہ کیا۔ اور عمر بن مسلم کو بلخ کا گورنر مقرر کیا۔

شومان کا قتل اور اس کے قلعہ کی فتح

چونکہ ملک شومان اور سالح بن مسلم آپس میں دوست تھے اس لیے صالح نے ایک شخص کے ذریعہ ملک شومان سے کہلا بھیجا کہ تم ایک بار پھر قتیبہ کی اطاعت کرلو اور اس کی خوشنودی حاصل کرلو۔ اور اس کی یہ ہی صورت ہے کہ صلح کرلو۔ ملک شومان نے صلح کرنے سے انکار کردیا۔ اور صلح کے قاصد سے کہا کیا تم مجھے قتیبہ سے ڈراتے ہو؟ میں اس کی حقیقت سمجھتا ہوں جس قدر مضبوط اور ناقابل تسخیر میرا قلعہ ہے ایسا کسی اور سردار کے پاس نہیں۔ جب میں اس کے بلند ترین برج سے تیر چلاتا ہوں تو باوجود اس کے کہ میری کمان بھی نہایت ہی سخت اور میں خود بھی زبردست تیرانداز ہوں مگر پھر بھی میرا تیر میرا قلعہ کی نصف مسافت تک نہیں پہنچتا۔ تو اب میں قتیبہ کی کیا پرواہ کروں گا۔ قتیبہ بلخ سے چل کر دریا کو عبور کر کے شومان کے سامنے پہنچا۔ ملک کے شومان نے مدافعت کی پہلے ہی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ قتیبہ نے شہر کے مقابلہ میں منجنیقیں نصب کردیں۔ اور مسلسل سنگ بار کر کے اسے منہدم کردیا۔ جب ملک شومان نے قلعہ ہاتھ سے جاتے دیکھا اس نے اپنا تمام قیمتی سامان اور زیور جواہر منگوا کر ایک کنوئیں میں ڈلوادیا۔ جو قلعہ کے وسط میں واقع تھا۔ اور جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہ تھی اس کے بعد اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اب کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکل آیا جنگ ہوئی اور ملک شومان مارا گیا۔ قتیبہ نے بزور شمشیر قلعہ مسخر کرلیا۔ تمام جنگجو آبادی کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کے اہل وعیال کو لونڈی غلام بنالیا پھر باب الحدید کی راہ سے واپس آکر کس اور نسف کی طرف بڑھا۔

کس ونسف کی فتح

حجاج نے قتیبہ کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ تم کس کے خلاف کوئی چال چلو۔ نسف کو تباہ کر ڈالو۔ اور بہت زیادہ احتیاط سے بچو چنانچہ قتیبہ نے کس اور نسف کو فتح کرلیا۔

فریاب کی تباہی

اہل فریاب نے مقابلہ کی تیاری کی۔ قتیبہ نے اسے جلا ڈالا۔ اور اسی وجہ سے بعد میں اس شہر کا نام محترقہ

رکھ دیا گیا۔

شاہ سغد سے جزیہ کی وصولی

قتیبہ نے کس اور نسف سے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو سغد کی طرف بھیجا تا کہ طرخون سے مقابلہ کرے۔ عبدالرحمٰن وہاں سے روانہ ہوا اور عصر کے وقت ترکوں کے قریب ہی ایک وادی میں آ کر پڑاؤ کیا۔ یہاں اس کی فوج نے شراب تیار کی۔ اور خوب پی پلا کر بدمستیاں کرنے لگے کوئی فوجی نظام قائم نہ رہا عبدالرحمٰن نے اپنے خاندان کے آزاد کردہ غلام ابومرضیہ کو حکم دیا کہ تم جا کر لوگوں کو شراب پینے سے منع کرو۔ ابومرضیہ نے ڈنڈے سے لوگوں کو مارنا شروع کیا اور ان کے جام اور پیالے توڑ ڈالے تمام شراب اس نالے میں بہنے لگی۔ اس وجہ سے اس نالہ کا نام مرج النبیذ پڑ گیا۔

طرخون کی خودکشی

عبدالرحمٰن نے طرخون سے وہ رقم خراج جس پر طرخون اور قتیبہ کے درمیان صلح ہوئی تھی لے لی۔ اور طرخون کے جو لوگ بطور یرغمال اس کے پاس تھے وہ واپس دے دیئے۔

اب عبدالرحمٰن واپس پلٹا۔ بخارا آیا ابھی قتیبہ بھی بخارا ہی میں تھا کہ عبدالرحمٰن اس سے آملا۔ اور پھر یہ دونوں واپس مرو پلٹ آئے۔ اس صلح اہل سغد نے طرخون سے کہا کہ تم نے جزیہ دے کر اپنی ذلت قبول کی ہے اور اب تم بہت زیادہ ضعیف بھی ہو گئے ہم اب تجھ سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتے۔ طرخون نے کہا تو بہتر ہے جس کو تم پسند کرو اپنا بادشاہ بنالو۔ اہل سغد نے غوزک کو اپنا بادشاہ بنالیا اور طرخون کو قید کر دیا۔

اس قید کی ذلت کے احساس پر طرخون نے کہا قید کے بعد دوسرا درجہ قتل کا ہے۔ آج ان لوگوں نے مجھے قید کیا ہے کل قتل کر دیں گے بہتر ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں تا کہ مزید ذلت سے بچ سکوں۔ اور دوسرے کا ہاتھ مجھے نہ لگے۔ اس خیال سے اس نے اپنی تلوار پر اپنا پورا بوجھ ڈال دیا تلوار سینہ سے پشت کے پار نکل گئی۔

راوی کہتے ہیں کہ اہل سغد نے طرخون کے ساتھ یہ حرکت اس وقت کی جب کہ قتیبہ سجستان چلے آئے تھے۔ اور اسی دوران انھوں نے غوزک کو اپنا رئیس بنایا۔

باہلی کی دوسری روایت

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ جب قتیبہ نے بادشاہ شومان کا محاصرہ کیا اس کے قلعہ کے سامنے منجنیقیں نصب کر دیں اور ایک منجنیق کا پہلا پتھر قلعہ کی دیوار پر پڑا دوسرا شہر میں گرا اور پھر مسلسل شہر میں پتھر گرتے رہے۔ ایک پتھر بادشاہ کے دیوان خانہ میں گرا جس سے ایک شخص ہلاک ہوا۔ قتیبہ نے بزور شمشیر قلعہ مسخر کر لیا۔ اور پھر کس اور نسف کی طرف پلٹا اور وہاں سے بخارا آیا۔ بخارا کے قریب ایک ایسے گاؤں میں اس نے قیام کیا جس میں ایک دیول اور ایک آتشکدہ تھا۔ اور اس میں کچھ مور بھی تھے۔ اسی وجہ سے اس پڑاؤ کا نام منزل الطوویس رکھ دیا گیا۔

قتیبہ یہاں سے روانہ ہو کر سغد کی طرف چلا۔ تا کہ طرخون سے زر خراج وصول کرے۔ وادی سغد کی

خوبصورتی اور اس کے دلفریب منظر کو دیکھ کر قتیبہ سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے بے ساختہ اس کی تعریف میں دو شعر کہے۔ قتیبہ طرخون سے زرخراج لے کر بخارا آیا۔ بخارا کی ریاست پر ایک نوجوان رئیس زادہ کو بادشاہ بنایا۔ بخارا کے ایسے لوگوں کو قتل کر ڈالا جن کے متعلق خوف تھا کہ یہ اس نوجوان بادشاہ کی مخالفت کریں گے پھر آمل کے راستہ سے مرو واپس آ گیا۔

باہلی بیان کرتے ہیں کہ لوگ ابھی اپنے شراب کے برتنوں کو بھی نہ توڑ سکے تھے کہ قلعہ فتح ہو گیا۔

خالد بن عبداللہ القسری کا بطور گورنر مکہ تقرر

اسی سال ولید نے خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ کا گورنر مقرر کیا خالد ولید کی وفات تک مکہ کا گورنر رہا۔

خالد نے مکہ کی گورنری کا جائزہ لے کر لوگوں کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

آپ لوگ ایسے شہر کے باشندے ہیں جو خداوند عالم کے تمام شہروں میں اپنی حرمت وتقدس کے اعتبار سے ارفع واعلیٰ ہے یہ وہی شہر ہے جسے بیت اللہ کے لیے خدا نے منتخب کیا۔ اور اہل استطاعت پر اس کا حج فرض کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ اطاعت گزار رہیں اور اتحاد قومی کی تنظیم میں منسلک رہیں بے بنیاد شبہات سے بچتے رہیے۔ اور یاد رکھیے کہ کوئی شخص اپنے حاکم اعلیٰ پر نکتہ چینی کریگا اور میرے سامنے پیش کیا جائے گا میں اسے اسی جرم میں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے جسے مناسب جانا اسے اپنا خلیفہ بنایا ہے اس لیے آپ کو ان کے احکام اور معاملات میں چون چرا کرنے کا کوئی حق نہیں جو وہ حکم دیں اس کے لیے سر تسلیم خم کیجیے۔ اور تعمیل کیجیے میں آپ لوگوں کو بتائے دیتا ہوں کہ مجھے یہ علم ہوا ہے کہ ہمارے بعض مخالفین آپ لوگوں کے پاس آتے ہیں اور یہاں ٹھہرتے ہیں آئندہ آپ کسی ایسے شخص کو اپنے ہاں نہ ٹھہرائیے جس کے متعلق موجودہ خلافت کی مخالفت کا شبہ ہو ورنہ یاد رکھیے کہ جس شخص کے مکان میں کوئی مشتبہ شخص مقیم پایا گیا تو وہ مکان زمین سے ملا دیا جائے گا۔ اس لیے جو لوگ آپ کے ہاں ٹھہریں ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لیا کیجیے۔ قومی اتحاد کو قائم رکھیے۔ اطاعت شعار رہیے کیونکہ نااتفاقی بہت بری بلا ہے۔

ابوجبیہ کی روایت

ابوجبیہ کہتے ہیں کہ میں اسی زمانہ میں عمرہ کرنے مکہ مکرمہ گیا اور بنی اسد جو خاندان زبیر کے طرف داروں میں تھے ان کے مکانات میں جا کر ٹھہرا مجھے کچھ معلوم ہی نہ تھا کہ ایک دم مجھے خالد نے بلا لیا میں اس کے پاس گیا خالد نے میرا وطن پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں مدینہ کا باشندہ ہوں۔ خالد نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کے پاس جو ہمارے مخالف ہیں کیوں قیام پذیر ہوئے؟ میں نے کہا کہ میں یہاں پر صرف ایک یا دو دن ٹھہروں گا اور پھر اپنے مکان واپس چلا جاؤں گا۔ اور میں خلیفہ وقت کی مخالفین میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو ان لوگوں میں ہوں جو ان کی حکومت کی تعظیم کرتے ہیں بلکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو خلافت کا منکر ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

میری تقریر سن کر خالد کو اطمینان ہوا اور اس نے کہا کہ تمھارے وہاں ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ ایسے لوگوں کا وہاں قیام کرنا ٹھیک نہیں جو خلیفہ وقت کے مخالف ہوں میں نے کہا معاذ اللہ مجھے ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔

ایک روز میں نے خالد کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ جانور جو حرم میں بسیرا کرتے ہیں اگر یہ بول سکتے اور ہماری اطاعت کا اقرار نہ کرتے تو میں انھیں بھی یہاں سے نکال دیتا۔ کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ بیت اللہ میں صرف وہی لوگ رہیں اور وہی اس کی حرمت سے مستفیض ہوں جو ہمارے مطیع ہوں۔ اور خاندان خلافت اور اس کے عہدے داروں کے مخالف نہ ہوں اس پر میں نے کہا کہ جناب والا بجا اور درست فرماتے ہیں۔

ولید بن عبدالملک کا سفر حج اور مدینہ آمد

۹۱ھ ہجری میں ولید بن عبدالملک نے خود لوگوں کو حج کرایا سارے دن کینسان کہتے ہیں کہ جب ولید کے حج کے لیے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قریش کے دس آدمیوں کو حکم دیا کہ میرے ساتھ امیر المومنین کے استقبال کو چلیں چنانچہ دس آدمی جن میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور ان کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان بھی تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ جن کے ساتھ اور بھی خدم وحشم تھا سویدا تک آئے۔ یہ سب لوگ سواریوں پر سوار تھے۔

جب ولید سامنے آیا اور وہ بھی گھوڑے پر سوار تھا تو حاجب نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ امیر المومنین کی خاطر سواریوں سے اتر جائیں سب لوگ اتر پڑے مگر پھر ولید نے انھیں سوار ہونے کا حکم دیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنے پاس بلایا عمر بن عبدالعزیز کے جلو میں ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ اور اسی طرح تمام جماعت مقام ذی خشم پر آکر فروکش ہوئی۔

یہاں وہ تمام حضرات جو استقبال کے لیے آئے تھے خلیفہ کے حضور پیش ہوئے۔ ایک شخص آتا تھا اور سلام کرتا جاتا تھا۔ ولید نے کھانا منگوایا ان سب حضرات نے بھی اسی کے ساتھ کھانا کھایا۔

شام کے وقت ولید یہاں سے روانہ ہو کر مدینہ آیا۔ صبح کو مسجد نبوی دیکھنے کے لیے گیا جتنے لوگ مسجد میں موجود تھے سب نکال دیئے گئے۔ البتہ حضرت سعید بن المسیبؒ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور ان کے رتبے کے احترام میں کسی سپاہی کو بھی یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ انھیں اٹھا دیتا۔ حضرت سعید اپنے مصلہ پر دو معمولی چادریں جن کی قیمت پانچ درہم ہو گی زیب تن کیے بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے ان سے درخواست کی کہ آپ اٹھ جائیں حضرت سعید نے کہا کہ جو میرا اٹھنے کا وقت ہے اس سے پہلے تو میں ہرگز نہ اٹھوں گا پھر ان سے کہا گیا کہ اچھا آپ امیر المومنین کو سلام کر لیجیے گا۔ سعید کہنے لگے کہ میں خود تو اٹھ کر ان کے پاس سلام کے لیے نہیں جاؤں گا۔

اب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ حال تھا کہ وہ ولید کو مسجد میں ادھر ادھر پھرا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کی نظر سعید پر اس وقت تک نہ پڑے جب تک کہ یہ اٹھ نہ جائیں مگر اچانک ولید کی نظر قبلہ کی سمت اٹھی اس نے پوچھا کہ یہ کون صاحب بیٹھے ہیں۔ کیا یہ حضرت سعید بن المسیبؒ تو نہیں ہیں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا جی ہاں یہ ہی سعید بن المسیب ہیں۔ اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ آپ اس وقت مسجد نبوی میں موجود ہیں تو وہ اٹھ کر آپ کے سلام کو آتے مگر انھیں دکھائی بھی کم دیتا ہے۔ ولید نے کہا اچھا' ہم خود ان کے پاس جائیں گے اور سلام کریں گے۔

ولید نے تمام مسجد کا چکر لگایا اور روضہ اقدس پر حاضری دی پھر سعید کے پاس آیا اور ان کی مزاج پرسی کی سعید نے کھڑے ہوئے نہ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ البتہ مزاج پرسی کے جواب میں فرمایا کہ الحمد اللہ میں خیریت سے

ہوں امیر المومنین کا مزاج کیسا ہے اور کیا حال ہے۔ ولید نے بھی کہا کہ میں الحمد اللہ خیریت سے ہوں۔ اس قدر گفتگو کے بعد ولید وہاں سے پلٹ آیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اب سلف صالحین کا یہ ہی ایک نمونہ باقی رہ گئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ امیر المومنین بجا فرماتے ہیں۔

ولید نے مدینہ طیبہ میں بہت سے مجمی لونڈی غلام اور سونے چاندی کے برتن اور نقد روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔ جمعہ کے دن خطبہ بھی پڑھا اور نماز پڑھائی۔

ولید کا مسجد نبویؐ خطبہ جمعہ

ولید نے مسجد نبوی میں حضورﷺ کے منبر پر چڑھ کر ایام حج میں جمعہ کے دن خطبہ دیا۔ ممبر سے اندرونی صحن کی آخری دیوار تک فوج کی دو صفیں تھیں ان کے ہاتھوں میں شاہی عصا اور کندھوں پر گرز تھے ولید ایک معمولی چوغا اور ٹوپی پہنے منبر پر چڑھا۔ اس پر شال نہ تھی منبر پر چڑھ کر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ موذن کو اذان دینے کی اجازت دی جب اذان ختم ہوئی تو پہلا خطبہ بیٹھے بیٹھے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا۔

اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے رجا بن حیوۃ سے مل کر پوچھا کہ آیا اس خاندان کا طرز عمل ہے رجا نے کہا ہاں حضرت معاویہ بھی ایسا ہی کرتے آئے ہیں میں نے کہا کیا آپ نے اس معاملے میں کبھی ان سے گفتگو نہیں کی؟ رجا کہنے لگے کہ قبیصہ بن زویب مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عبدالملک سے اس کے بارے میں اعتراض کیا تھا مگر اس نے کسی قسم کی تبدیلی کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ حضرت عثمان نے بھی ایسا ہی کیا ہے اس پر میں نے کہا کہ حضرت عثمان نے تو ہمیشہ کھڑے ہو کر ہی خطبہ دیا ہے۔ رجا کہنے لگے کہ مگر کیا کیا جائے ان لوگوں سے اسی طرح بیان کیا گیا اور اب اسی پر ان کا عمل ہے۔

اسحٰق کہتے ہیں کہ تمام بنی خلفاء بنی امیہ میں ولید جیسا رعب دار اور تمکنت میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ولید مسجد نبوی کے لیے خوشبوئیں اور انگیٹھی بھی لایا اور احرام بیت اللہ بھی لایا تھا۔ احرام مسجد نبوی میں کھول کر پھیلا دیا نہایت ہی بیش بہا ردیباج کا بنا ہوا تھا۔ ایک دن پھیلا رہا۔ پھر لپیٹ کر اٹھا لیا گیا۔ اور ولید اس سال امیر حج تھا اور ولید ہی نے اس سال حج کرایا۔

اس سال سوائے مکہ معظمہ کے باقی اور تمام صوبوں پر وہی لوگ عامل اور صوبہ دار تھے جو ۹۰ ہجری میں تھے۔

البتہ واقدی کے بیان کے مطابق خالد بن عبداللہ القسری اس سال مکہ کا گورنر تھا مگر اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اس سال بھی مکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہی کے تحت تھا۔

۹۲ھ ہجری کے اہم واقعات کا تذکرہ

فتح اندلس

مسلمۃ نے رومیوں کے علاقے میں جہاد کیا تین قلعہ سر کیے اور اہل سوسنہ کو رومیوں کے اندرونی علاقے میں جلاوطن کر دیا۔

اسی سال موسیٰ بن نصیر کے آزاد غلام تارک بن زیاد نے بارہ ہزار فوج کے ساتھ اندلس پر حملہ کیا۔ جہاں اس کا مقابلہ بادشاہ اندلس سے ہوا۔

واقدی کا دعویٰ ہے کہ اس بادشاہ کا نام اور ینوق تھا (راڈرک) جو اہل اصبہان میں سے تھا۔ اور یہ عجمی بادشاہان اندلس تھے۔

تارک نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا ادھر سے بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حملہ آور ہوا اس کے سر پر جواہر نگار تاج تھا ہاتھوں میں فولادی دستانے چڑھے ہوئے تھے اور وہ تمام مرصع زیور جن کے جنگ کے موقع پر پہننے کا ان کے قدیم بادشاہوں سے دستور چلا آتا تھا اس کے جسم پر سجے ہوئے تھے۔ دونوں حریفوں نے خوب ہی داد مردانگی اور شجاعت دی۔ اور نہایت سخت رن پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اور ینوق کو ہلاک کیا اور ۹۲ھ ہجری میں اندلس فتح کیا گیا۔

قتیبہ کا رتبیل سے صلح

بعض اہل سیر کے بیان کے مطابق اسی سال قتیبہ نے رتبیل الاعظم اور زابل کے ارادہ سے (سیستان) پر چڑھائی کی۔ جب قتیبہ سیستان پہنچ گیا رتبیل کے سفراء پیام صلح لائے۔ قتیبہ نے درخواست صلح کو منظور کر لیا۔ اور عبدربہ بن عبداللہ بن عمیر اللیثی کو وہاں کا عامل مقرر کر کے خود واپس چلا آیا۔

اسی برس حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو مدینہ کے عامل تھے حج کرایا نیز اس سال بھی مختلف ممالک کے وہی لوگ ارباب حل وعقد تھے جو پچھلے سال میں تھے۔

امیر حج حضرت عمر بن عبدالعزیز

عباس بن الولید نے رومیوں کے علاقے میں جہاد کیا اور شہر سمطینہ فتح کیا۔ نیز مروان بن الولید رومیوں کے علاقے میں فوج کشی کر کے خجرہ تک جا پہنچا۔ اور مسلمۃ بن عبدالملک نے جدید قلعہ 'غزالۂ' اور برجمہ کو عطیۃ کی سمت سے پیش قدمی کر کے فتح کیا۔

نیز اسی سال قتیبہ نے شاہ خام حمر و کو قتل کرنے کے بعد شاہ خوارزم سے صلح کی تجدید کی۔ اس واقعہ کی تفصیل اور اسباب حسب ذیل ہیں۔

شاہ خوارزم سے صلح کی تفصیل

چونکہ بادشاہ خوارزم بہت ضعیف تھا اس لیے اس کے چھوٹے بھائی خرزاد نے انتظام سلطنت پر کلیتہ قبضہ کر رکھا تھا جیسا چاہتا کرتا۔ اگر اسے خبر لگتی کہ بادشاہ کے طرف داروں میں سے کسی کے پاس کوئی حسین لونڈی عمدہ سواری کا جانور یا کوئی بیش بہا چیز ہے فوراً اس پر قبضہ کر لیتا حتی کہ اسے اگر معلوم ہوتا کہ کسی شخص کی لڑکی یا بیوی یا بہن خوبصورت ہے تو اسے بھی زبردستی اٹھوالیتا غرض کہ جس چیز کو چاہتا اس پر قبضہ کر لیتا اور جسے چاہتا زندان میں ڈال دیتا۔ کسی شخص کی طاقت نہ تھی کہ اس سے مقابلہ کرے بلکہ خود بادشاہ بھی اس کے سامنے بے بس ہو گیا تھا جب بھی بادشاہ سے اس کی حرکات کی شکایت کی جاتی تو وہ اپنی لاچاری ظاہر کر دیتا تاہم اس تمام اقتدار اور مستبدانہ حکومت کے باوجود خرزاد بادشاہ سے بھی خفا رہتا تھا۔ جب ان حالات نے طول کھینچا تو بادشاہ نے قتیبہ کو اپنے علاقے میں آنے کی دعوت دی تاکہ وہ اپنی ریاست ان کے حوالے کر دے اور اس لیے اس نے خوارزم کے شہروں کی تین طلائی کی کنجیاں بھی اس کے پاس بھیج دیں اور یہ شرط لگائی کہ جب آپ میرے علاقے پر قبضہ کر لیں تو میرے بھائی اور میرے دوسرے مخالفین کو میرے حوالے کر دیجیے گا تاکہ میں ان کے ساتھ جیسا چاہوں سلوک کروں۔

بادشاہ نے یہ پیغام اپنے ایک قاصد کے ذریعہ بھیجا اور اس کی اطلاع اپنے کسی امیر یا سردار کو نہیں دی آخر موسم سرما میں جب کہ جہاد کا موسم شروع ہو جاتا تھا یہ قاصد قتیبہ کے پاس آیا قتیبہ پہلے ہی سے جہاد کی تیاری کر چکا تھا اب قتیبہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ سغد پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے مگر دراصل اس کا نشانہ خوارزم تھا بادشاہ خوارزم کا قاصد اپنے فرض کو کامیاب حد تک پہنچانے کے بعد خوارزم واپس چلا گیا قتیبہ نے مسلم کے آزاد کردہ غلام ثابت الاعور کو مرو کو گورنر مقرر کیا اور خود جہاد کے لیے روانہ ہوا۔

دوسری جانب بادشاہ نے اپنے تمام دوستوں روساء زمیندار۔ اور علماء کو اپنے ساتھ عیش ونشاط میں شریک ہونے کے بہانے خوارزم میں جمع کر لیا اور اپنے تمام احباب سے کہا کہ قتیبہ سغد پر چڑھائی کرنے کا اردہ کر رہا ہے اور ہم سے اس وقت لڑنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا آپ موسم بہار میں ہم مجلس شراب و نشاعت منعقد کریں۔ اور پھر یا لڑائیں۔ چنانچہ یہ تمام سردار شراب خوری اور عیش ونشاط میں منہمک ہو گئے اور جنگ سے بالکل بے خطر تھے۔

ترکوں کو قتیبہ کی پیش قدمی کا اس وقت علم ہوا جب کہ اس نے ہزار سپ میں پہنچ کر دریا کے اس کنارے خیمے ڈال دیئے بادشاہ خوارزم نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے سب نے کہا کہ ہم اس سے لڑیں گے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ اس کے مقابلے میں وہ لوگ عاجز رہ گئے اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے جو ہم سے کہیں زبردست اور طاقتور تھے۔ میری یہ رائے ہے کہ ہم کچھ دے دلا کر اسے اس سال تو یہاں سے ٹال دیں۔ آئندہ سال دیکھا جائے گا۔ سب نے کہا کہ ہم آپ کے ہم خیال ہیں۔

چنانچہ بادشاہ خوارزم سے چل کر مدینۃ الفیل میں آکر جو دریا کے اس پار واقع ہے قیام پزیر ہوا۔ (خوارزم کے اصل میں تین مختلف شہر ہیں جو ایک ہی حصار میں واقع ہیں ان تینوں میں مدینۃ الفیل سب سے زیادہ مستحکم ہے)۔

اب قتیبہ تو ہزار سپ میں دریا کے اس کنارے فروکش تھا۔ اور بادشاہ مدینۃ الفیل میں اس پار مقیم ہو گیا

۔دونوں کے درمیان دریائے بلخ موج زن تھا۔مگر قتیبہ کو اس دریا کے عبور کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دس ہزار لونڈی غلام اور بہت سے جواہرات اور روپیہ ادائیگی پر دونوں میں صلح ہوگئی۔

یہ بھی شرط طے پائی کہ قتیبہ بادشاہ خوارزم کی شاہ خام جرد کے مقابلے میں اعانت کرے اور نیز وہ بات پوری کرے جس کے متعلق اس نے قتیبہ کو پہلے ہی لکھ دیا تھا۔قتیبہ نے ان دونوں باتوں کو منظور کرلیا۔اور انھیں پورا کیا

۔

قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو شاہ خام جرد کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جو ہمیشہ بادشاہ خورزم سے برسر جدال وقتال رہتا تھا۔عبدالرحمٰن نے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔اور چار ہزار قیدی وہاں سے اپنے ساتھ لایا۔جب یہ قیدی قتیبہ کے پاس آئے۔قتیبہ نے منظر عام پر تخت بچھوایا۔اور دربار عام کیا اور پھر قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ایک ہزار اس کے داہنی جانب ایک ہزار بائیں جانب ایک ہزار سامنے اور ایک ہزار پیچھے قتل کردیئے گئے۔

مہلب بن ایاس کہتے ہیں کہ اس روز قیدیوں کے قتل کرنے کے لیے بڑے بڑے سرداروں کی تلواریں مانگی گئیں ان میں سے بعض ایسی ناکارہ بھی تھیں جن سے نکٹے کی ناک بھی نہ کٹ سکتی تھی۔لوگوں نے میری بھی تلوار مانگ لی یہ ایسی بلائے بے درماں تھی کہ جس پر پڑتی اس میں سے صاف نکل جاتی میری تلوار کی اس کاٹ کو دیکھ کر قتیبہ کے خاندان والے جلنے لگے۔یہ دیکھتے ہی میں نے قاتل کی طرف زرا پلک ماردی کہ ہاتھ ڈھیلا رکھے چنانچہ اس نے ہاتھ ذرا ڈھیلا کیا کہ تلوار مقتول کے اگلے دانتوں پر پڑی جس سے اس میں دندانے پڑ گئے۔

ابوالذیال کہتے ہیں کہ وہ تلوار اب بھی میرے پاس ہے۔قتیبہ نے خرزاد اور ان دوسرے لوگوں کو جو بادشاہ خوارزم کے مخالف تھے بادشاہ کے حوالے کردیا بادشاہ نے ان سب کو قتل کرادیا اور ان کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا اور اسے قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔قتیبہ شہرالفیل میں داخل ہوا۔اور بادشاہ سے وہ زروجنس معاوضہ لے کر جس پر صلح ہوئی تھی پھر ہزار سپ واپس آگیا۔

باہلی یہ کہتے ہیں کہ خوارزم سے قتیبہ کو ایک لاکھ لونڈی غلام ملے۔

فتح سمرقند

اسی سال ۹۲ھ ہجری میں قتیبہ کے خاص دوستوں نے اس سے کہا کہ چانکہ تمام لوگ سیستان جیسے دور دراز ممالک سے آئے ہیں سب تھکے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ اس سال آپ جہاد پر نہ جائیں۔بلکہ تمام لوگوں کو آرام کرنے دیجیے۔

قتیبہ نے اس درخواست کو مسترد کردیا۔اور اہل خوارزم سے صلح کر کے سغد کی طرف بڑھا اسی برس قتیبہ نے خوارزم سے واپسی میں سمرقند پر حملہ کیا۔اور اسے فتح کیا۔

واقعہ کی تفصیل

شاہ خوارزم سے صلح کے بعد قتیبہ نے تمام زروسامان اور معاوضہ پر قبضہ کرلیا تو مجسر بن مزاحم السلمی نے قتیبہ سے کہا کہ میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں قتیبہ نے دیگر تمام لوگوں کو ہٹادیا۔اور اب صرف وہ دونوں رہ گئے مجسر نے کہا کہ اگر آپ کا سغد پر فوج کشی کرنے کا کبھی اردہ ہو تو اس کے لیے آج سے زیادہ بہتر موقع

آپ کو پھر کبھی نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ اہل سغد کو یہ اطمینان ہے کہ اس سال تو آپ ان پر حملہ نہ کریں گے اور اب ان کے اور آپ کے درمیان صرف دس دن کا فاصلہ ہے۔

قتیبہ نے پوچھا کہ کیا کسی اور شخص نے تمھیں یہ مشورہ دیا ہے؟ مجسر نے کہا نہیں۔ قتیبہ نے پوچھا کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مجسر نے کہا نہیں۔ قتیبہ نے کہا اب اگر کسی اور سے اس کا ذکر بھی کرو گے تو یاد رکھو کہ میں تمھیں تہ تیغ کر دوں گا۔

قتیبہ نے اس روز تو اسی جگہ قیام کیا۔ دوسرے دن عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ تم سواروں اور تیراندازوں کو اپنے ساتھ لے کر مرو روانہ ہو جاؤ۔ اور تمام سامان واسباب کو اپنے آگے بھیج دو۔ چنانچہ سامان سب سے پہلے روانہ کر دیا گیا۔ اس کے پیچھے عبدالرحمٰن بھی مرو روانہ ہو گیا۔ اور اس تمام دن عبدالرحمٰن مرو کی طرف چلتا رہا۔

شام کے وقت قتیبہ نے عبدالرحمٰن کو لکھا کل صبح کے وقت سامان تو مرو بھیج دینا اور تم خود مقدمۃ الجیش اور تیر اندازوں کو لے کر سغد کی طرف روانہ ہو جانا۔ تمام کاروائی نہایت راز میں کی جائے۔ اور میں خود تمھارے پیچھے آتا ہوں۔

عبدالرحمٰن کو جب یہ حکم ملا۔ اس نے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سامان کو مرو لے جائیں اور خود حکم کے مطابق سغد کی طرف چلا۔

قتیبہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ہاتھوں اس شہر کو ایسے وقت میں سر کرا دیا ہے جب کہ جہاد اور فوجی کاروائیاں کرنا ممکن نہ تھا۔ اب سغد ہمارے سامنے ہے۔ وہاں مدافعت کا کوئی بھی سامان نہیں ہے۔ پہلے سغد نے اس عہد کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان ہوا تھا۔ اور وہ زرفدیہ بھی نہیں دیا جس کی ادائیگی کی شرط پر ہم نے طرخون سے صلح کی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جو عہد کو توڑتا ہے تو اس کا خمیازہ خود ہی اسی کو بھگتنا پڑتا ہے'' اس لیے اب اللہ کا نام لے کر بڑھو۔ اور مجھے توقع ہے کہ سغد اور خوارزم کی ویسی ہی بربادی ہوگی جیسی بنی نظیر اور بنو قریظہ کی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

''واخری لم تقدروا علیها قد احاط الله بها''.

() اور دوسرا وہ مقام جس پر تمھاری دسترس نہ ہو سکی اللہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے غرض یہ کہ قتیبہ سغد آیا۔ عبدالرحمٰن پہلے ہی بیس ہزار فوج کے ساتھ سغد کے سامنے پہنچ چکا تھا قتیبہ عبدالرحمٰن کے وہاں پہنچنے کے تین یا چار دن بعد اہل بخارا اور خوارزم کے ساتھ پہنچا۔ سغد پہنچ کر کلام پاک کی یہ آیت پڑھی۔

انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين

() ہم جب کسی قوم کے سامنے اس کے میدان میں اترے تو ڈرائے جانے والوں کی صبح ان پر بہت بری گذری۔

ایک ماہ تک قتیبہ نے ان کا محاصرہ جاری رکھا اور ایک سمت سے گھس کر کئی مرتبہ دشمنوں سے برسر پیکار بھی ہوا۔ اہل سغد کو محاصرہ کے طویل ہونے کا خوف ہوا انھوں نے ملک الاشاش اور اخشاذ فرغانہ کو لکھا کہ اگر عربوں کو ہمارے مقابلے میں فتح ہو گئی تو جس لیے انھوں نے ہم پر چڑھائی کی ہے اسی بناء پر یہ تم پر بھی اپنا دست آز دراز کر دیں گے۔ اس لیے اب آپ لوگ خود اپنی فکر کر لیجیے۔

اس تحریر کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان دونوں بادشاہوں نے ان کی امداد کے لیے عربوں سے جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا اور اہل سغد کو اطلاع دی کہ تم کسی جماعت کو ان سے لڑنے کے لیے بھیج دو تا کہ وہ اس جماعت سے مصروف کارزار رہیں اور ہم بے خبری میں ان پر شب خون مارتے ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے اپنے یہاں کے روساء اور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹوں اور رسورماؤں کو مسلمانوں کے لشکر گاہ پر شب خون مارنے کے لیے روانہ کیا مگر مسلمانوں کے مخبروں نے فوراً اس کی خبر قتیبہ کو دی قتیبہ نے ان کے توڑ کے لیے اپنی فوج سے تین سو یا چھ سو بڑے جوان مرد شمشیر زن منتخب کیے اور صالح بن مسلم کو ان کا افسر مقرر کر کے حکم دیا کہ اس راستہ پر جہاں سے مخالف جماعت کی پیش قدمی کا خوف ہے کمین گاہوں میں مناسب مقامات پر چھپ جائیں۔

صالح نے اب پھر دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع یابی کے لیے مخبر روانہ کیا اور خود اپنے اصل لشکر گاہ سے دوفرسخ کے فاصلہ پر ٹھہر گیا مخبروں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ آج ہی رات دشمن تم پر حملہ کرے گا۔

صالح نے اپنے رسالہ کو تین دستوں پر تقسیم کر کے دو دستوں کو تو کمین گاہوں میں چھپا دیا ایک دستہ لے کر خود ان کی مزاحمت کے لیے راستہ پر جم گیا۔

پردہ شب میں مشرک مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مگر انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ صالح ہماری گھات میں بیٹھا ہوا ہے اس لیے وہ اس خوف کے بغیر کہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تک پہنچنے سے پہلے ہماری کسی قسم کی کوئی مزاحمت کی جائے گی بڑھتے چلے آئے۔ صالح نے اس بے خبری کی حالت میں ان پر حملہ کیا۔ اور جب دونوں فریقوں میں خوب نیزہ بازی شروع ہوگئی تو اب وہ دو دستے بھی جو پہلے سے کمین گاہوں میں پوشیدہ تھے نکل آئے اور لڑائی میں شریک ہو گئے

-

مشرک اس قدر بے جگری اور دلیری سے لڑے جس کی مثال اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی۔ آخر دم تک لڑتے رہے بھاگنے کا نام تک نہیں لیا اکثر میدان جنگ میں کھیت رہے اور بہت تھوڑے سے بھاگ کر بچ سکے مسلمانوں نے ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے سر کاٹ ڈالے۔ اور جو تھوڑے گرفتار ہوئے تھے جب ان سے مقتولین کی شخصیت دریافت کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان میں سب کے سب شہزادے اور بڑے بڑے رئیسوں کے لڑکے تھے۔ یا مشہور بہادر رسورما تھے۔ ان قیدیوں نے یہ بھی کہا کہ ان میں ہر شخص سو آدمیوں کے برابر تھا۔

مسلمانوں نے ان کے نام ان کے کانوں پر لکھ دیئے صبح کو لشکر گاہ میں آئے ہر شخص اپنے ہاتھ میں ایک سر لٹکائے ہوئے تھا جس پر اس مقتول کا نام لکھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو نہایت ہی عمدہ عمدہ گھوڑے مال غنیمت میں ملے۔ یہ سب چیزیں انھوں نے قتیبہ کو دے دیں۔

اس واقعہ نے اہل سغد کے حوصلے پست کر دیئے اب قتیبہ نے ایک طرف تو شہر پر منجنیقیں نصب کر دیں اور ان سے سنگ اندازی شروع کی اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے جنگ بھی کرتا رہا اور ایک گھڑی کے لیے جنگ میں ڈھیل نہ دیتا تھا۔ بخارا اور خوارزم والے جو ان کے ہمراہ تھے وہ بھی نہایت خلوص اور تن دہی سے لڑے خوب داد شجاعت دی اور بے جگری سے اپنی جانیں مسلمانوں کے لیے لڑا دیں مگر جنگ کا تصفیہ اب تک نہ ہوا تھا۔ کہ غوزک نے قتیبہ سے کہلا بھیجا کہ آپ میرا مقابلہ میرے ہی خاندان اور عزیزوں سے جو عجمی ہیں کر رہے ہیں اس میں آپ کی کیا بہادری ہے

صرف عربوں کو مقابلہ پر بھیجو تو مزا چکھایا جائے۔قتیبہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اس نے جدلی کو بلا کر حکم دیا کہ فوج کا معائنہ کرو اوران میں سے جو بہادر ہوں ان کا انتخاب کرو غرض کہ تمام فوج معائنہ کے لیے حاضر کی گئی خود قتیبہ ہی نے معائنہ کرنا شروع کیا جو لوگ کہ تمام قبیلوں سے علیحدہ علیحدہ واقف تھے انھیں اپنے پاس بلا لیا اب خود قتیبہ ایک ایک شخص کو پکارتا جاتا تھا اور اس کے متعلق جاننے والوں سے پوچھتا تھا شناسا شخص جس کے متعلق کہتا کہ یہ بہادر ہے بعض کے متعلق کہتا کہ یہ متوسط درجے کا آدمی ہے بعضوں کو کہتا کہ یہ بزدل ہیں اسی پر قتیبہ نے بزدلوں کا نام گدھیاں رکھ دیا اور ان کے گھوڑے اور عمدہ ہتھیار چھین کر بہادروں اور دوسرے متوسط درجہ کے لوگوں کو دے دیئے اور برے معمولی قسم کے ہتھیار ان بزدلوں کو بانٹ دیئے۔

اب قتیبہ اس منتخب فوج کے ساتھ قلعہ پر حملہ آور ہوا رسالہ رسالہ سے پیدل سپاہ سے دست وگریبان ہوگئی منجنیقیں نصب تھیں ان سے شہر پر سنگ اندازی کی گئی اور فصیل میں ایک شگاف بھی پڑ گیا مگر محصورین نے اسے فوراً جوار کی لئی سے مسدود کر دیا اور ایک شخص نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر قتیبہ کو گالیاں دیں قتیبہ کے ہمراہ کچھ تیر بھی تھے قتیبہ نے ان سے کہا کہ اپنے میں سے دو آدمی چن لو چنانچہ دو آدمیوں کے متعلق کہا گیا کہ یہ ہی سب سے بڑھ کر تیرانداز ہیں قتیبہ نے ان سے کہا کہ تم میں سے جو شخص اس کافر کو تیر مار کر ہلاک کر دے گا اسے دس ہزار درہم انعام دیا جائے گا اور اگر تیر خطا گیا تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے ان دونوں میں سے ایک تو ذرا ہچکچایا مگر دوسرے نے آگے بڑھ کر ایسا تاک کر تیر مارا کہ اس کافر کی ٹھیک آنکھ میں جا کر لگا قتیبہ نے اسے دس ہزار درہم دینے کا حکم دے دیا۔

قتیبہ کے تیراندازوں کے دستہ کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جب ہم نے شہر فتح کر لیا تو میں فصیل کے اس مقام پر آیا جہاں اس کافر کو تیر مارا گیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ مردہ پڑا ہے اور تیر اس کی آنکھ کو چھید کر گدی کے پیچھے سے نکل گیا تھا۔

دوسرے دن پھر شہر پر سنگ باری کی گئی اور ایک شگاف ڈال دیا گیا قتیبہ نے حکم دیا کہ اسی شگاف پر جمے رہو اور جس طرح بھی اپنے اس مقام سے شہر میں گھس جاؤ غرض کہ مسلمان لڑتے لڑتے اس شگاف تک پہنچ گئے۔اسی اثناء میں اہل سغد برابر مسلمانوں پر تیروں کی بارش برساتے رہے اور ان کی یہ حالت تھی کہ اپنی ڈھالوں کو تیروں کے خوف سے آنکھ کے آگے رکھ کر حملہ کرتے تھے جب مسلمان اس شگاف پر پہنچ گئے تو کفار نے درخواست کی کہ آج تو آپ واپس چلے جائیں کل ہم صلح ہی کر لیتے ہیں۔

باہلی یہ کہتے ہیں کہ قتیبہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔اور کہا کہ اب جب کہ ہم نے اس شگاف پر قبضہ کر لیا ہے۔اور ہماری منجنیقیں ان کے شہر اور ان کی سرحدوں پر گرج رہی ہیں ہمارا صلح کرنا بے معنی ہے مگر دوسرے لوگوں کا یہ بیان ہے کہ قتیبہ نے اپنی فوج سے کہا کہ اچھا آپ لوگ بھی تنگ آ گئے ہیں بہتر ہے کہ اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کر کے واپس ہو جایئے چنانچہ سب واپس پلٹ آئے۔دوسرے دن بارہ لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح ہو گئی۔اور یہ بھی شرط ہوئی تھی کہ تیس ہزار لونڈی غلام مسلمانوں کو دیئے جائیں مگر ان میں کوئی بچہ یا بوڑھا نہ ہو۔اور نہ کوئی ایسا ہو جس میں کوئی عیب ہو۔اور شہر قتیبہ کے لیے خالی کر دیا جائے۔اس میں کوئی جنگجو آدمی نہ رہے۔ایک مسجد بنوائی جائے تا کہ قتیبہ اس میں نماز پڑھے۔ایک منبر رکھا جائے تا کہ اس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جائے۔اور پھر کھانا کھا کر واپس چلا

آ ئے۔

جب شرائط صلح طے ہو گئی تو قتیبہ نے اپنی فوج کے پانچوں دستوں میں سے دو شخصوں کو منتخب کر کے اس غرض سے شہر میں بھیجا کہ یہ شرائط صلح کی عملاً تکمیل کرالیں چنانچہ ان لوگوں نے ہر قسم کے معاوضہ پر قبضہ کر لیا۔ جب تیس ہزار لونڈی غلام بھی آ گئے تو قتیبہ کہنے لگا کہ اب ان کفار کی اچھی طرح توہین و تذلیل ہوئی۔ کیونکہ اب ان کے اعزاء اور اولاد تمھارے قبضے میں آ گئی ہے۔

حسب شرائط صلح مدافعین نے شہر خالی کر دیا۔ مسجد بنادی اور منبر رکھ دیا۔ قتیبہ چار ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ مسجد میں آ کر نماز پڑھی۔ خطبہ دیا اور پھر کھانا کھایا۔ اس کے بعد اہل سغد سے کہلا بھیجا کہ جو شخص اپنا مال و اسباب یہاں سے لے جانا چاہے لے جائے۔ کیونکہ اب میں تو شہر سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اور یہ بھی رعایت ہے جو میں تمھارے ساتھ کر رہا ہوں اور میں تم سے اس معاوضہ کے علاوہ جس کا صلح میں تصفیہ ہوا ہے اور کچھ نہیں مانگتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اب یہاں فوج رکھی جائے گی۔

باہلی یہ بیان کرتے ہیں کہ قتیبہ نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اسے ایک لاکھ لونڈی غلام، تمام آتش کدے، اور بتوں کے زیور دیئے جائیں۔ چنانچہ ان اشیاء پر اس نے قبضہ بھی کر لیا۔ جب تمام بت اس کے سامنے لائے گئے تو پہلے جس قدر جواہرات اور زیور ان پر تھے وہ سب اتار لیے گئے اور سب اوپر تلے رکھے گئے۔ تو ایک محل کے برابر اس کا ڈھیر لگ گیا۔ قتیبہ نے ان کے جلانے کا حکم دیا۔ اس پر عجمی کہنے لگے کہ ان بتوں میں بعض ایسے دیوتا بھی ہیں کہ جو شخص انھیں جلائے گا خود تباہ ہو جائے گا۔ قتیبہ نے کہا اچھا میں خود انھیں اپنے ہاتھ سے جلاتا ہوں غوزک نے دوزانو بیٹھ کر عرض کی کہ آپ مجھ پر احسان کریں اور ان بتوں کو نہ جلائیں۔ مگر قتیبہ نے ایک نہ سنی۔ انگارہ منگوایا اسے ہاتھ میں لے کر تکبیر کہتا ہوا بڑھا۔ اور آگ لگا دی اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی اس کی اقتداء کی، جلنے کے بعد بھی ان بتوں میں سے پچاس ہزار مثقال سونا اور چاندی برآمد ہوئی۔ شہر سے بڑی بڑی تانبے کی دیگیں نکلوائیں گئیں۔ انھیں دیکھ کر قتیبہ نے حضین سے پوچھا کہیے کیا رقاش کے پاس بھی ایسی دیگیں تھیں۔ حضین نے کہا کہ اس کے پاس تو نہ تھیں البتہ عسیلان کے پاس ایک دیگ اتنی بڑی تھی جیسی کہ یہ ہیں۔ قتیبہ ہنسنے لگا اور کہا تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ کفار عجم قتیبہ پر بدعہدی کا الزام لگاتے تھے۔ کہ اس نے خوارزم اور سمرقند والوں سے جو وعدہ امان کیا تھا اسے پورا نہیں کیا۔

شہر سغد میں جو لونڈیاں مال غنیمت میں ملیں ان میں یزدجرد کے کسی لڑکے کی ایک بیٹی بھی تھی۔ قتیبہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا اس کے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ بھی دوغلہ سمجھا جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہاں اپنے باپ کی طرف سے دوغلا ہوگا۔ قتیبہ نے اس شہزادی کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے اسے ولید کے پاس بھیج دیا اور پھر اس کے بطن سے یزید بن ولید پیدا ہوا۔

دیگر عجمی فوجوں کی سرکوبی

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب غوزک نے دیکھا کہ قتیبہ محاصرہ کی گرفت کو روز بروز زیادہ کرتا جا رہا ہے اس نے شاہان شاش اخشاد فرغانہ، اور خاقان سے امداد طلب کی۔ اور لکھا کہ اس وقت ہم آپ کے اور عربوں کے

درمیان حائل ہیں۔ اگر عربوں نے ہم پر فتح پالی اور ہمارے ملک پر قبضہ کرلیا تو آپ لوگوں کی بھی خیر نہیں۔ آپ ہم سے بھی زیادہ ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ ہی موقع ہے کہ آپ لوگ اپنی پوری طاقت ہماری اعانت میں صرف کیجیے۔

ان بادشاہوں نے درخواست پر غور کیا اور یہ مشورہ کیا کہ اگر ہم نے اپنی معمولی فوج امداد کے لیے بھیج دی تو وہ کچھ زیادہ کارآمد نہ ہوگی۔ کیونکہ اپنے فرائض اور آئندہ مصیبتوں کا انھیں اس قدر احساس نہیں ہے۔ جس قدر کہ ہمیں ہوسکتا ہے۔ ہم فرماں روا ہیں۔ ہم سے امداد طلب کی گئی ہے۔ اس لیے ہمیں ہی امداد دینی چاہیے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے شہزادوں اور اپنے ہی خاندان کے بہادر نوجوانوں کو منتخب کیا اور خاقان کے ایک لڑکے کو اس جماعت کا سردار مقرر کر کے قتیبہ کے فوجی پڑاؤ پر شب خون مارنے کے لیے روانہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ چونکہ مسلمان تو شہر سغد کے محاصرہ میں مصروف ہیں لشکر گاہ کی جانب سے بے خبر ہوں گے اس لیے یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

غرض کہ اب یہ منتخب جماعت مسلمانوں کے لشکر گاہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ دوسری جانب قتیبہ کو بھی دشمن کے اس ارادہ کی خبر ہو چکی تھی۔ اس نے بھی اپنی فوج کے خاص خاص لوگوں کو منتخب کیا۔ شعبہ بن ظہیر اور زہیر بن حیان بھی اس منتخب کردہ میں تھے۔ اس طرح چار سو بہادر چنے گئے۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ آپ کے دشمن اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور اعانت کی ہے۔ مگر اب انھوں نے اپنے بڑے بڑے روساء اور شہزادوں کو منتخب کر کے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ دھوکہ سے ہماری لشکر گاہ پر شب خون ماریں ۔عرب کے آپ ہی لوگ سردار اور بہادر ہیں۔ اس کے علاوہ خداوند عالم نے اپنا دین مبین دے کر بھی آپ کی عزت افزائی کی ہے۔ اس لیے اب آپ اللہ کی راہ میں پوری طرح دادِ مردانگی دیجیے۔ تاکہ آپ ثواب کے مستحق ہوں اور اپنی خاندانی شرافت وعزت وشجاعت کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کیجیے۔ قتیبہ نے پہلے ہی سے دشمن کی نقل وحرکت کی دیکھ بھال کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اب دشمن اتنے قریب آگیا ہے کہ وہ آج رات ہمارے پڑاؤ تک پہنچ جائے گا' وہ ان لوگوں کے پاس آیا جنھیں اس نے اس جماعت کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا تھا ۔اور ہر ایک شخص کو خدا کی راہ میں جہاد اور اظہارِ شجاعت کے لیے ابھارتا رہا۔ پھر صالح بن مسلم کو اس جماعت کا سردار مقرر کیا۔

مغرب کے وقت یہ خاص دستہ اصل لشکر گاہ کی طرف رونہ ہوا۔ چلتے چلتے قتیبہ کی لشکر گاہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر اس راستہ پر جہاں سے دشمن کے آنے کا یقین تھا یہ جماعت ٹھہر گئی۔ صالح نے اپنی فوج کے مختلف دستے کر دیئے' ایک کو اپنے بائیں جانب۔ ایک کو اپنی داہنی جانب کمین گاہوں میں چھپا دیا۔ اور خود مقابلہ کے لیے بر سرِ راہ ٹھہر گیا۔ نصف یا تین پہر رات گزری ہوگی کہ دشمن اپنی پوری تربیت اور رفتار میں تیزی اور اور بالکل خاموشی کے ساتھ بڑھتا ہوا اس مقام پر پہنچا صالح پہلے ہی سے رسالہ لیے تیار تھا۔ دشمن نے صالح کو دیکھتے ہی حملہ کیا۔ اور نیزہ بازی شروع ہوگئی تو مسلمانوں کے رسالے کے دونوں وہ دستے بھی داہنی اور بائیں جانب کمین گاہوں سے عقاب کے دو بازوؤں کی طرح فوراً نکل کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ہر چیز خاموش تھی۔ فضا آسانی پر سناٹا چھایا ہوا تھا اب صرف ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی مگر کوئی شک نہیں کہ کفار نے خوب ہی دادِ مردانگی دی۔ اور اس بے جگری سے لڑے

کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک شخص جو اس معرکہ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جب ہم نے نیزہ اور شمشیر چلا رہے تھے تو میں نے رات کی اندھیاری میں قتیبہ کو دیکھا اس وقت میں نے ایک ایسا بہترین وار کیا تھا کہ میں خود اپنی تعریف کرر ہا تھا۔ جب میں نے قتیبہ کو دیکھا تو ان سے کہا کہ میرے باپ اور ماں آپ پر سے صدقہ وقربان ہو جائیں۔ فرمایئے کہ میں نے کیا خوب ہاتھ مارا ہے؟ قتیبہ نے کہا خاموش رہ۔ خدا تیرا منہ توڑ دے بہرحال ہم نے لڑتے لڑتے ان کے بیشتر بہادروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ان میں سے صرف معدودے چند بچے۔ اب ہم نے مقتولین کے لباس اور ہتھیار کو اتارنا شروع کیا ان کے سر کاٹ لیے۔ صبح کے وقت جب ہم اپنے لشکر گاہ کی طرف واپس پلٹے ہمارا عجیب وغریب منظر تھا۔ اور کبھی کوئی جماعت یہ یہ چیزیں لے کر واپس نہ آئی ہوگی۔ جو اس روز لے کر آئے تھے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مشہور آدمی کا سر اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھا۔ یا کسی قیدی کو ڈوری سے باندھے ہوئے لا رہا تھا۔

مجاہدین کو انعام واکرام

یہ تمام سر ہم قتیبہ کے پاس لے کر آئے' قتیبہ نے دیکھ کر کہا خدا تمھیں اس کی جزائے خیر دے۔ اس نے مجھے بغیر کسی بات کا اظہار کیے بہت کچھ انعام واکرام دیا۔ میرے ساتھ ہی حیان العدوی اور حلیس الشیبانی کو بھی انعام واکرام دیا۔ اس پر میں نے خیال کیا کہ ان کے ساتھ یہ جو خاص مراعات کی جارہی ہیں اس کی وجہ یہ ہی ہوگی کہ قتیبہ نے ان لوگوں کی شجاعت کا بھی کوئی ایسا ہی خاص کارنامہ خود دیکھا ہوگا جیسا کہ اس نے میرا دیکھا تھا۔

اس واقعہ نے اہل سغد کی کمر توڑ دی۔ ان کی رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھر گیا تھا۔ چاروناچار صلح کی درخواست کی۔ اور زر معاوضہ پیش کیا۔ مگر قتیبہ نے صلح کی درخواست مسترد کر دی۔ اور کہا کہ میں طرخون کا بدلہ لوں گا۔ وہ میرا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا۔ جس کی جان کی حفاظت کا میں نے عہد کیا تھا۔

جب محاصرہ نے طول کھینچا اور شہر کی فصیل میں ایک شگاف کر دیا گیا تو ایک شخص نے اس مقام پر آکر نہایت شستہ عربی میں قتیبہ کو گالیاں دینا شروع کیں۔ عمرو بن ابی زہدم کہتا ہے کہ ہم لوگ قتیبہ کے پاس کھڑے تھے۔ جب ہم نے یہ گالیاں سنیں تو ہم وہاں سے جلدی سے نکل کر باہر آئے۔ اور عرصہ تک کھڑے رہے۔ مگر وہ شخص برابر قتیبہ کو گالیاں دیتا رہا۔ میں قتیبہ کے شامیانے میں آیا دیکھا کہ قتیبہ ایک رومال باندھے بیٹھا ہے اور چپکے چپکے اپنے آپ سے یہ باتیں کر رہا ہے۔ کہ اے سمرقند کب تک شیطان تجھ میں مزے اڑاتا رہے گا۔ اگر خدا نے چاہا تو کل صبح میں تیرے باشندوں کے خلاف اپنی انتہائی کوشش صرف کروں گا۔ یہ جملے سن کر میں اپنے اور ساتھیوں کے پاس چلا آیا۔ اور ان سے بیان کیا کہ اب خیر نہیں۔ دیکھیے کہ کل کتنے بہادروں کی جانیں طرفین سے جائیں گی۔ اور بیان کیا کہ اس طرح قتیبہ چپکے چپکے اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ جب قتیبہ جہاد کے لیے روانہ ہوا تو دریا کو اپنے داہنی جانب چھوڑ کر بخارا آیا۔ پہلے اہل بخارا کو اپنے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اور اس مقام پر ترکوں کے بادشاہ غوزک نے جس کے ہمراہ ترک' اہل شاش اور فرغانہ کی ایک کثیر تعداد تھی قتیبہ کا مقابلہ کیا۔ کفار اور مسلمانوں کے درمیان اگرچہ کئی بار مختصر سی جھڑپ ہوئی مگر کوئی بڑی فیصلہ کن جنگ نہیں ہوئی مگر ان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ اور

کفار برابر پیچھے ہٹتے گئے۔اسی طرح مسلمان بڑھتے بڑھتے سمرقند کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں البتہ دونوں حریفوں میں اصلی معنی میں مقابلہ ہوا پہلے تو اہل سغد نے مسلمانوں پر نہایت ہی جرائت اور بے جگری سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔اور بڑھتے ہوئے مسلمانوں کی لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔مگر پھر مسلمانوں نے جوابی حملہ کر کے کفار کو پھر ان کی لشکر گاہ تک پسپا کر دیا۔اس معرکہ میں مشرکین کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور پھر شہر والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب کفار کے رسالہ نے مسلمانوں کے رسالہ پر حملہ کیا تو قتیبہ میدان جنگ میں کھلی جگہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔اور اپنی تلوار سے رومال باندھے ہوئے تھے کفار کا رسالہ مسلمانوں کو دباتا ہوا قتیبہ سے بھی آگے بڑھ آیا مگر قتیبہ ابھی رومال بھی نہ کھولنے پایا تھا کہ ہمارے رسالہ کے دونوں بازوؤں نے کفار کے اس رسالہ پر جس نے ہمارے قلب کو پسپا کر دیا تھا گھیرے میں لے کر حملہ کر دیا۔اسے شکست دی۔اور پھر انہی کے لشکر گاہ تک اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔اس روز مشرکین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔مسلمان سمرقند میں داخل ہو گئے باشندوں نے صلح کر لی۔

غوزک نے دعوت کے لیے کھانا پکوایا۔اور قتیبہ کو دعوت دی۔قتیبہ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر دعوت میں پہنچا۔اور کھانا کھانے کے بعد غوزک سے سمرقند کا مطالبہ کیا۔اور کہا کہ تم یہاں سے اپنا بوریا بستر باندھ کر نکل جاؤ۔اب غوزک مجبور تھا کیا کرتا۔سمرقند چھوڑ کر چلا گیا۔اس وقت قتیبہ نے کلام پاک کی یہ آیت تلاوت کی۔
خدا کی وہ ذات ہے کہ جس نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کر ڈالا اور ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا۔

خلیفہ وقت کو فتوحات کی خوشخبری

اس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے قتیبہ نے ایک شخص کو حجاج کے پاس بھیجا۔حجاج نے اس کو شام بھیج دیا تا کہ خلیفہ وقت کو اطلاع دیدے۔یہ شخص دمشق پہنچا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہی جامع دمشق میں آیا۔اس کے پاس ایک بوڑھا کمزور شخص بیٹھا ہوا تھا۔اس نے اس سے شام کی عام حالت دریافت کی اس ضعیف شخص نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اجنبی ہو۔اس نے کہا جی ہاں میں ابھی آیا ہوں۔اس شخص نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔قاصد نے کہا خراسان سے۔پھر اس نے پوچھا کیوں آئے ہو قاصد نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔اس ضعیف العمر شخص نے کہا خدا کی قسم تم نے خراسان کو بدعہدی اور دھوکہ سے فتح کیا ہے۔اور اے اہل خراسان تم وہ لوگ ہو کہ تم ہی بنی امیہ کی تباہی کا باعث ہو گے۔اور اس دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دو گے۔

سمرقند میں قتیبہ کے اہم احکامات

قتیبہ مرو واپس چلا آیا عبداللہ بن مسلم کو سمرقند پر اپنا جانشین مقرر کیا اور ایک زبردست فوج اس کے پاس متعین کر دی اور حکم دیا کہ کسی مشرک کو اس کے ہاتھ پر مہر لگائے بغیر شہر میں نہ آنے دینا اور صرف اس وقت تک اپنے شہر میں رہنے کی اجازت دینا جب تک کہ چکنی مٹی اس کے ہاتھ پر گیلی رہے اگر خشک ہو جانے کے بعد کوئی مشرک شہر میں پایا جائے تو اسے فوراً قتل کر دینا۔اسی طرح اگر کوئی چرایا ہوا خنجر وغیرہ اس کے پاس سے برآمد ہو تو بھی فوراً قتل کر دینا۔رات کو شہر کا دروازہ بند ہونے کے بعد اگر کوئی مشرک شہر میں نظر آئے اسے بھی مروا ڈالنا اور چونکہ اس نے ان

دونوں شہروں خوارزم اور سمرقند کو ایک ہی سال فتح کیا اس لیے قتیبہ کہنے لگا کہ اصل میں یہ دوڑ۔ دوڑ ہے نا کہ دو جنگلی گدھوں کے مقابلے کی دوڑ کیوں کہ مثل یہ ہے کہ اگر کوئی شہسوار ایک ہی دوڑ میں دو جنگلی گدھوں کو مار گرائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص دو جنگلی گدھوں کے درمیان دوڑا۔ پھر قتیبہ سمرقند سے واپس آ گیا۔

اہل خوارزم کی بغاوت کی کوشش

ایاس بن عبداللہ بن عمر خوارزم میں فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن مسلم کا آزاد کردہ غلام افسر مال وخزانہ تھا۔ ایاس بوڑھا اور ضعیف العمر شخص تھا۔ اہل خوارزم نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس کے خلاف اجتماع کیا۔ عبیداللہ نے اس واقعہ کی اطلاع قتیبہ کو دی۔ قتیبہ نے عبداللہ بن مسلم کو موسم سرما میں خوارزم کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ ایاس اور حیان النبطی کو سو سو درے لگوانا اور ان کے سر اور داڑھی کو منڈ واڈالنا البتہ عبداللہ بن عبداللہ کو اپنے خاص مشیروں میں شریک کر لینا۔ کیونکہ وہ ہمارے خاندان کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کی وفاداری بھروسہ کے قابل ہے۔

عبداللہ مرو سے روانہ ہو کر جب خوارزم کے قریب شاہراہ پر پہنچا۔ اس نے خفیہ طور پر ایاس کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ اور کہلا بھیجا کہ تم شہر چھوڑ کر فوراً کسی اور طرف چلے جاؤ۔ عبداللہ خوارزم آ گیا۔ اور اس نے حیان النبطی کو گرفتار کر کے اس کے سو درے لگوا دیے اور سر اور داڑھی منڈ وادی۔

مغیرہ بن عبداللہ کی خوارزم پر فوج کشی

عبداللہ کے بعد قتیبہ نے مغیرہ بن عبداللہ کو کچھ فوج کے ساتھ خوارزم بھیجا۔ اہل خورازم کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ جب مغیرہ خوارزم آ گیا تو ان لوگوں نے جن کے باپ چچاؤں کو بادشاہ خوارزم نے قتل کیا تھا اس موقع پر بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور امداد دینے سے صاف انکار کر دیا۔ خوارزم نے شاہ نے ترکوں کے علاقہ میں بھاگ کر پناہ لی۔ اور مغیرہ نے شہر میں آتے ہی جسے چاہا لونڈی غلام بنالیا اور جسے چاہا قتل کر ڈالا۔ بچنے والوں نے زرتاوان دے کر مغیرہ سے صلح کر لی۔ اس کارروائی کو کامیابی سے انجام تک پہنچا کر مغیرہ قتیبہ کے پاس چلا آیا۔ قتیبہ نے اسی کو خوارزم کا عامل بنا دیا۔

تارک بن زیاد کی معزولی

اس سال موسیٰ بن نصیر نے اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو اندلس کی سپہ سالاری سے معزول کر کے شہر طلیطلۃ بھیج دیا۔

واقعہ کی تفصیل

۹۳ ہجری میں موسیٰ بن نصیر طارق سے ناراض ہو گیا تھا اور ماہ رجب میں اس کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا۔ موسیٰ کے ہمراہ حبیب بن عقبہ بن نافع الفہری بھی تھا۔ قیروان سے روانہ ہوتے وقت موسیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور موسیٰ نے دس ہزار فوج کے ساتھ آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے اندلس کی سرزمین پر

قدم رکھا۔ طارق نے موسیٰ کا استقبال کیا اور اس کی ناراضگی کو دور کردیا۔ موسیٰ بھی طارق سے خوش ہوگیا۔ اور اسے طلیطلہ کی طرف جو اندلس کا ایک بڑا شہر ہے اور قرطبہ سے بیس روز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بھیج دیا۔ طارق کو اس شہر کی فتح میں حضرت سلیمان کا وہ دستر خوان بھی ملا جس میں اس قدر سونا و جواہرات لگا ہوا تھا کہ ان کی قیمت کا اندازہ بس خدا ہی خوب کر سکتا تھا۔

افریقہ میں قحط

اسی سال افریقہ میں سخت خشک سالی ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے قحط پڑا جس سے باشندوں کو بہت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ موسیٰ بن نصیر نے شہر سے باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھی۔ اور نصف انہار تک دعا میں مصروف رہا خطبہ بھی پڑھا۔ جب منبر سے اترنے لگا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ نے امیر المومنین کے لیے دعا نہیں مانگی؟ موسیٰ نے کہا کہ یہ وقت ان کے لیے دعا کرنے کا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف اجابت بخشا۔ اور اتنی بارش ہوگئی جس سے کچھ عرصہ کے لیے ان کی حالت سنبھلی رہی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی معزولی

اسی سال عمر بن عبدالعزیز مدینہ کی گورنری سے معزول کیے گئے۔ اس کا واقعہ کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کو حجاج کی شکایت لکھی کہ یہ بلاوجہ اور بلاقصور آپ کے تحت عہدادارو‌ں پر طرح طرح کا ظلم اور زیادتیاں کرتا ہے۔ حجاج کو بھی اطلاع مل گئی۔ اس نے ولید کو لکھا کہ اہل عراق میں جو لوگ ہمارے مخالف تھے۔ اور آپس میں پھوٹ اور نفاق ڈلوانا چاہتے تھے۔ وہ عراق سے جلاوطن کر دیئے گئے ہیں اور اب انہوں نے مکہ اور مدینہ میں جا کر پناہ لی ہے مگر اس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔

امارت مدینہ پر عثمان بن حیان کا تقرر

ولید نے حجاج کو لکھا کہ تم دو شخصوں کے نام میرے سامنے پیش کرو۔ حجاج نے عثمان بن حیان اور خالد بن عبداللہ کے نام پیش کر دیئے ولید نے خالد کو مکہ کا اور عثمان بن حیان کو مدینہ کا عامل مقرر کردیا۔ اور عمر بن عبدالعزیز کو برطرف کردیا۔ عمر بن عبدالعزیز مدینے سے روانہ ہو کر مقام سویدا میں ٹھہرے۔ مزاحم سے کہتے تھے کہ کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ تم ان لوگوں میں ہو جنھیں مدینہ طیبہ نے اپنے سے دور پھینک دیا۔

خبیب بن عبداللہ بن زبیر کا خاتمہ

اس سال ولید کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز نے خبیب بن عبداللہ بن الزبیر کو پٹوایا۔ اور ان کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پکھال چھڑوادی۔ عمر بن عبدالعزیز نے خبیب کے پچاس درے لگوائے۔ سخت سردی کے موسم میں پانی کی پکھال چھڑوادی اور دن بھر انہیں مسجد کے دروازے پر کھڑا رکھا اور اس صدمہ سے وہ جاں بحق ہوگئے۔

امیر حج عبدالعزیز بن ولید و عمال

عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک نے اس سال حج کرایا۔ اس سال سوائے مدینے کے اور باقی تمام شہروں

پر وہی لوگ افسر اعلیٰ رہے جو سن سابق میں تھے۔ البتہ مدینہ کے عامل عثمان بن حیان شعبان ۹۳ھ میں مقرر کئے گئے تھے۔ مگر واقدی کا بیان ہے کہ بجائے شعبان کے شوال ۹۴ھ میں دو دن پہلے عثمان مدینے کے عامل مقرر کئے گئے۔ بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز شعبان ۹۳ھ میں معزول ہوئے۔ جہاد کے لئے گئے وہاں سے چلتے وقت ابوبکر بن عمر بن حزم الانصاری کو اپنا قائم مقام بنا آئے اور عثمان مدینہ میں ۲۷ یا ۲۸ رمضان کو داخل ہوئے۔

۹۴ھ کے واقعات

اس سال عباس بن ولید نے رومیوں کے علاقے میں جہاد کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال اس نے انطاکیہ فتح کیا۔

نیز اسی سال عبدالعزیز بن ولید نے رومیوں کے علاقے پر جہاد کیا۔ اور بڑھتے بڑھتے شہر غزالہ تک پہنچ گیا۔ ولید بن ہشام المعطی علاقہ برج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ سوریہ تک جا پہنچا۔

اس سنہ میں شام میں زلزلہ آیا۔ محمد بن قاسم الثقفی نے ہندستان کو فتح کیا۔ اور قتیبہ نے علاقہ شاش اور فرغانہ پر چڑھائی کی اور خجندہ اور شاش تک جو ملک فرغانہ کے دو شہر ہیں جا پہنچا۔

قتیبہ کی خجندہ پر فوج کشی

۹۴ھ میں قتیبہ جہاد کے لئے روانہ ہوا، دریائے جیحون کو عبور کرنے کے بعد اس نے لازمی فوج کے طریقہ کار پر اہل بخارا، کس، نسف اور خوارزم سے بیس ہزار جنگجو سپاہی بھرتی کر لئے۔ یہ سب کے سب اس کے ہمراہ سغد آئے یہاں سے اور فوجیں تو شاش کی طرف بھیج دی گئیں۔ اور خود قتیبہ نے فرغانہ کا رخ کیا۔ چلتے چلتے خجندہ پہنچا۔ اہالی شہر نے اس کے مقابلے کے لئے تیاری کی۔ پے در پے کئی لڑائیاں حریفوں میں ہوئیں۔ مگر ہر معرکہ میں فتح نے مسلمانوں ہی کا ساتھ دیا۔

ایک روز لڑائی ختم ہونے کے بعد مسلمان اپنے گھوڑوں پر تفریحاً سواری کرنے لگے۔ ایک بلند مقام پر ایک شخص ان سے ملا اور کہنے لگا کہ بخدا آج ہم پر حملہ کرنے کے بڑا اچھا موقع ہے۔ اگر اس انتشار کی حالت میں ہم سے جنگ ہوتی تو ہمیں شکست کی ذلت نصیب ہوتی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہا نہیں تمہارا یہ خیال غلط ہے ہم ہر وقت اور ہر حالت میں دشمن سے سربراہ ہونے کے لئے مستعد ہیں۔

شاش کی تاراجی

بعد ازاں قتیبہ فرغانہ کے شہر کاشان آیا۔ اس مقام پر وہ تمام فوجوں نے شہر شاش کو فتح کر کے اس کے بیشتر حصے کو جلا دیا۔

سندھ سے عراقیوں کی طلبی

حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ تم عراقیوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دو جہم بن جزر بن قیس کو ان کا سردار بنا کر بھیج

دو۔ کیونکہ ان کا اثر شامیوں کے مقابلہ میں عراقیوں پر زیادہ ہے۔ محمد جہم کا مخلص دوست تھا۔ غرض کہ محمد نے جہم اور سلیمان بن صعصعہ کو قتیبہ کی طرف روانہ کیا۔ جہم کو رخصت کرتے وقت محمد فرطِ محبت سے رونے لگے۔ اور کہا کہ اے جہم آج ہم اور تم جدا ہوتے ہیں جہم نے کہا کیا جائے ایک نہ ایک روز جدائی ہونے والی تھی۔ ۹۵ ہجری میں جہم قتیبہ کے پاس آیا۔

اسی برس عثمان بن حیان المری ولید کی جانب سے مدینہ کا عامل مقرر ہو کر مدینہ آیا۔

عثمان بن حیان کے دورِ حکومت کے واقعات

ولید کے عمر بن عبدالعزیز کو مکہ و مدینہ کی صوبہ داری سے علیحدہ کرنے اور مدینہ پر ان کی جگہ عثمان کو عامل مقرر کرنے کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب یہاں محمد بن عمر الواقدی کا بیان یہ ہے کہ عثمان ماہ شوال ۹۴ ہجری میں جب کہ مہینہ ختم ہونے میں ابھی دو راتیں باقی تھیں جب مدینہ آیا اور مروان کے مکان میں آ کر فروکش ہوا عثمان کہنے لگا کہ یہ محلّہ بخدا اس مغرور شخص کی جائے قیام ہے۔ جس نے ابوبکر بن حزم کو قاضی مقرر کیا تھا۔

عثمان نے ریاح بن عبیداللہ اور منقذ العراقی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور پھر بیڑیاں پہنا کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ علاوہ ازیں اس نے مدینہ میں جس قدر عراق کے باشندے تھے چاہے تاجر ہوں یا نہ ہوں سب کو نکال دیا اور حکم دیا کہ تمام شہروں سے عراقی نکال دیئے جائیں اور ان کے بیڑیاں ڈلوا دیں پھر اس نے خوارج کا پیچھا کیا۔ اور ہیصم کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور منخور کو بھی گرفتار کر لیا یہ دونوں خارجی تھے۔ عثمان نے مدینہ کے منبر پر کھڑے ہو کر حسب ذیل خطبہ مدینہ والوں کو سنایا۔

عثمان بن حیان کا اہل مدینہ سے خطاب

حمد و ثناء کے بعد' ایک تو آپ لوگ ہمیشہ ہی سے امیر المومنین کی مخالفت پر آمادہ رہے ہیں۔ اب اس پر اضافہ یہ ہے کہ اہل عراق بھی جن کی مخالفت اور بے وفائی مشہور ہے آپ کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ فساد کی جڑ ہیں عراق کے بہترین سے بہترین آدمی جس سے میری ملاقات ہوئی میں نے اسے آل علی کی شان میں برے کلمات ہی کہتے سنا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو شیعان علیؓ میں سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جیسے کہ بنی امیہ کے دشمن ہیں اسی طرح آل علیؓ کے دشمن ہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے ان کے خون بہانے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھیئے کہ ہر ایسا شخص جس نے کسی عراقی کو اپنے پاس پناہ دی ہو گی یا اپنا مکان ہی اسے کرایہ پر دیا ہو گا چاہے وہ اس میں آ کر ٹھہرا بھی نہ ہو امیرے سامنے پیش کیا جائے گا تو میں اس کے مکان کو منہدم کرا دوں گا۔ اور ایسے لوگوں کو اس جگہ میں آباد کروں گا جس کے یہ اہل ہیں۔

رہے دوسرے شہر ان کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب نے شہر آباد کیے تو آپ کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا ہمیشہ سے حد سے زیادہ خیال رہتا تھا۔ پھر بھی جو شخص جہاد کے لیے جانا چاہتا اور وہ آپ سے مشورہ لیتا کہ کہاں جاؤں اور پوچھتا کہ آپ شام کو اچھا

سمجھتے ہیں یا عراق کو تو آپ یہ ہی فرماتے تھے کہ میں شام کو زیادہ پسند کرتا ہوں اور فرماتے کہ عراق تو خلافت اسلامیہ کا ایک ناقابل علاج پھوڑا ہے۔ اس میں شیطان کے بچے بستے ہیں۔ انھوں نے میرا ناک میں دم کر دیا اور اب میرا یہ ارادہ ہے کہ عراقیوں کو اور مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ آباد کروں مگر پھر یہ بھی ڈرتا ہوں کہ یہ جہاں جائیں گے فساد اور خرابی کا باعث ہوں گے۔ جھگڑے کریں گے۔ فضول سوالات پیدا کریں گے۔ اور ہر بات کی لم اور وجہ دریافت کریں گے۔ بغاوت اور فساد کے لیے فوراً آمادہ ہو جائیں گے۔ مگر تلوار کے دھنی نہیں اور کوئی بہادری کا کارنامہ ان سے نہیں سنا گیا۔

حضرت عثمانؓ سے بھی یہ لوگ راضی نہیں ہوئے۔ بلکہ دونوں مرتبہ آپ کو عراقیوں ہی کے ہاتھوں تکلیف برداشت کرنا پڑی یہ ہی لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام میں یہ زبردست رخنہ ڈالا۔ جتھابندی کی اور اسلامی سرشتۂ اخوت ومودت کی ایک ایک گرہ کھول دی۔ اور جہاں گئے اپنے ساتھ زہریلے اثرات لیتے گئے۔

میں چونکہ انکے عقائد اور خیالات سے خوب واقف ہوں اس لیے جو کچھ میں ان کے ساتھ کروں گا اس سے میں تقرب خداوندی حاصل کروں گا امیر المومنین معاویہؓ جب ان کے حاکم اعلیٰ ہوئے تو اگر چہ انھوں نے ان کے ساتھ نرمی کی پھر بھی یہ لوگ ان سے خوش نہیں رہے۔ ان کے بعد ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں عراق کی عنان حکومت آئی جو زیادہ سخت وجابر تھا۔ اس نے ان کے خلاف اچھی طرح تلوار استعمال کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دل سے یہ بادل ناخواستہ کسی نہ کسی طرح یہ لوگ ٹھیک ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر شخص عراقیوں کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔

اے لوگو! طاعت سے زیادہ کسی شئے میں عزت نہیں۔ اور بغاوت کی وجہ سے دل میں جو چور رہتا ہے اس سے زیادہ ذلت نہیں اس لیے آپ مطیع و فرمابردار رہیں۔

اے مدینہ والو مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ مخالفت کی آگ سلگ رہی ہے مگر جان لو کہ تم مفسد اور جنگجو نہیں ہو۔ تم یہ ہی کر سکتے ہو کہ گھر میں بیٹھ کر دانت پیستے رہو۔ میرے مخبروں نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ تم لوگ لغو اور فضول گپے اڑاتے رہتے ہو۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو کو چھوڑ دو۔ اور اب کسی حاکم کی عیب جوئی نہ کرو۔ کیونکہ اس طرح حکومت کا اقتدار رفتہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے۔ جو پھر ایک عام بغاوت پر منتج ہوتا ہے اور بغاوت ایک مصیبت عظیمہ ہے۔ جو ایمان، مال و دولت اور اولاد سب کو تباہ کر دیتی ہے۔

اس آخری جملہ پر قاسم بن محمد نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بغاوت ایسی ہی بلا ہے۔

ابوسوادہ البصری

سعید بن عمرو الانصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عثمان بن حیان کے اعلانچی کو اپنے محلہ میں یہ منادی کرتے سنا کہ اے ابن امیہ بن زید بن زید! جس شخص نے کسی عراقی کو پناہ دی اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال سوخت ہو جائیں گے۔

ہمارے ہاں بصرہ کے ایک صاحب ابوسوادہ رہتے تھے جو نہایت ہی عابد و زاہد اور بزرگ آدمی تھے یہ اعلان سن کر کہنے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ لوگوں پر کوئی مصیبت آئے۔ بہتر ہے کہ آپ مجھے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں۔ میں نے کہا کہ اب یہاں سے نکل کر جانا نہ آپ کے لیے مفید ہے نہ میرے لیے انشاء اللہ خود خدا ہماری اور آپ کی حفاظت کرے گا۔

ابوسوادہ البصری کی گرفتاری کا حکم

میں انھیں اپنے گھر میں لے آیا۔ عثمان بن حیان کو بھی اس کی اطلاع ہوئی اس نے گرفتاری کے لیے پولیس بھیج دی میں نے انھیں اپنے بھائی کے گھر میں چھپا دیا۔ اور پولیس والوں کو کوئی پتا نہ لگ سکا۔ جس شخص نے اس بات کی مخبری کی تھی وہ میرا دشمن تھا میں نے عثمان سے جا کر کہا کہ یہ شخص جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ آپ محض اس بناء پر کوئی کاروائی نہ کیا کیجیے۔ عثمان نے اس شخص کے بیس درے لگوائے۔ اب ہم نے ان عراقی صاحب کو کھلم کھلا باہر نکالا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی روزانہ نماز پڑھتے تھے۔ اور ہمارے خاندان والے ان پر اس قدر مہربان ہو گئے تھے کہ انھوں نے کہہ دیا تھا کہ جب تک ہم زندہ ہیں کوئی شخص آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ اس خبیث عثمان بن حیان کی برطرفی تک وہ اسی طرح ہمارے یہاں مقیم رہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے عثمان کو مدینہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ جس قدر عراق کے باشندے اس وقت مدینہ میں آباد تھے ان سب کو شہر بدر کر دے۔

حاجیوں کو بھی تتر بتر کر دے۔ اسی طرح ہر شخص کو جو ذرو سرکش یا جتھا رکھتا ہو مدینہ سے نکال دے۔ اور عثمان پہلے ہی سے مدینہ کا گورنر بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ وہ ممبر پر بھی نہیں چڑھتا تھا اور نہ خطبہ پڑھتا تھا مگر جب اس نے عراقیوں اور منحور وغیرہ خارجیوں سے شہر کو پاک کر دیا تب اسے ولید نے مدینہ کی گورنری پر مستقل کیا اور اس وقت سے وہ ممبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگا۔

حضرت سعید بن جبیر کی شہادت

اسی برس حجاج نے سعید بن جبیر کو قتل کیا۔ اس واقع کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قتل کا پس منظر

سعید کے قتل کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ بھی عبدالرحمٰن بن الاشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف بغاوت میں شریک تھے۔ حالانکہ حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو رتبیل کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ کیا تو

انھیں اس مہم کا بخشی مقرر کر دیا تھا جب عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی۔ اور اس نے رتبیل کے علاقے میں جا کر پناہ کی تو سعید نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ سعید بھاگ کر اصبہان چلے گئے۔ حجاج نے عامل اصبہان کو لکھا کہ سعید تمھارے پاس ہیں تم انھیں گرفتار کر لو۔ مگر جس شخص کو یہ حکم دیا تھا اس نے تعمیل میں پس و پیش کیا۔ اور سعید سے چپکے سے کہلا بھیجا کہ اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور میرے حدود اختیار سے باہر نکل جاؤ سعید آزربائیجان آ گئے۔ کئی سال یہاں گزارے۔ پھر عمرہ کرنے کے لیے مکہ آئے اور یہاں رہنے لگے۔ ان کی طرح اور جتنے ایسے لوگ تھے سب اپنے آپ کو چھپاتے تھے۔ اور اپنا نام ظاہر نہیں کرتے تھے۔

ابوحصین کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ فلاں شخص مکہ کا عامل مقرر ہوا ہے تو ہم نے سعید سے کہا کہ اس کی طرف سے مجھے کھٹکا ہے۔ اور یہ برا آدمی ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ ضرور آپ کے خلاف کوئی کاروائی کرے گا بہتر ہے کہ اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔

سعید کہنے لگے کہ اب مجھے بھاگتے ہوئے اللہ سے شرم آتی ہے جو کچھ خدا نے میرے لیے پہلے سے لکھ دیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہیگا اس پر ابوحصین نے کہا کہ واقعی تم اسم بامسمیٰ ہو۔

حضرت سعید کی گرفتاری

یہ شخص مکہ آیا۔ سعید کو بلوا کر گرفتار کیا۔ مگر پھر ان سے نرمی سے پیش آیا اور بات چیت کی اور ان کے ساتھ صلاحیت اور خوش اسلوبی سے پیش آنے لگا۔ مکہ کی حالت کے متعلق ولید نے حجاج کو لکھا کہ اس وقت باغیوں اور منافقوں میں مکہ میں جا کر پناہ لی ہے اگر امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو ان کے خلاف کاروائی کرنے کی مجھے اجازت دیں۔ اس پر ولید نے خالد بن عبداللہ القسری کے نام احکام نافذ کر دیئے خالد نے عطا سعید بن جبیر' مجاہد طلق بن حبیب اور عمرو بن دینار کو گرفتار کر لیا۔ عطا اور عمر بن دینار تو اس وجہ سے کہ وہ مکہ ہی کے رہنے والے تھے چھوڑ دیئے گئے مگر اوروں کو اس نے حجاج کے پاس بھیج دیا طلق تو راستے ہی میں انتقال کر گئے مجاہد حجاج کے مرنے تک جیل خانے میں رہے۔ البتہ سعید بن جبیر قتل کر دیئے گئے۔

قید کے واقعات

اشجعی بیان کرتے ہیں کہ جب دو محافظ سعید کو لے کر آئے تو وہ ربذہ کے قریب ایک مکان میں اتارے گئے ایک سپاہی تو اپنی کسی ضرورت سے باہر چلا گیا تھا اور دوسرا جوان کے پاس تھا وہ نیند سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے کوئی خواب دیکھا تھا سعید سے کہنے لگا کہ میں تمھارے خون سے اللہ تعالیٰ کی برات چاہتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ سعید اس سے کہنے لگے کہ تجھ پر افسوس ہے کیا سعید بن جبیر کے خون سے اپنے آپ کو بری کرنا چاہتا ہے؟ سپاہی نے کہا آپ کا جہاں جی چاہے تشریف لے جائیں میں کبھی آپ کی تلاش نہیں کروں گا مگر سعید نے اس طرح بھاگ جانے کی تجویز کو مسترد کر دیا اور کہنے لگے کہ میں خدا سے سلامتی اور عافیت کی توقع رکھتا ہوں اس گفتگو کے بعد ہی دوسرا سپاہی آ گیا۔

دوسرے دن انھوں نے پھر کسی اور مقام پر قیام کیا آج بھی اس سپاہی نے وہی خواب دیکھا اور کہنے لگا کہ میں سعید کے خون سے بری الذمہ ہوں۔ اور پھر سعید سے کہا کہ آپ کا جہاں جی چاہے چلے جائیں میں اللہ تعالیٰ کے

نزدیک آپ کے خون کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ غرض کہ اب وہ انھیں جس مکان میں وہ رہا کرتے تھے لے آئے۔

صلحائے کوفہ کی سعید بن جبیر سے ملاقات

یزید بن ابی زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں اسی مکان میں جہاں سعید بیڑیاں پہنا کر لائے گئے تھے ان سے ملنے گیا کوفہ سے اور بھی علماء اور صلحا ان سے ملنے آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابوعبداللہ آپ ان لوگوں سے باتیں کیجیے چنانچہ سعید ہنستے جاتے تھے اور ہم سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کمرہ میں ان کی ایک صاحبزادی بھی تھیں جب اس نے سعید کو بیڑیاں پہنے دیکھا تو رونا شروع کیا۔ اس پر میں نے سعید کو یہ کہتے سنا اے بیٹی تو میرے متعلق کسی قسم کا برا خیال اپنے دل میں نہ آنے دے اور نہ خوف کر ہم سب لوگ سعید کے ساتھ چلتے ہوئے پل تک آئے۔ پل پر پہنچنے کے وقت ان دونوں محافظ سپاہیوں نے کہا ہم تو انھیں لے کر اس وقت تک ہرگز پل نہ عبور کریں گے جب تک یہ کوئی اپنا ضامن ہمیں نہ دے دیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ یہ خودکشی کرنے کے لیے خود دریا میں کود کر غرق ہو جائیں گے اس پر ہم نے کہا بھلا سعید اور خود اس طرح خودکشی کریں؟ مگر سپاہیوں نے اور کسی طرح نہ مانا آخر کار ہم نے ان کی ضمانت دی تب وہ انھیں پل پر سے لائے۔

سعید بن جبیر کی حجاج سے گفتگو اور شہادت

فضل بن سوید کہتے ہیں کہ حجاج نے کسی کام کے لیے مجھے باہر بھیجا میں نے باہر آ کر دیکھا لوگ سعید کو گرفتار کر کے لے آئے ہیں میں اس خیال سے کہ دیکھوں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے پھر واپس حجاج کے پاس چلا آیا اور اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا حجاج نے ان سے کہا کہ "اے سعید تمھیں بتاؤ کہ آیا میں نے تمھیں اپنا معتمد علیہ نہیں بنایا ؟ تمھیں عامل کی خدمت تفویض نہیں کی۔

اس پر میں نے خیال کیا کہ شاید حجاج انھیں معاف کر دے سعید نے کہا جی ہاں آپ کا ارشاد بجا ہے۔

حجاج نے پوچھا کہ پھر کیوں تم میرے خلاف بغاوت میں شریک ہوئے سعید نے کہا میں بالکل مجبور تھا۔

اس جملہ پر حجاج کو سخت غصہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ کیوں جناب! دشمن خدا عبدالرحمٰن کا تو آپ نے اتنا حق سمجھا کہ آپ میری مخالفت پر مجبور ہو گئے۔ اور اللہ امیر المومنین اور میرا اتنا بھی حق نہیں تھا۔

پھر حجاج نے ان دونوں پہرہ داروں کو حکم دیا کہ ان کی گردن مار دو چنانچہ سعید قتل کر دیے گئے ان کا سر تن سے جدا ہو کر گر پڑا اس وقت ایک چھوٹی سی سفید ٹوپی ان کے زیب سر تھی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ قتل کے بعد جب سعید کا سر تن سے جدا ہو کر گرنے لگا تو انھوں نے تین مرتبہ "لاالٰہ الااللہ" کہا جو اچھی طرح سمجھ میں آتا تھا دانتوں کی حرکت سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ لاالٰہ الااللہ کہہ رہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

جب سعید حجاج کے سامنے لائے گئے تو حجاج نے کہا خدا نصرانی عورت کے بیٹے پر لعنت کرے اس سے اس کی مراد خالد القسری تھا کیونکہ اسی نے سعید کو مکہ سے گرفتار کر کے بھیجا تھا حجاج نے یہ بھی کہا کہ کیا خود مجھے سعید کی سکونت کا علم نہ تھا؟ بخدا میں خوب جانتا تھا کہ وہ مکہ میں ہیں بلکہ جس مکان میں وہ رہتے تھے وہ بھی مجھے معلوم تھا مگر

میں جان بوجھ کر ڈھیل دے رہا تھا۔

اب حجاج نے سعید کی طرف مخاطب ہو کر کہا فرمایئے آپ کیوں میرے خلاف ہو گئے تھے؟ سعید نے کہا خدا آپ کو نیک ہدایت دے میں بھی ایک مسلمان ہوں کبھی مجھ سے خطا ہو جاتی ہے اور کبھی میں صحیح راستے پر چلتا ہوں

۔

اس جواب سے حجاج خوش ہوا اور اس کا چہرہ بشاش ہو گیا اور لوگوں کو یہ امید بندھی کہ حجاج انھیں چھوڑ دے گا۔ مگر پھر کسی معاملے میں حجاج نے سعید کی طرف توجہ کی۔ اور سعید نے کہا عبدالرحمٰن کی بیعت کا طوق میری گردن پر پڑا ہوا تھا اس وجہ سے میں ان کا ساتھ دینے کے لیے مجبور تھا۔

اس جملہ کا سننا تھا کہ حجاج مارے غصے کے اپنے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس کی چادر کا ایک کونہ مونڈھے سے ڈھلک گیا اور کہنے لگا کہ اے سعید کیا یہ صحیح نہیں کہ میں نے ابن الزبیر کو قتل کیا اور مکہ والوں سے بیعت لی۔ اور تم سے عبدالملک کے لیے بیعت لی سعید نے ان تمام باتوں کا جواب اثبات میں دیا حجاج پہلی گفتگو کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا اور پھر جب میں کوفہ میں عراق کا ناظم اعلیٰ مقرر ہو کر آیا تو میں نے امیر المومنین کے لیے دوبارہ بیعت لی اور خود تم سے بھی دوسری مرتبہ بیعت لی سعید نے کہا جی ہاں یہ بھی درست ہے اس پر حجاج نے کہا اس طرح تم نے دو بیعتوں کو پس پشت ڈال دیا اور اس جلاہے کے بچے کی بیعت کا اس قدر احترام کیا اس کے بعد حجاج نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید حجاج کے سامنے لائے گئے تو حجاج اس وقت سواری کے لیے باہر جا رہا تھا بلکہ اس نے اپنا ایک پاؤں رکاب کے اندر بھی رکھ دیا تھا سعید کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جب تک میں تیرے سرین آگ سے نہ جلا ڈالوں گا اس وقت تک سواری نہ کروں گا یہ کہتے ہی ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ سعید قتل کر دیئے گئے۔

مگر اس واقعہ کا کچھ ایسا اثر حجاج پر ہوا کہ اس کی عقل چکرا گئی۔ اور ہماری بیڑیاں ہماری بیڑیاں کہہ کر چلانے لگا لوگوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ جو بیڑیاں سعید کو پہنائی گئیں تھیں ان کی طرف اشارہ ہے انھوں نے آدھی پنڈلی کے پاس سے سعید کے پاؤں قطع کر کے بیڑیاں اتار لیں۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید حجاج کے سامنے پیش کیے گئے تو حجاج نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے مصعب بن الزبیر کو کوئی خط لکھا ہے حجاج کہنے لگا کہ بخدا میں تمھیں قتل کر ڈالوں گا اس پر سعید نے کہا میں اسم بامسمّٰی بن جاؤں گا غرض کہ حجاج نے انھیں قتل کرا دیا۔ مگر وہ بھی اس کے بعد صرف چالیس روز زندہ رہ سکا۔ اب حجاج کی یہ حالت تھی کہ خواب میں سعید کو دیکھتا کہ وہ اس کا دامن پکڑ کر کہہ رہے ہیں کہ اے دشمن خدا تو نے مجھے کیوں قتل کیا اس پر حجاج کہہ اٹھتا کہ میرے اور حجاج کے درمیان کیا معاملہ ہے!!!

میرے اور سعید کے درمیان کیا معاملہ ہے!!!

اس برس کی وفیات

اسی برس مدینہ کے اکثر فقہا نے داعی اجل کو لبیک کہا اس سال کے شروع میں حضرت علیؓ بن الحسینؓ نے وفات پائی پھر عروہ بن الزبیر پھر سعید بن المسیب اور ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن الهشام ایک ایک کر کے اس

دنیا فانی سے چل بسے۔
ولید نے سلیمان بن حبیب کو اس سال شام کا قاضی بنایا۔

امیر حج

اس معاملہ میں ارباب سیر کا اختلاف ہے کہ اس سال حج کن صاحب کی زیر نگرانی میں ادا ہوا اسحٰق بن عیسی کی روایت یہ ہے کہ ۹۴ھ ہجری میں مسلمۃ بن عبدالملک نے حج کرایا۔ واقدی کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن الولید بن عبدالملک نے حج کروایا۔ اور واقدی نے یہ بھی کہا ہے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ۹۴ھ ہجری میں مسلمۃ بن عبدالملک نے حج کرایا ہے۔
خالد بن عبداللہ القسری مکہ کا عامل تھا عثمان بن حیان المری مدینہ کا عامل تھا زیاد بن جریر کوفہ کا عامل تھا ابو بکر بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے جرح بن عبداللہ بصرہ کے عامل اور عبدالرحمٰن بن اذینہ بصرہ کے قاضی تھے قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا اور قرہ بن شریک مصر کا گورنر تھا مگر حجاج عراق اور تمام مشرقی صوبوں کا ناظم اعلیٰ تھا۔

۹۵ھ ہجری کے اہم واقعات

اس سال عباس بن الولید بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا اور تین قلعہ سر کیے جن کے نام طوئس، مرزبانین اور ہرقلہ ہیں۔

فتوحات ہند

نیز اسی سال ہندوستان کے آخری مقامات میں شہر واسط القصب تعمیر کیا گیا۔ اور موسیٰ بن نصیر اندلس کے قیروان واپس آیا اور قیروان سے ایک میل کے فاصلہ پر قصر الماکین اس نے عید الاضحی میں قربانی کی۔

شاش پر قتیبہ کی فوج کشی

نیز اسی سال قتیبہ نے ملک شاش پر فوج کشی کی۔

مہم کے اہم واقعات

حجاج نے عراق سے ایک فوج قتیبہ کی امداد کے لیے بھیجی تھی وہ فوج ۹۵ھ ہجری میں اس کے پاس پہنچی قتیبہ نے اس فوج کو لے کر کفار سے جہاد کیا اور جب وہ شاش یا کشائن میں تھا کہ اسے حجاج کے مرنے کی خبر ملی۔
ماہ شوال ۹۵ھ ہجری میں حجاج نے انتقال کیا۔ اس خبر سے قتیبہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مرو کی طرف واپس پلٹا۔ واپسی میں تمام فوجوں کو منتشر کرتا آیا۔ کچھ فوج بکارا میں چھوڑی۔ کچھ فوج کو کس اور نصف بھیج دیا۔ اور پھر مرو چلا آیا۔
یہیں قتیبہ کو ولید کا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ امیر المومنین تمھاری ان کوششوں اور مستعدانہ کارروائیوں سے خوب واقف ہیں۔ جو تم مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف کر رہے ہو۔ امیر المومنین تمھیں عنقریب تمھیں ترقی دیں

گے اور تمہاری خدمات کے لائق تمہارے ساتھ سلوک کریں گے برابر جہاد میں مصروف رہو۔ اپنے رب سے ثواب کے متوقع رہو۔ اور امیر المومنین کو ہمیشہ خط لکھتے رہو تا کہ انھیں اس ملک کی حالت سے اس قدر آگاہی ہوتی رہے کہ گویا وہ خود تمہارے ساتھ ہیں۔

حجاج بن یوسف کی وفات

اسی سال میں حجاج نے ماہ شوال میں ۵۴ سال کی عمر میں یا ایک دوسرے بیان کے مطابق ۵۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابھی ماہ رمضان کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں جب حجاج کا انتقال ہوا۔

موت کے وقت حجاج نے اپنے بیٹے عبداللہ کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ واقدی کے قول کے مطابق حجاج نے ۲۰ سال عراق پر حکومت کی۔

اسی سال عباس بن ولید نے شہر قنسرین فتح کیا۔ اور دضاحی اور ان کے ہمارہ تقریباً ایک ہزار آدمی رومیوں کے علاقہ میں شہید کیے گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ اسی سال منصور عبداللہ بن محمد بن علی پیدا ہوا۔ اور ولید نے یزید بن ابی کبشہ کو کوفہ اور بصرہ کی امامت اور سپہ سالاری پر سرفراز کیا۔ اور یزید بن مسلم کو ان دونوں شہروں کے محکمہ مال و خزانہ کا افسر عالی مقرر کیا۔

اس واقعہ کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ چونکہ یہ دونوں صاحب ان خدمات کے لیے سب سے زیادہ اہل تھے اس لیے خود حجاج ہی نے مرتے وقت ان دونوں کو ان مناصب مقرر کر دیا تھا بعد میں ولید نے بھی ان کے تقررات کی توثیق کر دی۔ اسی طرح حجاج کے جس قدر عامل مختلف مقامات پر تھے اس کی موت کے بعد ولید نے سب کو حسب سابق انہی خدمات پر رہنے دیا۔

بشر بن الولید نے اس سال حج کروایا۔ مختلف مقامات کے وہی لوگ اعلیٰ حاکم تھے جو پچھلے برس تھے البتہ حجاج کی موت کی وجہ سے کوفہ اور بصرہ کے انتظام میں جو تبدیلی کی گئی اس کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔

۹۶ ھ ہجری کے اہم واقعات

اس سال موسم سرما کی مہم لے کر بشر بن الولید رومیوں سے جہاد کرنے گیا۔ اور واپس آ گیا اسی اثناء میں ولید کا انتقال ہو گیا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمادی آلاخر ۹۶ھ ہجری کے وسط میں ولید نے وفات پائی۔ البتہ اس کی مدت خلافت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے ایک ماہ کم دس سال خلافت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ نو سال سات ماہ خلافت کی۔

ہشام بن محمد کا بیان ہے کہ ولید نے آٹھ سال چھ ماہ خلافت کی۔ واقدی کہتے ہیں کہ نو سال آٹھ مہینے اور دو روز ولید نے خلافت کی۔ ولید کی عمر میں بھی اہل سیر کا اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے ۶۴ سال ایک

ماہ کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔ ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ ولید کی عمر ۴۵ سال ہوئی۔ علی بن محمد کا دعوی ہے کہ ولید کی عمر ۴۲ سال ایک ماہ ہوئی۔ علی کہتے ہیں کہ ولید نے دیر مران میں وفات پائی۔ اور باب الصغیر کے باہر دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقبرہ فرادیس میں دفن کیا گیا۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۴۷ سال کی عمر میں اس کی وفات ہوئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ولید کے ۱۹ بیٹے تھے۔ جن کے نام عبدالعزیز، محمد، عباس، ابراہیم، تمام، خالد، عبدالرحمن، مبشر، مسرور، ابو عبیدہ، صدقہ، منصور، مروان، عنبسہ، عمر، روح، بشر، یزید اور یحیی ہیں۔

عبدالعزیز اور محمد کی والدہ کا نام ام البنین تھا۔ جو عبدالعزیز بن مروان کی لڑکی تھی۔ اور ابو عبیدہ کی ماں کا نام مراریہ تھا اور باقی تمام لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

ولید کے بعض عادات وخصائل کا بیان

اہل ہشام ولید کو اپنے تمام خلفاء میں بہترین خلیفہ سمجھتے تھے۔ ولید نے بہت سی مسجدیں تعمیر کرائیں جامع دمشق اور مسجد مدینہ منورہ بنوائی۔ اور مینار بنوائے۔ بڑا سخی اور دینے والا تھا۔ جو لوگ کوڑھی تھے ان کے وظائف مقرر کر دیئے تھے اور ان ہی لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانے کی ممانعت کر دی تھی۔ اس طرح جس قدر اپاہج یا اندھے اور لنگڑے، لولے تھے ان سب کی خدمت کے لیے ایک ایک خادم سرکاری خرچ سے مقرر کر دیا تھا۔ جو ان کی خدمت گزاری کرتا تھا۔

ولید کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔ مغرب میں موسی نے اندلس فتح کیا۔ شمال مشرق میں قتیبہ نے کاشغر فتح کیا۔ اور محمد بن القاسم نے ہندوستان فتح کیا۔

سخاوت

ولید کا یہ اصول تھا کہ اکثر بیچنے والے کے پاس جاتا۔ اور تھوڑی سی ترکاری اٹھا کر اس کی قیمت دریافت کرتا۔ بیچنے والا اس کی قیمت ایک پیسہ بتاتا۔ ولید کہتا کہ اس کی قیمت میں اور اضافہ کرو۔

تعلیم قرآن کا اہتمام

بنی مخدوم کے ایک شخص نے ولید سے آ کر کہا کہ مجھ پر بہت سا قرضہ ہے آپ کچھ عنایتاً دلوا دیجیے۔ ولید نے کہا کہ ہاں میں دوں گا۔ بشرطیکہ تمھارا استحقاق ثابت ہو جائے۔ سائل کہنے لگا کہ میری آپ کی قرابت ہے۔ میں کیوں مستحق نہیں ہوں؟ ولید نے پوچھا کیا تمھیں قرآن یاد ہے۔ سائل نے کہا نہیں۔ ولید نے اسے اپنے قریب بلایا اور ایک بید سے جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کا عمامہ اتارا اور کئی بید اس کے رسید کیے اور ایک شخص سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ لے جا اور جب تک یہ قرآن نہ پڑھ لے اسے جدا نہ کرنا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر عثمان بن یزید بن خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے امیر المومنین میں بھی مقروض ہوں ولید نے اس سے بھی پوچھا کہ کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں ولید نے اس سے سورۃ انفال اور سورۃ برات کی دس دس آیتیں پڑھوائیں۔ عثمان نے سنا دیں۔ ولید نے کہا کہ اچھا میں

تمہارے قرضے کو ادا کر دوں گا اور اب تمہارا زیادہ خیال رکھوں گا۔ ایک دن حالت مرض میں ولید پر ایسی بے ہوشی طاری ہوئی کہ تمام دن مردہ پڑا رہا لوگوں نے رونا دھونا بھی شروع کر دیا اور ان کی موت کی خبر پہنچانے کے لیے قاصد بھی روانہ کر دیے گئے جب حجاج کے پاس قاصد یہ خبر لے کر آیا۔ حجاج نے انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھا۔ ایک رسی منگو اکر اس کے ہاتھ بندھوائے اور اس کا سر ایک ستون سے باندھ دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ خدایا تو مجھ پر اب ایسے شخص کو مسلط نہ کرنا جو رحیم و کریم نہ ہو۔

میں عرصہ دراز سے تجھ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ اس کے مرنے سے پہلے تو مجھ کو موت دے دے۔ انہیں جملوں کے ساتھ اب حجاج نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ جناب باری میں دعا مانگنا شروع کی ابھی دعا مانگ ہی رہا تھا کہ دوسرا قاصد ولید کے مرض کے آفاقہ کی خوشخبری لے کر آیا۔

ولید کی طبیعت جب ذرا سنبھل گئی تو کہا کہ میری صحت کی سب سے زیادہ خوشی حجاج کو ہوئی ہوگی۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے عرض کی کہ جناب والا کی صحت ہمارے لیے خدا کی بہترین نعمت ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس حجاج کا یہ خط آئے گا کہ جب مجھے جناب والا کی صحت کا علم ہوا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور جس قدر لونڈی غلام میرے پاس تھے وہ سب آزاد کر دیئے اور میں یہ ہندوستان کے بنے ہوئے مربے کے شیشے کے مرتبان آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ اسی مضمون کا خط حجاج کی جانب سے ولید کو موصول ہوا۔

آخری زمانہ میں حجاج کا وجود ولید کو کھلنے لگا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ولید کا ایک خدمت گار بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز صبح کے کھانے کے لیے ولید کا منہ دھلا رہا تھا۔ ولید نے ہاتھ آگے بڑھایا میں نے اس پر پانی ڈالنا شروع کیا ولید اس وقت کسی اور خیال میں تھے اب پانی ہے کہ بہتا چلا جا رہا ہے اور وہ منع نہیں کرتے مجھے اتنی جرات کہاں تھی کہ بولتا۔ پھر خود ولید نے میرے منہ پر چھینٹے مارے اور کہا کہ کیا تو اونگھ رہا ہے اور سر اٹھا کر میری طرف دیکھ کر سوال کیا کیا تو جانتا ہے کہ گزشتہ رات کیا خبر آئی میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں ولید نے کہا بیوقوف تجھے معلوم نہیں حجاج کا انتقال ہو گیا ہے میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ ولید نے کہا چپ رہ اس خبر سے تیرے آقا کو خوشی ہوئی ہے جو اس کے ہاتھ میں ایک سیب کی مانند تھا جسے وہ سونگھتا تھا۔

ولید کا شوق تعمیر

ولید کو بڑی بڑی عمارتیں اور قلعہ بنانے کا بہت شوق تھا اور نیز خدمتگاروں کے جمع کرنے کا بھی بہت شائق تھا اس کے زمانے میں یہ حالت تھی کہ جب لوگ آپس میں ملتے تھے تو عمارتوں اور قلعوں کی تعمیر کا تذکرہ کرتے تھے سلیمان کو کھانے اور نکاح کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ اور لوگ بھی جب آپس میں ملتے تو شادی بیاہ اور لونڈیوں کا تذکرہ کرتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں مذہبی رنگ غالب تھا جب لوگ آپس میں ملتے تو پوچھتے کہ کہیے آج رات آپ کیا وظیفہ پڑھیں گے۔ کتنا قرآن یاد کیا۔ ختم کب ہوگا۔ اور آپ نے کب ختم کیا تھا۔ اور اس مہینے میں کتنے روزے آپ نے رکھے غرض کہ اس قسم کے سوالات سے اس زمانہ کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص پر مذہبی رنگ غالب تھا۔

جب ولید حج کرنے گیا تو یمن سے محمد بن یوسف بھی حج کرنے کے لیے مکہ آیا اور ولید سے کہا کہ محمد بن یوسف جو تحائف آپ کے لیے لایا ہے آپ وہ مجھے دلا دیجیے ولید نے حکم دیا کہ وہ تحفے ام البنین کو دے دیئے جائیں ام البنین نے اس حکم کی تعمیل کے لیے اپنے آدمی محمد بن یوسف کے پاس بھیجے۔ مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک ان چیزوں کو ولید خود نہ دیکھ لیں میں کسی کو نہیں دوں گا اس کے بعد امیر المومنین کو اختیار ہے جسے چاہیں دیں۔ تحائف بہت زیادہ تھے۔ محمد بن یوسف کا انکار ام البنین کو ناگوار خاطر گزرا۔ اس نے ولید سے کہا کہ اگرچہ امیر المومنین نے محمد بن یوسف کے تحائف مجھے دلوائے تھے مگر اب میں انھیں نہیں لینا چاہتی۔ ولید نے اس کی وجہ دریافت کی۔ ام البنین نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ چیزیں محمد بن یوسف نے لوگوں سے زبردستی چھین کر حاصل کی ہیں۔ علاوہ ازیں اس نے ان پر بہت سے مظالم توڑے ہیں۔ اور اس کی صوبہ داری سے انھیں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنا پڑی ہیں۔

اب محمد تمام تحفے لے کر ولید کے پاس آیا۔ ولید نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے یہ تمام چیزیں ناجائز طریقے سے حاصل کی ہیں۔ محمد بن یوسف نے اس الزام سے صاف انکار کر دیا۔ ولید نے اس سے کہا کہ رکن اور مکان کے درمیان پچاس مرتبہ خدا کی قسم کھاؤ کہ نہ تو تم نہ یہ چیزیں زبردستی حاصل کی ہیں۔ محمد نے حسب ارشاد قسمیں کھا لیں۔

ولید نے تحفے قبول کر لیے۔ اور پھر وہ سب کے سب ام البنین کو دے دیئے اس کے بعد ہی محمد بن یوسف یمن جا کر ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوا جس سے اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اسی سے وہ مر گیا۔

سلیمان کو ولی عہدی سے ہٹانے کی کوشش

اس سال میں ولید نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کے پاس جائے۔ اس سفر کی غرض یہ تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد سلیمان کے بجائے اس کا بیٹا عبدالعزیز خلیفہ ہو۔ ولید نے اس سفر کا اردہ اپنے مرض الموت سے پہلے کیا تھا۔

ولید اور سلیمان دونوں عبدالملک کے ولی عہد تھے۔ جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ سلیمان کو حق خلافت سے محروم کر کے اس کے بجائے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنائے۔ مگر سلیمان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ ولید نے اس بات کی کوشش کی کہ کم از کم سلیمان کے بعد تو عبدالعزیز خلافت کا حقدار تسلیم کر لیا جائے۔ مگر سلیمان نے اسے بھی نہ مانا۔ ولید نے اسے پھسلانے کے لیے بہت سا روپیہ بھی پیش کیا مگر سلیمان نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب اس طرح ولید کو اس مقصد میں ناکامیابی ہوئی تو اب اس نے یہ چال چلی کہ اپنے صوبہ دار اور دوسرے ناظمین کو لکھا کہ تم لوگ عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لو۔ اس تجویز کو سوائے حجاج۔ قتیبہ اور بعض خاص لوگوں کے کسی نے پسند نہیں کیا۔ حباد بن زیاد نے ولید سے کہا کہ عام لوگ آپ کی اس تجویز کو کبھی نہ مانیں گے۔ اور اگر اس وقت وہ مان بھی جائیں تو بھی آپ کو ان کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ بعد میں یہ آپ کے بیٹے کے ضرور خلاف ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ سلیمان کو بلوائیں وہ آپ کی بہت اطاعت وفرمابرداری کرتے ہیں۔ آپ ان کے سامنے اپنے اس ارادہ کو ظاہر کیجیے۔ کہ ان کے بعد عبدالعزیز ولی عہد ہوں میرا خیال

ہے کہ اس سورت میں کہ جب وہ آپ کے پاس ہوں گے وہ اس تجویز کو رد نہ کرسکیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو پھر تمام لوگ انہی کے خلاف ہو جائیں گے۔

چنانچہ ولید نے سلیمان کو لکھا کہ تم میرے پاس آؤ۔ سلیمان نے آنے میں دیر کی۔ اور جان بوجھ کر ٹالتا رہا اس لیے اب خود ولید نے اس کے پاس جانے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی ارادہ کرلیا کہ اسے خلافت کے حق سے محروم کردے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ سفر کی تیاری شروع کریں۔ خیمے نکلوائے گئے ابھی یہ رخت سفر تیار ہی ہو رہا تھا کہ ولید بیمار پڑ گیا اور سلیمان کے پاس جانے کا ارادہ ہی تھا کہ خود ہی اس دارہ فانی سے چل بسا۔

ہلوث الکلبی کہتے ہیں کہ ہم محمد بن القاسم کے ہمراہ ہندوستان میں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم داہر کو قتل کر چکے تھے۔ ہمارے پاس حجاج کا خط آیا تا کہ ہم سلیمان سے ترک عہد کردیں۔ جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے ہمیں لکھا کہ ہم لوگ یہیں کھیتی باڑی کریں اور ہمیں شام آنے کی اجازت نہیں چنانچہ ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت ہندوستان ہی میں رہے۔ اور آپ کے زمانے میں پھر اپنے وطن واپس آئے۔

جامع دمشق کی تعمیر

جب ولید نے جامع دمشق کی تعمیر کا ارادہ کیا جہاں پہلے گرجا تھا تو اپنے تمام لوگوں سے کہا کہ ہر شخص مجھے ایک ایک اینٹ لا کر دے۔ مگر ایک عراقی صاحب دو اینٹیں لائے۔ ولید نے ان سے ان کا وطن دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں عراق کا باشندہ ہوں۔ اس پر ولید کہنے لگا کہ اے عراقیو! تم ہر بات میں حد سے تجاوز کرتے ہو۔ یہاں تک کہ اظہار اطاعت میں بھی حد سے گزر جاتے ہو۔ بہر حال گرجا منہدم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں عیسائیوں نے ان سے اس بات کی شکایت کی اور کہا کہ شہر سے باہر کی تمام عمارتیں بزور شمشیر فتح کی گئی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا اچھا ہم تمھارے گرجا کو تمھارے حوالے کیے دیتے ہیں۔ مگر توما کے گرجے کو منہدم کر کے وہاں مسجد بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ اس پر تو بزور شمشیر قبضہ کیا گیا ہے۔ یہ سن کر عیسائی چکرائے۔ اور کہنے لگے کہ بہتر ہے آپ اسے اسی طرح رہنے دیجیے۔ مگر توما کے گرجے کو منہدم نہ کرائیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی درخواست منظور کرلی۔

فتح کاشغر

اسی برس قتیبہ بن مسلم نے کاشغر فتح کیا۔ اور چین پر حملہ کیا اور ان واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ ۹۶ ہجری میں قتیبہ جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ جس قدر فوج اس کے ساتھ ان کے اہل و عیال کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور سلیمان کے خوف سے اس کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو سمرقند میں حفاظت سے ٹھہرا دے۔ جب دریا جیحوں کو عبور کر آیا تو اپنے آزاد کردہ غلام کو جس کا نام خوارزمی لیا جاتا ہے۔ اس گھاٹ پر جہاں سے دریا کو عبور کیا جاتا تھا دیکھ بھال کے لیے مقرر کردیا اور حکم دے دیا کہ کسی شخص کو بغیر پروانہ راہداری کے یہاں سے گزرنے نہ دینا۔ قتیبہ نے فرغانہ کی راہ لی۔ اور درہ عصام کی طرف کچھ ایسے لوگوں کو بھیجا کہ جو اس کے لیے کاشغر جانے کا راستہ ٹھیک کردیں۔ (یہ شہر چین کے تمام شہروں میں مسلمانوں کی حکومت سے قریب ترین واقع تھا) قتیبہ ابھی فرغانہ ہی میں تھا کہ اسے ولید کے انتقال کی خبر ملی۔

ایاس بن ظہیر کہتے ہیں کہ جب قتیبہ دریا کو عبور کر کے اس پار آ گیا تو میں نے اس سے درخواست کی کہ جب جناب والا اس جہاد پر روانہ ہوئے تو ہمیں بیوی بچوں کے متعلق جناب کی رائے کا علم نہیں ہوا تھا۔ ورنہ ہم ان سب کو بھی لے آتے۔ میرے جتنے بڑے لڑکے ہیں وہ میرے ساتھ ہیں اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں اور ایک بوڑھی ماں کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ گھر میں اور کوئی آدمی ایسا نہیں جو ہمارے بعد ان کی نگرانی کرے۔ اگر جناب والا مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اور میرے ساتھ میرے ایک بیٹے کو پروانہ راہداری دے دیجیے تا کہ میں اسے گھر بھیج دوں اور وہ میرے اہل وعیال کو اپنے ہمراہ لے آئے۔

قتیبہ نے پروانہ راہداری لکھ کر مجھے دے دیا۔ میں دریا کے کنارے پہنچا۔ دریا کا محافظ اس کنارے پر تھا ۔میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کچھ لوگ کشتی میں بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میرا نام پوچھا۔ اور پروانہ راہداری مانگا ۔میں نے ان کا سوالات کا تشفی بخش جواب دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو میرے پاس ٹھہر گئے۔ اور کچھ پھر کشتی کو واپس لے گئے اور اپنے افسر سے میرا حال بیان کیا۔ پھر واپس آئے۔ اور مجھے بھی بٹھا کر لے گئے۔ جب میں ان لوگوں کے پاس جو دوسرے کنارے پر متعین تھے پہنچا تو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ چونکہ میں خود بھوک سے بیتاب تھا ۔بغیر صلاح کے کھانے بیٹھ گیا۔ اب میرا یہ حال ہے کہ کھائے چلا جا رہا ہوں اور کسی کو جواب نہیں دیتا۔ میری یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ بدوی بھوک سے مرا جا رہا ہے میں نے کھانا کھایا اور سوار ہو کر مرو پہنچا۔ اپنی والدہ کو ساتھ لیا۔ اور اپنے فوجی مرکز کو واپس آنے کے ارادہ سے روانہ ہوا کہ اتنے میں ہمیں ولید کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور پھر میں مرو ہی واپس چلا آیا۔ قتیبہ نے کثیر بن فلاں کو کاشغر بھیجا۔ کثیر نے کچھ لونڈی غلام وہاں سے حاصل کیے قتیبہ نے ان سب کو داغ لگا دیئے۔ قتیبہ واپس آ گیا اور اب انھیں ولید کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی۔

شاہ چین سے مذاکرات

قتیبہ بڑھتے بڑھتے چین کی حدود میں داخل ہو گیا اس پر چین کے بادشاہ نے قتیبہ کو لکھا کہ آپ اپنے ساتھ کے کچھ معزز لوگوں کو میرے پاس بھیج دیجیے۔ تا کہ میں ان سے آپ لوگوں کی حالت دریافت کر سکوں۔ اور آپ لوگوں کے مذہب کے متعلق معلومات حاصل کروں۔

قتیبہ نے بارہ آدمی منتخب کیے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ دس آدمی منتخب کیے یہ لوگ اپنی ظاہری صورت و وجاہت۔ ڈیل ڈول۔ حسن بیان۔ شجاعت اور فراست وذکاوت کے اعتبار سے اپنے اپنے قبیلہ کے بہترین لوگ تھے ۔قتیبہ نے ان کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔ ہر شخص کے متعلق فرداً فرداً پہلے دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ ہی اپنے اپنے قبیلہ کے بہترین نمائندہ ہیں تب ان کا انتخاب کیا۔ پھر ان سے خود گفتگو کی اور ان کی دانائی اور فراست کا امتحان لیا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ ظاہری اوصاف کے ساتھ باطنی خوبیوں سے بھی یکساں طور پر متصف ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ انھیں بہترین اسلحہ۔ عمدہ عمدہ ریشمی شالیں۔ سفید باریک ململ کے تھان۔ جوتے اور عطر دیئے جائیں۔ اور انھیں اعلیٰ درجے کے قوی ہیکل اور دراز قد وقامت گھوڑے دیئے۔ جو کوتل ان کے ہمراہ تھے اور دوسرے سواری کے گھوڑے ان کے علاوہ دیئے۔ تا کہ ان پر وہ سوار ہو کر سفر کریں۔

ہبیرہ بن شمرج الکلابی ایک بڑا مقرر چرب زبان شخص تھا۔ قتیبہ نے اس سے کہا کہو ہبیرہ تم وہاں جا کر کیا

کرو گے۔ ہبیرہ نے عرض کی کہ جناب والا سے بہتر اور کون مجھے طریقہ گفتگو بتا سکتا ہے جیسا جناب والا مجھے ارشاد فرمائیں وہی میں کہوں گا۔ اور اسی پر عمل کروں گا۔ قتیبہ نے کہا خدا کی برکت اور اس کی توفیق تمھارے ساتھ ہو۔ تم جاؤ۔ جب تک ان کے علاقہ میں نہ پہنچ جاؤ اپنے عمامے نہ اتارنا۔ اور جب بادشاہ چین کے سامنے جاؤ تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں تمھارے علاقہ پر قدم نہ رکھ لوں گا۔ اور تمھارے شہزادوں کو غلام نہ بنالوں گا اور خراج نہ وصول کرلوں گا واپس نہ جاؤں گا۔ غرض کہ یہ وفد ہبیرہ کی زیر سربراہی چین آیا۔ بادشاہ چین نے سفراء کے ذریعہ انھیں دعوت دی۔ ان لوگوں نے حمام میں جا کر غسل کیا۔ اور سفید کپڑے پہنے۔ نیچے زرہ پہنی۔ عطر لگایا۔ تیل لگایا۔ جوتے پہنے۔ اوپر سے شالیں اوڑیں اور بادشاہ چین کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ اس وقت دربار میں چین کے بڑے بڑے رئیس اور اعیان سلطنت موجود تھے یہ لوگ بھی جا کر بیٹھے۔ مگر ان سے نہ بادشاہ نے کوئی بات چیت کی اور نہ دوسرے درباریوں نے کوئی گفتگو کی۔ مسلمان اٹھ کر چلے آئے۔ ان کے چلے آنے کے بعد بادشاہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔ سب نے کہا کہ یہ تو عورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہماری نظر ان پر پڑی اور عطر پھلیل کی خوشبو ہماری ناکوں میں آئی۔ تو ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں بچا جس کے خیالات پریشان نہ ہوگئے ہوں۔

دوسرے دن پھر بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ آج انھوں نے جامہ دار کے جبے پہنے۔ باریک ریشم کے عمامے باندھے۔ اوپر سے شالیں اوڑھیں۔ اور صبح کے وقت دربار میں حاضر ہوئے۔ دربار میں حاضر ہونے کے بعد ہی بادشاہ نے انھیں واپس جانے کا حکم دیا۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد اپنے امراء سے پھر ان کے متعلق دریافت کیا۔ اس مرتبہ سب نے کہا کہ ہاں البتہ یہ وضع وہیبت مردوں سے ملتی جلتی ہے اور اب وہ مرد معلوم ہوتے ہیں۔

غرض کہ اسی طرح تیسرے روز پھر بادشاہ نے انھیں دربار میں بلایا۔ آج مسلمانوں نے تمام ہتھیار زیب تن کیے۔ دوہرے دوہرے خود پہنے۔ تلواریں حمائل کیں۔ نیزے ہاتھ میں لیے کمانیں کندھوں پر ڈالیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی دربار میں چلے۔ جب بادشاہ کی نظر ان پر پڑی تو اسے معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کہ پہاڑ چلے آرہے ہیں۔ جب یہ لوگ بادشاہ کے دربار کے قریب پہنچے اپنے نیزے زمین پر گاڑ دیئے۔ اور پھر قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھے۔ مگر چونکہ تمام درباریوں کے دلوں پر ان کی اس ہیبت ووضع سے خوف طاری ہوگیا تھا اس لیے دربار میں آنے سے پہلے ہی انھیں واپسی کا حکم دیدیا گیا۔

مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آپس میں نیزوں کو لڑاتے ہوئے گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے سے مقابلہ کررہے ہیں اپنے قیام گاہ کو واپس پلٹے۔ بادشاہ نے اپنے امراء سے اب پھر ان کے بارے میں دریافت کیا۔ تمام درباریوں نے کہا کہ ہم نے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے۔

شام کے وقت بادشاہ نے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ آپ لوگوں کا جو سردار اور سب سے بہتر اور معزز آدمی ہو اسے میرے پاس بھیج دیجیے۔ غرض کہ سب نے ہبیرہ کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ جب ہبیرہ بادشاہ کے سامنے آئے تو اس نے کہا کہ آپ نے میرے ملک کے سردار کو دیکھ لیا ہے۔ اب کوئی شخص ایسا نہیں جو میرے مقابلہ میں آپ کو بچا سکے۔ علاوہ ازیں، آپ لوگ میرے علاقے میں ہیں اور اس طرح میرے دست قدرت میں ہیں۔ جس

طرح کے ہتھیلی پر انڈا ہو۔ میں تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ اگر تم نے سچ سچ بیان نہیں کیا تو قتل کر دوں گا۔ ہبیرہ نے کہا آپ جو پوچھنا چاہتے ہوں پوچھیے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ان تینوں دنوں میں آپ لوگوں کے مختلف لباس میں آنے کی کیا وجہ تھی؟ ہبیرہ نے کہا پہلے دن جو ہم نے لباس پہنا تھا وہ لباس تھا جو ہم اپنے اہل وعیال میں پہنتے ہیں اور خوشبو لگا کر ان کے پاس جاتے ہیں۔ دوسرے دن کا لباس وہ تھا جو اپنے امراء اور سرداروں کے پاس پہن کر ملنے جاتے ہیں۔ ہمارا تیسرے دن کا لباس دشمن کے مقابلہ پر پہن کر جانے کا لباس تھا۔ جب کوئی خاص جوش دلانے والی بات یا مصیبت پیش آتی ہے تو ہمارا یہ ہی لباس ہوتا ہے۔

بادشاہ نے کہا حقیقت میں تم ہی لوگ زمانے کو خوب برتتے ہو۔ اچھا اب آپ اپنے افسر اعلیٰ کے پاس واپس چلے جائیے۔ اور کہہ دیجیے کہ وہ بھی ہمارے علاقہ سے واپس چلا جائے۔ کیوں کہ میں اس کے حریصانہ خیالات اور اس کے ساتھ اس کے حمایتوں کی تعداد کی کمی سے واقف ہوں۔ اگر واپس نہ جاؤ گے تو ایسی زبردست فوج مقابلہ کے لیے بھیجوں گا جو تمھیں اور اسے سب کو تباہ کر ڈالے گی۔

ہبیرہ نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں کہ اس کے پاس فوج کی کمی ہے۔ ایسے شخص کو فوج کی کیا کمی پڑ سکتی ہے جس کے رسالہ کا اگلا حصہ آپ کے علاقہ میں ہے اور پچھلا حصہ ملک شام میں ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اسے حریص ہونے کا الزام لگایا ہے یہ بھی خلاف واقع ہے۔ بھلا وہ شخص کیوں کر حریص ہو سکتا ہے جس نے دنیا کو لات ماردی اور تمھارے خلاف جہاد کرنے آیا ہے۔ حالانکہ اسے سب کچھ میسر تھا۔ آپ نے ہمیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ یہ ایسی بات نہیں جس سے ہم ڈریں ہماری زندگی کی ایک خاص معینہ مدت ہے۔ جب وہ پوری ہو جائے گی ہم مر جائیں گے۔ اور موت کا سب سے بہترین طریقہ خدا کی راہ میں شہادت ہے نہ ہم اسے برا سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اب بادشاہ نے دریافت کیا کہ اچھا کس بات سے تمھارے امیر اعلیٰ خوش ہو سکتے ہیں؟ ہبیرہ نے کہا کہ انھوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ تمھارے علاقے پر قدم نہیں رکھ لیں گے۔ تمھارے روساء کو غلام بنا کر ان پر مہر نہ لگا دیں گے اور جزیہ نہ وصول کر لیں گے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔

بادشاہ نے کہا اچھا ہم ان کی قسم پوری کیے دیتے ہیں اپنے علاقے کی مٹی بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ اس پر قدم رکھ لیں کچھ اپنے شہزادے بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ ان پر مہر غلامی ثبت کر دیں۔ اور اس قدر زر و جواہر دیئے دیتے ہیں جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

چنانچہ بادشاہ نے سونے کی ایک لگن مٹی سے بھری ہوئی منگوائی۔ اور بہت سے ریشم کے تھان اور سونا جزیہ میں بھیجا۔ اور چار شہزادے بھی ساتھ بھیج دیئے۔ علاوہ ازیں ارکان وفد کو بھی بہت کچھ انعام وخلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ یہ تمام چیزیں لے کر یہ لوگ قتیبہ کے پاس آئے۔ قتیبہ نے جزیہ قبول کر لیا۔ ان شہزادوں کو مہریں لگا کر واپس بھیج دیا۔ اور چین کی مٹی پر پاؤں رکھ دیا۔

قتیبہ نے ہبیرہ کو ولید کی خدمت میں بھیجا مگر ہبیرہ اثنائے راہ ہی میں فارس کے ایک گاؤں میں انتقال کر گئے۔

باہلی کہتے ہیں کہ قتیبہ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ جہاد کر کے واپس آتا تو نہایت عمدہ بارہ گھوڑے خرید لیتا۔ اور اس کے ساتھ ہی بارہ اونٹنیاں بھی چار چار ہزار درہم میں خرید لیتا۔ جہاد کے وقت تک ان کی خوب پرورش ہوتی

اور جب جہاد پر جانے کے لیے تیاری شروع ہوتی اور فوج کی آراستگی اور اسلحہ بندی ہونے لگتی تو ان گھوڑوں اور اونٹنیوں کو باندھ دیا جاتا۔ اور انھیں دبلا کر دیا جاتا۔ اور جب قتیبہ دریا کو عبور کرتا تو اس کے ساتھ یہ تمام گھوڑے ہلکے پھلکے چھریرے بدن کے ہو جاتے۔ اور ان پر وہ ان لوگوں کو سوار کراتا جو بات چیت کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ نیز اس کام کے لیے قتیبہ ہمیشہ بڑے بڑے اشراف اور ان مردوں کو بھیجا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ کچھ اہل عجم بھی اونٹنیوں پر سوار ہوتے جو انھیں جنگی امور میں مشورہ دیتے تھے۔

نیز قتیبہ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی جماعت کو گشت کرنے کے لیے بھیجتا تو ایک تختی لکھتا۔ اس کے دو ٹکڑے کرتا ایک اس جماعت کو دے دیتا اور ایک خود رکھ لیتا۔ اور انھیں حکم دیتا کہ فلاں مقام پر یا فلاں گھڑھے یا فلاں کھنڈر یا فلاں درخت کے نیچے اسے دفن کر دینا۔ پھر بعد میں اور لوگوں کو بھیجتا جو اس جگہ سے اسی تختی کو نکالتے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ طلیعہ نے اپنا کام پوری طرح انجام دیا یا نہیں۔

خلافت سلیمان بن عبدالملک

۹۶ھ ہجری میں جس روز ولید نے وفات پائی سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ سلیمان اس وقت رملہ میں مقیم تھا۔

عثمان بن حیان کی برطرفی

نیز اسی برس سلیمان نے عثمان بن حیان کو مدینہ کی صوبہ داری سے علیحدہ کر دیا۔ محمد بن عمر الواقدی کہتے ہیں کہ رمضان ختم ہونے میں سات راتیں باقی تھیں کہ جب عثمان معطل کیا گیا۔ وہ تین سال مدینہ کا عامل رہا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم نے عثمان سے درخواست کی کہ چونکہ کل رات میں شب بیداری کرنا چاہتا ہوں اس لیے آپ مجھے کل کی چھٹی دے دیجیے۔ کہ میں اجلاس نہ کروں۔ اور نیند مکمل کر لوں۔ عثمان نے چھٹی دے دی اس وقت عثمان کے پاس ایوب بن سلمۃ الحزومی بھی تھا۔ اس کے اور ابوبکر کے درمیان سخت رنجش وعداوت تھی۔ ان کے جانے کے بعد ایوب نے عثمان سے کہا کیا آپ ان کا مطلب سمجھے۔ یہ محض بہانہ ہے۔ عثمان کہنے لگا کہ ہاں میں بھی ایسا سمجھتا ہوں۔ میں کل صبح اپنا آدمی دیکھنے کے لیے بھیجوں گا۔ اور اگر معلوم ہوا کہ اجلاس نہیں کر رہے ہیں تو بخدا میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔ اگر ان کے سو درے نہ لگواؤں اور ان کی داڑھی اور سر کو نہ منڈوا دوں۔

ایوب کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ کل ابوبکر کی بے عزتی کی جائے گی چنانچہ میں سویرے ہی اٹھ کر ابوبکر کے مکان پر پہنچا۔ دیکھا کہ شمع روشن ہے میں نے خیال کیا کہ شاید عثمان کا قاصد اس قدر جلد آیا ہوگا۔ مگر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سلیمان کا قاصد عثمان کی برطرفی اور اس کی جگہ ابوبکر کی ترقی اور تقرر کا فرمان لے کر آیا ہے۔ پھر میں دارالامارۃ گیا وہاں جا کر دیکھا کہ عثمان تو زمین پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور ابوبکر کرسی عمارت پر متمکن ہیں۔ سامنے ایک لوہار موجود ہے اسے حکم دے رہے ہیں کہ اس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔ عثمان نے اس وقت مجھے دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

ابوا علی ادبارھم کشفا
والامر یحدث بعدہ الامر

( ) وہی لوگ جن کی کامیابی اور نصرت کا یقین تھا' اس حال میں اپنے سرین موڑ کر بھاگے کہ وہ کھلے ہوئے اور ظاہر تھے۔ اور حقیقت میں واقعات کو بدلتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی۔

یزید بن ابی مسلم کی برطرفی اور بنومہلب کا عروج

اسی سال سلیمان نے یزید بن ابی مسلم کو عراق کی صوبہ داری سے برطرف کر کے اس کی جگہ یزید بن المہلب کو مقرر کیا۔ اور صالح بن عبدالرحمٰن کو عراق کا افسر مال و خزانہ مقرر کیا۔ نیز یزید بن المہلب کو حکم دیا کہ ابی عقیل کے خاندان والوں کو قتل کر ڈالے۔ اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دے۔ غرض کہ صالح عراق کا افسر مال و خزانہ اور یزید بن المہلب سپہ سالار مقرر ہو کر عراق آئے یزید نے زیاد بن المہلب کو عمان کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ تم صالح کو خط لکھتے رہنا۔ اور جب انھیں خط لکھو تو ان کے نام سے شروع کرنا۔

صالح نے حجاج کے تمام خاندان والوں کو گرفتار کر کے طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں۔ جلادی کی یہ خدمت عبدالملک بن المہلب کے سپرد تھی۔

قتیبہ بن مسلم کی بغاوت

اسی سال قتیبہ بن مسلم خراسان میں مارا گیا۔ اس کے قتل کے اسباب و واقعات حسب ذیل ہیں۔

اس کے قتل ہونے کی وہی وجہ تھی کہ ولید نے بجائے سلیمان کے اپنے بیٹے عبدلعزیز کو جب ولی عہد بنانا چاہا تو اعیان و ارکان دولت سے خفیہ طور پر سازش شروع کی۔ سب نے انکار کر دیا مگر حجاج اور قتیبہ عبدالعزیز کو ولی عہد بنانے پر راضی ہو گئے۔ اس لیے ولید کے مرنے کے بعد جب سلیمان کا عہد خلافت شروع ہوا اسی وقت سے قتیبہ کو سلیمان کی جانب سے کھٹکا لگا ہوا تھا۔

جب قتیبہ کو ولید کی موت اور سلیمان کے خلیفہ ہونے کی اطلاع ہوئی تو چونکہ اس نے حجاج کے ساتھ سلیمان کے خلاف عبدالعزیز بن الولید کے لیے بیعت لینے کی سازش کی تھی اس لیے اسے سلیمان کی طرف سے خوف پیدا ہو گیا نیز یہ خطرہ ہوا کہ اب سلیمان یزید بن المہلب کو خراسان کا صوبہ دار بنا دے گا۔

قتیبہ نے سلیمان کو ایک خط لکھا کہ جس میں اس کے برسر خلافت ہونے پر مبارک باد دی۔ ولید کی موت کی تعزیت کی اور کہا کہ میں نے عبدالملک اور ولید کے دور حکومت میں نہایت ہی تندہی اور وفادارانہ طریقہ پر خلافت کی خدمتیں کی ہیں اور اگر آپ مجھے خراسان کی صوبہ داری سے برطرف نہ کریں تو میں آپ کا بھی ویسا ہی خیر خواہ و وفادار رہوں گا جیسا کہ میں آپ کے پہلوں کا رہ چکا ہوں۔

قتیبہ نے ایک دوسرا خط بھی لکھا جس میں اپنی فتوحات و شجاعت کا اظہار عجمی بادشاہوں کے دلوں میں میں اپنی عزت و ہیبت اور رعب و اثر کا ذکر تھا۔ نیز مہلب اور خاندان مہلب کی خدمت تھی اور یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر آپ نے یزید بن مہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تو میں آپ کے خلاف ہو جاؤں گا اور ایک تیسرا خط بھی لکھا جس میں صاف صاف اپنی بغاوت اور مخالفت کا اعلان کر دیا۔ یہ تینوں خط ایک ہی ساتھ باہلی کو دیئے اور حکم دیا کہ اول یہ خط سلیمان کو دینا۔ اگر یزید بن المہلب سلیمان کے پاس ہو اور وہ اس خط کو پڑھ کر سلیمان کو دیدے تو دوسرا دینا اگر وہ اسے بھی پڑھ کر یزید کے حوالے کر دے تو پھر یہ تیسرا خط بھی دیدینا اور اگر سلیمان پہلے خط کو پڑھ کر اسے یزید کے حوالے نہ کرے تو تم

بھی دوسرے دونوں خط نہ دینا۔ اپنے ہی پاس رہنے دینا۔

قتیبہ کا قاصد ان خطوط کو لے کر سلیمان کے دربار میں حاضر ہوا۔ یزید بن المہلب بھی وہاں موجود تھا قاصد نے پہلا خط سلیمان کو دیا سلیمان نے اسے پڑھ کر یزید کو دیدیا قاصد نے دوسرا خط دیا سلیمان نے اسے بھی پڑھ کر یزید کو دے دیا قاصد نے تیسرا خط دیا۔ اسے پڑھ کر سلیمان کا رنگ متغیر ہو گیا مہر منگوا کر اسے لگائی پھر اپنے ہی خط میں اسے رہنے دیا۔

واقعہ کے متعلق ابو عبیدہ کی رائے یہ ہے کہ پہلے خط میں یزید بن المہلب کی بغاوت' بدعہدی' مکر اس کا تذکرہ تھا۔ دوسرے خط میں یزید کی تعریف تھی اور تیسرے میں یہ دھمکی تھی کہ اگر آپ مجھے میرے اس عہدے پر بحال نہ رکھیں گے اور مجھے امان نہ دیں گے تو میں آپ کی اطاعت کے جوئے کو اپنے کندھے سے اسی طرح اتار کر پھینک دوں گا جس طرح جوتا پاؤں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اور رسالہ اور پیدل فوج کا ایک ٹڈی دل لشکر لے کر امنڈ آؤں گا۔

بہر حال اب سلیمان نے قتیبہ کے قاصد کو سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرانے کا حکم دیا اور شام کے وقت بلا کر اشرفیوں کی ایک تھیلی اسے دی۔ اور کہا کہ یہ تیرا انعام ہے۔ اور یہ تیرے آقا کی فرمان بحالی ہے اس لیجا اور یہ میرا قاصد اس فرمان کو لے کر تیرے ساتھ جائے گا۔

قتیبہ کا باہلی قاصد پھر خراسان آنے کے لیے روانہ ہوا سلیمان نے اس کے ہمراہ قبیلہ عبدالقیس کے خاندان بنی اللیث کے ایک شخص کو جس کا نام صعصعہ مصعب تھا روانہ کیا یہ جب حلوان پہنچا تو یہاں لوگوں نے اس سے کہا کہ قتیبہ نے تو بغاوت کر دی۔ عہدی واپس پلٹا اور سلیمان کے فرمان کو قتیبہ کے قاصد کے حوالے کر دیا۔ جب اس نے اپنے بھائیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو سب نے کہا آئندہ کبھی سلیمان تجھ پر بھروسہ نہیں کرے گا۔

توتبہ ابن ابی السید الغیر ی راوی ہے کہ جب صالح عراق آیا تو اس نے مجھے اس غرض سے قتیبہ کے پاس بھیجا کہ وہ جس قدر سرکاری نقد یا جنس اس کے پاس ہو مجھے اس کی مقدار بتا دے ایک اسدی شخص بھی اس سفر میں میرے ہمراہ ہو گیا اس نے مجھ سے میرے سفر کی غرض وغایت پوچھی۔ میں نے کوئی بات اس سے نہیں کی۔ ہم دونوں چلے ہی جا رہے تھے کہ ایک شخص ہمارے بائیں پہلو کی جانب سے نکل کر مجھ سے دوچار ہوا۔ میرے رفیق سفر نے مجھے دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی اہم بات کے لیے جا رہے ہو اور مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہو۔ خیر میں چلتا رہا اور جب حلوان پہنچا تو یہاں لوگوں نے مجھے آ کر قتیبہ کے قتل کی اطلاع کی۔

جب قتیبہ نے سلیمان سے بغاوت کرنے کا ارادہ کیا تو اس معاملہ میں اس نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ ایک دستہ فوج کے علیحدہ انتخاب کا حکم دیجیے اور اس میں تمام ایسے لوگوں کو جن پر آپ کو اعتماد نہ ہو بھرتی کیجیے۔ اور اس فوج کو مرو بھیج دیجیے۔ اور پھر خود آپ سمرقند چلیے وہاں اپنے ساتھیوں سے صاف صاف کہہ دیجیے کہ جو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چاہے اس کے ساتھ ہر قسم کا حسن سلوک کیا جائے گا۔ اور جو واپس جانا چاہے اسے واپس جانے کی خوشی سے اجازت دی جاتی ہے۔ اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا اس اعلان سے صرف وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ جائیں گے جو دل سے آپ کے سچے خیر خواہ اور طرف دار ہیں۔

عبداللہ نے کہا اتنی طوالت کی کیا ضرورت ہے آپ تو یہیں سلیمان سے اپنی بغاوت کا اعلان کر دیجیے اور

لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیجیے شاید کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے گا۔

قتیبہ کا عربوں سے خطاب

قتیبہ نے عبداللہ کی رائے کو پسند کیا سلیمان سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کر دیا۔ نیز اس نے لوگوں کو بھی سلیمان سے عہد وفاداری توڑ دینے کی دعوت دی اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو عین التمر اور فیض البحر سے جمع کیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے۔ اور باپ کو بیٹے سے ملایا ہے جو مال غنیمت ملا اسے آپ ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ تنخواہیں برابر دیتا رہا نہ دینے میں کبھی جھگڑا کیا اور نہ تاخیر کی۔ مجھ سے پہلے جو لوگ اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ مقرر ہو کر آئے ہیں آپ ان کا بھی تجربہ کر چکے ہیں امیہ آئے تو انھوں نے امیر المومنین کو لکھا کہ خراسان کی آمدنی میرے باورچی خانے ہی کے لیے کافی نہیں ہوتی پھر ابوسعید مہلب بن ابی صفرہ آئے تین سال وہ بھی صوبہ دار رہے۔ مگر آپ لوگ یہ بھی نہ معلوم کر سکے کہ آیا آپ اطاعت میں تھے یا معصیت میں۔ نہ انھوں نے دشمن سے خراج وصول کیا اور نہ دشمن کو کوئی شکست دی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے یزید صوبہ دار ہوئے ان کے دور حکومت میں تو عورتوں کا تو ایک تانتا تھا جوان تک بندھا ہوا تھا اور اب حقیقت میں یہ ہی صاحب اس وقت تمھارے لیے خلیفہ ہیں۔

قتیبہ کی عرب قبائل پر برہمی

جب اس تقریر پر کسی نے لبیک نہیں کہا تو قتیبہ سخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ خدا کبھی اسے معزز نہ کرے جس کی تم لوگ امداد کرو بخدا اگر تم سب کے سب ایک بکری پر چڑھ کر جاؤ گے تو اس کا سینگ بھی نہ توڑ سکو گے میں تمھیں اہل العالیہ کہہ کر مخاطب کرنا نہیں چاہتا بلکہ اہل السافلہ کہتا ہوں۔ اے صدقہ کے اوباشو! میں نے تمھیں اس طرح اکٹھا کیا ہے جس طرح کے صدقہ کے اونٹ حلقہ سے جمع کیا جاتے ہیں۔ اے بکر بن وائل کے گروتم لوگ بڑے سازشی، جھوٹے اور بخیل ہو تم اپنے کس دن پر فخر کر سکتے ہو۔ لڑائی کے دن پر یا صلح کے دن پر؟ بخدا اے مسلمۃ کے ساتھیو بنی زمیم میں تمھیں بنی تمیم نہیں کہنا چاہتا۔ میں تم سے زیادہ معزز ہوں تم لوگ بڑے مکار، فریبی اور دغاباز ہو لوگ ایام جاہلیت میں بدعہدی کو حسن تدبیر سمجھتے تھے۔ اے سخت دل رکھنے والے بنی عبدالقیس! تم لوگ سبحان کے ہمراہ ہی ہو تمھارا کام تو کھجور کے درخت کی دیکھ بھال اور اسکی قلمبندی اور تراشنا تھا۔ تم لوگوں کو بھلا گھوڑے کی باگوں سے کیا واسطہ؟ یہ اسلام نے آکر نئی جدت کر دی ہے۔ اگر تمھیں اپنے عرب ہونے پر کوئی فخر ہے تو عرب ہیں کیا؟ خدا عربوں پر لعنت کرے۔ اے دونوں شہروں کے ذلیل ترین پیشہ والو میں نے تمھیں ایسے مقامات سے جمع کیا جہاں معمولی گھاس پات پیدا ہوتی ہے۔ اور جزیرہ ابن کاوان سے جمع کیا جس طرح کے موسم خریف میں پودوں کی پنکھیاں توڑ کر جمع کر لی جاتی ہیں تو اب تم باتیں بنانے لگے ہو۔ یاد رکھو کہ میں اپنے باپ کا بیٹا اور اپنے بھائیوں کا بھائی نہیں اگر میں تمھیں اس طرح نہ چھانٹ دوں جس طرح کے خاردار ببول کا درخت کاٹ دیا جاتا ہے تمھاری مثال ایسی ہے جیسے جنگلی گدھوں کا گلہ صلیان کی جھاڑی کے گرد ہوتا ہے۔ اے خراسان کے باشندو! تم جانتے ہو کہ تمھارا سردار کون ہے تمھارا حاکم یزید بن مروان ہے اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد ایک ایسا جھوٹا دغاباز اور مکار شخص تمھارا حاکم اعلیٰ ہو کر آنے والا ہے جو تمھاری تمام کھیتی باڑی اور مال و متاع کو ضبط کر لے گا۔ یہ ایک تباہی ہے جو تم پر آ رہی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑھو۔ میں بھی تمھارے ساتھ ہوں بلکہ اپنے انتہائی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کوشش اور ارادہ

کر دیزید بن المہلب دراصل تمھارا خلیفہ بنایا گیا ہے۔ جو شام کو بہت پسند کرتا ہے۔ اور عراق سے سخت نفرت کرتا ہے۔ یہ شامیوں کو لے کر آئے گا۔ اور تمھارے باغات اور مکانات پر قبضہ کر کے ان کے حوالے کر دے گا۔

اے خراسان کے باشندو! اسے تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تو باپ اور ماں مولد اور خواہشات اور خیالات غرض کے ہر اعتبار سے عراقی ہوں۔ آج جس امن و مان میں تم ہو وہ سب پر ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے اکثر ممالک کو تمھارے ہاتھوں پر فتح کرایا تمام راستے محفوظ ہو گئے کہ اب یہ حال ہے کہ مرو سے بلخ تک بغیر پروانہ راہداری کے مسافرین، قافلہ آتا جاتا ہے۔ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر یہ ادا کرو اور زیادہ نعمت کے لیے توفیق شکر کی خدا سے درخواست کر

اس تقریر کے بعد قتیبہ اپنے مکان میں چلا آیا۔ اس کے خاندان والوں نے اس سے آ کر کہا کہ آج آپ نے کمال ہی کر دیا۔ آپ نے اہل العالیہ کی توہین کی حالانکہ وہی آپ کا اوڑھنا اور بچھونا ہیں بنی بکر کو آپ نے نہ چھوڑا حالانکہ وہ آپ کے حامی ہیں' اس پر بھی آپ نے کفایت نہیں کی اور بنی تمیم کی خبر لے ڈالی' حالانکہ وہ آپ کے بھائی ہیں اور یہاں تک بھی آپ نے بس نہیں کیا بلکہ بنی ازد کو خوب سنائیں حالانکہ وہ آپ کے دست و بازو ہیں۔

قتیبہ نے کہا کہ جب میں نے انھیں سلیمان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی دعوت دی تو اس تجویز پر کسی نے حامی نہیں بھری مجھے غصہ آ گیا اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کیا کہا؟ کہا کہ اہل العالیہ صدقہ کے اونٹوں کی طرح ہیں جنھیں میں نے ہر حلقہ سے جمع کیا ہے' اور بنی بکر ایسے لوگ ہیں جو کسی کی مزاحمت نہیں کرتے' اور بنی تمیم خارشی اونٹ کی طرح ہیں۔ بن عبدالقیس تو بالکل ہیجڑے ہیں' اور بنی ازد کافر ہیں تمام بنی نوع انسان میں سب سے بدترین قوم ہیں۔ اگر میرا بس ان پر چلے تو سب کے داغ لگا دوں۔

قتیبہ کی تقریر کا ردعمل

قتیبہ کی اس تقریر کا برا اثر ہوا کہ تمام قبائل اس سے بگڑ گئے سب سے پہلے بنی ازد نے اس کا ساتھ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور حصین بن المنذر کے پاس آ کر ساری داستان سنائی کہ پہلے تو قتیبہ نے خلیفہ کے خلاف فتنہ و فساد و بغاوت کرنے کی دعوت دی کہ جس میں سراسر دین و دنیا کا نقصان ہے پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پھر ہماری اچھی طرح توہین و تذلیل کی۔ اور ہمیں گالیاں دیں۔ اب اے ابو حفص بتائیے کہ آپ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے (ان کی کنیت جنگ میں ابو ساسان تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حصین بن المنذر کی کنیت ابو محمد تھی) حصین نے کہا کہ جس قدر بنی مضر اس وقت خراسان میں ہیں ان کی تعداد ہمارے حمیری عربوں کے ان تینوں دستوں کے برابر ہے بلکہ بنی تمیم کی تعداد تو دو دستوں کے برابر ہے اور وہی خراسان کی اصل ہے۔ شہسوار بھی ہیں اس لیے یہ لوگ کبھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ خراسان کی حکومت کسی غیر مضری کے قبضے میں آ جائے۔ اس لیے اگر تم نے کسی مضری کو اپنا امیر نہ بنایا تو بنی تمیم قتیبہ کا ساتھ دیں گے۔ ازدی کہنے لگے مگر قتیبہ نے بنی تمیم کے ابن الاہتم کو قتل کر کے انھیں اپنا مخالف بنا لیا ہے' حصین نے کہا کہ اس بات پر نہ جاؤ' بنی تمیم بڑے پکے اور متعصب مضری ہیں۔

ازدی حصین کی رائے کے خلاف نکتہ چینی کرتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھ آئے اب انھوں نے عبداللہ بن حوذان الجہضمی کو اپنا سردار بنانا چاہا مگر عبداللہ نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا یہ لوگ پھر حصین کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے امارات کے منصب کو اب تک روکے رکھا ہے اب ہم اپنی قسمت آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں اور یہ

بتائے دیتے ہیں کہ بنی ربعیہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔
حصین نے کہا کہ بھلا میں کاہے کو مفت میں یہ سودا اپنے سرلوں مجھے اس معاملے میں کوئی تعلق ہی نہیں' ان لوگوں نے پوچھا پھر بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حصین نے کہا کہ اگر اس عہدے کو تم بنی تمیم کے کسی شخص کے سامنے پیش کرو تو بس تمھیں کامیابی ہو جائے گی۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ ہی فرمائیے کہ بنی تمیم کے کس شخص کو امیر بنایا جائے' حصین نے کہا وکیع کے علاوہ بھلا اور کون اس منصب کا اہل ہو سکتا ہے۔ اس پر بنی شیبان کے آزاد کردہ غلام حیان نے بھی کہا کہ سوائے اس اعرابی وکیع کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اس اہم خدمت کے بوجھ اور ذمہ داری کو اپنے سر لے سکے' کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو جنگ کی تمام صعوبتوں کو جھیلے' اپنی جان تک سے دریغ نہ کرے اور اگر کوئی اور شخص خراسان کا امیر مقرر ہو کر آئے اور پھر وہ اسے اس بغاوت کے الزام میں گرفتار کرے تو اپنے آپ کو قتل ہونے کے لیے بھی پیش کر دے۔ وکیع ہی بڑا نڈر بہادر ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا کہ کیا کر رہا ہے۔ یا اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ جو بات اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اس پورا ہی کرتا ہے علاوہ ازیں اس کے طرف داروں کی ایک کثیر تعداد ہے اور وہ خود قتیبہ سے اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ بنی تمیم کی سرداری کا حق اصل میں وکیع کا تھا مگر قتیبہ نے بجائے اس کے ضرار بن حصین بن زید الفوارس بن حصین بن ضرار الضبی کو رئیس مقرر کر دیا۔
اب لوگ چپکے چپکے صلح و مشورہ کے لیے جانے لگے' قتیبہ سے کسی نے کہا کہ اصل میں حیان ہی فساد کی جڑ ہے۔ یہ ہی لوگوں کو بہکا رہا ہے' قتیبہ نے چاہا کہ حیان کو بلا کر دھوکہ سے قتل کر دے۔ مگر چونکہ حیان قتیبہ کے تمام خدمتگاروں اور پیش دستوں کو بہت کچھ انعام واکرام دیتا رہتا تھا اس لیے وہاں کی تمام باتیں یہ لوگ حیان کو بیان کر دیتے تھے۔

حیان کے قتل کی کوشش

چنانچہ قتیبہ نے ایک شخص کو بلا کر حیان کے قتل کا حکم دیا۔ جس خادم نے اس حکم کو سنا فوراً حیان سے آ کر بیان کر دیا۔ قتیبہ نے حیان کو اپنے پاس بلایا مگر حیان نے بیماری کا بہانہ کر دیا اور نہ آیا۔

وکیع کی بیعت

اب تمام لوگوں نے وکیع سے آ کر کہا کہ آپ ہماری سرداری اور قیادت کیجیے۔ وکیع نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔
اس وقت خراسان میں اہل بصرہ اہل العالیہ کے نو ہزار جنگجو تھے۔ سات ہزار بنی بکر تھے اور ان کا سردار حصین بن المنذر رتھا۔ دس ہزار بنی تمیم تھے اور ان کا سردار ضرار بن ھی الضبی تھا۔ دس ہزار بنی ازد تھے اور ان کا سردار عبداللہ بن ہوزان تھا۔ سات ہزار کوفہ والے تھے اور جہم بن زہر یا عبیداللہ بن علی ان کا سردار تھا جب کہ سات ہزار موالی حیان کی زیر قیادت تھے۔ حیان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دیلم تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خراسان کے باشندے تھے' اور نبطی اس وجہ سے کہے جاتے تھے کہ ان کی زبان میں لقنت تھی۔
حیان نے وکیع سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ دریائے بلخ کے کنارے کے علاقے کا خراج جب تک میں زندہ ہوں اور آپ والی ہیں مجھے دے دیا کریں گے تو میں آپ کے مقابلہ سے باز رہوں گا اور آپ کی امداد کروں گا۔ وکیع نے اس درخواست کا منظور کر لیا۔ حیان نے موالیوں سے کہا کہ اب یہ جنگ مذہبی جنگ نہیں

ہے۔ بلکہ آپس کے جھگڑے ہیں ان میں تم لوگ کسی کا ساتھ دو اور انھیں آپس میں بھگتنے دو۔ موالیوں نے بھی اس کی تجویز کو قبول کر لیا اور خفیہ طور پر وکیع کی بیعت بھی کر لی۔

ضرار بن حصین نے آ کر قتیبہ سے بیان کیا کہ اس طرح تمام لوگ جا جا کر وکیع کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں کیونکہ عبداللہ بن قاصد چونکہ وکیع عبداللہ بن مسلم الفقیر کے مکان میں آیا کرتا تھا اور وہ شراب پیتا تھا۔ اس لیے عبداللہ نے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ضرار نے وکیع کے متعلق جو بات بیان کی ہے یہ حسد کی بناء پر ہے وکیع تو میرے گھر میں بیٹھا ہوا شراب کے نشے میں مست معمولی لباس پہنے ہوئے پڑا ہوا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ وکیع نے بھی قتیبہ سے آ کر کہا کہ تم ضرار سے ہوشیار رہو کیونکہ مجھے اس کی جانب سے آپ کے لیے خطرہ معلوم ہوتا ہے مگر قتیبہ نے ضرار بن سنان الصبی کو چپکے سے خبر لانے کے لیے وکیع کے ہاتھ پر بیعت کر لی اب قتیبہ کو بھی حقیقت کا علم ہوا تو اس نے ضرار سے کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا تھا' ضرار نے کہا کہ مجھے چونکہ اچھی طرح معلوم تھا اسی وجہ سے میں نے آپ سے بیان کیا تھا مگر اس وقت آپ نے میرے بیان کو محض حسد سمجھا تھا حالانکہ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ قتیبہ نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔

وکیع کے قتل کی کوشش

قتیبہ نے وکیع کو بلا بھیجا۔ قاصد نے آ کر دیکھا کہ وکیع نے اپنے پاؤں پر سیندور مل رکھا ہے اور اس کی پنڈلی پر مہروں کے گنڈے بندھے ہوئے ہیں اور بنی زہران کے دو شخص کچھ عمل پڑھ کر پھونکتے جاتے ہیں قاصد نے آ کر کہا کہ آپ کو امیر یاد فرماتے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے پاؤں کی کیا حالت ہے چلنے سے معذور ہوں' قاصد واپس قتیبہ کے پاس آیا۔ قتیبہ نے اسے پھر بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تم چارپائی پر لیٹ کر آؤ وکیع نے اس پر بھی اپنی مجبوری کا اظہار کیا' اب قتیبہ نے شریک بن صامت الباہلی' (متعلقہ بنی وائل) کو جو اس کے محافظ دستے کا سردار تھا اور بنی غنی کے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم دونوں جا کر وکیع کو میرے پاس لے آؤ' اگر وہ آنے سے انکار کرے تو گردن مار دینا۔ نیز قتیبہ نے اس کے ساتھ فوج کا ایک دستہ بھی بھیج دیا۔ (یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خراسان میں قتیبہ کے محافظ دستے کا سردار ورقا بن نصر الباہلی تھا)۔

ثمامہ بن ناجز الدوی کہتا ہے کہ قتیبہ نے درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص وکیع کو میرے پاس لا سکتا ہے میں نے کہا کہ میں لے آؤں گا۔ قتیبہ نے کہا کہ اچھا جاؤ اور لے آؤ! میں وکیع کے پاس آیا۔ وکیع کو میرے آنے سے پہلے ہی اس تمام گفتگو کی خبر مل چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر وکیع نے مجھ سے کہا ثمامہ! تم لوگوں میں اعلان کر دو' میں نے اعلان کر دیا تو سب سے پہلے ہریم بن ابی طہما آٹھ سواروں کو لے کر وکیع کے پاس آ پہنچا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب قتیبہ نے وکیع کو بلایا تو ہریم نے کہا کہ میں اسے لے آتا ہوں' قتیبہ نے کہا اچھا جاؤ اور لے آؤ ہریم اپنی سواری کے گھوڑی پر بیٹھ کر روانہ ہوا کہ مبادا قتیبہ پھر اسے واپس بلا لے' اور جب وکیع کے پاس پہنچا تو اس وقت وکیع مقابلہ کے لیے نکل آیا تھا۔ کلیب بن خلف کہتا ہے کہ قتیبہ نے شعبہ ظہیر متعلقہ بن سحر بن نہشل کو وکیع کے پاس بھیجا۔ وکیع نے شعبہ سے کہا ذرا دم لو۔ تھوڑی دیر میں مختلف دستے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونے والے ہیں۔ پھر چھری منگوا کر اپنی پنڈلی کے گنڈے کاٹ ڈالے اور مسلح ہو گیا اور اکیلا ہی

مکان سے باہر نکل آیا۔ بعض عورتوں نے دیکھ کر کہا کہ ابومطرف میدان جنگ میں تنہا جارہے ہو۔ اسی اثناء میں ہریم بن ابی طہمۃ آٹھ سواروں کے ساتھ آپہنچا۔ ان آٹھ شخصوں میں عمیرہ بن البرید بن ربیعۃ الجعفی بھی تھا۔

وکیع کی بغاوت

جب وکیع باہر نکلا تو ایک شخص سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وکیع نے اس کا قبیلہ دریافت کیا' اس نے کہا بنی اسد پھر نام پوچھا اس نے کہا ضرغامتہ پھر اس کے باپ کا نام پوچھا اس نے کہا لیث' وکیع نے کہا اچھا یہ جھنڈا تمھارے سپرد ہے۔

مگر مفضل بن محمد الضبی بیان کرتے ہیں کہ وکیع نے اپنا جھنڈا عقبہ بن شہاب المازنی کے حوالے کیا تھا۔

غرض کے مکان سے نکلنے کے بعد وکیع نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ میرا تمام سامان واسباب میرا چچیرے بھائیوں کے پاس لے جاؤ۔ غلاموں نے عرض کی کہ ہمیں ان کی قیام گاہ معلوم نہیں کہاں لے جائیں؟ وکیع نے کہا کہ دو ایسے نیزوں کو دیکھو جو آپس میں ملے ہوئے ہوں' اور ایک دوسرے کے اوپر ہوں اور ان دونوں کے اوپر زنبیل رکھی ہوئی ہو وہی میرے چچازاد ہیں' اس وقت لشکر گاہ میں پانچ سو غلام تھے' وکیع نے عام اعلان کر دیا کہ میری حمایت کے لیے آؤ' چنانچہ اب ہر سمت سے لوگوں کے غول کے غول آنے شروع ہوئے۔ دوسری جانب قتیبہ کے پاس بھی اس کے تمام خاندان والے' خاص مصاحب' معتمد علیہ لوگ جن میں قتیبہ کے چچازاد ایاس بن بحیث بن عمرو عبداللہ بن دالان العدوی اور بنی وائل کے خاندان کے کچھ لوگ تھے جمع ہوئے' حیان بن ایاس العدوی بھی دس آدمیوں کے ساتھ جن میں عبدالعزیز بن الحارج بھی تھا قتیبہ کے پاس آیا۔ میسرہ الجدلی بھی جو ایک بڑا بہادر شخص تھا قتیبہ کے پاس آیا اور کہا اگر حکم ہو تو وکیع کا سر لے آؤں مگر قتیبہ نے اسے اپنی ہی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور ایک دوسرے شخص کو حکم دیا کہ دوسرے تمام لوگوں میں جا کر پکارو کہ بنی عامر کہاں ہیں؟ اس شخص نے حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ قتیبہ نے بنی عامر پر ظلم وزیادتی کی تھی اس پر محفن بن جزا الکلابی نے کہا کہ بنی عامر وہاں ہیں جہاں تم نے انھیں رکھا ہے۔ پھر قتیبہ نے نقیب کو حکم دیا کہ اعلان کر دے کہ میں تمھیں خدا اور اپنی قرابت کا واسطہ دلاتا ہوں۔ محفن نے کہا کہ اب رشتہ قرابت کا ذکر کرتے ہو اسے تو تم نے پہلے ہی قطعہ کر دیا۔ قتیبہ نے پھر نقیب سے کہا کہ کہہ دو میں اب تمھارے ساتھ عمدہ سلوک کروں گا۔ اس پر محفن یا کسی اور شخص نے ببانگ دہل کہا کہ اگر اب ہم تمھاری دعوت کو قبول کریں تو خدا کبھی ہماری خطائیں معاف نہ کرے۔

قتیبہ کو اب اس جانب سے مایوسی ہوگئی۔ اس نے اپنی ماں کا بھیجا ہوا عمامہ منگوایا۔ اس عمامہ کو وہ نہایت ہی نازک موقعوں پر باندھا کرتا تھا۔ اور سواری کا سدھا ہوا گھوڑا منگوایا جو ایسے معرکوں میں خود اڑ کر قتیبہ کے پاس چلا جاتا تھا مگر اس موقعہ پر جب سواری کے لیے اسے قتیبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے ایسی اٹکھیلیاں اور اچھل کود شروع کر دی کہ قتیبہ اس پر سوار ہونے سے عاجز آ گیا۔ اور مجبوراً تخت پر واپس آ کر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ گھوڑے کو چھوڑ دو کیوں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر سوار ہونا اس وقت مقدر ہی میں نہیں ہے۔

حیان النبطی عجمیوں کا دستہ لے کر قتیبہ کے پاس آ گیا' قتیبہ اس پر غصہ ہو رہا تھا عبداللہ بن مسلم حیان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور حیان سے کہا کہ تم دشمن کی ان دونوں طرف کی فوجوں پر حملہ کرو۔ حیان نے کہا' ابھی اس کا

وقت نہیں آیا یہ سن کر عبداللہ برہم ہوا اور اپنی کمان مانگی حیان کہنے لگا کہ یہ دن کمان کے استعمال کا نہیں ہے۔

وکیع نے حیان سے کہلا بھیجا کہ جو آپ نے وعدہ کیا تھا اس کا ایفا کیجیے' حیان نے اپنے بیٹے سے کہا جب تم مجھے اپنی ٹوپی کا رخ بدلتے ہوئے دیکھو اور میں علکیع کی لشکر گاہ کی طرف جانے لگوں تو تم تمام عجمیوں کو لے کر میری طرف چلے آنا۔ اب حیان کا بیٹا وہیں عجمیوں کے پاس ٹھہرا رہا جب حیان نے اپنی ٹوپی کا رخ بدلا تو تمام عجمی وکیع کے لشکر گاہ کی طرف دوڑ پڑے اور انھیں دیکھ کر وکیع کے طرف داروں نے نعرے اللہ اکبر بلند کیا۔

صالح بن مسلم پر حملہ

قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو سمجھانے بجھانے کے لئے لوگوں کے پاس بھیجا۔ بنی ضبہ کے ایک شخص نے جس کا نام سلیمان الزنجیرج (خرنوب کے درخت کو کہتے ہیں) لیا جاتا ہے اس کو تیر مارا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبیلہ بلعم کے کسی شخص نے تیر مارا تھا غرض کہ تیر صالح کے سر میں لگا' لوگ صالح کو اٹھا کر لائے' سر ایک جانب کو جھکا ہوا تھا' صالح کو قتیبہ کی خواب گاہ میں لٹا دیا۔ قتیبہ تھوڑی دیر اس کے پاس آ کر بیٹھا اور پھر اپنے تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ بنی ضبہ کے ایک شخص نے صالح کو تیر مارا جس سے وہ بیہوش ہو کر گر پڑا مگر پھر زیاد بن عبدالرحمٰن الازدی متعلقہ بنی شریک بن مالک نے اس کے نیزہ مارا' ایک غنوی نے وکیع کی فوج پر حملہ کیا اور جہم بن زجر بن قیس کے دھوکہ میں ایک سپاہی کو نیزہ کے وار سے ہلاک کیا اور اس پر فخر یہ شعر پڑھا۔ مگر اصل میں یہ سپاہی ایک کافر تھا۔

عام جنگ کا آغاز

اب دونوں فریق ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے' عبدالرحمٰن بن مسلم ان کے مقابلے پر بڑھا بعض بازاری لوگوں نے تیروں سے اسے ہلاک کر ڈالا۔ نیز ان لوگوں نے اس مقام کا جلا ڈالا جہاں قتیبہ کے اونٹ اور دوسرے جانور رہتے تھے اور اب قتیبہ کے قریب جا پہنچے' ایک باہلی اس کی مدافعت کرتا رہا مگر قتیبہ نے اس سے کہا کہ تو بھاگ کر اپنی جان بچا لے اس نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو آپ کے احسانات کی ناشکری ہوگی۔

قتیبہ نے پھر سواری منگوائی۔ وہی پہلا گھوڑا لایا گیا مگر اس وقت بھی اس نے قتیبہ کو کسی طرح سوار نہیں ہونے دیا۔ قتیبہ نے کہا کہ اس میں کوئی خاص راز ہے' اور پھر آ کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ لوگ بڑھتے بڑھتے اس کے خیمہ تک جا پہنچے' ان لوگوں کے پہنچتے ہی ایاس بن بَیہس اور عبداللہ بن والان قتیبہ کو چھوڑ کر خیمہ سے نکل آئے عبدالعزیز بن الحارث اپنے بیٹے عمر یا عمرو کو تلاش کرنے کے لیے نکل آیا بنی طے کے ایک شخص سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی مگر اس نے اسے بھگا دیا اور اپنے بیٹے کو ڈھونڈ کر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

قتیبہ کو جب معلوم ہوا کہ ہُشیم بن المنحل بھی میرے خلاف دشمن کی امداد کر رہا ہے تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

اعلمه الرماية كل يوم
فلما اشتد ساعده رماني

() میں روزانہ اسے تیراندازی سکھاتا رہا جب اس کا بازو خوب مضبوط ہو گیا تو اس نے مجھے ہی تیر مارا۔

قتیبہ بن مسلم کا قتل

قتیبہ کے ساتھ اس کے بھائی عبداللہ' عبدالرحمٰن' صالح' حصین' اور عبدالکریم مسلم کے بیٹے قتیبہ کا بیٹا کثیر' اور اس کے خاندان کے اکثر لوگ مارے گئے البتہ اس کا بھائی ضرار بچ گیا اور اصل میں اس کے ماموں نے اسے بچالیا ۔(اس کی ماں کا نام غراء تھا جو ضرار بن القعقاع بن معبد بن زرارۃ کی لڑکی تھی)

بعض ارباب سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عبدالکریم بن مسلم بن قزوین میں مارا گیا۔ابو مالک کہتا ہے کہ لوگوں نے قتیبہ کو ۹۶ھ ہجری میں قتل کیا اور خاندان مسلم کے گیارہ آدمی مارے گئے اس میں سات تو مسلم کے بیٹے اور چار پوتے تھے۔وکیع نے ان سب کو سولی پر لٹکا دیا۔ان کے نام یہ ہیں۔

قتیبہ' عبدالرحمٰن' عبداللہ الفقیر' عبیداللہ' صالح بشار' اور محمد تو مسلم کے بیٹے تھے باقی کثیر بن قتیبہ اور مفلس بن عبدالرحمٰن مسلم کے پوتے تھے اسی طرح مسلم کی صلبی اولاد میں سے سوائے عمرو کے جو جوز جان کا عامل تھا یا ضرار کے جس کی ماں غراء بن القعقاع بن معبد بن زرارۃ کی لڑکی تھی اور کوئی نہیں بچا۔ضرار کے ماموں نے آ کر اسے بچالیا مسلم بن عمرو کے بھتیجے ایاس بن عمرو کی ہنسلی پر تلوار کا وار لگا مگر یہ بچ گیا۔جب لوگوں نے قتیبہ کے خیمے کو گھیر لیا تو اسکی طنابیں کاٹ ڈالیں۔جہم بن زجر نے سعد سے کہا کہ گھوڑے سے اتر پڑ' سعد پہلے ہی زخموں سے چور تھا اترتے ہی اس کا سر کاٹ لیا گیا۔سعد نے جہم سے کہا تھا کہ اگر میں اتر پڑوں تو مجھے خوف ہے کہ گھوڑے مجھے روند ڈالیں گے مگر جہم نے کہا کہ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے میں جو تمھارے ساتھ ہوں۔چنانچہ اسی بناء پر سعد گھوڑے سے اتر پڑا۔خیمہ کے بیچ کا حصہ پھاڑ ڈالا گیا اور پھر سعد کے سر کو لوگوں نے کاٹ ڈالا۔

اس واقعہ کو بہت عرصہ بعد جب مسلمۃ نے یزید بن المہلب کو قتل کر ڈالا اور ان کی جگہ سعید نے خزینہ بن عبدالعزیز بن الحارث بن الحکم بن ابی العاص کو عامل مقرر کیا تو خزینہ نے یزید کے مقرر کیے ہوئے تمام عاملوں کو قتل کر دیا۔ان میں جہم بن زجر الجعفی بھی تھا' خزینہ نے ایک باہلی کو جہم کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے کے لیے متعین کیا تھا ۔جب اس باہلی سے کسی نے کہا نے اسی نے قتیبہ کو قتل کیا تھا اس نے سخت تکلیفیں دے کر جہم کو مار ڈالا۔سعید نے اس کی اس حرکت پر برا بھلا بھی کہا مگر اس باہلی نے جواب دیا کہ جناب والا ہی نے تو مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں اس پر طرح طرح سختیاں کر کے طرح طرح کی روپیہ حاصل کروں۔میں نے اس حکم کی تعمیل کی اسی میں اسے موت آ گئی۔اس میں میرا کیا قصور ہے؟

قتیبہ جس وقت مارا گیا تو اس کی ایک خوارزمی لونڈی اسے بچانے کے لیے اس پر گر پڑی جب قتیبہ کا کام تمام کر دیا گیا تو یہ بھی نکل کھڑی ہوئی۔بعد میں اسے یزید بن المہلب نے اپنے حرم میں داخل کر لیا اور اسی کے بطن سے خلیدہ پیدا ہوئی۔

قتیبہ کے قتل کے بعد عمارۃ بن جنیۃ الریاحی منبر پر خطبہ کے لیے چڑھا۔اور دیر تک بکواس کرتا رہا۔وکیع نے تنگ آ کر کہا کہ اپنی ہرزہ سرائی کو چھوڑ دو اور پھر وکیع نے تقریر کی اور کہا کہ میری اور قتیبہ کی مثال اس مصرع کے مضمون کے مشابہ ہے۔

من بینک العیر ینک فیا کاً.

() جو شخص جنگلی گدھے کو لات مارے گا وہ ایسے شخص کو چھیڑے گا جو بڑا ہی سخت دولتیاں جھاڑنے والا ہے۔

قتیبہ نے مجھے قتل کرنے کا اردہ کیا حالانکہ میں بڑا ہی تکوار باز اور جلاد ہوں میں ابو مطرف ہوں۔ جس وقت قتیبہ مارا گیا اس روز وکیع فخر یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ اور کہتا تھا" کہ خدا کی قسم میں اسے ضرور قتل کروں گا۔ ضرور قتل کروں گا۔ اسے سولی پر لٹکاؤں گا۔ ضرور لٹکاؤں گا' میں خون پیوں گا۔ تمھارے حرام زادے رئیس نے تمام چیزوں کے نرخ گرا دیئے۔ انشاءاللہ کل ایک قفیر ا (ایک پیانہ) غلہ چار درہم میں ملے گا ورنہ جو اس نرخ پر نہ بیچے گا میں اسے پھانسی دے دوں گا' آپ سب لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجئے"۔

یہ کہہ کر وکیع منبر سے اتر آیا۔

وکیع نے قتیبہ کے سر کو اور اس کی مہر تلاش کرائی' معلوم ہوا کہ بنی ازد لے گئے ہیں' وہ یہ سن کر اپنی قیام گاہ سے باہر آ گیا اور کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب تک میرے پاس قتیبہ کا سر نہ آ جائے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ یا میرا سر بھی اس کے سر کے ساتھ ہی جائے گا اور پھر اپنے گھوڑے خشب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اس گھوڑے کے لیے بھی تو ایسے شہسواروں کی ضرورت ہے جو اپنی سواری سے اس کی کمر توڑ دیں۔

مگر اتنے ہی میں حصین نے آ کر اس سے کہا کہ آپ ذرا دم لیں قتیبہ کا سر ابھی آپ کی خدمت میں آیا ہی چاہتا ہے' وکیع خاموش ہو رہا۔ حصین نے بنی ازد سے آ کر کہا کہ کیا تم لوگ احمق ہو گئے ہو کہ پہلے تو تم نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہم سب نے اسی کو اپنا سردار بنایا اور اسی وجہ سے اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال دی اور پھر بھی تم نے قتیبہ کے سر پر قبضہ کر لیا۔ اس سر پر لعنت ہو اسے نکال دو۔

چنانچہ سر وکیع کے سامنے لایا گیا' حصین نے اس سے کہا کہ اس شخص نے اس سر کو تن سے جدا کیا تھا آپ اسے کچھ انعام دے دیجیے وکیع نے کہا اچھا اور پھر تین ہزار درہم اسے دلا دیئے' اور سلیط بن عبدالکریم الحنفی اور دوسرے قبائل کے کچھ آدمیوں کے ساتھ اس سر کو دربار خلافت میں روانہ کر دیا مگر اس جماعت کے سردار سلیط ہی تھے اور بنی تمیم کا کوئی شخص اس میں نہ تھا۔ انیف بن حسان متعلقا بن عدی بھی قتیبہ کے سر کو لے جانے والی جماعت میں شریک تھا۔ وکیع نے حیان النبطی سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔

قتیبہ کا سر سلیمان کے دربار میں جب قتیبہ اور اس کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے سر سلیمان کے سامنے لائے گئے تو سلیمان نے ہذیل بن زمر سے پوچھا کہ کیا اس منظر کو دیکھ کر تمھیں کچھ رنج ہوا؟ ہذیل نے کہا اگر مجھے رنج ہوتا تو اور بہت سے لوگوں کو بھی ہوتا۔ پھر حزیم بن عمرو قعقعاع بن خلید نے سلیمان سے درخواست کی کہ آپ ان سروں کو دفن کر دینے کی اجازت دے دیجیے۔ سلیمان نے کہا کہ ہاں منظور ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

قتیبہ کی موت پر عجمیوں کا ردعمل

قتیبہ کی موت پر خراسان کے ایک عجمی باشندے نے کہا کہ اے ابو مطرف! تم نے قتیبہ کو قتل کر ڈالا اگر قتیبہ ہم میں سے ہوتا اور مر جاتا تو ہم اس کی لاش کو ایک تابوت میں رکھتے اور ہر جنگ میں اسے فتح کی برکت لینے کے لیے ساتھ لیجاتے' خراسان کا جس قدر عمدہ انتظام قتیبہ نے کیا تھا ایسا کوئی نہ کر سکا ہاں البتہ اس سے یہ ہی خطا سرزد

ہوئی کہ اس نے اپنے دشمنوں سے بدعہدی کی مگر اس میں بھی وہ مجبور تھا کیوں کہ حجاج نے اسے حکم دیا تھا کہ تم کفار کو دھوکہ دے کر اپنے قابو میں کرلو اور پھر قتل کر ڈالو۔

اصبہذ نے ایک عرب سے کہا کہ تم نے قتیبہ اور یزید اپنے دو بڑے سرداروں کو قتل کر دیا۔ عرب نے اس سے پوچھا' کہ آپ کے نزدیک ان میں کون زیادہ عظیم القدر اور آپ کے دلوں میں کس کی ہیبت زیادہ تھی۔ اصبہذ نے کہا کہ اگر قتیبہ دنیا کے انتہائی گوشہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا مقید ہوتا اور یزید ہمارے ہی علاقہ میں ہمارا حاکم بھی ہوتا تب بھی ہمارے دلوں میں یزید سے قتیبہ ہی کا رعب اور اس کی ہیبت زیادہ ہوتی۔

جس روز قتیبہ مارا گیا اسی روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے اس سے آ کر کہا کہ آج عربوں کا بادشاہ مارا جائے گا اور عجمی واقعی قتیبہ ہی کو عربوں کا بادشاہ سمجھتے تھے' قتیبہ نے اس کی بات کا برا نہ مانا اور اسے بیٹھ جانے کے لیے کہا۔

مقتولین کے کپڑے اتارنے کی ممانعت

جنگ کے بعد وکیع نے حکم دے دیا کہ کوئی شخص کسی مقتول کے کپڑے یا لباس کو نہ اتارے مگر ابن عبید الجزری نے ابھی الحجر الباہلی کے جو مقتول پڑا ہوا تھا' لباس اور اسلحہ اتار لیے وکیع کو جب اس بات کا علم ہوا اس نے ابن عبید کو قتل کرا دیا۔

مگر اس واقعہ کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ ایک روز وکیع سواری کرنے کے لیے جا رہا تھا کہ کچھ لوگ ابن عبید الجزری کو حالت نشہ میں وکیع کے سامنے لائے وکیع نے اسے قتل کرا دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا بھی شراب پینے کی سزا حد ہے قتل نہیں۔ مگر وکیع نے کہا کہ میں کوڑوں کا کام تلوار سے لینا چاہتا ہوں۔

بہت سے غسانیوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ہم درہ عقاب میں تھے کہ ہمیں ایک شخص ملا جو خبر لے جانے والا ہرکارہ معلوم ہوتا تھا اس کے پاس ایک ڈنڈا تھا اور ایک توشہ دان تھا' ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو اس نے کہا خراسان سے' ہم نے کہا کہ کیا وہاں کی کوئی خبر بیان کر سکتے ہو اس نے کہا ہاں قتیبہ بن مسلم کل قتل کر دیا گیا ہے' ہمیں اس کے بیان پر سخت تعجب ہوا (کیونکہ جہاں' یہ قاصد انھیں ملا تھا وہاں سے خراسان کا فاصلہ کم از کم ڈیڑھ ہزار میل ہے)۔

جب اس نے دیکھا کہ ہم اس کی خبر کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اجی جناب آج رات تو میں افریقہ' (قیروان) پہنچ جاؤں گا' وہ تو یہ کہتا ہوا چلتا ہوا ہم نے اس کا تعاقب کیا کہ ذرا اس کے بیان کی تصدیق تو کر لیں تو حالانکہ وہ پیدل تھا اور ہم لوگ گھوڑوں پر سوار تھے مگر اس کی سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ پرواز نظر تک اس کا ساتھ نہیں دی سکتی تھی۔

خالد بن عبداللہ کی معزولی

اسی سال سلیمان نے خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ کی صوبہ داری سے معطل کر کے اس کی جگہ طلحہ بن داؤد الحضرمی کو مقرر کیا۔

مسلمۃ بن عبدالملک نے موسم گرما میں رومیوں کے علاقے میں جہاد کیا اور قلعہ عوف فتح کیا۔

اسی برس قرہ بن شریک العبسی گورنر مصر نے بعض ارباب سیر کے قول ک مطابق ماہ صفر میں انتقال کیا جب

کہ دوسرے ارباب سیر کا یہ بیان ہے کہ قرہ نے ولید کی زندگی ہی میں ۹۵ھ ہجری میں انتقال کیا اور اسی ۹۵ھ ہجری میں حجاج نے بھی انتقال کیا۔

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حضم الانصاری اس سال امیر حج تھے۔ اور اس برس یہ ہی مدینہ کے گورنر بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن عبداللہ خالد بن اسید مکہ کے عامل تھے' یزید بن المہلب عراق کے فوجی گورنر اور پیش امام تھے' صالح بن عبدالرحمٰن امیر مال وخزانہ تھے' اور یزید کی جانب سے سفیان بن عبداللہ الکندی بصرہ کے عامل تھے' عبدالرحمٰن بن اذینہ بصرہ کے اور ابوبکر بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے' وکیع بن ابی سود خراسان کا فوجی گورنر تھا۔

۹۷ھ ہجری کے اہم واقعات

قسطنطنیہ پر چڑھائی

اس سال میں سلیمان نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لیے فوج آراستہ کی' اپنے بیٹے داؤد بن سلیمان کو موسم گرما کی مہم پر افسر مقرر کر کے رومیوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ داؤد نے قلعہ مراۃ فتح کیا۔

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال میں مسلمۃ بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں فوج کشی کر کے اس قلعہ کو فتح کیا جسے دضاحی گروہ کے امیر دضاح نے فتح کیا تھا۔

عمرو بن ہبیرۃ الفزاری نے رومیوں کے علاقہ کے سمندر میں بحری جنگ کی اور سمندر ہی میں موسم سرما بسر کیا۔ اسی برس میں عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر اندلس میں مارا گیا اور حبیب بن عبید الفہری اس کے سر کو سلیمان کے پاس لایا۔

یزید بن مہلب کا بطور گورنر خراسان تقرر

اور اسی سال سلیمان نے یزید بن المہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ یزید کے گورنر خراسان ہونے کے اسباب اور اس کے عہد صوبہ داری کے واقعات کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

جب سلیمان خلیفہ بنا تو اس نے یزید کو عراق کا فوجی اور مالی وملکی گورنر جنرل اور پیش امام مقرر کیا۔ مگر اپنے تقرر کے وقت یزید نے اپنے دل میں سوچا کہ عراق کی حالت کو حجاج نے خراب کر دیا ہے اور ایک عام بے اطمینانی باشندوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ اب سب کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر عراق جا کر خراج وغیرہ کے معاملے میں میں نے ان پر بھی وہی سختیاں کیں جو حجاج نے کیں تھیں تو میں بھی حجاج کی طرح ان کی نظروں میں سخت گیر اور جابر ٹھہروں گا مجھے بھی ان کے خلاف فوجی کارروائیاں کرنی پڑیں گی اور ان سے جیل خانے بھرنے پڑیں گے جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ابھی نجات دی اور اگر میں نے سلیمان کو عراق سے اس قدر زرخراج نہ بھیجا جو کہ حجاج بھیجتا رہا ہے تو سلیمان مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور قبول نہیں کرے گا' ان ہی باتوں کو سوچ کر سلیمان کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کا نام آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو مالی معاملات کے ماہر ہیں بہتر ہے کہ آپ انھیں عراق کا امیر مال وخزانہ مقرر کر دیجیے اور پھر انہیں سے آپ روپیہ لیتے رہیے ان کا نام صالح بن عبدالرحمٰن ہے جو بنی تمیم کے آزاد غلام ہیں۔

سلیمان نے یزید کی رائے کو منظور کر لیا۔

اب یزید عراق روانہ ہوا۔ مگر یزید کے آنے سے پہلے ہی صالح عراق پہنچ گیا اور شہر واسط میں آ کر ٹھہر گیا جب یزید عراق آیا تو لوگ اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر چلے صالح کو بھی اس کے آنے کی اطلاع کی گئی اور لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اس کا استقبال کرتے رہے مگر صالح صرف اس وقت یزید کے استقبال کو گیا جب کہ وہ شہر کے بالکل قریب آ گیا' صالح ایک معمولی قسم کا چوغہ پہنے ہاتھ میں زرد رنگ کا ایک چھوٹا سے فولادی عصا لیے استقبال کو گیا اس کے ساتھ چار سو شامی سپاہی بھی تھے۔

صالح نے یزید سے ملاقات کی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ شہر میں آیا۔ ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے یہ مکان خالی کر دیا ہے آپ اسی میں فروکش ہو جائیں چنانچہ یزید اسی مکان میں ٹھہر گیا اور صالح ایک دوسرے مکان میں جا کر فروکش ہو گیا۔

مالی معاملات میں صالح نے یزید کو تنگ کر دیا۔ کوئی چیز اسے نہ دیتا تھا یزید نے لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے ہزار خوان خریدے تو صالح نے ان پر بھی قبضہ کر لیا اس پر یزید نے اس سے کہا کہ اس کی قیمت آپ میرے حساب میں لکھ دیجیے میں ادا کر دوں گا۔

اسی طرح یزید نے اور بہت سی ضروریات کی چیزیں خریدیں اور تاجروں کو ان کی قیمتوں کے چیک صالح کے نام لکھ کر دے دیے مگر صالح نے کسی چیک کو منظور نہیں کیا' تاجر دوبارہ یزید کے پاس واپس آئے اس پر یزید برہم ہوا اور کہنے لگا کہ از ماست کہ بر ماست' (جو عطا ہماری جانب سے ہے اس کا وبال بھی ہم پر) تھوڑی ہی دیر کے بعد صالح بھی یزید کے پاس آیا۔ یزید نے خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا' صالح بیٹھ گیا اور یزید سے کہنے لگا کہ تمام خراج کی رقم بھی ان ہنڈیوں کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ جب سے آپ تشریف لائے ہیں میں ایک لاکھ درہم کے چیک بے باک کر چکا ہوں' آپ کی تمام تنخواہ اور الاؤنس وغیرہ بھی پیشگی دے چکا ہوں۔ فوجی اخراجات کے لیے آپ نے روپیہ طلب کیا وہ بھی میں نے دے دیا مگر اب یہ مزید اخراجات برداشت نہیں کیے جا سکتے اور نہ امیر المومنین اسے پسند فرمائیں گے۔ بلکہ آپ ہی کو ان تمام اخراجات کا ذمہ دار ہونا پڑے گا۔

یزید نے اس سے کہا کہ مہربانی فرما کر اس مرتبہ تو آپ ان چیکوں کو ادا کر دیجیے اور اس سے ہنسی مذاق کیا پھر صالح نے کہا بہتر ہے۔ میں ان مطالبات کو ادا کیے دیتا ہوں مگر اب آئندہ آپ خزانہ عامرہ پر زیادہ بار نہ ڈالیے گا۔ یزید نے کہا بہتر ہے اب نہیں ڈالوں گا۔

سلیمان کی خراسان کے لیے گورنر کی تلاش

سلیمان نے یزید کو صرف عراق کا گورنر مقرر کیا تھا خراسان اس کے ماتحت نہیں دیا تھا' ایک مرتبہ سلیمان نے عبدالملک بن مہلب سے جو اس وقت شام میں مقیم تھا (یزید اس زمانہ میں عراق میں تھا) کہا کہ اگر میں تمہیں خراسان کا گورنر مقرر کر دوں تو کس طرح اپنے فرائض انجام دو گے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں جناب والا کے حسب خواہش کام کروں گا' مگر صرف اتنا پوچھنے کے بعد سلیمان خاموش ہو رہا اور پھر کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا عبدالملک بن مہلب نے جریر بن یزید الجہضمی اور بعض اپنے دوسرے خاص دوستوں کو لکھا کہ اس طرح امیر المومنین نے خراسان

کی صوبہ داری میرے سامنے پیش کی ہے۔

گورنری خراسان کے لیے یزید کی کوشش

اس کی خبر یزید کو بھی پہنچ گئی کیونکہ وہ خود عراق سے دلبرداشتہ ہوگیا تھا اور صالح نے بھی اس کا ناک میں دم کر دیا تھا کہ کسی چیز پر اس کی دسترس نہ تھی اس لیے اس نے عبداللہ بن الاہتم کو بلایا اور کہا کہ میں آپ سے ایک خاص کام لینا چاہتا ہوں آپ اسے میری خاطر سے پورا کر دیجیے۔

عبداللہ بن الاہتم نے کہا کہ فرمایئے میں حاضر ہوں یزید کہنے لگا کہ عراق میں جن مشکلات کا شکار ہوں' آپ اس سے واقف ہیں کہ میری طبعیت یہاں سے بیزار ہے۔ خراسان میں اس وقت کوئی ایسا شخص نہیں جو وہاں کے انتظام کو عمدگی اور باقاعدگی سے چلا سکے' اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین نے خراسان کی صوبہ داری کا تذکرہ عبدالملک سے کیا ہے اب کہیے۔ آپ کوئی کارگر تدبیر میرے لیے کر سکتے ہیں؟

عبداللہ کہنے لگے کیوں نہیں آپ مجھے امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دیجیے۔ مجھے توقع ہے کہ میں آپ کے لیے خراسان کی صوبہ داری کا فرمان لے کر آؤں گا یزید نے کہا اچھا آپ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہیں کریں گے۔

یزید نے سلیمان کے نام دو خط لکھے ایک میں عراق کی حالت کا بیان ابن الاہتم کی تعریف اور عراق کی حالت سے ان کی باخبری کا تذکرہ تھا' یزید نے ابن الاہتم کو تیس ہزار درہم دیئے اور سرکاری ڈاک کے گھوڑوں پر انھیں روانہ کیا۔ سات روز کی مسافت طے کرنے کے بعد ابن الاہتم یزید کا خط لے کر سلیمان کے پاس پہنچے۔ دربار میں حاضر ہوئے' سلیمان اس وقت دن کا کھانا کھا رہا تھا' ابن الاہتم ایک طرف کو بیٹھ گئے' اس کے لیے بھی دو برشتہ مرغیاں لائی گئیں اور انھوں نے کھائیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ابن الاہتم سلیمان کے سامنے گئے سلیمان نے کہا کہ اس وقت آپ سے ملاقات کا اچھا موقع نہیں ہے آپ سے پھر سہ پہر میں بات چیت کروں گا۔

سہ پہر کے بعد پھر سلیمان نے ابن الاہتم کو بلایا۔ اور ان سے کہا کہ یزید نے آپ کے متعلق ایک خط لکھا کہ جس میں آپ کی عراق اور خراسان سے پوری واقفیت اور آگاہی کا تذکرہ ہے اور نیز آپ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے اب فرمایئے کہ آپ وہاں کے حالات کیا جانتے ہیں۔

ابن الاہتم کہنے لگے کہ واقعی میں وہاں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں کیوں کہ وہیں پیدا ہوا' وہیں نشو ونما پائی' اس لیے میں خراسان کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہوں سلیمان نے کہا کہ ہاں بس تو مجھے آپ ہی ایسے شخص سے اس معاملہ میں رائے اور مشورہ لینے کی سخت ضرورت تھی' آپ مجھے مشورہ دیجیے کہ میں کس شخص کو خراسان کا صوبہ دار بناؤں ابن الاہتم بولے کہ خود جناب والا کسی شخص کا نام لیں جس کسی کا آپ نام لیں گے اس کے متعلق میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا کہ آیا اس شخص کا تقرر اس خدمت کے لیے موزوں و مناسب رہے گا یا نہیں۔

سلیمان نے ایک قریشی کا نام پیش کیا اس کا تو ابن لاہتم نے صرف یہ ہی جواب دیا کہ ان صاحب کو خراسان کا مطلقاً تجربہ نہیں سلیمان نے عبدالملک بن المہلب کا نام پیش کیا ابن الاہتم نے کہا کہ نہیں یہ بھی مناسب

نہیں ہیں۔ پھر سلیمان نے متعدد لوگوں کے نام لیے اور آخر میں وکیع بن سود کا نام پیش کیا اس پر ابن الاہتم نے کہا کہ گو اس میں شک نہیں کہ وکیع ایک نہایت ہی بہادر اور دلیر آدمی ہے مگر صوبہ داری کا اہل نہیں علاوہ ازیں اسے جب کبھی تین سو آدمیوں کی قیادت ملی اس نے اپنے سپہ سالار سے بغاوت کی۔

سلیمان نے نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک کہتے ہو مگر پھر تم ہی بتاؤ کہ اور کون اس خدمت کے لیے موزوں ہے ابن الاہتم نے کہا بیشک ایک اور صاحب ہیں جن کا نام آپ نے نہیں لیا ہے' سلیمان نے کہا تو تم ان کا نام بتاؤ ابن الاہتم بولے کہ آپ یہ وعدہ کیجیے اسے راز میں رکھیں گے اور اگر کبھی انھیں اس بات کا علم ہو جائے تو مجھے ان کی ناراضگی سے محفوظ رکھیں گے تو میں ان کا نام بتائے دیتا ہوں سلیمان نے کہا اچھا بتائیے وہ کون ہے؟ ابن الاہتم نے یزید بن المہلب کا نام لیا سلیمان نے کہا وہ تو عراق میں ہیں اور خراسان کے مقابلے میں وہ عراق رہنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں بھلا وہ کیوں اسے منظور کریں گے' ابن الاہتم نے کہا جی ہاں میں خود اس بات سے واقف ہوں مگر آپ انھیں خراسان جانے کے لیے مجبور کریں عراق پر ایک دوسرے شخص کو مقرر کر دیں اور انھیں خراسان بھیج دیں سلیمان نے کہا تمھاری رائے درست لگی میں ایسا ہی کروں گا۔

یزید کا خراسان پر تقرر

چنانچہ سلیمان نے خراسان کی گورنری پر یزید کے تقرر کا فرمان لکھ دیا نیز اسے ایک خط بھی لکھا کہ میں نے ابن الاہتم کو عقل' دین' فضل اور مشورہ میں ویسا ہی پایا جیسا کہ تم نے اپنے خط میں لکھا تھا۔

یہ خط اور فرمان تقرر دونوں ابن الاہتم کو دے دیئے ابن الاہتم سات روزی منزل تہہ کر کے یزید کے پاس آئے یزید نے پوچھا کیا کر کے آئے ابن الاہتم نے وہ خط نکال کر دیا یزید بولا کچھ ہمارے فائدے کی بھی بات کہو گے پھر ابن الاہتم نے فرمان تقرر ان کے حوالے کیا۔

یزید نے اسی وقت سے سفر کی تیاری شروع کر دی اور اپنے بیٹے مخلد کو بلا کر اپنے آگے خراسان روانہ کیا مخلد اسی روز خراسان روانہ ہو گیا' پھر یزید بھی چلا۔ واسط پر جرح بن عبداللہ الحکمی کو اپنا منصرم مقرر کیا عبداللہ بن بلال الکلابی کو بصرہ کا عامل مقرر کیا اور مروان بن مہلب کو جس پر یزید اپنے تمام بھائیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا اپنی جائداد اور دوسرے مال و اسباب کے انتظام و نگرانی کے لیے بصرہ بھیجا۔

دوسری روایت

اس معاملے کے بارے میں ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وکیع بن ابی سود نے قتیبہ کا سر سلیمان کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ہی اپنی اطاعت کا یقین دلایا تو اس سے سلیمان کے دل میں اس کی خاص وقعت اور منزلت ہو گئی' اس وجہ سے یزید بن المہلب نے ابن الاہتم کو ایک لاکھ درہم معاوضہ دے کر سلیمان کے پاس بھیجا تاکہ وہ وکیع کی جانب سے سلیمان کے خیالات بدل دے۔

ابن الاہتم نے سلیمان سے جا کر کہا اگر چہ میرے دشمن کو قتل کر کے اور میرا بدلہ لے کر وکیع نے مجھ پر ایک عظیم احسان کیا ہے جس کا شکر اور اقرار مجھ پر ضروری ہے مگر امیر المومنین کے احسانات مجھ پر اس سے بھی زیادہ ہیں اس لیے آپ کی خیر خواہی مجھ پر اس سے بھی زیادہ ہیں اس لیے آپ کی خیر خواہی مجھے اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ میں آپ کو بتا دوں

کہ جب کبھی ایک چھوٹی سی جماعت بھی وکیع کے ماتحت ہوئی اس کے دل نے اسے فوراً بدعہدی کی سوجھائی جماعت عوام کے ساتھ مل کر اس نے کبھی کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کی البتہ فتنہ و بغاوت میں اس کی کارستانیاں خاص وقعت رکھتی ہیں۔

سلیمان کہنے لگا کہ تو پھر یہ تو ایسا آدمی نہیں کہ جس کی خدمات سے ہم فائدہ اٹھا سکیں۔

قتیبہ کے قتل کی تحقیقات کا حکم

بنی قیس کہا کرتے تھے کہ قتیبہ نے کبھی خلیفۃ المسلمین سے بغاوت نہیں کی اور جب سلیمان نے یزید کو عراق کا فوجی گورنر مقرر کیا تو انھیں حکم دیا کہ جا کر دیکھو اگر بنی قیس اس بات کی دلیل پیش کر دیں کہ قتیبہ نے ہم سے بغاوت نہیں کی اور نہ وہ ہماری اطاعت سے منحرف ہوا تو اس ثبوت کے ساتھ ہی وکیع قید کر دیا جائے گا۔

یزید نے اپنے بیٹے مخلد کو وکیع کی طرف اپنے آگے روانہ کیا۔ مخلد جب مرو کے قریب پہنچا تو اس نے عمرو بن عبداللہ بن سنان العتکی ثم الصنابحی کو اپنے آگے بھیجا عمرو نے مرو پہنچ کر وکیع سے کہلا بھیجا کہ ارے بیوقوف احمق اپنے افسر کے استقبال کو جا۔ اب مرو کے سربرآوردہ اور عمائدین مخلد سے ملنے گئے مگر وکیع اب تک استقبال کے لیے جانے میں لیت و لعل کرتا رہا۔ آخر کار عمرو الازدی نے اسے بھیجا جب یہ سب لوگ مخلد کے پاس پہنچے اپنی سواریوں سے اتر پڑے وکیع، محمد بن حمران السعدری اور عباد بن لقیط متعلقہ بن قیس بن تعلبہ گھوڑوں سے نہ اترے مگر لوگوں نے انھیں بھی اترنے پر مجبور کیا مخلد نے آتے ہی وکیع کو قید کر دیا اسے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں اپنے باپ کے آنے سے پہلے ہی اسکے اور ساتھیوں کو بھی قید کر کے انھیں تکلیفیں پہنچانا شروع کیں۔

ادریس بن حنظلہ کہتا ہے کہ مخلد نے مروا کر مجھے بھی قید کر دیا تھا ابن الاہتم میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم قید سے رہائی چاہتے ہو میں نے کہا کیوں نہیں ابن الاہتم بولے تو اچھا وہ خط نکالو جو قعقاع بن خلید العبسی، اور خریم بن عمرو لمری نے قتیبہ کو سلیمان سے قطع تعلق کے بارے میں لکھے تھے۔

میں نے ان سے کہا آپ مجھ سے ضمیر فروشی کرانا چاہتے ہیں؟ پھر ابن لاہتم نے کاغذ کا ایک پلندا منگوایا قعقاع اور بعض اور بنی قیس کی زبان میں قتیبہ کو خط لکھے کہ ولید تو اب اس دنیا سے چل بسے ہیں اور سلیمان اس مزونی شخص کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیج رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ فوراً اس سے قطع تعلق کر لیں اور علم بغاوت بلند کر دیں، اس پر میں نے ان سے کہا اے ابن الاہتم تم خود اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال رہے ہو یاد رکھو کہ اگر میں اس کے سامنے گیا تو فوراً کہہ دوں گا یہ خطوط ابن الاہتم نے لکھے ہیں۔

اسی سال یزید خراسان کا گورنر ہو کر مرو روانہ ہوا قتیبہ کے قتل کے بعد نو یا دس ماہ وکیع خراسان کا والی رہا۔ اور ۹۷ ہجری میں یزید خراسان آیا۔

جب یزید نے اہل شام اور بعض اہل خراسان کی زیادہ وقعت اور ان پر زیادہ اعتماد کرنا شروع کیا تو شاعر بہار بن توسعہ نے اپنے چند اشعار میں اس کے طرز عمل کی شکایت کی ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس سال سلیمان حج کرنے گیا میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو عرفات کے میدان میں عبدلعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید سے یہ کہتے سنا کہ مجھے امیر المومنین پر سخت تعجب آتا ہے کہ انھوں نے خراسان جیسے نہایت ہی اہم سرحدی صوبہ پر

اس جیسے شخص کو کیوں گورنر بنایا؟ خراسان کے تاجروں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک لونڈی کی اس قدر قیمت دیتا ہے کہ جس سے ایک ہزار غلام خریدے جا سکتے ہیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اسے صوبہ دار بنانے میں امیر المومنین کا کیا مقصد ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے ان کی گفتگو سے پتا چلا کہ اس سے ان کی مراد یزید اور اسکی لونڈی جہینیہ تھی اس پر میں نے ان سے کہا چونکہ خارجیوں کے فتنہ کے زمانے میں یزید وغیرہ نے خلافت عظمیٰ کی بیش بہا خدامات انجام دی ہیں۔ اس لیے امیر المومنین اس کا معاوضہ ادا کر رہے ہیں۔

یزید نے عبدالملک بن سلام السولی کو اپنا مقرب بنالیا اسی وجہ سے عبدالملک نے اس کی مدح میں چند شعر کہے۔ اس سال خود سلیمان نے حج کیا اور اسی برس طلحہ بن داؤد الحضرمی کو مکہ کی گورنری سے برطرف کر دیا۔

گورنر مکہ کی برطرفی

سلیمان جب حج کر کے واپس آیا تو طلحہ کو مکہ کی ولایت سے علیحدہ کر دیا۔ طلحہ صرف چھ ماہ مکہ کا والی رہا سلیمان نے اس کی جگہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد' اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدامناف کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔

اس برس دیگر تمام علاقوں پر وہی لوگ والی تھے جو گذشتہ سال میں تھے البتہ خراسان کا حاکم عام یزید تھا اور یزید کی جانب سے چند ماہ تو حزلہ بن عمیر اللخمی کوفہ پر اس کا قائم مقام رہا پھر یزید نے بشیر بن حسان الہندی کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔

۹۸ھ ہجری کے اہم واقعات

مسلمۃ بن عبدالملک کا قسطنطنیہ پر حملہ

اس برس سلیمان نے اپنے بھائی مسلمہ کو قسطنطنیہ بھیجا اور حکم دیا کہ جب تک تمھیں میرا دوسرا حکم نہ ملے فتح کیے بغیر واپس نہ آنا۔ مسلمۃ نے موسم سرما اور گرما دونوں قسطنطنیہ کے سامنے ہی بسر کیے۔

جب مسلمۃ قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تو اس نے تمام سواروں کو حکم دیا کہ دو دو غلہ اپنے گھوڑوں کے پیچھے باندھ کر لے چلو۔ قسطنطنیہ پہنچ کر حکم دیا کہ تمام غلہ ایک جگہ جمع کیا جائے چنانچہ غلہ کا ایک انبار لگ گیا۔

پھر حکم دیا کہ اس غلہ میں سے کوئی نہ کھائے دشمنوں کے علاقے میں غارت گری کرو اور زراعت کرو۔

مسلمۃ نے لکڑی کے مکانات بھی بنوائے انھیں میں مسلمانوں نے جاڑا بسر کیا' لوگوں نے زراعت کی اور وہ غلہ جو ساتھ لائے تھے بدستور پڑا رہا۔ گلا سڑا بھی نہیں پہلے تو لوٹ مار سے جو غلہ حاصل ہوا لوگ اسے کھاتے رہے پھر اپنی زراعت کی پیداوار پر گذر کرتے رہے' اس طرح مسلمۃ قسطنطنیہ کے سامنے اسکے باشندوں پر اپنی طاقت کا پورا سکہ جمائے عرصہ تک پڑا رہا مسلمۃ کے ساتھ شام کے بعض بڑے عمائدین بھی تھے جس میں خالد بن معدان عبداللہ بن ابی زکریا الخزاعی اور مجاہدین حبر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ سب لوگ اسی طرح وہاں مقیم تھے کہ اتنے میں سلیمان کے موت کی خبر انھیں پہنچی۔

الیون اور ابن ہبیرہ کے مذاکرات

سلیمان نے خلیفہ ہوتے ہی رومیوں سے جہاد کی ٹھانی مقام وابق میں آ کر قیام کیا اور مسلمۃ کو آگے بڑھایا ۔رومی اس سے ڈر کر بھاگے الیون آرمینا سے آیا اس نے مسلمۃ سے کہا آپ میرے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دیجیے جو مجھ سے گفتگو کرے' مسلمۃ نے ابن ہبیرہ کو بھیج دیا ابن ہبیرہ نے الیون سے پوچھا تم کسے احمق سمجھتے ہو الیون نے کہا احمق وہ ہے جو اپنا پیٹ ہر اس چیز سے بھر لے جو اسے ملے۔ابن ہبیرہ بولے کہ ہم ایک خاص مذہب کے پیرو ہیں اور ہمارے فرائض مذہبی میں اپنے امرا کی اطاعت بھی شامل ہے۔الیون نے کہا آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔

اب تک تو ہم اور آپ اپنے اپنے مذہب کی خاطر ہی ایک دوسرے سے دست وگریباں رہے۔مگر آج ہماری اور آپ کی لڑائی محض ملک اور اقتدار کی خاطر ہے۔ہم ایک آدمی کے عوض ایک ایک دینار دینے کے لیے تیار ہیں۔

ابن ہبیرہ دوسرے دن پھر رومیوں کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے مسلمۃ کو جا کر آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا مگر انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو وہ خوب شکم سیر ہو کر دن کا کھانا کھا کر سو رہے تھے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو بلغم کا ان پر غلبہ تھا انھیں یہ بھی اچھی طرح معلوم نہ ہو گا کہ میں نے کیا کہا۔

الیون کی سازش

تمام رومی سرداروں نے الیون سے کہا اگر تم کسی حیلہ سے مسلمۃ کو یہاں سے واپس جانے پر مجبور کر دو تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ بنا لیں گے۔ جب ان سرداروں نے پوری طرح سے اس ایفائے عہد کا معاہدہ کر لیا تو الیون مسلمۃ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رومیوں کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ جب تک یہ سامان خوراک آپ کے پاس ہے آپ ان کے مقابلہ میں انتہائی شجاعت و بہادری سے نبرد آزما ہوں گے۔اگر آپ اس غلہ کے ذخیرے کو جلا ڈالیں تو وہ لوگ آج ہی سر اطاعت خم کر دیں گے۔

مسلمۃ اس داؤ میں آ گئے غلہ کے ذخیرے کو آگ کی نذر کر دیا اب دشمن کی حالت بہتر ہو گئی اور مسلمانوں کی حالت اس قدر پتلی ہو گئی کہ سب کے سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ابھی تک ان کی یہ ہی ناگفتہ بہ حالت تھی کہ سلیمان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلیمان نے وابق میں فروکش ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک یہ فوج قسطنطنیہ میں داخل نہ ہو جائے گی میں یہاں سے واپس پلٹ کر نہیں جاؤں گا۔

اسی اثناء میں قیصر روم بھی مر گیا۔الیون مسلمۃ کے پاس آیا اور قیصر کی موت اسے سنائی اور وعدہ کیا کہ میں سلطنت روما کو تیرے حوالے کر دوں گا۔مسلمۃ اس کے ساتھ چلا قسطنطنیہ کے سامنے لشکر ڈال دیا جس قدر سامان خوراک آس پاس کے علاقہ سے اسے مل سکا وہ جمع کر کے باشندگان قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

الیون رومیوں کے پاس آیا۔رومیوں نے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اب الیون نے مسلمۃ کو خط کے ذریعہ غلہ جلانے کی ترغیب دی اور اس کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ آپ اس قدر غلہ ہمیں دے دیجیے کہ جس سے شہر کی آبادی زندہ رہ سکے' تمام آدمی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ میرا اور آپ کا مقصد ایک ہی ہے نیز وہ یہ بھی سمجھتے

ہیں کہ نہ انھیں لونڈی غلام بنایا جائے گا اور نہ شہر بدر کیا جائے گا صرف ایک رات کے لیے آپ انھیں اجازت دے دیں کہ وہ آپ کے پاس سے شہر میں غلہ لے آئیں۔

الیون نے غلہ لے جانے کے لیے پلے ہی سے بہت سی کشتیوں اور بار بردار مزدوروں کا انتظام کر رکھا تھا مسلمۃ نے اس بات کی اجازت دیدی اور ایک رات میں رومی اس قدر کثیر مقدار میں غلہ لے گئے کہ مسلمۃ کے پاس کچھ نہ بچا۔

صبح ہوتے ہی الیون بدل گیا مسلمۃ کے مقابلے پر آ گیا' اور مسلمۃ کو ایسا احمق بنایا کہ کہ اگر عورت بھی باوجود ناقص العقل ہونے کے ایسا دھوکہ کھاتی تو لوگ اسے بھی مورد الزام ٹھہراتے۔

مسلمان فوج کی مشکلات

مسلمان کی فوج کو اس قدر تکلیف برداشت کرنا پڑی کہ جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی ان کا یہ حال ہو گیا کہ پڑاؤ کے باہر جاتے ہوئے ڈرتے تھے تمام جانوران کے چمڑے' درختوں کی جڑیں' پتے اور غرض مٹی کے علاوہ جو چیز سامنے آئی اسے کھا گئے اگر چہ سلیمان ابھی وابق ہی میں مقیم تھا مگر موسم سرما شروع ہو چکا تھا اس لیے وہ فوج کو کوئی امداد نہ پہنچا سکا۔ اسی حالت میں میں سلیمان نے انتقال کیا۔

ایوب بن سلیمان کی ولی عہدی اور وفات

اسی برس سلیمان نے اپنے بیٹے ایوب کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی' عبدالملک نے ولید اور سلیمان سے اپنی زندگی میں یہ وعدہ لے لیا تھا کہ میرے بعد تم دونوں عاتکہ اور مروان بن عبدالملک کے لیے لوگوں سے بیعت لو گے۔

اب مروان نے تو سلیمان کے عہد خلافت میں جب کہ سلیمان مکہ سے واپس آ رہا تھا رحلت کی اس لیے مروان کے مر جانے کی وجہ سے سلیمان نے اپنے بیٹے ایوب کے لیے بیعت لے لی یزید نے کچھ نہ بولا۔ بلکہ اس امید میں رہا کہ شاید موت اس کے مسئلے سے بھی مجھے نجات دیدے مگر خود سلیمان کے ولی عہد ایوب ہی کا اس اثناء میں انتقال ہو گیا۔

صقلیہ کی فتح

اسی برس شہر صقالیہ فتح ہوا ۹۸ ہجری میں برجان مسلمۃ پر اچانک ٹوٹ پڑا' اس وقت مسلمۃ کے ساتھ بہت تھوڑی فوج تھی سلیمان اس کی امداد کے لیے مسعدہ یا عمرو بن قیس کو کافی فوج کے ساتھ بھیجا پہلے تو مسلمانوں کے خلاف صقالیہ کی چال کارگر ہوئی مگر پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی۔ البتہ کفار نے شراحیل بن عبداللہ کو شہید کر دیا۔

اسی سال ولید بن ہشام اور عمرو بن قیس نے جہاد کیا انطاکیہ کے بہت سے باشندے قتل ہوئے ولید نے رومیوں کے غیر محفوظ سرحدی علاقہ کے بہت سے باشندوں کو تہہ تیغ کر ڈالا اور بہت سوں کو قید کر لیا۔

یزید بن مہلب کا جرجان وطبرستان پر حملہ

اسی برس یزید بن مہلب نے جرجان اور طبرستان پر چڑھائی کی خراسان آ کر یزید تین یا چار مہینے تو وہیں قیام پذیر رہا پھر دہستان اور جرجان آیا۔ اپنے بیٹے مخلد کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ خود یزید پہلے دہستان آیا کچھ ترک یہاں رہتے تھے' یزید نے شہر کا محاصرہ کر کے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ یزید کے ہمراہ کوفہ' بصرہ اور شام کی فوج تھی۔ رے اور خراسان' کے عمائدین بھی تھے اس طرح ایک لاکھ فوج اس کے ساتھ تھی۔ آزاد کردہ غلام' غلام اور رضا کاران کے علاوہ تھے۔

ترک اپنے شہر سے نکل کر مسلمانوں سے لڑتے مگر تھوڑی ہی دیر میں مسلمان انھیں پسپا کر دیتے اور ترک پھر اپنے قلعے میں جا گھستے' کبھی کبھی کھلے میدان میں بھی آ کر لڑتے اور دونوں حریفوں میں شدت کا رن پڑتا۔

ابن ابی سیرہ کے حالات وواقعات

یزید زحر کے دونوں بیٹوں جہم اور جمال کی بہت زیادہ عزت ووقعت کیا کرتا تھا ان کے مقابلہ میں محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی سبرہ ایک بڑا خطیب اور بہادر شخص تھا اس میں صرف اتنی برائی تھی کہ شراب کا عادی تھا۔ یزید اور اسکے خاندان والوں سے زیادہ ملتا جلتا بھی نہ تھا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یزید اور اس کے خاندان والے زحر کے دونوں بیٹوں جہم اور جمال کی انتہائی توقیر وتکریم کرتے تھے جو غالباً محمد کو ناگوار گزرتا تھا مگر اس کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی نقیب مجاہدین اسلام کو جہاد کے لیے تیار ہو جانے کا حکم دیتا تو محمد ہی ایسا شہسوار تھا جو سب سے پہلے نازک موقع پر خطرہ کی جگہ پہنچ جاتا تھا۔

ایک دن کا قصہ ہے کہ نقیب نے ایک دم فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اس روز بھی ابن ابی سبرہ تمام لوگوں سے پہلے تیار ہو کر میدان جنگ میں آ گیا۔ ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا عثمان بن المفضل اس کے پاس سے گزرا عثمان نے اس سے کہا اے ابن ابی سبرہ کبھی مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ تم سے پہلے میدان جنگ میں آتا۔ اس پر ابن ابی سبرہ نے شکایتاً کہا کہ پھر اس سے مجھے کیا فائدہ ہو رہا ہے آپ لوگ مذحج کے چھوکروں کو اپنی عنایت سے مالا مال کر رہے ہیں اور جو لوگ واقعی آزمودہ کار' ثابت قدم' اور بہادر ہیں ان کے حقوق کو آپ نے طاق نسیان پر رکھ دیا ہے'۔

عثمان کہنے لگے کہ اس میں تو سراسر تمہارا ہی قصور ہے اگر تم کبھی ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتے تو ہم تم سے کسی ایسی بات کو دریغ نہ رکھتے جس کے تم اہل ہو۔

ایک روز دونوں حریفوں میں نہایت سخت معرکہ جدال وقتال گرم تھا' محمد بن ابی سبرہ ایک ایسے ترک پر جس سے اور لوگ کنی کاٹ چکے تھے حملہ کیا' دونوں بہادروں نے ایک ہی ساتھ ایک دوسرے پر تلوار کے ساتھ وار کیا۔ ترک کی تلوار تو محمد کے خود میں پھنس کر رہ گئی اور محمد نے ایک ہی وار میں حریف کا کام تمام کر دیا۔ اب محمد اس صورت سے اپنے لشکر کی طرف چلے کہ خود ان کی خوں چکاں تلوار تو ان کے ہاتھ میں تھی اور ترک کی تلوار اب تک خو میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب منظر تھا جو شاید کبھی کسی فوج کے سامنے نہ آیا ہوگا۔

یزید کی نظر بھی اس عجیب وغریب تلواروں کے اجتماع اور خو پر پڑی اس نے شہسوار کا نام پوچھا۔ لوگوں نے کہا ابن ابی سبرہ ہیں یزید کہنے لگا کہ یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف شخص ہے کاش کہ شراب کا عادی نہ ہوتا۔

ایک روز یزید دشمن پر حملہ کرنے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش میں اپنے کیمپ سے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ بہت سے عمائدین اور شہسوار تھے جن کی تعداد تقریباً چار سو ہو گی کہ اچانک چار ہزار ترکوں نے اس پر حملہ کر دیا یزید کو ان سے لڑتے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری ہو گی کہ اس کے خاص لوگوں نے اس سے درخواست کی کہ آپ پیچھے ہٹ جائیں ہم آپ کی طرف سے لڑتے ہیں مگر یزید نے پیچھے ہٹ کر چلے جانا مناسب نہ سمجھا یہ تجویز رد کر دی اور خود اس نے بھی لڑائی میں شرکت کی اور دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی لڑتا رہا۔ ابن ابی سبرہ' زحر کے دونوں بیٹوں' حجاج بن جاریۃ الخثعمی اور اس کے بیشتر ساتھیوں نے جنگ میں شرکت کی اور خوب ہی داد مردانگی دی۔

جب واپس پلٹنے لگا تو یزید نے حجاج بن جاریۃ کو فوج کے پچھلے دستے پر متعین کر دیا حجاج ان کی پسپائی کو دشمن کے نرغہ سے بچاتا جاتا تھا اس طرح یہ ساری جماعت آبی چشمہ پر پہنچی۔ چونکہ سب پیاسے تھے' پیاس بجھائی اب دشمن کوئی کامیابی حاصل کیے اپنا سامنہ لے کر ان کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

دھستان کی فتح

یزید نے محاصرہ قائم رکھا شہر کے چاروں طرف فوجیں متعین کر دیں' سامان خوراک کی بہم رسانی مسدود کر دی جب محاصرہ کی تکلیفیں بڑھ گئیں' فاقے ہونے لگے اور مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت نہ رہی تو دھستان کے سردار نے یزید کے پاس صلح کی درخواست بھیجی اور درخواست کی کہ میں اس شرط پر صلح کے لیے آمادہ ہوں کہ آپ مجھے اور میرے خاندان والوں کو امان دیجیے۔ میرے مال و متاع پر ہاتھ نہ ڈالیے تو میں اس شہر' اس کے باشندوں اور جو کچھ اس میں ہو اس سب کو آپ کے حوالے کیے دیتا ہوں۔

یزید نے یہ شرائط منظور کر کے صلح کی درخواست منظور کر لی اور اپنے وعدہ کا ایفا کیا' شہر میں داخل ہوا وہاں سے اسے اس قدر مال و اسباب نقد و جنس اور لونڈی غلام ملے کہ جن کا کوئی شمار نہیں' چودہ ہزار ترکوں کو کھڑے قتل کر دیا اور سلیمان کو اس واقع کی اطلاع دے دی۔

یزید یہاں سے روانہ ہو کر جرجان آیا اہل جرجان کوفہ والوں کو ایک لاکھ دو لاکھ اور کبھی تین لاکھ خراج دیا کرتے تھے' اور اسی پر ان سے صلح کی گئی تھی' جب یزید جرجان آیا تو اہل جرجان نے اس کا استقبال کیا اور صلح کی درخواست کی اس سے خوف زدہ ہو کر خراج میں اور زیادتی کر دی یزید نے اسد بن عبداللہ الازدی کو جرجان پر اپنا قائم مقام بنا دیا اور اصبہذ کے مقابلے کے لیے طبرستان چلا۔

طبرستان کی مہم

یزید کے ہمراہ لکڑہارے بھی تھے جو درختوں کو کاٹ کر اس کے لیے راستہ صاف کرتے جاتے تھے آخر کار یزید اصبہذ کے سامنے پہنچ گیا اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کے تمام علاقہ پر قابض ہو گیا اصبہذ یزید سے صلح کی درخواست کرتا رہا اور اس نے زر خراج میں بھی اضافہ کرنے کا اقرار کیا مگر یزید نے اس امید پر کہ قلعہ فتح ہو جائے گا صلح کی درخواست منظور نہیں کی۔

ابوعینیہ بن مہلب کا حملہ اور ناکامی

ایک روز یزید نے اپنے بھائی ابوعینیہ کو اہل کوفہ و بصرہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ابوعینیہ دشمن کے ارادہ سے پہاڑ پر چڑھنے لگا مگر اصبہذ نے پہلے ہی اہل ویلم سے کہلا بھیجا تھا کہ تم دشمن کی پیش قدمی میں مزاحمت کرنا۔ اہل ویلم نے مسلمانوں پر حملہ کیا دونوں حریف گتھم گتھا ہو گئے کچھ دیر تک مسلمانوں نے انھیں الجھائے رکھا اور پھر پسپا کر دیا۔

ویلم کے سردار نے مبارز طلب کی۔ ابن ابی سبرہ اس کے مقابلے کے لیے نکلا دونوں بہادروں میں تنہا جنگ ہوئی ابن ابی سبرہ نے ویلم کے سردار کو قتل کر دیا۔ اب اہل ویلم شکست کھا کر بھاگے مسلمان درہ کے دہانے تک پہنچ گئے اور اب اس سے آگے بڑھنے لگے۔ دشمن نے پہاڑوں کی چوٹیوں سے ان پر تیر اور پتھر برسانے شروع کیے مسلمان درہ کے دہانے سے پسپا ہوئے۔ مگر نہ تو کوئی زیادہ خون ریز جنگ یہاں ہوئی اور نہ دشمن نے ان کے تعاقب میں کوئی قابل تعریف بہادری یا جرات کا اظہار نہیں کیا' البتہ خود مسلمان ہی اس قدر بدحواسی سے پسپا ہوئے کہ ایک دوسرے پر چڑھتے جاتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پہاڑی گڑھوں میں جا گرے' اسی حالت میں خدا خدا کر کے یزید کے پڑاؤ پہنچے مگر انھیں اس فوری ناکامی یا شکست کا مطلقا رنج نہ تھا۔

دجان کی غداری

یزید اسی طرح اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ اصبہذ نے اہل جرجان سے درخواست کی کہ تم اس فوج پر اچانک حملہ کر دو جسے یزید جرجان متعین کر آیا ہے۔ سامان خوراک کی رسد روک دو اور یزید کی واپسی کا راستہ منقطع کر دو' تم اس تجویز پر عمل کرتے ہو تو میں تمھیں اس کا کافی معاوضہ دوں گا اہل جرجان اس بات پر راضی ہو گئے اور جن مسلمانوں کو یزید اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا اچانک ان پر حملہ کر کے ان سے جس پر ان کو دسترس ہو سکی انھیں شہید کر ڈالا۔ بچنے والے مسلمانوں نے ایک مقام پر پناہ لی یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ آخر کار خود یزید ان کی امداد کے لیے آیا یزید اب تک اصبہذ کے علاقے میں اس کے مقابلہ پر جما ہوا تھا۔ پھر دونوں میں صلح ہو گئی شرائط صلح میں طے پایا کہ اصبہذ سات لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کرے چار لاکھ درہم اور چار سو گدھے زعفران سے لدے ہوئے اور چار سو غلام جن کے سروں پر کلاہ اور عمامہ ہو ہاتھ میں چاندی کا جام ایک ریشم کا تھان یزید کو پیش کرے اس سے پہلے مسلمانوں نے اصبہذ سے صرف دو لاکھ درہم پر صلح کی تھی۔

اب یزید اور اس کی فوج اصبہذ کے علاقہ سے واپس ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ شکست خوردہ فوج ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر اہل جرجان اس موقعہ پر دغا نہ کرتے تو کبھی یہ فوج طبرستان کو فتح کیے بغیر اس طرح واپس نہ آتی۔

اہل جرجان کی داستان دغا

یزید کی اہل جرجان سے صلح کرنے کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے سعید ابن العاص نے اہل جرجان سے صلح کی تھی' مگر پھر اہل جرجانے اس معاہدہ کو پس پشت ڈال دیا اور صلح منسوخ کر دی سعید کے بعد اور کسی نے جرجان کا رخ نہیں کیا۔

اہل جرجان اپنے علاقہ سے مسلمانوں کو گزرنے بھی نہ دیتے تھے۔ اس بناء پر کوئی شخص اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے بغیر اس راستہ سے نہیں گزرتا تھا' اور اب فارس سے خراسان آنے کا صرف ایک ہی راستہ کرمان کی طرف سے کھلا ہوا تھا سب سے پہلے قتیبہ بن مسلم نے اپنے گورنر خراسان مقرر کیے جانے کے موقع قومس سے اس راستہ کو طے کیا۔

پھر جب معاویہؓ کے زمانے میں مصقلہ نے دس ہزار فوج کے ساتھ خراسان پر چڑھائی کی تو مقام رویان میں ۔مصقلہ اور اس کی تمام فوج ہلاک ہوگئی (رویان طبرستان کی آخر سرحد پر واقع ہے) دشمن نے اس فوج کو پہاڑوں کے پر پیچ راستوں میں گھیر لیا۔ اور سب کے سب قتل کر دیئے گئے جس وادی میں مسلمانوں کی یہ فوج تباہ ہوئی اس کا نام وادی مصقلہ ہوگیا اور اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بھی پیدا ہوئی۔

"حتی یرجع مصقله من طبرستان".

() جب کہ مصقلہ طبرستان سے واپس آئے۔ یعنی یہ بات محال ہے۔

جب سعید نے اہل جرجان سے صلح کی تو اس کے بعد اہل جرجان کبھی تو ایک لاکھ درہم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اتنی رقم پر ہی تم نے صلح کی تھی اور کبھی کبھی دو لاکھ اور کبھی تین لاکھ بھی دیتے تھے' بلکہ بسا اوقات ادا کرتے تھے اور بسا اوقات بالکل ہی نہیں دیتے تھے آخر کار انھوں نے خراج دینا بالکل ہی بند کر دیا اور معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی۔

جب یزید جرجان آیا تو کسی نے اس کے مقابلے میں چوں چراں نہیں کی' اور جب اس نے صول سے صلح کر لی اور بحیرہ اور دہستان فتح کر لیے تو اہل جرجان سے بھی انھیں شرائط پر صلح کی جن پر کہ سعید بن العاص نے کی تھی۔

صول ترکی سے جنگ

صول ترکی دہستان اور بحیرہ میں آکر فروکش ہوا کرتا تھا (بحیرہ سمندر میں ایک جزیرہ تھا جو دہستان سے پانچ فرسخ کے فاصلے پر تھا یہ دونوں مقام جرجان سے متعلق ہیں اور خوارزم کے متصل واقع ہیں) صول فیروز بن قول جرجان کے تعلقہ دار کے سرحدی علاقہ پر غارت گری کرتا تھا۔ اور پھر بحیرہ اور دہستان کو واپس آتا تھا۔

اسی اثنا میں فیروز اور اس کے چچیرے بھائی مرزبان کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا' مرزبان نے فیروز کو معزول کر دیا۔ فیروز بیاسان چلا آیا اور اس خوف سے کہ مبادا ترک یہاں بھی مجھ پر غارت گری کریں خراسان میں یزید کے پاس چلا آیا اور اب صول نے جرجان پر قبضہ کر لیا۔

یزید نے فیروز سے اس کے آنے کی وجہ دریافت کی' فیروز نے کہا کہ صول سے ڈر کر آپ کے پاس بھاگ آیا ہوں یزید نے کہا کہ کیا تم اس سے لڑنے کی کوئی تدبیر بتا سکتے ہو' فیروز نے کہا جی ہاں ایک تدبیر ہے کہ یا تو آپ اس پر فتح پا کر قتل کر ڈالیں گے یا ہتھیار رکھوالیں گے۔ یزید نے وہ تدبیر پوچھی' فیروز نے کہا اگر صول جرجان سے نکل کر بحیرہ چلا جائے اور وہاں جا کر آپ اس کا محاصرہ کر لیں تو آپ ضرور فتح یاب ہوں گے آپ اصبہذ کو ایک خط لکھئے ۔اس میں بہت سے وعدے وعید کر کے اس سے درخواست کیجیے کہ وہ کسی نہ کسی طرح صول کو جرجان میں روکے رکھے۔ اور مجھے پختہ یقین ہے کہ چونکہ اصبہذ صول کی بہت تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ اس لیے وہ ضرور اس خط کو مزید تقرب حاصل کرنے کے لیے صول کے پاس بھیج دے گا اور اس طرح ہمارا یہ مقصد حاصل ہو جائے گا کہ صول جرجان سے

بحیرہ چلا جائے گا۔

یزید نے حاکم طبرستان کو لکھا کہ چونکہ میں صول پر چڑھائی کرنا چاہتا ہوں اور وہ اس وقت جرجان میں مقیم ہے مجھے یہ خوف ہے کہ اگر مجھے میرے اس ارادہ کا اسے علم ہو گا وہ فوراً بحیرہ چلا جائے گا اور وہ یہ ایسا مستحکم مقام ہے کہ وہاں ہم کسی طرح اس پر فتح نہ پا سکیں گے اور وہ چونکہ تمھاری بات مانتا ہے اور تم سے مشورہ کرتا ہے اس لیے اگر تم اس سال اسے جرجان میں روک لو اور بحیرہ نہ جانے دو تو میں تمھیں پچاس ہزار مثقال سونا دوں گا اب تم کسی نہ کسی طرح اسے جرجان ہی میں روکے رکھو کیوں کہ اگر وہ جرجان میں رہا تو میں ضرور اس پر فتح پا لونگا۔

اصبہذ نے خط دیکھتے ہی اسے صول کے پاس بھیج دیا صول نے بھی خط دیکھتے ہی اپنی فوج کو جرجان سے بحیرہ چلنے کی تیاری کا حکم دیا ترک قبیلہ بند ہو کر مقابلہ کے خیال سے سامان خوراک بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

یزید کو جب اس کا علم ہوا وہ تیس ہزار فوج کے ساتھ جرجان کے ارادہ سے روانہ ہوا فیروز بن قول بھی اس کے ہمراہ تھا یزید نے اپنے بیٹے مخلد کو خراسان پر اپنا نائب مقرر کیا سمرقند نسف اور بخارا پر اپنے دوسرے بیٹے معاویہ بن یزید کو نائب بنایا۔ طخارستان پر حاتم بن قبیصہ کو نائب بنایا اور خود جرجان آ گیا۔ اس زمانہ میں جرجان کوئی خاص ترتیب دیا ہوا نہ تھا بلکہ قدرتی طور پر ایک محدود رقبہ کو پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ ان پہاڑوں ہی میں دروازے بنا دیئے گئے تھے جن کے بالائی جانب سر بفلک چوٹیاں استادہ تھیں اگر ایک شخص دروازہ کے اوپر کھڑا ہو جاتا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اندر قدم نہ رکھ سکے۔

مگر یزید بغیر کسی مقابلہ یا مزاحمت کے جرجان میں داخل ہو گیا اسے بہت کچھ مال غنیمت ملا۔ اور مرزبان نے راہ فرار اختیار کی۔ اب یزید نے بحیرہ آ کر صول کا اچھی طرح محاصرہ کر لیا صول کسی کسی دن قلعہ سے باہر نکل کر یزید سے نبرد آزما ہوتا اور پھر قلعہ میں جا دبکتا یزید کے ساتھ کوفی اور بصری دونوں شہروں کی فوجیں تھیں۔

ابن ابی شجرہ کی سخاوت

اب اس روایت میں یہاں وہ جہم اور جمال اور محمد بن ابی سبرہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو اوپر مذکورہ ہو چکا البتہ ابن ابی سبرہ اس ترک بہادر پر وار کرنے کے سلسلہ میں یہاں بات بیان کی گئی ہے کہ اس ترک کی تلوار محمد کی چرمی ڈھال میں الجھ کر رہ گئی تھی۔

ایک اور روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ محمد جرجان میں ترکوں سے نبرد آزما تھے کہ بہت سے ترکوں نے انھیں گھیر لیا اور چاروں طرف سے تلواروں سے ان پر وار کرنے لگے اس موقع پر محمد کے ہاتھ میں تین تلواریں ٹوٹ گئیں۔

بہر حال مکمل چھ ماہ تک یہ ہی حال رہا کہ ترک اپنے قلعہ سے کبھی کبھار نکل کر مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کر لیتے اور پھر قلعہ کی آغوش میں جا کر پناہ لیتے آخر کار کنوئیں کے پانی پینے سے ان میں مرض سودا پھوٹ پڑا اور موت نے اپنی حکمرانی شروع کی۔ اب صول کو ہوش آیا اس نے صلح کی درخواست کی یزید نے اسے مسترد کر دیا اور کہا کہ اس وقت تک میں صلح نہ کروں گا جب تک کہ صول خود کو غیر مشروط طور پر میرے حوالے نہ کر دے گا صول نے اس طرح کی اطاعت کو تو منظور نہ کیا البتہ یہ کہلا بھیجا کہ آپ مجھے میرے ذاتی مال و اسباب اور میرے خاندان اور خاص دوستوں

میں سے تین سو آدمیوں کو امان دیدیں تو بحیرہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

یزید نے یہ شرط مان لی۔ صول اپنا تمام مال و متاع اور اپنے تین سو خاص آدمیوں کو لے کر یزید کے پاس چلا آیا یزید نے چودہ ہزار ترکوں کو کھڑے کھڑے قتل کرا دیا اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔

یزید کی فوج کو تنخواہ کی ادائیگی

اس وقت فوج نے یزید سے اپنی تنخواہ کا مطالبہ کیا یزید نے ادریس بن حنظلہ العمی کو بلا کر کہا بحیرہ میں جس قدر روپیہ و اسباب ہو اسکی مجموعی تعداد اور مقدار ہمیں بتاؤ تاکہ اس سے فوج کی تنخواہ میں ادا کی جا سکیں۔

ادریس بحیرہ میں داخل ہوئے وہاں سے اس قدر مال غنیمت ملا کہ جس کا وہ شمار ہی نہ کر سکے یزید نے آکر کہا کہ اس قدر مال غنیمت شہر میں ہے کہ اس کا تفصیلی حساب تو نہیں ہوسکتا البتہ چونکہ وہ برتنوں میں بھرا ہوا ہے اس لیے ہم غلہ کی بوریوں کو شمار کر لیتے ہیں اور اس طرح ہمیں مجموعی مقدار کا علم ہو جائے گا اور پھر ہم فوج سے کہہ دیں گے کہ خود جا کر جتنا جی چاہے لے لو۔ اس طرح جو شخص کوئی شئے لے گا ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ گیہوں، جو، مسور، تل اور شہد میں سے اتنا خرچ ہوا ہے۔

یزید نے کہا اچھا مناسب ہے یہ ہی کیجیے۔

لوگوں نے ہر جنس کی تمام بوریوں کا شمار کر لیا جاتا ہے اور بتا دیا کہ اس بوری میں فلاں غلہ ہے اور فوج کو حکم دیا کہ جو چاہو لے لو اب ہر شخص، کپڑا، غلہ یا کوئی اور چیز لے کر نکلنے گا اور نگران نے اس کا حساب لکھ لیا اس طرح اس روز فوج والوں نے بہت سی چیزیں لے لیں۔

شہر بن حوشب یزید کا ناظم خزانہ تھا کسی شخص نے یزید سے اس کے بارے میں شکایت کی کہ اس نے ایک چمڑے کا بیگ لے لیا ہے یزید نے اس کے متعلق شہر بن حوشب سے دریافت کیا، شہر اس بیگ کو لے آیا یزید نے اس شخص کو بلوایا جس نے شکایت کی تھی اسے خوب گالیاں دیں اور شہر سے کہا تم اس بیگ کو لے جاؤ مگر اب شہر نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں

یزید کو جرجان میں ایک جڑاؤ تاج ملا۔ یزید نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو اس تاج کے لینے سے انکار کرے سب نے جواب دیا کہ کوئی نہیں، یزید نے محمد بن واسع الازدی کو بلایا اور کہا کہ یہ تاج آپ کے نذر ہے محمد بن واسع نے کہا کہ میں اسے لے کر کیا کروں گا یزید نے کہا میں نے تو اسے آپ کو ہی دینے کا عزم کیا ہے۔ محمد نے تاج لے لیا۔ اور باہر چلے آئے۔

یزید نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم دیکھتے رہو کہ محمد اس تاج کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ راستہ میں محمد کو ایک سائل ملا محمد نے تاج سائل کو دے دیا اب اس شخص نے جسے یزید نے اسی بات کے دیکھنے کے لیے متعین کیا تھا سائل کو پکڑ لیا اور اسے یزید کے سامنے لایا یزید نے اسے بہت سا روپیہ دے کر تاج واپس لے لیا۔

سلیمان کی یہ عادت تھی کہ جب قتیبہ کسی جگہ کو فتح کرتا تو وہ یزید سے کہتا کہ دیکھو خداوند عالم قتیبہ کے ہاتھوں ہمیں کیسی فتوحات عطا کر رہا ہے، یزید کہتا مگر آپ نہیں دیکھیے کہ جرجان نے کیا اودھم مچا رکھا ہے شاہراہ اعظم آمد و رفت کے لیے مسدود کر دیا جس کی وجہ سے قومس اور ابرشہر کی حالت بھی مخدوش ہوگئی ہے، اور جرجان کے مقابلہ

میں یہ فتوحات کوئی چیز نہیں ہیں غرض کہ جب یزید گورنر خراسان مقرر ہوا تو اس کا خاص مقصد یہ ہی تھا کہ جس طرح ہو سکے جرجان کو فتح کروں۔

بیان کیا گیا ہے کہ جرجان پر حملہ کرنے کے وقت یزید کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی جس میں ساٹھ ہزار شامی تھے۔

طبرستان پر چڑھائی

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صول سے صلح کرنے کے بعد یزید نے طبرستان فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس ارادہ سے طبرستان روانہ ہوا عبداللہ بن المعمر الیشکری کو بیاسان اور دہستان کا گورنر مقرر کیا چار ہزار فوج اس کے ساتھ چھوڑی۔ اور خود جرجان کے زیرین حصہ میں جو طبرستان سے متصل ہے آیا اندرستان پر جو طبرستان کے متصل واقع ہے اسد بن عمرو یا ابن عبداللہ بن الربیعہ کو عامل مقرر کیا اور اس کے ساتھ بھی چار ہزار فوج متعین کر دی۔

ان امور سے فارغ ہو کر یزید اصبہذ کے علاقہ میں گھس آیا اصبہذ نے صلح کی درخواست کی مگر یزید نے طبرستان کو بزور شمشیر مسخر کرنے کی تمنا میں درخواست صلح مسترد کر دی اپنے بھائی ابوعینیہ کو ایک سمت سے اپنے بیٹے خالد بن یزید کو ایک سمت سے اور ابوجہم الکلبی کو ایک اور سمت سے طبرستان پر حملہ کرنے کا حکم دیکر روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تم تینوں سردار ایک موقع پر اکٹھا ہو جاؤ تو ابوعینیہ تمام فوج کے سپہ سالار ہوں گے۔

ابوعینیہ کی مہم کی ناکامی

ابوعینیہ بصری اور کوفی فوجوں کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ ہریم بن ابی طحیمہ بھی تھے یزید نے ابوعینیہ سے کہہ دیا تھا کہ ہر معاملہ میں تم ہریم سے مشورہ لیتا رہنا کیونکہ وہ ایک نہایت ہی خیر خواہ آدمی ہیں۔ خود یزید ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر ٹھہر گیا اصبہذ نے گیلانیوں اور دیلموں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے ہموار کر لیا انھوں نے مسلمانوں پر پہاڑ کے چڑھاؤ پر حملہ کیا' مگر مشرک شکست کھا کر پسپا ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بڑھتے بڑھتے درہ کے دہانے تک جا پہنچے بلکہ اس میں داخل بھی ہو گئے مشرک اور بلندی پر چڑھ گئے مگر مسلمان بھی برابر ان کے پیچھے لگے رہے اب دشمن نے تیروں اور پتھروں سے مسلمانوں کی خبر لینا شروع کی ابوعینیہ اور تمام مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور ان میں ایسی ابتری پڑی کہ ایک دوسرے پر چڑھ گئے تھے بہت سے پہاڑوں کے گڑھوں میں گر کر جاں بحق ہوئے اور اسی بدحواسی کے عالم میں انھوں نے یزید کی اصل لشکر گاہ میں پہنچ کر دم لیا مگر دشمن نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔

بیاستان میں مسلمانوں کی اجتماعی شہادت

چونکہ خود اصبہذ اپنی جگہ مسلمانوں سے سہا ہوا تھا اس لیے اس نے فیروز بن قول کے چچیرے بھائی مرزبان کو لکھا جو کہ جرجان کی آخری سرحد پر بیاسان کے قریب تھا ہم نے یزید اور اس کی فوج کو بالکل تباہ کر ڈالا ہے اس لیے بیاسان میں جو عرب ہوں تم انھیں قتل کر ڈالو مرزبان مسلمانوں کے قتل کا پورا تہیہ کر کے بیاسان آیا۔ مسلمان اپنے مکان میں بے خبر سو رہے تھے ایک ہی رات میں عبداللہ بن العمر اور اس کی چار ہزار فوج تہہ تیغ کر ڈالی گئی ایک بھی

ان میں نہ بچ سکا بن الہم کے پچاس آدمی اس رات شہید ہوئے حسین بن عبدالرحمٰن اور اسمٰعیل بن ابراہیم بن شماس بھی شہید کر ڈالے گئے اس کارروائی کو ختم کر کے مرزبان نے اصبہذ کو لکھا کہ میں اب مسلمانوں کی واپسی کا راستہ اور دوسرے تنگ مقامات مسدود کئے دیتا ہوں۔

حیان نبطی کی تقریر اور اصبہذ سے صلح

یزید کو جب عبداللہ بن العمر اور اس کی تمام فوج کی ہلاکت کا علم ہوا تو اس سے خوفزدہ اور پریشان ہو گیا حیان النبطی کے پاس دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ کیونکہ میں آپ کو مسلمانوں کا سچا خیر خواہ سمجھتا ہوں اس لیے میں آپ سے صاف صاف بیان کئے دیتا ہوں کہ جرجان سے یہ اطلاع آئی ہے اور دشمن نے ہماری واپسی کا راستہ بھی منقطع کر دیا ہے اب آپ صلح کی تدبیر کیجیے۔ حیان نے کہا کہ بہتر ہے۔

حیان اصبہذ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگرچہ مذہب نے میرے اور تمھارے درمیان تفریق کر دی ہے مگر اصل میں میں آپ ہی کا ہم قوم ہوں اور اس بناء پر آپ کا خیر خواہ ہوں میں آپ کو یزید کے مقابلہ میں زیادہ عزیز رکھتا ہوں یزید نے امدادی فوج بلائی ہے جو بالکل نزدیک آگئی ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ ان کے پاس پہنچ بھی گیا ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ اب وہ ایسی زبردست فوج کے ساتھ تم پر حملہ کرے گا کہ تمھارے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اسی وقت صلح کر لو اور اس طرح اس کا وہ غصہ بھی جاتا رہے گا جو اہل جرجان کے مسلمانوں کو دھوکہ سے قتل کر دینے کی وجہ سے اس کے سر پر سوار ہے۔

حیان کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اصبہذ نے سات لاکھ درہم زرتاوان پر صلح کر لی۔

علی بن المجاہد نے بیان کیا ہے کہ پانچ لاکھ درہم، چار سو گھوڑے زعفران، چار سو آدمی جن کے سر پر کلاہ اور عمامہ ہو ہاتھ میں چاندی کا جام اور ایک ریشم کا تھان ہو یہ چیزیں زرتاوان صلح میں طے پائی تھیں۔

حیان یہ شرائط طے کر کے یزید کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ کسی شخص کو بھیج دیجیے تاکہ وہ زرتاوان جس پر میں نے مشرکین سے صلح کی ہے اٹھا لائے یزید نے پوچھا کیا ہم یہ رقم دشمن کو دے دیں یا وہ ہمیں دیں گے حیان نے کہا نہیں وہ دیں گے۔ حالانکہ یزید تو اس بات کے لیے تیار تھا کہ اس قدر تاوان خود ادا کر کے جان بچی لاکھوں پائے کے مصداق دشمن سے اپنا پیچھا چھڑا لے اور جرجان واپس آجائے۔

غرض کہ یزید نے ایک شخص کو بھیج دیا کہ وہ اس رقم کو وصول کر کے لے آئے۔ جب یہ رقم آگئی یزید جرجان واپس آگیا چونکہ یزید نے اس سے پہلے حیان پر دو لاکھ درہم جرمانہ کیا تھا اس وجہ سے اسے یہ ڈر تھا کہ حیان اس موقع پر خیر خواہی نہ کریں گے۔

اس جرمانہ کرنے کی وجہ خالد بن صبیح جو حیان کے لڑکوں کے اتالیق تھے یہ بیان کی ہے کہ ایک روز حیان نے مجھے بلایا اور کہا کہ مخلد کو خط لکھو دو مخلد اس وقت بلخ میں تھا اور یزید مرو میں تھا میں نے کاغذ ہاتھ میں اٹھا لیا حیان نے کہا لکھو یہ خط مصقلۃ کے آزاد غلام حیان کی طرف سے مخلد بن یزید کو لکھا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی مقاتل بن حیان نے آنکھ کے اشارے سے مجھے لکھنے سے منع کر دیا اور اپنے باپ سے کہا کہ قبلہ آپ مخلد کو خط لکھ رہے ہیں اور اپنی طرف سے اس کی ابتدا کر رہے ہیں حیان کہنے لگے کہ ہاں اگر اس نے میری بات کو نہ مانا تو اس کا وہی حشر ہوگا جو قتیبہ کا ہوا

ہے۔ پھر حیان نے مجھے خط لکھنے کا حکم دیا میں نے لکھ دیا۔ مخلد نے اس خط کو اپنے باپ کے پاس بھیج دیا اور اسی وجہ سے یزید نے حیان پر دو لاکھ درہم کا جرمانہ کیا۔

اسی برس میں یزید نے جرجان کو دوسری مرتبہ جرجان کے نقض عہد اور دھوکہ سے مسلمانوں کو قتل کر دینے کے بعد فتح کیا۔

جرجان کی دوسری مرتبہ فتح

یزید نے صلح کر کے طبرستان سے جرجان کا رخ لیا اور اللہ سے عہد کیا کہ اگر میں نے ان پر فتح پائی تو اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا جب تک ان کے خون کے خمیر سے روٹی پکا کر نہ کھالوں گا جب مرزبان کو معلوم ہوا کہ یزید نے اصبہذ سے صلح کر لی ہے اور اب اس کا رخ جرجان کی طرف ہے وہ فوراً اپنی ساری جمعیت کو لے کر قلعہ میں لے آیا اور مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ قلعہ اس قدر وسیع و عریض تھا کہ جو شخص اس قلعہ میں محصور ہوا سے کھانے پینے کی کسی چیز کو باہر سے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

غرض کہ یزید نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس کے چاروں طرف نہایت ہی گھنا جنگل تھا اور مسلمانوں کو قلعہ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ معلوم ہوتا تھا۔ سات ماہ یونہی گزر گئے۔ قلعہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ کفار کی عادت تھی کہ کسی کسی دن قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں سے لڑتے اور پھر قلعہ میں چلے جاتے تھے' اسی اثنا میں خراسان کا ایک عجمی باشندہ جو یزید کے ہمارہ تھا شکار کے لیے نکلا اس کے ہمارہ اس کے خدمت گار بھی تھا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ بنی طے کا ایک شخص شکار کے لیے گیا تھا' بہر حال اس شخص نے ایک پہاڑی بکرے کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھا اس نے اس کا پیچھا کیا اور اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا یہ شخص بکرے کے پیروں کے نشانات پر چلتے چلتے پہاڑ پر بہت دور تک چڑھ گیا اور اچانک دشمن کے لشکر گاہ کے سامنے پہنچ گیا یہ دیکھتے ہی وہ الٹے پاؤں پلٹا اس خوف سے کہ پھر یہ راستہ بھول جائے گا اپنی قبا کو پھاڑ کر اس کے ٹکڑے علامت کے لیے درختوں سے باندھتا آیا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور پھر یہ ساری جماعت اصل لشکر گاہ میں واپس آ گئی۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس شکاری کا نام ہیاج بن عبدالرحمن الازدی تھا یہ طوس کا باشندہ اور شکار کا بڑا ہی شائق تھا لشکر گاہ میں آ کر یہ شخص یزید کے محافظ دستہ کے افسر عامر بن ایثم الواشجی کے پاس آیا۔ لوگوں نے اسے اندر جانے سے روکا اس نے زور سے چلا کر کہا کہ میں ایک نہایت ہی مفید بات کہنا چاہتا ہوں۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے زحر بن قیس کے دونوں بیٹوں سے یہ واقع بیان کیا' یہ لوگ اسے یزید کے پاس لائے۔ اس نے یزید سے اپنی اس دشمن کے لشکر گاہ تک پہنچے کا واقعہ سنایا یزید نے کہا کہ اگر یہ بات سچ نکلی تو میں تمہیں اس قدر روپیہ انعام میں دوں گا۔ یزید نے اپنے وعدہ کے ایفاء کے لیے اپنی لونڈی جہینہ کی ضمانت بھی دلوادی مگر پہلے بیان کے سلسلے کے مطابق یزید نے اسے بلا کر پوچھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو' اس نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ دشمن کے قلعہ و جاہ میں بغیر لڑے بھڑے داخل ہو جاؤ' یزید نے کہا کہ کیوں نہیں چاہتے؟ وہ شخص بولا تو پھر میرا انعام؟ یزید نے کہا کہ تو ہی بتا کتنا دینا چاہیے اس نے کہا کہ چار ہزار درہم۔

یزید نے کہا کہ اس کے علاوہ تجھے انعام بھی دیا جائے گا' وہ شخص کہنے لگا کہ پہلے آپ یہ چار ہزار تو دیجیے پھر

اس کے بعد جو چاہے دیجیے گا۔ چنانچہ یزید نے اسے چار ہزار درہم اسی وقت دلوا دیے اور فوج میں اعلان کر دیا کہ جو شخص اس مہم پر جانے کے لیے تیار ہو وہ مستعد ہو کر آ جائے۔ آن کی آن میں چودہ سو جوان مرد چلے آئے۔ مگر اس شخص نے کہا کہ چونکہ راستہ میں بہت گھنی جھاڑی ہے اس لیے اتنی بڑی فوج اس راستہ سے کسی طرح نہیں گزر سکتی' یزید نے چودہ سو میں سے صرف تین سو آدمی منتخب کیے اور جہم بن زحر کو اس کا افسر مقرر کر کے اس شخص کے ہمراہ روانہ کیا۔

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس جماعت پر یزید نے اپنے بیٹے خالد بن یزید کو افسر مقرر کیا تھا اور اس نے لکھ دیا تھا کہ گو تم زندگی کے لیے مجبور کیے گئے ہو مگر موت کے معاملے میں مجبور نہ ہونا۔ شکست کھا کر اپنی صورت مجھے نہ دکھانا۔

یزید نے خالد کے ہمراہ جہم بن زحر کو بھی کر دیا تھا' یزید نے اس کے رہبر سے پوچھا کہ تم دشمن کو کب تک جا لو گے؟ اس نے کہا کل عصر کے قریب دونوں نمازوں عصر و ظہر کے درمیان میں دشمن کے پڑاؤ پر پہنچ جاؤں گا۔ یزید نے کہا اچھا جاؤ خدا کی برکت تمھارے شامل حال رہے۔ میں بھی کل نماز ظہر ہی کے وقت سے دشمن سے برسر پیکار ہو جاؤں گا۔ اور ایک جماعت اپنے اس خاص کام پر روانہ ہوئی۔ اس طرف یزید نے دوسرے دن نصف انہار کے قریب حکم دے دیا کہ ان لکڑی کے انباروں میں جو پہلے سے اس کے پڑاؤ کے چاروں طرف جمع کیے گئے تھے آگ لگا دی جائے۔ لکڑی کے ذخائر میں جب آگ لگا دی گئی کہ سورج ڈھلنے سے پہلے ہی آگ کے پہاڑ چاروں طرف نظر آنے لگے اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر کفار اپنی جگہ سہم گئے۔ اور یزید کی جانب قلعہ سے نکل کر آ گئے' زوال آفتاب کے وقت یزید نے اپنی فوج کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ہی وقت میں ادا کی۔ دشمن پر حملہ کیا اور اس سے دست و گریباں ہو گئے۔

خالد بن یزید کی مہم کی تفصیل

دوسری طرف وہ جماعت جس روز یہاں سے روانہ ہوئی تھی اول روز اور اس کے دوسرے دن سہ پہر تک چلتی رہی۔ عصر سے کچھ ہی پہلے اس نے دشمن پر اسی سمت سے اچانک حملہ کیا کہ جس کی طرف وہ بالکل بے خوف تھے سامنے سے یزید پہلے ہی انھیں مصروف جنگ کر چکا تھا' مسلمانوں نے ایک دم ان کے پیچھے سے تکبیر کہی اب کفار کو اپنے گھر جانے کا علم ہوا سب کے سب گھبرا کر قلعہ کی طرف جھپٹے' مسلمان بھی برابر ان پر چڑھتے چلے گئے' نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو یزید کے حوالے کر دیا۔ یزید نے ان کے بیوی بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔ جنگجو آبادی کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ شاہراہ عام کے دائیں بائیں برابر دو فرسخ تک سب کو پھانسی پر لٹکا دیا اور بارہ ہزار کو اپنے ساتھ جرجان کی وادی اندر یز میں لایا۔ اپنی فوج میں منادی کر دی کہ جس شخص کو اپنے کسی عزیز یا دوست کا بدلہ لینا ہو وہ ان کفار سے لے لے چنانچہ ایک ایک مسلمان نے چار چار پانچ پانچ کو اسی وادی میں قتل کیا۔ ان کے خون سے وادی کا پانی سرخ ہو گیا۔ اس ندی پر پن چکی بھی تھی' اس میں آٹا پیسا گیا اور اسی خون سے وہ گوندھا گیا۔ اس کی روٹی پکی اور اپنی قسم پوری کرنے کے لیے یزید نے انہی روٹیوں کو کھایا اور پھر شہر جرجان تعمیر کیا۔

بعض ارباب تاریخ نے بیان کیا ہے کہ یزید نے چالیس ہزار کفار کو اس روز تہہ تیغ کیا' اس وقت تک وہاں

کوئی باقاعدہ تعمیر شدہ شہر نہ تھا' اس سے فارغ ہو کر یزید جہم بن زحر الجعفی کو جرجان کا عامل مقرر کر کر خود خراسان واپس آ گیا۔

فتح جرجان کی دوسری روایت

مگر ہشام بن محمد کی اس سارے واقعہ کے متعلق حسب ذیل روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یزید نے جہم بن زحر کو چار سو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ لوگ اس مقام پر پہنچ گئے جس کا راستہ انھیں بتایا گیا تھا۔ یزید نے انھیں یہ حکم دیا تھا کہ جب تم جرجان پہنچ جاؤ تو صبح تک انتظار کرنا۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے شہر کے دروازے پر آنا۔ ادھر میں اپنی ساری فوج کے ساتھ شہر کے دروازہ کے سامنے موجود رہوں گا۔

غرض کہ جب جہم شہر میں داخل ہو گئے تو اس وقت چپ چاپ رہے جب تک کہ وہ وقت آ گیا جس میں یزید نے دھاوا کرنے کا وعدہ کیا تھا' مقررہ وقت پر جہم اپنی فوج کو لے کر بڑھے جو محافظ سامنے آیا اسے موت کے گھاٹ اتارا۔ تکبیر کی آواز نے کفار کے ایسے اوسان خطا کر دیئے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس تمام کاروائی کی کفار کو صرف اس وقت خبر ہوئی جب کہ مسلمانوں نے ان میں پہنچ کر نعرہ تکبیر بلند کیا' کفار کے ہوش و حواس جاتے رہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا بیشتر تو اس بدحواسی کے عالم میں بھونچکوں کی طرح ادھر ادھر بھاگے البتہ ایک تھوڑی سی جماعت نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور جہم کی طرف بڑھی جنگ ہوئی' اس میں جہم کا ایک ہاتھ زخمی ہو گیا مگر وہ اور اس کے ساتھی برابر مقابلہ پر اڑے رہے اور تھوڑی ہی دیر میں کفار کی اس جماعت کا تقریباً مکمل صفایا کر دیا۔

باہر کی طرف سے جب یزید نے شہر میں مسلمانوں کی تکبیر کی آواز سنی وہ فوراً شہر کے دروازے کی طرف لپکا اب یہاں کوئی محافظ نہ تھا جو مزاحمت کرتا کیونکہ انھیں تو جہم نے اپنے سے مصروف کر رکھا تھا اسی وقت یزید کسی شدید مزاحمت کے بغیر شہر میں داخل ہو گیا' جس قدر جنگجو اس میں تھے انھیں باہر نکال لایا شاہراہ اعظم کے دونوں جانب دو فرسخ تک ان کے لیے پھانسی کی ٹکٹکیاں کھڑی کی گئیں اور اس طرح مسلسل چار فرسخ تک کفار کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا' ان کے اہل و عیال کو یزید نے لونڈی غلام بنا لیا اور تمام مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔

یزید کا خلیفہ وقت کو خط

سلیمان بن عبدالملک کو یہ خط لکھا۔

> حمد و الصلوٰۃ کے بعد' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فتح دے کر احسان عظیم کیا ہے۔ اس لیے ہم اپنے رب کا شکر کرتے ہیں' آپ کی خلافت کے عہد مبارک میں اللہ تعالیٰ نے جرجان اور طبرستان کو فتح کرایا۔ حالانکہ یہ وہ ملک ہیں کہ جن کے مقابلہ میں شاپور اعظم کسریٰ بن قباد کسریٰ بن ہرمز' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' اور ان کے بعد جو اور خلیفہ ہوئے سب عاجز رہے اور فتح نہ کر سکے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد مبارک میں ان علاقوں کو فتح کرایا اور یہ اس کا مزید احسان و اکرام ہے' مال غنیمت کو تمام لوگوں پر مساوی نہ تقسیم کر دینے کے بعد میرے پاس جو پانچواں حصہ بچا ہے اس کا اندازہ ساٹھ لاکھ درہم ہے

جسے میں خود دربار خلافت میں لے کر حاضر ہونے والا ہوں۔

جب یہ خط لکھا جارہا تھا تو یزید کے کاتب مغیرہ بن ابی قرہ بن بنی سدوس کے آزاد غلام نے کہا کہ آپ روپیہ کی صحیح تعداد اس خط میں نہ لکھیے ورنہ اس سے دو باتیں پیدا ہوں گی یا تو وہ اس رقم کو زیادہ سمجھیں گے اور آپ کو حکم دیں گے کہ لے آؤ' یا اس بناء پر وہ آپ سے ناراض ہو جائیں گے اور اس کے لانے کی تو اجازت دے دیں گے مگر پھر اور مانگیں گے' نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر جو کچھ آپ انھیں ارسال کریں گے۔ وہ اسے کم سمجھیں گے' اور میں خوب اس بات کو جانتا ہوں کہ اس تعداد میں آپ نے ایک پائی باقی نہیں رکھی ہے بلکہ کل رقم لکھ دی ہے علاوہ ازیں یہ رقم جو آپ نے بتادی ہے' یہ ان کے سپاہیوں میں ہمیشہ آپ کے نام باقی واجب الا دالکھی رہے گی۔ اگر کوئی گورنر آپ کے بعد آیا تو وہ اس کا آپ سے مطالبہ کرے گا اور کوئی ایسا شخص آیا جو آپ کے مخالف ہوگا تو وہ اس کی دگنی رقم سے بھی راضی نہ ہوگا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس خط کو آپ روانہ نہ کریں بلکہ اپنے خط میں صرف فتح کی خبر لکھ دیں۔ دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگیں اور پھر بالمشافہ جو کچھ آپ کو بتانا ہو بتا دیجیے گا' اور پھر بھی اس رقم کے زیادہ بتانے سے کم بتانا آپ کے لیے زیادہ مناسب ہوگا مگر یزید نے اس بات کو نہ مانا اور وہی خط بھیج دیا۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ رقم کی تعداد چالیس لاکھ لکھی تھی۔

ایوب بن سلیمان کی وفات

اسی سال ایوب بن سلیمان بن عبدالملک نے وفات پائی۔

شہر رے کے ایک ضعیف العمر شخص جنھوں نے یزید کو دیکھا تھا بیان کرتے ہیں کہ جب یزید جرجان فتح کر کے رے پہنچا تو اسے ایاب کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی' یزید باب الرے پر ابی صالح کے باغ میں سیر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رجز یہ اشعار میں یزید کو ایوب کی موت کی خبر سنائی۔

اسی سال مدینہ الصقالیہ فتح ہوا اور داؤد بن سلیمان نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کر کے قلعہ مراۃ کو جو ملطیہ کے قریب واقع ہے مسخر کیا۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید اس سال امیر حج تھے' اس برس مختلف علاقوں پر وہی لوگ حاکم تھے جو ۹۷ ہجری میں تھے' البتہ بیان کیا گیا ہے کہ سفیان بن عبداللہ الکندی اس برس یزید کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔

۹۹ھ ہجری کے اہم واقعات

خلیفہ سلیمان کی وفات

اسی سال سلیمان بن عبدالملک نے بروز جمعہ بتاریخ ۳۰ صفر انتقال کیا۔ اس طرح دو سال اور پانچ دن کم آٹھ ماہ خلیفہ رہا بعض راویوں نے بیان کیا کہ ۱۰ صفر کو انتقال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلیمان دو سال سات ماہ خلیفہ رہا یہ بھی روایت ہے کہ سلیمان کی مدت خلافت دو سال آٹھ ماہ اور پانچ دن ہیں۔

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان نے ولید کے بعد تین سال کی خلافت کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ سلیمان نے بروز جمعہ بتاریخ ۱۰ صفر انتقال کیا۔ اور دو سال آٹھ ماہ مدت خلافت ہے۔

سلیمان کے بعض عادات وخصائل

لوگ تذکرہ کیا کرتے تھے کہ سلیمان کے خلیفہ ہوتے ہی ہمیں آرام واطمینان نصیب ہوا۔ حجاج سے نجات ملی سلیمان نے خلیفہ ہوتے ہی تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بڑا سخی تھا۔ لوگوں سے سلوک کرتا تھا اور اسی نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

مفضل بن المہلب کہتے ہیں کہ دابق ہی میں ایک جمعہ کو میں سلیمان کے پاس گیا' سلیمان نے ایک لباس منگا کر زیب تن کیا مگر وہ لباس اسے پسند نہ آیا پھر دوسرا منگوایا یہ سب سوتی کپڑے کا تھا جو یزید نے اس کے لیے بھیجا تھا' سلیمان نے اسے پہنا' عمامہ باندھا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ لباس اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں' سلیمان نے اپنے دونوں بازو ننگے کیے اور کہنے لگا کہ میں ایک بہادر نوجوان اور فرماں رواں ہوں۔ پھر جمعہ کی نماز پڑھی مگر اس کے بعد پھر انہیں جمعہ پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ وصیت نامہ لکھا پھر دار الخلافت ابن ابی نعیم کو بلا کر اس پر مہر ثبت کرا دی۔

بعض علماء تاریخ نے بیان کیا ہے کہ سلیمان نے ایک روز سبز حلہ زیب تن کیا اور سبز ہی عمامہ باندھا اور آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر کہا کہ میں ایک بڑا مقتدر اور طاقت ور فرماں رواں ہوں مگر اس کے بعد صرف ایک ہفتہ سلیمان اور زندہ رہا۔

ایک روز سلیمان کی ایک لونڈی نے اس کی طرف نظر کی۔ سلیمان نے کہا کیا دیکھتی ہے اس موقع پر اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

انت خیر المتاع لو کنت تبقی
غیر ان لا بقاء لانسان تبقی

ولیس فیما علمته فیک عیب
کان فی الناس غیر انک فان

() تو بہترین دولت ہے' کاش تجھے بقا ہوتی۔ مگر مجبوری ہے کسی انسان کے لیے بقا دوام نہیں ، جہاں تک مجھے علم ہے تجھ میں تو کوئی عیب نہیں جو اور لوگوں میں ہوتے ہیں بجز اسکے کہ تو بھی فانی ہے۔

یہ سنتے ہی سلیمان نے اپنا عمامہ اتار ڈالا۔ سلیمان نے حبیب المحاربی سلیمان کے قاضی تھے اور ابن ابی عینیہ اس سے اسلاف کے قصے بیان کیا کرتے تھے۔

روبتہ بن العجاج بیان کرتے ہیں کہ جب سلیمان حج کرنے گیا تو تمام درباری شعراء بھی اس کے ساتھ تھے' میں بھی ساتھ تھا' جب ہم سب حج کر کے مدینہ واپس آئے تو چار سو رومی قیدی سلیمان کے سامنے پیش کیے گئے ۔اس روز سلیمان سے سب سے زیادہ قرین حضرت عبداللہ بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے' سب سے پہلے ان رومی قیدیوں کا سردار سامنے لایا گیا۔ سلیمان نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ اسے آپ قتل کیجیے۔ یہ تیار ہوئے مگر کسی نے انھیں تلوار نہیں دی آخر کار ایک پہرہ والے سپاہی نے انھیں اپنی تلوار دی آپ نے ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی بازو تک اتر گئی بلکہ جن زنجیروں سے وہ جکڑ بند تھا ان کے کچھ حلقے بھی کٹ گئے' سلیمان کہنے لگا کہ اس وار کی خوبی کچھ تلوار کی تیزی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ غیرت اور عصبیت نسل و خاندان کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد اور قیدیوں کو اس نے اپنے عمائدین کے سپرد کرنا شروع کیا کہ وہ قتل کریں' اسی طرح ایک قیدی جریر کو دیا گیا۔ بنو عبس نے چپکے سے ایک تلوار جو سفید نیام میں خوابیدہ تھی جریر کو دے دی۔ جریر نے بھی ایک ہی وار میں اسیر کا کام تمام کر دیا۔

اب فرزدق کی باری آئی' ایک قیدی اس کے بھی حوالے کیا گیا کوئی اور تلوار اسے نہ ملی' بنو عبس نے سازش کر کے اسے ایسی ناکارہ تلوار دلوائی کہ فرزدق نے کئی وار کیے مگر اسیر کا بال بھی بیکا نہ کر سکا اس پر سلیمان اور تمام لوگ ہنسنے لگے خاص کر سلیمان کے ننھیال بنو عبس نے اس کی اس ذلت پر خوب بغلیں بجائیں' فرزدق نے تلاور پھینک دی سلیمان سے معذرت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ورقاء کی تلوار بھی خالد کے سر سے اسی طرح اوچٹ گئی تھی۔

اس کا قصہ یہ ہے کو ورقاء بن زہیر بن جزیمتہ العبسی نے خالد بن جعفر بن کلاب کے اس وقت تلوار ماری جب کہ خالد اس کے باپ زہیر پر چڑھا بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر چکا تھا کہ اتنے میں ورقاء آیا اور اس نے خالد کے سر پر تلوار کا ہاتھ ارا مگر اس کا کچھ نہ کر سکا' اس حالت یاس میں ورقاء نے دو شعر بھی کہے تھے' اسی طرح اس موقع پر فرزدق نے بھی کچھ اشعار کہے۔

ایک روز سلیمان دابق میں کسی جنازہ میں شریک ہوا۔ متوفی ایک باغ میں دفن کیا گیا' سلیمان نے اس جگہ کی مٹی ہاتھ میں اٹھالی اور کہنے لگا کہ یہ کس قدر عمدہ مٹی ہے۔ قضائے الٰہی دیکھیے کہ ایک جمعہ بھی مشکل سے گزرا تھا کہ سلیمان بھی اسی قبر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔